

رات کے اٹھ بج رہے تھے، ہر طرف شور مچا ہوا تھا۔ کہ حاکم خان کے
پوتے کا قتل ہو گیا ہے، بہت بے دردی سے مارا گیا ہے۔ خان حویلی
کا ڈرائیور گھر بھاگا آیا، رحیم گل!! سیدھا مردان خانے میں گیا داجی وہ
دامیار صاحب

کو ہاشم خان نے قتل کر دیا۔ بہت بے رحمی سے مارا ہمارے دامیار کو،
رحیم ان کا وفادار ملازم تھا، کبھی ملازم کا درجہ نہیں دیا۔ اسے سب گھر کا
فرد سمجھتے تھے۔ حاکم خان!!

نے بمشکل ہی خود کو سنبھالا ساری حویلی میں سب کو پتہ چل گیا تھا۔ زرمینہ بیگم کارور و کربر حال ہو گیا تھا۔ بہرام جو حویلی پہنچا ہی تھا۔ زرمینہ بیگم بہرام کی طرف لپکی اور بازو سے پکڑ کر جنجورا میں کہہ رہی ہوں۔ بہرام اس کی ہر گز جان بخشی نہیں ہوگی۔ خون کا بدلہ خون سے لیا جائے گا۔ بہرام زرمینہ بیگم کو اپنے حصار میں لے کر اگتے بڑھا جہاں دامیار کا ہے جان وجود کفن میں لپٹا پڑا تھا۔ حویلی کے ہر فرد کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ حویلی کا برا چشم و چراغ تھا۔ زرمینہ بیگم۔۔۔ کے دو بیٹے تھے، بہرام اور دامیار) اور ایک بیٹی آثرہ جو محض سترہ سال کی تھی بہرام اسے اپنے سینے سے لگائے بیٹھا تھا، اس صدمے نے انہیں اندر تک ہلا کر رکھ دیا تھا، بہرام کی نیلی آنکھیں خون

چھلکار ہی تھی، اسے اپنے بھائی کا بدلہ لینا تھا، وہ غصے اشتعال سے مردان خانے میں داخل ہوا۔۔ اور غصے سے دھارار حیم ر حیم کہاں مرگئے ہو

۔ رحیم فوراً بھاگتا آیا۔ جی صاحب گارڈز کو تیار کرو۔ آج صرف لاشیں ہی گریں گی، شاہ میر جو بزنس کے سلسلے میں نیویارک گیا تھا، بہرام کی آواز سن کر مردان خانے میں داخل ہوا اور بے آواز پکارا

لالا اور بھاگ کر گلے لگ گیا، اور وہی کاوش داخلی دروازے سے مردان خانے میں داخل ہوا۔ اور بہرام اور شاہ میر کی طرف بڑھا اور دونوں نے اگے ہاتھ کیے اور وہ بھی پٹ سے ان کے گلے لگ گیا، چاروں بھائی ایک دوسرے سے ٹوٹ کر پیار کرتے تھے، دامیار کی موت نے ان کو اندر سے توڑ کر رکھ دیا تھا، وہیں داجی، جو کمرے

سے باہر آرہے تھے۔ ان کو دیکھ کر وہیں رک گئے، داجی کے دو بیٹے تھے عدنان خان، اور مصطفیٰ خان بہرام اور دامیار عدنان خان کے بیٹے تھے، اور آئزہ ان کی اکلوتی بیٹی تھی، شاہ میر اور کاوش مصطفیٰ کے بیٹے تھے۔ ان

کے والدین کی وفات کے بعد عدنان اور - زرینہ بیگم نے کبھی بھی ان کو
اپنے بیٹوں سے کم تر نہیں
سمجھا، اپنے بیٹوں سے بڑھ کر پیار دیا، اور
ان سب کی جان اترہ میں، بستی تھی جو خان
حویلی کی اکلوتی پوتی اور بیٹی تھی، عدنان
صاحب یہ سب دیکھ کر داجی کی طرف داجی چلیں جنازے کا ٹائم ہو گیا
ہے۔۔

بھرام، غصے سے دھاڑا۔۔ داجی جنازہ تب تک نہیں نکلے گا جب تک میں
اپنے بھائی کا بدلہ نہیں لے لیتا اور داخلی دروازے کی طرح بھرنے ہی
لگا داجی نے غصے سے پکارا اس کا فیصلہ ہم لیں گا۔ بھرام ابھی بولنے ہی لگا
تھا حاکم خان نے ہاتھ کے اشارے سے بولنے سے منع کر دیا،

اور زنان خانے کی طرف بڑھ گئے، اور باقی سب بھی، اور کچھ دیر بعد
میت کو دفنا کر آئے۔ اور مردان خانے کی طرف بڑھ گئے، جہاں جرگہ
بلایا گیا تھا۔۔

جہاں گاؤں کے سردار اور کچھ لوگ جمع تھے، اور ہاشم خان کو بھی بلایا گیا
تھا۔ داجی سامنے صوفے پر بیٹھے کچھ دیر خاموش رہے، اور خود کو سنبھالا
اور اپنا فیصلہ سنایا، ہر کوئی ایک دوسرے کو دیکھنے لگ گئے۔ اور وہی
بہرام خان غصے سے دھارا داجی!!! آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں میں اپنے لالہ
کے قاتل کی بہن سے ہرگز نکاح نہیں کروں گا، اور وہی ہاشم خان
پر خون اشام آنکھیں گاڑھی، جو اسے ہی غصے سے دیکھ رہا تھا اور بہرام کو
دیکھ کر غصے سے دھاڑا مجھے یہ فیصلہ ہرگز منظور نہیں چاہے میری جان لیں
لے میں اپنی معصوم بہن کو اس کی دسترس میں ہرگز نہیں دوں گا۔ داجی
نے بہرام کو غصے سے دیکھ کر کہنا چاہا یہی میرا آخری فیصلہ ہے، وہیں
عالیان خان مردان خانے میں داخل ہوئے جو کراچی گئے۔۔

ہوئے تھے۔ اور انہیں سب پتہ چل گیا تھا، اپنے بیٹے کی

کارنامے کے بارے میں عالیان خان جرگے میں داخل ہوتے ہی ہاشم خان کے سر پر بم پھوڑا، مجھے یہ فیصلہ قبول ہے، ہاشم خان اپنے باپ کی طرف بڑا، بابا جان یہ آپ کیا کر رہے ہیں، عالیان خان نے غصے سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا اور وہیں بیٹھنے کا حکم دیا پہلے جرگے میں تھوڑی دیر خاموشی رہی، تو گویا ایک فیصلے کا انتقام ونی پر ہوا۔۔ الیان خان کو ادھے گھنٹے کا ٹائم دیا اپنی بیٹی کو جھڑکے میں لانے کے لیے ان میں اپنی بیٹی کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی اپنے ملازم کو بھیج دیا، ہیزل کو لانے کے لیے۔، ہیزل کی آنکھیں رورو کے لال ہو گئی تھیں وہی مسکان بیگم کا بھی یہی حال تھا، عالیان صاحب نے ان کو فون پر ہی بتا دیا تھا۔۔ اور غصے پر ہی بولنے لگ گئی کیسے باپ ہیں آپ اپنی ہی بیٹی کو ونی کر دیا۔۔ آپ جانتے ہیں، وہ دودن کے لیے ہی آئی تھی، یہاں اپنے دوست کی شادی اٹینڈ

کرنے کے لیے اور آپ نے اپنی ہی بیٹی کو رخصت کر دیا۔۔ عالیان نے
غصے سے فون بند کر دیا، اور

کہا تیار کرو ہیزل کو ملازم آرہا ہے۔۔ لینے اپنی

ماں کے گلے لگے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔ اور تھوڑی دیر میں ملازم

آگیا، مہک بیگم!! بھی کیا کرتے ہیں ایک طرف بیٹی تھی، اور دوسری

طرف بیٹا، اپنی بیٹی کے سر پر بوسہ دیا۔۔ اور گاڑی میں بٹھایا اور تھوڑی

دیر میں ہی ملازم ہیزل کو جرگے میں لے کر پہنچا۔۔ عالیان صاحب!!!

اپنی بیٹی کی طرف بڑھے، اور اسے اپنے حصار میں لیا، اور بہرام کی سائیڈ

بٹھایا، جو نظریں جھکائے بیٹھا تھا، اور تھوڑی دیر میں نکاح شروع ہوا،

بہرام غصے سے سائن کر کے پین پھینک کر چلا گیا، اور اہستہ اہستہ سب

اٹھ کر چلے گئے۔۔۔

باشم خان نے اپنی بہن کے سر پر بوسہ دیا، اور چلا گیا اور عالیان صاحب
اپنی بیٹی کی طرف بڑھیں، اور سر پر ہاتھ رکھا، اور کہا بیٹی مجھے معاف
کر دینا۔ میں مجبور تھا اور وہاں سے چلے گئے، ہیزل بے آواز آنسو بہاتی
رہی۔۔۔

کاوش اور شامیر بھی جانے لگے داجی!! نے آواز لگائی شاہ میر کو اسے بھی
لے جاؤ۔۔۔ اور شاہ میر نے نظر اٹھا کر دیکھا، وہ کھڑی کانپ رہی تھی۔۔۔
اس کے سر پر ہاتھ رکھا، اور اسے

اندرانی کو بولا اور وہی اس کے پیچھے چلتی، اور جب وہ زنان خانے میں آئی
تو زرمینہ بیگم!! اس کی طرف لیکی، اور سیدھا تھپڑوں کی بارش شروع
کر دی۔ اور وہ سیدھا زمین پر اوندھے منہ گری، چھوڑوں گی نہیں تمہیں
میں تم

قاتل کی بہن ہو، اور تمہیں زندہ جلاڈالوں
گی۔۔ کاوش ان کی طرف بھرا اور اپنے
حصار میں لیا، مورے آپ کی طبیعت خراب
ہو جائے گی۔۔ چلیں کمرے میں اور ہو جائے گی۔۔ چلیں کمرے میں اور
زرمینہ بیگم!! کو کمرے کی طرف لے گیا، شاہ میر
نے بختو کو
آواز لگائی، جو گھر کی ملازمہ تھی، بختو ان کو بہرام لالا کے کمرے میں لے
جاؤ۔۔۔۔

تھوڑی دیر میں بختو بھی اسے بہرام کے کمرے میں چھوڑ آئی۔۔۔ اور
کچھ ہی دیر میں بہرام کمرے میں داخل ہوا اور دھارسی دروازہ بند کیا، اور
سامنے ہی نظر پڑی، وہ سامنے بیڈ پر اوندھے منہ لیٹی تھی، اور ہلکی ہلکی
سسکیاں کمرے میں گونج رہی تھی، بہرام غصے سے اس کی طرف بڑھا

اس کی کلائی کھینچ کر ایک ہی جھٹکے سے اپنے مقابل کھڑا کیا۔۔ اور سیدھا
منہ پر تھپڑ رسید کیا ہیزل لڑ کھڑاتی ہوئی دور جاگ رہی اور اسے کھڑا
کرتے دیوار کے ساتھ لگا گیا، اور اس کا گلا دبوچ
گیا تمہارا بھائی قاتل ہے۔۔ اور اس کا بدلہ تم

جھکاؤ گی، بہرام اتنی غصے سے دہرا تھا
آج تمہیں بتاؤں گا وہی میں آئی ہوئی سلوک کرتے ہیں اور ایک ہی جھٹکے
میں چھوڑا اور وہ بیڈ پر جاگری اور پھوٹ پھوٹ کر رودی شش!!! آواز
نہیں ورنہ تمہاری سانسیں کھینچ لوں گا۔۔۔ اور غصے سے واڑاٹھا کر شیشی
پر مارا۔۔۔ شیشہ ٹوٹ کر فرش پر پھیل گیا۔۔ بہرام اس کی طرف بڑھا،
ہیزل اپنے منہ پر ہاتھ رکھتی پیچھے کو کھسکی، اور وہ ایک ہی جھٹکے سے اسے
اپنے مقابل کھڑا کر گیا۔۔ آج تمہیں بتاؤں گا وہی میں آئی ہوئی لڑکی
کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا۔۔ ہیزل کی گرے آنکھوں میں آنکھیں
گاڑھ کر غصے سے

دھاڑا، اور ایک ہی جھٹکے سے چھوڑا، اور کہا چلو

اس کانچ پر ہیزل پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس

ظالم کو دیکھا، ہیزل جو بولنے ہی لگی تھی۔۔۔

بہرام ایک ہی سیکنڈ میں اس کی طرف بڑھا، اور بازو سے پکڑ کر زمین پر

پھینکا، وہ سیدھا اوندھی

منہ زمین پڑ گری۔۔ آہہ ہیزل درد سی کراہ اٹھی، کانچ اس کے پاؤں اور

ہاتھ میں پیوست ہوا تھا، بہرام ہیزل کی طرف بڑھا، اور اسے بازو سے

جمنچھور کر کھڑا کیا، آنکھوں میں پانی ابل ابل

کر بہنے لگا، وہ بامشکل ہی کھڑی ہو پار ہی

تھی، منی سے لفظ ادا ہی نہیں ہو رہے تھے۔

، بہرام نے لال اتری آنکھوں سے دیکھا، اور چلنے کا کہا، وہ بامشکل ہی خود

کو سنبھالتی اور چلنے لگی، کمرے میں دلخراش چیخے گونجنے لگی۔ اور اس ظالم

کو ذراتر س نہ آیا۔۔۔ اور دھاڑ سے دروازہ بند کر کے چلا گیا، اور اسے
دیکھنے

لگی اور اس ظالم کو ذراتر س نہ آیا۔۔۔ اور دھاڑ سے دروازہ بند کر کے چلا
گیا، اور اسے دیکھنا گوارہ نہ کیا، ہیزل وہی زمین بوس ہوئی۔۔۔۔

عالیان صاحب اپنی حویلی میں داخل ہوئے، کل رات سے حویلی نہیں
آئے تھے، ہیزل کے نکاح کے بعد ڈیڑے پر چلے آئے تھے۔ وہ مہک
بیگم کا سامنا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ عالیان خان کی گاڑی حویلی کے کارپوچ
پر آکر روکی، گارڈز

جلدی سے عالیان کی طرف بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا
عالیان صاحب فوراً گاڑی سے نکلے اور لمبے لمبے ڈھگ بھرتے

داخلی دروازے سے اندر داخل ہوئے۔۔۔ بیگم عالیان
صاحب کو دیکھ کر انکی طرف مہک بڑھی، اور ان کے سینے

سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رودی۔۔۔ عالیان ہماری بیٹی عالیان وہ ہماری
بیٹی کے ساتھ کیسا سلوک کریں گئے۔ وہ بہت نازک ہے۔ عالیان میری
بیٹی مجھے لادو، واپس مجھے میری بیٹی چاہیے، پلیز وہ بہت چھوٹی ہے۔ وہ
نہیں سہ پائے گی ان کی درندگی، عالیان پلیز! چپ کر جاؤ بیگم نہیں کچھ
کریں گئے میری بیٹی۔۔۔۔۔ کو اللہ پر یقین رکھو۔

وہیں ہاشم خان داخلی دروازے سے لاؤنج میں داخل ہوا اور اونچی آواز
سے دھاڑا، مورے آپ فکر نہ کریں میں اپنی بہن کو جلد ہی واپس لاؤں
گا۔

عالیان صاحب نے مسکان بیگم کو اپنے حصار سے الگ کیا، اور غصے سے
ہاشم کی طرف بڑھا، ہم! بتاؤ مجھے کیسے لاؤ گے میری بیٹی کو اگر تم یہ خون
خرا بہ نہ کرتے، ہماری بیٹی اس وقت ہمارے پاس ہوتی۔۔۔ اگر بہرام خان
نے میری بہن کو نقصان بھی پہنچایا تو میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں
گا۔

عالیان صاحب! غصے سے دھاڑے، پاگل نہ بن ہاشم وہ اب بہرام کے نکاح میں ہے، ونی میں گئی ہے ہاشم ونی میں، یہ سب تیری غلطی کی وجہ سے ہوا ہے، تمہیں بچانے کے لیے مجھے اپنی بیٹی کا سودا کرنا پڑا، تو ایسا کچھ نہیں کرے گا، اب تیری بہن ہے وہاں، اب تو ایسا کچھ نہیں کرے گا، مسکان بیگم اپنے بیٹے کی طرف بڑی اور سینے سے لگ کر رونے لگ گئی،

باشم خان نے اپنی ماں کے سر پر بوسہ دیا، اور یقین دلایا، وہ کچھ نہیں کریں گے، میری بہن کے ساتھ، انشاء اللہ!

جلد ہی واپس لے کر آؤں گا، ہیزل کو آپ روئے نا جلد ہی وہ اس حویلی میں ہوگی۔ اور ہاشم خان کے آنکھوں

میں آنسو آگئے وہ اپنی ماں کو یقین کے علاوہ اور کیا دی
لاسا دیتا۔

کاوش خان صبح ہی اسلام آباد کے لیے نکلا آیا تھا۔ آج اس
سے یونی میں پہنچنا تھا، کاوش خان open یونیورسٹی کا ہیڈ
تھا، اپنے والدین کی وفات کے بعد شاہ میر، نے بابا کا
بزنس سنبھال لیا، کاوش کو بزنس میں انٹرسٹ نہیں تھا
۔۔۔ وہ شروع سے ہی ٹیچنگ کا شوق رکھتا تھا، اور وہ آہستہ
آہستہ اپنی قابلیت پر یونی کا ہیڈ بن گیا۔ کاوش خان کی
گاڑی یونی میں داخل ہوئی، رحمان بابا فوراً گاڑی کی طرف
بڑھے، اور گاڑی کا دروازہ کھولا اور سلام کر کے میٹنگ
روم کی طرف بڑھ گئے، جہاں سارے ٹیچر بیٹھے انتظار کر

رہے تھے، کاوش خان روم میں داخل ہوا اور سلام کر کے
اپنی جگہ پر بیٹھ گیا، سب کاوش خان کی پر سنلٹی کو بہت
پسند کرتے ہیں، دودھیار نگت شہد جیسی براؤن انکھیں،
سکس پیک، اوپر سے لمبے گھنے بال جو ہر وقت ہی اس کے
چہرے پر گرے رہتے تھے، مس، ثانیہ یک ٹک ان کو
دیکھیں جارہی تھی،

سب کاوش خان کی پر سنلٹی کو بہت پسند کرتے ہیں،
دودھیار نگت شہد جیسی براؤن انکھیں، سکس پیک، اوپر
سے لمبے گھنے بال جو ہر وقت ہی اس کے چہرے پر گرے
رہتے تھے، مس، ثانیہ یک ٹک ان کو دیکھیں جارہی تھی

مجھے امید ہے کہ ہمیں میٹنگ شروع کرنی چاہیے، مس
ثانیہ! مس ثانیہ ایک دم ہوش میں آئی، اور جٹ سے
بولی

sure Sir,

مس ثانیہ نے اٹک اٹک کر لفظ ادا کیے اور میٹنگ سٹارٹ
ہو گئی،

سر عادل آپ نے پہلے سمسٹر کے طلباء کو پڑھانا ہے۔
سر عادل نے فوراً جواب دیا،

اوو کے سر-----کاوش ابھی بولنے ہی لگا تھا
عائشہ فوراً بولی سر آپ انگلش کی ٹیچر کوئی اور دیکھ لیں،
کیوں عائشہ آپ کو کیا مسئلہ ہے۔

سروہ میں ریزائن کر رہی ہوں، کیونکہ میری کچھ دنوں
میں شادی ہے،

مبارک ہو مس عائشہ شکریہ سر،

جی سب ٹیچر سن لیں، سیکنڈ سمسٹر انگلش کا لیکچر میں خود
اٹینڈ کر لوں گا۔ اور یہ کہتے ہی وہاں سے چلا گیا۔

ماہی بیٹا اٹھ جا، صبح ہو گئی ہے۔ آج تمہارا یونی میں پہلا دن
ہے اور آج ہی لیٹ ہو جاؤ گی، تو کیا اثر پڑے گا اچھا مام
تھوڑا سا سونے دیں ایک تو بھائی کی وجہ سے یونی میں
داخلہ لینا پڑا ہے۔۔ بولا بھی تھا،

مجھے نہیں شوق پڑھنے کا پھر بھی بھائی نے یونی میں داخلہ
کر وادیا، اٹھ جا ماہی اٹھ بج گئے ہیں، مام نیند تو پوری
کرنے دے اف مام عاصم شاہ اپنی ماں کی آواز سن کر
اندر داخل ہوا، ماہی بیٹا آپ ابھی تیار نہیں ہوئی ماہی اپنے
بھائی کی آواز سن کر فوراً اٹھی اور بھاگ کر گلے لگ گئی،

صبح بخیر بھائی۔۔۔۔۔

صبح بخیر بھائی کی جان

چلو اٹھو فوراً سے تیار ہو کر آؤ، آج تمہیں میں خود یونی
ڈراپ کروں گا ماہی معصوم سی شکل بنا کر فوراً بولی، ٹھیک
ہے بھائی میں فریش ہو کر آتی ہوں، عاصم شاہ نے ماہی
کے سر پر بوسہ دیا اور چلا گیا۔۔ سعدیہ بیگم کے دو بچے
تھے۔ عاصم شاہ اور ماہی شاہ ماہی بہت چھوٹی تھی، جب
احمد صاحب گزر گئے، عاصم شاہ نے ماہی کو کبھی بھی بابا کی
کمی محسوس نہیں ہونے دی، عاصم شاہ کی لاڈلی بہن، بہن

کم بیٹی زیادہ تھی ماہی تیار ہو کر نیچے لاؤنج میں آئی، اور
ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی، چلیں بھائی!

میں تیار ہوں

بچہ ناشتہ تو کر لو نہیں بھائی میں یونی میں کر لوں گی۔
چلو اوگاڑی میں بیٹھو جا کے، ٹھیک ہے بھائی اور فوراً باہر
چلی گئی، عاصم بھی اس کے پیچھے چل دیا

عاصم نے فوراً کارسٹارٹ کی اور 15 منٹ میں یونی پہنچ
گئے تھے۔

او کے بائے۔۔۔۔۔ □ ☺ اللہ حافظ بھائی

اور گاڑی سے اتری، دھیان سے بیٹا، ٹھیک ہے بھائی
بھاگ کر اندر داخل ہو گئی، عاصم شاہ نے بھی گاڑی
سٹارٹ کی اور وہاں سے چلا گیا، ماہی بھاگ کر اندر داخل
ہو رہی تھی۔

اور سیدھا کسی وجود سے ٹکرائی، آہہ! جیسے اس کا سر گھوم
کر رہ گیا ہو۔ اور فوراً سر اٹھا کر اوپر دیکھا، فوراً بولی مسٹر
دھیان سے نہیں چل سکتے کیا نظر نہیں آتا تم کو، کاوش تو
اس کی آنکھوں میں ہی کھو گیا۔ ماہی کی گرین آنکھوں میں
یک ٹک دیکھی گیا۔

ماہی نے آنکھوں کی آگے چٹکی بجائی، وہ اپنا سر جھٹک کر
ہوش میں لوٹا اور فوراً بولا بھاگ کر آپ آرہی تھی میں
نہیں، اور فوراً معصوم سی شکل بنا کر بولی، چلیں سوری
بولے مجھے میں میں کیوں بولوں غلطی تمہاری ہے پاگل
لڑکی میری نہیں مس ثانیہ جو وہاں سے گزر رہی تھی،
کاوش سر کو دیکھ کر ان کی طرف بڑھی۔ سر آپ یہاں
آپ دو کلاس کا ٹائم ہو رہا ہے کیا۔۔۔۔۔

ماہی کے منہ سے بے ساختہ آواز نکلی، سر! مس ثانیہ فوراً
بولی جی سر ماہی یہ تو نے کیا کر دیا پہلے دن ہی آکر ماہی منہ
میں ہی بڑبڑائی۔ کاوش جو اس کی بربراہٹ سن چکا تھا۔

اور فوراً بولا کیا آپ نے کچھ کہا،

جی سر، نہیں سر

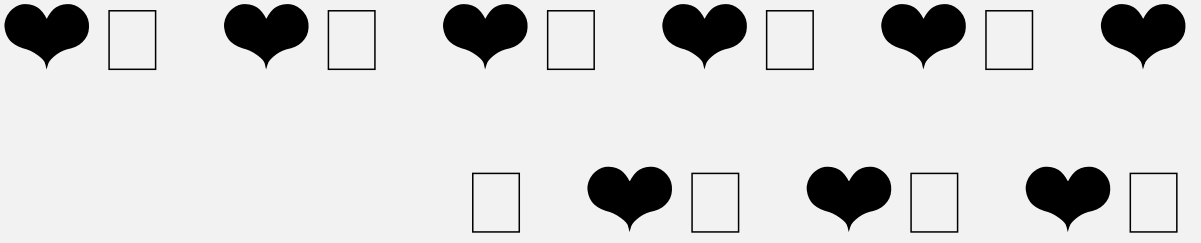
اس کو سمجھ ہی نہیں تھی آرہی، کیا بولے کبھی ہاں کبھی نا
میں سر ہلا دیتی۔ ابھی بھولنے ہی لگی تھی کہ کاوش وہاں
سے لمبے لمبے ڈھگ بڑھتا چلا گیا۔

اور فوراً پیچھے سے بولی! اکڑو کہی کا کیا آپ نے کچھ کہا وہ
نفی میں سر ہلا گئی۔

مس ثانیہ فوراً بولی کیا آپ
نئی سٹوڈنٹ ہے۔
جی میم !!

چلو ٹھیک ہے اپنی کلاس میں جاؤ!

جاری ہے۔۔۔۔۔



صبح ہو گئی تھی، وہ ایسے ہی بے ہوش پری تھی زمین پر
خون پھیلا ہوا تھا۔ بختو کمرے میں داخل ہوئی۔

ہیزل کو ایسے دیکھ کر اس کی طرف بڑھی۔ اور گھٹنوں
کے بل بیٹھی۔ بیزل بی بی آنکھیں کھولیں اپنی اس کامنہ
پکڑ کر تپتہ چھانے لگی۔ وہ سمجھ تو کی تھی یہ سب بہرام
صاحب نے کیا ہے۔ اتنا ظالم کیسے ہو سکتا ہے بہرام
صاحب بختو فوراً اٹھ کر باہر بھاگی۔ اور سیدہ شاہ میر

سے ٹکرائی کیا ہوا بختو صبح صبح کوئی بھوت دیکھ لیا ہے کیا۔
وہ صاحب کیا ہوا اتنی نروس کیوں ہو رہی ہو، صاحب وہ
بی بی سا کیا ہوا مورے کو نہیں صاحب وہ ہیزل نیبی کون
ہیزل وہ جو بہرام صاحب کے نکاح میں آیا ہے اچھا کیا
ہوا اس سے وہ بے ہوش پڑا ہے ان کے ہاتھ اور پاؤں
سے خون نکل رہا ہے واٹ بہرام لالہ کدھر ہے، وہ کل
رات ہی حویلی سے چلے گئے تھے۔ اچھا چلو اور وہ فوراً ہی
کمرے کی طرف بڑھے

وہ اسے خون میں لت پت دیکھ کر جبرے بھونچ گیا۔ اور
فوراً بہرام کے نمبر پر کال ملائی۔ کال نہ اٹھانے پر بہرام

کے ڈرائیور کو کال ملائی۔ اس نے بتایا کہ خان صاحب
کل رات کی فلائٹ سے دبئی گئے ہیں۔ واٹ!! یہ کیا بول
رہے ہو تم۔ اور غصے سے فون بند کر دیا۔ شاہ میر نے
اسے بیڈ پر لٹایا۔ اور ڈاکٹر کو کال ملائی جاؤ تم آئزہ کو بلا کے
لے کے آؤ جی صاحب بختو تھوڑی دیر میں آئزہ کو بلالائی

-

جی لالا اور فوراً نظر بیڈ پر ڈالی، کیا ہوا لالا بھابھی کو اور فوراً
ہیزل کی طرف بڑی کچھ دیر میں ڈاکٹر بھی آگیا۔ شاہ میر
باہر نکل گیا۔ آئزہ پاس ہی بیٹھی تھی۔ ڈاکٹر پیٹی وغیرہ کر

کے باہر نکلا اور شاہ میر کی طرف بڑھا دیکھیں یہ بہت
زخمی ہے ان کا اچھے سے خیال رکھیں۔۔

یہ کچھ دوائیاں ہیں لیں آئیں۔ کچھ دیر میں ہوش آجائے
گا چلیں ٹھیک ہے میں چلتا ہوں، مورے جولاؤنج میں
بیٹھی تھی۔ شاہ میر کو اواز لگائی، زمینہ بیگم کو بختوں نے
سب کچھ بتا دیا تھا کہاں جا رہے ہو شاہ میر مورے وہ
بھابھی کی دوائیاں لینے تم کہیں نہیں جاؤ گے مرنے دو
اسے مورے یہ کیا بول رہی ہیں آپ مورے ان کی
طبیعت خراب ہے میں نے کہا تم نہیں جاؤ گے۔

مورے اس کی بھائی کی سزا انہیں تو مت دے زرینہ
بیگم غصے سے بولی یہ اپنے بھائی کی سزا ہی کاٹنے آئی ہے
- زرینہ بیگم غصے سے چلی گئی۔ اور شاہ میر بھی وہاں سے
چلا گیا۔ -

اور کچھ دیر میں دوائیاں لے کر آیا اترہ پاس ہی بیٹھی تھی
- اترہ یہ لو دوائیاں، بھابھی کو ہوش آئے تو کھلا دینا۔
ٹھیک ہے لالا اور شاہ میر یہ کہہ کر چلا گیا۔
ماہی کلاس میں بیٹھی سوچ رہی تھی، اسے سر سے سوری
بولنا چاہیے اور اسے پتہ ہی نہیں چلا سر کب کلاس میں
داخل ہوئے۔

سب سٹوڈنٹ کھڑے ہو گے، ماہی وہی سر ٹیبل پر رکھ
کے بیٹھی رہی۔ نور جو اسے کب سے ہلارہی تھی وہ ایک
دم ہوش میں آئی۔ اور اسی کھڑوس کو سامنے کھڑا دیکھا
جو اس سے ہی گھور رہا تھا۔ ماہی نے انکھیں مسل کر
دیکھیں، وہ سامنے ہی کھڑا تھا اگر آپ سوچ سے واپس
آگئی ہیں تو کلاس شروع کریں۔ سوری سر وہ میں ابھی وہ
بولنے ہی لگی تھی وہ آگے چلا گیا۔

جی سٹوڈنٹ آج ہم انٹروڈکشن سے شروع کریں گے
چلیں پہلے اٹینڈنس لگوائیں کاوش نے اٹینڈنس لگانی
شروع کی رول نمبر ون زینب

پریزینٹ سر!!

کاوش باری باری سب کی اٹینڈنس لے رہا تھا

رول نمبر 12 ماہی فور ابولی پریزینٹ کاوش نے سراٹھا کر
دیکھا اور مسکرا دیا اسے پتہ تھا۔ وہ ایسے کیوں نروس ہو
رہی ہے۔ اور تھوڑی دیر میں ہی کلاس ختم ہوئی، اور
وہاں سے چلا گیا، ماہی نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا،

وہ اور تھوڑی دیر کچھ اس طرح رہتی پکا بے ہوش ہو جاتی
۔ اس نے دل پر ہاتھ رکھ کر خود کو ریلیکس کیا۔

بیزل کو تھوڑی دیر میں ہوش آگیا بھابھی آپ ٹھیک ہیں
بھم میں ٹھیک تم کون میں آئزہ بہرام لالہ کی بہن
ہیزل بہرام کا نام سن کر گھبرا گئی کیا ہوا بھابھی آپ
ٹھیک ہیں۔ ہم میں ٹھیک ہوں چلیں ٹھیک ہے آپ
ریسٹ کریں۔

میں بعد میں آؤں گی۔ ویسے بھابھی آپ بہت پیاری ہیں
آپ کی انکھیں بھی اور تم بھی بہت پیاری ہو بھم اور
مسکرا کر وہاں سے چلی گئی۔

اُترہ کے جاتے ہی ہیزل رونے لگ گئی۔ ماما بابا بہت یاد
آ رہی ہے آپ کی، بھائی مجھے یہاں سے لے جائیں، مجھے
نہیں رہنا یہاں یہ بابا، یہ بہت ظالم ہے اور وہ خود سے ہی
باتیں کرتی رودی۔ کاوش جو یونی سے سیدھا اپنے فلیٹ پر
آیا۔

اور آتے ہی لیٹ گیا۔ اور جیسے ہی آنکھیں موندی اور فوراً
سے گرین آنکھیں اس کے سامنے آئی اور وہ پھٹ سے
آنکھیں کھول گیا۔ میں کیوں اس کے بارے میں سوچ

رہا ہوں اور پھر سے آنکھیں موند لی۔ اور پھر اسی لڑکی کا
چہرہ سامنے آیا۔

اور زیر لب مسکرا دیا اور کہا شہزادی اور پھر سے آنکھیں
بند کر لی۔ اور شاہ میر جو اسلام آباد کے لیے نکلا تھا۔

اپنے فلیٹ کی بجائے کاوش کے فلیٹ آگیا گاڑی کارپوچ
میں کھڑی کر کے سیدھا کاوش کے کمرے میں چلا گیا۔
اور دروازہ بنا لاک کیے اندر آیا۔ اور کاوش کے پاس آکر
بیٹھ گیا اور اپنے لالا کو دیکھنے لگا۔

جو خود ہی خود مسکرا رہا تھا۔ کاوش کو پتا ہی نا چلا اس کے
آنے کا، لالا خیر ہے کاوش بوکھلا کر فوراً اٹھا تم۔ تم کب
آئے۔ جب تم کہی خیالوں میں کھوئے تھے۔

ٹھیک ہے، پہلے سے بہتر ہے۔ لالا بہرام لالانے بھا بھی
کی بہت بڑی حالت کی ہے، اور خود جا کر دبئی بیٹھ گئے
ہے۔۔۔ ہم مجھے پتا ہے، وہ دبئی گیا ہے، آپ کو پتا تھا
ہاں، کاوش سرسری سا بول کر چپ کر گیا۔۔۔ اچھا
ٹھیک

ہے، میں نکلتا ہوں، آج آفس میں میٹینگ

رکھی ہے، لیٹنا ہو جاؤ، ٹھیک ہے۔

ایک ہفتے کے بعد

کاش تعبیر بھی آجائے کسی اور نظر
آئے دن خواب یہ آتے ہیں، کے وہ آتے ہیں۔

بیزل اونڈھے منہ لیٹی رو رہی تھی، بہرام جو کب کا آیا
ہوا تھا، اس کو ہی کب سے دیکھ رہا تھا، جو بے آواز آنسو
بہا رہی تھی۔ بہرام غصے سے دھاڑا اگر تمہارا رونا بند ہو
گیا ہو تو اٹھ جاؤ، بیزل اس دشمن جاں کی آواز پر اچھل کر

بیٹھی سانس جیسے سینے میں ہی اٹک گئی ہو ہیزل اسے یک
ٹک دیکھنے لگی، جو اتنے دن بعد حویلی آیا تھا، جو اسے ایسی
حالت میں چھوڑ گیا تھا، دیکھنا تو چھوڑ پوچھنا تک بھی گوارا
نہیں کیا، بہرام جو اسے ہی سر سے پیر تک گھور رہا تھا، مانا
ایک

پل کے لیے جیسے کھو گیا ہو، خود پر اس ظالم کی نظروں کہ
یہ تپش محسوس کر کے خود پر دوپٹہ لپیٹ گئی۔ ہیزل
بہرام جو اسے ہی دیکھ رہا تھا، اس کی اس حرکت پر
مٹھیاں دبوج گیا، بہرام نے سخت آواز سے اسے پکارا،
ادھر آؤ میرے پاس ہیزل پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس

دشمن جاں کو دیکھنے لگی، سنا نہیں تم نے میں نے کیا کہا، وہ
می۔۔۔ میں۔۔ میں کیسے کیا مطلب کیسے ٹانگوں سے
بہرام نے اسے سرخ نیلی آنکھوں سے گھورا، اور کہا اگر
تم ایک منٹ میں میرے پاس نہ آئی تو میں آ جاؤں گا پھر
تم مجھے برداشت نہیں کر پاؤں گی، فوراً بیڈ سے اٹھی اور
خود کو بامشکل سنبھالتی اس کے پاس آ کر کھڑی ہو گی۔
بہرام نے اپنی تھائی کی طرف اشارہ کیا، یہاں آ کر بیٹھو،
بیزل نے اپنی پوری آنکھیں کھول کر دیکھا، بہرام نے
ایک نظر اس نازک وجود کو دیکھا، جو کھڑی کانپ رہی
تھی۔۔

بہرام نے اس کی کلائی پکڑ کر کھینچا، وہ سیدھا اس کی گود میں آکر بیٹھی۔۔ اور اس کے سینے میں منہ چھپا گئی، بہرام نے اس کے بدن کی خوشبو کو اپنے اندر اتارا اور ایک لمبا سانس لیا اور اچانک ہی اس نے ہیزل کے بالوں کو مٹھی میں دبوچا اور چہرہ اپنے مقابل کیا ہیزل کی آنکھوں سے آنسو پانی کی طرح بہنے لگے، اس دشمن جاں کو اتنے پاس دیکھ کر جیسے سانس ہی سینے میں اٹک گئی تھی۔

بہرام غور سے اس کے ایک ایک نقوش کو دیکھنے لگا، اس کی گرے آنکھیں گال پر تل دو دھیار نگت مانا جیسے اس میں ہی کھو گیا ہو ہیزل نے نظریں جھکالی اپنی بہرام نے

اس کی کمر پر ہاتھ ڈال کر تھوڑا اور قریب کیا، اور کہا، نام
کیا ہے تمہارا ہیزل نے فوراً سر اٹھا کر دیکھا، جیسے

کہنا چاہ رہی ہو کہ نام ہی نہیں پتہ ایسے ہی نکاح کر لیا،
بہرام اسے ایسے دیکھتے غصے سے دہرا میں نے پوچھا نام کیا
ہے تمہارا، وہ می میرا نام بیزل عالیان خان ہے۔ ہیزل
نے بامشکل ہی اٹک اٹک کر جواب دیا، بہرام نے غصے
سے اس کی کمر کو جھٹکا دیا اور کہا اب تم ہیزل عالیان خان
نہیں ہو بیزل بہرام خان ہو، ہم کم بیزل فوراً اثبات میں

سر ہلایا،

تمہاری عمر کیا ہے۔

اٹھارہ سال،

ہممم! تمہیں پتہ ہے ونی میں آئی ہوئی لڑکی کے ساتھ کیسا

سلوک کرتے ہیں ہیزل نے نظریں اٹھا کر دیکھا اور پھر

نظریں جھکالی۔۔۔ اور غصے سے دھاڑا جیسے تمہارے لالا

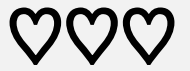
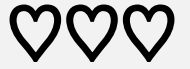
نے میرے لالا کی جان نکالی تھی ایسے ہی تم ہر روز تڑپا

کرو گی۔۔

تمہاری نازک جان برداشت نہیں کر پائے گی اور ایک ہی

جھٹکے سے چھوڑا وہ زمین پر اوندھے منہ گری اور کراہ کر

رہ گئی،



کاوش کین میں کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھا براؤن انکھیں
جیسے لال ہو رہی تھی، ہاتھوں کی نالیاں بھی پھول رہی
تھی، جس دن سے اس نازک حسینہ کو دیکھا تھا، اس دن
سے جیسے سکون کی نیند ہی نہیں سویا ہو، عادل نے دروازہ
لاک کیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔۔

جی آجائے عادل صاحب۔۔

سروہ میں پوچھنے آیا تھا آج آپ کین سے باہر ہی نہیں
نکلے، طبیعت تو ٹھیک ہے ناسر آپ کی، جی سر عادل میں
بالکل ٹھیک ہوں بس تھوڑا مصروف تھا، چلیں ٹھیک ہے
میری کلاس کا ٹائم ہو رہا ہے میں چلتا ہوں، کاوش کرسی
سے اٹھا اور باہر چلا گیا، اور کلاس میں سروہ میں پوچھنے آیا
تھا آج آپ کین سے باہر ہی نہیں نکلے، طبیعت تو ٹھیک
ہے ناسر آپ کی، جی سر عادل میں بالکل ٹھیک ہوں بس
تھوڑا مصروف تھا، چلیں ٹھیک ہے میری کلاس کا ٹائم ہو
رہا ہے میں چلتا ہوں، کاوش کرسی سے اٹھا اور باہر چلا گیا،

اور کلاس میں داخل ہوا اور سب ایک ساتھ کھڑے
ہوئے،

گڈ مارنگ سر!!

گڈ مارنگ! سب بیٹھیں۔

ماہی جو بھاگتے بھاگتے کلاس میں داخل ہونے لگی تھی، سر
کو دیکھ کر وہیں رک گئی، ماہی کو لگا شاید سر آج لیکچر نہ لیں
، اس لیے وہ سر رومان کا لیکچر اٹینڈ کر کے لائبریری میں
چلی گئی، ماہی جو ایک دم دروازے پر آکر رکی تھی سب
اس کی طرف دیکھنے لگے، وہی کاوش نے سر اٹھا کر دیکھا،

حسینہ سامنے سر جھکائے کھڑی تھی، ماہی نے اندر آنے
کی اجازت طلب کی، کاوش تو پہلے اسے دیکھتا رہا پھر ایک
غصے سے دہارا، کہاں تھی آپ ماہی کی جیسے آواز گلے میں
اٹک گئی ہو، وہ بامشکل ہی

بولی سر میں لائبریری کیوں آپ کو کلاس کا ٹائم نہیں پتہ
کس ٹائم لیکچر شروع ہونا ہے، روز کا آپ کا یہ معمول بن
گیا ہے کبھی یونی لیٹ آرہی ہیں کبھی لیکچر اٹینڈ لیٹ کر
رہی ہیں، ہممم ماہی سر جھکائے کھڑی رہی۔

اور آنسو بہانے لگی کاوش نے ایک نظر اسے

دیکھا جو آنسو بہانے لگی تھی اور تھوڑا ہلچہ
دیمہ کر کے بولا، چلیں آئیں کلاس میں آئندہ
ایسی غلطی نہ ہو، جی سر اور وہ اپنے سیٹ پر
جا کر بیٹھ گئی، کاوش لیکچر اٹینڈ کر کے

چلا گیا، وہ سارے لیکچر میں ایسے ہی خود کو ضبط کر کے
اپنے آنسو روک کر بیٹھی تھی، سسکیوں سے رونے لگی،
کاوش کے قدم تھمے اور پیچھے مڑ کر دیکھا اور پھر سر جھٹک
کر وہاں سے چلا گیا، نور جو ماہی

کو چپ کر رہی تھی اور وہ اور رونا شروع ہو جاتی تھی،
پہلی دفعہ جو کسی

نے اسے ڈانٹا تھا

کاوش نے اپنے کیمین میں جاتے ہی فائل کو پٹخا، اور ادھر
ادھر ٹہلنے لگا، اس کے دل کو عجیب سا محسوس ہو رہا تھا، تو
کیسے میں اپنی شہزادی کو ڈانٹ سکتا تھا کیسے میں نے ڈانٹ
دیا اسے، جس آنکھوں سے مجھے

پیار ہوا انہی آنکھوں میں، میں نے اسے آنسو دے
دیے۔ غصے سے گاڑی کی چابی اٹھائی

اور وہاں سے چلا گیا،

عاصم جو باہر اپنی بہن کا انتظار کر رہا تھا، کاوش کو دیکھ کر
اس کی طرف بڑھا۔ عاصم شاہ اس کے کندھے پر ہاتھ
رکھا اور کہاں پر وفیسر صاحب آپ تو بھول ہی گئے،
کاوش نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور خوشی سے اس کے گلے
لگ گیا، اور کہا کیسا ہے میرے یار میں ٹھیک تو سنا سنا ہے تو
یہاں کا ہیڈ بن گیا ہے، عاصم اور کاوش بچپن کے دوست

تھے، انہوں نے ساتھ ہی سکول میں اور کالج میں پڑھا،
عاصم شاہ نے کاوش کو پھر سے گلے لگایا، ان کی ملاقات
آج سے دس سال بعد ہوئی تھی، عاصم جو کاوش کو گلے
لگائے کھڑا تھا۔۔

ماہی کی آواز سن کر پیچھے ہوا، جو اسی کی طرف بھاگتے
ہوئے آرہی تھی۔

بھائی اور گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رودی کاوش اسے
ایسے روتے دیکھ کر اپنی کنپٹی کو مسلا کیا ہوا بھائی کی جان،
ایسے کیوں

رور ہی ہو، بتاؤ نا بچہ کیا ہوا ہے۔ کسی نے کچھ کہا ہے، جان
لیں لوں گا۔ اپنے بھائی کی تمہیں پتا ہے نا میں تمہیں ایسے
روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ بولو کچھ ماہی جیسے ہی اپنا سر
اٹھاتی ہے بولنے کے لیے، اس کھڑوس کو سامنے دیکھ کر
چپ ہو جاتی ہے، کچھ نہیں بھائی آپ کی یاد آرہی تھی۔۔
پکانا، جی بھائی ماہی بیٹا یہ میرا جگری یار کاوش خان اور یہ
میری بہن اچھا جی بھائی یہ میرے انگلش ٹیچر بھی ہے،
ہممم ماہی کو ایک نظر دیکھتا ہے اور کہتا ہے اچھا یار میں چلتا
ہوں، ٹھیک ہے، عاصم اسے گلے لگا کر کہتا ہے، اور پھر
کاوش وہاں سے چلا جاتا ہے

چلو بیٹا گاڑی میں بیٹھو، ٹھیک ہے بھائی اور جا کر گاڑی میں
بیٹھ گئی، عاصم شاہ نے گاڑی سٹارٹ کی اور وہاں سے چلا
گیا۔

شاہ میر اوپر آیا اور سیدھا اپنے کیمین میں چلا گیا شاہ میر کی
اسسٹنٹ مس ہما! ڈیٹیل بتانے لگی،

اور کہا سر سلطان پاشا کی کال آئی تھی۔

انہوں نے پارٹی پر انوائٹ کیا ہے،

کال کر کے منع کر دو yes Sir مس ہمانے کال ملائی،
ان کی سیکٹری نے کاریسیو کی، اور ان سے معذرت طلب
کی

سلطان نے اپنی سیکٹری سے فون لیا
اور کہا شاہ میر صاحب کو فون دو
مس ہما۔ نے شاہ میر کو موبائل دیا
مس ہما ان کو بول دے سربزی ہے
مساہما۔ ابھی بولنے ہی لگی تھی، سلطان پاشا مساہما۔ ابھی
بولنے ہی لگی تھی، سلطان پاشا فوراً بولے شاہ میر تم آرہے

ہو، سب بزنس مین کو بلایا ہے، میں چاہتا ہوں تم ضرور
آؤ، ٹھیک ہے، شاہ میر نے سرسری سا جواب دے کر
بند کر دیا۔



عاصم شاہ کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھا،
کبھی لائٹ آن آف کر رہا تھا۔

عاصم شاہ ایک سیکرٹ ایجنٹ کے
ساتھ سارا بزنس بھی سنبھالا ہوا تھا۔

اسے کل رات ہی پتہ چلا تھا کہ کنگ لندن کی فلائٹ سے
آج اسلام آباد آرہا ہے، کنگ مافیا ڈون کا سب سے بڑا

بوس ہے، وہ پاکستان سے لڑکیاں اٹھا کر بہت بڑے
بڑے ملکوں میں سمگلنگ

کا کام کرتا تھا، عاصم شاہ کو یہی بات کھٹک رہی تھی، جس
نے آج تک اس کا چہرہ نہیں دیکھا وہ کیسے اسلام آباد آ
سکتا ہے۔۔ عاصم شاہ نے موبائل اٹھایا اور کال ملائی، اور
اس طرف سے فوراً کال اٹھالی تھی عاصم غصے سے چلایا
مجھے کنگ کی ساری

انفارمیشن نکال کر دو فوراً بالاج جلدی کرو، مجھے دس منٹ
میں ساری کنگ کی انفارمیشن چاہیے وہ کیوں پاکستان آرہا
ہے، بالاج بھی انڈر کور سیکرٹ

ایجنٹ تھا، عاصم شاہ اور بالاج کو کنگ گینگ کو پکڑنے کے
لیے بہت کوشش کی مگر ہر دفعہ ناکام رہے، کنگ عاصم
شاہ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔۔۔ جی سر میں ابھی چیک کر
کر بتاتا ہوں، اور کال بند کر دی۔۔

سلطان پاشا کے ہاں پارٹی تھی اور ساتھ ہی کی لاڈلی بیٹی کا

برتھ ڈے تھا۔۔ بڑے بڑے بزنس مین آئے تھے نی بیٹی
کو اس پارٹی کے لیے تیار کر رہے تھے۔

جاری ہے۔۔۔۔۔

سلطان پاشا کا سیکرٹری دو تین دفعہ بلانے آ گیا تھا۔ پر ان
کی لاڈلی بیٹی کے نخرے ہی نہیں ختم ہو رہے تھے بابا یہ
ٹھیک نہیں ہے یہ والی نیل پیٹ لگائیں میرے بال بنائے
کبھی یہ کبھی وہ زمل پاشا سلطان پاشا کی اکلوتی بیٹی تھی۔۔
زمل بہت چھوٹی تھی جب حور بیگم!! اس دنیا سے چلی گئی
اور سلطان پاشا نے ہی اسے ماں باپ

بن کر پالا تھا۔۔

بابا آپ نے بال نہیں ٹھیک سے بنائیں۔ یہاں سے ٹھیک
کریں نا، زل تم چپ کر کر بیٹھ جاؤ گی تب ہی میں بناؤں
گانا ٹھیک ہے بابا معصوم سی شکل بنا کر بیٹھ گئی چلو کھڑے
ہو کر دکھاؤ میری بیٹی کیسی لگ رہی ہے، زل، فوراً سے
منہ بنا کر گھوم کر دکھایا کیسی لگ رہی ہوں بابا، ماشاء اللہ
بہت پیاری

چاند کا ٹکڑا،، سلطان پاشا نے ساتھ ہی اس کے سر پر بوسہ
دیا اور ہاتھ پکڑ کر چومے، چلو آؤ نیچے چلتے ہیں سب ویٹ
کر رہے ہیں، ٹھیک ہے بابا آپ چلیں میں آتی ہوں۔۔
سلطان پاشا نیچے گئے اور سب سے ملے اور بار بار باہر کی
طرف دیکھ رہے تھے۔۔ جیلانی صاحب پاشا کے پاس
آئے۔۔ اور کہاں پاشا صاحب کس کا انتظار کر رہے ہیں
۔۔ پاشا صاحب نے کسی کو نہیں بتایا تھا۔۔ کہ اس نے
پاکستان کے مشہور بزنس مین شاہ میر خان کو بھی انوائٹ
کیا ہے، سب کو سر پر انز دینا چاہتے تھے۔۔ کیونکہ شاہ میر
خان بہت کم پارٹی اٹینڈ کرتا تھا،، اور جب کوئی میٹنگ

بھی ہوتی تو وہ اپنے سیکٹری کو بھیج دیتا اور بڑے بڑے
بز نس مین کو شاہ میر خان سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا۔

اس لیے سلطان پاشا نے کسی کو نہیں بتایا، چلیں آئیں،
جیلانی صاحب سلطان پاشا بھی جانے ہی لگے تھے کہ اس
کی نظر سامنے پڑی جہاں سے شامیر خان اندر داخل ہو
رہا تھا

جہاں وہ بلیک کوٹ پینٹ پہننے، ہلکی سی داڑھی اور دودھیا
رنگت، چوراسینہ، سیکس پیک جو نظر لگ جانے تک پیارا
لگ رہا تھا۔۔۔ سب حیران کن نظروں سے دیکھ رہے تھے

، سب نے صرف شاہ میر خان کا نام ہی سنا تھا دیکھا نہیں تھا
کبھی، اور وہ سب ہکا بکارہ گئے۔۔ شاہ میر خان سب کو
اگنور کرتا سلطان پاشا کے پاس گیا، اور ان سے ہاتھ ملایا
بہت شکریہ شاہ میر خان تم جو ہماری پارٹی میں آئے۔۔
شکریہ کی کیا بات ہے پاشا صاحب آپ نے اسرار کیا تھا تو
آنا ہی پڑا اور ساتھ ہی ساتھ جیلانی سے بھی ہاتھ ملایا۔۔
جیلانی صاحب بولے!!! بہت نام سنا ہے آپ کا بہت
خوشی ہوئی مل کر آپ سے شاہ میر بولا مجھے بھی، سلطان
پاشا بولی شاہ میر خان آئی میں آپ کو سب سے
انٹر وڈیوس کرواتا ہوں۔ ہم!! اور آگے چل دیے۔

سلطان پاشا نے سب سے باری باری انٹر وڈیوس کروایا،
سلطان، پاشا کا سیکرٹری اذہان ان کے پاس آیا۔ اور کہاں
سر آپ کو زمل بی بی اوپر بلارہی ہوں کیوں کیا ہوا، وہ سر
ان کی نیل پینٹ خراب ہو گئی ہے اور وہ رورو کر ساری
چیزیں اٹھا کر پھینک رہی ہیں۔۔ شاہ میر وہاں کھڑا حیران
نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

کہ کوئی نیل پینٹ خراب ہونے سے بھی ایسا کرتا ہے
کوئی اور جھٹکا تو تب لگا جب سلطان پاشا بھاگ کر اوپر
گئے، سلطان پاشا بھاگے تو ایسے تھے جیسے کوئی کھو گیا ہو
جیلانی صاحب!! شاہ میر کے

پاس آئے جو حیران نظروں سے پاشا کو دیکھ رہا تھا۔۔ شاہ
میر صاحب حیران نہ ہوں پاشاہ صاحب ایسے ہی ہیں وہ
اپنی بیٹی سے بہت پیار کرتے ہیں۔



بیزل صوفے پر بیٹھی اپنے پاؤں کی ڈریسنگ کرنے لگی،
دروازہ کھولنے کی آواز پر پیٹی چھوٹ کر ہاتھ سے گر گئی
اور دل زور زور سے دھڑکنے لگا، بہرام دروازہ کھول کر
اندر آیا اور اپنی سرخ نیلی آنکھیں اس حسینہ پر ڈالی جو
پھٹی پھٹی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی ہیزل نے
فورا نظریں جھکالی، بہرام اس کے پاس گیا اور اسے اپنی

گود میں اٹھایا اور لا کر بیڈ پر لٹایا اور سونے سے فرسٹ
ایڈ

بوکس لے کر آیا اور اس کے پاؤں کے پاس بیٹھا بیزل
حیران نظروں سے اس

جانی دشمن کو ہی دیکھ رہی تھی، جو زخم خود ہی دیا تھا کاب
مرہم لگانے لگا تھا بہرام ابھی اس کا پاؤں پکڑنے ہی لگا تھا
وہ فوراً پیچھے کھسکی۔ چلائی دور رہے مجھ سے میں خود ہی کر
لوں گی، بہرام کی آنکھیں پل میں سرخ ہوئی اور کمر میں
ہاتھ ڈال کر اپنی طرف کھینچا اور اس کی گرے آنکھوں
میں آنکھیں ڈال کر غصے سے دیار آئندہ آواز اونچی کی

تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔ اپنے آپ کو چھڑانے کی بے
جان کوشش کرتی رہی مقابل کی گرفت تھی اتنی سخت
تھی کہ وہ چھڑانہ پائی، بہرام اس کی ناکام کوشش کو دیکھ
کر اور گرفت مضبوط کی، بہرام اس کی خوشبو کو اپنے اندر
اتارنے لگا ہیزل اس کی سانسیں اپنے گردن پر محسوس
کرتی اس کے ساتھ اور لیٹی، بہرام اس کی حرکت پر
مسکرا دیا، وہ اسی کے ڈر سے اسی کے ساتھ ہی لیٹ رہی
تھی، بہرام نے اس کا چہرہ اٹھا کر اپنے چہرے کے مقابل
کیا۔

اور اس کے ہونٹوں پر جھک گیا، ہیزل کی سانس جیسے
سینے میں ہی اٹک گئی۔۔ بہرام نے اسے اٹھا کر اپنی گود
میں بٹھایا،

اور اس کے ہونٹوں پر شدت ڈھانے لگا

--

ہیزل نے اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی اور وہ اور
شدت سے لپٹا، بہرام اسے سانس نہ لینے پر دور ہٹا ہیزل

نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور لمبے لمبے سانس لینے لگی اور
اسی کے سینے پر سر ٹکا گئی۔۔

بھرام اس کی کمر سہلانے لگا، اور اس کا چہرہ اٹھا کر بولا
آئندہ مجھے دور جھٹکنے کی کوشش کی اس سے بھی برا حال
کروں گا تمہارا ہیزل کا چہرہ پل میں سرخ ہوا اور وہ اسے
بیڈ پر لٹا کر ہرہ، اس

کا پاؤں پکڑ کر ڈریسنگ کرنے لگا،

ہیزل حیران نظروں سے دیکھ رہی تھی اسے بہرام بولا
ایسے کیا دیکھ رہی ہو، پیار تو نہیں ہو گیا مجھ سے، اور وہ

دشمن جاں اتنا پیارا تھا کہ کسی بھی لڑکی کا کرش بن سکتا
ہے ہیزل نے فوراً آنکھیں اپنی ادھر ادھر گھمائی اور کہا
میں کبھی بھی تم سے پیار نہیں کروں گی، نفرت ہے مجھے
تم سے۔۔۔

چلو دیکھیں گے، بہرام سرسری سا جواب دے کر بیڈ کی
دوسری طرف آکر لیٹ گیا ہیزل بھی اس کی طرف پیٹھ
کر کر لیٹ گئی۔۔۔ بہرام نے ایک ہی جست میں کھینچ کر

اسے اپنے سینے سے لگایا، اس پر اور اپنے پر اچھے سے
بلینکٹ کی ڈالا اور آنکھیں موند گیا۔



سلطان پاشا جلدی سے زل کے کمرے کی طرف بڑھے
اور دروازہ کھولا، جو کمرے کی بہت بری حالت کر چکی
تھی اور بیڈ کے ایک طرف بیٹھی رو رہی تھی اور پھر فوراً
اپنی بیٹی کی طرف بڑھے، اور اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں
تھاما اور کہا کیا ہو امیرے بچے کو، زل معصوم سی شکل بنا
کر بولی یہ دیکھیں بابا میری نیل پینٹ خراب ہو گئی ساری
تو بچہ اس میں رونے کی کیا بات ہے میں ابھی ٹھیک کر دیتا
ہوں، سلطان پاشا نیل پینٹ اٹھا کر لائے اور گھٹنوں کے

بل بیٹھ کر، زمل کا ہاتھ تھاما اور دوبارہ سے نیل پینٹ
لگائی۔۔

اور پیار سے زمل کے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور اپنے ساتھ
میں لے کر باہر نکلے، پاشا اپنی بیٹی کو لے کر سیڑھیوں
سے اتر رہے۔ تھے۔۔ اور ساتھ ساتھ اپنی بیٹی کے ہاتھ

بھی چوم رہے تھے۔۔

شاہ میر کی نظر اس حسینہ پر پڑی، جو پنک میکیسی پہنے اپنے
لمبے بالوں کو نیچے سے کرل کیے، شہد جیسی آنکھیں
سلطان پاشا نے شاہ میر کو اپنی بیٹی سے ملوایا

دودھیار نگت اور چھوٹی سی لکھی سی ناک، سیدھا شاہ میر
کے دل پر بجلیاں گرا رہی تھی۔۔ شاہ میر اسے دیکھتا ہی
رہ گیا۔۔

سلطان! پاشا شاہ میر کے پاس آکر رکے۔۔۔

شاہ میر نے ہاتھ ملانے کے لیے آگے کیا، زل معصوم
شکل بنا کر بولی، میرے ہاتھوں پر نیلیپینٹ لگی ہے خراب
ہو جائے گی، سلطان پاشا فوراً بولے بچہ ایسا نہیں کرتے،
زل لیں اور معصوم شکل بنائی بابا یہ دیکھیے نا خراب ہو
جائے گی شاہ میر اس کی اس معصوم ادا پر مسکرا گیا۔۔ اور
دل ہی دل میں بولا، واقعی میں ہی تم اپنے پاپا کا معصوم بچہ
ہو، اب تو اس بچے کو اڈوپٹ کرنا ہی پڑے گا۔۔ اچھا
زل بیٹا باتیں کرو میں آتا ہوں۔ سلطان پاشا کہہ کر چلے
گئے۔۔ زل شاہ میر کی طرف یک ٹک دیکھی گئی۔۔ شاہ
میر اس کو اپنی طرف ایسے دیکھتے زل کے کان کے پاس
جکا۔۔ اور بولا ایسے کیا دیکھ رہی ہو پاپا کی پری زل کی

جیسے دھڑکن ہی تھم گئی۔ اس کے پاس آنے پر اور فوراً
دور کھسکی،

نہیں میں تو کچھ نہیں دیکھ رہی، فوراً گھبرا کر بولی اور دل
میں ماشاء اللہ کہا، کوئی اتنا بھی پینڈ سم کیسے ہو سکتا ہے، شاہ
میر پھر بولا تم پھر دیکھ رہی ہو نہیں تو میں تو نہیں دیکھ رہی
اور فوراً کہہ کر سلطان پاشا کے رُبی اور فوراً کہہ کر سلطان
پاشا کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی، اور تھوڑی دیر میں کیک
کٹنیگ ہوا، سلطان پاشا نے کیک کا ایک پُیس نکال کر
زُمل کو کھلایا اور سر پر بوسہ دیا اور کہا کہ آج میرا بچہ

سترہ سال کا ہو گیا ہے، شاہ میریہ دیکھ کر حیران ہوا کہ وہ اتنی چھوٹی ہے، اور ساتھ ہی ساتھ دل پر ہاتھ رکھا اور کہا اس دل کا کیا کرے، جو اس معصوم حسینہ پر آگیا ہے۔

زل۔ اپنے پاپا کو کیک کھلانے لگی، سلطان پاشا نے اس کا ہاتھ نیچے کیا اور اس کے ہونٹ کے پاس انگلی سے کیک صاف کر کے کھانے لگے، شاہ میریہ دیکھ کر غصے سے مٹھیاں بونچ گیا، اس کو ذرا برداشت نہ ہوا کسی کا چھونا، زل نے معصوم سی شکل بنا کر بولا پاپا میرا گفٹ سلطان پاشا نے اس کی طرف فائل بڑھائی، زل نے حیران کی سے پوچھا یہ کیا ہے بابا یہ میری بیٹی کا گفٹ، زل نے

فائل کو ایک سائیڈ پر رکھا، اسے پتہ تھا اس کے بابا نے
اسے کیا دیا ہے، اور!! فوراً بابا کے گلے لگی، آئی لو یو بابا

مجھے کچھ نہیں چاہیے مجھے صرف میرے بابا جی چاہیے۔۔
اور رونے لگ گئی، سلطان بادشاہ نے اسے کس کے گلے
لگایا اور گول گول گھمانے لگے۔ سب سلطان پاشا کو
حیران کن نظروں سے دیکھ رہے تھے۔۔

اور وہی شاہ میر بھی کوئی باپ اپنی بیٹی سے اتنا بھی پیار
کرتا ہے جیسے سلطان پاشا سارے لاؤنج میں اس کی
کھکھلاہٹ گونجنے لگی، شاہ میر یہ دیکھ

کر مسکرا دیا بابا بس کریں میرا سر گھوم رہا ہے بابا نیچے
اتارے مجھے، سلطان پاشا نے فوراً نیچے اتارا اور اس کے
سر پر بوسہ دیا اچھا بابا میں آتی ہوں اور کہہ کر اپنے روم
میں چلی گئی، وہی شاہ میر بھی اس کے پیچھے چل دیا۔ اور
کمرے

میں داخل ہو کر چیخی شاہ میر جلدی سے اس کے کمرے
میں آیا اور فوراً اس کی طرف بڑا اور بولا کیا ہوا۔ زل
اس کو اپنے کمرے میں دیکھ کر حیران ہوئی!! اور فوراً بولی
آپ یہاں کیا کر رہے ہیں،

شاہ میر کو کچھ سمجھ نہ آیا اور فوراً بولا میں یہاں سے گزر رہا
تھا۔ تو تمہیں چیختے ہوئے دیکھا تو میں یہاں آگیا۔۔

اور ہاں کیا ہوا تم کو چیخ رہی تھی اور معصوم شکل بنا کر بولی
میری ساری نیل پینٹ خراب ہو گئی یہ دیکھیں، نیچے
زمین کی طرف اشارہ کیا۔ شاہ میر نے نیچے

دیکھا اور کہا،

اس میں چیخنے کی کیا بات ہے چلو آؤ
میں لے دیتا ہوں تمہیں

آپ کیسے لے کر دیں گے۔ میں خود ہی لیں
لوں گی۔۔ شاہ میر اس کو بولنے کا موقع دیے بغیر گود میں
اٹھا کر پچھلے گیٹ کی طرف سے نکل آیا۔ اور وہ چیختی رہی
، چھوڑیں مجھے کہاں لے کر جا رہے ہیں۔ میں بابا کو بتاؤں
گی شاہ میر اس کی معصوم باتوں پر مسکرا دیا لا کر گاڑی میں
فرینڈ سیٹ پر بٹھایا اور خود دوسری سائیڈ پر آکر بیٹھا اور
گاڑی سٹارٹ کی۔ زمل فوراً بولی کہاں لے کر جا رہے ہیں،
مجھے گھر جانا ہے شاہ میر غصے سے بولا چپ کر کے بیٹھ جاؤ
آواز نہیں آنی چاہیے۔ زمل چپ کر کے دوسری سائیڈ پر
دیکھنے لگی۔ اور وہ اس کی طرف مسکرا کر گاڑی سٹارٹ کی
اور چل دیا۔۔

جاری ہے۔۔۔۔۔ ♡ □ ♡ □ ♡ □

عاصم شاہ غصے میں اپنے آفس

ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ آنکھیں غصے سے سرخ ہوئی
تھی۔ ہاتھوں کی نالیاں اس قدر ابھری ہوئی

کہ جیسے ابھی پھٹنے والی ہوں، اور یہی سوچ سوچ کر پاگل
ہو رہا تھا کہ کنگ پاکستان میں کیا لینے آرہا ہے اچانک ہی
فون کی رنگ پر ہوش میں آیا، جہاں بلاج کا نمبر جگمگا رہا تھا

، اور فوراً ہی کال اٹینڈ کی ہاں بالاج بولو کیا انفارمیشن ہے
پتہ کیا وہ کیوں آرہا ہے پاکستان، جی سروہ لندن کی فلائٹ
سے اسلام آباد پہنچ گیا ہے، ہاں سریہ بھی انفارمیشن ملی
ہے کہ وہ نہیں آیا اس نے اپنے کسی بندے کو بھیجا ہے،
اس نے جھوٹی انفارمیشن پھیلائی تھی

عاصم شاہ فوراً بولا، مجھے پتہ تھا، کنگ جیسا کتا انسان
پاکستان ایسے آہی نہیں سکتا اگر ابھی گیا تو اس دفعہ زندہ
پاکستان سے بچ نہیں پائے گا اور یہ کہتے ہی بلند و باک قہقا
لگا گیا، بالاج تھوڑا پریشانی سے بولا سر اگر وہ پاکستان آ بھی

گیا تو ہم اسے پہچانیں گے کیسے کیونکہ ابھی تک ہم نے
اس کی شکل نہیں دیکھی، عاصم شاہ یہ سن کر چپ ہو گیا،

چار سال پہلے-----

عاصم شاہ اپنے سیکرٹ روم میں بیٹھا، لیپ ٹاپ پر جلدی
جلدی سے انگلیاں چلا رہا تھا اس سے خبر ملی تھی کہ کنگ
نے اس کی ساری انفارمیشن لیک کر دی ہے، اور پاس
پڑھی چیزیں اٹھا اٹھا کر مار رہا تھا، اس کا دماغ پھٹنے والا ہو
گیا تھا سوچ سوچ کر کیسے کوئی سکین پر میشن ہی کر سکتا ہے
کس نے کی کس کی اتنی ہمت کہ وہ میرے سیکرٹ روم

میں گھس کر ساری انفارمیشن سیکرٹ روم میں گھس کر
ساری انفارمیشن لے جائیں گے، غصے سے دھاڑا کیسے پتہ
چلا اس کو میرے سیکرٹ روم کا پاسورڈ کیسے، تبھی اس
نے اپنے لپ ٹاپ پر سی سی ٹی وی کیمرز چیک کیے، جیسے
جیسے وہ دیکھتا گیا اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی، کہ
جب وہ اپنے آفس سے نکلا تھا تو کوئی اس کا پیچھا کر رہا تھا،
جب وہ اپنے سیکرٹ روم میں داخل ہونے کے لیے
پاسورڈ ڈال رہا تھا تب بھی سے احساس ہوا تھا کہ کوئی
اسے دیکھ رہا ہے پر اس نے غور نہیں کیا اور وہ اپنا کام کر
کے دوبارہ روم کو لاک کر کے چلا گیا، تو تھوڑی دیر میں وہ
بلیک مار کس والا انسان پاسورڈ ڈال کر اندر داخل ہوا،

آہہہ غصے سے ٹیبل پر مکامارا آہہہ، اتنا بے وقوف میں
کیسے ہو سکتا ہوں اور لپ ٹاپ اٹھا کر زمین پر دے مارا
کیسے ابھی وہ چیخ ہی رہا تھا کہ اچانک فون کی رنگ پر اپنے
حواس میں آیا۔ اور کال اٹینڈ کی اور فون کان سے لگایا،
اسے فون پر خبر جو ملی تھی وہ غصے سے اٹھتا اپنی گاڑی کی
طرف بڑھتا گاڑی زن سے بھگا گیا، اور غصے سے ڈرائیو کر
رہا تھا اسے فون پر خبر ملی تھی کہ اسلام آباد سے بہت بڑا
ٹرک آج رات کراچی جا رہا ہے جس میں لڑکیاں ہیں،
اسے پتہ چلا تھا اس کے پیچھے اس کا ہاتھ ہے تو فوراً گاڑی
میں بیٹھ گیا اور اندھا دھند ڈرائیو کر رہا تھا۔ اور آنسو بہنے
لگے، کیونکہ اس سمگلنگ میں اس کی بہن کو بھی اٹھایا گیا

تھا سکول سے، جسے وہ پاگلوں کی طرح ایک سال سے
ڈھونڈ رہا تھا، آج وہ دن ہی گیا تھا، اللہ نے آج اس کی سن
ہی لی تھی، آنسو اور رفتار سے بہنے لگے، آ رہا ہوں ماہی
میری جان آ رہا ہے تمہارا بھائی تمہیں لینے، گاڑی اور تیز
بھگانے لگا، اسے جلدی پہنچنا تھا کراچی، اس سے یہ موقع
ہاتھوں سے جانے نہیں دینا تھا اسے ایک سال پہلے پتہ چلا
تھا کہ اس کی بہن کو لندن لے جایا گیا ہے، اور اس نے
وہاں جا کے بھی بہت تلاش کیا پر نہیں ملی اور وہ واپس
لوٹ آیا۔

آج وہ ہر گزیہ موقع کھونا نہیں چاہتا تھا، ٹرک آج رات
اسلام آباد سے کراچی پہنچنا تھا، اور اسم شاہ کو بھی فلائٹ
پکڑنی تھی جو اس نے بک کروالی تھی، اور کچھ گھنٹوں میں
کراچی پہنچ گئے وہاں سے لڑکیوں کو نکال کر شپ میں
بٹھایا جا رہا تھا، اور عاصم شاہ بھی شپ کی پچھلی سائیڈ پر آیا
، وہاں کنگ کا ایک گارڈ کھڑا تھا، عاصم شاہ نے فوراً اس
کے پیچھے سے منہ پر ہاتھ رکھا اور گردن پر چاقو سے وار
کر دیا، وہی ترک کر مر گیا اور اس کی لاش کو اٹھا کر سمندر
میں پھینکا اور اس کے کپڑے پہنتے اور وہاں اس کی جگہ پر
کھڑا ہو گیا، کچھ ہی دیر میں شپ چلنا سٹارٹ ہوئی۔ عاصم
شاہ کے لیے ایک ایک منٹ کا ٹنا بہت مشکل ہو گیا تھا، دو

تین دن لگے تھے لندن پہنچنے میں، اور لڑکیوں کو ایک
بہت بڑے بنگلے میں لایا گیا، جہاں نیچے کی طرف بیسمنٹ
بنا ہوا تھا، جہاں لڑکیوں کو رکھا گیا تھا، عاصم شاہ نے یہاں
پہنچنے سے پہلے ساری انفارمیشن لندن کے ایئر فورس کو
دے دی اور بنگلے میں داخل ہونے سے پہلے لوکیشن بھی
سینڈ کر دی، یہاں کی ایئر فورس چاروں طرف پھیل گئی
تھی، عاصم شاہ کے ساتھی بھی آگئے تھے جس میں
بالاج، اور احمد، بالاج نے سارے کر دیے تھے۔۔۔
عاصم شاہ بیسمنٹ میں بنے پانچ، چھ کمروں کی طرف
بڑھا۔

جیسے جیسے ایک ایک کمرے کی طرف بڑھا، عاصم شاہ کی
آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھلتی گئی۔

آنسو پھسل کر رخسار پر بہنے لگے، عاصم شاہ نے اپنے
سینے پر ہاتھ رکھا، اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر بس ایک
ہی دعا کی، یا اللہ میری بہن سہی سلامت ہو، اور اگلے
کمرے کی طرف بڑھ گیا، عاصم شاہ کمرے سے آگے
گزرنے لگا اس کے پاؤں تھم گئے، کیونکہ اس روم سے
آوازیں آرہی تھیں۔۔۔۔ عاصم شاہ نے دروازہ کھول

کے تھوڑا سا، چہرہ آگے کر کے اندر دیکھا، کوئی تو آدمی
کنگ کے بارے میں باتیں کر رہے تھے،

اس میں سے ایک آدمی بولا کہ کنگ کی کال آئی ہے۔۔
بوس کہہ رہا ہے میں آج لندن نہیں آ پاؤں گا وہ پاکستان
کی کل کی فلائٹ سے لندن آئے گا۔۔ اور ہاں بوس کے
ساتھ ایک لڑکی بھی ہے۔۔ جو بوس ہر وقت اسے اپنے
ساتھ رکھتا ہے۔۔

عاصم شاہ لڑکی والی بات پر سٹل ہوا۔۔ اور سینے میں درد
سا اٹھا۔۔ اور دوسرا آدمی بولا، پتہ نہیں وہ بوس کو کیا۔

دکھتا ہے اس لڑکی میں جو ہر وقت اپنے ساتھ لیے گھومتے
ہیں۔۔ عاصم شاہ دھاڑ سے دروازہ کھول کر اندر داخل
ہوا، اور اس آدمی کی گردن کو جھٹکے سے پکڑ کر دیوار کے
ساتھ لگایا اور دوسرا آدمی اپنی پسٹل نکال کر عاصم شاہ کی
طرف بڑھا اور زور سے چیخا کون ہو تم اندر کیسے آئے۔۔

عاصم شاہ نے اس آدمی کی پسٹل پر ٹانگ ماری پسٹل دور جا
کر گری۔ احمد جو عاصم کے پیچھے آیا تھا۔۔ کسی چیز

کے گرنے کی آواز پر اندر داخل ہوا۔۔

عاصم شاہ نے ایک آدمی کی گردن دبوچی دوسرے کو
زمین بوس کیا۔

اور زور سے چلایا بتا کمینے کنگ کہاں ہے۔ کہاں ہیں بول
کتے، عاصم غصے سے دہارا اس آدمی نے بمشکل آواز نکالی
مجھے نہیں پتہ، عاصم نے اپنے پیسٹل کی نوک اس کے سر
پر دے ماری، بتا، عاصم پھر غصے سے چلایا، اب تیرا سر
دھڑ سے

الگ کر دوں گا وہ فوراً بولا اچھا۔ بتا۔۔۔ تاہوں بتاتا ہوں

کنگ پاکستان میں ہے، بوس نے آج آنا تھا، پر نہیں
آئے، وہ سب اس لڑکی کی وجہ سے پتہ نہیں وہ بوس کو کیا
دکھتا ہے اس میں عاصم شاہ نے اپنی لڑکھڑاتی

زبان سے پوچھا، کون ہے وہ لڑکی، وہ ایک سال سے بوس
کے ساتھ رہ رہی ہے بوس نے زبردستی اسے رکھا ہوا
ہے، عاصم شاہ فوراً سمجھ گیا تھا اور ایک ہی جھٹکے سے اس
کی گردن چھوڑی اور احمد کے قدموں میں پھینکا لیں جاؤ
اسے یہاں سے دونوں کو۔۔۔۔۔

ہاں باقی سب کام ہو گیا۔

احمد، فوراً بولاجی سر ہو گیا سب کو ان کی اپنی اپنی جگہ پہنچا دیا ہے۔

اونچا اونچا ہنسنے لگے۔۔ عاصم احمد کی طرف بڑھا، اور اسے گلے لگایا بہت اچھا کیا، اور وہ لڑکیوں صحیح سلامت ان کے گھر پہنچاؤ۔۔ عاصم شاہ فوراً بولا کنگ کو اب تک خبر ہو گئی ہو گی، اور ساتھ ہی بلند و باک قہقا لگا گیا۔۔ اور ہاں میری فلائٹ بک کروادی کنگ کی پاکستان سے لاش ہی آئے گی اب واپس۔۔ اور ہاں سر کنگ کا ایک آدمی پکڑا گیا ہے مائیکل، اسے پتہ ہو گا کنگ پاکستان میں کہاں ہے۔۔۔ بالاج نے ساری انفارمیشن کنگ کی نکال لی ہے۔۔ گڈ اور وہاں سے نکلے ایر پورٹ کی طرف روانہ ہو گئے

عاصم شاہ بس اللہ!! سے ایک ہی دعا کر رہا تھا کہ اس کی

بہن سہی سلامت ہو اور اسے مل جائے۔۔ اور

سارے سفر میں وہ خاموشی سے بیٹھا رہا اور

بس اللہ سے ہی دعا مانگتا رہا۔۔ اور کچھ ہی

دیر میں لندن کی فلائٹ سے اسلام آباد پہنچ گئے۔۔ اور

لوکیشن ٹریس کر کے ہو سٹل پہنچے۔۔ اور وہ لڑکی جو مینجر

سے بات کر رہی تھی اس کی طرف

ہو سٹل پہنچے۔۔ اور وہ لڑکی جو مینجر سے بات کر رہی تھی

اس کی طرف لیکی، اور فوراً بولی جی سر آپ کو کس سے ملنا

ہے، ہو سٹل پہنچنے سے پہلے احمد نے ساری اس کو
انفارمیشن دے دی تھی۔ لیکن جہاں کہیں بھی جاتا ہے
اپنی پہچان بدل کر جاتا ہے۔۔ اور اس وقت وہ رحمان
پاشا کے نام سے اس ہاسٹل میں رکھا ہوا ہے، فوراً بولا مجھے
رحمان پاشا سے ملنا ہے۔۔ اوکے!

سر میں ان سے پوچھ کر بتاتی ہوں، عاصم شاہ فوراً بولا پوچھ
کر کیوں بتانا ہے میں نے ان کو سر پرانز دینا ہے۔۔

اوکے سر آپ 204 روم میں چلے جائیں۔

عاصم شکریہ ادا کر کے آگے بڑھ گیا۔

عاصم شاہ روم کے پاس آکر رکا۔ اور

دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا جو دروازہ کھلا ہوا تھا، اور

بنا آواز کیے اندر داخل ہو گیا۔ ایک پل تو وہ سٹک ہو گیا

اپنی بہن کو دیکھ کر، اور اچانک ہی کنگ کی طرف بڑھا جو

اس کی بہن پر جھکا ہوا تھا۔ اور ایک ہی جست میں کنگ

کو کندھے سے پکڑ کر دور پھینکا، کنگ اس اچانک افتاد پر

پہلے بوکھلا گیا۔۔۔ ماہی اپنے بھائی کو اتنے مہینوں بعد دیکھ

کر دل پر ہاتھ رکھا اور زور و قطار رونے لگ گئی، آج اللہ

نے اس کی سن ہی لی تھی۔۔ اس کی دعا قبول ہو گئی تھی
اس کا بھائی اسے لینے آ گیا تھا۔۔

عاصم شاہ نے اپنی باہیں پھیلائی ماہی تڑپ کر اپنے بھائی
کے سینے لگی۔۔۔ بھائی

مجھے یہاں سے لے جائیں مجھے اس جانور کے ساتھ نہیں
رہنا۔۔۔ کنگ یہ دیکھ کر حیران تھا عاصم شاہ کو کیسے پتہ
چلا، اسم شاہ ماہی کو ایک سائیڈ پر کر کے کنگ کی طرف
بڑا۔۔۔ جس نے چہرے پر ماسک لگا رکھا تھا۔۔۔ عاصم
شاہ نے

اس کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اس کے کندھے پر گولی
چلا دی۔۔۔ کنگ نے

بھی اپنی پستل فوراً نکالی اور عاصم پر بھی گولی چلا دی۔۔
ماہی یہ

دیکھ کر چیخ پڑی، دونوں گتھم گتھا ہو گئے اتنی دیر میں احمد
پولیس کو لے کر آگیا، احمد عاصم کی طرف بڑھا اور بولا
سر چھوڑ دے آپ عاصم غصے سے دہارا میں نہیں اسے
چھوڑوں گا اس کی موت میرے ہاتھوں لکھی ہے۔۔۔

سر آپ ایسا نہیں کر سکتے عدالت فیصلہ کرے گی، احمد
نے بامشکل کنگ کو چھڑوا کر پولیس کے حوالے کیا۔۔۔
عاصم شاہ اپنی بہن کی طرف بڑھا، اور اس کا چہرہ اپنے
ہاتھوں کے پیالے میں لے کر جا بجا لمس چھوڑنے۔۔
لگا۔۔ اور اپنے سینے سے لگا کر کافی دیر کھڑا رہا، عاصم شاہ
کو فوراً یاد آیا۔۔ اس نے کنگ کا چہرہ نہیں دیکھا۔ اور فوراً
ماہی کو اٹھا کر اپنی باہوں کے حصار میں باہر نکلا۔ جب وہ
باہر نکلا باہر افراتفری مچی ہوئی تھی۔۔ احمد کے سر افراتفری
مچی ہوئی تھی۔۔ احمد کے سر سے خون نکل رہا تھا
۔۔ اور فوراً احمد کی طرف بڑھا، کیا ہوا ہے سر وہ کنگ

بھاگ گیا ہے، عاصم نے اپنے غصے کو کنٹرول کر کے ادھر
ادھر دیکھا جہاں ایمبولنس میں پولیس افسر کو ڈال کر
ہاسپٹل لے جا رہے تھے۔

حال

عاصم شاہ سگرٹ کے گہرے کش لیں رہا تھا۔ اور
انگلیوں کے پوروں سے کنپٹی کو مسئلہ کتنی تکلیف
برداشت کی تھی اس کی ماہی نے، عاصم شاہ جب اسے
لے کر آیا تھا کنگ کی قید سے چھڑوا کر کتنی راتیں وہ سوتی
نہیں تھی اب کنگ زندہ نہیں بچ پائے گا مجھ سے جتنی

تکلیف میری بہن کو دی ہے اتنی ہی زیادہ میں تجھے دوں گا
کتے کنگ اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔

شاہ میر سکندر کی گاڑی بہت بڑے مال کے آگے آکر
رکی۔۔۔

شاہ میر نے گاڑی سائیڈ پر پارک کی اور گاڑی سے اتر کر
دوسری طرف آکر گاڑی کا دروازہ کھولا، اور اپنا ہاتھ
آگے کیا۔ زل یہ دیکھ کر اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا،
اور ساتھ ہی بولی، مجھے میرے گھر چھوڑ کر آؤ مسٹر!! میں

آپ کو نہیں جانتی، میرے بابا پریشان ہو رہے ہوں گے،
اور فوراً رونے لگ گئی، شاہ میر نے زل کو گاڑی سے اتار
کر کندھے پر اٹھایا لیا۔ اور گاڑی کا دروازہ بند کر کے
آگے بڑھ گیا، اور چیخنے لگ گئی، چھوڑو، چھوڑو مجھے شرم
انسان چھوڑو مجھے گھر جانا ہے اور ساتھ ساتھ شاہ میر کی
پیٹھ پر مکے برساتی رہی، شاہ میر اس کی چھوٹی چھوٹی
حرکتوں پر مسکراتا آگے چلتا رہا، اور تھوڑا سا آگے آ کر
اس کو نیچے اتارا، اور ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھنے لگا، زل فوراً
بولی کہاں لے کر جا رہے ہو مجھے گھر جانا ہے، اچھا میرا
چھوٹا سا بے بی پہلے تھوڑی سی شاپنگ کر لیں، تمہیں

تمہاری نیل پینٹس تو بھی دلوانی ہے اور برتھ ڈے گفٹ بھی، زل فوراً بولی مجھے کچھ نہیں لینا، مجھے گھر جانا ہے۔

جاری ہے۔۔۔۔۔

بہرام کی گاڑی حویلی کے کارپوچ میں

آکر روکی گاڑی سے اتر کر مردان خانے میں داخل ہوا،

اور دامپیار کے کمرے کی طرف چل دیا۔ کیونکہ دامپیار کا

کمرہ مردان اور زنان خانے کے درمیان میں تھا۔

دونوں طرف سیڑھیاں تھیں، بہرام، دامیار کے کمرے

میں داخل ہوا، اور جا کر بیڈ کے اوپر بیٹھ گیا، سائیڈ سے

دامپار

کی تصویر اٹھا کر سینے سے لگا کر بیڈ کر اون سے ٹیک لگا کر
آنکھیں موند لی۔ لالا آپ دیکھ رہے ہیں داجی نے آپ
کی جگہ سو نپ دی آپ کے بہرام کو لالا میں یہ نہیں
چاہتا تھا کہ میں گاؤں کا سردار بنوں،
کیونکہ کل جرگے میں سارے گاؤں کے سرداروں کو بلایا
گیا تھا،

سردار منتخب کرنے کے لیے، دامیار کی وفات کو ایک
مہینہ گزر گیا تھا، اور گاؤں کے لوگوں کو ایک سردار کی
ضرورت تھی، تو آج فیصلہ کرنا تھا، جرگے میں، حاکم خان
نے اپنے دوسروں پوتوں کو بھی کال کر کے بلایا تھا،
انہوں نے صاف انکار کر دیا تھا۔ کہ ہم سرداری کا عہدہ

نہیں سنبھال سکتے، کہ دامیار لالا کے بعد بہرام لالا کو
سونپ دے، کیونکہ وہ ہم سے بڑے ہیں، دامیار لالا کے
بعد بہرام لالا کا حق بنتا ہے، حاجی نے سب کے سامنے
گاؤں کا سردار بہرام کو منتخب کیا۔ حاکم خان بہرام کو بڑی
مشکل سے منایا تھا، بہرام ایسے ہی دامیار کی تصویر کو
اپنے سینے سے لگائے بیٹھا رہا۔۔۔ زرینہ بیگم کمرے میں
داخل ہوئی، اور کہا، نہیں بھول پارہا، اپنے لالا کو، بہرام
نے آنکھیں کھول کر دیکھا، مورے آپ زرینہ بیگم
بہرام کی طرف بڑھی، اور اس کے سر پر بوسہ دیا، اور
پاس بیٹھ

گئی۔۔ اور بولی، بہرام وہ لڑکی سارا دن کمرے میں گھوسا
رہتا، ہم سے برداشت نہیں ہوتا، اور تم تو جانتا ہے تمہارا
بھائی کے قاتل کی بہن ہے، ونی میں آیا ہے، بہرام غصے
سے مٹھیاں بھونچ گیا، بہرام کی آنکھوں کے سامنے پہلی
رات کا منظر گھوما، کیسے اس نے اس نازک وجود پر ظلم کیا
تھا، اور ایسے شاہ میر اور کاوش نے اسے
کال بھی کی تھی پر اس نے اپنا فون غصے سے بند کر دیا، اور
ایک ہفتے بعد واپس آ گیا تھا۔ اور زیادہ ٹائم اپنے فارم
ہاؤس میں گزارتا تھا۔ اسے بے ہوش چھوڑ کر چلا گیا تھا
اور اس کی خبر تک نہیں لی تھی۔۔

شاہ میر اور کاوش نے اسے کال بھی کی تھی پر اس نے کیسا
سلوک کرنا ہے، اور اٹھ کر کمرے سے باہر نکلنے لگا۔
زمینہ بیگم غصے سے دھاڑی بہرام اس کا اس حویلی میں
حشیت ایک نوکرانی کی طرح ہے۔ کل سے مجھے وہ نیچے
چاہیے۔

بہرام غصے سے بولا مورے یہ آپ فیصلہ نہیں کرے
گی، وہ میری عورت ہے میرے نکاح میں آئی ہے اس
کا فیصلہ میں خود کروں گا۔ کہ اس کے ساتھ کیسا سلوک
کرنا ہے۔

بہرام زمینہ بیگم کی بات سنے بغیر لمبے لمبے ڈھگ بڑھتا
کمرے سے نکل گیا، اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا،

کمرے میں داخل ہوتے، دھاڑ سے دروازہ بند کیا۔ ہیزل
جوابھی

باتھروم سے نکلی تھی۔ سہم گئی۔

پاس دو ہی ڈریس تھے ایک گندا پڑا ہے اور دوسرا پہننے
لگی تھی، تو وہ ڈریسنگ کی طرف اشارہ کرتی، وہاں پر اٹک

کر پھٹ گیا تھا، اس لیے میں نے یہ پہن لیا، ہیزل بنا
سانس لیے اور کچھ بالوں کی لیٹیں چہرے کے ساتھ لپکی
ہوئی تھی۔ اور خوف سے چہرہ سرخ پڑ گیا تھا، بہرام اس
کی طرف بڑھا، جو کھڑی کانپ رہی تھی بہرام کے پاس
آنے سے فوراً بولی، میرے ابھی شاور لے کر نکلی تھی،

اور اچھل کر دیوار میں سمائی، بہرام اسے ہی یک ٹک دیکھ

رہا تھا، جو ہاتھ روم گاؤن میں پہن رکھا تھا، اس کے بے
حد لمبے سلکی بال کمر سے نیچے جھول رہے تھے ایک ہی
دفعہ بول گئی، اور ساتھ سسکیوں سے رونے لگ گئی،
بہرام اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھنے لگا، کوئی اتنا
بھی معصوم ہوتا ہے، اور خوبصورتی میں تو چار ہاتھ آگے
تھکی، موٹی موٹی، گرے آنکھیں، باریک ہونٹ، گال پر
تل جو اس کی خوبصورتی کو اور بڑھا دیتا تھا، بیزل اس کی
نگاہوں کو اپنے وجود کے آر پار محسوس کر کے پیچھے ہٹی
بہرام نے فوراً اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کھنچا، اور سیدھا
اس کے چوڑے سینے میں آکر سمائی اور اس کی نیلی
آنکھوں میں دیکھنے لگی، جو سرخ ہو رہی تھی، بہرام

اور ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ اپنے چہرے کے مقابل
کیا اور بولا تم تو جانتی نے اپنی ساری آنکھیں
کھول کر اس کی نیلی آنکھوں میں
دیکھنے لگی اب پتا نہیں کیسا سلوک
کرنے والا تھا یہ ظالم انسان-----

اور فوراً خوف سے بولی پلینز بہرام مجھے کانچ پر مت چلانا
میں برداشت نہیں کر پاؤں گی میں مرجاؤں گی اور روتے
ہوئے اس کے آگے ہاتھ جوڑ گئی، بہرام اسے ہی دیکھ رہا
تھا، تھا، جو اس سے اس قدر ڈر گئی تھی، بہرام اس کے
چہرے سے بال ہٹا کر بولا اب تمہیں ساری ساری رات
میری شدتیں سہنی پڑے گی، اب تمہیں میری باہوں

میں تڑپ تڑپ کر رات گزارنی ہو گئی ہیزل کی آنکھوں
سے آنسو بہنے لگے، ابھی سے رونے لگ گئی ہو۔ بال کان
کے پیچھے کرتے ہوئے بولا، اب تمہیں الگ قسم کی سزا
ملے گی، بیزل حیرت سے دیکھنے لگی، اور اٹک۔۔۔ اٹک
کر بولی کیسی۔۔۔۔۔ س۔۔۔۔۔ سزا۔۔۔۔۔ بہ۔۔۔۔۔ بہرام، اس
کے سرخ چہرے کو دیکھ جھک کر اس کے گال پر تل والی
جگہ پر دانت گاڑھے، اور اتنی شدت سے دانت گاڑھے
تھے ہیزل کی کمرے میں چیخ گونجی، بہرام اسے اپنی
باہوں میں اٹھا کر بیڈ کی طرف بڑھا۔ بیزل اور سسکیوں
سے رونے لگ گئی، بہرام غصے سے دھاڑا اب تمہاری ان
خوبصورت آنکھوں میں آنسو نہ دیکھوں، یہ آنسو صرف

میری قربت میں بہنے چاہیے، بہرام اور شدت اس کے
نازک پنکھڑیوں پر ڈھانے لگا، کچھ دیر بعد اسے محسوس
ہوا کہ سانس نہیں لے رہی بہرام نے ایک جھٹکے سے
پیچھے ہوا، ہیزل اسی بھی تو پتا چلے درد ہوتا کیا ہے، اور کہہ
کر اس کے گلابی ہونٹوں پر جھک گیا، اور اپنی شدت نچھاور
کرنے لگا، ہیزل اس چٹانی وجود کے نیچھے ہل بھی نہیں
اور اسے زور سے بیڈ پر پٹھا اور اپنی شرٹ اتار کر صوفے
پر اچھالی

اور اس پر جھک گیا، ہیزل کی جیسے سانس ہی اٹک گئی تھی،
اور اب تم یہ سزا دن رات سہوگی تمہیں رات گزرتی گئی
بہرام ایسے ہی

ابھی تمہیں اپنی دسترس میں قید کر لوں اور مسکرا کر
زل کے پیچھے چل دیا۔ زل ایک ایک چیز چیک کر کے
سائیڈ پر رکھی گئی شاہ میر اس کے ہاتھ پکڑ کر چل رہا تھا، وہ
اس کا ہاتھ چھوڑ کر آگے بڑھ گئی، شاہ میر کو ان چار گھنٹوں
میں ہی پتا چل گیا تھا کہ اس کی چھوٹی سی جان میک آپ
کو لیں کر کتنی انسکیور ہے۔

شاہ میر اسے ہی دیکھ رہا تھا اتنا ڈھیڑ چیزوں کا اس آدمی
کے پاس لیں کر کھڑی تھی، بھائی یہ سارا پیک کر دیں اور
شاہ میر کی طرف بڑھ گئی اور فوراً زل سیدھا اس کے
چوڑے سینے میں آکر سمائی، اور اس کا چہرہ خوف سے
سرخ پڑ گیا، شاہ میر نے اس کی گھبراہٹ کو نظر انداز

کرتا اس کے کان کے قریب جھک کر بولا، تمہارے لیے
جا کر معصوم شکل بنا کر بولی، تم مجھے زبردستی اٹھا کر لائے
بونا مسٹر اب دیکھنا میں کیسے خرچا کرواتی شاہ میر نے اسے
کلائی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا چھوڑو، یہ واقعے اپنے پایا
کا معصوم بچہ ہے، او، سوری اب پایا کا نہیں میرا معصوم
بچہ ہے، اور اپنی ہی بات پر مسکرا دیا، زمل فوراً بولی
اب چھوڑے مجھے۔۔۔۔۔

تم پر تو ساری دولت وار کر پھینک دوں
زمل حیران ہو کر بولی آپ ایسا
کیوں کرے گئے،

شاہ میر اس کی بات پر سر جھٹک کر رہ گیا، پاگل لڑکی
ابھی تک نہیں سمجھی، خیر زل نے اپنے ہر ڈریس کے
ساتھ ہر چیز میچ کی تھی، کاونٹر پر آئے، اور کاونٹر والے
نے بل پکڑایا، "یہ لیں سر آپ کا بل۔۔"

شاہ میر نے اس کے ہاتھ سے بل لیا، اور چار سو وولٹ کا
جھٹکا لگا۔ اس نے بہت ساری شاپینک کی تھی۔ بیس لاکھ
کا خرچا کروادیا تھا اس

کی معصوم جان نے شاہ میر کو ایسے گھورتے ہوئے دیکھا،
خود کو ایسے کیا دیکھ رہے ہیں، زل آگے ہو کر اس کے
ہاتھ سے بل لیا، اور اور فوراً معصوم سی شکل بنا کر بولی، یہ

آپ کی سزا تھی، مجھے اٹھانے کی، شاہ میر مسکرا کر بولا
جان بھی حاضر ہے اپنی چھوٹی سی جان پر، زل اس کی
بات پر مسکرا کر گاڑی کی طرف بڑھ گئی، اور شاہ میر بھی
کاونٹر پر بل جمع کروا کر باہر نکل آیا اور گاڑی کی طرف
بڑھ گیا۔۔۔۔۔



کاوش خان اپنے کمرے میں لیٹا سو رہا تھا دودن سے وہ سویا
نہیں تھا

کاوش خان کام کے سلسلے میں کراچی گیا تھا اور رات کو
11 بجے کے قریب کراچی کی فلائٹ سے اسلام آباد پہنچا
تھا اور فوراً فریش ہو کر لیٹ گیا۔

پر اسے نیند کہاں آئی تھی اس نے دو تین کراچی میں
کیسے گزارے تھے، یہ اس کا دل ہی جانتا تھا اس کی
آنکھوں کے قریب اس کا خوبصورت، سراپہ لہرایا، وہ
گرین آنکھیں دودھیارنگت براؤن سلکی بال اور اس کا
یونی میں گھومنا شرارتیں کرنا یاد آیا تھا کاوش خان زیر
لب مسکرایا۔

شہزادی دل و دماغ میں قبضہ کر لیا ہے تم نے اب تو نیند
بھی آنا مشکل ہے اب تو اس دل کا کچھ کرنا ہی پڑے گا،
اسے اچانک یاد آیا۔

کہ وہ اس کی دوست عاصم شاہ کی بہن ہے اور آپ تو اس
کے لیے اور آسان ہو گیا تھا، کاوش خان نے مسکرا کر اپنا

سر جھٹکا اور موبائل پر ٹائم دیکھا جہاں پانچ بجنے والے
تھے اور فوراً اپنا سرتکے میں گرا کر آنکھیں موند لی اور
کچھ ہی دیر میں نیند کی
واد یوں میں اتر گیا۔

شاہ میر زمل کو لیں کرپاشا ہاؤس پہنچا اور کارپوچ میں آکر
گاڑی کھڑے کی اور گاڑی سے اتر کر فوراً دوسری سائیڈ
کا دروازہ کھولا، زمل اسے غصے سے گھور کر باہر نکلی اور
آگے بڑھنے لگی، شاہ میر نے فوراً ہی اس کی کلائی پکڑ کر
اپنی طرف کھینچا اور وہ اس اچانک افتاد پر اس کے چٹانی
سینے سے آکر ٹکرائی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی
طرف دیکھنے لگی، جیسے کہنا چاہ رہی ہو یہ کیا حرکت ہے،
شاہ میر مسکرا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا جو حد
سے زیادہ لال پڑ گیا تھا، اور فوراً اپنے مسکراہٹ کو دبائے

بولا کیا ہوا گھبرا کیوں رہی ہو یہ چہرہ سرخ کیوں پڑ گیا ہے
ابھی تک تو میں نے کچھ بھی نہیں کیا، زل اس کی زو معنی
بات کو سمجھتے ہوئے اپنا آپ چھوڑانے لگی، چھوڑو مجھے بے
شرم انسان ایک تو مجھے زبردستی اٹھا کر لے گئے تھے،
بابا! بھی پریشان ہو رہے ہو گے، ٹائم دیکھا ہے، اس ٹائم
اچھی لڑکیاں گھر ہوتی ہے، باہر نہیں، بابا پتہ نہیں کیا
سوچ رہے ہو گے، میں کیا بتاؤں گی۔ وہ ایک ہی سانس
میں سب بول گئی تھی، ریلیکس میری چھوٹی سی جان شاہ
میر! سمجھ تو گیا تھا کہ وہ لگتی چھوٹی ہے پر دنیا کی ساری
سمجھ رکھتی ہے، شاہ میر اس کی باتوں سے اندازہ لگا گیا تھا

ریلیکس میری جان اپنے چھوٹے سے دماغ پر زور ڈالنا بند
کر دو، میں نے تمہارے بابا کو کال پر انفارم کر دیا تھا، زل
اسے گھوڑ کر فوراً بولی،

کیا بولا ہے تم نے میرے پاپا کو شاہ میر نے اس کے گالوں
کو پکڑ کر کھینچا اور بولا یہی کہ میں اپنی ہونے والی بیوی کو
لانگ ڈرائیو پر لیں کر جا رہا ہوں، زل غصے سے بولی،
واٹ! تم نے ایسا کہا، شاہ میر اس کے سوخ چہرے کو دیکھ
کر بولا کیا میں نے غلط کہا ہے ہاں غلط کہا ہے تم نے کس
نے

کہا کہ میں تم سے شادی کروں گی، شاہ میر بولا ہاں مجھ
میں کیا خرابی ہے، اچھا خاصا تو ہینڈ سم بندہ ہوں، زمل فوراً
بولی مجھے تم بالکل پسند نہیں آئے، شاہ میر اس
کی ناپسند والی بات پر اپنے

غصے کو کنٹرول کرتا مٹھیاں بھونچ گیا اور فوراً بولا، کوئی
بات نہیں تم پسند کرو یا نہ کرو پر اب یہ خان تمہارا پیچھا
نہیں چھوڑنے والا، اور گال تھپتھا کر اندر جانے کو کہا،
جاؤ اندر تمہارے پاپا ویٹ کر رہے ہیں اور ہم۔۔۔

اپنے چھوٹے سے دماغ پر زور ڈالنا بند کر دو میں ہونہ
سوچنے کے لیے میری چھوٹی سی جان ازمل

شاہ میر کے جان کہنے پر سر سے پیر تک سرخ پڑ گئی، اور
فوراً بھاگ کر اندر چلی گئی، شاہ میر زل کی اس حرکت پر
مسکرا کر گاڑی میں بیٹھا اور چلا گیا۔

کاوش ابھی تک سو رہا تھا موبائل کے رنگ بجنے پر غصے
سے فون اٹھایا اور کال اٹینڈ کر کے بولا کیا۔ موت آگئی
ہے، اور دوسری طرف سے خاموشی سن کر بولا اب بولو

بھی کیا مسئلہ ہے کیوں صبح صبح کال کی، اور دوسری
طرف سے عادل کی آواز آئی سر وہ میں نے پوچھنا تھا

کاوش نے عادل کی آواز سن کر موبائل ہٹا کر دیکھا جہاں
واقعی عادل کا نمبر جگمگا رہا تھا اور فوراً اثر مندگی سے بولا
سوری سر عادل میں دیکھا نہیں آپ کا نمبر ہے، اور عادل
فوراً بولا کوئی بات نہیں سر میں نے بس یہ پوچھنا تھا آپ
ابھی تک یونی نہیں آئے نونج رہے ہیں، کاوش نے ٹائم
دیکھا جہاں نونج رہے تھے اور فوراً سر پر ہاتھ مار کر اور
فون سائیڈ پر رکھ کر فریش ہونے کے لیے چلا گیا تھوڑی

دیر میں فریش ہو کر ناشتہ کیے بغیر یونی کے لیے نکل گیا،
آج وہ زندگی میں پہلی دفعہ لیٹ یونی نہیں پہنچ رہا تھا،

اور یونی میں داخل ہوا اور اپنی کلاس کی طرف بڑھ گیا
اس کے لیکچر کا ٹائم ہو رہا تھا، اور جب کلاس کے اندر
تاکہ لوگ جو کچھ اسٹوڈنٹ بیٹھے ہوئے تھے، اور وہ سر کو
یوں اچانک دیکھ کر گھبرا گئے اور پھر فوراً سلام کیا ان کو
امید نہیں تھی کہ سر آج آئیں گے، کاوش بولا باقی
سٹوڈنٹ کہاں ہے، احمر کی بامشکل بی آواز نکلی، سر وہ
یونی کے بیک سائڈ پر ہے، کاوش غصے سے دہراؤ ہاں کیا کر
رہے ہیں اور فوراً ایمان بولی، سر وہ ماہی سب کو وہاں لے

کر گئی ہیں ڈانس پارٹی چل رہی ہے احمر، نے اسے گوڑا جو
سارا الزام ماہی پر لگا رہی تھی، کاوش ماہی کا نام سن کر غصے
سے کلاس سے باہر نکلا کے بیک سائیڈ کی طرف چل دیا۔

نور ماہی کو کھینچ کر، ڈانس کرنے کے لیے لائی، ماہی نے
منع بھی کیا تھا پر وہ زبردستی سے لیں گئی تھی یا ماہی آ
ڈانس کریں، وہ جو نیا گانا آیا ہے نہ ٹک ٹاک پر جو بہت
فینس چل رہا ہے اس پر ڈانس کرتے ہیں ماہی فوراً بولی
نہیں یا مجھے نہیں آتا ہے نور بولی! جھوٹ مت بول میں

نے تمہارے موبائل میں تمہاری ویڈیو دیکھی تھی ڈانس
آتا ہے تمہیں

نور زبردستی ماہی کو لیں کر

آگے بڑھ گئی اور گانا پلے کیا،

جیسے ہی گانا پلے ہوا ماہی اور نور نے ڈانس کرنا شروع کر
دیا۔

جا جھوٹے تیرے ارادے ہیں۔۔
اے منہمسم !!!

جاشوق تو نے جو پالے ہیں۔۔

نہ فطرتیں تیری ہیں بے ڈھنگ

نا۔۔۔۔نا

اب ناچل پائے گا تو سنگ۔۔۔۔

نور جو اس کے ساتھ ڈانس کر رہی تھی وہ بھی رک گئی
کیونکہ وہ اس کے سٹیپ کا ساتھ نہیں دے پا

۔۔ رہی تھی اس نے ہاتھ کو گھوما کر کہا وہاں

ماہی یار تو تو بڑا کمال کا ڈانس

کرتی ہے اور سب نے ایک ساتھ تالیاں اور شور مچایا۔

نا۔۔۔۔نا

دل نہ لگانا۔۔۔۔

جھوٹا ہے یہ فسانہ۔۔۔۔۔

آنکھوں میں تیری ہے جواں۔۔۔۔۔

کاوش شور سن

کر اس طرف بڑھا جہاں گارڈن تھا، اور وہی سٹل ہو گیا
ماہی کو ڈانس کرتے ہوئے دیکھ کر،

جواں رہ جاؤ۔۔۔۔۔

دل کا حساب لگاؤ۔۔۔۔۔

نظروں کو یوں نہ ملاؤ۔۔۔۔۔۔۔

ازہان ماہی کے ساتھ آکر ڈانس کرنے لگا اور سب نے

ایک ساتھ شور مچایا

کاوش یہ دیکھ کر غصے سے

مٹھیاں بھونچ گیا۔

_____ ناکوئی واسطہ

الـجـھـے رـہـو، کـھـیل ہـے۔۔۔۔۔

یہ غلامی کا ہے، نیت تیری بری-----

ازبان نے ماہی کو بازو کے نیچے سے گزار کر دوسری
سائیڈ کیا، کاوش سے برداشت نہ ہوا اور وہ غصے سے آگے
بڑھا اور اتنی زور سے دھارا

کے سب آواز سن کر پیچھے دیکھا کاوش سر کو کھڑے
ہوئے جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو سب کچھ ایسے سانپ
سونگ گیا ہو ماہی کی تو جیسے جان ہی نکل گئی ہو اپنے سامنے
اس کھڑوس کو دیکھ کر، کاوش نے ایک نظر غصے سے ماہی
کی طرف دیکھا ماہی نے فوراً سر جھکا لیا،

کاوش غصے سے دھاڑا۔ یہاں سب کیا ہو رہا ہے کون سی
پارٹی چل رہی ہے۔ یہ یونی ہے آپ کا گھر نہیں ہے جو
کلاس چھوڑ کر یہاں آکر ہلا گلہ کریں،

مس ثانیہ کاوش سر کی آواز سن کر اس طرف آئیں،
کاوش ان کو غصے سے دیکھ کر دہارا کیا ٹیچرز مر گئے ہیں
سارے یونی جو یہاں تماشہ لگایا ہوا ہے چلیں سب اپنی
اپنی کلاس میں، اور ہاں ماہی آپ میرے آفس میں
آئے، اور کہہ کر لمبے لمبے ڈھنگ برہتا اپنے آفس کی
طرف چلا گیا۔

اور ماہی بھی کاوش کے پیچھے چلنے لگی، کاوش نے آفس
میں قدم رکھتے اپنا کوٹ اتار کر سائیڈ یہ رکھا اور غصے سے
گلاس اٹھا کر زمین پر دے مارا، اس سے برداشت نہیں ہو
رہا تھا ازبان کا اس طرح اس پر تھی وہ نہیں برداشت کر

رہا تھا ماہی نے کاوش کے آفس کے باہر کھڑے اجازت
مانگی پر کوئی جواب نہ ملا تو وہ خود ہی اندر آگئی کاوش ماہی کو
اندر داخل ہوتے دیکھ بازو سے پکڑ کر دیوار سے لگایا۔
ماہی فوراً بولی یہ -----

کیا حرکت ہے سر چھوڑے مجھے، کاوش غصے سے دہارا،
شٹ آپ ماہی نے اس کی بلند آواز پر اس کی شرٹ کو
مٹھیوں میں زور سے پکڑا، کاوش نے اس کی کپکپاہٹ کو
محسوس کر کے اپنے گرفت ہلکی کی اور بولا کیا تماشہ لگایا
ہوا ہے تم نے یہ تمہارا گھر نہیں ہے یہاں

تم پڑھنے آتی ہونا چنے نہیں

ماہی نے بولنے کے لیے اپنا منہ کھولا ہی تھا،
کاوش نے اس کو
انگلی کے اشارے سے چپ کر دیا اور بولا اگر میں
تمہاری یہ حرکت تمہارے بھائی کو بتاؤں تو وہ کیساری
ایکٹ کرے گا۔

ماہی کا سر گھومنے لگا اور آنکھوں کے آگے اندھیرا آنے
لگا، کاوش اس کی بگڑتی حالت کو دیکھ کر پریشان ہونے لگا
کیا ہوا ماہی تم ٹھیک ہو ماہی ٹھیک ہو تم ماہی نے کاوش کو
ایک جھٹکے سے دور کیا، کاوش آگے بڑھنے لگا ماہی

نے ہاتھ کی اشارے سے منع کر دیا دور رہے مجھ سے،
کاوش اس کی بگڑتی حالت کو محسوس کر کے تڑپ کر آگے
بڑھا اور اسے اپنے سینے سے لگایا، اور کمر سہلانے لگا،
ریلیکس ماہی میں کچھ نہیں کہہ رہا تمہیں، ماہی نے اس
کے سینے سے سر اٹھا کر کہا بھائی کو کال کر دیں، اوکے میں
میں کرتا ہوں۔

تم ریلیکس ہو جاؤ پلیز کر دیں بھائی کال کر دیں، کاوش نے
جلدی سے عاصم کے نمبر پر کال ملائی جو فوراً اٹھالی گئی
عاصم ماہی کی طبیعت خراب ہو رہی۔
ہے وہ تمہیں بلارہی ہے، اسے

سائنس نہیں آرہا عاصم شاہ یہ سن

کر جلدی سے گاڑی کی طرف بڑھا اور آدھے گھنٹے کا سفر
دس منٹ میں طے کر کے یونی پہنچا اور کاوش کے آفس کی
طرف بڑھا اور اندر داخل ہو کر ماہی کی طرف بڑھا ہی تھا
ماہی اٹھ کر دس قدم پیچھے ہٹی، کاوش یہ دیکھ کر حیران ہوا

وہ اپنے بھائی سے دور کیوں بھاگ رہی ہے، عاصم کو سمجھ
آگیا تھا اس نے فوراً اپنی بلیک شرٹ اتار کر دور پھینکی اور
ماہی

کی طرف بڑھا اور اس کو اپنے حصار میں لیا، ریلیکس میرا
بچہ ریلیکس سانس لو دیکھو میں نے اتار دی ہے شرٹ،
کاوش یہ دیکھ کر حیران تھا عاصم نے اپنی شرٹ کیوں
اتاری۔ اس کو حیران نظروں سے دیکھتا پا کر بولا پانی لاؤ
کاوش جلدی سے پانی کا براگلاس عاصم کی طرف بڑھایا یہ
لو ماہی میرا بچہ پانی پیو۔

عاصم شاہ کے آنسو بہنے لگے، مائی بولی بھائی بھائی وہ مجھے مار
ڈالے گا، مجھے آپ کے پاس رہنا ہے وہاں نہیں جانا،
عاصم نے تڑپ کر ماہی کو سینے سے لگایا اور کہا میں کہیں
نہیں جانے دوں گا تمہیں، اور اسے اپنی باہوں میں
اٹھایا، کاوش بس حیران کھڑا تھا یہ سن کر عاصم شاہ نے
کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔
اپنی باہوں میں اٹھایا، کاوش بس حیران کھڑا تھا یہ سن کر
عاصم شاہ نے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا میں تمہیں بعد
میں بتاؤں گا

اور ماہی کو لے کر باہر نکل گیا۔

جاری ہے۔۔۔۔۔

بہرام اسے شدت سے اپنے سینے سے

لگائے لیٹا تھا، سارا وزن اس نازک وجود پر ڈالا ہوا تھا،
ہیزل کب سے اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کر رہی
تھی جو ناممکن تھی ہیزل نے بہرام کا بازو ہٹانا چاہا، بہرام
نے اسے غصے سے گھورا، اور شدت سے اس نازک وجود

کو خود کے قریب کر گیا، ہیزل اس کی حرکت پر سرخ
ہو گی کہ وہ جاگ رہا تھا، ہیزل کے آنسو رخسار پر بہنے
لگے، ساری رات اس ظالم نے اپنی قربت سے آزاد نہیں
کیا تھا، اپنی شدتوں سے اس کے جسم پر جارحانہ نشان
چھوڑے تھے، ہیرل اس کو دور کرنا چاہا تو

وہ اور شدت سے خود میں لپیٹ لیتا تھا، اب تو اس میں
ہمت نہیں تھی کہ وہ اس کی شدتیں سہہ پاتی

اور وہ اس لیے اپنا آپ چھڑوانے کی کوشش میں لگی تھی
اور بھوک سے بھی اس کی جان نکل رہی تھی ہیزل نے
کلاک وال پر ٹائم دیکھا جہاں ایک بج رہا تھا۔

ہیزل نے پھر سے اس حصار سے نکلنا چاہا تو بہرام نے
سرخ آنکھیں اس کی گرے آنکھوں میں گاڑھی، اور
غصے سے دہارا، کیا مسئلہ ہے تمہیں آرام سے نہیں لیٹ
سکتی تم اور جھک کر

اس کی گردن پر دانت گاڑھے ہیزل کراہ کر رہ گئی، بہرام
نے اس کی کمر پر ہاتھ ڈال کر خود کے اوپر گرایا اور اس
کے بالوں کو مٹھی میں دبوچ کر چہرہ اپنے مقابل کیا،

اور شدت سے اس کے ہونٹوں پر لپکا، ہیزل نے اس
کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور دور کرنے کی کوشش کی،
بہرام نے اور شدت سے اس کے نچلے ہونٹ پر دانت
گاڑھے ہیزل تکلیف سے بلبلا اٹھی، بہرام نے جب
محسوس کیا کہ وہ سانس نہیں لے رہی تو اس کے ہونٹوں
کو جدا کیا اپنے ہونٹوں سے ہیزل اس کے سینے پر سر گرا
کر سانس لینے لگی۔

بہرام نے تھوڑی دیر بعد اسے واپس بیڈ پر لٹایا اور خود
بھی لیٹ کر اس کے گرد باہوں کا حصار ڈالا،

اور کہا کہ بہت خوبصورت ہو میری جان سر سے پیر تک
قیامت ہو ہیزل اس کی بات پر سرخ ہو گئی اور بہرام بولا
میں ظالم نہیں

تھا مجھے میرے بھائی کی موت نے

اندر تک توڑ کر رکھ دیا ہے اور یہ سب تمہارے بھائی کی
وجہ سے ہوا ہے

جب تک میں اسے موت کے منہ میں نہیں بھیج دیتا مجھے
سکون نہیں

ملنا ہیزل نے اسے پکارا خان بہرام نے اس کے بالوں کو
مٹھی میں دبوچا اور کہا خان مت بولنا مجھے، تم میری
پسندیدہ عورت نہیں ہو۔ جو مجھے خان کہہ کے پکارو، تم
ایک قاتل کی بہن ہو جو یہاں اپنے بھائی کے کیے کی سزا
بھگتے آئی ہو اور تمہاری سزا صرف میری قربت میں ہے

اور ہیزل کو ایک ہی جھٹکے میں چھوڑتے واش روم میں
فریش ہونے کے لیے چلا گیا،

بیزل آوندے منہ لیٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی،
بہرام فریش ہو کر باہر نکلا، اور اس کو ایسے ہو کر باہر نکلا،
اور اس کو ایسے سسکتے ہوئے دیکھ کر دل ڈوبنے لگا بہرام
نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور کہا میں کیوں نہیں برداشت
کر رہا اس کا یوں تڑپنا کیوں جب جب میرے قریب آتی
ہے کیوں میرا دل نرم پڑ جاتا ہے۔

اس کے لیے بہرام اپنی سوچوں کو اگنور کرتے ڈریسنگ
روم کی طرف بڑھ گیا اور تھوڑی دیر بعد واپس آیا اس کو
ویسے ہی لیٹے دیکھا، اور اس کے پاس آکر بیٹھا اور
کندھے سے پکڑ کر بٹھایا، ہیزل اس کو دیکھ کر بولی بہرام
میرے لالانے نہیں مارا دامیار
لالا کو بہرام اس کی باتوں کو اگنور کرتا اس سے فریش
ہونے کا بولا، چلو جاؤ اٹھو فریش ہو نیچے چلتے ہیں مورے
کل بھی غصہ ہو

رہی تھی بیزل نے محسوس کیا۔ رہی تھی ہیزل نے
محسوس کیا کہ وہ اس کی باتوں کو انگور کر رہا ہے تو وہ بھی
چپ کر کے فریش ہونے چلی گئی،

کاوش یونی سے جب سے واپس آیا تھا، وہ کمرے میں
ادھر ادھر ٹہل رہا تھا اسے سکون نہیں مل رہا تھا اس کا
ذہن بری طرح سے الجھا ہوا تھا کہ اس کے ڈانٹنے پر وہ
اس طرح کیوں گھبرا گئی تھی وہ برداشت نہیں کر پایا تھا
اس کا یوں کسی کے ساتھ ناچنا، بس غصے میں آکر اسے

ڈانٹ دیا،

اسے نہیں پتہ تھا کہ وہ اس ڈانٹ دیا، اسے نہیں پتہ تھا
کہ وہ اس طرح گھبرا اور ڈر جائے گی، کاوش اپنی سوچوں
کو جھٹلاتا سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا اور عاصم کو کال
ملانے لگا، اور پھر سوچا نہیں ایسے نہیں مجھے خود جانا چاہیے
اور موبائل اپنے پاکٹ میں ڈال کر اور سائیڈ ٹیبل سے
گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا، اور گاڑی میں بیٹھا اور
گاڑی سٹارٹ کی اور عاصم کے گھر کے راستے کی طرف لی
اگر میں فون پر بھی بات کر لیتا تو مجھے سکون نہیں ملنا تھا
جب تک میں اپنی شہزادی کو اپنے کہ وہ ٹھیک ہے۔



شاہ میر اپنے آفس میں کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا وہ دو
دن سے زل کو کال کر رہا تھا اور اس کا دل بری طرح سے
دھڑک رہا تھا کہ زل کال کیوں نہیں اٹینڈ کر رہی
ٹھیک تو ہے وہ، اور آفس سے نکل کر گاڑی کی طرف بڑھ
گیا،

سلطان پاشا کب سے زل کے کمرے کے باہر کھڑے ہو
کر دروازہ بجا رہے تھے، زل اٹھو دروازہ کھولو اور ناشتہ
کر لو پھر تمہیں پارلر بھی جانا ہے سلطان پاشا نے اس دن
دیکھ لیا تھا جب شاہ میر زل کو چھوڑنے آیا تھا، شاہ میر

نے انہیں کال کر کے بھی بتایا تھا کہ میں آپ کی بیٹی کو
لے کر جا رہا ہوں اور سوری

اپنے ہونے والی بیوی کو لانگ ڈرائیو پر لے کر جا رہا ہوں
اور جب زمل کو واپس چھوڑنے آیا تھا تو شاہ میر کو زمل
سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے دیکھا، اور اپنے غصے کو
کنٹرول کرنے کی کوشش کی اور کہا میں ہر گز اپنی بیٹی کو
اس شاہ میر ساتھ رخصت نہیں کروں گا کہ،

سلطان پاشا کو شاہ میر سے بہت نفرت تھی، کیونکہ شاہ
میر جس کسی میٹنگ میں جاتا کہ کتنی شاطر دماغ سے ہر

پروجیکٹ جیت جاتا اور ہر کمپنی شاہ میر کی کمپنی کے
ساتھ کام کرنا چاہتی تھی

صرف پاشا نے اس لیے اسے اپنی پارٹی

میں بلایا تھا کہ اپنی انا کو اونچا کر سکے کہ اتنا بڑا بزنس میں
اس کی پارٹی اٹینڈ کرنے آیا ہے وہ کسی پارٹی میں آج تک
نہیں گیا تھا وہ آج سلطان پاشا کی پارٹی اٹینڈ کرنے آیا ہے

اور پاشا نے اگلے دن ہی اپنے دوست کو بلا کر اپنی بیٹی کا
رشتہ اپنے دوست کے بیٹے سے طے کر دیا اور زمل نے دو

تین دن سے اپنے آپ کو کمرے میں بند کر رکھا تھا، زمل
بابا کی جان دروازہ کھولو، زمل غصے سے بولی جائیں آپ
یہاں سے مجھے نہیں آپ سے کوئی بات کرنی اور نہ کیسا کر
سکتے ہیں اپنی بیٹی کے ساتھ میں صرف شاہ میر سے شادی
کروں گی میں اسی سے محبت کرتی ہوں پاشا غصے سے
بولے ایسا کیا ہے اس

میں جو تمہیں دو تین دن میں اس میں جو تمہیں دو تین
دن میں اس سے محبت ہو گئی ہے، بابا، محبت کی نہیں جاتی
خود ہی ہو جاتی ہے بابا جائیں آپ یہاں سے تو سلطان
پاشا چپ چاپ وہاں سے چلے گئے،



اور تھوڑی دیر میں شاہ میر کی گاڑی پاشا ہاؤس کے پچھلے
گیٹ کی طرف رکی اور شاہ میر نے گاڑی سے اتر کر دیوار
کی طرف برہا

اور دیوار پھلانگ کر دوسری طرف آیا واہ شاہ میر اتنا

اور مسکرا کر زل کی کھڑکی کی طرف

بڑھ گیا اور سائیڈ سے سیڑھی اٹھا گھر چلنے لگا اور کھڑکی
کے پاس آکر رکا اور کھڑکی کھول کر اندر داخل ہوا اور
زل کو بیڈ پر لیٹے ہوئے دیکھا اور آگے بڑھنے ہی لگا

تھا کہ ہاتھ لگنے سے واز نیچے گر گیا اور زل ہر بڑا کراٹھی
اور شاہ میر کو سامنے دیکھ کر حیران ہوئی، اور دوبارہ سے
آنکھیں مسل کر دیکھا کہ وہ مغرور انسان واقع ہی اس
کے آنکھوں کے سامنے کھڑا تھا۔

شاہ میر اس کو ایسے دیکھ کر بولا میں ہی ہوں بھوت نہیں
ہوں جو تم ایسے گھور رہی ہو، زل بھاگ کر اس کے سینے
سے جا لگی اور

رونے لگ گیا شاہ میر یہ دیکھ

کر حیران رہ گیا کہ اس کی محبت نے اسے گلے لگایا ہے شاہ
میر نے دوبارہ یقین کرنا چاہا وہ واقعی
ورہی تھی، شاہ میر نے اپنے باہوں کا حصار اس کے گرد
باندھا اور کہا تم رو کیوں رہی ہو، میری چھوٹی سی جان بتاؤ
بیر ہو کیوں رہی ہو اس کو بیڈ کی طرف لے کر بڑھا

اور آرام سے بٹھایا، اب بتاؤ کیوں میری چھوٹی سی جان
کی آنکھوں میں آنسو ہے،

زل روتے ہوئے بولی بابا نے اپنے دوست کے بیٹے کے
ساتھ رشتہ طے کر دیا ہے، بابا مجھ سے
اتنا پیار کرتے ہیں پتا نہیں وہ ایسے کیوں کر رہے ہیں، مجھے
نہیں شادی کرنی، اس کے ساتھ، مجھے آپ سے شادی
کرنی ہے، اور دوبارہ سے اس کے سینے پر سر رکھ کر رونے
لگی

شاہ میر نے سب سن کر اپنا غصہ کنٹرول کیا اور اسے چپ
کروانے لگا، اور بولا تم نے مجھ سے شادی کیوں کرنی ہے،

زل اس کے سینے سے سر لگائے بولی کیونکہ میں آپ سے
پیار کرتی ہوں، شاہ میر اس کے

اظہار پر مسکرا دیا اور بولا مجھے تو لگا تھا بہت پا پڑ بیٹے پڑے
گے مجھے اپنی محبت کا یقین دلانے میں پر یہاں تو میری
چھوٹی سی جان کو مجھ سے محبت ہو گئی ہے

وہ بھی ان چار پانچ دنوں میں زل نے سر اٹھا کر دیکھا اور
کہا محبت ہو ہی جاتی ہے چاہے وہ ایک دن میں ہو یا دو دن
میں شاہ میر اس کی ہو یا دو دن میں شاہ میر اس کی

بات پر مسکرا کر بولا اچھا میرا بچہ

اتنی سی عمر میں اتنی سمجھ داری

والی باتیں زل نے اسے گھور کر دیکھا اور واپس سے پھر
رونے لگ گی شاہ میرا اس کے رونے پر اس سینے سے لگا کر
بولا، رونا تم تم صرف شاہ میرا خان کی ہو کوئی مائی کالا
تمہیں مجھ سے چھین نہیں سکتا، بہت جلد رشتہ

لے کر آؤ گا، پاشا صاحب سے میں خودی بات کر لوں گا،
او کے اب تم نے رونا نہیں، زل نے فوراً اثبات میں سر
ہلایا، اچھا میں اب چلتا ہوں آیا تو میں تمہاری کلاس لینے
ایا تو میں تمہاری کلاس لینے

تھا، کال نا اٹینڈ کرنے پڑ، پر تمہیں دیکھ کر سارا غصہ ہوا
میں ہی اڑ گیا، زل اس کی بات پر مسکرا دی شاہ میرا سے
مسکراتے دیکھ سوئے ہوئے جزبات ناجگاؤ، یہ ناہو

میں شادی سے پہلے ہے بہک جاؤ زل اس کی بات پر سر
سے پیر تک سرخ ہوگی اور فورایا دلایا آپ جانے لگے
تھے، اٹھے جائے آپ اس کے سرخ ہوتے چہرے پر
نگاہیں ٹکا کر بولا اور کھڑکی کی طرف بڑھ گیا، زل، فوراً
بولی آپ یہاں سے آئے تھے، تو اور کیا دروازے سے
آتا تمہارے باپ نے نہیں ملنے دینا تھا پھر مجھے اب دیکھ
لو اتنا بڑا بزنس مین جو چوری چھپے گھر میں گھسا کرے گا

اپنی محبت سے ملنے، شاہ میر نے وہیں کھڑے ہو کر اس کی
گال پر کس کیا اور پر اس کو گھور کر رہ گئی اور پھر شاہ
میر اسے فلائنگ کس کرتا گاڑی کی طرف بڑھ گیا اور وہ
مسکرا کر بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔

.....

کاوش خان کی گاڑی عاصم شاہ کے گھر کے پاس آ کر روکی
گارڈ نے فوراً گیٹ کھولا، اور کاوش نے گاڑی کارپوچ میں
آ کر پار کی کاوش خان اندر جانے لگا، ایک ملازمہ ان کی
طرف بڑھی، اور بولی جی صاحب آپ کو کس سے ملنا
ہے، کاوش خان ایک نظر اس ملازمہ کو دیکھا اور بولا جی
محترمہ مجھے

عاصم شاہ سے ملنا ہے، ان کو بتائیں جا کر کہ ان کا دوست
ملنے آیا ہے، اور ملازمہ فوراً بولی عاصم بابا تو گھر نہیں ہے،
مسکان بیگم جو کچن کی طرف جارہی تھی، ان کی نظر باہر
کی طرف پڑھی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی،

کاوش مسکان بیگم کو دیکھ کر آگے بڑھا اور سلام
کیا، سعدیہ بیگم نے بھی کاوش کو مسکرا کر گلے لگایا، اور سر
پر بوسہ دیا، اور بولی کیسا ہے بچہ تو تو ہمیں جیسے بھول ہی
گیا ہے، آج کیسے یاد آگئی، کاوش خان بولا

نہیں آئی ایسی بات نہیں ہے بس مصروفیات کچھ زیادہ
ہو گئی۔

کاوش خان عاصم شاہ کا بچپن کا دوست تھا، انہوں نے
سکول اور کالج میں اکٹھا ہی پڑھا تھا، اور کاوش اکثر یہاں
آجایا کرتا اپنے بیٹے سے زیادہ پیار کرتی تھی۔

سعدیہ بیگم بولی بیٹا یہاں کیوں کھڑے ہے اندر آؤ اور
ملازمہ سے بولی جاؤ زلیخہ کچھ کھانے پینے کے لیے لیں کر
آؤ ہمارا بیٹا اتنے سالوں بعد آیا ہے،

اور زلیخہ فوراً پچن کی طرف چلی گئی اور سعدیہ بیگم کاوش کو
لیں کر اندر گیسٹ روم کی طرف بڑھ گئی، کاوش خان کی
نظریں ماہی کو دیکھنے کے لیے بے تاب ہو رہی تھیں۔
سعدیہ بیگم نے کاوش کی طرف دیکھا

اور کہا کسے ڈھونڈ رہے ہو بیٹا کاوش کی نظریں جو ادھر
ادھر گھوم رہی تھیں، سعدیہ بیگم کی بات پر فوراً بولا وہ میں
عاصم کو دیکھ رہا ہوں، اچھا، عاصم کسی کام سے باہر نکلا ہے
، آتا ہی ہوگا،

وہ آنٹی،

کاوش ماہی کے بارے میں پوچھنے لگا، پھر چپ کر گیا، اور
تھوڑی دیر بعد ہمت کر کے پوچھ ہی لیا، وہ آنٹی ماہی کیسی
ہے، سعدیہ بیگم نے کاوش کی طرف دیکھا جیسے

کہنا چاہ رہی ہو تم کیسے جانتے ہو

ماہی کے بارے میں، کاوش ان کو ایسے دیکھ کر بولا وہ میں
اسے

پڑھاتا ہوں، جہاں ماہی جاتی۔ وہاں کا ہیڈ ہوں، اور
انگلش پڑھاتا ہوں، اچھا سعدیہ بیگم فوراً بولی، ماشا اللہ۔۔
اللہ تمہیں خوش رکھے۔

اور کہا کہ ماہی ٹھیک ہے کمرے میں آرام کر رہی ہے آؤ
میں تمہیں لے چلوں، اتنی دیر میں عاصم آجائے گا، اور
کاوش کو لیں کر سیڑھیوں کی طرف بڑھی، اتنی دیر میں
ملازمہ آئی بی بی جی

کسی کی کال آئی ہے آپ سے

بات کرنے کا بول رہی ہے، بیٹا آپ سیدھا اوپر جاؤ کے تو
رائٹ سائیڈ پر کمرہ ہے، آپ جاؤ میں آتی ہوں ٹھیک ہے
اور کاوش اوپر کی طرف بڑھ گیا، اور دروازے کے پاس
آکر روکا، اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا، کاوش نے
مسکرا کر

اپنے دل پر ہاتھ رکھا، اور دروازہ بجایا، پر اندر سے آواز نا
آئی، تو وہ خودی اندر چلا گیا، اور اس نے دیکھا، وہ بیڈ پر
لیٹی سو رہی ہے کاوش خان مسکرا کر اس کے پاس آیا اور
پیار سے اس کے ایک ایک نقش کو دیکھنے لگا اور بولا
شہزادی میری نیندیں اڑا کر خود آرام سے سو رہی ہو کاوش
خان

کافی دیر سے کھڑا ہے ایسے ہی کافی دیر سے کھڑا ہے
ایسے ہی

دیکھتا رہا اور کچھ سوچتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر
چیک کرنے لگا کہ اس کو بخار تو نہیں ہے۔ اور جھک کر
اس کے ماتھے پر بوسہ

دیا ماہی نے نیند میں ہی اپنی

خاموشی آنکھیں مسلی اور پھر سو گئی۔

کاوش نے پاس ہی جگہ بنائے اس کے پاس بیٹھ گیا اور
اس کے بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے کیا۔ شہزادی
سوری میں نے تمہیں تکلیف دی ماہی نے اپنے پاس کسی
آواز کو محسوس کیا، اور زور سے آنکھیں

بند کر لی، ڈر کی وجہ سے اور کاوش

پھر بولا، شہزادی مجھے نہیں پتہ

تھا تم اتنا ڈر جاؤ گی، میں نے تم پر غصہ کیا، اور اس کے
ماتھے پر لب رکھے ماہی نے جب اس کا لمس محسوس کیا
اور ہر بڑا کراٹھی، اور اپنے سامنے کاوش سر کو دیکھ کر
حیران ہوئی کاوش جو اس کی نیند میں ہونے سے فائدہ

اٹھا رہا تھا، ماہی کے ایسے اٹھنے پر

گھبرا گیا ماہی تو کاوش کو اپنے

سامنے دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں کاوش کو تھوڑی شرارت سوجی
، اس نے فوراً بولا میں تمہاری عزت لوٹنے آیا تھا۔

ماہی کی آنکھیں فوراً نم ہوئی اور کاوش کی طرف دیکھنے لگی،
کاوش اس کی نم آنکھوں کو دیکھتے، تھوڑا پاس ہوا ماہی
تھوڑا پیچھے کھسکی، پلینز سر آپ ایسا نہیں کر سکتے، ماہی
کاوش تھوڑا پریشان ہوا میں مذاق

کر رہا تھا اور تم رونے لگ گئی۔

اور تھوڑا قریب ہو کر بولا میں اپنی شہزادی کے ساتھ
کبھی ایسا کر سکتا ہوں، کبھی بھی نہیں

تم تو میری ہر سانس میں بستی ہو عشق ہو تم میرا، کل
کائنات بنتی جا رہی ہو ماہی اس کی باتیں سن کر حیران
نظروں سے دیکھنے
لگی اور گھبرا کر بولی سر آپ

یہ کیا کہہ رہے ہیں،
ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ "عشق ہو گیا ہے مجھے تم سے"

تمہاری ان آنکھوں سے تمہاری شرارتوں سے تمہاری
اداؤں سے، کاوش نے تو آج اپنے دل کی ایک ایک بات
کو ماہی کے سامنے کھول کر رکھ دیا ماہی حیران

نظروں سے دیکھتے اور خم آنکھوں سے بولی اور چہرے پر
دنیا بھر کی معصومیت کی شکایتیں کرنے لگی آپ نے مجھے
ڈانٹا سب کے لگی آپ نے مجھے ڈانٹا سب کے

سامنے ڈانٹا، جب سے میں یونی
آئی ہوں اب ہر روز مجھے ڈانٹتے
ہیں کسی نہ کسی بات پر آپ

کل بھی مجھ پر چلائے تھے کاوش کو اس پر جی بھر کر پیار
آیا اور پھر مسکرا کر بولا آپ کل سب کے سامنے ڈانس
کر رہی تھی اذہان نے آپ کو چھو ابس اسی بات پر غصہ
آگیا مجھے برداشت نہیں ہوا تو میں میرے علاوہ کوئی اور
چھو سکے، اچھا سوری! میں آئندہ نہیں ڈانٹوں گا۔ جب
گھر آیا تو

سعدیہ بیضگم نے بتایا کاوش آیا ہے

اوپر ماہی کے کمرے میں ہے اور

جب اوپر کمرے میں آیا تو ان کی

باتیں سنتے ہوئے رک گیا اب اس

نے غصے سے دروازہ کھولا، کاوش گھبرا کر اٹھا اور ساتھ
ماہی بھی سہم گئی، اپنے بھائی کو دیکھ کر عاصم کاوش کی
طرف غصے سے بڑھا، اور اس کے شرٹ

کو مٹھیوں میں دبوچا اور بولا تم نے کل میری بہن کو ڈانٹا
تیری ہمت کیسے ہوئی کمینے میری بہن کو ڈانٹنے کی ماہی نے
بولنا چاہا،

عاصم نے غصے سے گھور کر منع کر دیا اور کہا میں تمہیں
بعد میں دیکھتا ہوں پہلے اپنے اس کمینے دوست سے نیٹ
لوں، جو

میری بہن سے عشق کر کے بیٹھا
ہے اور مجھے بتایا بھی نہیں
اور عاصم نے ہاتھ کا پیچ بنا کر کاوش کے منہ پر مارا اور

کاوش نے بھی غصے سے اپنے ایک
ہاتھ کا پیچ بنا کر مارا اور کہا
غلط نہیں کیا میں نے اب یہ تیری بہن نے ہی میری محبت
ہے میری

عزت ہے بہت جلد اسے اپنی دسترس

میں لے لوں گا اب دونوں ایک دوسرے کو گھور رہے
تھے عاصم شاہ نے اپنے بالوں میں انگلیاں

پھیری اور ایک ہی جھٹکے سے کاوش کو کھینچ کر گلے لگایا اور

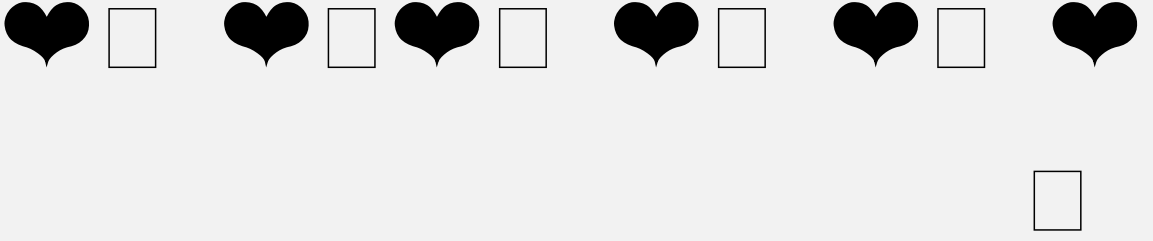
کاوش نے بھی اپنے باہوں کا اظہار مضبوط کیا، عاصم بولا
اپنے دوست

کو بنا بتائے ہی اس کی بہن سے

عشق کر بیٹھا، کاوش نے حیران نظروں سے دیکھا اور کہا
محبت بھی مضبوط کیا، عاصم بولا اپنے دوست

کو بناتا ہے ہی اس کی بہن سے

عشق کر بیٹھا، کاوش نے حیران نظروں سے دیکھا اور کہا
محبت بھی کبھی بتا کر ہوتی ہے، اور آنکھ و نک کی، عاصم
نے کاوش کے پیٹ پر مکا اور کہا کہینے تو کبھی نہیں سدھر
سکتا مارا، اور ساتھ ہی دونوں کا قہقہا بلند ہوا، اور دوسری
طرف ماہی نے سکھ کا سانس لیا۔



بہرام فریش ہو کر نیچے آیا، اور ہیزل بھی اس کے پیچھے
پیچھے آئی بہرام زرمینہ بیگم کی طرف بڑھا، اور سلام کیا،
زرمینہ بیگم نے اٹھ کر بہرام کے سر پر بوسہ دیا اور کہا
میرے بچے کو اپنی موڑے اور کہا میرے بچے کو اپنی
موڑے

کی یاد آ ہی گئی مجھے لگا آج کمرے سے نکلنے کا ارادہ ہی نہیں
ہے اور نفرت سے ہیزل کی طرف

دیکھا جو سر جھکائے کھڑی تھی۔

بہرام اپنی ماں کی بات کا مطلب

سمجھ کر غصے سے مٹھیاں بونچ

گیا اور بیزل کی طرف دیکھا اور

اس سے غصے سے یہاں آنے کا اشارہ اس کے پاس آکر

رکی، بہرام نے اسے سلام کرنے کا اشارہ کیا، زمین

بیگم کے پاس آنے لگی زمین بیگم نے غصے سے اپنے پاس

آنے کے لیے منع کر دیا، بیزل کی آنکھوں سے آنسو بہنے

لگے، بہرام اس کے آنسو دیکھ کر خود کو کنٹرول کیا، کیوں

نہیں مجھے برداشت ہو رہے اس کے آنسو کیوں میرا دل

اس کے لیے نرم ہوتا جا رہا ہے کیوں میں اسے سزا نہیں

دے پاتا یہ جانتے ہوئے وہ میرے بھائی کی قاتل کی بہن
ہے۔ کر اس کے سینے سے لگی، بہرام

نے مسکرا کر اپنا حصار مضبوط کیا اور بولا کیسا ہے میرا بچہ،
آثرہ بولی میں ٹھیک ہوں لالا، ہم تو میرے بچے کو کیا
چاہیے جو صبح اتنا پیار جتا رہا ہے، آثرہ معصوم سی شکل
بنا کر بولی میرا موبائل نہیں میں نیا لا دوں گا۔

آثرہ نے نفی میں سر ہلایا اور کہا نہیں آپ نے پہلے مجھے لا
کر دیا تھا اس دفعہ میں کاوش لالا سے لوں گی۔ مسکرا رہی
تھی، بہرام اسے مسکراتا دیکھ کر دل میں سکون اتر

ہیزل نے اپنے اوپر کسی کی نگاہوں کی تپش محسوس کی اور
بہرام کی طرف دیکھا اور فوراً نظریں کی طرف دیکھا اور
فوراً نظریں جھکالی زمینہ بیگم یہ دیکھ کر غصے سے تلملا
اٹھی، آئزہ موبائل لے کر ہیزل کے پاس آئی اور ہیزل
کے دونوں گال چومے، بھابھی آپ بہت دونوں گال
چومے، بھابھی آپ بہت پیاری ہے، ہیزل نے بھی اس
کے گال پر کس کی اور کہا ماشاء اللہ تم بھی بہت پیاری ہو،
بہرام غصے سے

دیکھ رہا تھا اس برداشت ناہوا آثرہ کا اس طرح کس کرنا،
اور غصے سے صوفے پر بیٹھ گیا، آثرہ نے مسکرا کر کہا
تھینک یو بھابھی اور کاوش کو ویڈیو کال ملائی، کاوش نے
کال پک ناکی اور باہر چلا گیا قاصم۔ کے ساتھ، کیونکہ
آئی نے زبردستی روک لیا تھا کے اتنی دیر جانے دوں گی
اور کاوش نے بھی

انکار نہیں کیا، اور ڈائمننگ ٹیبل پر سب بیٹھے کھانا کھانے
لگے ماہی کاوش کے سامنے والی کرسی پر بیٹھیں کاوش کو
دیکھنے لگ جاتی کاوش نے اسے دیکھ کر آنکھ وٹک کی ماہی
سر سے پیر تک سرخ ہو گئی اور فوراً نظریں جھکالی، کاوش
منہ میں ہی برابر آیا ابھی ہی دلہ

نے کال کرنی تھی اور غصے سے کال اٹینڈ کی، اور آئزہ فوراً
بولی آپ میری کال کیوں نہیں اٹھا رہے تھے، اور آپ
یہ کہاں ہیں، ذرا ادھر ادھر موبائل گھمائیے گا کیوں

تم نے میری جاسوسی کرنی ہے سپیکر اون تھا سب ہی
کاوش کی طرف دیکھ رہے تھے، کاوش بولا طرف دیکھ
رہے تھے، کاوش بولا

میری گڑیا نے مجھے کال کیوں کی آئزہ منہ بنا کر بولی کیوں
میں کال نہیں کر سکتی، اپنے لالا کو میں نے تو ایسے ہی بول

دیا کیونکہ تم نے ویڈیو کال کی تھی تو میں یہی سمجھا میری
گڑیا کو کچھ چاہیے ہے

اسی لیے تو ویڈیو کال کی ہے،

چلو پھر بتاؤ کیا چاہیے ہے میری گڑیا کو آئزہ معصوم سی
شکل بنا کر بولی میرا موبائل ٹوٹ گیا ہے پہلے بہرام لالا
نے لے کر دیا تھا اب آپ لے کر دیں گے مجھے کاوش
فورا موبائل لیے کیسے ٹوٹ گیا، آئزہ فورا

بولی بس ٹوٹنے والی چیز تھی ٹوٹ گئی آئزہ نے اس انداز
سے کہا عاصم مسکرائے بنانہ رہ سکا، عاصم تو جیسے اس آواز
میں کھو ہی گیا اچھا گڑیا میں لے دوں گا اب رونے نالگ

جانا، لالا آپ کو پتا ہے میں نے اتنے دن سے لپیسوڈ
نہیں پڑھیں، کاوش

تھوڑا حیران ہوا پھر اسے سمجھ سے لپیسوڈ نہیں پڑھیں،
کاوش تھوڑا حیران ہوا، پھر اسے سمجھ آیا اس کی بہن تو
ناولوں کی دیوانی ہے، مجھے لگتا ہے تمہارے اس ناولز کے
ہیرو کا گلابا بنا پڑے گا، خاص کر وہ کیا تم بروقت کرتی
ریتی بو او وہاں، یارم، یارم، آئزہ فور ابولی آپ نے میرے
یارم کے بارے میں کچھ کہا، تو میں
آپ سے بات نہیں کروں گی، مسکان بیگم !!

اس چھوٹی سی لڑکی کی باتوں پر مسکرا دی، اور دوسری
طرف عاصم سے برداشت نہ ہوا اس کے منہ سے کسی کا
نام سننا، مسکان بیگم نے کہا، لاؤ ذرا دکھاؤ کاوش بیٹا
موبائل میں بھی دیکھوں اتنی پیاری پیاری باتیں کون کر
رہا ہے۔

کر تھوڑا حیران نظروں سے دیکھا اور

کاوش نے مسکراتے ہوئے فون سعدیہ

بیگم کو تھمایا اوماشاء اللہ یہ ہے اتنی پیاری بچی جو اپنے لالہ
کو ڈرارہی ہے، آترہ نے فوراً سلام کہا، السلام علیکم! آنٹی
---وعلیکم السلام بچہ کیسی ہو

میں ٹھیک ہوں، سعدیہ بیگم نے تھوڑی سی بات کر کے
کاوش کو پکڑایا

اور کہا یہ لو موبائل شاید تھوڑا بچی ہچکچا رہی ہے بات
کرنے میں

کاوش نے مسکرا کر موبائل لیا۔ اور کہا کی گڑیا میں دو تین
دن میں سوات آرہا ہوں اور تمہارا موبائل بھی لے

آؤں گا، آئره فورابولی نہیں بھائی مجھے آج یہاں کل ہی
چاہیے، کاوش تھوڑا کر بولا ایسا کرو تم یہاں آ جاؤ بہرام
لالہ کے ساتھ میں تمہیں تمہاری پسند کا فون لے دوں گا
، آئره نے بہرام کی

طرف دیکھا اور بولی لالا آپ بولی تو وہ مجھے نہیں لے کر
آئیں

گے او کے ٹھیک ہے میں بول دوں
گا تم تیاری کر لو آئره نے خوشی
سے کہا اور کہا ٹھیک ہے میں شاہ کے او کے ٹھیک ہے میں
بول دوں

گاتم تیاری کر لو آثرہ نے خوشی

سے کہا اور کہا ٹھیک ہے میں شاہ

میر لالہ کو بھی سر پر انزدوں

گی اور فون بند کر دیا۔

جاری ہے-----

شاہ میر خان غصے سے سلطان پاشا

کے آفس میں داخل ہوا، اب اس کا رخ سلطان کے

کسین کی طرف

تھا، سب آفس کے لوگ اس مغرور

شخص کو دیکھ رہے تھے جو چہرے

پر دنیا جہاں کا غصہ لیے، تیز تیز

قدموں سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اور

دھاڑ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا، سلطان پاشا جو

کال میں

مصرف تھے وہ فوراً ہر بڑا کراٹھے

اور شاہ میر کو دیکھ کر غصے سے

بولے، تمہیں تمیز نہیں ہے جو بنا اجازت کے میرے

آفس میں آئے

شاہ میر نے سلطان پاشا کی طرف

جھک کر ٹیبل پر زور سے ہاتھ مارے

اور ساری فائز اچھل کر زمین بوس سلطان پاشا کا چہرہ
غصے سے

سرخ پڑ گیا، اور وہ بھی اٹھ کر

غصے سے بولے، میری بیٹی ہے میں

جو مرضی فیصلہ کروں تم ہوتے کون ہو، اور غصے سے بولا

تمہاری

ہمت کیسے ہوئی میری زمل کو کسی

کے ساتھ جوڑنے کی، شاہ میر

اتنی اونچی آواز سے دھاڑا تھا۔

میں کون ہوں مجھے یہ سب بتانے والے، زل میری
محبت ہے

شاہ میر خان کی ہے۔ عشق ہے وہ

میرا، میرے ہوتے ہوئے آپ نے

ایسا کچھ کیا تو آپ کے لیے اچھا نہیں ہو گا۔

شاہ میر سلطان پاشا کی آنکھوں

میں آنکھیں ڈال کر بولا زل

صرف میری ہے مرتے دم تک ثابت نہیں ہو گا یہ میرا

آخری

فیصلہ ہے دو تین دن میں میں اپنے

موڑے اور بابا کو لیں کر آؤں گا۔

اور مجھے یقین ہے آپ انکار نہیں کریں گے اگر آپ نے
ایسا کچھ کیا

تو میں ایسا کر گزروں گا جو آپ

نے کبھی سوچا نہیں ہو گا، سلطان

پاشاہ غصے سے بولے میں تمہیں اپنی بیٹی میں ہر گز تمہاری

دسترس میں

نہیں دوں گا، شاہ میر گھسیلی سی

مسکراہٹ لیے بولا، آپ اسے ضرور

میری دسترس میں دیں گے میں دو تین دن میں آؤں گا

اگر آپ نے

انکار کیا تو میں اپنی محبت کو آپ
سے زبردستی لیں جاؤں گا۔

اور آپ ساری زندگی اپنی بیٹی کا منہ دیکھنے کے لیے
ترسیں گے شاہ میر

غصے سے کہہ کر باہر نکل گیا، سلطان پاشا شاہ میر کے
جاتے ہی غصے سے واز اٹھا کر زمین پر دے مارا۔۔۔



ماہی آج جلدی ہی صبح اٹھ گئی
تھی، اور فریش ہو کر نیچے

ڈاننگ ٹیبل کی طرف بڑھی گڈ مار ننگ مام! اور کرسی
کھینچ کر بیٹھی، مسکان بیگم اپنی بیٹی کے چہرے پر
مسکراہٹ دیکھ کر خوش ہوئی، اور بولا میری بچی آج جلدی
اٹھ گئی، اور سر پر بوسہ دیا

عاصم شاہ بھی نیچے آیا، اپنی ماں
کے سر بوسہ دیا، اور ماہی کے پاس
کرسی گسیٹ کر بیٹھا، ماہی مسکرا کر بولی، گڈ مار ننگ بھائی،
عاصم شاہ نے ماہی کے ماتھے پر لب رکھے، اور کہا گڈ
مار ننگ آج میرا بچہ بہت خوش لگ رہا ہے، ماہی نے مسکرا
کر چہرہ نیچے جھکا لیا، اور کل والا سارا
سین اس کی آنکھوں کے سامنے

لہرایا، کیسے کاوش سر نے اپنی
محبت کا اظہار کیا تھا، ماہی نے آنکھیں بند کر کے کاوش کا
لمس

محسوس کیا ماتھے پر اور فوراً
آنکھیں کھولی، عاصم شاہ اپنی
لاڈلی بہن کی ہر حرکت کو نوٹ کر رہا تھا، عاصم سب سمجھ
رہا تھا۔

کہ اس کی بہن کے چہرے پر اتنی
گہری مسکراہٹ کیوں ہے، عاصم نے
اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر اللہ سے دعا کی، یا اللہ میری بہن کو
ہر مصیبت

سے دور رکھنا، اور ہمیشہ ایسے ہی
خوش رہے، ماہی فوراً بولی بھائی گئی، اور عاصم بھی گاڑی کی
چابی اٹھا کر باہر نکل گیا
چلے یونی مجھے دیر ہو رہی ہے،
عاصم شاہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا چلو، ماہی اٹھ کر
مسکان بیگم کو سلام کر کے گاڑی کی طرف بڑھ گئی



بہرام بھی ڈائینگ روم
کی طرف بڑھا، اور سب کو سلام
کر کے داچی کی طرف بڑھا، اور

اپنا سر جھکایا، اور داجی کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا
عالیان صاحب نے اپنے بیٹے کو
مخاطب کیا، بیٹا تمہیں یاد ہے آج
جرگے پر جانا ہے جی بابا جانا ہے۔

اسلام و علیکم! داجی
حاکم خان نے اس کے سر پر پیار
دیا، اور بولے کیسا ہے میرا بچہ
میں ٹھیک ہوں، اور حاکم خان یاد ہے اور میں نے سوات
کے کچھ

سرداروں کو بھی جرگے میں بلایا

ہے، حاکم خان نے بہرام کے کندھ پر
ہاتھ رکھا، اور کہا ہمیں پورا یقین ہے تم سوات کے گاؤں
کے سرادار ہونے کا اچھے سے فرض نبھاؤ گے، بہرام نے
بس اپنا سر اثبات میں ہلایا، اور ناشتہ کرنے لگا، بہرام کا
ایک پل کے لیے ہاتھ روکا، اور پھر
بختو کو آواز لگائی، بختو بہرام کی آواز سن کر جلدی سے
آئی اور کہا جی صاحب! جاؤ ہیزل کے لیے ناشتہ ریڈی
کرو۔ زمینہ بیگم نے غصے سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھ
رہی تھی، جو کچھ دنوں سے بدلہ
ہوا نظر آرہا تھا، اور اوپر سے اس
لڑکی کی پرواہ کرنا، انہیں کھٹک رہا تھا،

آئزہ کو مخاطب کیا جو ابھی آکر بیٹھی تھی، آئزہ اپنی
بھابھی کو بھی لیں آتی آپ کے ساتھ ہی ہے نا، ہیزل
کمرے میں نہیں

دکھی اسے لگا شاید آئزہ کے پاس گئی ہو گئی، بختو فوراً بولی
صاحب جی ہیزل بی بی کچن میں ہے، بہرام کے تن بدن
میں آگ بڑھا گیا تھا۔

آئزہ فوراً بولی نہیں لالا بھابھی

میرے ساتھ نہیں ہے، بہرام ایک دم
پریشان ہو گیا، کہ وہ جب سو کر غصے سے دھاڑا کس کی
اجازت سے

کچن میں گئی ہے، زرمینہ بیگم فوراً بولی میں نے اس سے
بھیجا ہے

وہ حویلی کی مالکن نہیں ہے، جو حیثیت ہے اس کی، بہرام
نے غصے

سے مٹھیاں بونچ لی، مورے آپ کو کوئی حق نہیں بتا وہ

میرے نکاح میں آئی ہے یہ میں ڈیسا ٹیڈ کروں گا، اس

کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے۔ وہ غصے سے بول

کر کچن کی طرف بڑھ گیا، ہیزل

جو کچن میں کھڑی برتن دھورہ بیٹھی، بہرام کچن میں آیا

اور اسے

نظر ڈالتے ہوئے دیکھ کر روکا۔ جو برتن

دھونے میں مگن تھی، اور دو بٹہ

ایک کندھے کے ایک طرف جھول رہا تھا، بہرام غصے
سے اس کی طرف

بڑھا اور بازو سے پکڑ کر اپنی طرف

کھینچا ہیزل اس اچانک افتاد پر

اس کے سینے سے آگئی، اور اسے پھٹی آنکھوں سے اس
کی سرخ نیلی آنکھوں میں دیکھنے لگی، بہرام پھر دھاڑا بولو
کس کی اجازت سے آئی ہو، ہیزل نے اٹک۔۔۔ اٹک
کر بولی۔ ہیزل کی سانس سینے میں ہوا اٹک

گئی ہو، بہرام نے اس کے بالوں کو مٹھی میں دبوچا اور بولا
تم کس کی اجازت سے کچن میں آئی ہو، ہیزل جواب دیا،
مورے نے بولا تھا، بہرام

نے اس کی گرے آنکھوں میں نمی
دیکھ کر بولا، جب میں حویلی میں

ہوں گا تو تم میرے پاس رہو گی، سنا تم نے۔۔۔

، اور اس کے لبوں پر جھک گیا، ہیزل کا چہرہ سرخ پڑ گیا،
اور وہ شدت سے اس کے ہونٹوں

پر لپکا اور تھوڑی دیر بعد پیچھے ہٹا۔ میرے حویلی کے
جانے کے بعد تم

کمرے سے نکلا کرو گی، سمجھی

میری بات ہیزل نے فوراً اثبات میں

سر ہلایا، بہرام اس کے سر ہلانے مسکرا دیا۔ میرے
ساتھ چلو، اور کہہ کر باہر

نکلا، اور آئزہ کے پاس آیا، گڑیا، ہمیں آج اسلام آباد کے
لیے نکلنا ہے، تیاری

کر لو، کاوش اسے پہلے ہے کال پر بتا چکا تھا،
آج اسلام آباد جانا ہے اور تم ریڈی ہو جانا۔، بھا بھی
بھی جا رہی ہے،

آئزہ نے خوشی سے پوچھا، بہرام نے
اثبات میں سر ہلایا، زرمینہ بیگم!

کابس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کا کچھ کر دیں۔

جی لالا بہرام نے

مسکرا کر اس کے ماتھے پر لب رکھے

اور کہا جبرگے سے ہو آؤ پھر نکلتے ہے

اور اپنی بھابھی کی بھی ہیلپ کر دینا۔

ابھی بولنے ہی لگی تھی، عالیاں

صاحب نے انہیں اشارے سے منع

کر دیا، اور وہ غصے سے اٹھ کر چلا گیا۔

☐ ♥ _____ جاری ہے۔

عاصم شاہ کی گاڑی یونی کے پاس آ کر روکی، ماہی اپنے بھائی
کو پیار سے کس کرتے گاڑی سے اترنے
لگی، عاصم شاہ کی آواز پر روکی

اور کہا جی بھائی، عاصم شاہ نے مسکرا کر کہا، میرا بچہ مجھے
کس کر کے جارہا ہے اور بدلے میں کس نہیں لوگی، ماہی
مسکرا کر تھوڑا آگے جھکی، عاصم نے ماہی کے سر پر بوسہ
دیا،

اور کہا کے واپسی پر میں نہیں لینے آؤں گا، گارڈ آئے گا،
یونی سے باہر نہیں نکلنا اندر ہی رہنا، او کے بھائی، ماہی نے
اپنے بھائی کے چہرے پر پریشانی کے
تاثرات دیکھ کر بولی، اور کہا بھائی آپ ٹھیک تو ہے، عاصم
شاہ ہلکی آواز میں بولا میں ٹھیک ہوں، جاؤ تمہاری کلاس کا
ٹائم ہو گیا ہے، ماہی نے ٹائم دیکھا جہاں نونج گئے
تھے۔

اور جلدی سے گاڑی سے نکل کر اندر داخل ہو گئی، اور
عاصم نے بھی گاڑی ڈرائیو کی اور بالاج کو کال ملائی، جو
پہلی رنگ میں اٹھالی گئی، ہاں، بالاج کنگ کے بارے میں

کچھ پتا چلا، بالاج یک دم گھبرا گیا، وہ کیسے سر کو بتائے کہ
کنگ دودن

پہلے پاکستان آگیا ہے، بالاج کو اس طرح خاموش سن کر
غصے سے بولا، بالاج میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں، بالاج
ایک دم ہوش میں آیا۔

اور اٹک اٹک کر بولا، س۔۔۔۔۔ سر۔۔۔۔۔ وہ

۔۔ کنگ دودن پہلے پاکستان آگیا ہے، عاصم شاہ غصے سے
دھاڑا، واٹ! اور تم مجھے اب بتا رہے ہو، بالاج نے کچھ
کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا، عاصم شاہ کی دھاڑ پر چپ

ہو گیا، مجھے ساری انفارمیشن چاہیے اگلے بیس منٹ میں
اور فون غصے سے بند کر کے گاڑی کی ڈیش بورڈ پر مارا،

اور ماہی کے بارے میں سوچنے لگا، آج اس کی ماہی کتنی
خوش تھی آج عاصم شاہ نے ماہی کے چہرے پر ایسی
مسکراہٹ کبھی نادیکھی، جو آج تھی، جب سے کنگ کی
خبر ملی وہ پاکستان میں ہے، اس کی پریشانی میں اضافہ
ہونے لگا، اور

سوچنے لگا، مجھے کاوش کو سب بتانا چاہیے ماہی کے بارے
میں، یہ ناہوا سے بعد میں پتا چلے تو اس ان کی زندگی میں
مسئلہ ہو، اس کا دوست ہے جان سے پیارا دوست اب تو

وہ میری ماہی سے بھی محبت کرتا ہے، اس کا جاننا ضروری ہے۔۔۔



ماہی کلاس روم میں داخل ہوئی، تو کلاس میں سر کاوش کو سامنے کھڑا دیکھا، اور دل دوسو کی رفتار پر دھڑکا، جیسے ابھی باہر آجائے گا، کاوش اپنی شہزادی کو ہی غور سے دیکھ رہا تھا،

جس کے چہرے پر آج الگ ہی چمک تھی، یا وہ اسے آج اپنے محبت کے زیر اثر دیکھ رہا تھا، ماہی نے اس دشمن جاں کو دیکھا، جو اس کے دل کے رگ رگ

میں بس گیا تھا، وہ ساری رات ناسو پائی، اس دشمن جاں
نے اس کی دل کی دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔
تھا، ماہی کاوش خان کی نظروں کی

تپش کو محسوس کر کے سر جھکا لیا، اور ایک لمبا سانس کھینچ
کر اندر آنے کیا اجازت مانگی کاوش ایک دم سنجیدہ ہوا،
اور غصے سے بولا، مس ماہی آپ کو کلاس کا ٹائم نہیں پتا، جو
آپ اب آرہی ہے،

ماہی اس کے بدلے روپے کو دیکھا، اور پھر اس کی طرف
بھیگی آنکھوں سے کاوش اس کی بھیگی آنکھوں کو اگنور
کر کے بولا،

مس ماہی آپ جاسکتی ہے۔

میری کلاس کا ٹائم ختم ہونے والا ہے اب آپ اگلا لیکچر
اٹینڈ کیجیے گا، اب آپ فلحال جاسکتی ہے، ساری کلاس کے
سٹوڈنٹ ماہی کو ہی دیکھ رہے تھے، ایمان کو تو بہت خوشی
ہو رہی تھی ماہی کو ڈانٹ پڑنے پر ماہی نے اپنی بھیگی
آنکھیں صاف کی اور واپس پلٹ گئی،

کاوش ماہی کو جاتے ہوئے دیکھا، اور دل میں عجیب سا کچھ
ہونے لگا، میں کچھ زیادہ ہی بول گیا۔

ماہی جیسے ہی باہر نکلی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، کیا
اس کی محبت بے معنی تھی، یا اس نے میری محبت کا مزاق
اڑایا ہے، ایسے کیسے کر سکتا ہے وہ آپ ایسا نہیں کر سکتے،
میں آپ کو کبھی معاف نہیں
کروں گی، کبھی نہیں کروں گی، اور دیوار کے ساتھ بیٹھتی
چلی گئی اور گھٹنوں میں سر دے کر رونے لگی، اور ٹوٹ
ٹوٹ کر لفظ ادا کیے

آپ۔۔ ص۔۔ صرف۔۔ میرے ہے م۔۔ میں آپ
کو کسی۔۔ کا نہیں ہونے دوں گی آپ ماہی شاہ کا عشق بن
گئے ہے۔ ماہی آپ سے عشق کرنے لگی ہے۔

کاوش تھوڑی دیر میں کلاس سے باہر نکلا، اس کا دل ڈوب
رہا تھا کاوش خان اس کے چہرے پر جہاں محبت کے رنگ
کھلے تھے، وہی اس کی آنکھوں میں بے اعتباری دیکھ چکا
تھا۔ جیسے ہی کاوش خان آگے بڑھا،

اس کے قدم روکے، ماہی کو ایسے زمین پر بیٹھے ہوئے،
کاوش دیوانہ وار ماہی کی طرف بڑھا، اور پنجوں کے بل
زمین پر بیٹھا، اور بولا، ماہی تم ٹھیک ہو، ماہی نے سر اٹھا کر
دیکھا، اور تلخی سی مسکراہٹ

سے کاوش کی طرف دیکھا، کاوش خان ماہی کا چہرہ غور سے
دیکھنے لگا، آنکھیں رو رو کر لال ہو گئی تھیں، کاوش کو اب
خود پر غصہ آنے لگا۔

وہ کیسے ان آنکھوں میں آنسو آنے دیے، جن آنکھوں کو
پہلی نظر میں ہی دیکھ کر عشق ہو گیا تھا، کاوش نے ماہی کا
چہرہ ہاتھوں کے پیالوں میں بھرا، ماہی نے ایک ہی جھٹکے

سے دور دھکیلا اور روتے ہوئے بولی جائے مجھے آپ سے
کوئی بات نہیں کرنی، کاوش خان نے اپنی دو انگلیوں کے
پوروں سے اپنے سر کو مسلا، اور

ماہی کو اپنی گود میں اٹھا کر اپنے کعبین کی طرف بڑھ گیا،
کیونکہ یہاں کوئی نہیں تھا، ماہی نے اپنا آپ چھڑانا چاہا،
مگر بے سود، کاوش ماہی کو لے کر کعبین میں داخل ہوا اور
آرام سے صوفے پر بٹھایا، اور خود قدموں میں بیٹھ گیا،
ماہی

اسے اپنے قدموں میں ایسے بیٹھے

دیکھ کر سر سے پیر تک سرخ ہوئی، کاوش نے اس کا چہرہ
اپنے ہاتھوں کے پیلے میں بڑا، اور بولا
آئی ایم سوری میری جان! میں تمہیں ڈانٹنا نہیں چاہتا تھا،
ماہی فوراً بولی مجھے کوئی بات نہیں کرنی آپ سے، آپ نے
مجھے سب کے سامنے ڈانٹا، آپ میرے ساتھ ہی ایسا
کیوں کرتے ہیں،

اور ماہی کہہ کر ہچکیوں سے رونے لگی، کاوش اسے روتا
دیکھ کر اپنے دل پر ہاتھ رکھا، اور پھر ماہی کی آنکھوں پر
باری باری لب رکھے، ماہی کا چہرہ سرخ انگار ہوا، کاوش
اس کے چہرے پر حیا کی لالی دیکھ

کر بولا کیونکہ میں اپنی شہزادی سے بہت پیار کرتا ہوں،
ماہی کاوش کی بات پر فوراً بولی اس لیے آپ نے مجھے سب
کے سامنے ڈانٹا، بہت بڑے ہے آپ اور ساتھ ساتھ
اپنے ہاتھوں کے مکے بنا کر اس کے سینے پر برسائے لگی،

کاوش اس کی حرکت پر مسکرا کر اپنے ہاتھوں میں اس
کے ہاتھ لیے، اور کہا، بس کر دو میری جنگلی بلی اب جان
لینی ہے کیا، ماہی نے کھور کر اس کی طرف دیکھا اور بولی
اگر آپ نے مجھے دوبارہ ڈانٹا میں آپ کی جان لے لوں
گی، کاوش نے ماہی کے دونوں ہاتھوں پر لب رکھے اور
کہا، میں غلطی سے بھی

نہیں ڈانٹوں گا اپنی شہزادی کو

بس آپ رویانا کرو، میں آپ کی آنکھوں میں آنسو

برداشت

نہیں کر سکتا۔

بہرام خان جرگے سے واپس لوٹ کر آیا انہوں نے
تھوڑی دیر میں اسلام آباد کے لیے نکلنا تھا بہرام خان
آئزہ کے کمرے میں گیا وہ جیسے ہی کمرے میں داخل

ہوا۔

آئزہ بھاگ کر بہرام کے سینے سے لگی، بہرام نے اس کے گرد اپنے باہوں کا حصار باندھا اور بولا گڑیل پیکینگ کر لی ہے ہمیں آدھے گھنٹے میں اسلام آباد نکلنا ہے، آئزہ نے فوراً سر اثبات میں ہلایا اور بولی جی لالا میں نے ساری پیکینگ کر لی ہے، بھا بھی کو میں نے بولا تھا۔

میں ان کی ہیلپ کر دوں، انہوں نے انکار کر دیا کہ مجھے کبھی نہیں جانا، بہرام نے غصے سے ہاتھوں کی میٹھیاں دبوچی، اور آئزہ کو اپنے

حصار سے الگ کیا اور کہا، آپ تیار ہو کر نیچے

آجائے پھر نکلتے ہیں، اور ماتھے پر بوسہ دیا اور بیگم کی پکار
سن کر ان کے پاس آیا، اور زرمینہ بیگم کی دونوں ہاتھوں
پر بوسہ دیا اور کہا جی مورے، زرمینہ بیگم نے نم آنکھوں
سے باہر نکل گیا،

اب اس کا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا، زرمینہ بیگم جو
کمرے سے نکل رہی تھی، بہرام کو دیکھ کر پکارا، بہرام
زرمینہ سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا، ہم دیکھ رہا ہے
ہمارا بدل رہا ہے، اس لڑکی کے لیے، ایسا کیا جادو کر دیا
اس قاتل کی بہن نے کہ تم اپنے مورے بابا کے خلاف
جا کر بولا کرے گا،

تم کیسے بھول سکتے ہو اپنے بھائی کے قتل کو، بہرام نے
غصے سے اپنے اپنے بھائی کو ہر رات بردن اس کے سینے
میں آگ بھڑکتی تھی، اس کا بس نہیں چلتا تھا، کہ وہ سب
کو موت کے گھاٹ اتار ہاتھ کو دوسرے میں مسلا، اس کو
غصہ ہی دلا گیا تھا۔

اپنے مورے کے اس طرح کے الفاظوں سے وہ کیسے
بھول سکتا تھا دے، جس نے اس کے لالا کو مارا تھا، زمین
بیگم بولی بہرام یہ لڑکی ہر گز تمہارے ساتھ اسلام آباد
نہیں جائے گا، اس لڑکی کی حیثیت ایک نوکرانی کی طرح

ہے، اور تم ہر وقت اسے کمرے میں لے کر گھوم رہے
ہو، بہرام اپنی مورے کی بات کا اشارہ سمجھ کر غصے سے
دھاڑا، مورے یہ میرا مسئلہ ہے وہ میرے
نکاح میں آئی ہے۔

وہ اب میری عورت ہے اس کا فیصلہ میں کروں گا، آپ
نہیں اس کو تکلیف پہنچانے گی۔ اور کہتے اپنے قدم آگئے
بڑھا گیا۔

بہرام کے قدم ان کی اس بات پر روکے، میں تمہاری
دوسری شادی کروائے گا، جو اس حویلی حق بھی میرا ہے،

بہرام غصے سے کہہ کر آگے بڑھا، زرمینہ بیگم! اونچی آواز
سے چلائی، بہرام اس لڑکی کو ہم چھوڑے گا نہیں، اس
حویلی اور تمہارے کمرے میں خاندانی بہو آئے گی،
بہرام اپنے غصے کو کنٹرول کرتا اپنے کمرے کی طرف
بڑھ گیا۔۔۔



پاشا کو ہر گز ناگواراہ تھا کہ وہ اس انسان کا غصہ اپنی لاڈلی
بیٹی پر اتارے، سلطان پاشا جلدی سے گاڑی سے اترے
اور اندر داخل ہوئے سلطان پاشا کی گاڑی کارپوچ میں
آکر روکی، شاہ میر کی باتیں پاشا صاحب کے سینے میں تیر
کی طرح لگی، اور وہ ساری رات گھرنا آئے اور سیدھا،

زل کے کمرے کی طرف گے، اور دروازہ کھول کے اندر
داخل ہوئے پر زل کمرے میں نہیں تھی، اور ڈریسنگ
روم میں دیکھا وہر گز ایسے بات نہیں کر سکتے تھے، وہ گھر
کی ملازمہ تھی پر انہوں نے کبھی بھی ملازمہ کا درجہ نہیں
دیا، اور خان بھی ان کو بیٹا کہہ کر بھی نہیں تھی، سلطان
پاشا جلدی سے نیچے آئے اور خان بی پکارا، خان بی بھاگ
کر باہر آئی اور غصے کو کنٹرول کیا،

کیونکہ وہ خان بھی سے بلاتی تھی، جی بیٹا، سلطان پاشا
بولے آپ نے زل کو دیکھا ہے، جی بیٹا وہ تو صبح ہی باہر
نکل گئی تھی، زل بچہ بول رہا تھا وہ کسی سے ملنے گے، اور

اپنے سیکڑی کو کال ملائی جو پہلی رنگ میں اٹھالی گئی، ازبان
کہا ہو تم، ازبان بولا سر میں یونی میں ہوں ازبان بہت
چھوٹا تھا، اسے جانا ہے تو اس لیے ڈرائیور کے ساتھ
گئی ہے،

سلطان پاشا سب سمجھ گئے تھے زل کہاں گئی ہے،
سلطان پاشا غصے سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ کے
والدین کی وفات کے بعد 19 سال کی عمر میں جوہ کرنا
شروع کر دی تھی، پاشا صاحب کو اس نے سب کچھ بتایا
اپنی فیملی کے بارے میں۔۔۔۔۔

زل شاہ میر کے آفس میں داخل ہوئی، اور وہاں کو لیگ
سے پوچھا شاہ میر کے کین کے بارے میں، اور
سارے سلطان پاشا نے اسے جو ب بھی دی اور یونی میں
داخلہ کروایا، جی سر، پاشا غصے سے بولے مجھے تم آدھے
گھنٹے میں آفس میں ملو، اور فٹ سے کال بند کر دیو کرز
اس حسین لڑکی کو دیکھنے لگے، زل نے سب کی نظروں
کو اپنے اوپر محسوس کیا،

اور جھٹ سے اپنے بال پیچھے کیے، اور اپنی گلا سیسز
آنکھوں سے ہٹائی، اور چہرے پر مسکراہٹ لا کر اس لڑکی
کے پاس آئی جو اسے ایسے منہ کھول کر دیکھ رہی تھی،

زل نے اس کی آنکھوں کے آگے چوٹکی بجائی، اور بولی
مس آپ بتادے گی شاہ میر کا کین کس طرف ہے، اور
اس لڑکی نے زل کو ایسے دیکھتے ہوئے رائٹ طرف کا
اشارہ کیا، زل نے زل کو دیکھ کر مس ہما کو ایک جھٹکے سے
پیچھے کیا، جو اس کے اوپر گری ہوئی تھی، زل بھیگی
آنکھوں سے شاہ میر کو اور کبھی اس کا اشارہ سمجھ کر شاہ
میر کے کین کی طرف بڑھ گئی،

اور جب کین میں داخل ہوئی، اس کی آنکھیں پھٹنے کی
ہد تک کھل گئی، شاہ میر اس لڑکی کو دیکھ رہی تھی، شاہ میر
زل کی طرف بڑھا، اور کہا میری چھوٹی سی جان جو تم نے

دیکھا، ایسا کچھ نہیں ہے، وہ بس پتا نہیں، زلزلہ باہر کی
طرف بڑھ گئی، اور شاہ میر نے ایک ہی جھٹکے میں اس
تک پہنچا،

اور اپنے کندھے پر اٹھا گیا، اور پچھلی سائیڈ سے اپنے
کیمین سے باہر نکل گیا، زلزلہ روتے ہوئے بھاگ رہی تھی
سب اس حسین لڑکی کو روتے دیکھ کر حیران ہوئے، جھٹکا
تو تب لگا جب شاہ میر خان اس لڑکی کے پیچھے بھاگ رہے
تھے، زلزلہ میری

جان میری بات سنے ایسا کچھ نہیں ہے جو تم نے دیکھا،
سب حیران تھے اپنے اس اکڑ و بوس کے بدلے روئے

پر مس ہما کیسے اچانک گر گئی، زل نے شاہ میر کو خود سے
دور دھکیلا، اور باہر کی طرف بھاگ گئی، شاہ میر غصے سے
ہما کی طرف دیکھا، اور طرف بڑھا، زل اس کی پیٹھ پر
اپنے ہاتھوں

سے مارنے لگی، چھوڑو مجھے شاہ میر خان مجھے تم سے کوئی
بات نہیں کرنی شاہ میر زل کی باتوں کو اگنور کرتا اپنے
کیبن کی طرف بڑھ گیا۔۔۔

بہرام خان غصے سے اپنے کمرے میں داخل ہوا، اور دھاڑ
سے دروازہ بند کیا، بیزل جو لیٹی سو رہی تھی دروازے کی

آواز سن کر اچھل کر بیٹھی بہرام ہیزل کو سرخ نیلی
آنکھوں

سے دیکھ رہا تھا، ہیزل کی سانس اوپر کی اوپر اور نیچے کی
نیچے رہ گئی، بہرام نے قدم اس کی طرف بڑھائے،

ہیزل پیچھے کو کھسکی اور بیڈ کراؤن سے جا لگی، بہرام نے
ایک ہی جست میں اس کی کلائی پکڑ کر کینچھا ہیزل
سیدھا آکر اس کے چوڑے سینے میں سمائی اور بھیگی

آنکھوں سے بہرام کی نیلی آنکھوں میں دیکھنے لگی، بہرام
غصے اس کے بالوں کو مٹھی میں دبوچہ اور کہا، تم ہوتی کون
میرے فیصلے سے انکار کرنے والی ہیزل نے اپنے بال اس

کی مٹھی سے چھڑوائے، اور بھاگنے کے انداز میں بیڈ سے
اتری بہرام اسے خود سے بھاگتے ہوئے غصے سے دھاڑا،
اگر تم ایک قدم بھی آگے بڑھی تمہارا وہ حال کروں گا،

تم خود سے بھی منہ چھپاتے پھر وگی بیزل وہی رک گئی
اور رخ پلٹے ہسنے لگی، بہرام جو اس کی طرف قدم
بڑھانے لگا، وہی رک گیا، آج وہ اسے پہلی دفعہ ہستے
ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ڈمپل دیکھے، بہرام
نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور غصے سے اس کی طرف
بڑھا، اور بالوں سے پکڑ کر چہرہ اپنے مقابل کیا۔

ہیزل اس کی نیلی آنکھوں میں دیکھ کر بولی، آپ خانوں
کو آتا ہی کیا عورت کو روندنے کے علاوہ ساری ساری
رات بستر پر پٹختے ہے۔

ہیزل ابھی بولنے ہی لگی تھی، بہرام نے غصے سے دور
دھکیلا، ہیزل اوندھے منہ زمین پر جاگری، بہرام پنچوں
کے بل ہیزل کے قریب بیٹھا،

اور بالوں سے پکڑ کر بولا، اچھا لگا تمہارا اس طرح بولنا،
آئی لائک یو! بہرام نے اور شدت سے اس کے بال
دبوچے اور پھنکارا میں نے تمہیں روندہ، بیوی ہوونی میں
آئی ہوئی اس سے بھی بدتر حالت کروں گا۔

جسے تم ساری زندگی یاد رکھو گی ہیزل نے بھیگی آنکھوں
سے دیکھا اور کہا، اور کیا کرو گے خان سب کچھ تو کر لیا،
آپ کو لگتا ہے ہیزل خان اتنی سستی ہے کہ وہ آپ کی
قربت پانے کے لیے مری جا رہی ہے، وہ اس کی
آنکھوں میں دیکھتے استھیزیہ بسی، بہرام خان کی مٹھیاں
بھنچی تھی۔

وہ بہرام خان کی مٹھیوں کی کڑکڑاہٹ کی آواز سن کر
چپ ہوئی۔ بہرام نے اس کے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا،
تم مجھے بتاؤ گی بہرام خان جب چاہے جیسے چاہے تمہیں

چھو سکتا ہے، اب یہ وجود صرف بہرام خان کا ہے سمجھی،
جب چاہے روند کر پھینک سکتا ہے۔

تم کچھ بھی نہیں کر سکتی۔

تمہاری ایک ایک سانس پر بہرام خان کا حق ہے، بہرام
خان نے اسے خود سے دور دھکیلا اور کہا جلدی تیار ہو کر
آؤ اسلام آباد کے لیے نکلنا ہے، ہیزل فور ابولی مجھے کہی
نہیں جانا، بہرام اس کی طرف بڑھا، ہیزل دو قدم پیچھے
ہوئی کچھ زیادہ نہیں زبان چل رہی تمہاری، بہرام غصے
سے دھاڑا اب یہ زبان میرے سامنے مت کھلے، دس
منٹ میں تیار ہو کر آؤ مجھے نہیں جانا، چٹاخ بہرام نے

ہیزل کے منہ پر تھپڑ مارا ہیزل اوندھے منہ ٹیبل پر جا
گری اور جگ نیچے گرا اور ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا،

ہیزل کے بازو اور کمر پر کانچ کے کچھ ٹکڑے چب گئے،
اور خون نکلنا شروع ہو گیا، بہرام غصے سے اس کی طرف
بڑھا، اور ٹھوڑی سے پکڑ کر چہرہ اوپر کیا، اور بولا اگر یہ
زبان میرے سامنے دوبارہ کھلی تو تمہاری زبان ہی کھینچ
نکالو گا۔

بہرام اس کی تکلیف کو انور کرتے ہوئے بولا اگر تم اس
کمرے سے باہر نکلی، تمہارے ساتھ اچھا نہیں ہو گا،

ہیزل جو سسکیوں سے رو رہی تھی، اس کی بات پر اثبات سے سر ہلایا، بہرام اس کی چوٹ کو انگور کرتے کمرے سے نکل گیا، آئزہ لاونج میں بیٹھی بہرام کا انتظار کر رہی تھی، بہرام آئزہ کو دیکھ کر اس کی طرف بڑھا، اور کہا چلو گڑیا چلے، آئزہ بولی بھا بھی، نہیں جارہی، بہرام بولا نہیں جارہی وہ چلو تم لیٹ ہو رہا ہے اور کہہ کر آگے بڑھ گیا، اور آئزہ بھی گاڑی کی طرف بڑھ گئی، بہرام کی گاڑی سوات کی سڑکوں پر دوڑ رہی۔

تھی، بہرام غصے سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا، ہیزل کے بولے گئے لفظ سماعتوں میں گونج رہے تھے،

ہیزل کمرے میں وہی بیٹھی پھوٹ پھوٹ کر رودی
مقابل نے اس کے زخم کی بھی پرواہ ناکی اور ایسے ہی
چھوڑ کر چلا گیا، ہیزل اب سسکیوں سے رونے لگی، پر
وہاں سے نا اٹھی، ہیزل کا خون قطروں کی صورت میں
فرش کو لال کر رہا تھا۔



شاہ میر خان زمل کو لے کر اپنے کیمین میں آیا اور آرام
سے صوفے پر بٹھایا، زمل نے شاہ میر کو خود سے دور
جھٹکا، اور بولی، مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی مجھے گھر
جانا ہے بابا ویٹ کر رہے ہو گے، شاہ میر پنچوں کے بل

اس کے قدموں میں بیٹھا، شاہ میر خان کسی کے آگے
نہیں جھکتا تھا،

آج وہ اپنی محبت کے لیے اس کے قدموں میں بیٹھا شاہ
میر نے زل کا ہاتھ پکڑا، اور کہا پر میں تو اپنی چھوٹی سی
جان کے ساتھ بات کرنا چاہتا ہوں، زل نے ایک جھٹکے
سے ہاتھ کھنچا، اور کہا جائے آپ اس چڑیل سے ہی بات
کرے جا کر مجھے نہیں کرنی، آپ سے کوئی بات آپ مجھ
سے کوئی پیار و یار نہیں کرتے، اور رونے لگی، شاہ میر نے
اس کے آنسوؤں کو اپنے لیوں سے چنا اور بولا تم سے بہت
محبت کرتا ہوں، تم میرا عشق ہو، تم میری زندگی ہو تم

میری ہر سانس میں بستی ہو، زل بولی آپ اس چڑیل
کے ساتھ کیا کر رہے تھے،

شاہ میر نے دیکھا اس کی سوئی وہی اٹکی ہے، تو بولا جیسا تم
نے دیکھا ہے ایسا کچھ بھی نہیں ہے شاہ میر خان تمہارا ہی
ہے مرتے دم تک تمہارا ہی رہے گا، زل نے اس کے
سینے پر مکے برسائے اور بولی، آپ نے کسی کی طرف آنکھ
اٹھا کر دیکھا بھی تو میں آپ کی جان لے لوں گی، اور شاہ
میر کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگی، شاہ میر نے زل کو
اپنے سینے سے شدت سے حصار باندھا، اور اس کے بالوں
کو شدت سے چومنے لگا،

اور کہا بہت جلد تمہیں اپنی دسترس میں لے لوں گا، اب
اور نہیں تم سے دور رہا جاتا۔ زل

نے سر اٹھا کر دیکھا، اور پھر مسکرا کر شاہ میر کے کندھے
پر سر ٹکالیا، میرا زل کے میر کہنے پر مسکرا کر بولا جی میر
کی جان! مجھے بھوک لگی ہے،

ناشتہ نہیں کیا میں نے میرے
پیٹ میں چوہے رقص کر رہے ہیں، شاہ میر اس کے
معصومانہ انداز پر مسکرا کر بولا چلو آؤ تمہارے پیٹ میں

رقص کرتے ہوئے چوہوں کا بندوبست کرتے ہے، اور
زل کا ہاتھ پکڑ کر باہر چل دیا۔



عاصم شاہ اپنے سیکرٹ روم بیٹھا تھا، بالاج، احمد خان بھی
وہی تھے، عاصم نے بالاج کو کنگ کی انفارمیشن نکالنے کا
بولا تھا، بالاج عاصم کو دیکھ کر بولا، سر وہ کنگ اپنا بیس
بدل کر اسلام آباد کے ہوٹل میں روکا ہے،

یہ نہیں پتا چلا وہ کس ہوٹل میں روکا ہے، احمد خان! بولا
سر اتنا پتا چلا ہے کنگ یہاں کسی لڑکی کے لیے آیا ہے،

عاصم شاہ یک دم سیدھا ہو کر بیٹھا اور بولا کونسی لڑکی، سر
وہ نہیں پتا چلا، عاصم شاہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا،
اسے ماہی کی فکر ہونے لگی، عاصم غصے سے بولا مجھے پتا کر
کے بتاؤ وہ کونسی لڑکی کے لیے آیا ہے، اور یہ بھی پتا کرو
وہ کونسا بیس بدل کر رہ رہا ہے اور کہہ کر باہر نکلا اور گاڑی
میں بیٹھا، اور یونی کے راستے کی طرف لی اب اسے ماہی کو
ہرگز نہیں اکیلا چھوڑنا تھا، عاصم کی گاڑی یونی آکر روکی
اور ماہی کا انتظار کرنے لگا، اور کچھ دیر میں کاوش اور ماہی
باہر آئے، ماہی اپنے بھائی کے سینے کے ساتی لگی ہوئی
تھی۔

بہرام خان کی گاڑی یونی کے گیٹ پر آکر روکی آئزہ نے
ضد پکڑی تھی پہلے یونی جائے گے لالا مجھے لالا کی یونی
دیکھنی ہے، بہرام آئزہ کی زد کی وجہ سے یونی آیا پہلے،
آئزہ جلدی سے گاڑی سے اتری اور کاوش جو اسی طرف
دیکھ رہا تھا۔

آئزہ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا، اور کاوش نے اپنی
باہیں پھیلائی اتر و بھاگ کر اپنے بھائی کے سینے سے لگی،
عاصم بس کھڑا وہاں اس لڑکی کو دیکھتا رہا اور ماہی بھی، جو
کاوش کے ایسے آکر سینے سے لگی تھی۔ ماہی گھور کر کاوش
کو دیکھ رہی تھی، کاوش اپنی جنگلی بلی کو ایسے گھورتے

ہوئے دیکھا، اور پھر آئزہ کی طرف مخاطب ہوا، کیسی ہے
میری گڑیا آئزہ چہک کر بولی میں ٹھیک ہوں لالا
آئزہ کے لالا بولنے پر ماہی نے دل پر ہاتھ رکھا، کاوش ماہی
کی ہر ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا، آئزہ نے سامنے
کھڑے اس ہنڈسم سے لڑکے کو دیکھا، اور پھر اس لڑکی
کو لالایہ کون ہے، اچھا یہ، کاوش نے جھک کر آئزہ کے
کان میں کہا یہ آپ کی ہونے والی بھابھی، آئزہ چہک کر
بولی واقعے میں، کاوش نے اثبات میں سر ہلایا اور ماہی کی
طرف

بڑھی جو عاصم کے حصار میں کھڑی تھی، آئزہ پاس آئی
اور بولی، اووئی ہنڈ سم ذرا میری بھابھی کو چھوڑے مجھے
ان کو گلے ملنا ہے، عاصم تو اس چھوٹی سی لڑکی کو ہو
دیکھتا رہ گیا۔

کاوش نے اپنے دوست کو ایسے سٹل دیکھ کر ہنکارا بھرا۔
عاصم شاہ جلدی سے ماہی سے پیچھے ہوا، اور آئزہ ماہی کے
گلے لگی، بہرام نے ان سب کو ہوں چھوٹے خان اپنے
لالا کو بھول گے، کاوش پیٹ سے گلے لگا اور کہا میں اپنے
لالا کو کیسے بھول سکتا ہے، یہ عاصم شاہ میرا دوست،
بہرام عاصم شاہ کے گلے لگا۔

اور ماہی کے سر پر ہاتھ رکھا، عاصم نے کاوش سے کہاں
چلو ہم چلتے ہیں، آئزہ فور ابولی ایسے کیسے، میرا مطلب
مجھے اپنی ہونے والی بھابھی سے باتیں کرنی ہے، عاصم نے
مسکرا کر اس چھوٹی سی لڑکی کی طرف دیکھا، اور کہا ہمیں
چلنا چاہیے پھر کبھی باتیں کر لینا کاوش نے کہا ٹھیک ہے
گڑیا جانے دو آپ کل ان سے باتیں کر لینا آئزہ منہ بنا کر
بولی۔

.....

شاہ میر کی گاڑی پاشا مینشن کے باہر آکر روکی وہ زل کو
ناشتہ کروانے کے بعد خود ہی چھوڑنے آیا تھا، زل ابھی
گاڑی سے اترنے لگی،

شاہ میر نے

زل کی کلائی سے پکڑ کر کھنچا، زل کا سر اس کے سینے سے
آکر لگا، زل نے گھور کر شاہ میر کی طرف دیکھا جیسا کہنا
چاہ رہی ابھی مجھے چوٹ لگ جاتی۔

شاہ میر اسے ایسے گھورتے ہوئے بولا بھوت دیکھ لیا، جو
ایسے دیکھ رہی ہو، زل نے مسکرا کر سر نفی میں ہلایا، شاہ

میر نے جھک کر اس کے کان کی لوں پر اپنی گرم سانسیں
چھوڑی، زل کی تو مانوسانس اٹک گئی ہو،

زل نے اپنی کلائی چھوڑانے کی کوشش کی، شاہ میر نے
اپنی گرفت اور مضبوط کی اور کہا یہ ہاتھ تم کبھی بھی نہیں
چھڑوا سکتی۔

شاہ میر نے زل کا ہاتھ اٹھا کر اپنے لبوں سے لگایا، زل کا
چہرہ سرخ پر گیا۔

شاہ میر نے مسکرا کر دیکھا، اور بولا میری چھوٹی سی جان
ابھی تو میں نے کچھ کیا ہی نہیں،

شاہ میر نے زل کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنی گود میں
بٹھایا، زل کا دل تو جیسے پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا۔

زل نے اٹھنا چاہا، شاہ میر نے اپنی گرفت اور مضبوط کی
میر اچھوٹا سا کا کا اب اگر آپ نے ہلنے کی کوشش کی
تو آپ کے لیے اچھا نہیں ہو گا۔

زل نے شاہ میر کے کا کا کہنے پر اپنی نظریں اٹھا کر دیکھا،
اور کہا میں آپ کہ کہا سے کا کا لگتی ہوں۔

شاہ میر اس کی معصوم ادا پر قہقہا لگانے لگا، زلنے اسے
ایسے ہستے ہوئے دیکھا، اور اپنے آپ کو شاہ میر کی گرفت
سے چھڑوانے لگی، شاہ میر نے اس کو مزاحمت پر ایک ہی
جھٹکے سے خود میں بوچھا،

اور کہا تم میرے لیے میرا کا کا ہی ہوں، اور شاہ میر نے
زل کی گردن پر لب رکھے، زل نے بوکھلا کر شاہ میر کی
شرٹ کو اپنے ننھے ہاتھوں کی مٹھیوں میں لیا،

شاہ میر اس کی گھبراہٹ کو محسوس کر کے بولا میری
چھوٹی سی جان کچھ نہیں کروں گا۔

بس چھوٹی چھوٹی جسارتیں تو کر سکتا ہوں، پھر باقی تب
کرے گے، جب تم کو اپنی دسترس میں لے لوں گا، زمل
بولی میر زمل اس قدر سن کر اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔

اور بولا اپنے ان پیارے ہونٹوں سے پھر کہنا جو پہلے بولا
تھا، زمل نے نفی میں سر ہلایا شاہ میر پھر بولا، ایک دفعہ
پلیز، زمل نے سر اٹھا کر دیکھا معصوم ادا سے بولی،

شاہ میر کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا، پر وہ ایسا نہیں کر سکتا
تھا، جب تک اس کی چھوٹی سی جان اس کی دسترس میں نا
آ جاتی شاہ میر خان زل کے منہ سے میر!! لفظ سُن کر الگ
مُسکرا دیا۔

شاہ میر کی طرف دیکھا اور بولی میر!! زل کو شاہ میر نے
کھینچ کر سینے سے لگایا،

اور کہا جی میر کی جان آپ کے ان لبوں سے اپنا نام سن
کر اس قدر دل کو سکون ملا کہ میں بیان نہیں کر سکتا،

زل نے پھر بولا میر-----بابا---ویٹ---کر---
رہے ہو گے، مجھے جانا ہے۔

شاہ میر نے زل کے لبوں پر اپنے لب رکھے، اور چھوٹی
سی شرارت کر کے پیچھے ہوا، زل کا تو مانو چہرہ سرخ پڑ گیا
میر کی جان آپ تو ابھی سے گھبرا رہی ہے جب آپ پر
اپنی تشنگی مٹاؤ گا۔

تب آپ کیا کرے گی، زل نے فوراً نظریں جھکالی۔

چلے آپ جائے شاہ میر کے ابھی آدھے لفظ منہ میں ہی
تھے۔

زمل فوراً اس کی گود سے اٹھی اور گاڑی کا دروازہ کھول
کر باہر نکلی شاہ میر اس کی اس حرکت پر مسکرا دیا۔

مس زمل پاشا اونچی آواز سے بولا، بھاگ لیں جتنا بھاگنا
ہے، میری دسترس میں آنے کے بعد آپ کو ایک منٹ
کے لیے بھی نہیں چھوڑوں گا، میر کی جان!!

زل نے مسکرا کر اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور اندر کی طرف
بڑھ گی، شاہ میر نے بھی گاڑی سٹارٹ کی اور وہاں سے
نکلا۔۔۔



سب ہی کاوش کے آفس میں بیٹھے تھے آئزہ کے اسرار پر
عاصم شاہ کو رکنہ پڑا،

آج تک عاصم شاہ کسی کی بات کو اتنا خاطر میں نہ لایا، آج
اس چھوٹی سی لڑکی کے اسرار پر وہ مغرور انسان رک گیا
تھا۔

وہ سب لوگ باتیں کر رہے تھے۔

عاصم کی نظریں بار بار بھٹک کر آئزہ کی طرف جاتی تھی
کاوش نے عاصم کو دیکھا جو اس کی بہن کو یک ٹک دیکھنے
میں مصروف تھا، اس نے عاصم کے بازو پر چٹکی کاٹی،
عاصم نے گھور کر کاوش کو دیکھا، اور عاصم بولا کمینے سالے
یہ کیا حرکت تھی۔

کاوش نے گھور کر دیکھا، پہلے تو میں تیرا دوست ہوں تو
سالہ کہا سے بن گیا۔

عاصم نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی، اور آثرہ کی طرف
دیکھ کر بولا بہت جلد تمہیں سالہ بھی بنالوں گا، کاوش نے
عاصم کے کان پر جھک کر کہا بہن ہے میری اپنی نظریں
نیچے کر جو تو ترسی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔

بہرام جو کب کا ان کی طرف دیکھ رہا تھا، اور پھر بولا

ایسی کون سی باتیں ہو رہی ہے جو تم لوگ لڑکیوں کی
طرح ایک دوسرے کے کان میں جھک کر کر رہے ہو،

نہیں لالا ایسی کوئی بات نہیں، اور ساتھ ساتھ عاصم کو
گھوری سے نوازہ، آثرہ کب سے ماہی کے ساتھ ایسی
باتوں میں مگن تھی۔

جیسے پتا نہیں سالوں کی پچھڑی ہوئی دوست مل گئی ہو،
ماہی بھا بھی، بہرام آثرہ کے منہ سے بھا بھی لفظ سن کر
حیران نظروں سے کاوش کی طرف دیکھا، کاوش نے
مسکرا کر نظریں نیچی کر لی بھا بھی آپ کو پتہ آپ بہت
خوبصورت ہے بلکل میری ہیزل بھا بھی کی طرح وہ بھی
بہت پیاری ہے بہرام ہیزل کا نام سن کر ٹھٹکا،

وہ تو جیسے بھول ہی گیا تھا۔

کہ اس کی زندگی تھا، کہ اس کی زندگی میں کوئی اور وجود
بھی ہے، بہرام نے آنکھیں بند کی اور سارا منظر آنکھوں
کے سامنے لہرایا، ہیزل کا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
بات کر پھر اچانک ہی اس کی درد بھری آواز سنائی، بہرام
سیدھا ہو کر بیٹھا، اور اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔

جو اس لڑکی کے لیے بے چین ہو رہا تھا، وہ کانچ پر گری
تھی، اس کے پاؤں میں اور کمر میں کانچ پیوست ہوا تھا۔

اور خون بھی نکل رہا تھا، اور میں اسے ایسے کیسے چھوڑ کر
آسکتا ہوں، بہرام جلدی سے اٹھا، اور باہر جانے لگا،
اسے ابھی سوات کے لیے نکلنا تھا، لالا آپ کہی جا رہے
ہے، کاوش نے پوچھا

بہرام سرسری سا جواب دے کر باہر نکل گیا، ہاں
سوات جا رہا ہوں آئزہ کاوش کے پاس آئی اور چہرے پر
دنیا جہاں کی پریشانی لے کر شاہ میرہ کو پریشانی میں دیکھ
کر مسکرایا اور منہ میں ہی بڑبڑایا آپ کی اتنی سی پریشانی
نہیں دیکھی جا رہی مجھ سے کیوں ایسا کیوں ہو رہا ہے۔

لالا بہرام لالا کو کیا ہوا، ابھی دو گھنٹے ہوئے ہیں، کاوش
نے اپنی معصوم بہن کو دیکھا، اور بولا آپ اپنے اس
چھوٹے سے ذہن اثر ناڈالے کچھ کام یاد آگیا ہو گا۔

عاصم بھی نہیں جانتا، عاصم شاہ اپنی ہی سوچوں میں گم
تھا، موبائل کی رنگ پر ہوش میں آیا، اور جہاں بالاج کی
کال آرہی تھی، فوراً سے کال یک کی، اور کان سے لگایا۔

ہاں بولو بالاج سرکنگ کی انفارمیشن نکال لی ہے، ہم!!
بولو سروہ کنگ PHA کے کسی اپارٹمنٹ میں روکا ہوا
ہے، گڈ اور وہ لڑکی کا پتا چلا کون سی لڑکی کے لیے آیا ہے،

سر وہ۔۔۔۔ میں۔۔۔ بالاج اٹک۔۔۔ اٹک کر جواب دیا،
سر کنگ بہت شاطر ہے اسے۔۔۔ پتا۔۔۔ چل گیا تھا۔

کہ ہم نے اس کی ساری انفارمیشن نکال لی ہے پر سر اس
نے اپنی انفارمیشن خود ہی لیک کی کہ ہم آپ تک پہنچا
سکے، عاصم غصے سے دھاڑا، واٹ!! ماہی اپنے بھائی کی
طرف دیکھنے لگی۔

وہی کاوش اور آئزہ بھی کہ اچانک کیا ہو گیا ہے کہ عاصم
غصے سے دھاڑا، اور بولا بالاج بولے کس کے لیے آیا

ہے، بالاج کیسے بتاتا کہ کنگ اس کی بہن کے لیے آیا ہے۔

بالاج کو چپ دیکھ کر فون زمین پر دے مارا، آئزہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہوئی، عاصم نے آئزہ کی طرف دیکھا جو اس سے ڈر رہی تھی، عاصم نے غصے سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور ماہی کی طرف دیکھا، جو آنکھوں میں آنسو لیے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

کاوش نے ماہی کی آنکھوں

میں آنسو دیکھ کر اپنی مٹھیاں غصے سے بوئچی اور عاصم پر
قہر بھری نظروں سے دیکھا، عاصم ماہی کی طرف بڑھا،
ماہی میرا بیٹا، کچھ نہیں ہوا آپ سانس لو، اسے پتا تھا۔

جب بھی وہ غصہ کرتا ہے ماہی گھبراہٹ سے سانس نہیں
لے پاتی ماہی میں نے بولا سانس لو، کاوش ماہی کو ایسے دیکھ
کر تڑپ کر ماہی کی طرف بڑھا، اور اپنی باہوں میں اٹھا کر
صوفے پر لٹایا ماہی پلیر سانس لو کاوش کو ایسے لگا، جیسے
اس کا دل بند ہو گیا ہو۔

ماہی سانس لو ماہی ایسے ہی بے سدھ پڑی تھی، عاصم نے
آئزہ کو مخاطب کیا، جو کھڑی رو رہی تھی، جی! ماہی کے
بیگ میں انہیلر ہو گا، وہ لاؤ، آئزہ جلدی سے ماہی کے
بیگ میں سے انہیلر نکال کر عاصم کی طرف بڑھی، عاصم
نے جلدی سے ماہی کہ منہ میں انہیلر دبا کر دو سے تین
دفعہ پمپ کیا، ماہی اب لمبے لمبے سانس لینے لگے،

کاوش نے اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا، اور ماہی کی کمر
سہلانے لگا اپنے ہاتھ سے کچھ دیر بعد ماہی کا سانس بہال
ہوا کاوش نے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھے،

عاصم یہ دیکھ کر مسکرا دیا، اپنی بہن کے لیے کاوش کو فکر مند ہوتے دیکھ کر۔۔

ماہی آپ ٹھیک ہے کاوش نے ماہی کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرا، ماہی نے کاوش کے چہرے پر فکر مندی دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا، کاوش بولا آپ نے تو ہماری جان نکال دی تھی۔

عاصم ماہی کی طرف بڑھا، ماہی کو اپنے حصار میں لیا، اور ماتھے پر بوسہ دیا اور ہاتھوں پر جا بجا لمس چھوڑنے لگا، کاوش غصے سے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بونچ گیا، اسے ذرا

برداشت نہیں تھا ہورہا عاصم کا ماہی کو پیار کرنا، عاصم ماہی
کے ہاتھوں پر بوسہ دیا۔

اور کہا ماہی آپ کا بھائی آپ کو کچھ نہیں ہونے دے گا،
کبھی غصہ نہیں کروں گا اپنے بچے پر، ماہی نے عاصم کو
پکارا بھائی، جی بھائی کی جان مجھے گھر جانا ہے، اوکے اٹھو،
کاوش نے عاصم کے حصار سے کھینچ کر ماہی کو گلے لگایا۔

اور ہاتھ سے ماہی کے سر پر عاصم کا لمس مٹایا اور وہاں
اپنے لب رکھے، آئزہ اپنے بھائی کی یہ حرکت دیکھ کر
مسکرا دی اور وہی عاصم بھی کاوش بولا چلو آپ جاؤ گھر جا

کر آرام کرو کل یونی آنے کی ضرورت نہیں اوو کے ماہی
نے اثبات میں سر ہلایا، آئزہ نے بھی ماہی کو گلے لگایا اور
دونوں گال پر کس کی اپنا خیال رکھیے گا، ماہی نے آئزہ
کے بھی باری باری گال چومے بہت پیاری تم گڑیا، آئزہ
نے بال ایک ادا سے پیچھے

کیے اور بولی وہ تو میں ہوں، عاصم آئزہ کی ادا پر
مسکرایا۔ اور ماہی کو چلنے کے لیے بولا۔

.....

زمینہ بیگم کمرے میں غصے سے ٹہل رہی تھی۔

کیسے بہرام تم ایسا کر سکتا ہے، تم جانتا بھی ہے وہ لڑکی
ایک قاتل کی بہن ہے۔

نہیں نہیں۔۔۔۔ بہرام میں اس لڑکی کو تمہاری زندگی
سے نکال کر رہوں گی، زرمینہ بیگم کمرے سے باہر نکلی
اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔

بختو جو کچن میں کھڑی برتن دھور ہی تھی، بختو زرمینہ
بیگم نے آواز لگائی، جی خان بی بی، وہ لڑکی کہا ہے، پہلے
بختو کو سمجھنا آئی،

پھر جب آئی خان بی بی وہ تو صبح سے اپنے کمرے سے ہی
نہیں نکلی بہرام صاحب کے جانے کے بعد، زرمینہ بیگم
فورا بولی، وہ بہرام کے ساتھ نہیں گئی۔

بختوا بھی پوچھنے ہی لگی تھی، کہاں نہیں گئی زرمینہ بیگم
فورا سے کچن سے نکلی اور بہرام کے کمرے کی طرف بڑھ
گئی۔

ہیزل کمرے میں اسی جگہ ہی ساکت بیٹھی تھی،
جہاں کانچ پھیلا ہوا تھا، ہیزل تین گھنٹوں سے وہی بیٹھی
رہی۔

اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ وہاں سے اٹھ سکے،
ہیزل کی رو رو کر آنکھیں سوج گئی تھیں، ہیزل نے اپنے
پاؤں کی طرف دیکھا جہاں سے

ابھی تک خون نکل رہا تھا، ہیزل کے پھر سے آنکھوں
میں آنسو بہنے لگے، ماما!!! بابا ہیزل اپنے مورے اور بابا کو
بے بسی سے پکارا،

بابا مجھے نہیں رہنا یہاں، سب ظالم ہے یہاں، لا لا مجھے
یہاں سے لے جائے میں مرجاؤں گی۔

ہیزل چیخ چیخ بولی اور پھر رونے لگی زرمینہ بیگم دھاڑ سے
دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئی ہیزل بوکھلا کر
پیچھے کو کھسکی،

زرمینہ بیگم اسے ایسی حالت میں دیکھ کر پہلے ٹھٹکی اور پھر
غصیلی مسکراہٹ لے کر ہسنے لگی ہیزل کے آنسوؤں میں
روانی آئی

زرمینہ بیگم ایک ہی جست میں اس تک آئی اور بالوں
سے پکڑ کر کھڑا کیا ہیزل کی فلک شگاف چیخنی گونجی، کھڑا
ہونے سے پاؤں میں کانچ اور اندر چلا گیا۔

اور روانی سے خون بہنے لگا، ہیزل نے بے بسی سے زرمینہ
بیگم کی طرف دیکھا، زرمینہ بیگم نے ہیزل کے چہرے پر
زوردار تھپڑ مارا ہیزل لڑکھڑاتی ہوئی زمین پر اوندھی منہ
جاگری،

زرمینہ بیگم اس کے پیٹ کو غصے سے دیکھ کر دھاڑی
قاتل کی بہن ہو، دل تو کر رہا۔

تمہارے سینے میں گولیاں تان دوں جیسے تم لوگوں نے
میرے دامیار کو ماری، پر میں ایسا نہیں کر سکتی عورت
ہوں نا ہاتھ بندھے ہیں میرے، تمہاری اس کمرے میں
کوئی جگہ نہیں، یہ کمرہ بہرام کی بیوی کا ہے۔

جو کے تم نہیں ہو تم تو اپنے قاتل بھائی کا قرضہ ادا کرنے
آئی ہو۔

تمہیں بہرام کی زندگی سے باہر نکال پھینکو گی۔

سنا تم نے لڑکی، زرمینہ بیگم نے اس کے بالوں کو مٹھی
میں دبونا چاہا،

بہت جلد بہرام کی شادی کرواؤ گی، اس حویلی کی خاندانی
بہولے کر آؤ گی، جو بہرام اور اس حویلی کے قابل ہو،
ایک قاتل کی بہن کو کبھی بھی اپنی بہو تسلیم نہیں کروں
گی،

ہیزل کو ایک ہی جھٹکے میں چھوڑا اور وہاں سے نکل گئی
زمینہ بیگم کے جاتے ہی ہیزل زمین پر سر رکھ کر پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگی۔

باشم خان اپنے ڈیرے میں بیٹھا سگریٹ پے سگریٹ
پھونک رہا تھا۔

جب سے ہیزل گئی تھی باشم خان حویلی بہت کم جاتا تھا۔

کیونکہ اپنی مورے کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا
تھا۔

بیزل کے جانے کے بعد مہک بیگم نے چپ پکڑ
لی تھی، ہاشم اپنی ماں کو ایسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ہاشم نے صرف اپنی ماں کو بستے ہوئے دیکھا تھا، عالیان
بھی مہک بیگم سے بہت محبت کرتے تھے۔

کبھی بھی عالیان خان کو ان کے نام سے نہیں پکارا، ہمیشہ
مسکان کہہ کر پکارتے تھے۔

اور مہک بیگم کو ان کے مسکان کہنے پر بہت غصہ ہوتی
تھی، کیونکہ، مسکان مہک کی بہن تھی۔

ان دونوں کے چہرے بے حد ملتے تھے، مسکان خان کے
جانے کے بعد مہک بہت مشکل سے سنبھلی تھی باشم اپنی
مورے کی باتیں یاد کر کے مسکرایا، اور کہا مورے میں
ہیزل کو ضرور واپس لے کر آؤں گا۔

یہ ہاشم خان کا وعدہ ہے، میں تب تک چوہیلی قدم نہیں
رکھوں گا جب تک میں اپنی بہن کو ان خانوں سے واپس نا
لے آؤ۔

بہرام کی گاڑی سوات کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔

بہرام نے غصے سے سٹرینگ پر مکہ مارا، کیوں، کیوں میں
اس لڑکی کا درد برداشت نہیں کر سکتا۔

آخر کیوں وہ میرے دل و دماغ پر چھائی جا رہی ہے، یہ
جانتے ہوئے بھی وہ دامیاری لالا کے قاتل کی بہن ہے۔

نہیں میں ایسا کیوں سوچ رہا ہوں، وہ لڑکی یہ سب ہی
ڈیزرو کرتی ہے۔

بہرام نے سگریٹ جلا کر گہرے کش لینے لگا۔

اور گاڑی روکی، اور سیٹ سے ٹیک لگا کر گہرے کش لینے
لگا، اور جیسے ہی آنکھیں موندی، نازک وجود آنکھوں

کے سامنے آیا، اس کا زخمی وجود سامنے آیا جہاں سے
خون نکل رہا تھا۔

بہرام نے سگریٹ انگلیوں کے پوروں سے مسلا اور
گاڑی سٹارٹ کی اور تھوڑی دیر میں گاڑی حویلی کے پاس
پہنچی، گارڈ نے فوراً گیٹ کھولا،

بہرام نے جلدی سے گاڑی کارپوچ میں پارک کی اور
گاڑی سے اتر کر زنان خانے کی طرف بڑھا زرمینہ بیگم جو
بہرام کے کمرے سے آرہی تھی۔

بہرام کو دیکھ کر حیران ہوئی، بہرام نے زرینہ بیگم کو
سلام کیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

زرینہ بیگم بہرام کی پشت کو گھور کر دیکھا، اسے یقین
نہیں آرہا تھا۔

بہرام اتنی جلدی سے واپس آجائے گا، جسے گئے
ہوئے کچھ گھنٹے ہوئے تھے، زرینہ بیگم روتے ہوئے اپنے
کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔

بہرام کمرے میں داخل ہوا، ہیزل کو ایسے زمین پر بیٹھے
ہوئے دیکھا، جو گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھی تھی۔

بہرام

نے کمرے کی طرف نگاہ دھرائی جہاں فرش پر خون پڑا
تھا۔ اور پھر ہیزل کی طرف دیکھا، بہرام کو ایسے لگا جیسے
اس کا دل بند ہو گیا ہو۔

اور جلدی سے ہیزل کی طرف بڑھا، اور گھٹنوں کے بل
ہیزل کے پاس بیٹھا، اور ہیزل کو پکارا ہیزل۔۔۔۔۔

ہیزل بہرام کی آواز سن کر فوراً سراٹھا کر دیکھا، اور
پیچھے کو کھسکی، بہرام نے اسے ایسے ڈرتے ہوئے دیکھا،
اور پھر پکارا ہیزل۔۔۔۔

دور رہے مجھ سے میرے پاس مت آئیے گا۔

بہرام نے ہیزل کی گال کی طرف دیکھا، جہاں تھپڑ کے
نشان تھے، یہ تھپڑ تو میں نے نہیں مارا، بہرام تڑپ کر
ہیزل کے قریب آیا۔

اور اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لیا اور بولا ہیزل
ہیزل سسکیوں سے رونے لگی، بہرام نے اسے ایسے
روتے دیکھ کر اپنے بالوں میں غصے سے ہاتھ پھیرا ہیزل
نے بہرام کو خود سے دور دھکیلا، اور بولی جائے یہاں
سے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے کس نے تھپڑ مارا ہے۔

آپ تو خود زخم دیتے ہیں۔

ہیزل نے روتے ہوئے اپنے پاؤں کی طرف دیکھا،
بہرام نے جلدی سے ہیزل کو اپنی باہوں میں اٹھایا اور
بیڈ کی طرف بڑھا، بہرام اسے بیڈ پر لٹانے ہی لگا تھا۔

ہیزل چیخ کر بہرام کے سینے سے لپٹی، بہرام نے نا سمجھی
سے دیکھا،

ایسے کیوں چیخی بہرام نے اسے بیڈ پر بٹھایا، اور جلدی
فرسٹ ایڈ باکس لایا، اور ہیزل کے قدموں میں بیٹھا
ابھی ہیزل کا پاؤں پکڑنے ہی لگا تھا۔

ہیزل نے اپنا پاؤں پیچھے کھینچ لیا، دور رہو

نفرت ہے مجھے تم سے بہرام ہیزل کے منہ سے تم لفظ
سن کر غصے سے دھاڑا،

آئندہ تمہارے منہ سے تم لفظ ناسنوں اور چپ کر کے
ڈریسنگ کرواؤ۔

اور بعد میں نفرت کا اظہار کر لینا،

ہیزل روتے ہوئے بولی، آپ بہت ظالم ہے،

خان۔۔۔۔۔

بھرام اس کے منہ سے خان سن کر اپنے دل پر ہاتھ
رکھا۔

جو اسے خان کہنے سے منع کر رہا تھا، آج اسی کے منہ سے
خان سن کر دل کو سکون ملا۔ بھرام نے اس کا پاؤں پکڑا،
اور آرام سے کانچ کھینچ کر نکالا ہیزل کی اوندھے منہ بیڈ
پر لیٹی اور فلک شگاف چیخیں مارنے لگی۔

بھرام نے پھر سے آرام سے کانچ کھنچا بھرام کی آنکھوں
سے آنسو بہہ کر ہیزل کے پاؤں پر گرا، بھرام نے جلدی
سے ڈریسنگ کی اور جھک کر ہیزل کے پاؤں پر لب

رکھے، ہیزل لمس محسوس کر کے سر اٹھا کر دیکھا، بہرام
اس کے پاؤں پر جا بجا لمس چھوڑنے لگا۔

ہیزل حیرانگی سے اس ظالم شخص
کو دیکھنے لگی۔ ہیزل نے جلدی سے اپنا پاؤں کھینچا،
بہرام نے نم آنکھوں سے دیکھنے لگا،

ہیزل ابھی بھی بے یقین نظروں سے دیکھ رہی تھی
بہرام اسے ایسے دیکھتے ہوئے کھڑا ہوا، اور ہیزل کے
ماتھے پر لب رکھے، بہرام کو خود بھی یقین نہیں آرہا تھا،

کہ میں یہ کیا کر رہا ہوں، ہیزل بس پھٹی پھٹی آنکھوں
سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

جو خود ہی زخم دے کر اب مرہم رکھ رہا تھا، بہرام نے
اسے اپنے حصار میں لینا چاہا ہیزل چیخ کر دور ہوئی، بہرام
بولا کیا ہوا خانم ہیزل کو آج شکڈ پر شکڈ لگ رہے
تھے۔

بہرام کے خانم کہنے پر ہیزل کے آنسو بہنے لگے، اسے
اب بہرام کا یہ روپ دیکھ کر بھی ڈر لگ رہا تھا۔

بہرام نے پھر پوچھا کیا ہوا۔۔۔۔۔

خانم۔۔۔۔۔ بیزل بھیگی آواز میں بولی کمر میں درد دھورہا
ہے، بہرام نے جلدی سے ہیزل کہ اوں دھے منہ لٹایا اور
دیکھا اس کی کمر سے ہلکا ہلکا خون نکل رہا تھا۔

بہرام نے ہیزل کی قمیض ہٹائی ہیزل کا چہرہ سرخ پر گیا،
بہرام نے آہستہ سے ہیزل کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا،
اور آرام سے کانچ کا ٹکڑا نکالا، ہیزل نے زور سے بہرام
کی شرٹ کو مٹھیوں میں دبوچا ہوا تھا۔

بہرام نے جھک کر زخم والی جگہ پر لب رکھے، ہیزل کا
شرم سے چہرہ لالا نار ہوا۔ گیا، بہرام نے بینڈیج کی اور
پھر ہیزل کو میڈیسن کھلائی اور پھر ہیزل کے پاس آکر
بیٹھ گیا، ہیزل شرف اس کا بدلہ ہوا روپ دیکھ رہی تھی،
بہرام سمجھ گیا تھا وہ ایسے کیوں دیکھ رہی ہے۔

بہرام نے اسے اپنے حصار میں لے کر تکیے پر لٹایا، ہیزل
خاموش نظروں سے اس کا بدلہ ہوا روپ دیکھ رہی
تھی۔۔

سلطان پاشا ڈامینگ روم میں بیٹھے زل کا ناشتہ کے لیے
ویٹ کر رہے تھے۔

خان بی سلطان پاشا نے خان بی کو آواز لگائی، خان بی کچن
سے آواز سن کر فوراً آئی۔

جی بیٹا، خان بی زل کو بلا دیں،

بیٹا وہ تو کل سے اپنے کمرے میں سے باہر ہی نہیں نکلا،
میں صبح گئی تھی۔

پر زمل بچہ نے دروازہ نہیں کھولا، ٹھیک ہے۔

میں۔۔۔

دیکھتا ہوں،

سلطان پاشا اٹھ کر زمل کے کمرے کی طرف چلے گئے،

دروازہ بجایا پر زل نے کوئی جواب نادیا، زل بابا کی جان
دروازہ کھولو ناشتہ کر لو، زل جو نیند میں تھی

سلطان پاشا ہو کر نیچے چلے آئے۔
وہ تھوڑی دیر بعد فریش ہو کر نیچے آئی۔

سلطان پاشا کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی اور جو س نکال
کر پینے لگی،

سلطان پاشا نے زل کو مخاطب کیا، زل بیٹا آپ کل کہاں
گئی تھی،

زل فوراسے بولی بابا میں شاہ میر کے ساتھ تھی، بیٹا میں
نے آپ کو بولا تھا۔

آپ اس سے دور رہے گی نہیں بابا میں میر سے دور نہیں
رہ سکتی۔

اگر میں میر سے دور ہوئی تو بابا آپ کی زل مر
جائے گی۔

سلطان پاشا زمل کے منہ سے یہ الفاظ سن کر جلدی سے
اٹھے اور زمل کو اپنے سینے سے لگایا

ایسے نابولا کرو زمل آپ کے بابا میں آپ کی جان بستی
ہے آپ کو کچھ ہو گیا تو آپ کے بابا بھی زندہ نہیں رہے
گے۔

سلطان پاشا کی تو جان ہی نکل گئی تھی۔

بابا زمل نے سلطان پاشا کو پکارا، جی بابا کی جان، بابا میں
صرف میرے ہی شادی کروں گی۔

ورنہ کسی سے نہیں سلطان پاشا کچھ دیر خاموش رہے اور
پھر بولے ٹھیک ہے۔

شاہ میر کو بول دو آجائے رشتہ لیں کر، زلزل فوراً سے چہک
کر بولی سچ بابا سلطان پاشا کو بھی اپنی بیٹی کے لیے ماننا ہی
پڑا،

آخر ان کا اکلوتا سہارا تھی ان کی بیٹی، سلطان پاشا نے
زلزل کے باری باری گال چومے اور ہاں میں سر ہلایا،

کاوش اور آئزہ ڈائمنگ روم میں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے،

شاہ میر کو سیڑھیوں سے اترتے ہوئے دیکھا کاوش اور
آئزہ حیران نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے
لگے،

شاہ میر آئزہ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا، اور بولا گڑیا ایسے
ہی دیکھتی رہو گی بھائی سے نہیں ملو گی۔

آئزہ فوراً اٹھ کر کھڑی ہوئی اور شاہ میر کے سینے سے لگی
کیسے ہے بھائی۔۔۔

میں تو بلکل ٹھیک ہوں لگتا ہے۔

میری گڑیا مجھے بھول گئی ہے۔

مجھے بتایا بھی نہیں، آپ اسلام آباد آئی ہو۔

مجھے تو مورے نے بتایا۔

آئزہ فوراً بولی نہیں بھائی میں کبھی اپنے چھوٹے بھائی کو
بھول سکتی ہوں میں تو بس آپ کو سر پر آئزہ دینا چاہتی
تھی۔

کاوش گھور کر شاہ میر کو ہی دیکھ رہا تھا۔

شاہ میر نے آئبر واچکا کر پوچھا، ایسے کیا دیکھ رہے ہو،
کاوش اٹھ کر شاہ میر کے سامنے آیا پہلے تو چھوٹے خان یہ
بتانا پسند کرے گے

آپ یہاں کیسے آئے۔۔۔۔۔

چابی تو آپ کے پاس ہے نہیں۔۔۔

شاہ میر مسکرا کر بولا فکرنا کر تالا توڑ کر نہیں آیا، دیوار
پھلانگ کر آیا ہوں۔

آپ دیوار پھلانگ کر آئے۔۔۔

کاوش فوراً بولا بتا تو ایسے رہے ہو جیسے بہت اچھا کام کیا
چلو آؤ ناشتہ کرو، میں چلتا ہوں۔

یونی مجھے لیٹ ہو رہا ہے، آئزہ فوراً بولی بھائی مجھے بھی جانا
ہے بھابھی کو دیکھنا ہے شاہ میر آنکھیں چھوٹی کر کے آئزہ
کی طرف پہلے دیکھا اور پھر کاوش کی طرف

لالا میں آپ کو بعد میں بتاؤں گی۔

آپ ایسے نادیکھے، آترہ نے جھک کر شاہ میر کے کان
میں بولا کاوش ان دونوں کو گھورتے ہوئے آترہ کو
مخاطب کیا،

گڑیا، پھر کبھی مل لینا، اور ہاں آپ تیار رہنا یونی سے
واپس آکر آپ کو باہر گھوما کر لاؤں گا۔

اور آپ نے تو پھر موبائل بھی لینا ہے آترہ نے اثبات
میں سر ہلایا، اور شاہ میر کے پاس جا کر بیٹھ گئی،

کاوش یونی کے لیے نکل گیا، شاہ میر بولا گڑیا آپ بتانا پسند
کرے گی یہ بھا بھی کہاں سے آگئی۔

آئزہ نے شاہ میر کو ساری بات بتائی شاہ میر مسکرایا۔
جب سب سیٹ نہیں ہو جاتا تب تک آپ یہاں ہی رہے
گی، آئزہ اٹھ کر شاہ میر کی طرف آئی۔

لالا بہت مزہ آئے گا آپ کی کاوش لالا کی ایک ساتھ
شادی کرے گے، ہاں گڑیا آؤ بیٹھو ناشتہ کرو۔

اسے اپنے پاس مردانہ خوشبو محسوس ہوئی ہیزل نے فوراً
آنکھیں کھول کر دیکھا،

اپنے آپ کو اس ظالم کی گرفت میں پایا،
بہرام اسے اپنے سینے کے ساتھ لپٹائے ہوئے تھا، ہیزل
تھوڑا سا دور کھسکی۔

بہرام اس کے دور ہونے سے فوراً اٹھ کر بیٹھا، اور ہیزل
کو دیکھنے لگا، جو سسکیوں سے رو رہی تھی، بہرام نے اسے
کھینچ کر اپنے سینے سے لگایا۔

ہیزل نے بہرام کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دور دھکیلا،

اور نم آواز سے بولی دور رہے مجھ سے، آپ ظالم ہے
آپ نے مجھے تکلیف دی،

ایسے ہی خون میں لت پت چھوڑ کر چلے گے۔
جائے یہاں سے کیوں آئے واپس مرنے دیتے،
بہرام نے سرخ نیلی آنکھوں سے گھورا، اور مکہ بنا کر بیڈ
کراؤن دے مارا ہیزل کے بالوں سے پکڑ کر اپنے قریب
کیا،

اور ہونٹوں پر جھک گیا اور اپنی شدت لٹانے لگا، ہیزل
نے بہرام کی شرٹ کو مٹھیوں میں دبو چاہیزل کا وجود
کانپنے لگا، بہرام نے ہیزل کی کمر پر اپنے ہاتھ کی گرفت
منضبوط کی،

پر اپنے لبوں سے آزاد ناکیا، بہرام
نے اسے سانس نا لیتے دیکھ کر پیچھے ہوا،

ہیزل بہرام کے سینے پر سر رکھ کر اپنا اٹکا ہوا سانس بہال
کرنے لگی، بہرام نے اس کے بالوں سے پکڑ کر اس کے
چہرے کو اپنے چہرے کے بھیگی آنکھوں سے دیکھنے لگی،

بہرام اسے ایسے دیکھتے ہوئے ہیزل کی آنکھوں پر باری
باری لب رکھے،

بیزل اس کا لمس محسوس کر کے اور شدت سے رونے
لگی،

بہرام نے اس کے مقابل کیا، اور غصے سے دھاڑا آئیندہ
تمہارے لبوں سے یہ لفظ ادا ہوئے۔

اس سے بھی بڑا ہال کروں گا، اگر جان لینی ہوئی اپنے
ہاتھوں سے لوں گا۔

خانم، بہرام کے منہ سے خانم سن کر رودی۔

ہیزل ایسے کیوں پوچھ رہی ہے

، بہرام بولا میں تو ٹھیک ہوں، بہرام نے اس کے ماتھے
پر لب رکھے، ہیزل بچوں کی طرح اونچی آواز میں رونے
لگی،

بہرام نے اسے ایسے روتے ہوئے دیکھا۔

اور پھر آنسوؤں کو اپنے لبوں سے چنا ہیزل کو بہرام کا

یوں اچانک بدلنا حیرانگی میں مبتلا کر رہا تھا۔

ہیزل نے بھیگی آواز میں پوچھا، آپ کی طبیعت تو ٹھیک
ہے، بہرام نے محسوس کر لیا نہیں کروں گی،

کبھی نہیں ہیزل اس کے حصار سے نکل کر دوسری
سائیڈ پر رخ مور کر لیٹ گئی، بہرام نے اپنے بالوں میں
ہاتھ پھیرا اور ہیزل کا رخ اپنی طرف کیا، بہرام نے اس
پر اور
دیکھ کر، اپنے سینے سے لگایا۔

بہرام کو اس کا اس طرح رونا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

عاصم شاہ اپنے سیکرٹ روم میں بیٹھالیپ ٹاپ پر غصے
سے اسامہ سے بات کر رہا تھا،

بالاج خان اور احمد خان عاصم شاہ کے سامنے بیٹھے تھے۔

عاصم شاہ کو دودن ہو گئے تھے۔

آفس نہیں گیا تھا، ہاں اسامہ بولو، سروہ مجھے لگ رہا ہے
آفس میں کچھ غلط ہو رہا ہے، عاصم غصے سے بولا کیا

مطلب، سروہ کل آفس سے ایک لڑکی غائب ہوئی
تھی۔

اور آج بھی عاصم غصے سے دھاڑا ایسا کیسے ہو سکتا ہے، اور
تم مجھے اب بتا رہے ہو اسامہ کی تو جیسے سانس ہی اٹک گئی
تھی۔

وہی بالاج اور احمد عاصم کا یہ روپ دیکھ رہے تھے، عاصم
شاہ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد چھوٹی عمر میں ہی
بز نس سنبھال لیا تھا۔

اور ساتھ ہی ساتھ اپنا سیکرٹ ایجنٹ کا خواب پورا کیا تھا۔

اسامہ نے اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا، عاصم غصے سے
کمرے میں ٹہلنے لگا کس کی اتنی
چھوٹی عمر میں ہی بز نس سنبھال لیا تھا۔

اور ساتھ ہی ساتھ اپنا سیکرٹ ایجنٹ کا خواب پورا کیا تھا،
اسامہ نے اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا، عاصم غصے سے
کمرے میں ٹھہلنے لگا کس کی اتنی سے کمرے میں ٹھہلنے لگا۔

کس کی اتنی ہمت جو میرے پاس آفس تک آگیا،

احمد فوراً بولا سر مجھے کنگ پر شک ہے، کنگ کے نام پر
عاصم شاہ کے قدم تھمے، تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو

احمد بولا سر، عاصم نے سرخ آنکھوں سے دیکھا اور بولا
اب تمہارے منہ سے سر لفظ ادا نا ہو تم بھی سن لو بالاج مانا
ہم اکٹھے کام کرتے یار مجھے یہ سر نا کہا کرو نام سے بولا یا،

کرو یار، دوست ہے ہم احمد اور بالاج قہقہہ لگانے لگے

انہیں پتہ تھا عاصم کو سر نام سے الر جی ہے پھر بھی تنگ
کرنے کے لیے بولتے تھے، عاصم شاہ نے گھورا

اور بولا پہلے کام پر دھیان دو بعد میں بتیسی نکال لینا،

احمد نے خود کو کنٹرول کیا اور بولا دیکھ عاصم مجھے تو کنگ

پر ہی شک ہے، وہ تم سے بدلہ لینے کے لیے کچھ بھی کر
سکتا ہے، مجھے پتہ چلا ہے، جس لڑکی کے لیے وہ آیا ہے

وہ ماہی نہیں کوئی اور ہی ہے، عاصم شاہ یہ بات سن کر نم
آنکھوں سے اللہ کا شکر ادا کیا، پروہی دل ہے چین ہوا

اس لڑکی کا سن کر عاصم بولا کون ہے وہ لڑکی یہ تو نہیں پتہ
چلا، ہاں ہوٹل کے مینجر سے پوچھا تھا،

اس نے بتایا کہ دو لڑکیاں تھیں، ایک تو وہ صاحب لے
گئے مطلب آپ ماہی کو لے کر نکلے تھے،

باہر ہنگامے کی وجہ سے وہ لڑکی بھاگ گئی مینجر کا کہنا ہے
کنگ جب پولیس والوں کو مار کر بھاگا تھا،

کچھ گھنٹوں میں وہ پھر اسی ہوٹل واپس آیا تھا، پر اسے وہ
لڑکی نہیں ملی، عاصم بولا پھر اس کا تعلق میرے آفس
سے کیسے ہو سکتا ہے

، وہ آپ سے سب کچھ چھیننا چاہتا ہے۔

کیونکہ لندن میں اس کا سب کچھ ختم ہو گیا تھا، اس کا
قصور وار آپ کو سمجھتا ہے۔

عاصم غصے سے دھاڑا اس کتے کنگ کو اپنے ہاتھوں بے
درد موت دوں گا۔

تم اس لڑکی کا پتہ کرو ہمارا فرض ہے اس لڑکی کو بچانا کہہ
کر باہر نکل گیا۔



عالیان خان کام کے سلسلے میں کراچی گئے تھے۔
اور صبح ہی کراچی سے لوٹے تھے۔

مہک بیگم ناشتہ لگا رہی تھی، عالیان خان فریش ہو کر
ڈائیننگ روم میں داخل ہوئے، اور مہک بیگم کو دیکھا جو
ناشتہ لگانے میں مصروف تھی۔

عالیان صاحب نے انہیں اپنے حصار میں لیا اور کہا کیسی
ہے میری مسکان مہک مسکان کا نام سن کر عالیان کے
حصار سے دور ہوئی۔

اور غصے سے بھڑک اٹھی، آپ کو کتنی دفعہ بولا ہے مجھے
مسکان مت بولا کرے نفرت ہے مجھے اس نام سے
عالیان خان نے مہک کو اپنے حصار میں لیا

اور کہا کیا ہو گیا ہے بیگم سب سے غلطیاں ہوتی ہے۔

اس سے بھی ہو گئی آخر کار تمہاری بہن ہے۔

مہک بیگم غصے سے بھڑک اٹھی نہیں ہے وہ میری بہن
نہیں ہے آپ مجھے میرے نام سے پکارا کریں،

اچھا ٹھیک ہے آپ ریلیکس ہو جائے چلے آئے ناشتہ
کرے، اور یہ
تمہارا لاڈلا بیٹا کہا ہے۔

مہک بیگم بھیگی آنکھوں سے بولی۔

بیزل کے جانے کے بعد ہاشم بہت کم آتا ہے۔

اب تو کافی دنوں سے حویلی نہیں آیا، ایک غلطی نے
ہمارے دونوں بچوں کو ہم سے چھین لیا،

پتہ نہیں کیسا سلوک کرتے ہو گے میری بیٹی کے ساتھ،
عالیان خان بولی، آپ فکرنا کرے ہماری بیٹی ٹھیک ہوگی،
انشا اللہ! چلے آپ ناشتہ کرے پھر میں آپ کے بیٹے کی
خبر لے کر آتا ہوں۔



کاوش کی گاڑی یونی آکر روکی اور جلدی سے اتر کر اپنے
کیبن کی طرف بڑھ گیا، ابھی اس کے لیکچر میں بیس منٹ
پڑے تھے۔

اور اس کے بعد اس نے ٹیپنگ رکھی تھی۔

کاوش اپنے کیمین میں داخل ہوا، اور ماہی کی خوشبو محسوس کرنے لگا،

شہزادی، تم تو مجھے پاگل کر کے چھوڑو گی سانسیں بنتی جا رہی ہو کاوش خان ماہی کی کل کی حالت خراب ہوتے دیکھ کر بولا،

شہزادی ایسی کون سی بات ہے جو تمہیں پریشان کرتی ہے،

کاوش بھی محسوس کر چکا تھا، جب جب میں اس کے پاس
جاتا تھا وہ ڈر جاتی تھی سانس نہیں لے
پاتی تھی کل عاصم کے تھوڑا اونچی بولنے پر اس کی حالت
کتنی خراب ہو گئی تھی۔

ایسی کونسی بات ہے جو چھپا رہے ہے۔
عاصم سے اس سلسلے میں بات کرنی ہوگی۔
کاوش اپنی فائل پکڑ کر اپنی کلاس کی طرف چلا گیا۔

اور کلاس میں داخل ہوا، سب سٹوڈنٹ نے کھڑے ہو
کر گڈ مارنگ کہا۔

کاوش نے بھی جواب دیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا، اور ماہی کی
طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

ماہی نے جلدی سے اپنی نظریں نیچے جھکالی کاوش اس کی
جھکی پلکیں دیکھ کر مسکرایا۔

اور سب سٹوڈنٹ کو مخاطب کیا میں نے آپ سب کو
اساتمنٹ دی تھی۔

سب سٹوڈنٹ تیار کر کے لائے ہے، یس سر۔۔۔۔
اوو کے !!

کاوش نے سب کی باری باری اساتمنٹ چیک کی،

اور ماہی کی طرف بڑھا مس ماہی آپ کی اساتمنٹ،

کاوش کو پتا تھا بیمار ہونے کی وجہ سے اسائنمنٹ نہیں بنائی
ہوگی، پھر بھی تنگ کرنے کے لیے اس سے پوچھا،

مس ماہی آپ کی اسائنمنٹ ماہی نم آواز سے بولی سر میں
نے نہیں بنائی کاوش بولا کیوں ماہی بھیگی آنکھوں سے
دیکھنے لگی

، کاوش اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بولا۔۔۔۔

مس ماہی کلاس کے بعد آپ مجھے میرے کیمین میں ملے
ماہی نے اثبات میں سر ہلایا

کاوش مسکرا کر آگے بڑھ گیا، جی سٹوڈنٹ کل آپ کا
ٹیسٹ ہو گا۔

سب سٹوڈنٹ نے پہلے آٹھ چیپٹر کی اچھے سے تیاری کر
کے آئی ہے، کاوش کہہ کر کلاس سے باہر چلا گیا۔

ماہی بھی جلدی سے اٹھی اور کاوش کے پیچھے چلنے لگی،
کاوش تیز

تیز قدم لیتا اپنے کیمین کی طرف بڑھ رہا تھا۔

مس ثانیہ کاوش سے آکر بڑی طرح ٹکڑائی، اس سے پہلے مس ثانیہ گرتی کاوش نے جلدی سے تھام لیا ماہی جو کاوش کے پیچھے آرہی تھی۔

مس ثانیہ کو کاوش کی باہوں میں جھولتے ہوئے دیکھا،

ماہی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے،

اور جلدی سے آنسو صاف کر کے پاس سے گزر گئی،
کاوش نے ماہی کو ایسے جاتے ہوئے دیکھا،

جلدی سے مس ثانیہ سے دور ہوا،

اور کہا دھیان سے چلا کرے کہہ کر ماہی کی طرف بڑھا،
کاوش کو پتہ تھا اس کی جنگلی بلی اگنور کر کے کیوں آگے
بڑھی،

ماہی جا کر کاوش کے کعبین میں بیٹھی اور کاوش بھی تھوڑی
دیر میں اپنے کعبین میں داخل ہوا،

ماہی کو ایسے بیٹھتے ہوئے جلدی سے ماہی کے پاس آیا،
ماہی جلدی سے اٹھی جی سر آپ نے مجھے کیوں بھولایا
ہے،

کاوش نے ماہی کو دیکھا، جس کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا
تھا۔

کاوش نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا، ماہی کی کمر میں ہاتھ
ڈال کر اپنے قریب کیا،

کیا ہوا میری جنگلی بلی اتنی لال ٹماٹر کیوں بنی ہوئی ہو،

ماہی نے کاوش کو خود سے دور کرنا چاہا مگر بے سود کاوش
نے اس قدر اپنے قریب کیا ہوا تھا، کہ ہوا بھی نہیں گزر
سکتی چھوڑے مجھے جائے۔

اسی کے پاس جسے تھوڑی دیر پہلے اپنی باہوں میں لیا تھا،

کاوش نے گھور کر دیکھا اور بولا، اچھا میری شہزادی اس
لیے ناراض ہے۔

اوو کے کوئی بات نہیں تم بول رہی ہو تو چلا
جاتا ہوں، کاوش دروازے کی طرف بڑھا، ماہی غصے سے
کاوش کو آواز دی۔

اگر آپ ایک قدم بھی آگے بڑھے میں آپ کی جان
لے لوں گی،

اور کوئی آپ کے پاس آیا تو اس کی بھی جان لے لوں
گی، ماہی نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور لمبے لمبے سانس لینے
لگی،

کاوش جلدی سے ماہی کی طرف بڑھا، ماہی کو اپنے حصار
میں لیا، ماہی میں کہی نہیں جا رہا، میں
تمہارے پاس ہوں، ماہی سانس لو،

میرا دل بند ہو جائے گا،

ماہی نے تھوڑی سی آنکھیں کھول کر دیکھا۔

اور پھر ہسنے لگی، کاوش نے ماہی کے غصے سے بال پکڑے
اور کہا اگر یہ مزاق تھا۔

تو بہت گھٹیا مزاق تھا، آئندہ کبھی ایسا مزاق نہیں کرنا،

سمجھی تم ماہی نے بھیگی سبز آنکھوں سے کاوش کو دیکھا،
کاوش نے اس کی آنکھوں پر باری باری لب رکھے،

میری شہزادی کاوش خان صرف تمہارا ہے، اور صرف
تم میری ماہی نے کاوش کے سینے پر سر رکھا

اور بولی آپ وعدہ کرے آپ کسی کے قریب نہیں
جائے گے،

کاوش فورابولا میں کیوں جاؤ گا۔

کسی کے پاس میری جنگلی بلی ہے نامیرے پاس۔۔۔۔۔

کاوش نے ماہی کے بالوں پر لب رکھے، چلو تیاری پکڑ لو
بہت جلد تم میری ہونے والی ہو،

پھر تمہیں کاوش نہیں ایک خان ملے گا، ماہی نا سمجھی سے
فورابولی آپ مجھے مارے گے،

کاوش اس کی معصوم ادا پر مسکرا کر بولا نہیں تو میں اپنی
شہزادی سے بہت پیار کروں گا،

چلو آؤ تمہیں شاپینگ پر لے کر چلوں آئزہ بول رہی
تھی۔

بہت پیار کروں گا، چلو آؤ تمہیں شاپینگ پر لے کر چلوں
آئزہ بول رہی تھی تمہیں بھی ساتھ لانے کے
لیے۔۔۔۔۔

.....

ہیزل بہرام خان کے سینے پر سر رکھ کر گہری نیند میں سو رہی تھی۔

بہرام خان بھی ہیزل کے گرد اپنی باہوں کا حصار باندھے ہوئے تھا۔

دروازہ بچنے کی صورت میں بہرام کی آنکھ کھلی۔

بہرام نے ہیزل کو دیکھا اور گہرا مسکرایا، جو اس طرح لیٹ کر سو رہی تھی۔

بہرام نے ہیزل کے بالوں پر لب رکھے، اور اپنا ہاتھ
ہیزل کی گال پر رکھا۔

ہیزل درد سے نیند میں کراہ اٹھی اور سی گہرے گہرے
سانس لینے لگی۔

ماتھے پر پسینے کی بوندھے دیکھ کر بہرام نے اسے پکارا

ہیزل تم ٹھیک ہو۔

ہیزل اپنی سوچوں میں گم دیوار پر نظریں جمائی بیٹھی
تھی۔

بہرام نے بازو سے پکڑا۔ اور سی کی آواز نکلی۔

بہرام نے ہیزل کی گال کی طرف دیکھا جو نیلا ہوا تھا۔

بہرام نے غصے سے مٹھیاں بوئیں اور ہیزل کے گال پر
لب رکھے۔

ہیزل کسی کا لمس محسوس کر کے ہڑبراہ کراٹھی۔

اور بلایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہیزل کیا ہوا ایسے کیوں گھبرا رہی ہو۔

ہیزل اپنے سامنے بہرام کو دیکھ کر اس کے سینے سے
لگی۔

خان مجھے نہیں جانا خان اس کے پاس وہ۔۔۔ وہ خان
بہرام اس کی باتوں کو غور سے سننے لگا۔

ہیزل کیا وہ بتاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہیزل نے دیکھا وہ ڈر کے مارے کیا بول گئی۔

جلدی سے بہرام سے الگ ہوئی، کیا ہوا ہیزل۔۔۔۔

کچھ نہیں۔۔۔۔۔

بہرام بولا کچھ نہیں ہوا تو تم ایسے سرخ کیوں ہو رہی ہو۔

ہیزل فوراً بولی وہ نیند میں ایسے اٹھنے کی وجہ سے ڈر گئی۔

اس لیے، بہرام کو لگا ہیزل کچھ چھپا رہی ہے۔

بتانا نہیں چاہتی، بہرام نے بیزل کے گال پر ہاتھ رکھنا چاہا
ہیزل نے چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔

بہرام نے بیزل کو اپنی طرف کھنچا، بیزل بہرام کے
چوڑے سینے سے آگئی۔

ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھنے لگے، بہرام اپنے
لب ہیزل کی آنکھوں پر رکھیں، ہیزل کے آنسو بہنے
لگے،

ہیزل کو اور تکلیف دے رہا تھا، اس کا یہ روپ۔۔۔۔۔

ہیزل نے نم آواز میں پکارا، خان۔۔۔۔۔
جی خان کی جان۔۔۔۔۔

بہرام کے جان کہنے پر ہیزل آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی،
اب آپ ایسے ہی دیکھتی رہے گی یا کچھ بولو گی۔

کہی مجھ سے پیار تو نہیں ہو گیا۔

ہیزل فوراً بولی پیار۔۔۔۔۔

نفرت ہے مجھے خان آپ سے پیار تو دور کی بات بہرام کو
اس کا نفرت کا اظہار کرنا، کانٹے کی طرح چوباتھا۔

خان میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔
آپ مجھے ایسے ہی تکلیف میں چھوڑ کر چلے گے، مجھے اس
بات سے تکلیف نہیں ہوئی آپ نے مجھے کانچ پر چلایا۔

کیوں کے وہ میری سزا تھی۔
تکلیف اس بات کی ہوئی ہے۔ آپ نے ایک ہفتے تک
پوچھا نہیں،

بہرام تڑپ کر ہیزل کے پاس آیا، آئی ایم سوری
خاناں۔۔۔

مجھے معاف کر دو میں کیا کرتا اس وقت صرف میرے
لالا کا خون میں لت پت چہرہ نظر آرہا تھا۔

مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی میں نے تمہارے ساتھ بہت بڑا
کیا، میں بہت شرمندہ تھا۔

اس لیے میں چلا گیا، مجھے معاف کر دو۔

خانم بھرام بیزل کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر
کر دیوانوں کی طرح لب رکھنے لگا،

بیزل بھیگی آواز سے بولی میں کبھی معاف نہیں کروں گی
خان آپ کو بھرام نے بیزل کی گرے آنکھوں میں
دیکھا،

خاناں میں آپ کو اپنی محبت سے منالوں گا۔

بھرام ہیزل کے قدموں کی طرف بڑھا، خاناں آپ
کے قدموں میں بیٹھ جاؤ گا۔

تب بھی آپ معاف نہیں کرے گی۔

ہیزل نے نفی میں سر ہلایا،
بہرام نے مسکرا کر ہیزل کے پیروں پر اپنے لب رکھنے
لگا۔ ہیزل کا چہرہ سرخ پڑ گیا،

بہرام نے ہیزل کو کمر سے پکڑ کر خود پے گرایا، اور بیڈ
پر لیٹ گیا، ہیزل کچھ کہنے ہی لگی تھی۔

بہرام نے فوراً ہیزل کے لبوں کو اپنے لبوں میں لیا، اور
شدت سے تشنگی مٹانے لگا۔

ہیزل کی سانس سینے میں اٹک گئی۔

ہیزل نے پیچھے کرنا چاہا، بہرام اور شدت سے اس کے
لبوں پر ڈھانے لگا،

بہرام نے ہیزل کے لبوں کو آزاد کیا،
ہیزل پھولی ہوئی سانس کے ساتھ بولی خان مجھے بھوک
لگ رہی ہے، وہ بھی بہت شدت سے بہرام گہرا مسکرایا
اور ہیزل کے لبوں کو چوم کر پیچھے ہوا،

ہیزل نے شرم سے سر جھکا لیا، بھرام بولا خاناں آپ
فریش ہو جائے، میں کھانا کمرے میں منگواتا ہوں، ہیزل
جلدی سے فریش ہونے کے لیے چلی گئی۔

کاوش آئزہ اور ماہی کو لے کر اسلام آباد کے مشہور مال

Cantarous پہنچا۔

اور گاڑی پارک کی اور اندر کی طرف بڑھ گئے۔

کاوش ان کو لے کر لفٹ کی طرف بڑھا، آترہ نے منع کر دیا کہ مجھے ڈر لگتا ہے۔

ایسے ہی چلتے ہے، گڑیا چلو آؤ پہلے تمہیں موبائل لے دوں، چلو اس طرف آؤ، نہیں لا لا آپ لے آئے،

ہم اتنی دیر شاپنگ کر لیتے ہیں، ٹھیک کہا نا ماہی بھا بھی ماہی جو ادھر ادھر دیکھ رہی تھی، ماہی کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی پیچھا کر رہا ہے،

کاوش نے ماہی کو بازو سے پکڑ کر بلایا۔

ماہی کیا دیکھ رہی ہو، تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا ماہی نے
اثبات میں سر بلایا۔

چلو آپ دونوں شاپینگ کرو میں موبائل لے کر آتا
ہوں۔

اور ادھر ادھر نا چلی جانا آس پاس ہی رہنا ہے، میں
تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔

اور کہہ کر چلا گیا، ماہی اور آئزہ بھی دوسری طرف بڑھ
گئی، اور کپڑے دیکھنے لگی ماہی بھا بھی آپ کپڑے دیکھے،

میں وہاں جوتے دیکھتی ہوں، آئرہ جوتوں والی شاپ پر
چلی گئی،

آئرہ جوتے دیکھتے دیکھتے آگے بڑھ گئی، مال اتنا بڑھا تھا کہ
راستہ ہی بھول گئی ماہی آئرہ کو دیکھنے کے لیے آئی پر آئرہ
نہیں ملی،

ماہی کا دل بے چین ہونے لگا،
آئرہ بھی ماہی کو دیکھنے لگی۔

میں تمہیں ڈھونڈوگا نہیں،

تمہیں پتا میں نے تمہیں کہاں کہاں نہیں تلاش کیا۔

آئره کو ایسا لگا جیسے ابھی زمین پھٹے گی وہ اس میں سما جائے گی۔

دور رہو حیوان مجھ سے میرے لالا کو پتا چل گیا وہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گئے۔

ماہی آئره کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئی تھی اب وہ بیٹھ کر رونے لگی۔

آئزہ اپنا آپ چھڑوا کر بھاگی اور کنگ بھی سب لوگ
کھڑے دیکھ رہے تھے۔

آئزہ بھاگتے ہوئے کسی سے ٹکرائی،
آئزہ نے سر اٹھا کر دیکھا، عاصم شاہ کو دیکھ کر اس کے
سینے میں سر چھپا لیا۔

عاصم جو کنگ کے پیچھے آیا تھا، آئزہ کو اپنے سامنے دیکھ
ایسی حالت میں دیکھ کر پریشان ہوا،

کیا ہو آئزہ۔۔۔۔۔

وہ۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔۔مار ڈالے گا، وہ واپس

آگیا ہے آئزہ کون مجھے بتاؤ آئزہ نے سامنے اشارہ کیا،

عاصم نے سامنے دیکھا، کنگ کھڑا تھا۔

عاصم نے کچھ دن پہلے کنگ کا چہرہ دیکھا اس کے گینگ کا

آدمی تھا،

جو ویڈیو کال پر بات کر رہا تھا کنگ نے آئزہ کو ایسے ڈرتے

ہوئے دیکھا،

اور قہقہہ لگانے لگا، عاصم نے غصے سے اسکی طرف دیکھا،

ڈار لنگ۔۔۔۔۔

اب تم جتنا بھاگ سکتی تھی بھاگ لیا، کنگ تمہیں یہاں
سے اب لے کر جائے گا۔

کہہ کر عاصم کو فلائنگ کس اچھالی اور وہاں سے چلا گیا،
آئزہ اپنے لالا کی آواز سن کر بھاگ کر گلے لگی،
اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، کاوش کو پتہ تھا وہ کیوں
رورہی ہے کاوش نے کنگ کو دیکھا تھا، نیچے جاتے ہوئے،

لالا وہ

آگیا وہ مجھ مار ڈالے گا۔ جب عاصم کو کو دیکھا،

کاوش بولا عاصم تم ان دونوں کو گھر چھوڑ دو مجھے کچھ کام ہے۔

عاصم بولا ٹھیک ہے۔۔
میں چھوڑ کر آتا ہوں۔

اور مجھے تم سے ضروری بات بھی کرنی ہے۔
کاوش سے کی لی۔

سب سے پہلے ماہی کو چھوڑا، آئزہ آؤنا تم اندر نہیں
بھا بھی ابھی نہیں کل آؤں گی۔

مورے بابا اور لالا کے ساتھ،

ماہی نے نا سمجھی سے دیکھا، آئزہ فوراً بولی آپ کا ہاتھ مانگنے

بھا بھی میں پہلی دفعہ آئی ہوں نامال میں مجھے پتہ ہی نہیں
چلا میں راستہ بھول گئی،

عاصم شیشے سے آئزہ کو ہی دیکھ رہا تھا، جو معصوم سی شکل
بنا کر بتا رہی تھی

ماہی شرمنا کر اندر چلی گئی عاصم نے آئزہ کو بولا آگے آکر
بیٹھو،

نہیں میں یہاں ہی ٹھیک باہر نکلی عاصم نے آئزہ کے
ماتھے پر لب رکھے

آئزہ نے پہلے عاصم کی طرف دیکھا اور پھر اندر بھاگ
گئی۔ بھول گئی، عاصم شاہ یہ سن کر بولا ماہی تمہارے ساتھ
آئی ہے، کاوش کی نظر نیچھے فلور پر پڑی جہاں ماہی کھڑی
تھی، عاصم تم آئزہ کو نیچے لے کر آؤ،

اور جلدی سے نیچے کیاں دو دونوں میں مجھے ہر طرف تم
دکھائی دیتی ہو،

آئزہ نے اس کی بات پر سر اٹھا کر دیکھا، اور پھر نظریں
جھکالی، کاوش جو سامنے سے آرہا تھا آئزہ کو عاصم کے

حصار میں اور پیارے ہے پر ڈمپل زیادہ پیارے لگ
رہے ہے عاصم اس کی بات پر مسکرایا،

اور گاڑی کاوش کے فلیٹ کے باہر روکی آئزہ ابھی گاڑی
سے اترتی عاصم جلدی سے اتر ا اور گاڑی کا دروازہ کھولا،
آئزہ نہیں تم آگے آؤ، اوو کے آئزہ نے گھور کر دیکھا اور
پھر آگے آکر بیٹھ گی، عاصم اس کی فرمانبرداری پر گہرا
مسکرایا۔

اور اس کے ڈمپل نمایا ہوئے، آئزہ اس کے ڈمپل دیکھ
کر فوراً بولی،

یہ آپ کے ڈمپل کتنے پیارے لگ رہے ہیں نا ایک دفعہ
اور سمانل کرے عاصم نے گھور کر دیکھا اور کہا
کیا مطلب تمہیں میں نہیں پیارا لگا،
مائے لیڈی ڈمپل پیارے لگے ہیں
، نہیں آپ بھی یہ سوچ سوچ کر دل بند ہو رہا تھا۔
وہ لڑکی اس کی آئہ تھی نہیں مائے لیڈی میں تمہیں کچھ
نہیں ہونے دوں گا،
اور نا ہی تمہیں خود سے دور جانے دوں گا، عاصم نے
اپنے گھر کیا گیا،

وہ مجھے مار ڈالے گا، چپ کر جاؤ گڑیا ہمارے ہوتے ہوئے
کوئی تمہیں ہاتھ نہیں لگا سکتا،

چلو آؤ چلے ماہی کدھر ہے وہ پتہ نہیں میں جوتے دیکھنے
کے لیے آئی تھی پر میں راستہ بولا ٹھیک ہے عاصم ماہی
اور آئزہ کو لے کر باہر نکلا اور گاڑی میں پیچھے بٹھایا۔

اور خود آگے آکر بیٹھا، اور گاڑی سٹارٹ کی ماہی نے آئزہ
سے پوچھا آئزہ تم کہا چلی گئی تھی۔

وہ ماہی کا دل بند ہونے لگا،

کیا آثرہ ہی وہی لڑکی ہے جس کے لیے وہ آیا تھا، عاصم
نے آثرہ کے گرد اپنا حصار مضبوط کیا مائی لیڈی! میں
تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا، آثرہ نے عاصم کی طرف
دیکھا۔۔۔۔۔

جاری ہے۔۔۔۔۔  

شاہ میر خان اپنے کین میں کرسی سے ٹیگ لگائے بیٹھا
تھا۔

مس بماشاه میر کے کین میں داخل ہوئی شاہ میر نے غصے
سے گھورا مس ہما آپ کو اتنا بھی نہیں پتا کہ اندر اجازت
لے کر داخل ہوتے ہیں۔

ہمانے سر جھکالیا اور بولی سر ایم سوری۔۔۔۔

آئندہ خیال رکھو گی، ہمم بولے کیا کام تھا۔

سر آپ کی میٹینگ ہے دو بجے اوو کے جائے آپ یہاں
سے ابھی ایک گھنٹہ ہے میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔

ہماشاہ میر کو ایک نظر دیکھ کر باہر نکل گئی۔

شاہ میر نے اپنا سر پیچھے کر سی سے ٹکالیا اور آنکھیں موند لی، تھوڑی دیر میں موبائل کی رنگ بجنے لگی،

شاہ میر نے دیکھا جہاں زل کا نمبر جگمگا رہا تھا۔

چہرے پر گہری مسکراہٹ چھائی، اور جلدی سے موبائل کان کو لگایا، جی جان شاہ میر کیسے یاد کر لیا

زمل بولی آپ کہاں فون بند کر دیا شاہ میر نے موبائل کو
گھور کر دیکھا،

شرمالو میری جان جتنا شرماتا ہے گن گن کر بدلے لوں
گا۔

بہرام ہیزل کو کھانا کھلا کر فریش ہونے چلا گیا،

ہیزل بیڈ کراؤن سے ٹیگ لگا کر آنکھیں موند لی۔

ہیزل کو بہرام کا ایسے اچانک بدل جانا حیران کر رہا تھا۔

کیا وہ واقعے میں بدل گئے ہیں، ان کو مجھ سے محبت ہو گئی ہے، اپنی ہی باتوں پر سرنفی میں ہلانے لگی،

نہیں ان کو مجھ سے کیسے محبت ہو سکتی ہے، میں تو ان کے لالا کے قاتل کی بہن ہوں،

وہ کیسے مجھ سے محبت کر سکتے ہیں، ٹھیک کہہ رہی تھی۔

انکی مورے میں اس حویلی کی بہو بننے کے قابل نہیں
ہوں،

ہیزل کے آنسو بہنے لگے، کیا زرمینہ بیگم بہرام کی دوسری
شادی کروائے گی۔

ہیزل کے دل میں درد اٹھا، مجھے کیوں تکلیف ہو رہی
ہے، ان کی دوسری یا تیسری کروائے شادی بیزل آب
دل پر ہاتھ رکھ کر اپنے آنسوؤں کو اپنے حلق میں اتارا،

بیزل کو دل میں بہت شدید درد اٹھ رہا تھا۔

بہرام فریش ہو کر باہر آیا ہیزل جلدی سے اپنے آنسو
صاف کر کے بہرام کی طرف دیکھنے لگی،

وہ بالکل نہیں بہرام کے سامنے اپنے درد کا اظہار کر سکتی
تھی،

بہرام ہیزل کے پاس آیا ہیزل کی آنکھوں پر باری باری
اپنے لب رکھے، ہیزل اپنے آنسوؤں کو کنٹرول کر کے
بیٹھی تھی۔

اب وہ بر قور فتاری سے بہنے لگے، بہرام نے اپنے لبوں
سے ہیزل کے آنسوؤں کو چنے لگا۔
خانم مت رویا کرو بت رولیا۔

خان وہ میرے ماما، بابا ہے میں کیسے ان کو بھول سکتی
ہوں، بس ایک اور لفظ نہیں کوئی رشتہ نہیں ہے تمہارا
ان کے ساتھ، چلو اٹھو فریش ہو جاؤ آج ہمیں اسلام آباد
جانا ہے۔

خان مجھے ابھڑنے لگی، بہرام نے ہیزل کے بالوں کو اپنی
مٹھی میں دبو چا خبر دار ان کو یاد کرنے کی کوشش کی جس
دن تم میرے نکاح میں آئی تھی۔

اس دن تمہارا تعلق ان سے ختم ہو گیا تھا، آپ کی
آنکھوں میں آنسو نہیں آنے چاہیے،

ہیزل نے پکارا، خان، جی خان کی جان!

وہ مجھے ماما بابا اور لالا بہت یاد آرہے ہیں، بہرام ہیزل کی
بات سن کر آنکھیں سرخ ہو گئی، ہاتھوں کی نالیاں ہے،

بہرام زرینہ بیگم کے پاس آیا السلام علیکم۔۔۔
مورے۔۔۔۔

وعلیکم اسلام!!

کیسا ہے میرا بچہ۔۔۔
ٹھیک ہوں مورے آپ تیار ہو جائے پھر آدھے گھنٹے
میں نکلتے ہے، داجی بھی چل رہے ہے یا نہیں۔۔
انہوں نے انکار کر دیا ہے ان کا کہنا ہے وہ اتنا لمبا سفر
نہیں کر سکتے۔

اچھا میں داجی سے مل کر آتا ہوں، بہرام حاکم خان کے
کمرے کی طرف بڑھ گیا اور دروازہ کھول کر اندر داخل
ہوا کیسا ہے حاکم خان اپنے پوتے کو دیکھ کر مسکرائے آؤ
میرے شیر کیسے یاد آگئی۔۔

اپنے داجی کی بہرام سلام کر کے حاکم خان کے پاس
بیٹھا۔

نہیں داجی ایسی کوئی بات نہیں ہم آپ کو کیسے بھول سکتے
ہیں۔

بس کچھ مصروفیت بڑھ گئی ہے۔

حاکم خان بولا وہ تو دکھ رہا ہے بیوی کے آتے ہی
مصرفیت بڑھ گئی ہے۔

جو کمرے میں ہی بند ہو کر رہ گئے ہو۔

بہرام فوراً بولا داجی آپ پر ہی گیا ہوں آپ بھی جوانی
کے دنوں میں ایسا ہی کرتے ہو گئے،

حاکم خان اس کی بے شرمی پر گھور کر دیکھا،

اچھا داجی ہم کل تک واپس آ جائے گئے،

آپ نے اپنا بہت سارا خیال رکھنا ہے۔

دوائی وقت

پر لینی ہے ہم تو اپنا دھیان اچھے سے رکھ لے گا،

تم لوگ خیریت سے جاؤ اور ہاں ہیزل کو بھی ساتھ لے
جاؤ

بہرام نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر نکل گیا عاصم شاہ
ماہی اور آئزہ کو ڈراپ کر کے سیدھا یونی آیا،

جلدی سے کاوش کے کیبن میں داخل ہوا،

کاوش کرسی سے ٹیگ لگائے سگریٹ کے گہرے کش لے
رہا تھا، عاصم کاوش کی طرف بڑھا۔

کاوش عاصم کو دیکھ کر جلدی سے کرسی سے اٹھا اور گلے
لگ گیا، عاصم میرے یار اچھا کیا تو آگیا،

مجھے تجھ سے کچھ بات کرنی ہے ہاں بولو تو اس کنگ کو
کیسے جانتا ہے، میں نے دیکھا لندن سے پاکستان لے آیا۔

مجھے ایک سال بعد میری بہن، ملی کاوش اس کے ساتھ
کچھ غلط نہیں ہوا کاوش بولا تمہیں بتانے کی ضرورت
نہیں ہے مجھے اپنی محبت پر اور ماہی پر پورا یقین ہے،

وہاں۔۔۔۔

پر نہیں ملی پھر کنگ کا پتا چلا پاکستان آیا ہے وہاں سے مجھے
پتا چلا پاکستان سے لڑکیاں اٹھوا کر لندن میں سمگلنگ کی
جاتی ہیں۔

پھر میں نے کنگ کا پیچھا کر کے لندن پہنچا پر کنگ ماہی
کو میری بہن کو اس حالت میں پہنچایا ہے،

کاوش حیران نظروں سے دیکھنے لگا، کاوش میں تجھے بتانے
کی کوشش کی تھی پر بتا نہیں پایا ماہی کو سکول سے کڈنیپ
کر لیا تھا۔

میں نے اسے بہت ڈھونڈا تو اسے کس نگاہوں سے گھور
رہا تھا، ہاں جانتا ہوں میں ایک سیکرٹ ایجنٹ ہوں۔

اس کمینے کا کیس مجھے ملا ہے ملا نہیں میں نے خود لیا ہے
اس کمینے کو میں کتے کی موت دوں گا۔
جس نے اس کینگ کو میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔

اس نے میری معصوم آئزہ کو بہت تکلیف دی۔

، آئزہ کے ساتھ بھی یہ ہی حادثہ ہوا ہے ہم نے بہت
ڈھونڈا پر ہماری گڑیا ہمیں زخمی حالت میں سڑک پر ملی،
اس کا مطلب ہے جب میں ماہی کو وہاں سے لیں کر
نکلا۔۔

ہوٹل والوں کا کہنا تھا اس کینگ کے ساتھ ایک اور
لڑکی تھی۔
اور وہ آئزہ تھی،
کاوش بولا ہاں۔۔۔۔۔

کنگ پولیس والوں کو مار کر نکلا تھا۔ تب میں نے اسے
دیکھا تو میں نے ہوٹل کے مینجر سے پوچھا اور کہ وہ کچھ
دیج پہلے بھاگ گئی ہے،

تب ہی بہرام لالا کی کال آئی آئہ مل گئی ہے۔

بہت بڑی حالت میں ملی تھی عاصم شاہ سن کر تڑپ اٹھا،
اس کتے کینگ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے چیل کوؤں کو
کھلاؤں گا۔

کاوش بولا ماہی ٹھیک ہے، ہاں ٹھیک ہے سنا ہے کل ماہی کا
ہاتھ مانگنے آرہا ہے۔

کاوش نے حیران نظروں سے دیکھا میں نے ابھی کسی کو
بھی نہیں بتایا، کس نے کہا ہے تمہاری پٹاخہ بہن نے بولا
ہے۔

تو نے میری بہن کو پٹاخہ بولا عاصم تو اور کیا بولوں پٹاخہ
ہے سیدھا عاصم کے دل پر جا لگی ہے۔

کاوش کو شک تو پہلے تھا پر اس سے بدلہ بھی لینا تھا، کیسے
اس کمینے سالے حال کیا تھا ماہی سے محبت کرنے پر کاوش
بولا کمینے تو نے میری بہن پر نظر رکھی ہوئی ہے۔

ہمت کیسے ہوئی میری بہن پر نگاہ ڈالنے کی عاصم شاہ ایسے
کیسے پیچھے رہ جاتا

جیسے تیری ہمت ہوئی تھی۔

میری بہن پر نگاہ ڈالنے کی، اب مجھے چلنا ہے پر نظر رکھی
ہوئی ہے۔

ہمت کیسے ہوئی میری بہن پر نگاہ ڈالنے کی عاصم شاہ ایسے
کیسے پیچھے رہ جاتا۔

جیسے تیری ہمت ہوئی تھی میری بہن پر نگاہ ڈالنے کی۔

اب مجھے چلنا ہے، آفس میں ہوں، زمل کے سامنے وہ
لڑکی آئی جو شاہ میر کے اوپر گری تھی۔

زل غصے سے بولی ویڈیو کال کرے، کیوں میں نے کہا
کرے شاہ میر نے جلدی سے ویڈیو کال کی اور زل نے
جلدی سے اٹھائی،

چلے جلدی سے بیک کیمرہ کر کے دیکھائے مجھے شاہ میر
نے حیرانگی سے زل کو دیکھا، اور پھر بیک کیمرہ کر کے
سارا کمرہ دیکھایا زل دل پر ہاتھ رکھ

کر بولی شکر ہے اللہ کا وہ آپ کے ساتھ نہیں ہے ورنہ میں
نے اس کا سر پھاڑ دینا تھا، شاہ میر گھور کر بولا کون وہ وہی

چڑیل جس کے ساتھ آپ چپکے ہوئے تھے، شاہ میر کو
اب سمجھ آیا شاہ میر ہنسی چھوٹ گئی۔

زل نے گھورا اچھا میری چھوٹی سی جان اس لیے ویڈیو
کال کی تھی،

میں کسی کے ساتھ تو نہیں ہوں، شٹ آپ میں آپ کا سر
پھاڑ دوں گی۔

اگر آپ کسی بھی لڑکی کے پاس گئے، زل غصے سے بولی
بابا مان گئے ہیں۔

انہوں نے آپ کو رشتہ لانے کے لیے بول دیا ہے۔

شاہ میر سن کر گہرا مسکرایا چلو پھر جان شاہ میر ہم صبح
آ رہے ہیں۔

زل نے شرما کر نہیں جانا تم سے پوچھا نہیں ہے بتایا ہے۔

چلو اٹھو فریش ہو میں آتا ہوں کہہ کر باہر نکل گیا زرمینہ
بیگم! لاونج میں بیٹھی تھی، انہوں نے کل ہی بتایا تھا شاہ
میر اور بالاج کا رشتہ لے کر جانا۔۔۔۔۔

-----□



بہرام کی گاڑی اسلام آباد کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔

بہرام غصے سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

آنکھیں لال ہوئی تھی ہاتھوں کی نالیاں ابھڑ رہی تھی،
زمینہ بیگم نے ساتھ آنے سے انکار کر دیا تھا۔

بہرام اگر یہ لڑکی گئی تو میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں
جاؤ گی بھرام بیزل کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

اس لیے بہرام نے کچھ نہیں کہا ہیزل کو لے کر گاڑی
میں بیٹھ گیا زمینہ بیگم بھی غصے سے دوسری گاڑی میں جا
بیٹھی،

عدنان خان اپنی بیگم کو دیکھا اور پھر بہرام کو اور غصے سے
بولے بہرام زن مریدی کی بھی حد ہوتی ہے۔

اور جا کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔
بہرام کی گاڑی آگے تھی اور عدنان صاحب کی پیچھے،
بہرام سارے راستے خاموش ہی رہا، ہیزل نے بھی
بہرام کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

ایسے ہی خاموشی سے سیٹ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی
رہی،

بہرام نے ہیزل کی طرف دیکھا جو آنکھیں موندے
ہوئی تھی

اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھی بہرام نے غصے سے
ہاتھوں کی مٹھیاں بوچی اور ہیزل کو پکارا ہیزل میری
طرف دیکھو،

ہیزل ایسی ہی پوزیشن میں بیٹھی رہی،

جیسے اس کی بات سن کر بھی ان سنی کر رہی ہو، بہرام
نے اب سختی سے بولا ہیزل میں کیا بول رہا ہوں۔

میری طرف دیکھو، مجھے ایک ہی بات بار بار کہنا پسند
نہیں ادھر میری طرف دیکھو، مجھے سختی کرنے پر مجبور نا
کرو، بہرام غصے سے دھاڑا ہیزل اس کی دھاڑ پر فوراً

اچھل کر بیٹھی اور بہرام کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ جو
خون چھلکار ہی تھی، بہرام نے ہیزل کی طرف دیکھا
جس کی گرے آنکھیں رونے کی وجہ سے لال ہوئی تھی۔

بہرام نے ایک ہی جھٹکے سے ہیزل کی کمر میں ہاتھ ڈال
کر اپنی گود میں بٹھایا۔

ہیزل کا چہرہ سرخ پڑ گیا ہیزل نے بھیگی آنکھوں سے
بہرام کی طرف دیکھا،

بہرام نے ہیزل کے ماتھے پر لب رکھے اور پھر آنکھوں
پر باری باری لب رکھے، ہیزل کی سانس اوپر کی اوپر اور
نیچے کی نیچے اٹک گئی۔

خانم بہرام نے پکارا، خانم ایسے مت رویا کرو۔

میں جانتا ہوں میں نے بہت بہت بڑی غلطی کی ہے پر
میں ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں کیا کرتا جب جب تمہیں اپنے سامنے دیکھتا تھا۔

تو مجھے میرے لالایاد آ جاتے تھے۔

تمہارے بھائی کا چہرہ سامنے آ جاتا تھا، سینے میں آگ
بھڑک اٹھتی تھی۔

دل کرتا تھا تمہارے بھائی کے سینے میں گولیاں اتار دوں
اور سامنے تمہیں دیکھ کر تم پر سارا غصہ اتر جاتا تھا۔

خانان مجھے معاف کر دو۔ ہیزل ایسے ہی چپ کر کے
بیٹھی رہی۔

خان مجھے نیچے اتارے، ہیزل نے گاڑی گاڑی کے آس
پاس دیکھا اور بولی۔۔۔۔

بہرام اپنی خاناں کی نظروں کو ادھر ادھر محسوس کر
کے بولا

خاناں! ہرگز نہیں آپ ایسے ہی میری گود میں بیٹھی رہے
گی اور میں ایسے ہی گاڑی ڈرائیو کروں گا۔

بیزل نے شرم سے نظریں جھکالی، بہرام نے جھک کر
ہیزل کے لبوں کو چوما ہیزل کا چہرہ پل میں سرخ ہوا۔

بہرام کی گردن میں چہرہ چھپا لیا، بہرام نے مسکرا کر
گاڑی کی سپیڈ بڑھائی۔

بیزل سارے رستے ہی بہرام کے سینے سے لپٹی رہی۔

بہرام دو گھنٹوں سے بیزل کو اپنے سینے سے لپٹائے ڈرائیو کرتا رہا بہرام کی گاڑی فارم ہاؤس کے پاس آ کر روکی،

اور پیچھے عدنان خان کی گاڑی بھی گارڈ نے جلدی سے گیٹ کھولا اور دونوں گاڑیاں اندر داخل ہوئی۔

بہرام نے گاڑی کارپوچ میں پارک کی اور ہیزل کو دیکھا جو سو رہی تھی بہرام نے ہیزل کی گردن پر لب رکھے،

ہیزل ہڑبڑا کر فوراً اٹھی اور گھور کر بہرام کی طرف
دیکھا۔

خاناں یہ کیا ابھی تو ایسے لپٹ کر سو رہی تھی۔

اب ایسے کیوں گھور رہی ہے، ہیزل بہرام کی بات کو
اگنور کر کے بولی مجھے چھوڑے نیچے اترنا ہے،

میری کمر اکڑ گئی ہے اب تو درد بھی بنے لگا ہے،

کوئی بات نہیں خاناں میں ہوں نادبادوں گا،

بیزل فورابولی بلکل نہیں میں آپ سے ناراض ہوں۔

میں نے ابھی آپ کو معاف نہیں کیا۔

چھوڑے مجھے بیزل بہرام سے خود کو چھڑوانے کی
کوشش کرنے لگی۔

خاناں میں اپنے طریقے سے معافی مانگوگا۔

پھر تو آپ مجھے معاف کرے گی، اب تو چھوڑ رہا ہوں۔

کیونکہ مورے بابا پیچھے ہے، بہرام نے بیزل کو چھوڑا،

بیزل دوسو کی سپیڈ سے گاڑی سے نیچے اتری بھرام اس
کی حرکت پر مسکرا دیا۔

اور گاڑی سے اترا زمینہ بیگم! بیزل کو غصے سے گھور
کر اندر چلی گئی۔

بیزل فارم ہاؤس کو دیکھنے لگی جو بہت خوبصورت تھا۔

دونوں اطراف لان تھا اور بیچ میں راستہ بنایا تھا۔
اندر جانے کا بہرام ہیزل کو اپنے حصار میں لے کر اندر
داخل ہوا، کاوش اور شاہ میر صبح ہی آئے تھے۔

فارم ہاؤس اور آئزہ بھی پہلے تو فلیٹ میں ہی رہتے تھے
زرمینہ بیگم اور عدنان کاسن کر صبح ہی فارم ہاؤس آگے،
آئزہ فوراً بھاگ کر زرمینہ بیگم کے گلے لگی۔

کیسا ہے میرا بچہ۔۔۔

میں ٹھیک ہوں مورے کاوش اور شاہ میر بھی زرمینہ
بیگم کی طرف بڑھے دونوں نے ان کی ہتھیلیوں پر بوسہ
دیا زرمینہ بیگم نے دونوں کو سینے سے لگایا کیسے ہے میرے
دونوں بچے، ٹھیک ہے مورے کاوش بولا جن کی اتنی
اچھی مورے ہو ان کو کچھ ہو سکتا ہے عدنان صاحب

آثرہ کو اپنے سینے سے لگائے کھڑے تھے، بابا میں نے
آپ کو بہت یاد کیا، میں نے بھی میرے بچے کاوش اور
شاہ میر بھی عدنان صاحب سے مل کر بہرام کی طرف
بڑے بہرام نے ان دونوں کو اپنے سینے سے لگایا، آثرہ
گھور کر بولی یہاں ایک عدد میں بھی ہوں، کاوش اور شاہ
میر ہسنے لگے، بہرام نے بازو پھیلائے، آثرہ بھاگتے ہوئے
بہرام کی طرف بڑی بہرام کے سینے سے لگنے کی بجائے
ہیزل کے گلے لگی شاہ میر اور کاوش کا قہقہہ لگا کر ہسنے
لگے، بہرام نے ان دونوں کو گھور کر دیکھا اور پھر آثرہ کو
جو ہیزل کے سینے سے لگی ہوئی تھی بھا بھی میں نے آپ کو
بہت یاد کیا، ہیزل نے آثرہ کے گال چومے اور کہا میں

نے بھی، بھابھی آپ بہت پیاری ہے بہرام ہیزل کی
طرف ہی دیکھ رہا تھا جو مسکرا رہی تھی وہ واقعے میں ہی
بہت پیاری تھی اور ٹھوڑی کے پاس تل اس کی
خوبصورتی کو اور چار چاند لگا دیتا تھا، شاہ میر بولا گڑیا ایسے
ہی باتیں کرتی رہو گی یا بھابھی کو بھی اندر آنے دو گی۔ اوو
سوری آئے نا اندر با بھی چلے آئے ہم تیار ہوتے ہیں پھر
تھوڑی دیر میں کاوش بھائی کے سسرال جانا ہے، زرمینہ
بیگم بولی نہیں آئزہ یہ ہرگز نہیں جائے گی، کیوں مورے
تم جاؤ اپنے کمرے میں یہ نہیں جائے گی۔ ہیزل کی
آنکھوں میں آنسو بہنے لگے، بہرام ہیزل کی آنکھوں
میں آنسو دیکھ کر غصے سے بولا مورے اگر ہیزل نہیں

جائے گی تو میں بھی نہیں جاؤ گا کاوش اور شاہ میر ایک
دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، زرینہ بیگم بولی بہرام یہ
لڑکی تمہارے لیے اتنا عزیز ہو گیا ہے اس لڑکی کے لیے
تو ہم سے لڑے گا، مورے میں لڑ نہیں رہا بتا رہا ہوں
ہیزل۔ ہمارے ساتھ ہی جائے۔

گی۔ زرینہ بیگم ابھی آگے کچھ اور ہی کہتی عدنان صاحب
فورا بولے، بہرام تم جاؤ اپنے کمرے میں میں تمہاری
مورے سے بات کر لیتا ہوں، تم جاؤ تیار ہو تھوڑی دیر
میں نکلتے ہے، زرینہ بیگم عدنان صاحب کو غصے سے گھور
کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گی، عدنان صاحب بھی ان
کے پیچھے چلے گئے، آترہ ہیزل کے پاس آئی بھا بھی

آپ مت روئے مورے غصے کی تیز ہے دل کی بہت نرم
ہے چلے آپ تیار ہو جائے میں نے ناکل شوپینگ کی تھی تو
آپ کے لیے بھی کر لی میں نے آپ کا ڈریس نکال کر
رکھا ہے آپ نے وہی پہننا ہے آترہ ہیزل کے گال چوم
کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

شاہ میر اور کاوش بھی چلے گے، بہرام ہیزل کی طرف
بڑھا، جو آنسو بہا رہی تھی، خان مجھے کہی نہیں جانا میں
یہاں ہی ٹھیک ہوں خاناں میں نے تم سے پوچھا نہیں ہے
، تم جاؤ گی یا نہیں، یہ میں فیصلہ کروں گا، بہرام ہیزل کو
اپنی باہوں میں اٹھائی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

بہرام ہیزل کو کمرے میں لے کر داخل ہوا ہیزل کو بیڈ

پر بٹھایا ہیزل نے شرم سے نظریں جھکالی، خانانا چلوا ٹھو
تیار ہو جاؤ، یہ میرا حکم ہے آپ چل رہی ہو میرے ساتھ
ہیزل اٹھ کر فریش ہونے چلی گئی بہرام بیڈ پر لیٹ گیا
کچھ دیر بعد ہیزل فریش ہو کر آئی اور ڈریسنگ روم میں
چلی گئی، بہرام بھی اٹھ کر اپنے کمرے لے کر واش روم
میں بند ہو گیا۔

بہرام کچھ دیر بعد فریش ہو کر باہر نکلا ہیزل کمرے میں
کہی نہیں تھی، بہرام نے ڈریسنگ روم کے بند دروازے
کو دیکھا، اور اندر جانے لگا، ابھی قدم آگے ہی بڑھائے
تھے بیزل دروازہ کھول کر باہر آئی، بہرام کے تو قدم ہی
تھم گئے تھے کہ وہ بلیک رنگ میں سراپہ حسن بنی بہرام

کے دل کے تار ہلا گئی تھی بلیک فرائک، جو پاؤں کو چھو
رہی تھی آنکھوں میں باریک کاجل کی لائن لگائی،
ہونٹوں پر لائٹ پنک لپسٹک لگائے بہرام کی دل کی
دیواریں ہلا کر رکھ دی، بہرام ہیزل کے قریب آیا اور
فورا ہی ہیزل کے ہونٹوں پر جھک گیا، اور شدت سے
چومنے لگا، بیزل کو تو سمجھ ہی نہیں آئی کہ کیا ہوا ہے،
خاناں بہت پیاری لگ رہی ہو، بہت سے بھی زیادہ بہرام
نے شادی کے بعد آج بیزل کو تیار ہوتے ہوئے دیکھا تھا
پہلی دفعہ یا آج اپنی محبت کی نگاہ سے دیکھا تھا، بہرام نے
اب ہیزل کی سنہری گردن پر اپنے دانت گاڑے، ہیزل
کی کمرے میں چیخ گونجی خاناں میرا دل کر رہا ہے کہ آپ

کو کہی جانے نہ دوں اس قدر آپ حسین لگ رہی ہے
بیزل تو آج بہرام کا یہ دیوانہ روپ دیکھ رہی تھی خان
نیچے چلے سب ویٹ کر رہے ہیں۔ خاناں دل کر رہا آپ کو
خود میں سالوں، کہی جانے نہ دوں، لیکن اب جانا بھی
ضروری ہے تو پھر آکر کنٹینو کرے گے، بیزل بہرام کی
بات سن کر لال ٹماٹر بن گئی خاناں کیا ہوا ہیزل فورابولی
کچھ نہیں چلے نیچے چلے کہہ کر فوراباہر بھاگ نکلی بہرام
بیزل کی سپیڈ دیکھ کر قہقہہ لگا گیا بیزل جلدی سے نیچے
آئی اور آڑہ کو دیکھ کر مسکرائی جو سب کو گھوم گھوم کر
دکھا تھی اپنی تیاریاں کیسی لگ رہی ہوں کاوش لالا بلکل
چاند کا ٹکڑا، شاہ میر لالا آپ کو کیسی لگ رہی ہوں چڑیل

لگ رہی ہو، آثرہ نے منہ بنا کر خود کو آئینے میں دیکھا،
اچھی تو لگ رہی بلکل اپنے یارم کی روح شاہ میر بولا، اوویہ
یارم کہاں سے آگیا خبر دار جو آپ نے ایک اور لفظ کہا
یارم کے بارے میں آثرہ شاہ میر کو انگلی دکھا کر بولی اچھا
اچھا کچھ نہیں کہہ رہا، چڑیل آپ نے مجھے چڑیل بولا جائی
میں آپ سے بات نہیں کروں گی اب، آثرہ ہیزل کے
پاس آئی ماشا اللہ ہماری بھابھی تو جان حسین لگ رہی ہے،
بیزل نے مسکرا کر بولی تم بھی بہت پیاری لگ رہی ہو چلے
بھابھی آئے چلے ہم گاڑی میں چل کر بیٹھتے ہیں۔ کاوش
لالا آپ مورے بابا کے ساتھ آئیے گا میں بہرام لالا کی
گاڑی میں جاؤں گی اور کہہ کر باہر نکل گئی، شاہ میر نے

پیچھے سے آواز لگائی چڑیل بہت پیاری لگ رہی ہو آثرہ
بال جھٹک کر بولی مجھے پتہ ہے بتانے کی ضرورت نہیں
ہے ہیزل کا ہاتھ پکڑ کر بہرام کی گاڑی میں جا بیٹھی۔
زمینہ بیگم بھی غصے سے کاوش کی گاڑی کی طرف بڑھ
گئی۔ عدنان خان نیچے آئے شاہ میر تم ساتھ نہیں چل
رہے، نہیں بابا میری ایک میٹینگ ہی میں اٹینڈ کر کے
آ جاؤ گا آپ پہلے کاوش لالا کے سسرال ہی جائے گئے
بہم میں دو گھنٹے تک آ جاؤ گا، اوو کے عدنان صاحب باہر
نکل گئے، کاوش بولا کمینے تو نا بھی جائے گا پھر بھی تیری
منگنی کر کے آئے گے کہہ کر باہر نکل گیا شاہ میر کاوش کی
پیٹھ کو گھور کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کاوش کی

گاڑی نکل گئی تھی آترہ اور ہیزل بہرام کا انتظار کر رہی
تھی جو ابھی تک نہیں آیا تھا۔ یہ لالا کہہ رہ گئے ہیزل نے
دروازے کی طرف دیکھا جو بازو میں گھڑی پہنے باہر نکل
رہا تھا، اس قدر حسین لگ رہا تھا ہیزل اپنی پلکیں جیکانا
بھول گئی تھی، جو بلیک پینٹ کوٹ پہنے ایک شہزادہ ہی
لگ رہا تھا۔ بہرام گاڑی میں آکر بیٹھا اور ہیزل کو دیکھا جو
اسے ہی دیکھ رہی تھی، لالا آپ نے اتنا ٹائم لگا دیا تیار
ہونے میں جلدی چلی کاوش لالا لوگ تو پہنچنے والے ہو
گے، گڑیا آپ کی بھابھی ایسے ہی دیکھتی رہے گی تو میں
گاڑی کیسے سٹارٹ کروں گا، ہیزل بہرام کی آواز سن کر

جلدی سے اپنی نظریں نیچے جھکالی، بھرام نے مسکرا کر
گاڑی سٹارٹ کی۔



تھوڑی دیر میں گاڑیاں شاہ مینشن پہنچی، عاصم شاہ اور
سعدیہ بیگم باہر ہی کھڑے تھے، عاصم نے سعدیہ بیگم اور
مسکان بیگم کو کل ہی بتا دیا تھا مسکان بیگم عاصم کی خالہ
تھی۔ سعدیہ اور مسکان بیگم دونوں بہنیں تھیں ایک اور
بہن تھی مہک مگر کچھ سالوں سے کچھ ایسا ہوا تھا کہ تینوں
بہنیں ہی بچھڑ گئی تھیں۔

سعدیہ بیگم جلدی سے زمینہ بیگم کی طرف بڑھی اور
گلے ملی بہت سنا ہے آپ کے بارے میں عاصم شاہ عدنان
کے گلے لگے اور پھر کاوش کو زور سے کھینچ کر اپنے سینے
سے لگایا۔ عاصم کی نظریں آئہ کو ڈھونڈنے میں لگی تھی،
آئہ گاڑی سے باہر نکلی کاوش تو جیسے آنکھیں چپکانا ہی
بھول گیا تھا، جو پرپل رنگ میں کوئی حسینہ ہی لگ رہی
تھی اور بال کھولے چھوڑ رکھے تھے جو کمر سے نیچے جھول
رہے تھے آئہ نے عاصم کی طرف دیکھا تو آئہ کا زور
زور سے دل دھڑکنے لگا، آئہ جلدی سے پیچھے پلٹی اور
اپنے دل پر ہاتھ رکھا ہائے اللہ یہ مجھے کیا ہو رہا ہے عاصم

گہرا مسکرایا اس کی حرکت پر عاصم بہرام کے گلے لگا
آثرہ جلدی سے آگے بڑھ گئی سعدیہ بیگم آثرہ کو دیکھ کر
بولی ماشا اللہ کتنی پیاری بچی ہے آثرہ نے سعدیہ بیگم کو
سلام کیا اور پھر مسکان بیگم کو آثرہ نے پیچھے دیکھا بھابھی
کہاں گئی بہرام نے پیچھے مڑ کر دیکھا جو کھڑی آنسو بہا رہی
تھی۔ سعدیہ اور مسکان بیگم بیزل کو اپنے سامنے دیکھ کر
حیران ہوئی، عاصم بھی ہیزل کو دیکھ کر حیران ہوا، وہ
کیسے نا پہچان پاتا مسکان بیگم اور سعدیہ بیگم تڑپ کر ہیزل
کی طرف بڑھی۔ بیزل اپنی دونوں خالہ کو دیکھ کر پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگی۔ سب حیران نظروں سے دیکھ رہے
تھے، بیزل اب زمین پر بیٹھی رونے لگی کتنا پیار کرتی تھی

اپنی دونوں خالہ سے میری وجہ سے تینوں بہنے الگ ہو
گئی، مسکان بیگم بیزل کے پاس بیٹھی بیزل کا چہرہ چومنے
لگی خالہ کی جان خالہ کا دل کیسی ہو مسکان بیگم پاگلوں کی
طرح چومنے لگی ہیزل بھی ان کے سینے سے لگ کر رونے
لگی۔

خالہ مجھے معاف کر دے میری وجہ سے آپ مورے
آپ کی بہن الگ ہو گئی، سعدیہ بیگم نے ہیزل کو اپنے
حصار میں لیا۔ نہیں میری جان تم ایسا مت سوچو تمہاری
طبیعت خراب ہو جائی گی ہم بہت خوش ہے تمہیں اتنے
سالوں بعد دیکھ کر سب وہاں حیران نظروں سے دیکھ

رہے تھے۔ بہرام تو اپنی خاناں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ
کر تڑپ رہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا اپنی خاناں کو ان
سے کھینچ کر اپنے سینے سے لگالے۔ عاصم ہیزل کے پاس
آیا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھا ہیزل میں سب کچھ ٹھیک
کر دوں گا۔ عاصم شاہ سب کو اندر لے کر آیا اور ڈرائیونگ
روم میں بٹھایا سوری

وہ اتنے سالوں بعد ہیزل کو دیکھ کر خالہ اور مورے سے
نہیں رہا گیا۔ عدنان صاحب بولے! بیٹا ہم سمجھ سکتے ہیں،
زمینہ بیگم بولی سعدیہ بیگم کیا آپ ہمیں ہماری بہو سے
نہیں ملائیں گی، جی ضرور زلیخہ جاؤ ماہی کو لے کر آؤ، نہیں
میں لے کر آتی ہوں آئزہ فوراً بولی۔ مجھے روم بتادے۔

بی بی جی میں آپ کو لے چلتی ہوں۔ آئزہ زلیخہ کے ساتھ
ماہی کے روم میں داخل ہوئی جو پنک فرائڈ پہنے کمرے
میں چکر لگا رہی تھی، آئزہ کو دیکھ کر اس کے پاس آئی
آئزہ میں اچھی لگ رہی ہوں نا کیا تمہاری مورے کو میں
پسند آ جاؤ گی آئزہ ماہی کو ایسے نروس دیکھ کر بولی بہت
پیاری لگ رہی ہے ایسے ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ میری
مومے کو پسند ہی نا آئے چلے آئیں نیچے چلے سب ویٹ کر
رہے ہے آئزہ نے ماہی کے گالوں پر کس کی چلے اب ماہی
نے اثبات میں سر ہلایا اور نیچے لے کر جانے لگی۔ ماہی کو
ڈرامینگ روم میں لے کر داخل ہوئی کاوش تو اس کے
قیامت خیز حسن میں کھو گیا، جو بالکل شہزادی لگ رہی

تھی مابی زرمینہ بیگم کے پاس آئی زرمینہ بیگم نے اٹھ کر
اس کے ماتھے پر بوسہ دیا، ماشا اللہ! ہماری بہو تو بہت
پیاری ہے عدنان صاحب نے بھی اس کے سر پر ہاتھ
رکھا۔

آترہ نے ماہی کو کاوش کے پاس لا کر بٹھایا۔ سعدیہ جی اب
ہم بالکل انتظار نہیں کر سکتے اگر آپ کی اجازت ہو تو ہم
آج ہی انکو کھینچ کر اپنے گلے سے لگایا ماہی بیزل سے دو
سال چھوٹی تھی۔ بیزل اپنی بہن کی طرف دیکھو، میری
جان ہیزل نے ماہی کی طرف دیکھا اور پھر سے گلے لگ
گئی، بہرام بیزل کو روتا نہیں اب دیکھ سکتا تھا اٹھ کر پاس

آیا ماہی بیٹا یہ ایسے نہیں چپ ہو گی میں دیکھتا ہوں۔ آپ
کاوش کے پاس جائے۔

.....

آئزہ کچھ دیر کے لیے باہر آئی۔
عاصم بھی آئزہ کے پیچھے آیا ابھی آئزہ پلٹی ہی تھی عاصم
نے آئزہ کو کھینچ کر پلر کے پیچھے کیا، آئزہ تو اس اچانک
افتاد پر بوکھلا گئی عاصم کو اپنے سامنے دیکھ کر دل جیسے
پسلیاں توڑ کر جیسے باہر آنے کو ہو۔

عاصم تو آئزہ کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹایا رہا تھا۔
آئزہ بولی ایسے کیا دیکھ رہے ہے عاصم گانا گنگنانے لگا۔

نظر چاہتی ہے۔۔۔۔

دیدار کرنا۔۔۔۔۔

یہ دل چاہتا ہے۔۔۔۔۔

تمہیں پیار کرنا۔۔۔۔۔

آئہ بس عاصم شاہ کی آنکھوں میں دیکھنے لگی، عاصم نے
آئہ کے ماتھے پر بوسہ دیا اور اگلے بول بولنے لگا۔

تمہاری وفا میں۔۔۔۔۔۔۔

ڈوبے رہے ہم۔۔۔۔۔۔۔

ہے کیا حال دل کا۔۔۔۔۔

یہ کیسے کہے؟ ہم۔۔۔۔۔

مہکنے لگے گا۔۔۔۔۔

بدن پہ تمہارا۔۔۔۔۔

ہم آنکھوں سے ایسی شرارت کرے

آترہ نے شرم سے سر جھکا لیا! مائی لیڈی میری طرف

دیکھو دیکھو تم نے کیا حالت کر دی ہے کی تمہارے سوا

کچھ نظر ہی نہیں آتا آثرہ ایسے ہی خاموشی سے سر

جھکائے بولی مجھے جانا ہے کوئی آجائے گا۔ مجھے جانے دے

، چلی جانا مائے لیڈی بہت پیاری لگ رہی ہو عاصم نے

آئزہ کے ہاتھ پر لب رکھے۔ آئزہ فوراً اپنا ہاتھ چھڑوا کر
بھاگی۔ اور پیچھے پلٹ کر بولی اووئے مسٹر ماننا پڑے گا
آپ کی آواز بہت پیاری ہے، تو میں نہیں پیارا وہ میں
آپ کو پھر کبھی بتاؤ گی۔ عاصم بولا مجھے میری محبت کا
جواب بھی چاہیے سوچ کر بتاؤ گی، تھوڑی ہی دیر میں
سب کھانا کھا کر نکلے، اچھا ہمیں اجازت دیں ہم نے
اپنے چھوٹے بیٹے کے بھی سسرال جانا ہے کاوش ماہی
کے پاس آیا شہزادی آج تم بہت پیاری لگ رہی ہو کاوش
نے جھک کر ماہی کے گال چومے ماہی تو جیسے سانس لینا ہی
بھول گئی شکر ہے کسی نے دیکھا نہیں تھا، اب میں چلتا
ہوں صبح یونی میں پروپر تمہیں بتاؤ گا تم کتنی پیاری لگ

رہی تھی۔ کہہ کر آگے بڑھ گیا، بیزل بھی سب سے مل
کر گاڑی میں بیٹھ گئی، اب ان سب کا ارادہ سلطان پاشا کی
طرف جانے کا تھا عدنان صاحب بولی کاوش شاہ میر کو
کال کر کے پوچھو کہارہ گیا ہے بابا میں نے کی تھی کال
راستے میں ہے آئزہ بولی بھا بھی ماہی بھا بھی آپ کی کزن
ہے ماہی نے اثبات میں سر بلایا بہرام آج اس ایک ایک
آنسو کا حساب لینے کا ارادہ کیا خاناں یہ جو تم نے آنسو بہائی
ہے نا اس کا حساب تو دینا ہی ہو گا۔۔۔

  _____ جاری ہے۔

بہرام کی گاڑی پاشاہاؤس میں داخل ہوئی باقی سب کی
بھی گاڑی پاشاہاؤس کے کارپوچ میں روکی، شاہ میر نے
انہیں راستے میں ہی جوائن کر لیا تھا سلطان پاشا سامنے ہی
کھڑے تھے اپنی بیٹی کی خوشی کے لیے شاہ میر کو قبول
کرنا ہی تھا۔ ان کی بیٹی پسند بہت اچھی تھی سلطان پاشا شاہ
میر کو پسند نہیں کرتے تھے سلطان پاشا عدنان خان کی
طرف بڑھے ان کو گلے لگایا، بہرام اور کاوش سے ملنے

کے بعد شاہ میر کو گلے لگایا کیسے ہے سسر صاحب بہت
اچھا لگا جو آپ مان گئے شاہ میر سلطان پاشا کے کان میں
سرگوشی کی ورنہ ہم تو آپ کی بیٹی کو ایسے ہی اٹھا کر لے
جاتے۔ سلطان پاشانی شاہ میر کو گھور کر دیکھا سسر جی
اب ایسی تو ناگھورے تھوڑا تو خیال کر لے آپ کا ہونے
والا داماد ہوں۔ عدنان صاحب بولے چھوٹے خان کیا
ارادہ ہے سلطان پاشا سے ہی تمہاری شادی کروادی لگتا تو
ایسا ہی ہے دیکھے بابا کیسے چپک کر کھڑے ہے لالا شاہ
میر فوراً سلطان پاشا سی دور اور بولا لا حول والہ قوتہ کیسی
باتیں کر رہے بابا شاہ میر نے سلطان پاشا کی طرف دیکھ کر
جھر جھری لی۔ سب کا قہقہہ بے ساختہ گونجا۔ سلطان

پاشا نے آترہ کی طرف دیکھا آترہ فوراً پاس آئی میں آترہ
شاہ میر لالا کی چھوٹی اور سب کی لاڈلی بہن، پاشا نے مسکر
کر آترہ کے سر پر ہاتھ رکھا، آترہ بولی یہ ہماری بھابھی
بہرام لالا کی وائف

اور ہماری پیاری بھابھی ہیزل نے پاشا کو سلام کیا سلطان
پاشا نے بھی مسکرا کر ہیزل کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور سب
کو ڈرامینگ روم میں بٹھایا۔ عدنان صاحب بولی پاشا
صاحب بہت خوشی ہوئی مل کر ہم جس مقصد کے لیے
آئے ہے آپ اچھے سے جانتے ہیں پاشا فوراً بولا جی جی
آپ کی ہی بیٹی

ہے زمینہ بیگم بولی تو پھر ہماری بیٹی سے تو ملو ائے جی
ضرور! خان بی زمل کو لے آئے خان بی سر ہلا کر اوپر چلی
گئی جی بہرام بیٹا آپ کیا کرتے ہے، شاہ میر بولا لا لا پوری
سوات کے سردار ہے کاوش نے کہنی ماڑی تم سے نہیں
پوچھا، لا لا سے پوچھا ہے تو اپنی زبان بند رکھ کر بیٹھا رہ
ویسے بھی تیرے سر غصے والے لگ رہے ہے شاہ میر
بولا لگ نہیں رہے ہے ہی غصے والے بہرام نے ان
دونوں کو گھور کر دیکھا جو کان میں کھسر پھسر کر رہے
تھے، دونوں نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ لا کر بہرام کی
طرف دیکھا، اور پھر جلدی سے دوسری طرف دیکھنے

لگے۔ پاشا صاحب دیکھے ہم منگنی کے ساتھ ڈیٹ بھی
فکس کرنا چاہتے ہیں۔

اگر آپ کو اعتراض نا ہو تو سلطان پاشا فوراً بولے مجھے کیسا
اعتراض ہو گا۔ آپ کی بیٹی ہے جب مرضی لے جائے
خان بی زمل کو لے کر ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی۔
آئره اور ہیزل فوراً اٹھ کر زمل کے پاس گئی ہیزل نے
زمل کے ماتھے پر لب رکھے، بہت پیاری لگ رہی ہو شاہ
میر تو نظر جھکانا بھول ہی گیا تھا۔ جو بلیک فرائک میں شاہ
میر کی دل کی دھڑکنی بے قرار کر گئی تھی، دودھیار نگت
بلیک رنگ میں اور کھل اٹھا تھا، آئره زمل کے گلے لگی اور
گال چومے، آئره کافیورٹ مشغلہ تھا ہر کسی کے گال

چو منا او و مائی گوڈ! میری تینوں بھابھیاں بہت پیاری ہے،
آئزہ نے اپنے چہرے کا ریکشن ایسے دیا تھا کہ سب ہسنے
لگے، زرمینہ بیگم نے بھی زمل کے ماتھے پر بوسہ دیا،
ہیزل کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، ہیزل خود کو
کنٹرول نہ کر پائی جلدی سے باہر نکلی بہرام ہیزل کو باہر
جاتا دیکھ کر اس کے پیچھے گیا، زرمینہ بیگم! نے غصے سے
اپنے بیٹے کی طرف دیکھا، جو اس لڑکی کے لیے پاگل ہو
رہا تھا، میں اس لڑکی کو کبھی بہو قبول نہیں کروں گی
زرمینہ بیگم! محسوس کر رہی تھی اپنے بیٹے کے بدلے
ہوئے رویے کو، عدنان صاحب نے پکارا زرمینہ بیگم آئے
رسم شروع کرتے ہیں زرمینہ بیگم، جلدی سے زمل کی

طرف بڑھی اور کچھ ہی دیر میں رسم ادا کی۔ شاہ میر نے
سب کے سامنے زل کا ہاتھ چوما زل کا چہرہ سرخ پڑ گیا،
زل کو یہ امید نہیں تھی شاہ میر سب کے سامنے ایسی
حرکت کرے گا۔ میر سب دیکھ رہے ہیں ہائے میر کی
جان ایسی ناپکارا کر و دل گستاخیاں کرنے پر اتر آتا ہے،
بہت بے شرم ہے آپ میر اچھے ابھی آپ نے میری بے
شرمی دیکھی کہاں ہے شاہ میر نے زل کی کمر میں ہاتھ
ڈال کر خود

کے قریب کیا، زل سر سے پیر تک سرخ پڑ گیا کاوش شاہ
میر کے کان میں سرگوشی کی کہینے خود کو کنٹرول کر سب
کی نظریں تیرے پر ہی ہیں۔ اپنے رومانس والا جن تھوڑا

قابو میں کر دیکھ بیچاری بھابھی کیسے سرخ پڑ گئی ہے شاہ میر
نے مکہ بنا کر کاوش کے پیٹ دے مارا۔ تجھے جو موقع نہیں
ملا اب جیلس ہو رہا ہے، او وہی میں کیوں سڑنے لگا۔

میں۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔ تمہیں۔۔۔۔۔ سب

-----کی موجودگی-----کا-----

احساس دلا رہا ہوں۔۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔۔

دونوں کی باتیں ختم ہو گئی ہو اور

چھوٹے خان تمہاری بے شرمی تو میں اپنی بہو کے پاس
بیٹھ جاؤ، زل نے شرم سے سر جھکا لیا۔

ہیزل باہر پلر کے ساتھ بیٹھی رو رہی تھی دل میں درد
بڑھتا جا رہا تھا، دودن سے مسلسل درد ہو رہا تھا، اپنی
دونوں خالہ کو دیکھ کر دل بہت خوش ہوا تھا۔ وہی دل بے
چین اس نے اپنی ماں سے کیا ہوا وعدہ توڑ دیا تھا۔ ہیزل
منہ پر ہاتھ رکھے رونے لگی، کیا میری زندگی میں کبھی پیار
نہیں لکھا اسے زرمینہ بیگم کی نفرت بڑی آنکھیں یاد آئی
کیسے وہ نفرت سے دیکھ رہی تھی، ہیزل سسکیوں سے
رونے لگی۔ بہرام ہیزل کے پیچھے آیا، جو اسے پلر کے
ساتھ بیٹھی ہوئی نظر آئی، بہرام جلدی سے ہیزل کی
طرف بڑھا، اور پنچوں کے بل ہیزل کے قریب بیٹھا،
ہیزل بہرام کو دیکھ کر اس کے سینے سے لگے ہچکیوں سے

رونے خانائیا کیا ہوا تم رو کیوں رہی ہو۔ ہیزل بولی

خان۔۔۔۔۔ مجھے۔۔۔۔۔ کوئی۔۔۔۔۔

پیار۔۔۔۔۔ نہیں کرتا۔۔۔۔۔ جس۔۔۔۔۔ جس

۔۔۔۔۔ سے۔۔۔۔۔ بھی۔۔۔۔۔ میں نے۔۔۔۔۔ پیار۔۔۔۔۔

کیا۔۔۔۔۔ سب۔۔۔۔۔ مجھے۔۔۔۔۔ چھوڑ کر۔۔۔۔۔

چلے۔۔۔۔۔ گئے۔۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔۔ بھی۔۔۔۔۔ مجھ سے

نفرت۔۔۔۔۔ کرتے۔۔۔۔۔ ہیں۔۔۔۔۔ ہیزل ہچکیوں سے بول

رہی تھی، بہرام نے تڑپ کر ہیزل کو سختی سے اپنے سینے

میں بونچا۔ خان۔۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔۔ کی مورے۔۔۔۔۔

بھی۔۔۔۔۔ مجھ۔۔۔۔۔ سے۔۔۔۔۔ شدید والی۔۔۔۔۔

نفرت۔۔۔۔۔ کرتی۔۔۔۔۔ ہے۔۔۔۔۔ خانائیا چپ کر جاؤ

مت رو میں سب کچھ ٹھیک کر دوں گا۔ بہرام اسے کیسے
بتاتا کہ وہ اسے کتنی شدت سے چاہنے لگا ہے اس کا ایک
ایک آنسو میرے سینے پر گرتا ہے بیزل کی ہچکیاں روکنے
کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ خان۔۔۔ مجھے۔۔۔

گھر۔۔۔ جانا۔۔۔ ہے۔۔۔ میں۔۔۔ تھوڑی

۔۔۔ دیر۔۔۔ اور۔۔۔ روکی۔۔۔ میری۔۔۔

سانسیں۔۔۔ بند۔۔۔ ہو۔۔۔ جائے گی۔ بہرام یہ

الفاظ سن کر تڑپ اٹھا، بیزل کو باہوں میں اٹھا کر باہر کی

طرف جانے لگا لا آپ کہا جا رہے ہیں آئہ نے پکارا، کیا

ہو ابھا بھی کو کچھ نہیں بس بخار ہو رہا ہے میں گھر جا رہا

ہوں تم بتا دینا مورے بابا کو بہرام کہہ کر گاڑی کی طرف

بڑھا ہیزل کو گاڑی میں بٹھایا اور خود دوسری طرف آکر
بیٹھا اور گاڑی سٹارٹ کی، بہرام تھوڑی ہی دیر میں فارم
ہاؤس پہنچا ہیزل ایسے ہی سارے راستے خاموش بیٹھی
رہی، بہرام ہیزل کو اپنی باہوں میں اٹھا کر اپنے کمرے
کی طرف بڑھا کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آیا ہیزل کو
بیڈ پر لٹایا۔ اور جھک کر ماتھے پر لب رکھے، ہیزل کے
آنسو بہنے لگے، خاناں مت رو، یہ آنسو میرے دل پر
کانٹے کی طرح حلق رہے ہیں۔ تمہارے یہ آنسو مجھے
تکلیف دے رہے ہیزل غصیلی مسکراہٹ سے ہنسی آپ
کو کیوں تکلیف دے رہے ہے آپ کو تو خوش ہونا
چاہیے۔ یہ آنسو تو آپ کی وجہ سے ہی ہے یہ درد آپ نے

ہی دیا ہے خان یہ تکلیف آپ نے ہی دی ہے سب مجھ
سے نفرت کرتے ہے اور آپ بھی نفرت کیوں نا کرے
قاتل کی بہن ہوں سزا کاٹنے آئی ہوں، ہیزل کی باتیں
بہرام کے سینے میں کسی تیر کی طرح لگی تھی خاناں میں
تم سے نفرت کرتا تھا پر میری نفرت بار بار گی میں چاہ کر
بھی تم سے نفرت نہیں کر پایا، تمہارے یہ آنسو تکلیف
دیتے ہیں نہیں برداشت کر پاتا تمہارے ان آنسوؤں کو
درد ہوتا ہے یہاں بہرام نے اپنے دل کے مقام پر انگلی
رکھ کر بولا ہار گئی میری نفرت عشق ہو گیا ہے تم سے یہ
دل یہ آنکھیں صرف تمہیں دیکھنا چاہتی ہے ہیزل
صرف بہرام کو دیکھ رہی تھی جو دیوانوں کی طرح اپنے

دل کی بات کہہ رہا تھا۔ ہیزل نے بہرام کو پکارا۔۔۔۔

خان۔۔۔۔ جی خان کی جان۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ کو۔۔۔۔

معاف۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ کروں۔۔۔۔ گی۔۔۔۔

بہرام۔۔۔۔ نے ہیزل۔۔۔۔ کے۔۔۔۔ ہو نٹوں۔۔۔۔

پر۔۔۔۔ لب۔۔۔۔ رکھ کر پیچھے۔۔۔۔ ہوا۔۔۔۔

خاناں۔۔۔۔ مت۔۔۔۔ معاف۔۔۔۔ کرنا بس۔۔۔۔

یہ۔۔۔۔ آنسو۔۔۔۔ نا۔۔۔۔ بہانا۔۔۔۔ میں۔۔۔۔

برداشت۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ کر۔۔۔۔ پاتا۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔

۔۔۔۔ آنسو۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ تمہیں۔۔۔۔ خود۔۔۔۔

ہی۔۔۔۔ منا۔۔۔۔ لوں۔۔۔۔ گا۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔

کہ۔۔۔۔ کر۔۔۔۔ بہرام ہیزل

-----کے-----ہو نٹوں-----پڑ-----

جھک-----گیا-----اس-----دفعہ-----

شدت-----نہیں-----تھی-----بہرام-----

نرمی-----سے-----بیزل-----کے-----

ہو نٹوں کو چوم کر پیچھے ہو ابیزل کی تکیے پر لٹایا اور سائیڈ
دراز سے دوائی نکال کر ہیزل کو کھلائی ہیزل کے ساتھ ہی
لیٹ گیا، ہیزل کر سر اپنے سینے پر رکھا، اور اس کے گرد
حصار باندھا خان آپ بھی مجھ سے نفرت کرتے ہیں،
ابھی کچھ دیر پہلے وہ اپنی محبت کا اظہار کیا تھا ہیزل کا دوبارہ
پوچھنا اسے پریشان کر گیا تھا یا پھر وہ یقین نہیں کر پار ہی
تھی، خان آپ خاموش کیوں ہے بتائی

نہیں خان کی جان میں تم سے نفرت نہیں کرتا اب یہ
دل تو صرف تمہیں پیار کرنا چاہتا ہے تمہارے ساتھ
سانس لینا چاہتا ہے، ہیزل ایسے ہی بہرام کے سینے پر سر
رکھے لیٹی رہی ہیزل نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لی بہرام
نے ہیزل کے بالوں پر کتنی دیر ہی لب رکھے لیٹا رہا۔ میں
سب کچھ ٹھیک کر دوں گا میری گرے آنکھوں والی
حسینہ، بہرام نے ہیزل کی گردن پر لب رکھے اور پھر
آنکھیں موند لی۔

زرمینہ بیگم غصے سے گھر داخل ہوئی، آئزہ نے جب بتایا
تھا بہرام گھر چلا گیا ہے تب سے ہی زرمینہ بیگم غصے سے
بھڑک رہی تھی گاڑی میں بھی بولتی رہی کاوش نے اپنی
مورے کو دیکھا۔ عدنان صاحب بولے تم فکرنا کرو
جانتے ہو تم اپنی مورے کو خود ہی ٹھیک ہو جائے گی! ہم
صبح صبحیہاں سے نکلے گے بہرام اور آئزہ ابھی ادھر ہی
ہے آئزہ بیٹا آپ نے اپنی بھابیوں کو اچھے سے شاپینگ
کروانی ہے ایک ہفتہ ہی ہے شادی میں کام بہت زیادہ ہے
اس لیے ہم صبح ہی نکلے گے۔۔۔ لالا میں بہت ساری
شاپینگ کرنی ہے میں پہلے ہی بتا رہی ہوں میں نے بہت
سارے ڈریس بنوانے ہے کیونکہ میرے دونوں لالا کی

شادی ہے بہت خرچہ کروانے والی ہوں اپنی جیبیں بڑھ
لے شاہ میر بولا میں تو بہت غریب ہوں، اوو ہیلو تو کہا سے
غریب ہو گیا غریب تو میں ہوں، آئزہ نے ان دونوں کو
کو گھور کر دیکھا۔ یہ اپنی کنجوسیاں بند کر دے ورنہ آپ
کی شادی سے پہلے ہی آپ کو دونوں مائیوں میں بٹھا دوں
گی داجی سے بول کر مانا کے لڑکیاں بیٹھتی پر آپ لوگوں
کا بھی ملنا بند کروادوں گی۔

کاوش اور شاہ میر جلدی سے بولے ہم مزاق کر رہے ہے
ہم اپنی گڑیاں پر سارے پیسے نا آزادی شاہ میر اور کاوش
تو اس کی دھمکی کو سریس لے گے اگر ان کی گڑیاں

دھمکی دی تھی تو وہ ضرور پوری کرتی تھی داجی بھی تو اسی
کی بات مانتے جو پتہ نہیں خود سے کیا کیا بنا کر بتاتی، اچھا
اب زیادہ پیار دیکھانے کی ضرورت نہیں ہے ابھی میں
لڑنے کے موڈ میں نہیں ہوں بہت تھک چکی ہوں اب
میں آرام کرنے جا رہی ہوں۔ آئزہ اپنے کمرے میں چلی
گئی اور سیدھا بیڈ پر جا گری، اف آج کتنا تھک گئی ہوں،
آئزہ نے آنکھیں بند کی عاصم کا چہرہ آنکھوں کے سامنے
آیا دل زور زور سے دھڑکنے لگا، آئزہ نے فوراً آنکھیں
کھولی، ہائے اللہ یہ مجھے کیا ہو رہا ہے عاصم کے گانے کے
بول کانوں میں گونجنے لگے، آئزہ کی دھڑکنے بڑھنے لگی۔

عاصم شاہ اپنے کین میں بیٹھا تھا، بالاج اندر آیا عاصم کیا
ہو بالاج تو اتنا گھبرا کیوں رہا ہے ادھر بیٹھ، یہ لے پانی پی
سب ٹھیک تھے اتنے پسینے کیوں آرے ہے، اب بتا کیا

ہوا

عاصم، ہاں بول عاصم وہ کنگ یہاں سے لڑکیاں سمگلنگ
کے لیے لیے اٹلی بھیج رہا ہے جو تیرے آفس سے
لڑکیاں غائب ہوئی ہے اس کے پیچھے کنگ کا ہاتھ ہے اور
وہ لڑکی کا بھی پتہ چل گیا ہے کنگ جس کے لیے آیا ہے
کنگ نے اس لڑکی پر ہر طرح کی نظر رکھی ہوئی ہے

عاصم غصے سے بولا کیسی نظر، عاصم کہاں برداشت کر سکتا
تھا کہ اس کی آئہ کو کوئی اور دیکھے عاصم وہ لڑکی یہاں
آئی ہوئی اور جس فارم ہاؤس میں رہ رہی ہے کنگ نے ان
کے آنے سے پہلے کیمرے فکس کر دے دیے تھے، عاصم
غصے سے کہیں میں چکر لگانے لگا اس کتے کنگ کو اپنے
ہاتھوں سے موت دوں گا اس کی آنکھوں کو نوچ ڈالوں
جس آنکھوں سے اس نے میری آئہ کو دیکھا، مار
ڈالوں گا اسے، بالاج حیرانگی سے عاصم کو دیکھنے لگا، جو
دیوانوں کی طرح چکر کاٹ رہا تھا کب آئی یہ لڑکی اس کی
زندگی میں عاصم تو اس لڑکی کو جانتا ہے جانتا نہیں ہوں وہ
لڑکی میری سانسیں بن گئی ہے کہہ کر باہر نکل گیا۔ عاصم

شاہ جلدی سے آفس سے باہر نکلا اور گاڑی میں بیٹھا، اب
اس کا رخ فارم ہاؤس کی طرف تھا کاوش کو بتانا ہو گا۔



عاصم شاہ کی گاڑی خان فارم ہاؤس کے پاس آکر روکی۔

عاصم شاہ پہلے کالج کے دنوں میں کاوش کے ساتھ آیا
کرتا تھا۔ کالج میں چھٹیوں کے دوران وہ اکثر یہاں آیا
کرتے تھے۔

عاصم شاہ کو یہاں کے ہر راستے کا پتا تھا۔

گارڈ نے فوراً دروازہ کھولا عاصم نے گاڑی کارپوچ میں
پارک کی اور گاڑی سے نکل کر اندر بڑھا۔

کاوش سامنے ہی بیٹھا ہوا نظر آیا۔

کاوش عاصم کو دیکھ کر اٹھا او سالے صاحب ہمارے
اس غریب خانے میں عاصم نے گھور کر دیکھا اور کہا اگر تو
کہتا ہے۔

تو تیرے اس غریب خانے سے چلا جاتا ہوں۔

اوو سالی صاحب غصہ کر گے۔

میں کیوں غصہ کروں گا ویسے تیری شکل دیکھ کر غصہ
آہی جاتا ہے۔

شاہ میر کسی کی آواز سن کر لاونج میں آیا،

ٹھیک کہا ان کی شکل ہی ایسی ہے کسی کو بھی غصہ آ جائے

شاہ میر عاصم شاہ کے گلے لگا کاوش ان دونوں کو گھور کر

بولا

اوے اچھی شکل تو ہے۔

اسی شکل پر لڑکیاں تمہارے بھائی کے آگے پیچھے گھومتی
ہے۔

کاوش نے اپنا کالر جھاڑ کر ایک انداز سے کہا، عاصم اور
کاوش قہقہہ لگا کر ہسے کینے تو میرا دوست ہو کر اس کے
ساتھ مل کر میرا مزاق اڑا رہا ہے۔

عاصم بولا اب تو میں تمہارا سالہ ہوں۔

اور میں برداشت نہیں کر سکتا۔

تو میری بہن کے علاوہ سوچے ورنہ تیرا منہ سو جادوں گا۔

عاصم نے مکا بنا کر کاوش کے منہ پر دے مارا کہینے تیری
بہن سے ملنے جانا تھا۔

اور تو نے میری شکل بگاڑ دی کاوش اپنے ہونٹ سے
خون صاف کرتے بولا،

کاوش نے بھی مکا عاصم کے منہ پر دے مارا۔

شاہ میر کھڑا ان کی لڑائی انجوائے کر رہا تھا۔

شاہ میر پیٹ پر ہاتھ رکھ کر ہسنے لگا۔

سارے لاونج میں شاہ میر کے قہقہے گونجنے لگے۔

بہرام ان کی آواز سن کر نیچے آیا کیا ہوا چھوٹے خان

پاگلوں کی طرح ہنس کیوں رہا ہے۔

شاہ میر کاوش اور عاصم کی طرف اشارہ کیا۔
بہرام نے ان کی طرف دیکھا اور ہسنے لگا۔

عاصم اور کاوش حیران نظروں سے ایک دوسرے کو
دیکھا یہ کیوں ہنس رہے ہیں کیا کیا۔

تو نے میری شکل کے ساتھ عاصم نے گھور کر بولا، کچھ
بھی نہیں بس تیری شکل دیکھنے کے لائق نہیں رہے۔

بندر لگ رہے ہو اور تو کون سا پرستان کا شہزادہ لگ رہا

ہے۔

تو بھی تو بہرام بولا یہ کیا تم لوگوں نے اپنا بندر جیسا بنایا

ہوا ہے

چہرہ لالا بندر نا کہے اُلو کہے شاہ میر چہک کر بولا کاوش نے
گھور کر دیکھا شاہ میر کو لالا ایسے ترسی ہوئی نگاہوں سے کیا
دیکھ رہے ہے۔

چپ کر جا چھوٹے خان یہ تیرے بتیس کے بتیس دانت
نکال کر ہاتھ میں پکڑا دوں گا۔

بہرام بولا ایسے کیسے نکال دے گا۔
اور یہ تم دونوں نے کیا حال بنا کر رکھا ہے

کاوش فوراً بولا لا لا ہم پیار کر رہے تھے۔

عاصم نے چوک کر کاوش کی طرف دیکھا،
شاہ میر اپنی مسکراہٹ دبا کر کھڑا تھا۔

بہرام بولا یہ کیسا پیار ہے۔
بہرام اپنی مسکراہٹ دبائی بولا،

لالا یہ دیکھے ایسے والا کاوش نے عاصم کے گال پر کس کی
عاصم نے کاوش کے پیٹ پر مکا مارا۔

کمینے کاوش نے دوسری گال پر کس کیا کمینے میں تیری
گرل فرینڈ نہیں ہوں۔

جویوں تو چپک رہا ہے شاہ میر اور بہرام قہقہہ لگا کر ہنسنے
لالا آپ تو بہت رومنٹک ہے۔

مجھے لگا کاوش آئبر واچکا کر بولا۔

کیا مطلب، میرا مطلب آپ کی ناک پر بھرام لالا کی
طرح غصہ چڑھا رہتا ہے۔

نا بھرام نے گھور کر دیکھا، شاہ میر نے بھرام کو دیکھ کر
آپ دانت اندر کیے۔

عاصم بولا میں تم سے بات کرنے آیا تھا۔

اور تو نے میرا چہرہ ہی بگاڑ دیا۔

کاوش نے عاصم کو گلے لگایا۔

اور کہا پیار بھی تو کیا ہے نامیرے جگری یار کاوش تو کبھی
نہیں سدھر سکتا۔

ہاں کون سی بات کرنی ہے چل آبیٹھ کنگ کے حوالے
سے عاصم اتنے آرام سے بولا تھا۔

پر بہرام کے پتلے کان جواڑتی چڑیا کے بھی پر گن لیں۔
کنگ کا نام سن کر آنکھیں سرخ ہو گئی۔

بہرام نے زور سے ہاتھوں کی مٹھیاں دبوچی جس کی کڑ
کڑاہٹ کی آواز لاؤنج میں باخوبی سنائی دی۔

کاوش بہرام کو دیکھ کر بولالالا میں آپ کو کنگ کے
بارے میں بتانے لگا تھا۔

عاصم جلدی سے ان دونوں کے پاس آیا بہرام لالا
میں آپ کو سب بتاؤں گا۔

پلیز اس ٹائم چپ کر جائے ابھی کچھ نابولے بہرام نے
سرخ آنکھوں سے گھورا کیوں لالا کنگ نے یہاں کیمرہ
فکس کروائے ہے۔

وہ ہم پر نظر رکھ کر بیٹھا ہے تینوں عاصم کو دیکھ کر غصے
سے بولے۔

واٹ! بہرام غصے سے سے لاؤنچ میں ٹہلنے لگا، اس دفعہ
اس کتے اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دوں گا۔

شاہ میر غصے سے بولا اس نے ہماری گڑیا کو بہت تکلیف
پہنچائی۔

اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جنگل میں کتے کے آگے
ڈالنا ہے۔

لالا اس کو میں ہر گز نہیں چھوڑوں گا۔

بہرام عاصم کو دیکھ کر بولا تم کیسے جانتے ہو کاوش فوراً بولا
لالا جو آثرہ کے ساتھ ہوا تھا۔

ماہی کے ساتھ بھی اور تم یہ کیمرہ کے بارے میں کیسے
جانتے ہو۔۔

عاصم بولا میں ایک سیکرٹ ایجنٹ ہوں یہ بات کسی کو
نہیں پتا امید ہے آپ سب یہ بات اپنے درمیان رکھے گئے

-

عاصم کا موبائل رنگ ہوا

جہاں ان رنگ نمبر لکھا تھا۔

عاصم نے جلدی سے کال پیک کی اور کان کو لگایا۔

دوسری طرف جو آواز آئی۔

عاصم یہ آواز کیسے نا پہنچانتا کیسے ہوا ایجنٹ صاحب بڑے
غصے میں لگ رہے ہو۔

عاصم غصے سے دھاڑا کتے چھپ کے کیوں بیٹھا ہے یا
سامنے آنے کی ہمت نہیں ہے عاصم نے فون کا سپیکر آن
کیا،

اوور یلیکس ریلیکس ضرور آؤں گا اور سناؤں سالے
صاحب اوومیرے تینوں سالے پاس ہی ہے کنگ
کیمرے سے سب دیکھ رہا تھا۔

چاروں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا، کنگ کا
خوف ناک قہقہہ گونجا۔

بہرام غصے سے دھاڑا کہینے تجھے میں زندہ نہیں چھوڑوں
گا۔

اگر میری بہن کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی کنگ
بولاسالے صاحب اتنا غصہ تم لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلنے
دوں گا۔

جب تمہاری جان سی پیاری اور اس ایجنٹ کی محبت کو
لے جاؤں گا۔

تینوں نے عاصم کی طرف دیکھا عاصم غصے سے دھاڑا
جسٹ شٹ آپ! تمہیں اس تک پہنچنے سے پہلے موت
کے گھاٹ اتار دوں گا۔

کنگ کا قہقہہ گونجا ویسی تیری بہن بھی کسی سے کم نہیں
کاوش غصے سے لال ہو گیا۔

اگر تم نے میری بہن اور میری ماہی کو ذرا بھی خروش دی
تو تجھے زندہ جلا ڈالوں گا۔

ویسے تیری بہن اس ٹائم کمرے میں کپڑے چینج کرنے
جار ہی عاصم غصے سے دھاڑا جسٹ شٹ آپ تو نے ایک
لفظ بھی کہا۔

شاہ میر اور بہرام یہ سن کر پاگلوں کی طرح آترہ کے
کمرے کی طرف بھاگے۔

کمینے میں تیری آنکھیں نکال ڈالوں گا اگر تم نے میری
آترہ پر ایک نگاہ بھی ڈالی ہوئی کاوش اور عاصم بھی آترہ
کے کمرے آترہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

گڑیا دروازہ کھولوں بہرام کی آواز سن کر جلدی سے
دروازہ کھولا۔

اور بہرام کے سینے سے لگ گئی۔

لالا آپ نے مجھے ڈرا دیا ایسے کون بجاتا ہے۔

دروازہ گڑیا تم دروازہ نہیں کھول رہی تھی۔
لالا میں فریش ہونے کے لیے گئی تھی۔

پر آپ کی آواز سن کر جلدی سے دروازہ کھولنے آگئی۔

بہرام اور شاہ میر کا تھوڑا کی طرف بڑھے کنگ کا بے
ساختہ قہقہہ گونجا۔

تم لوگوں کے سامنے ہی تمہاری بہن کو لے کر جاؤں گا۔

اور ایجنٹ تیری بہن کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔

بہرام اور شاہ میر آئزہ کے کمرے کا دروازہ بجانے لگے۔

آئزہ جو کمرے چنچ کرنے ڈریسنگ روم میں داخل ہوئی
تھی دروازے کی آواز سن کر گھبرا گئی۔

سانس بہال ہوا وہی کاوش سن کر ریلیکس ہوا۔

عاصم شاہ آئزہ کی بات سن کر دل پر ہاتھ رکھا۔

آئزہ بولی لالا کیا ہوا آپ سب پریشان لگ رہے ہے۔
آئزہ نے سب کو دیکھا اور عاصم شاہ پر نظریں ٹھہر گئی۔

عاصم آئزہ کو دیکھ کر سکون کا سانس لیا۔
گڑیا کچھ نہیں آپ آج سے شاہ میر کے کمرے میں رک
جائے آپ کا کمرہ ٹھیک کروادیتا ہوں۔

بھرام آئزہ کو یہ نہیں بتا سکتا تھا۔
ورنہ آئزہ خوف محسوس کرتی۔

آپ کو یہ کمرہ پسند نہیں آیا تھا۔ تو میں نے سوچا کمرے کی
چینجینگ کروادوں۔

آئزہ چہک کر بولی لا لا وہاں چھوٹی سی لائبریری بناواں
دینا۔

وہ کیوں شاہ میر بولا یہاں اس نے اپنے یارم، جہان اور
رومان شاہ کو قید کر کے رکھنے ہے۔۔

آئزہ نے گھور کر شاہ میر کو دیکھا، اور بولی آپ کو کیا مسئلہ
ہے۔

میں جس کو مرضی رکھوں۔ اور میں آپ سے ناراض
ہوں۔

تو آپ مجھ سے بات ناہی کرے۔

کیوں چڑیل آئزہ فورابولی لالادیکھے اس نے مجھے پھر
چڑیل کہا عاصم تو آئزہ کے چہرے کے زاویوں کو انجوائے
کر رہا تھا۔

بہرام بولا چھوٹے خان باز آ جاؤ جواب تم نے میری گڑیا
کو تنگ کیا،

بہرام عاصم کی طرف بڑھا عاصم
تھینکیو لالا۔۔۔۔

اس میں تھینکیو کی کیا بات ہے۔

میرا بھی تو آپ کے ساتھ رشتہ ہے وہ بھی ڈبل، بہرام
نے گھورا عاصم فوراً بولا میرا مطلب بیزل میری کزن
ہوئی نا تو ڈبل رشتہ ہوا۔

لالا آپ فکرنا کرے میں یہ سارے کیمرے ہٹاتا ہوں۔

مشکل تو ہے کیونکہ کیمرز چھوٹے ہے ڈھونڈنے میں ٹائم
لگے گا۔۔ پر میں کر لوں گا۔

آپ بے فکر ہو جائے مجھے یقین ہے تم پر تم میری بہن پر
ایک آنچ نہیں آنے دوں گا۔

بہرام آترہ کی آنکھوں میں عاصم کے لیے جزبات دیکھ
چکا تھا۔

عاصم نے اثبات میں سر ہلایا۔۔ بھرام اپنے کمرے کی
طرف بڑھ گیا۔

اچھا میں چلتا ہوں میری میٹینگ ہے آئزہ فور ابولی زمل
بھا بھی سے ملنے جارہے ہے۔

مجھے سب پتا ہے آئزہ ایک ہی جھٹکے سے بال ہٹا کر بولی۔

عاصم اور کاوش اس کی حرکت پر مسکرا دیے۔۔ لالا ہم
شاپینگ کے لیے کب جائے گئے شادی میں ایک ویک
رہ گیا ہے۔

گڑیا صبح چلے گئے۔۔ عاصم کس کو بلایا ہے تم نے تم فکرنا
کر و میرے دوست ہی ہے میرے ساتھ کام کرتے ہے
آتے ہی ہو گئے۔

اچھا میں دیکھتا ہوں گڑیا آپ شاہ میر کے روم میں چلے
جاؤ جی لالا کاوش بولا عاصم میں آتا ہوں۔

کاوش نیچے بڑھ گیا۔

آئزہ عاصم شاہ کو اپنے پاس آتے دیکھ کر نروس ہونے
لگی۔۔

عاصم آئزہ کے پاس آیا۔
مائے لیڈی کیا سوچا پھر آئزہ نے۔۔۔۔
عاصم۔۔۔۔ کی۔۔۔۔ طرف۔۔۔۔۔ دیکھا اور۔۔۔۔
بولی۔۔۔۔ کس۔۔۔۔ بارے۔۔۔۔ میں۔۔۔۔
عاصم۔۔۔۔ بولا۔۔۔۔ تم۔۔۔۔ واقعے۔۔۔۔ ہی۔۔۔۔
بہت۔۔۔۔ معصوم۔۔۔۔ ہو۔۔۔۔ تم۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔
جانتی۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ کس۔۔۔۔ بارے۔۔۔۔ میں۔۔۔۔
بات۔۔۔۔ کر۔۔۔۔ رہا۔۔۔۔ ہوں۔۔۔۔

آئزہ۔۔۔۔۔نے۔۔۔۔۔فورا۔۔۔۔۔نفی۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔
سر۔۔۔۔۔بلایا۔۔۔۔۔یار۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔تمہیں۔۔۔۔۔کل
۔۔۔۔۔اپنے۔۔۔۔۔فیلینگ۔۔۔۔۔بتائی۔۔۔۔۔اور۔۔۔
تمہیں۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔۔کچھ۔۔۔۔۔یاد۔۔۔۔۔ہی۔۔۔۔۔نہیں
۔۔۔۔۔عاصم۔۔۔۔۔نے۔۔۔۔۔آئزہ۔۔۔۔۔کی۔۔۔۔۔کمر
میں۔۔۔۔۔ہاتھ۔۔۔۔۔ڈال۔۔۔۔۔کر۔۔۔۔۔خود۔۔۔۔۔کے۔۔۔
قریب کیا۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔کہا۔۔۔۔۔مائی۔۔۔۔۔لیڈی۔۔۔
اور۔۔۔۔۔کتنا۔۔۔۔۔ٹائم۔۔۔۔۔چاہیے۔۔۔۔۔

آئزہ عاصم کی اس حرکت پر سرخ پڑ گئی۔
عاصم کی آنکھوں میں دیکھنے لگی عاصم آئزہ کی شہد رنگ
آنکھوں میں دیکھ کر پھونک ماری آئزہ نے فوراً نظریں
نیچی کر لی۔

عاصم آئزہ کی اس ادا پر گہرا مسکرایا،
آئزہ نے عاصم کی طرف دیکھا جس کے مسکرانے سے
ڈمپل واضح دکھ رہے تھے۔ آئزہ
کا ہاتھ عاصم کے ڈمپل کو چھونے کے لیے اٹھا،
عاصم آئزہ کو ہی دیکھ رہا تھا مائے لیڈی چھو لو یہ ڈمپل بلکہ
نہیں یہ عاصم شاہ سارا کا سارا تمہارا ہی ہے۔

آئزہ عاصم کی بات سن کر شرم سے لال پڑ گئی۔

مائی لیڈی مجھے انتظار رہے گا، تمہارا جواب سننے کے لیے

آئزہ جلدی سے عاصم

کے حصار سے نکل کر تھوڑا دور کھڑی ہوئی۔

مائی لیڈی میں کچھ گھنٹے یہاں ہی ہوں تو کیا میری ایک

چھوٹی سی خواہش پوری ہو سکتی ہے۔

آئزہ بولی کیسی خواہش میں چاہتا ہوں جتنی دیر یہاں

رہوں تم میری آنکھوں کے سامنے رہو۔

آترہ عاصم کو دیکھنے لگی اور پھر کچھ سوچ کر بولی ٹھیک
ہے۔

کہہ کر نیچے کی طرف بھاگ گئی۔ عاصم بھی مسکرا کر نیچے
کی طرف چلا گیا۔

کنگ لیپ ٹاپ میں یہ سب دیکھ کر غصے سے لیپ ٹاپ
زمین پر دے مارا۔ لٹل فری اس کی سزا تمہیں الگ ملے
گی۔

ایجنٹ تجھے تو میں ہر گز نہیں چھوڑوں گا۔ تم نے میری
لٹل فیری کو چھوا۔۔۔

بہرام اپنے کمرے میں داخل ہوا، ہیزل جو فریش ہو کر
نکلی تھی، بہرام کو دیکھ کر رک گئی۔

اور پھر اگنور کرتی ڈریسنگ کے آگے جا کر کھڑی ہو گئی۔

بہرام کو اس کا اگنور کرنا بڑی طرح چبا، بہرام چہرے پر
مسکراہٹ لائے ہیزل کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔

ہیزل بہرام کو اگنور کرتی اپنے لمبے بالوں میں برش
کرنے لگی بہرام ہیزل کے ہاتھ سے برش لے کر خود
کرنے لگا۔

بیزل ایسے ہی چپ کر کے کھڑی رہی، خاناں اپنے خان
کو معاف نہیں کرو گی، بیزل نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

بہرام نے ہیزل کا چہرہ اپنی طرف کیا ہیزل کو زرمینہ بیگم
کے الفاظ یاد آئے۔

میں تمہیں اس حویلی کی بہو ہرگز نہیں تسلیم کروں گی تم
اس حویلی کی خاندانی بہو ہرگز نہیں ہو بہرام کی بہت جلد
شادی کرواؤں گی۔

خاندانی بہو لے کر آؤ گی ہیزل کے آنسو بہنے لگے۔

وہ بہرام کو جھوٹی امید نہیں دینا چاہتی تھی یا خود کو، خاناں
کیا ہوا تم رو کیوں رہی ہو۔

کچھ نہیں ہوا اور آپ مجھ سے دور رہے میں آپ کو ہرگز
معاف نہیں کروں گی۔۔۔

ہٹے پیچھے مجھے آئزہ کے پاس جانا ہے دم گھٹنے لگا ہے اس
کمرے میں کہہ کر باہر کی طرف بڑھ گئی خانائیں، خانائیں
بہرام پیچھے سے آوازیں دیتا رہ گیا۔



عاصم شاہ لاؤنج میں بیٹھا فون میں کسی سے بات کر رہا تھا۔

بالاج اور احمد لاؤنج میں داخل ہوئے۔

کاوش بھی ان کے پیچھے عاصم شاہ کا سارا دھیان کچن کی
طرف تھا۔

جہاں آئزہ گئی تھی۔

میں نے بولا بھی تھا میری آنکھوں کے سامنے رہے کچن
سے نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہی

مائے لیڈی، عاصم اپنی سوچوں میں گم تھا۔
کاوش اس کے پاس آکر رکا جو کچن کی طرف نگاہیں
جمائے بیٹھا تھا۔

کاوش نے عاصم کے چہرے مکا دے مارا کمینے میرے گھر
آکر میری بہن پر نظریں جمائے بیٹھا ہے۔

عاصم نے کاوش کو گھور کر دیکھا اور کہا کمینے پہلے ہی شکل
بگاڑ دی ہے اب تھوڑا ترس ہی کھالے،

عاصم نے معصوم سی شکل بنا کر بولا بالاج اور احمد ایک
دوسرے کو دیکھنے لگے۔

احمد بولا عاصم کو کیا ہو گیا ہے۔

ہر ٹائم ناک پر غصہ چڑھا رہتا ہے اب دیکھو کتنی مسکینوں
والی شکل بنائی ہے۔

کاوش بولا تیرے پر ترس کھاؤ جو تو نے میری شکل کا جو
ہال کیا ہے۔

عاصم نے گھور کر احمد اور بالاج کو دیکھا جو ہنس رہے
تھے۔

تم لوگ کب آئے بالاج جو بولنے ہی لگا تھا۔
کاوش بولا جب تو اپنی ان ترسی ہوئی نگاہوں سے میری
بہن کو دیکھ رہا تھا۔
عاصم نے آنکھیں چھوٹی کر کے کاوش کو گھورا،

اگر یہاں اسامہ ہوتا عاصم کو ایسے دیکھ کر پکا اس نے مر
جانا تھا۔

عاصم نے بالاج اور احمد کو دیکھا جو ایک دوسرے کے
کان میں گھسے تھے۔

عاصم غصے سے بولا چلو جاؤ اپنے اپنے کام میں لگو۔

سارے گھر میں دیکھو کہاں کہاں کیمرز فکس کیے ہیں ہر
دیوار اچھے سے چیک کرو۔

ہاں بالاج کوئی کنگ کی انفارمیشن عاصم وہ کنگ آج
رات کو یہاں سے لڑکیاں اٹلی بھیج رہا ہے۔

واٹ تم نے بتایا نہیں بالاج نے عاصم کو دیکھا جو خون
اتری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

جلدی سے یہ کام کور کرو آج کنگ کو کامیاب ہرگز نہیں
ہونے دینا۔

جاؤ پہلے اوپر والے کمرے کو چیک کرو وہ سامنے ہی
ہے دونوں اثبات میں سر ہلا کر اوپر چلے گئے۔

کاوش بولا عاصم میں بھی چل رہا ہوں اس کنگ کو اپنے
ہاتھوں سے مارنا چاہتا ہوں۔

نہیں کاوش کیوں نہیں میں جارہا ہوں تیرے ساتھ آخر
کار میرا بھی فرض بنتا ہے۔

جس نے میری ماہی اور آئزہ کو تکلیف پہنچائی اسے اپنے
ہاتھوں سے بے درد
موت دینا چاہتا ہوں۔

ٹھیک ہے پر تو ایسا ویسا کچھ نہیں کرے گا۔
کاوش نے عاصم کو دیکھا اور کہا ٹھیک ہے۔

کاوش کو ابھی یہ ہی مناسب لگا بولنا ورنہ عاصم نے ہرگز
ساتھ نہیں لے کر جانا تھا۔

آترہ کچن میں کھڑی چائے بنا رہی تھی۔
ہائے اللہ میں نے ان کو ہاں کر دی تھی۔

پر میں ہرگز سامنے نہیں جاؤ گی میں نے تو ان کو ایسے ہی
بول دیا تھا۔

آترہ نے اپنی آنکھیں بند کی اور دل پر ہاتھ رکھا۔

جو ایسے دھڑک رہا تھا۔

جیسے بے تاب ہو باہر آنے کو عاصم کا مسکراتا ہوں۔

چہرہ سامنے آیا، کتنی پیاری ہے ان کی سائل آف وہ ڈمپل
کتنے پیارے لگتے ہیں۔

آئرنہ نے آنکھیں کھولی ہائے یہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔

آئرنہ کچن میں ٹہلنے لگی میرا دل کیوں تیزی سے دوڑ رہا
ہے۔

کیوں ان کو پھر سے دیکھنے کی تمنا کر رہا ہے۔

کاوش کچن میں داخل ہوا۔

آئره کیا ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔

آئره کاوش کی آواز سن کر گھبرا گئی۔

ماتھے پر پسینے کی بوندے چمکنے لگی۔

آئره تم ٹھیک ہو اور یہ تمہیں پسینے کیوں آرہے ہے۔

کچھ نہیں لالا وہ چائے بنا رہی تھی۔

بس اس لیے اوو کے ریلیکس رہو اور جاؤ تیار ہو جاؤ بہرام

لالا شاپینگ پر لے جاتے ہے۔

میں نے ان کو بول دیا ہے تم اور ہیزل بھا بھی ماہی کو بھی
ساتھ لیں لینا۔

شاہ میر زمل کو لیں کر آجائے گامال۔۔۔۔۔

اوو کے لالا۔۔۔۔۔

ہیزل جو کچن میں داخل ہوئی آترہ جلدی سے ہیزل کی
طرف بڑھی بھا بھی ہم شاپینگ پر چل رہے ہے۔
آپ بھی ساتھ چل رہی ہے میں کوئی انکار نہیں سنتا ورنہ
میں ناراض ہو جاؤ گی۔

اچھا گڑیا میں چل رہی ہوں۔

آپ مجھ سے ناراض نہ ہونا، کاوش اپنی معصوم
بھابھی کی معصوم بات پر مسکرا دیا۔
کاوش بولا بھابھی عاصم آیا ہے۔

آپ مل لیں ان سے بیزل نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔

بھابھی آپ بہت معصوم ہے۔
لالا بھی بہت اچھے ہے۔

بس دامیار لالا کے جانے کے بعد ایسے ہو گئے ہیں۔

ہیزل نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر نکل گئی آثرہ بھی
جلدی سے ہیزل کے پیچھے نکل گئی۔
وہ بالکل بھی عاصم کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

عاصم سیڑھیوں سے اتر رہا تھا۔

ہیزل نے سلام کیا۔۔۔

السلام علیکم بھائی!!

وعلیکم السلام!! کیسی ہو گڑیا۔۔۔۔

عاصم نے ہیزل کے سر پر ہاتھ رکھا ایک طرف

ہیزل کو دیکھا جو اپنی انگلیوں سے الجھی ہوئی تھی۔

ہیزل میں جانتا ہوں تم کیا سوچ رہی ہو۔

میں سب ٹھیک کر دوں گا۔

غلطی سب سے ہوتی ہے۔

خالہ سے بھی ہو گئی۔

وہ تمہیں ہر وقت یاد کرتی رہتی ہیں۔

ان کی بیٹی بھی ان کے پاس نہیں رہتی،

ہیزل نے عاصم کو دیکھا کیا ان کی کوئی بیٹی بھی ہے،

عاصم نے ہاں میں سر ہلایا۔

امریکہ رہتی ہے

از لان خان کی موت کا ذمہ دار خالہ کو سمجھتی ہے۔
اس لیے عالینہ خالہ کے پاس نہیں رہتی۔

تم پریشان نہ ہو میں کچھ دنوں میں سوات جا رہا ہوں۔
سب ٹھیک کر دوں گا۔

بیزل نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنے کمرے کی طرف
بڑھ گئی،

عاصم نے آئہ کو دیکھا اس سے پہلے عاصم بڑھتا آئہ
بھاگ شاہ میر کے کمرے میں گھس گئی۔

عاصم کا آئزہ کی اس حرکت پر زور دار قہقہہ گونجا۔

بالاج نے عاصم کو دیکھا جو اپنے بالوں میں
ہاتھ پھیرے ہنس رہا تھا۔

عاصم تم ٹھیک ہو کیوں۔۔۔

مجھے کیا ہونا ہے وہ بس میں ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔

بہم۔۔۔ میں نے عاصم سارا گھر دیکھ لیا ہے
کیمرز صرف لاؤنج سے اور اس کمرے سے ملے ہیں،
ڈیسک نیٹ کر دیے ہیں۔

اوو کے چلو کنگ کے اڈے پر چلے۔
بہت کھیل کھیل لیا چو ہے بلی کا۔۔۔

کاوش بھی ساتھ چل رہا ہے۔ کہہ کر تینوں باہر نکل گئے
کاوش گاڑی میں بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔

ہیزل کمرے میں داخل ہوئی بہرام بیڈ کراؤن سے ٹیک
لگائے سگریٹ کے گہرے کش لگا رہا تھا۔

ہیزل بہرام کو دیکھ کر چیخینگ روم میں چلی گئی۔۔

بھرام کو ہیزل کا اگنور کرنا بڑی طرح چب رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں ہیزل کپڑے چینج کر کے نکلی، بھرام
کی نظر ہیزل پر ہی جم گئی،

جو سمپل سی پرپل فرائک زیب تن کی ہوئی تھی۔

اس کے دودھیا بازو فرائک سے نظر آرہے تھے، میک
آپ سے پاک چہرہ ویسے بھی اس کی خاناں میک آپ کے
بنا پیاری لگتی تھی۔۔

ہیزل نے بہرام کی نظروں کی تپش محسوس کر کے اس
کی طرف دیکھا،
اور پھر نظریں جھکالی،

خانم یہاں آؤ۔۔۔۔

ہیزل نے بہرام کی طرف دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلایا،

بہرام کل کچھ دنوں سے نوٹ کر رہا تھا، جو بھی کوئی بات
کرتا ہوں صرف ہاں نا میں سر ہلا دیتی ہے۔

بہرام نے اب سرد آواز میں پکارا ہیزل جلدی سے اس
کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔

بہرام ہیزل کی جلد بازی پر مسکرا دیا،

بہرام نے ہیزل کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا،
ہیزل اس کے چوڑے سینے میں آکر سمائی ہیزل اپنی بھیگی
گرے آنکھوں سے بہرام کو دیکھنے لگی،
بہرام اس کے آنسو دیکھ کر بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

خاناں اگر تمہیں میرا یوں قریب آنا اچھا نہیں لگتا تو میں
نہیں آؤں گا۔

جب تک تم مجھے معاف نہیں کر دیتی،
بہرام ہیزل کو خود سے دور کر کے اٹھ کھڑا ہوں،
آ جاؤ نیچے تیار ہو کر میں انتظار کر رہا ہوں،

کہہ کر باہر نکل گیا، ہیزل کی نظروں نے اس کا دور تک
تعاقب کیا

ہیزل اس کے جاتے ہی چہرہ ہاتھوں میں دیے رونے لگی
,

پتہ نہیں کیوں آج بہرام کا اس طرح خود سے
دور جانا اچھا نہیں لگا۔

بیزل آنسو صاف کر کے اچھی طرح خود پر ڈوپٹہ

اوڑ کر باہر نکلی،

آئہ سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی بھا بھی میں آپ کو ہی
لینے آرہی تھی۔

چلے جلدی آئے لالا ویٹ کر رہے ہیں۔

بیزل اور آئہ باہر نکلی اور گاڑی میں بیٹھی بھرام نے ایک
نظر ہیزل کو دیکھا اور گاڑی سٹارٹ کی
بھرام نے آئہ کو پکارا۔۔۔

گڑیا ماہی کو لیں کر آپ لوگوں کو مال چھوڑ دوں گا۔

مجھے انرپورٹ جانا ہے کیوں لالابیزل بھی بہرام کی

انرپورٹ جانے والی بات سے دیکھنے لگی،

کیا مجھے پھر چھوڑ کر جا رہے ہیں، ہیزل خود سے ہی سوچنے
لگی۔

گڑیا مورے کی کال آئی تھی۔

کہ عابیرہ آرہی ہے، اسے پک کرنے جا رہا ہوں۔

واٹ آئزہ چیخ کر بولی لا لا وہ چڑیل کیوں آرہی ہے بہرام
کو پتا تھا آئزہ کی اس سے

بلکل نہیں بنتی،

پھوپھو بھی آرہی ہے نہیں وہ کچھ دنوں میں آئے گی۔

تو وہ اس چڑیل کو پہلے ہی ہمارے سر پر مشلت کر دیا۔

عابیرہ ان کے پھوپھو رانیہ خان کی بیٹی تھی،

رانیہ شادی کے بعد امریکہ سیٹل ہو گئی تھی۔
اب تو آئزہ کو اپنی معصوم بھابھی پر ترس آنے لگا تھا،

بھابھی میں پہلے ہی بتا رہی آپ ناس سے دور رہنا بہت
چالاک ہے۔

بیزل نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا، بھابھی آپ اتنی
معصوم کیوں ہے لالا میں بتا رہی ہو۔

اگر وہ آپ کے آس پاس بھی بھٹکی تو میں نے اس کو منہ
توڑ دینا ہے۔

تم گڑیا فکرنا کرو ابھی فلحال شاپینگ پر دھیان دو ماہی کو
کاوش نے کال کر دی تھی وہ تیار رہے اور آنٹی نے
بھی اجازت دے دی تھی۔

ماہی گاڑی کی آواز سن کر باہر آئی۔
اور گاڑی میں بیٹھی، السلام علیکم !!

سب کو سلام کیا۔۔۔

وعلیکم السلام!!

بہرام نے گاڑی سٹارٹ کی اور مال کے

راستے کی طرف لی، کیسی ہے بھا بھی آئزہ نے

ماہی کے گال چوم کر بولے، میں ٹھیک ہوں گڑیا۔۔۔

ماہی مسکرا کر بولی بیزل تم کیسی ہو،

ٹھیک ہوں ہیزل نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا

جہاں ہلکی ہلکی درد اٹھ رہی تھی۔

ماہی کو پتہ تھا۔

ہیزل کا بچپن سے ہی دل بہت کمزور تھا وہ کوئی بھی بات
برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

جس سے تکلیف ہو، ماہی نے ہیزل کو سینے پر
ہاتھ رکھتے دیکھ کر بولی ہیزل تمہیں درد ہو رہا۔

آئزہ اور بہرام نے چونک کر ہیزل کی طرف دیکھا، کیا
ہوا ہے بھا بھی کو۔۔۔

آپ کو نہیں پتا ہی ابھی آگے کچھ بولتی
ہیزل نے آنکھوں سے نابتانے کا اشارہ کیا۔

بہرام ہیزل کی طرف ہی دیکھ رہا تھا، کیا کچھ
چھپا رہی ہے ہیزل۔۔۔۔۔

بہرام نے بھی کچھ دنوں سے نوٹ کیا تھا۔

ہیزل کا سینے پر ہاتھ رکھنا نہیں تو میں بالکل ٹھیک ہوں۔

بس سر میں درد ہے ماہی کی بچپن سے ہی عادت ہے میرا
اس طرح چپ کر کے بیٹھنا۔

اسے لگا ہو گا۔

مجھے کوئی تکلیف ہے میں بالکل ٹھیک ہوں۔

ماہی نے گھور کر ہیزل کو دیکھا، آئہ ریلیکس

ہو کر بولی ماہی بھا بھی نے تو ڈرا ہی دیا تھا۔

چلو مال آگیا ہے۔

لالا آپ ہمیں واپسی پر پک کر لینا۔

ٹھیک ہے گڑیا وہ تینوں گاڑی سے باہر نکلے،
بہرام کے ذہن میں ماہی کی بات ہی گھوم رہی تھی،
بہرام گاڑی سٹارٹ

کی انٹرپورٹ کے راستے کی طرف بڑھ گیا۔

شاہ میر اور زل سا منے کھڑے تھے۔

میری چھوٹی سی جان تم نے باقی ساری
شاپینگ کرنی ہے لہنگا میں خود کی پسند کالوں گا۔

زل نے گھور کر دیکھا ابھی کچھ بولتی آئزہ نے زل کو
آواز لگائی۔

بھا بھی زل مسکرا کر آئزہ کی طرف بڑھی، کیسی ہو آئزہ
میں ٹھیک ہوں آپ سنائیں۔

میں بھی ٹھیک۔۔۔۔

زل سب سے مل کر اب مال کے اندر داخل ہوئی۔

چاروں رہے آگئے تھی۔ اور شاہ میران کے پیچھے،

یہ مال جتنا باہر سے خوبصورت تھا اتنا ہی اندر سے سب
سے پہلے برینڈیڈ کپڑوں والی شاپ کی طرف بڑھی۔

بھا بھی یہ لیں یہ آپ پر بہت پیارا لگے گا۔

زل ہیزل کے ساتھ گولڈن رنگ کی میکسی ساتھ لگا کر

بولی، آئرہ اور ماہی بھی بولی بہت پیارا لگ رہا ہے۔

آئرہ بولی بھا بھی ہم سیم ڈریس پہنے گی، یہ تو برائیڈل ہے
نا تو ہم ان کے ڈریسیز کے ساتھ کمینیشن کر لیتے ہیں۔

ٹھیک ہے ہیزل تم یہ گرے والی دیکھو کتنی پیاری لگے
گی۔۔

اوو شادی ہماری ہے ہمیں بھی کچھ پوچھ لو۔

ہیزل اور آئرہ کھل کھلا کر ہسی، آئرہ نے ہیزل کو اتنے
دنوں پر ہستادیکھ کر ماشا اللہ کہا۔۔۔۔

اچھا اچھا اب آپ کے لیے ہی ڈریسز لیں گے
آؤ اس طرف چلے۔۔۔
اوو ہیلو دولہا میں بھی ہوں۔

مجھ سے بھی کچھ پوچھ لو تین گھنٹوں سے تم لوگوں کے
آگے پیچھے گھوم رہا ہوں۔

زمل بولی فکرنا کرے آپ کے لیے بھی کر لیں گے
شاپینگ۔۔

بس آپ ایسے ہی ہمارے پیچھے چلتے کتنے اچھے لگ رہے
ہیں۔

زمل کے کہنے پر سب قہقہہ لگا کر ہنسی، شاہ میر نے زمل
کو گھور کر دیکھا۔

زمل اگنور کر کے آگے بڑھ گئی۔

باقی سب بھی زمل کے پیچھے چلی گئی

- شاہ میر بھی اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر آگے بڑھ گیا۔

میرا معصوم بچہ چالاک ہوتا جا رہا ہے۔

شاہ میر زمل کے چہرے کے ایکسپریشن دیکھ کر گہرا
مسکرایا اور ان کے پیچھے چلنے لگا۔

☐ ♥ _____ جاری ہے۔

شاہ میر خان جو توں والی شاپ پر بیٹھا

ان سب کو دیکھ رہا تھا۔

یار جلدی کر لو تم لڑکیوں کی شاپینگ ہی نہیں ختم ہو رہی
بھوک سے جان نکل رہی ہے۔

چپ کر کے بیٹھے رہے،
ابھی ہم نے جیولری وغیرہ بھی لینی ہے۔

یار بس کر دو اتنا کچھ تولیں لیا ہے۔

پورے پانچ گھنٹے، بیس منٹ اور چالیس سیکنڈ ہو گئے

ہیں۔

آترہ فورابولی واہ لالا ٹائم کے بہت پابند ہے۔

کیسے ٹائم کا حساب رکھا ہوا ہے ابھی تو ہم نے خود کی
شاپنگ کی ہے براٹیڈل کی ابھی کرنے والی ہے۔

ابھی آپ چپ کر کے چلے شاپ کیپر والے بھیا یہ جوتے
پیک کر دیں۔

گڑیا اتنے جوتوں کا ہارڈالنا ہے۔

جی ہار ڈالنا ہے وہ بھی آپ کے گلے میں۔۔۔

آئزہ کی بات پر سب کھل کھلا کر ہسے،

شاہ میر نے گھور کر آئزہ کو دیکھا، یار میں اچھا تھوڑی
لگوں گا۔۔

جو توں کا ہار ڈالے، میری بھی کوئی عزت ہے۔

شاہ میر آگے کچھ بولتا۔۔۔۔۔

آئزہ فوراً بولی جی جی پتہ ہے۔۔

، آپ بہت بڑے بزنس مین ہو۔

بیزل فور ابولی کیا آپ لوگ میرے معصوم دیور کو تنگ
کر رہے ہو،

ہائے اللہ بھابھی آپ کتنی اچھی ہے، اب لڑو مجھ سے
میری پیاری بھابھی میری طرف ہے۔

آئزہ نے بیزل کو دیکھا، کوئی بات نہیں میری یہ دو
بھابیاں ہے ناہاں ہم اپنی پیاری سی تند کی طرف ہے۔

ماہی بھی بولی چلو آؤ باقی بعد میں شاپینگ کر لیں گے،
چلو اب یاد دہر ہی کھڑا ہونا ہے،

بیزل ان کو دیکھ کر بولی، جی بھا بھی چلے cantaurus
شاہ میران کو مال کے مشہور ریسٹورانٹ جہاں کا کھانا

بہت مزے کا ہوتا ہے، شاہ میران کو اندر

لیں کر داخل ہوا، اور ٹیبل کی طرف بڑھے۔

سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے،

شاہ میر نے ویٹر کو بلوایا،
ویٹر نے سلام کر کے مینیو کی کتاب اس کے ہاتھ میں
تھمائی،

یہ لوڈیساٹیڈ کرو کیا کھانا ہے۔

آپ سب نے۔۔۔۔۔
کچھ بھی منگوالیں شاہ میر لالا۔۔۔۔۔
آئره بولی میں یہاں کا پاستا کھاؤں گی،

سنا ہے بہت ٹیسٹی ہوتا ہے زمل بولی میں بھی شاہ میر
مسکرا کر

شاہ میران سب کو اگنور کر کے بولا بھا بھی چلے آئے کچھ
کھا لیتے ہے،

یقیننا آپ کو بھی بھوک لگی ہوگی۔۔۔۔

ہیزل نے ہاں میں سر ہلایا اووئے ہیلو اگر آپ تینوں نے
بھی کھانا ہے۔۔

تو آ جاؤ، آڑہ ابھی کچھ بولتی زل جلدی سے بولی آڑہ
چل بہت بھوک لگی ہے۔

شاہ میر کو پتا تھا اس کی چھوٹی سی جان بھوک کو برداشت
نہیں کر پائے گی۔

آپ نہیں کچھ بتائیں گی نہیں آپ جو مرضی منگوائیں،

ہائے میری معصوم بھابھیاں آئزہ چہک کر بولی،

شاہ میر نے ویٹر کو بھلا کر سارا مینیو بتایا۔

اور کچھ ہی دیر میں ویٹر نے ٹیبل

پر سب کچھ لا کر رکھ دیا۔

ماہی بولی شاہ میر لالا ہم آپ کو بھائی بھی بول سکتے ہے۔

آئزہ اور بیزل ماہی کی بات پر قہقہہ لگا کر ہنسی۔

مائے انوسینٹ بھابھی لالا کو ہی بھائی کہتے ہے۔
شاہ میر بولا کوئی بات نہیں آپ مجھے لالا بھی بول سکتی
ہے اور بھائی بھی۔۔۔۔

ہماری سوات میں سب بھائی کو لالاما کو مورے کہتے
ہیں، زمل بولی ہمیں بتانے کی ضرورت نہیں ہم خودی
وہاں کی رسمیں سیکھ جائے گی۔

مجھے ویسے بھی سوات اور وہاں کے لوگوں کی
رسمیں بہت پسند ہے۔

بیزل بولی چلو باقی کی شاپینگ کرنی ہے۔
آئزہ جلدی سے اٹھی اور باقی سب بھی چلو

سب میں بل جمع کروا کر آتا ہوں۔۔

زل ان کو لیں کر بہت بڑی برینڈیڈ شاپ میں آئی،

جہاں مہندی کے ڈریسز تھے،

یہ دیکھیں یہ کلر زیادہ پیارا لگ رہا ہے۔ ہاں پیارا لگ رہا

ہے سیلو اور گولڈن یہ ہی فائنل کرتے ہیں۔

جی آپ شاپ کیپر والے بھیا یہ دونوں ڈریس پیک کر

دیں۔

اوو کے میم !

شاہ میران کے پاس آکر پوچھنے لگا۔
شاہپینگ ہو گئی۔

جی ہو گئی ہے آپ یہ بل جمع کروادیں، ہم کاسمیٹک کا
سامان پیک کروایا ہے وہ لیں آئے، کہہ کر باہر نکلی۔

تھوڑی دیر میں ساری شاہپینگ کر کے مال کے باہر آکر
کھڑی ہو گئی۔

یہ بہرام لالا ابھی تک نہیں آئے کتنی دیر ہو گئی ہے،
بیزل بہرام کا نام سن کر تھوڑا پریشان ہوئی،
ابھی تک نہیں آئے پتا نہیں کہاں رہ گئے ہے۔

ہیزل اپنی سوچوں میں گم تھی۔

ادھر ادھر ٹھہرنے لگی، باقی سب بھی اپنی باتوں میں لگے
تھے، کہ اچانک ہی ایک گاڑی اندھا دھند آرہی تھی۔

اس آدمی سے گاڑی کا بریک چھوٹا،

ہیزل گاڑی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر وہی ساکت ہو گئی
، قدم جیسے وہی جم گئے تھے۔

شاہ میر جو بہرام سے کال پر بات کر رہا تھا۔

گاڑی کو اس طرف آتے دیکھ کر ہیزل کی طرف

دیکھا جو وہی کھڑی تھی۔

شاہ میر چیخا۔۔۔۔۔

بیزل بھا بھی پیچھے ہٹے، شاہ میر کی چیخنی
کی آواز سن کر سامنے دیکھنے لگی۔

-

وہی بہرام فون پر شاہ میر کے چیخنے کی آواز سن
کر گاڑی ایک جھٹکے سے روکی۔۔۔۔۔

بیزل بھا بھی پیچھے ہٹے، ہیزل وہی ساکت کھڑی جیسے کچھ
سنائی ہی نہیں دے رہا ہو،

آرہ زمل ماہی ہیزل کو آوازیں دے کر چیخنے لگی۔

بھرام بیزل کا نام سن کا غصے سے چیخا شاہ میر
کیا ہوا ہیزل کو۔۔۔۔۔

عابیرہ بھرام کو غصے میں دیکھ کر اس کے کندھے
پر ہاتھ رکھا،

بھرام نے ایک ہی جھٹکے اس کا ہاتھ پیچھے کیا۔

شاہ میر اپنا وہی موبائل پھینکتے ہیزل کی طرف بڑھا،
ہیزل کی طرف بڑھتی ہوئی گاڑی کو دیکھ
کر تینوں چیخ اٹھی،

بہرام ان کی چیخوں پکار سن کر جلدی
سے گاڑی سٹارٹ کر گیا۔

بہرام کو اپنا سانس بند ہوتا ہوا محسوس ہونے لگا۔
شاہ میر ایک ہی جست میں ہیزل کی طرف بڑھا ہیزل کو
بازو سے کھینچ کر دوسری طرف پھینکا۔

گاڑی سیدھا جا کر دیوار کے ساتھ لگی،
شاہ میر نے ہیزل کو دوسری طرف دکھا دیا تھا۔

اور خود اس طرف گر گیا تھا۔

ہیزل کا سر زمین کے ساتھ لگا اور خون بہنے لگا۔
ماہی آئزہ اور زمل جلدی سے ہیزل کی طرف بڑھی،

ماہی نے ہیزل کا سر پکڑ کر گود میں رکھا
ہیزل آنکھیں کھولو۔۔۔۔۔

آئزہ اور زمل روتے ہوئے بولی بھا بھی کے خون نکل رہا
ہے۔۔

شاہ میر جلدی سے ان کی طرف بڑھا۔

زمل شاه مير کو دیکھ کر بولی۔۔۔

آپ ٹھیک ہے۔۔

شاه مير زمل کے گال پر ہاتھ رکھ کر بولا میں ٹھیک ہوں۔
لالا دیکھیں بھابھی آنکھیں نہیں کھول رہی۔

سب لوگ ان کی چیخیں پکار سن کر ان کے

چاروں طرف کھڑے تھے،

بہرام کی گاڑی مال کے پاس آکر روکی، بہرام اتنے
سارے لوگوں کو دیکھ گاڑی سے اترا، اسے لگا اب

وہ ایک قدم نہیں چل پائے گا۔
بہرام خود کو کنٹرول کرتے۔۔

جلدی سے ان کو پیچھے کرتا آگے بڑھا،

عابیرہ بھی بہرام کے پیچھے بڑھی،
بہرام ہیزل کو ایسے ہی بوش پڑے دیکھ کر تڑپ

کر آگے بڑھا، بہرام نے ہیزل کا سراہی کی
گود سے اٹھا کر خود کے سینے سے لگایا۔

بیزل میری جان آنکھیں کھولو۔۔

بیزل میری زندگی۔۔۔۔

شاہ میر اپنے لالا کی حالت دیکھ کر بولا۔۔۔۔

لالا بھابھی ٹھیک ہے تھوڑی سی چوٹ لگی ہے۔
نہیں شاہ میر میری ہیزل آنکھیں نہیں کھول رہی

،

عابیرہ بہرام کو اس لڑکی کے لیے تڑپتے
ہوئے دیکھ کر جل اٹھی۔

بیزل نے اپنی تھوڑی سی آنکھیں کھول
کر بہرام کو دیکھا۔

خان۔۔۔۔۔

بہرام بیزل کی آواز سن کر تڑپ اٹھا۔
جی خان کی جان۔۔۔

عابیرہ بہرام کے منہ سے اس طرح کے الفاظ سن کر غصے

سے سرخ پڑ گئی۔

بہرام بیزل کو جلدی سے گود میں اٹھا

کر گاڑی میں پچھلی سیٹ پر بیٹھایا
آئره اور ماہی بھی گاڑی میں بیٹھی،

بہرام جلدی سے گاڑی سٹارٹ کر کے
ہو سپیٹل کی طرف بڑھ گیا۔

زل بولی میر چلے ہم بھی چلتے ہے،
عابیرہ تم بھی چلو ہمارے ساتھ، شاہ میر کی
گاڑی میں بیٹھی شاہ میر
گاڑی سٹارٹ کی اور ہو سپیٹل کی طرف لی۔

بہرام ہیزل کو ہو اسپتال میں لیں کر داخل ہوا۔
اور جلدی سے سٹرچر پر لٹایا۔

ڈاکٹر ہیزل کی طرف بڑھے ہیزل لمبے لمبے سانس لیں
رہی تھی، خان بیزل نے بہرام کو پکارا،
ماہی تو ہیزل کی حالت دیکھ کر وہی زمین پر

بیٹھے رونے لگی اسے پاتا تھا۔
اسے اتنی چوٹ نہیں آئی مگر وہ

اس حادثے کو برداشت نہیں کر پائی ڈاکٹر ہیزل

کولیں کے اندر کی طرف بڑھ گئے
بہرام وہی دیوار کے ساتھ ٹیگ لگا کر
کھڑا ہو گیا۔

خاناں میں آپ کو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔
شاہ میر اپنے لالا کو ایسے کھڑے دیکھ کر پاس آیا،

لالا آپ پریشان ناہو بھا بھی انشا اللہ ٹھیک ہو جائے گی۔۔

تھوڑی دیر میں ڈاکٹر باہر آیا، بہرام جلدی سے ان
کی طرف بڑھا،

ڈاکٹر میری ہیزل کیسی ہے۔

ماہی اور باقی سب بھی ڈاکٹر کو دیکھ کر ان کی طرف بڑھی
ڈاکٹر بتائے نامیری خاناں کیسی ہے۔

جی وہ بالکل ٹھیک ہے، ان کو ہارٹ اٹیک ہوتے ہوتے بچا
اگر آپ تھوڑی دیر اور لیٹ ہو جاتے ہم ان کو بچا نہیں
سکتے تھے۔

آپ یہ کیا کہہ رہے اتنی سی عمر میں کیسے جی ہم بھی تھوڑا
پریشان اتنی سی عمر پینک اٹیک نہیں ہوتا پر ان کا دل
بچپن سے ہی بہت کمزور ہے۔

اس لیے کچھ انہیں ہلکا ہلکا درد اٹھ رہا تھا۔
تو کچھ ایسا ہوا ان سے برداشت نہیں ہوا۔

اس لیے ان کو ہارٹ اٹیک ہوتے ہوئے بچا ہے۔
بہرام تو یہ سن کا پریشان ہو گیا تھا۔
میری خاناں کو تکلیف تھی۔
اور میں محسوس ہی نہیں کر پایا، وہاں سب
سن کر شاکڈ میں تھے۔

ڈاکٹر ان سب کو ایسے دیکھ کر بولا وہ ٹھیک ہے۔
بس آپ نے ان کا بہت خیال رکھیں۔

بہت ویک ہے، بہرام بولا کیا میں مل سکتا ہوں۔
جی آپ مل لیں۔

اب تک تو ان کو ہوش آگیا ہو گا۔ شکریہ ڈاکٹر
کہہ کر اندر بڑھا بہرام جیسے ہی اندر بڑھا، بیزل سامنے
دیوار پر نظریں ٹکائے لیٹی تھی۔

بہرام اس کے پاس آیا اور اس کے ماتھے پر لب رکھے۔
خانم آپ نے تو ہم سب کو ڈرا دیا تھا،
بیزل نے بہرام کی طرف دیکھا اور پھر

دیوار کی طرف دیکھنے لگی،

بہرام کو اس کا اگنور کرنا بالکل اچھا نہیں لگا۔
خاناں بہرام نے اسے پکارا پر ہیزل ایسی ہی
پوزیشن میں لیٹی رہی۔

خاناں تم ٹھیک ہو۔۔۔

ہیزل بہرام کو دیکھ بولی آپ کو کیا چاہے میں
مروں یا جیوں

بہرام نے تڑپ کر ہیزل کو اپنے سینے سے لگایا

خاناں ایسی باتیں ناکیا کرو، یہ خان مر جائے گا۔

مجھے معاف کر دو میں نے تمہیں بہت تکلیف دی۔

بلکہ تم مجھے معاف نہیں کرو گی تو میں
ساری زندگی تم سے معافی مانگوں گا۔

پر ایسے لفظ دوبارہ مت بولنا

بیزل ایسے ہی بہرام کے سینے سے سر لگائے
اس کی دھڑکنے سن رہی تھی۔

جو بہت تیزی سے دھڑک رہی تھی۔

خان میں ٹھیک ہوں۔

مجھے گھر لیں چلے۔

بہرام نے بیزل کے بالوں پر لب رکھے اور کہا میں ڈاکٹر
سے ڈسچارج پیپر سائن کورا کر لاتا ہوں پھر چلتے ہے۔۔

آئزہ اندر داخل ہوئی اور باقی سب بھی۔۔۔

آئزہ ہیزل کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔

میں ٹھیک ہوں گڑیا تم رو نہیں،
جب سے بیزل آئی تھی۔

آئره اس سے بہت اچھے سے اٹیچ ہو گئی تھی۔
زل بولی بھا بھی آپ نے تو ڈرا دیا تھا۔

میں ٹھیک ہوں۔
ماہی ہیزل کے پاس آئی اس کے ماتھے پر لب رکھے۔
ہیزل بولی میں ٹھیک ہوں۔

آپ مت روئے،
عابیرہ ہیزل کی طرف بڑھی۔
السلام علیکم علیکم!!

میں آترہ کی کزن اس کی پھوپھو بیٹی عابیرہ۔۔۔
کیسی ہے آپ ہیزل نے اس کی طرف دیکھا لائٹ

براؤن بال بلیک آنکھیں سنہری شیڈ والی
جو موتیوں کی طرح چمک رہی تھی۔

دودھیارنگت سر سے پیر تک بہت حسین تھی۔

بیزل بولی میں ٹھیک ہوں۔
عابیرہ نے اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا
جو اس سے بھی زیادہ خوبصورت تھی۔
آئزہ بولی ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔
عابیرہ میری بھابھی کو نظر لگانے کا ارادہ ہے۔
عابیرہ بولی میں کیوں لگاؤں گی نظر میں خود بہت
خوبصورت ہوں۔۔

شاہ میر بولا اب پیچھے ہٹو
مجھے بھی ملنے دو اپنی بھابھی سے کیسے
بلیوں کی طرح چپک گئی ہو سب۔۔۔۔۔

کیسی ہے بھا بھی۔۔۔

میں ٹھیک ہوں۔۔۔

آپ کیسے ہے میں بلکل ٹھیک ہوں۔

چلے آپ کو ڈسچارج مل گیا ہے

لالا آتے ہی ہو گئے چلو آؤ زمل ماہی بھا بھی

آپ کو گھر چھوڑ دوں۔

اچھا ہیزل میں چلتی ہوں تم نے اپنا خیال رکھنا ہے زمل

بولی بھا بھی ہم پھر آئے گئے کہہ کر باہر چلے گی۔

بھرام اندر داخل ہوا ڈسچارج مل گیا ہے۔
چلو چلتے ہے بھرام ہیزل کی طرف بڑھا اسے
آرام سے بٹھایا اور پیروں میں سلیپر پہنائی،
عابیرہ یہ دیکھ غصے سے باہر نکل گئی،
آئزہ گاڑی میں بیٹھو میں ہیزل کو لے کر آتا ہوں،
آئزہ اثبات میں سر بلا کر باہر نکل گئی۔

بھرام نے ہیزل کو باہوں میں اٹھایا، ہیزل کا چہرہ سرخ پڑ
گیا، خان میں ٹھیک ہوں۔

نیچے اتارے نہیں بلکل نہیں میرے ہوتے ہوئے میری
خاناں کو تکلیف ہو میں برداشت نہیں کر سکوں گا۔

ایسے ہی ہیزل کو باہوں میں اٹھا کر باہر نکلا۔
سب لوگ ان کو رک رک کر دیکھ رہے تھے۔

ہیزل نے شرم سے اس کے سینے میں سر چھپالیا۔

بہرام نے اسے گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھایا۔ اور خود
دوسری طرف آکر بیٹھا اور گاڑی سٹارٹ کی۔

بہرام نے جھک کر ہیزل کا سیٹ بیلٹ باندھا
اور گال پر کس کی ہیزل نے پیچھے دیکھا اور

پھر بہرام کو میری زندگی کسی نے نہیں دیکھا۔

ابھی تو تم سے حساب باقی ہے جو مجھ سے اپنی تکلیف
پہنچائی، گھر جا کر اس کا اچھے سے حساب لوں گا۔

کہہ کر گاڑی سٹارٹ کی اور کاوش کو کال ملائی۔

اسے پتہ چلا تھا کاوش عاصم کے
ساتھ کنگ کے ٹھکانے پر گیا ہے۔

کاوش نے بہرام کی کال اٹھائی
بہرام غصے سے بولا کہاں ہو تم۔۔۔

لالا عاصم کے ساتھ۔۔۔

پتہ ہے ابھی کہاں ہو لالا فیصل مسجد کے پاس
کنگ کی لوکیشن یہاں کی ملی ہے۔

پر وہ یہاں سے بھی نکل گیا۔ میں آپ سے بعد میں
بعد کرتا ہوں کہہ کر کال کاٹ دی۔

کاوش خان کی گاڑی فیصل مسجد کے پاس آکر روکی۔
عاصم شاہ اس کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔
بالاج خان اور احمد خان پیچھے بیٹھے تھے۔

بالاج اپنے لیپ ٹاپ کنگ کی لوکیشن کا پتہ چلا رہا تھا۔
جو کچھ دیر پہلے کنگ کی موبائل کی لوکیشن فیصل مسجد
کے پاس بتا رہی تھی،

عاصم بولا بالاج کچھ پتا چلا نہیں سر

کنگ کا موبائل بند جا رہا ہے، کاوش بولا
عاصم کیا وہ کوئی ہمارے ساتھ گیم نا کھیل رہا ہو،

اسے پتہ چل گیا ہو گا۔

ہم اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔

عاصم نے غصے سے ہاتھ گاڑی کے شیشے

پر دے مارا کنگ کی لوکیشن کا پتہ چلا رہا تھا۔

جو کچھ دیر پہلے کنگ کی موبائل کی لوکیشن

فیصل مسجد کے پاس بتا رہی تھی،

عاصم بولا بالاج کچھ پتا چلا۔۔

نہیں سرکنگ کا موبائل بند جا رہا ہے،
کاوش بولا عاصم کیا وہ کوئی ہمارے
ساتھ گیم نا کھیل رہا ہو، اسے پتہ چل گیا ہو گا۔

ہم اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔۔
عاصم نے غصے سے ہاتھ گاڑی کے شیشے
پر دے مارا کنگ کی لوکیشن کا پتہ چلا رہا تھا۔

جو کچھ دیر پہلے کنگ کی موبائل کی
لوکیشن فیصل مسجد کے پاس بتا رہی تھی،
عاصم بولا بالاج کچھ پتا چلا نہیں۔۔

سرکنگ کا موبائل بند جا رہا ہے،
کاوش بولا عاصم کیا وہ کوئی ہمارے
ساتھ گیم نا کھیل رہا ہو،
اسے پتہ چل گیا ہو گا۔
ہم اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔۔

عاصم نے غصے سے ہاتھ گاڑی کے شیشے پر دے
مارا کنگ کی لوکیشن کا پتہ چلا رہا تھا۔
جو کچھ دیر پہلے کنگ کی موبائل کی
لوکیشن فیصل مسجد کے پاس بتا رہی تھی،

عاصم بولا بالاج کچھ پتا چلا
نہیں سرکنگ کا موبائل بند جا رہا ہے،

کاوش بولا عاصم کیا وہ کوئی ہمارے ساتھ
گیم نا کھیل رہا ہو، اسے پتہ چل گیا ہو گا۔
ہم اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔۔

عاصم نے غصے سے ہاتھ گاڑی کے شیشے
پر دے مارا شیشہ ٹوٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہوا۔
وہ ہمیں بیوقوف بنا کر چلا گیا ہے۔

وہ ایک ایجنٹ کو پاگل بنا کر چلا گیا۔
اور میں بیوقوف پاگل بن گیا،

وہ تینوں عاصم کے غصے پر سہم گئے۔
کاوش تو اپنے دوست کو اتنے غصے میں
دیکھ کر بولا جو کب سے گاڑی کے دروازے

پر پہنچ مار رہا تھا، عاصم ریلکیس ہو جاہم
پہنچ جائے گئے اس تک عاصم نے
جلدی سے اپنی پوکٹ سے موبائل نکالا،
بالاج اس نمبر کی لوکیشن ٹریس کر
اس نمبر سے کنگ نے خود کال کی تھی،

بالاج جلدی سے موبائل لے کر لوکیشن ٹریس کرنے
لگا۔

جو ٹریس ہو گئی تھی۔

، سرکنگ کی لوکیشن مارگلہ کی سڑکوں پر بتا رہی ہے،

چلو جلدی سے کاوش نے گاڑی سٹارٹ کی
اور وہاں سے نکلے۔

اب ان کا رخ مارگلہ کی سنسان سڑکوں پر تھا،

مارگلہ روڈ اسلام آباد کا مشہور اور

خوبصورت روڈ ہے، یہ روڈ مارگلہ

ہلز کے پاس سے گزرتا ہے۔ اس کے دونو

س طرف جنگل اور پہاڑیاں ہے۔ مارگل
ہ روڈ پر لوگ ریکریشن کے لیے آتے ہے
جیسا کے وانکینگ، جو گنگ اور سائیکلینگ۔ سرکنگ کی
لوکیشن پہاڑیوں کے درمیان کا بتا رہی ہے،
گاڑی روکو ہم خود چل کر جائے گئے،
کاوش نے گاڑی روکی سب گاڑی سے

نیچے اترے اور پہاڑی کی طرف بڑھ گئے،
ہم سب کو احتیاط کرنا ہوگا،
کیونکہ رات ہو گئی ہے۔

اس وقت لوگ یہاں بہت کم آتے ہے،

ابھی تھوڑا آگے ہی گے کنگ کے آدمی
ہاتھوں میں بندوق لیے کھڑے تھے،
احمد بولا کنگ نے یہاں ہر طرف
اپنے گارڈ پھیلا رکھے ہیں،
ہمیں چوکنار ہنا ہو گا بالاج پولیس کو
انفارم کر دو، کاوش یہ لوپسٹل پکڑو،
عاصم نے کاوش کو پستل پکڑائی وہ ہرگز کاوش
کو نالاتا اگر وہ ضدنا کرتا۔
تم سب لوگ الگ الگ جگہ پر چلنے کا بولا۔
کاوش تم اس طرف جاؤ،
کہہ کر عاصم آگے بڑھ گیا۔ باقی سب بھی

ادھر ادھر پھیل گئے۔

عاصم آگے بڑھا اس آدمی کے سر پر پستل ماری، وہ
آدمی وہی زمین پر ساکت ہو گیا،
کنگ کا دوسرا آدمی
عاصم کی طرف بڑھا، عاصم نے اپنی ٹانگ گھما کر
اس کے منہ پر دے ماری،

وہ اونڈھے منہ زمین پر
گرا، عاصم نے دو سال ٹریننگ لی تھی،
پیچھے سے ایک آدمی ابھی عاصم کے سر پر وار کرتا

عاصم نے پیچھے سے ہی ٹانگ اسکے پیٹ پر دے ماری۔

وہ آدمی تکلیف سے وہی زمین پر گر گیا۔

کاوش آگے بڑھا جو آدمی ایک طرف منہ کر کے کھڑا تھا،
کاوش نے اسکے پاس آتے ہی ایک جھٹکے سے
اس کی گردن مور ڈالی،

کاوش نے اسے تکلیف سے تڑپنے کا موقع بھی نہیں دیا۔

وہ آدمی وہی ساکت ہو گیا،

ایسے ہی کنگ کے آدمیوں کو وہ موت کے گھاٹ اتار
گئے تھے۔

بالاج اور احمد پہاڑی سے بہت آگے نکل آئے تھے۔

جہاں پہاڑی اور جنگل ختم ہوتا تھا،
وہاں ایک بہت بڑا گھر تھا،
جو کافی دیر سے خالی پڑا تھا،

بالاج نے عاصم کو کال کی عاصم۔

نہیں سر----

عاصم غصے سے بولا پہلے تم ڈیسا ٹیڈ کر لو کیا بولنا ہے،
بالاج عاصم کی دھاڑ سن کر خاموش ہو گیا،

احمد نے اپنی ہسی دبا کر اس سے موبائل لیا،

عاصم تم یہاں جنگل کے پچھلی سائڈ پر آ جاؤ
یہاں ایک گھر ہے اور کنگ کے آدمی یہاں گھر کے
چاروں طرف پھیلے ہیں۔

ہم آرہے ہے کہہ کر کال بند کی اور کاوش کو
سامنے اشارہ کیا، اب دونوں جنگل کے بیک

سائیڈ پر تھے، احمد اور بالاج تم
دونوں اس طرف جا کر کھڑے ہو جاؤ

پہلے میں جاتا ہوں تم لوگوں کو اشارہ دوں گا،
تم لوگ آ جانا کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

کنگ اوپر کمرے میں بیٹھا خونناک قہقہہ لگایا،
ویکم ایجنٹ ویکم ایجنٹ۔۔۔۔۔

بیوقوف بن گیا کنگ کے ہاتھوں، کنگ لیپ ٹاپ پر
عاصم کو دیکھ کر بلند و باک قہقہہ لگانے لگا،
کنگ کے گارڈ اپنے بوس کو قہقہہ لگاتے دیکھ

کر اس کا ساتھ دینے لگے،
کنگ نے ان پر خون شام آنکھیں گاڑھی

وہ سب ایک دم چپ ہو گے
تم لوگوں نے ابھی نہیں ہسنا ایجنٹ
کی موت پر ہسنا ہے، کنگ کا ایک دفعہ پھر قہقہہ گونجا۔

عاصم اندر داخل ہوا عاصم اندر گارڈنا
دیکھ کر کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا۔

عاصم نے ان سب کو آنے کا اشارہ کیا۔
وہ سب عاصم کے اشارے پر اندر کی طرف آئے،

جیسے ہی وہ اندر بڑھے ہر طرف گولیاں چلنے لگی،
عاصم گولیوں کی آواز سن کر غصے سے لال ہو گیا،

سر کی نالیاں واضح دیکھائی دینے لگی،

وہ سب ایک دم سے اچھل کر کوئی صوفے

کے پیچھے کوئی پلر کے پیچھے چھپ گئے،
عاصم کنگ نے جال بچھایا تھا،

وہ ہم پر نظر رکھ کر بیٹھا ہے احمد نے سامنے
کیمرے کی طرف اشارہ کیا۔

عاصم نے سامنے کیمرے پر خون اشام آنکھیں گاڑھی
اور دھاڑا کتے کہاں چھپ کر بیٹھا ہے،
سامنے آبزدلوں کی طرح چھپ کر کیوں بیٹھا ہے،

عاصم نے سامنے ایک آدمی کے سر کا نشانہ لیا۔
گولی سیدھا اس آدمی کے سر پر لگی،

کاوش اور احمد آگے بڑھ کر گولیاں چلانے لگے،
کنگ کے دس پندرہ آدمیوں کو مار کر آگے بڑھ گئے،
پیچھے ایک بہت بڑھا حال تھا۔

اور کمرہ جہاں سے وہ لڑکیوں کو زبردستی
گسیٹ ٹرک میں بٹھا رہے تھے، اس حال میں
ایک بہت بڑا گیٹ تھا،
جہاں ٹرک کھڑا تھا، کاوش یہ دیکھ کر پاگل ہو گیا،

کیسے بے دردی سے لڑکیوں کو ٹرک میں بٹھایا جا رہا تھا،

اس میں سے ایک آدمی بولا جلدی کر آج رات ہی یہ
ٹرک

کراچی سمندر میں پہنچانا ہے،

وہاں شپ بھی صبح سات بجے سے پہلے آجائے گی،

جلدی کر سر وہ جو اندر لڑکی ہے

وہ ضد لگا کر بیٹھی ہے۔

تو چل اسے میں دیکھتا ہوں،

کاوش بولا میں باہر سنبھالتا ہوں تو اندر

جا کر دیکھ، احمد خان اندر بڑھ گیا۔

عاصم غصے سے پاگل ہو رہا تھا،

کنگ عاصم کی دھاڑ پر قہقہے لگا کر ہسنے لگا۔

باہر نکل کنگ بالاج ایک ایک کمرہ چیک کرنے

لگا سر کنگ نہیں ہے،

عاصم اب اوپر کیمرے کی طرف بڑھا

کنگ جلدی سے اٹھا ہاتھ میں پستل پکڑی

اور باہر نکلا گارڈ بھی کنگ کے

پیچھے نکلے، عاصم کنگ کو سامنے سے آتا
دیکھ کر اپنی سرخ آنکھوں سے گھورنے لگا۔
اوو بیوقوف ایجنٹ کنگ کے ہاتھوں بیوقوف بن گیا،

عاصم غصے سے کنگ کی طرف بڑھا

کنگ کے گارڈ آگے ہوتے عاصم کے سر پر بندوق تان

کر کھڑے ہو گے۔ کنگ نے گارڈ کو پیچھے ہٹنے

کا اشارہ کیا وہ سب پیچھے ہٹ گئے۔

عاصم نے ایک زوردار پنج کنگ کے منہ پر دے مارا،

کنگ پیچھے دیوار کے ساتھ لگا، کنگ کے آدمی

عاصم کی طرف بڑھتے

کنگ نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا، کنگ

عاصم کی طرف بڑھا اور ٹانگ گھما کر

عاصم کو مارنے ہی لگا تھا۔

عاصم خود کا بچاؤ کرتے ہوئے نیچے جھک گیا،

بالاج پیچھے چپکے سے نکلتے ہوئے

جلدی کے ٹشو پر کلوروفارم لگایا
اور ایک ایک گارڈ کو بے ہوش کر ڈالا،
عاصم بالاج کی طرف مسکراہٹ اچھالی

کنگ اپنے آدمیوں کو بے ہوش دیکھ کر

غصے سے عاصم کی طرف بڑھا اور پیٹ پر

مکا مارا عاصم کراہ کر رہ گیا، عاصم نے کنگ کی
گردن کو اپنے ہاتھوں میں دبوچا

اور دیوار کے ساتھ لگا گیا، کمینے تو نے میری ماہی کو اذیت
دی میری آنرہ پر گندی نگاہ ڈالنے کی کوشش کی،

عاصم پاگلوں کی طرح مار رہا تھا
کنگ کو پولیس کی گاڑیوں کی آواز سنائی دی۔

کنگ کو کچھ سمجھ نا آئے وہ کیا کرے، عاصم نے اس کی
آنکھوں میں خوف دیکھ کر وحشت ناک قہقہہ لگایا۔

کاوش ٹرک کی طرف بڑھا، سیدھا اپنی پسٹل سے سامنے
کھڑے آدمی کا نشانہ لیا،

وہ آدمی وہی ساکت ہو گیا، دو تین آدمی
کاوش کی طرف بڑھے کاوش نے ان کو بھی
گولیوں سے بون ڈالا۔

کاوش جلدی کے ٹرک کے پاس آیا

اس نے دیکھا لڑکیاں سہمی نگاہوں سے
اسے دیکھ رہی ہے۔

آپ لوگ ڈرو نہیں میں آپ کی مدد کرنے آیا ہوں۔
چلے یہاں سے جلدی نکلنا ہو گا۔

نہیں ہم نہیں جائے گے ان میں سے ایک لڑکی

بولی ہم پر کیسے اعتبار کرے دیکھو میں آرمی والوں کے
ساتھ ہوں چلے جلدی نکلے آپ کو باحفاظت یہاں سے

نکال کر آپ کے گھر پہنچا دوں گا۔
پولیس کی گاڑیوں کی آواز سن کر ایک

لڑکی بولی ٹھیک ہے کاوش نے سب کو وہاں سے نکالا اور

پولیس کی گاڑی میں بٹھایا

دیکھے یہ آپ کو کچھ نہیں کہے گی۔

آپ کو آپ کے گھر پہنچا دیا جائے گا۔

احمد اندر داخل ہوا وہی آدمی

اس لڑکی پر جھکا ہوا تھا، پلینز مجھے جانے دے میرے پاس

مت آئے مجھے میری ماما کے پاس

جانا ہے وہ لڑکی اس کے آگے ہاتھ جوڑ رہی تھی۔

ایسے کیسے جانے دوں میری جان تھوڑا

سامرہ ہم بھی کر لیں اتنی حسین چڑیا کو

ایسے تھوڑی نا جانے دے گئے،

وہ آدمی ابھی تھوڑا اور جھکا تھا۔

احمد نے اس کی شرٹ کو پیچھے سے پکڑ کر

کھینچا۔ وہ آدمی دیوار کے ساتھ جا کر

لگا کون ہو تم۔۔۔

احمد غصے سے بولا ابھی جان لو گے

احمد نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔

وہ آدمی پولیس والے کے پاس جا کر گرا لیں

جاؤ اسے اتنا مارنا آئندہ کسی

لڑکی پر نگاہ اٹھا کر نادیکھ پائے

۔ احمد اس لڑکی کی طرف بڑھا جو چہرے پر ہاتھ رکھے
بھیگی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔

چلو اٹھو لڑکی۔۔

مجھے گھر جانا ہے، وہ چہرہ اٹھا کر بولی۔۔
احمد تو اس کی معصومیت میں ہی کھو گیا،
احمد نے اس حسینہ پر نگاہ ڈالی اور پھر ہاتھ
پکڑ کر باہر لیں گیا۔

مجھے ماما کے پاس جانا ہے۔

وہی لیں کر جاؤں گا۔

کہا رہتی ہے تمہاری

ماما، احمد اس کی طرف دیکھ کر بولا،
پتا نہیں۔۔۔۔۔

احمد اس کی بات پر حیران ہو کر دیکھا،
کیسے نہیں پتہ تمہیں۔۔۔

وہ مجھے ماما چھوڑ کر چلی گئی۔۔۔

وہ اچانک ہی اس کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔

احمد اس کی حرکت پر بوکھلا گیا۔

کنگ کو کچھ سمجھ نا آیا کہ وہ کیسے نکلے

بڑی طرح سے پھنس گیا تھا۔

کنگ نے اپنے پینٹ سے سے چاکو نکال

کر عاصم کے سینے پر دے مارا عاصم کی
فلگ شگاف چیخ گونجی،

کاوش اور احمد عاصم کی آواز سن
کر اندر بھاگے وہ لڑکی بھی احمد کے پیچھے آئی،
بالاج تڑپ کر عاصم کی طرف بڑھا
کنگ مو کے کا فائدہ اٹھا کر وہاں سے بھاگ نکلا
بالاج اس کا پیچھا کر وہ بھاگ نکلے،

سر آپ----

جاؤ کچھ نہیں ہوتا مجھے بالاج کنگ کے پیچھے بھاگا۔ کاوش
جلدی سے عاصم کی طرف بڑھا عاصم
یہ کس نے کیا ہے۔

وہ کنگ بھاگ نکلا۔ عاصم خون کتنا نکل گیا ہے،
احمد گاڑی نکال کاوش عاصم کے خون کو

دیکھ کر دھاڑا عاصم اپنے دوست کو
خود کے لیے فکر مند ہوتے دیکھ کر مسکرایا۔

میں ٹھیک ہوں یہ چھوٹی موٹی چوٹے میرا کچھ
نہیں بگاڑ سکتی۔ کاوش نے گھور کر دیکھا اور کہا پتہ ہے توں

ایجنٹ ہے یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی
چل اٹھ ہسپتال چلتے ہے۔

بالاج بھاگتے ہوئے آیا سر وہ کنگ کہیں نہیں ملا بالاج کا
سانس پھولا ہوا تھا۔

بھاگ لے جتنا بھاگنا ہے تیری موت میرے ہاتھوں

ہی لکھی ہے۔

کہہ کر باہر نکلے احمد آگے بڑھنے ہی لگا تھا،

وہ لڑکی دوبارہ سے اس کے سینے سے آگئی
سب نے پہلے احمد کو پھر اس لڑکی کو دیکھا۔
اوویار تم لوگ ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔

یہ انہی لڑکیوں میں سے ایک ہے یہ مجھے اس روم سے
ملی۔

کہہ رہی مجھے ماما کے پاس جانا ہے۔

اور دوسری طرف اسے پتہ ہی نہیں اس کی ماما کہاں ہے

-

احمد ایک ہی سانس میں بولا اس کو ایسے بولتے
ہوئے دیکھ کر سب نے ایک ساتھ قہقہہ لگایا۔

پلیز مجھے اپنے ساتھ لیں چلو میں تمہیں
تنگ نہیں کروں گی۔

ابھی احمد بولتا عاصم جلدی سے بولا آ جاؤ گڑیا تم اب
ہمارے ساتھ ہی رہو گی

ان سب کو یہ چھوٹی سی معصوم لڑکی

بہت پسند آئی تھی۔

عاصم نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا

جہاں سے خون

پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ کاوش بولا

چلو ہمیں ہسپتال کے لیے نکلنا ہے عاصم کے

چہرے کی طرف دیکھ کر بولا جس سے تکلیف

واضح نظر آرہی تھی۔

سب لوگ گاڑھی میں بیٹھے اور ہو سپتال کی طرف لی۔۔

بھرام آئزہ کو کمرے میں لٹا کر نیچے آیا۔
بھرام کے موبائل پر کال آنے لگی۔
جہاں عدنان خان کا نمبر جگمگا رہا تھا۔

السلام علیکم بابا!!!!!!
وعلیکم السلام مجھے پتہ چلا اس لڑکی کا
ایکسڈنٹ ہوتے ہوتے بچا ہے۔

بلکل ٹھیک سنا وہ لڑکی نہیں ہے بیوی ہے

اور خان حویلی کی بڑی بہو، آپ کو یہ قبول
کرنا ہی ہو گا۔

عدنان صاحب اپنے بیٹے کے غصے سے واقف تھے۔ ا
نہوں نے بات بدلتے ہوئے کہاں تم سب لوگ کب
آ رہے ہو،

شادی میں صرف دو دن ہے،
کام بہت زیادہ ہے، جی ہم کل تک آجائے گے۔

داجی سفر نہیں کر سکتے تو میں نے
سب کو یہاں سوات ہی بلا لیا ہے

یہاں ہی شادی ہوگی۔

میں سلطان پاشا کو بولا تھا
ہماری حویلی میں آجائے
تو انہوں نے انکار کر دیا۔
ان کا کو کہنا کہہ کر کال بند کر دی۔

شاہ میر جو فارم ہاؤس میں داخل ہوا تھا۔
لالا کاوش لالا ابھی تک نہیں آئے
مجھے پتہ چلا تھا وہ کنگ کو پکڑنے عاصم کے
ساتھ گیا ہے۔ ہاں میری ہوئی ہے بات میں پھر

کال کر کے پوچھتا ہوں۔ بہرام نے کاوش کو
کال ملائی جو پہلی بیل پر اٹھالی تھی۔

کہاں ہو تم لوگ ابھی تک نہیں آئے۔
جی لالا نکلنے لگے ہو اسپتال میں آئے تھے۔

کیوں کیا ہوا تم ٹھیک ہو۔
جی لالا میں ٹھیک ہوں وہ عاصم کو
ہو اسپتال لیں کر آئے تھے،

کاوش نے فون پر سب کچھ بتا دیا کنگ

کیسے بھاگا عاصم کو کنگ نے سینے پر
چاقو مارا ہے، بہرام بولا کیا ٹھیک ہے۔

عاصم جی ٹھیک ہے خون زیادہ بہہ گیا ہے،
کون سے ہو سپیٹل میں ہو ہم آرہے ہے۔

لالا ٹھیک ہے تم ہو سپیٹل کی لوکیشن
سینڈ کرو ہم آرہے ہے، کہہ کر کال بند کر دی۔

چلو شاہ میر گاڑی نکالو آترہ جو سیڑھیاں
اتر رہی تھی۔ لالا آپ کہی جا رہے ہے،

جی گڑیا ہو سپیٹل جارہے ہے،

عاصم ہو سپیٹل ہے۔

آترہ عاصم کا نام سن کر جلدی سے بہرام کے پاس آئی۔

کیا ہوا ہے لالا عاصم کو بہرام اپنی بہن کی

آواز میں تڑپ محسوس کر کے بولا کچھ نہیں

بس چھوٹی سی چوٹ آئی ہے،

آپ فکرنا کرے وہ ٹھیک ہے،

آپ اپنی بھابھی کے پاس جائے ان کا خیال رکھے

ہم آتے ہے۔

کہہ کر باہر نکل گے، عابیرہ جو دروازے پر کھڑی تھی۔

آئہ کے پاس آئی کیا ہوا۔

چھوٹی گڑیا تم رو کیوں رہی ہو،

آئہ کو خود بھی نہیں پتا تھا۔

وہ کیوں رو رہی ہے، عاصم کا درد برداشت نہیں ہو رہا،

یا مجھے اس محبت ہو گئی ہے،

آئہ اپنی سوچوں میں گم تھی،

عابیرہ نے چٹکی بجائی کیا ہوا،

اگر چاہیے ہوا تو بتا دینا میں بھابھی
کے کمرے میں ہوں کہہ کر اوپر چلی گئی۔

مس ٹیک کے لیے معذرت۔۔۔۔۔۔۔۔

غلطیوں کو جتنا مرضی ٹھیک کریں۔ پھر بھی کہنا
کہی۔۔۔۔ رہ جاتی ہے۔

بہرام خان کی گاڑی ہو سپیٹل کے باہر آکر روکی۔

شاہ میر اور بہرام گاڑی سے اترے اور اندر کی طرف
بڑھ گئے۔ سامنے ہی کاوش آتا ہوا دیکھائی دیا۔ کاوش
جلدی سے ان دونوں کی طرف بڑھا، لالا آپ یہاں
آپ کو منع بھی کیا تھا، کاوش ہمارا فرض بنتا ہے اس کی
خیریت معلوم کرنا، کیونکہ وہ ہماری فیملی کا حصہ ہے۔ شاہ
میر بولا عاصم کیسا ہے، ہاں ٹھیک ہے وہ ڈاکٹر نے ڈسچارج
دے دیا ہے۔ میں میڈیسن لینے جا رہا ہوں۔ آپ لوگ

مل لے عاصم سے وہ سامنے ہی ہے روم اوو کے بہرام اور
شاہ میر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ لوگ اندر داخل
ہوئے عاصم شاہ سامنے ہی بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ عاصم بہرام
اور شاہ میر کو دیکھ کر اٹھ بیٹھا، لیٹے رہے عاصم لالا شاہ میر
نے مسکرا کر کہا کیسی ہے طبیعت میں ٹھیک ہوں زخم کیسا
ہے، ٹھیک ہے بس گھاؤ تھوڑا زیادہ ہے انشا اللہ ٹھیک ہو
جائے گا۔ بہرام عاصم کو دیکھ کر بولا اب آرمی والوں کو
یہ چھوٹے موٹے زخم کیا ہی بگاڑ لیں گئے، ٹھیک کہاں
بہرام لالا اب تو ان زخموں کی عادت پڑ گئی ہے، بالاج
اندر داخل ہو سب کو سلام کیا اور عاصم کی طرف بڑھ گیا

ہاں بول بالاج عاصم وہ کنگ کا کچھ نہیں پتا چلا ہر جگہ
دیکھ لیا پتہ نہیں کہا چھپ کر بیٹھ گیا ہے۔

عاصم شاہ نے غصے سے مٹھیاں بوچی بیڈ پر دے ماری۔

عاصم کیا ہو گیا ہے۔ عاصم غصے سے دھاڑا چھپ لے

کہاں تک چھپنا ہے۔ پاتال میں بھی ہو گا اس کو ڈھونڈ

نکالو گا۔ بہرام نے عاصم شاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا

ریلیکس رہنے کا کہاں، عاصم بولا ہمیں احتیاط کرنی

چاہیے۔ مجھے یقین ہے اس دفعہ وہ کچھ بڑا کرے گا۔

ٹھیک کہہ رہے ہو ہم کل صبح صبح سوات کے لیے نکل

رہے ہیں۔ یقیناً بابا نے تمہیں کال کر کے بتا دیا ہو گا۔ جی

کل ہی نکلے گے سوات کے لیے کاوش ہاتھ میں میڈلسن

پکڑے اندر داخل ہوا چلے ڈاکٹر نے ڈسچارج دے دیا
ہے۔ عاصم جلدی سے بیڈ سے اٹھا ہاں چلو بیڈ پر لیٹے لیٹے
اب مجھے سائیکو والی وائبز آرہی ہے، سب نے عاصم کی
طرف دیکھا بالاج بولا سر سائیکو والی وائبز کیسے آسکتی ہے،
عاصم نے گھور کر بالاج کی طرف دیکھا میرا مطلب ہے
بیماری والی وائبز سنا ہے ہاں ہاں وہی عاصم نے اک ایسے
اندز سے کہاں سب کا قہقہہ ایک ساتھ کمرے میں
گو نجا۔ عاصم نے سب کو ایسے ہستے ہوئے دیکھ کر بولا اچھا
تھوڑی لگتا آرمی کا بستر میں لیٹے ہوئے، میں جارہا ہوں
اگر تم لوگوں کی ہنسی بند ہو جائے آجانا کہہ کر باہر نکل گیا
۔ اور سب بھی اس کی پیچھے نکلے عاصم شاہ کاوش کی گاڑی

میں جا بیٹھا۔ اچھالا لا میں عد صم کو چھوڑ کر آتا ہوں۔ کہہ
کر گاڑی میں بیٹھا اور وہاں سے نکل گیا۔ بہرام اور شاہ
میر بھی وہاں سے نکلے۔

آرہ ہیزل کے پاس بیٹھی تھی۔ اپنی سوچوں میں گم
ٹھیک تو ہو گے وہ زیادہ چوٹ تو نہیں آئی ہو گی۔ ہیزل
کب سے اسے دیکھ رہی تھی، جو کب سے اپنے ہونٹوں کو
چبانے میں لگی تھی۔ ہیزل نے اسے بازو سے پکڑ کر بلایا
آرہ کا سوچوں سے ایک دم باہر نکلی۔ کیا ہوا بھا بھی
آپ ٹھیک ہے، ہم میں تو ٹھیک ہوں تم کچھ

ٹھیک نہیں لگ رہی، میں تو ٹھیک ہوں۔ بھا بھی کچھ
پریشانی ہے آثرہ نہیں بھا بھی کوئی پریشانی نہیں اب میں
ان کو یہ بھی نہیں بتا سکتی میں کس کے لیے پریشان
ہوں۔ اتنی دیر میں گاڑی کی آواز آئی لگتا ہے لالا آگے
میں دیکھتی ہوں۔ کہہ کر باہر نکلی بہرام اور شاہ میر اندر
آئے گڑیا ابھی تم سوئی نہیں نہیں لالا بھا بھی کے پاس
تھی۔

آثرہ کچھ دیر ایسے ہی کھڑی انگلیوں کے ساتھ الجھتی رہی
شاہ میر نے اس کی پریشانی نوٹ کی کان کے پاس جھک کر
بولا ٹھیک ہے وہ آثرہ کے دل کو سکون ملا اور وہی
شرمندگی سے نظریں جھکالی۔ گڑیا مجھے پتہ ہے تم عاصم

کے لیے ہی پریشان ہو رہی ہو۔ وہ ٹھیک ہے جائے گا۔ تم
سو جاؤ آئزہ فوراً کمرے کی طرف بھاگی شاہ میر نے پیچھے
سے قہقہہ لگایا۔

بہرام اسے گھور کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

بہرام کمرے میں آیا ہیزل سامنے بیڈ پر ہی لیٹی ہوئی
دیوار کو گھور رہی تھی۔ بہرام ہیزل کے پاس آیا۔ کیسی
ہے طبیعت، ہیزل نے بہرام کی طرف دیکھا، میں ٹھیک
ہی۔ میڈیسن لے لی، ہیزل نے اثبات میں سر ہلایا، گڈ
بہرام اب بیڈ کے دوسری طرف آکر گیٹ گیا۔

بیزل نے بھیگی آنکھوں سے بہرام کی طرف دیکھا پھر
کچھ یاد آیا اگر میرے قریب آنے سے تمہیں تکلیف
ہوتی ہے تو میں نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے معاف
نہیں کر سکتی۔ بیزل کے آنسو گال پر بہنے لگے۔ میں
کیوں رو رہی ہوں بہرام کے پاس نا آنے پر یا خود کی
قسمت پر ہیزل ایسے ہی بہرام کو دیکھی گئی، بہرام نے بنا
دیکھے بولا خانم سو جاؤ صبح حویلی کے لیے نکلنا ہے۔
بیزل نے اپنی سسکیاں گلے میں گھونٹی کیا میرے آنسو
نظر نہیں آئے، بس اتنی ہی تھی ان کو مجھ سے محبت
ہیزل بہرام کی طرف پشت کر کے کبل میں غروب
ہو گی۔ کاوش عاصم کو چھوڑنے گھر آیا۔ عاصم اندر کی

طرف بڑھا ماہی جو کچن سے نکل رہی تھی، عاصم کو دیکھا
اگلے بٹن کھلے تھے اور پیٹی بندھی تھی۔

بھائی ماہی بھاگ کر عاصم کے پاس آئی بھائی کیا ہوا یہ پیٹی
کچھ نہیں ہوا میرے بچے صرف معمولی سی چوٹ ہے۔
ماہی کے اب آنسو بہنے لگے میری گڑیا میرا بچہ میں بالکل
ٹھیک ہوں تم رومت کاوش سے پوچھ لو ماہی نے سراٹھا
کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر خود کے قریب کیا ماہی
کاوش کی اس حرکت سے لال ٹماٹر بن گئی۔ مجھے بالکل اچھا
نہیں لگا تم کسی کے لیے آنسو بہاؤ، اور ساتھ ساتھ ماہی کی
آنکھوں پر لب رکھے۔ ماہی بولی بھائی ہے وہ میرے کیا
ہوا بھائی ہے پر میں نہیں برداشت کر سکتا تم کسی کے لیے

روماہی ابھی کچھ بولتی کاوش ماہی کے منہ پر ہاتھ رکھا کچھ
نہیں بولو گی تم کاوش نے ماہی کو اپنے سینے سے لگایا۔ ماہی
کاوش کے سینے پر سر رکھ کر اس کی دھڑکنوں کا شور سننے
لگ گئی۔ کاوش تھوڑی دیر بعد بولا شاپینگ کر لی جی کر لی۔
کچھ اور چاہیے ماہی نے نفی میں سر ہلایا۔

میں لہنگا خود کی پسند کا لیا ہے میں چاہتا ہوں میری شہزادی
میری پسند میں ڈھلے کاوش نے ماہی کے بالوں پر لب
رکھے، چلو اب میں چلتا ہوں، صبح سوات میں ملاقات
ہو گی۔ ماہی نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور اس کے سینے پر
لب رکھے اندر بھاگ گئی کاوش وہاں اس کی حرکت پر
سٹل کھڑا رہا۔ اور سامنے دیکھتا رہا جہاں سے وہ بھاگ کر

گئی تھی۔ شہزادی آپ نے اچھا نہیں کیا میرے جذبات
جگا کر بھاگ نکلی۔ اس کا پورا پورا حساب لوں گا۔ کاوش
مسکرا کر باہر نکلا اور گاڑی میں بیٹھا وہاں سے نکل گیا۔

عابیرہ اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ آگ بھڑک رہی
تھی سینے میں تم نے مجھ سے میرے بہرام کو چھینا زندہ
نہیں چھوڑوں گی، بہرام صرف میرا ہے، اور میرا ہی
رہے گا۔ چھین لوں گی میں تم سے بہرام کو بچپن سے
چاہتی ہوں اسے میں زرمینہ بیگم نے دو ایک سال پہلے ہی

عابیرہ کو دامیار کے لیے مانگا تھا۔ عابیرہ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ کہ وہ بہرام سے پیار کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی شادی کرے گی۔

بہرام کو عابیرہ بالکل نہیں پسند تھی پھر بھی اپنی مورے کے لیے ہاں کر دی۔۔ بہرام صرف تم میرے ہو۔ اگر مجھے تمہیں پانے کے لیے کسی کی جان ہی کیوں نالینی پڑے میں لوں گی۔ اس بیزل کو تم سے دور کر دوں گی۔

آئزہ اپنے کمرے میں آئی بیڈ پر آکر لیٹ گئی، اور موبائل کو دیکھنے لگی، کیا میں ان کو کال کروں نہیں وہ کیا سوچے

گے شاہ میر لا لانے بولا تھا وہ ٹھیک ہے۔ آثرہ اپنی
سوچوں کو ایک سائیڈ پر رکھتی ناول پڑھنے لگی۔ پر اس کا
دل آج کچھ اور ہی کہہ رہا تھا۔ آثرہ نے سائیڈ ٹیبل سے
موبائل اٹھایا اور نمبر ملانے لگی، نہیں وہ کیا سوچے گے
میرے بارے میں نہیں مجھے خیریت معلوم کرنی
چاہیے۔ کہہ کر کال ملائی۔ عاصم جو ابھی فریش ہو کر لیٹا
تھا۔ کہ موبائل کی رنگ بجھنے لگی۔ عاصم نے بنا نمبر دیکھے
کال ریسیو کی اور موبائل کان سے لگایا، ہیلو عاصم کی آواز
گو نجی آثرہ کا دل دوسو کی سپیڈ سے دھڑکا، ہیلو عاصم نے
پھر پکارا دوسری طرف بالکل خاموشی آثرہ کو سمجھ ہی نا
آئے کہ وہ کیسے بات کرے، کوئی بول رہا ہے یا میں

موبائل رکھوں۔ آئزہ اپنی دھڑکنوں کو نارمل کر کے بولی

وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ میں۔۔۔ عاصم آئزہ کی آواز سن کر فوراً

اٹھ بیٹھا۔ وہ کیسے نا پہچانتا یہ آواز جس آواز سے اسے بنا

دیکھے ہی عشق ہو گیا۔

تھوڑی دیر دونوں طرف خاموشی رہی، عاصم بولا اب

آپ بولے گی یا میں ایسے ہی آپ کی سانسوں کا رقص

سننا رہوں مائے لیڈی۔۔۔۔۔

آئزہ نے چونک کر موبائل کو دیکھا کیا وہ مجھے پہچان

گئے ہے، بولے بھی کیوں کال کی آئزہ نے موبائل

کان کو لگایا اور پھر اٹک اٹک کر بولی۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔

می۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ نے۔۔۔۔۔ آپ۔۔۔ کی طبیعت کا

۔۔۔۔۔ پوچھنا۔۔۔۔۔ تھا۔۔۔۔۔ عاصم۔۔۔۔۔ آثرہ۔۔۔۔۔

کی۔۔۔۔۔ فکر مندی پر۔۔۔۔۔ مسکرا۔۔۔۔۔ دیا۔۔۔۔۔

ہممم۔۔۔۔۔ پوچھو۔۔۔۔۔ آثرہ۔۔۔۔۔ بولی کیا۔۔۔۔۔

ارے۔۔۔۔۔ اتنی۔۔۔۔۔ جلدی۔۔۔۔۔ بھول

۔۔۔۔۔ گئی۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔ آثرہ

۔۔۔۔۔ نے۔۔۔۔۔ نارمل۔۔۔۔۔ انداز۔۔۔۔۔ پوچھا

۔۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔۔ ٹھیک۔۔۔۔۔

ہے۔۔۔۔۔ جی۔۔۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔ اور کچھ نہیں

کہنا آثرہ بولی کیا۔۔۔۔۔

کچھ بھی نہیں کچھ نہیں کہنا، اچھا تو اتنی فکر مندی کیوں
دیکھائی جا رہی ہے، آئزہ اب خاموش ہوگی اب کیا بتاتی
جو اسے خود کچھ نہیں پتہ چل رہا تھا کہ اس کے ساتھ ہو
کیا رہا ہے، کہاں کھو گئی۔ نہیں تو میں کہی نہیں کھوئی اچھا
ٹھیک ہے مجھے نیند آرہی ہے۔

آئزہ کو کچھ سمجھ نا آیا اور جلدی جلدی سے نیند کا بول دیا۔
پر مجھے تو ابھی تم سے بہت سی باتیں کرنی ہے۔ چلو کوئی
بات نہیں صبح ہوتی ہے ملاقات سوات میں آئزہ چہک
کر بولی آپ بھی آرہے ہے، عاصم کو اس کا خوش ہونا
بہت پسند آیا۔ ہم ماہی کی وہاں سے ہی رخصت کرے
گے۔ تو ہم سب وہاں شفٹ ہو رہے ہے، آئزہ کے

دروازہ کھٹکا کاوش نے آواز لگائی گڑیا آپ سوئی نہیں آثرہ
کاوش کی آواز سن کر موبائل کو دیکھا کال ابھی بند کرتی
عاصم بولا کال نہیں بند کرنی مائے لیڈی آثرہ نے موبائل
کو دیکھا اور دروازے کو جی لالائند نہیں آرہی،

کاوش دروازہ کھول کر اندر آیا، بہم میری گڑیا کو نیند کیوں
نہیں آرہی وہ بس ایسے ہی عاصم آثرہ کی باتیں سن کر
مسکرایا، میری معصوم لیڈی۔۔۔۔۔

لالا وہ آپ کی چڑیل کزن آگئی ہے نا اس لیے نہیں نیند
نہیں آرہی مجھے اپنی معصوم بھابھی کی فکر ہو رہی ہے۔

کاوش آثرہ کی باتوں پر قہقہہ لگا کر ہسا۔ آپ ہنس رہے
ہے لالا آثرہ بھول ہی گئی تھی کہ انکی باتیں کوئی اور بھی
سن رہا ہے، لالا آپ کو پتا ہے مورے کی کال آئی تھی،
پھوپھو اور ضرغام لالا حویلی آگے ہے، تو اس میں رونے
والی کیا بات ہے۔

لالا مجھے حویلی نہیں جانا، کیوں گڑیا کاوش اب سہی معنوں
میں پریشان ہوا تھا۔ عاصم آثرہ کی سسکیاں سن کر
پریشان ہونے لگا۔ لالا وہ ضرغام لالا بولے بھی آثرہ
تمہارے یہ آنسو مجھے تکلیف دے رہے ہیں، وہ لالاجب
پیچھے ضرغام لالا آئے تھے ناتوا نہوں نے کہا۔۔۔
بولو آثرہ۔۔۔۔۔

آئزہ کاوش کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔ لالا انہوں
نے مجھے تھپڑ مارے کاوش نے ایک ہی جھٹکے سے آئزہ کو
پیچھے کیا واٹ آئزہ یہ کیا بول رہی ہو۔

کیوں مارا تھا اس نے وہ میں نے ان کو لالا بولا تو انہوں
نے مجھے تھپڑ مار دیا کہتے ہیں میں تمہارا لالا نہیں ہوں۔
کاوش کو غصہ آنے لگا گڑیا تمہارا لالا ہے نا تمہارے ساتھ
کچھ نہیں کہے گا۔ اس کو تو میں دیکھ لوں گا۔ چلو تم سو جاؤ
صبح جلدی نکلنا ہے۔

ٹھیک ہے کاوش نے اس کے سر پر بوسہ دیا اور باہر نکل گیا۔ آئزہ بیڈ پر لیٹی سسکیوں سے رونے لگی میں ان کے سامنے ہر گز نہیں جاؤ گی۔

عاصم آئزہ کو روتے ہوئے سن کر پاگل ہو رہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کنگ اور اس لڑکے گولیوں سے بون ڈالوں جنہوں نے میری آئزہ کو پہنچائی، عاصم نے کال بند کر دی۔

ہیزل کی آنکھ کھولی اس نے کمرے میں دیکھا کوئی نہیں تھا۔ بہرام کہاں گئے اب ہیزل کو بہرام کا اس طرح

اگنور کرنا بڑی طرح چب رہا تھا۔ بیزل جلدی سے اٹھی
اور تھوڑی دیر میں فریش ہو کر نیچے چلی گئی۔ سب لوگ
ڈائینگ روم میں بیٹھے تھے ناشتہ کر رہے تھے۔ عابیرہ
بہرام کے ساتھ بیٹھی بس بس کر باتیں کر رہی تھی،
بیزل بہرام کو عابیرہ کے ساتھ باتیں کر کے سرخ پڑ گئی،
آترہ نے ہیزل کی طرف دیکھا بھا بھی آپ بہرام نے
سراٹھا کر سامنے دیکھا بیزل کھڑی بہرام کو ہی دیکھ رہی
تھی۔

شاہ میر بولا بھا بھی آئے ناشتہ کرے۔

نہیں مجھے بھوک نہیں ہے کہہ کر اوپر بھاگ گئی آترہ بھی
بہرام کو گھور کر ہیزل کے پیچھے بھاگی بھا بھی آرام سے گر

جائے گی۔ بہرام نے چمچ پلیٹ میں پٹھا اور وہاں سے چلا
گیا عابیرہ خاموشی سے ناشتہ کرنے میں مصروف تھی۔
شاہ میر اور کاوش نے عابیرہ کو غصے سے دیکھا اور وہاں
سے نکل گئے۔

بیزل کمرے میں جا کر غصے سے سیکینگ کرنے لگی آئہ
بیزل کو دیکھ کر بولی بھا بھی میں ہیلپ کروادوں۔ بیزل
نے نفی میں سر ہلایا، تم اپنی سیکینگ کر لو بھا بھی میں نے
رات کو ہی کر لی تھی۔ بھا بھی کھانا لاؤں آپ کے لیے
نہیں آئہ مجھے بھوک نہیں آئہ کو عابیرہ پر غصہ آنے لگا
تھا۔ اس کو خود بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا عابیرہ کا اپنے لالا
سے بس بس کر بات کرنا۔ بھا بھی ہم دونوں لالا سے

ناراض ہے آثرہ نے بیزل کے دونوں گال چومے بیزل
مسکرا دی۔ پر اگلی بات آثرہ کے آنکھوں میں آنسو لے
آئے۔ میری اتنی حشیت نہیں ہے کہ میں ناراض ہوتی
پھروں ونی میں آئی ہوئی لڑکی ناراضگی کا اظہار کرے۔
چلو آؤ نیچے چلتے ہے سب ویٹ کر رہے ہے۔ کہہ کر
بیزل باہر نکلی اور آثرہ بھی بیزل جا کر گاڑی کے پاس
کھڑی ہوئی، آثرہ عابیرہ کو بہرام لالا کی گاڑی میں بیٹھے
دیکھ کر غصے سے آگے بڑھی۔ باہر نکلو عابیرہ ہیزل آگے
بڑھی اور آثرہ کا ہاتھ پکڑا اس اوکے آثرہ کوئی بات نہیں
، عابیرہ تم باہر نکل رہی ہو یا میں تمہیں کھینچ کر نکالو۔
عابیرہ نے گھور کر آثرہ اور وہاں سے نکلے۔ گارڈ سامان

رکھ کر گیٹ کی طرف بڑھ گیا، بہرام گاڑی میں بیٹھا اور
ہیزل کو ایک نظر دیکھا جو آنکھیں موندیں بیٹھی تھی۔

بہرام نے جھک کر ہیزل کا سیٹ بیلٹ باندھا ہیزل نے
خود کے پاس خوشبو محسوس کر کے آنکھیں کھولی وہ
ہزارویں حصے میں اس دشمن جاں کی خوشبو پہچان سکتی
تھی۔ بہرام

نے اس کا سیٹ بیلٹ باندھا اور ہیزل کی طرف دیکھا جو
بھگی آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ بہرام نے
جھک کر ہیزل کے لبوں پر ایک چھوٹی سی گستاخی کی ہیزل
سر سے پیر تک سرخ پڑ گئی۔ بہرام کو پتہ تھا اس کی خاناں

عابیرہ سے جیلس ہو رہی ہے۔ بہرام نے گاڑی سٹارٹ
کی اور فارم ہاؤس سے نکلے۔

سلطان پاشا لاونج میں بیٹھے کال پر کسی سے بات کر رہے
تھے۔ ازہان فائل لے کر اندر داخل ہوا۔ گڈ مارنگ
سر، سلطان پاشا مسکرا کر ازہان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ازہان
سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔ سلطان نے کال بند کی اور
ازہان کی طرف متوجہ ہوئے، ازہان میں نے تمہیں
کیوں بلایا ہے تم اچھے سے جانتے ہو، جی سر میں سمجھا
نہیں، ازہان تم میرے بیٹے جیسے ہی ہو میں نے تمہیں
کبھی اپنے بیٹے سے کم تر نہیں سمجھا، زمل کی شادی ہے،

تم جانتے ہو زل نے تمہیں اپنا بڑا بھائی سمجھا ہے۔ وہ تم
سے کتنا پیار کرتی ہے، تمہیں اپنا محافظ سمجھتی ہے۔ اور
تم اے جب سے یہاں آئے ہو۔ اس سے دور بھاگتے ہو،
کیوں ایسا کرتے ہو صبح سے زل کمرے میں بند ہے، اور
دروازہ بھی نہیں کھول رہی، آج سوات کے لیے نکلنا پر
وہ ضد لگائے بیٹھی ہے، ازہان بھائی ہمارے ساتھ جائے
گے تو میں جاؤ گی۔ سر میں نہیں چاہتا زل میرے ساتھ
زیادہ اٹیچ ہو اس لیے میں بہت کم زل کے سامنے جاتا ہوا
میں دیکھتا ہوں آپ فکرنا کرے کہہ کر ازہان زل کے
کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ازہان سلطان پاشا نے ازہان
کو پیچھے سے آواز لگائی، جی سر سلطان پاشا بولا ازہان کیا تم

مجھے اپنا بابا نہیں بول سکتے۔ ازہان نے مڑ کر سلطان پاشا کو دیکھا۔ ازہان کچھ دیر ایسے ہی خاموش کھڑا رہا۔ سلطان پاشا ہی تھے بابا کی وفات کے بعد انہوں نے مجھے سہارا دیا۔ یونیورسٹی میں داخلہ دلوا یا اور ساتھ ساتھ سیکٹری کی جاب بھی دی۔

ان کی پاشا مینشن میں رہنے لگا۔ زل پانچ سال کی تھی۔ جب وہ اس گھر میں آیا۔ اسے زل پہلی نظر میں ہی بہت پیاری لگی تھی زل بھی اس کے ساتھ بہت اٹیچ ہو گئی تھی۔ سلطان پاشا کے ہاتھ سے بھی کچھ نہیں کھاتی تھی۔ سکول بھی ایک ہی شرط پر جاتی تھی کہ مجھے ازہان بھائی ہی چھوڑنے جائے اور لینے بھی آئے۔ دن گزرتے

گے، زل حد سے زیادہ ازبان کو لے کر پوزیسیو ہوتی
گئی۔ ازبان نہیں چاہتا تھا کہ زل مجھے لے کر زیادہ
پوزیسیو ہو۔ اس لیے ازبان نے سلطان پاشا سے ہو سٹل
میں رہنے کی بات کی، سلطان پاشا کافی غصے ہوا۔ وہ نہیں
چاہتے تھے کہ میں یہاں سے جاؤ ازبان نے سلطان پاشا کو
سمجھایا کہ میں کب تک یہاں رہوں گا۔ ایک نا ایک دن
مجھے یہاں سے جانا ہی ہو گا۔ میں نہیں چاہتا کہ زل مجھے
لے کر زیادہ پوزیسیو ہو۔ سلطان پاشا نے ہو سٹل کی
اجازت نہیں دی۔ اپنا فلیٹ میرے نام کر دیا اور میں
وہاں شفٹ ہو گیا۔ زل بہت روئی تھی۔ زل میرے
فلیٹ بھی آتی تھی پر میں اس سے بہت کم ملتا تھا۔ اس

لیے اس نے فلیٹ آنا بھی چھوڑ دیا۔ اتنے سالوں بعد اس
نے کل کال کی تھی۔ ازبان پاشا صاحب نے پکارا ازبان
کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا اور ہوش میں آیا۔ سلطان پاشا کو
کوئی بھی جواب دیے زل کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
ازبان نے زل کے کمرے کے باہر کھڑے ہو کر آواز
لگائی۔ زل دروازہ کھولو۔ زل نے ازبان کی آواز سن کر
فوراً دروازہ کھول کر بنا دیکھے من بنا کر بیڈ پر جا بیٹھی، از
بان کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا، کیسا بھائی ہوں میں اتنی
پیاری گڑیا سے کیسے دور رہا سکتا بھت، ازبان مسکرا کر
اندراخل ہوا اور جا کر زل کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

زل میری پیاری بہن اپنے بھائی کو معاف نہیں کرو گی۔
زل نے نفی میں سر ہلایا۔ زل مجھے معاف کر دو میں اب
کبھی بھی نہیں اپنی پیاری سی کیوٹ سی بہن کو چھوڑ کر
نہیں جاؤں گا۔ زل نے بھیگی آنکھوں سے ازبان کو
دیکھا، ازبان بھائی آپ مجھے اب کبھی چھوڑ کر نہیں جائے
گے ناب میں نے آپ سے پرکا والا ناراض ہو جاؤں گی۔
نہیں میری کیوٹ سی بہن اب یہ تمہارا بھائی مر کر بھی
اپنی زل سے دور نہیں جائے گا۔ اب تو میری گڑیا اتنی
بڑی ہو گئی ہے کہ میری گڑیا کی شادی ہے اور ایک تمہارا
بھائی ابھی تک کنورا پھر رہا ہے اور میری بہن کی شادی
بھی ہونے لگی ہے یہ تو نا انصافی ہے بھئی بڑا بھائی ابھی

تک کنوارا ہے اور چھوٹی بہن کی شادی ہے۔ زمل ازبان
کو دیکھ کر کھل کھلا کر ہنی۔ بھائی آپ ٹیشن نالے آپ کی
بہن ہے نا آپ کے لیے پیاری سی کیوٹ سی لڑکی ڈانلوڈ،
ازبان نے گھور کر دیکھا، مطلب لڑکی تلاش کروں گی۔
آپ جارہے ہے ہمارے ساتھ سوات ہاں گڑیا تمہارا
بھائی جائے گا ناب ایسے تو رخصت نہیں کروں گا نا
میری اکلوتی بہن ہو چلو اٹھو تیار ہو آدھے گھنٹے میں نکلتے
ہے۔ ازبان ماہی کے سر پر بوسہ دیتا باہر نکل گیا، سلطان
پاشا ریڈی ہو جائے میں اپنی بہن کی شادی میں کوئی کمی
نہیں رہنے دوں گا۔

آج ازبان نے سر نہیں بولا تھا ڈائریکٹ سلطان پاشا پاشا
صاحب ازبان کے منہ سے اپنا نام سن کر بہت خوش
ہوئے۔ ازبان میرے بچے سلطان پاشا نے ازبان کو گلے
لگایا۔ ازبان نے بھی پاشا کے گرد اپنا حصار مضبوط کیا۔۔

خان حویلی میں گاڑیاں داخل ہوئی، ہر طرف گھر میں گہما
گہمی کا ماحول تھا۔ زرینہ بیگم اپنے بچوں کی آمد کا سن کر
لاؤنج میں آگئی۔ رانیہ بیگم بھی زرینہ کے پیچھے لاؤنج میں
داخل ہوئی۔ شاہ میر لاؤنج میں داخل ہوا۔ اور زرینہ
بیگم کی ہتھلیاں چومی سلام مورے زرینہ بیگم نے شاہ

میر کو گلے لگایا، اور اس کا ماتھا چومے اور پھوپھو آپ
یہاں رانی نے گھور کر دیکھا کیا میں یہاں نہیں آسکتی۔
ارے ارے میری پیاری پھوپھو یہ آپ کا ہی گھر ہے
آپ جب مرضی آئے کہہ کر رانی کو گلے لگایا۔ اسلام و
علیکم کاوش اور بہرام نے زرینہ بیگم کو سلام کیا۔ زرینہ
بیگم نے ان دونوں کے سر پر بوسہ دیا۔ اسلام علیکم
پھوپھو بہرام اور کاوش ایک ساتھ بولے و اسلام کیسے ہو
بچوں ہم ٹھیک ہے آپ سناؤ ضرغام نہیں آیا آیا ہے بابا
کے پاس ہے۔ عابیرہ بھاگ کر زرینہ بیگم کے گلے لگی،
ممائی جان میں نے آپ کو بہت م کیا، رانیہ بیگم نے اپنی
بٹی کو گھورا پہلے یہاں آنا نہیں چاہتی تھی۔ اب دیکھو

کیسے جھوٹ بول رہی ہے۔ آثرہ ہیزل کو لے کر لاؤنج
میں داخل ہوئی، بھا بھی میں بتا رہی آپ عابیرہ سے دور
رہے گا۔ یہ بہت چالاک ہے، اچھا گڑیا کل سے تم مجھے
ایک ہزار دفع بتا چکی ہو۔ زرین بیگم ہیزل کو غصے سے
دیکھنے لگی ہیزل نے زرینہ بیگم کو دیکھا اور وہی رک گئی،
بہرام نے ہیزل کو وہی رکھتے ہوئے دیکھا، پھر ہیزل کی
نظروں کے تعاقب میں سامنے دیکھا، جہاں زرینہ بیگم
غصے سے گھور رہی تھی۔ رانیہ ہیزل کو دیکھ کر بولی، یہ
کون ہے پیاری سی لڑکی، شاہ میر بولا یہ پیاری سی لڑکی
ہماری بھا بھی بہرام لالا کی وائف رانی چہرے پر
مسکراہٹ لیے ہیزل کی طرف بڑھی ہیزل نے نظریں

نیچے جھکالی۔ ارے بیٹا یہاں کیوں کھڑی ہو آؤنا اندر ماشا
اللہ بہت پیاری ہے زرمینہ تمہاری بہو، زرمینہ نے غصے
سے منہ پھیر لیا۔ عابیرہ اپنی مام کو ہی غصے سے دیکھ رہی
تھی کیسے اس کی تعریفوں کے پل باندھنے شروع ہو
گئی۔۔ آئزہ جا کر اپنی مورے کے گلے لگی، زرمینہ بیگم
نے اس کے بالوں پر لب رکھے۔ بابا کہا ہے مورے
تمہارے بابا جرگے میں گے ہے۔ بہرام ہیزل کی طرف
بڑھا اور اسے اپنے حصار میں لیا، زرمینہ بیگم اور عابیرہ یہ
دیکھ کر جل اٹھی۔ زرمینہ بیگم کو اپنے بیٹے سے ایسی امید
نہیں تھی کہ وہ اتنی جلدی بدل جائے گا۔

بہرام تمہاری بیوی بہت پیاری ہے بلکل چاند سورج کی
جوڑی لگ رہی ہے۔ رانیہ اپنی بیٹی کی طرف گھور کر بولی۔
تھینکو پھوپھو بہرام خان کی بیوی ہے تو پیاری تو ہوگی،
بہرام نے ہیزل کے گرد حصار اور مضبوط کیا۔ ہیزل
بہرام کی حرکت پر نظریں جھکا گئی۔ شاہ میر اور کاوش
بہرام کی بات پر مسکرا دیے عابیرہ غصے سے پیر پختی
وہاں سے چلے گئی۔

بہرام ہیزل کو کمرے کی طرف لے کر چلا گیا۔ شاہ میر
اور کاوش حاکم خان کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ آئزہ
بیٹا آپ فریش ہو جاؤ آئزہ اثبات میں سر ہلاتی اپنے
کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

باشم خان اپنے کمرے میں بیٹھا سگریٹ کے گہرے کش
لے رہا مہک بیگم ہاشم کے کمرے میں آئی، ہاشم نے
سگریٹ کو انگلی کے پوروں سے ملا مورے آئے نادھر
وہاں کیوں کھڑے ہو گئی۔ ہاشم جی مورے، ہاشم میری
بیٹی سے ایک دفعہ ملوانے لے چلو، نہیں مورے وہ بھی
بھی ہیزل سے نہیں ملنے دے گے، مورے ہیزل خوش
ہے وہاں میں نے وہاں کی ملازما سے پوچھا تھا۔ میں کچھ
دن پہلے حویلی گیا تھا، وہاں کی ملازما سے پوچھا تھا، وہ کہے
رہی تھی خان صاحب ہیزل بی بی کا بہت خیال رکھتے

ہے۔ مورے آپ نمیشن نالیا کرے مورے آپ کو
پتا ہے، خالہ لوگ یہاں آرہے ہے، سوات عاصم کی کال
آئی تھی، ماہی کی شادی ہے، ہاشم مجھے کچھ نہیں سننا،
مورے اب بس کر دے معاف کر دیں خالہ کو بیس سال
ہو گئے ہے، نہیں معاف کر سکتی، کیسے معاف کر دوں
مکان کی وجہ سے باے بابا چلے گے۔ مورے غلطی ہر
انسان سے ہوتی ہے، خالہ کو اپنی غلطی کا پچھتاواں ہے،
عاصم لوگ اب تک سوات پہنچ گئے ہو گئے، ماہی کی
شادی ہے، اس کو پتہ ہے ماہی کی شادی کس سے ہو رہی
ہے حاکم خان کے پوتے کاوش خان سے پر سوں مائیوں
ہے عاصم ہماری طرف آئے گا۔ ہاشم تمہیں سب کی فکر

ہے اپنے مورے کی نہیں، نہیں مورے ایسی بات نہیں
ہے۔ آپ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے، عاصم بتا رہا تھا
خالہ مسکان کی پینٹل کنڈیشن ٹھیک نہیں ہے، پلیز آپ
ان کو معاف کر دیں۔ عالیان خان کمرے میں داخل
ہوئے مہک بیگم اور ہاشم کے دیکھ کر بولے ماں بیٹے میں
ایسی کون سی باتیں ہو رہی ہے ہمیں بھی تو پتہ چلے۔
ہمارا بیٹا تو ہم سے سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتا بابا ایسی
کوئی بات نہیں بس ان کو بتا رہا تھا، عاصم لوگ یہاں
سوات آرہے ہیں، ماہی کی شادی ہے تو یہاں سے ہی
رخصت کرے گے۔ اچھا جی یہ تو بہت خوشی کی بات
ہے، بیگم ناراضگی کو ایک سائیڈ پر رکھتے ہیں، شادی

انجوائے کرتے ہے۔ مہک غصے سے بولی آپ لوگوں نے
جانا ہے شوق سے جائے میں ہر گز نہیں جاؤں گی۔ بیگم
اب بس کرونا راضگی اور کتنی دیر تک مکان کو خود سے
دور رکھوں گی، تڑپ رہی تم سے ملنے کے لیے، اور تم دل
پر پتھر رکھ کر بیٹھی ہو، مہک بیگم غصے سے بولی تب کہاں
بھی جب بابا کو تڑپتا ہوا چھوڑ کر یہاں سے چلی گئی تب یاد
نہیں آئی ہم بابا کی چادر کو پیروں تلے کچل کر گئی تھی تب
یاد نہیں آئی، ہر گز معاف نہیں کروں گی۔ آپ نے جانا
ہے شوق سے جائے پر میں وہاں اس حویلی میں نہیں
جاؤں گی۔

مہک بیگم غصے سے اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔ عالیان
صاحب اپنے بیٹے کو گھور کر بولو بر خودار تم اتنے اتنے دن
حویلی سے کہاں غائب رہتے ہو، اور فارم ہاؤس میں کس کو
ٹھہرایا ہے، ہاشم فارم ہاؤس کا نام سن کر اٹھ کھڑا ہوا، کیا
ہو ابا ہاشم تم ٹھیک ہو جی بابا میں ٹھیک ہوں، تو پھر یہ پینے
کیوں آرہے ہے، ہاشم اپنے ماتھے سے پینے کے قطرے
صاف کرتے ہوئے بولا بابا کچھ نہیں ہوا، میرا دوست بیمار
ہے نا اس کے پاس رہنے کے لیے جگہ نہیں تھی۔ تو میں
نے اپنے فارم ہاؤس میں رہنے کی اجازت دے دی۔ ہاشم
اپنے گھبراہٹ ہوئے لہجے کو ایک سائیڈ پر رکھتا جو سمجھ

میں آئی بول دیا۔ علیان صاحب باشم کا کندھے پر ہاتھ رکھتے باہر نکل گے۔۔

عاصم شاہ کی گاڑی حویلی کے سامنے آکر روکی عاصم شاہ کے والد سکندر شاہ کا سوات کے رہنے والے تھے۔ شادی کے بعد سکندر شاہ اسلام آباد میں سیٹل ہو گے۔ ماہی شاہ جلدی سے گاڑی سے اتری بھائی کتنی پیاری حویلی ہے، ہم پہلے کیوں نہیں آئے یہاں عاصم اپنی بہن کو دیکھ کر بولا کیونکہ ہم چاہتے تھے ہماری گڑیا بڑی ہو پھر ہم اس حویلی میں آئے گے، مسکان بیگم، سعدیہ بیگم ماہی کے

چہرے کے ایک پریشن دیکھ کر مسکرا دی۔ چلو اب یہی
کھڑا رہنا ہے ماہی جلدی سے حویلی کے اندر داخل ہوئی،
ماہی چہک کر بولی بھائی آپ نے ڈیکوریشن والوں کو بھی
بلا لیا۔ گڑیا تمہاری پسند کی ساری اریجمنٹ ہو گئی۔ آپ
ان کو بتادو کونے فلاورز کی سجاوٹ کروانے ہی میری
اکلوتی بہن کی شادی ہے سب تمہاری پسند کی ہوگی تھیم۔
تھینکیو بھائی، ماہی عاصم کے سینے سے لگ کر رونے لگ
گئی۔ ارے ارے ابھی سے رونا نہیں یہ آنسو سنبھال کر
رکھو رخصتی کے لیے بھائی ماہی نے عاصم کے سینے پر ہلکا سا
تھپڑ مارا۔ عاصم کیوں میری بیٹی کو تنگ کر رہے ہو، مایا
میں نے کب تنگ کیا نہیں بتا رہا ہوں۔ ایک گڑیا مجھے کچھ

کام ہے پھر آکر باتیں کرے گے ابھی مجھے کچھ کام ہے،
ماہی کے سر پر بوسہ دے کر حویلی سے نکل آیا۔

خان حویلی میں تیاریاں پوری آب و تاب سے چل رہی
تھی۔ حویلی کا ایک ایک کونسا سجایا تھا، شاہ میر اور کاوش
حویلی کو سجانے میں مگن تھے، بہرام نے کھانے کے
انتظامات سنبھال رکھے تھے، آج مہندی تھی داجی نے
فضول رسم و رواج سے منا کر دیا تھا تو کسی نے بھی
اعتراض نہیں کیا۔ آج مہندی تھی، حاکم خان لان میں

بیٹھے اپنے تینوں پوتوں کو خوش دیکھ کر مسکرا رہے تھے،
ضرغام حاکم خان کے پاس بیٹھا تھا۔ نانا ابو آپ کے پوتوں
کے علاوہ ایک عدد نواسا بھی ہے۔ ہمیں بھی دیکھ لے شاہ
میر ان کے ہی پاس آرہا تھا۔

ضرغام کی بات سن کر بولا ضرغام لالا فکرنا کرے آپ کا
بھی سوچے گے، سوچے گے کیا میں آپ کی شادی خود
کرواؤں گا، بلکہ دولہا بھی اپنے ہاتھوں سے بناؤں گا، شاہ
میر نے آنکھ دبا کر بولا حاکم خان فوراً بولا (لا حول والا
قوت) ہمارے سارے پوتوں میں بے شرم پوتا تو

ہے، داجی کوئی شک نہیں آپ پر ہی گیا ہو، ضرغام اور
بہرام قہقہہ لگا گئے شاہ میر اٹھ یہاں سے میری آنکھوں

کے سامنے سے غائب ہو جاوے نہ یہ جو تا تیری شکل بگاڑ
دے گا۔ داجی آپ دو لہے کو جوتے سے مارے گے تو
میں اپنی پیاری سی دو لہن کے سامنے سو جا ہوا منہ لے کر
جاؤ یہ نا ہو وہ مجھے کمرے سے ہی نکال دے، ابھی شاہ میر
آگے کچھ اور بولتا

حاکم خان نے جوتا اٹھا کر شاہ میر کی پیٹھ پر مارا، داجی کیا ہو
گیا ہے جاتو رہا ہوں، بہرام اور ضرعام اپنی ہنسی دبا کر بیٹھے
تھے، شاہ میر کے فیس کے ریکشن دیکھ کر ہنسنے لگے، شاہ
میر ان کو کھوری سے نوازتا اندر چلا گیا۔ بہرام ساری
تیا ریاں مکمل ہو گئی ہے، جی داجی مکمل ہو گئی ہے، مردان
خانے میں مردوں کے لیے شاندار پارٹی کا بھی انتظام کر

دیا ہے، ہم داجی میں آتا ہوں۔ کہہ کر حویلی کے اندر کی
طرف بڑھ گیا۔

زمینہ بیگم، رانیہ بیگم ایک صوفے پر بیٹھی تھی، ایک
صوفے پر آئزہ اور ہیزل بیٹھی تھی، بہرام نے کل ہی
زمینہ بیگم کو بتا دیا، ہیزل اس گھر کی بہو ہے اور آپ
لوگوں کو یہ قبول کرنا ہی ہو گا، ہیزل کو بڑی بہو کا درجہ
دینا ہی ہو گا، زمینہ بیگم کے ساتھ کافی نہیں ہوئی تھی،
بہرام نے بھی سختی سے وارن کر دیا تھا۔ اگر کسی نے
ہیزل کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی مجھ سے بڑا
نہیں ہو گا۔ آئزہ میرا بچہ جو بھی تیاری کرنی ہے، کر لینا

پار لروالی آپ سب کو گھر میں تیار کرنے آئے گی، ٹھیک
ہے مورے اور ہاں اسے بھی

اچھے سے تیار کروانا، چلو جیسے بھی آئی پر اس حویلی کی بہو
ہے، سارے مہمان جمع ہو گے تو اس کو سب سے ملو انا ہی

ہو گا۔ زرمینہ بیگم ہیزل پر حقارت بری نگاہ ڈالے بولی،

ہیزل ایسے ہی سر جھکائے بیٹھی رہی، بہرام لاؤنج میں آیا

، سب کو سلام کر کے ہیزل کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ بہرام

کے ساتھ بیٹھنے پر ہیزل کی دھڑکنے ایک الگ ہی ساز

بجانے لگی، مورے میری بیوی کا اچھے سے خیال رکھا جا

رہا ہے،

میں نہیں چاہتا میری بیوی کوئی کمیشن لیں بہرام ہیزل کو
خود کے ساتھ لگا کر بولا، عابیرہ جولاؤنج میں داخل ہوئی
تھی، ہیزل کو غصے کے گھورنے لگی ہیزل بہت جلد تمہیں
بہرام کی زندگی سے نکال باہر کروں گی۔ زمینہ بیگم
اپنے بیٹے کو غصے سے دیکھ کر بولی بہرام ہم سے زیادہ امید
پر رکھنا، ہم اس حویلی میں اس کو بہو کا درجہ دیکھ سکتے ہے،
پر بہو ہرگز قبول نہیں کرے گے۔ زمینہ کیا ہو گیا ہے،
رانیہ تم چپ رہو، ہیزل نے بہرام کی چادر کو مٹھیوں میں
دبوچا، اور رونے لگی، بہرام ہیزل کے آنسو دیکھ کر بولا
مورے شادی کا گھر ہے میں کوئی تماشا نہیں چاہتا پر
میں اپنی بیوی کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا سب

کان کھول کر سن لو اگر میری ہیزل کی آنکھوں میں آنسو
آئے مجھ سے بڑا کوئی نہیں ہو گا۔ بہرام عابیرہ پر نظریں
جمائے غصے سے بولا عابیرہ نے غصے سے نظریں پھیر لی۔

آثرہ بیٹا اپنی بھابھی کو کمرے میں لے کر چلو مجھے کچھ کام
ہے، جی لالا آثرہ فوراً اٹھی، ہیزل کو کمرے کی طرف لے
کر بڑھ گئی، بہرام بھی اٹھ کر باہر چلا گیا۔

عاصم اپنی خالہ کے گھر میں تھا۔ علیان انکل خالہ کہا ہے،
بیٹا اپنے روم میں ہے، کیا میں مل سکتا ہوں۔ ہاں ضرور
بیٹا جاؤ سامنے ہی ہے روم شکریہ انکل کہہ کر مہک بیگم

کے کمرے کی طرف بڑھ گیا، کمرے کا دروازہ کھلا تھا،
عاصم نے اندر آنے کی اجازت مانگی، خالہ میں اندر
آ جاؤں مہک بیگم عاصم کو اتنے سالوں بعد دیکھ کر خوش
ہوئی بہت چھوٹا سا تھا جب دیکھا تھا، مہک بیگم کو کچھ یاد
آنے پر چہرے پر خوشی کے رنگ پھیلے پر گے، عاصم
مہک بیگم کے ہاں کرنے سے پہلے خود ہی اندر آ گیا، اور
مہک بیگم کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ مہک بیگم ایک دم
بولی عاصم کیا کر رہے ہو اوپر بیٹھو، نہیں خالہ مجھے یہاں
ہی بیٹھنے دے، بہت چھوٹا تھا جب آپ کو دیکھا تھا، اور
ایسے ہی آپ کے قدموں میں بیٹھتا تھا، میں آج آپ
سے کچھ مانگنے آیا ہوں، مجھے یقین ہے، آپ اپنے بیٹے کو

خالی ہاتھ نہیں لوٹائے گی، عاصم بیٹا تم مجھ سے وہ مانگنا جو
میں دے سکوں، خالہ میں آپ سے ایسا کچھ نہیں مانگوں
گا، وہ آپ تینوں بہنوں کا مسئلہ ہے، میں یہاں آپ سے
ماہی کی خوشیاں مانگنے آیا ہوں میں چاہتا ہوں آپ ماہی کی
شادی میں شرکت کرے سب دکھوں کو ایک سائیڈ پر
رکھ کر، ماہی بہت خوش ہوگی، نہیں عاصم میرا دل اتنا
مضبوط نہیں ہے، کہ میں شادی میں شرکت کر سکوں،
خالہ میں یہاں سے خالی ہاتھ لوٹ

کر نہیں جانا چاہتا، پلیر خالہ ہم بھی تو آپ کے ہیزل باشم
جیسے ہی ہے، عاصم کی بات پر مہک کے آنسو بہنے لگے،
مہک نے عاصم کو سینے سے لگایا تم لوگ مجھے اپنے بچوں

سے بھی زیادہ عزیز ہو، میں آؤ گی اپنی ماہی کی شادی میں،
عاصم نے مہک کی ہتھلیاں چومی خالہ مجھے پتا تھا آپ
انکار نہیں کرے گی۔ چلے پھر اٹھے ہم ابھی حویلی چلتے
ہے، عاصم کی خوشی کا ٹھکانا ہی نہیں تھا۔ اس کی خالہ مان
گئی تھی۔ اتنا ہی کافی تھا۔ نہیں بیٹا ہم رات کو مہندی پر
آئے گے، ٹھیک ہے خالہ جیسی آپ کی مرضی، میں چلتا
ہوں بہت کام ہے ابھی اکیلے ہینڈل کرنا بہت مشکل ہے
سوچ رہا ہوں ہاشم کو لے جاؤ، ہاں لے جاؤ ٹھیک ہے آپ
نے آنا ہے رات کو مہندی کے فنکشن سے پہلے عاصم کہہ
کر باہر نکل گیا، ہاشم سامنے سے ہی آرہا تھا، کیسے ہو عاصم
ہاشم نے زور سے سینے سے لگایا میں ٹھیک ہوں، چل

میرے ساتھ تھوڑا بہت ہاتھ بٹا دے خالہ مان گئی ہے،
واقعے ہی ہاشم نے حیران نظروں سے پوچھا ہاں مان گئی
خالہ آرہی ہے شادی میں تم ابھی میرے ساتھ چلو بہت
کام ہے، اچھا چلو اب دونوں حویلی سے باہر نکلے اور گاڑی
میں بیٹھے وہاں سے نکل پڑے۔۔

ازہان بیٹا بس کرو اور کتنی تیاریاں کروانی ہے، کل سے
آئے ہے، اور تم تیاریوں میں ہی لگے ہو، مہمان آنا
شروع ہو گے ہے، پاشا صاحب میری اکلوتی بہن کی
شادی ہے، کوئی کمی نہیں رہنے دوں گا، بس کرو ازہان

خان حویلی والے کچھ ہی گھنٹوں میں آجائے گے، اور تم
بھی تیار ہو جاؤ، خان بی جا کر دیکھے پار لروالی آگئی ہے، پھر
فارم ہاؤس کے لیے نکلتے ہے، فارم ہاؤس میں ہی مہندی کا
انتظام کیا تھا، حکم خان تو سخت خلاف تھے کہ مہندی
اکٹھی نہیں ہوگی، پھر بہرام خان نے حکم خان کو سمجھایا
داجی دو دوشادیاں ہے ہم کیسے سارے اریجمنٹ ہینڈل
کرے گے، ہم فارم ہاؤس میں مہندی کا فنک ندی کا
فنکشن رکھ من رکھ لیتے ہے، حاکم خان ایک ہی شرط پر
مانے تھے کہ لڑکی لڑکا نکاح سے پہلے ایک دوسرے کو
بلکل نہیں دیکھے گے اس لیے فارم ہاؤس میں علیحدہ علیحدہ
اریجمنٹ کیا گیا تھا، خان بی، بولی بیٹا زمل بچے کے سرال

والے ہے زل کا مہندی کا جوڑا لے کر، ٹھیک ہے آپ
ان کو ڈرامینگ روم میں بٹھائے میں آتا ہوں، جی بیٹا!
خان بی کہہ کر چلی گئی۔ ازبان بیٹا چلو آؤ میرے ساتھ، تم
بھی مل لو جی ٹھیک ہے، دونوں ڈرامنگ روم کی طرف
چلے گے، اسلام و علیکم! سلطان پاشا اور ازبان نے سلام
کیا، و علیکم سلام! عدنان بولے یہ میری بہن رانیہ اور یہ
میری بھانجی اسلام علیکم انکل، و علیکم السلام سلطان نے
مسکرا کر جواب دیا، علیان صاحب یہ میرا بیٹا، ازبان
عالیان کو سن کر حیرت ہوئی، ازبان فوراً بولا انکل میں ان
کے بیٹے جیسا ہی ہوں، ہم رانیہ بولی بھائی صاحب ہماری
بیٹی سے تو ملو اے، جی اچھا، زل جو کچن کی طرف بڑھ

رہی تھی، پاشا صاحب نے آواز دی، زل بچہ یہاں آؤ،
جی بابا! زل ڈرامینگ روم میں داخل ہوئی۔

اسلام علیکم! زل نے سب کو سلام کیا، عدنان نے زل
کے سر پر ہاتھ رکھا، رانیہ نے زل کو گلے لگایا ماشا اللہ
ہمارے چھوٹے خان کی پسند تو لازوال ہے، عابیرہ اٹھ کر
گلے ملی، بلکل ماما شاہ میر لالانے تو ہیرا چنا ہے، زل نے
شرما کر نظریں نیچے جھکالی، زل بچے یہ تمہارا سامان
مہندی کا، ہمیں امید ہے تمہیں پسند آئے گا۔

بیٹھی، عدنان صاحب نے گاڑی سٹارٹ کی اور وہاں سے
چلے گے۔

بھا بھی دیکھے نا ابھی تک نہیں آئی عابیرہ آپ کو پتا ہے
بہت وقت لگاتی ہے تیار ہونے میں پار لروالی کا ارجمنٹ
گھر میں ہی کیا تھا، آئزہ کے کمرے میں تیار ہو رہی تھی،
ایک لڑکی ہیزل کو تیار کر رہی تھی، اور دوسری آئزہ کو،
میم چپ ہو جائے ورنہ پیک اپ خراب ہو جائے گا، آئزہ
چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی، ارے بھی ایسے
کیسے خراب ہو جائے گا تم دھیان سے کرو، ہیزل اپنی
ہنسی دبا کر بیٹھی تھی، کچھ ہی دیر میں پار لروالی تیار کر چکی
تھی، بھا بھی کتنی پیاری لگ رہی ہے، تم بھی پیاری لگ

رہی ہو، عابیرہ اندر داخل ہوئی آئرہ بولی آجاؤ میڈم
تمہارا ہی انتظار ہو رہا تھا۔

چلو چلو اب کچھ مت بولنا تیار ہونا شروع ہو، ادو کے!
آئرہ، ہیزل، عابیرہ کے ڈریسز سیم تھے، صرف کلر
مختلف تھے، آئرہ میں جو لری لے کر آتی ہوں تم اپنے
بال بنا لو، ٹھیک ہے بھابھی، ہیزل کہہ کر اپنے روم کی
طرف بڑھ گئی،

جیسے ہی روم میں داخل ہوئی بہرام بلیک ہی شلوار قمیض
پہنے ڈریسنگ کے آگے کھڑا بال بنا رہا تھا، بہرام نے
ہیزل کی طرف

دیکھا، اور نظریں اٹھانا ہی بھول گیا، وہ پرپل لہنگے میں
جس میں ہلکا ہلکا نفیس سا گولڈن کام ہوا تھا، بال کھلے چھوڑ
رکھے تھے، ہلکی سی پنک لپسٹک لگائی تھی، بہرام کے دل
کے تار ہلا چکی تھی، ہیزل نے بہرام کی نظروں کی تپش
کو محسوس کیا اور ہلکے ہلکے قدم اٹھائی بہرام کے پاس جا
رہی تھی، ہیزل بہرام کے پاس جیسے جا رہی تھی بہرام
کی دھڑکنے تیز ہونے لگی۔

بہرام نے ہیزل کو کمر سے پکڑ کر ڈریسنگ پر بٹھایا ہیزل
کی سانس سینے میں اٹک گئی تھی، خان ہیزل نے نم آواز
کے پکارا، جی خان کی جان! خان وہ میں جیولری لینے آئی
تھی، میں پہنا دیتا ہوں اپنی خاناں کو ہیزل نے بھیگی
آنکھوں سے بہرام کو دیکھا، جو کچھ دنوں سے بات ہی
نہیں کر رہا تھا، خان آپ تو ناراض تھے نا، میں کیوں
ناراض ہوں گا، اپنی پیاری خاناں سے، وہ تو آپ کو میرا
قریب آنا اچھا نہیں لگتا تھا، اس لیے خود کے جزبات کو
کنٹرول کیا ہوا تھا، پر آج آپ نہیں روک سکتی ہیزل بولی
پر میں نے آپ کو معاف نہیں کیا۔ تو نا کرو آج تم اس خان
کو پوری طرحہ کاچکی ہو، اپنے حسن نے آج تمہاری ایک

نہیں سنوں گا، خان نہیں ہیزل آنکھوں میں آنسو لے
کر بولی خاناں چھوٹی موٹی گستاخیاں کرنے سے نہیں
روک سکتی کہہ کر ہیزل کے ہونٹوں پر جھک گیا، ہیزل
نے بہرام کی شرٹ کو مٹھیوں میں دبوچا، بہرام نے
ہیزل کی کمر پر اپنا حصار مضبوط کیا، اور شدت سے اپنی
تشنگی مٹانے لگا، جان پیچھے ہٹے میری ساری لپسٹک
خراب کر دی، اب میں آئزہ کو کیا جواب دوں گی۔ بہرام
نے ہیزل کی بات پر بلند و بالا قہقہہ لگایا، میری معصوم
خان بول دینا تمہاری لپسٹک جن کھا گیا۔ ہیزل نے گھور
کر بولی پیچھے ہٹے، مجھے جانا ہے باہر سب ویٹ کر رہے
ہے، دیکھے آئزہ بھی آوازیں دے رہی ہے، جاناں ابھی

تو چھوڑ رہا ہوں، رات کو پورا پورا اپنا حق وصول کروں
گا۔ ہیزل نے گھور کر دیکھا، جاناں ایسے مت دیکھا کرو
تمہاری ہر ادا جان لیوا ہے۔ ابھی بہرام پھر سے اس کے
ہونٹوں پر جھکتا ہیزل اپنی جیولری اٹھا کر باہر بھاگی۔

کچھ ہی دیر میں سارے مہمان اکٹھا ہونا شروع ہو گئے،
جان حویلی کے سب لوگ فارم ہاؤس پہنچ چکے تھے جہاں
مہندی کا انتظام کیا تھا، شاہ میر اور کاوش نے لائٹ مہندی
کلر کی شلوار قمیض پہنی تھی اور گلے میں گولڈن کلر کر

مفلر ڈال رکھا تھا، اور نظر لگ جانے تک ہنڈ سم لگ رہے
تھے، بھا بھی دیکھے نا ایک دفعہ ماہی سے ملوانے کے لیے
کچھ سوچے نا، نہیں میں ہر گز نہیں ایسا کروں گی، مورے
کو پتہ چل گیا بہت غصہ ہو گی شاہ میر بولا پلینز بھا بھی آئزہ
اور عابرہ ان دونوں کو ہیزل کے پاس کھڑے ہوئے دیکھ
کر آئی، عابرہ بولی میں ملوا سکتی ہوں، پہلے میری ایک
شرط ہے، آئزہ اور ہیزل نے عابرہ کی طرف دیکھا،
ہمیں شرط منظور ہے، شاہ میر اور کاوش شرط سنے بغیر ہاں
کر دی ہیزل اور آئزہ کا ہنس ہنس کر بورا بال ہو رہا تھا،
بہرام اور ضرغام ان کو ہستے ہوئے دیکھ کر ان کے پاس
آئے، آئزہ ضرغام کو دیکھ کر چپ ہو گئی، ضرغام نے

آئزہ پر ایک بھرپور نظر ڈالی، جو اس سے کل سے چھپنے کی
کوشش کر رہی تھی، ضرغام نے آئزہ کو آنکھ ماری، آئزہ
اس کی حرکت پر گھبرا گئی، بھی ایسی کون سی باتیں ہو رہی
ہے، جو اتنا ہنساجا رہا ہے کوئی بھی نہیں شاہ میر جھک کر
ان تینوں کے کان کے قریب بولا ہمیں شرط منظور ہے،
لالا وہ دیکھے عاصم کی فیملی آگئی ہے، چلے آئزہ عاصم کا نام
سن کر اس کی دھڑکنے بڑھنے لگی، عابیرہ بولی آئزہ چلو ماہی
بھا بھی کو لینے چلتے ہے، یہاں سے وہ آئے گی نہیں
دوسری طرف سے ہاں ٹھیک ہے، آئزہ نے عاصم کو
دیکھنا چاہا مگر وہ نظر ہی نہیں آیا، اور پھر عابیرہ کے ساتھ
چلی گئی ہیزل وہاں ہی کھڑی رہی، عاصم کے ساتھ اپنے

بابا اور بھائی کو دیکھ کر رونے لگی، بہرام ہاشم کو دیکھ کر

غصے سے مٹھیاں بونچ گیا، کاوش نے بہرام

کو دیکھا، لالا غصہ کنٹرول کرے ہاشم عاصم کا کزن ہے

ہم یہاں کوئی تماشا نہیں چاہتے مہمان آئے ہوئے ہے،

بابا ریلیکس ہو جائے عدنان صاحب حاکم خان کو ریلیکس

رہنے کا بول رہے تھے، عدنان صاحب ان سب سے ملے

کاوش اور شاہ میر بھی ان سب سے خوش دلی سے ملے،

بہرام عاصم سے مل کر ہیزل کی طرف بڑھا جو وہاں

کھڑی اپنے بھائی کو

دیکھ رہی تھی، بہرام نے غصے سے ہیزل کو یہاں سے

جانے کا بولا جاناں جاؤ یہاں سے، جان ایک دفعہ ملنے

دے ہیزل ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی، کوئی تعلق
نہیں ہے تمہارا ان سے ہاشم اپنی بہن کو ہی دیکھ رہا تھا،
عاصم نے ہاشم کے کندھے پر ہاتھ رکھا، ہاشم نے سب
کچھ ہی عاصم کو بتا دیا تھا، ہاشم صبر رکھو سب ٹھیک ہو
جائے گا۔ آثرہ! بہرام نے آثرہ کو آواز لگائی جو ماہی کو
سیٹج پر بٹھا کر آرہی تھی، جی لالا آثرہ بہرام کے پاس آئی
، عاصم تو آثرہ کو دیکھتا ہی رہ گیا جس نے بلیک لہنگا پہنا تھا،
اور ہلکا سا نفیس گولڈن کام ہوا تھا، بال آگے کی طرف
کھلے چھوڑ رکھے تھے، بالکل کوئی چھوٹی سی پری لگ رہی
تھی، آثرہ نے سامنے دیکھا جہاں وہ بلیک کلر کی شلوار
قمیض پہنے ہوئے تھا۔ بلا کا ہنڈ سم لگ رہا تھا، عاصم نے

آترہ کو آنکھوں سے اشارہ کیا آترہ کے گال سرخ پڑ گئے،
بہرام نے آترہ کو پکارا آترہ جی لالا اپنی بھابھی کو یہاں
سے لے کر جاؤ، جی لالا

ہیزل نے بھیگی آنکھوں سے بہرام کو دیکھا بہرام نے
جھک کر ہیزل کے گال پر لب رکھے جاناں تم اپنی
مورے سے بھی نہیں ملو گی، خان ہیزل مجھے کچھ نہیں
چپ سننا جو میں نے کہا ہے وہ کرو، ہیزل؟ چاپ وہاں
سے سیٹج کی طرف چلی گئی جہاں زمل اور ماہی بیٹھی تھی،
مہک بیگم اپنی بیٹی کو خوش دیکھ کر تھوڑا دل کو سکون ملا۔
مسکان اور سعدیہ بیگم مہک کو یہاں دیکھ کر بہت خوش
تھی ان کے لیے اتنا ہی کافی تھا، ان کی بہن ان کے پاس

ہے، مکان بیگم مہک بیگم کے پاس ہی بیٹھی تھی، پر کوئی
بات نہیں کر رہی تھی، زرمینہ بیگم سعدیہ بیگم کے پاس
کھڑی تھی، ماشا اللہ زرمینہ بی بی آپ کی ماشا اللہ تینوں
بہوئیں چاند کا ٹکڑا ہے، ایک عورت ان کے پاس آکر
کہنے لگی، زرمینہ بیگم نے مسکرا کر سر ہلایا۔

ہیزل ان دونوں کی نظر اتار رہی تھی، ماشا اللہ میری
دیورانیاں بہت پیاری لگ رہی ہے، ماہی اور زمل نے سیم
پیلو کلر کے لہنگے پہنے تھے جس میں گولڈن کام ہوا تھا اور
ہلکا ہلکا گرین ٹیچ بھت، ماہی اور زمل نے بال کھلے چھوڑے
تھا۔

لگائی۔ مہک بیگم نے ماہی کو سینے سے لگایا اور سر پر بوسہ
دیا، اور زل کے سر پر بوسہ دیا اللہ تم دونوں کو خوش
رکھے، ہیزل نے اپنی مورے کو دیکھا، مہک بیگم نے
ہیزل کے سر پر ہاتھ رکھا، ہیزل کے آنسو ٹوٹ کر گال
پر بہنے لگے، بہرام ہیزل کو ہی دیکھ رہا تھا، ہیزل نے
بہرام کو دیکھا، اور فوراً آنسو صاف کر کے اپنی مورے
کے گلے لگی، بہرام یہ دیکھ کر غصے سے مکا دیوار دے
مارا، میری بچی مہک بیگم نے ہیزل کے ماتھے پر لب
رکھے، زرمینہ بیگم غصے سے سیٹج کی طرف بڑھی، ہیزل
اسی لمحے مہک بیگم سے دور ہو کر کھڑی ہو گئی۔ آترہ سب
کاموڈ خوش کرنے کے لیے بولی مہندی کی رسم ہو گئی ہے

اب تھوڑا ڈانس وانس کر لے۔ پھر دونوں کو آپ کے
دولہوں سے ملوانے کا انتظام کرتے ہے۔

جاری ہے۔

□

مہندی کی رسم ختم ہوئی سب مہمانوں کو کھانا کھلایا کچھ
مہمان چلے گئے تھے، کچھ یہی تھے، حویلی میں مردوں
کے لیے شاندار پارٹی کا انتظام کیا تھا، بہرام نے کینسل
کردی، کیونکہ اس کا کہنا تھا پارٹی شادی کے بعد رکھی
جائے گی، ابھی فلحال مہندی انجوائے کرے، کاوش اور

شاہ میر کب سے مہندی کی رسمیں ختم ہونے کا ویٹ کر
رہے تھے، کاوش کے موبائل کی رنگ بجی، کاوش نے
جلدی کال ریسیو کی جہاں آئزہ کی کال تھی، لالا آجائے
ماہی بھا بھی اندر گئی شرط یاد ہے نا آپ کو جی گڑیا یاد ہے،
کاوش نے کال بند کی، ابھی وہ اٹھتا شاہ میر فوراً بولا کہاں جا
رہا ہے، کاوش بولا تیری بھا بھی سے ملنے، یہ کیا بات ہوئی
ادھر میں اپنے کا کا کو دیکھنے کے لیے تڑپ رہا ہوں، اور
ادھر تو ملنے جا رہا ہے، پہلے میں جاؤں گا، اوئے تیرا کا کا
ابھی باہر ہی بیٹھا ہے، ابھی فلحال میرا کا کا اندر گیا ذرا میں
مل کر آتا ہوں، عاصم جو ان کے پاس آ رہا تھا سب سن چکا
تھا۔

اووو۔۔۔ کون سے کا کے کو ملنے جا رہے ہو، تیری بہن
سے ملنے جا رہا ہوں، یہاں ظالم سماج نے پابندیاں ہی بڑی
لگا رہی ہے، عاصم کا قہقہہ بے ساختہ گونجا، اور اس لیے
ساری رسموں میں تم دونوں مسکینوں والی شکل بنا کر بیٹھے
تھے، کاوش اور شاہ میر نے عاصم کو گھوری سے نوازا

کاوش بولا جب تیری شادی ہوگی تو پھر دیکھے گے، مدد
کرنے کی بجائے تو الٹا ہم پرہ رہا ہے، کیسا دوست ہے
تو۔۔۔ ارے میں نے کب تم لوگوں کو منع کیا تمہارے
داجی نے ہی فضول پابندیاں لگائی ہے، کاوش کا فون رنگ

ہوا پھر سے دوسری طرف آئزہ غصے سے بولی، لالا آپ آ
رہے ہیں یا نہیں ورنہ میں بھا بھی کو واپس لے کر جاؤ نہیں
نہیں گڑیا میں آ رہا ہوں، شاہ میر لالا کو بھی لے آئے کہ
کر کال بند کی۔

چل بھی تو بھی آجا عاصم بولا میں بھی آ جاؤں کیا پتہ
میری مدد کی ضرورت پڑ جائے۔ ٹھیک ہے آ جا کہہ کر
تینوں فارم ہاؤس کی پچھلی سائیڈ کی طرف سے اندر
بڑھے۔۔۔

آئزہ دیکھو باہر چلتے ہے سب کیا سوچ رہے ہو گے، اف
بھا بھی کچھ نہیں سوچے گے، ماہی کا دل زور زور سے
دھڑک رہا تھا، ماہی مجھے نہیں ملنا چلو باہر چلتے ہے،
زل بھی فوراً بولی، اف بھا بھیوں آئزہ سر پکڑ کر زمین پر
ہی چوکڑی مار کر بیٹھ گئی، بھا بھی کچھ نہیں ہو گا، عابیرہ اور
ہیزل بھا بھی نے باہر سب سنبھال رکھا ہے۔۔ وہ دیکھے
لالا آگے زل اور ماہی نے سراٹھا کر دیکھا، جہاں وہ اپنی
مغروں پر سینلٹی کے ساتھ چل کر آرہے تھے آئزہ ایسے
ہی سر جھکائے بولی جلدی مل لے، پانچ منٹ ہے آپ
کے پاس میں یہاں ہی بیٹھی ہوں، گڑیا آپ زمین پر

جائے مجھے کوئی فضول بات نہیں سننی شاہ میر زمل کا ہاتھ
پکڑ کر پچن کی طرف بڑھ گیا۔ کاوش بھی سامنے کمرے کی
طرف بڑھ گیا،

"اف میرے لالا بہت ہی بے شرم ہے۔"

۔ میر، زمل بے حد آہستگی سے پکارا، جی میر کی جان شاہ
میر اس کے خوبصورت سراپے کو دیکھ کر بولا میں کیسی
لگ رہی ہو، اور میری مہندی کیسی لگ رہی ہے، میرا کا کا
بلکل چاند کا ٹکڑا لگ رہا ہے، شاہ میر اس کے گال کھینچ کر

بولا، شاہ میر نے زل کے ہاتھوں پر بوسہ دیا، قیامت لگ
رہی ہو، پر یہ ظالم سماج کی رسمیں بھی ظالم ہے، ملنے ہی
نہیں دیتی۔ شاہ میر نے زل کو اپنی باہوں میں اٹھا کر
گول گول گھمایا۔

بس آج کی رات پھر تم میری باہوں میں ہو گئی، شاہ میر
نے بے ساخت زل کے لب چومے۔۔

ماہی کب کی بیٹھی کاوش کو ہی دیکھ رہی تھی، جو نظریں
ہٹانے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، شہزادی تمہیں پتہ تم

بہت حسین لگ رہی ہو، دل چاہتا ہے، بس یہی وقت تھم
جائے میں آپ کو ایسے ہی دیکھتا رہوں۔ ماہی کاوش کے
ایسے دیکھنے پر نظریں جھکا گئی، کاوش نے مسکرا کر اس کے
ماتھے پر لب رکھے، میں چاہتا تھا اپنی شہزادی کو سب سے
پہلے میں دیکھوں، پر بڑوں کی سو کو لڈر سمیں بھی نا،

ماہی بولی مجھے تو رسمیں بہت پسند آتی ہے، چلے اب آپ
نے دیکھ لیا ہے، مجھے جانے دے، مجھے اپنی پیاری نندا کا
ڈانس بھی دیکھنا ہے،

آئزہ اونچی آواز سے بولی بھیج دو میری بھابھیوں کو یا
اپنے پاس رکھنے کا ارادہ ہے۔

آئزہ اٹھ کھڑی ہوئی، جیسے ہی اٹھی اس کی نظر سامنے
پڑی جہاں وہ دشمن جاں دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا
اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

آئزہ کے دل کی دھڑکنے بڑھنے لگی، بلیک شلوار قمیض
میں نظر لگ جانے تک پیارا لگ رہا تھا، کوئی بھی لڑکی اپنا
دل ہار بیٹھی، آپ یہاں کب آئے، جب سے تم یہاں
زمین پر بیٹھی ہو، عاصم قدم با قدم چلتے آگئے بڑھا، عاصم
اس کی گھبراہٹ پر کھل کھلا کر ہنسا،

وہ مجھے سوری کرنا ہے، کس لیے سوری، وہ اس دن رات
کو کال کی تھی میں بند کرنا بھول گئی،

آئره کو اس دن سے ہی ٹیشن لگی تھی کہ عاصم نے میری
اور کاوش لالا کی باتیں ناسن لی ہو۔ عاصم سمجھ گیا تھا اس
کی مائے لیڈی کیا پوچھنا چاہی ہے، میں نے خود ہی کال
بند کر دی تھی، عاصم نے آئره کو کلائی سے اٹھاتا آئره کی
طرف بڑھنے لگا، آئره کے قدم وہی جم گے، عاصم آئره
کے پاس آیا، مائے لیڈی ویسے بلیک کلر تم پر بہت پیارا
لگتا ہے، تمہارے حسن کو چار چاند لگا دیتا ہے، کیوں ناہم

بھی کل نکاح پڑھوا لیں۔ آئزہ نے فوراً سر اٹھا کر دیکھا،
کیا ہوا مائے لیڈی اچھا نہیں لگا،

نہیں۔۔۔ مجھے۔۔۔ اچھا۔۔۔ نہیں۔۔۔ مطلب
وہ۔۔۔ میں۔۔۔ آئزہ کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی وہ
اس نے کھینچ کر سینے سے لگایا، آئزہ کا تو جیسے سانس ہی
سینے میں اٹک گیا ہو۔ وعدہ ہے میرا مائے لیڈی تم سے
جس جس نے تمہیں تکلیف دی، اس کا بہت بڑا حال
کروں گا۔

عابیرہ آئزہ کو آواز دیتی اندر داخل ہوئی، آئزہ جلدی سے
عاصم سے پیچھے ہٹی، ماہی اور زمل بھی فوراً باہر آئی چلو یار
اب یہاں ہی رہنے کا ارادہ ہے، عابیرہ ان تینوں کو دیکھ کر
بولی ہاں چلو ہم آہی رہے تھے۔ کہہ کر چاروں باہر نکلی،
آئزہ چلو ڈانس کرتے ہے، عابیرہ آئزہ کو لے کر سیٹیج کے
سامنے آئی، سب مہمان چلے گئے تھے، صرف وہاں خود
کے ہی رشتہ دار تھے، ماہی اور زمل سیٹیج پر جا کر بیٹھی
ہیزل بھابھی آپ بھی آئے نا، نہیں آئزہ، ایسے کیسے
نہیں آئے ادھر آئزہ کھینچ کر سیٹیج کے سامنے لے گئی، چلو
میں گانا اون کرنے لگی ہوں، ہیزل نے بہرام کی طرف
دیکھا جو سامنے ہی بیٹھا تھا۔ بھابھی آپ کو اچھے سے یاد

ہے ناسٹپ ہیر کے ہیزل نے ہاں میں سر ہلایا۔ چلا دو
عابیرہ سونگ

دے میں تیرے لڑیاں
دے میں تیرے لڑیاں
عابیرہ نے زور و شور سے شور مچانا شروع کیا

وے میں تیرے لڑگیاں وے رانجھنا!
تے تو کرنا ناٹھگیاں!
وے رانجھنا!

دے میں تیرے نال لگیاں

وے رانجھنا!

بہرام ہیزل کی طرف دیکھ رہا تھا، اسے امید نہیں تھی
اس کی جاناں اتنا اچھا ڈانس کر لیتی ہے۔

فی میں ڈولی وچوں گڑیا میں ہتھ وے

تیری ماں نے لالئی نتھ وے

کے کیتے صبح و شکنے۔۔۔

ہاں۔۔۔ کے کیتے صبح شکنے۔۔۔

وے رانجھنا!

آترہ نے سامنے دیکھا تو عاصم نے اسے دیکھ کر آنکھ ونگ
کی، آترہ نے فوراً نظریں ادھر ادھر گھمائی

وے میں تیرے لڑیاں

وے رانجھنا!

تھوڑی ہی دیر میں ڈانس ختم ہوا حاکم نے سب کو گھوری
سے نوازاہ دا جی فنکشن میں سب چلتا ہے، چلے آئے میں
آپ کو حویلی لے کر چلوں عدنان صاحب ان کے پاس

آتے کہنے لگے، ہاں میں بھی تھک گیا ہوں چلتے ہے، تم
سب بھی آ جاؤ وقت بہت ہو گیا ہے، بہرام بولا جی داجی!
سلطان پاشا اور ازہان ان سے ملے ہمیں اجازت دے
ٹائم بہت ہو گیا ہے، ٹھیک ہے، ہم بھی نکلنے لگے ہے، از
بان اور سلطان پاشا ان سب سے مل کر زمل کو لے کر
وہاں سے نکلے، اور باقی سب بھی فارم ہاؤس سے نکلے،
عابیرہ گاڑی میں بیٹھتی ہوئی بولی کاوش لالا شرط یاد ہے نا
کل ریڈی رہے گا۔ کاوش نے اس بات میں سر ہلایا۔
تھوڑی دیر میں سب حویلی پہنچ گئے اور تھکاوٹ کی وجہ
سے سب اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ بہرام بھی
ہیزل کو کمرے میں چھوڑ کر کسی کام سے چلا گیا تھا۔



صبح صبح حویلی میں بارات کی تیاریاں شروع ہو گئی۔ تھا۔
ہیزل کی آنکھ کھلی بہرام رات کا گیا ابھی تک نہیں آیا
تھا۔ ہیزل نے ٹائم دیکھا جہاں دس بج رہے تھے۔ ہیزل
جلدی سے اٹھی فریش ہو کر ابھی باہر ہی نکلی تھی آئہ
سامنے کھڑی تھی۔ بھا بھی اپنا سامان پکڑ لے پار لروالی
آگئی ہے۔ مورے نے جلدی ریڈی ہونے کا بولا ہے پر
بارات کا ٹائم تو شام 4 بجے کا ہے، نا بھا بھی ابھی سے تیار
ہونا شروع ہو گے تو ہم 4 بجے پہنچے گے نا،
آئہ بیٹا، رانیہ بیگم نے آواز دی جی پھو پھو آئہ بیٹا
عابیرہ کو بھی اٹھا دو، ورنہ وہ ایسے ہی گھورے بیچ

کر سوتی رہے گی، میں زرا ضرغام کو دیکھ لوں، جی پھوپھو
میں اٹھا دیتی ہوں۔۔ بھابھی آپ میرے روم میں چلے
میں آتی ہوں کہہ کر باہر نکلی، بارات کا اریجنٹ بھی
فارم ہاؤس میں کیا گیا تھا۔ سلطان پاشا اور زمل کو چھوڑنے
کے بعد ازبان واپس فارم ہاؤس آ گیا تھا، عاصم اور ازبان
نے مل کر سارا اریجنٹ سنبھالا ہوا تھا، عاصم بولا ازبان
تم چلے جاؤ گھر سب کچھ تو ہو گیا ہے، ٹھیک ہے میں چلتا
ہوں۔

عاصم کے نمبر پر بالاج کی کال آئی، عاصم نے کال ریسیو
کی اور غصے سے بولا رات مہندی پر کیوں نہیں تھے آئے
، اور یہ احمد کہا ہے، عاصم ہم آرہے ہیں، راستے میں ہے،

آکر بتاتے ہے، اور جہاں بارات کا اربجمنٹ کیا ہے،
وہاں سیکورٹی بڑھا دے، کیوں کیا ہوا بالاج عاصم کنگ
سوات میں ہے، ہمیں ڈر ہے کہ وہ کچھ نا کچھ کرے گا۔
عاصم نے غصے سے ٹیبل پر مکارا، اور کال بند کی۔۔ مہک
بیگم عاصم کے اسرار پر یہاں شاہ حویلی آگئی تھی، اس
وقت ماہی کے پاس بیٹھی تھی، جسے پارلروالی تیار کر رہی
تھی، خالہ جان ماہی نے پرکارا، جی خالہ کی جان آپ بلکل
اچھا کر رہی ہے، آپ ماما اور خالہ مسکان سے بات نہیں
کر رہی، آپ تب تک بات نا کرے گا۔ جب تک وہ آپ
سے معافی نہیں مانگ لیتی، مہک بیگم مسکرا کر بولی ٹھیک
ہے۔ جیسا تم چاہو، اچھا میں بھی ریڈی ہو کر آتی ہوں،

پھر باشم کے ساتھ نکلنا بھی ہے، بارات سے پہلے وہاں
پہنچنا ہے۔۔

پارلروالی ان سب کو تیار کر کے جاچکی تھی، رانیہ بیگم اندر
داخل ہوئی، ماشا اللہ میری بچیاں کتنی پیاری لگ رہی ہے،
تینوں نے میکسی پہن رکھی تھی، کلرز مختلف تھے، چلو
آؤ بیٹا سب نیچے ویٹ کر رہے ہیں، کہہ کر باہر نکلی اور ان
کے پیچھے ہی تینوں بہرام سامنے سے آ رہا تھا، ہیزل کو
دیکھ کر وہی رک گیا، ہیزل اپنی میکسی اٹھاتی آرام آرام
سے سیڑھیاں اتر رہی تھی، کمر پر چاکلیٹی بال جھول رہے
تھے، گرے کلر کی میکسی میں آسمان سی اتری کوئی پری
لگ رہی تھی، عابیرہ غصے سے بہرام کی طرف دیکھ رہی

تھی، دل تو کر رہا ہے اس کو یہاں سیڑھیوں سے دھکا
دے دوں، عابیرہ جلدی جلدی اتر کر بہرام کی طرف
بڑھی، ہیلز کی سٹریپ کھلی تھی۔ اور وہ ایک دم اٹک کر
بہرام کے سینے پر زور سے ہاتھ رکھے، بہرام نیچے زمین پر
گرا، اور عابیرہ اس کے اوپر ہیزل نے غصے سے بہرام کی
طرف دیکھا، ہیزل آنکھوں میں آنسو لیے وہاں سے باہر
نکل گئی۔ آئزہ بھی غصے سے عابیرہ کو گھورتے ہیزل کی
طرف بھاگی۔ آئزہ کو پتہ تھا عابیدہ نے یہ سب جان
بوجھ کر کیا ہے، بہرام ہیزل کے جاتے ہی عابیرہ کو ایک
ہی جھٹکے سے الگ کیا، اور ہیزل کے پیچھے بڑھا، عابیرہ کے
چہرے پر غصیلی مسکراہٹ پھیلی، رانیہ عابیرہ کے پاس

آئی، عابیرہ یہ تم اچھا نہیں کر رہی، اور فارگوڈسیک مام!
ابھی تو بس یہ شروعات ہے، ہیزل کو بہرام کی زندگی
سے نکال باہر پھینکو گی، بہرام صرف میرا ہے۔ کہہ کر
باہر نکل گئی۔

سلطان پاشا اور ازبان زمل کو لے کر فارم ہاؤس آگے
تھے، ہاشم بھی سب کو لے کر فارم ہاؤس پہنچ گئے تھے،
ماہی اور زمل کو روم میں بٹھا دیا تھا۔ اب باہر کھڑے
بارات کا ویٹ کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر میں بارات آگئی تھی، شاہ میر نے بلیک
شیر وانی پہن رکھی تھی، اور کاوش نے مہرون، دونوں بلا

کے ہنڈسم لگ رہے تھے، ان سب سے مل کر سٹیج پر
بٹھایا۔ اور مہمانوں کا استقبال کرنے لگے۔۔

بہرام اور عاصم مولوی صاحب کو لے کر روم میں داخل
ہوئے جہاں ماہی اور زمل کو بٹھایا گیا تھا، ہیزل اور آئزہ
اس وقت ان کے پاس تھی اور باقی سب باہر تھے،
سلطان پاشا بھی ان سبکے پیچھے آئے، عاصم جیسے ہی اندر
داخل ہوا آئزہ نیلے رنگ کی بے حد خوبصورت میکسی پہنے
سیدھا عاصم کے دل پر اتر رہی تھی، آئزہ نے عاصم کی
طرف دیکھا اور مسکرا کر نظریں نیچے کر لی، سعدیہ بیگم
روم میں داخل ہوئی اور ماہی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی،
تھوڑی دیر میں نکاح شروع ہوا، پہلے ماہی کا نکاح پڑھوایا،

پھر زل کا، نکاح ختم ہونے کے بعد سب ایک دوسرے
کے گلے ملے اور مبارک دی، ہیزل اور آئزہ زل اور ماہی
کے گلے لگی، سعدیہ بیگم نے ان دونوں کے ماتھے پر بوسہ
دیا، خوش رہو میری بچیوں، سلطان پاشا اپنی بیٹی کو سینے
سے لگا کر کافی دیر کھڑے رہے، حاکم خان اندر داخل
ہوئے، بہرام نے ایک نظر ہیزل کو دیکھا، جو اسے جو
چہرے پر انتہائی سرد تاثرات لے کر کھڑی تھی۔ بہرام
مولوی کو لے کر جانے لگا تھا، داجی نے وہی روک لیا، اور
سعدیہ بیگم کی طرف متوجہ ہوا، سعدیہ بیٹی ہم آپ سے
کچھ مانگنا چاہتے ہیں، سب حیران نظروں سے حاکم خان کو
دیکھنے لگے، ہمیں امید ہے آپ انکار نہیں کرے گی، ہم

اپنی پوتی کے واسطے آپ کے بیٹے عاصم شاہ کا ہاتھ مانگنا
چاہتے ہیں، آئزہ نے فوراً سراٹھا کر پہلے واجی کو اور پھر
عاصم کو دیکھا، سعدیہ بیگم بولی ہم کیوں انکار کرے گے،
ہمیں تو آئزہ شروع دن سے ہی پسند بھی، ہم آج ہی ان کا
نکاح پڑھوانا چاہتے ہیں، رحتی بعد میں کر دے گے،
واجی ہمیں کوئی اعتراض نہیں بہرام تمہیں کوئی اعتراض
ہے، نہیں راجی میری گڑیا کو عاصم سے اچھا لڑکا مل ہی
نہیں سکتا۔ میں نے زرمینہ بیگم اور عدنان سے بھی بات
کر لی ہے، ان کو کوئی اعتراض نہیں، گڑیا آپ کو کوئی
اعتراض ہے تو آپ بتا سکتی ہیں، آپ کالا لا آپ کی
اجازات کے بغیر کچھ نہیں ہونے دے گا۔ بہرام

مولوی صاحب کو لے کر تیج پر پہنچا، اور باری باری نکاح
پڑھوایا، سب نے گلے مل کر مبارک باد دی، عاصم نے
بھی ان کو گلے لگایا، بہرام بولا عاصم کو بھی مبارک باد
دے دو، خود ہی مبارک کے وصولی جارہے ہو، ارے لالا
اس کو کس بات کی مبارک دے، نکاح ہمارا ہوا ہے اس کا
نہیں، تو ہم ہی وصولے گے مبارک کے، کاوش چہک کر بولا،
ارے کمینوں تمیز سے بات کرو خان حویلی کا اکلوتا داماد
ہے، کاوش اور شاہ میر آثرہ نے عاصم کی طرف دیکھ کر
بولی، لالا مجھے کوئی اعتراض نہیں، بہرام نے آثرہ کو عاصم
کے ساتھ بٹھایا، آثرہ نے سر پر ڈوبٹہ لیا، مولوی صاحب
نکاح شروع کرے تھوڑی دیر میں نکاح ختم ہوا، آثرہ

عدنان خان سے، آثرہ عاصم شاہ بن گئی تھی، سب نے
ان کو مبارک بعد دی، اور مولوی کو لے کر باہر نکل گیا
اب کاوش اور شاہ میر کا نکاح پڑھوانا تھا۔۔ حیرت سے
منہ کھولے کبھی؟ بہرام کو اور کبھی عاصم کو دیکھنے لگے،
ضرغام بھی حیرت سے دیکھنے لگا، لالائے کیا کہہ رہے
ہے، شاہ میر حیران کن نظروں سے بولا، حاجی نے عاصم
کا نکاح آثرہ سے کرادیا ہے، آثرہ آج سے عاصم کی
منکوحہ ہے، ضرغام تو سن کر سکتے میں آگیا، اور غصے سے
اٹھ کر چلا گیا، بالاج اور احمد نے عاصم کو گلے لگایا، ازبان
نے بھی عاصم کو مبارک باد دی، عاصم نے گھور کر ان
دونوں کو دیکھا جو ابھی تک منہ کھولے دیکھ رہے تھے،

کمینوں سالوں ایسے کیا دیکھ رہے ہو، نکاح ہی کیا ہے کوئی
تھوڑی نالٹ کی بھگا کر لایا ہوں، کاوش نے اپنے ہاتھوں کا
مکانا کر عاصم کے پیٹ پر دے مارا

کمینے سالے نکاح ہی کرنا تھا، ہمیں تو بتا دیتا، عاصم بولا مجھے
خود تھوڑی دیر پہلے پتہ چلا میرا نکاح ہے، عاصم لالا
مبارک ہو شاہ میر عاصم کے گلے لگا، آپ سے اچھا کوئی
لڑکا ہماری بہن کو نہیں مل سکتا کیوں بہرام لالا ٹھیک کہہ
رہا ہوں نا، کاوش نے بھی کھینچ کر عاصم کو گلے لگایا۔ مجھے
پتہ ہے میری بہن تیرے ساتھ بہت خوش رہے گی۔

بہرام ان سب کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا، اب جلدی جلدی
یہاں سے فارغ ہو، اسے اپنی خانان کو بھی منانا تھا۔



سب مہمان جاچکے تھے، عالیان خان اور مہک کو بھی
باشم لے کر حویلی چلا گیا تھا۔ آج پھر مہک بیگم ہیزل کو
دور دور سے دیکھتی رہی، اپنی بیٹی سے نہیں مل سکی،
کیونکہ بہرا منے ہیزل کو منع کر رکھا تھا کہ وہ اپنے ماں
باپ سے نہیں مل سکتی۔ مہک بیگم ہیزل کے چہرے پر
سکون دیکھتے تھوڑا دل کو قرار ملا تھا۔ اس لیے باشم کھانا

کھانے کے فوراً بعد مہک بیگم کو حویلی لے آیا، عاصم نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

سلطان پاشا اور عاصم کی فیملی ابھی فارم ہاؤس میں ہی تھے، سلطان پاشا زل کو اپنے سینے سے لگائے بیٹھے تھے، جو کب کی رورہی تھی، بس میرا بچہ مت رو در نہ تمہارا بابا بھی رو پڑے گے، ازہان بھی پاس ہی کھڑا تھا، زل گڑیا یار بس کرو، کیوں دو لہے کو بھاگنے کا ارادہ ہے، زل نے گھور کر ازہان کو دیکھا، میرا مطلب تم روو گی تو تمہارا میک اپ خراب ہو جائے گا، یہ نا ہو ہمارے دو لہا بھائی ہی ڈر جائے، ازہان بھائی ویسے تو میرا میک اپ واٹر پروف ہے، فکر نا کرے ہم بھاگنے نہیں دے گے، بابا میں آپ

کو بہت مس کروں گی، زل آنسو صاف کر کے بولی، میرا
بچہ آپ کا بابا بھی آپ کو بہت مس کرے گے، ازبان
فورا بولا اور آپ کا بھائی بھی، ازبان زل کے سر پر بوسہ
دیا، ہم اپنی گڑیا سے ہر روز ملنے آیا کرے گے، کیوں پاشا
صاحب، ہاں بلکل ہم روز آیا کرے گے۔

ماہی عاصم کے سینے سے لگ کر بیٹھی تھی، سعدیہ بیگم اور
مسکان بیگم بھی پاس ہی بیٹھی تھی، ماہی میرے بچے چپ
کر جا، عاصم بول نا، ماہی میری گڑیا، میرا بچہ چپ کر جا،
تمہارا بھائی آئے گا نا ملنے، مام آپ تو چپ کرے، ماہی
آپ کو دیکھ کر اور رونے لگ جاتی ہے، ماہی چلو اپنے آنسو
صاف کرو، ہیزل ہے نا وہاں تمہارے پاس، ماہی نے

اثبات میں سر بلایا، اچھا میں آتا ہوں، زرا باہر دیکھ کر آتا ہوں۔ کہہ کر باہر نکل گیا۔۔

یار اب تو جانے دو چار گھنٹے سیٹج پر بیٹھ کر کمر اگڑ گئی ہے، اب ہمیں اپنی اپنی دو لہن کا دیدار تو کرنے دو، کاوش اور شاہ میر کب سے کھڑے آئزہ اور عابیرہ کی منتیں کر رہے تھے، ماہی اور زمل کو نکاح کے بعد سیٹج پر بھی نہیں لانے دیا گیا، ان دونوں کی وجہ سے یار، بالکل بھی نہیں ابھی تو آپ دونوں نے شرط بھی پوری کرنی ہے، تو بتاؤ نا جلدی شرط اپنی، ہم اپنی اپنی بیوی کو رخصت کروا کر لیں جا سکے، بہرام اپنے بھائیوں کی بے شرمی پر لب کاٹ کے

رہ گیا، عاصم جو سامنے سے آرہا تھا شاہ میر کی بات سن کر
مسکرا دیا، آئزہ فوراً بولی اللہ اللہ کتنے بے شرم ہے آپ
دونوں کاوش اور شاہ میر نے کندھے اچکائے جیسے کہنے چا
رہے ہو اس میں کوئی شک نہیں، اب بتاؤ گی بھی شرط کیا
ہے، کاوش ان دونوں کو گھور کر بولا، عابیرہ بولی بتا رہے،
ملازم کو بلایا، جو برتن دھونے آیا تھا، انکل ادھر آئے گا،
وہ فوراً ادھر آیا، انکل آپ کا نام کیا ہے، سب لوگ
حیرانگی سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے، اب کیا کرنے
والی ہے دونوں، جی بیٹا میرا نام بشیر الدین ہے، جی بشیر
انکل آپ یہاں برتن دھونے آئے ہے، جی بیٹا، ایسا

کرے آپ چلے جائے آپ کو آپ کی محنت کے سارے
پیسے ملے گے۔

پر بیٹا، انکل آپ فکر نہ کرے ہم نے برتن دھونے کے
لیے کسی اور کا انتظام کر لیا ہے، کاوش اور شاہ میر کو کچھ
گڑبھر کا احساس ہونے لگا، آئزہ انکل بشیر کو پیسے دو آئزہ
نے جلدی سے پانچ ہزار ہزار کے بیس نوٹ انکل کو
تھمائے، لیس انکل، بشیر الدین پیسے لیے اور شکریہ ادا کر
کے نکلا، چلے میرے پیارے دونوں لالا شرط تو آپ
لوگ سمجھ گئے ہو گے، آئزہ اور عابرہ ان دونوں کے طرف
گول گول گھومنے لگی، بہرام اور عاصم ان کی شرط سن کر

اپنی ہنسی کنٹرول کرنے لگے، ہیزل کرسی پر بیٹھی مسکرا
رہی تھی، کاوش اور شاہ میر اکٹھا بولے نو، نو ہم یہ نہیں
کرے گے، ہم برتن نہیں دھوئے گے، ہماری بھی کوئی
عزت ہے، میں تو بالکل نہیں برتن دھونے کا ارادہ رکھتا،
کاوش لالا سے پوچھ لو،

اور ہیلو میں تجھے برتن دھونے والا لگتا ہوں، میں بھی
بالکل نہیں دھونے والا، ٹھیک ہے پھر آپ دونوں اپنی
اپنی دو لہن سے ملنے کا ارادہ بھی ترک کر دے، کیوں
بھی، کیونکہ آپ بنا شرط پوری کیے ان سے نہیں مل
سکتے، عاصم اور بہرام بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنسے لگے،

کاوش اور شاہ میر نے ان دونوں کو گھور کر دیکھا، آثرہ
نے پیچھے مڑ کر دیکھا، جہاں عاصم کھڑا تھا، آثرہ کا دل
دھڑکنے لگا، عاصم نے کسی کی نظروں کی تپش خود پر
محسوس کی، تو سامنے دیکھنے لگا، آثرہ نے جلدی سے رخ
موڑ لیا، آثرہ کے رخ موڑنے پر گہرا مسکرایا۔

کاوش اور شاہ میر ہیزل کی طرف بڑھے، بھابھی میری
پیاری بھابھی آپ اپنی نندوں کو سمجھائے نا، اٹھی، کاوش
لالا عابیرہ کاوش کے نند کہنے پر غصے سے تپا ایک ہی نند
ہے، ہیزل کی وہ آثرہ ہے، میں نہیں عابیرہ بہرام کی

طرف دیکھ کر بولی، بہرام عابیرہ کی بات کی گہرائی سمجھ کر غصے سے مٹھیاں بونچ گیا، ہیزل نے غصے سے بہرام کی طرف دیکھا، بہرام نے ہیزل کے غصے سے دیکھنے پر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ کاوش لالا میں کچھ نہیں کر سکتی، ٹھیک کہہ رہی تھی، ہیزل بھابھی، پانچ منٹ ہے آپ کے پاس ہاں یا ناں ورت آپ دونوں زمل اور ماہی بھابھی سے نہیں مل سکتے، کاوش اور عاصم کو اب ہاں کرنا ہی پڑا، چلے پھر لگ جائے کام پر، ہم اپنی برائیڈ لز کو لیں کر جا رہے ہیں، ارے ایسے کیسے، شاہ میر فوراً بولا، کیونکہ آپ لوگوں کو دو تین گھنٹے لگ ہی جانے ہیں۔

میں اپنی معصوم بھابیوں کو تھکنے کے لیے یہاں ہرگز
چھوڑ کر نہیں جانے والی گڑیا کاوش نے معصوم سی شکل بنا
کر بولا، لالا یہ معصوم سی شکل مت بنائے آج آپ کو
شرط پوری کرنی ہی ہے، کہہ کر اندر چلی گئی، بہرام لالا
گاڑی نکالیں میں بھابیوں کو لیں کر آئی۔

حاکم خان اور عدنان صاحب ان سب سے مل کر گاڑی
میں بیٹھے، زرینہ بیگم اور عابیرہ زمل کے ساتھ گاڑی میں
بیٹھے، بہرام کی گاڑی میں ماہی کے ساتھ آئہ اور رانیہ
بیگم اور ہیزل تھی۔ ساری گاڑیاں حویلی کی طرف بڑھ
گئی۔ عاصم کاوش اور شاہ میر کو فلائینگ کس کرتے اپنی

گاڑی کی طرف بڑھا، کاوش نے دور سے ہی گلاس اٹھا کر
عاصم کی طرف پھینکا۔ کمینے سالے، منس لے تیرا بھی
ٹائم آئے گا، گن گن کر بدلے لوں گا۔

کچھ گھنٹوں میں کاوش اور شاہ میر حویلی داخل ہوئے،
سب اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے، تھے، ہائے کاوش
لالا اب زندگی میں کبھی بھی کسی کی شرط نہیں مانوں گا،
کاوش بھی منہ لٹکائے بولا، میں بھی، جیسے ہی اپنے کمرے
کی طرف بڑھے، عابیرہ کاوش کے کمرے کے دروازے
کے باہر کھڑی تھی اور آئہ شاہ میر کے، دونوں نے ایک

دوسرے کی طرف دیکھا، ان تینوں کے کمرے ایک
ساتھ ہی تھے، بہرام کا درمیان میں تھا، بہرام اور ہیزل
دروازے کے باہر کھڑے ان کو ہی دیکھ رہے تھے، شاہ
میر تھکاوٹ کے زیر اثر بولا اب کیا ہے، آئزہ نے ہاتھ
آگے کیا شاہ میر نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا، اوولالا
ہاتھ نہیں رکھنا پانچ لاکھ رکھے، اور اپنی دو لہن سے مل
لیں۔

گڑیا پانچ لاکھ کیوں یہ لو میر اساراوا تلت رکھ لو، بہرام
شاہ میر کی بے تابی پر گہرا مسکرایا، زمل نے جلدی سے

وائٹ لے کر راستہ چھوڑا، شاہ میر دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

کاوش لالا کیا سوچ رہے ہیں، کچھ نہیں لائے پانچ لاکھ اور جائے اپنی دو لہن کے پاس، او میں غریب بندہ ہوں، میرے پاس فضول پیسے نہیں ہے جو تم لوگوں پر اڑاؤں،

یہ لو ایک لاکھ، اور مجھے جانے دو، ایسے کیسے شاہ میر لالا نے دیے ہیں آپ کو بھی پانچ لاکھ ہی دینے ہو گے، کاوش کا بلند و باک قہقہہ لگانے لگا۔ ارے آئزہ گڑیا وائٹ کھول کر دیکھوں، کتنے پیسے ہیں، آئزہ نے وائٹ جلدی

سے کھولا، اور اس میں صرف ایک لاکھ ہی تھے، شاہ میر
لالا آپ نے اچھا نہیں کیا، آئزہ نے دروازے پر کلک
ماری، چلو ہٹو تم بھی پیچھے، کاوش عابیرہ کو پیچھے ہٹایا اور
اندر گھس گیا۔۔ بھرام اور ہیزل بھی ان کے غصے کو
دیکھتے اندر چلے گے۔

شاہ میر جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا، زمل اپنے قیامت
خنیز حسن کے ساتھ، بیڈ پر بیٹھی گھوگھٹ اڑائے ہوئے
تھی، زمل کاوش کے قدموں کی چاپ سنتے دھڑکنے شور
مچانے لگی، شاہ میر بیڈ کی طرف بڑھا، اور اس کے

نزدیکی بیٹھا، اور آرام سے اس کا گھوگھٹ پیچھے کیا، جیسے
ہی ڈوپٹہ ہٹایا، شاہ میر تو زل کے حسن میں ہی کھو گیا، جو
مہرون کلر کے لہنگے میں آسمان سے اتری ہوئی پری لگ
رہی تھی، زل نے شاہ میر آگے ہاتھ کیا پہلے میری من
دکھائی، پھر آپ دیکھیے گا۔ شاہ میر نے مسکرا کر ڈراڑ سے
ایک چھوٹی سی ریڈ کلر کی ڈبی نکالی اور زل کے آگے کی،
جس میں ہیرے کی انگوٹھی تھی،

واؤ۔۔۔۔۔ میر کتنی پیاری ہے۔ چلے اب پہنائے، زل
چہک کر بولی، شاہ میر زل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور
رنگ پہنائی، شاہ میر زل کے ہاتھ پر لب رکھے، اور کہا
میری کا کا سے کم پیاری ہے، یہ ہیرا تو تمہارے آگے بالکل

پھیکا ہے۔ شاہ میر کی بات پر زمل نے شرم سے سر جھکا لیا،

شاہ میر نے زمل کی کمر میں ہاتھ ڈال

کر قریب کیا، زمل کا چہرہ سرخ پڑ گیا، میر مجھے چینیج کرنا

ہے، میر کی جان میں ہوں نا میں چینیج کروادوں گا، شاہ میر

نے زمل کی گردن پر لب رکھے، میں آج بہت خوش

ہوں، آج شاہ میر خان مکمل ہو گیا، میری زمل مجھے مل

گئی، زمل پاشا اب زمل شاہ میر خان بن گئی،

زمل شاہ میر کے گال پر لب رکھ کر بولی،

آئی لو یو میر!

آئی لو یو ٹو! میر کی جان میر کی زندگی میں آنے کے لیے،
شاہ میر اسکے لبوں کو چوم کر بولا، زل نے شرم سے سر
جھکا لیا، شاہ میر زل کے سر جھکانے پر مسکرا دیا، اور زل
کا ڈوبٹہ سائید پر اتار کر رکھا، اور جوڑا کھولنے لگا، ساری
پیز اتار کر سائیڈ پر رکھی، کانوں کے جھمکے اتارنے لگا،
اور ساتھ ساتھ اس کے چہرے کے نقوش کو چومنے لگا۔
زل شاہ میر کے لمس کو محسوس کرنے لگی، میر کی جان
بہت خوبصورت ہو، میری سوچ سے بھی زیادہ آج میں
تمہیں اپنے لمس سے بتاؤں گا تم کتنی خوبصورت ہو، شاہ
میر نے زل کو بیڈ پر لیٹایا، میر اس تحفے کے لیے شکریہ
میر کی جان میں اتنا سادہ شکریہ وصول نہیں کروں گا،

مجھے اپنے طریقے سے شکریہ وصول کرنا ہے، شاہ میر ہلکا
ساہنستا ہوا بولا، میر کی جان اجازت ہے۔ شاہ میر اس کے
لبوں کو چومتے ہوئے بوجھل آواز میں بولا، زل ہاں میں
سر ہلاتے اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی، شاہ میر اپنی
شریک حیات کے سر ہلانے پر گہرا مسکرایا، اور اس کے
کندھے پر لب رکھے، زل نے اس کے سینے میں چہرہ
چھپاتے ہوئے گہرے سانس بھرے، شاہ میر نے زل کو
بیڈ پر لٹایا، اور سارا وزن اپنا اس نازک وجود پر ڈالا، زل کا
تو سانس ہی سینے میں اٹک گیا ہو، شاہ میر زل کی
پنکھڑیوں میں گرفت جماتے، شدت سے اس کی
سانسیں پینے لگا۔ زل نے شاہ میر کی شرٹ کو مٹھیوں

میں دبوچا، شاہ میر نے اپنے شرٹ اتار کر صوفے پر
اچھالی، زل کو مکمل طور پر کمبل میں لے کر غروب ہو
گیا۔ اور گزرتی رات کے ساتھ اپنی شدتیں لوٹانے لگا،
زل اس کی شدتوں کا جنون سہتے تڑپ اٹھی۔ میر جی میر
کی جان، شاہ میر نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولا، میر مجھے
نیند آرہی ہے، میر کی جان آج تو تمہیں نہیں سونے دوں
گا، آج تم اس خان کی شدتیں سہنے پڑے گی، شاہ میر
ایک دفعہ پھر اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔ گزرتی رات
کے ساتھ پھر سے شاہ میر کا جنون سہنے لگی۔

کاوش کمرے میں داخل ہوا اور آتے ہی بیڈ پر گر گیا، ماہی
تڑپ کر اس کے پاس آئی، کاوی آپ ٹھیک ہے، کاوش
اپنا ناک نام سن کر گہرا مسکرایا۔ اور ماہی کی طرف دیکھا،
جو مہرون اور گولڈن کا مدار لہنگے میں کوئی پری ہی معلوم
ہو رہی تھی، اور باریک ہونٹوں پر ریڈ لپسٹک لگائے، اور
بالوں کا جوڑا بنائیں، اور گرین آنکھیں تو واللہ جس پر پہلے
دن سے عشق ہو گیا تھا۔

کاوش ماہی کو سر پہے پیر تک بغور سے دیکھ کر بولا، ماشا
اللہ! میری شہزادی تو آج شہزادیوں کے حسن کو پیچھے
چھوڑ گئی، قیامت لگ گئی ہو، ماہی کا شرم سے چہرہ سرخ پڑ
گیا، کاوش نے ماہی کا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا، میری شر

میلی شہزادی کاوش نے ڈراڑ سے ایک پیارا سا پینڈیٹ
نکالا جس میں کاوش لکھا تھا، اور کاوش کے نام پر تین چار
ہیرے لگے تھے، کاوش نے پینڈیٹ ماہی کی طرف
بڑھایا، کاوی یہ تو بہت خوبصورت ہے۔ ماہی چھک کر بولی
پر میری شہزادی سے کم، کاوش نے آرام سے ماہی کی
گردن سے بھاری نیکلس سیٹ اتارا اور پینڈیٹ پہنایا،
اب پیارا لگ رہا ہے، میری شہزادی کی نیک پر، کاوش نے
ماہی کی گردن پر لب رکھے ماہی نے شرم سے کاوش کے
سینے میں چہرہ چھپا گیا، بیوی اب ایسے شرماتی رہو گی، تو
میں تو اور بہک جاؤں گا، کاوش ماہی کے جھوڑے کی پیز
کھولتے ہوئے بولا، شہزادی اجازت چاہتا ہوں،

تمہارے پور پور پر اپنے لمس۔ بے بتانا چاہتا ہوں
میریشہزادی کتنی پیاری لگ رہی ہے، بتانا چاہتا ہوں میں
اپنی شہزادی سے کتنا پیار کرتا ہوں، ماہی کاوش کی باتوں کو
سمجھتے ہوئے، سرخ پڑ گئی، اور صرف سر ہلایا کاوش نے
ماہی سر ہلانے پر اس کے ماتھے پر لب رکھے، کاوش نے
اپنی شرٹ اتار کر دور اچھالی ماہی کو گود میں بٹھایا، اور
شدت سے اس کی نازک پنکھڑیوں پر شدت۔ ڈھانے
لگا۔ ماہی نے اس کے سینے کے بالوں کو اپنی نازک
مٹھیوں میں لیا، اور کاوش کی تشنگی میں ساتھ دینے لگی،
کاوش ماہی کی حرکت پر گہرا مسکرایا، میری بولڈ نیس
بیوی، ماہی نے شرم سے سر جھکا لیا، کاوش نے ماہی کو بیڈ پر

لٹایا، اور اس پر جھک گیا، میری بولڈ نیس بیوی کیا ہوا،
کاوش نے ماہی کے پیٹ پر لب رکھے، ماہی نے اپنا سر تکیے
میں چھپا لیا، کیا ہوا بیوی، پہلے جیسی بولڈ نیس دکھاؤنا،
کاوش ماہی کو اپنے اوپر گراتے ہوئے بولا، ماہی اس کی
براؤن آنکھوں میں دیکھتے نفی میں سر ہلایا، کاوش نے
ماہی کے گرد اپنا حصار باندھا، اور بولا مجھے اپنی بیوی کا بولڈ
نیس ہونا بہت پسند آیا، کس می، بیوی ماہی نے نفی میں سر
ہلایا، کاوش کو پتا تھا۔

اس کی بیوی کا بولڈ نیس اتنا ہی تھا، کاوش نے ایک ہی
جھٹکے سے ماہی کو خود کے نیچے کیا، اور سارا وزن ماہی کا
سانس جیسے سہی ہوا کاوش اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے

پیالے میں بھر کر تڑپ کر بولا ماہی میری جان تم ٹھیک ہو
، ماہی نے کاوش کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر بولی، میں
ٹھیک ہوں کاوی، کاوش نے گہرا سانس ہوا میں خارج
کیا۔ اور ماہی کی گردن پر جاب لمس چھوڑنے لگا، کاوش
بلکل ایک پھول کی طرح ماہی کو چھو رہا تھا۔ رات کے
گہرے سائے میں کاوش کی شدتیں بڑھتی گئی، ماہی کاوش
کی شدتوں کو سہتے ہوئے کاوش کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔
کاوش ماہی کو شدت سے اپنے حصار میں لیتا آنکھیں موند
گیا۔۔۔

بہرام خان بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے سگریٹ کے
گہرے کش لیں رہا تھا۔ ہیزل کی ناراضگی برداشت نہیں
ہو رہی تھی۔ ہیزل فریش ہو کر باہر آئی، اور بالوں کا بلکا
ساجوڑا بنا کر بیڈ کی دوسری سائیڈ پر آکر لیٹ گئی۔ بہرام
نے سگریٹ کو انگلی کی پوروں سے ملا، اور ہیزل کو کھینچ
کر اپنے سینے سے لگایا، ہیزل اس اچانک افتاد میں بوکھلا
کر رہ گئی،

خان! ہیزل نے بہرام کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دور کرنا
چاہا، بہرام اور شدت سے خود میں بو نچا، ہیزل کو اپنی کمر
ٹوٹتی محسوس ہوئی۔ خان! چھوڑے مجھے ہیزل ہیریانی
چیچنی ہیزل کے چیچنے پر بہرام نے اسے تکیے پر گراتا

اور خود اس پر سایہ فگن ہوا، بہرام نے اپنا سارا وزن
ہیزل کے اوپر ڈالا، ہیزل کو اپنا سانس بند ہوتا ہوا
محسوس ہوا، بہرام اس کے کان کی لو کو دانتوں تلے دبا کر
بولا، ذرا مجھے بھی پتہ چلے میری جاناں مجھ سے کیوں
ناراض ہے، کل سے دیکھ رہا ہوں۔ ہیزل بھیگی آنکھوں
سے بولی، میری کیا مجال میں آپ سے ناراض ہوں، میں
تھوڑی نا آپ کی من پسند بیوی ہوں،

ونی میں آئی ہوئی لڑکی کبھی ناراضگی کا اظہار نہیں کرتی،
بہرام ہیزل کی بات پر مٹھیوں کو دبوچا، اور غصے سے
ہیزل کی گرے آنکھوں میں اپنی سرخ نیلی آنکھیں

گاڑھی۔ اپنی محبت کا یقین دلایا، مانا کے میں نے بہت بڑی
غلطی کی ہے، غلطی نہیں گناہ کیا ہے، کوئی بھی عورت
ہوتی برداشت نہیں کر پاتی، وہ اس کے سامنے معافی بھی
مانگ چکا تھا، پر اس کی جاناں کا دل جیسے پتھر ہو گیا تھا۔
معاف کرنے کو تیار نہیں،

خان! مجھے نیند آرہی ہے چھوڑے مجھے، اور جائے آپ
اپنی سو کولڈ کزن کے پاس بہرام کو اب سمجھ میں آیا۔
اس کی خاناں اس سے کیوں ناراض ہے، اچھا، میری جان
جیلس ہو رہی ہے۔ میں کیوں جیلس ہونے لگی، جس کے
پاس مرضی جائے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دیکھ لو خاناں

اگر میں اس کے پاس چلا گیا، تو شکل دیکھنے کو ترسوں گی،
ویسے بھی مورے میری دوسری شادی کروانے کا سوچ
رہی ہے، وہ بھی عابیرہ کے ساتھ،

مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، آپ دوسری شادی کرے یا
تیری آپ کی مورے مجھے اس دن تھرمار کر میری
اوقات بتادی تھی، بہرام نے ہیزل کی تھپڑ والی بات پر
غصے سے بیڈ کراؤن پر مکادے مارا، ہیزل بہرام کو خود
سے دور دھکیلا، اور خود دوسری طرف چھرہ کر کے لیٹ
گئی، آنسو موتیوں کی صورت میں بہنے لگے۔

اس دشمن جا کے منہ سے دوسری شادی کے الفاظ سن کر
دل کے کئی ٹکڑے ہوئے، بہرام نے ہیزل کے سکیوں
لیتے وجود کو دیکھا، اور جلدی سے ہیزل کے پیٹ پر ہاتھ
رکھ کر خود کے ساتھ لگایا، جاناں یار میں مزاق کر رہا تھا،
بہرام کو ہیزل کا رونا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ بہرام نے
ہیزل کو سیدھا کیا اور خود اس کے اوپر جھک کر ہیزل کے
لبوں کو اپنے لبوں میں قید کر لیا، ہیزل کی مانوسینے میں ہی
سانس اٹک گئی۔ تمہارا خان مر سکتا ہے، پر کسی دوسری
عورت کا نہیں سوچ سکتا، جس دن سوچا اس دن میں خود
اپنے سینے میں گولیاں اتاروں گا۔ اور نا ہی تمہیں خود سے
دور کروں گا۔ تمہاری ان خوبصورت آنکھوں میں آنسو

نہیں برداشت کر سکتا۔ بہرام ہیزل کے نقوش کو ایک
ایک کر کے اپنے لبوں سے چھونے لگا، ہیزل نے دور کرنا
چاہا بہرام اس کے ہاتھوں کو تکیے پر پن کر گیا، اور گردن
پر جا بجا نشان دینے لگا، ہیزل کی سسکیاں کمرے میں
گوخنے لگی۔ بہرام ہیزل کے ہونٹوں شدت سے اپنے
لبوں میں لیا، بہرام نے ہیزل کے نچلے ہونٹ پر شدت
سے دانت گھاڑے ہیزل تڑپ کر رہ گئی، بہرام ہونٹوں
سے سفر طے کرتا گردن پر آیا، اور ایک ہاتھ بے باکی
سے پیٹ پر سرایت کرنے لگا، بہرام نے جھک کر ہیزل
کے پیٹ پر لب رکھے، ہیزل نے بہرام کے بالوں میں

انگلیاں پھیری، بہرام ہلکا سا مسکرا کر ہیزل کی طرف
دیکھنے لگا، ہیزل نے شرم سے چہرہ جھکا لیا۔۔

بہرام ہیزل کو لے کر مکمل طور پر بلیںکیٹ میں لے کر
غروب ہو گیا، بڑھتی رات کے ساتھ بہرام کی بے باکیاں
بڑھنے لگی ہیزل نے مکمل طور پر پر: خود خود کو کو
بہرام کے حوالے کر دیا۔ کچھ دیر میں بہرام اپنی تشنگی
مٹا کر سیدھا ہو کر لیٹ گیا، اور ہیزل کا سر اپنے سینے پر
رکھا، اور آنکھیں موند لی ہیزل نے تھوڑی

دیر کے بعد پر پکارا، خان! جی خان کی جان! آپ مجھ سے
محبت کرتے ہے، بہرام ہلکا سا

مسکرایا، یہ خان تم سے محبت نہیں عشق کرتا ہے۔ اور
اس کا ثبوت تم تھوڑی دیر پہلے دیکھ چکی ہو۔ اگر تم کہتی ہو
تو دوبارہ کنٹینیو کر سکتا ہوں، مجھے کوئی اعتراض نہیں،
ہیزل نے شرم سے بہرام کے سینے میں سر چھپا لیا اور
آنکھیں موند لی۔۔۔۔۔

صبح کی روشنی نے زندگی کا نیا استقبال کیا۔ شاہ میر نے
آنکھیں کھول کر دیکھا۔ زمل شاہ میر کے ساتھ لیٹ کر
سو رہی تھی۔ شاہ میر نے مسکرا کر زمل کے بالوں پر لب
رکھے، دروازے پر دستک ہوئی، آئزہ اونچی آواز سے
بولی، لالا 11 بج رہے ہیں، داجی نے بلایا ہے، آپ کو شاہ

میر نے آئزہ کی آواز سن کر کلاک کی طرف دیکھا جہاں
11 بج رہے تھے، اچھا گڑیا آرہے ہے۔

آئزہ شاہ میر کی آواز سن کر نیچے بڑھ گئی۔ زل میر اکا کا
اٹھ جاؤ، میر سونے دے، ابھی تو آٹھ بجے سوئے تھے۔
میری جان تم ہو ہی اتنی پیاری شاہ میر نے شدت سے
زل کے لبوں کو چوما۔ میر ادل ہی نہیں بھر رہا، ویسے بھی
رات کو میں نے تھوڑا ہی پیار کیا تھا، زل فوراً اٹھ کر
بیٹھی، اسے تھوڑا پیار کہتے ہے، زل اپنی گردن دھکا کر
بولی، شاہ میر قہقہہ لگا کر ہسا، میر اکا کا یہ تو ٹریلر ہے، اب تو
ساری عمر میری شدتیں سہنی پڑے گی۔ زل نے گھور کر

دیکھا جان من ایسے نادیکھو میری نیت خراب کر رہی
میری شرٹ پہن کر، آپ کی نیت ویسے بھی خراب ہے،
اچھا پھر اجازت، زلزلہ فوراً بولی کس کی، میرا معصوم کا کا
پیار کرنے کی، پلیز میر نہیں، کیوں جان شاہ میر، مجھے درد
ہو رہا ہے، نہیں ہوتا میر کی جان! ویسے بھی ولیمہ کینسل
کر دیتے ہے، تم میری باہوں میں ہی رہو۔ اس پہلے شاہ
میر زلزلہ کو پکڑتا، زلزلہ فوراً بیڈ سے اٹھی اور واش روم میں
بند ہو گئی، پیچھے سے شاہ میر کا قہقہہ گونجا۔ شاہ میر بھی اٹھا
الماری سے کپڑے نکالے ساتھ سامنے والے روم میں
چلا گیا۔

ماہی فریش ہو کر ڈریسنگ کے سامنے کھڑی کاوش کے
دیے ہوئے نشانوں کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی، کاوش
صبح بھی اٹھ کر چلا گیا تھا، آئرہ دروازہ کھول کر اندر داخل
ہوئی۔ ماہی کو مسکراتے ہوئے دیکھا، واہ بھابھی اکیلے
اکیلے ہی مسکرا رہی ہے، ماہی آئرہ کی آواز سن کر فوراً
ڈوبٹہ اٹھا کر لیا، آئرہ سب دیکھ چکی تھی، کاوش کے دیے
ہوئے نشانوں کو بڑی پیاری لگ رہی ہے، ماہی نے مسکرا
کر سر جھکا لیا، ارے بھابھی بعد میں شرمانا وانا ابھی فلحال
ناشتہ کر لے، کاوش لالانے بولا تھا، ماہی کو ناشتہ دے
آئے، سب نے کر لیا ہے، آپ کے لالانے کر لیا۔ جی وہ
ان کے کچھ دوست آئے تھے، انہی کے ساتھ، ماہی کے

موبائل کی رنگ بھی، ماہی نے اپنے بھائی کا نمبر دیکھ کر
فورا کال ریسیو کی۔ السلام وعلیکم! بھائی وعلیکم السلام! کیسی
ہے میری گڑیا، آترہ عاصم کی آواز سن ماہی کی طرف
دیکھنے لگی، میں ٹھیک ہوں بھائی گڑیا ہم نے ناشتہ لے کر
آنا تھا، پر آپ کے سرالیوں نے منا کر دیا، آترہ فورا
بولی ہمیں فضول رسمیں نہیں پسند دوسری طرف عاصم
آترہ کی آواز سن کر گہرا مسکرایا، بھابھی آپ ناشتہ کر کے
آجائے گا۔ پارلروالی آگئی ہے، ٹھیک ہے گڑیا ماہی آترہ کا
گال کھینچ کر بولی عاصم فورا بولا، ماہی اب یہ گڑیا نہیں آپ
کی بھابھی ہے، آپ نے آترہ سے بھابھی کو بولنا ہے،
آترہ شرم سے سرخ ہو گئی کوئی ضرورت نہیں بھابھی

آپ مجھے گڑیا ہی بولانا، کہہ کر باہر بھاگ گئی۔ عاصم آترہ
کی بات پر قہقہہ لگا کر ہنسا، بھائی میں بعد میں بات کروں
گی۔ کہہ کر موبائل رکھ دیا۔ اب ناشتہ کر کے باہر جانے
کا ارادہ کیا، کاوش کو تو بالکل نہیں معاف کروں گی،
میرے بنا ہی ناشتہ کر لیا۔

زرینہ بیگم اور رانیہ بیگم لاؤنج میں بیٹھی، عابیرہ بیٹا جاؤ
تیار ہو، ولیمے کی ساری اریجمنٹ ہو گی ہے، مہمانوں نے
اب آنا شروع ہو جانا ہے، جی مام! زرینہ بیگم نے عابیرہ کو
پکارا بیٹا زمل اور ماہی کو بھی دیکھانا، جی ممانی جان پارلر
والی ان کو تیار کر رہی ہے، کہہ کر اوپر چلی گئی، زرینہ

دیکھو ہم مانتے ہے، تم عابیرہ کو اپنا بہو بنانا چاہتا تھا، مگر
اب ہیزل تیری بہو ہے، وہ بہت معصوم ہے، رانیہ میں
اسے اپنی بہو نہیں مانتی، جب جب وہ میرے سامنے آتی
ہے، مجھے میرا دامیار یاد آ جاتا ہے، اور تم اس کی طرف
داری کرنا بند کرو، زرمینہ بیگم غصے سے اٹھ کر اپنے
کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

ماشاء اللہ میری دونوں بھابھیاں کتنی پیاری لگ رہی ہے،
ہیزل نے بھی ان دونوں کا پیار سے ماتھا چوما عابیرہ ان
تینوں کا پیار دیکھ کر جل اٹھی، ہیزل بولی واقعے میں بہت
پیاری لگ رہی ہے، زمل اور ماہی نے گرے کلر کی کا مدار

میلیسی زیب تن کی ہوئی تھی، دونوں کے بال کڑل کر کے
آگے کی طرف چھوڑ رکھے تھے، سلور کلر کرہا کا نفیس
جیولری سیٹ جس کے اوپر چھوٹے چھوٹے ہیرے لگے
تھے، دونوں ہی نظر لگ جانے تک پیاری لگ رہی تھی۔
عابیرہ، ہیزل، آئزہ بھی کسی سے کم نہیں لگ رہی تھی،
انہوں نے تینوں نے ساڑھیاں پہنی تھی، اور بال کھلے
چھوڑ رکھے تھے۔ رانیہ اندر داخل ہوئی ماشا اللہ آج تو
سب چودھویں کے چاند کی طرح چھپاری لگ رہی ہے، ماہی
اور زمل کا ماتھا چوما۔ ہیزل بیٹی ان کو نیچے لے آؤ مہمان
آگے ہے، ٹھیک ہے رانیہ پھوپھو، عابیرہ ان سب کو گھور

کر کمرے سے نکل گئی ہیزل اور آئزہ زمل اور ماہی کو باہر
لے کر بڑھی۔

ولیمے کا سارا انتظام حویلی کے لان ایریا میں کیا گیا تھا۔
ہیزل اور آئزہ ان دونوں کو سیٹیج کی طرف لے کر بڑھی،
شاہ میر اور کاوش ان دونوں کو دیکھ کر اپنی اپنی جگہ سے
اٹھے، اور ہاتھ آگے کیا، زمل اور ماہی نے مسکرا کر اپنا
ہاتھ ان کے ہاتھوں میں رکھا، اور اوپر آئی شاہ میر نے
زمل کو آرام سے صوفے پر بٹھایا اور خود بھی ساتھ بیٹھ
گیا، کاوش اور ماہی دوسرے صوفے پر بیٹھے ماشا اللہ میری
شہزادی تو ساتھوں آسمانوں کی حور لگ رہی ہے، کاوش

نے ماہی کے ہاتھ پر لب رکھے، ماہی نے شرم سے سر جھکا
لیا، سعدیہ بیگم سیٹج پر آئی، ماہی اٹھ کر اپنی مام کے گلے
لگی، کیسا ہے میرا بچہ مام میں ٹھیک ہوں، کاوش نے
سعدیہ بیگم کو سلام کیا، سعدیہ نے کاوش کا ماتھے پر بوسہ
دیا۔ اور ہمیشہ خوش رہنے کی دعا دی۔ سعدیہ نے شاہ میر
اور زمل کا بھی ماتھا چوما اور نیچے بڑھ گئی، باری باری سب
آکر ملے اور ان چاروں کو بہت سی دعائیں دی۔

سلطان پاشا اپنی بیٹی کو اپنے حصار میں لیں کر بیٹھے تھے،
سرجی چھوڑ دے میری بیوی کو، بلکل برداشت نہیں ہو
رہا، آپ کا چھونا، شاہ میر نے کھینچ کر زمل کو اپنے حصار

میں لیا، سلطان پاشا شاہ میر کو دیکھ کر مسکرا دیے، زل
نے گھور کر شاہ میر کو دیکھا۔ ازبان زل کی طرف بڑھا،
بھائی زل ازبان کو دیکھ کر اس کے سینے سے لگی، شاہ میر
سلطان پاشا کو گھور کر بولا،

آپ کم تھے، جو بناؤ نلوڈ کیے زل کا بھائی آٹپکا۔ سلطان
پاشا شاہ میر کی بات پر غصے سے سرخ پڑھ گے، بہرام اور
عاصم جو سیٹج کی طرف آرہے تھے، عاصم کی بات پر قہقہہ
لگا کر ہنسنے، کاوش بولا کمینے زبان بند نہیں ہوتی، لا لا ٹھیک
تو کہہ رہا ہوں، باپ کم تھا میری بیوی سے چپکنے کے لیے
اب بناؤ نلوڈ کیا ہوا بھائی بھی آٹپکا، دیکھے زرا کیسے چپک

کر کھڑے ہیں، سالے صاحب ہمیں بھی دیکھ لے ازبان
مسکرا کر شاہ میر کے گلے لگا۔

ازبان ماہی کو دیکھ کر بولا کیسی ہو ماہی، ٹھیک ہوں ازبان،
مجھے یقین نہیں ہو رہا تم زل کے بھائی نکلو گے۔ مجھے بھی
یقین نہیں ہو رہا آپ کاوش سر کی گرل فرینڈ مطلب
بیوی نکلے گی، کاوش نے ازبان کے کندھے پر ہاتھ رکھا
اور کہا اب کر لو یقین، عاصم نے ماہی کو سینے سے لگایا، اور
نظریں کسی کو ڈھونڈنے میں لگی تھی، بہرام کی بھی
نظریں کب سے ہیزل کو تلاش کر رہی تھی، اور وہ
دونوں ہی سامنے سے چل کر آرہی تھی، عاصم کی نظریں

وہی جم گئی، جو مہرون کلر کی ساڑھی زیب تن کیے ہوئے
اپنی ہی دھن پر سیٹج کی طرف بڑھ رہی تھی، ہیزل
بہرام کو دیکھ کر وہی رک گئی، بہرام نے ہیزل کو سر سے
پاؤں تک دیکھا، جو بلیک ساڑھی میں کوئی اپسرا معلوم ہو
رہی تھی۔ ہیزل کو وہی کھڑے ہوتے دیکھ کر آئرہ نے
پکارا اور بھا بھی، میں اپنا موبائل بھول گئی، میں آتی ہوں،
آپ چلے کہہ کر اندر کی طرف بڑھ گئی، عاصم آئرہ کو
اندر جاتے دیکھ کر جلدی سے آئرہ کی طرف بڑھا۔

بہرام بیٹا مہمانوں کو کھانا کھلا دو یا وہی بیٹھے باتیں کرتے
رہنا ہے، حاکم خان سب کو دیکھ کر بولے جی داجی! تھوڑی

دیر میں مہمانوں کے آگے، مختلف طرح کی ڈیشیز پیش کی گئی۔۔۔ عدنان صاحب حاکم کے پاس ہی بیٹھے تھے، اور ضرغام بھی، بیٹا ضرغام کیا ہوا کوئی پریشانی ہے، نہیں ماموں جی کوئی پریشانی نہیں، میں آتا ہوں کہہ کر باہر بڑھ گیا۔

آئره اپنے کمرے کی طرف بڑھی، کمرے میں قدم رکھا فل اندھیرا تھا، یہ کیسے ہو سکتا ہے میں تو لائٹ اون کر کے گئی تھی، یہ کیسے بند ہو گئی۔ آئره ابھی لائٹ اون کرتی آگے بڑھتی، کسی نے آئره کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا، آئره

چیخ اٹھی، آئزہ نے اس کو دور دھکیلا اور جلدی سے لائٹ
اون کی، سامنے بلیک ماکس میں کسی آدمی کو دیکھ کر چیخ
اٹھی، اس آدمی نے آئزہ کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ مارا،
آئزہ دیوار کے ساتھ جا لگی، اور ہونٹ سے خون بہنے لگا۔
عاصم آئزہ کی چیخ سن کر جلدی سے کمرے کی طرف
بڑھا۔

اس آدمی نے جلدی سے دروازے کو لاک کیا، اور آئزہ
کے پاس بیٹھا، اگر تمہاری آواز نکلی تو یہی گولی مار دوں
گا۔

آئزہ ڈر کر دیوار میں سمانے لگی، عاصم نے بند دروازہ دیکھ
کر آئزہ کو پکارا، وہ آدمی اس آواز کو بہت اچھی طرح

پہچانتا تھا۔ شٹ یار! اس آدمی نے آئزہ کے پاس دیوار پر
مکادے مارا، آئزہ چیخ اٹھی، خبردار تمہاری آواز نکلی،
ابھی تو جارہا ہوں پر نسر پھر آؤ گا۔ آئزہ دروازہ کھولو،
عاصم مسلسل آوازیں لگا رہا تھا۔ اس آدمی نے آئزہ کا
ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا، آئزہ نے ایک جھٹکے سے اپنا
ہاتھ چھڑوایا، آئزہ پہچان گئی تھی۔ پیچھے ہے حیوان ابھی تو
جارہا ہوں، پھر آؤں گا، اس دفعہ کنگ تمہیں اپنے ساتھ
ہی لے کر جائے گا، کہہ کر کھڑکی سے نکل گیا۔ آئزہ نے
اٹھ کر دروازہ کھولا اور عاصم کے سینے سے لگ گئی،

مائے لیڈی کیا ہوا، عاصم نے آئزہ کا چہرہ اپنے سامنے
کیا۔ آئزہ کے چہرے تھپڑ کا نشان اور ہونٹ سے خون
نکلتے دیکھ کر حیران ہوا اور آئزہ کو کمرے میں لے کر
داخل ہوا، آئزہ یہ کیا ہوا کس نے کیا ہے، کون تھا
تمہارے کمرے میں شاہ! وہ اس۔۔۔ نے۔۔۔ مجھے
۔۔۔ تھپڑ۔۔۔ مارا۔۔۔ کس نے آئزہ مجھے بتاؤ،
عاصم نے پورا کمرہ چیک کیا اور کھڑکی کو کھلی دیکھا، آئزہ
کون تھا وہ شاہ! وہ مجھے لے جائے گا، وہ پھر آئے گا، آئزہ
عاصم کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے
لگی۔۔۔ عاصم سمجھ گیا تھا۔ عاصم نے جلدی سے احمد کو کال
ملائی، جو ایک ہی رنگ میں اٹھالی گئی، عاصم غصے سے

چلایا، جان حویلی سے کنگ نکلا ہے، اس دفعہ وہ ہاتھ سے
نہیں نکلنا چاہیے ورنہ تم زندہ نہیں بچو گے، ڈھونڈو کہاں
گیا ہے، کہہ کر موبائل پوکٹ میں ڈالا، مائے لیڈی! کچھ
نہیں ہو گا تمہارا شاہ ہے نا تمہارے ساتھ آئزہ کے گال پر
تھپڑ والی جگہ پر لب رکھے، آئزہ اور شدت سے عاصم کے
ساتھ لیٹی، عاصم نے آئزہ کے گرد اور حصار تنگ کیا۔
بھرام، کاوش شاہ میر عاصم کے چلانے کی آواز سن کر
کمرے میں داخل ہوئے، اور سب بھی، لالا آئزہ بھرام
کو دیکھ کر اس کے سینے سے لگی شاہ میر نے آئزہ کے گال
پر ہاتھ رکھا یہ کس نے کیا گڑیا، عاصم اٹھ کر ان کو پاس
آیا، کنگ آیا تھا، وہ تینوں کنگ کا نام سن کر غصے سے لال

ہو گے، حاکم خان کنگ کا نام سن کر، غصے سے بولے اس
کا اتنی ہمت ہمارا حویلی میں گھسنے کی، عدنان صاحب اور
حاکم خان کو اسلام آباد کے سارے واقعے کی خبر ہو گئی
تھی، شاہ میر نے ان کو فون پر بتا دیا تھا۔

داجی ریلیکس ہو جائے، شاہ میر بیٹا مہمانوں کو رخصت کر
کے آؤ، گڑیا کچھ نہیں ہوا، ہم ہے مناسب

تمہارے ساتھ حاکم خان نے اپنی جان سے پیاری پوتی
کے ماتھے پر بوسہ دیا، بہرام اس آدمی کو مت چھوڑنا اس
کی وجہ سے ہمارا پوتی تکلیف میں رہا، داجی بے فکر ہو
جائے، ہم سب دیکھ لے گے، عاصم آئزہ کو ایک نظر
دیکھتا کاوش کو اپنے ساتھ چلنے کا کہہ کر باہر نکل گیا۔۔۔



آئزہ بس کرو میری بچی اور کتاروئے گی، آئزہ زرینہ بیگم
کے سینے سے لگ کر اور رونے لگی۔ سب لوگ وہاں ہی
تھے۔ مہمانوں کو رخصت کر دیا گیا تھا۔ آئزہ میری گڑیا
کچھ نہیں ہو گا۔ ہمارے ہوتے ہوئے کوئی بھی تمہیں
کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ بہرام آئزہ کو اپنے حصار میں
لیں کر بولا لا لا وہ مجھے لیں جائے گا، میں مرجاؤں گی لا لا
پر اس کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔
گڑیا ایسی باتیں نہیں کرتے اور کوئی تمہیں یہاں سے لے
کر نہیں جاسکتا۔ چلو اٹھو فریش ہو جاؤ، پھر آرام کرو

رانی پھوپھو آپ مورے کو لیں جائے ٹھیک ہے بہرام
رانیہ زرمینہ بیگم کو کمرے سے لیں کر نکل گئی۔ ہیزل،
اور زمل بھی آئزہ کو پیار کر کے باہر نکل گئی۔ بہرام لالا
میں رک جاتی ہوں آئزہ کے پاس ماہی نم آواز میں بولی!
ٹھیک ہے بہرام ماہی کے سر پر ہاتھ رکھ کر باہر نکل گیا۔
ماہی وہی آئزہ کے پاس بیٹھ گئی۔ آئزہ میں جانتی تم کس
کنڈیشن سے گزر رہی ہو۔ میں بھی ایک ایسے ہی حادثے
کا شکار ہوئی تھی۔ ماہی آنکھوں میں آنسو لیے بولی! بھا
بھی میں جانتی ہوں آپ کے ساتھ بھی اس حیوان نے
بڑا کیا ہے۔ مجھے اس سے بہت ڈر لگتا ہے۔ میں آپ کے

جتنی بہادر نہیں بن سکتی آئزہ ماہی کے ساتھ لگ کر
پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ آئزہ بس چپ کچھ نہیں ہو گا۔
عاصم بھائی کچھ غلط نہیں ہونے دے گے تمہارے ساتھ
تم اب بھائی کی منکوحہ ہو۔ بھائی تمہیں لے کر بہت
پوزیسیو ہے۔ چلو اٹھو فریش ہو جاؤ میں یہاں ہی بیٹھی
ہوں۔ آئزہ جلدی سے اٹھی فریش ہونے چلی گئی۔

عاصم اس دفعہ تو کنگ ہماری حویلی میں گھس گیا۔ کاوش
نم آواز سے بولا تم فکرنا کرو عاصم شاہ کے ہوتے ہوئے
کوئی آئزہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ مجھے یقین ہے تم ہماری بہن
کا ہم سے بھی زیادہ خیال رکھو گے۔ عاصم نے موبائل

نکالا اور بالاج کو کال ملائی جو ایک ہی رنگ میں اٹھالی گئی۔

ہاں بالاج کہاں ہو۔ عاصم میں جنگل میں ہوں یہاں ہر طرف دیکھ لیا کنگ نہیں ملا، عاصم غصے سے چلایا، تم اکیلے جنگل میں کیا کر رہے ہو۔ پتہ ہے وہاں جنگل میں جنگلی

جانور ہوتے ہیں، عاصم یار اکیلا تھوڑی ہوں میرے ساتھ شاہ میر اور گارڈز ہے۔ عاصم اور کاوش نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ شاہ میر کب آیا تمہارے ساتھ بالاج دوسری طرف شاہ میر بولا تم لوگوں نے کون

سالے کر آنا تھا تو میں بالاج کے ساتھ آگیا اچھا ٹھیک ہے۔ اگر کوئی سراغ ملے انفارم کر دینا کہہ کر کال بند کر دی۔ اور گاڑی فارم ہاؤس کی طرف لی۔ اس دفعہ کنگ

کو ہاتھ سے جانے نہیں دوں گا۔ عاصم نے غصے سے ڈیش
بورڈ پر مکارا۔

ہیزل فریش ہو کر باہر نکلی بہرام بیڈ پر لیٹا اپنی انگلیوں
سے سر مسل رہا تھا۔ ہیزل بہرام کے پاس آئی۔ خان
میں دبا دوں۔ بہرام ہیزل کی آواز پر آنکھیں کھولی۔ اور
مسکرا کر بولا میری جاناں کو کب سے میری فکر ہونے
لگی۔ میں آپ کی فکر نہیں کر رہی بس آپ کو یوں سر
ملتے دیکھ کر بول دیا۔ اچھا جی! بہرام نے ہیزل کو ایک ہی

جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا۔ ہیزل سیدھا بہرام کے سینے
میں آکر سمائی بہرام نے اس کے بالوں کی خوشبو کو اپنے
اندر اتارا۔ اور کان کی لو پر دانت گھاڑے ہیزل کی کی
گلے میں ہی اٹک گئی۔ بہرام نے ہیزل کو ایک ہی جھٹکے
سے اپنے نیچے کیا اور خود اس پر سایہ فلگن ہو گیا۔ ہیزل بو
جھل آواز میں بولی! کیا کرنے لگے ہیں آپ تمہارے
خان کے رومنٹیک جراثیم جاگ اٹھے ہیں۔

پیار کرنے لگا ہوں۔ پر مجھے پیار نہیں کرنا، تو نا کرو پیار
کرنے کے لیے میں ہی کافی ہوں۔ اور تم صرف میری
قربت میں سسکیاں بڑوں گی۔

پیچھے ہٹے آپ کے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے۔
بلکل نہیں اب تو ایک راوند لگا کر ہی پیچھے ہٹوں گا۔
بہرام نے ہیزل کی گردن پر دانت گھاڑے۔ ہیزل کی
ابھی چیخ نکلتی بہرام ہونٹوں پر جھک گیا۔ اور شدت سے
نچلے ہونٹ کو اپنے دانتوں سے کھینچا۔ ہیزل تڑپ اٹھی۔
میری جان تم میرا جنون بنتی جا رہی ہو۔ شدت سے عشق
ہو گیا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی تمہارا بھائی قاتل ہے
میرے لالا کا۔ ہیزل کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔
تمہارے ان آنسوؤں کی وجہ سے ڈرتے ہوں۔ جو تم ہر
وقت بہاتی رہتی ہوں۔ یہ جنون بڑھتا ہی جا رہا ہے
تمہارے بناسانس لینا بھی مشکل ہو جاتا ہے، یہ جنون، یہ

عشق میری جان ہی لے کر چھوڑے گا۔ ہیزل نے فوراً
بہرام کے منہ پر ہاتھ رکھا، خان آپ کو کچھ ہو گیا ہیزل
بھی مر جائے گی۔ ہیزل نے بہرام کے گرد بازو حائل
کیے۔ بہرام ہیزل کے اندر تبدیلی محسوس کر کے گہرا
مسکرایا۔

بہرام نے ہیزل کو اپنے اوپر کیا، تمہارا یہ خان تمہیں کچھ
نہیں ہونے دے گا۔ ہیزل نے بہرام کی نیلی آنکھوں
میں دیکھ کر بولی، پر میں آپ کو، معاف نہیں کروں گی،
بہرام نے مسکرا کر ہیزل کے گال پر لب رکھے بہرام
محسوس کر رہا تھا اس کی جاناں اسے لیں کر پوزیسیو ہو رہی

ہے پر جتنا نہیں چاہتی۔ ہیزل بہرام کے سینے پر سر رکھ
کر بولی میں آترہ کے پاس چلی جاؤ خان۔۔۔۔۔

خاناں ماہی ہے اس کے پاس تم بعد میں چلی جانا۔ اچھا میں
باہر جا رہا ہوں رات کو تیار رہنا میری جنون بھری قربت
سہنے کے لیے، ہیزل کو خود سے الگ کر کے بولا! اور باہر
نکل گیا۔۔

آئزہ بیڈ پر لیٹی سونے کی کوشش کر رہی تھی پر اسے نیند
نہیں آرہی تھی۔ دل بے چین ہو رہا تھا۔ کیا ہوا آئزہ ماہی
اس کے پاس بیٹھی بولی! کچھ نہیں بھا بھی دل بے چین ہو
رہا ہے، جیسے کچھ بڑا ہونے والا ہے، ماہی آئزہ کی بات سن
کر خود بے چین ہونے لگی۔ ماہی نے کھڑکی کی طرف
دیکھا جہاں کسی کا سایہ نظر آرہا تھا۔ آئزہ وہاں کوئی ہے۔
آئزہ نے چونک کر کھڑکی کی طرف دیکھا آئزہ اب رونے
لگی۔ آئزہ ریلیکس میں دیکھتی ہوں۔ ماہی کھڑکی کی طرف
بڑھی اور تھوڑی سی کھڑکی کھول کر باہر دیکھنا چاہا، کہ کسی
نے اچانک ماہی کی گردن کو دبو چا اور اندر داخل ہوا،
آئزہ کی چیخ کمرے میں گونجی، ماہی کا سانس بند ہونے لگا،

اس آدمی نے ماکس اتارا اور کسی کو اندر آنے کا اشارہ
کیا۔ آئزہ اور ماہی کنگ کو اپنے سامنے دیکھ کر سہی معنوں
میں پریشان ہوئی، چھوڑوں مجھے گھٹیا انسان، اور تم بھی
یہاں کنگ ماہی کے چہرے پر پھونک مار کر بولا! تمہارا وہ
بھائی ایک دفع پھر بیوقوف بن گیا۔ پر مجھے تمہاری کوئی
ضرورت نہیں کنگ نے ماہی کا سر دیوار پر دے مارا، آئزہ
تڑپ کر ماہی کی طرف بڑھی، ماہی کے سر سے خون بہنے
لگا۔ میں تو یہاں اپنی پرنسز کو لینے آیا ہوں، کنگ ہیزل کا
ہاتھ پکڑ کر بولا! ماہی کی ہمت نا ہوئی وہ آئزہ کا ہاتھ چھڑوا
سکے، ماہی وہی زمین پر گر گئی، بھا بھی آئزہ ماہی کو بے
ہوش ہوتے دیکھ کر اس کی طرف بڑھی۔ کنگ نے آئزہ

کو اپنی طرف کھینچا اور کھڑکی کی طرف لے کر جانے لگا،
جہاں کنگ کا وفادار گارڈ کھڑا تھا۔ چھوڑ مجھے میں
تمہارے ساتھ ہر گز نہیں جاؤ گی، کنگ نے آئزہ کے
چہرے پر زوردار تھپڑ مارا، آئزہ کا سر گھوم گیا، اور اسی
وقت اپنے ہوش کھو بیٹھی، کنگ آئزہ کو باہوں میں اٹھا کر
کھڑکی سے باہر نکلا، اور پچھلی سائیڈ سے نکل گیا۔

عاصم فارم ہاؤس میں بیٹھالیپ ٹاپ پر سارا منظر دیکھ رہا
تھا، حویلی کے پچھلے سائیڈ پر کیمرے نصب کیے تھے۔
کاوش غصے سے اٹھ کر کمرے میں چکر لگانے لگا۔ عاصم

نے لیپ ٹاپ اٹھا کر زمین پر دے مارا، اور گاڑی کی
چابیاں اٹھائی، باہر نکلا اور کاوش بھی اس کے پیچھے، بس
انہیں حویلی کا باہر والا ہی حصہ نظر آیا۔ جہاں کنگ ماہی
کو گود میں اٹھا کر لے جا رہا تھا۔

اس کی ہمت کیسے ہوئی میری آئزہ کو چھونے کی جسے ابھی
تک میں نے نہیں چھوا۔ ہاتھ توڑ ڈالوں گا، اس کتے کنگ
کے جس ہاتھوں سے میری آئزہ کو چھوا۔ عاصم نے اپنی
شرٹ کے اگلے دو بٹن کھول دیے۔ عاصم ریلیکس یار کچھ
نہیں ہو گا۔ ہماری آئزہ کو میں بہرام لالا کو کال کرتا
ہوں۔ کاوش نے بہرام کو کال کی پہلی رنگ میں ہی کال

اٹھالی، ہاں کاوش بول لالا کاوش نم آواز میں بولا کیا ہوا بتا
لالا کنگ لیں گیا ہماری گڑیا کو واٹ بہرام غصے سے دھاڑا
یہ کیا کہہ رہے ہو کاوش آترہ تو کمرے میں ہے۔ نہیں ہے
لالا نہیں ہے کمرے میں بہرام کے آنسو گال پر بہنے
لگے۔ بہرام کو ایک دم یاد آیا، کاوش ماہی کیا ہوا لالا ماہی
کو، بہرام آترہ کے کمرے کی طرف بڑھا۔ کمرے کا
دروازہ کھولا سامنے ماہی زمین پر بے سدھ پڑی تھی۔
پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔

بہرام ماہی کی طرف بڑھا، اور سر اٹھا کر گود میں رکھا۔
کاوش ماہی ٹھیک نہیں ہے خون نکل رہا ہے، کاوش کا دل

اب صحیح معنوں میں بند ہونے لگا۔ عاصم نے غصے سے
مٹھیاں بونچ لی عاصم بولا لا لا ہم آرہے ہے حویلی کہہ کر
کال بند کر دی۔ کاوش ریلیکس تم جاؤ حویلی میں کنگ کی لو
یکشن ٹریس کر کے اس تک پہنچتا ہوں۔

میری بہن کو تیری ضرورت ہے۔ مجھے بھی یقین ہے تو
میری بہن کو بھی کچھ نہیں ہونے دے گا۔ کاوش اپنے
آنسو صاف کر کے بولا! ہم! ع۔ بولا! تم! عاصم نے حویلی
کے باہر گاڑی روکی کاوش جلدی سے اندر بڑھ گیا۔ عاصم
زن سے گاڑی وہاں سے بھگالے گیا۔

کاوش جلدی سے لاؤنج میں داخل ہوا، اور آئزہ

کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ لالا کاوش نے بلند آواز

سے بہرام کو پکارا عدنان صاحب جو کمرے کی طرف بڑھ

رہے تھے، کاوش کی نم آواز سن کر پکارا، کاوش کیا ہوا! بابا

جان! ہماری آئزہ کو کنگ لے گیا۔ عدنان صاحب مقدم

وہی تھم گے، زرمینہ بیگم جو کمرے سے نکلی تھی۔ کاوش

کی بات سن کر وہی زمین پر گر گئی۔ مورے کاوش زرمینہ

بیگم کو زمین پر گر تادیکھ کر ان کی طرف بڑھا۔ مورے

کچھ نہیں ہو گا ہماری آئزہ کو عاصم ہے ناسب سنبھال لیں

گا۔ شاہ میر بھی گیا ہے۔ رانیہ اور عابیرہ جو سیڑھیوں پر

کھڑی تھی۔ کاوش ان کو دیکھ کر بولا پھوپھو مورے کو

اندر لے جائے بہرام جلدی سے کمرے سے نکلا اور
کاوش کو پکارا۔ کاوش ماہی سانس نہیں لیں رہی، عدنان
صاحب یہ سب سن کر صوفے پر بیٹھ گئے، کاوش زرمینہ
بیگم کو رانیہ بیگم کے حوالے کرتا جلدی سے آترہ کے
کمرے کی طرف بڑھا۔ ہیزل جو دروازے پر کھڑی سب
سن کر آنسو بہا رہی تھی۔ ماہی کا سن کر کاوش کے پیچھے
بڑھی۔۔ کاوش ماہی کی طرف بڑھا جو ہوش و حواس سے
بیگانا پڑی تھی۔ شہزادی اٹھو کاوش ماہی کو باہوں میں اٹھا
کر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ بہرام لا لا ڈاکٹر کو بولائے
۔ ہیزل بھی کاوش کے پیچھے بڑھی۔ کاوش اپنے کمرے
میں داخل ہوا اور ماہی کو بیڈ پر لٹایا۔ ماہی آنکھیں کھولو

پلیز ماہی میرا دل بند ہو جائے گا۔ کاوش لالا پیچھے ہٹے
ڈاکٹر آئی ہے۔ کاوش اٹھ کھڑا ہوا ڈاکٹر دیکھے نامیری ماہی
کو ریلیکس ہو جائے مٹر کاوش میں دیکھتی ہوں۔

ڈاکٹر ماہی کا چیک اپ کرنے لگی۔ سر پر بینڈیج کی دیکھے
مٹر کاوش زخم اتنا گہرا نہیں ہے۔ یہ اسٹریس کی وجہ سے
بے ہوش ہوئی ہے۔ استھمیا ہے ان کو جی ہم جانتے
ہے۔ ہیزل

فورا بولی۔ آپ لوگ ان کو اسٹریس سے دور رکھے سانس
بھی نارمل ہے۔ ابھی تو فلحال ٹھیک ہے۔ سار

مسٹر کاوش یہ میڈیسن لے آئے۔ شکر یہ ڈاکٹر آئے میں
آپ باہر تک چھوڑ دوں۔ بھابھی آپ ماہی کے پاس ہی
رہے گا۔ میں آتا ہوں۔ کہہ کر باہر نکل گیا۔ ہیزل ماہی
کے پاس بیٹھی اور ماتھے پر لب رکھے۔ زلزلے میں
داخل ہوئی۔ بھابھی ماہی ٹھیک ہے۔ ہاں ٹھیک ہے زلزلہ
تھوڑی دیر میں ہوش آجائے گا۔

کنگ آئزہ کو لے کر جنگل کی طرف آیا تھا۔ جو نیم بے
ہوش درخت کے سائے میں لیٹی تھی۔ سمندر کی لہروں
کی آواز نے اور بڑھتی سردی کی وجہ سے اس کے وجود
میں ہلچل ہوئی۔ کنگ آئزہ پر جھکا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ جو

ہلکی ہلکی آنکھیں کھول رہی تھی۔ اپنے چکراتے سر کو
سنجالتے اٹھ بیٹھی۔ اپنے سامنے کنگ کو دیکھ کر ایک ہی
جھٹکے سے پیچھے کو کھسکی۔ کنگ اس کی طرف دیکھ کر قہقہہ
لگانے لگا۔ پرسز کہاں تھانا میں نے میں آؤں گا۔ اور
دیکھوں میں تمہیں لے آیا۔ آئہ بھیگی آنکھوں اور
کپکپاتے وجود پر بامشکل قابو پائے ہوئے تھی۔ پلیز مجھے
جانے دو آئہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ گئی۔ ہرگز نہیں
اب تم صرف اس کنگ کے ساتھ ہی جاؤ گی۔ چلو اٹھو
یہاں سے نکلنا ہے۔ کنگ کو یقین تھا عاصم اس کے پیچھے
آئے گا۔ اب تک تو وہ یہاں جنگل میں آگیا ہو گا۔ اٹھو
ہمیں نکلنا ہے۔ میں نہیں جاؤں گی آئہ بلک کے بل

جھیجھی۔ کنگ نے اس کی گردن کو دبوچا۔ خبردار جواب

تمہاری آواز نکلی۔ ورنہ یہی مار کر پھینک جاؤں گا۔

تمہاری لاش بھی نہیں ملے گی۔ آئزہ کا ہاتھ پکڑ کے آگے

بڑھ گیا۔ حیوان چھوڑوں مجھے میں تمہارے ساتھ ہرگز

نہیں جاؤں گی۔ آئزہ بامشکل لفظ ادا کر پائی۔ اگر تم نہیں

جاؤ گی۔ تو تمہارے وجود پر ایسے نشان چھوڑوں گا۔ تم

خود کو بھی دیکھنے کے قابل نہیں رہو گی۔ تمہارا وہ جنونی

ایجنٹ بھی تمہیں قبول نہیں کر پائے گا۔ نہیں نہیں پلیز

میں چل رہی ہوں۔ آئزہ اپنی عزت کی خاطر اس کے

آگے ہاتھ جوڑ گئی۔ اسے پتہ تھا وہ یہ سب کچھ کر سکتا

ہے۔ اسے اپنا دردناک ماضی یاد آیا تھا۔ کنگ اس کا ہاتھ
پکڑ کر گیٹ

کر لے جانے لگا۔ بالاج اور شاہ میر سمندر کی لہروں کے
پاس بیٹھے تھے۔ جب سے عاصم نے کال کر کے بتایا تھا۔
کنگ کیسے آئزہ کو لے کر گیا ہے۔ وہ لوگ تب سے بیٹھے
عاصم کا ویٹ کر رہے تھے۔ شاہ میر اپنی بھگی آنکھیں پانی
کے چھینٹے مار کر اپنے آنسو کو چھپانے کے لیے کر رہا تھا۔
یک دم انہیں کسی کے پاؤں کی چاپ سنائی دی۔ بالاج
اور شاہ میر ایک جھٹکے سے درخت کے پیچھے ہوئے۔

کنگ کو دیکھ کر حیران نظروں سے ایک دوسرے کی
طرف دیکھا۔ کنگ کے ہاتھ میں کسی لڑکی کا ہاتھ دیکھ کر
غصے سے مٹھیاں بونچ لی۔ وہ لڑکی اور کوئی نہیں آئ رہا
تھی۔ ان کی گڑیا تھی۔ شاہ میر کی آنکھیں نم ہوئی۔ تین
تین بھائیوں کے ہوتے ہوئے اپنی بہن کی حفاظت نہیں
کر پائے۔ لعنت ہے ایسے بھائیوں پر کیسے یہ کتا ہماری بہن
کو ہماری حویلی سے لے گیا۔ آہ شاہ میر درخت پر مکے
برسانے لگا۔ ریلیکس شاہ میر ہمیں عاصم کو بتانا چاہیے۔
بالاج اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا شاہ میر نے اپنی
بھگی آنکھیں ہتھیلی سے

رگڑی، اور اثبات میں سر ہلایا۔ بالاج نے عاصم کو کال
ملائی جو پہلی رنگ میں ہی اٹھالی گئی۔

ہاں بولو بالاج عاصم کنگ جنگل میں ہی ہے۔ تمہارا شک
سہی نکلا ابھی وہ ہماری آنکھوں کے سامنے سے گزر کر گیا
ہے۔ آترہ عاصم نے نم آواز میں آترہ کا نام پکارا۔ آترہ
بھی ساتھ ہی ہے حیوانوں کی طرح گھسٹتے ہوئے گیا ہے۔
آہ! اس۔ کتے کو چھوڑوں گا۔ نہیں، آ رہا ہوں میں کہہ کر
موبائل ڈیش بورڈ پر مارا اور گاڑی کی سپیڈ بڑھائی۔ اندھا
دھند گاڑی سوات کی سڑکوں پر دوڑانے لگا۔۔۔

عاصم شاہ کی گاڑی جنگل کے باہر آکر روکی۔ عاصم فوراً
گاڑی سے اتر اپنی پوسٹل اٹھائی تو جنگل کی راہ داری کی
طرف بڑھ گیا۔ اپنی پوسٹل کی نوک کو اپنی کنپٹی پر ملا۔
اپنے غصے کو کنٹرول نہیں کر پا رہا تھا۔ عاصم اندھا دھند
جنگل میں بھاگ رہا تھا۔ اگر تم نے میری آڑہ کو چھوا میں
تمہیں زندہ جلاڈالوں گا۔ عاصم نے بالاج کے نمبر پر کال
کرنی چاہی نیٹ ورک کی وجہ سے کال نہیں ہو پائی۔ آہ!
عاصم اور شدت سے تیز بھاگنے لگا۔ سمندر کی لہروں کے
پاس رک کر گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر فلک شگاف چیخ ماری۔
آہ! کہاں ہو مائے لیڈی! عاصم نے بلند آواز میں پکارا،

تمہارے ایک ایک آنسوؤں کا حساب لوں گا۔ اس کمینے
سے نہیں چھوڑو گا۔ آئزہ صرف عاصم شاہ کی ہے۔
تمہیں نہیں لے جانے دوں گا۔ عاصم شاہ پاگلوں کی
طرح اپنے بالوں کو نوچنے لگا۔ بالاج اور شاہ میر جو
درخت کی اوڑ میں چھپے تھے کسی کی چیخنے کی آوازیں
سماعتوں سے ٹکرائی۔ ان دونوں نے درخت کی اوڑ سے
منہ نکال کر دیکھا۔ سامنے عاصم شاہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر
چیخنے جا رہا تھا۔ شاہ میر اور بالاج جلدی سے عاصم کی
طرف بڑھے عاصم ان دونوں کو اپنی طرف اتادیکھ کر
سیدھا کھڑا ہوا۔ شاہ میر عاصم کے گلے لگا۔ عاصم آئزہ کچھ
نہیں ہو گا۔ ہم کچھ نہیں ہونے دے گے۔ کس طرف

لے کر گیا ہے۔ بالاج نے سامنے کی طرف اشارہ کیا۔
اب تینوں اسی راستے کی طرف بڑھ گئے۔ جہاں سے
کنگ آئزہ کو لے کر گیا ہے۔

کنگ آئزہ کو گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ رات کی
تاریکی بڑھتی جا رہی تھی۔ آئزہ کا بھاگ بھاگ کر برا حال
ہو گیا تھا۔ آئزہ بار بار اپنے ڈوبے سے خود کو ر کر رہی
تھی۔ وہ کنگ کی نظریں اپنے وجود کے آریار محسوس کر
کے اس کی گھبراہٹ میں اضافہ کر رہی تھی۔ کنگ آئزہ
کو لے کر ایک درخت کے نیچے کھڑا ہوا۔ کنگ کے گارڈ
چاروں طرف پھیل گئے۔ آئزہ درخت کے ساتھ ہی بیٹھ

گئی۔ سردی بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ آئزہ گھٹنوں میں سر
دے کر پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔ شاہ آپ کہاں ہے
شاہ آپ کی آئزہ مر جائے گی۔ شاہ مجھ سے سردی
برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ آئزہ عاصم کو پکارتے شدت
سے رو دی۔ کنگ اپنے گارڈ کے پاس کھڑا کچھ کہہ رہا تھا۔
آئزہ نے کنگ کی طرف دیکھا اور پھر گارڈز کی طرف جو
سارے کنگ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔
آئزہ اپنے چکراتے وجود کو سنبھالتے وہاں سے اٹھی اپنے
قدم جنگل کی دوسری سائیڈ پر بڑھا دیے۔ جہاں سے
سمندر کی لہروں کی آوازیں آرہی تھی۔ اور برق و
رفتاری سے بھاگنا شروع کر دیا۔

کنگ نے آئزہ کو بھاگتے ہوئے دیکھا۔ اور فوراً غصے سے
اس کی طرف بڑھا۔ کنگ نے کسی کے قدموں کی آہٹ
سنائی دی۔ اور گارڈ کو چوکنا رہنے کا اشارہ کیا۔ اور خود
آئزہ کے پیچھے بھاگا۔ پرنسز اگر تم ایک قدم بھی آگے
بڑھی تو یہی تمہارے سینے میں گولیاں اتار دوں گا۔

آئزہ گولیوں کے خوف سے اس کے قدم وہی تھم گے۔
کنگ اسے رکھتا دیکھ کر ایک ہی جست میں اس کی طرف
بڑھا۔ اور ایک زناٹے دار تھپڑ اس کو منہ پر رسید کیا۔ آہ
! آئزہ کی فلک شگاف چیخ جنگل میں گونجی۔ عاصم کے

مقدم وہی تھم گے، چیخ سن کر عاصم آثرہ کی آواز پہچان
چکا تھا۔ عاصم برق و رفتاری سے اسی سمت بھاگا، جہاں
سے آواز آئی تھی۔ شاہ میر اور بالاج بھی عاصم کے پیچھے
بھاگے یک دم ان کے دم تھے سامنے ہی کنگ کے آدمی
کھڑے ان کو

چاروں طرف سے گھیر چکے تھے۔ انہوں نے بھی کنگ
کے آدمیوں پر پستل تان دی۔ عاصم کا بلند بھاگ قہقہہ
جنگل میں گونجا۔ کہاں ہے تم سب کا کمینہ بوس عاصم نے
سامنے ایک آدمی کا نشان لیا۔ گولی سیدھا اس کے سر پر
لگی۔ اور وہی ساکت ہو گیا۔ کنگ کے آدمیوں پر خوف
لہرایا۔ اور دو قدم پیچھے ہوئے۔ اب ان کو ڈرتے دیکھ کر

قہقہہ لگانے کی باری شاہ میر اور بالاج کی تھی۔ بالاج یار
ان کی ہوا تو ابھی نکل گئی۔ شاہ میر مسکراتے ہوئے بولا
عاصم نے سامنے سے کنگ کو آتے ہوئے دیکھ اپنی خون
اشام آنکھیں آنکھیں گاڑھی۔ شاہ! آئزہ نے عاصم کو
دیکھ کر بلند آواز میں پکارا۔ عاصم نے آئزہ کی طرف دیکھا
جس کے چہرے پر تھپڑ کے نشان تھے۔ آنکھیں رو رو کر
لال ہوئی تھی۔ عاصم نے غصے سے مٹھیاں بوئیں، اور اپنی
خون چھال کاتی آنکھوں سے کنگ کو دیکھا۔ جو آئزہ کا
ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔ شاہ میر نے نم آواز سے آئزہ کو پکارا
گڑیا۔ آئزہ شاہ میر کو دیکھ کر سکیوں سے رونے لگی۔ آئزہ
نے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا کنگ نے غصے سے آئزہ کو دیکھا۔

عاصم کنگ کی نظریں آئزہ کی طرف دیکھتے دھاڑا۔ کمینے
اپنی نظریں ہٹا اس پر سے ورنہ تیری آنکھیں پھوڑ ڈالوں
گا۔ آئزہ عاصم کی دھاڑ پر جی جان سے کانپ اٹھی۔ کنگ
نے عاصم کی طرف دیکھ دیکھ کر کر آنکھ ونگ کی اور آئزہ
کا ڈوبٹہ کھینچ کر اتارا۔ آئزہ وہی ساکت ہو گئی۔ کمینے عاصم
اور شاہ میر غصے سے کنگ کی طرف بڑھے۔ اگر تم لوگ
ایک قدم بھی آگے بڑھے تو میں بہت کچھ کر جاؤں
گا۔ کنگ نے آئزہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر خود کے قریب
کیا۔ عاصم اور شاہ میر کے قدم وہی تھم گئے کنگ نے
اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اس کے آدمی اشارہ سمجھ کر
گولی چلانے کے لیے پسٹل اٹھائی ہی تھی بالاج نے ان پر

کئی فائر کر دیے۔ کنگ عاصم کو دیکھ کر دھاڑا، اگر تم
لوگوں کو اس کی جان کی پرواہ ہے تو جانے دو اسے
میرے ساتھ اس پہلے عاصم بولت، آئزہ اسے خود سے
دور دھکیلاتی ہیریانی چیخنی۔ میں نہیں جاؤں گی تم جیسے
انسان کے ساتھ خبردار جو آواز نکالی کنگ اس کا جبرٹا
دبوچ کر بولا اور نہ ادھر ہی تمہارے جسم سے خود کی
پیاس بجالوں گا۔ عاصم یہ سن کر غصے سے فائر کیا گولی
سیدھا کنگ کی ٹانگ پر لگی۔ آئزہ گولی کی آواز سن کر چیخ
اٹھی۔ کنگ نے اپنی پستل نکال کر عاصم پر گولی چلائی۔
شاہ میر عاصم کو لے کر دوسری طرف گڑ گیا۔

آئزہ عاصم اور شاہ میر کی طرف بڑھی۔ کنگ نے آئزہ
کے پاؤں کے درمیان گولی چلائی، آئزہ وہی ساکت کی
کھڑی ہو گئی۔ گڑیا شاہ میر آئزہ کو ساکت کھڑا دیکھ کر
پکارا۔ عاصم کو لگا جیسے وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گا۔
عاصم کنگ کی طرف بڑھا، منہ پر مکے برسائے لگا۔ کمینے
تیری ہمت کیسے ہوئی میری آئزہ پر گولی چلانے کی بتا کس
ہاتھ سے چھو میری آئزہ کو عاصم نے اس کے ہاتھ پر اپنی
پسٹل کی نوک ماری۔ ابھی تو نہیں مارا نشانا چونک گیا کنگ
اس کی طرف دیکھ کر مسکرا کر بولا! اس دفعہ تو نشانا چونک
گیا۔ اگلی دفعہ نہیں چونک پائے گا۔ عاصم نے ایک اور
مکا اس کے سر پر دے مارا۔

کنگ عاصم کے پاگل پن کو دیکھ کر قہقہہ لگا گیا۔ مجھے نہیں پتا تھا۔ تو اس کے لیے اتنا جنونی ہو گا۔

اگر وہ کنگ کی نہیں تو تیری بھی نہیں کنگ نے فوراً آئزہ پر گولی چلا ڈالی۔ آئزہ کو گولی سیدھا پیٹ پر جا لگی۔ آئزہ کی درد بھری چیخ جنگل میں گونجی شاہ میر وہی ساکت سا بیٹھ گیا۔ عاصم کا جیسے دل بند ہو گیا۔ نظریں آئزہ کے وجود پر ٹک گئی۔ جیسے سب کچھ تھم گیا ہو۔

شاہ! آترہ نے بے حد آہستہ آواز میں پرکارا، عاصم نے
آترہ کی ہونٹوں کی جنبیش کو محسوس کر کے آترہ کی
طرف بڑھا۔ کنگ ابھی وہاں سے بھاگتا بالاج اور شاہ میر
نے کئی فائر اس پر کر دیے۔ کنگ وہی زمین بوس ہوا۔
عاصم آترہ کی طرف بڑھ کر اس کا سر اپنی گود میں رکھا۔
شاہ! آترہ نے نم آواز سے پکارا، کچھ نہیں ہو گا تمہیں
مائے لیڈی عاصم شاہ تمہیں کچھ نہیں ہونے دے گا۔

عاصم نے اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھا جہاں سے خون نکل
رہا تھا۔ آترہ کی آنکھیں بند ہوتے بکھ کر اس کا گال
تھپتھپایا۔ آترہ اوپن یور آتر! آترہ اٹھو تمہارا عاصم تمہارا

شاہ مر جائے گا۔ پلیز آنکھیں کھولو، عاصم اس کے نازک
وجود کو خود کے ساتھ لپٹائے پاگلوں کی طرح چیخ اٹھا۔ شاہ
میر اپنی بہن کو ہوشو حواس سے بیگانہ پڑا دیکھ کر بلند
آواز سے رونے لگا۔ لالا میں نہیں بچایا یا اپنی آثرہ کو لالا
شاہ میر روتے ہوئے دھاڑا۔ بالاج کی بھی آنکھیں نم
ہوئی، آج پہلی دفعہ عاصم کو روتے دیکھ کر تڑپ اٹھا۔
عاصم آثرہ کے وجود کو اپنے ساتھ لپٹائے بیٹھا تھا، آثرہ
کی ہلکی ہلکی سانسوں کی آواز سنائی، عاصم نے اپنی دو
انگلیوں سے آثرہ کی گردن پر رکھ کر چیک کیا، ہلکی ہلکی
سانسوں کی آواز سنائی دی، بالاج گاڑی نکالو، فوراً شاہ میر
آثرہ کی سانسیں چل رہی ہے، عاصم نے آثرہ کو باہوں

میں اٹھایا، اور آگے بڑھ گیا۔ بالاج بھی اپنی پوکٹ سے
چابی نکالتے برق و رفتار سے بھاگا۔ عاصم نے آگے بڑھتے
ہوئے کنگ کے منہ کو اپنے جوتے سے ملا اور اپنی پسٹل
نکال کر کنگ کی کھولی آنکھوں میں کئی فائر کر گیا۔ جن
آنکھوں سے میری آنرہ کو دیکھا ان آنکھوں سے تمہیں
اس جہاں کیا اس جہاں میں بھی دیکھنے کے قابل نہیں
چھوڑا۔ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ شاہ میر بھی عاصم کے پیچھے
بھاگنے لگا۔

بالاج نے عاصم کو آتے دیکھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا عاصم
پچھلی سیٹ پر آنرہ کو لے کر بیٹھا۔ شاہ میر جلدی سے

آگے بیٹھا، بالاج نے گاڑی سٹارٹ کی اور ہو سپٹل کے
راستے میں ڈالی۔۔

کاوش ماہی کے پاس بیٹھا اس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہا
تھا۔ ماہی نے آنکھیں کھول کر کاوش کو دیکھا جو اسے ہی
دیکھ رہا تھا۔ ماہی شدت سے کاوش کے ساتھ لپٹی، اور رو
دی۔ شہزادی کیا ہوا کاوش اس کے رونے پر تڑپ کر
بولا! کاوی وہ آئزہ کو لے گیا۔ شہزادی چپ کر جاؤ عاصم
اور شاہ میر گے۔ انشا اللہ! وہ ہماری گڑیا کو ضرور
واپس لے کر آئے گے۔ تم ریلیکس ہو جاؤ کاوش اس
مانتھے پر لب رکھ کے بولا! کاوش کا موبائل بجنے لگا کاوش

نے موبائل اٹھایا، جہاں شاہ میر کی کال آرہی تھی۔
کاوش نے جلدی سے کال ریسیو کر کے موبائل کان کو
لگایا۔ لالا شاہ میر نے نم آواز میں پرکارا کاوش کا دل بے
چین ہونے لگا۔ کیا ہوا شاہ میر سب ٹھیک ہے نا نہیں لالا
کچھ ٹھیک نہیں ہے، کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ شاہ میر بتا
آئزہ تو ٹھیک ہے۔ لالا آئزہ کو گولی لگی ہے۔ ہم ہو اسپتال
جار ہے ہے۔ کاوش کو ایسے لگا جیسے سارا آسمان سر پر آگرا
ہوں۔

کاوش کے ہاتھوں موبائل چھوٹ کر زمین پر گرا۔ ماہی
کاوش کو ایسے بت بنے دیکھتے موبائل اٹھا کر کان کو لگایا۔

لالا شاہ میر کی آواز موبائل میں گونجی شاہ میر لالا کیا ہوا۔
بھا بھی ہم ہو سپٹل جارہے ہے۔ آثرہ کی حالت ٹھیک
نہیں ہے۔ بہت خون بہہ گیا ہے۔ آثرہ کاوش کی طرف
دیکھتے رونے لگی۔ کاوش نے ماہی کے سر پر بوسہ دیا۔ ماہی
دعا کرنا ہماری گڑیا کو کچھ ناہو۔ کہہ کر باہر نکل گیا۔ عدنان
صاحب کو دیکھ کر کاوش نے پکارا بابا کیا ہوا کاوش بابا لالا
کہا ہے۔ بہرام جولاؤنج میں داخل ہو رہا تھا کاوش کو دیکھ
کر بولا کیا ہوا، لالا ہمیں ہو سپٹل چلنا ہے۔ عدنان
صاحب بولے کیوں کیا ہوا۔ بابا کاوش کے آنسو بہنے
لگے۔ کیا ہوا کاوش بولو، بابا آثرہ کو گولی لگی ہے، عدنان
صاحب اپنی پوزیشن نا سنبھال پائے ابھی وہ گرتے بہرام

نے انہیں فوراً تھام لیا۔ کاوش تم ہوش میں ہو کیا کہہ
رہے ہو۔ لالا ٹھیک کہہ رہا ہوں، رانیہ بیگم جو کمرے سے
نکلے تھی سب سن کر کاوش کی طرف بڑھی۔ کاوش بیٹا
ہماری آئزہ ٹھیک تو ہے۔ پھوپھو پتہ نہیں ہو سپٹل جا کر پتا
چلے گا۔ آپ دعا کرے بابا آپ ادھر ہی رہے۔ آپ کی
طبیعت ٹھیک نہیں نہیں بہرام ہمیں اپنی بچی کے پاس
جانا ہے۔ ہم یہاں رہے تو ہمارا دم گھٹ جائے گا۔

ٹھیک ہے بابا بہرام عدنان صاحب کو لے کر باہر نکل گے
، اور کاوش بھی کارپوچ کی طرف بڑھا اب تینوں گاڑی

میں بیٹھے کاوش نے فوراً گاڑی ہو سپٹل کے راستے کی طرف لی۔

عاصم آترہ کو باہوں میں اٹھا کر ہو سپٹل میں داخل ہوا۔
ڈاکٹر کو بولائے، عاصم نرس کو دیکھ کر دھاڑا، عاصم ہو
سپٹل کی راہ داری میں پاگلوں کی طرح آترہ کو اٹھائے
بھاگ رہا تھا۔ کچھ نرس سٹر پیچر لے کر عاصم کی طرف
بڑھی۔ سر پلیز انہیں یہاں سٹر پیچر پر لٹائے۔ عاصم نے
آترہ کو سٹر پیچر لٹایا۔ ڈاکٹر ز آگے بڑھے، ان میں سے
ایک ڈاکٹر بولا سر یہ تو پولیس کیس ہے، سر آپ پولیس کو
انفارم کریں۔ جب تک پولیس نہیں آ جاتی، ہم ان

آپریشن نہیں کر سکتے، واٹ! عاصم نے ڈاکٹر کی گردن
دبوچی اور دھاڑا، آپ لوگوں کو نظر نہیں آرہا، میری
آئزہ کی کیا حالت ہے، آپ لوگوں کو پولیس کی پڑی ہے،
آپ جلدی سے میری آئزہ کا علاج شروع کرے، اگر
اسے کچھ ہوا، اس ہو اسپتال کو آگ لگا ڈالوں گا۔ بالاج
آگے بڑھا، دیکھے سریہ آرمی میں سے ہی ہے، آپ
آپریشن شروع کروائے، ٹھیک ہے، آپ ان پیپر زیر
سائن کر دے، شاہ میر آگے، ہوا پلینز ڈاکٹر ہماری بہن کو
کچھ نہیں ہونا چاہیے، دیکھیے، ہم کوشش کرے گے، ان
کا بہت خون بہہ چکا ہے، کوشش نہیں کرنی، میری آئزہ
کو بچانا ہے، عاصم غصے سے دھاڑا، ڈاکٹر نے مزید کچھ نہیں

بولا، پشٹنس کو آپریشن تھیٹر میں لے جاؤ، گوفاسٹ،
دیکھیے، مسٹر عاصم ہم انشا اللہ اپنی پوری کوشش کرے
گے، آپ سب بس دعا کرے، کہہ کر ڈاکٹر آپریشن
تھیٹر کے اندر داخل ہوا۔ عاصم وہی زمین پر بیٹھ گیا۔
بہرام کاوش اور عدنان صاحب ان کی طرف شاہ میر
کیسا ہے۔ ہمارا بیٹی شاہ میر عدنان صاحب کو گلے سے لگایا،
بابا آپ دعا کرے، ہماری آئزہ ٹھیک ہو جائے، آپریشن
چل رہا ہے، آپ یہاں بیٹھے، شاہ میر نے ان کو کرسی پر
بیٹھایا کاوش اپنے جان سے پیارے دوست کو ایسی حالت
میں دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ کاوش اس کی طرف بڑھا، عاصم
کاوش نے عاصم کو سینے سے لگایا۔ جو گھٹنوں میں سر دے

کر رہا تھا۔ عاصم ریلیکس ہو جاؤ کچھ نہیں ہو گا ہماری
آئزہ کو، کاوش اگر اسے کچھ: ہو گا۔ عاصم نہیں جی پائے
گا۔ ایسا لگ رہا ہے، میرے وجود کا کوئی حصہ ٹوٹ کر بکھر
گیا ہے۔

یہ جو چند سانسیں میری چل رہی اس کو دیکھنے کے لیے
اگر میں نے اسے کھو دیا تو یہ سانسیں بھی بند ہو جائے گی،
بہرام نے عاصم کے کندھے پر ہاتھ رکھا، عاصم تم دعا کرو
کبھی سوچا نہیں تھا تم ہماری آئزہ کو لے کر اتنے پوزیسیو
ہو گے۔ ٹھیک کہہ رہے لالا ہم صرف دعا کرنے کے

علاوہ کچھ نہیں کر سکتے، کاوش نے اپنے آنسو بے دردی
سے صاف کیے،

بہرام کے موبائل پر کال آنے لگی، جہاں ہیزل کا نمبر
جگمگا رہا تھا، بہرام نے کال ریسیو کی دوسری طرف ہیزل
فورا بولی جان! کیسی ہے ہماری آئزہ خاناں تم دعا کرو ہماری
آئزہ کو کچھ نا ہو، جان کچھ نہیں ہو گا ہم کرے گے نادعا،
مورے کیسی ہے، خان جب سے انہیں پتا چلا ہے، وہ
صرف ضد لگائے بیٹھی ہے، آئزہ کو دیکھنا ہے، کسی سے
بھی سنبھل نہیں رہی تھی، داجی نے اپنے ڈانٹ کر بٹھایا

ہے، خان آپ پریشان نا ہو ہماری آئزہ دیکھنا ٹھیک ہو
جائے گی، کہہ کر کال بند کر دی۔

دو گھنٹے ہو گئے ہے ابھی تک ڈاکٹر کیوں نہیں آئے باہر
شاہ میر آپریشن تھیٹر کی طرف دیکھ کر بولا سب لوگوں
کی نظریں وہاں ہی جمی تھی، ڈاکٹر برلاس روم سے نکلے،
عاصم جلدی سے ان کی طرف بڑھا۔ ڈاکٹر کیسی ہے
میری آئزہ دیکھے مٹر عاصم ان کو بچانا بہت مشکل تھا۔
خون اس قدر بہہ گیا ہے، سب لوگ اس بڑھی نظروں
سے ڈاکٹر کو دیکھ رہے تھے، ڈاکٹر ان کے زرد پڑتے
چہروں کی طرف دیکھ کر بولا! آپریشن کامیاب رہا، پر ہم

آپ کو امید نہیں ولا سکتے، آپ بس دعا کرے کہ انہیں
24 گھنٹوں کے اندر ہوش آجائے، ورنہ یہ کو ما میں بھی جا
سکتی ہے، آپ دعا کرے، ڈاکٹر برلاس کہہ کر آگے بڑھ
گیا۔ ڈاکٹر عاصم نے انہیں نم آواز سے پکارا کیا میں آئزہ کو
دیکھ سکتا ہوں۔ ڈاکٹر نے ایک نظر عاصم پر ڈالی جس کا
حال دیوانوں جیسا تھا۔ ٹھیک ہے، مٹر عاصم آپ مل لے
باقی سب پیشنٹس کو روم میں شفٹ کر دیا جائے گا۔ تب
مل سکتے ہے۔۔ شکریہ ڈاکٹر عاصم نے عدنان صاحب کی
طرف دیکھا، عدنان نے عاصم کو سینے سے لگایا۔ جاؤ بیٹا
ہماری آئزہ کو بھی تمہاری ضرورت ہے، عاصم نے سر
اثبات میں بلایا اور اندر بڑھ گیا۔۔

عاصم شاہ آثرہ کے پاس بیٹھا، اس کے چہرے کو دیکھنے
لگا۔ جو بالکل مرجھا گیا تھا۔

مائے لیڈی اپنے شاہ کو ایک دفعہ آنکھیں کھول کر دیکھ
لونا، تمہارا شاہ مر رہا ہے۔ اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے
تھے،

مگر سامنے والے وجود پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ پلیز ایک
دفعہ پکار لو لیڈی تمہارے شاہ کی سانسیں بند ہو رہی
ہے۔

عاصم نے آئہ کا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔ میں نہیں
جانتا تھا۔ محبت اتنی جنونی ہوتی ہے۔ تم سے اس قدر
عشق ہو گیا ہے، کہ یہ سانسیں تمہاری سانسوں کے ساتھ
چل رہی ہے،

اگر تمہاری رک گئی تو تمہارا شاہ بھی سانس نہیں لے
پائے گا۔ عاصم آئہ کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بڑھ کر

اس کے نقوش کو باری باری چومنے لگا۔ اور وہی آئزہ کے
بلکل قریب بیٹھ گیا۔

عدنان صاحب کی طبیعت بھی بلکل ٹھیک نہیں تھی۔ تو
بہرام نے زبردستی ان کو شاہ میر کے ساتھ حویلی بھیج دیا
تھا۔ عدنان صاحب بلکل نہیں مان رہے تھے، بہرام نے
انہوں تسلی دی، بابا ہم ہے یہاں جیسے ہی آئزہ کو ہوش
آئے گا،

آپ آجائے گا۔ ابھی آپ کو آرام کی ضرورت ہے، شاہ
میر کو بھی بخار ہو رہا تھا۔ تو شاہ میر کے ساتھ عدنان
صاحب کو بھیج دیا۔ شاہ میر عدنان کو لاؤنج میں لے کر
داخل ہوا زرمینہ بیگم جو صوفے پر بیٹھی تھی۔

ان کو دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ شاہ میر نے اپنی مورے کو
دیکھا آنکھیں رو رو کر لال ہو گئی تھی۔

باقی سب کے بھی چہرے مرجھائے ہوئے تھے۔ شاہ میر
ہمارا بیٹی کیسا ہے۔ شاہ میر نے زرمینہ بیگم کو اپنے حصار
میں لیا۔ اور ان کے ماتھے پر لب رکھے،

ٹھیک ہے، مورے ہماری آئزہ ابھی ہوش نہیں آیا،
جیسے ہی ہوش آئے گا۔ میں آپ کو آئزہ کے پاس لے
جاؤں گا۔ زرمینہ بیگم عدنان کے سینے سے لگی اور بولی
ہماری بیٹی ہماری آئزہ ٹھیک ہے،

خان صاحب! ہاں زرمینہ شاہ میر ٹھیک کہہ رہا ہے،

ہوش میں آئے گی تو آپ سب جا کر مل آنا۔ عدنان نے
سب کے چہروں کو مرجھائے دیکھ کر بولا! ضرغام حاکم
خان کو لے کر لاؤنچ میں داخل ہوا۔

ضرغام کو جب سے پتہ چلا تھا، آئزہ کی کنڈ لیشن کا تو فوراً
ڈیرے سے حویلی آگیا تھا۔ جب سے آئزہ کا نکاح ہوا
تھا۔ ضرغام اپنا زیادہ تر وقت ڈیرے میں گزارتا تھا۔

حویلی بہت کم آتا تھا۔ سب پوچھتے تھے۔ کہ تم حویلی
کیوں نہیں آتے۔ تو ضرغام نے بس ایک ہی بات کہی
تھی کہ اسے ڈیرے پر وقت گزارنا اچھا لگتا ہے۔
آج اسے آئزہ کا سن کا حویلی آنا پڑا۔

شاہ میر کیسی ہے آثرہ ٹھیک ہے ضرغام ابھی ہوش نہیں
آیا،

داجی شاہ میر نے حاکم خان کے گرد اپنی باہوں کا حصار
مضبوط کیا اور بولا آپ کی پوتی ٹھیک ہے۔ ہمیں پورا امید
تھا۔ اللہ ہماری پوتی کو کچھ نہیں ہونے دے گا۔ بابا آپ
آرام کر لیں شاہ میر عدنان کو دیکھ کر بولے جو زمین پر
نظریں ٹکائے بیٹھے تھے۔ حاکم خان نے اپنے بیٹے کے
کندھے پر ہاتھ رکھا جا عالیاں بیٹا آرام کر لے۔ عدنان
صاحب رہاں میں ہلاتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ
گے۔

حاکم خان بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے شاہ میر نے
ایک نظر زل پر ڈالی جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

اچھا رانیہ پھوپھو مورے کا خیال رکھے گا۔ آئزہ کو ہوش
آئے گا۔ تو میں سب کو آئزہ سے ملوانے لیں
جاؤ گا۔ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ زل بھی
شاہ میر کے پیچھے چلی گئی۔ ہیزل کچن کی طرف بڑھ گئی۔

بختورانیہ نے بختو کو آواز لگائی۔ جی بی بی جی! آئزہ کے
لیے اچھا سا سوپ بناؤ ہماری بچی کل کی بھوکے ہے۔

تو ہم ہو سپیٹل جاتے ہوئے لیں
جائے گا۔ ٹھیک ہے بی بی جی! بختو کچن کی طرف بڑھ گئی
رانیہ اپنے بیٹے کے پاس آئی جو سیڑھیوں کے پاس کھڑا
تھا۔

ضرغام میرے بچے کیا حالت بنالی ہے تو نے، ہم جانتے
ہے، آئزہ تمہارے لیے کیا تھی۔ پر اب بھول جاؤ وہ کسی
کی منکوحہ ہے اب

مام! میں بہت کوشش کرتا ہوں پر میرے ذہن سے
نہیں نکل پاتی۔ آپ جانتی ہے میں اسے بچپن سے لیں
کر پوزیسیو ہوں۔

پر بیٹا وہ تمہیں اپنا لالا سمجھتی ہے۔ مام جو بھی تھا۔ نانا حاکم
خان نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ خیر میں کوشش
کروں گا۔ اسے بھولنے کی۔ کہہ کر اپنے کمرے کی
طرف بڑھ گیا۔

مہک بیگم جو اپنے کمرے سے نکل رہی تھی۔ سعدیہ اور
مسکان کو لاؤنج میں بیٹھا دیکھا۔ اور ساتھ ہی ہاشم اور
سامنے والے صوفے پر عالیان برجمان تھے۔ مہک ان
سب کو دیکھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ مسکان
نے پیچھے سے آواز لگائی اپنا مہک کے مقدم وہی رک
گے۔ مسکان جلدی سے اٹھ کر ان کے پاس آئی، اور
مہک کے سینے سے لگ گئی۔ مہک بہت بنے کھڑی رہی۔
اپنا مجھے معاف کر دے۔ میں ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔
ازلان کی باتوں میں آکر میں غلطی کر بیٹھی۔ مہک نے

اسے خود سے دور دھکیلا غلطی اسے تم غلطی کہتی ہو گناہ
کیا تھا تم نے

بابا کی چادر کا ہی مان رکھ لیتی۔ تمہارے سر پر تو اس کمینے
ازلان کا بھوت سوار تھا۔

تم ایک دفعہ کہتی مجھے میں بابا کو منا لیتی ازلان سے نکاح
کے لیے بابا کے دشمن کا بیٹا تھا۔

کیا ہوتا بابا ناراض رہتے کتنے دن پر تم نے تو حویلی سے
بھاگنے کی ٹھان لی تھی۔

اپنا مجھے معاف کر دیں۔

میں از لان کی باتوں میں آگئی۔ مجھے نہیں پتا تھا وہ میرے
ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کرے گا۔ یہاں سے بھاگنے پر ہم
نے نکاح کر لیا۔ اگلے دن بابا کی موت کی خبر از لان کی
حویلی پہنچی۔ انہوں نے میرے بابا کی موت کا جشن منایا
اس دن میرے دل کے کئی ٹکڑے ہوئے تھے۔
میں نہیں جانتی تھی اس نے نکاح میرے بابا سے بدلہ
لینے کے لیے کیا ہے۔ میں بابا کو ایک نظر دیکھنا چاہتی
تھی۔ پر انہوں نے مجھے نہیں آنے دیا۔

مسکان بیگم! دھاڑے مار کر رونے لگی۔ سب بھیگی
نظروں سے مسکان پر نظریں ٹکائے بیٹھے تھے۔ باشم
مسکان بیگم کی طرف بڑھنے لگا۔ عالیان خان نے ہاتھ
کے اشارے سے روک دیا۔

باشم وہی بیٹھ گیا، اور اپنی مورے کی طرف دیکھنے لگا۔ جو
بلکل انجان کھڑی تھی، جیسے کوئی فرق ہی نہیں پڑھ رہا
ہو۔ ایسا ہر روز ان کی درندگی سہتی رہی۔ ہر کوئی مجھے مارتا
تھا۔ یہاں تک کہ از لان کی حویلی کی ملاز میں بھی میں
چپ چاپ ان کی درندگی ان کی وحشت سہتی رہی۔

ازلان نے درندوں کی طرح اپنا حق لیا۔ میرے جسم کو
نوحا اور یہاں سے امریکہ چلا گیا۔

مہک بیگم کے قدم اب لڑکھڑانے لگے۔ سعدیہ بیگم کے
آنسو بہنے لگے۔ ہاشم اور عالیان اپنی جگہ سے ہل ہی نا
پائے۔ مسکان اب ہسنے لگی، ایسا آپ جانتی ہے، نہیں
آپ کیسے جانے گی۔ آپ لوگوں نے تو پتہ کرنے کی
کوشش بھی نہیں کی ہو گئی۔ ایسا ازلان کے امریکہ جانے
کے بعد میری طبیعت خراب رہنے لگی۔ گھر کی کوئی
ملازمہ تھی۔ اس نے چپکے سے ڈاکٹر سے میرا چیک اپ
کروایا۔ ڈاکٹر نے مجھے بتایا کہ میں ماں بننے والی ہوں۔

میں اس قدر خوش ہوئی۔ کہ مجھے نئی زندگی مل گئی ہے۔
میں نے سوچا میں از لان کو بتاؤں گی۔ وہ باپ بننے کی خبر
سن کر واپس آجائے گے۔

میں نے از لان کو چوری چپکے کال کی وہ خبر سن کر بہت
خوش ہوئے، پر وہ آئے نہیں، میں ان کا انتظار کرتی
رہی، پر وہ نہیں آئے، کچھ مہینوں میں میری بیٹی میری
عالینہ اس دنیا میں آئی،

پر از لان کی مورے سمعیہ بیگم! نے میری عالینہ کو مجھ
سے چھین لیا۔ میں تڑپتی رہی میں روتی رہی، اپنی بیٹی کو
دیکھنے کے لیے پر انہیں ایک ماں پر ترس نہیں آیا۔ مہک

بیگم وہی زمین پر بیٹھ کر مسکان کے چہرے کو دیکھنے لگی۔
انہیں یقین نہیں آرہا تھا۔ اس کی مسکان نے اتنے ظلم
سہے ہے۔ اپنا میری بیٹی بڑھی ہوتی گئی میں دور دور سے
اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ انہوں نے میری بیٹی کے اس
قدر کان بڑھے میری پانچ سالہ عالیہ مجھ سے بے حد
نفرت کرنے لگی۔ پانچ سالوں بعد از لان واپس آیا۔ وہ
اکیلا نہیں آیا تھا۔ اپنی دوسری بیوی کو ساتھ لے کر واپس
آیا۔ اس دن میں بالکل بھر گئی تھی۔ انہوں نے آتے ہی
مجھے حویلی سے طلاق دے کر نکال دیا۔ میں آپ کے
پاس آنے کی بجائے سعدیہ آپا کی طرف چلے گی۔ کچھ
دنوں بعد میں اپنی بیٹی کو حویلی دیکھنے گئی۔ پر وہاں جا کر

پتہ چلا از لان اسے اپنے ساتھ امریکہ لے گیا ہے۔
مسکان اب بلک بلک کر رونے لگی۔ مہک یہ سب سن کر
تڑپ کر مسکان کی طرف بڑھی۔ اور اسے سینے سے لگایا۔
مسکان اور شدت سے رونے لگی۔ باقی سب بھی حیران
نظروں سے ان کو دیکھ رہے تھے۔ اپنا از لان مر گیا میں
امریکہ گئی تھی۔ از لان ایک حادثے میں مارا گیا۔ میری
بیٹی مجھے قصور وار جھتی ہے۔

از لان کی موت کا۔ چپ کرو مسکان اس انسان کے ساتھ
ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ علینہ کو ہم لائے گے تمہارے پاس
مہک نے مسکان کے بالوں پر لب رکھے۔ سعدیہ بیگم

جلدی سے ان کی طرف بڑھی۔ اور ان دونوں کو سینے
سے لگایا۔ عالیان اور باشم ان کو مسکراتی ہوئی۔ نظروں
سے دیکھ رہے تھے۔ آج ان کا خاندان مکمل ہو گیا تھا۔
بس اب عالینہ کی کمی تھی۔ اب وہ جلد از جلد عالینہ کو
یہاں لانا چاہتے تھے۔

اوو ہیلو! بہن کیا مل گئی اپنے بھانجے کو ہی بھول گے، ہاشم
مسکراتے ہوئے ان کی طرف بڑھا۔ مسکان نے باشم کے
ماتھے پر لب رکھے۔ ایسے کیسے بھول گیا ہم اپنے ہنڈسم
بھانجے کو اب وہ تینوں کھل کھلا نہیں۔ ہاشم خان ان کو
مسکراتے ہوئے دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ عاصم کو

سر پر اتڑ دے گے۔ اب آج سے آپ لوگوں نے یہاں
رہنا ہے۔ علیان صاحب ان کو دیکھ کر بولے میں کوئی
انکار نہیں سنوں گا۔ مسکان اور سعدیہ نے سر اثبات میں
سر ہلایا۔ میں عاصم کو کال کرتا ہوں۔ پتا نہیں کل سے
غائب ہے۔ ہاشم نے عاصم کو کال کی نمبر بند جا رہا ہے۔
سعدیہ بیگم پریشانی سے بولی عاصم کا نمبر تو کبھی بند نہیں
ہوا۔ خالہ جان کیا پتہ چار بنگ ختم ہو گئی ہو۔ میں ماہی کو
کال کرتا ہوں۔ کیا پتہ وہاں ہو، ہاشم ماہی کے نمبر پر کال
ملانے لگا۔ جو دو تین دفعہ ملانے پر اٹھالیا گیا۔ اسلام و
علیکم دوسری طرف ہیزل کی آواز سن کر ہاشم کی
آنکھوں میں آنسو آگے، ہیلو دیکھے ماہی کی طبیعت ٹھیک

نہیں ہے، ابھی ریسٹ کر رہی ہے۔ آپ بعد میں کال کر لے۔ ہیزل ابھی کال بند ہوتی ہاشم نے اپنا رخ حویلی کے باہر کرتے ہوئے پکارا، ہیزل! دوسری طرف ہیزل ہاشم کی آواز سن کر موبائل دوبارہ کان کو لگا گئی۔ کچھ دیر بعد خاموشی ٹوٹی۔ لالا ہیزل نے نم آواز میں پکارا بہرام جو ہو اسپتال سے تھوڑی دیر کے لیے حویلی کسی کام سے آیا تھا۔ ہیزل کو کمرے میں ناپا کر ماہی کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی دروازہ کھولت ہیزل کی درد بھری آواز اس کے سماعتوں سے ٹکڑائی۔ بہرام ہیزل کے منہ سے لالا کے الفاظ سن کر رک گیا۔ اسے یقین نا آیا اس کی جاناں اس کی اجازات کے بغیر اپنے لالا سے بات کرے

گی۔ باشم بولا ہیزل تم ٹھیک ہو، ہیزل کے آنسو ٹوٹ کر
گال پر بہنے لگے۔ ٹھیک ہوں لالا! بابا اور مورے کیسی
ہے۔ ٹھیک ہے، ماہی کہاں ہے، وہ لالا ٹھیک نہیں ہے۔
آئزہ کو گولی لگی ہے۔ عاصم لالا ہو سپیٹل میں ہیں۔ آئزہ
کے پاس، باشم یہ سب سن کر حیران ہوا۔ ہیزل میرا بچہ
پریشان نہ ہو اللہ بہتر کرے گا۔ تم یہاں ہوتی سب کو
اکٹھا دیکھ کر بہت خوش ہوتی۔ کیا مطلب ہیزل نے
حیرانگی سے پوچھا۔ مطلب یہ مورے نے معاف کر دیا
مسکان خالہ کو بیچ میں لالا ہیزل خوشی سے چیخنے لگی۔ ماہی
ہیزل کی آواز سن کر اٹھ بیٹھی۔ بہرام ہیزل کی چہکنے کی
آواز سن کر اس کی نیلی آنکھوں میں خون دوڑنے لگا۔

ہاشم کے آنسو بہنے لگے اتنے عرصے بعد ہیزل کی ہسنے
کی آواز سن کر ہیزل مجھے معاف کر دو تمہارا لالا تمہارے
لیے کچھ نہیں کر پایا۔

لالا ایسے تو نابولے مجھے آپ سے کوئی گھلا نہیں، مجھے یقین
ہے۔ میرا لالا دامیار لالا کو مار ہی نہیں سکتے۔ ہاشم
مسکرا نے لگا۔ میں جانتا ہوں، کوئی یقین کرے نا کرے
میری ہیزل مجھ پر یقین کرے گی۔ ماہی حیرت سے منہ
کھولے دیکھ رہی تھی۔ لالا ایک بات پوچھوں، ہاں
پوچھو! لالا دامیار لالا زندہ ہے نا، بہرام یہ سن کر شاکر
ہوا۔ ہیزل کوئی سن لے گا۔ پلیز یہ راز راز ہی رکھنا۔ لالا
آپ فکر نا کرے، میں کسی کو بھی نہیں بتاؤں گی۔ پر ماہی

کو پتہ چل گیا ہے، باشم لالا میں بھی کسی کو نہیں بتاؤں
گی۔

بہرام کے سر پر جیسے ساتوں آسمان سر پر آگرے۔
خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ اس کا لالا زندہ ہے، پر وہ لاش
کس کی تھی، اب بہرام سہی معنوں میں پریشان ہونے
لگا۔ ایسی کون سی بات ہے جو ہم سے چھپائی جا رہی ہے،
بہرام خاموشی سے کارپوچ کی طرف بڑھ گیا۔
اور گاڑی میں بیٹھ کر ہو اسپتال کی طرف بڑھ گیا۔۔۔

ہاشم نے کال بند کی سعدیہ بیگم کے پاس گیا۔ خالہ عاصم
ہو اسپتال میں ہے، کیا ہوا عاصم کو خالہ جان عاصم ٹھیک
ہے، آئزہ کو گولی لگی ہے، ابھی تک ہوش نہیں آیا۔

کیا ہوا میری بچی کو۔ لو سعدی بیگم آئزہ کی کنڈ لیشن کا سن
کر تڑپ اٹھی۔ پتا نہیں یہ عاصم ہی آپ کو بتائے گا۔
آئے میں آپ کو ہو اسپتال لے چلوں۔ ٹھیک ہے،
سعدیہ بیگم ہاشم کے ساتھ ہو اسپتال چلی گئی۔

عاصم آئزہ کے پاس بیٹھا اس کے مرجھائے چہرے کو
دیکھنے لگا۔ چوبیس گھنٹے پورے ہونے کو تھے۔ پر آئزہ کے

وجود میں کوئی ہل چل نہیں ہوئی کاوش یار ڈاکٹر کو بولاؤنا
ابھی تک آئزہ کو ہوش کیوں نہیں آیا۔ کاوش کے آنسو
بہنے لگے اپنی گڑیا کو اس حالت میں دیکھ کر کاوش اب
تک تو ہوش آ جانا چاہیے نا۔

بہرام ڈاکٹر کو لے کر آئیو میں داخل ہوا۔ ڈاکٹر بھی کافی
ہر تک پریشان تھے۔ ابھی تک تو پیشینٹ کو ہوش آ جانا
چاہیے، ڈاکہ سیے، ڈاکٹر برلاس دیکھے نا ابھی تک ہماری
آئزہ کو ہوش نہیں آیا۔

کاوش نے بے بسی سے ڈاکٹر کو دیکھ کر بولا دیکھے آپ دعا
کرے۔ ان کو جب آپ یہاں لائے تھے ان کی حالت:
بہت نازک تھی۔ انہوں نے اپنے ذہن پر بہت بڑا اثر لیا
ہے۔ ابھی دو گھنٹے ہے، اگر ان دو گھنٹوں میں انہیں ہوش
نا آیا، تو یہ کومہ میں بھی جاسکتی ہے، آپ بس دعا کرے
انشا اللہ! ٹھیک ہو جائے گی۔ ڈاکٹر عاصم اور بہرام کے
کندھے پر ہاتھ رکھ کے حوصلہ دیا۔ اور باہر نکل گے،
بہرام نے آئزہ کے ماتھے پر لب رکھے، اور ایک نظر
عاصم کی طرف دیکھا،

چوبیس گھنٹے پورے ہونے کو تھے، پر ان بائیس گھنٹوں
میں ایک نظر بھی نہیں ہٹائی اس انسان نے آئزہ کے
چہرے سے ایک لالا میں اس سے نظریں نہیں ہٹا پارہا،
اگر میں نے نظریں ہٹائی تو میری خود کی سانسیں تھم
جائے گی، بس ایک دفعہ اٹھ کر مجھے شاہ پر کار دے، بس
اسی آس سے دیکھ رہا ہوں۔

کاوش اور بہرام نے عاصم کے جنونی روپ کو دیکھا، کوئی
اس قدر بھی ہماری آئزہ کو جنونی ہو گا۔

بہرام نے کھینچ کر عاصم کو گلے لگایا۔ پر عاصم کی نظریں
ابھی تک آئرہ کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھی۔ کاوش کو آئرہ
سے زیادہ اپنے جنونی یار کے جنونی روپ پر رونا آ رہا تھا۔
بالاج ایک سائیڈ کھڑا ایک تک عاصم کو دیکھ رہا تھا۔ اسے
یقین آگیا تھا۔ کہ یہ لڑکی عاصم کی زندگی میں کتنی اہمیت
رک رکھتی ہے، احمد ادھر ہوتا تو ضرور عاصم کے جنونی
روپ کو دیکھ کر حیران ہو جاتا۔

عاصم یار ریلیکس ہو جاؤ! ایسے تو تمہاری طبیعت خراب ہو
جائے گی۔ تم تھوڑا ریٹ کر لو۔ نہیں لالا آئرہ کو جب
تک ہوش نہیں آتا میں یہاں ہی رہوں گا۔

ٹھیک ہے، کاوش تم میرے ساتھ آؤ اور بالاج تم بھی کہہ
کر باہر نکل گیا۔ کاوش بھی عاصم کو سینے سے لگا کر باہر نکل
گیا۔ بالاج اس کتے کی لاش کو وہاں ہی پڑا رہنے دینا تھا۔
جنگلی جانور اس کو نوچ ڈالے، عاصم اس کی لاش وہی پڑی
ہے، اب تک تو اس کی ہڈیاں بھی با مشکل ملے گی، عاصم
کا کندھا تھپتھپا کر باہر نکل گیا۔

عاصم وہی سٹول پر بیٹھ گیا۔ آترہ کے ہاتھ پر لب رکھے۔
مائے لیڈی! اس کمینے کو کتے کی موت دی ہے۔
اس انسان کو جہنم بھی نہیں نصیب ہوگی۔

آج بہت سی لڑکیاں کنگ کی موت کی وجہ سے آزاد ہو
گئی ہے۔ عاصم اس کے ہاتھ کو لبوں سے لگائے بولے جا
رہا تھا۔

ہاشم سعدیہ بیگم کو لیں کر ہو سپیٹل پہنچا۔ خالہ جان میں
یہاں ہی کھڑا ہوں۔ آپ اندر چلے جائے بیٹا تم بھی چلو۔
نہیں خالہ جان آپ جانتی ہے۔ وہ مجھے اندر برداشت
نہیں کر پائے گے۔ پہلے ہی پریشان ہے۔ میں مزید ان کو
پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ میں یہی ٹھیک ہوں۔ ٹھیک ہے
ہاشم بیٹا جیسے تمہاری مرضی کہہ کر سعدیہ بیگم اندر بڑھ
گئی۔ سامنے کاوش کھڑا نظر آیا۔ کاوش سعدیہ بیگم کو دیکھ

کر ان کی طرف بڑھا۔ السلام علیکم! آنٹی والسلام کیسے ہو
بیٹا آترہ بیٹی ٹھیک ہے۔ جی ٹھیک ہے۔ فلحال ابھی ہوش
نہیں آیا۔ آئیے میں آپ کو لے چلتا ہوں۔

ہم! کاوش سعدیہ بیگم کو لیں کر روم میں داخل ہوا جہاں
آترہ کو شفٹ کیا تھا۔ سعدیہ بیگم! اندر داخل ہوئی پہلی
نظر اپنے بیٹے پر ڈالی جو سر جھکائے آترہ کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔
سعدیہ بیگم! عاصم شاہ کی طرف بڑھی اس کے کندھے پر
ہاتھ رکھا عاصم میرے بچے کیا حال بنا رکھا ہے۔ مام! آپ
آگئی، عاصم اپنے ماں کی کمر کے گرد حصار باندھ کر رونے
لگا۔ بس میرے بچے کچھ نہیں ہو گا۔

مام! چوبیس گھنٹوں سے اوپر ہو گیا ہے۔ اب تک ہوش
نہیں آیا۔ سعدیہ بیگم آئزہ کے قریب ہوئی ماتھے پر بوسہ
دیا۔ کیسے مرجھا گیا ہے، میری بچی کا چہرہ اس کے بالوں
میں ہاتھ پھیرنے لگی۔ شاہ میر زر مینہ بیگم، رانیہ بیگم اور
سب کو اندر لیں کر داخل ہوا۔ ڈاکٹرز نے اندر جانے کی
اجازت سے دو یا تین لوگوں کو دی تھی۔

پر ان سب نے ضد کی ہمیں جانے دے، ہم ڈسٹر بنس
نہیں پھیلانے گے۔ زر مینہ بیگم! تڑپ کر آئزہ کی طرف
بڑھی۔ کیا حالت ہو گئی ہے میری بچی کی شاہ میر زر مینہ

بیگم زور و قطار رونے لگی۔ رانیہ نے آئزہ کے ماتھے پر لب رکھے۔ زل، ہیزل سامنے دیوار کے ساتھ کھڑی بھیگی نگاہوں سے آئزہ کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ ماہی اپنے بھائی کی طرف بڑھی۔ اور عاصم کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔

گڑیا آپ یہاں کیوں آئی آپ پہلے ہی ٹھیک نہیں بھائی میں نے آئزہ کو دیکھنا تھا۔ ہیزل سب کو لالا کہتی تھی۔ پر عاصم شاہ کو بھائی ہی کہتی تھی۔ سعدیہ بیگم نے زرمینہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر حوصلہ دیا۔ صبر رکھے زرمینہ اللہ بہتر کرے گا۔ زرمینہ نے عاصم سر پر ہاتھ پھیرا کاوش نے سب بتا دیا تھا۔ عاصم نے زرمینہ بیگم کو کندھے سے

پکڑ کر آئزہ کے پاس بیٹھایا۔ خود بنا کچھ بولے دیوار کے
ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اور آئزہ کا چہرہ دیکھنے لگا۔ سب لوگ
آس بھری نظروں سے آئزہ کا چہرہ دیکھنے لگے۔ ڈاکٹرز
نے کہا تھا۔ ان کو کسی بھی وقت ہوش آسکتا ہے۔۔ ماہی
کاوش کے کندھے پر سر رکھ کر کھڑی تھی۔ کاوش نے
ماہی کو صوفے پر بیٹھایا۔ خود ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ کاوی آپ
پریشان ناہو۔ ہماری آئزہ ٹھیک ہو جائے گی۔ کاوش نے
ماہی کے ماتھے پر لب رکھے، اور سر اثبات میں بلایا۔ ایسے
ہی ٹائم گزر تا گیا۔ ایک گھنٹہ ہونے کو تھا۔ میری بچی اٹھ
جا اور کتنا تڑپائے گی۔ اٹھ کر دیکھ سب تجھ سے ملنے آئے
ہے۔ زمینہ بیگم مسلسل آئزہ کا ہاتھ چومنے لگی۔ رانی

پاس آئی۔ زمین ریلکس ہو جاؤ، آئزہ کے ہاتھ پر لینولا لگا
تھا۔ رانیہ نے آئزہ کا ہاتھ چھڑوا کر نیچے رکھا۔ جیسے زمینہ
نے پکڑا تھا۔ ایسے اس کا ہاتھ دکھ جانا تھا۔

تھوڑی دیر بعد آئزہ کے ہاتھوں میں حرکت ہوئی شاہ میر
یہ دیکھ کر آگے بڑھا۔ آئزہ کو ہوش آرہا ہے۔ مورے،
کاوش لالا آئزہ کو ہوش آرہا ہے، سب لوگ آئزہ کے
گرد اکٹھے ہوئے۔ کاوش جلدی سے ڈاکٹر کو اندر لیں کر
آیا۔ شاہ! آئزہ کے ہونٹوں کی جنبیش سب کو باخوبی
سنائی دی۔ عاصم شاہ آئزہ کی آواز سن کر گہرا مسکرایا۔
آنسو بہنے لگے، اس دشمن جانا پہلا نام اسی کا لیا تھا۔

عاصم روم سے باہر نکلا کاوش نے اسے جاتا ہوا دیکھ کر اس
کے پیچھے گیا۔ عاصم کہاں اللہ کا شکریہ ادا کرنے جس نے
میری آرزو کو مجھے واپس لوٹا دیا۔

بعد میں آکر اسے دیکھوں گا۔ کاوش بھی اس کے پیچھے
چل دیا۔ اب دونوں کا رخ مسجد کی طرف تھا۔ جو ہو
سپٹل کے پیچھے تھی۔

شاہ! آئزہ نے آنکھیں کھول کر عاصم شاہ کو پکارا جیسے ہی
آنکھیں کھولی۔ سب کو اپنے ارد گرد کھڑا دیکھا۔ جس کو
دیکھنا بھتا بس وہ ہی سامنے نہیں تھا۔ ڈاکٹر برلاس نے
آئزہ کا چیک اپ کیا۔ میں آئزہ مبارک ہو نہیں زندگی۔
آئزہ صرف ہلکا سا مسکرائی۔ ڈاکٹر برلاس بھی ہلکا سا مسکرا
کر باہر نکل گے۔ زرمینہ بیگم نے آئزہ کے ماتھے پر لب
رکھے۔ میری بچی میری آئزہ ٹھیک ہو گئی۔ اللہ کا شکر
ہے۔ رانی نے آئزہ کے ماتھے پر لب رکھے۔ جلدی
جلدی ٹھیک ہو جاؤ۔ حویلی تمہاری راہ دیکھ رہی ہے۔
راجی آنا چاہتے تھے۔ پر ہم سب نے منع کر دیا۔ میں داہی

کو بتاتی ہوں۔ عابیرہ داجی کے پاس ہی ہے۔ اس کو کرتی
ہوں کال رانی عابیرہ کو کال کرنے لگی۔

سعدیہ بیگم نے آئزہ کے بالوں پر لب رکھے۔ ٹھیک ہو
جائے ہماری بیٹی، میں اپنے بیٹے کو تڑپتا ہوا نہیں دیکھ
سکتی۔ اب جلد از جلد رخصتی کرنی ہی پڑے گی۔ آئزہ
بس ان سب کی باتوں پر مسکرا رہی تھی۔ کیسی ہو آئزہ
زل، نے اس کے گال کھینچ کر پوچھا۔ ٹھیک ہوں بھا
بھی۔ ہیزل اور ماہی پاس آئی باری باری اس کا ماتھا چوما۔
اور ہیلو! آپ ہمیں بھی باری دو ہم بھی اپنی گڑیا کو دیکھ
سکے، شاہ میر نے ان سب کو پیچھے کیا۔ کیسی ہو چڑیل تم

نے تو ہماری اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھی تھی۔ بہت رولا

یا تم نے اب تم جلدی

سے ٹھیک ہو کر حویلی پہنچو، ہم اپنے ایک ایک آنسو کا

حساب لیں گے۔ آئزہ نے اپنے بھائی کو گھور کر دیکھا۔

ارے ارے ایسے کیسے گھور رہی ہو چڑیل گھورنا تو ہمیں

چاہیے، جائے لالا مجھے آپ سے بات ہی نہیں کرنی آئزہ

نے دوسری سائیڈ پر چہرہ پھیر لیا۔

سب ان کو دونوں کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ بہرام

اندر داخل ہوا عدنان صاحب کے کمر جواب دیا۔ بہرام

نے آئزہ کی نظروں کو یہاں وہاں محسوس کر کے شاہ میر
کو متوجہ کیا۔ شاہ میر عاصم کہاں گیا ہے۔ لالا پتہ نہیں
ادھر ہی تھا۔ آئزہ کو ہوش آتے ہی باہر نکل گے۔

پتہ تمہیں گڑیا عاصم لالا کل سے تمہارے پاس بیٹھے تھے،
ایک منٹ بھی یہاں سے نہیں ہلے۔ اب پتہ نہیں کہاں
چلے گے ہے۔ بہرام نے زرینہ بیگم سے مخاطب ہوا۔
مورے آپ حویلی چلے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔
نہیں بہرام ہم اپنی آئزہ کے پاس رہنا چاہتے ہیں۔
مورے ہم ہے یہاں آپ حویلی جائے۔ شاہ میر تم ان
سب کو حویلی لے جاؤ، ہم ہے

یہاں آثرہ کے پاس ٹھیک ہے لالا! شاہ میر نے آثرہ کے
ماتھے پر لب رکھے، جو اسے دیکھ منہ پھلا رہی تھی۔ شاہ
میر مسکرا کر ان سب کو جلدی آنے کا کہہ کر باہر نکل
گیا۔

ہیزل بہرام کے پاس ہوئی، خان مجھے نہیں جانا مجھے یہاں
آثرہ کے پاس رہنا ہے،

خاناں! نہیں پلیز خان اٹھیک ہے، زرینہ بیگم نے آثرہ
کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ہیزل کو نفرت امیز آنکھوں سے

دیکھ کر باہر نکل گئی۔ باقی سب بھی ان کے پیچھے نکل
گے۔ ماہی بھی اپنی مام! سے مل کر باہر نکل گئی۔ سعدیہ
بیگم نے ہیزل کے ماتھے پر لب رکھے، ٹھیک ہے مجھے
بھی چلنا چاہیے۔ ہاشم باہر کھڑا ہے، خالہ لالا بھی ہیزل
کے الفاظ منہ میں ہی دب گئے، بہرام کی طرف دیکھ کر،
سعدیہ بیگم!

بھی خاموشی سے آئزہ کے سر پر پیار دے کر نکل گئی۔
ہیزل آئزہ کے پاس بیٹھی اس کے بالوں میں ہاتھ
پھیرنے لگی۔

بہرام ہیزل کے چہرے کو دیکھنے لگا۔ جاناں میں پتہ کروا
ہی لوں گا۔ پر آپ نے اچھا نہیں کیا سب چھپا کر اس کی
سزا تو آپ کو مل کر ہی رہے گی۔

بہرام نے رحیم خان کو ہاشم پر نظر رکھنے کے لیے بول دیا
تھا۔ وہ کہاں جاتا ہے، کہاں نہیں بہرام کو ابھی بھی یقین
نہیں آرہا تھا۔ اس کا لالا اس کا دامیار لالا زندہ ہے، کس
حال میں ہو گے انہوں نے چھپایا کیوں، اب یہ صرف
باشم ہی بتا سکتا ہے، اسی لیے رحیم کو عاصم پر نظر رکھنے
کو بولا تھا۔ بہرام اپنی سوچوں سے باہر نکلا گڑیا کہی درد تو
نہیں ہو رہا۔ نہیں لالا میں ٹھیک ہوں۔ کاوش اور عاصم

اندر داخل ہوئے، آثرہ نے عاصم کو دیکھ کر منہ پھیر لیا۔
عاصم آثرہ کی حرکت پر گہرا مسکرایا۔ کاوش نے آثرہ کے
ماتھے پر لب رکھ کر بولا کیسی ہے میری گڑیا، ٹھیک ہوں
لالا! آثرہ نے مسکرا کر کہاں، خان مجھے بھوک لگی ہے،
ہیزل نے عاصم کو دیکھ کر کہا ہیزل نے عاصم کو آنکھ و نک
کی بہرام سے یہ سب چھپ ناسکا۔ عاصم بہرام کے غصے
کو دیکھ کر گہرا مسکرایا۔ اس کے ڈمپل واضح نظر آئے۔
بہرام نے عاصم کے ڈمپل دیکھے، ایسے ڈمپل ہیزل کے
بھی پڑتے ہیں، جان! چلے اب ہیزل بہرام کا بازو کھینچ کر
باہر نکل گئی۔ کاوش بھی مسکرا کر باہر نکل گیا۔

بہرام نے ہیزل غصے سے پکڑ کر دیوار سے لگایا۔ کاوش
اپنی ہی دبا کر ڈاکٹر کے کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ اسے پتہ
تھا، اس کی معصوم بھابھی کو سزا ملنے والی ہے۔

خان میری کمر توڑ دی آپ نے، آہ! یہ کمرہ نہیں ہے، ہو
سپتیل ہے، اگر آپ نے ایسی ویسی حرکت کرنے کی
کوشش کی اچھا نہیں ہو گا۔ ایسی ویسی کون سی حرکت
کروں گا۔ ذرا مجھے بتانا پسند کرے گی۔

بہرام اس کے بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے کر کے
بولا۔ جو تم اندر حرکت کر کے آئی ہو، اس کا کیا، میں نے

کچھ نہیں کیا۔ اچھا جی! اس کا حساب تو میں رات کو لوں
گا۔

تمہاری ان آنکھوں سے، تیار رہنا، یہ رات تم پر بہت
بھاری پڑنے والی ہے، بہرام نے ہیزل کو اپنے ساتھ
لگایا۔ جان ہو سپیٹل ہے، آپ کا روم نہیں، سب دیکھ
رہے ہیں۔

تم صرف مجھے دیکھو، میرے لمس کو محسوس کرو۔ بہرام
نے ہیزل کی گردن پر لب رکھے۔ ہیزل بہرام کو خود

سے دور دھکیلا، باہر بھاگ گئی، بہرام بھی اس کے پیچھے
چلنے لگا۔

عاصم آئزہ کے پاس بیٹھا، اس کے ہاتھ کو چوما۔

مائے لیڈی آئزہ نے اپنی آنکھیں بند کر لی۔ عاصم نے
اٹھ کر آئزہ کی آنکھوں پر باری باری لب رکھے، اور اس
کے ساتھ ہی بیٹھ

گیا۔ آئزہ کو سہارا دیکھ کر خود کے ساتھ لگایا۔ میری جان
میں یہ تمہاری ناراضگی نہیں افورڈ کر سکتا۔

تمہارا شاہ کا دل اتنا بھرا نہیں ہے۔ اس معاملے میں،
عاصم نے آئزہ کا ہاتھ اپنے لبوں سے لگایا۔

آئزہ نے اپنی آنکھیں کھول کر عاصم کو دیکھا۔ شاہ! آئزہ
نے نم آواز میں پکارا جی شاہ دھڑکن! آئزہ عاصم کے سینے
سے لگ کر رونے لگی، آئزہ چپ کر ویاں تمہاری ان
آنکھوں میں آنسو نہیں برداشت کر سکتا۔

تم نہیں جان سکتی تمہارا شاہ دو دن میں کتنا تڑپا ہے۔ اگر
تمہیں کھو دیتا، تو تمہارے شاہ کی بھی سانسیں بند ہو

جاتی۔ شاہ سوری اب نہیں میں روتی، آپ کو میں درد
دینے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ درد تو آپ نے بہت دیا
ہے۔ بہت تڑپایا ہے، ان دودنوں میں اس کا حساب تو
چکانا ہی پڑے گا۔ کیا حاب شاہ! میں نے کیا گیا ہے، میری
معصوم بیوی تم نے ان دودنوں اپنے شاہ کو بہت رلایا
ہے، اسی کا حساب پورا کروں گا۔ وہ کیسے آئزہ معصوم سی
شکل بنا کر بولی، ابھی بتاتا ہوں۔ عاصم مسکرا کر اس کے
لبوں پر جھک گیا۔ آئزہ کی آنکھیں فل کھل گئی عاصم کا
لمس شدت اختیار کرنے لگا۔ آئزہ نے عاصم کی شرٹ کو
مٹھیوں میں دبوچا۔ آئزہ کا دل جیسے پسلیاں توڑ کر باہر
آنے کو تھا۔

عاصم نے آئزہ کو آرام سے لٹایا۔ عاصم نے آئزہ کی شرٹ
اٹھائی زخم دیکھنے کے لیے شاہ عاصم نے آئزہ کے ہونٹوں
پر انگلی رکھی اور چپ میری جان !

مجھے زخم دیکھنے دو جس نے میری آئزہ کو دودن بیہوش
رکھا۔ عاصم نے شرٹ اٹھائی وائٹ پٹی بندھی۔ ڈاکٹر نے
اسے بتایا۔ زخم کافی گہرا ٹائم لگے گا بھرنے میں عاصم نے
آئزہ کے پیٹ پر زخم والی جگہ پر لب رکھے۔

آئزہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ شاہ! ہو سپیٹل ہے! تو کیا ہوا
بیوی تو میری ذاتی ہے۔ اب اور صبر نہیں ہوتا، رخصتی
جلد ہی کروانی پڑے گی، ورنہ تمہارا شاہ رخصتی سے پہلے
بہک جائے گا۔ آئزہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ عاصم کی بات
عاصم آئزہ کا چہرہ سرخ پڑتے دیکھ کر گہرا مسکرایا۔

عاصم نے آئزہ کے باری باری گال چومے اور اپنی ناک
آئزہ کی ناک سے رگڑی۔ آئزہ عاصم کی حرکت پر کھل
کھلا کر ہنی۔

عاصم اسے ہستے دیکھ کر اس کے لبوں پر جھک گیا۔

لیڈی ایسے ہوں گی تو تمہارا شاہ اپنے جزبات کنٹرول
نہیں کر پائے گا۔

آئزہ نے اپنی فوراہی دبائی، اور عاصم کو دیکھنے لگی۔

بہت بے شرم ہے آپ، عاصم آئزہ کی بات پر قہقہہ لگا کر
بولا بیوی ابھی تم نے شاہ کا ٹریلر دیکھا ہے، ٹریلر بھی نہیں
یہ تو صرف چھوٹی چھوٹی گستاخیاں تھیں، ابھی تو فل پیچر
باقی ہے، ان اللہ شاہ واقعے میں ہی آپ بہت بے شرم
ہے۔

ڈاکٹر برلاس اور ان کے ساتھ ایک نرس روم میں داخل ہوئے۔ نرس ان کو ہستادیکھ کر ماشا اللہ! کہاں برلاس ان کی طرف بڑھا عاصم ڈاکٹر برلاس کو دیکھ کر کھڑا ہوا۔

ڈاکٹر برلاس نے آئزہ کا چیک اپ کیا مزعاصم شاہ آپ کو کبھی درد تو نہیں ہو رہا۔ نہیں ڈاکٹر میں ٹھیک ہوں۔

گڈ انشا اللہ آپ جلدی ریکور کر لے گی۔ ڈاکٹر برلاس انہیں ڈسچارج کب تک ملے گا۔ کاوش اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔ کل تک انہیں ڈسچارج کر دیا جائے گا۔

بس آپ لوگوں نے انہیں چلنے سے پرہیز کروانا ہو گا۔
ٹھیک ہے ڈاکٹر آپ یہ میڈین لے آئے، ٹھیک ہے۔
ڈاکٹر برلاس باہر نکل گے۔ نرس آئزہ کے گال کھینچ کر
باہر نکل گئیا سے چھوٹی سی لڑکی بہت پسند آئی تھی۔
عاصم نے اس نرس کی پیٹھ کو گھورا، اور آئزہ کے گال
صاف کیے۔ کاوش کا بے ساختہ قہقہہ چھوٹا۔ کمینے سالے
کیوں بس رہا ہے، نرس تجھے جوک سنا کر گئی ہے، نہیں تو
جوک نہیں سنایا بس دیکھ رہا ہوں، رخصتی سے پہلے ہی تو
میری بہن کارن مرید بن گیا ہے۔ شاہ یہ رن مرید کیا
ہوتا ہے، میری معصوم بیوی! تمہیں اپنے دماغ پر زور

دینے کی ضرورت نہیں ہے، اس کا مطلب تمہیں اچھے
سے سمجھاؤں گا۔ کاوش اپنی بہن کی بات پر لب کاٹ
گیا۔۔۔ کمینے سالے چل جا اپنی شکل کم کر اچھایا
ریلیکس مجھے نہیں پتا تھا۔ میری گڑیا اتنی نادان ہے، عاصم
بنی دبا کر بولا۔

جارہا ہے تو یا میں جارہا ہوں یا۔ کاوش آئزہ کو فلائنگ
کس کی اور باہر نکل گیا۔ شاہ آپ میرے لالا کو ڈانٹ
رہے تھے۔ نہیں میری جان میں ڈانٹ نہیں رہا تو پھر یہ
کیا تھا۔ لیڈی تمہارا لالا حرکتیں ہی ایسی کرتا ہے، کہی سے
لگتا نہیں ہے، وہ پروفیسر ہے۔

تم آپ کی حرکتوں سے بھی نہیں لگتا۔

آپ ایجنٹ ہے۔۔۔۔۔

شاہ میر خان مردان خانے میں بیٹھا، لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا۔ شادی کو اٹھ دن ہونے والے تھے۔ آفس کا کام روکا ہوا تھا۔ آج اس کی امپوٹنٹ میٹینگ تھی۔ باہر سے لوگ آئے تھے، شاہ میر اسلام آباد نہیں ابھی جاسکتا تھا۔ اس لیے اونلائن میٹینگ اٹینڈ کر رہا تھا۔ سٹڈی روم

مردان خانے کی طرف آتا تھا۔ اس کو تین چار گھنٹے ہو
گے، میٹینگ اٹینڈ کرتے ہوئے،

شاہ میر نے لیپ ٹاپ بند کیا۔ اور اپنے کمرے کی طرف
بڑھ گیا۔ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا زمل روم میں
نہیں تھی، شاہ میر نے واش کی طرف دیکھا،
جہاں سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی، شاہ میر نے ٹائم
دیکھا، رات کے دو بج رہے تھے،

زمل شاوریس رہی تھی۔ کچھ دنوں سے موسم خراب
ہونے کی وجہ سے سردی کی شدت میں اضافہ ہو گیا تھا۔

شاہ میر غصے سے بیڈ پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر میں زلزلے
حد شارٹ سلک کی نائٹی پہن کر باہر نکلی۔ زلزلہ شاہ میر کو
ایک نظر دیکھ کر ڈریسنگ کے سامنے کھڑی ہو گئی، اور
ڈرائر سے اپنے بال سوکھانے لگی، شاہ میر نے زلزلے کو سر
سے پیر تک گھورا، جو اس نائٹی میں شاہ میر کے چودہ طبق
روشن کر گئی تھی، بال کھلے ہونے کی وجہ سے اس کو بالکل
واضح نظر آرہی تھی، شاہ میر اٹھ کر زلزلے کے پیچھے جا کھڑا
ہوا،

اسے پکڑ کر ایک ہی جھٹکے اس کا رخ اپنے سامنے کیا۔
زلزلے میں پوچھ سکتا ہوں۔ اس وقت شاور لینے کا کیا

مطلب، سردی دیکھی ہے باہر اور کمرے کا ہیٹر بھی بند ہے۔

شاہ میر نے فوراً ہیٹر اون کیا، دوبارہ سے زل کے پاس آکھڑا ہوا۔ میں نے کیا پوچھا ہے۔ پہلے آپ بتائے آپ چار ارگھنٹوں سے کہاں تھے۔ زل نے اپنی سرخ آنکھیں اٹھا کر ناہمیر کی آنکھوں میں گاڑھ کر بولی۔

شاہ میر اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر حیران ہوا، اور زل کی کمر میں ہاتھ ڈال کر خود کے نزدیک کیا۔ زل نے شاہ میر کو دور کرنا چاہا، شاہ میر نے گرفت اور مضبوط کی۔ میر

چھوڑے مجھے، چار گھنٹوں سے ویٹ کر رہی تھی، کہاں
تھے آپ، اور اچھا! میرا کا اس لیے اتنا تپا ہوا ہے۔

شاہ میر نے اس کی آنکھوں پر لب رکھے۔ زل کو شاہ
میر کا لمس زل کی جلتی ہوئی آنکھوں کو سکون دے گیا۔
میرا کی جان میری میٹینگ تھی، میں سٹڈی روم میں تھا۔
شاہ میر اپنا منہ اس کی گردن میں چھپایا۔

ویسے میرا کا اس ناٹٹی میں بہت ہاٹ لگ رہی ہو۔ زل کا
چہرہ سرخ پڑ گیا۔ شاہ میر نے زل کو باہوں میں اٹھایا۔
اور بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ میرا آپ کے ارادے مجھے

ٹھیک نہیں لگ رہے، ٹھیک کہاں میرے ارادے تمہیں
اس نائنٹی میں دیکھ کر میرے جذبات کو بہکا گے ہے، زل
کو بیڈ پر لٹایا اور سارا وزن زل کے اوپر ڈال کر لیٹ گیا۔
زل کا سانس بند ہونے کو تھا۔ شاہ میراٹھے کتنے بھاری
ہے،

میرا سانس بند ہو رہا ہے، شاہ میرے زل کو گھور کر
دیکھا۔ میری جان ہر گز نہیں آج تمہاری کوئی مزاحمت
کام نہیں آئے گی، تم جتنا مرضی چلاؤ، آج تو تم پر گھٹا بن
کر چھاؤں گا، تم اس نائنٹی میں میرے جذبات کو بہکا گئی
ہو،

اور اگر تم نے مجھے خود سے دور دھکیلا تو تمہارے لیے
اچھا نہیں ہو گا۔ چپ چاپ میری قربت کو برداشت
کرو۔ زل نے گھور کر شاہ میر کو دیکھا۔ آج اس نے جنگلی
بلے کے شکنجے میں خود ہاتھ ڈالا تھا، اب اسے اپنے ارد گرد
خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہو رہی تھی۔

میں نے بہت غلط کیا ناستی پہن کر زل نے شاہ میر کی
گردن میں باہیں حائل کر کے بولی۔ شاہ میر کا قہقہہ
کمرے میں بے ساخت گونجا۔ میرا کا کا غلطی تو آپ نے
کردی، اب اس غلطی کا عزالہ میں خود کروں گا۔

شاہ میر اس کے لبوں پر اپنے لب رکھتے نرمی سے اس کی
خوشبو کو اپنے اندر اتارنے لگا۔ اور ایک ہاتھ زل کی کمر
پر پھیرنے لگا۔ زل شاہ میر کی حرکت پر سرخ پر گئی۔
شاہ میر اس کے چہرے کو سرخ پڑتا دیکھ گہرا مسکرایا۔
اور اس کی گردن پر شدت بڑھے نشان چھوڑنے لگا۔
زل نے شاہ میر کی شرٹ کو اپنی نازک مٹھیوں میں
دبوچا۔ شاہ میر پھر سے اس کی لبوں کو اپنے لبوں میں قید
کر لیا۔ اس دفعہ شاہ میر کا لمس شدت اختیار کر گیا۔ زل
نے سانس لینے کے لیے اس دیو کو دور کیا۔ شاہ میر اس کو
سرخ آنکھوں سے گھورا میں نے کیا کہاں تھا۔ مجھے خود

سے دور مت دھکیلنا۔ میر مجھے سانس نہیں آرہی تھی
زل بھیگی آنکھوں سے بولی۔ شاہ میر ایک ہی
جھٹکے سے زل کی دھڑکنوں پر دانت گھاڑے، زل کسی
مچھلی کی طرح طرف اٹھی۔ اب تمہاری آنکھوں میں
آنسو آئے، تو اس بھی بڑا کروں گا۔ جسے تم برداشت
نہیں کر سکو گی۔ میر کیا ہو گیا ہے آپ کو زل کو آج شاہ
میر کے لمس میں وحشت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ تو بے
حد آرام سے چھوتا تھا۔ آج کیا ہو گیا ہے، شاہ میر کو زل
نے اپنی سرح آنکھیں بے دردی سے رگڑی، خود کو مکمل
توڑ پر شاہ میر کے حوالے کر دیا۔ شاہ میر اور شدت سے
اس کی گردن پر دانتوں کے نشان چھوڑنے لگا۔ شاہ میر

نے ایک ہاتھ سے کبل زمل اور خود پر اڑایا۔ شاہ میر زمل
کو کبل میں لے کر غروب ہوا۔ رات گزرتی گئی، شاہ میر
کے لمس میں نرمی نا آئی، زمل اس کے سینے پر سر رکھ
آنکھیں موند گئی۔ شاہ میر نے اس کے بالوں پر لب
رکھیں اور اس نازک وجود کے گرد باہیں حائل کی اور
آنکھیں موند لی۔

ہاشم سعدی بیگم کو حویلی چھوڑ کر فارم ہاؤس کی طرف
بڑھا۔ شاہ میر نے رک کر سوات کے مہنگے ریسٹورنٹ
سے کھانا پیک کروایا۔ اور جلدی سے اپنی گاڑی کی طرف

بڑھا، اور فوراً وہاں سے نکلا۔ بہرام خان نے رحیم کو ہاشم
پر نظر رکھنے کے لیے بولا تھا۔ رحیم کی گاڑی مسلسل ہاشم
خان کے پیچھے بڑھ رہی تھی۔ ہاشم خان کی گاڑی فارم
ہاؤس کے پاس روکی۔ رحیم نے اپنی گاڑی فارم ہاؤس کے
بیس فٹ کی دوری پر کھڑی کی۔ ہاشم خان کی گاڑی اب
فارم ہاؤس کے اندر بڑھ چکی تھی۔ رحیم وہی گاڑی میں
بیٹھا۔ ہاشم کا انتظار کرنے لگا۔ ہاشم خان گاڑی سے اتر کر
اندر بڑھ گیا۔ ہاشم کچن کی طرف بڑھا۔ کھانا نکالا اور
ٹرے میں رکھ کر اوپر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ہاشم خان کمرے میں داخل ہوا تھا۔ کمرے پر لائٹ اون
آف ہوتے دیکھ کر اس انسان کی طرف دیکھا۔ ہاشم قدم
اٹھا کر اس کی طرف اور ہاتھ بڑھا کر لائٹ اون کی، اور
کھانے کی ٹرے آگے کی، کھانا کھا لو خان!

دامیار نے مسکرا کر ہاشم کے ہاتھوں سے ٹرے لی، اور
اسے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہاشم نے دامیار کی
طرف دیکھا جس کی نیلی آنکھوں میں کوئی غم نہیں تھا۔
ہاشم کے آنسو ٹوٹ کر گال پر بہنے لگے، اتنا کچھ ہونے
کے باوجود بھی نارمل تھا۔ لمبے بال چہرے پر

بھرے تھے، نیلی گہری آنکھیں بہرام کی طرح دیکھائی
دیتی تھی۔ یہ کہی سے بھی پینتیس سالہ آدمی نہیں لگتا
تھا۔ اپنی خوبصورتی میں بے مثال تھا۔ ہاشم اس کو دیکھنے
لگا۔ دامیار نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے پاس بیٹھایا۔
ہاشم ایک جھٹکے سے ہی اس کے سینے سے لگا۔ دامیار مجھے
یہ تمہاری خاموشی کسی دن مار دے گی۔ کتنی دیر خاموش
بیٹھا رہے گا۔

ایک دفعہ حکم تو دے تمہارے قدموں میں لاشوں کے
ڈھیر لگا دوں گا۔

جس نے تمہارے ساتھ یہ سب کیا۔ ہاشم خان کو اپنی
جان بھی قربان کرنی پڑی وہ بھی کر دے گا۔ کتے سے
بھی برتر موت دوں گا، بس ایک دفعہ یہ خاموشی توڑ
دیں۔

دامیار ایسے ہی سر جھکائے کھانا کھاتا رہا، جیسے اسے ہاشم
کی بات سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ ہاشم خان اسے ایسے
چپ دیکھ کر اپنے لب کاٹ گیا۔ دامیار ایسے چھپتا رہے
گا۔ تو تمہارے دشمنوں کو اور شہ ملے گی۔ اور اپنی فیملی کو
اور ناترپا۔ بہرام سوات کا سردار ہونے پر بھی جرگے
میں نہیں جاتا۔

جب بھی جرگے میں دیکھا تمہارے بابا عدنان خان کو ہی
زیادہ جرگے میں دیکھا ہے۔ بھرام خان تمہاری جگہ کبھی
نہیں لیں سکتا۔

دامیار کے آنسو بہنے لگے۔ وہ بھی تو تڑپا ہے، اس پانچ چھ
مہینوں میں ہاشم اس کے آنسو دیکھ کر مسکرایا۔ وہ جب
جب اس کی فیملی کے بارے میں

بات کرتا تھا۔ اس کے آنسو ایسے ہی بہتے تھے۔

تمہیں پتہ ہے، دامیار تمہاری بہن تمہاری آثرہ جس سے
تم اپنی جان سے بھی زیادہ پیار کرتے ہو وہ ہو سپیٹل میں
ہے، دامیار نے سراٹھا کر دیکھا۔ آنکھیں آنسوؤں سے
بھری تھی۔ آج تو اپنی خاموشی توڑ کر اپنی بہن کا حال ہی
پوچھ لو۔ دامیار نے ایسے ہی سر جھکا لیا۔ اب ہاشم کے
آنسو بہنے لگے۔ ہاشم اٹھ کھڑا ہوا، دامیار میرا تم سے
وعدہ ہے، اس کتے دلاور خان کو کتے کی موت یہ خاموشی
نہیں برداشت کر دوں گا۔ میں۔ سکتا، ہاشم خان غصے سے
اپنی چادر کندھے پر ڈالتا باہر نکل گیا۔ دامیار نے بیڈ
کراؤن سے ٹیگ لگا کر آنکھیں موند لی، معاف کر دے
اپنے دامیار کو مورے، معاف کر دو بہرام اپنے لالا کو

اب اور تکلیف نہیں دوں گا۔ بہت جلد آپ سب پاس
واپس لوٹ کر آؤں گا۔

باشم خان غصے سے اپنی گاڑی لیں کر فارم ہاؤس سے نکلا۔
رحیم اس کی گاڑی فارم ہاؤس سے نکلتے دیکھ کر سیدھا ہو کر
بیٹھا۔ باشم کی گاڑی سوات کی سڑکوں میں اندھا دھند
بھاگ رہی تھی۔ براؤن آنکھیں خون چھلکا رہی تھی۔
دلاور خان تجھ جیسے انسان کو جینے کا کوئی حق نہیں، بہت
جلد تیری موت بن کر تیرے سامنے آؤں گا۔ تم نے
ایک جیتے جاگتے انسان کی زندگی چھین لی۔ چھوڑو گا

نہیں تمہیں ہاشم غصے سے یک دم گاڑی روک گیا تھا۔
بہرام کی گاڑی اس کی گاڑی سے آکر ٹکڑاتی، اگر بروقت
ہاشم اپنی گاڑی کو بریک نالگاتا۔ کاوش نے غصے سے ہاشم
کو گھورا، ابھی کاوش باہر نکلتا بہرام اسے بازو سے پکڑ کر
واپس سیٹ پر بیٹھا گیا۔ ہاشم نے گن سے اپنی کنپٹی کو مسللا
اور گاڑی کو دوسری سائیڈ سے لیں گا۔ بہرام نے اپنی
نظروں سے ہاشم کی گاڑی کا بہت دور تک تعاقب کیا۔
ابھی گاڑی سٹارٹ کرتا، رحیم کی گاڑی اس کے پاس آکر
روکی۔ رحیم صبح تم ڈیرے پر آکر ملنا۔ ٹھیک ہے خان!
کاوش نے رحیم اور بہرام کی طرف دیکھا، لالا آپ مجھ

سے کچھ چھپا رہے ہیں، بہرام نے ایک نظر اسے دیکھا
اور گاڑی ہو اسپتال کے راستے میں ڈالی۔

فجر کی اذانیں ہونے والی تھی۔ آئزہ کو آج ڈسچارج ملنے
کے بعد اسے کاوش کو ڈیرے پر بولانے کا سوچا۔ کاوش
آئزہ کو حویلی چھوڑنے کے بعد تم ڈیرے پر میرے ساتھ
چلنا، لالاسب ٹھیک تو ہے، یہ میں تمہیں بات میں بتاؤں
گا۔ بہرام کی گاڑی ہو اسپتال کے باہر آکر روکی اور گاڑی
سے اتر کر اندر کی طرف بڑھ گئے۔ اور ان کا رخ پہلے
ڈاکٹر برلاس کے کیمین کی طرف تھا۔

شاہ پیچھے ہٹے، عاصم شاہ آئزہ کو اپنے حصار میں لے کر
اس کے ساتھ ہی لیٹ گیا تھا۔

آئزہ ایک ہی پوزیشن میں لیٹی لیٹی تھک چکی تھی۔ اب
اس کے زخم میں بھی ہلکا ہلکا درد شروع ہو گیا تھا۔ آئزہ
نے عاصم کو ایسے لیٹے دیکھ کر پھر پکارا۔ شاہ! اٹھو مجھے بین
ہو رہا ہے، عاصم آئزہ کی درد بھری آواز سن کر اٹھ بیٹھا،
اور اس کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

شاہ! کی جان کہاں پین ہو رہی ہے، عاصم اس کا چہرہ
ہاتھوں کے پیالے میں لے کر تڑپ کر بولا۔ آئزہ اس
کے پیار بھرے انداز کو دیکھ کر فوراً آنکھیں نم ہوئی،

عاصم اس کے آنسو دیکھ پھر پکارا۔ لیڈی! زیادہ پین ہو رہا
ہے، میں ابھی ڈاکٹر کو بولاتا ہوں۔ عاصم ابھی اٹھتا آئزہ
نے ہاتھ پکڑ کر جانے سے روک دیا۔ عاصم نے مسکرا کر
آئزہ کو سہارا دیکھ کر بیٹھایا، آئزہ سہارا لیتے ہی اس کے
سینے سے لگ کر رونے لگی، کیا ہوا لیڈی! تم رو کیوں رہی
ہو، اگر زیادہ پین ہو رہا ہے، میں ڈاکٹر کو بولاتا ہوں۔
آئزہ نے سر اٹھا کر نہ میں سر ہلایا۔ عاصم نے اس کی

آنکھوں پر لب رکھے، شاہ کی جان! آپ روکیوں رہی
ہے، آپ بہت اچھے ہے شاہ! آثرہ اس کے سینے پر سر
رکھ کر بولی وہ تم مجھے پتہ ہے، میں بہت اچھا

ہوں صرف تمہارے معاملے میں تو اس لیے آنسو بہا
رہی ہو، آثرہ نے معصوم بچے کی طرح سر ہلا کر اثبات
میں سر ہلایا۔ عاصم اس کے گرد حصار تنگ کیا۔ شاہ! کی
جان تم بہت معصوم ہو، تمہاری باتیں بھی تمہاری طرح
معصوم ہے، عاصم اس کے بالوں پر لب رکھ کر بولا۔ آج
تمہیں ڈسچارج مل جائے گا۔ تم نے اپنا بہت خیال رکھنا
ہے، اگر ایسی ویسی حرکتیں کرنے کی کوشش کی تمہارے

ساتھ اچھا نہیں ہو گا۔ بہت جلد میں مام کو لے کر آؤں
گا۔ اب تمہارے شاہ کو تم صرف اپنی باہوں میں چاہیے
ہو، بہت جلد تمہیں رخصت کروا کر لے آؤں گا۔
بہرام اور کاوش روم میں داخل ہوئے عاصم ان کو دیکھ کر
آئزہ کے گال پر لب رکھ گیا، آئزہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا،
بہرام مکر کر آئزہ کی طرف بڑھا، کاوش عاصم کو گھور کر
آئزہ کے گال پر وہی لب رکھ گیا، عاصم نے غصے سے
مٹھیاں دبوچ لی، بہرام ان دونوں کو آپس میں گھورتے
گہرا مسکرایا۔ اور آئزہ کی طرف متوجہ ہوا، گڑیا آپ کو
ڈسچارج مل گیا ہے، حویلی میں سب تمہارا انتظار کر رہے
ہے، چلو اٹھو کاوش آئزہ کو ہاتھ لگاتا، عاصم جلدی سے

آگے، ہو کر آئزہ کو بیٹھایا اور اس کے پاؤں میں جوتا
پہنانے لگا، کاوش گھور کر بولا کمینے میری بہن ہے، اور
میری بیوی میں بلکل برداشت نہیں کر سکتا اس کے بھائی
بھی اسے چھوئیں، جل کو کر اکی کا، آئزہ عاصم کی حرکت
پر سر جھکا گئی۔ چلو اب ایسے ہی گھورتے رہنا ہے، بہرام
ان کو دیکھ کر بولا عاصم آئزہ کو باہوں میں اٹھا کر باہر کی
طرف بڑھ گیا۔

کاوش بھی دانت پیس کر اس کے پیچھے بڑھ گیا۔ بہرام
بھی اپنا سر جھٹک کر ان کی طرف بڑھا۔ عاصم نے آئزہ کو
گاڑی میں بٹھایا، اپنا خیال رکھنا ہے، مائے لیڈی! آئزہ نے

اپنا سر اثبات میں ہلایا۔ عاصم اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ کاوش اور بہرام بھی گاڑی میں بیٹھے، کاوش عاصم کو شیشے سے فلائنگ کس کر تازن سے گاڑی بھگالے گیا۔ عاصم اس کی حرکت پر گہرا مسکرایا اور گاڑی سٹارٹ کی وہاں سے نکلا۔ عاصم کا ارداہ احمد سے ملنے کا تھا، اسے آج ہی اسلام آباد جانے کا ارداہ کیا۔

بہرام اور کاوش آئره کو لے کر حویلی پہنچ گئے تھے۔ آئره حاکم خان کے کندھے پر سر ٹکائے بیٹھی تھی۔ زرمینہ بچے ہماری پوتی کے لیے کچھ اچھا سا بناؤ۔ دیکھو میری پوتی کا اتنا سا چہرہ نکل آیا ہے۔ جی داجی! ہم اپنی بچی کے لیے کچھ اچھا سا بنواتے ہیں، زرمینہ بھابھی میں بناؤں گی اپنی آئره

کے لیے کچھ اچھا سا، رانیہ بیگم زرمینہ کو دیکھ کر بولی دا جی!
میں بالکل ٹھیک ہوں، میرا چہرہ بھی اچھا ہے، رانیہ پھوپھو
مجھے یہ سوپ ووپ نہیں پینا مجھے میری بچی اگر ہیلدھی
کھانا نہیں کھاؤ گی تو ٹھیک کیسے ہو گی۔ کیوں بابا میں نے
ٹھیک کہاں رانیہ نے حاکم خان کو دیکھ کر بولا، آئزہ تیری
پھوپھو ٹھیک کہہ رہی ہے، ہیزل اور ماہی آئزہ کاسن کا فوراً
نیچے آئی ہیزل اور ماہی نے سب کو سلام کیا، ہیزل نے
حاکم خان کے آگے سر جھکا کر سلام کیا حاکم خان! نے بے
رنخی سے۔ ہلکا سا ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔ ہیزل حاکم خان
کی بے رنخی پر لب کاٹ گئی۔ ماہی نے بھی حاکم خان کو
سلام کیا حاکم خان نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

ہیزل اور ماہی آئزہ کی طرف مخاطب ہوئی۔ کیسی ہو آئزہ

ہیزل اور ماہی ایک ساتھ بولی آئزہ نے اپنی دونوں

بھابیوں کو مسکرا کر دیکھا، ٹھیک ہوں میں، زل بھابی

کہاں ہے، آئزہ ہیزل کے کان میں جھک کر کہاں ہیزل

مسکرا کر بولی تمہارے لالا کل سے لے کر گھو سے ہے

کمرے میں لگتا آج کمرے سے نکلنے کا موڈ نہیں ہے،

ان کا ماہی ان دونوں کو دیکھ کر بولی جس پر تینوں مسکرا

دی۔ عابیرہ سامنے صوفے پر زرمینہ بیگم کے ساتھ بیٹھی

ہیزل کو نفرت بھری آنکھوں سے گھور رہی تھی۔

زرمینہ بیگم نے عابیرہ کی آنکھوں میں نفرت دیکھ کر گہرا
مکرائی، عابیرہ بچے آپ نے اپنے لیے کچھ سامان خریدنا
تھا،

آپ کل بول رہی تھی نا مجھے، عابیرہ تھوڑا حیران ہوئی،
میں نے تو ممانی جان سے ایسا کچھ نہیں کہا،

اور نا ہی اسے کچھ چاہیے تھا جو چاہیے تھی وہ ضرغام سے
منگو اچکی تھی۔ عابیرہ نا سمجھی سے دیکھنے لگی،

جب اپنی ممانی جان کی نظریں ہیزل پڑی، تو اسے سمجھ
آیا، جی ممانی جان مجھے اپنے لیے کچھ چیزیں تو لینی ہے،
پر کسی کے پاس ٹائم ہی نہیں ہے،

ضرغام بھائی تو حویلی ہی نہیں آتے، کوئی بات نہیں
میری بچی میں بہرام کو بول دوں گی، وہ تمہیں لے جائے
,

آئزہ نے عابیرہ اور اپنی مورے کی طرف دیکھا، جو ہیزل
کو کو جھلانے کی کوشش کر رہی تھی، بھا بھی مجھے روم میں

جانا ہے، آپ مجھے لے چلے، ہم! ماہی اور ہیزل آئزہ کو
اپنے حصار میں لے کر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

ہیزل بھی وہاں نہیں رکنا چاہتی تھی، اس لیے آئزہ کو
اس کے کمرے کی طرف لے کر بڑھ گئی، ممانی جان!
آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ کہ آپ میری بہرام سے
شادی کروائے گی۔

عابیرہ ہیزل کے جاتے ہی زرمینہ بیگم! کو اُن کا کیا ہوا
وعدہ یاد دلایا، میری بچی مجھے اچھے سے یاد ہے، بہت جلد
میں تمہیں اس حویلی کی بہو بناؤ گی، بہرام جس حد تک

اس لڑکی کو لے کر پوزیسیو ہو گیا تھا۔ زرینہ بیگم! سے
برداشت نہیں ہوتا تھا۔ کیا ہوا ممانی جان! کچھ نہیں بیٹا
مجھے نہیں لگتا بہرام اس لڑکی کو چھوڑے گا، ممانی جان یہ
سب آپ مجھ پر چھوڑ دے، مجھے اس لڑکی کو بہرام کی
زندگی نکالنا بھی پڑے تو مجھے کوئی افسوس نہیں ہو گا۔
عابیرہ غصے سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

.....

بہرام اور کاوش ڈیرے پر بیٹھے رحیم کا ویٹ کر رہے تھے
، لا لا آپ یقین نہیں کر سکتے میں کتنا خوش ہوں، دل کر
پورے سوات کو چیخ چیخ کر بتاؤ خان حویلی کا بڑا پوتا زندہ

ہے، ہمارا دامیار لالا زندہ ہے، لالا میرے خوشی سے آنسو
دیکھے کیسے بہہ رہے ہے، پروہ لاش کس کی تھی، جو بلکل
دامیار لالا کے جیسے دکھ رہی تھی، یہی بات تو مجھے پریشان
کر رہی ہے، لالا ہو سکتا ہے، لالا ہو سکتا ہے، یہ سب ہاشم
خان نے کیا ہو، نہیں کاوش اتنی بڑی سازش ہاشم نہیں کر
سکتا۔ ابھی کاوش بولتا رحیم کو اپنی طرف آتے ہوئے
دیکھا۔ اسلام علیکم خان! وعلیکم سلام! ہاں رحیم بولو کیا خبر
ہے، رحیم خان نے ہاشم کے فارم ہاؤس کے متعلق سب
بتایا، ٹھیک ہے، رحیم تم جاؤ اور پتہ کرو اس فارم ہاؤس
میں بہاشم نے دامیار لالا کو رکھا ہے، جان یہ آپ کیا کہہ
رہے ہیں، جو تم نے سنا وہی کہا، مجھے کل تک خبر لا کر دو،

اور یہ بات کسی کو بھی پتہ نہیں چلنی چاہیے، بہرام اس کا
کھلامنہ دیکھ کر بولا! کاوش نے اپنی ہی دہائی، ایسا جھٹکا تو
سب کو لگنے والا ہے، رحیم اپنا منہ تو بند کرو، کاوش نے
اس کے آگے چٹکی بجائی، رحیم فوراً ہوش میں آیا۔

خان صاحب مجھے یقین نہیں ہو رہا، یقین ہمیں بھی نہیں
ہوا تھا، اگر وہ بہرام ہیزل کے منہ سے یہ سب ناسناتا تو
ہمیشہ ایسے ہی بے خبر رہتے۔

خان ہم کو کل صبح ہونے سے پہلے خبر دیں گے، بہرام
رحیم کا کندھے پر ہاتھ رکھا، اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ
گیا۔

کاوش بھی بہرام کی پیچھے بڑھا، بہرام گاڑی میں بیٹھا،
کاوش نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی، اور حویلی کے راستے
کی طرف ڈالی۔

کاوش نے گاڑی کارپوچ میں پارک کی اور اپنے کمرے کی
طرف بڑھ گیا، بہرام بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ
گیا۔ کاوش روم میں داخل ہوا اپنی شہزادی کو کمبل میں

غروب ہوتے دیکھ کر مسکرایا، اور جلدی سے فریش
ہونے، واش روم میں داخل ہوا، تھوڑی دیر میں فریش ہو
کر باہر نکلا اور ماہی کی طرف بڑھا، ماہی کمبل کو خود پر اچھے
طرح لپیٹ کر سو رہی تھی، کاوش نے کمبل پیچھے کیا۔ ماہی
کے ساتھ لیٹ گیا۔ اور ماہی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنے
ساتھ لگایا، ماہی اپنی کمر پر ہاتھ رینگتے محسوس کر کے فٹ
سے اپنی آنکھیں کھولی، کاوش نے اسے آنکھیں کھولتے
دیکھ کر اس کی گردن میں چہرہ چھپایا۔ ماہی نے مسکرا کر
کاوش کو دیکھا، آپ کب آئے۔ جب تم گھوڑے بیچ کر
سو رہی تھی، میں کب گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی، تو اور
کیا میں بھی کہوں میری شہزادی بھیس کی آواز میں

خراٹے مار رہی تھی۔ ماہی یک دم اٹھ کر بیٹھی کیا۔۔۔
کیا۔۔ کہا۔۔ آپ نے میں بھینس کی آواز میں خراٹے
مارتی ہوں۔

ماہی کا غصہ ساتویں آسمان پر پہنچ چکا تھا۔
کاوش یہی تو چاہتا تھا، کہ اس کی جنگلی بلی اس سے لڑے،
ٹھیک تو کہا ہے میں نے کاوش ماہی کے لال پڑتے چہرے
کو دیکھ کر بولا! ماہی کا بس نہیں چل رہا تھا، کہ کوئی چیز اٹھا
کر اس کے سر پر دے مارے میرے ننھے منے خراٹوں کو
بھینس کی آواز سے ملایا،

چھوڑوں گی نئی آپ کو یہی تو چاہتا ہوں میری جنگلی بلی
مجھے ناچھوڑے، کاوش نے ایک ہی جھٹکے سے ماہی کو اپنے
اوپر گرایا، ماہی کے ہونٹ کاوش کے ہونٹوں کے ساتھ
ٹچ ہوئے، ابھی ماہی پیچھے ہٹتی کاوش نے ایک ہی جھٹکے سے
ماہی کو اپنے نیچے کیا اور ماہی کے لبوں کو اپنے لبوں کی قید
میں لیا۔

ماہی کا سانس بند ہونے کو بھتا، کاوش ماہی کو سانس نالیتے
دیکھ کر اپنی سانسیں ماہی کے اندر اندھیلنے لگا، پر لبوں کو
آزاد نا کیا، شہزادی تمہارے ان لبوں کا جام پیتے میں الگ
ہی دنیا میں مجھے اپنی جنگلی بلی کا بھی چلا جاتا ہوں۔ اب۔

بولڈ نیس دیکھنا ہے، کاوش نے ماہی کو اپنے اوپر کیا، چلو
شروع ہو جاؤ، ماہی نے نامیں سر ہلایا۔ کاوش اسے نامیں
گردن ہلاتے دیکھ کر بولا اگر تم نہیں چاہتی میں تمہاری
سانسوں کا گلا اپنے انداز سے دباؤ، تو چلو شروع ہو جاؤ۔
ماہی کاوش کا انداز یاد کر کے سرخ پڑ گئی، اور فوراً اپنے
مخملی لب کاوش کے لبوں پر رکھے، اور نیچے والے ہونٹ
کو زور سے سک کیا۔ کاوش ماہی کی حرکت پر مسکرایا،
کاوش نے ایک ہی جھٹکے سے ماہی کی شرٹ اتاری، ماہی کا
چہرہ سرخ پڑ گیا، ماہی فوراً کاوش کے سینے میں سمائی کاوش
نے ماہی کو اپنے نیچے کیا، اور اس کی دھڑکنوں کو اپنے
لبوں سے چھوا، ماہی نے کاوش کے بالوں میں انگلیاں

چلانے لگی، کاوش نے کمبل اڑایا، اور ماہی کے لبوں پر جھکا
، ماہی بھی کاوش کا ساتھ دینے لگی، کاوش ماہی کی اداؤں پر
اور بہکنے لگا،

اور جگہ جگہ اپنی شدتوں کے نشان چھوڑنے لگا۔ ماہی کی
کمرے میں دبی دبی سسکیاں گونجنے لگی، یک دم ماہی کی
چیخ نکلی، کاوش نے فوراً اس کی چیخ کو اپنے لبوں سے کہی دبا
دیا۔ ماہی کے آنسو بہنے لگے، کاوش نے ماہی کے آنسوؤں
کو اپنے لبوں سے چننے لگا، کاوش کے شدتوں میں اضافہ
ہوتا گیا، کاوش اپنی تشنگی مٹا کر سیدھا ہو کر بیڈ پر لیٹ
گیا۔ ماہی کو اپنے حصار میں لیا اور بالوں پر لب رکھے،

بہت برے ہے آپ کاوی، میری جان نکال دی آپ نے
، ماہی اس کے سینے پر مکے برسانے لگی، کاوش مسکرا کر
اس کے نازک مکوں کا وار سہنے لگا، تمہارے ان مکوں سے
میرا کچھ نہیں بننے والا اگر کہتی ہو تو دوبارہ راؤنڈ لگالوں۔

پھر شاید تمہارے مکے مجھ پر اثر کر جائے، میں آپ کا سر
پھاڑ دوں گی اگر آپ میرے نزدیک دوبارہ آئے، ماہی
اٹھ کر بیٹھی، اور ار بیٹھی، اور اپنی حالت دیکھ کر دوبارہ
لیٹ گئی، کاوش کا قہقہہ کمرے میں گونجا، ماہی نے اسے
بہتے دیکھ کر سرخ پڑ گئی، اور غصے سے کاوش کے سینے پر
دانت گھاڑے۔ آہ! جنگلی بلی کاوش کی چیخ کمرے میں

گو نچی، اب ماہی اونچا اونچا ہسنے لگی، کیا ہوا شیر اپنی جنگلی
بلی کا وار بھی نہیں سہہ سکے، ماہی کی بچی! اب میں تمہیں
بتاتا ہوں، کاوش ماہی کو اپنی قید میں لیتا ماہی کاوش کی
شرٹ سے خود کو چھپاتی واش روم میں جا گھسی، کب تک
واش روم میں رہو گی۔ آنا تو آپ نے باہر ہی ہے، اور اس
کا بدلہ میں نے پورا پورا وصول کرنا ہے، میں تب ہی باہر
آؤں گی۔ جب آپ کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو جاتا۔ ماہی
چہک کر بولی، رہو پھر اندر ہی، میرا غصہ تو ٹھنڈا نہیں ہو
گا۔ جب تک تم اپنے لب اس زخم پر نہیں رکھ دیتی،
کاوش اپنے سینے کو دیکھ کر بولا جہاں سے خون رس رہا تھا،

میری جنگلی بلی چھوڑوں گا نہیں تمہیں کاوش جا کر بیڈ پر
لیٹ گیا۔

بہرام اپنے روم میں بیٹھا کب سے ہیزل کا ویٹ کر رہا
تھا۔ جو پتہ نہیں کسی کونے میں جا کر بیٹھ گئی ہے، بہرام
غصے سے کمرے سے باہر نکلا، آئزہ کے کمرے کی طرف
بڑھا، اور اندر داخل ہوا، آئزہ لیٹی سو رہی تھی، ہیزل
یہاں بھی نہیں ہے تو کہاں ہے، بہرام لاؤنچ میں داخل
ہوا، بہرام ابھی کچن کی طرف بڑھتا، عابیرہ حاکم خان
کے کمرے سے نکلی بہرام کو پکارا! بہرام نانا حاکم آپ کو

بلوار ہے ہے، یہ ساتھ حاکم کہنا لازمی ہوتا ہے، میری
مرضی میں جو مرضی کہوں، بہرام غصے سے گھورتے
حاکم خان کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ عابیرہ فوراً کچن
کی طرف بڑھی، ہیزل کچن میں کھڑی، چائے بنا رہی
تھی، ہیزل نے عابیرہ کو ایک نظر دیکھا اور پھر چائے کی
طرف متوجہ ہو گئی، عابیرہ غصے سے ہیزل کی طرف
بڑھی، تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے اگنور کرنے کی ہیزل
نے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹایا اور اس کی بات کا جواب
نادیا۔ بہت جلد بہرام کو تم سے چھین لوں گی، بڑے
تمہارے پڑ نکل آئے، تمہاری اوقات کیا ہے، ایک
نوکرانی کی قاتل کی بہن قاتل ہی کہلاتی ہے، سارا دن

حویلی میں کام کرنا اور رات خان کا بستر گرم کرنا، آئزہ
نے ایک زوردار تھپڑ عابیرہ کے چہرے پر دے مارا،
خبردار جو تم نے مجھے اور میرے لالا کو قاتل بولا اور میں
ابچھے سے جانتی ہوں اپنی اوقات اور تم مجھ سے میرے
خان کو چھینو گی، چھین کر دکھاؤ میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں
تم اور کتنا گرو گی، عابیرہ غصے سے چلائی تمہاری ہمت کیسے
ہوئی مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی، یہ ہاتھ مجھ پر اٹھا ہے، اب یہ
ہاتھ دیکھنے کے قابل نہیں رہے گا۔ عابیرہ نے چائے کا
برتن پکڑ کر ہیزل کے ہاتھ پر انڈیل دیا، ہیزل کی چیخیں
کچن میں گونجی، عابیرہ چائے کا برتن پھینک کر دو قدم
پیچھے ہوئی، ہیزک کا ہاتھ دیکھنے لگی جو بڑی طرح جل گیا

تھا۔ ہیزل کی بڑھتی چنچیں باہر تک جانے لگی۔ بہرام جو
حاکم خان کے کمرے میں تھا، کسی کی چیخوں پکار سن کر
باہر کی طرف بھاگا، آواز کچن سے آتے دیکھ تڑپ اٹھا،
ہیزل، بہرام نے نم آواز ہیزل کا نام پرکارا، اور کچن کی
طرف بھاگا، کچن داخل ہوا، ہیزل اپنا ہاتھ پکڑ کر دیوار
کے ساتھ بیٹھی تھی، عابیرہ بہرام کو سامنے دیکھ کر گھبرا
گئی۔ بہرام تڑپ کر ہیزل کے پاس گیا۔ خاناں! یہ کیا ہوا
ہے، بہرام اس کا جلا ہوا ہاتھ پکڑ کر بولا، ہیزل ہچکیوں
سے رونے لگی، خان! مجھ سے درد برداشت نہیں ہو رہا،
میں مرجاؤں گی۔ بہرام ہیزل کو اپنے

اور ہیزل کے جلے ہوئے ہاتھ پر نظر ڈالی سب نے ایک
منٹ لگایا، سمجھنے میں، لالابھا بھی کوہو سپیٹل لے کر چلے
کافی زیادہ ہاتھ جل گیا ہے، شاہ میر ہیزل کا جلا ہوا، ہاتھ
دیکھ کر بولا بہرام نے ہیزل کے بالوں پر لب رکھے،
جتنی یہ نازک جان تڑپ رہی تھی، اس سے زیادہ بہرام
کو اپنے اندر تڑپ محسوس ہو رہی تھی، بہرام نے ہیزل
کو اپنی باہوں میں اٹھایا، اور باہر نکل گیا، شاہ میر بھی
بہرام کے پیچھے بڑھا۔

بہرام اور شاہ میر ہیزل کو لیے ہو اسپتال آئے تھے۔
ہیزل کی پٹی وغیرہ کروائی دیکھے مسٹر بہرام آپ آپ کی
وائف کا ہاتھ کافی زیادہ جلا ہے، ڈاکٹر صوبیہ ہیزل کی
طرف دیکھ کر بولی جو جب سے ہو اسپتال آئی تھی، ایک
منٹ بھی آنسو نہیں روکے

جی ڈاکٹر ان کا ہاتھ جلدی ٹھیک تو ہو جائے گا۔ مجھ سے
اپنی جاناں کا درد برداشت نہیں ہو رہا۔ بہرام ہیزل کو
اپنے ساتھ لگائے بولا مٹر بہرام زخم بھرنے میں ٹائم لگے
گا۔

ہم نے ان کے ہاتھ پر مرہم لگا دیا ہے، تو ان کی جلن کم
ہو جائے گی، تین سے چار دفعہ پٹی کروائے انشا اللہ بہتر
ہو ہو جائے گا۔ آپ یہ میڈیسن منگوالیں، شاہمیر نے ان
کے ہاتھ سے میڈیسن کی پرچی پکڑی اور باہر نکل گیا۔

خان! مجھے گھر جانا ہے۔ جان کی جان ہم ابھی چلتے ہے،
بہرام نے اسے باہوں میں اٹھایا اور ڈاکٹر سے اجازت
لے کر باہر نکل گیا۔ میری پیاری خاناں چپ کر جائے
اگر آپ ایسے روتی رہے گی، یہ بندہ ناچیز بہت کچھ کر
جائے گا۔ تو فوراً یہ آنسو صاف کرو، تمہارے یہ آنسو
مجھے بہت تکلیف دیتے ہیں، بہرام ہیزل کو پچھلی سیٹ پر

لے کر بیٹھا، شاہ میر نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے گاڑی
سٹارٹ کی۔

تھوڑی دیر میں گاڑی حویلی کے کارپوچ میں آکر روکی
بہرام ہیزل کو باہوں میں اٹھا کر اندر بڑھاسب کو لاؤنج
میں بیٹھا دیکھ کر اور عابیرہ پر قہر برساتی نظریں ڈال کر
اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

شاہ میر لاؤنج میں داخل ہوا زمل شاہ میر کی طرف
بڑھی۔ میر بھا بھی کا ہاتھ کیسا ہے، ٹھیک تو ہو جائے گی بھا
بھی ان کا ہاتھ کافی زیادہ جل گیا ہے تو ڈاکٹر نے بولا ہے
ٹائم لگے گا۔ زخم بھرنے میں۔ بہرام ہیزل کو روم میں
چھوڑ کر نیچے لاؤنج میں آیا۔ غصے سے عابیرہ کی طرف
بڑھا۔ بہرام نے ایک زوردار تھپڑ عابیرہ کے گال پر
دے مارا، عابیرہ لڑکھڑاتی ہوئی دور جا گری تمہاری ہمت
کیسے ہوئی میری ہیزل کو تکلیف پہنچانے کی، بہرام غصے
سے دھاڑا، سب بہرام کی دھاڑ پر سہم گے، ہم! بہرام
نے عابیرہ کو بازو سے پکڑ کر اپنے مقابل کھڑا کیا، بہرام
تم اس لڑکی کے لیے مجھ پر ہاتھ اٹھاؤ گے۔ اس لڑکی کے

لیے جو تاتل کی بہن ہے، دامیار کی قاتل ہے، عابیرہ
بہرام کی شرٹ پکڑ کر ہریانی چینی جسٹ شٹ اپ! وہ
لڑکی نہیں بیوی ہے میری بہرام عابیرہ کو خود سے دور
دھکیل کر بولارانیہ کو آج اپنی تربیت پر جی بھر کر رونا آ
رہا تھا۔ رانیہ نے عابیرہ پر قہر بھری نظر ڈال کر صوفے پر
بیٹھ گئی۔ زرمینہ بیگم بہرام کی طرف بڑھی۔ بہرام تو اس
لڑکی کے لیے عابیرہ پر ہاتھ کیسے اٹھا سکتا ہے۔ مورے!
بیوی ہے میری سب کان کھول کر سن لو اگر میری جاناں
کو کسی نے تکلیف پہنچانے کی کوشش کی، اچھا نہیں ہو گا۔

اور تم مجھے ہیزل کے آس پاس بھی نظر آئی، تو تمہاری
ٹانگیں توڑ کر کمرے میں بیٹھا دوں گا۔ بہرام میں تم سے
بہت پیار کرتی ہوں، تم صرف میرے ہو، جسٹ شٹ
اپ! بکو اس بند کڑواپنی میں صرف اپنی ہیزل کا ہوں۔
اور کوئی مجھ سے میری ہیزل کو جدا نہیں کر سکتا۔ اگر کسی
نے ایسا کچھ کیا اس حویلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔
بہرام زرین اور عابیرہ کی طرف دیکھ کر دھاڑا۔ کاوش
بہرام کے پاس آیا۔ لالار یلیکس ہو جائے اوپر جائے
بھا بھی کو آپ کی ضرورت ہے، ماہی بھا بھی کے لیے کھانا
لے کر جاؤ ماہی اثبات میں سر ہلاتی کچن کی طرف بڑھ
گئی۔ زمل بھی ماہی کے پیچھے کچن میں داخل ہوئی۔

حاکم خان! جو نماز پڑھ رہے تھے۔ بہرام کے چہچہنے پر
روم سے باہر آئے، بہرام اتنا کیوں چلا رہا ہے، ہو گئی
غلطی عابیرہ سے داجی! یہ غلطی نہیں اس نے جان بوجھ
کر جلایا ہے ہاتھ ہیزل یہی کھڑی ہے۔ کا۔ نہیں یقین
پوچھ۔ بن پوچھ لے اس سے یہی بہرام غصے سے بولتا
اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ حاکم خان! عابیرہ پر نظر
ڈالتے اپنے کمرے کی طرف بڑھے، رانیہ بھی اپنی بیٹی پر
ایک نظر ڈالتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

بہرام کمرے میں داخل ہوا ہیزل اپنا ہاتھ پکڑ کر بیٹھی رو
رہی تھی۔ بہرام دروازہ بند کر کے ہیزل کی طرف
بڑھا۔ زیادہ پین ہو رہی ہے۔ میری انوسٹ جاناں ہیزل
نے بہرام کی طرف دیکھ کر اثبات سر ہلایا۔ بہرام نے
ہیزل کو اپنے سینے سے لگایا۔ ہیزل بہرام کے سینے سے
لگ کر زرو قطار رونے لگی۔ ہیزل میری جان چپ کر جاؤ
اگر تمہیں زیادہ درد ہو رہا ہے۔ تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے
چلتا ہوں۔ ہیزل نے بہرام کے گرد حصار مضبوط کیا اور
نا میں سر ہلایا۔

خان آپ مجھے چھوڑ تو نہیں دے گے، نہیں میری جاناں
اگر تمہیں چھوڑ دیا، تمہارا انسان سانس لینا بھول جائے
گا۔ میں اپنی سانسیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ ہیزل نے
بہرام کے گرد اور سختی سے حصار مضبوط کیا۔ جیسے ڈر ہو
بہرام کو اس سے کوئی چھین نالے، میری جاناں! مجھے
کوئی بھی تم سے چھین نہیں سکتا۔ میں صرف اپنی ہیزل کا
ہی ہوں، بہرام نے ہیزل کے لبوں کو نرمی چوما میری
جان تمہارا ہاتھ دکھ جائے گا۔ نہیں دکھتا آپ میرے
پاس ہی رہیے میں تمہارے پاس ہی ہوں۔ دروازے پر

دستک ہوئی، بہرام کو پتہ تھا، ماہی کھانا لے کر آئی ہوگی۔
آ جاؤ گڑیا! ماہی ٹرے لے کر اندر داخل ہوئی اور بہرام
کی طرف بڑھائی بہرام نے فوراً پکڑ لی ہیزل کیسی ہو، ماہی
نے ہیزل کے ماتھے پر لب رکھ کر بولی، ٹھیک ہوں ماہی
بس ہاتھ میں تھوڑا بین ہے، انشا اللہ ٹھیک ہو جائے گی
میری گڑیا ٹھیک ہو جائے گی، اچھا تم کھانا کھاؤ میں چلتی
ہوں۔ ہیزل نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

بہرام نے ہیزل کے گال پر لب رکھے، اور کھانے کی
ٹرے پاس کی چلو کھانا کھاؤ، نہیں مجھے آپ کھلائے،
بہرام مسکرا کر ہیزل کو کھانا کھلانے لگا۔ کھانا کھلانے کے

بعد بہرام نے ہیزل کو میڈیسن دی۔ اور خود فریش
ہونے چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر میں فریش ہو کر باہر آیا،
اور ہیزل کے قریب لیٹ گیا، بہرام نے ہیزل کا ہاتھ
اپنے لبوں سے لگا کر اپنے سینے پر رکھ لیا۔ ہیزل نے بھی
بہرام کے ساتھ چپک کر لیٹ گئی، بہرام سب محسوس کر
رہا تھا، ہیزل کا اس کے ساتھ لیٹ لیٹ کر سونا۔ عابیرہ
نے ایسا کچھ کہا تھا، جس کی وجہ سے ہیزل اس کے ساتھ
لیٹ رہی ہے، بہرام نے جھک کر ہیزل کی گردن پر لب
رکھے، اور آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ ہیزل کے بالوں میں
پھیرنے لگا۔

عاصم خان آترہ کوڈ سچارج ملنے پر اسلام آباد آگیا تھا۔
اپنے کیمین میں بیٹھا تھا، بالاج اور احمد سامنے ہی بیٹھے تھے
، اسامہ کیمین میں داخل ہوا، سلام کرنے کی بجائے سب
سے پہلے نکاح کی مبارک دی، سر آپ کو بہت بہت
مبارک ہو، نکاح کی اگر مجھے کچھ دیر پہلے پتہ چل جاتا تو
میں کوئی پھول شول لے آتا۔ سر مجھ مجھ جیسے غریب کو
بھی انوائٹ کر لیتے، آپ نے میرا بھاسا دل توڑ دیا، کتنے
ارمان سجا کر بیٹھا تھا، بالاج اور احمد اپنی ہی دبائے، اس کی
نوٹشکی انجوائے کر رہے تھے، عاصم اسامہ کو گھور کر بولا
کون سے ارمان سجائے بیٹھا تھا، سر آپ نے تو میرے

ارمانوں پر انڈہ پھیر دیا۔ اووہیلو! انڈہ نہیں ہوتا پانی ہوتا ہے، ایسے بولو پانی پھیر دیا۔

ہاں ہاں وہی، بالاج اور احمد ہسنے لگے، عاصم نے ان تینوں کو گھورا، اسامہ شروع سے ہی ایسی حرکتیں کرتا تھا، عاصم کو یہ تینوں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھے، اسامہ عاصم کے پیچھے کھڑا ہوا، اور عاصم کے کندھے سے آگے کی طرف ہاتھ ٹریس کرنے لگا، عاصم ہڑبڑا کر اٹھا، بالاج اور احمد کا بے ساختہ قہقہہ گونجا، اسامہ عاصم کی طرف بڑھا، بے شرم انسان دور رہو، سر میں تو اپنے ارمان بتانے لگا ہوں، اسامہ نے عاصم کی گردن پر

انگلی ٹریس کر کے بولا، اور بھی مجھے تیرے ارمان جاننے
میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے، کمینوں وہاں کھڑے ہیں
کیوں رہے، یہاں تمہارے ایجنٹ کی عزت لوٹ رہا یہ
انسان، احمد عاصم کو اگنور کر کے اسامہ کی طرف ڈوپٹہ
اچھا،

اسامہ نے ڈوپٹہ لیا، اور عاصم کی طرف بڑھا اسامہ وہی
رک جاور نہ میں نے تیرا گلا دبا دینا ہے، اور یہ تو ڈوپٹہ
کیوں لیا اتار، اور یہ تم دونوں موبائل کے ساتھ کیا کر
رہے ہو سر میری اور آپ کی پیچر لینے لگے ہے، بھابھی کو
سینڈ بھی تو کرنی ہے، کمینوں تم سب میرے ہاتھوں مرو

گے۔ اسامہ نے عاصم کے گال پر کس کی بالاج نے فوراً
تصویر کھینچی، عاصم نے اسامہ کو خود سے دور دھکیلا اور
گندی سی جھڑ جھڑی لی، بالاج پک ڈیلیٹ کر بالاج نے
پک آئزہ کے نمبر پر سینڈ کی، اور عاصم کو دور سے دیکھائی
، عاصم نے پک دیکھی جس اینگل سے لی تھی، ایسے لگ
رہا تھت جیسے سچ میں لڑکی کس کر رہی ہو، کمینوں یہ کیا
حرکت کی، اگر وہ مجھ سے ناراض ہوئی، تم تینوں کو زندہ
نہیں چھوڑوں گا۔ سر یہ آپ کی سزا ہے،

مجھ معصوم کو اپنے نکاح پر نابلو آنے کی، معصوم سزاء
بالاج اور احمد اس کی معصوم سزا پر ہسنے لگے، اب یہ

عاصم ہی جانتا تھا، کہ آئزہ کار یکشن کیا ہو گا۔ بے شرم
انسان تمہاری معصوم سزا کی اب مجھے بڑی سزا بھگتنی
پڑے گی، نکلو میرے کبین سے اور احمد تو یہی رک،
اسامہ اور بالاج عاصم کو فلائنگ کس اچھالی، سر آپ
بلیک سوٹ پہنو گے تو لڑکیاں کیا لڑ کے بھی آپ پر فدا ہو
جائے گے، اس لیے تھوڑا احتیاط کرے، کمینے نکل یہاں
سے عاصم نے گلاس اٹھا کر اس کی طرف پھینکا، اسامہ اپنا
بچاؤ کر کے فوراً باہر بھاگا، احمد اپنی ہنسی دبانے کی ناکام
کوشش کر رہا تھا۔ عاصم نے اسے ستے دیکھ کر گھوری سے
نوازا، عاصم یار تو یہ بلیک کلر نا ہی پہنا کر بہت سوٹ کرتا
ہے، اگلی دفعہ اسامہ کی جگہ کوئی اور بھی ہو سکتا ہے، ہاں

ہو سکتا ہے، اور وہ صرف میری آثرہ ہے۔ اور توں بتا وہ
لڑکی کیسی ہے، کونسی وہی جو تمہیں کنگ کے اڈے سے
ملی تھی، اچھا، وہ ٹھیک ہے، ہم! اس کے گھر والو کا پتہ چلا
نہیں سر کچھ بھی نہیں پتہ چلا بس اتنا پڑا چلا ہے، اس کو
ہوسٹل سے اٹھایا گیا تھا۔ اور میں وہاں گیا تھا، ہوسٹل
والوں نے بتایا یہ لڑکی میرا مطلب نور دس سال سے
ہوسٹل رہ رہی تھی، کوئی بھی ان کے گھر والوں میں سے
ان دس سالوں میں نور کا پوچھنے نہیں آیا۔ ہم! اب کہاں
ہے گھر ہے، میرے ساتھ ہی رہتی ہے، احمد ایک بات
کہوں، کہو عاصم احمد تیرے علاوہ اسے کوئی تحفظ نہیں

دے سکتا کیا مطلب، احمد عاصم کی بات پر فوراً بولا میں
چاہتا ہوں تو اس سے نکاح کر لیں۔

عاصم میں کیسے کر سکتا ہوں، اس سے نکاح وہ بہت چھوٹی
ہے۔ تو کیا ہوا میں نکاح کرنے کے لیے بول رہا ہوں،
تعلقات تو بعد میں بنالینا، جب وہ اٹھارہ کی ہو جائے گی،
کمینے بے شرم احمد نے مکا بنا کر عاصم کے پیٹ پر مارا، اس
کا مطلب ہے، تو راضی ہے، ہاں وہ مجھے پہلے دن سے ہی
پسند تھی، اسامہ اور بالاج جو باہر کھڑے ان کی باتیں سن
رہے تھے، تالیاں بجا کر اندر داخل ہوئے،

واہ جی واہ! بہت خوب کر لو کر لو نکاح ہمیں تو کوئی پوچھتا
نہیں، اس سال بھی لگتا ہے، ہم دونوں کنوارے ہی
مرے گے، بالاج اسامہ کو گلے لگا کر بولا، کمینوں تم
لوگوں کی جو حرکتیں ہے، تم لوگوں نے ویسے بھی
کنوارے مرنا ہے، استغفر اللہ ایسی بد دعاؤں تو نادیں۔

کوئی بات نہیں بالی ہم دونوں نکاح کر لیں گے، عاصم اور
احمد کا زبردست قہقہہ چھوٹا، اووئے یہ تو نے بالی کسے کہا،
تمہیں کہاں ہے ڈار لنگ، اووئے ڈار لنگ نہیں ڈار لنگ
ہاں ہاں وہی، کمینے دکھ بانٹنے کی بجائے تیری نیت مجھ

پر خراب ہو رہی ہے، بالاج نے جھڑ جھڑی لی، کمینوں تم
دونوں کی جوڑی پرفیکٹ لگے گی،

عاصم اور احمد ایک ساتھ بولے، اور پیٹ پر ہاتھ رکھ کر
ہسنے لگے، بالی جان یہ دونوں ہم دونوں کا مزاق اڑا رہے
ہے، کمینے تو جب حرکتیں ایسی کرے گا تو ہے گے ہی،
عاصم کچھ بولت موبائل کی رنگ بجنے لگی، جہاں آئزہ کا
نمبر جگمگا رہا تھا، کمینوں آگیا تمہاری بھابھی کا فون نکلو
یہاں سے تینوں، ہاں ہاں جارہے ہیں، اور تو ثبوت پیش
کر بھابی کے آگے یہ لڑکی نہیں اسامہ ہے، ہم ثبوت تو
اپنے ساتھ لے کر جارہے ہیں، بالاج اور احمد اسامہ کو

لے کر فوراً باہر بھاگے، عاصم نے کال اٹینڈ کر کے
موبائل کان کو لگایا، آئزہ غصے سے چلائی کہاں ہے آپ
اتنا ٹائم کیوں لگایا آپ نے کال اٹھانے میں کس ساتھ ہے
، لیڈی میری بات سنو! نہیں مجھے کوئی بات نہیں سننی
کس کے ساتھ ہے آپ کسی کے ساتھ نہیں، جھوٹ،
جھوٹ آئزہ اب ہچکیوں سے رونے لگی، عاصم آئزہ کی
رونے کی آواز سن کر پریشان ہوا، کمینوں تم تینوں کو
چھوڑو گا نہیں، عاصم نے اپنے سر کو مسلتے ہوئے ملکی
آواز میں بھڑبھڑایا۔ لیڈی میری بات سنو مجھے کوئی بات
نہیں سنی آپ نے مجھے دھوکہ دیا، آپ نے میرا دل توڑا
آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی، عاصم اپنی صفائی میں

نکلنا تھا۔۔

''

گیا

نور جو کمرے سے باہر نکل رہی تھی۔ عاصم کو دیکھ کر
وہی رک گئی۔ عاصم نے مسکرا کر اس کے سر پر پیار دیا۔
نور کی آنکھیں فوراً نم ہوئی۔ کیا ہوا نور رو کیوں رہی ہو۔
کچھ نہیں بھائی بس ویسے ہی اتنے سالوں بعد کسی نے سر
پر ہاتھ رکھا، اسی وجہ سے آنسو آگے۔

ہم! نور تم یہاں سب کو اپنا ہی سمجھو مجھے تم سے بات
کرنی ہے۔ جی بھائی کہے تم مجھے اپنا بھائی سمجھتی ہو تو اپنے
اس بھائی کا مان رکھو گی۔ نور نے سر اثبات میں بلایا۔

میں چاہتا ہوں گڑیا تم احمد سے نکاح کر لو۔ میں مانتا ہوں
ابھی تم بہت چھوٹی ہو۔ تمہارے تحفظ کے لیے بول رہا
ہوں۔ اگر تم نہیں چاہتی تو میں زبردستی نہیں کروں گا۔

سب کچھ تمہاری مرضی سے ہو گا۔ نور نے ایک نظر
عاصم کو دیکھا اور پھر نظریں جھکالی۔ بھائی مجھے کوئی
اعتراض نہیں میں تیار ہوں نکاح کے لیے عاصم نے
سامنے اس معصوم لڑکی کو دیکھا اور پھر اسے اپنے سینے
لگایا۔

ہم نہیں جانتے تمہاری زندگی میں کیا ہوا ہے، ہم بہت
جلد سب پتہ کروالے گے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں
احمد تمہیں بہت خوش رکھے گا۔ یہ لوڈریس تیار ہو جاؤ
مولوی صاحب آتے ہی ہو گے۔ نور اثبات میں سر
ہلا کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔ نور نے کمرے میں جا کر
ڈریس نکالا اور فریش ہونے چلی گئی۔ تھوڑی دیر میں
فریش ہو کر آئی نور نے اپنا ڈریس اٹھایا اور زیب تن کیا۔

وائٹ کلر کا ڈریس جس میں گولڈن موتیوں سے بہت
نفاست سے کام کیا تھا، نور نے ڈرائر اٹھائی اپنے بالوں

سو کھایا۔ اور ایسے ہی اپنے لائٹ براؤن بال کھلے چھوڑ
دیے۔

نور نے ریڈ ڈوبٹ لے کر خود کو آئینے میں ایک نظر دیکھا
بنامیک اپ کے شفاف چہرہ ریڈ ڈوبٹے میں چودھویں کے
چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ دروازہ نوک ہونے پر نور
سیدھی کھڑی ہوئی۔ عاصم دروازہ کھول کر اندر داخل
ہوا اور پیچھے مولوی کے ساتھ بالاج اور اسامہ بھی داخل
ہوئے۔

عاصم نے نور کا ڈوبٹہ چہرے پر پھیلایا اور بیڈ پر بٹھایا۔
مولوی صاحب صوفے پر بیٹھے تھے۔ شروع کرے
مولوی صاحب نور ار ترضی خان۔۔۔ کیا آپ کو احمد رضا
خان سے پچاس لاکھ حق مہر کے عوض اپنے نکاح میں
قبول ہے۔

قبول ہے۔۔۔۔۔ مقبول ہے۔۔۔۔۔ مقبول ہے۔۔۔۔۔ تین دفعہ
لفظ دوہرائے گے۔ بیٹا یہاں سائن کر دیں۔ نور نے
سائن کیے، اور سب نے دعا مانگی۔ عاصم نے نور کو سینے
سے لگایا، اور باہر چلا گیا۔

بالاج اور اسامہ بھی مبارکباد دے کر کرباہر بھر گئے۔
احمد سامنے صوفے پر وائٹ شلوار قمیض زیب تن کی
ہوئی تھی، مولوی صاحب نے نکاح پڑھوانا شروع کیا۔

احمد رضا خان، نور ار ترضی خان کو اپنے نکاح میں پچاس
لاکھ حق مہر کے عوض دیا جاتا ہے، کیا آپ کو قبول
ہے۔۔۔ جی قبول ہے۔۔۔ تین دفعہ لفظ دہرانے کے بعد
سائیں کیے، دعا مانگ کر سب نے باری باری احمد کو گلے
لگایا اور مبارک دی۔ احمد میں جانتا ہوں تو نور کو خوش
رکھے گا۔

کبھی اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دے گا۔ مجھے
ماہی کی طرح ہی عزیز ہے، نور تمہیں فکر کرنے کی
ضرورت نہیں میں اپنی جان سے بھی زیادہ نور کو خوش
رکھوں گا۔ تو ابھی فلحال اپنی منکوحہ کو کو منا۔ احمد اسامہ
اور بالاج کو گھور کر بولا، ہاں جارہا ہوں سوات اسامہ
یہاں سب سنبھال لینا کل کی میٹینگ اٹینڈ کر لینا۔ اور
کے سر! سر کے بچے اگر آئزہ نہیں مانی نا تو تیرے یہ
کپڑے تیرے جسم پر نہیں رہے گے۔ ٹھیک ہے، ابھی تو
جائے بعد کی بعد میں دیکھے گے۔ کمینوں شرم نہیں
آتی، بلکل نہیں بالاج آنکھ ونک کر کے بولا عاصم نے
کشن اٹھا کر ان کی طرف پھینکا۔ اور باہر کی طرف بڑھ

گیا۔ بالاج اور اسامہ بھی احمد کو گلے سے لگا کر باہر کی
طرف بڑھ گئے۔ احمد بھی نور کے کمرے کی طرف بڑھا،
نور اندر بیٹھی قدموں کی آہٹ سن کر دل پر ہاتھ رکھا۔
جو یک دم دھڑکنے اُلجھ گئی تھی۔ احمد دروازہ کھول کر
اندر داخل ہوا، نور جو دروازے پر ہی نظریں جمائی بیٹھی
تھی، احمد کو سامنے دیکھ کر دل جیسے پسلیاں توڑ کر باہر
آنے کو تھا۔ وہ وائٹ شلوار میں کسی سلطنت کا شہزادہ ہی
لگ رہا تھا۔

احمد مسکرا کر اس کی طرف بڑھا، جو آنکھیں کھولے
اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ احمد نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ نور

نے نا سمجھی سے احمد کو دیکھا۔ اور پھر اس کے ہاتھ کو احمد
اسے ایسے دیکھتے پا کر اپنا ہاتھ پیچھے کیا۔

میری کم عمر بیوی کوئی بات نہیں آپ اپنا ہاتھ میری
طرف نہیں بڑھائے گی۔ تو میں آپ کو اپنی باہوں میں
اٹھا کر لیں جاؤں گا۔

مجھے کوئی مسئلہ نہیں، کہاں لے کر جائے گے۔ اپنے
کمرے میں، احمد نور کو اپنی باہوں میں اٹھا کر اپنے کمرے
کی طرف بڑھ گیا۔ احمد اسے لیں کر روم میں داخل ہوا
اور آرام سے بیڈ پر بیٹھایا۔ اور اس کا دو آتشہ روپ دیکھنے
لگا۔

جو بنامیک اپ کے بھی قیامت لگ رہی تھی۔

بلکل ایک چھوٹی سی شہزادی کی طرح، نور نے احمد کی
طرف دیکھا جو اسے اوپر سے نیچے تک گہری نظروں سے
دیکھ رہا تھا۔

احمد۔۔۔ نور نے اسے مدھم آواز سے پکارا جو احمد کو
باخوبی سنائی دی۔ جی جان احمد! احمد نور کے پاس بیٹھا،
وہ۔۔۔ آ۔۔۔ آپ مجھے۔۔۔ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔

کیوں میں نہیں دیکھ سکتا اب تو تمہیں دیکھنے کے لیے پورا
پورا حق رکھتا ہوں۔

بیوی ہو میری میرے علاوہ تمہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا۔
یہاں آؤ میرے پاس لگ۔۔۔ کیا نور تھوڑا پیچھے کو کھسکی
میں نے تمہیں پاس آنے کا بولا دور جانے کا نہیں احمد نے
کلائی سے پکڑ کر ایک ہی جھٹکے سے کھینچ نور سیدھا اس کے
سینے سے آٹکرائی۔ احمد نے اسے کمر سے پکڑ کر اپنی گود
میں بیٹھایا، نور کا چہرہ سرخ پڑ گیا ہو، احمد اس کے سرخ
چہرے کو دیکھ کر اس کے بالوں کو کان کے پیچھے کیا، عمر
کیا ہے، تمہاری احمد اس کے چہرے پر پھونک مار کر بولا

ہم بتاؤ وہ۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ سولہ۔۔۔۔۔ کی۔۔۔۔۔ ہوں۔۔۔ اس
اندر امنڈنے والے کا مطلب ہے، میں اپنے اندر
جزبات کو کنٹرول کروں۔ پر میں چھوٹی چھوٹی گستاخیاں تو
کر سکتا ہوں۔ نور اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے اس
کی گود سے اٹھنا چاہا،

احمد نے اپنی گرفت اور مضبوط کی اور اس کے گال پر
لب رکھے۔ نور سرخ چہرے سے بولی مجھے نیند آرہی
ہے،

ایسے کیسے نیند آرہی ہے، ابھی تو میں نے جی بھر کے
نہیں دیکھا، احمد نے اس کی شرٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر
کمر پر آہستہ آہستہ چلانے لگا۔

نور اس کا ہاتھ اپنی کمر پر بے باکی سے چھونے پر اس کے
سینے میں سمائی، بہت خوبصورت ہو، میری سوچ سے بھی
زیادہ احمد نے اس کا اپنے ما قبل کیا اور نرمی سے اس کے
لبوں کو چوم کر نور کو اپنی گود سے اتارا جاؤ فریش ہو جاؤ
نور اس کی پوری بات سنے بغیر واش روم میں جا کر بند
ہوئی، احمد کا قہقہہ کمرے میں گونجا میری کم عمر بیوی میں
کیسے اپنے جذبات کو کنٹرول کروں گا۔ میرے لیے
بہت مشکل ہے۔

احمد بیڈ کراؤن سے ٹیک لگایا اور سگریٹ جلا کر لبوں سے
لگایا۔

سوات میں آج زور و شور سے بارش ہو رہی تھی، شام بھی
ہونے والی تھی۔ ہے سویٹ ٹھارٹ کتنی دیر یہاں
کھڑے رہنا ہے، جب تک میں پر سکون نہیں ہو جاتی
الیکزینڈر، سویٹ ٹھارٹ بارش بڑھ رہی، رات بھی
ہونے والی ہے، اور تم بیچ سڑک میں گاڑی روک کر بیٹھی

ہو ہم! کافی اچھی اردو بول لیتے ہو۔ تم سے ہی تو سیکھی ہے
نیشوتوں الیگزینڈر کے ساتھ آئے گی، اور مجھے تیرا گھوڑا
چاہیے، اوو کے نیشو گھوڑے سے اتر کر گاڑی میں بیٹھی،
اور وہ گھوڑا لے کر سوات کی سڑکوں پر دوڑانے لگی،
الیگزینڈر اور نیشو نے اپنی گاڑی اس کے پیچھے لگائی میں
بتا رہا ہوں۔ یہ اپنا بہت بڑا نقصان کرے گی، سویٹ
ہارٹ آہستہ یہ سوات ہے، امریکہ نہیں اور تم نے گھر
سواری کب سیکھی۔

تمہیں فکر کرنے کی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں
صرف اپنے اندر لگنے والی آگ کو کم کرنے کی کوشش کر

رہی ہو۔ علینہ خان کو گھڑ سواری سیکھنے کی ضرورت نہیں،
سیکھے بغیر گھوڑے کو اچھے سے handel کر لیتی ہے
عالینہ خان! سب پر قہر بن کر برسے گی۔ کسی کو نہیں
چھوڑوں گی۔ علینہ نے گھوڑے کی سپیڈ اور تیز بڑھائی،
برستی بارش کے ساتھ عالیہ اندھا دھند گھوڑا دوڑانے لگی۔

سردی کی وجہ سے ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ کپڑے بے
حد چھوٹے تھے، پر اسے کیا پرواہ وہ تو اپنے سینے میں لگی
آگ کو کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ الیگزینڈر جو
پیچھے گاڑی میں تھا۔ سامنے سے آتی ہوئی گاڑی کو دیکھ کر
عالینہ کی طرف نظر دوڑائی، جو غصے میں گھوڑا دوڑا رہی

تھی، وہ ایسی ہی تھی غصے میں جب ہوا سے سامنے کچھ
نہیں نظر آتا تھا۔

سویٹ ہارٹ گھوڑا روکو، الیگزینڈر عالینہ کی پشت کو دیکھ
کر چلایا۔ پر عالینہ اس کی پکار کر ان سنی کیے گھوڑے کی
سپیڈ اور بڑھائی، علینہ سٹاپ اٹ روکے نیشوا اور الیگزینڈر
عالینہ کو آوازیں دینے لگے۔ ہاشم جو فون پر بات کرتے
ہوئے ڈرائیو کر رہا تھا۔ سامنے کسی لڑکی کو گھوڑا دوڑاتے
ہوئے، غصے سے مٹھیاں دبوچی جو ایک ہی جگہ پر نظریں
دوڑائے، گھوڑا دوڑا رہی تھی۔ ہاشم کی جب نظر اس کے
لباس پر پڑی اس کا خون منٹوں میں بوائٹلنگ پوائنٹ پر

آیا۔ ہاشم کا گارڈ جو ساتھ بیٹھا تھا۔ خان صاحب یہ لڑکی
یہاں کی نہیں لگتی، ہمارے ہاں یہاں کی عورتیں آدمی
رات کو باہر نہیں نکلتی، سعید اپنی نظریں نیچے کر ہاشم
سعید کو اس لڑکی کو گھورتے ہوئے بولا، ہاشم نے سامنے
لڑکی کو دیکھا اور اپنی گاڑی کو روکا، اور پیچھے سے آتی
گاڑی کو دیکھا جس میں بیٹھا انسان اس لڑکی کو آوازیں لگا
رہا تھا۔ علینہ نے گھوڑا روکا اور الیگزینڈر کو اپنی خون
چھلکاتی آنکھوں سے گھورا علینہ جمپ لگا کر گھوڑے سے
کو دی۔ ہاشم کی نظر پھر سے اس کے لباس پر گئی، چھوٹی
سی شرٹ جس میں پیٹ بلکل واضح نظر آرہا تھا، اور تنگ
جینز پہنی تھی، بارش کی وجہ سے اس کی شرٹ جسم کے

ساتھ چپکی ہوئی تھی۔ ایک لڑکی بھاگی ہوئی آئی اس کے
گلے سے لگی، اس کا بھی ڈریس اسی طرح کا تھا۔ عالینہ آپي
ہم آپ کو کب سے آوازیں لگا رہے تھے، ہم بہت ڈر
گے تھے، اگر وہ گاڑی ناروکتے پتا نہیں کیا ہو جانا تھا۔ نیشو
نے۔ سامنے گاڑی کی طرف اشارہ کیا جس میں وہ انسان
غصے سے انہیں ہی گھور رہا تھا۔ کچھ نہیں ہوتا مجھے،
الیکزینڈر نے علینہ کو کھینچ کر سینے سے لگایا، ہاشم یہ دیکھ کر
غصے سے مٹھیاں دبوچ گیا۔ پتا نہیں کیوں اس لڑکی کو کسی
کا چھونا برداشت نہیں ہوا تھا۔ الیکزینڈر اسے سینے سے
لگاتے بولا ہماری جان نکال کر تم کیسے پر سکون رہ سکتی ہو
عالینہ، الیک چھوڑو مجھے عالینہ نے اسے خود سے دور

دھکیلا، عالیہ میں یہاں تمہیں ہیالے آنٹی کی ناراضگی کی
پرواہ کے بغیر اپنی ذمہ داری پر لے کر آیا ہوں۔ اور میں
نہیں چاہتا تم فضول حرکتیں کر کے خود کو نقصان پہنچاؤ۔
عالیہ غصے سے گھورتی گاڑی کی پچھلی سیٹ میں بیٹھی اور
سامنے اس لڑکے کو دیکھا، جو اسے ہی غصے سے دیکھ رہا
تھا۔

الیکزینڈر نیشو کو گاڑی میں بیٹھنے کا بول کر اس گاڑی کی
طرف بڑھا۔ سوری برو! آپ لوگوں کا ٹائم ویسٹ کیا۔
ہاشم اپنے غصے کو کنٹرول کر کے بولا! کوئی بات نہیں لگتا
ہے آپ یہاں فرسٹ ٹائم آئے ہے، جی ہم امریکہ سے

آئے ہے۔ صرف اس ضدی لڑکی کی وجہ سے الیگ نے
سامنے عالینہ کی طرف اشارہ کر کے بولا کیا آپ ہماری
تھوڑی سی ہیلپ کر سکتے ہے۔ موسم کی وجہ سے ہوٹل کی
بوکنگ نہیں ہوئی، کیا ہم آج کی رات اپنے گھر میں پناہ
دے دیں ٹھیک ہے، آپ یہاں مہمان ہو تو ہمارے بھی
مہمان ہوئے، ہمارے پیچھے اپنی گاڑی لے کر
آ جاؤ۔ تھینک یو! آپ نے ہماری پریشانی دور کر دی۔
الیگ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا، اور گاڑی سٹارٹ کر کے
ہاشم کی گاڑی کے پیچھے لگائی۔ الیگ ہم کہاں جا رہے ہے،
ہوٹل کی بوکنگ نہیں ہوئی تو میں نے اس آدمی سے
ہیلپ مانگ لی۔ آریو کریزی! تم ایسے کیسے کسی پر یقین

کر سکتے ہو۔ مجھے یہی اتارو عالینہ چپ کر کے بیٹھی رہو،
ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔ کیا کرو گے میری سوتیلی مام کو کال
کرو، ہاں تم پھر اچھے سے جانتی ہو تمہاری سوتیلی مام تم پر
کیسے ریکٹ کرے گی۔ تو چپ کر کے بیٹھی رہو۔

باشم کی گاڑی فارم ہاؤس میں داخل ہوئی اور اس کے پیچھے
الیکزینڈر کی گاڑی باشم گاڑی سے نیچے اتر کر ان کی
طرف بڑھا۔ الیک مسکرا کر گاڑی سے اتر ا۔ نیشو بھی
گاڑی سے اتر کر الیک کے پاس کھڑی۔ آپ اپنی نہیں

اترے گی۔ نیشو مجھے نہیں اترنا، الیگ غصے سے اس کی
طرف بڑھا۔ سویٹ ٹھارٹ باہر آؤ، ورنہ ابھی پہلے آنٹی
کو کال کروں گا۔ عالینہ اس کی دھمکی پر فوراً گاڑی سے
اتری۔ ہاشم بڑی غور سے اس نکچڑی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔
جو انتہائی خوبصورت تھی۔ ہاشم اس کے بے ہودہ لباس
کو دیکھ کر نگاہیں پھیر گیا۔ آجاؤ سب اندر کہہ کر اندر بڑھ
گیا۔ دامیار لاؤنج میں بیٹھا ہاشم کو دیکھ کر کھڑا ہوا۔ اور
اس کے پیچھے دو لڑکیوں اور ایک لڑکے کو پیچھے کھڑا
دیکھا۔

دامیار یہ لوگ امریکہ سے آئے ہے، آج رات یہاں
ہی روکے گے۔ ہاشم دامیار کو دیکھتے بولا، الیگ نے دامیار
کی طرف ہاتھ بڑھایا، دامیار نے مسکرا کر اس کے ساتھ
ہاتھ ملایا۔ ہاشم ان سب کو دیکھ کر بولا تم سب فریش ہو
جاؤ، میں کھانا لگواتا ہوں، وہ سامنے ہی روم ہے، تینوں
کھالی ہے، عالینہ غصے سے الیگ کو گھورتی سامنے کمرے
کی طرف بڑھ گئی۔

سوری! یہ ایسی ہی حرکتیں کرتی ہے، آپ بالکل ماسٹڈنا
کیجیے گا۔ میں دیکھتی ہوں، نیشواندر ٹوٹنے کی آوازیں سن
کر سب کو بول کر کمرے کی طرف بڑھی۔ الیگ بھی روم

میں داخل ہوا۔ دامیار ہاشم کے ساتھ وہی صوفے پر
برجمان ہو گیا۔ ہاشم یہ لڑکی تو پوری پٹان ہے، ابھی دس
منٹ نہیں ہوئے، اور آتے ہی کمرے کی بینڈ بجانے لگ
گئی ہے۔ ہاشم تو اسکی حرکتوں پر غصہ آرہا تھا۔ الیگ
کمرے میں داخل ہوا اور غصے سے علینہ کی طرف بڑھا،
جس نے کمرے کی حالت الٹ پلٹ کر رکھ دی تھی۔ بی
ہیو یور سیلف! عالینہ یہ کیا حرکت ہے، تمہارا کمرہ نہیں
ہے، جو یہ تم سب کر رہی ہو، تم ہی یہاں لے کر آئے
ہو، تو بھگتو میں تو ایسی ہی حرکتیں کروں گی۔ علینہ آپی!
نیشو تم چپ رہو، عالینہ چپ کرو، الیگ نے اسے دیوار
کے ساتھ لگایا۔ ورنہ بہت بڑا ہو جائے گا۔ ہم کیا کرو گے

ہیلے کو کال کرو گے تمیز سے بات کرو عالیہ مام ہے،
تمہاری، نہیں ہے وہ میری مام! نہیں ہے، عالیہ اس قدر
اونچا بولی! ہاشم اور دامیار نے باخوبی اس کی آواز سنائی
دے رہی تھی، اگر وہ تمہاری مام نہیں تو کہاں ہے،
تمہاری مام پتہ نہیں کہاں ہے، کبھی معاف نہیں کروں
گی انہیں کیا ہوا میں نفرت کرتی تھی، پر وہ مجھے کیسے چھوڑ
سکتی ہے، چھوڑوں گی نہیں بابا کی فیملی کو جنہوں نے
میرے اندر میری مام کے خلاف بغض بڑھا۔ علیہ اٹھ کر
کمرے سے نکل کر باہر بھاگی، ہاشم بھی اسے بھاگتے
ہوئے دیکھ کر اٹھا، اور اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف
کھینچا عالیہ کسی ٹوٹی ڈالی کی طرح اس کے سینے سے ٹکڑائی

،علینہ نے اپنی خون چھلکاتی آنکھوں سے اسے گھورا ہاشم
تو اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھنے لگا۔ جو رونے کی وجہ
سے لال ہو گئی تھی۔ مقابل روتے ہوئے بھی جان لیوہ
لگتی تھی، کہاں جا رہی ہو، کیوں تم کون ہوتے ہو پوچھنے
والے، جاؤ اندر رات گہری ہو گئی ہے، ہاشم اس کی کلائی
چھوڑتے بولا۔ مجھے نہیں رہنا یہاں کہاں جاؤ گی آدمی
رات کو، کہی بھی تمہیں کیا، جاؤ شوق سے جاؤ، اس ٹائم تو
جنگلی جانور سڑکوں پر نکل آتے ہے، مجھے نہیں لگتا تم
زندہ واپس آؤ گی۔ اووے مٹر! مجھے ڈر رہے ہو، میں ڈرا
نہیں رہا صرف بتا رہا ہوں۔ آگے تمہاری مرضی اگر تم
جانا چاہو تو جاسکتی ہو۔

عاصم شاہ کی گاڑی سوات کی سڑکوں پر اندھا دھند بھاگ رہی تھی۔ رات کے تین بجے تھے۔ عاصم شاہ کی گاڑی کا رخ خان حویلی کی طرف تھا۔ اوپر سے بارش بھی بڑھتی جا رہی تھی۔

آئزہ کو کتنی بار کال کر چکا تھا۔ پر آگے سے نمبر آف تھا۔ عاصم کو آئزہ کی ناراضگی اندر تک بے چین کر رہی تھی۔

اسے حویلی جانے سے پہلے آئزہ کی ناراضگی ختم کرنی تھی۔ عاصم خان حویلی کے باہر گاڑی کھڑی کر کے پچھلی سائیڈ سے اندر داخل ہوا۔ اور آئزہ کے کمرے کی کھڑکی

کی طرف بڑھ گیا۔ عاصم اندر کھڑکی سے اندر داخل
ہوا۔

لائٹ اون تھی۔ آئزہ بغیر کمبل کے الٹا لیٹی تھی۔ عاصم
نے نیچے سے مٹھیاں دبوچی۔ اس کی لاپرواہی سے جیسے
لیٹی تھی، زخم دیکھ سکتا تھا۔ عاصم آئزہ کی طرف بڑھا اس
کے چہرے سے بال ہٹائے جیسے ہی بال ہٹائے عاصم کی
نظر اس کے چہرے پر جم گئی۔ مقابل نے رورو کر اپنا بڑا
حال کر لیا تھا۔ عاصم کا دل کر رہا تھا۔ ان تینوں کا گلا دبا
دے۔

عاصم نے آئزہ کی آنکھوں پر باری باری لب رکھے۔ جو
رونے کی وجہ سے سوج گئی تھی۔ آئزہ کسی کا لمس محسوس
کر آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اپنے اوپر جھکے عاصم کو دیکھ
کر حیرت سے آنکھیں کھولی عاصم نے اسے ایسے دیکھ
نے پر آنکھوں پر پھونک ماری۔

آئزہ فوراً اٹھی عاصم کے سینے سے لگی۔ شاہ! آپ یہاں کیا
کر رہے ہیں۔ تمہیں آدھی

رات کو کڈنیپ کرنے آیا ہوں۔ کیا تم اپنے شاہ کے
ساتھ بھاگ سکتی ہوں۔ آئزہ کو سب یاد آنے پر ایک ہی
جھٹکے سے دور ہوئی۔ میں نہیں آپ کے ساتھ بھاگوں گی
آپ نے مجھے دھوکا دیا۔ آئزہ بیڈ پر لیٹی ہچکیوں سے

رونے لگی۔ عاصم اسے روتے دیکھ کر پاس ہوا۔ شاہ کی
جان! تمہارا شاہ تمہیں کبھی دھوکہ نہیں دے سکتا۔
شدت سے عشق کرتا ہوں۔ تمہاری ہر سانس میری ہر
سانس سے جڑی ہوئی ہے۔ اور تم کہتی ہو، دھوکہ دیا ہے
میں نے۔ میں تو تم سے نفرت بھی نہیں کر سکتا، اتنی
شدت سے عشق کرتا ہوں۔ جھوٹ بول رہے ہیں، آپ
، تمہاری قسم سچ بول رہا ہوں۔ تو پھر لڑکی کون تھی شاہ!
مائے لیڈی وہ کوئی لڑکی نہیں تھی۔ بالاج لوگوں نے
مزاق کیا تھا۔ وہ اسامہ تھا۔ جس نے مجھے کس کیا تھا۔
عاصم نے آئرہ کو ریکارڈنگ سنائی جو اس نے آتے
ہوئے ریکارڈ کی تھی۔ اسے پتہ تھا اس کی آئرہ یقین نہیں

کرے گی۔ آئزہ ریکارڈینگ سننے کے بعد عاصم کے سینے
سے لگی۔ تھینک گوڑ! مزاق تھا۔ اگر کوئی لڑکی ہوتی تو
آپ کو اور اسے زندہ جلا وطن کر دینا تھا میں نے۔ اچھا جی
! اب تم اپنی خیر مناؤ جو تم نے مجھ پر اعتبار کرنے کی
 بجائے ایک پک کو سچ مان بیٹھی۔

سوری شاہ! آئزہ عاصم کی گردن میں باہیں حائل کرتی
بولی۔ ایسے سوری نہیں چلے گا۔ تو پھر کیسے چلے گا۔ کس
کرنے سے۔ آئزہ نے اپنی چھوٹی آنکھیں کر کے گھورا۔
ایسے کیسے گھور رہی ہو۔ چلو کس کرو۔ عاصم بیڈ کراؤن

سے ٹیگ لگا کر اس کے چہرے کے ایکسپریشن دیکھنے لگا۔

چلو آؤ بھی، مخبر کی اذنیں ہونے والی ہے، اور تم جب تک مجھے یہاں کس نہیں دو گی تو میں یہاں سے نہیں ملنے

والا، چلو آؤ یہاں میرے پاس عاصم نے اپنی گود کی

طرف اشارہ کیا۔ آئزہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ آئزہ اٹھ کر

عاصم کی گود میں بیٹھی، اور اس کے ہونٹوں کو دیکھنے لگی،

بلکی گھنی موچھو کے نیچے مقابل کے عنابی لب مسکرا رہے

تھے۔ یار اب ایسے ہی دیکھنا ہے۔ یا کسی بھی کرو گی۔

ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ کر۔۔۔ رہی ہوں۔ آئزہ اپنی لڑکھڑاتی

زبان سے بولی، اور اپنا چہرہ عاصم کے چہرے کے مقابل

کیا۔ اور اپنے لبوں کو عاصم کے لبوں پر رکھا۔ آئزہ ابھی

پیچھے ہٹتی عاصم نے آئزہ کی کمر کو دونوں سائیڈوں سے
پکڑا۔ اور شدت سے آئزہ کے لبوں کو اپنے لبوں میں قید
کر لیا۔ آئزہ کی دھڑکنے عاصم کی دھڑکنوں میں بجنے لگی۔
عاصم نے آئزہ کے نیچلے ہونٹ پر دانت گھاڑے، آئزہ
نے کی بھری عاصم اور شدت سے اس کے لبوں پر جھکا۔
آئزہ پھڑپھڑا کر رہ گئی۔ پانچ منٹ تک عاصم ایسے ہی آئزہ
کے لبوں کا جام پیتے پیچھے ہوا۔ آئزہ اس عاصم کے سینے
پر سر رکھنے اپنی سانس بحال کرنے لگی۔ شاہ! آپ بہت
بڑے ہے، ایسے کون کس کرتا ہے، تمہارا شاہ کرتا ہے،
مجھے جلن ہو رہی ہے، عاصم نے آئزہ کے لبوں کو دیکھا جو
خون چھلکا رہے تھے، شاہ کی جان! ابھی مر ہم لگا دیتا

ہوں۔ عاصم نے آئزہ کے لبوں پر زبان پھیری، اور نرمی
سے چوما۔

چلو تم آرام کرو آج مام کو لیں کر آؤ گا۔ اسی ہفتے تمہیں
یہاں سے رخصت کروا کر لے جاؤ گا۔ عاصم آئزہ کے
ماتھے پر لب رکھے کھڑکی سے باہر نکل گیا۔ اب صبح
ہونے والی تھی۔ اسے حویلی جانا تھا۔ چار دنوں سے حویلی
نہیں گیا تھا۔

ماہی فریش ہو کر باہر آئی، کاوش بیڈ کراؤن سے ٹیگ
لگائے بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ جو گلابی فراک میں بے
حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ شہزادی آج میں اسلام
آباد جا رہا ہوں۔ اونٹلائن کلاسز نہیں اب دے سکتا۔
سٹوڈنٹ کے امتحان ہونے والے ہے۔ تو میں چاہتا ہوں
تم بھی ساتھ چلو، کاوش میں نہیں جاؤں گی۔ پر میں
تمہارے بنا نہیں رہ سکتا۔

تمہارے بھی تو پیپر ہے، مجھے کوئی پیپر وپیئر نہیں دینے۔
کیوں، نادینے کی وجہ وب سمپل سی ہے، پروفیسر کاوش
کہ اب میری شادی ہو گئی ہے، مسز کاوش خان یہ کہاں

لکھا ہے، شادی کے بعد انسان پیپر نہیں دے سکتا۔ چلو
اٹھو یہ تمہارے شوہر کا نہیں تمہارے پروفیسر کا حکم
ہے۔

تم ہر صورت میں امتحان دو گی۔ اگر نمبر اچھے نہیں آئے
، تو یہ پروفیسر تمہاری جان اپنے طریقے سے نکالے گا۔
کاوی بہت بڑے ہے آپ ہاں اس معاملے میں بہت بڑا
ہوں۔ میں فریش ہو کر آتا ہوں بیکیٹنگ ہو جانی چاہیے
، میری شہزادی کاوش اس کے لبوں کو چوم کر واش روم
میں گھس گیا۔ ماہی نے غصے سے اٹھا کر کشن دروازے پر
دے ماریں۔ ماہی غصے سے بیکیٹنگ کرنے لگی۔ تھوڑی

دیر میں کاوش فریش ہو کر باہر آیا۔ ماہی سیکنگ کر کے
غصے سے بیٹھی تھی۔ کاوش اس کی طرف بڑھا۔ اور اس
کے لبوں پر جھک گیا۔

اور نرمی سے چومنے لگا۔ میری شہزادی تمہارے بنا ایک
سیکینڈ بھی نہیں رہ سکتا۔ ہم ہر ویک میں چکر لگاتے رہے
گے۔ چلو آؤ ناشتہ کرنے کرے سب ویٹ کر رہے ہو
گے۔ کاوش نے اپنے بال سیدھے کیے اور ماہی کا ہاتھ
پکڑے کمرے سے نکل گیا۔ لاؤنج میں داخل ہوا، جہاں
سب بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے، کاوش اور ماہی نے سب کو
سلام کیا اور شاہ میر کی ساتھ والی کرسی کھینچ کر بیٹھا۔ ماہی

غصے سے آئزہ کے ساتھ بیٹھی۔ کاوش نے گھور کر ماہی کو
دیکھا جو اسے پوری طرح اگنور کیے۔ آئزہ کی طرف
متوجہ ہوئی۔ کیسی ہو آئزہ میں ٹھیک ہوں بھابھی۔ حاکم
خان نے سب کی طرف دیکھا اور دل سے ماشا اللہ کہاں،
بہرام کی طرف نظریں کی جو غصے سے چیخ کو پلیٹ میں
گھما رہا تھا۔ بہرام کیا ہوا۔ کچھ نہیں دا جی! عدنان مجھے تم
سے بات کرنی ہے، جی بابا جان! کہیے، تم سب ہی یہاں ہو
تو میں چاہتا ہوں۔ سب کے سامنے بات ہو جائے۔ ہم
چاہتے ہیں، آئزہ کی رخصتی کی بات آگے بڑھائی جائے،
آج سعدیہ بیگم آرہی ہے، دن لینے تو میں چاہتا ہوں، اسی
ہفتے کے دن رکھ دیے جائے۔ بابا جان! مجھے کوئی اعتراض

نہیں، میں تو چاہتا ہوں میری گڑیا جلد از جلد اپنے گھر کی
ہو جائے، آئزہ بیٹی تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں عدنان
صاحب آئزہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے، نہیں باباجان!
مجھے کوئی اعتراض نہیں زرمینہ بیگم نے اپنی فرمانبردار بچی
کو سینے سے لگایا۔ زمل اور ماہی نے اسے فلائنگ کس کی
داجی میں آج اسلام آباد جا رہا ہوں، ماہی بھی ساتھ جائے
گی، کیونکہ میں چاہتا ہوں، یہ اپنی پڑھائی مکمل کر لے،
امتحان ہونے والے ہے، میں گڑیا کی رخصتی سے ایک دو
دن پہلے حویلی آ جاؤں گا۔ ٹھیک ہے، کاوش جیسے تمہاری
مرضی پر ہمیں اپنی پوتی کی رخصتی سے پہلے یہاں حویلی
میں دیکھو، چاہے بعد میں جلدی چلے جانا، ٹھیک ہے

داجی، بہرام کو اس نے کل ہی بتا دیا تھا۔ آج انہوں نے
ہاشم خان کے فارم ہاؤس پر جانا تھا۔ اب بہرام کے ساتھ
شاہ میر جائے گا۔ شاہ میر کو بھی دامیار لالا کے بارے میں
سب بتا دیا تھا۔ اب بس یہ جانتا تھا۔

ایسے کون سی بات پر دامیار لالا ان سے دور رہے، یا کوئی
ان کی جان کا دشمن بنا ہوا ہے کوئی۔ ضرغام لاؤنچ میں
داخل ہوا۔ حاکم خان! اسے اوپر کی طرف بڑھتے ہوئے،
پرکارا، ضرغام کہاں ہوتے ہو، حویلی دیکھائی ہی نہیں
دیتے، کاوش نے ضرغام کی طرف دیکھا، وہ کیسے نا اپنے

کزن جیسے دوست کی فیلینگ نا سمجھ سکتا تھا۔ پر آئزہ اسے اپنا لالا سمجھتی تھی۔ کاوش نے ضرغام کے اس رویے کے پیچھے بہرام اور شاہ میر کو بتائی، وہ سب بھی بے حد شرمندہ ہوئے۔ پر ان کی آئزہ کی خوشی عاصم کے ساتھ جڑی تھی۔ ضرغام حاکم خان کے پاس آیا، اور ان کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ اگر مجھے پتہ ہوتا، ہمارے نانا حاکم اتنا مس کرتے ہے، تو ہم حویلی سے ہی نہیں نکلتے، تو پھر آئندہ سے خیال رکھنا ضرغام ہمیں توں اپنے پوتوں سے بھی بڑھ کر عزیز ہے۔ ہمارا اکلوتا نواسا ہے تو، ہم آئندہ سے خیال رکھے گے، ضرغام رانیہ بیگم کے ماتھے پر بوسہ دیے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ ضرغام بہرام نے

اسے پکارا، جی لالا مجھے تم سے بات کرنی ہے، شاہ میر کے
ساتھ ڈیرے پر آجانا۔ ٹھیک ہے لالا ضرغام اپنے کمرے
کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے آئہ پر ایک نگاہ بھی نہیں
ڈالی تھی۔ اس نے اپنے دل کو بہت مشکل سے سنبھالا
تھا۔ اللہ نے اس کے دل میں میرے لیے محبت ہی نہیں
ڈالی تھی۔ ضرغام اپنے نکلنے والے آنسو کو با مشکل قابو
کرتا، فریش ہونے چلا گیا۔

بختو بہرام نے بختو کو آواز لگائی، جی صاحب ہیزل کا ناشتہ
کمرے میں لے کر جاؤ، بہرام لالا ہم لیں جاتے ہیں، ماہی

اور زل ایک ساتھ بولی، رانیہ اور آترہ مسکرائے بنانا رہ
سکی، وہی زرمینہ بیگم اپنی ان دونوں بہوؤں کو ہیزل کی
فکر مندی پر لب کاٹ گئی، ماہی اور زل ہیزل کا کھانا لیے
اوپر کمرے کی طرف بڑھ گئی، آترہ بھی ان کے پیچھے،
ہیزل جو فریش ہو کر بیٹھی تھی ان سب کو دیکھ کر خوشی
سے اٹھی، آترہ جلدی سے ہیزل کی طرف بڑھی، بھا بھی
کیسا ہے آپ کا ہاتھ ٹھیک ہے، اب جلن نہیں ہوتی، انشا
اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔ ماہی ہیزل کے گال پر لب رکھ کر
بولی ارے بھی پیچھے ہٹو، مجھے بھی ملنے دو، زل ان دونوں
کو گھور کر بولی ہیزل نے زل کو گلے لگایا، میں ٹھیک
ہوں، تم سب کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں، ایسے کیسے

فکرنا کرے، ہماری آئزہ کی رخصتی سے پہلے آپ کو ٹھیک
ہونا ہے، ہم! کب ہے میری گڑیا کی رخصتی خالہ آرہی
ہے، آج دا جی نے اسی ہفتے دن رکھنے کا بولا ہے، اور دیکھو
بھئی، کیسے بلش کر رہی ہے، ہماری آئزو۔ بھابھی آپ
ناشتہ کرے ٹھنڈا ہو گیا ہے۔۔۔

عاصم شاہ لاؤنج میں داخل ہوا، سب کو اکٹھے بیٹھے دیکھ کر
دل سے اللہ کا شکر ادا کیا۔ عالیان خان نے کال پر سب بتا
دیا تھا، اور ایک پک بھی بھیجی تھی، جس میں مہک بیگم
مسکان اور سعدیہ کو سینے سے لگائے کھڑی تھی۔

ماشاء اللہ یہاں تو رونق لگی ہے، عاصم سعدیہ بیگم کے ماتھے پر لب رکھے، اور اپنی دونوں خالہ سے پیار لے کر عالیان خان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ راستہ تو نہیں بھول آئے، عاصم آج چار دن کے بعد حویلی آئے ہو، نہیں خالہ جان ہمیں اپنے گھر کا راستہ اچھے سے پتہ ہے، آپ فکرنا کرے ہم اتنی آسانی سے نہیں بھول سکتا۔ یہ آپ کالاڈلا بیٹا کہاں ہے، عاصم نے ہاشم خان کو ناپا کر پوچھا۔ یہ بھی تمہاری طرح حویلی سے غائب رہتا ہے، مجھے لگتا آپ کو ہاشم کے لیے لڑکی ڈھونڈ لینی چاہیے، ہم! ٹھیک کہہ رہے ہو۔

تمہاری رخصتی کے بعد اس کا بھی سوچے گے، مام! آپ

خان حویلی جارہی ہے، ہاں میرے بچے جارہی ہوں،
تمہاری بے چینی نہیں دیکھ سکتی، اسی لیے کال کر کے
اطلاع میں نے وہاں دے دی ہے، اور تم فریش ہو جاؤ،
میں ناشتہ بجھواتی ہوں تمہارے کمرے میں تو اس کا
مطلب ہے، ہم یہاں سے نہیں جارہے، ہر گز نہیں اب
یہ یہاں ہی رہے گی۔ ٹھیک ہے، پر مام یہاں رخصتی خان
حویلی سے سب باشم کو دامیار کا قاتل سمجھتے ہیں، کچھ
نہیں ہوتا ہم وہاں ان سے بات کر لیں گے۔ تم فریش ہو
جاؤ۔ عاصم اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

عالینہ میری بات سنو! پہلے ناشتہ کر لو پھر چلتے ہے، نہیں
الیک تمہیں کرنا ہے، ناشتہ تم کرو میں جا رہی ہوں، کہاں
جاؤ گی، بابا کی حویلی وہاں سب سے اپنی مام کے لیے
حساب بھی تو مانگنا ہے، نیشو تم چل رہی ہو، آپی پلیز ناشتہ
کر لیتے ہے، ہم ایسے ہی یہاں سے چلے گے تو یہ لوگ کیا
سوچے گے، پلیز میری خاطر مان جائے۔ ٹھیک ہے،
الیک ان دونوں کا باہر آنے کا بول کر لاؤنج کی طرف
بڑھ گیا۔ دامیار اور ہاشم ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے، انہی کا
انتظار کر رہے تھے، ہاشم نے ناشتہ سوات کے مہنگے ہوٹل
سے آرڈر کیا تھا۔ الیک ہائے کرتے ان دونوں کی ساتھ

والی کرسی پر بیٹھا۔ عالینہ ہاشم بیٹھی، اور ساتھ ہی کے

سامنے والی کرسی پر بیٹھی، اور نیشو بیٹھی، I love

pakistani food الیگ چیک کر بولا، ہاشم نے

سامنے اس لڑکی کو دیکھا، جو گرے شارٹ شارٹ میں

بہت خوبصورت لگ رہی تھی، ہاشم بھائی آپ بہت

اچھے، آپ نے ہماری مدد کی، دیکھو نیشو تم سب یہاں

مہمان ہو، میں نے صرف اپنا فرض ادا کیا۔ ہاشم نے اس

لڑکی کو مخاطب کیا۔

سنو لڑکی! تمہارا نام کیا ہے،

کیوں تمہیں نکاح پڑھوانا ہے،

الیگ نے اسے گھور کر دیکھا، وہی ہاشم اس کا جواب سن کر مسکرایا۔ میں بتاتا ہوں، یہ تو سیدھے منہ نہیں بتائے گی۔ کوئی ضرورت نہیں ہے، اسے میرا نام بتانے کی۔ دامیار نے ہاشم اور اس لڑکی کو دیکھا، جو دونوں ایک دوسرے کو خون چھلکاتی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ دامیار نے علینہ کے سر پر ہاتھ رکھا۔ تم مجھے بتادو اپنا نام تم بھی میری آئزہ جیسی ہو، اپنا بڑا بھائی سمجھو۔ ہاشم آج اتنے دنوں بعد دامیار کو کھل کر بات کرنے پر مسکرا دیا۔ دامیار بہت جلد تمہارے اس چہرے سے کبھی سائل ختم

نہیں ہوگی۔۔ جی وہ میرا نام عالیہ ہے، ہاشم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، کیا بولا ہے تم نے کیوں تم بہرے ہو، ہاشم اس کے جواب پر سیخ پا ہو گیا۔ دامیار نے اور باقی سب نے اپنی ہی دبائی۔ تمہارا پورا نام کیا ہے، ہاشم کو اس کا پورا نام جاننے کی بے چینی ہونے لگی، بس یہ میری کزن نانکے، پھر ہوا ایسا ہاشم کی آنکھیں پھیل گئی۔۔

جب اس کے منہ سے پورا نام سنا۔ میں عالیہ از لان خان ہوں۔ سب ہاشم کو دیکھ کر پریشان ہوئے، عالیہ نے بھی حیرت سے اسے دیکھا۔ ہاشم اسے ایک نظر دیکھتے کر سی سے ٹیک لگا گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ یہ منہ پھٹ

لڑکی اس کی کزن نکلے گی۔ تم ٹھیک ہو ہاشم دامیار نے
اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ہم! میں ٹھیک ہوں، ہاشم
عالینہ کو گھور کر باہر نکل گیا۔ عالینہ بھی اس کے پیچھے
بھاگی، سنو! ہاشم نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ عالینہ اس کے پاس
آئی تمہیں میرا نام سن کر دو سو والٹ کا جھٹکا کیوں لگا،
کیونکہ تمہارے نام ایسا وائیر فکس ہوا تھا جو تمہارا نام سنتے
ہی میرے حواسوں کو شل کر گیا۔ عالینہ کو اس کے جواب
پر غصہ آنے لگا۔ عالیہ غصے سے اس کے پاؤں پر اپنی ہیں
مارتے اندر کی طرف چلی گئی، آہ! چالاک لو مڑی
چھوڑوں گا نہیں تمہیں ہاشم اپنے پاؤں میں اٹھنے والے
درد کو اگنور کرتے لان میں داخل ہوا۔۔۔

عاصم شاہ سعدیہ بیگم اور مسکان بیگم کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھا تھا۔ سامنے صوفے پر حاکم خان اور عدنان خان بیٹھے تھے۔ بہرام اور زرینہ خان ساتھ والے صوفے پر بیٹھے تھے۔ اسی ہفتے کے بدھ کا دن رکھا تھا۔ حاکم خان نے کہنا ہے۔ ہماری اکلوتی پوتی ہے۔ تو ہم اس کا دھوم دھام سے رخصتی کرنا چاہتا ہے۔ جس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ دیکھے دا جی! آپ ہمارے بڑے ہے۔ سعدیہ بیگم حاکم خان کے موڈ کو دیکھ کر بولنے لگی۔ دا جی ہم چاہتے ہیں، کہ ہمارے عاصم کی دلہن عالیان خان کی حویلی میں

رخصت ہو کر آئے۔ دیکھے دا جی ہماری بہن ہمیں بیس
سال کے بعد ملی ہے۔ آپ ہماری بات کو سمجھ گئے ہو
گے۔ عالیان کا نام سن کر سب کے چہرے میں غصے کی
رک صاف دیکھائی دے رہی تھی۔ بہرام صرف نارمل
انداز میں بیٹھا تھا۔ بہرام خان نے حاکم خان اور عدنان
کے غصے سے لال چہرے کو دیکھ کر بولا،
ہمیں کوئی اعتراض نہیں، بہرام یہ کیا کہہ رہے ہو۔
مورے ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ مجھے لگتا کسی کو بھی اعتراض
نہیں ہونا چاہیے۔ بہرام ہمیں اعتراض ہے۔ عدنان
صاحب غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

بابا میں نے سردار ہونے کے ناطے یہ فیصلہ کیا ہے۔ اور
کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ آنٹی ہماری آثرہ اسی
گھر میں رخصت ہو کر جائے گی۔ آپ بے فکر ہو جائے۔
ہماری بیٹی کہاں ہے، وہ دراصل اس کی طبیعت ٹھیک
نہیں، کیا ہوا ہے، آثرہ کو عاصم پریشانی سے پوچھنے لگا۔
سب ہی عاصم کی آثرہ کے لیے فکر مندی دیکھ کر مسکرا
دے۔ کچھ نہیں بیٹا بس ہلکا سے زکام اور بخار ہوا ہے۔
رات کو تو ٹھیک تھی۔ تو پھر اچانک بخار کیسے ہو گیا۔ کیا
ہوا بیٹے کچھ نہیں کیا میں مل سکتا ہوں۔ عاصم اب تم
رخصتی سے پہلے اس سے نہیں مل سکتے۔ مام صرف پانچ
منٹ، مسکان عاصم کی بے چینی پر مسکرائے بنانا رہ سکی۔

مل لو پھر اس کے بعد تم آترہ سے نہیں ملو گے۔ تھینکیو
داجی! عاصم اٹھ کر آترہ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
گڑیا میرا وعدہ ہے، تمہاری رخصتی پر تمہارا دامیار لا لا بھی
ہو گا۔ بہت بڑا سر پرانز دوں گا۔

بہرام اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اسے آج ہر
حال میں ہاشم کے فارم ہاؤس جانا تھا۔ بہرام اپنے کمرے
میں داخل ہوا۔ ہیزل سامنے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر
آنکھیں موندے ہوئے تھی۔ بہرام اس کے پاس جا
کر بیٹھا۔ ہاتھ پر لب رکھے، میری پیاری خاناں! آپ کا

ہاتھ کیسا ہے، ٹھیک ہوں میں خان! ہیزل اس کے سینے
سے الگ کر بولی۔ بہرام نے اس کے کندھے پر لب
رکھے، ہیزل بہرام کے ساتھ اور شدت سے لپٹی۔ میں
بہت خوش ہوں۔ بہت جلد اس حویلی میں پہلے کی طرح
خوشیاں واپس لوٹ آئے گی۔ ہیزل نے نا سمجھی سے اسے
دیکھنے لگی۔ بہرام نے اس کے لبوں کو چوما۔ حان ایسا کیا
کرے گے، جس سے حویلی کی خوشیاں واپس آجائے۔
تمہیں بھی پتہ چل جائے گا۔ ابھی تھوڑا صبر رکھو۔
بہرام نے ہیزل کے لبوں کو اپنے لبوں میں قید کیا، اور
آہستہ سے بیڈ پر لٹایا، اور اس پر سایہ فگن ہو گا مگن ہو
گیا۔ اور شدت سے ہیزل کے لبوں کا جام پینے لگا۔ اور

ایک ہاتھ ہیزل کی شرٹ کے اندر ڈالا، بہرام اسے بہت
بے باکی سے چھونے لگا۔ ہیزل نے بہرام کو روکنا چاہا،
بہرام نے اس دھڑکنوں پر دانتوں سے چین دی۔ خان
ہم! بہرام ہیزل کا دو آتشہ روپ دیکھ کر خمار لہجے میں
بولا، بہرام اس کی شرٹ اوپر کر کے ہیزل کے پیٹ پر
لب رکھے، جاناں ابھی کے لیے اتنا ہی کافی ہے، رات کو
یہی سے کنٹینیو! کرے گے۔ ابھی مجھے کچھ ضروری کام
سے جانا ہے، بہرام ہیزل کے ماتھے پر لب رکھ کر کھڑا
ہوا۔ ہیزل فوراً اٹھی اور اپنی شرٹ درست کی جان آپ
جلدی آجائے گے۔ کیوں کیا ہوا، کچھ نہیں بس ایسے ہی
پوچھ لیا۔ بہرام نے ہیزل کو میڈیسن دی، یہ کھالو ہیزل

نے بہرام سے دوائی پکڑی۔ اور کھا کر لیٹ گئی، ہیزل
میری جان تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ خان
میں ٹھیک ہوں، بس تھوڑا سر میں درد ہے، آرام کروں
گی، تو ٹھیک ہو جاؤں گی، آپ جائے۔ ٹھیک ہے، میں
جلدی واپس آ جاؤں گا۔ بہرام نرمی سے اس کے لبوں کو
چوم کر باہر نکل گیا۔ عاصم کمرے میں بیڈ کراؤن سے
ٹیک لگا کر واش روم کے: روم کے بند دروازے کو گھور رہا
رہا تھا۔ جو پتہ نہیں واش روم میں گھسی کیا کر رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں آئزہ واش روم روم سے باہر نکلی، اور
عاصم کو دیکھے بغیر سیدھا جا کر بیڈ پر گری۔ اللہ جی بس
کرے یہ چھینکے لے لے کر یہ معصوم آئزہ پاگل ہو جائے
گی۔ آئزہ کو چھینک آنے لگی، نو نو اللہ جی اب نہیں، آئزہ
نے ایک زوردار چھینک لی، عاصم کا قہقہہ کمرے میں
گو نجا، آئزہ نے فوراً پلٹ کر دیکھا، سامنے عاصم کو دیکھ کر
حیران ہوئی، آپ۔۔۔ آپ۔۔۔ کہ۔۔۔ آئے۔۔۔
آئزہ اپنا ناک رگڑ کر بولی۔ جب سے تم واش روم میں
گھسی ہو۔ عاصم اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ اور غور سے اس
کی ناک دیکھنے لگا۔

جولال تھی۔ اور گال بھی خون چھلکا رہے تھے، عاصم
نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا، جو بخار میں تپ رہی
تھی۔ آئزہ تمہیں بخار کب ہوا، رات کو تو تم اچھی بھلی
تھی۔ تو یہ اچانک زکام اور بخار کیسے ہو گا۔ مجھے کیا پتہ ہو،
بس ہو گیا، بتا کر تھوڑی آتا ہے۔ جھوٹ بول رہی ہو، تم
مجھ سے سچ بتاؤ، ورنہ تمہاری سانسیں بند کر دوں گا۔
عاصم ایک ہی جھٹکے سے اس کے لبوں پر جھکا،
اور نچلے ہونٹ پر شدت سے دانت گھاڑے، آہ! عاصم
میں بتاتی ہوں۔ وہ میں آپ کے جانے کے بعد شاور لے
کر باہر باہر لان میں چلی گئی تھی۔ میں باہر گئی تھی، تو
بارش کی وجہ سے میرا پاؤں سلیپ ہو گیا، تو میں وہاں

گر گئی، گئی، میرے کپڑے گندے ہو گے۔ مجھے چوٹ
بھی لگی ہے، گھٹنوں پر پر آئزہ عاصم کے سینے سے لگی۔ تو
پھر میں نے شاور لے لیا، اس لیے بخار ہو گیا ہے، تو
تمہیں آدھی رات کو لان جانے کی کیا ضرورت پڑی
تھی۔ عاصم غصے سے بولا۔ شاہ! آپ غصہ تو نا کرے،
غلطی ہو گئی، غلطی نہیں بیوقوفی کہو، جو تم آدھی رات کو
چہل قدمی کرنے لان میں گئی۔ شاہ! سوری آپ ڈانٹے تو
نا، میں ڈانٹ کب رہا ہوں، اب تم نے
ایسی کوئی حرکت کی تو پکا ڈانٹ پڑے گی آپ کو، تو آئندہ
سے خیال رکھنا، عاصم نے اسے کے بالوں پر لب رکھے،

اور شدت سے اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار مضبوط
کیا۔

میڈین لی آئرہ نے فوراً اثبات میں سر ہلایا، دروازے پر
دستک ہوئی، کون، عاصم نے بلند آواز سے کہاں،
صاحب جی! آپ کو نیچے سب بلارہے ہیں، ٹھیک ہے آتا
ہوں، تم جاؤ، مائے لیڈی پانچ منٹ کی اجازت لی تھی،
کافی ٹائم ہو گیا ہے،

میں اب چلتا ہوں۔ اب ہماری تین دن بعد ملاقات ہو
گی۔ تو تم خود کو مکمل طور پر تیار کر کے آنا خود کو لہنگا

تمہیں میری پسند کا ہی پہننا ہو گا۔ آئزہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ عاصم نے آئزہ کے نچلے ہونٹ کو زنی سے چوما۔ اور آئزہ کو سینے سے لگایا۔ مائے لیڈیا پنا بہت خیال رکھنا، عاصم نے اسے خود سے الگ کیا۔ اور باہر چلا گیا۔۔

شاہ میر مجھے بھائی اور بابا سے ملنا ہے، مجھے ان کی بہت یاد آ رہی ہے، میرا کا کا ابھی میرے پاس ٹائم نہیں ہے، تو صبح میں لے چلوں گا۔ جھوٹ بول رہے ہیں، آپ نے کل بھی ایسے ہی بولا تھا۔ پکا پرومیں، میں تمہیں صبح لے

چلوں گا، دیکھ لے آپ اپنی بات سے مکڑے تو میں آپ
سے نہیں بولوں گی۔ ایسے کیسے نہیں بولو گی، اب اپنے
بابا اور بھائی کی وجہ سے مجھ سے بات نہیں کرو گی۔ شاہ
میر نے زل کو ایک ہی جھٹکے سے دیوار کے ساتھ لگایا۔
میر چھوڑے مجھے، نہیں بلکل نہیں تمہاری ہمت کیسے
ہوئی، یہ بات کہنے کی، میر مجھے درد ہو رہا ہے، تو برداشت کرو
، میر آپ بہت بڑے ہے، زل نے اس خود سے دور
دھکیلا، بہت بڑے ہے، آپ نے اس رات بھی بے
دردی سے اپنا حق لیا۔ شاہ میر نے غصے سے اپنے بالوں پر
ہاتھ پھیرا، تو اس لیے میر کی جان ناراض ہے، زل نے
اثبات میں سر ہلایا۔ شاہ میر کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔

میر کی جان ایم ریٹی سوری! میں ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔
پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا، زل دیوار کے ساتھ لگی بھیگی
نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ شاہ میر نے اس کا چہرہ ہاتھوں
کے پیالوں میں لیا۔ اور اس کے ایک ایک نقوش کو
شدت سے چومنے لگا۔ سوری میر اکا کا میں نے آپ کو
ہرٹ کیا۔ کیا اپنے میر کو معاف نہیں کرو گی۔ زل نے
فورانا میں سر ہلایا، آپ نے مجھے بہت درد دیا۔ شاہ میر نے
اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگایا۔ معاف کر دو آئندہ
تمہاری اجازات کے بغیر کچھ نہیں ہو گا۔ میر اکا کا شاہ میر
آ جاؤ، بہرام نے باہر سے آواز دی، آپ کہی جا رہے
ہے۔ ہم! یہ ہے۔ ہم! بہرام لالا کے ساتھ جلدی

آجاؤں گا۔ شاہ میر اسکے ماتھے پر لب رکھ کر باہر نکل
گیا۔ لالا چلے

ہم! بھرام اثبات میں سر ہلا کر حویلی سے باہر نکلے،
ضرغام گاڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا تھا۔ لالا کیا ضرغام
بھی ہمارے ساتھ چل رہا، ہاں یہ ہمارے ساتھ چلے گا۔
ضرغام اور شاہ میر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے، بھرام
آگے بیٹھا، رحیم خان نے فوراً گاڑی سٹارٹ کی اور ہاشم
خان کے فارم ہاؤس کے راستے کی طرف لی۔ رحیم تمہیں
پورا یقین ہے، جی صاحب ہم یقین سے کہتے ہیں، بڑے
صاحب وہاں ہی ہو گے۔ تھوڑی دیر میں بھرام کی گاڑی

فارم ہاؤس کے باہر آکر روکی۔ سب گاڑی سے باہر نکلے،
، لالا ہم یہاں کیوں آئے ہے، ضرغام نے فارم ہاؤس کو
دیکھ کر پوچھا۔ ضرغام اندر چلو گے تمہیں پتا چل جائے۔

ہاشم لان میں کھڑا سگریٹ کے گہرے کش لے رہا تھا۔

بہرام کو فارم ہاؤس کے اندر داخل ہوتے دیکھ کر
پریشان ہوا۔ اور باقی ان سب کو بھی، ہاشم نے وہی
سگریٹ نیچے پھینکا۔ اور جوتے سے مل کر غصے سے ان کی
طرف بڑھا۔ تم لوگوں کی ہمت کیسے ہوئی یہاں قدم

رکھنے کی، ہاشم غصے سے دھاڑا جیسے تمہاری ہمت ہوئی

میرے لالا کو یہاں چھپا

کر رکھنے کی، واٹ! تم یہ کیا بول رہے ہو، ہاشم کے ماتھے

پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے، کہاں ہے میرے

لالا بتاؤ یہاں زمین میں ہی گھاڑ دوں گا۔ اگر جھوٹ بولا!

ضرغام وہاں کھڑا صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کرنے

لگا۔ تم پاگل ہو گے ہو بہرام خان، ہاشم اپنا آپ چھڑواتا

غصے سے دھاڑا، ہاشم کی دھاڑ سن کر سب باہر نکلے۔

دامیار

بہرام شاہ میر اور ضرغام کو دیکھ کر وہی رک گیا۔ الیگ

نے دامیار کی طرف دیکھا، جس کے قدم وہی جھم گے

تھے، تم ہمارے ہمارے فارم ہاؤس میں گھس کر ہمیں ہی
دھمکیاں دو گے۔

مر گیا ہے، تمہارا لالا بھرام خان ہاشم بھرام کا گریبان
پکڑ کر دہارا علینہ اور نیشو ہاشم کی دھاڑ پر دو قدم پیچھے
ہٹی۔ شاہ میر آگے ہوا، اور ہاتھوں کا مکابنا کر ہاشم کے
منہ پر دے مارا۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے لالا کا
گریبان پکڑنے کی بتا کہاں ہے، میرے دامیار لالا اور نہ
جان سے مار دوں گا۔ ہاشم نے بھی مکابنا کر شاہ میر منہ پر
دے مارا، مر گیا تم لوگوں کا لالا۔ انہی ہاتھوں سے قتل کیا
ہے، ہاشم نہیں مرا میرا لالا تم جھوٹ بول رہو، بھرام کی
گرج دار آواز لان میں گونجی۔ علینہ نے بہرا کی طرف

دیکھا، اور پھر دامیار کی طرف دونوں کی آنکھیں سیم
تھی۔ خیر مجھے کیا ان کا معاملہ ہے، دامیار وہاں کھڑا ان
سب کو لڑتے دیکھ رہا تھا۔ دامیار کی ہمت ہی نہیں ہو رہی
تھی، وہ دو قدم بھی چل سکے۔ ضرغام نے آگے ہو کر شاہ
میر کو پکڑا۔ شاہ میر ریلیکس ہو جاؤ۔ ہم بیٹھ کر بات کر
سکتے ہیں۔ کیسے بیٹھ کر بات کرے کتنا تڑپے
ہے۔ ان چھ مہینوں میں دن رات مورے کو روتا دیکھا
دامیار لالا کے تکیے سے لیٹ کر، آئزہ کو تڑپے دیکھا ہے۔
دامیار لالا کے جانے کے بعد بابا کو چپ لگ گئی۔ واجی!
سب کو حوصلہ دیتے ہیں، پر میں نے ان کو کمرے میں
چھپ چھپ کر روتے دیکھا۔ ضرغام کیسے ریلیکس ہو

جاؤ۔ شاہ میر بالوں کو پکڑ کر ہڈیاں چھیچھنا۔ ہاشم نے
دروازے کی طرف دیکھا جہاں دامیار خود کوریلکس
کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دامیار کے دل میں شدت
سے درد اٹھا۔ ہاشم دامیار نے ہاشم کو آواز لگانے کی
کوشش کی۔ پر آواز گلے میں ہی دب گئی۔ نیشو دامیار کی
طرف بڑھی۔ علینہ آپی دامیار بھائی کو دیکھے کیا ہو رہا
ہے۔ عالینہ اور الیگ بھی دامیار کی طرف بڑھے۔ نیشو
ہاشم کو بلاؤ، نیشو لان کی طرف بڑھی، سب اس چھوٹی سی
لڑکی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ضرغام نے اسے بڑے
غور سے دیکھا۔ کپڑے بے حد چھوٹے تھے، ہاشم نے
نیشو کی طرف بڑھا، ہاشم بھائی وہ دامیار بھائی سب نے

دامیار کا نام سن کر اس لڑکی کی طرف دیکھا۔ کیا ہوا نیشو

وہ پتہ نہیں دامیار بھائی کو کیا ہوا۔ ہاشم فوراً اندر بھاگا۔

بہرام اور باقی سب بھی اندر کی طرف بھاگے۔ ہاشم

پنجوں کے بل بیٹھا بہرام اور باقی سب وہی سٹل ہو گے۔

لالا بہرام نے تڑپ کر پکارا، دامیار نے گہرے گہرے

سانس لیتے ہوئے بہرام کی۔ طرف ہاتھ بڑھایا۔ بہرام

ایک ہی جھٹکے سے دامیار کی طرف بڑھا۔

ہاشم اور بہرام نے دامیار کو سہارا دے کر صوفے پر

بٹھایا۔ ہاشم جلدی سے انہیلر لے کر آیا۔ اور دامیار کے

منہ پر پمپ کرنے لگا۔ جاؤ پانی لے کر آؤ ہاشم نے پاس

کھڑی عالینہ کو کہاں، عالینہ فوراً پانی لے کر آئی۔ اور ہاشم کی طرف بڑھایا۔ ہاشم نے دامیار کو پانی پلایا۔

دامیار تھوڑی دیر میں ریلکس ہوا، اور ان سب کی طرف دیکھنے لگا۔ بہرام ایک ہی جھٹکے سے دامیار کے ساتھ لپٹا۔

لالا آپ نے ہمیں بہت تکلیف دی۔ کیوں ہم سے دور رہے۔ کیوں ہمیں تڑپایا۔ کیوں لالا دامیار نے بہرام کے بالوں پر لب رکھے۔ شاہ میر اور ضرغام کو پاس آنے کا اشارہ کیا۔ جو وہاں کھڑے آنسو بہا رہے تھے۔ شاہ میر اور ضرغام جلدی سے دامیار کی طرف بڑھے، اور ان سے لپٹ گئے۔ ہم آپ کو کبھی معاف نہیں کرے گے، شاہ میر اور ضرغام ایک ساتھ بولے، جانتا ہوں میں نے

تم سب کو دھوکے میں رکھا۔ دامیار ان کے گرد حصار
مضبوط کر کے بولا۔ الیگ ہاشم کے۔ قریب ہوا۔ یہ سب
بھائی ہے کیا۔ بھائی ہی سمجھ لو۔ پھر بھی۔ کزنز کم بھائی
زیادہ ہے جان چھڑکتے ہے۔ ایک دوسرے پر الیگ
سمجھتے ہوئے ان کو دیکھنے لگا۔ سب دامیار سے الگ ہوئے
اور اسے دیکھنے لگے، آپ بالکل نہیں بدلے لالا جیسے پہلے
تھے ویسے ہی ہے، کیسے بدلتا یہ تھا نامیرا خیال رکھنے والا
دامیار نے ہاشم کی طرف اشارہ کیا۔ بہرام اٹھا اور ہاشم
کے گلے لگا۔ ہاشم میں بتا نہیں سکتا تم نے ہمیں کتنی بڑی
خوشی دی۔ تمہاری وجہ سے ہم اپنے لالا کو دیکھ پائے ہیں،
اگر تم اور ہیزل فون پر باتیں نہیں کرتے تو مجھے کبھی

نہیں پتہ چلنا تھا۔ میرے پاس لفظ نہیں ہے، تمہارا شکریہ ادا کرنے کے۔ تم بتاؤ میں تمہارا کیسے شکریہ ادا کروں۔ تم ایک ہی صورت میں میرا شکریہ ادا کر سکتے ہو، مجھے میری بہن واپس چاہیے۔ بہرام نے ایک ہی جھٹکے سے ہاشم کو دور کیا۔ ہاشم کی بات پر بہرام کا دل ڈوبنے لگا۔ سب نے بہرام کی طرف دیکھا۔ اور پھر ہاشم کی طرف جو دونوں ایک دوسرے کو خون چھلکاتی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ بہرام ہیزل کو خود سے اب کیسے جدا کر سکتا تھا۔ ہیزل تو اس کی روح میں بستی ہے۔ ہاشم کی بات پر بہرام تڑپ اٹھا، کیا میری جاناں مجھے چھوڑ کر چلی جائے گی۔

نہیں، میں ہیزل کے بنا نہیں رہ سکتا، بہرام کی سماعتوں
میں ہیزل کی درد بھری آوازیں گونجنے لگی۔۔

بہرام دیوار کے ساتھ ٹیگ لگا کر کھڑا تھا۔ ہاشم اس کے
برابر کھڑا اپنی پرکشش گرے آنکھیں سامنے دیوار پر
جمی ہوئی تھی۔ دامیار اور باقی سب ان دونوں کو دیکھ
رہے تھے۔

لالا آپ چلے نا ہمارے ساتھ شاہ میر دامیار کے کندھے
پر سر ٹیکائے بولا! نہیں شاہ میر ابھی میں حویلی نہیں

کے آس پاس رہتے تھے۔ جن کے پاس ہو اسپٹل جانے
کے پیسے نہیں ہوتے تھے۔ ہاشم اور دامیار کی ملاقات
سات مہینے پہلے اٹلی میں ہوئی تھی۔ اٹلی کا سب سے
مشہور سرجن لوگوں کو جوتے کی نوک پر رکھنے والا ایک
لڑکی کے غرور کو توڑنے کے لیے اس نے کئی لوگوں کی
سرجری کر ڈالی، اور

وہ لڑکی اور کوئی نہیں دلا اور خان کی بہن حوریہ خان
تھی۔ ہاشم ایک بہت قابل سرجن بن گیا۔ اس نے اپنی
پہچان صرف اٹلی اور دوسرے ممالک تک رہنے دی۔
پاکستان میں اور سوات میں رہنے والے اس کی قابلیت

سے لاعلم تھے، ہاشم خان سے میری ملاقات ایک ہوٹل
میں ہوئی میں کسی کام سے اٹلی آیا تھا۔ ہاشم خان اپنے
چہرے پر ہر وقت ماسک لگائے رکھتا تھا۔

بہت سے لوگ اس انسان کو دیکھنے کا اشتیاق رکھتے تھے۔
میری اور اس کی ملاقات اس بات پر ہوئی تھی۔ ہاشم خان میں
نے تمہارے چرچے بہت سنے ہیں۔ میں تم سے اس امید
پر ملنے آیا ہوں۔ کیسی امید اگر مجھ سے کچھ ایسا ویسا کروانا
چاہتے ہو تو مٹر دامیار میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔
دیکھو ہاشم خان میں جانتا ہوں، تو سوات کا رہنے والا ہے۔

یہاں تو اپنی قابلیت دکھا رہا ہے۔ اپنے ملک کے لیے بھی
کچھ کر اصل پہچان تو ہمیں اپنے وطن سے ہی حاصل

ہوتی ہے۔ اور تم اپنے ملک کی دیکھ بھال کرنے کی بجائے
، یہاں بیٹھا اپنی قابلیت آزما رہا ہے۔ ہمارے ملک کو تم
جیسے قابل ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ پورے سوات میں تجھ
جیسا قابل ڈاکٹر کوئی نہیں۔ تو تم چاہتے ہو میں میں
پاکستان آ جاؤ۔ جہاں لوگوں کو ایک دوسرے کی قدر
کرنے کی تمیز نہیں ہے، ہاشم تمہاری فیملی بھی وہاں ہی
رہتی ہے۔ جانتا ہوں۔ پر مجھے پاکستان میں اپنی قابلیت
کے چرچے نہیں سنتے۔ میں نہیں جا رہا پاکستان ہاشم خان
اٹھ کھڑا ہوا۔ ابھی دو قدم چلا ہی تھا، ہاشم خان کے دم
وہی تھم گے۔

دامیار کی بات پر ہاشم کل سوات میں دلاور خان نے اپنی
دشمنی کے نظر ان معصوم بچوں کو کر دیا۔ سوات کا سردار
بننے کے لیے، بچوں کو مار ڈالا۔ بچوں کی سکول والی بس کو
کھائی سے گرا دیا۔ بہت سے بچے زخمی ہے، اُن کا چہرہ
جلس گیا ہے، کچھ وہی دم توڑ گے، دلاور کو پتہ چل گیا۔ وہ
مجھے جان سے مار ڈالے گا۔ پہلے ہی مجھے وہ سرداری کے
عہدے سے ہٹانا چاہتا ہے۔

پلیز ہاشم میری مدد کرو۔ وہاں تمہاری پہچان کسی کو بھی
نہیں پتہ چلنے دوں گا۔ پر تم نے اپنی فیملی سے کیوں
چھپایا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا ان کو پتہ چلے۔ میں چلنے کے
لیے تیار ہوں۔ تھینکیو ہاشم! دامیار ہاشم کے گلے لگا۔

کب جانا ہے۔ آج ہی چلتے ہے، میں نے فلائٹ بک کر
دی۔ ہم دو گھنٹوں میں یہاں سے نکلے گے۔ ٹھیک ہے۔
دامیار ہاشم کے ساتھ باہر نکلا۔ ایک لڑکی بھاگتے ہوئے
ہاشم کے سینے سے لگی۔ ہاشم نے اسے خود سے دور دھکیلا
واٹ دا جیل! م حوریہ ہر کسی کے ساتھ آپ کو چپکنا
ضروری ہے، مٹر ہاشم میں ہر کسی سے نہیں چپکتی صرف
تمہارے علاوہ،

دامیار حیران نظروں سے اپنے سامنے حوریہ کو دیکھنے
لگا۔ حوریہ کی نظر جب دامیار پر پڑی تو غصے سے مٹھیاں
دبوچ لی۔ مسٹر دامیار آپ یہاں کیوں میں یہاں نہیں ہو

سکتا، میں حوریہ دامیار نے دانت پیستے ہوئے کہاں،
دامیار تم جانتے ہو اسے اس کون نہیں جانتا ہو گا۔
ہمارے دشمن دلاور خان کی بہن ہے۔ ہاشم نے حیران
نظروں سے حوریہ کے چہرے کی طرف دیکھا۔ پر حوریہ
تم نے کہاں تھا۔ تمہارا تعلق پاکستان
سے نہیں ہے، جھوٹی ہے، اپنے لالا کی طرح مٹر دامیار
اپنی حد میں رہو۔ ایک لفظ نہیں سنوں گی اپنے لالا کے
خلاف، حوریہ غصے سے چلائی۔ ہاشم میں تمہیں بتاتی
ہوں۔ پر مجھے تم سے کچھ نہیں سننا۔ ہاشم میں تم سے پیار
بس ایک اور لفظ نہیں ہاشم اس کا جبر ادا بوچے دھاڑا۔ دور
رہو مجھ سے آئندہ میرے آس پاس بھینظر آئی، تو زندہ

زمین میں گاڑھ دوں گا۔ ہاشم ایک ہی جھٹکے سے چھوڑتا
وہاں سے نکلا۔

کچھ گھنٹوں بعد ہاشم اور دامیار اسلام آباد کے ایئر پورٹ
کے باہر کھڑے گاڑز کا انتظار کر رہے تھے، دامیار کے
گاڑز وہاں گاڑیاں لیے پہنچے، دامیار اور ہاشم گاڑی
میں بیٹھے اور سوات کے لیے نکلے۔

ہاشم اب تک تو حوریہ نے دلا اور کو بتا دیا ہو گا۔ کچھ نہیں
ہوتا، حوریہ نے نہیں بتایا، تھوڑی دیر پہلے مجھے میسج ریسیو
ہوا ہے، وہ اٹلی کی فلائٹ سے سوات آرہی ہے۔ واٹ!

ہاشم تم نہیں جانتے وہ کس قدر تیز ہے، دامیار تم فکر مت
کرو تم بتاؤ بچوں کو کہاں رکھا ہے، جنگل کے پاس ایک
گو دام خالی ہے، وہاں سب کچھ اریج کر دیا ہے، صرف
تمہیں علاج شروع کرنا ہے۔

دامیار ہاشم کو لے کر گو دام پہنچا۔ ہاشم وہاں بچوں کی
حالت دیکھ کر حیران ہوا۔ ان کے والدین ہاشم کو امید
بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ ایک کم عمر جوان لڑکا
ہاشم کے پاس آیا۔ پلینز ڈاکٹر میری بہن کو بچالے، اس
کے علاوہ میرا کوئی نہیں ہے، پلینز ڈاکٹر ہم صرف آپ
کے سامنے ہاتھ پھیلا سکتے، اور کچھ نہیں۔ ہاشم کو اپنا دل
ڈوبتا ہوا محسوس ہوا، میں کیسے غافل رہ سکتا ہوں دامیار

اپنے ملک سے، ہاشم ریلیکس ہو جا، اب مجھے پورا یقین
ہے، تو یہاں آگیا ہے، اب تو کبھی واپس نہیں جا پائے گا۔
صحیح کہاں میں اپنی فیملی اور ملک کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤ
گا۔

ہاشم ایک بچے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا، ہاشم نے اس
کا چہرہ صاف کیا، پلیز آپ باہر چلے جائے، میں سب کو
امید دلاتا ہوں کسی کو کچھ نہیں ہو گا۔ آپ بھروسہ کر
سکتے ہیں، مجھ پر، ان میں سے ایک انسان بولتا ہے،
صاحب ہمیں آپ پر اور دامیار صاحب بہت بھروسہ
ہے، ہاشم اس بچے کو ڈریپ لگا کر آگے بڑھا۔ پندرہ،

سولہ بچے تھے، جن میں سے کچھ زیادہ زخمی تھے، ہاشم
باری باری بچوں کا ٹریٹ مینٹ کرنے لگا۔

باہر سے گولیاں چلنے کی آواز آنے لگی، دامیار نے اور
ہاشم نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ ہاشم تو بچوں
کو سنبھال میں دیکھتا ہوں۔ پر دامیار کچھ نہیں ہوگا۔

دامیار گودام سے باہر نکلا، اور آگے کی طرف بڑھ گیا۔
دامیار کے گارڈز اس کے پیچھے بڑھے، دامیار کے قدم
تھم گئے، دلاور کو گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا دیکھ
کر، کیا ہوا مٹر دامیار، حواس اڑ گئے مجھے یہاں دیکھ کر
دلاور اسے خون چھال کاتی آنکھوں سے دیکھتے دھاڑا تم
جیسے کتے سے میں ڈروں، کیسی باتیں کر رہا ہے، دامیار

قہقہہ لگا کر ہنسا۔ کہاں ہے، وہ ڈاکٹر جسے تو یہاں لے کر
آیا ہے، اور تجھے پتہ چل ہی گیا۔ تمہاری بہن بھی گھٹیا نکلی
تمہاری طرح خبردار تم نے اپنی گندی زبان سے
میرے بہن کا نام لیا۔ اور تم بڑے آئے پاک زبان والے
دامیار اپنی نیلی لال آنکھوں سے گھور کر بولا،

دلاور نے ایک زوردار مکا دامیار کے منہ پر دے مارا،
دامیار کے منہ سے خون کا فوارہ چھوٹا۔ کینے تیری تو،
دامیار نے اپنی ٹانگ گھما کر دلاور کے چہرے پر دے

ماری۔ جاؤ اندر دیکھو کیا کر رہا ہے، وہ کمینہ ڈاکٹر دلاور

اپنے گارڈ کو اندر

جانے کا کہتا ہے، دامیار کے گارڈز فوراً ان کے سروں پر
پیسٹل تان دیتے ہیں، خبردار جو تم لوگ آگے بڑھے، یہی
بوٹیاں بوٹیاں کر ڈالوں گا۔

دلاور تمہیں اس ڈاکٹر تک پہنچنے سے پہلے مجھے موت کے
گھاٹ اتارنا ہو گا۔ دامیار نے اپنا سر دلاور کے سر پر
دے مارا، دونوں کے قدم لڑکھڑائے، دونوں کے گارڈز
دور کھڑے ہو کر ان دونوں کو دیکھنے لگے،

تجھ جیسے انسان کو جینے کا کوئی حق نہیں، جہنم واسل ہو
تمہیں دلاور خان دامیار نے اپنی پسٹل کی نوک دلاور کے
سر پر دے ماری، تم نے سرداری کے لیے بچوں کا
استعمال کیا۔ لعنت ہو تجھ پر دامیار غصے سے دلاور کو ماری
جارہا تھا۔ دلاور نے مسکراتے ہوئے، اپنے آدمی کو اشارہ
کیا۔ وہ آدمی اشارہ سمجھتے ہوئے، دامیار کے سر پر پتھر
دے مارا۔ دامیار لڑکھڑاتے ہوئے، دو قدم پیچھے ہوا۔
دامیار کا گارڈ اندر بھاگتے ہوئے گیا۔ ہاشم صاحب وہ
دلاور دامیار صاحب کو مار دے گا۔ پلیز کچھ کرے، ہاشم
غصے سے باہر کی طرف بڑھا، رک جائے، ہاشم صاحب
آپ باہر نہیں جاسکتے وہ آپ کو بھی نہیں چھوڑے گے،

پلیز کچھ ایسا کرے ہم ان کو بچا سکے، ہاشم غصے سے
ادھر ادھر ٹھہلنے لگا۔ ہمیں پہلے یہاں سے بچوں کو نکالنا ہو
گا۔ کہی اور شفٹ کرنا ہو گا۔

سر بچوں کی حالت بہت خراب ہے، یہاں ایک کمرہ ہے،
وہاں بچوں کو شفٹ کر دیتے ہیں، جلدی کرو پھر منہ کیا
دیکھ رہے ہو میرا، ہاشم کو مسلسل دامیاری کی چیخنے کی
آوازیں سنائی دینے لگی، آپ لوگ منکرنا کرے آپ اور
آپ کے بچے یہاں سیف رہے گے۔ آپ بھروسہ
رکھیے، ہم پر ہاشم نے سب کو اس کمرے میں شفٹ کر
دیا، اور دروازے کے آگے گندم کی بوریاں لگا دی۔ مجھے

ایک آدمی چاہیے ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے، ہم کسی کی
سرجری کرے، کیا مطلب سرا بھی سمجھانے کا ٹائم نہیں
ہے، تم مجھے میرا وہ سامان پکڑاؤ، ماکس

تیار کرنا ہے، دامیار کے چہرے جیسا، سر آپ کیسے کر سکتا
ہوں میں ہاشم آدھے گھنٹے میں ماکس تیار کر کے اس

آدمی کو پہنایا۔ سریہ ماکس کوئی اور کون پہنے، ہم اپنی

جان قربان کرنے کے لیے تیار ہے، دامیار صاحب کے

بہت احسان ہے مجھ پر، ہاشم فوراً باہر نکلا دامیار درخت

کے ساتھ ٹیک لگائے گہرے سانس لے رہا تھا۔ ہاشم نے

دامیار کی حالت دیکھی، جو بہت خراب ہو چکی تھی، جسم

سے خون رچ رہا تھا۔ دلاور خان سگریٹ کے گہرے کش

لے کر دھواں دامیار کے چہرے پر چھوڑ رہا تھا۔ پر باشم
سر ہم کیسے کرے گے۔ تمہیں دامیار کو بچانے کے لیے
پہلے خود کو زخم دینے ہو گے، دلاور کو شک نا ہو پائے۔ وہ
آدمی پاس پڑا بیلٹ خود کو مارنے لگا، دامیار صاحب آپ
پر میری جان بھی قربان، وہ آدمی بیلٹ سے خود کو داغنے
لگا۔ وہ تب تک مارتا گیا جب تک اس کے جسم سے خون
رچنا شروع ہو گیا ہو۔

باشم اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ وہ آدمی
لڑکھڑتے قدموں سے اٹھا اور ہاشم کی طرف بڑھا،
صاحب

جی یہ ماکس لگالے دلاور کو کبھی پتا نہیں چلنا چاہیے،
عالیان خان کا بیٹا ڈاکٹر ہے۔ ورنہ وہ آپ کو نہیں
چھوڑے گا۔

آپ ان سب کا دھیان بٹکائے، ہم دامیار صاحب کی
طرف چلتے ہیں۔

آدمی اس درخت کے پاس گیا۔ جہاں دامیار ٹیگ لگائے
بیٹھا تھا۔ دلاور نے دامیار کی گردن پر لوہے کا راڈ پھیرا،

دامیار کی زور دار چیخ جنگل میں گونجی۔ تم مجھے مارنے
والے تھے، اٹھو اب دلاور اس کی حالت پر قہقہہ لگا کر ہا۔
ہاشم نے دوسری طرف فائر کیا سب نے چونک کر
دوسری طرف دیکھا۔ دلاور اٹھ کر اپنی گاڑی کے پاس
آیا۔ سب گارڈز کا دھیان بھی دوسری طرف تھا۔ وہ
آدمیدامیار کی طرف بڑھا۔ دامیار اپنی ہی شکل کے
دوسرے آدمی کو دیکھ کر حیران ہوا، صاحب جی آپ پر
میری جان بھی قربان،

اس نے جلدی سے دامیار کو دوسری سائیڈ دھکا دیا۔ اور
خود درخت سے ٹیک لگائے بیٹھ گیا اور وہی راڈ اٹھا کر اپنی

گردن پر مارا، دامیار پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔
ہاشم دامیار کی طرف بڑھا۔ اور اسے اٹھا کر درخت کے
پیچھے لے کر چھپ گیا۔ ہاشم نے دامیار کی حالت دیکھ کر
نظریں پھیر لی۔ دلا اور اسی ٹائم دامیار کی طرف مڑا اور
راڈ اٹھا کر اس کے پیٹ پر دے مارا، دامیار درخت کے
اس پاڑ بیٹھا گل جہان کی چنچیں سن کر ہاشم کی طرف
دیکھا، ہاشم یہ تو گل جہان ہے، گل جہان دامیار ابھی
پکارتا ہاشم نے فوراً اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔ دلا اور نے
گل جہان پر گولی چلائی اور وہی پر ساکت ہو گیا۔

دامیار کی آنکھوں کے سامنے اندھیر چھانے لگا۔ گل
جہان اسے اپنی جان سے بھی پیارا تھا۔ اپنے بھائیوں کی
طرح ہی اسے سمجھتا تھا۔ آج وہی گل جہان نے دامیار
کے لیے اپنی جان دے دی۔ دامیار اپنے حواس کھو
بیٹھا۔

دلاور کے جانے کے بعد ہاشم نے دامیار کو اپنی گاڑی میں
لیٹایا۔ اور گل جہان کی طرف بڑھا، اور اسے اٹھا کر
سڑک پر لایا، اور وہی دامیار کے گھر کا ملازم دامیار کو دیکھ
کر چیخنے مارنے لگا۔ آس پاس کے گاؤں والے بھی جمع
ہونے لگے۔ ہاشم نے وہی دامیار (گل جہان) کو لٹایا۔ اور
واپس اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ کہاں بھاگ رہا ہے۔

ہمارے دامیار کا قتل کر کے، ہاشم اپنی گاڑی کی طرف
بڑھا۔ دو تین گارڈز وہاں کھڑے ہاشم کو دیکھ رہے تھے،
تم لوگوں نے اگر کسی کو بتایا دامیار زندہ ہے۔ تو تم لوگوں
کو زندہ زمین میں گھاڑ دوں گا۔ بچوں کو شہر کے ہو اسپتال
میں پہنچاؤ صبح ہونے سے پہلے، اور مجھے فارم ہاؤس میں
آکر ملو ہاشم وہاں سے گاڑی لے کر نکلا۔

دامیار کو فارم ہاؤس چھوڑنے کے بعد خود کو ریلیکس کر
کے حویلی پہنچا۔ اس نے اپنے گھر والوں کو بتایا ہی نہیں
تھا۔ کہ وہ اٹلی جاتا ہے، وہ جب بھی یہاں ہوتا تھا۔ زیادہ
ٹائم فارم ہاؤس میں گزارتا تھا۔ حویلی پہنچا، ہیزل ہاشم کے
سینے سے آگئی۔ لالا آپ کو میں نے اتنا میں کیا، آپ اتنے

اتنے دن حویلی آتے ہی نہیں۔ گڑیا ابا گیا ہوں نا۔ اب
کہی نہیں جانے والا۔ بابا کہاں ہے۔ وہ کراچی گئے ہیں،
لالا یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ آپ کی شرٹ پر خون آپ ٹھیک تو
ہے، میں ٹھیک ہوں۔ بعد میں بتاتا ہوں۔ اگر مورے
نے دیکھ لیا قیامت آجائے گی۔

خان حویلی میں قہرام مچ گیا۔ صبح جرگے پر سب کو بلایا
گیا۔ جب تم تمہارے داعی حاکم خان سچ سننے بغیر میری
ہیزل کو ونی کے طور پر مانگ لیا۔ میں کچھ نہیں کر سکا۔ بابا
کے فیصلے کے آگے میں نے اپنی بہن کو تمہارے ساتھ
ونی کر دیا۔ میری بہن کو میرے پر پورا یقین تھا۔ کہ میں

ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اس نے میرے لیے دامیار
کے لیے خود کو تیرے حوالے کر دیا۔ دامیار کے ٹھیک
ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ جب تک یہ ٹھیک ہوا اس نے
بولنا بند کر دیا۔ ہاشم بہرام کی طرف دیکھ کر بولا جو دیوار
کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ سب حقیقت جان کر سر
پکڑ کر بیٹھے تھے۔ عالینہ، نیشو اور الیگ دروازے کے
پاس کھڑے ان سب کو دیکھ رہے تھے۔ بہرام مجھے
میری بہن واپس چاہیے۔ ہر گز نہیں میں ہیز لکو خود سے
دور نہیں ہونے دوں گا۔ بہرام نے ہاشم کو گریبان سے
پکڑ کر دھاڑا۔ کیوں اب کیوں رکھے گا میری ہیزل کو
وہاں تم لوگوں کو تمہارا بھائی مل گیا۔ اور مجھے میری گڑیا

چاہیے۔ ہاشم بہرام کو خود سے دور دکھیلا۔ ابھی وہ دونوں
آگے بڑھتے دامیاران کے درمیان میں آکر کھڑا ہوا۔
اگر تم لوگ دوبارہ بولے تو اچھا نہیں ہو گا۔ اس کا فیصلہ
ہیزل خود کرے گی۔ تم لوگ نہیں۔ بہرام تم حویلی جاؤ
پر لالا آپ میں ابھی نہیں جاؤں گا۔ لالا آئزہ گڑیا کی
رخصتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں آپ بھی اپنی بہن کی خوشیوں
میں شامل ہو۔ ہم! ام! ضرور شامل ہو گا۔ دو دن رک جاؤ،
اگر دلاور کو ذرا سی بھنک بھی پڑگی۔ تو بہت بڑا تماشا کھڑا
کرے گا۔ اس سے پہلے ہمیں دلاور کا سچ سب کے سامنے
لانا ہو گا۔ آپ فکر نہ کرے یہ ہم چھوڑ دے، ضرغام

اور شاہ میر ایک ساتھ بولے۔ سب دامیار کے گلے لگ کر باہر کی طرف بڑھ گئے۔

مینے ڈاکٹر عرف (سالے صاحب) اب تمہیں تمہاری بہن ملنے سے رہی۔ کیونکہ بہرام خان کو تیری بہن سے عشق ہو گیا ہے۔ اور اتنا جان لیوہ عشق ہوا ہے، سالے صاحب کہ میں تیرا بھی خون کر ڈالوں۔ پرہیزل کو خود سے جدا نہیں کروں گا۔ بہرام اس کا کندھا تھپتھپا کر باہر نکل گیا۔

ہاشم نے اپنے ہاتھوں کا مکا بنا کر ٹیبل پر دے مارا، شیشے
کا ٹیبل چکنا چور ہو گیا۔ عالینہ ہاشم کے ہاتھ سے خون
نکلتے دیکھ کر چیخ اٹھی ہاشم اس پر قہر بھری نظر ڈال کر
اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دامیار بھی اس کے پیچھے
بڑھا۔

ہاشم کمرے میں داخل ہوا، واز اٹھا کر زمین پر دے مارا،
دامیار اس کی طرف بڑھا، ہاشم میری بات یار ریلیکس ہو
جادیکھ تیرے ہاتھ سے کتنا خون نکل رہا ہے۔ دامیار مجھے
میری بہن واپس چاہیے، ہاشم پہلے ڈریسینگ کروا پھر

بات کرتے ہے۔ نہیں دامیاریہ زخم کچھ بھی نہیں، جو
زخم تمہارے بھائی نے دیے ہے، میری گڑیا کو ہاشم میرا
وعدہ ہے۔ ہیزل تمہارے ساتھ جانا چاہے گی تو میں اسے
ضرور تیرے ساتھ بھیجوں گا۔ ادھر آبیٹھ دامیاریہ نے
ہاشم کو بازو سے پکڑ کر بیڈ پر بیٹھایا اور اس کے ہاتھ کی
ڈریسنگ کی۔ کب جا رہا ہے حویلی ہاشم نے اپنی
ڈریسنگ کرواتے ہی پوچھا۔ ابھی نہیں دلاور کو پتہ چل
گیا کہ میں زندہ ہوں۔ وہ مجھے مارنے کے لیے کچھ تو
کرے گا۔ اسے تیرے تک پہنچنے سے پہلے جان سے مار
ڈالے گے۔

تیری بہن کی شادی ہے۔ تجھے اپنی اکلوتی بہن کی شادی
میں جانا ہی ہو گا۔ دلاور خان کو ہم سنبھال لیں گے۔ اگر
میں حویلی جاؤں گا۔ تو بھی میرے ساتھ چلے گا۔ سب کو
تجھ سے معافی مانگنی ہو گی۔ ہاں ضرور وہاں اپنی بہن کو
لینے جاؤں گا۔ پر مجھ سے وہاں کوئی معافی کی امید نہ
رکھے۔

میں کسی کو معاف نہیں کروں گا۔ ہاشم اٹھ کر باہر چلا
گیا۔ عالیہ جو اس کے کمرے کی طرف اپنے دھیان میں
آ رہی تھی۔ سامنے آتے ہاشم سے ٹکرا گئی۔ عالیہ ابھی
گرتی، ہاشم نے بروقت اس کی کمرے میں ہاتھ ڈال کر

خود کے ساتھ لگایا، اف میرا سر گھوم گیا۔ علینہ ہاشم کے
سینے سے لگی بڑبڑانے لگی۔ جانور کہی کا۔ ایسے کو نکلڑاتا
ہے، پتھر انسان عالینہ نے اسے خود سے دور دھکیلا۔
اپنے سامنے ہاشم کو دیکھ کر گھبرا گئی۔

ریلیکس عالینہ تو نے گھبرانا نہیں، ہاشم نے غور سے عالینہ
کے تاثرات چیک کرنے چاہے، اوئے مسٹری ایسے کیا
دیکھ رہے ہو، کبھی خوبصورت لڑکی نہیں دیکھی۔
خوبصورت تو بہت دیکھی ہے، پر تم جیسی بد تمیز لڑکی میں
نے آج تک نہیں

دیکھی۔ اور کیا کہاں تھا۔ مجھے جانور، ہاشم عالینہ کی طرف
قدم بڑھانے لگا۔ علینہ نے اپنے قدم پیچھے کی طرف
اٹھائے۔ ادھر ہی روکو یہ تم میرے پاس کیوں آرہے
ہو۔ دور رہو مجھ سے پاگل انسان۔ سائیکو لڑکی یہ پاگل
انسان نے تمہاری طرف قدم بڑھا ہی لیے۔ تو اب
پیچھے نہیں ہٹنے والا۔ کیا مطلب تمہاری بات کا۔ عالینہ نے
اپنی پرکشش چمکتی آنکھوں سے ہاشم کو دیکھا۔ ہاشم نے
اسے ایک ہی جست پر کھینچ کر دیوار کے ساتھ پن کیا۔
عالینہ ہاشم کی حرکت پر سرخ پر گئی۔ چھوڑو مجھے مٹر ہاشم
ہمیں جانا ہے۔ لیٹ ہو رہا ہے۔ کہاں جاؤ گی۔ ہاشم اس
کے چہرے پر پھونک مار کر بولا، اپنے گھر کون گھر تمہارا،

تم کیوں پوچھ رہے ہو، کیونکہ مجھے جاننے کا حق ہے، پر
میں نے تمہیں کوئی حق نہیں دیا۔ تمہارے دینے سے یا نا
دینے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

تم کہی نہیں جا رہی، میرے ساتھ چلو گی۔ واٹ! تم یہ کیا
بول رہے ہو، تم نے جو سنا ہے وہی بولا ہے۔ میں کیوں
تمہاری بات سنوں مٹر ہاشم عالینہ نے اسے خود سے
دور دھکیلا۔ ہاشم غصے سے اس کی طرف بڑھا، جان سے
مار ڈالوں گا۔ اب اگر خود سے دور دھکیلا۔

پاگل لڑکی!

اور اگر تم میرے پاس آئے تو میں تمہیں جان سے مار
ڈالوں گی۔ پاگل انسان!

تم کہی نہیں جارہی عالیہ اور تم ہوتے کون ہو مجھے روکنے
والے۔ بہت جلد پتا چل جائے گا۔ میں کون ہوں۔
میرے ساتھ حویلی چلو، مجھے تمہارے ساتھ کہی نہیں
جانا۔ عالیہ آپنی نیشو عالیہ کو پرکارتے ہوئے، اس طرف
آئی، عالیہ آپنی، کیا ہوا نیشو میری جان! عالیہ اس کے
چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لے کر بولی۔ عالیہ
آپنی الیگ نے حویلی بتا دیا ہے، دادی جان! نے آبان خان

کو ہمیں لانے کے لیے بول دیا۔ عالینہ پہلے نیشو کو
دیکھتی رہی۔ پھر اونچا اونچا ہنسنے لگی۔ ہاشم اسے ایسے ہستے
دیکھ کر حیران ہوا۔ آپی آپ وہاں نہیں نا جا رہی۔ نیشو
جاؤں گی ضرور جاؤں گی۔ آپی نیشو علینہ کے سینے سے
لگ کر رونے لگی۔ کچھ نہیں ہو گا۔ میری جان! تم رو نہیں
، ہاشم عالینہ کی طرف دیکھ کر تھوڑا الجھن کا شکار ہوا۔
کب آرہا ہے، وہ کمینہ آنے والا ہی ہے۔

علینہ تم کہی نہیں جا رہی، میرے ساتھ چلو، ہاشم عالینہ کو
اپنی طرف کھینچ کر بولا۔ نیشو آنکھیں کھول کر ان دونوں
کو دیکھنے لگی۔ تمہارا کوئی حق نہیں بنتا، اپنے ساتھ لے

جانے کا بنتا ہے۔ پاگل لڑکی کزن ہوں تمہارا پورا حق بنتا
ہے۔ علینہ لڑکھڑاتے ہوئے دو قدم پیچھے ہوئی۔
تمہاری مام تمہارا دن رات پاگلوں کی طرح انتظار کرتی
ہے۔ تم جھوٹ بول رہے ہو، تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے
مجھ سے میں جھوٹ نہیں بولا رہا

عالینہ مسکان ہی نام ہے نا تمہاری مام کا، عالینہ مکان کا نام
سنتے ہاشم کی طرف بڑھی۔ ہاں میری مام کا نام مسکان ہی
ہے، کہاں ہے وہ، اور تم۔۔ تم کیسے جانتے ہو۔ بہت اچھے
سے جانتا ہوں، اور میں انہیں اور تڑپتا نہیں دیکھ سکتا، تم
میرے ساتھ چل رہی ہو۔ پاگل لڑکی۔ میں بھی اپنی مام

کو دیکھنا چاہتی ہوں ان کے سینے سے لگنا چاہتی ہوں،
معافی مانگنا چاہتی ہوں، مجھے لے چلو پاگل انسان، علینہ
اسے کے سینے سے سر رکھ کر بولی۔ ہاشم اس کی حرکت پر
بوکھلا گیا۔ مجھے تو لگا تم بہت بہادر ہو پر تم تو اندر سے اتنی
ہی کمزور نکلی۔ ہاشم اس کے گرد اپنی باہوں کا ڈھیلا سا
حصار باندھا، عالیہ اپنی کمر پر اس کا ہاتھ محسوس کر کے
ایک آہی جھٹکے سے دور ہوئی۔ اور اپنے آنسو صاف کر
کے غصے سے گھورنے لگی۔ ہاشم اس کا گھورنا دیکھ کر گہرا
مسکرایا۔ عالیہ اسے گھورتے ہوئے، فوراً اپنے کمرے کی
طرف

بھاگی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ یہ کھڑوس اس کا کزن
نکلے گا۔ مام آپ کی عالینہ آپ سے ملنے آئے گی۔ آپ
پلیز مجھے معاف کر دینا۔ عالینہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر
ہچکیوں سے رونے لگی۔ وہ جتنا مرضی باہر سے بہادر
تھی۔ اتنا ہی اندر سے ٹوٹی ہوئی تھی۔ مام آپ کی عالینہ
آپ کے ایک ایک آنسوؤں کا حساب لے گی۔

ہاشم بھائی آپ عالینہ آپ کی کزن ہے، نیشو ہاشم کی
طرف بڑھتے پوچھنے لگی۔ ہاں میں تمہاری سر پھری
دوست کا کزن ہوں۔ وہ میری دوست نہیں ہے۔ بہن
ہے میری، بہن کیا مطلب ہاشم نیشو کے چہرے کو دیکھتے
پوچھنے لگا۔ مطلب ہم ہے، پر لگتا نہیں نا، مجھے بھی نہیں

سوتیلی بہنیں ہے، پر لگتا۔ آپ نے مجھے کبھی سوتیلی سمجھا
ہی نہیں بہت پیار کرتی ہے مجھ سے، اور میں بھی، تو آپ
عالینہ کے کزن ہوئے تو میرے بھی ہوئے نا، نیشو
آنکھیں پٹپٹاتے پوچھنے لگی۔

بلکل نیشو اگر میں عالینہ کا کزن ہوں، تو تمہارا بھی۔ سچ
میں۔ ہاں سچ میں ہاشم اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر
بولا۔ آپ مجھے نیشو نہیں پکارے گے، صرف مجھے نیشو
پکارنے کا حق آپ کو ہے۔ میرا نام نائیشہ ہے۔ بہت پیارا
نام ہے۔ اب میں تمہیں تمہارے نام سے ہی پکاروں گا۔
گاڑی کی ہارن کی آواز سنائی دی۔ مجھے لگتا ہے، آبان بھائی

آگے، یہ کون ہے، آبان نامیشہ یہ بھی آپ کی طرح ہمارا
کزن ہے، پر ایک نمبر کا گھٹیا انسان ہے۔ ہمارے چچا
حنان خان کا بیٹا ہاشم بھائی پلیز آپ عالینہ آپ کی کو اس کے
ساتھ جانے سے روکنا ہو گا۔

عالینہ کو غصے سے کمرے سے نکلتے دیکھا۔ نامیشہ اور ہاشم
بھی اس کے پیچھے بھاگے۔ الیگ نے اسے بازو سے پکڑ کر
اپنی طرف کھینچا۔ الیگ کا اس طرح بازو پکڑنا ہاشم کے
اندر آگ دہر کا گیا۔ الیگ یہ کیا بد تمیزی ہے۔ عالینہ تم
کوئی تماشا کھڑا نہیں کرو گی۔ میں اچھے سے جانتی ہوں،
مجھے کیا کرنا ہے، الیگ اس کا ہاتھ چھوڑو، ہاشم خود پر قابو

نار کھ ساء اور غصے سے دھاڑا۔ سب نے چونک کر ہاشم کی طرف

دیکھا۔ دامیار بھی ہاشم کی دھاڑ پر کمرے سے نکلا۔ تم نے سنا نہیں اس کا ہاتھ چھوڑو، کیوں تم کون ہوتے ہو۔ مجھے روکنے والے، میں کون ہوتا ہوں، مجھے بتانے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے، یہ بہت اچھے سے جانتی ہے، میں کیا لگتا ہوں اس کا۔

الیگ نے غصے سے علیہ کی طرف دیکھا، جو داخلی دروازے سے آبان کو اندر داخل ہوتے دیکھ رہی تھی۔ ہاشم نے علیہ کی نظروں کے تعاقب میں سامنے دیکھا،

جو وائٹ شلوار قمیض پہنے کندھوں پر بلیک شال اوڑے
آنکھوں پر بلیک ہی سن گلاسز لگائے اپنی مغرور پریسلیٹی
سے چلتا ہوا، عالینہ کی طرف بڑھا۔ عالینہ سر دوسپاٹ چہرہ
لیے غصے سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے آج دوسری دفعہ
اس انسان کو دیکھا۔ پہلی دفعہ یہ دادی جان کے ساتھ دو
سال پہلے امریکہ آیا تھا۔ آبان عالینہ کی طرف بڑھتے
اسے اپنے سینے سے لگایا۔ ہاشم نے غصے سے اپنی مٹھیاں
دبوچ لی۔ عالینہ نے اس کے حصار سے نکلنا چاہا۔ آبان
نے اور سختی سے اپنے سینے میں بونچا۔ بہت خوبصورت ہو
گئی ہو۔ پہلے سے بھی زیادہ۔ آبان کا ہاتھ اس کی نظر آتی
کمر پر نیچے کی طرف کھسکنے لگا۔ ہاشم اس کا ہاتھ نیچے کھسکتے

دیکھ کر ایک ہی جھٹکے سے علینہ کو کھینچ کر خود کے سینے
سے لگایا۔ علینہ ہاشم کے سینے سے لگ کر اسے بدحواس
ہوتے دیکھنے لگی۔

آبان غصے سے اس کی طرف بڑھا۔ تمہاری ہمت کیسے
ہوئی عالینہ کو چھونے کی۔ تو تمہاری ہمت کیسے ہوئی، اسے
چھونے کی۔ کیونکہ یہ میریکزن ہے۔ تو یہ میری بھی
کزن ہے۔ علینہ بھیگی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ آج
اسے اس دشمن جاں کے حصار میں اپنے آپ کو محفوظ
پانے کا احساس ہوا۔

ہاشم اس کی بھیگی آنکھوں کو دیکھ کر اُلجھن کا شکار ہوا۔
آبان اپنی سرخ آنکھیں عالیہ کے وجود پر گھاڑے ہوئے
تھا۔ اس کی شرٹ سے نظر آتی رعنائیوں کو دیکھ کر آبان
خان کے جذبات اٹھنے لگے۔ عالیہ آبان نے سرد
تاثرات سے اسے پکارا۔ جوا بھی تک اس کے حصار میں
کھڑی تھی۔ عالیہ چلو میرے ساتھ، دادی جان انتظار کر
رہی ہے، میں نہیں جاؤں گی۔ بول دو جا کر سمیعہ خان
سے آپ کی پوتی اکیلے نہیں آئے گی۔ اپنی مام کو ساتھ
لے کر آؤں گی۔ عالیہ غصے سے آبان کی طرف بڑھتے
چھیچھی۔ اپنی مام کے ایک ایک آنسو کا حساب لینے آؤ گی۔
جا کر بتادو انہیں آبان غصے سے گھورتے باہر نکل گیا۔

الیک عالینہ کی طرف بڑھا۔ عالینہ تم ٹھیک نہیں کر رہی،
میں جا رہا ہوں واپس امریکہ، مجھے بتانے کی ضرورت
نہیں ہے، جاؤ واپس تمہارے لیے ہی یہی بہتر ہے۔ عالینہ
اپنے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ اور سیدھا جا کر شاور
کے نیچے کھڑی ہوئی۔ آہہ! نفرت ہے مجھے تم سے آبان
خان جہاں جہاں آبان نے چھوا تھا۔ وہاں اپنے ہاتھوں
سے رگڑنے لگی۔ گند ہو تم آبان خان۔ عالینہ خود کو
رگڑتی وہی شاور کے نیچے بیٹھ گئی۔ اسے ہاشم خان کا چھونا
یاد آیا۔ عالینہ اب پھیکا سا مسکرائی۔ اسے ہاشم خان کا چھونا
اندر لگنے والی آگ کو کم کر گیا۔ مجھے تمہارے چھونے
سے نفرت کیوں نہیں ہوئی۔ میں نہیں جانتی۔ آپ

دروازہ کھولے نیشو جاؤ تم یہاں سے، پلیز آپی دروازہ
کھولے، مجھے پتہ آپ شاور کے نیچے کھڑی اپنے غصے کو
قابو کر رہی ہے، آپی بیمار پڑ جائے گی۔ میں یہاں ہی
کھڑی ہوں، جب تک آپ دروازہ نہیں کھولے گی۔ میں
یہاں سے نہیں ملنے والی کھڑی رہو پھر یہاں میں باہر
نہیں آرہی۔ ٹھیک ہے میں بھی یہاں ہی کھڑی ہوں۔

کاوش حویلی کب چلنا ہے، کل آئزہ کی مائیوں ہے۔ اور ہم
یہاں بیٹھے ہیں، ماہی غصے سے کاوش کے کیبن میں داخل
ہوئی، اور اپنی کتابیں ایک طرف رکھ کر اس کے سامنے

جا کر کھڑی ہو گئی۔ کاوش ایسے ہی اپنی فائل میں گھسار ہا۔
آپ سن رہے ہیں میری بات ماہی کاوش کے ہاتھ سے
فائل کھینچتی دور رکھی۔ اور کاوش کے سامنے ٹیبل پر بیٹھ
گئی اور اپنے گورے چٹے پاؤں کاوش کی گود میں رکھے۔
کاوش اس کی حرکت پر گھور کر دیکھنے لگا۔ بیوی ایسی
حرکتیں کر کے میرے جذبات کو بہکا رہی ہو۔ یہ ناہو
یہاں اپنے کین میں تما پنا حق لے لوں۔ کاوی حویلی چلے
ناسب وہاں کیسے آئزہ کے آگے پیچھے گھوم رہے ہوں گے۔
مجھے بھی اپنی نند کی تھوڑی خدمت کرنی ہے، پھر اس نے
چلے جانا ہے، مجھے بھائی کی طرف بھی جانا ہے، آخر کار

میرا بھائی ہی دولہا بنے گا۔ اور ہمارے پاس آج کا دن
ہے۔

ماہی ٹیبل سے اتر کر اس کی گود میں بیٹھی۔ کیا بات ہے
بیوی آج کچھ زیادہ پیار نہیں آرہا۔ ہاں نا تو مان جائے نا،
چلے آج حویلی اس سے بھی زیادہ پیار کروں گی۔ دیکھ لو
اپنی بات پر قائم رہنا۔ ورنہ جب میں پیار کرنے لگا۔ پھر
تمہاری سانسیں ایسے قید کروں گا۔ تم سوچ بھی نہیں
سکتی۔ تو بعد میں آپ ہی اپنی سانسیں مجھے دیں گے۔ ماہی
کاوش کے گال چوم کر بولی۔ بیوی تم بہت بولنے لگ گئی
ہو۔ جب اللہ نے منہ میں زبان دی ہے تو بولوں گی نا۔

چلے اٹھے۔ ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ میں نے شاپنگ بھی
کرنی ہے۔ کاوش نے اس کے نچلے لب کو شدت سے
چوما۔ اور اس کو گود سے نیچے اتارا۔ چلو میڈم! کاوش اپنی
گاڑی کی چابی اٹھائی اور ماہی کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکلا۔ کاوش
بھائی، ازہان نے پیچھے سے کاوش کو پکارا۔ کاوش بھائی،
کاوش نے اسے گھور کر دیکھا۔ میرا مطلب ہے، کاوش سر
آپ سوات جا رہے ہیں۔ مجھے بھی لے چلے۔ زمل سے
ملنا ہے۔ بہت یاد آرہی ہے اس کی۔ شاہ میر نے بولا ہے،
آپ کے ساتھ آنے کا۔ تو آپ کی بہن کی شادی بھی
ہے۔ تو میں نے سوچا کیوں نا آج ہی چلا جاؤں۔ آپ کو
اعتراض ہے۔

تو میں، مجھے کیوں اعتراض ہو گا۔ وہ میں نے سوچا شاید
آپ کی اور بھابھی کی رومنٹک لانگ ڈرائیو نا ہو کمینے تو بھی
شاہ میر جیسا ہی ہے، کاوش نے مکابنا کر ازبان کے پیٹ پر
دے مارا۔ ماہی اپنی ہی کو کنٹرول کیسے کھڑی تھی۔ آجا،
ورنہ تیری شکل بگاڑ دوں گا۔ ایسا بھی میں نے کیا کہہ
جوا نہوں نے میرے معصوم پیٹ کو مارا۔ آجا ازبان یا
ایسے ہی اپنا پیٹ پکڑ کر کھڑا رہے گا۔ آرہا ہوں۔ ماہی،
کمینے بھابھی بول، ہاں ہاں بھابھی ازبان فوراجا کر گاڑی
میں بیٹھا۔

سلطان پاشا میٹینگ کے سلسلے میں لندن گئے تھے۔ زل
کو بتا دیا تھا۔ زل نے کہاں اگر بابا نہیں ہے۔ تو آپ ملنے
آئے مجھ سے۔ آئزہ کی شادی کی وجہ سے زل نے اسلام
آباد آنے کا پلان کینسل کر دیا۔ اور ازبان کو سوات
آنے کا بولا۔

کاوش کا موبائل رنگ ہوا، کاوش نے فوراً کال ریسیو کی
بہرام کا نمبر دیکھ کر۔

اسلام و علیکم! لالا و علیکم سلام کہاں ہے تو لالا سوات کے
لیے نکلنے لگا ہوں۔ ماہی کو شاپینگ کرنی ہے۔ تو پھر نکلتے

ہے۔ ٹھیک ہے۔ جلدی سے آجا۔ سب ٹھیک ہے لالا،
اور لالا بھی ٹھیک ہے، ہاں ٹھیک ہے۔ وہی سے آرہے
ہے۔ تو جلدی سے یہاں پہنچ پھر دامیار لالا کو لینے جائے
گے کیا مطلب وہ ساتھ نہیں آئے۔ نہیں انہوں نے
ساتھ آنے سے انکار کر دیا۔ دلاور خانتنظر رکھ کر بیٹھا
ہے۔ تو یہاں پہنچ تمہیں سب بتاتا ہوں۔ بہرام نے کال
کٹ کر دی۔

بہرام کی گاڑی حویلی پہنچی سب سے پہلے نظر لان پڑی۔
جہاں ہیزل آئزہ اور زمل کے ساتھ نیچے بیٹھی تھی۔ شاہ

میر بھی گاڑی سے باہر نکلا۔ اور ان کو دیکھنے لگا۔ یہ پاگل
ہے۔ اتنی ٹھنڈ

میں یہاں بیٹھی ہے۔ شاہ میر ان کی طرف بڑھا۔ زل
شاہ میر کو دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی کیا ہوا، زل بیٹھویار،
کوئی سانپ وغیرہ تو نہیں دیکھ لیا۔

آترہ زل کو دیکھ کر بولی ہیزل سانپ کا سن کر آترہ کے
ساتھ چپک گئی۔ بھا بھی سانپ تو نہیں البتہ آپ کے شوہر
صاحب سانپ کی نظروں سے سے دیکھ رہے ہے۔

ضرغام ان کے پاس جا کر بولا۔ ہیزل نے چونک کر
بہرام کی طرف دیکھا۔ آترہ نے معصومیت سے اپنے

دونوں بھائیوں کی طرف دیکھا۔ یہ تم لوگ اتنی ٹھنڈ میں
لان میں کیا کر رہی ہو۔

بہرام ان کے پاس آکر بولا۔ آئزہ تمہیں تو بخار تھا۔ کیا
اور بیمار ہونے کا ارادہ ہے۔ شاہ میر آئزہ کو دیکھ کر بولا۔ وہ
بس لالا ہم بس ایسے ایسے ہی کھلی ہوا میں سانس لینے
آگے۔ بتاؤ نازل بھابھی۔ ہاں ٹھیک کہہ رہی ہے۔ میر
اندر دم گھٹ رہا تھا۔ تو ہم باہر آگے۔ ہاں باہر آکر یہ
پارٹی چل رہی ہے۔ شاہ میر وہاں پڑے سکپاسی کھانوں کو
گھور کر بولا۔ ضرغام ان سب کو ایک نظر دیکھتے اندر بھڑ
گیا۔ بہرام نے ہیزل کی طرف دیکھا۔ جو سر جھکائے

کھڑی اپنی زبان کو دانتوں کے نیچھے دبانے کی کوشش کر
رہی تھی۔ زل ہیزل کو ایسے کھڑے دیکھ کر فوراً پاس
ہوئی۔ بھا بھی آپ بھی کچھ بولے نا۔ میں کیسے بولوں
میرے کانوں سے دھواں نکل رہا ہے۔

میں نے منع بھی کیا تھا اتنی مرچوں والے کھانے
آرڈرنا کرو۔ بھا بھی یہ سب تو میں نے آئزہ کے کہنے پر
آرڈر کیسے تھے۔ یہ تم دونوں کیا کھسر پھر کر رہی ہو۔ لالا
آپ غصہ تو نا ہو۔ میں نے پر سو چلی جانا ہے، تو میں نے
زل بھا بھی سے کہاں مجھے فل مرچی والی چیزیں کھانی
ہے۔ گڑیا ایسی چیزوں سے گلا خراب ہو جاتا ہے۔ اور
اوپر سے تم تینوں یہاں باہر ٹھنڈ میں بیٹھی ہو۔ چلو فوراً

اندر جاؤ، ٹھیک ہے لالا، آئزہ فوراً اندر بھاگی ہیزل اور
زل بھی اس کے پیچھے فوراً بھاگی۔

بہرام اور شاہ میر بھی ان کے پیچھے بڑھے۔ ہیزل اپنے
کمرے کی طرف جانے کی بجائے کچن کی طرف بھاگی۔
اور فریج سے جوس نکال کر پینے لگی۔ بہرام جو اس کے
پیچھے ہی تھا۔ ہیزل کا فوراً ہاتھ پکڑا۔ جاناں تمہارا خان ہے
نہ، تمہاری مرچیں کم کرنے کے لیے۔ تمہیں اس کی
ضرورت نہیں، بہرام نے جوس کی بوتل پکڑ کر سائیڈ پر
رکھی اور فوراً ہیزل کے ہونٹوں پر جھک گیا۔

بہرام نے ہیزل کی ٹانگیں اپنی کمر پر باندھی اور ایسے ہی اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ پر ہیزل کے ہونٹوں کو اپنے لبوں سے آزاد نہ کیا۔۔

بہرام ہیزل کو لیں کر کمرے میں داخل ہوا۔ اور اسے آرام سے بیڈ پر لٹایا۔ ہیزل بہرام کو یکسر نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ بہرام اسے ایسے دیکھنے پر ایک دفعہ پھر ہیزل کے لبوں کو اپنے لبوں میں قید کر لیا۔ اور شدت سے ہیزل کی نازک پنکھڑیوں پر سک کرنے لگا۔ ہیزل کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا۔ ہیزل نے بہرام کو اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر دور کرنا چاہا۔ بہرام نے ہیزل

کے ہاتھوں کو تکیے پر پن کیا۔ اور اس کی گردن پر جھک گیا۔ اور وہاں اپنے دانتوں سے نشان بنانے لگا۔ خان ہیزل نے بھیگی آواز سے پکارا۔ بہرام نے ہیزل کی گردن سے اپنا چہرہ نکال کر دیکھا۔ جی جان خان بہرام نے ہیزل کی دھڑکنوں پر لب رکھے۔ خان میرے ہاتھ چھوڑے مجھے پین ہو رہا ہے۔ کہاں پین ہو رہا ہے۔ نیچھے تو بالکل ٹھیک تھی۔ تو ہاں نا پین تھوڑی بتا کر آتا ہے۔ چلے پیچھے ہٹے۔ ہیزل نے بہرام کو خود سے دور کیا۔ بہرام جو ہلکا سا جھکا ہوا تھا۔ ہیزل کے دور کرنے پر اپنا پورا وزن ہیزل پر ڈال دیا۔ ہیزل مجھے کبھی خود سے دور مت کرنا ورنہ تمہارا خان بھر جائے گا۔ بہرام ہیزل کی گردن پر

منہ چھپائے بولا۔ ہیزل بہرام کی آواز میں بھینگا پن
محسوس کر کے پریشان ہوئی۔ خاناں تم مجھے کبھی چھوڑ کر
تو نہیں جاؤ گی۔

خان آپ ٹھیک تو ہے۔ ہیزل نے بہرام کے ماتھے پر
ہاتھ رکھ کر چیک کیا۔ خان آپ کو تو بخار ہو رہا ہے۔ پیچھے
ہٹے مجھے میڈیسن لانے دے ٹھیک ہوں۔ بس تم میرے
پاس ہی رہو۔ خان میں آپ کے پاس ہی ہوں۔ ہوں۔ تو
بس پھر میرا بخار تمہیں پیار کرنے سے ہی اتر جائے گا۔
بہرام کی سماعتوں میں ابھی تک ہاشم کے کہے الفاظ گونج
رہے تھے۔

بہرام اور شدت سے ہیزل کے ساتھ لپٹا۔ ہیزل اپنی بند
ہوتی سانس کی پرواہ کیے بغیر بہرام کے گرد اپنی نازک
باہوں کا حصار باندھا۔ بہرام ہیزل کے حصار باندھنے پر
مسکرایا۔ بہرام نے ایک ہی جھٹکے سے ہیزل کو اپنے اوپر
کیا۔ اور اس کی شرٹ اتاری۔ ہیزل شرم سے سرخ
پر گئی۔ بہرام اسے ایسے سرخ پڑتے دیکھ کر اپنے سینے
سے لپٹا گیا۔ ہیزل بہرام کے سینے سے لگی تھر تھر کانپنے
لگی۔ ہیزل تم صرف بہرام خان کی ہو۔ اگر تم مجھے چھوڑ
کر گئی۔ تو تمہارا خان بھر جائے گا۔ بہرام نے اور شدت
سے ہیزل کو خود کے ساتھ لپٹایا۔ ہیزل آج بہرام کی

حرکتوں پر الجھن کا شکار ہوئی۔ بہرام کے سینے پر لب
رکھے۔ کہی نہیں جا رہی میرے نیلی آنکھوں والے
خان۔ آپ کے پاس ہوں۔ ہیزل خان صرف بہرام
خان کی ہے۔ ہیزل اس کے سینے پر ناک رگڑ کر بولی۔ اور
بہرام خان صرف اپنی ہیزل خان کا ہے۔ ہیزل کے پینا
بہرام کا کوئی وجود نہیں۔ بہرام اس کے گال چوم کر
بولا۔ اور ایک ہی جھٹکے سے ہیزل کو خود کے پیچھے کیا۔
اور اس کی دھڑکنوں سے لپٹ گیا۔ اور شدت سے اپنے
لبوں سے چھونے لگا۔ ہیزل کی کمرے میں سکیاں گونجنے
لگی۔ بہرام ہیزل کی سسکیوں پر اور مدہوش ہونے لگا۔
بہرام نے اپنے اور ہیزل پر کنبل اڑایا۔ اور مکمل طور پر

ہیزل میں سمایا۔ ہیزل کی چیخ کو اپنے لبوں میں کہی دبا دیا۔
ہیزل کے آنسو بہنے لگے۔ بہرام نے اس کے آنسوؤں کو
اپنے لبوں سے چھوا۔ جاناں ریلیکس کچھ نہیں ہو گا۔
ہیزل کی درد بھری سسکی کمرے میں گونجی۔

بہرام خود کو پر سکون کر کے سیدھا ہو کر لیٹا۔ ہیزل کا سر
اپنے سینے پر رکھا۔ اور اس کے گرد حصار باندھا۔ میری
نازک خاناں ہیزل نے روتے ہوئے بہرام کے سینے پر
مکے برسائے۔

ہیزل میری جان اس میں رونے والی کیا بات ہے۔ مجھے
پین ہو رہا ہے۔ کہاں ہو رہا ہے۔ بہرام سمجھ گیا تو گیا تھا۔
پر ہیزل کو تنگ کرنے کے لیے پوچھ لیا۔ ہیزل نے
بہرام کو گھور کر دیکھا۔ بہرام اس کے گھورنے پر ہنس
دیا۔ بہت بڑے ہے آپ جائے مجھے آپ سے کوئی بات
نہیں کرنی۔ ہیزل اٹھ کر بیٹھی بہرام اسے مسکراتے
ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ہیزل

اسے مسکراتے دیکھا۔ اور پھر اپنی حالت کو ہیزل کا چہرہ
سرخ پڑ گیا۔ اور ایک ہی جھٹکے سے۔ بہرام کے سینے سے
لگی۔ بہرام کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔ ہیزل شرم سے

اور شدت سے بہرام سے لپٹی۔ کیا یا ر خاناں شرم بھی
مجھ سے آرہی ہے، اور لپٹنا بھی مجھ سے ہے۔ اگر تم ایسے
لپٹی رہی تو میرے جزبات جاگنے میں دو منٹ بھی نہیں
لگے گے۔ ہیزل نے اپنی سرخ آنکھوں سے بہرام کی
نیلی آنکھوں میں دیکھا۔ بہرام نے اس کی آنکھوں میں
پھونک ماری۔ اب بتاؤ جاناں کہاں پین ہو رہا ہے۔ کہی
نہیں چھوڑے آپ مجھے، اگر اب آپ میرے پاس
آئے۔ آپ کو چھوڑوں گی نہیں۔ ہیزل بہرام کی شرٹ
پہن کر واش روم میں بند ہوئی۔ بہرام کا قہقہہ کمرے
میں گونجا۔ خاناں باہر آؤ۔ آج تمہیں بخشنے کا موڈ نہیں
ہے۔ بہرام واش روم کا دروازہ کھٹکھٹا کر بولا۔ اور اندر

سے آواز نا آنے پر بہرام واپس بیڈ کے پاس گیا۔ بیڈ
شیٹ کو دیکھ کر گہرا مسکرایا۔ اور اتار کر سائیڈ پر رکھ دی
اور خود بیڈ کر اؤن کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔
خاناں میں ویٹ کر رہا ہوں۔ بہرام سگریٹ لیوں سے
لگائے مسکراتے ہوئے بلند آواز سے بولا!

شاہ میر کھڑکی کے پاس کھڑا آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔
دامیار سے ملنے کے بعد دل کو جو خوشی ہوئی تھی۔ بے

حسین دل کو پر سکون کر گئی۔ بہت جلد لالا ہمارے دامیار
ہو گے۔

گڑیا تمہیں کل بہت بڑا سر پر اتڑ ملنے والا ہے۔ زمل واش
روم سے فریش ہو کر باہر آئی۔ باہر سے آتے ہی واش
روم میں گھس گئی تھی۔ اسے پتہ تھا۔ شاہ میر غصہ ہو گا۔
اس لیے آدھے گھنٹے سے واش روم میں بند تھی۔ زمل
نے شاہ میر کو کھڑکی کے پاس کھڑا دیکھا۔

اور آہستہ آہستہ چل کر پیچھے سے ہی شاہ میر کے

گردر حصار باندھا۔ اور اس کی پیٹھ پر لب رکھے شاہ میر
زل کی حرکت پر گہرا مسکرایا۔

شاہ میر ایسے ہی سٹل کھڑا رہا۔ زل نے ایک بار پھر لب
رکھے۔ میر آپ مسکرا رہے ہیں۔ شاہ میر نے ایک ہی
جست میں زل کی کلائی پکڑ کر اپنے آگے کیا۔ میں کیوں
مسکراؤں گا۔ شاہ میر نے اپنے چہرے پر سخت تاثرات
لیے خمار لہجے میں بولا۔ میر سوری! زل آنکھوں میں
آنسو لیے بولی۔ شاہ میر اس کے بہتے آنسو دیکھ کر زل کی
کمر میں ہاتھ ڈال کر خود کے ساتھ بہت بے باکی سے
لگایا۔

کیوں ایسی حرکتیں کرتی ہو۔ میری جان! جس پر مجھے
غصہ آئے۔ آپ نے ایسا کھانا آڈر ہی کیوں کیا۔ جس سے
آپ کا گلا خراب ہو جائے۔ آئزہ کو تم منع بھی کر سکتی
تھی۔

اسے پہلے ہی بخار تھا۔ سوری بول تو رہی ہوں۔ معاف
کر دیں۔ زل اپنی آواز کو بامشکل نکالتے بولی۔ زل اسی
لیے منع کرتا ہوں۔ اب دیکھو کیسے گلا بیٹھ گیا ہے۔ یہاں
آؤ شاہ میر نے اسے بیڈ پر بیٹھایا۔ اور گرم پانی کا گلاس اٹھا
کر زل کی طرف بڑھایا۔

شاہ میر کو پتہ تھا۔ اس کی نازک بیوی کا گلا ایسی چیزیں
کھانے کے فوراً بعد خراب ہو جاتا ہے۔ اسی لیے شاہ میر
نے تھوڑی دیر پہلے بختو سے گرم پانی منگوایا تھا۔ زلزلے نے
بھگی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے، گلاس پکڑ کر اپنے لبوں
سے لگایا۔ شاہ میر زلزلے کو دیکھ کر مسکرایا۔ اور شاہ میر نے
اس کی گردن پر لب رکھے۔

زلزلے کو پانی پیتے ہوئے اچھولگا۔ اور منہ سے سارا پانی نکل
کر شاہ میر کے فیس پر۔ شاہ میر نے اپنی آنکھیں بند کی۔
اور چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ میر سوری! وہ میں ابھی صاف
کر دیتی ہوں۔ میر کی جان! یا ایک کس ہی تو کیا تھا۔

اور تم نے تو میرے پر ہی فوارہ چھوڑ دیا۔ تو ہاں پانی پی
رہی تھی۔ تو آپ ایسی حرکت کرتے ہی نا۔ بہت لمبی
زبان ہو گئی تمہاری کاٹنی پڑے گی۔ میرا آن آپ اپنی
زل کی زبان کاٹے گے۔ بلکل اچھے شوہر نہیں ہے، آپ
اچھا ابھی بتاتا ہوں میں کتنا اچھا شوہر ہوں۔ شاہ میر نے
زل کی شرٹ ریموو کی۔ اور بہت بے باکی سے آنکھ ونگ
کی۔ زل نے شرم سے اپنا چہرہ جھکا لیا۔ شرٹ اتارو
میری شرٹ میلی

بیوی۔ شاہ میر اسے ایسے سر جھکاتے ہوئے بولا۔ زل
نے نا میں سر ہلایا۔ یہاں میری طرف دیکھو۔ زل اپنی
حالت دیکھ کر پھر نا میں سر ہلایا۔ میر کی جان اوپر دیکھو،

زل نے شاہ میر کی طرف دیکھا۔ شاہ میر نے زل کا ہاتھ
اپنی شرٹ پر رکھا۔ زل شاہ میر کی آنکھوں میں خمار کی
لالی اتری دیکھ کر اس کی شرٹ اتار کر نیچے پھینکی۔ شاہ
میر نے ایک ہی جھٹکے سے زل کو اپنی گود میں بٹھایا۔ اور
اس کے کندھے پر لب رکھے۔ زل شاہ میر کی حرکت پر
اس کے ساتھ لیٹی۔ میرا معصوم کا کا۔

شاہ میر نے زل کو بیڈ پر لٹایا اور خود اس پر سایہ فگن ہو
کر لیٹ گیا میر کی جان اجازات دو گی۔ اپنے میر کو اچھا
شوہر بننے کے لیے۔ زل نے اثبات میں سر ہلایا۔ شاہ میر
مسکرا کر اس کے لبوں پر جھک گیا۔ اور نچلے ہونٹ پر
دانت گھاڑے زل کی سسکی کمرے میں گونجی۔ میر کی

جان میٹھی میٹھی سسکیاں بھرو۔ اپنے میر کو اپنی سکیوں
سے بہکاؤ۔ شاہ میر نے اس کی گردن پر لب رکھتے
ڈھڑکنوں پر آیا۔ وہاں شدت سے اصل

دانت گھاڑے۔ زل کی گھاڑے۔ زل کی سسکیوں کے
ساتھ شاہ میر کی تشنگی بڑھنے لگی۔ میر کی جان تمہاری یہ
جان لیوہ ادا نہیں مجھے پاگل کر دے گی۔ اور میں تمہاری
ان اداؤں سے پاگل ہونا چاہتا ہوں۔ شاہ میر نے زل کو
الٹا کیا۔ اور اس کی کمر پر حاجب لمس چھوڑنے لگا۔

شاہ میرا بھی آگے بڑھتا۔ دروازہ کھٹکنے کی آواز سن کر
غصے سے بولا! کون ہے۔ صاحب جی نیچے حاکم بابا آپ کو
بلارہے ہے۔ ایک تو یہ بختو شاہ میرا اٹھ کھڑا ہوا۔ میرا اکا کا
مسکراؤنا بھی تو چھوڑ رہا ہوں۔ رات کو تو تمہاری یہ نازک
جان بہت بے باکی سے نکالوں گا۔ اٹھو ابھی فریش ہو کر
نیچے آ جاؤ۔ شاہ میرا پنشاہ میرا بھی آگے بڑھتا۔ دروازہ
کھٹکنے کی آواز سن کر غصے سے بولا! کون ہے۔ صاحب جی
نیچے حاکم بابا آپ کو بلارہے ہے۔ ایک تو یہ بختو شاہ میرا
اٹھ کھڑا ہوا۔ میرا اکا کا مسکراؤنا بھی تو چھوڑ رہا ہوں۔
رات کو تو تمہاری یہ نازک جان بہت بے باکی سے نکالوں
گا۔ اٹھو ابھی فریش ہو کر نیچے آ جاؤ۔ شاہ میرا اپنی

باہر ڈیکوریشن والے آئے ہے، اور تم لوگ ہو اپنی اپنی
بیویوں کو لے کر کمرے میں گھسے ہوئے ہو۔ دا جی آپ
فکرنا کرے ہم سب سنبھال لیں گے۔

آپ کی پوتی کی شادی کی تیاریوں میں کوئی کمی نہیں آنے
دے گے۔ اپنی لاڈلی بیویوں کو بھی بول دو تھوڑا آکر کچن
میں ہمارا ہاتھ بٹا دے۔ زر مینہ بیگم کچن سے نکلتے ان
دونوں کو گھور کر بولی۔ بھابھی میں ہوں نا، میں بٹا دیتی
ہوں آپ کا ہاتھ رانیہ بیگم جو اپنے کمرے سے لاونج میں

آرہی تھی۔ زرینہ بیگم کی بات سن کر بولی۔ ارے رانیہ
ان کو بھی کچھ آنا چاہیے۔ بھابھی آجائے گا۔ ہیزل کچن
میں نہیں جائے گی مورے جب تک اس کا ہاتھ بالکل
ٹھیک نہیں ہو جاتا۔ بہرام عابیرہ کی طرف دیکھ کر غصے
سے بولا۔ عابیرہ بہرام کی غصے سے بھری نظروں پر
سیڑھیوں پر ہی رک گئی۔

بہرام باہر نکل گیا۔ مورے میری بیوی بہت نازک ہے،
اس کے حصے کا کام بختو کر دے گی کر دو گی نا، جی صاحب
ہم کر دے گے، شاہ میر حاکم خان کو فلائنگ کس کرتا
بہرام کے

نہیں ہو جاتا۔ بہرام عابیرہ کی طرف دیکھ کر غصے سے
بولا۔ عابیرہ بہرام کی غصے سے بھری نظروں پر
سیڑھیوں پر ہی رک گئی۔

بہرام باہر نکل گیا۔ مورے میری بیوی بہت نازک ہے،
اس کے حصے کا کام بختو کر دے گی کر دو گی نا، جی صاحب
ہم کر دے گے، شاہ میر حاکم خان کو فلائنگ کس کرتا
بہرام کے

پیچھے بڑھا۔ ایک نمبر کا کمینہ ہے تو شاہ میر حاکم خان اس
کے پشت کو دیکھ کر غصے سے بولے۔ دا جی کوئی شک
نہیں، بڑی جوانی میں آپ بھی ایسی حرکتیں کرتے ہو

گے، میری پیاری معصوم دادی تو شرم سے پانی پانی ہو
جاتی ہوگی۔ کمینے نکل یہاں سے ورنہ پیٹے گا مجھ سے۔ شاہ
میر جو حاکم خان کی بات پر رکا تھا۔

وہی پیٹنے والی بات پر بہرام کو پکارتا باہر نکلا۔ آپ ایسا
کرے اندر جا کر ڈیکوریشن شروع کرتے تھیم تو آپ کو بتا
دی تھی۔ وائٹ اور بیلو پھول جی خان صاحب ہو جائے
گا۔ جی شام سے پہلے پہلے ہو جانی چاہیے۔ بہرام جو
ڈیکوریٹ والے کے پاس گھڑا باتیں کر رہا تھا۔ شاہ میر کو
بھاگتے ہوئے اپنی طرف آتے دیکھا۔ کیا ہوا شاہ میر کچھ
نہیں لالا دا جی کو ان کی بڑی جوانی کے قصے یاد کروا کر آرہا
ہوں۔

تو کبھی نہیں سدرے گا۔ آپ جائے اپنا کام سٹارٹ
کرے، کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے۔ ہماری اکلوتی بہن کی
شادی ہے۔ شاہ میر چہک کر بولا۔ لالا ہم کل آئزہ کو بہت
بڑا سر پر اتار دے گے۔ ہاں ضرور اسب کے ہوش اڑنے
والے ہے۔ ہاں ذرا پوچھ یہ کاوش کہاں رہ گیا ہے۔ ابھی
تک نہیں آیا۔ جی میں کرتا ہوں کال۔

لو وہ دیکھے آگے، آگیا پروفیسر کاوش خان شاہ میر گیٹ
کے اندر کاوش کی گاڑی داخل ہوتے دیکھ کر بولا۔ کاوش

نے گاڑی کارپوچ میں پارک کی بہرام اور شاہ میر کی
طرف بڑھا۔

ماہی اور ازبان بھی ان کی طرف بڑھے۔ اسلام و علیکم!
لالا و علیکم سلام! بہرام نے ماہی کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور
ازبان کے گلے لگا۔ کیسا ہے ازبان اتنے دنوں بعد اپنا
ہنڈسم چہرے کا دیدار کروایا ہے۔ بس لالا پڑھائی کا برڈن
زیادہ ہو گیا ہے، اور ساتھ بزنس سنبھالنا بھی پڑتا ہے، ماشا
اللہ

اتنی 23 سال کی عمر میں سب سنبھالنا۔ بہت مشکل ہے،
پڑاؤڈ آف یو! ازبان مجھے بہت خوشی ہوئی تم سلطان پاشا
کے بازو بن کر کھڑے اُن کا ساتھ دیا۔ سالے صاحب

ہمیں بھی مل لو ہر دفعہ ہمیں بھول جاتے ہو۔ تو چیز ہی
ایسا ہے کہ کوئی تجھے دیکھتا ہی نہیں کاوش شاہ میر کو دیکھ
کر

بولا۔ لالا ماشا اللہ اتنا ہنڈ سم ہوں لڑکیاں مرقی شاہ میر
خان پر بس سالے صاحب کو ہی نظر نہیں آتا۔ کون
مرتا ہے، میرے علاوہ میر، زمل جولاؤنج میں تھی ازہان
کو دیکھ کر باہر آئی میر کی بات سن کر وہی رک گئی۔ شاہ
میر زمل کی آواز پر فوراً پلٹا۔ میر کی جان تمہارے علاوہ
مجھ پر کون مرے گا۔ شاہ میر نے زمل کو سینے سے لگا کر
بولا۔ جھوٹ بول رہے ہیں۔ چھوڑے مجھے زمل شاہ میر
کو خود سے دور کیا اور ازہان کے سینے سے لگی۔ ازہان نے

زل کے بالوں پر لب رکھے۔ شاہ میر زل کو ازبان کے
حصار میں دیکھ کر غصے سے مٹھیاں بونچ گیا۔ ازبان بھائی
میں نے آپ کو بہت میں کیا۔ میں نے بھی گڑیا۔
ازبان کے ملنے کے بعد زل ماہی کے گلے لگی۔ ازبان
بھائی آجائے اندر زل ماہی کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ تم جاؤ
گڑیا، ازبان ہمارے ساتھ رہے گا۔ بہرام زل کے سر پر
ہاتھ رکھ کر بولا ٹھیک ہے لالا۔ ماہی بھا بھی آئے ہم آئزہ
کے پاس: چلتے ہے۔ زل شاہ میر کو مکمل طور پر اگنور کر
کے آگے بڑھ گئی۔ شاہ میر نے غصے سے اپنے بالوں میں
ہاتھ پھیرا، اور اندر کی طرف
بڑھ گیا۔۔۔۔۔

باشم عالینہ کے کمرے میں پہنچا۔ سامنے نامیشہ کو کھڑے
دیکھا۔ گڑیا عالینہ کہاں ہے، حویلی کے لیے نکلنا ہے۔ تم
بھی ساتھ چل رہی ہو تیار ہو جاؤ، اور ہاں جلدی سے نیچے
آجانا۔

اوو کے بھائی! اگر عالینہ آپي واشروم سے نکل آئے۔ تو
ہم جلدی آپائے گے۔ کیوں کیا ہوا، باشم واشروم کے بند
دروازے کو دیکھ کر بولا۔ چار گھنٹوں سے واشروم میں
بند ہے۔ میری بھی بات نہیں سن رہی۔ مطلب چار
گھنٹوں سے واشروم میں ہے۔ اور شاہور بھی چار گھنٹوں
سے چل رہا ہو گا۔ باشم نے پریشانی سے پوچھا۔

ساتھ نامیشہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ ہاشم غصے سے بند
واشروم کی طرف بڑھا۔ علینہ باہر آؤ حویلی جانا ہے۔
علینہ جو واشروم میں دیوار کے ساتھ گھٹنوں میں سر
دیے بیٹھی رو رہی تھی۔ شاور آون تھا۔ پانی اس کی
ٹانگوں پر گر رہا تھا۔ سردی کی وجہ سے اس کا بدن کانپنا
شروع ہو گیا تھا ہونٹ نیلے پڑ چکے تھے۔ ہاشم کی آواز سن
کر اس کے رونے میں اضافہ ہوا۔ پر اس کی آواز بلک
میں ہی اٹک گئی تھی۔ آبان کا چھونا اسے کانٹے کی طرح
چوہا تھا۔ دو سال پہلے بھی اس نے زبردستی کی تھی۔ علینہ
اس رات کو یاد کر کے ہچکیوں سے رونے لگی۔ علینہ تم سن
رہی، باہر آؤ ورنہ میں اندر آ جاؤں گا۔

پھر سے اندر سے کوئی آواز نہیں آئی۔ نائمیشہ اور ہاشم نے
حیران نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ عالیہ
باہر آؤ، ہاشم غصے سے دھاڑا۔ ہاشم کی دھاڑ پر عالیہ نے
اپنے آنسو صاف کیے، اور خود کو سنبھالتے اٹھی، اور چکر
آنے پر واپس زمین بوس ہوئی۔ اندر گرنے کی آواز پر
ہاشم

نے اپنی کنپٹی کو ملا۔ نائمیشہ الماری میں چابیاں ہوگی جلدی
سے لاؤ۔ نائمیشہ فوراً الماری کی طرف بڑھی اور چابیاں
نکال کر ہاشم کو پکڑائی۔

ہاشم دروازہ کھول کر واش روم میں داخل ہوا۔ عالیہ کو
فرش پر بے ہوش پڑے دیکھ کر وہی رک گیا۔ نائمیشہ

عالینہ کی طرف بڑھی، آپنی اٹھے، نائیشہ کے آنسو بہنے لگے۔ ہاشم نے علینہ کی طرف دیکھا۔ کپڑے گیلے ہونے کی وجہ سے اس کے بدن کی تمام تر رعنائیاں واضح نظر آرہی تھیں۔ ہاشم شاہور بند کر کے علینہ کی طرف بڑھا، اور اسے اپنی باہوں میں اٹھا کر کمرے میں داخل ہوا۔
مقابل کے ہونٹ نیلے پڑ چکے تھے۔

ہاشم نے اس کے بے جان وجود کو بیڈ پر لٹایا۔ نائیشہ اس کے کپڑے بدلے میں ڈاکٹر کو بھولاتا ہوں۔ ہاشم ایک نظر عالینہ کو دیکھ کر باہر نکلا۔ نائیشہ کپڑے لے کر علینہ کی طرف بڑھی۔ اور اس کے کپڑے بدلے، اتنی دیر میں

ہاشم ڈاکٹر کو لے کر اندر داخل ہوا۔ ڈاکٹر عالینہ کی طرف
بڑھا۔ عالینہ کے نیلے پڑتے چہرے کو دیکھ کر ہاشم کی
طرف دیکھا ڈاکٹر کے دیکھنے پر ہاشم بولا! ڈاکٹر یہ پول میں
گر گئی تھی۔ آپ پلیزان کاچیک اپ کرے ہاشم عالینہ کو
دیکھ کر بے حد پریشانی سے گویا ہوا۔ دیکھے مسٹر ہاشم میں
ان کاچیک اپ تو کر دوں گا۔ مگر ان کے بدن کو ہیٹ کی
ضرورت ہے۔ آپ ان کے شوہر ہے، تو آپ سمجھ گئے
ہو گے۔ ہاشم ڈاکٹر کی بات پر نامیشہ کی طرف دیکھنے لگا۔
جو حیران نظروں سے ہاشم کی طرف دیکھنے لگی بھلا اس کو
ڈاکٹر کو بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ خود بھی ڈاکٹر ہے،

نامیشہ منہ میں ہی بھر بھڑائی ہاشم نامیشہ کی بات پر گہرا
مسکرایا۔

گڑیا اگر میں ان کا ٹریمنٹ کرتا تو میں نے تمہاری بہن کو
اپنے طریقے سے ہوش میں لانا تھا۔ خیر ڈاکٹر میں ان کا
شوہر نہیں ہوں۔ آپ جاسکتے ہیں دیکھ لوں گا۔ ڈاکٹر
ہاشم کی پیٹھ کر گھور کر باہر نکل گیا۔

گڑیا آپ سوپ لے کر آئے میں دیکھتا ہوں آپ کی آپنی
کو۔ نامیشہ علینہ

کی طرف بڑھی۔ اور اس کے ماتھے پر لب رکھے، بھائی
میں ابھی لے کر آتی ہوں۔

ہاشم نامیشہ کو کمرے سے نکلتا دیکھ کر ہیٹر اُون کیا۔ اور
عالینہ کے پاس بیٹھا۔ پاگل لڑکی! یہ کیا حال بنا لیا ہے۔
ہاشم عالینہ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر حرارت
پہنچانے لگا۔ ہاشم نے علینہ کے ہونٹوں کو دیکھا، جو ابھی
تک نیلے پڑے ہوئے تھے، ہاشم نے آہستہ سے عالینہ
کے ہونٹوں پر انگو ٹھاملا۔ اور کرنٹ کھا کر پیچھے ہوا۔
مقابل خوبصورت اتنی تھی۔ کہ کوئی بھی انسان بہک
سکتا تھا۔ ہاشم نے علینہ کے پاؤں ملنے لگا۔ عالینہ کو ایسے

ہی بے سدھ پڑے دیکھ کر اس کی پھر نظر ہونٹوں پر
ٹھہر گئی۔ ہاشم عالینہ کے پاس ہوا، اور بنا کچھ سوچے اس
کے ہونٹوں پر جھک گیا۔ اور نرمی سے چومنے لگا۔ نرمی
سے چومتے کب اس کا لمس شدت اختیار کر گیا۔

ہاشم نے کمبل کے اندر سے ہی اس کے پیٹ پر ہاتھ
رکھا۔ اور حرارت پہنچانے لگا۔ سوری! میں غلط کر رہا
ہوں، پر تمہیں ہوش میں لانے کے لیے میں کچھ بھی کر
سکتا ہوں۔ میری جان! ہاشم ایک دفعہ پھر اس کے لبوں
پر جھک گیا۔ عالینہ کو حرکت کرتے دیکھ کر اپنے لمس میں
نرمی کے آیا۔ علینہ اپنے ہونٹوں پر کسی کا لمس محسوس کر

کے فوراپوری آنکھیں کھولی۔ ہاشم کو خود پر جھکا دیکھ کر
ایک جھٹکے سے دور کیا۔ ہاشم عالینہ کے دور دھکیلنے پر خود
کو سنبھالا۔ ورنہ ابھی زمین پر گرتا۔

ہاشم نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ تم۔۔۔ تم میرے
قریب کیا کر رہے تھے۔ گلی ڈنڈا کھیل رہا تھا۔ کیا نشہ
ہے، مجھے نہیں پتہ تھا، اس حالت میں تمہارے قریب
آنے سے اس کھیل میں اس قدر بہک جاؤں گا۔
تمہارے ان گلاب جیسی پنکھڑیوں ایسے کچل ڈالوں گا،
مجھے اندازہ ہی نہیں ہو پایا۔ ہاشم اس کے سرخ ہوتے
لبوں پر نرمی سے انگوٹھے سے چھوا۔ دور رہو مٹر ہاشم
خان! ورنہ میں تمہارا خون کر دوں گی۔

علینہ اپنے چکراتے سر کو تھام کر بیٹھی۔ جاؤ! ابھی تم مکمل
ٹھیک نہیں پاگل لڑکی لیٹ جاؤ! ابھی تم مکہ ہوئی۔ اور ہاں
! یہ پاگل انسان کبھی تم سے دور نہیں ہو گا۔

نمائشہ ٹرے میں سوپ لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔
اسے سوپ پلا کر باہر لے آنا۔ حویلی چلنا ہے، ورنہ عاصم
نے میرا سر پھار دینا ہے۔ عاصم کی پچاس دفعہ کال آگئی
تھی۔ ہاشم یہ سوچتے کمرے سے نکلا۔ آپ آپ ٹھیک
ہے، عالینہ جو ہاشم کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

نمائشہ کے ہلانے پر ہوش میں آئی، ہاں میں ٹھیک ہوں،
یہ لے سوپ پی لے، پھر ہمیں نکلنا ہے، الیگ کہاں ہے،

وہ تو تب سے گھر ہی نہیں آیا۔ مجھے لگتا وہ چلا گیا ہے، اچھی بات ہے، چلا جائے، ورنہ تم جانتی ہو آبان الیگ سے کتنی نفرت کرتا ہے، اور یہ اس کی چچا گیری کرتے نہیں تھکتا۔ اس لیے الیگ کا چلے جانا بہتر ہے، علینہ اٹھ کھڑی ہوئی، آپ سوپ تو پی لے، مجھے نہیں پینا میں ٹھیک ہوں۔ علینہ کہہ کر باہر نکلی۔ دونوں باہر کی طرف بڑھی۔ باشم باہر گاڑی کے پاس کھڑا، دامیار سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔

علینہ جا کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی۔ نامیشہ ابھی بیٹھتی۔ گڑیا آپ آگے آجاؤ۔

اچھا دامیار! پھر کل ملاقات ہوتی ہے، خان حویلی میں تو
فکرنا کر دلا اور خان پر پوری نظر رکھی ہوئی ہے۔ ابھی وہ
کراچی گیا ہے، اور تو ہر حال میں خان حویلی میں نظر آنا
چاہیے۔

باشم گاڑی کی طرف بڑھا۔ اور گاڑی سٹارٹ کر کے فارم
ہاؤس سے نکلا۔

ہاشم نے ایک نظر عالیہ پر ڈالی، عالیہ نے اپنی سرخ گلابی
آنکھوں سے ہاشم کو گھورا۔ ہاشم اس کے گھورنے پر گہرا
مسکرایا۔ اور گاڑی کی سپیڈ بڑھائی۔

بیس منٹ میں ہاشم کی گاڑی حویلی کے کارپوچ میں آکر
روکی۔ عالیہ اور نانیشہ حویلی کو لائٹوں سے چاروں طرف
سجی دیکھ کر حیران ہوئی۔ بھائی کسی کی شادی ہے، نانیشہ
خوشی سے پوچھنے لگی۔

ہاں ایہاں شادی ہے، پر کسی کی نہیں میری شادی ہے،
ہاشم عالیہ کی طرف دیکھ کر جھوٹ بولا۔ وہ عالیہ کے
ایک پریشن دیکھنا چاہتا تھا۔ بھائی! آپ کی شادی ہے،

عالینہ یہ سن کر غصے سے دوسری طرف چہرہ پھیر لیا۔ ہاشم کی شادی کا سن کر دل بے چین ہونے لگا۔ مجھے کیوں اچھا نہیں لگا۔ یہ سن کر عالینہ نے اپنے اندر اٹھتے جزبات کو قابو پایا۔ اور ہاشم کی طرف دیکھا۔ ڈاکٹر ہاشم ویسے آپ ایک نمبر کے مہینے ہی نکلے۔ خیر شادی کی بہت بہت کے چہرے کی بڑھتی مبارک ہو۔ ہاشم عالینہ لالی کو دیکھ کر اپنی ہنسی کو دبایا۔

کمینے نکل جا کیا لینے آیا ہے، عاصم نے پاس پڑاؤنڈ اس کی طرف بڑھایا۔ ہاشم اپنا بچاؤ کرتا ایک ہی جھٹکے سے سائیڈ پر ہوا۔ اور عاصم کی طرف دیکھا۔ جو خون اتری نگاہوں

سے دیکھ رہا تھا۔ عاصم یاں میرے بھائی ریلیکس ہو جا۔
کیسے ریلیکس ہو جاؤ، کتنے دن سے حویلی سے باہر ہے،
چل میں بتاتا ہوں، تین دن سے تو حویلی نہیں آیا۔ اب
تیری کوئی ضرورت نہیں تیرے بنا بھی برات لے کر جا
سکتا ہوں۔

ارے بھئی ایسے کیسے لے کر جاسکتے ہے، تو اکیلے نکل کر
دکھا۔ تیری ٹانگیں توڑ کر گھوڑی پر بٹھا کر بھیجوں گا۔
ایسے کیسے ٹانگیں توڑے گے، ہمارا عاصم اچھا تھوڑی لگے
گا۔ احمد ہاشم کی طرف بڑھ کر بولا۔ ٹھیک کہہ رہے ہو،
ہماری بھابھی کی بھی عزت کا سوال ہے۔ بالاج اور اسامہ

عاصم کے چہرے کے بدلتے ایک پریشن دیکھ کر بولے۔
کمینوں تم لوگ

تو چپ کرو۔ نامیشہ اور عالینہ ان چاروں کو دیکھنے لگی۔
عاصم نے ان دونوں لڑکیوں کو دیکھا، جنہوں نے شارٹ
شرٹ کے نیچھے ٹائٹ جینز پہنی تھی۔ ہاں بھی کہاں تھا۔
اور یہ کون ہے، یہ ہم سب کے لیے بہت خاص ہے، آج
غصہ چھوڑ اندر چلتے ہے، پھر بتاؤں گا۔ اور ہاں بارات تو
تیری میں ہی لے کر جاؤں گا۔

وہ بھی دھوم دھام سے، آجاؤ سب اندر، ہاشم اندر کی
طرف بڑھا۔ علینہ اور نامیشہ بھی ہاشم کے پیچھے بڑھی۔
علینہ اور نامیشہ نے اندر سے حویلی کو سجے ہوئے دیکھ کر

مشا اللہ کہاں، جتنی خوبصورت باہر سے تھی اس سے
زیادہ اندر سے، سجاوٹ سے تو اور بھی خوبصورت لگ
رہی تھی، مہندی کے حساب سے حویلی کے اندر
ڈیکوریشن کی تھی۔ کمینے تو اور تھوڑا اصل

لیٹ ہو جاتا، تجھے تو تو میں اس حویلی سے باہر پھینکوا دینا
تھا۔ یارا بھی تو آٹھ بجے ہے، مہندی کا فیکشن شروع
ہونے میں دو گھنٹے باقی ہے، ہاشم عاصم کے چہرے کو دیکھ
کر بولا۔

باشم سب کو لاؤنج میں بیٹھا دیکھا، آگے بڑھا۔ اسلام و
علیکم! وعلیکم سلام بر خودار آگئی حویلی کی یاد عالیان
صاحب جو سامنے بیٹھے تھے۔ ہاشم کو کر سرد آواز میں
بولے، مسکان بیگم جو تیار ہو کر نیچے آئی تھی۔ ہاشم کو
دیکھ کر خوشی سے اس کی طرف بڑھی۔ مہک آپی آپ کا
بیٹا اب کئی کئی راتیں باہر گزارنے لگ گیا ہے، میں تو
کہتی ہوں اس کے لیے بھی لڑکی ڈھونڈے۔ ٹھیک کہہ
رہی ہو مسکان، عالینہ مکان کا نام سن کر سیڑھیوں کے
طرف دیکھنے لگی، عالینہ اپنی مام کو بھیگی آنکھوں سے
دیکھنے لگی۔

مہک بیگم اور سعدیہ بیگم نے ہاشم کے پیچھے دو لڑکیوں کو
کھڑا دیکھ کر بولی، ہاشم یہ کون ہے، عالیان اور مسکان بھی
ہاشم کو دیکھنے لگے۔ ہاشم جانتا تھا عالیہ کو کوئی نہیں پہچانتا
اور مسکان بیگم بھی نہیں کیونکہ عالیہ پانچ سال کی تھی،
جب اسے امریکہ لے گئے تھے۔ عالیہ بھیگی نگاہوں سے
اپنی مام کو دیکھ رہی تھی۔

عالیہ نے مسکان بیگم کو پہچان لیا تھا، اس کے پاس از لان
اور عالیہ کی شادی کی تصویر تھی۔ مورے! ہاشم مہک
بیگم کی طرف بڑھا، مکان خالہ یہ آپ کی عالیہ ہے۔ ہاشم
کی بات پر سب ان دونوں کی طرف دیکھنے لگے، ہاشم

ہماری عالینہ تم جھوٹ تو نہیں بول رہے، نہیں خالہ جان
میں آپ سے جھوٹ کیوں بولنے لگا۔ عالیہ یہ ہے،
تمہاری مام مسکان بیگم کو دیکھ کر عالینہ کے رونے میں
اضافہ ہوا۔ عالینہ زمین پر بیٹھتی مسکان بیگم کو پکارنے
لگی، ماما میں ہی ہوں آپ کی عالینہ، آپی ناٹیشہ عالینہ
معاف کر دے، مام کے پاس بیٹھی۔ مجھے معاف کر دیں
آپ کو برا بھلا سمجھتی رہی۔ مسکان ویسے ہی سٹل کھڑی
اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ اس
کی عالینہ ایسے اس کے سامنے آئے گی۔ سعدیہ اور مہک
بیگم عالینہ کی طرف بڑھی۔ دونوں نے باری باری سینے
سے لگایا۔

سعدیہ ہماری بچی مہک بیگم اس کے ماتھے پر لب رکھ کر
بولی۔ مسکان دیکھ تیری عالیہ واپس آگئی، تو اسے سینے سے
نہیں لگائے گی۔

عالینہ مہک بیگم کے گلے لگ کر زرو قطار رونے لگی۔ مام
مجھے معاف نہیں کرے گی کیا۔ کرے گی میری بچی تو رونا
، عالیان نے مسکان کو ایسے ہی کھڑے دیکھ کر مسکان کے
سر پر ہاتھ رکھا۔ مسکان اپنی بیٹی کو سینے سے لگالو۔ جتنا تم
تڑپی ہو، اتنا ہی وہ تڑپی ہے۔ عاصم عالینہ کی طرف بڑھا
اور اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ علینہ نے بھیکی نگاہوں سے
عاصم کو دیکھا۔ میں بھی تمہارا کزن ہوں، اب سے اپنا

بھائی سمجھو، عالیہ کو اشارہ کیا مسکان کی طرف جانے کے لیے عالیہ اس کا اشارہ سمجھتے مکان کی طرف بڑھی اور ان کے پاس جا کر نظریں جھکائے کھڑی ہو گی مام! ایک دفعہ اپنے سینے سے لگالے، بیس سالوں سے آپ کو یاد کر کے پاگلوں کی طرح تڑپی ہوں، پلیز ایک دفعہ، ہاشم یہ میری عالیہ ہی ہے، جی میری پیاری خالہ یہ آپ کی عالیہ ہے، مسکان نے تڑپ کر عالیہ کو سینے سے لگایا۔ میری عالیہ اہاں مام آپ کی عالیہ مسکان بیگم اس کے چہرے پر جا بجا لمس چھوڑنے لگی۔ عالیہ نے ان کے گرد اپنا حصار منبوط کیا۔ مام میں نے آپ کو بہت یاد کیا۔

میں نے بھی میری بچی! نامیشہ وہاں کھڑی بھیگی نگاہوں
سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

مام! آپ کی ایک اور بیٹی بھی ہے، مسکان نے چونک کر
سامنے دیکھ جہاں نامیشہ بھیگی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔
اسے اپنی مام کی شدت سے یاد آئی تھی، پر کبھی اس کی
مام نے ایسے پیار نہیں کیا۔ مسکان نے اسے اپنے پاس
آنے کا اشارہ کیا نامیشہ ادھر ادھر دیکھنے لگی، عاصم نے
اس کے سر پر ہاتھ رکھا، جاؤ گڑیا آپکو بلارہی ہے، نیشیو
چھوٹے چھوٹے قدم بھرتی ان کے پاس جا کر کھڑی
ہوئی۔ مسکان نے اسے سینے سے لگایا تم بھی میری بیٹی ہو،

میری عالیہ کی طرح مسکان نے اس کے ماتھے پر لب
رکھے۔

سب ان تینوں کو دیکھ کر مسکرائے، بس ہو گیا یا اور رونا
دھونا کرنا ہے، بھتی ٹاٹم دیکھو لگتا ہے، میری مہندی ختم
کرنے کا ارادہ کر کے بیٹھو۔ لالا ابھی بہت لمبی رات پڑی
ہے، نور جو کچن میں تھی عاصم کو دیکھتے احمد کے ساتھ جا
کر کھڑی ہوئی۔ مہندی تو ہوتی رہے گی۔ ساتھ میں آپ
کو مہندی کی رسم کرنے کی کیا ضرورت ہے، کیوں نہیں
ضرورت بھا بھی ہمارے دولہے صاحب کو گلو کیسے آئے
گا۔ باشم نور کو دیکھ کر بولا۔ صوفی آئل لگالیں گے۔

اسامہ اس کے پاس آکر بولا۔

کمینے وہ تو ہی لگانا تجھے زیادہ ضرورت ہے، چلو نکلویہاں
سے مہمانوں کو دیکھو، تم لوگوں کو صرف چرنے
کے لیے نہیں بولایا۔ یہ دیکھ لے آئی آپ کے بیٹے
ہمیں بھیس بولا۔ اسامہ سعدیہ بیگم کی طرف بڑھتے
ہوئے بولا۔

کب بولا میں نے تجھے بھیس، ذرا بتانا بھی تو بولا! یہ کہاں
نہیں چرنے کے لیے نہیں بولایا۔ تو بھیس ہی چرتی ہے،
کمینے توں بات کو کہاں سے کہاں لے کر چل اچھا ہوا تو
خود ہی سمجھ گیا۔ بالاج اسامہ کو گھور کر بولا۔ بالی یار! ابے
مجھے بالی مت کہنا ورنہ تیرا جبر اتوڑ ڈالوں گا۔

کمینوں سب نکلویہاں سے ورنہ تم لوگوں کا آج کا کھانا
کینسل۔

بالی بھیا میرا مطلب بالاج بھیا پتلی گلی سے نکلے۔ ورنہ کھانا
کینسل، جو آج مینیو بنا ہے، عاصم لالانے سب آپ
لوگوں کے ہی پسند کا بنایا ہے۔

بالاج آنکھیں ٹمٹماتے باہر نکلا، بالاج کو جاتے دیکھ کر
سب قہقہہ لگا کر ہے، میں بھی ذرا دیکھ لوں

بالی شاید مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ اسامہ بھی اس کے
پیچھے نکلا۔

احمد نور کو گھور کر باہر نکل گیا۔ نور بیٹا ان کو بھی تیار کر دو،
ہیزل کے کمرے میں لے جاؤ اوپر سیدھا رائٹ پر ہے۔

سعدیہ بیگم نور کو دیکھ کر بولی۔ نور کو آئے کچھ گھنٹے ہی
ہوئے تھے۔ سب میں گھل مل گئی تھی۔ جی آنٹی! پر خالہ
ہم ایسے ہی ٹھیک ہے نہیں میری بچی تمہارے بھائی کی
شادی

ہے۔ تم لوگوں نے سب سے اچھا دکھنا ہے، جاؤ تا تم بہت
کم ہے، عالینہ باشم کو گھور کر نور کی طرف بڑھی۔ جھوٹا
کہی کا۔

نور ان دونوں کو لے کر ہیزل کے کمرے میں داخل
ہوئی۔

تم دونوں فریش ہو جاؤ، میں کوئی ڈریس دیکھتی ہوں تم
دونوں کے لیے۔

نا ہمیشہ سر اثبات میں بلاتی وا شرو م میں

گھس گئی۔ علیٰینہ وہی بیڈ پر لیٹ گئی۔

بخار کی وجہ سے سر درد پھٹ رہا تھا۔ نور اتنا ہیوی ڈریس
میں گیری نہیں کر پاؤں گی تم میرے لیے یہ پنک کلر کر
لہنگا نکال دو۔ پر یہ تو استعمال لگ رہا ہے۔ کوئی بات نہیں
تم نکال دو۔۔۔۔۔

کاوش روم میں داخل ہوا۔ ماہی کو ایسے ہی بیٹھے دیکھا۔
کاوش اس کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔ شہزادی آپ ابھی
تک تیار نہیں ہوئی۔ اور یہ گند کیوں پھیلا یا ہے۔ کاوی

آپ میرے کپڑوں کو گند بول رہے ہو۔ ماہی کاوش کو
گھور کر بولی۔ جو بلیک شلوار قمیض اور بلیک ہی چادر
اڑائے بے حد ہنڈ سم لگ رہا تھا۔ نہیں میری شہزادی
کپڑوں کو نہیں یہ جو ادھر ادھر پھیلائے ہے نا ان کا بول
رہا ہوں۔ ایسے پھیلائے گی تو گند ہی لگے گا۔
مجھے نہیں سمجھ آرہی میں کیا پہنوں۔ ایک گھنٹے سے دیکھ
رہی ہوں۔ ایک ڈریس سیلکٹ کیا تھا۔ وہ بھی جل گیا۔

یہ دیکھے ماہی کاوش کو جلا ہوا ڈریس دیکھانے لگی۔ کاوش
ڈریس کو دیکھنے لگا۔

جو بازو سے جلا ہوا تھا۔ میری پیاری شہزادی

تمہارا کاوی کس لیے ہے، تمہیں سیلکٹ کرنے کی کوئی

ضرورت نہیں۔ یہ والا پہنو۔ تم پر بہت اچھا لگے گا۔

کاوش نے بلیک اور پینک کلر کا ڈریس نکال کر دیا۔ پینک

لہنگا جس پر گولڈن کام ہوا تھا۔ اور اوپر بے حد شارٹ

بلیک شرٹ جس پر گولڈن سٹون لگے تھے۔

بے حد پیارا لگ رہا تھا۔ واہ پروفیسر کاوش آپ کی چوائس

تو بہت اچھی ہے۔ وہ تو ہے، تم بھی تو اس پروفیسر کی

چوائس ہو۔

کاوش اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ چلو اب یہاں بیٹھنے کا

ارادہ ہے۔ اٹھو پہن کر دیکھاؤ ہم! ماہی فوراً اٹھی واش

روم کی طرف بڑھی اور تھوڑی دیر میں ڈریس پہن کر
باہر آئی۔

اپنی بے حد شارٹ شرٹ کو نیچے کرنے کی کوشش کرنے
لگ۔ کاوش کی نظریں تو ماہی پر جم گئی ہو۔ کاوی دیکھے نا یہ
تو شارٹ شرٹ ہے۔ دیکھے نا کاوش کو اپنی طرف دیکھتے
گہرا مسکرائی کوئی بات نہیں بیوی اتنا بھی شارٹ نہیں
ہے۔ یہ بیلٹ باندھ لو۔ اس سے شرٹ بہت اور پیاری لگے
گی۔ کاوش نے نیچے جھک کر ماہی کے نظر آتے پیٹ پر
لب رکھے۔ ماہی نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھا۔

کاوش اور شدت سے اپنے دانتوں سے نشان چھوڑنے
لگا۔ اور شرٹ کے اوپر سے ہی بے باک حرکت کی، ماہی
کا چہرہ سرخ پر گیا۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ ماہی بھا بھی
پار لروالی آئی

ہے۔ سب ریڈی ہو گئے ہیں۔ تو مورے نے پار لروالی
کو آپ کے روم میں ہی بھیج دیا۔ کاوش نے ماہی کے پیٹ
پر بیلٹ باندھا، جو بلیک اور گولڈن کلر کا تھا۔ کاوش نے
جلدی سے دروازہ کھولا آجائے آپ، کاوش نے پار لروالی
کو اندر آنے کا کہاں۔ ماہی بھا بھی میں آتی ہو یا آپ
جلدی سے ریڈی ہو کر آجائے۔ زمل وہی سے پلٹ گئی۔
پار لروالی جلدی جلدی سے ریڈی کرنے لگی۔ کاوش اپنی

مثال ٹھیک کرتے ماہی کو ایک نظر دیکھتے کمرے سے نکل گیا۔

مہندی کا سارا رینج باہر لان میں کیا تھا۔ پیلو اور سفید پھولوں سے، ظر عام باہر کھڑا سامنے دیکھ رہا تھا۔ جہاں سے آئزہ کو سیٹیج کی طرف لے کر جا رہے تھے۔ آئزہ پیلو اور گولڈن لہنگے میں جس کے اوپر ہلکا نفیس سا پینک کام ہوا تھا۔ بالوں کو کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ اور پھولوں کی ماہت پیٹی لگائی تھی۔ میک اپ کے نام پر صرف لائٹ پینک لیسٹیک لگائی تھی۔ بالکل چاند کی طرح چمک رہی تھی۔ ہیزل اور زمل آئزہ کو لے کر سیٹیج کی طرف بڑھی۔ ماہی

جلدی سے بھاگ کر آئزہ کی طرف بڑھی سوری! میری
پیاری نند مطلب بھا بھی میں لیٹ ہو گئی۔ ماہی بھا بھی
آپ مجھے آئزہ ہی بلائے۔

نہیں بیٹا تم اس کے بھائی کے نکاح میں ہو تو تم ماہی کی
بھا بھی ہی لگی، زرمینہ بیگم آئزہ کات چوم کر بولی ماشا اللہ
میری آئزہ تو چاند کو بھی پیچھے چھوڑ گئی۔ واقعے میں بھا بھی
ہماری آئزہ بہت پیاری لگ رہی ہے، رانیہ بیگم بھی آئزہ کا
ماتھا چوم کر بولی۔ ضرغام جو کب سے آئزہ کی طرف دیکھ
رہا تھا۔ شاہ میر اس کے پاس آکر روکا۔

ضرغام ٹھیک تو ہے، ہم! ٹھیک ہوں شاہ میر کی نظر
سامنے سے آتی زل پر پڑی، جو بلیک اور گولڈن لہنگا اس
کے اوپر بلیک کرتی پہنے، جس پر
گولڈن اور گرین کام ہوا تھا، بالوں کو ایک طرف ڈالے
بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ زل شاہ میر کو مکمل اگنور
کیسے ازبان کی طرف بڑھ گئی۔

شاہ میر کو اس کا اگنور کرنا بری طرح چبا۔

ضرغام ہلکا سا مسکراتے عابیرہ کی طرف بڑھا۔

عابیرہ میری جان! چھوڑ دو غصہ کب تک غصہ کرو گی۔
چلو وہاں سب ہے، وہاں جاؤ آئزہ کے پاس بھائی میں نہیں
جاؤ گی۔ اگر میں بلاؤں تھی پھر بھی نہیں آؤ گی عابیرہ
ہیزل جو پانس سے گزر رہی تھی، ضرغام کو بات کرتے
ہوئے دیکھ کر رک گئی۔ عابیرہ نے چونک کر ہیزل کی
طرف دیکھا۔ اسے امید نہیں تھی ہیزل دوبارہ اسے
بلائے گی۔ عابیرہ نے سر جھکا لیا۔ ہیزل اس کے پاس
آئی، اور اسے گلے سے لگایا۔

عابیرہ اس کے گلے لگ کر رونے لگی۔ سوری! ایم سوری
ہیزل مجھے معاف کر دو، میں ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ پتہ
نہیں مجھے کیا ہو گیا۔ کوئی بات نہیں عابیرہ غلطی سب سے

ہوتی ہے۔ بہت اچھی ہو تم ہیزل، اور تم بھی بہت اچھی
ہو بھابھی یہ نادان ہے، کچھ سوچتی نہیں ہمیشہ کچھ ناکچھ
الٹا کر دیتی ہے۔ ضرغام عابیرہ کو

سینے سے لگائے بولا۔ آ جاؤ آئزہ تمہارا دس دفعہ پوچھ چکی
ہے۔ مہندی کی رسم شروع کرتے ہے۔ ہیزل جو ابھی
پلیٹی تھی۔ بہرام سے زور سے ٹکڑائی۔ بہرام نے ہیزل کو
کندھے سے پکڑ کر سیدھا کیا۔ ہیزل نے ایک ہی جھٹکے
سے اپنے بال پیچھے کیے۔ بہرام تو اس کی خوبصورت
آنکھوں میں ہی کھو گیا۔ ڈریس تو بہرام اپنی

پسند کالایا تھا۔ گولڈن اور پریل جس میں ہلکا بلیک شیڈ بھی
تھا۔ ماشا اللہ! بہرام کے منہ سے یہ الفاظ سن کر ہیزل
مسکرائی۔

خان! آپ کو ہی لینے جا رہی تھی۔ چلے آئے آئزہ کو ہلدی
لگانی ہے۔ ہیزل بہرام کا ہاتھ پکڑ کر اسٹیج کی طرف
بڑھی۔ حاکم خان اور عدنان خان آئزہ کے پاس بیٹھے۔
چپ کر جاؤ بیٹی ہم تم سے ہر روز ملنے آیا کرے گے۔
عدنان صاحب جو اسے کب سے چپ کر وارہے تھے۔
مجال ہے اس لڑکی کے آنسو تھے ہو۔ بابا، داجی میں آپ
سب سے دور چلی جاؤ گی۔ بیٹا دور کہاں آدھے گھنٹے کا سفر

ہے۔ ہم جب مرضی اپنی گڑیا سے ملنے آسکتے ہے۔ چپ
کر جامیری ماں اور کتاروئے گی۔ شاہ میر جو کب سے
دیکھ رہا تھا۔

آخر کار بول پڑا۔ ہاں ہاں لالا آپ تو چاہتے ہے میں یہاں
سے چلی جاؤ۔ آئزہ میری گڑیا میں نے کب کہاں، شاہ میر
نے صوفے کے پیچھے سے ہی اپنی باہوں کا حصار ڈالا۔
سب پتہ ہے مجھے آپ کو ہی زیادہ خوشی ہو رہی ہوگی۔
داجی! اب لگائے ناہلدی اپنی آئزہ کو حاکم خان آئزہ کی
بات پر مسکرا کر آئزہ کے دونوں گال پر ہلدی لگائی۔ چلے
اب اٹھ

ہماری باری بھی دے۔ شاہ میر عدنان اور حاکم خان کو
دیکھ کر بولا۔ آج چھوٹا خان تیرا بک نہیں روکے گا

شاہ میر نے زمل کو اشارہ کیا۔ جواز ہان کے ساتھ چپکی
کھڑی تھی۔ زمل شاہ میر کو اگنور کیے۔ آئزہ کے پاس جا
بیٹھی۔ شاہ میر نے آئزہ کے گرد حصار باندھا۔ گڑیا۔ پہلے
کیک کھاؤ گی یا ہلدی لگاؤں۔ چلو میں پہلے کیک کھلاتا ہوں
شاہ میر نے آئزہ کی طرف کیک بڑھایا۔ کیمرے والے
بھائی اگر میری تصویریں اچھی نا آئی تو تیری چھوٹی کروا
دوں گا۔ آئزہ ابھی منہ کے کھولتی، شاہ میر چھچچ زمل کے

منہ میں زبردستی ڈال دیا۔ آثرہ نے گھور کر شاہ میر کو
دیکھا۔ گڑیا وہ کیا ہے ناتیری بھا بھی مجھ سے ناراض ہے تو
پہلا چھیچ اپنے کاکا کے منہ میں ڈال دیا۔ یہ لو اب تم رہنے
دو یہ میں کھا لیتا ہوں۔ تم پہلے اچھے سے رولو۔ کمینے اٹھ
یہاں سے بہرام شاہ میر کے پاس ہوا۔ کیا لالا ابھی تو میں
نے کچھ کیا ہی نہیں۔ تو نا ہی کر تو بہتر ہے، ظالموں تم
لوگ میرا حق چھین رہے ہو۔ اگر دامیار لالا ہوتے تو، تم
دونوں

کی آواز بھی نہیں نکلتی تھی۔ آثرہ دامیار کا نام سن کر
ہچکیوں سے رونے لگی۔ زمل نے اسے اپنے سینے سے
لگایا۔ آثرہ یار چپ کر جاؤ، شاہ میر نے اپنی بات پر غور

کی۔ گڑیا میری جان سوری! تینوں بھائی آئزہ کے اس
طرح رونے پر تڑپ اٹھے۔ آئزہ کی رونے کی وجہ سن کر
اگلے حیران ہوئے۔ لالا مجھے شاہ کے پاس جانا ہے۔ لو
بھئی دنیا کی انوکھی دلہن گڑیا آج کی رات صبر
کر لو۔

کل تمہیں تمہارے دولہے میاں کے پاس ہی چھوڑ آئے
گے۔ اپنے بھائیوں سے دور ہونے کی بجائے اپنے دولہے
میاں کے لیے ہی رورہی ہے۔ کیا زمانہ آگیا ہے۔ شاہ میر
کی بات سن کر سب قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے۔ ماہی نے آئزہ کی
ویڈیو بنا کر عاصم کو سینڈ کی۔ ہائے میری معصوم بھابھی،
ماہی آئزہ کے گال

چوم کر بولی۔ بہرام نے بھی آئزہ کا ماتھا چوما۔ مجھے نہیں
پتہ تھا۔ میری گڑیا عاصم سے اتنا پیار کرتی ہے۔ لالا میں
آپ سب سے بھی بہت پیار کرتی ہوں اگر آپ تینوں
میں سے کوئی مجھے بھولا۔ تو میں نے آپ سے ناراض ہو
جانا ہے۔ ہم اپنی گڑیا کو بھول سکتے ہیں۔ شاہ میر اور کاوش
ان کے چچا کے بیٹے تھے، پر کبھی احساس ہی ہونے نہیں
دیا۔ بہرام اور دامیار کی جان بستی تھی۔ دونوں میں اور
ان چاروں کی جان آئزہ میں بستی تھی۔ بس کل دامیار
لالا کی کمی بھی پوری ہو جائے گی۔ گڑیا کل تمہیں بہت بڑا
سر پر اتر ملنے والا ہے، کاوش آئزہ کے گال چوم کر بولا۔
کیسا سر پر اتر! وہ تو تمہیں کل ہی پتہ چلے گا۔

سب لوگ وہاں بیٹھے، ان چاروں کو دیکھ کر عیش عیش کر
اٹھے، زرمینہ بیگم اللہ آپ کے بچوں کو ہمیشہ خوش رکھے،
زرمینہ کے پاس بیٹھی ایک عورت ان کو دیکھ کر بولی۔
آمین!

سب نے باری باری ہلدی کی رسم کی سب مہمانوں کو کھانا
کھلا کر رخصت کر دیا۔ اب پانچوں بیٹھی
اہم موضوع پر باتیں کر رہی تھی۔ بھتی میں آپ سب کو
بتا دوں، تم لوگوں نے میرے دو لہے کو اچھا خاصا لوٹنا
ہے، آئزہ یہ تو کہہ رہی ہے، عابیرہ نے آئزہ سے چہک کر
پوچھا۔ اور ہیلو! میں اپنے بھائی کو ایسے لوٹنے نہیں دوں

گی۔ ماہی بھا بھی آپ ہماری طرف ہے، یا اپنے بھائی کی
طرف میں تو اپنے بھائی کی طرف ہوں۔ پھر ٹھیک
ہے۔۔

ہم جو مرضی کرے، آپ نہیں بولے گی۔

عاصم جو سیٹج پر بیٹھا، وائٹ کلر کی شلوار قمیض پہنے، اور
گلے میں پیلو کلر کا مفلر ڈالے، نظر لگ جانے کی حد تک
پیارا لگ رہا تھا۔ سعدیہ بیگم تو اپنے بیٹے کی کئی بار نظر اتار
چکی تھی۔ مہک اور مسکان بیگم تو عاصم کے
کان کے پیچھے، کالا ٹیکا بھی لگا چکی تھی۔ بالاج اور احمد
اسامہ، عاصم کے پیچھے کھڑے تھے۔ اسامہ نے پیچھے سے

ہی عاصم کے گلے میں اپنی باہوں کا حصار ڈالا تھا۔ اسامہ تو
کبھی دفعہ عاصم کے گال چوم گیا تھا۔ ہاشم عاصم کے ساتھ
بیٹھا، اپنی ہنسی کنٹرول کر رہا تھا۔ میں تو کہتا ہوں

عاصم کا دوسرا نکاح اس کے ساتھ ناپڑھو ادے، ہاشم
اسامہ کی طرف دیکھ کر بولا۔ استغفر اللہ! میں اس کے
ساتھ نکاح عاصم نے فوراً جھر جھری لی۔ کیا عاصم میں اتنا
برا ہوں۔ نہیں بیٹا توں تو دنیا کا ایک نمبر کا کمینہ انسان
ہے، جتنی تو مجھے کس کر چکا ہے۔ اتنی تو میری معصوم
بیوی بھی نا کرے۔ بیٹا اپنا

جینڈر تبدیل کروا کے، کسی اور کے گلے پڑ میری نہیں۔
عاصم نے اسامہ کے بازو پیچھے ہٹائے اپنی گردن سے۔

عاصم کی بات پر زور دار قہقہہ لگا کر ہنسنے۔ ہاشم کی نظر
سامنے پڑی، عالینہ جو پنک اور بلیک کلر کا لہنگا، پہنے اور
اوپر بلیک ہی کام ہوا تھا۔ بال کھلے چھوڑے ہوئے تھے۔
ہاشم کی دھڑکنیں

ہلا گئی تھی۔ اپنا ڈوپٹہ سنبھالتی۔ غصے سے آگے بڑھ رہی
تھی کیا مصیبت ہے یہ مجھ سے نہیں سنبھل رہا عالینہ اپنا
ڈوپٹہ اتار کر پاس کر سی پر رکھا۔ مسکان جو وہاں کھڑی
عالینہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ مسکان نے علینہ کے
ماتھے پر لب رکھے ماشا اللہ میری بیٹی بہت پیاری لگ رہی
ہے۔ مام مجھ سے یہ کور نہیں ہو رہا۔، عالینہ رونے والی
شکل بنا کر بولی۔ لاؤ میں دوں۔ مسکان نے ڈوپٹہ پکڑ کر

عالینہ کے بازو میں ڈالا۔ اور گھما کر پیچھے سے دوسرے
بازو میں ڈالا۔

نمائشہ کدھر ہے، مام یہی تھی۔ وہ رہی نور کے ساتھ۔
نمائشہ مسکان بیگم کی طرف بڑھی۔
اسلام و علیکم! آنٹی و علیکم سلام ماشا اللہ میری بیٹی تو بہت
پیاری لگ رہی ہے۔

میں عالینہ کی مام ہوں تو تمہاری بھی مام ہوئی، تم مجھے مام
ہی بولا کرو۔ نور بیٹا تمہیں احمد بھلا رہا ہے۔ چلو تم دونوں
بھی آ جاؤ، مسکان ان کو لے کر سیٹج کی طرف بڑھی۔ مشا

اللہ چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہے، ہماری بیٹیاں مہک اور سعدیہ
بیگم نے دونوں کی نظر اتاری۔ عالینہ نے خود پر کسی کی
نظروں کی تپش محسوس کی۔ اور سامنے دیکھا، ہاشم
مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ عالینہ نے گھور کر
دیکھا۔ ہائے تمہاری یہ جان لیوہ ادائیں ہاشم خان کی جان
لے کر چھوڑے گی۔ ہاشم اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

عالینہ دانت پیس کر مسکان بیگم کے پاس جا کر کھڑی ہو
گی۔ رسمیں تو پہلے ہی کر لی تھیں۔ مہمان کھانا کھا کر جا چکے
تھے۔

عاصم نے اپنا موبائل اون کیا۔ ماہی کے نمبر سے کوئی
ویڈیو آئی تھی۔ عاصم اٹھ کر سائیڈ پر ہوا۔ اور ویڈیو اون
کی۔ جیسے جیسے ویڈیو دیکھی عاصم کے چہرے پر
مسکراہٹ گہری ہونے لگی۔ میری معصوم بیوی تو پہلے
سے ہی تڑپ رہی

ہے، لیڈی صرف صرف اٹھارہ گھنٹے ویٹ اور کرنا ہو گا۔
پھر تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے شاہ کے پاس۔ عاصم نے
مسکرا کر اپنا ہاتھ بالوں میں پھیرا۔ اور واپس جا کر صوفے
پر بیٹھا۔ کب سے دیکھ رہا ہوں۔ تیری نظریں ایک ہی
جگہ پر جمی ہوئی ہے، عاصم باشم کے کان میں جھک کر
بولا۔ بہن ہے، ہماری اب عزت

دے۔ استغفر اللہ، بہن ہوگی تیری، میں تو اس پٹانے کو
اپنی ملکیت میں لینے کا سوچ رہا ہوں۔

اور تو نے ایک سیکینڈ میں میری بہن بنا ڈالی۔ ہاشم گھور
کر عاصم کو بولا عاصم نے نے بھی اسے گھوری سے
نوازا۔۔۔ میں جارہا ہوں۔ سونے کے لیے نیند بہت آ
رہی ہے، چار دنوں سے سویا نہیں۔ فنکشن تو ویسے بھی
ختم ہو ہی گیا

ہے۔ کل سب کو بہت بڑا سر پر اتر بھی دینا ہے، کیا سر
پر اتر کل دیکھ لینا خان حویلی میں، ہاشم اٹھ کر عالینہ کو
آنکھ ونک کر کے اندر بڑھ گیا۔۔۔۔۔

بارات کی تیاریاں زرو شور سے چل رہی تھیں۔ زرمینہ بیگم
کمرے میں داخل ہوئی۔ آئزہ ابھی تک کمرے میں سو
رہی تھی۔ رات ان کو جاگتے ہوئے کافی ٹائم ہو گیا تھا۔
صبح

پانچ بجے کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں گئے تھے۔
آئزہ میری بچی اٹھ جا ٹائم دیکھ کتنا ہو گیا ہے۔ دس بج گئے
ہے۔ پارلروالی بھی آگئی ہے۔

مورے ابھی سونے دے۔ ویسے بھی مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔ یہ نیند چھوڑوں تمہارا دلہن بننے کا وقت ہو رہا ہے۔ جلدی اٹھ اور فریش ہو، میں ناشتہ تمہارے کمرے میں بھیج رہی ہوں۔ کر لینا کھانے میں کوئی کمپر ومانز نہیں ہو گا۔ ورنہ تم لہنگا کیری نہیں کر پاؤ گی۔ بہت ہی خوبصورت لہنگا بھیجا تمہارے سسرال والوں نے، ہیوی بھی بہت ہے۔ سب چیزیں یہاں پڑی ہے۔ جلدی سے اٹھ کر فریش ہو جا۔

زمینہ بیگم بول کر فوراً کمرے سے باہر نکلی۔ آئزہ اٹھی اور فریش ہونے کے لیے واش روم میں گئی۔ تھوڑی دیر میں فریش ہو کر باہر نکلی اور بالوں کو ایسے ہی ٹاول سے

کو ر کر کے ناشتہ کرنے لگی۔ زل پار لروالی کو لے کر
کمرے میں داخل ہوئی۔ شکر ہے تم اٹھ گئی۔ مجھے لگا بھی
سور ہی ہوگی۔

بھا بھی نیند تو ابھی بھی آرہی ہے۔ چلو بیٹا آج کی رات تو
نیند تم یہاں ہی چھوڑ کر جانا۔ بعد میں اکٹھا سولینا۔ بھا بھی
کیا مطلب، مطلب یہ کہ میری جان آج پیشل دن کے
دن کے ساتھ تمہاری سپیشل فل ویڈنگ نائٹ ہے۔ بھائی
ہے۔ بھا بھی ڈرا رہی ہے۔ پہلے ہی میرا چھوٹا سادل گھبرا
رہا ہے۔

میری جان ڈرا نہیں رہی۔ بتا رہی ہوں۔ چلو اٹھو سمجھ تو
تم گئی ہوگی۔ زل آئزہ کا ہاتھ پکڑ کر ڈریسنگ کے سامنے

بٹھایا۔ آجائے سمسٹران کو جلدی سے ریڈی کرے۔

پارلروالی آئزہ کی طرف بڑھی۔ میم یہ کرتی پہن لے
پارلروالی نے لہنگے کی کرتی اس کی طرف بڑھائی۔ آئزہ
کرتی پکڑ کر ڈریسنگ روم میں داخل ہوئی۔ آئزہ لہنگا
دیکھ کر

مسکرائی۔ مہرون لہنگا، جس کے اوپر گولڈن کام ہوا تھا۔
اور اندر لائٹ گرین نگینے لگے ہوئے تھے۔ آئزہ نے
کرتی پہنی اس کا دل سوکھے پتے کی مانند کانپنے لگا۔ کرتی
بے حد شارت تھی۔ آئزہ کے موبائل کی رنگ بھی جہاں
عاصم کا نمبر جگمگا رہا تھا۔ آئزہ نے اپنے لرزتے ہاتھوں

سے کال ریسیو کی۔ کیسا لگامائے لیڈی لہنگا۔ موبائل میں
عاصم کی بھاری

آواز گونجی۔ شاہ اس کی کرتی تو بے حد چھوٹی ہے میں
کیسے پہن لوں شاہ! آئہ بے حد ہلکی آواز سے بولی۔ شاہ
کی جان! پہننا تو پڑے گا۔ میں تمہیں اس لہنگے میں دیکھنے
کے لیے بے تاب ہوں۔ اور میرے علاوہ کوئی تمہیں
دیکھے مجھے یہ گنواراہ نہیں۔ پر شاہ یہ وہ۔۔ وہ شاہ کی جان
مجھے پتہ ہے بلاؤز بہت چھوٹا ہے۔

تم فکر کیوں کر رہی ہو۔ تمہارے شاہ نے اس کا بھی
انتظام کر لیا ہے۔ لہنگے کے اندر دیکھو، علیحدہ سے شرٹ
بنوائی ہے۔ آئہ جلدی جلدی چیزیں الٹ پلٹ کر کے

دیکھنے لگی۔ آئرہ نے شرٹ نکالی، جو اوپن تھی۔ شاہ مل
گی۔ تو میری جان پہن لو۔ اوو کے شاہ! آئرہ سکلٹ پہننے
لگی۔ جس سے کافی حد تک اس کا پیٹ چھپ گیا تھا۔ شاہ!
ٹھیک ہے۔ مجھے ریڈی ہونا ہے۔ آئرہ نے عاصم کی سنے
بغیر کال کٹ کر دی۔ اور باہر نکل گئی۔ پارلروالی جلدی
سے تیار کرنے لگی۔

کاوش ماہی کو لے کر ہاشم کے گھر پہنچا۔ اور ساتھ ہی
ضرغام تھا۔ زرینہ بیگم! نے ماہی کو وہاں چھوڑنے کے
لیے کہاں تھا۔ کے عاصم ماہی کا اکلوتا بھائی ہے، ماہی اپنے
بھائی کی بارات کے ساتھ آئے گی۔ ماہی جلدی سے نیچے

اتری۔ کاوش تم بھی آؤ نہیں شہزادی تم جاؤ، ہمیں کسی کام سے جانا ہے۔

کاوش پلینز نام بہت خوش ہو گی۔ ضرغام بھائی آپ بھی آجائے۔ ماہی پھر کبھی بہت کام ہے۔ عاصم جو آئزہ سے بات کر کے اسی طرف آرہا تھا۔ ماہی کو دیکھ کر جلدی سے اس کے پاس آیا۔ میری گڑیا کو اپنے بھائی کا خیال آہی گیا۔ تم تو وہاں کی ہی ہو کر رہ گئی ہو۔ بھائی ماہی آئزہ کے سینے سے لگی۔ عاصم نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ اور کاوش کو گلے لگایا۔ کمینے دوست تو کیسے بھول سکتا ہے۔ بس یار کام کا برڈن کچھ زیادہ ہو گیا ہے۔

ماہی نے سامنے سے آتی، دو لڑکیوں کو دیکھا، عاصم
ضرغام کو گلے لگانے کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا۔ گڑیا
امریکہ سے آئی ہیں، اور تم اچھے سے جانتی ہو امریکہ
سے کون آسکتا ہے۔ ضرغام اور کاوش بھی سامنے دیکھ
رہے تھے۔ ضرغام کی نظر پھر وہاں پڑی۔ کل فارم ہاؤس
میں ہاشم کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔ وہ دونوں چلتی ہوئی
ان کے پاس آکر

روکی۔ علینہ ماہی کو دیکھنے لگی۔ ماہی بچے مجھے لگا تم گس کر لو
گی۔ پر تم بھی نہیں کر سکی۔ یہ عالینہ مسکان خالہ کی بیٹی
اور یہ نانیشہ ان کی چھوٹی بیٹی۔

بھائی یہ عالینہ ہے۔ ماہی ایک ہی جھٹکے سے علینہ کے گلے
لگی۔ تم آگی، اب میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ میری
خالہ خوش ہے۔ اس سے بڑی وجہ ہو ہی نہیں سکتی۔
ماہی نے پاس کھڑی ناٹیشہ کے گال چومے۔ میں ماہی
عاصم کی بہن اور آپ کی کزن۔ ماہی ان کو ایسے دیکھتے پا
کر اپنا تعارف کروانے لگی۔ اور یہ میرے سویٹ سے ہیز
بینڈ کاوش خان اور یہ ان کے کزن ضرغام خان! کاوش
نے دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور ضرغام نے ان
دونوں کو ایک ساتھ ہی سلام کی۔ عاصم ہم نکلتے ہے،
بہت کم ٹائم رہ گیا۔

کاوش اور ضرغام وہاں سے نکلے اب ان کا رخ باشم کے
فارم ہاؤس کی طرف تھا۔ دامیار کو لے کر حویلی پہنچنا تھا۔
بہرام اور شاہ میر حویلی انتظامات دیکھ رہے تھے۔ اس
لیے ان کو آنا پڑا۔

آئزہ کو پار لروالی تیار کر کے چلی گئی تھی۔ آئزہ کا چہرہ کسی
نے نہیں دیکھا تھا۔ زرینہ بیگم نے گھونگھٹ اڑا دیا تھا۔
ان کا کہنا تھا۔ آئزہ کا چہرہ پہلے اس کا شوہر دیکھے۔ جس پر
کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا تھا۔ عابیرہ اور ہیزل اس
وقت آئزہ کے پاس بیٹھی تھی۔ بارات آنے میں آدھا
گھنٹہ تھا۔ ہیزل نے میروں کلر کی میکسی پہنے تھی اور بال

کھلے چھوڑے تھے۔ ہلکا سا میک اپ اس کی خوبصورتی کو
اور دلکش بنا رہا تھا۔

عابیرہ نے سی گرین میکسی پہنی تھی جس پر گولڈن کام ہوا
تھا۔ اور براؤن بالوں کو کرل کر کے چھوڑا تھا۔ عابیرہ بھی
کسی سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ خوبصورتی میں تو چارہا تھ
آگے تھی سب سے۔ نکاح تو پہلے ہی ہو گیا تھا۔ اب
صرف بارات کے آنے کا ویٹ کر رہے تھے۔ زمل جو
اپنی میکسی سنبھالتی آئزہ کے کمرے کی طرف بڑھ رہی
تھی۔ شاہ میر نے ایک ہی جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا۔
آئزہ اس اچانک افتاد پر بوکھلا گئی۔ میر یہ کیا حرکت ہے۔

جو تم دو دنوں سے منہ لٹکائے پھر رہی ہو۔ اس کا کیا، میر
چھوڑے مجھے، نہیں چھوڑوں گا۔ میر کی جان! میں نے
مزاق کیا تھا۔ سوری میر ابچہ میر تو تمہارے علاوہ
کسی کو نہیں دیکھتا۔ میں اتنی پیاری بیوی کو چھوڑ کر کسی اور
کی طرف دیکھوں، ایسا ہو ہی نہیں سکتا، اگر ایسا ہوا تو میں
ازہان بھائی کے ساتھ چلی جاؤ گی۔ میں ایسا ہونے ہی
نہیں دوں گا۔ شاہ میر نے نرمی سے زل کے لبوں پر کس
کی۔ جانتا ہوں میری بیوی اپنے میک اپ کو لے کر بہت
پوزیسیو ہے اس لیے نرمی سے چھوا۔
آ جاؤ نیچے بارات آ گئی ہے۔ شاہ میر اس کے کندھے پر
لب رکھتا وہاں سے نکلا۔

بارات کا سارا ریجنیمینٹ لان میں کیا تھا بڑی خوبصورتی
سے۔ عاصم کی فیملی اندر انٹر ہوئی، عاصم نے بلیک
شیر وانی پہنی تھی۔ بلیک تو اس پر ججتا بھی بہت تھا۔ آج تو
نظر لگ جانے تک پیارا لگ رہا تھا۔

بھرام اور شاہ میر نے ان کا ویلکم کیا۔ زرینہ بیگم ہاشم اور
اس کی فیملی کو دیکھ کر منہ پھیر گیا۔ ہاشم زرینہ بیگم کے
منہ پھیرنے پر تنزیہ مسکرایا۔ سب سے ملنے کے بعد ہاشم
کو سیٹج پر بیٹھایا۔ ہیزل جو اوپر کھڑی دیکھ رہی تھی۔
بھرام کو ہاشم کے گلے لگے دیکھ کر حیران ہوئی، باقی سب
کی نظریں بھی ان دونوں کو دیکھ کر حیران ہوئے۔

بہرام جیجو آج ہاشم سب کے سامنے اپنی گڑیا کو لے کر
جاؤ گا۔ سالے صاحب کو شش کر لو تمہاری کو شش ناکام
ہی رہے گی۔ بہرام مسکراتے ہوئے، اوپر ہیزل کی
طرف دیکھا، اور فلائنگ کس کی۔ ہاشم غصے سے گھورتے
ہوئے عاصم کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں
دو لہنگو لے کر سیٹج کی طرف بڑھی۔ عاصم آئزہ کو آتے
دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ بڑی جلدی ہے دو لہے میاں کو
بالاج عاصم کی پیٹھ کو گھور کر بولا۔

ہیزل اور زمل آئزہ کو لے کر سیٹج کے قریب پہنچی۔ عاصم
تو اسے لہنگے میں اس کا دو آتشہ روپ دیکھ کر مدہوش ہو

گیا۔ اگر گھونگھٹ اٹھالیا تو کیا بنے گا میرا عاصم دل پر
ہاتھ رکھے بولا۔ ایسے ہی کھڑے رہے گے بھائی ہاتھ
آگے بڑھائیں ماہی عاصم کے پاس ہو کر بولی۔ عاصم نے
مسکراتے ہوئے ہاتھ آگے کیا۔ عاصم کے دوستوں نے
پیچھے سے ہوٹینگ کی۔ جس میں سب سے زیادہ آواز
اسامہ اور بالاج کی تھی۔

آئروہ نے اپنے لرزتے وجود کے ساتھ اپنا ہاتھ عاصم کے
ہاتھ میں دیا اور عاصم آئروہ کا ہاتھ پکڑ کر صوفے کی طرف
بڑھا۔ اور آرام سے بیٹھایا۔ اور خود ساتھ بیٹھ گیا۔ ہاشم
نے ہیزل کی طرف دیکھا۔ اور اٹھ کر اس کے قریب

آیا۔ ہیزل نے ہاشم کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر بہرام کی طرف دیکھا۔

جو مسکرا رہا تھا۔ ہاشم نے ہیزل کو سینے سے لگایا۔ اور اس کے بالوں پر لب رکھے۔ کیسی ہے۔ میری ہیزل ہیزل نے بھی اپنا حصار مضبوط کیا۔

ٹھیک ہوں، لالا عالینہ ہاشم کے حصار میں کسی لڑکی کو دیکھ کر غصے سے مٹھیاں بوچی۔ کمینہ ایک نمبر کا ٹھہری ہے۔ نا تمیشہ جو پاس کھڑی تھی۔ علینہ کے اس طرح بولنے پر حیران نظروں سے دیکھا۔ آپ نے ہاشم بھائی کے

لیے گندے لفظ یوز کیے۔ نیشیو میری معصوم بہن جو ایسی
حرکتیں کرتے ہے، ان کے لیے ایسے ہی بولا جاتا ہے۔
عالینہ اس کے دونوں گال چوم کر بولے۔ آپ تو
میرے معصوم گالوں کو بخش دے۔ کوئی بھی آتا ہے۔ تو
میرے گالوں پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ نامیشہ معصوم شکل بنا کر
بولی۔ ہاشم ہیزل کو اپنے

حصار میں لے کر عالینہ کے پاس آیا۔ عالینہ نے گھور کر
ہاشم کو دیکھا۔ ہیزل اس سے ملو یہ عالیہ مکان خالہ کی بیٹی
اور یہ نامیشہ بھی انہی کی بیٹی۔ عالینہ یہ میری پیاری ہیزل
میری بہن اور اچھا یہ آپکی سمسٹر ہے، آئی تو پتہ نہیں کیا

سمجھ رہی تھی۔ علینہ نے نامیشہ کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔
ہیزل نے عالیہ کو گلے لگایا۔ مجھے یقین نہیں ہو رہا، عالیہ
تم واپس آگئی ہو۔ عالیہ بس ہیزل کی بات پر مسکرائی۔
اور کتنی کیوٹو ہو تم نامیشہ ہیزل نے اس کے گال چومے۔
عالینہ کی زوردار ہنسی گونجی۔ ہاشم نے اسے ہستے دیکھ کر
حیران ہوا۔ عالیہ تم کیوں بس رہی ہو۔ ہیزل نے اسے
ہستے دیکھ کر پوچھا۔ نیشیو میں تو کہتی ہوں، اپنی ان گالوں
پر نو بورڈ کا سائن لگا لو۔ گال چومنا منع ہے۔ ہیزل عالیہ
کی بات سمجھ کر مسکرائی۔ نامیشہ تم ہو ہی اتنی پیاری کے
کہ کوئی بھی تمہارے ان پھولے پھولے گالوں کو کوئی
بھی چومے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کاوش کی

گاڑی کارپوچ میں آکر روکی کاوش نے اتنا لمبا ہارن دیا
تھا۔ کہ سب مہمان باہر کی طرف دیکھنے لگے۔ باشم
کاوش کو گاڑی سے نکلتے دیکھ کر گہرا مسکرایا۔ ضرغام
گاڑی سے باہر نکلا اور دروازہ کھولا۔ دامیار نے گاڑی سے
مقدم رکھا۔ سب کی نظریں اس انسان پر تھیں۔ دامیار
شلوار قمیض میں ملبوس اور آنکھوں پر بلیک ہی گلاسز
لگائے۔ اپنا رخ سب کی طرف کیا۔ دامیار کو دیکھ کر سب
کے منہ کھل گئے۔

عدنان صاحب اور حاکم خان کو اپنی آنکھوں پر یقین کرنا
مشکل ہو گیا تھا۔ عالیان صاحب دامیار کو دیکھ کر کر شوکڈ
میں چلے گے۔ اور اپنے بیٹے ہاشم خان پر نظریں ڈالی۔ جو
صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ یہ تو
دامیار صاحب ہے۔ زرمینہ بیگم کی پاس کھڑی ایک
عورت بولی۔ دامیار کا نام سن کر زرمینہ، رانیہ اور باقی
سب نے سامنے دیکھا۔

دامیار زرمینہ نے اٹکتے ہوئے پکارا۔ دامیار چلتا ہوا۔ حاکم
خان کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔ حاکم خان نے اپنا کپکپاتا ہاتھ
دامیار کی طرف بڑھایا۔ دامیار نے فوراً ہاتھ تھاما اور اپنے

لبوں سے لگایا۔ عدنان یہ میرا پوتا عدنان تیرا دامیار حاکم
خان کے آنسو بہنے لگے۔ دامیار نے حاکم خان اور عدنان
کو ایک ساتھ اپنے سینے سے لگایا۔ دامیار میرے بچے
عدنان نے بھیگی آواز سے پکارا انہیں ابھی تک یقین نہیں
آ رہا تھا۔ بابا میں آپ کا دامیار حاکم نے دامیار کا ہاتھ اپنے
لبوں سے لگایا۔ بہرام اور شاہ میرا انکی طرف بڑھے۔ لالا
یہاں ہی کھڑے رہے گے۔ بہرام مسکراتے ہوئے بولا
تم لوگوں کو پتہ تھا۔ عدنان کر بولا! ماموں اپنے تینوں
بیٹوں کی طرف دیکھ کر جان بعد میں سب بتاؤ گا۔ ضرغام
مسکراتے ہوئے بولا۔ دامیار زرینہ بیگم کی حال میں آواز
گو نجی۔ دامیار زرینہ بیگم کی آواز سن کر سامنے دیکھا۔

دامیار میرے بچے، آئزہ دامیار کا نام سنکر اپنا گھونگھٹ
پیچھے کر گئی۔ زرمینہ بیگم دامیار کی طرف بڑھی۔ اور اسے
اپنے سینے سے لگایا۔ میرا بچہ میرا دامیار زندہ ہے۔ زرمین
دامیار کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر چومنے لگی۔
مورے دامیار نے تڑپ کر اپنے سینے سے لگایا۔ مورے
آپ کا دامیار آگیا ہے۔ میری پیاری مورے۔ دامیار
نے ان کے ماتھے پر لب رکھیں۔

اور آئزہ کی طرف دیکھا۔ جو بھیگی نگاہوں سے دیکھ رہی
تھی۔ لالا میرے لالا آئزہ نے نم آواز سے پکارا۔ عاصم
نے سامنے دامیار کی طرف دیکھا۔ اور پھر ہاشم کی طرف

جو ٹانگ پر ٹانگ جمائے سگریٹ کے گہرے کش لگا رہا
تھا۔ لالا آئزہ اپنا بھاری لہنگا اپنے ہاتھوں میں اٹھائے
بھاگتے ہوئے سیٹج سے اتری۔ دامیار نے اپنی باہیں
پھیلائی۔

آئزہ بھاگتے ہوئے دامیار کے سینے سے لگی۔ لالا کی جان
دامیار نے اپنی باہوں کا حصار مضبوط کیا۔ میرے لالا!
ہاں تمہارا لالا میرے پیارے لالا، ہاں تمہارا پیارا لالا،
میری گڑیا۔ کہاں تھے لالا! یہی تھا میری گڑیا۔ آپ کو
اپنی گڑیا کی یاد نہیں آئی۔ آئی تھی بہت یاد آتی تھی۔

آپ نے ہم سب کو بہت رولایا۔ آئزہ نے بھیگی آنکھوں
سے دامیار کی طرف دیکھا۔

اس کے لیے تم اپنے لالا کو جو سزا دوگی قبول ہوگی۔
دامیار نے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ آئزہ کو لے کر
عاصم کی طرف بڑھا۔ عاصم نے آئزہ کی طرف دیکھا۔ جو
دامیار کے سینے سے لگی، سسکیوں سے رو رہی تھی۔
دامیار نے مسکراتے ہوئے عاصم کو سینے سے لگایا۔ عاصم
میری آئزہ کے آنکھوں میں کبھی آنسو نا آنے دینا۔ بہت
رولیا، میرے بغیر اب میں آگیا ہوں۔ تو مجھے اس کی
آنکھوں میں آنسو برداشت نہیں۔ آپ فکر نا کرے،

آپ نا بھی کہتے تو اپنی جان سے بڑھ کر اپنی آئزہ کو پیار
دوں گا۔ ہم! یہ ہی سننے چاہتا تھا میں۔ یہ لو تمہاری امانت
۔ دامیار نے آئزہ کو عاصم کے حصار میں دیا۔ عاصم نے
اپنی مضبوط باہیں آئزہ کے گرد باندھی۔

دامیار مسکراتے ہوئے ہیزل کی طرف بڑھا اور اس کے
سر پر ہاتھ رکھا۔ ہیزل مجھے معاف کر دینا۔ میری وجہ
سے تمہیں یہ سب جھیلنا پڑا۔

نہیں لالا میرے لیے اتنا ہی کافی ہے آپ اپنی فیملی کے
پاس آگے۔ ہو گیا تیرا، ہاشم دامیار کی پیٹھ کو گھور کر بولا۔
ہاں ہو گیا۔ کمینے یہ تو سگریٹ کس خوشی میں پی رہا ہے۔

دامیار تیری خوشی میں سگریٹ پھونک رہا ہوں۔ آج
میرے سر سے قتل کا بوجھ ہٹ گیا۔ ہاشم نے حاکم خان
کی طرف دیکھ کر بلند آواز میں بولا۔ حاکم خان نے
شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ میک بیگم کا خوشی سے کوئی
ٹھکانا نہیں تھا۔ آج اس کے بیٹے کے کندھے سے قتل کا
بوجھ اتر گیا۔ ہیزل بھیگی آنکھوں سے بہرام کی طرف
دیکھنے

لگی۔

بہرام ہیزل کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اپنی نگاہیں جھکا گیا۔ حاکم خان نے مہمانوں کو رخصت کرنے کا کہا۔ شاہ میر اور ضرغام مہمانوں کو رخصت کرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں سب مہمان چلے گئے اب صرف یہاں دونوں حویلی کے لوگ جمع تھے۔ حاکم خان نے سب کو حویلی کے اندر آنے کا بول کر لاؤنج کی طرف بڑھ گئے۔

آپ نے جو بھی فیصلہ کرنا ہے۔ یہاں کرے۔ اندر میں نہیں آرہا، ہاشم کی آواز پر حاکم خان کے قدم روکے۔ اور معافی کی امید مجھ سے نارکھیے گا۔ دامیار نے ہاشم کے

کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ہاشم نے گھور کر اس کی طرف
دیکھا۔ آپ کو آپ کا پوتا مل گیا ہے۔

مجھے میری ہیزل چاہیے۔۔۔۔۔

ہیزل چاہیے۔ بہرام اور ہیزل نے ایک دوسرے کی

نظروں میں دیکھا۔ ہیزل کے رونے میں اضافہ ہوا۔

مہک بیگم نے اپنی بیٹی کو سینے سے لگایا۔ میری بچی بس

بہت رولیا۔ اب تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں آنے

دے گے۔ ہیزل سسکیوں سے رونے لگی۔ پتہ نہیں یہ

آنسو اپنی ماں کے سینے سے لگنے سے نکل رہے تھے یا

بہرام سے دور جانے سے نکل رہے تھے۔ ہیزل بہرام کی

طرف دیکھ کر ہچکیوں سے رونے لگی۔ بہرام ہیزل کے
اس طرح رونے پر اسے اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس
ہونے لگا۔

لاؤنج میں گھمگیر خاموشی چھائی تھی۔ ہاشم سامنے بیٹھا
بہرام خان پر نظریں گھاڑے ہوئے تھا۔ بہرام خان
بھی اسے خون چھل کاتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ دامیار
ہاشم کے

ساتھ بیٹھا۔ حاکم خان کو دیکھ رہا تھا۔ جو سر جھکائے بیٹھے
تھے۔ دیکھو ہاشم ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے ہم

بہت شرمندہ ہے۔ پردیکھا جائے اس دن میری جگہ کوئی
بھی اور انسان ہوتا وہ بھی یہی کرتا۔ ونی کی رسم برسوں
سے چلی آرہی ہے۔ تو ختم کرے داجی دامیار کی بھاری
آواز لاؤنج میں گونجی۔

داجی اگر کبھی کچھ ایسا ویسا ہم سے ہو جائے، تو ہمیں بھی
اپنی بہن بیٹی ونی میں دینے ہوگی۔ دامیار حاکم خان کی
آواز لاؤنج میں گونجی۔ داجی تڑپ اٹھے نا جب آپ نے
اسے ونی میں لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ تو کتنا تڑپے ہو گے۔
جیسے آپ ابھی تڑپ اٹھے۔ راجی آپ کو ایک دفعہ پتہ تو
کروانا چاہیے تھا۔

کہ ایسا اس رات ہوا کیا تھا۔ آپ ہاشم سے ہی پوچھ لیتے
آپ نے اس کی سنے بغیر اپنا فیصلہ سنا دیا۔ راجی! بابا
مورے آ۔ آپ کو ان سے معافی مانگنی ہوگی۔ بیٹا؟ ہم
بہت شرمندہ ہے، ہمارے پاس معافی مانگنے کے الفاظ
نہیں ہے۔ زرمینہ بیگم بے حد نرم لہجے میں ہیزل کی
طرف دیکھ کر بولی۔

جو اپنی ماں کے سینے سے لگی سسک رہی تھی۔ مجھے ان کی
معافی نہیں چاہیے دامیار۔ ہاشم غصے سے دھاڑا مجھے میری
بہن چاہیے۔ میں اسے یہاں سے لے کر ہی جاؤں گا۔
ہیزل کہی نہیں جائے گی ہاشم خان! یہ یہاں ہی رہے

گی۔ جو اباً بہرام بھی غصے سے دھاڑا۔ ہم! کس حق سے
رکھو گے اسے تمہارا لالا تمہیں مل گیا۔ تو یہاں کوئی جواز
ہی نہیں بنتا ہیزل کے رہنے کا۔ بیوی ہے میری یہ یہاں
سے ہرگز نہیں جاسکے گی۔ میں اسے یہاں سے لے کر ہی
جاؤ گا۔ کر جاؤ تم دونوں دامیار غصے سے دھاڑا چپ کر د
دامیار کی دھاڑ پر سب لرز اٹھے۔

ہاشم اور بہرام ایک دوسرے کی آنکھوں میں ابھی تک
نگاہیں گاڑ ہی ہوئی تھی۔ بہرام کے سینے میں آگ
دھک رہی تھی۔ وہ کیسے اپنی ہیزل کو خود سے دور کر سکتا
تھا۔ اس کا فیصلہ تم دونوں نہیں کرو گے۔ ہیزل کرے

گی۔ وہ کس کے ساتھ جائے گی۔ اگر وہ ہاشم کے ساتھ
جانا چاہتی ہے۔

تو اسے جانے دیا جائے گا۔ لالا اگر یہ یہاں سے جانا بھی
چاہے گی۔ میں پھر بھی اسے یہاں سے نہیں جانے دوں
گا۔ بہرام اگر یہ جانا چاہے گی تو تمہیں جانے دینا ہو گا۔
نہیں لالا بہرام دامیار کی بات پر تڑپ اٹھا۔ دامیار اٹھ کر
ہیزل کی طرف بڑھا۔ ہیزل تمہارا جو فیصلہ ہو گا۔ ہمیں
منظور ہو گا۔ ہیزل نے بھیگی آنکھوں سے ہاشم کی طرف
دیکھا اور پھر بہرام کی طرف وہ کیسے فیصلہ لے۔ ایک
میں جان بستی تھی۔ اور دوسرا اس کی آنکھوں کی

ٹھنڈک تھی۔ ہیزل نے پرسوز ہچکی لی۔ بہرام ہیزل کو
آنکھوں میں تڑپ لیے دیکھ رہا تھا۔ ہیزل میری بیٹی مجھے
معاف کر دو۔ پلیز یہاں سے نا جاؤ میرا بہرام مر جائے
گا۔ زرمینہ بیگم اپنے بیٹے کی حالت دیکھ کر ہیزل کے
سامنے ہاتھ جوڑ گئی۔

معاف کر دے میری بچی۔ آنٹی یہ کیا کر رہی ہے آپ۔
میں تو کب کی معاف کر چکی ہو۔ ہیزل کے سینے میں ہلکا
ہلکا درد اٹھنے لگا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ کیا فیصلہ کرے
لالا ہیزل ہاشم کے سینے سے لگی۔

لالا کی جان تم جو بھی فیصلہ کرو مجھے منظور ہو گا۔ پر تمہیں
یہاں سے لے کر ہی جاؤں گا۔ لالا میں کیسے۔۔ ہیزل
کے الفاظ ابھی منہ میں ہی تھے۔ ہاشم بولا! ہیزل تمہارا یہ
فیصلہ میرے حق میں ہونا چاہیے۔ تم ہمارے ساتھ ہی
چلو گی۔ ورنہ تمہارا لالا تمہیں ہمیشہ کے لیے یہاں چھوڑ
کر چلا جائے گا۔

لالا میں خان کو کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔ کیوں نہیں چھوڑ
سکتی۔ تمہارا لالا ہے نا تمہارے ساتھ تم اپنے دل کی سنو
ہیزل دامیار ہاشم کو دیکھ کر غصے سے بولا۔ ہیزل نے
بہرام کی طرف دیکھا۔ ہیزل نے اپنے سینے میں اٹھنے
والے درد کو کنٹرول کر کے بولی۔ سب ہیزل کی

طرف دیکھنے لگے۔ ہیزل کے دور جانے سے ماہی، زمل
عابیرہ بھی تڑپ اٹھی۔ عابیرہ کو اپنی غلطیوں کا احساس
آج شدت سے ہو رہا تھا۔ آئزہ دولہن کے لباس میں رانیہ
بیگم کے سینے سے لگ کر بیٹھی تھی۔ عاصم پاس ہی کھڑا
تھا۔ ہیزل کے بولے گے الفاظ بہرام کو اندر تک ہلا گیا۔

مجھے میرے لالا کے ساتھ

جانا ہے۔ بہرام کے قدم لڑکھڑائے۔ بہرام کے اس
طرح لڑکھڑانے پر ہیزل کے دل میں درد شدت اختیار
کر رہا تھا۔ وہ مر رہی تھی۔ اس نے جو فیصلہ کیا تھا۔ اسے
خود کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔ پھر بھی اپنے سینے میں اٹھنے

والے درد کو با مشکل قابو کیا تھا۔ بہرام سرخ نیلی
آنکھیں ہیزل کیا آنکھوں میں گاڑھی۔ اسے اپنی خاناں
کے لفظ یاد آئے تھے۔ (کہی نہیں جا رہی میرے نیلی
آنکھوں والے خان ہیزل صرف بہرام کی ہے) بہرام
اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرے تنزیہ مسکرایا۔ اس کی
ہیزل کی طرح اس کے الفاظ بھی جھوٹے تھے۔

ہیزل اس کے اس طرح مسکرا نے پر تڑپ اٹھی۔ ہیزل
کے آنسو بہنے لگے۔ بہرام اس کے آنسو دیکھ کر اب گہرا
مسکرایا۔ ہیزل اسے بھیگی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔
اب اسے اپنے فیصلے پر رونا آرہا تھا۔ عالیان اپنی بیٹی کی

طرف بڑھے اور اس کا ماکت چوما آپ سب نے ہماری
بیٹی کا فیصلہ سن لیا ہمیں اجازت دے۔ ہیزل بہرام کی
طرف لڑکھڑاتے قدموں سے بڑھی۔

بہرام نے ہاتھ کے اشارے سے وہی روک دیا۔ آئزہ
بھیکی نگاہوں سے بہرام کی طرف دیکھا۔ بہرام کے اس
طرح ریکٹ کرنے پر ہیزل کے سینے میں شدت سے درد
کی لہر اٹھی۔ بہرام آئزہ کا مات چوم کر سیڑھیوں کی
طرف بڑھا ہیزل بہرام کو جاتے دیکھ کر تڑپ کر پکارا۔
خان! ہیزل وہی صوفے پر گر گئی۔ ہاشم اور عاصم ہیزل
کی طرف بڑھے۔ بہرام کے قدم وہی تھم گے۔ مہک بیگم

اپنی بیٹی کی حالت دیکھ کر وہی بیٹھ گئی۔ علینہ اور نانیشہ نے
مہک بیگم کے گرد اپنا حصار باندھا۔ بہرام نے پیچھے مڑ کر
دیکھا۔ اسے اپنا دل بند ہوتے ہوئے محسوس ہونے لگا۔

بہرام ایک ہی جست میں ہیزل کی طرف بڑھا۔ اس

اپنی باہوں میں اٹھا کر اپنے کمرے کی

طرف بڑھا۔ ہیزل میری جان! آنکھیں کھولو تمہارا خان

تمہارے پاس ہے۔ بہرام اسے اپنے سینے سے لپٹائے۔

اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ ہاشم بھی اس کے پیچھے

کمرے میں داخل ہوا۔ ہاشم جیسے پاگل ہو رہا تھا۔ ہیزل

کی حالت کو دیکھ کر۔ اسے کیوں یاد نہیں رہا اس کی ہیزل

کا ہارٹ کمزور ہے۔ بہرام ہیزل کو بیڈ پر لٹائے۔ ہاشم کو

خون حار نظروں سے دیکھا۔ ہاشم جلدی سے ہیزل کی
طرف بڑھا۔ بہرام نے اسے روک دیا۔ بہرام مجھے چیک
کرنے دو۔ پلیز جاؤ ہاشم دیکھو جتنا بہرام کا حق ہے۔ اتنا
ہی تمہارا۔ دامیار کمرے میں داخل ہوتے بولا۔ ہاشم
جلدی سے ہیزل کی طرف بڑھا اس کی نبض چیک کی
ہیزل جو ہلکی چل رہی تھی۔ ہاشم نے کال کر کے
ہو سپٹل

سے ضروری سامان منگوایا۔ جو پندرہ منٹ میں آگیا تھا۔
ہاشم نے ہیزل کو آکسیجن ماسک لگایا۔ ہاشم کے آنسو بہنے
لگے۔ اور جلدی سے ڈریپ لگائی۔ شاہ میر یہ میڈیسن
لے آؤ جلدی آنا۔ شاہ میر فوراً باہر نکلا۔ ہاشم نے ہیزل

کے ماتھے پر لب رکھے۔ میری گڑیا۔ اگر تمہاری خوشی
اس انسان میں ہے تو مجھے تمہاری خوشی قبول ہے۔ ہاشم
بہرام کی طرف بڑھا۔ خیال رکھنا میری ہیزل کا۔ تھوڑی
دیر میں ہوش آجائے گا۔ کوشش کرنا میری گڑیا زیادہ
ٹینشن نالے۔ ہاشم بول کر باہر نکلا۔

سب لاؤنج میں آئزہ کو رخصت کرنے کے لیے کھڑے
تھے۔ دامیار نے قرآن پکڑا تھا۔ لالا بھابھی کو ہوش
آنے دیں۔ ہم پھر چلے جائے گے۔ نہیں گڑیا تم جاؤ،
ہیزل بھابھی ٹھیک ہے۔ کاوش اس کا ماتھا چوم کر بولا۔

آئزہ سب سے مل کر عابیرہ کی طرف بڑھی۔ عابیرہ ایم
سوری! آئزہ عابیرہ کے گلے لگی۔ کس لیے سوری چھوٹی
دنیا۔ میں تمہیں ہمیشہ انور کرتی آئی ہوں نا اسلیے وہ تو
پرانی باتیں ہوگی۔ بھول جاؤ۔ تم اس طرح روتی رہی تو تم
نے چڑیل بن جانا ہے۔ نہیں بستی واٹر پروف میک اپ
کر وایا ہے۔ آجاؤ آئزہ شاہ میر دا خلی در اوزے پر کھڑا
بولا۔ آئزہ باہر کی طرف بڑھی۔ آئزہ کو عاصم کی گاڑی
میں بٹھایا۔ اور باقی سب اپنی اپنی گاڑی میں بیٹھے۔

ہاشم کو دامیار نے یہی روک لیا تھا۔ ہیزل کو کسی ہو بھی
ٹائم ضرورت پڑھ سکتی تھی۔ رات بھی کافی چکی تھی۔

مہک بیگم بھی بھی زبردستی یہاں رک گئی تھی۔ مسکان
بیگم عالینہ کو مہک کے پاس چھوڑ گئے تھے۔

آئزہ کو رخصت کر کے سب اپنے اپنے کمرے میں چلے
گئے۔ مہک اور عالینہ کو آئزہ کے روم میں ٹھہرایا۔
زمینہ بیگم ان کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ پر کوئی بات ہی
نہیں کی تھی۔ وہ ہیزل کے ساتھ جو سلوک کیا تھا۔
نظریں ہی نہیں ملارہی تھی۔ اپنی غلطیوں پر بے حد
شرمندہ بیٹھی تھی۔

سب لوگ حویلی جلدی پہنچ گئے تھے۔ عاصم کی گاڑی
حویلی کے کارپوچ میں آکر روکی۔ عاصم گاڑی سے اتر کر
آئزہ کی طرف بڑھا۔ اور گاڑی کا دروازہ کھول کر آئزہ کا
ہاتھ پکڑ کر باہر نکالا۔ اور مسکراتے ہوئے اندر کی طرف
بڑھا۔ سب داخلی دروازے پر کھڑے آئزہ اور عاصم کو
مسکراتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

ماشاء اللہ چاند سورج کی جوڑی لگ رہی ہے۔ سعدیہ بیگم
آئزہ کا ماتحت چوم کر بولی۔ نامیشہ نے آئزہ کے گال پر
لب رکھے۔ عاصم بھائی بھابھی تو بہت پیاری ہے۔ پیاری تو
ہوگی۔ کیونکہ تمہارے بھائی کی چوائس ہے۔ عاصم نامیشہ

کے گال کھینچ کر بولا۔ آئے نابھا بھی اندر اتنا وزنی لہنگا پہنا ہے۔ تھک گئی ہوگی۔

نامیشہ بیٹا تھک تو گئی ہے ایسا کرو۔ آئزہ کو کمرے میں لے جاؤ۔ مسکان بیگم آئزہ کا بو جھل چہرہ دیکھ کر بولی۔ نامیشہ آئزہ کو کمرے کی طرف لے کر بڑھی۔ اور دروازے کا لاک اوپن کیا۔ آئزہ نے اندر قدم رکھا۔ پھولوں کی خوشبو آئزہ کے نتھوں سے ٹکڑائی۔ آئزہ نے کمرے کی طرف نگاہ دوہرائی۔ حیرت سے منہ کھل گیا۔ ہر طرف پھول پھیلائے تھے۔ بیڈ کے درمیان ہارٹ شیپ میں عاصم اور آئزہ لکھا تھا۔ ہر طرف کینڈلز رکھی گئی تھی۔ واہ عاصم بھائی کی تو چوائس کو ماننا پڑے گا۔ نامکیشہ آئزہ کو

بیڈ پر بٹھاتے ہوئے بولی عاصم کو کمرے کی طرف بڑھتے
دیکھ کر نامیشہ جلدی سے باہر آئی اور دروازہ بند کر کے
دروازے کے پاس کھڑی ہوئی۔ عاصم نے چھوٹی
آنکھیں کر کے نامیشہ کو دیکھا۔ ایسے کیا دیکھ رہے۔

امریکہ میں رہتی ہوں۔ پر یہاں کی ساری رسموں کو
جانتی ہوں۔ تو پھر کیا چاہتی ہے یہ چھوٹی سی لڑکی۔ اتنا کچھ
نہیں بس ٹولا کھ میرے ہاتھ میں رکھے۔ اور اپنی دو لہن
سے مل لے۔ ٹولا کھ تمہیں کوئی بخار و خار تو نہیں ہو گیا
لڑکی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ٹولا کھ ہی مانگے ہے۔ شکر

کرے ابھی دودھ پلائی کی رسم نہیں کی آپ کے
سسرال والوں

نے۔ تو شرافت سے ٹولا کھرکھیں، تو اندر چلے جائے
ورنہ آپ اپنی پیاری سی دولہن سے ملنے کے لیے امید
چھوڑ دے۔ نامیشہ ایک جھٹکے سے اپنے بال پیچھے کر کے
بولی۔ کچھ زیادہ نہیں ہو گیا۔ کوئی زیادہ نہیں ہے۔ چلو
ایک لاکھ لے لو ہر گز نہیں ٹولا کھ میں سے ایک بھی
روپیہ کم نہیں ہو گا۔ چلے۔

نکالے عاصم نے اپنا سارا اوائٹ نکال کر اس کے ہاتھ
میں رکھا۔ یہ لو جتنے بھی ہوئے سارے تمہارے اب

راستہ دو۔ مجھے اپنی دو لہن کا دیدار بھی کرنا ہے۔ نامیشہ
نے عاصم کو اندر جانے کا راستہ کیا۔ عاصم مسکرا کر اندر
داخل ہوا۔ آئزہ کو بیڈ پر ناپا کر سارے کمرے کی طرف
نگاہ دوہرائی۔

آئزہ کو کھڑکی کے پاس کھڑا دیکھ کر دروازہ لاک کر کے
آئزہ کی طرف بڑھا۔ آئزہ عاصم کو خود کی طرف بڑھتے
دیکھ کر، پلٹی، جیسے جیسے عاصم قریب آرہا تھا۔ آئزہ کے
دل کی دھڑکنیں بڑھنے لگی۔ عاصم آئزہ کے پاس جا کر
کھڑا ہوا، اور اس کو گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔ ویلکم ٹو
مائے روم میری شعلہ جواں بیوی عاصم اس کے کان کے

پاس جھک کر بولا! عاصم آئزہ کا ہاتھ پکڑ کر ڈریسنگ کی
طرف بھرا۔

اور اسے سامنے کھڑا کیا۔ شاہ کی جان! دیکھو اپنے اس
خوبصورت روپ کو۔ جیسے چاند ٹوٹ کر زمین پر گر گیا
ہے۔ اس دنیا میں تم سے زیادہ خوبصورت ہو ہی نہیں
سکتا۔ تمہارا یہ قیامت خیز

بدن اس رنگ میں اور بھی قیامت لگ رہا ہے۔ میرا ریڈ
روز! اور تمہیں لگتا ہے، تمہارا شاہ تمہیں چھوڑے گا۔
عاصم نے ایک ہی جھٹکے سے آئزہ کا چہرہ اپنی طرف کیا۔

آئزہ کالا لا پڑتا چہرہ دیکھ کر مسکرایا۔ میری شرمیلی بیوی
تم تو ابھی سے ریڈ پڑ گئی۔ شاہ! مجھے چیلنج کرنا ہے۔
اتنا وزنی لہنگا پہن کر میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔ آپ نے مجھے
گفٹ بھی نہیں دیا۔ آئزہ منہ بنا کر بولی۔ شاہ کی جان!
گفٹ بھی ملے گا۔ یہاں بیٹھو عاصم نے آئزہ کو کمر سے
پکڑ کر ڈریسنگ کے اوپر بیٹھایا۔ اور اپنی پوکت سے ڈبی
نکالی۔ شاہ اس میں کیا ہے۔ مسز عاصم شاہ پہنانے لگا ہوں
تو دیکھ لینا۔ عاصم اس کے قدموں میں بیٹھا۔ آئزہ کا لہنگا،
اٹھایا آئزہ کی ہیلز نکالی۔ ہیلز پہننے کی وجہ سے آئزہ کے
پیروں پر ریڈ نشان پڑ گئے۔ عاصم نے آئزہ کی طرف

دیکھا۔ جو تا اترنے پر سکھ کا سانس لیا۔ عاصم نے جھک کر
آئزہ کے پیروں پر لب رکھے۔ شاہ! یہ کیا کر رہے ہے۔
مجھے ذرا بھی نہیں پسند آپ میرے قدموں میں بیٹھے۔ پر
تمہارے شاہ کو تمہارے قدموں میں جھکنا پسند ہے۔
عاصم نے آئزہ کے دونوں پیروں میں پائل پہنائی۔ سلور
کالر کی پائل اوپر سلور ہی چھوٹے چھوٹے ہیرے جڑے
تھے۔ شاہ! یہ تو بہت پیاری ہیں۔ تمہارے قدموں میں
جا کر اور پیاری لگ رہی ہیں۔

عاصم نے آئزہ کا ڈوپٹہ اتار کر سائیڈ پر رکھا۔ بلاؤز کے
اوپر جو شرٹ پہنی تھی۔ وہ بھی اتار کر سائیڈ پر رکھی۔
آئزہ نے شرم سے نظریں جھکالی۔ عاصم کے سامنے آئزہ

بے حد شارٹ بلاؤز میں کھڑی تھی۔ عاصم اس کا دو آتشہ
روپ دیکھ کر گہرا مسکرایا۔ میری خوبصورت بیوی۔
عاصم

اسے باہوں میں اٹھا کر بیڈ کی طرف بڑھا۔ شاہ کیا کرنے
لگے ہے۔ آئزہ عاصم کے سینے سے تر نکال کر بولی۔ بیوی
اپنے فرائض ادا کرنے لگا ہوں۔ کیا دوگی میرا ساتھ۔
عاصم اس کے لبوں کو چوم کر بولا! آئزہ عاصم کی طرف نا
سمجھی سے دیکھا۔ شاہ کی جان پیار کرنے لگا ہوں۔ تم کرو
گی مجھ سے پیار، آئزہ کا چہرہ سرخ پڑتے دیکھ کر عاصم
آنکھ دبا کر بولا۔ آئزہ نے اس کے سینے میں سر چھپا لیا۔

عاصم نے اس بیڈ پر لٹایا۔ اور اس پر سایہ فگن بن کر چھا گیا۔ عاصم نے آئزہ کی ناک پر لب رکھے۔ کس می مائے لیڈی آئزہ نے نا میں سر ہلایا۔

چلو خیر یہ کام میں ہی انجام دے دیتا ہوں۔ عاصم نے آئزہ کے لبوں کو اپنے لبوں میں لیا۔ اور شدت سے چومنے لگا۔ آئزہ نے عاصم کی شرٹ کو مٹھیوں میں دبوچا۔ عاصم نے اپنی شرٹ اتار کر دور اچھالی۔ دوبارہ سے آئزہ کے ہونٹوں پر جھک گیا۔ اور ایک ہاتھ آئزہ کی تھائیز پر رکھا۔ عاصم نے ایک ہی جھٹکے سے آئزہ کا لہنگا اتار کر دور پھینکا۔ آئزہ نے شرم سے آنکھیں بند کر لی۔ شاہ کی جان آنکھیں کھولو، اپنی ان آنکھوں سے دیکھو شاہ

کا جنون۔ عاصم نے آئزہ کی دھڑکنوں پر لب رکھے۔
آئزہ کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی۔ شاہ کی جان
ریلیکس برداشت کرو۔ آئزہ کے آنسو بہنے لگے۔ عاصم
نے اس کے آنسوؤں کو اپنے حلق میں اتارا۔ شاہ بس
کرے، آئزہ کی بھیگی آواز کمرے میں گونجی۔ عاصم نے
آئزہ کے لبوں کو اپنے لبوں میں لے کر سک کرنے لگا۔
عاصم پر سکون ہو کر آئزہ کو خود کے اوپر کیا۔ اور اس کے
ماتھے پر لب رکھے۔ شاہ کی جان! اب عادت ڈال لو ہر
رات ایسے

ہی برداشت کرنا پڑے گا۔

عاصم نے آئزہ کی ناز کی کو اپنے جسم سے سچ کیا۔ آئزہ نے
شرم سے عاصم کے سینے میں منہ چھپالیا۔ عاصم نے مسکرا
کر آئزہ کے گرد حصار مضبوط کیا۔۔۔

کاوش خان ہاشم کے روم میں بیٹھا۔ اپنی نظریں زمین پر
جمائے ہوئے تھا۔ ہاشم کھڑکی کے پاس کھڑا باہر دیکھ رہا
تھا۔ دامیار صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا ہاشم کی
پشت کو گھور رہا تھا۔ ہاشم بیٹھ جارات کے دو بجے تمہیں
کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔

اگر بیٹھ گیا۔ میرے اندر کا درد نہیں کم ہونے والا۔ ہاشم
ہم مانتے ہے۔ ہم سے غلطی ہوئی۔ غلطی کہتے ہو۔ تم
اسے کاوش خان پر میری نظر میں گناہ ہے۔ میں یہاں
صرف اپنی ہیزل کی وجہ سے روکا ہوں۔ یار ہنے سے میرا
دم گٹ رہا ہے۔ ہم بہت شرمندہ ہے ہاشم اپنے غصے کو
ایک سائیڈ پر رکھ کر سوچو۔ ہمیں اس ٹائم جو سمجھ آیا۔
وہی کیا ہے۔ یہ یہاں کی رسم ہے۔ اب تم ہیزل بھا بھی کو
یہاں سے نہیں لے جاسکتے۔

بہرام لالا کی جان بستی ہے بھا بھی میں۔ مجھے اپنی بہن کی
خوشی بہت عزیز ہے۔ تمہیں بتانے کی زیادہ ضرورت

نہیں۔ جاؤ تم اپنے کمرے میں ورنہ تمہاری بیوی کچھ اور
ہی سمجھ جائے گی۔ ہاشم کے یاد کروانے پر کاوش نے ٹائم
دیکھا۔ جہاں تین بج رہے تھے۔ کاوش فوراً اٹھا اور اپنے
کمرے کی طرف بڑھا۔ تم بھی چلے جاؤ دامیار میں کہی
نہیں جارہا۔ یہاں تیرے پاس تیرے ساتھ ہی رہوں
گا۔ دامیار کہہ کر بیڈ کی دوسری سائیڈ پر لیٹ گیا۔ ہاشم
گھور کر کمرے سے باہر نکلا۔ کہاں جارہا ہے۔ پیچھے سے
دامیار کی بھاری آواز گونجی۔ ہاشم پلٹے بغیر ہو گا، ہیزل کو
دیکھنے جارہا ہوں۔ ورنہ تمہارے بھائی نے اپنی انا میں ہی
رہنا ہے۔ کہ ایک دفعہ بلا کر چیک اپ کروالوں۔ اب
تک تو ہوش آگیا ہو گا۔ ہاشم کمرے سے باہر نکلا۔ اور

ہیزل کے کمرے کی طرف بڑھا۔ اور کمرے کے قریب
پہنچ کر دروازہ بجایا۔ پر اندر سے کوئی آواز نا آئی۔ ہاشم
کمرے میں داخل ہوا۔ بہرام کو کمرے میں ناپا کر ہیزل
کی طرف بڑھا۔ جو چھت کو گھورنے میں مصروف تھی۔
کیا ہے میرا بچہ ہاشم ہیزل کا ماتھا چوم کر بولا۔

ہیزل ہاشم کو اس نے دیکھ کر مسکرائی ٹھیک ہوں لالا
اب میں بہرام کہاں ہے۔ لالا پتہ نہیں جب میری
آنکھیں کھولی۔ تو حنان تمرے نے اتاری۔ بہرام میں
نہیں تھے۔ یہ ڈریپ میرے ڈوبے سے اٹک کر اتر گئی۔

ہاں سویلینگ کافی زیادہ ہو گئی۔ ہے ٹھیک ہے تم ریٹ
کرو، تمسیح ہمیں بھی جلدی نکلنا ہے۔

لالا میں بھی جاؤں گے۔ نہیں میری گڑیا۔ تم یہاں ہی
رہو گی۔ اپنے خان کے پاس مجھے تمہاری خوشی اپنی جان
سے بھی پیاری ہے۔ چلو زیادہ مت سوچو آرام کرو میں
چلتا ہوں۔ ہاشم کمرے سے لمبے لمبے ڈھنگ بڑھتا۔ اپنے
کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ہاشم کے جاتے ہی۔ ہیزل بیڈ
سے اٹھی۔ اور واش کی طرف بڑھی۔ ہیزل پندرہ منٹ
بعد فریش ہو کر باہر آئی۔ بہرام کو کمرے میں ناپا کر
ٹیرس کی طرف بڑھی۔ اور وہاں رکھے صوفے پر ٹانگیں

اوپر کر کے گھٹنوں میں سر دیے بیٹھ گئی۔ ہیزل کے آنسو
بہنے لگے۔ بہرام کے اس طرح ناراض ہونے پر ہیزل کو
اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ بہرام کمرے میں داخل
ہوا۔ ہیزل کو کمرے میں ناپا کر واش کی طرف بڑھا۔ پر
وہاں بھی نہیں تھی۔ بہرام نے غصے سے بالوں پر ہاتھ
پھیرا۔ اور جب نظر ٹیرس کے کھلے دروازے پر گئی۔
بہرام کا غصہ ساتویں آسمان پر پہنچ گیا۔ بہرام غصے سے
ٹیرس کی طرف بڑھا۔ تم یہاں اتنی ٹھنڈ میں کیا کر رہی
ہو۔ دکھ نہیں رہا، بیٹھی ہوں۔ بہرام نے ہیزل کے
جواب پر غصے سے اس کی طرف بڑھا۔ ہیزل مجھے غصہ
مت دلاؤ۔ پہلے ہی میرا

دماغ گھوما ہوا ہے۔ بہرام اسے اپنی باہوں میں اٹھا،
کمرے میں داخل ہوا۔ ہیزل کو بیڈ پر پھینکا۔ بہرام کے
اس طرح ریکٹ پر ہیزل کی آنکھوں سے آنسو لڑیوں کی
صورت میں پکارا۔ بہرام ہیزل کی آنکھوں میں آنسو
دیکھ کر غصے سے مٹھیاں دبوچ گیا۔ اب کیوں رورہی ہو۔
اپنی اس حالت کی ذمہ دار تم خود ہو۔ تم نے سوچ بھی
کیسے لیا۔ مسز بہرام خان! مجھ سے دور جانے کا۔ جب تم
جانتی ہو۔ تمہارا بہرام خان تم سے ایک سیکنڈ بھی دور
نہیں رہ سکتا۔ پھر تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ فیصلہ کرنے
کی۔ کان کھول کر سن لو اگر دوبارہ ایسی بات منہ سے
نکلی۔ تو تمہیں اس حویلی کے لان میں زندہ گارڈوں گا۔

پر تمہیں خود سے دور نہیں جانے دوں گا۔ بہرام بے
رحمی سے اس کا جبرِ ادب و بچ کر دھاڑا۔ ہیزل بہرام کی
طرف بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ آنسو ٹوٹ کر عارض
پر بہہ رہے تھے۔ بہرام اس کے بہتے آنسو دیکھ کر جبراً
چھوڑا۔ ہیزل ایسے ہی بے سدھ پڑی رہی۔ بہرام اس
کو ایسے ہی لیٹے دیکھ کر اس کا گال تھپتھپایا۔

ہیزل، بہرام ہیزل کو اس طرح پڑے دیکھ کر ہیزل کے
لبوں کو اپنے لبوں میں قید کیا۔ اور اپنی سانسیں ہیزل کے
اندر انڈیلنے لگا۔ بہرام دو منٹ تک ایسے ہی سانسیں
ہیزل کے اندر اتارنے لگا۔ ہیزل نے ایک لمبا سانس

کھینچا۔ بہرام اسے سانس لیتے دیکھ کر، اور شدت سے
اپنی سانسیں سانسیں دینے لگا۔ ہیزل بہرام کی سانسیں
کی سانسیں اپنے اندر اتارنے لگی۔

ہیزل کی سانس ٹھیک ہوتے دیکھ کر پیچھے ہوا۔ ہیزل نے
اوپر ہوتے دوبارہ سے بہرام کے لبوں کو اپنے لبوں میں
لیا۔ ہیزل کی اس حرکت پر بہرام حیران ہوا۔ بہرام نے
ایک ہی جھٹکے سے ہیزل کو اپنے اوپر کیا۔ ہیزل نے
بہرام کے لبوں کو آزاد ناکیا۔ بہرام نے ایک ہی جھٹکے
سے ہیزل کی شرٹ ریمو کی خان کی جان!

آج اپنے خان کی جان لینے کا ارادہ ہے۔ جان تو آپ نے
لی اپنی باتوں سے ہیزل بہرام کے کچھ دیر پہلے الفاظ یاد

کر کے پر سوز ہچکی لی خان کی جان! اسے دھمکی مت
سمجھانا۔ اگر تم نے مجھ سے دور جانے کی بات کی تو دیر
نہیں لگاؤں گا۔ ایسا کرنے میں بہرام نے اوپر ہوتے اس
کی دھڑکنوں پر لب رکھیں ہیزل نے بہرام کے سینے میں
منہ چھپا لیا بہرام اس کی کمر پر ہاتھ چلانے لگا۔

بہرام نے اسے خود کے نیچھے کیا۔ اور ہیزل کے جسم پر
جا بجا لمس چھوڑنے لگا۔

ہیزل اس کاشت بھڑا لمس محسوس کر کے اتنی کمر اوپر
کو اٹھائی۔ بہرام نے اسے ایسے ہچکولے لیتے دیکھ کر۔

شدت سے اس میں سمایا۔ ہیزل کی چیخ کمرے میں گونجی
- آہہ! خان پیچھے ہٹے۔ نہیں جاناں آج پیچھے نہیں ہٹوں
گا۔ بہرام اور شدت سے اس میں سمایا۔ ہیزل نے بہرام
کی کمر پر ناخن گاڑھے۔ ہیزل کی سسکیاں اور آنسو
شدت اختیار کر کے۔ بہرام ان اس کے آنسوؤں کو
اپنے لیوں سے چنا۔ بہرام ہیزل کے اوپر گر کر گہرے
گہرے سانس لینے لگا۔ دونوں کی دھڑکنیں ایک
دوسرے کے سینے میں دھڑکنے لگی۔

بہرام ہیزل کی گردن میں چہرہ چھپا گیا۔ میری خاناں!
خان پیچھے ہٹے۔ مجھے درد ہو رہا ہے۔

بھرام ہیزل کے اوپر سے اٹھا۔ اور سائیڈ پر لیٹ گیا۔
ہیزل کو اپنے سینے میں چھپا گیا۔ تمہارا بھرام تم سے
شدت سے عشق کرتا ہے۔ میں تمہیں تکلیف دینے کا
سوچ بھی نہیں سکتا۔ پر تم مجھ سے دور جانے کی بات
مت کیا کرو۔

سوری خان! ہیزل اس کے گرد حصار باندھ کر بولی۔ ہم!
پہلے بول کر پھر سوری کر لیتی ہو۔ یہ کہاں کا انصاف
ہوا۔۔

صبح کے خوشگوار موسم کے ساتھ دن کا آغاز ہوا۔

ہر طرف بادل پہلے تھے۔ جیسے بارش ابھی برسنے کو ہے
تاب ہو۔ ایک انسان اپنی دیو ہیکل باڈی کے ساتھ
سوات کی سڑکوں پر دوڑ لگا رہا تھا۔ بادل گرجنے لگے تھے
۔ پر اس انسان کی رفتار بڑھتی جا رہی تھی۔ سوات کے
اونچے نیچے پہاڑوں پر دوڑ لگانے سے پیروں پر زخم ہو
گئے تھے۔ اس کے پیچھے اس کے گارڈ بھی دوڑ لگا رہے
تھے۔ اب وہ تھک چکے تھے۔ صاحب جی بس کرے۔
معاف کر دے ہمیں۔ کیسے معاف کر دوں میرے گاؤں
میں اتنا کچھ ہو گیا۔ اور تم لوگوں کو خبر ہی نہیں ہوئی۔

دلاور خان ایک ہی جھٹکے سے پیچھے مڑا۔ پینتیس ساہ مرد

ایک دیوہیکل کی طرح باڈی رکھنے والا جس اس گاؤں

کے لوگ دلاور خان کے قہر سے ڈرتے تھے۔ دلاور خان

اپنی پرکشش پر سنیلیٹی لیے اس آدمی کی طرف بڑھا۔

صاحب جی! ہم کو معاف کر دے۔ ہمیں نہیں پتہ چلا۔

دامیار خان زندہ کیسے ہے۔ ہم نے اس کو جان حویلی میں

دیکھا۔ ہم نے فوراً سے آپ کو بتا دیا۔ کب دیکھا تھا۔

دلاور خان اس کا کالر پکڑ کر دھاڑے۔ صاحب جی کل

شادی پر دامیار کی بہن کا شادی تھا۔ تب آیا تھا وہ معاف

کر دے صاحب

آپ کو آپ کی بہن کا قسم! کمینے تیری ہمت

کیسے ہوئی میری بہن کی قسم اٹھانے کی۔ دلاور

خان نے اپنی پستل کی نوک اس کے سر

پر دے مار۔ وہ آدمی کراہتے ہوئے زمین بوس ہوا
لے جاؤ اسے یہاں سے اور مجھے جان حویلی کے ایک
ایک فرد کی ڈیٹیل چاہیے۔ اور اس دامیاد کو بچانے والے
کاپتہ کرو۔ سب سے پہلے اسے موت کے گھاٹ اتاروں
گا۔

عاصم فریش ہو کر باہر نکلا۔ آئزہ کو ابھی تک سوتے دیکھ کر حیران ہوا۔ فریش ہونے سے

پہلے آئزہ کو اٹھا کر گیا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد واپس آیا تھا۔ جو مکمل کمبل میں دیکی سو رہی تھی۔ آئزہ کے نازک وجود کو ہلتے دیکھ کر اس کی طرف بڑھا۔

اور کمبل اٹھایا، آئزہ کو موبائل میں گھسے دیکھ کر تھوڑا جھکا۔ آئزہ ٹمٹماتی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔

عاصم کے دیکھنے پر آئزہ فوراً اٹھ کر بیٹھی۔ عاصم نے آئزہ کے ہاتھ سے موبائل پکڑا۔ شاہ کی جان! کمبل میں گھس کر ناول پڑھا جا رہا ہے۔ مجھے ناول پڑھنا پسند ہے۔ آئزہ چہک کر بولی۔ شاہ مجھے یہاں لائبریری بنوا کر دیں۔ ورنہ

میں آپ سے ناراض ہو کر لالا کے پاس چلی جاؤں گی۔
دھمکی دے رہی ہو بیوی۔

دھمکی ہی سمجھ لیں۔ مجھے ہر حال میں کل تک یہاں
لا بھری بنی ہوئی چاہیے۔ ورنہ میں چلی جاؤں گی۔ میں
ابھی کرتی ہوں لالا کو کال جب تک لا بھری نہیں بنے
گی۔ ولیمہ بھی کینسل ہی سمجھے۔ ایسے نادیکھے۔ ولیمہ
کینسل! ولیمہ کینسل شاہ۔ سن رہے ہیں آپ آئزہ اٹھ کر
عاصم کے قریب ہو کر بولی۔

ایسے کیسے ولیمہ کینسل! ولیمہ تو آج ہی ہو گا۔ عاصم آئزہ کا
سر تکیے پر رکھتے ہوئے بولا۔ اور خود اس پر جھک گیا۔

میری چھوٹی سے بیوی اتنی سی خواہش پر اپنے شاہ کو چھوڑ

کر چلی جاؤ گی۔ عاصم شاہ! اپنی بیوی کی خواہش پر قربان
تمہارے لیے تو اپنی جان بھی حاضر ہے۔ یہ تو ایک
لا بھیری ہے۔

آئزہ عاصم کی طرف بھیگی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ عاصم
نے آئزہ کی آنکھوں پر لب رکھے۔ مائے لیڈی! رو کیوں
رہی ہو۔ بنوادوں گا۔ میری جان!

شاہ! آپ بہت اچھے ہیں، صرف اپنی آئزہ کے لیے۔
عاصم اس کے لبوں کو چوم کر بولا۔ تمہاری لا بھیری کل
تک ریڈی ہو جائے گی۔ شاہ آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ جی
مائے لیڈی سچ کہہ رہا ہوں۔ عاصم نے آئزہ کو ایک ہی

جھٹکے سے الٹا کیا۔ شاہ آپ ی۔۔۔ پے۔۔ کیا کرنے لگے
ہے۔ عاصم کا ہاتھ اپنی کمر پر محسوس کرتے ہوئے بولی۔
مائے لیڈی یہ کیا ہوا ہے۔ عاصم آئزہ کی کمر پر نشان دیکھتے
ہوئے بولا۔ آئزہ گھبرا کر فوراً اٹھی۔

شاہ کچھ نہیں ہوا۔ کنگ رہا نہیں پر اس کی قید میں ملے
ہوئے زخم اپنی برہان کمر پر دیکھتے۔ شدت سے رو دیتی
تھی۔ عاصم نے آئزہ کی کمر پر لب رکھے۔ مائے لیڈی!
تمہیں چھپانے کی ضرورت نہیں سب جانتا ہوں۔ اس
کتے کو

کو تو جو موت دی یہ بھی اس کے لیے کم تھی۔ عاصم آئزہ
کو روتے دیکھ کر اپنے سینے سے لگا گیا۔ لیڈی آج ولیمہ

ہے۔ چلو اٹھو فریش ہو جاؤ۔ سب نے ناشتہ کر لیا ہے۔
میں تمہارے لیے اوپر ہی منگوادیتا ہوں۔

عاصم آترہ کے قریب سے اٹھ کر باہر کی طرف بڑھا۔
آگے سے

مسکان بیگم کو آتے ہوئے دیکھا۔ اٹھ گے تم عاصم کیا
ہماری بیٹی بھی اٹھ گی۔ مسکان اس کا مہت چومتے ہوئے
بولی۔ جی خالہ جان! اٹھ گئی۔ میں یہ تم لوگوں کے لیے
ناشتہ لے کر آئی تھی۔ مسکان نے عاصم کی طرف بڑے
بڑھائی۔ ہاشم آگیا ہے۔ ہیزل کیسی ہے اب ماشا اللہ
ٹھیک ہے۔ راستے میں ہے۔ آتے ہی ہو گے۔ تم لوگ

ناشتہ کر لو۔ آئزہ کو ریڈی کرنے کے لیے پار لروالی نیچے
آگئی ہے۔ میں تھوڑی دیر میں بھیج دیتی ہوں۔ عاصم کے
کندھے پر ہاتھ پھیر کر نیچے کی طرف بڑھ گئی۔ عاصم
ناشتہ کی ٹرے لے کر کمرے میں داخل ہوا۔ ٹرے
سائیڈ پر رکھ کر صوفے پر ہی برجمان ہو گیا۔ تھوڑی دیر
میں آئزہ فریش ہو کر باہر آئی۔

عاصم اس کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ آئزہ عاصم کی
طرف بڑھی۔ اور اس ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ عاصم نے آئزہ
کو پکڑ کر اپنی گود میں بیٹھایا۔

آئزہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ شاہ کی جان! آج سے تمہیں
میری گود میں ہی بیٹھ کر کھانا پڑے گا۔

عاصم نے جوس کا گلاس آئزہ کے لبوں سے لگایا۔ آئزہ
عاصم کی آنکھوں میں دیکھتی جوس کے چھوٹے چھوٹے
گھونٹ بھڑنے لگی۔ عاصم نے بچا ہوا جوس کا گلاس اپنے
لبوں سے لگایا۔ شاہ! یہ میرا جھوٹا ہے۔

میری جان! جھوٹا پینے سے پیار بڑھتا ہے۔ عاصم نے آئزہ
کے منہ میں روٹی کی بائٹ بنا کر ڈالی۔ شاہ آپ بھی
کھائے نا۔ آئزہ نے عاصم کی طرف بائٹ کی۔ عاصم نے
مسکرا کر بانٹ لی۔ تھوڑی دیر میں ناشتہ کر کے فارغ

ہوئے۔ نامیشہ پار لروالی کو کمرے میں لے کر داخل
ہوئی۔ عاصم اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ اور میری
پیاری بھابھی بہت گلو کر رہی ہے۔ نامیشہ چہک کر بولی۔
نیشیو گلو تو کرے گی۔ عاصم بھائی جیسا پیار کرنے والے
شوہر جو ملا ہے۔ عالیہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے
بولی۔ آئزہ عالیہ کی بات پر مسکرا نے لگی۔
چلو بھئی ریڈی کرو۔ خان حویلی میں سب ریڈی ہو گے
ہے۔ اور تم لوگ ابھی تک ایسے ہی کھڑی ہو۔ سمسٹر
آپ برائیڈل کو ریڈی کرے۔

ولیمے کا فنکشن عالیان خان کی حویلی میں ہی رکھا گیا۔

مہمان آچکے تھے۔ خان حویلی کے لوگ اپنی اپنی

گاڑیوں میں حویلی میں داخل ہوئے۔

سب ہی خوش دلی سے ملے۔ حاکم خان بھی عالیان سے

خوش دلی سے ملے۔ عالیان نے بھی مسکرا کر حاکم خان

اور عدنان کو سلام کیا۔ ہاشم نے بے زاری سے سب کو

سلام کیا۔ اور جا کر دور کھڑا ہو گیا۔ دامیار اس کے روپے

پر غصے سے ہاشم کو دیکھنے لگا۔ ہاشم اسے انکور کرتے

نظریں عالیہ

سی طرف کی۔ جو مہرون ساڑھی میں ہاشم کے دل کے

تاربری طرح چھیر گئی تھی۔ عالیہ نے مسکراتے ہوئے

ہاشم کو دیکھا۔ اور آگے بڑھ گئی۔ عاصم سامنے صوفے پر
بیٹھا۔ آئرہ کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ جو گرے
میکسی میں بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ شاہ! ایسے نا
دیکھے سب ہماری طرف ہی دیکھ رہے ہیں۔ تم
خوبصورت ہی بہت لگ رہی ہو۔ میری جان! اب بندہ
ناچیز کیا کرے۔ عاصم نے اپنے دوستوں کی طرف دیکھا جو
شاہ میر اور ضرغام کے ساتھ کھڑے گپے لگانے میں
مصروف تھے۔

ہیزل، ماہی، زمل آئرہ کی طرف بڑی۔ آئرہ ان کو دیکھ کر
اٹھ کھڑی ہوئی۔ ان تینوں نے ایک ساتھ آئرہ کو گلے

لگایا۔ عابیرہ کہاں ہے بھابھی۔ میں یہاں ہوں چھوٹی دنیا!
عابیرہ سٹیج پر چڑھتے ہوئے بولی۔ عابیرہ آئزہ کے گلے
لگی۔ ہیزل آئزہ کا ماتھتا چومتے عالینہ اور نامیشہ کی طرف
بڑھی۔ جو مہک بیگم کے ساتھ کھڑی تھی۔ مہک نے اپنی
بیٹی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر مسکرائی۔ کیسی ہے میری
بیٹی! ٹھیک ہوں مورے ہیزل اپنی بولی۔ زرمینہ دور
کھڑی مورے کے سینے سے لگی بولی۔ زرمین غلطی کا
احساس ہیزل کو دیکھ رہی تھی۔ آج اسے اپنی غلطی کا
احساس شدت سے ہونے لگا۔

عالینہ کیسی ہو۔ ہیزل علینہ کے گلے لگی۔ ٹھیک ہوں۔
ہیزل میں تمہارے کمرے میں آئی تھی۔ تم سو رہی تو
میں نے تمہیں نہیں اٹھایا۔ ہم! اچھا چلو تم دونوں میرے
ساتھ ہماری کمپنی کو جوائن کرو۔ بہت مزہ آئے گا۔

ہے گر لزیہاں آؤ! عابیرہ سیٹج پر کھڑی بولی۔ تم کہاں
عابیرہ کو نیچے بڑھتے دیکھ کر ہیزل بولی۔ آتی ہوں۔ میں
اس کیمرے والے بھائی کو بلا کر لائی۔

سب مہمان کھانا کھا کر چلے گئے تھے۔ اس وقت صرف
فیملی کے لوگ تھے۔

نے بھائی۔ عابیرہ آگے بڑھتی ہوئے بولی۔ اور سیدھا
دامیر سے ٹکڑائی۔

آہہ! دیکھ کے نہیں چل دامیار کو دیکھ کر باقی کے لفظ منہ
میں ہی رہ گئے۔

دھیان سے نہیں چل سکتی لڑکی! وہ میں۔۔۔ وہ۔۔۔ میں
سوری عابیرہ کہہ کر واپس سیٹج کی طرف بھاگی۔ دامیار
اس کی حرکت پر قہقہہ لگانے کو دل کیا۔ پاگل لڑکی!
عابیرہ تم تو فوٹو گرافر کو ڈلانے گئی تھی۔ زمل اس کے
پاس آتے ہوئے بولی۔ وہ مجھے نظر نہیں آئے۔ تو میں
واپس آگئی۔ یہ لو تم لوگوں کا فوٹو گرافر دامیار ان کی

طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ عابیرہ وہاں سے ہیزل کی
طرف بڑھی۔ دامیار کی نظروں نے اس کا دور تک
تعاقب کیا۔ اچھا کیا آپ لے آئے۔ ویسے تو بڑی بنتی ہے
یہ لڑکی ایک فوٹو گرافر کو نہیں ڈھونڈ پائی۔

زلزل عابیرہ کو گھور کر بولا۔ برعکس عابیرہ نے بھی زلزل کو
گھورا۔ گرلز چلو! چھوڑ دے عاصم بھائی ہماری نند کو کہی
نہیں لے کر جا رہے۔

عاصم جو آئزہ کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھا تھا۔ زلزل کی بات پر

چلو مارو میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں، تم کتنی بہادر ہو، عالینہ
پیچھے کی طرف قدم بڑھانے لگی۔ ہاشم غصے سے سر
درخت کے ساتھ ٹکائے دیکھ رہا تھا۔ عالینہ آبان کو اپنی
طرف بڑھتے دیکھ کر ٹریگر پر اپنی انگلی کا دباؤ بڑھایا۔ گولی
سیدھا۔ آبان کے کندھے پر لگی۔

آبان نے بے یقینی نظروں سے عالینہ کی طرف دیکھا۔
ہاشم گولی کی آواز پر عالینہ کی طرف جو ہاتھ میں پسٹل
پکڑے کانپ رہی تھی۔ اسے خود بھی یقین نہیں آ رہا
تھا۔

اس نے گولی چلا دی۔ آبان کو زمین پر گرتے دیکھ کر
عالینہ کے ہاتھ سے پسٹل گری۔ آبان مسکراتی نظروں

سے دیکھ رہا تھا۔ گولی تو اسے چھو کر گزری تھی۔ پر وہ
یقین نہیں کر پایا تھا۔ عالینہ کچھ ایسا کرے گی۔ ہاشم فوراً
عالینہ کی طرف بڑھا۔

اور اسے اپنے سینے سے لگایا۔ جو کانپ رہی تھی۔ آبان
باشم کو دیکھ کر غصے سے اٹھا۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی۔
میری حویلی آنے کی۔ خبردار جو تم آگے بڑھے ابھی تو تم
بچ گے ہو، آئندہ اسے چھونے کی کوشش کی تمہیں زندہ
زمین میں گھاڑ دوں گا۔ تم ہوتے کون ہو مجھے روکنے
والے۔ میری مینگتر ہے۔ جو مرضی کرو اس کے ساتھ۔

ہاشم کے منہ سے مینگتر لفظ سن کر اس کے مضبوط قدم
لڑکھڑائے۔ عالینہ اس کے لڑکھڑانے پر اس کے سینے
میں مزید چپکی ہاشم نے ایک ہی جھٹکے سے عالینہ کو اپنی
باہوں میں اٹھایا۔ ہوگی تمہاری مینگتر پر اب نہیں رہے
گی۔

باشم آبان کے کندھے پر بہتے خون کو دیکھ کر گیٹ کی
طرف بڑھا۔ آبان نے غصے سے اس کی پیٹھ
کو گورا گارڈز جلدی سے آبان کی طرف بڑھے۔ آبان
نے ان سب کو وہی روک دیا۔ گاڑی۔ نکالو ہو اسپتال جانا
ہے، ایک گارڈ جلدی سی گاڑی کی طرف بڑھا۔

آبان بھی اپنے کندھے پر ہاتھ رکھتا، گاڑی میں بیٹھا۔ اور
حویلی سے باہر نکلا۔

باشم عالینہ کو ایسے ہی اٹھائے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔
عالینہ کا نقاب اتار۔ عالینہ ہاشم کے سینے سے اور شدت
سے لپکی۔ ڈر کیوں رہی ہو۔ تم خود ہی تو قتل کرنے کے
ارادے سے آئی تھی۔ اب ڈر کیسا، ہاشم گاڑی کی اگلی
سیٹ پر بیٹھاتے ہوئے بولا۔ اور خود گاڑی کی ڈرائیونگ
سیٹ سنبھالی۔ ہاشم وہ بچ گیا۔ اب وہ مجھے نہیں چھوڑے
گا۔ عالینہ کی آنکھوں میں دو سال پہلے کا منظر آیا۔ تب
بھی اس نے گولی چلائی تھی۔ وہ بچ گیا تھا۔ اس کے بعد جو

اس نے کیا۔ عالینہ کی روح کانپ اٹھی۔ ہاشم اس کا زرد
رنگ پڑتے دیکھ کر گاڑی روکی۔

عالینہ کیا ہوا! ہاشم وہ پھر سے بچ گیا۔ وہ مجھے نہیں
چھوڑے گا۔ وہ یہاں سے بھی چھوئے گا۔ یہاں سے
بھی، یہاں سے بھی عالینہ روتے ہوئے اپنے جسم کے
ایک ایک حصے پر انگلی رکھ کر بتانے لگی۔ ہاشم بے یقین
نظروں سے دیکھنے لگا۔ عالیہ کا پاگل پن دیکھ کر ہاشم نے
ایک ہی جھٹکے سے اپنے سینے سے لگایا۔ اسے یقین نہیں آ
رہا تھا۔ عالینہ کے ساتھ ایسا کچھ ہو گیا ہے۔ اس کے اپنے
چچا کا بیٹے

اس کے ساتھ کچھ ایسا کرے گا وہ بے یقین ہوا تھا۔ وہ
نہیں مرا ہاشم وہ مجھے نہیں چھوڑے گا۔ عالینہ روتے
ہوئے پھر سے بولی۔ کچھ نہیں ہو گا عالینہ میرے ہوتے
ہوئے، کوئی تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔ تمہارے
تک پہنچنے سے پہلے اسے زندہ زمین میں گاڑ دوں گا۔ ہاشم
نے اس کے بالوں پر لب رکھے۔
عالینہ نے سر اٹھا کر ہاشم کو دیکھا۔ اور پھر دوبارہ اس کے
سینے پر سر رکھ لیا۔۔۔

شاہ میر لاؤنج میں داخل ہوا۔ سلطان پاشا اور ازبان کو
بیٹھے دیکھا زل سلطان پاشا کے سینے سے لگ کر بیٹھی
تھی۔ شاہ میر ان کی طرف بڑھا۔

اسلام علیکم! شاہ میر سلطان پاشا اور ازبان سے مل کر
سامنے صوفے پر زرمینہ بیگم کے ساتھ بیٹھ گیا۔ کیسے آنا
ہو اسر صاحب اپنی بیٹی کو بیاہ کر بھول ہی گے۔ سلطان
پاشا سے پہلے ازبان بولا شاہ میر بھائی بھولے ہوتے تو
یہاں نہیں بیٹھے ہوتے۔ ہم! سالے صاحب میر مجھے پایا
کے ساتھ جانا ہے۔ زل کی بات پر شاہ میر ایک جھٹکے
سے سیدھا ہو کر بیٹھا۔ اور اسے سرخ ہوتی آنکھوں سے

گھور نے لگا۔ شاہ میر بیٹا بھیج دو جب سے شادی ہوئی ہے،
کہی نہیں گئی۔ اس کو اپنے بابا کے ساتھ جانے دو، کچھ دن
وہاں رہے گی، دل ہلکا ہو جائے گا۔

جب پہلے سے ہی پلین بنا لیا ہے تو مجھ سے پوچھنے کی کوئی
ضرورت نہیں۔ جب دل بھر جائے آجائے گی۔ شاہ میر
غصے سے زل کو گھورتے بولا! اور لمبے لمبے ڈگ بڑھتا
اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ سلطان پاشا اس کی پیٹھ کو
گھورنے لگے۔ زل بھی بھیگی آنکھوں سے شاہ میر کو
جاتے دیکھنے لگی۔ زل بچے اگر تم نہیں جانا چاہتی، تو رہنے
دو۔ نہیں بابا میں جاؤں گی۔ ہاں بیٹا جاؤ، یہ وقتی غصہ ہے،

دیکھنا وہ تمہیں خودی لینے آئے گا۔ زرمینہ بیگم اٹھ کر
پاس آئی اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ٹھیک ہے،
مورے میں ابھی اپنا سامان لے کر آئی۔ زل اپنے
کمرے کی طرف بڑھی۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی
شاہ میر کو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے دیکھا۔

اور سگریٹ پھونکتے دیکھ کر زل اس کے پاس آئی۔ میر!
زل نے کندھے پر ہاتھ رکھا، شاہ میر اپنی سرخ ہوتی
آنکھوں سے گھورا۔ میر آپ ناراض ہے۔ میری اتنی
مجال میں زل پاشا سے ناراض ہو جاؤں۔

جب تمہارا دل بھر جائے مجھے کال کر دینا میں آ جاؤں گا
لینے۔ شاہ میر بنا اسے دیکھے، بولا! زل شاہ میر کی بے رخی
پر تڑپ کر رہ گی۔ بابا کی طرف جارہی ہوں، کہی اور نہیں
جو آپ اس طرح ریکٹ کر رہے ہے، زل غصے سے اپنی
چیزیں بیگ میں رکھے بولی۔ اور اپنا سوٹ کیس اٹھا کر باہر
نکلی۔ شاہ میر نے غصے سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

بابا ازبان بھائی چلے زل زرمینہ بیگم کے گلے لگتی ان سے
بولی۔ اور باہر کی طرف بڑھی۔ ازہان اور سلطان پاشا بھی
اپنی بیٹی کے پیچھے بڑھے۔

عابیرہ، ہیزل ماہی اوپر بیٹھی چھت سے زل کو جاتے دیکھ
کر وہی بیٹھ گئی۔ کچھ بتا کر گئی ہے کب آئے گی واپس
مجھے کوئی آئیڈیا نہیں۔ چلو آؤ کچھ سپیشل بنا کر کھاتے
ہے۔ ہاں چلو! بھوک بھی لگ رہی ہے، ماہی منہ بنا کر بولی
عابیرہ اور ماہی ہیزل کا ہاتھ پکڑے نیچے اترنے لگی۔ اور
کچن کی طرف بڑھ گئی۔ کیا کھانا ہے ہیزل بھابھی جو تم
لوگ بناؤ گی میں کھالوں گی۔ دیکھ لے پھر ہم مصالحہ دار
نوڈلز بنائے گے۔ کیا کھا لے گی آپ، کیوں تم دونوں
کھا سکتی ہو تو میں بھی کھا سکتی ہوں، عابیرہ پین میں پانی
ڈال کا چولہے پر رکھا۔ ماہی چار نوڈلز کے پیک نکال کر
لائی۔ ہیزل وہی سلیپ پر بیٹھی ان دونوں کو دیکھنے لگی۔

اور ہیلو! یہ تم دونوں نوڈلز کے ساتھ کھیل کیوں رہی ہو۔
عابیرہ پین میں نوڈلز ڈالے۔ ہاتھ کی مدد سے اچھالنے
لگی۔ بھا بھی میں نے بڑے بڑے شیف کو ایسا کرتے
ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے سوچا میں بھی آزما لوں۔
اور ہیلو! تم رہنے دو جیسے تم کر رہی ہوں۔ ایسے تو ہمارے
معصوم نوڈلز ہمارے منہ میں آنے سے پہلے زمین کو
پیارے ہو جائے گے۔ ماہی عابیرہ کے ہاتھوں سے پین
لیتے ہوئے بولی۔ اتنا بھی بڑا نہیں کر رہی تھی میں۔
عابیرہ ماہی کو گھورتے ہوئے بولی۔ ہیزل مسکراتے ہوئے
ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ ماہی نے نوڈلز کٹوری میں

ڈالے۔ اور ان دنوں کی طرف بڑھائی ہیزل نے کانٹے
کی مدد سے گھما کر منہ میں ڈالے۔

اف!

اتنا مصالحہ ڈالا ہے تم لوگوں نے بھابھی اتنا بھی نہیں
ڈالا۔ یہ تو نارمل ہے۔ ماہی اور عابیرہ مسکراتے ہوئے
بولی۔ یہ دیکھے ہم نے ختم بھی کر لیے ہمیں تو مرچی نہیں
لگی۔ یہ لو یہ بھی ٹھوس لو۔ ہیزل فریج سے جو س نکال کر
پینے لگی۔ بہرام کی آواز پر باہر کی طرف دیکھا۔ ہیزل
کہاں ہو تم! ہیزل فوراً کچن سے باہر نکلی۔ اور بہرام کی کی
طرف بڑھی۔ کیا ہوا خان ایسے کیوں چلا رہے ہے آپ
کمرے میں آ کر کمرے نکال کر دو۔ کہی جانا ہے مجھے۔

ہیزل بہرام کے ساتھ کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ عابیرہ
اور ماہی کچن میں کھڑی برتن سمیٹنے لگی۔ بھابھی آپ
جائے میں سمیٹ کر آتی ہوں۔ ہم اٹھیک ہے تم سمیٹ
کر آؤ آؤ آؤ سے بات کرتے ہے۔

ماہی اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ عابیرہ ماہی کے جاتے
ہی برتن سمیٹنے لگی۔ دامیار جو وہاں سے گزر رہا تھا۔ عابیرہ
کو کچن میں برتن دھوتے دیکھ کر وہی دیوار کے ساتھ
ٹیک لگائے کھڑا ہو گیا۔ کمرے سے نیچے جھولتے سنہری بال
بکھرے پڑے تھے۔ عابیرہ برتن دھو کر جیسے ہی مڑی
دامیار کو سامنے کھڑے دیکھ کر حیران ہوئی۔ آپ۔۔۔

آپ کو کچھ چاہیے۔ عابیرہ اپنی لڑکھڑاتی زبان سے بولی۔
دامیار مسکراتے ہوئے اس کے پاس آیا۔ عابیرہ دو قدم
پیچھے کو کھسکی۔ اور سیدھا سلیپ کے ساتھ جا کر لگی۔

دامیار دونوں طرف ہاتھ جما کر اس پر جھکا۔ تم مجھ سے
دور کیوں بھاگتی ہو، عالی! کیا تمہیں بھوت نظر آتا ہوں۔
وہ مجھے نا آپ سے ڈر لگتا ہے، بھوت تو آپ بہت پیارے
ہے۔ عابیرہ اس کی شرٹ کے بٹن کے ساتھ کھیلتے بولی۔
دامیار کا قہقہہ کچن میں گونجا۔ ڈر کیوں لگتا ہے، پتہ نہیں،
عابیرہ اس کے حصار سے ادھر ادھر سے نکلنے کی کوشش
کرنے لگی۔ تمہاری ہر کوشش ناکام ہے عالی! دامیار مجھے
جانے دو۔ کوئی دیکھ لے گا۔ ایسے کیسے جانے دوں۔ اتنی

مشکل سے ہاتھ لگی ہو۔ میری سنہری بالوں والی چڑیل۔
سات ماہ پہلے تم نے مجھے بنا دیکھے انکار کیا تھا۔ اس کا
حساب تو آج دینا پڑے گا۔ دیکھا تو میں نے بھی نہیں تھا
تھا تمہیں امریکہ میں ایک دو دفعہ چکر لگایا تھا۔ پر تمہیں
پھر بھی نہیں دیکھا۔ جب تم نے انکار کی وجہ بتائی، تو
میرے مجھے ذرا بڑی نا لگی۔ پر تمہیں آج قریب سے دیکھ
کر خود پر غصہ آرہا ہے۔ بہرام سے کرتی ہوں نامحبت!
یہی وجہ بتائی تھی نا۔ پر اب نہیں کرتی ہوں۔ عابیرہ
دامیار کے غصہ کرنے پر آنکھوں میں نمی لے کر بولی۔
گڑ! یہی سننا چاہتا تھا میں۔ بہرام نے عابیرہ کو کمر سے پکڑ
کر سلیب پر بیٹھایا۔ تو رو کیوں رہی ہو۔ وہ آپ نے ڈانٹا

نا۔ میں نے کب ڈانٹا عالی جان! ابھی ڈانٹا! پر مجھے تو نہیں
لگتا میں نے ڈانٹا۔ مجھے تو لگانا۔ عابیرہ سوں سوں کرتی
بولی۔ دامیار کو اس کی شکایتوں پر جی بھر کر پیار آیا۔ جب

تم روتی ہو تم بہت پیاری لگتی ہو۔ بہرام اسے سینے سے
لگائے بولا۔ عابیرہ کا چہرہ سرخ پڑا۔ عابیرہ دامیار کے سینے
سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ دامیار نے اپنی باہوں کا
حصار اور مضبوط کیا۔ دامیار چھوڑے پلینز ہر گز نہیں۔

دامیار نے اس کے کندھے پر لب رکھے۔ عابیرہ کے
ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ کی دوری عالی کس می! عابیرہ

نے نامیں سر ہلایا۔ کس می عابی! ورنہ یہاں ہی بیٹھی رہو
گی۔ اگر تم نے کس ناکی تو تمہیں 5 منٹ تک رہائی نہیں
ملے گی۔ سوچ لو اگر کوئی آء بھی گیا تو تب بھی نہیں رہائی
ملے گی۔ عابیرہ حیران نظروں سے دامیار کی نیلی
آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ چلو کرو، ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔

آنکھیں بند کرے۔ دامیار نے پہلے اسے گور کر دیکھا،
پھر آنکھیں بند کی۔ دامیار کی بند آنکھیں دیکھ کر عابیرہ
کی نظر اس کے عنابی ہونٹوں پر گئی۔ کر بھی دو جان!
دامیار کے جان کہنے پر عابیرہ اس کی بند آنکھوں کو دیکھنے
لگی۔ دامیار نے اپنی بند آنکھیں کھول کر عابیرہ کو دیکھا۔

کیا ہوا! عابیرہ نے نفی میں سر ہلایا۔ مجھ سے نہیں ہوگا،
دامیار کیوں نہیں ہوگا۔ دامیار نے اسے کھینچ کر اپنے اور
قریب کیا۔ اور خود اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔ عابیرہ
نے اسے خود سے دور کرنا چاہا۔ دامیار اور شدت سے اس
کے ہونٹوں پر لپکا۔ دامیار نے عابیرہ کو پکڑ کر دیوار کے
ساتھ لگایا، پر اس کے لبوں کو آزاد کیا۔ عابیرہ کو اپنا
سانس بند ہوتا ہوا محسوس ہوا عابیرہ نے دامیار کی شرٹ
کو مٹھیوں میں دبوچا۔ دامیار اسے سانس نالیتے دیکھ کر
اپنے لبوں سے آزاد کیا۔ عابیرہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھے
گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ دامیار عابیرہ کے قریب
ہوا اسے اپنے سینے سے لگایا۔ میں تمہیں بتا نہیں سکتا عالی

تم میرے لیے کیا معنی رکھتی ہو۔ عشق کرتا ہوں تم سے
عابیرہ بھیگی آنکھوں سے دامیار کو دیکھنے لگی۔ پر میں آپ
سے عشق نہیں کرتی۔ مجھے فرق نہیں پڑتا، میں رانیہ
پھوپھو سے اور حاجی سے ہمارے نکاح کی بات کرتا
ہوں۔

عابیرہ نے چونک کر دامیار کی طرف دیکھا۔ ایسے نادیکھو
اب تمہیں مکمل اپنی دسترس میں لینے کا ارادہ کر لیا ہے۔
دو تین دن میں سادگی سے ہمارا نکاح ہو گا۔ اور تمہارا
جواب ہاں میں ہونا چاہیے۔ اگر ناکی پھر بھی تمہیں میری
ہی دسترس میں آنا ہے۔ دامیار اس کے ماتھے پر بوسہ
دیتا لمبے لمبے ڈگ بڑھتا بچن سے نکلا۔

عابیرہ ویسے ہی سٹک کھڑی رہی۔ آنسو گالوں پر بہنے لگے۔ ایک بھائی نفرت کرتا ہے دوسرا آکر مرہم لگاتا ہے۔ نہیں میں ہر گز نہیں دامیار سے نکاح کروں گی۔

عابیرہ روتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔

سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ اوپر والی سیڑھی سے پاؤں سلیپ ہوا۔ اور گھومتے ہوئے سیڑھیوں سے گری۔ عابیرہ کا سر

فرش پر جا کر لگا۔ ہر طرف خون پھیل گیا۔ خطر غام جو

لاؤنج میں داخل ہو رہا تھا۔ عابیرہ کو سیڑھیوں سے گرتا

دیکھ کر عابیرہ بلند آواز میں پکارا۔

ضرغام کی آواز پر سب اپنے اپنے کمروں سے نکلے۔
عابیرہ میری بچی رانیہ تڑپ کر عابیرہ کی طرف بڑھی۔
ضرغام عابیرہ کا سر اپنی گود میں رکھے، دیکھ رہا
تھا۔ خون کافی بہہ چکا تھا۔ ہیزل، ماہی زرینہ بیگم فوراً
عابیرہ کی طرف بڑھے۔ ضرغام اسے ہو سپیٹل لے کر
چلو خون بہت بہہ چکا ہے۔ ضرغام ویسے ہی بیٹھا رہا۔ حاکم
خان وہی صوفے پر بیٹھ گئے۔ دامیار جو واش روم میں
تھا۔

جلدی سے نیچے آیا۔ عابیرہ کو خون میں رنگے دیکھ کر
دامیار کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا۔ دامیار جلدی

سے عابیرہ کی طرف بڑھا۔ ضرغام کی گود سے سر اٹھا کر
اپنی گود میں رکھا۔ سب کی نظریں دامیار کی طرف
تھی۔ شاہ میر گاڑی نکالو گوفاسٹ، جی لالا شاہ میر فوراً باہر
کی طرف بڑھا۔ دامیار بھی عابیرہ کو گود میں اٹھائے باہر
کی طرف بڑھا۔ ضرغام بھی دامیار کی طرف بڑھا۔ رانیہ
بیگم ابھی بڑھتی مام آپ یہاں ہی رہے۔ ہم سب ہے
عابیرہ کے ساتھ، ضرغام کہہ کر جلدی سے گاڑی کی
طرف بڑھا۔ دامیار عابیرہ کو لے کر پیچھے بیٹھا۔ ضرغام
اور شاہ میر آگے۔

دامیار نے اپنا ہاتھ عابیرہ کے سر کے نیچے رکھا خون رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

کچھ نہیں ہوگا، تمہیں عالی! ابھی تو تم نے حساب بھی دینا ہے۔ دامیار اس کا ہاتھ چوم کر بولا۔ عابیرہ کو لے کر ہو اسپتال پہنچے۔ عابیرہ آپریشن تھیٹر میں تھی۔ سیڑھیوں سے گرنے کی وجہ سے دو تین جگہ سے سر پھٹ گیا ہے۔ خون بھی کافی زیادہ بہہ گیا ہے۔ دامیار کافی دیر سے باہر چکر لگا رہا تھا۔ ضرغام کرسی پر بیٹھا، اپنی نگاہیں زمین پر گاڑھے ہوئے تھا۔ شاہ میر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دامیار کو دیکھ رہا تھا۔ جو غصے سے کبھی اپنے بالوں پر اور اپنے سینے پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ ڈاکٹر کو باہر آتے دیکھ کر

تینوں جلدی سے ڈاکٹر کی طرف بڑھے۔ ڈاکٹر میری بہن
کیسی ہے۔ ضرغام اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کر کے
بولا۔

دیکھے آپ سب پریشان ناہو، وہ خطرے سے باہر ہے،
سر پر گہری چوٹے آئی ہے، سات اٹھ ٹانگے ان کے سر
پر لگے ہیں۔ ہم نے پیشینٹ کو نیند کا انجیکشن دیا ہے۔
سات اٹھ گھنٹوں کے بعد پیشینٹ کو ہوش آئے گا۔ ابھی
وہ خطرے سے باہر ہے۔ ڈاکٹر دامیار کے کندھے پر ہاتھ
رکھ کر آگے بڑھ گیا۔ سب یہ سن کر کہ عابیرہ ٹھیک
ہے۔ شاہ میر

جلدی سے موبائل نکال کر بہرام کے نمبر پر کال کیا۔
بہرام نے ایک ہی رنگ میں کال اٹھالی۔ ہاں شاہ میر اب
کیسی ہے عابیرہ، لالا! ٹھیک ہے عابیرہ، ڈاکٹرز نے بولا ہے
، آپ کا پیشنت خطرے سے باہر ہے۔ کچھ گھنٹوں میں
ہوش آجائے گا۔ اوو کے! میں سب کو بتا دیتا ہوں۔ کہہ
کر کال بند کی۔

داجی! پھوپھو مورے عابیرہ بلکل ٹھیک ہے، شاہ میر کی
کال آئی تھی۔ بہرام ہمیں ہماری عابیرہ کے پاس لے
چلو، پھوپھو ڈاکٹرز کا کہنا ہے عابیرہ کو ہوش جب آئے گی
اسے ڈسچارج دے دیں گے۔ آپ پریشان نہ ہو، وہاں
تینوں ہے نا، ہیزل، ماہی پھوپھو کو ان کے روم میں لے

چلو، ٹھیک ہے۔ دونوں رانیہ کی طرف بڑھی۔ ان کو
سہارا دے کر ان کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ راجی!
آئے میں آپ کو آپ کے کمرے میں لے چلتا ہوں۔
آپ کی نماز کا ٹائم بھی ہو گیا ہے۔ کاوش حاکم کو سہارا
دے کر کمرے کی طرف بڑھے۔ عابیرہ تو ان کی فیورٹ
تھی۔ حاکم خان عابیرہ کی باتوں کو سوچ کر مسکرا نے
لگے۔

عابیرہ کو دوسرے روم میں شفٹ کر دیا تھا۔ ضرغام
عابیرہ کے پاس بیٹھا، اس کے سر پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔
دامیار دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے، اپنی نظریں عابیرہ

کے چہرے پر ٹکائے کھڑا تھا۔ سینے میں شدید درد اٹھ رہا
تھا۔ عابیرہ کو ایسے لیٹے دیکھ کر سگریٹ کے گہرے کش
لگانے لگا۔ وہ بیڈ پر لیٹے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔
لالا آپ یہاں ہی ٹہرے میں آتا ہوں، ڈاکٹر سے مل کر
میں یہاں ہی ضرغام تم جاؤ، دامیار ضرغام کے کندھے پر
ہاتھ رکھ کر بولا۔

ضرغام ہلکا سا مسکرا کر باہر نکلا۔ دامیار وہی عابیرہ کے پاس
بیٹھ گیا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔ عالی میری جان
اٹھ جاؤ چھ گھنٹے ہونے والے ہے۔ تمہارے دامیار

کادل اتنا بڑا نہیں ہے، کہ تمہیں اس حالت میں دیکھ سکے۔ دامیار نے عابیرہ کا ہاتھ پکڑ کر پھر لیوں سے لگایا۔ عابیرہ جو ہوش میں آرہی تھی۔ کسی کا لمس محسوس کر کے آنکھیں کھولی۔ سامنے دامیار کو دیکھ کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ سر میں درد کی تیزی سے ایک لہر اٹھی۔ عالی! تم ٹھیک ہو، میں ابھی ڈاکٹر کو بولاتا ہوں۔ نہیں دامیار! عابیرہ دامیار کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ میں ٹھیک ہوں۔ نہیں تم بالکل ٹھیک نہیں ہو۔ دیکھو اپنی حالت کتنی چوٹیں آئی ہے۔ کیسے گری۔ ہم! بتاؤ دامیار اپنے چہرے پر سرد تاثرات لے کر بولا۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ میں۔۔

--- دامیار --- سیڑھیوں --- سے --- میرا پاؤں
سلیپ ہو گیا تھا۔ عابیرہ اپنی آنکھوں میں موٹے موٹے
آنسو لیے بولی۔ دامیار اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر
فوراً اپنے سینے سے لگایا۔ عالی! تم نہیں جانتی تم میرے
لیے کیا ہو۔ تمہیں پہلی نظر میں دیکھتے ہی محبت ہو گئی
، اب تم سے عشق ہو گیا ہے۔ اس دل کی حاکم ہو تم، تم
یہاں بغیر اذیتوں کے رہ سکتی ہوں، عالی! کوئی تمہیں
نظریں بھر کر دیکھیں میں برداشت نہیں کر سکتا۔
عابیرہ اپنی نم آنکھوں سے دامیار کی نیلی آنکھوں میں
دیکھنے لگی۔ دامیار نے اس کی آنکھوں کو شدت سے چوما

ڈاکٹر کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر دامیار نے عابیرہ کا سر
تکیے پر رکھا۔ ڈاکٹر نے عابیرہ کا چیک اپ کیا۔ کیسی ہے
مس عابیرہ کہی بین تو نہیں ہو رہا۔ نہیں ڈاکٹر میں ٹھیک
ہوں، گڑ! آپ بہت بہادر ہے، ڈاکٹر برلاس ہلکا سا مسکرا
کر بولا۔ عابیرہ بھی ہلکا سا مسکرائی۔ ضرغام اندر داخل
ہوا، عابیرہ کے پاس فوراً آیا۔ اور اسے اپنے سینے سے
لگایا۔ تم بالکل نہیں سدھر سکتی، بی! جان نکالنا تم سے کوئی
پوچھے، ضرغام اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولا۔

عابیرہ بھی ہلکا سا مسکرا کر ضرغام کے سینے میں چھپی۔
ڈاکٹر ہم لے جاسکتے ہیں، عابیرہ کو جی بالکل دامیار صاحب

آپ انہیں گھر لے جاسکتے ہے، بس آپ لوگوں نے ان کا اچھے سے خیال رکھنا ہے۔

دامیار ابھی تک عابیرہ کو ضرغام کے سینے میں چھپے دیکھ کر غصے سے مٹھیاں دبوچی! ضرغام دامیار کی طرف دیکھ کر گہرا مسکرایا۔ ضرغام محسوس تو کر چکا تھا۔ دامیار عابیرہ کو لے کر کس حد تک پوزیسیو ہے۔

لالا آپ عابیرہ کو لے کر باہر آئے۔ میں شاہ میر کو دیکھتا ہوں۔ عابیرہ نے گھور کر ضرغام کو دیکھا، ضرغام مسکرا کر باہر نکلا۔ عابیرہ بھی نیچے اترنے کی کوشش کرنے لگی،

دامیار ایک ہی جست میں عابیرہ کی طرف بڑھا، اور اسے
بنادیکھے اس کے پاؤں میں سلیپر زپہنائی

اور اسے سہارا دے کر کھڑا کیا۔ دامیار میں چل لوں گی۔

چپ کر کے میرے ساتھ چلو، ورنہ تمہیں اپنی باہوں

میں اٹھا کر لے کر جاؤں گا۔ نہیں میں چل رہی ہوں

ساتھ، عابیرہ فوراً بولی۔ دامیار اسے لیے روم سے باہر

نکلا۔ شاہ میر اور ضرغام کو سامنے کھڑا دیکھ کر عابیرہ شرم

سے سر جھکا لیا۔

کیا پر ٹکٹ جوڑی ہے، شاہ میر ان دونوں کی پیچھے لیتے

ہوئے بولا۔ اب یہ پیچھے گئی داجی کے موبائل پر! دامیار

شاہ میر کی حرکت پر گہرا مسکرا، وہ۔۔ وہ کیا ڈائیلاگ بول

رہے تھے۔ اس دل کی حاکم ہو تم، تم یہاں بغیر اذیتوں
کے بھی رہ سکتی ہو۔

عابیرہ نے چونک کر شاہ میر کی طرف دیکھا، کمینے تو ہماری
باتیں سن رہا تھا۔ نہیں لالا تو بہ میں کیوں سنوں گا۔

وہ تم میں عابیرہ کو دیکھنے آیا تھا۔ آپ کو مصروف
دیکھ کر پلٹ گیا۔ ضرغام مسکراتے ہوئے، شاہ میر کی
طرف دیکھ رہا تھا۔ عابیرہ نے شرم سے سر جھکا لیا۔ دامیار
عابیرہ کو لے کر آگے بڑا، سامنے دلاور خان کو آتے دیکھ

کر، وہی رک گیا۔ دلاور خان دامیار کو دیکھ کر گہرا
مسکرایا۔

اور نظریں ساتھ کھڑی لڑکی پڑ گئی۔ شاہ میر اور ضرغام
بھی غصے سے دلاور کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دلاور خان
چلتا ہوا، دامیار کے مقابل آیا۔

دلاور خان اوپر سے نیچے تک معائنہ کرنے لگا۔ دامیار
اس کو معائنہ کرتے دیکھ کر بلند و باک قہقہہ لگایا۔ دلاور
خان میں ہی ہوں، دامیار حاکم خان کا پوتا، اور عدنان
حاکم خان کا بیٹا۔ اچھے سے دیکھ لو، تمہارے سامنے کھڑا
ہوں، زندہ! یقین تو تمہیں نہیں آیا ہو گا۔ جب میرے

زندہ ہونے کی خبر پتہ چلی ہوگی۔ افسوس تب تیری
حالت نہیں دیکھ پایا۔ ہاں افسوس تو بہت ہوا، پر تب توں
جیسے تیسے کر کے بچ گیا۔ اب نہیں بچے گا۔ دلاور خان
عابیرہ کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا!

عابیرہ فوراً دامیار کے سینے میں چھپی۔ دامیار نے دلاور کا
ہاتھ پکڑ کر اپنے سخت گرفت میں لیا۔ آج تو یہ ہاتھ بڑھا
لیا۔

آئندہ کوشش بھی نا کرنا۔ ورنہ ہاتھ کاٹنے میں ٹائم نہیں
لگاؤں گا۔ دامیار غصے سے دھاڑا، مابیرہ اس کی دھاڑ پر اور
شدت سے اس کے سینے سے لپٹی اور کیا کہا تھا، تم نے

ہمارے لالا کو مارے گا۔ اس سے پہلے ہم تمہیں مار دے
گے،

ایک آنچ بھی نہیں آنے دے گے لالا پر۔ شاہ میر اور
ضرغام غصے سے دلا اور خان کو دیکھ کر بولے۔
دیکھ لوں گا تم سب کو دلا اور خان غصے سے ان سب کو دیکھ
کر دھاڑا، اور فوراً وہاں سے نکلا۔ دامیار بھی عابیرہ کو
گاڑی کی طرف لے کر بڑھے۔

شاہ! ہم اپنے کمرے میں کب جائے گے۔ آئزہ اس کے
ساتھ سیڑھیاں اترتے ہوئے بولی۔ شاہ کی جان!
جب تمہاری لائبریری ریڈی ہو جائے گی۔ وہ کب ہو
گی۔ آج مکمل ہو جائے گی۔ صبح شفٹ ہو جائے گے اپنے

روم میں عاصم آئزہ کے گال چوم کر بولا۔

شاہ! کیا کر رہے، سب یہاں ہی دیکھ رہے، ہے۔ اوو! میں
تو بھول گیا۔ میری بیوی بہت شرماتی ہے۔ عاصم پھر سے
آئزہ کے گال چومے۔

شاہ! میں آپ کی طرح بے شرم تھوڑی ہوں، اچھا! تم مجھے بے شرم کا لقب دے رہی ہو۔ تو آ جاؤ روم میں تمہیں دکھاتا ہوں۔ بے شرمی کیا ہوتی ہے۔

عاصم آئزہ کا ہاتھ پکڑ کر پھر سے اوپر کی طرف بڑھنے لگا۔ شاہ چھوڑے مجھے سب ہمیں ہی دیکھ رہے ہیں۔ مجھے سب کے ساتھ نیچے بیٹھنا ہے۔

بیٹھ جانا سب یہاں ہی ابھی فلحال میرے جزبات کا سوچو ڈار لنگ! جو بہک رہے ہیں۔ عاصم آئزہ کو کمرے میں لے کر آیا۔ اور دروازہ لاک کیا۔ عاصم پلینز نہیں! میں آپ کو برداشت نہیں کر پاؤں گی۔ شاہ کی جان!

برداشت تو کرنا پڑے گا۔ ہم اوپر والا ہی پر و سس کر لے
گے۔ عاصم آئزہ کے کان میں جھک کر بولا! آئزہ عاصم کی
بات پر سرخ پڑ گئی۔ شاہ! آئزہ کچھ بولتی عاصم فوراً اس
کے ہونٹوں پر قابض ہوا۔ اور آئزہ کی ٹانگیں اپنی کمر پر
پن کی۔ آئزہ نے زور سے عاصم کی کمر پر مکے برسائے
لگی۔ عاصم اس کے نازک مکوں کا وار سہتے مسکرا نے لگا۔
پر اس کے لبوں کو آزاد نا کیا۔

عاصم اسے سانس نا لیتے دیکھ کر اس کے لبوں کو آزادی
بخشی۔ آئزہ عاصم کے کندھے پر سر رکھے، گہرے
گہرے سانس لینے لگی۔ عاصم نے آئزہ کی شرٹ ریموو کی
، آئزہ شرم سے عاصم کے سینے میں چپکی۔

عاصم اس ایسے گود میں اٹھائے صوفے پر بیٹھا۔ آئزہ کو اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹی بجتی ہوئی محسوس ہوئی۔ عاصم نے آئزہ کی دھڑکنوں کو نرمی سے چوماشاہ! آئزہ نے عاصم کو ہلکی آواز میں پکارا، ش شاہ مجھے نیچے اتاریں، آئزہ اس کی گود میں میں بیٹھی کانپنے لگی۔ شاہ کی جان! کچھ نہیں کروں گا۔ عاصم اسے تھوڑا جھکاتے ہوئے اس کے پیٹ پر لب رکھنے لگا۔

آئزہ کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی۔ شاہ میری کمر ٹوٹ جائے گی۔ آئزہ بھیگی آواز میں بولی۔ عاصم نے ایک جھٹکے سے آئزہ کو اوپر اٹھایا۔ بہت برے ہے آپ شاہ!

ایسے کون پیار کرتا ہے۔ آئزہ عاصم کے سینے میں دانت
گھاڑے بولی۔ آہہ! شاہ کی جان تمہارا شاہ کرتا ہے پیار۔
اس سے بھی جان لیوہ پیار کر سکتا ہوں۔ اگر تمہاری
اجازت ہو تو، بالکل نہیں اجازت دوں گی۔



عابیرہ کو حویلی لیں آئے تھے۔ سب لوگ عابیرہ کے
کمرے میں تھے۔ عابیرہ اپنی مام کے سینے سے لپٹ کر
بیٹھی تھی۔ ہیزل عابیرہ کے لیے ہیلدی کھانا بنا کر ہاتھ
میں ٹرے پکڑے

اندر داخل ہوئی۔ ماہی اور زل بھی ہیزل کے پیچھے روم
میں داخل ہوئیں۔ شاہمیر زل کو سامنے دیکھ کر حیران
ہوا۔ ابھی کل تو سلطان پاشا کے ساتھ گئی تھی۔ آج وہ
حویلی واپس تھی۔

شاہمیر حیران ہوا۔ زل شاہمیر کو ایک نظر دیکھ کر
عابیرہ کے پاس جا کر بیٹھی۔ شاہمیر کو زل کا اٹیوڈبری
طرح چبا۔ شاہمیر غصے سے اپنے کمرے کی طرف
بڑھ گیا۔ مام مجھے آرام کرنا ہے۔ ہاں میری بچی توں آرام
کر رانیہ بیگم! عابیرہ کو تکیے پر لٹاتے اس کا ماتھا چوم کر باہر

کی طرف بڑھی۔ باقی سب بھی عابیرہ سے مل کر باہر نکل گے۔

زلزلہ روم میں داخل ہوئی۔ شاہ میر جو کھڑکی کے پاس کھڑا زلزلہ کو دیکھ رہا تھا فوراً زلزلہ کی طرف بڑھتا دیکھ فوراً زلزلہ کی طرف بڑھا۔ اور ایک ہی جھٹکے سے زلزلہ کو گود میں اٹھا کر بیڈ کی طرف بڑھا۔ زلزلہ اس اچانک افتاد پر بوکھلا گئی۔ اور شاہ میر کے سینے میں چھپ گئی۔ میر اچہ بہت اٹیوڈ آگیا ہے تم میں، چیونٹی جتنی ہو، اور ایوڈ ایک لومڑی جتنا، بہت پر نکل آئے، کاٹنے پڑے گے۔ شاہ میر اسے ایسے ہی گود میں اٹھائے، بھاری آواز میں بولا۔ میر مجھے نیچے

اتارے، مجھے کوئی بات نہیں کرنی آپ سے ایسے کیسے
بات نہیں کرنی میرا بچہ! بات تو تمہارے اچھے اچھے بھی
کرے گے۔

شاہ میر نے زل کی ٹانگیں اپنی کمر پر باندھی، زل شاہ میر
کی اس حرکت پر سانس روکے شاہ میر کی آنکھوں میں
دیکھنے لگی۔ شاہ میر اسے بولنے کا موقع دیے بغیر زل کے
لبوں پر جھک گیا۔ اور شدت سے زل کے نچلے لب کو
اپنے دانتوں میں دبایا۔ زل کی چیخ کمرے میں گونجی۔
اب کروگی اگنور مجھے زل شاہ میر خان، زل کے آنسو
بہنے لگے۔ چھوڑے مجھے میر زل اس کے سینے پر مکے

برسانے لگی۔ تمہیں چھوڑنے کے لیے تھوڑا پکڑا میری
جان!

میں آپ کے لیے واپس نہیں آئی، میر، تو میر کی جان
کس کے لیے آئی ہو۔ میں عابیرہ کے لیے آئی ہوں، میر
چھوڑے مجھے، زل اب غصے سے دھاڑی، آواز نیچے
آئندہ اونچی آواز نکالی، تمہاری جان لے لوں گا۔ شاہ میر
اسے گود سے اتار کر زل کی سرخ آنکھوں میں اپنی
سرخ آنکھیں گاڑھی۔ آپ میری جان لے گے۔
میر زل جیسے بے یقین ہوئی تھی۔ شاہ میر کے منہ سے یہ
الفاظ سن کر۔ شاہ میر زل کی آنکھوں میں خود کے لیے
بے یقینی دیکھ کر غصے سے دیوار پر مکامارا۔ زل شاہ میر

کے سینے میں مزید چھپی۔ میر! کچھ دیر میں زل کی آواز
سنائی دی۔ جی میر کی جان! میر آپ مجھے ہر وقت ڈانٹتے
کیوں رہتے ہے۔ زل بھگی آواز سے بولی۔ سوری میرا
بچہ! میں پیار سے ڈانٹتا ہوں۔ زل منہ پھلا کر شاہ میر کو
دیکھنے لگی۔

شاہ میر نے اس کے پھولے ہوئے گالوں پر لب رکھے،
میری ڈانٹ سے تمہارے پھولے گلابی گال اور زیادہ
اچھے لگتے ہے، شاہ میرے اسے بیڈ پر لٹایا اور تکیہ اس
کے سر کے نیچے صحیح کیا۔ کل میں اسلام آباد جا رہا ہوں،
تم چلو گی میرے ساتھ، زل نے نامیں سر ہلایا۔ سوچ لو

پندرہ دن تک حویلی میرا آنا نہیں ہوگا۔ میرا آپ اتنے
دن وہاں کیا کرے گے۔ کام ہے مجھے۔ میں بھی آپ کے
ساتھ چلوں گی، زلزلہ فوراً اٹھ کر بیٹھی۔ مجھے آپ کے پینا
نیند نہیں آتی کل بھی نہیں تھی آئی، زلزلہ معصوم شکل بنا
کر بولی! پر تم تو بول رہی تھی تم میرے لیے واپس نہیں
آئی۔ شاہ میرا زلزلہ پر جھکے مسکراتے ہوئے بولا! مجھے نہیں
رہنا میرے تو میں تمہیں کب یہاں چھوڑ کر جانے والا
تھا۔

ہیزل بہرام کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا!

ہیزل کو بیڈ پر الٹے لیٹے دیکھ کر جلدی سے پاس آیا۔
ہیزل تم ٹھیک ہو۔ بہرام اس پر جھکے بے حد پریشانی سے
بولا۔ خان! مجھے عجیب سے فیلنگ آرہی ہے۔

کیسی فیلنگ آرہی ہے۔ میری ہیزل کو، پتہ نہیں خان کچھ
بھی کرنے کو دل نہیں کر رہا۔ خان میرا دل گول گپے
کھانے کو دل کر رہا ہے۔ ہیزل تمہاری طبیعت ٹھیک
نہیں لگ رہی۔ چلو آؤ تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلوں۔
نہیں مجھے گول کپے کھانے ہے، خان! میری جان ٹائم
دیکھو، رات کے دو بج رہے ہیں۔ کہاں سے لاؤں جہاں
سے مرضی لائے، پر مجھے لا کر دے۔

ہیزل بھی ضدی انداز میں بولی۔ خان جائے، یہاں کیوں بیٹھے ہے، مجھے گول گھپے چاہیے، ورنہ تب ہی آپ اس کمرے میں آسکتے ہے۔ ورنہ نہیں ہیزل کمبل اوڑے لیٹ گئی۔ بہرام تو ہیزل کی بات پر دھک رہ گیا۔ اس کی چھوٹی سی بیوی اسے دھمکی دے رہی تھی۔ لا رہا ہوں، میری جان ناراض تو ناہو، بہرام اس کے کندھے پر لب رکھے بولا۔ تو جائے نا! جارہا ہوں۔ بہرام فوراً کمرے سے باہر نکلا۔ اور اپنے نمبر سے رحیم کو کی۔ جی صاحب!! سب ٹھیک تو ہے۔ ہاں ٹھیک ہے، رحیم ہیں منٹ ہونے سے پہلے حویلی میں گول کھے چھپنے چاؤ، ہیں منٹ سے

ایک منٹ اوپر ہوا، تم اپنی نوکری سے ہاتھ دھو بیٹھو
گے۔ رحیم کو بولنے کا موقع دیے بغیر کال بند کر دی۔
رحیم سوچ میں پڑ گیا، اب میں رات دو بجے کہاں سے
گول کھپے لاؤں۔

رحیم گاڑی کی طرف جلدی سے بڑھا۔ اسے اپنی نوکری
کی فکر ہونے لگی تھی۔

پندرہ منٹ میں رحیم گول گھپے لیے بہرام کے پاس کھڑا
تھا۔ صاحب بہت مشکل سے ملے ہے، ہم نے ہر جگہ
دیکھی، ایک ہوٹل کے باہر گول گھپے والا آدمی ٹھیلہ
لگائے کھڑا تھا، اس سے لے کر آیا ہوں۔

ہم اگر تجھے دو دن کے لیے ساہیوال جانا تھا، تو اسی خوشی
میں تجھے چار چھٹیاں دی، شکریہ ریہ صاحب جی! پر میں
نہیں جا رہا۔ واجی نے منع کیا ہے۔ اوو کے! اس کے لیے
تھینک یو! بہرام رحیم کا شکریہ ادا کیے، کچن کی طرف
بڑھا، ٹرے میں گول گھیے رکھے، اور باؤل میں پانی، اور
ساتھ کٹوری رکھے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ہیزل اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے واش روم سے نکلی۔ وامیٹ
کر کر کے اب اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ بہرام
ٹیبیل پر ٹرے رکھے ہیزل کے پاس ہوا، ہیزل تم مجھے
ٹھیک نہیں لگ رہی، ٹھیک ہوں خان میں بالکل ٹھیک

ہوں، آپ گول گھسے لے آئے، ہیزل جلدی سے

صوفے پر بیٹھی، خان کی جان !

تمہاری دھمکی ہی اتنی بڑی تھی، تو مجھے لانے ہی پڑے،

بہرام مسکراتے ہوئے ہیزل کے پاس بیٹھے بولا۔

ہیزل کو گول گچے کھاتے دیکھ کر حیران ہوا، بس کرو

خاناں! گلا خراب ہو جائے گا۔ نہیں ہوتا، یہ لے آپ

بھی کھائے، نہیں میں ایسے کی چیزیں نہیں کھاتا۔ خان

پلیز ایک ہیزل زبردستی بہرام کو کھلانے لگی۔ بہرام کے

جیسے منہ کے اندر پانی گیا، بہرام ایک جھٹکے سے اٹھا، اتنا

کھٹا پانی، بہرام کو اپنے کانوں سے دھوا نکلتا محسوس ہیزل

تم کیسے کھا رہی ہوں، یہ تو بہت تیکھا ہے۔ خان یہاں
آئے پانی پیے مرد بنے خان مرد، بہرام نے ہیزل کی
طرف گھور کر دیکھا۔ کیا میں تمہیں مرد نظر نہیں آتا۔
میرا مطلب ہے، کیا تمہارا مطلب ہے، بہرام نے ہیزل
کی کمر میں ہاتھ ڈال کر خود کے مقابل کیا۔ وہ میں نے تو
بھی کھایا ہے پر مجھے تو کھٹا نہیں

لگا۔ آپ کیسے بلیوں کی طرح اچھل رہے ہیں۔ ہاں

لگ رہا ہے، تمہیں کھٹا کھانے سے کچھ نہیں ہوا۔

بہرام نے ہیزل کے سرخ پڑتے لبوں پر انگلی پھیری۔
ہیزل کو مرچیں تو بہت لگ رہی تھی پر بہرام کے سامنے
وہ بالکل ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

بہرام کا موبائل بجا، بہرام ہیزل کو خود سے دور کیا۔ اور
موبائل پکڑا جہاں کال آنا بند ہوئی، بہرام نے رونگ نمبر
دیکھ کر موبائل رکھنے لگا، اسی نمبر سے پک ریسو ہوئیں۔
بہرام نے جیسے ہی پک کو دیکھا بہرام کی آنکھیں حیرت
سے پھیل گئی، عابیرہ کی پک جو بیڈ پر لیٹی سو رہی تھی، اور
پک کسی رونگ نمبر سے آئی بہرام حیران ہوا۔ کس کی
ہمت ہوئی ہماری حویلی میں گھنے کی۔ بہرام غصے سے

دھاڑا، ہیزل جو کھٹاپانی پی رہی تھی، بہرام کی دھاڑ پر پانی
کی کٹوری ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گری۔ بہرام نے
ہیزل کی طرف دیکھا، جو سہی نگاہوں سے دیکھ رہی
تھی۔

ہیزل کو اپنے گلے میں مرچے اٹکتی محسوس ہوئی ہیزل
نے پانی کی بوتل منہ کو لگائی، بہرام نے عابیرہ کی پک
دامیار کے نمبر پر فارورڈ کی، لالایہ مجھے کسی رنگ نمبر
سے ریسیو ہوئی ہے۔

بہرام دامیار کو وائٹ میسج کر کے ہیزل کی طرف بڑھا۔
ہیزل بہرام کو بولنے کا موقع دیے بغیر بہرام کو لبوں کو

اپنے لبوں میں لیا۔ بہرام ہیزل کی حرکت پر سٹل ہوا۔
ہیزل کی کمر میں ہاتھ ڈال کر خود کے اور قریب کیا۔ اب
ہیزل بہرام کے سہارے کھڑی تھی۔ بہرام نے ہیزل
کے نچلے لب کو سک کرنے
لگا۔ اب ہیزل کو خود کا سانس بند ہوتا محسوس ہوا۔ ہیزل
نے بہرام کو خود سے دور کیا۔ دونوں اب ایک دوسرے
کو گہری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

میری پیاری خاناں! میری جان تم ٹھیک ہو۔ بہرام ہیزل
کو سینے پر ہاتھ رکھے دیکھ کر بولا۔

خان! میرا دل گھبرا رہا ہے، عجیب سا کچھ ہو رہا ہے۔
آرام کروں گی۔ شاید ٹھیک ہو جاؤں۔ ہاں چلو آرام کرو،
بہرام ہیزل کو اٹھا کر بیڈ پر لٹایا۔ اور خود بھی اس کے
ساتھ لیٹ گیا۔ خان کی جان! صبح تمہیں تمہاری مورے
سے ملوانے لے جاؤ گا۔ خان آپ سچ کہہ رہے ہیں۔
ہیزل آنکھوں میں آنسو لے کر بولی۔ بہرام نے ہیزل
کی بھیگی آنکھوں پر اپنے لب
رکھے۔ میں جھوٹ کیوں بولوں گا۔ صبح ہم چلے گے،
ناشتہ وہی کرے گے۔ ہیزل بہرام کے سینے سے اور
لیٹی۔ خان! میں اپنی مورے سے مل سکتی ہوں۔ ہیزل کو
ابھی تک یقین نہیں ہو رہا تھا۔ خان کی جان! مل سکتی

ہوں۔ میں اپنی غلطیوں پر بہت شرمندہ ہوں۔ جو
سلوک میں نے تمہارے ساتھ کیا، تم ڈیزرو نہیں کرتی
تھی۔

ہیزل تم مجھے معاف کرو یا نا کرو، پر مجھے کبھی چھوڑ کر
مت جانا ورنہ تمہارا خان مر جائے گا۔ خان! ہیزل نے تو
کب کا معاف کر دیا۔ بھول جائے سب میں بھول گئی
ہوں۔ ہیزل آپ کے بنادھوری ہے کیسے آپ کو چھوڑ
سکتی ہوں۔ آئی لو یو! خان۔ آئی لو یو ٹو!

خان کی جان! خان کی دھڑکن تمہارے

بنا بہرام بھی ادھورا ہے۔ تم ہو تو بہرام ہے۔ بہرام
ہیزل کے لبوں کو چوم کر بولا۔

بہرام کا میسج سن کر دامیار عابیرہ کے روم میں داخل ہوا،
اور غصے سے روم کے چاروں اطراف میں دیکھا۔ عابیرہ
کو بیڈ پر سوئے دیکھ کر جلدی سے اس کے پاس آیا
عالی! میری جان! دامیار نے اس کے زخم پر لب رکھے
جہاں پٹی بندھی تھی۔ عابیرہ نیند میں کسمائی دامیار کی
نظر کھڑکی پر گئی۔ جو کھلی تھی۔ دامیار اٹھ کر کھڑکی کے
پاس آیا۔ اور اوپر نیچے دیکھنے لگا۔ کون آیا تھا۔ کس کی

اتنی ہمت حویلی میں گھنے کی۔ میری عابیرہ کو دیکھنے
آنکھیں نکال ڈالوں گا۔

دامیار غصے سے دھاڑا، دامیار کی دھاڑ پر عابیرہ فوراً اٹھ کر
بیٹھی۔ یک دم اٹھنے سے اس کے ماتھے پر پسینے کے
قطرے اور دل دوسو کی سپیڈ سے دھڑکنے لگا۔

کھڑکی کے پاس کھڑے دامیار کو اپنے کمرے میں دیکھ کر
حیران ہوئی۔ آپ۔۔۔ آپ۔۔۔۔۔ یا۔۔۔۔۔ یہاں
کیا۔۔۔ کر۔۔۔ رہے۔۔۔ ہے۔

عابیرہ اپنی لڑکھڑاتی زبان سے بولی۔ دامیار عابیرہ کی
آواز سن کر فوراً پیچھے مڑ کر دیکھا۔

میں تمہیں دیکھنے آیا تھا۔ دامیار اس کے پاس آتے بولا۔
کیوں، عابیرہ نظریں جھکائے بولی! فکر ہو رہی تھی تمہاری
دامیار اس پر جھکے بولا۔ عابیرہ اس کو اپنے قریب دیکھ کر
پل بھر میں اس کی نیلی آنکھوں میں کھو۔ دامیار نے ہلکا
سامسکرا کر اس کی آنکھوں میں پھونک ماری۔

عابیرہ فوراً ہوش میں آئی۔ کیا دیکھ رہی تھی، میری ان
آنکھوں میں، کچھ نظر آیا، چلو میں بتاتا ہوں، تمہیں
میری آنکھوں تمہارے لیے بے پناہ محبت نظر آئے
گے، تمہیں کھوجانے کا خوف نظر آئے گا۔ میری

آنکھیں صرف تمہارا دیدار کرنا چاہتی ہے۔ دامیار عابیرہ
پر جھکتے بولا۔ عابیرہ صرف دامیار کی آنکھوں میں کھوئی
تھی۔ جہاں اسے خود کے لیے محبت، عزت اور کھوجانے
کا ڈر صاف دیکھائی دے رہا تھا۔ دامیار اس کے لال
پڑتے دامیار گال دیکھ رہا تھا۔ تم ایسے ہی دیکھتی رہی، تو
میں خود کے جذبات کو روک نہیں پاؤں گا۔

دامیار اس کے کان کے قریب جھک کر بولا! آپ جائے
یہاں سے کوئی آجائے گا۔ عابیرہ اسے خود سے دور کیے
بولی۔ جارہا ہوں، میری ڈرپوک عالی! بس کچھ اور دن پھر
تم نے میرے پاس میری باہوں میں ہی آنا ہے۔

دامیار اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے، کھڑکی کی طرف
بڑھا، اور کھڑکی لاک کی اور باہر کی طرف بڑھا، عابیرہ
نے دور تک دامیار کی پشت کو جاتے دیکھا۔

اور مسکرا کر پھر لیٹ گئی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ کوئی
اسے بھی جنون کی حد تک چاہے گا۔

عاصم کی آنکھ کھولی۔ آئرہ کو بیڈ پر ناپا کر جلدی سے اٹھا
اور پورے کمرے کی طرف نگاہ دوہرائی، عاصم کا کمرہ
بہت بڑا تھا۔ آئرہ کی فرمائش میں ڈریسنگ روم کے ساتھ
لابیریری بنا کر دی تھی۔ عاصم دروازہ کھول کر اندر

داخل ہوا۔ سامنے آترہ سٹول پر کھڑی اوپر سے ناول
بک اتارنے کی کوشش میں لگی تھی۔

آترہ ایڑھیاں اٹھا کر تھوڑا اوپر ہوئی، سٹول یک دم ہلا۔
آترہ خود کو سنبھالنا چاہا، پر سٹول پیچھے کی طرف گرنے
لگا۔

آترہ کے لبوں سے چیخ برآمد ہوئی، عاصم جلدی سے آترہ
کی طرف بڑھا، اور فوراً اسے اپنی باہوں میں اٹھالیا۔ آترہ
عاصم کے سینے میں سر چھپا گئی۔ عاصم نے شدت سے
آترہ کو خود کے ساتھ لپٹایا۔

بیوی! یہ کیا کر رہی تھی، ابھی چوٹ لگ جاتی تو، سٹول پر
چڑھنے کا زیادہ شوق چڑھا ہے۔ وہاں سیڑھی رکھی، اس
پر چڑھ کر اتار لیتی۔ شاہ! آپ کے ہوتے مجھے کچھ نہیں
ہو سکتا، شاہ کی جان! ہر وقت میں تمہارے ساتھ نہیں
ہوں گا۔ عاصم کی بات پر آئزہ کی آنکھیں فوراً بھیگی، شاہ!
آپ ایسے کیوں بول رہے ہیں۔ آپ مجھ سے دور جائے،
میں بالکل برداشت نہیں کروں گی۔ آپ مجھ سے دور
جینے کی بات کر رہے ہیں، آئزہ کسی بچے کی طرح عاصم کے
سینے پر مکے برسانے لگی۔ آئزہ میری جان! یہاں دیکھو،
نہیں مجھے نہیں دیکھنا، آپ کی ہمت کیسے ہوئی یہ بات
کہنے کی۔ آئزہ اب ہچکیوں سے رونے لگی۔

عاصم اس بیڈ کی طرف لے کر بڑھا۔ عاصم کو اب خود پر غصہ آرہا تھا۔ اس نے یہ کیوں بات کہی، یہ جانتے ہوئے آئزہ اسے لے کر کس حد تک پوزیسیو ہے۔ ایک طرف دیکھا جائے بات بھی ٹھیک تھی۔ وہ ایک ایجنٹ تھا۔ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ پر اس کی معصوم بیوی کو کون سمجھاتا۔ آئزہ! سوری مجھے ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا۔ عاصم بیڈ پر اس کے ساتھ لیٹے بولا۔ آئزہ کو خود کے ساتھ لگایا، جو ابھی تک ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ شاہ! مجھے نہیں رہنا آپ کے بنا میں مر جاؤ گی۔ شش! عاصم نے فوراً اس کے لبوں پر انگلی رکھی۔ کچھ نہیں ہو گا، تمہیں اور تمہارے شاہ کو اور میں ہمیشہ اپنی آئزہ کے ساتھ ہوں۔

آئزہ اور شدت سے عاصم کے ساتھ لیٹی، عاصم نے اس کے بالوں پر لب رکھے۔ شاہ کی جان! شاہ کی دھڑکن!

شاہ کے جینے کی وجہ تمہارا شاہ تمہارے بنا کچھ نہیں تم میرا جنون ہو۔ عاصم اس کے لبوں پر جھکے بولا۔ اور شدت سے کبھی اوپر والے لب کو اور کبھی نیچے والے لب کو شدت سے چومنے لگا۔



آئزہ نے زور سے عاصم کی شرٹ مٹھیوں میں جھکڑی۔ اور عاصم کا ساتھ دینے لگی۔ دونوں ایک دوسرے میں گم

کہی اور دنیا میں پہنچے۔ عاصم ایسے ہی آثرہ کو اٹھاواش روم
کی طرف بڑھا۔ پر ایک دوسرے کے لبوں کو آزاد نہیں
کیا۔

عاصم شاور اون کر کے آثرہ کو لے کر اس کے نیچے کھڑا
ہوا۔

پانی ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے آثرہ عاصم کے سینے میں مزید
چپکی۔ دونوں کی دھڑکنے دوسو کی سپیڈ سے دھڑک رہی
تھی۔ عاصم نے اسے فوراً دیوار کے ساتھ لگایا۔

اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر آئیرہ کے پیٹ پر جا بجا لمس
چھوڑنے لگا۔ آئیرہ کی سسکیاں واشروم میں گوجنے لگی۔
شاہ! بس کرے میں اور برداشت نہیں کروں گی۔ اور
ساتھ ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ شاہ! پیچھے ہٹے کمرے
میں کوئی آیا ہے۔ عاصم نے گھور کر دروازے کی طرف
دیکھا، ابھی تو بخش رہا ہوں۔

رات کو اچھے سے جان نکالوں گا۔ عاصم شاور کے نیچے
کھڑا ہوا۔ عاصم بھائی نیچے آپ کو بولا رہے ہیں۔
آ رہا ہوں بنائیشہ، اور کے بھائی! عاصم شاور لے کر
ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا۔ عاصم کے جاتے ہی، آئیرہ
نے فوراً دروازہ لاک کیا۔ عاصم آئیرہ کی حرکت پر بند

دروازے کو گھورنے لگا۔ اور ڈریسنگ روم کی طرف
بڑھ گیا۔ اور جلدی سے تیار ہو کر نیچے جانے لگا۔
ہاشم کو عالینہ کے روم سے نکلتے دیکھ کر فوراً اس کے پاس
آیا۔ میں تو کہتا ہوں، نکاح پڑھوالے۔ اس طرح چھپ
چھپ کر نہیں آنا جانا پڑے گا۔ عاصم ہاشم کے کندھے
پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں نکاح
تو ہو گا۔ بس یہ پاگل لڑکی مان جائے، الٹی سیدھی حرکتیں
کرتی رہتی ہے۔

میڈم! اپنے چازاد بیٹے کو گولی مار کر آرہی ہے، واٹ! یہ
کیا کہہ رہے ہو، ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ عالینہ تو ٹھیک ہے،
ہاں ٹھیک ہے۔ بس تھوڑا ڈر گئی ہے،

اچھا ڈرتی بھی ہے۔ کیوں وہ انسان نہیں، میرا وہ مطلب
نہیں تھا۔ جو بھی مطلب تھا، میں اس کے بارے میں کچھ
نہیں سن سکتا۔ اور تیری بھی کزن ہے، اٹیٹیوڈ تو بنتا
ہے۔ ویسے تم دونوں کی جوڑی بہت جمے گی۔ ٹکڑ کی ملی
ہے، تجھ جیسے سر پھرے ڈاکٹر کو، ہاں ڈاکٹر سے یاد آیا۔
سنا ہے تو ہو سپیٹل بنوا رہا ہے۔ ہاں کام شروع کر دیا
ہے۔

میں تمہارے ساتھ ہر قدم پر ہوں، ہاشم اگر میری
ضرورت ہوئی تو مجھے ضرور بتانا۔ ہاشم اور عاصم کی نظر
نیچے داخلی دروازے پر بہرام اور ہیزل کو اندر داخل

ہوتے دیکھ کر حیران ہوئے، ہیزل کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ سامنے سے مہک بیگم آتے ہوئے نظر آئی۔

مورے! ہیزل نے بھیگی آواز سے مہک کو پکارا۔ مہک بیگم اپنی بیٹی کو اپنے سامنے دیکھ کر شدت سے رونے لگی۔ میری ہیزل، میری بچی حویلی آئی ہے۔ ہیزل فوراً اپنی مورے کے سینے سے لگی۔ ہاشم اور عاصم بہرام کی طرف بڑھے، بہت خوشی ہوئی تمہیں یہاں دیکھ کر ہاشم بہرام کے سینے سے لگ کر بولا۔ بہرام بھی مسکرا کر ہاشم کے سینے سے لگا۔ سالے صاحب ہم سے بھی مل عاصم بہرام کی طرف دیکھ کر بولا۔ بہرام عاصم کے گلے لگا۔

آئزہ بھاگتے ہوئے بہرام کے سینے سے لگی۔ لالا آپ
یہاں کیوں میں یہاں نہیں آسکتا، آسکتے ہے لالا بلکل آ
سکتے ہے۔ بہرام نے آئزہ کے ماتھے پر لب رکھے۔ مہک
بیگم بہرام کی طرف بڑھی، اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔
بہرام کی آنکھیں نم ہے ہوئی۔ معاف کر دے آنٹی!
میں نے آپ کی بیٹی کو آپ سب سے دور رکھا۔
میں جانتا ہوں۔ میں معافی کے قابل نہیں ہوں۔ نہیں
بیٹا تم اس حویلی کے داماد ہو۔ وہ اب پرانی باتیں تھی۔ جو
گزر گئی۔ تم یہاں آئے ہم بہت خوش ہے۔ مہک بیگم
اس کا ماتھا چوم کر بولی۔ ہیزل اور بہرام باقی سب سے

ملے۔ آ جاؤ بیٹا وہاں کیوں کھڑے ہو۔ مسکان بیگم اس کے پاس آ کر بولی۔

بہرام اثبات میں سر ہلاتے ہاشم کے ساتھ جا بیٹھا۔ لالا! بابا کہاں ہے۔ ہیزل نے عالیان صاحب کو ناپا کر ہاشم سے پوچھا۔ میری گڑیا کراچی گے ہے کچھ کام سے۔ نانیشہ، ناشتہ لگواؤں۔ جی مام! نانیشہ اٹھ کر کچن کی طرف بڑھی۔ مسکان اور سعدیہ بیگم کے درمیان ہیزل بیٹھی تھی۔

عالینہ کہاں ہے۔ خالہ جان! پتہ نہیں شاید روم میں ہو۔ حویلی میں کسی کو نہیں بتایا تھا۔ عالینہ آبان خان پر گولی چلا کر آئی ہے۔ ہاشم اسے وہاں سے لاتے سیدھا اس کے روم میں اسے لے کر چلا گیا تھا۔

ہاشم اور عاصم دامیار کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے۔
ناشتہ لگا دیا ہے۔ نامیشہ لاؤنج میں ان کے پاس آتی بولی۔
ہاشم بہرام کو لے کر ڈائینگ روم کی طرف بڑھا۔
باقی سب بھی ڈائینگ روم کی طرف بڑھے۔ ہیزل جا کر
بہرام کے ساتھ جا کر بیٹھی۔

بیٹا ہمیں پتہ ہوتا، تم آرہی ہو۔ تو ہم کچھ سپیشل انتظامات
کرتے۔ سعدیہ بیگم! بہرام کو دیکھ کر بولی۔

نہیں آنٹی! میرے لیے یہ بھی بہت سپیشل ہے۔ بہرام
مسکرا کر ہیزل کی پلیٹ میں چکن ڈالنے لگا۔

[illegible]

ہیزل واش روم میں کھڑی اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے، سنگ پر جھکی ہوئی تھی۔ ہیزل میری جان! تم ٹھیک ہو۔ بہرام اس کی کمر سہلاتے بولا۔ ہیزل بہرام کے سینے سے لگی۔

بہرام ہیزل کا زرد پڑتا چہرہ دیکھ کر پریشان ہوا۔ بہرام
نے ہیزل کو بے حد ملکی آواز سے پکارا۔ پر کوئی جواب نا
آیا۔ ہیزل، بہرام نے اسے خود سے دور کیا۔

ہیزل کسی بے جان گڑیا کی طرح بہرام کی باہوں میں
جھول گئی۔ بہرام نے تڑپ کر ہیزل کو پکارا۔ خاناں!
آنکھیں کھولو بہرام اسے اپنی گود میں اٹھا کر روم میں
داخل ہوا۔

ہیزل کو بہرام کی باہوں میں دیکھ کر سب پریشان
ہوئے۔ بہرام نے ہیزل کے بے جان وجود کو بیڈ پر
لٹایا۔ باشم جلدی سے ہیزل کی طرف بڑھا۔ ہیزل کا بازو
پکڑ کر نبض چیک کرنے لگا۔ جو ہلکی ہلکی چل رہی تھی۔

ہاشم کیا ہوا، ہیزل ٹھیک تو ہے، بہرام ہیزل کے بال
سہلاتے بے حد پریشانی سے پوچھا۔

مہک بیگم ہیزل کے دوسری طرف بیٹھی۔ آنسو بہا رہی
تھی۔ بہرام ہیزل پریگنٹ ہے۔ ہاشم مسکراتے ہوئے
بولا۔ میں ماموں بننے والا ہوں، مورے! سچ کہہ رہے ہو،
ہاشم بہرام بے حد خوشی سے بولا۔ ہم! ہاشم نے اثبات
میں سر ہلایا۔ اور موبائل نکال کر ہو سپیٹل کال کی ہیلو
ڈاکٹر حریم بلڈ سمپل بھیج رہا ہوں، مجھے میں منٹ رپورٹ
چاہیے۔ اوو کے ڈاکٹر! ہاشم نے ہیزل کا بلڈ لیا۔ اور عاصم

لے کر ہو اسپتال کی طرف نکلا۔ رپورٹ آتی ہے، پتہ چل جائے گا۔

ہاشم نے بہرام کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ہاشم نے ہیزل کو ڈریپ لگائی، ہاشم نے ہو اسپتال کے لیے کل ہی سارا امپورٹنٹ سامان منگوایا تھا۔ جو ہو اسپتال پہنچانے کی بجائے، گاڑی والا حویلی دے گیا۔

ہاشم کے چہرے پر پریشانی کے اثرات دیکھ کر بہرام نے ہاشم کا ہاتھ پکڑا۔ میری ہیزل تو ٹھیک ہے۔ ہاشم کو چپ دیکھ کر سب پریشان ہوئے، ہاشم بتاؤ، بہرام غصے سے دھاڑا۔ ابھی تو ٹھیک ہے۔ ہیزل کا بہت خیال رکھنا پڑے

گا۔ بہت زیادہ ویک ہے، اگر ہیزل نے تھوڑا سا بھی

سٹریس لیا۔ میسکیرج ہونے کا

خطرہ ہے۔ ہاشم اپنی گڑیا کے زرد پڑتے رنگ دیکھ کر بے

حدی پریشانی سے بولا۔ عاصم کچھ دیر میں رپورٹ لے کر

اندردا خل ہوا۔

ہاشم نے رپورٹ کھولی۔ جو پوزیٹو آئی تھی۔ رپورٹ

پوزیٹو ہے۔ ایک ہفتے سے ہیزل پریگنٹ ہے۔ ہاشم

میری بچی کو ہوش کیوں نہیں آرہا۔ مہک بیگم اس کا ہاتھ

چوم کر بولی۔

مورے آجائے گا۔ بہرام تمہیں ہیزل کا بہت خیال

رکھنا ہو گا۔ پریگنسی میں موڈ چینج ہوتا رہتا ہے۔ تمہیں

اس کی چھوٹی چھوٹی چیز کا خیال رکھنا ہے۔ سانس اب
ٹھیک چل رہی، کچھ دیر میں ہوش آ جاتا ہے۔

بیٹا مبارک ہو، سعدیہ بیگم، اور مسکان بیگم بہرام کے سر
پر ہاتھ رکھے بولی۔ سب نے مبارکباد دی۔

میں پھوپھو بننے والی ہوں، اور مائی گوڈ! آئزہ چہک کر
بولی۔ لالا میں پھوپھو بننے والی ہوں۔ آئزہ بہرام کے سینے
سے لگ کر بولی۔ ہاں میری گڑیا! تم پھوپھو بننے والی ہو۔
بہرام ہیزل کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔

میں ابھی حویلی میں سب کو بتاتی ہوں۔ شاہ! موبائل
دے۔ میرا روم میں ہے۔ آئزہ عاصم کے پاس آتے بولی
!عاصم نے مسکرا کر آئزہ کو اپنا موبائل دیا۔ نامیشہ آؤ
میری ہیلپ کرو، ہیزل کے لیے کچھ ہیلدی سا بنا کر
لائے۔ مسکان بیگم! ہیزل کا ماتھا چومتے باہر کی طرف
بڑھی۔ ہاشم اور عاصم نے کال کر کے ہر قسم کی مٹھائیاں
منگوائی، ان کے خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔
سعید خان یہ ساری مٹھائیاں گاؤں والوں میں تقسیم کرو
دو۔

ہاشم اپنے گارڈ کو مسکراتے ہوئے بولا۔ جی چھوٹے خان!
جیسا آپ کا حکم! سعید کہہ کر باقی سب گارڈ کو اشارہ کیا۔
اور سب مٹھائیاں اٹھا کر باہر نکلے۔

سب لوگ کہی کہی نا کہی مصروف ہو گے۔ خان حویلی
میں خبر پہنچ چکی تھی۔

بہرام ہیزل کے پاس بیٹھا، اس کے چہرے کو غور سے
دیکھ رہا تھا۔ ہیزل کو ہوش آتا دیکھ کر ہیزل کے اوپر
جھکا۔

ہیزل نے اپنی آنکھیں کھول کر اپنے اوپر جھکے بہرام کو
دیکھا۔ ہیزل تم ٹھیک ہو۔ کسی درد تو نہیں ہو رہا۔ چکر تو
نہیں آرہے۔ ہیزل بہرام کو یک ٹک دیکھنے لگی۔ جو ایک
ہی سانس میں بولے جا رہا تھا۔

میں ٹھیک ہوں، خان! ہیزل مسکراتے ہوئے بولی۔
تھینک یو! خاناں مجھے اتنی بڑی خوش خبری دینے کے
لیے۔ ہیزل حیرت سے منہ کھولے بہرام کو دیکھنے لگی۔
کونسی خوش خبری تم ماما بننے والی ہوں۔ سچ کہہ رہے ہے،
خان! ہیزل فوراً اٹھ کر بیٹھی۔ ہاں میری جان! تم
پریگنٹ ہو، میں بابا بننے والا ہوں۔ بہت جلد ہمارا پیارا سا

بچہ دنیا میں آرہا ہے۔ اب تم نے اپنا بہت خیال رکھنا ہے۔

بلکہ تم کیوں رکھو گی، تمہارا خان بہت اچھے سے تمہارا خیال رکھے گا۔ بہرام ہیزل کے ماتھے پر بوسہ دیے بولا، اور اس کے گرد اپنی باہوں کا حصار مضبوط کیا۔

حویل چلے سب کی کوئی ہزار دفعہ کال آگئی ہے۔ رخان! مجھے مورے کے پاس رہنا ہے۔ ہیزل بھیگی آنکھوں سے بولی۔ میری جان! ہم ایک دو دن میں پھر آجائے گے۔ ابھی فلحال حویلی چلتے ہے۔ اور میں بالکل تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔ ہیزل نے بھیگی آنکھوں سے بہرام کی طرف

دیکھا۔ بہرام نے ہیزل کی بھیگی آنکھوں پر لب رکھے۔

آج میں بہت خوش ہوں، اور آج کا دن صرف میرا،
تمہیں آج شدت سے بھی زیادہ پیار کرنے کو دل کر رہا

ہے۔ بہرام اس کے پیٹ پر لب رکھے

بولا۔ خان! کوئی آجائے گا۔ میری خاناں کچھ نہیں کرنے

لگا۔ یہ سب تو ہم اپنے روم میں کرے گے۔ بہرام کو پھر

سے پیٹ پر جھکتے دیکھ کر ہیزل بولی! خان! پیچھے ہٹے مجھے

کوئی پیار نہیں کرنا۔ تو نا کرو، پیار کرنے کے لیے میں کافی

ہوں۔ بہت ہی بے شرم ہے آپ خان شرم کرنے کے

لیے میری خاناں ہے نا تم مجھے بے شرم ہی رہنے دو۔

بہرام ہیزل کے لبوں پر جھکتے بولا۔ میری جان! میرے
پیار کرنے کی وجہ سے ہی ہماری زندگی میں ایک ننھی سی
جان آرہی ہے۔ ہیزل فوراً بہرام کی طرف دیکھا۔ آپ
کو کیسے پتہ ننھی سی جان آرہی ہے۔

مجھے یقین ہے، ہماری بیٹی ہوگی۔ اچھا جی! اگر بیٹا ہوا تو،
میری جان اللہ پر بھروسہ ہے، وہ ہمیں بیٹی جیسی رحمت
سے نوازے گے۔ بہرام ہیزل کی گردن میں سر چھپائے
بولا۔ مہک بیگم! اور سعدیہ بیگم کو اندر داخل ہوتے دیکھ
کر بہرام ہیزل سے دور ہوا۔ مورے! ہیزل مہک بیگم
کے سینے سے لگی۔

میری بچی! بہت بہت مبارک ہو، اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے، مہک بیگم! ہیزل کا ماتھا چومتے ہوئے بولی! سعدیہ بیگم نے بھی ہیزل کو مبارک دی، اور اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ نامیشہ روم میں ٹرے پکڑ کر داخل ہوئی۔ مبارک ہو آپ! میں خالہ بننے والی ہوں، بہت ایکسانٹیڈ ہوں، خالہ سننے کے لیے بیبی کے منہ سے۔ نامیشہ بہرام کو ٹرے پکڑاتے، ہیزل کے سینے سے لگے بولی۔ اور میں پھوپھو سننے کے لیے ایکسانٹیڈ ہوں۔

آترہ بھی اندر داخل ہوتے بولی۔ بہرام ان سب کی طرف دیکھ کر مسکرا نے لگا۔ اور میں نانا بننے کے لیے

بہت ایکسائنٹڈ ہوں۔ عالیان صاحب روم میں داخل
ہوتے بولے۔

بابا! ہیزل بیڈ سے اتر کر عالیان خان کی طرف بڑھی۔ بابا
کی جان! بہت مبارک ہوں۔ عالیان خان نے ہیزل کے
سر پر لب رکھے بولا! اور ہیزل کو بہرام کی طرف لے کر
بڑھا۔ بہت بہت مبارک ہوں، بہرام اللہ تم دونوں کو
ہمیشہ خوش رکھے۔ آمین۔ آپ کو بھی مبارک ہو۔
بہرام عالیان کے سینے سے لگے بولا۔

چلو بھئی بچوں کو کچھ کھلاؤ پلاؤ۔ یا ایسے ہی بھیجنے کا ارادہ
ہے۔ عالیان صاحب مہک اور سعدیہ کی طرف دیکھتے
بولے۔ جی کھانا ریڈی ہے۔ آجاؤ کھانا ریڈی ہے۔

نامیشہ بچے ٹرے اٹھب لوہیزل بھی ہمارے ساتھ بیٹھ کر
کھائے گی۔ ٹھیک ہے خالہ جان! نامیشہ ٹرے اٹھا کر باہر
کی طرف بڑھی۔ باقی سب بھی باہر کی طرف بڑھے۔

عاصم اور ہاشم پہلے سے ڈائیننگ روم میں بیٹھے سب کا
انتظار کر رہے تھے۔ سب ڈائیننگ روم میں داخل ہوئے،
اور اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے۔ ہیزل بہرام کی ساتھ والی
کرسی پر بیٹھی۔ عالینہ کہاں ہے۔ میں یہاں ہوں ہیزل
عالینہ سیڑھیاں اترتی ہوئی بولی! اور ہیزل کی طرف
بڑھی۔

بہت مبارک ہوں، میری جان! عالینہ اس کے سینے سے
لگی بولی۔ تمہیں بھی مبارک ہو۔ کیا ہوا تمہاری طبیعت
ٹھیک نہیں لگ رہی۔ ہیزل اس کا زرد پڑتا چہرہ دیکھتے
بولی۔ عالینہ نے فوراً ہاشم کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ
رہا تھا۔ نہیں وہ بس سر میں درد ہے، عالینہ ہیزل کے
ساتھ بیٹھتی ہوئی بولی۔

عالینہ میری بچی میں دودھ لاتی ہوں۔ مسکان بیگم! عالینہ
کی پیشانی پر ہاتھ رکھے بولی! نہیں مام! بیٹھ جائے میں
ٹھیک ہوں۔ ہاشم کے موبائل پر کال آنے لگی۔ ہاشم
انرونگ نمبر دیکھ کر کال بند کی۔

سب ناشتہ کر کے فارغ ہوئے۔ اچھا ہمیں اجازت دے
آنٹی! بہرام مہک کی طرف دیکھتے بولا۔
بیٹا! آج تو رک جاؤ۔ نہیں آنٹی! تم مجھے مورے کہہ سکتے
ہو۔ ہاشم کی طرح تم بھی مجھے عزیز ہو۔

جی مورے! میں ضرور رکتا حویلی سے بہت کالز آرہی
ہے۔ جب سے ان کو خوشخبری کا پتہ چلا ہے۔

انشا اللہ! ہم پھر چکر لگائے گے، ابھی ہمیں اجازت
دے۔ ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔

مہک بیگم بہرام کے سر پر ہاتھ رکھے بولی۔ اور ہیزل کو
اپنے سینے سے لگایا۔ ہیزل سب سے مل کر بہرام کے
ساتھ باہر کی طرف بڑھی۔

عالینہ اپنے روم میں داخل ہوئی۔ ہاشم بھی اس کے پیچھے
داخل ہوا۔ عالینہ ہاشم کو دیکھ کر غصے سے ہاشم کی طرف
تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ تمہیں دیکھنے آیا تھا۔ ہم! دیکھ
لیا۔ چلو نکلو یہاں سے۔ عالینہ ہاشم کے آگے چٹکی بجاتی
بولی۔ تمہاری ناک پر ہر وقت غصہ کیوں رہتا ہے۔ کیا یہ
بیماری بچپن سے ہے، بچپن سے تو نہیں ہے۔ تمہیں دیکھ
کر میرے اندر غصے والا وائرس پھیل جاتا ہے۔ عالینہ

ہاشم کو غصے سے دیکھتی بولی۔ تمہارے غصے کی ایسی کی
ٹپسی ہاشم اس کو ایک ہی جھٹکے سے دروازے کے ساتھ
لگائے بولا۔ آہہ! پاگل انسان یہ کیا حرکت ہے۔ کیوں
غصہ تمہیں آتا ہے، میری جان! ہاشم اس کے کان کی لو
پر اپنی گرم سانسیں چھوڑتے بولا۔ عالینہ انار کی طرح
سرخ پڑی۔

ہاشم پیچھے ہٹو۔ کوئی آجائے گا۔ آنے دو بعد میں بھی سب
کو بتانا ہے، کیوں نا پہلے پتہ چل جائے۔

ہاشم اس کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ کر مسکراتے
ہوئے بولا۔ ہاشم کی بات پر عالینہ غصے سے دیکھنے لگی۔

اووئے ڈاکٹر! جیسا تم سوچ رہے، ایسا کچھ نہیں ہونے
دوں گی۔ ہم! اور تمہیں لگتا ہے،

میں تمہیں کچھ کرنے کا موقع دوں گا۔ نکاح کر کے پہلے
تمہاری زبان کاٹوں گا۔ جو قینچی کی طرح چلتی ہے۔ ہاشم
اس کی کال پر لب رکھے بولا۔

میں تم سے نکاح نہیں کروں گی، سر پھرے ڈاکٹر اب
اسی سر پھرے ڈاکٹر سے تمہارا پالا پڑنے والا ہے۔

کیا خیال ہے نکاح تو ہو جانا ہے۔ آج ہی نا تم سے اپنا حق
لے لوں۔ ہاشم اس کو بیڈ پر دھکے دیتے بولا۔ ہاشم کی بات
پر عالینہ منہ کھولے دیکھنے لگی۔ ہاشم کا قہقہہ کمرے میں

گو نجا۔ میری جنگلی بلی ابھی سے رنگ اڑ گے۔ ہاشم اس پر
جھکے بولا۔ ہاشم پلیز و دور رہو، مجھ سے عالینہ نم آواز سے
بولی اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ ہاشم کچھ ایسا ویسا کہے گا۔
آبان خان کا چھونا یاد کر کے عالینہ کی آنکھوں سے تیزی
سے آنسو بہنے لگے۔ ہاشم عالینہ کے آنسو دیکھ کر فوراً اس
کے اوپر سے فوراً اٹھا۔ ہے میری جنگلی بلی کیا ہوا۔ ہاشم
اس کی آنکھوں میں دیکھتے بولا۔

آ۔۔۔ آپ۔۔۔ بھی۔۔۔ میرے۔۔۔ ساتھ۔۔۔

ایسا۔۔۔

کرے گے۔ عالینہ کی بات پر ہاشم تڑپ اٹھا۔ عالینہ میری
جان! تمہاری اجازات کے بنا میں تمہارے قریب آؤں
گا۔ تم نے سوچ بھی کیسے لیا۔ آپ نے ابھی تو کہاں۔
مزاق کر رہا ہوں، میری عینی! ہاشم اس کو سینے سے لگائے
بولا۔

تم میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں کرو گے نا۔ نہیں میری
جان! تمہاری اجازات کے بنا ایسا کچھ نہیں کروں گا۔

ہاشم مجھے آبان کے پاس نہیں جانا۔ مجھے اس سے وحشت
ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے۔ وہ کچھ ایسا کرے گا۔ وہ مجھے

لے جائے گا۔ ہاشم نے غصے سے عالینہ کو خود سے دور
کیا۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی۔

اپنی زبان سے اس انسان کا نام لینے کی۔ میں بالکل
برداشت نہیں کروں گا، تمہاری زبان سے صرف ہاشم
خان کا نام نکلنا چاہیے۔ کوئی تمہیں ہاتھ لگا کر دیکھائے
اس کو جان سے مار ڈالوں گا۔ مجھے کوئی افسوس نہیں ہو
گا۔ سمجھی تم! ہاشم عالینہ کے بالوں کو مٹھی میں دبوچے
بولا۔

چھوڑو مجھے پاگل انسان! مجھے درد ہو رہا ہے۔ عالینہ اپنے
بالوں کو ہاشم کی مٹھی سے چھڑوانے لگی۔ تیار رہنا کل ہمارا

نکاح کا اگر تم نے ایسی ویسی حرکت کرنے کی کوشش کی
تمہاری جان میں اپنے طریقے سے نکالوں گا۔

مجھے تم سے شادی نہیں کرنی۔ عالینہ بیڈ سے اترتے بولی۔
شادی تو مجھ سے ہی ہوگی۔ سب سے

میں آج ہی بات کروں گا۔ اور مجھے کوئی انکار نہیں سننا
عالینہ ابھی تم نے میرا غصہ نہیں دیکھا۔ ہاشم اس کے
لبوں پر جھکے بولا۔ عالینہ ہاشم کے سینے پر مکے برسانے
لگی۔ ہاشم اور شدت سے عالینہ کے لبوں سے لپٹا۔ عالینہ
کو اپنا سانس بند ہوتے محسوس ہوا۔ ہاشم عالینہ سے دور

ہوا۔ عالینہ نے غصے سے ہاشم کو دیکھا۔ اور شرٹ سے
کھینچ کر خود کے قریب کیا۔ عالینہ ہاشم کے لبوں پر جھکے
ایک گہرا کٹ دیا۔ ہاشم عالینہ کے کٹ دینے پر گہرا
مسکرایا۔ ہاشم نے عالینہ کو اپنے پیروں پر کھڑا کیا۔ عالینہ
اور شدت سے ہاشم کے لبوں کو اپنے دانتوں میں دبایا۔
ہاشم عالینہ کے یوں کاٹنے پر سلگ اٹھا۔ میری جان! کیا
جان لینے کا ارادہ ہے۔ عالینہ ہاشم کے لیوں پر گہرے
کٹ دیکھ کر اپنی نظریں جھکا گئی۔ میری جان! اس کا
حساب تو اچھے سے لوں گا۔ جب تم میری دسترس میں
آؤ گی۔

بہرام کی گاڑی حویلی کے کارپوچ میں آکر روکی۔ بہرام
گاڑی سے اتر کر ہیزل کی طرف بڑھا۔ اور گاڑی کا دروازہ
کھول کر ہیزل کے آگے ہاتھ کیا۔ ہیزل نے مسکرا کر
بہرام کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھا۔ بہرام اس کا نازک
ہاتھ پکڑے اور خود کے ساتھ لگائے، داخلی دروازے کی
طرف بڑھا۔ بہرام ہیزل کو لے کر لاؤنج میں داخل
ہوا۔ وہاں کسی کو ناپا کر اوپر کی طرف سیڑھیاں چڑھنے
لگے۔ بہرام ہیزل کو لیے اوپر والے پورشن میں آیا۔
ریڈ کارپیٹ اور اس پر بیچھے پھول دیکھ کر دونوں نے
ایک دوسرے کو حیران نظروں سے دیکھا۔ بہرام ہیزل
کے قدموں میں جھکا۔ اور اس کے نازک پاؤں کو اپنے

ہاتھ میں لے کر اس کا جوتا اتارا۔ شاہ میر اور کاوش جو پلر
کے پیچھے چھپے ان کے ایک ایک سین کو کیمرے میں
کپچر کیا۔ یک دم ہوٹنگ کی آواز گونجی۔ بہرام اور ہیزل
نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔

سامنے سے ماہی، زمل، عابیرہ کو آتے دیکھ کر دونوں
مسکرائے اور ان کے ہاتھوں میں گلاب کابکے دیکھ کر
اب ان کو سمجھ میں آیا۔ یہ سب baby کے آنے کی
خوشی ویکلم کیا ہے۔ بہت بہت مبارک ہو آپ دونوں کو
تینوں نے چہک کر بولا۔ تم سب کو بھی ہیزل اور بہرام
ان کے ہاتھوں سے گلاب کابکے لیے بولے۔

زرمینہ بیگم اور رانیہ بیگم اور ان کے پیچھے دامیار کو آتے
دیکھ کر ان کی طرف بڑھے۔ زرمینہ بیگم! نے ہیزل کو
اپنے سینے سے لگایا۔ ہیزل کی آنکھیں بھیگی۔ بہت
مبارک ہو میری بچوں اللہ تم دونوں کو ہمیشہ ایسے ہی
خوش رکھے۔

زرمینہ بہرام اور ہیزل کو سینے سے لگاتے بولی۔ مورے
آب آپ کو بھی مبارک ہو آپ کی بہو آ۔ آپ کو دادی
بنانے جارہی ہے۔ ہم! میں بہت خوش ہوں۔ بہت
مبارک ہو بہرام دامیار اس کے گلے لگے بولا۔ اور ہیزل
کے سر پر ہاتھ رکھا۔

مورے مجھے لگتا ہے۔ اب دامیار لالا کی بھی شادی کر
دینی چاہیے۔ دیکھے مناسب سے پہلے یہ خوشی دامیار لالا کو
دینی چاہیے جو میں دے رہا ہوں۔

بہرام کی بات پر دامیار اور عابیرہ کی نظریں ملی۔ عابیرہ
نے اپنے سرخ پڑتے چہرے کو محسوس کرتے رخ پھیر
لیا۔ سوچ تو رہی ہوں۔ اب اپنے دامیار کے لیے لڑکیاں
دیکھنی شروع کر دینی چاہیے۔ زرمینہ بیگم کی بات پر
عابیرہ کے قدم روکے۔ دامیار عابیرہ کے رکتے قدم دیکھ
کر گہرا مسکرایا۔ ہاں بہو! ٹھیک کہہ رہی ہو۔

تمہیں لڑکیاں دیکھنے کی ضرورت نہیں میں پہلے ہی اپنے
دامیار کے لیے لڑکی پسند کر رکھی ہے۔ حاکم خان! کو
سامنے سے آتے ہوئے بولے۔ بہرام حاکم خان! اوپر
دیکھ کر جلدی سے ان کی طرف بڑھا۔ حاجی! آپ اوپر
ڈاکٹر نے سیڑھیاں چڑھنے سے منع کیا ہے۔ ارے میرا
پوتا اتنی بڑی خوشخبری دی ہے، تو مجھ سے نیچے بیٹھا ہی
نہیں گیا۔۔۔۔۔

حاکم خان نے بہرام کو سینے سے لگایا اور ہیزل کو بھی سینے
سے لگائے مبارکباد دی۔

شاہ میر، کاوش اور ضرغام پھولوں کی بھری ٹوکریاں لیے
ان کی طرف بڑھے۔ اور سارے کے سارے پھول ان
کے اوپر انڈھیل دیے۔ لالا! میں اتنا خوش ہوں چاچو
بننے کے لیے۔ میں بتا نہیں سکتا۔

اور ہیلو زیادہ میں ایکسائیڈ ہوں چاچو بننے کے لیے، شاہ میر
کاوش کے آگے چٹکی بجائے بولا۔ زیادہ حق میرا ہو گا،
اپنے بھتیجے بھتیجی بیچی پر اووے! بڑا چاچو میں ہوں، تو
زیادہ حق میرا بنتا ہے تیرا نہیں۔ تو دیکھنا جب وہ دنیا میں
آئے گا سب سے پہلے مجھے ہی بھولائے گا۔ نہیں مجھے
بھولائے گا۔ تجھے کسی خاطرے میں آنے ہی نہیں دوں گا۔

دونوں کسی بچے کی طرح بحث کرنا شروع ہو گے۔ بہرام
ان کو بحث کرتے بولا۔ اڈوے کمینوں! سب سے پہلے وہ
اپنے ماما، بابا کو پکارے گا۔ تم دونوں کسی خاٹے میں نہیں
آؤ گے۔ بہرام ان دونوں کو سینے کے لگائے بولا۔ اور
ضرغام کو بھی کھینچ کر سینے سے لگایا۔ سب ان تینوں کو
دیکھ کر مسکرائے بنانا رہ سکے۔

ہاں! داجی آپ نے کونسی لڑکی پسند کی ہمارے لالا کے
لیے ہمیں بھی تو پتہ چلے۔ شاہ میر عابیرہ کی پشت کو دیکھ
کر بولا۔

رانیہ بیگم شاہ میر کا اشارہ سمجھ کر مسکرا نے لگی۔ وہ جانتی
تھی شاہ میر کے دماغ میں کوئی جھٹکا دینے والا آئیڈیا آیا
ہے۔ داجی! چپ کیوں ہے۔ کہی اشفاق انکل کی بیٹی تو
نہیں، نیلم خان! حاکم خان! کے بولنے سے پہلے شاہ میر
بول پڑا۔ شاہ میر کی بات پر عابیرہ کے آنسو تیزی سے
بہنے لگے۔

دامیار غصے سے شاہ میر کی طرف دیکھنے لگا۔ جو صرف
عابیرہ کو جلانے کے لیے کچھ بھی بولا رہا تھا۔ شاہ میر
دامیار کو آنکھ و نک کر حاکم خان! کی طرف

متوجہ ہوا۔ کیا داجی! مجھے پہلے ہی پتہ تھا۔ آپ دامیار لالا
کے لیے نیلم کا ہی انتخاب کرے گے۔ ویسے بھی نیلم بھا
بھی دامیار لالا سے بہت پیار کرتی ہے۔

عابیرہ کے قدم اب کی دفعہ لڑکھڑائے عابیرہ اپنے
لڑکھڑاتے قدموں کو سنبھالتی تیزی سے اپنے کمرے کی
طرف بڑھ گئی۔ سب نے عابیرہ کو اس طرح جاتے دیکھ
کر غصے سے شاہ میر کی طرف دیکھا۔ حاکم خان! نے شاہ
میر کے کندھے پر زوردار تھپڑ مارا۔ کمینے میری نواسی کو
ناراض کر دیا۔

داجی! آپ کی نو اسی نے ایسے نہیں ماننا تھا۔ تو مجھے اپنی یہ
انگلی ٹیڑھی کرنی پڑی۔ پھوپھو میں نے ٹھیک کیا۔ آپ تو
اپنی بیٹی کو جانتی ہے، کل شاہ میر نے دامیار اور عابیرہ کی
باتیں سن لی تھی۔ عابیرہ مسلسل انکار کر رہی تھی۔ تو مجھے
جو سمجھ آیا میں نے کر دیا۔ دامیار کی نظریں ابھی تک وہی
جمی تھی، جہاں سے عابیرہ گزر کر گئی تھی۔ اس کی طبیعت
کا یاد کرتے دامیار نے غصے سے اپنے بالوں میں ہاتھ
پھیرا۔ دامیار اور عابیرہ کا نکاح ہے، جمعے کو حاکم خان!
رانیہ کی طرف دیکھ کر بولے۔ رانیہ نے مسکرا کر اثبات
میں سر ہلایا۔ لالا اب جا کر آپ اپنی عالی کو منالے، میں
یقین سے کہہ سکتا ہوں۔ اب آپ کو انکار سننے کے لیے

نہیں ملے گا۔ شاہ میر کی بات پر دامیار گہرا مسکرایا۔
بہرام ہیزل کو روم میں لے جاؤ، زیادہ ٹائم کھڑے رہنا
ٹھیک نہیں ہے، اس حالت میں۔

ٹھیک ہے مورے! بہرام ہیزل کو اپنے روم کی طرف
لے کر بڑھا۔ جیسے ہی روم میں داخل ہوئے،

روم کو دیکھ کر دونوں حیران ہوئے۔ ہر طرف گلاب کے
پھولوں سے بڑی نفاست سے کمرہ سجایا گیا تھا۔ بیڈ کے
سائیڈز پر پھولوں کے درمیان کینڈلز کو رکھا تھا۔ بہرام
روم کو دیکھ کر گہرا مسکرایا۔ خاناں! مجھے محنت کرنی ہی
نہیں پڑی، اپنی اس خوبصورت رات کے لیے۔ ہیزل

نے فوراً چونک کر بہرام کی طرف دیکھا۔ بہرام دروازہ
لاک کر کے ہیزل کی طرف بڑھا۔ ہیزل بہرام کو پاس
آتے دیکھ کر دو قدم پیچھے لیے۔ خان! پر ابھی رات نہیں
ہوئی۔

ہیزل بہرام کی نیلی آنکھوں میں دیکھتے بولی۔ ہیزل کی
بات پر بہرام کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔ میری معصوم
خاناں! اب میرے جزبات رات ہونے سے پہلے ہی
جھاگ اٹھے ہیں، تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ بہرام ہیزل
کے لبوں کو انگوٹھے سے مسلتے ہوئے بولا۔ خان! خان کی
خاناں کچھ نہیں سنوں گا۔ آج صرف پیار کروں گا۔

عابیرہ روم میں داخل ہوتے غصے سے ہر چیز اٹھا اٹھا کر
پھینکنے لگی۔ جھوٹے ہو تم دامیار، تمہاری طرح تمہاری
محبت بھی جھوٹی ہے۔ جس سے مرضی شادی کرو مجھے
فرق نہیں پڑتا۔ آہہ! بلکل فرق نہیں پڑتا عابیرہ وازاٹھا
کریچے زمین پر دے مارا، اور خود بیڈ پر اوندھے منہ لیٹ
گئی۔ آئی ہیٹ یو!

دامیار مجھے نہیں فرق پڑتا، تم جس سے بھی نکاح کرو۔
عابیرہ بار بار یہ لفظ دوڑاتے ہچکیوں سے رونے لگی۔ نہیں
فرق پڑتا، کبھی فرق نہیں پڑے گا۔

دامیار عابیرہ کے روم میں داخل ہوا۔ کمرے کی بکھری
حالت دیکھ کر دامیار پریشان ہوا۔ جب نظر بیڈ پر لیٹی
اس نازک وجود پر نظر پڑی، جو اوندھے منہ لیٹی سبک
رہی تھی۔ بہرام نے غصے سے اپنی پیشانی کو اپنی دو
انگلیوں سے مسلا۔ اور عابیرہ کی طرف بڑھا۔ عالی! میری
جان! دامیار کی آواز پر عابیرہ اٹھ کر بیٹھی۔ نہیں ہوں
میں آپ کی عالی! عابیرہ غصے سے دامیار کی نیلی آنکھوں
میں دیکھ کر چیخنی۔ دامیار اس کے چیخنے پر سلگ اٹھا۔
عابیرہ یار میری بات تو سنو۔

نہیں سننی مجھے آپ کی بات آپ جھوٹے ہو، آپ کا پیار
بھی جھوٹا ہے۔ عابیرہ اس کے سینے پر سکے برساتی بولی۔

عابیرہ بہرام نے ایک جھٹکے سے عابیرہ کو اپنے سینے سے
لگایا۔ ایسا کچھ نہیں ہے میری جان! تم میرا عشق ہو۔ جیسا
تم سوچ رہی ہو ایسا کچھ نہیں ہے۔ تم ہی پہلی اور آخری
لڑکی ہو، جو میری زندگی میں آئی، جسے میں ہرٹ کرنے
کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

اگر تم اس طرح روتی رہی، تو آدھا گھنٹہ ہونے سے پہلے
نکاح کر کے اپنے روم میں لے جاؤں گا۔ سب کے پوچھنے
پر یہی کہوں گا، میری عالی سے کچھ دن صبر نہیں ہوا۔ تو
نکاح مجھے کرنا پڑا۔

عابیرہ بھیگی آنکھوں سے دامیار کی طرف دیکھنے لگی۔
آپ مجھے بہلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ نکاح تو آپ
اس چڑیل سے کرے گے۔ عابیرہ کے صاف چہرے سے
جلن واضح ہو رہی تھی۔ میری جان! میں کیوں تمہیں
بہلانے لگا۔ جو باہر شاہ میر نے کہا تھا۔ وہ سب مزاق تھا۔
ہمارا نکاح جمعے والے دن ہو گا۔ دیکھو تم نے اپنی آنکھوں
کا کیا حل کر لیا ہے۔

تو ایسا مزاق کون کرتا ہے۔ آپ بول بھی تو سکتے تھے۔
اچھا جی! مجھے نہیں پتا تھا۔ میری عابیرہ مجھے لے کر کس
حد تک پوزیسیو ہے۔ آئی ہیٹ یو! دامیار آئی ہیٹ یو!

عابیرہ اس کے سینے سے لگی بولی۔ دامیار نے مسکرا کر
عابیرہ کے گرد حصار باندھا۔ آئی لو یو! میری جان دامیار
اس کے بالوں پر لب رکھے بولا۔ چلو اٹھو تمہیں ہو اسپتال
لے کر چلوں۔ پٹی چینج کروانی ہے۔

مجھے نہیں جانا۔ میں ٹھیک ہوں۔ ایسے کیسے نہیں جانا

زخم کیسے ٹھیک ہو گا۔ ہاشم اس کے سر پر بندھی پٹی کو دیکھ کر بولا۔۔۔۔۔

حویلی میں نکاح کی تیاری زور و شور سے چل رہی تھی۔ ہر
کوئی تیاری میں مگن تھا۔ حویلی کو وائٹ اور ریڈ پھولوں
سے سجایا گیا تھا۔ آئزہ دامیار کے سینے سے لگی بیٹھی تھی۔
آئزہ کو بھی رات کو بتایا تھا، دامیار اور عابیرہ کے نکاح کے
بارے میں، آئزہ عاصم کے ساتھ صبح ہی حویلی آگئی تھی۔
لالاکب سے یہ سب چل رہا ہے۔ جو اچانک ہی نکاح
کرنے چلے۔ آئزہ دامیار کے سینے سے لگی منہ بنا کر بولی۔
میرا بچہ جب سے میں یہاں واپس آیا ہوں۔ دامیار نے
بھی بنا ہچکچائے جواب دیا۔

اور یہاں سب کو پتہ تھا۔ صرف میرے علاوہ آپ نے
اپنی اکلوتی بہن سے سب کچھ چھپایا۔ جائے میں ناراض
ہوں ارے میرا بچہ اب تو ناراض نہ ہو یا تمہارے لالا کا
نکاح ہے، تمہارا لالا تو رخصتی بھی آج ہی کرنے کا ارادہ
رکھتا ہے۔ آئزہ فوراً دامیار کو چھوٹی آنکھیں کر کے دیکھنے
لگی۔ دامیار کی بات پر سب اسے مشکوک نظروں سے
دیکھنے لگے۔ لالا یہ رخصتی کی بات کہاں سے آگئی۔ کاوش
صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا۔ جب سے نکاح کی
بات ہوئی ہے۔ ایک ہی گھر میں رہ کر میں اپنی بیوی سے
دور نہیں رہ سکتا۔ دامیار بھی سمپل لفظوں میں بولا۔ تم
سب یہاں بیٹھو ضرغام لاؤنج میں داخل ہوتے بولا۔

باہر مہمان آچکے ہے۔ دامیار کے نکاح میں صرف چند
مہمانوں کو مدعو کیا تھا۔ جس میں حاکم خان کے دوست
اشفاق خان اپنی بیٹی نیلم کے ہمراہ شادی اٹینڈ کرنے
آئے تھے۔ باہر لان میں ہی سارا اریجمنٹ کیا تھا۔ بہت
ہی نفاست سے لان کو سجایا گیا تھا۔ سب ریڈی ہو چکے
تھے۔ عابیرہ کو ابھی پارلر والی ریڈی کر رہی تھی ماہی اپنی
میکسی سنبھالتی لان میں داخل ہوئی۔

پرپل کلر کی میکسی، جس پر گولڈن کام ہوا تھا۔ بال کھلے
چھوڑ کر بہت ہی نفاست سے کراؤن لگایا تھا۔ میک اپ
ہلکا ہی کیا تھا۔ کیونکہ کاوش کو بالکل نہیں پسند تھا۔ کاوی
میری بات سنے ماہی کاوش کے پاس آتے بولی۔ جی کاوش

کی جان! کاوش کہتے ہوئے جیسے ہی مڑا ماہی کی گرین
آنکھوں میں ہی کھو گیا۔ بہت ہی جان لیوہ لگ رہی ہو۔
کاوش اس کے کان کے قریب جھک کر بولا۔ کاوی کیا کر
رہے ہے، سب ہماری طرف ہی دیکھ رہے ہے۔

بیوی! دیکھنے دو، کاوش کچھ اور آگے بولتا ہیزل کی آواز پر
ماہی نے سیٹج کی طرف دیکھا۔ جو اشارے سے اسے ہی بلا
رہی تھی۔ بہرام ہیزل کے پاس کھڑا اس کا دو آتش
روپ دیکھ رہا تھا۔ جو بلیک میکسی پہنے دامیار بہرام کے
جزبات کو بہکا گئی تھی۔ بہرام اسے گہری نگاہوں سے سر
سے پیر تک گھور رہا تھا۔ جی بھا بھی! ماہی اس کے پاس

آتے بولی۔ میرے ساتھ چلو عابیرہ ریڈی ہو گئی ہے۔

نکاح کا ٹائم ہے، ہیزل یہاں میرے پاس ہی رہو۔ بہرام
ہیزل کی بات سنتے فوراً بولا۔ میں کوئی رسک نہیں لے
سکتا۔ اوپر سے تم نے ہیل پہن رکھی ہے۔

پر خان! ہیزل مجھے کوئی بات نہیں سننی۔ بھا بھی آپ
یہاں ہی رہے بہرام لا لا ٹھیک کہہ رہے ہے۔ آپ کی
کنڈیشن ایسی ہے۔ ڈاکٹر نے زیادہ چلنے پھرنے سے منع کیا
ہے۔ میں عابیرہ کو دیکھ لیتی ہوں۔ ماہی کہہ کر اندر کی
طرف بڑھی۔

ماشاء اللہ! میری بچی تو چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہے۔ رانیہ بیگم!
عابیرہ کی بلائے لیتے بولی۔ کوئی شک نہیں تھا۔ عابیرہ
دو لہن بنی سب کو پیچھے چھوڑ گئی تھی۔ اس کا خوبصورت
روپ دیکھ کر سب نے بے اختیار ماشاء اللہ کہاں عالیان
خان! ضرغام کے ہمراہ مولوی کو لے کر روم میں داخل
ہوا۔ تھوڑی میں نکاح شروع ہوا۔ عابیرہ آج مکمل طور پر
دامیار کی پناہوں میں چلی گئی تھی۔ نکاح کا سلسلہ ختم
ہوا۔ عالیان خان! نے عابیرہ کو سینے سے لگایا۔ عابیرہ اپنے
ماموں کے سینے سے لگی ہچکیوں سے رونے لگی۔
بس میری بچی! تمہیں یہاں سے تھوڑی کہی اور بھیج
رہے ہے۔ یہاں ہم سب کے درمیان ہی رہو گی۔ عابیرہ

یار کیا ہو گیا ہے۔ آثرہ اور زمل عابیرہ کو روتے دیکھ کر
فوراً پاس ہوئی۔ یار اس طرح کیوں رو رہی ہو۔

سارا میک اپ خراب ہو جائے گا۔ مجھے ابھی رخصتی نہیں
کرنی، سب نے کہاں تھا صرف نکاح ہو گا۔ یہ رخصتی
کہاں سے آگئی۔ عابیرہ سو سوں کرتی بولی۔ پاگل لڑکی!
اتنی سی بات پر رو رہی ہو۔ ضرغام اس کو خود کے سینے
سے لگائے بولا۔ بھائی آپ بھی سب جانتے تھے۔ عابیرہ
دامیار لالا یہی چاہتے ہے۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

چلو چپ کرو اب تو تمہیں رخصت ہونا ہی پڑے گا۔ باہر
نکاح ہو گیا ہے۔ میں چلتا ہوں۔ مام! آپ بھی چلے تم
جاؤ! ضرغام میں آتی ہوں۔

باہر نکاح ہو گیا تھا سب مبارکباد دے رہے۔ ضرغام بھی دامیار کے گلے لگا۔ سالے صاحب کہاں تھے۔ میرے نکاح میں بھی شامل نہ ہو پائے۔ وہ لالا میں تو اندر تھا۔ آپ کی بیوی رخصتی ہونے پر رہ رہی ہے۔ ضرغام کی بعد میں دامیار صرف مسکرایا۔ دامیار کی مسکراہٹ دیکھ کر ضرغام تھوڑا حیران ہوا۔ وہ رخصتی سے منع بھی کر سکتا تھا۔ عابیرہ اس کی اکلوتی بہن تھی۔ پر وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ دامیار عابیرہ کو لے کر کافی حد تک شدت پسند تھا۔

اگر وہ منع کر دیتا تو دامیار کبھی نامانتا، ہم! سالے صاحب
میں دیکھ لوں گا۔ عابیرہ کو باہر نہیں لایا گیا تھا۔ دامیار نے
سختی سے منع کیا تھا۔ عابیرہ پر کسی کی نظر پڑے وہ ہرگز
برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ہیلو! دامیار بہت مبارک ہو۔
نیلیم دامیار کے آگے ہاتھ کرتی بولی۔ دامیار نے بنا دیکھے
نیلیم سے ہاتھ ملایا۔ کھینکیو! دامیار نے ایک سر سری
ساجواب دیا۔ دامیار کے اگنور کرنے پر نیلیم کی آنکھیں
سرخ ہوئی۔ وہ بالکل برداشت نہیں کر رہی تھی۔
دامیار کو کسی اور کے نکاح میں دیکھ کر۔ دامیار میں بھی
دیکھو وہ لڑکی اتنی پیاری ہے۔ جس کی وجہ سے مجھے اگنور
کر رہے ہو۔ دامیار نے غصے سے نیلیم کو دیکھا۔ اسے بالکل

امید نہیں تھی نیلم اس طرح کا سوال کرے گی۔ پیاری
نہیں بہت خوبصورت ہے۔ جسے دیکھتے ہی میں سب کچھ
بھول گیا۔ ہوشیار تو بہت ہے۔ پروہ ہے نہیں، میرے
لیے بالکل معصوم ہے۔ خیر میں تمہیں کیوں بتا رہا ہوں،
جاؤ خودی دیکھ لو۔ دامیار مسکراتے چہرے سے بول کر
لاؤنج کی طرف بڑھا۔ مہمان تو چلے گے تھے۔
سب لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ نیلم اپنے اڈتے آنسوؤں کو
صاف کرتے اندر کی طرف بڑھی۔ دامیار یہاں آؤ۔

حاکم خان نے دامیار کو عابیرہ کے روم کی طرف بڑھتے
دیکھا۔ راجی! آپ جو کہنے والے ہے میں ہر گز نہیں

مانوں گا۔ مجھے میری بیوی ہر حال میں میرے پاس
چاہیے۔ دامیار کی بات پر حاکم خان! غصے سے اسے
گھورنے لگے۔ واجی! بس آپ اجازت دے، میں اپنی
بیوی کو رخصت کروا کر اپنے روم میں لے جاسکوں۔
وہ جانتا تھا اس کی بیوی صرف قربت کے خوف سے
رخصتی سے منع کر رہی ہے۔ اب آپ کہے گے شرم کر
دامیار، ایسے بات کرتے ہے اپنے واجی سے۔ بالکل نہیں
راجی! شرم کیسی اپنی بیوی کی رخصتی ہی تو مانگ رہا ہوں۔
کمنے جا! تو کون سا کم ہے شاہ میر سے۔

سب مسکراتے ہوئے دامیار کو دیکھ رہے تھے۔ داجی کی
بات پر شاہ میر نے بے ساختہ اپنا کالر جھاڑا۔ زل نے
شرم سے سر جھکا لیا۔

شکریہ راجی! مجھے یہی امید تھی آپ مان جائے گے۔
دامیار حاکم خان کے گلے ملتا، عابیرہ کے روم کی طرف
بڑھ گیا۔ باقی سب بھی اپنے اپنے رومز میں چلے گے۔
اشفاق خان ابھی دو تین دن حویلی ہی رکھنے والا تھا۔ نیلم آ
جاؤ تمہیں تمہارا روم دیکھا دیتی ہوں۔ ماہی اس کے پاس
آتے بولی۔ اوو کے! نیلم صرف اتنا کہہ کر ماہی کے پیچھے
بڑھی۔ عاصم آئزہ کی طرف متوجہ ہوا۔

شاہ کی جان! جانے کا ارادہ ہے یا نہیں، عاصم کی بات پر
آثرہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

شاہ! ہم صبح چلتے ہے نا آج یہاں ہی رک جاتے ہے۔ آثرہ
عاصم کے سینے سے لگی بولی۔ جو حکم مائے لیڈی! عاصم
آثرہ کو اپنی باہوں میں اٹھائے، آثرہ کے کمرے کی
طرف بڑھ گیا۔

دلاور خان اپنے ڈھیرے پر بیٹھا سگریٹ پر سگریٹ پی رہا
تھا۔ حوریہ کی کال آنے پر بھی ایسے ہی بیٹھا رہا۔ دامیار
کے نکاح کا سن کر دلاور خان، غصے سے سامنے دیوار پر لگی

تصویر کو دیکھ رہا تھا۔ دلاور خان اٹھ کر تصویر کے پاس
آیا۔

سلیپنگ بیوٹی! کب تک رہو گی۔ اچھے سے جانتا ہوں۔
دامیار کی جان بستی ہے تم میں، دامیار کی جان کیسے نکالنی
ہے۔

یہ بھی جان گیا ہوں۔ دامیار عابیرہ کی تصویر کو دیکھ کر
بلند و باک قہقہہ لگانے لگا۔ دامیار کو مار کر تمہیں اپنا
بناؤں گا۔ وہ کیا ہے نا، تمہیں پہلی نظر میں دیکھتے ہی میں
پاگل ہو گیا تھا۔ دلاور خان عابیرہ کی تصویر دیکھ کر

آنکھیں موندی۔ اس کی آنکھوں کے آگے ہو سپیٹل کا
منظر لہرایا۔ جب عابیرہ کو دیکھ کر اس کا ہاتھ خود بخود
عابیرہ کو چھونے کے لیے اٹھا۔ دامیار کے جھٹکنے پر دلاور
خان کی آنکھیں فوراً کھلی۔

دلاور خان عابیرہ کی تصویر کو گہری نظروں سے دیکھتے
باہر کی طرف بڑھا۔

گل بدن! گل بدن کہاں مر گیا۔ دلاور خان اپنے پر سئل
گارڈ کو پکارتے دھاڑا۔

جی صاحب! گل بدن بھاگتا ہوا دلاور خان کے پاس آیا۔
گل بدن! مجھے جلد از جلد دامیار کی بیوی حویلی میں
چاہیے۔ گل بدن دلاور خان کی بات سن کر حیران
نظروں سے دیکھنے لگا۔ گل بدن سن رہے، میں کیا بول رہا
ہوں۔ گل بدن کوچپ دیکھ کر دلاور دھاڑا۔
جی صاحب! سن لیا۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر، پر
صاحب خان حویلی کی بہواٹھا کر ہم صحیح نہیں کر رہے۔

گل بدن! دلاور گل بدن کی بات سن کا دھاڑا۔

گل بدن! دلاور کی دھاڑ پر دو قدم پیچھے ہٹا۔ جو میں نے کہا
ہے وہ کرو، ورنہ تم جاسکتے ہو۔ صاحب جی! آپ کا کام ہو
جائے گا۔ گل بدن! نظریں جھکائے بولا۔ ہم! جاؤ یہاں
سے دلاور خان کہہ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ اور
گاڑی حویلی کے راستے کی طرف لی۔۔۔۔

دامیار عابیرہ کے روم میں داخل ہوا۔ عابیرہ کو سامنے
صوفے پر بیٹھا دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا۔ جو ریڈ کا مدار لہنگے
میں کوئی بری ہی لگ رہی بھی۔ لائٹ سامیکپ جو اس کی
خوبصورتی کو اور بڑھا گیا۔ ہونٹوں پر ریڈ لپسٹک، گلے
میں بہت ہی نفیس چوکر پہنا ہوا تھا۔ جو کب سے اتارنے

کی کوشش میں لگی تھی۔ عابیرہ کی نظر دامیار پر پڑی، تو
اس کی دھڑکنوں میں اضافہ کر گئی۔ دامیار مسکراتے
ہوئے عابیرہ کے پاس آکر کھڑا ہوا۔ تو اس کا سر سے پیر
تک جائزہ لینے لگا۔ عابیرہ نے اپنی نظریں شرم سے جھکالی
ہے مائے بیوٹیفل وائف! کیا ارادے ہے، میرے ساتھ
چل رہی ہو۔ یا میں تمہیں ایسے ہی اٹھا کر لے جاؤں۔
ہے مسٹر! مجھے تمہارے ساتھ کہی نہیں جانا۔ آپ
میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے، کر سکتا ہوں، بیوی
پورا حق رکھتا ہوں۔ دامیار اس پر جھکے بولا۔ عابیرہ کی چلتی
زبان کو بریک لگی۔

تبھی دامیار کا قہقہہ کمرے میں گونجا میری پیاری عالی!
چپ کیوں ہو گئی، بولو! آپ۔۔۔۔

آپ۔۔۔۔ دور۔۔۔۔ رہے۔۔۔۔ مجھ۔۔۔۔ سے۔۔۔۔
عابیرہ پیچھے کو جھکتی اپنی لڑکھڑاتی زبان سے بولی۔

ہم! شرافت سے نہیں مانو گی، دامیار نے فوراً عابیرہ کو اپنی
باہوں میں اٹھایا۔ یہ کیا کر رہے ہو، چھوڑو مجھے، تمہارے
ساتھ نہیں جانا۔

عابیرہ اس کے سینے پر مکے برسائے لگی۔ دامیار نے اپنی
سرخ نیلی آنکھوں سے عابیرہ کی شہد رنگ آنکھوں میں
غصے سے دیکھا۔ دامیار میں۔۔ عابیرہ نے کچھ بولنے کے

لیے اپنے لب کھولے۔ شش! آواز نہیں ورنہ تمہاری
سانسیں یہاں ہی گھونٹ دوں گا۔ جب گھر والوں نے
اجازت دی ہے، رخصتی کی۔

تو تمہارا بھی انکار نہیں بنتا۔ دامیار اس کو باہوں میں
اٹھائیں اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ عابیرہ اپنی سرخ
آنکھوں سے گھورنے لگی۔ دامیار عابیرہ کی گھوری کو
اگنور کرتا۔ روم میں داخل ہوا۔ پاؤں کی مدد سے زور
سے دروازہ بند کیا۔ اور عابیرہ کو لے کر بیڈ کی طرف
بڑھا۔ اور اسے نرمی سے بیڈ پر بیٹھایا۔

عابیرہ کی نظریں صرف کمرے کو دیکھ رہی تھی۔ جو ریڈ
پھولوں سے کمرے کے ایک ایک کونے کو بہت محبت

سے سجایا تھا۔ دامیار روم کو دیکھ کر گہرا مسکرایا۔ آپ نے
پر سب، آپ پہلے سے ہی ارادہ کر کے بیٹھے تھے، رخصتی
کا۔ عابیرہ کمرے کو دیکھ کر بولی۔ یقیناً اس سب کے
بارے میں کسی کو نہیں پتا ہو گا۔ کسی کو بھی نہیں پتا یہ کمرہ
میں نے تمہارے لیے سجایا۔ دامیار اس کے چوکر کی
ڈوری کو ڈھیلی کرتے بولا، جو کب سے اتارنے کی
کوشش کر رہی تھی۔ عابیرہ اسے اپنے قریب دیکھتے پیچھے
کو کھسکی۔ دامیار نے فوراً عابیرہ کی ٹانگ کھینچ کر اپنے
مزید قریب اپنے کیا۔ عابیرہ کی یک دم سانسیں تھیں۔
دامیار! جی دامیار کی جان! دامیار میں ابھی اس سب کے
لیے تیار نہیں ہوں۔ پر میں تو تیار ہوں، بلکہ بے چین ہو

رہا ہوں، تمہاری روح میں اترنے کے لیے۔ دامیار کی
بات پر عابیرہ کی آنکھیں فوراً نم ہوئی۔ دامیار اس کا دو
آتشہ روپ دیکھ کر بولا۔ وہ اب پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔
عابیرہ اس کے جذبات کو بہکا چکی تھی۔ دامیار نے عابیرہ
کے سر سے نرمی سے ڈوبٹہ اتارا۔ اور سائیڈ پر رکھا۔
دامیار اب اس کے بالوں کا جڑا کھولنے لگا۔ عابیرہ کے
آنسو بہنے لگے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے، دامیار کے کانوں میں
عابیرہ کی بھگی آواز پڑی۔

کس سے ڈر لگ رہا ہے میری بیوی کو، دامیار اس کی
آنکھوں میں دیکھتے بولا۔

آپ سے، عابیرہ سر جھکائے بولی! سچ میں بیوی! دامیار کا
قہقہہ پورے روم میں گونجنے لگا۔ دامیار اچھے سے سمجھ
گیا تھا۔ اس کی بیوی صرف باتوں میں لگا رہی ہے۔ کہ
میں اس کے قریب نا آؤں۔ بیوی ڈر تو لگے گا، خان سے
جو نکاح کیا ہے۔ اب اس خان کو جھیلنے کی ہمت بھی پیدا
کرو۔ دامیار اس کے ہونٹوں پر جھکے بولا۔ عابیرہ کا چہرہ
سرخ ہوا۔ دامیار اور شدت سے عابیرہ کے لبوں کا جام
پینے لگا۔ عابیرہ مکمل طور پر دامیار کے نیچے چھپی، کسی مچھلی
کی طرح تڑپنے لگی۔

عابیرہ نے اسے خود سے دور کرنا چاہا۔ دامیار نے اس کے ہاتھوں کو تکیے سے پن کیا۔

پر اس کے لبوں کو آزاد نا کیا۔ دامیار عابیرہ کو سانس نہ لیتے دیکھ کر فوراً پیچھے ہٹا۔ اور پھر سے لبوں پر جھکا، اپنی سانسیں عابیرہ کو دینے لگا۔ عابیرہ اس کے سانسوں میں اتارنے لگی۔

دامیار اسے سانس لیتے دیکھ کر پیچھے ہوا۔ عابیرہ اپنی شبیہ آنکھوں سے سے دامیار کو دیکھنے لگی۔

دامیار نے عابیرہ کو خود کے اوپر کیا۔ سوری! جان
میں کچھ زیادہ ہی بہک گیا تھا۔ عابیرہ کے ایسے دیکھنے پر
دامیار فکر مندی لہجے میں بولا۔ عابیرہ نے دامیار کے سینے
پر سر رکھے، بے آواز رونے لگی۔ دامیار جو عابیرہ کے سر
رکھنے پر مسکرایا۔ وہی عابیرہ کے رونے پر پریشان ہوا۔
عالی! میری جان! اس طرح کیوں رورہی ہو۔ عابیرہ ایسے
ہی لیٹی رہی، دامیار کی بات کا جواب نادیا۔ عالی! یار کیوں
تڑپا رہی رہی ہو۔ تمہارے یہ آنسو مجھے تکلیف دے رہے
ہے۔ دامیار آپ مجھے خود سے دور تو نہیں کرے گے۔
عابیرہ میری جان! میں تمہیں خود سے کیوں دور کروں
گا۔ تم تو یہاں بستی ہو، یہ دل صرف تمہارے لیے

دھڑکتا ہے۔ دامیار اپنے سینے پر انگلی رکھ کر بولا۔ اسے
عابیرہ کا اس طرح رونا پریشان کر گیا تھا۔ عابی! کوئی
پریشانی ہے۔ عابیرہ نے نفی میں سر ہلایا۔

بس آپ میرے قریب رہے۔ عابیرہ کی بات پر دامیار
حیران ہوا۔ کچھ دیر پہلے، میرے پاس آنے سے ڈر لگ
رہا تھا۔ اب خود قریب رہنے کا بول رہی تھی۔ دیکھ لو
بیوی! اب خود بول رہی ہو قریب رہنے کا۔ عابیرہ نے کیا
کہا تھا، دامیار اس کی بات کو کوئی اور ہی رنگ دینے لگا۔
عابیرہ نے گھور کر دامیار کو دیکھا۔ پیچھے ہٹے، مجھے فریش
ہونا ہے، عابیرہ ابھی اٹھتی دامیار عابیرہ کو باہوں میں اٹھا

کر واش روم کی طرف بڑھا۔ فریش تو مجھے بھی ہونا ہے،
کیوں نا اکٹھے ہی شاور لے۔ عابیرہ کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھ
کر دامیار

آنکھ ونگ کر کے بولا۔ پر مجھے آپ کے ساتھ شاور نہیں
لینا۔ شاور تو لینا ہی پڑے گا۔ دامیار عابیرہ کو نیچے اتارا۔

عابیرہ دامیار کا ہاتھ اپنے لہنگے کی ڈوریوں میں الجھتے دیکھ
کر سرخ پڑی۔ عابیرہ نے دامیار کو خود سے دور کرنا چاہا،
تب تک دامیار عابیرہ کے لہنگے کی ڈوریاں ایک ہی جھٹکے
میں کھول گیا، عابیرہ اپنا لہنگا زمین بوس ہوتے دیکھ کر فوراً
دامیار کے ساتھ لیٹی دامیار کے لب مسکراہٹ میں

ڈھلے۔ عابیرہ اب اس کے سامنے ریڈ بلاؤز اور بلیک رنگ
کے ٹائٹس میں کھڑی تھی۔ دامیار نے عابیرہ کو الگ کرنا
چاہا۔ عابیرہ اور شدت دامیار سے لپٹی۔۔۔۔۔

عالی! میری جان اپنا خوبصورت سراپے کا دیدار تو
کرواؤں۔

دامیار کی بات پر عابیرہ کے ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ
دوری دامیار پلینز نہیں مجھے شرم آرہی ہے۔ دامیار کا
ایک ہاتھ بے باکی سے عابیرہ کی کمر پر ریگنے لگا۔ دامیار
نے ایک ہی جھٹکے سے عابیرہ کا بلاؤز کھینچ کر اتارا۔ دامیار
عابیرہ کی چیخ و اشروم میں گونجی۔ عابیرہ شرم سے نظریں

جھکائے اپنی تمام تر رعانیوں کے ساتھ کھڑی تھی۔
دامیار عابیرہ کو گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ ہے میری
خوبصورت بیوی دامیار نے ایک ہی جھٹکے سے عابیرہ کو
بے باکی کے ساتھ خود سے لگایا۔ عابیرہ لڑکھڑاتے
قدموں کے ساتھ کھڑی دامیار کو بھیگی نگاہوں سے دیکھ
رہی تھی۔

دامیار نے اپنے دھکتے عنابی لب عابیرہ کی گردن پر جا بجا
لمس چھوڑنے لگا۔ دامیار نے آگے ہوتے شاوراون کیا۔
اور دوبارہ سے عابیرہ کے لبوں پر جھک گیا۔ دامیار میرا
گفٹ عابیرہ دامیار کے ارادے سمجھ کر منہ دکھائی یاد

کروائی۔ دامیار مسکراتی نگاہوں سے عابیرہ کو دیکھتے بولا۔
میری جان تمہارا گفٹ تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ ابھی
مجھے میرا

گفٹ دو بعد میں تمہارا گفٹ ملے گا۔ دامیار عابیرہ کو شاور
کے نیچے کھڑا کیے، اس کی دھڑکنوں کو اپنے لبوں سے
دبانے لگا۔ آہہ! دامیار پلینز میں برداشت نہیں کر پاؤں
گی۔ میری جان، کچھ نہیں ہو گا۔ بس مجھے محسوس کرو۔
دامیار اب اس کے پیٹ پر جا بجا لمس چھوڑنے لگا۔
عابیرہ کی سسکیاں واش روم میں گونجنے لگی۔ پلینز جان!
میرا ساتھ دو، میں بھی تمہیں محسوس کرنا چاہتا ہوں۔
دامیار عابیرہ کو اٹھائے واش روم سے نکل کر بیڈ پر لیٹاتے

بولا۔ عابیرہ اپنی حالت دیکھ کر دامیار کی طرف اپنی باہیں
پھیلائی۔ دامیار عابیرہ کے اس طرح باہیں پھیلانے پر
مسکراتے ہوئے، عابیرہ کے اوپر جھکا۔ عابیرہ نے دامیار
کے لبوں پر اپنے محملی لب رکھے، چومنے لگی۔ دامیار نے
پاؤں کی مدد سے بلیکٹ اڑایا۔

اجازت ہے میری جان تمہاری روح میں اتر کر خود کو اور
تمہیں پر سکون کر سکوں۔

عابیرہ نے سر اثبات میں ہلایا۔ دامیار مسکراتے ہوئے،
عابیرہ کی جان لبوں پر لے آیا۔ دامیار پلیر دامیار نہیں،
عابیرہ کی کمر میں درد کی کھسے اٹھنے

لگی، اور دائیں بائیں سر ہلائے دامیار کو پکارنے لگی۔
دامیار عابیرہ کے لبوں پر جھکا۔ عابیرہ کی چنچیں دیا گیا۔
دامیار عابیرہ پر اپنی تمام تر شدتیں لٹائے، گہری نگاہوں
سے دونوں ایک دوسرے کو ڈیکھوے لگے۔ عابیرہ کی
آنکھوں سے روانی سے آنسو بڑھتے دیکھ کر اپنے عمل
میں نرمی لائی۔ دامیار پر سکون ہوتے عابیرہ کو اٹھائے
خود پر لٹا گیا۔ اور آنکھیں موند لی۔۔۔

عشق کا جام

تحریر: منیرہ مہر

قسط نمبر: 55

ہاشم لاؤنج میں داخل ہوا۔ سب کو لاؤنج میں بیٹھے دیکھ کر
سب کی طرف بڑھا۔ جب نظر مہک بیگم کے حصار میں
بیٹھی عالینہ پر پڑی، جو آنسو بہا رہی تھی۔

ہاشم کو معاملہ سمجھنے میں ایک سیکنڈ لگا۔ ہاشم! عالیان خان
نے سرد آواز سے ہاشم کو پکارا جی بابا! ہاشم عالینہ کو
گھورتے ہوئے عالیان کی طرف بڑھا۔

ہاشم مجھے تم سے امید نہیں تھی۔ تم اپنی ہی بہن کو نکاح
کی دھمکی دینے لگے۔

(لاحول والا توتہ) بابا اسے اپنے نکاح میں لینے کے لیے
سوچ رہا ہوں، آپ نے ایک سیکنڈ میں ہی بہن بنا ڈالا۔
استغفر اللہ۔ ہاشم کانوں کو ہاتھ لگا کر بولا۔ عالینہ اور
نائیشہ کا قہقہہ لاؤنج میں گونجا۔

عاصم اپنی ہنسی دبائے بیٹھا تھا۔ آثرہ تو پیٹ پر ہاتھ رکھے
ہنس رہی تھی۔ عالیان کی بات پر سب مسکرا رہے تھے۔
ہاشم نے گھور کر عالینہ کو دیکھا جو بیٹھی ہاشم کے رنگ
بدلتے چہرے کے مزے لے رہی تھی۔ عالینہ کی بچی آج
تم مجھ سے بچ کر دیکھا و بہت دانت نکل رہے ہیں، نا
تمہارے ہاشم منہ میں ہی بڑبڑایا۔ مسکان بیگم اور سعدیہ
بیگم مسکراتی نظروں سے ہاشم کو دیکھ رہی تھی۔ بابا میرا
نکاح کروادے یہ نا ہو آپ سچ میں ہی اسے میری بہن بنا،
استغفر اللہ بہن، ہاشم اپنی ہی کہے گے لفظوں پر منہ سے
بے ساختہ استغفر اللہ نکلا۔ ہاشم یہ کیا کہہ رہے وہ تو پلینز

بابا بہن مت کہیے گا۔ عالیان خان ابھی آگے بولتے ہاشم
ان کے سامنے ہاتھ جوڑ گیا۔ عالیان نے بھی اب
مسکرائے بنانا رہ سکے۔ انہوں نے کبھی سوچا نہیں تھا۔
ہاشم عالینہ کے لیے ایسی فیلینگ رکھتا ہے۔

مجھے تو عالینہ اپنی بہو کے روپ میں قبول ہے۔ مہک بیگم
اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولی! جہاں ہاشم مسکرایا وہی
عالینہ نے چونک کر مہک بیگم کی طرف دیکھا، اور پھر
ہاشم کی طرف جو زیر لب مسکرا رہا تھا۔ عالینہ نے کچھ
بولنے کے اپنے لب کھولے، ہاشم فوراً بولا خالہ جان!

آپ کیا سوچ رہی ہے۔ بیٹی آپ کی ہے، آپ کی مرضی
سے کچھ نہیں ہو گا۔

ہاشم مسکان بیگم کے پاس بیٹھتے بولا۔ نہیں بیٹا! میں کچھ
نہیں سوچ رہی۔ میں تو بہت خوش ہوں تم دونوں کے
لیے ایسے عالینہ میری آنکھوں کے سامنے ہی رہے گی۔
بھئی بیٹے کے باپ سے بھی پوچھ لو مجھے یہ رشتہ قبول ہے
یا نہیں عالیان خان سب کو دیکھ کر بولے۔ ماموں جان!
ہاں کر دے ورنہ آپ کا بیٹا ٹروا میں چلا جائے گا۔ عاصم
ہاشم کی نظریں عالینہ پر جمی دیکھ کر بولا۔

عاصم کی بات پر ہاشم کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ کوئی
شک نہیں، ٹروما میں تو ابھی بھی ہوں۔ ہاشم آنکھ دبا کر
بولا۔ ٹھیک ہے بھئی اگر سب یہی چاہتے ہے تو مجھے بھی
رشتہ قبول ہے۔ عالیان کے ہاں کہنے پر عالیہ کے آنسو
لڑیوں کی صورت میں بہنے لگے۔ وہ بتانا چاہتی تھی، کہ
اس کے ہاتھ میں آبان کے نام کی انگوٹھی ہے۔ اگر نکاح
والی بات آبان تک پہنچ گئی تو وہ ہاشم کو نقصان پہنچانے کی
کوشش کرے گا۔ نہیں میں ایسا کچھ نہیں ہونے دوں
گی۔ میں ہاشم کو کچھ نہیں ہونے دوں گی۔ میں اسے نہیں
کھو سکتی، میں نکاح ہی نہیں کروں گی۔

عالینہ اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بڑبڑانے لگی۔
ہاشم کی نظریں عالینہ پر تھیں۔ جو اسے جاتے ہوئے دیکھ
رہا تھا۔ سب کو باتوں میں لگے دیکھ کر ہاشم بھی عالینہ کے
پیچھے بڑھا۔

عالینہ اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ سن کر روکی۔ وہ اچھے
سے پہچانتی تھی، عالینہ چہرے پر انتہا کا غصہ لیے آگے
بڑھ گئی۔ وہ ہاشم پر اپنی فیلینگ کا اظہار نہیں کر سکتی
تھی۔ کہ وہ اس کو لے کر پوزیسیو ہوتی جا رہی ہے۔

ہاشم جلدی سے عالینہ کی طرف بڑھا، اور اسے کھینچ کر
خود کے ساتھ لگایا۔

ہاشم کی اس طرح خود کے ساتھ لگانے پر عالینہ پہلے
بوکھلا گئی۔ اور پھر غصے سے ہاشم کو خود سے دور دھکیلا۔
ہاشم نے خود کو گرنے سے بامشکل ہی بچایا۔ جس طرح
عالینہ نے دھکا دیا تھا، وہ ضرور پیچھے بنے شیشے سے جا
ٹکڑا تا۔ یہ کیا حرکت ہے عالینہ ہاشم غصے سے عالینہ کی
طرف دیکھ کر دھاڑا۔

جو تم نیچے حرکت کر کے آئے ہو۔ اس کا کیا ہاں، عالینہ
کہاں پیچھے رہتی، وہ بھی جواباً غصے سے دھاڑی۔ ہم! ایسا
بھی کیا، کیا ہے میں نے جو تم اس طرح چلا رہی ہو۔ ہاشم

اس کلائی سے پکڑ کر کمرے میں دھکا دیتے بولا۔ اور لاک
لگا کر عالینہ کی طرف بڑھا۔ جو غصے سے دیکھ رہی تھی۔
میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ کہ میں تم سے نکاح نہیں
کروں گی۔ کیوں نہیں کرو گی، نکاح تو مجھ سے ہی ہو گا۔
تم اس کی وجہ سے انکار کر رہی، ہاشم اس کے ہاتھ میں
آبان کے نام کی انگوٹھی دیکھ کر دھاڑا۔ ہاشم نے عالینہ کا
ہاتھ پکڑا، اور انگوٹھی اتار کر دور پھینکی۔ اتنی نفرت کے
باوجود تم نے یہ

انگوٹھی پہنی ہے عالینہ، ہاشم تنزیہ مسکرایا۔ عالینہ کے
آنسو بہنے لگے۔ ہاشم اس پر شک کرے گا۔ وہ بے یقین

ہوئی تھی۔ میں وہ، ہاشم، میں نے عالینہ بولنا چاہتی تھی۔
پر اس کی آواز کہی اندر دب گئی تھی۔

کیا میں وہ بولو، ہاشم عالینہ کے آنسوؤں کی پروا کیے بغیر
سرد آواز میں بولا۔ تمہارے یہ آنسو جھوٹے ہے عالینہ
اگر تمہیں اس سے نفرت ہوتی تو یہ انگوٹھی تمہاری انگلی
میں نا ہوتی۔ ہاشم اسے دور دھکیلتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا
روم سے باہر نکلا۔ ہاشم! اسے دیکھ کر پکار اٹھی۔
ہاشم عالینہ کی پکار کو ان سنی کیسے آگے بڑھ گیا۔ ہاشم میں
نے صبح ہی انگوٹھی پہنی، نفرت ہے مجھے اس انسان سے
شدت سے نفرت کرتی ہوں۔ میں تمہیں نہیں کھوسکتی،
تم سمجھ کیوں نہیں رہے ہاشم عالینہ بیڈ پر اوندھے منہ

لیٹی ہچکیوں سے رونے لگی۔ مجھے آبان خان کی حویلی جانا تھا۔ اس لیے پہنی ورنہ وہ میری جان لے لیتا۔ عالیہ ہلکی آواز میں لیٹے بولی۔ عالیہ کو اپنا سانس بند ہوتے ہوئے محسوس ہوا۔ اٹھ کر کھڑکی کے پاس آ کر کھڑی ہوئی۔

ہاشم جو غصے سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ حویلی کے اندر کسی انجان گاڑی کو داخل ہوتے دیکھ کر روکا۔

گاڑی ہاشم کے پاس آ کر روکی گاڑی میں سے حوریہ خان کو اترتے دیکھ کر حیران ہوا۔ جو پینٹ اور ڈھیلی سی بے حد شارٹ شارٹ پہنے آنکھوں پر سیاہ گلاسز لگائے ہاشم کو

دیکھ رہی تھی۔ ہاشم بے یقین نظروں سے حوریہ کو دیکھ
رہا تھا۔ حوریہ کو دیکھ کر دلاور خان اس کی آنکھوں کے
سامنے آیا۔ ہاشم کی آنکھیں اب خون چھلکانے لگی۔
عالینہ اوپر کھڑی اس خوبصورت لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔
جواب بھاگتے ہوئے، ہاشم کے سینے سے لگی۔ عالینہ کی
آنکھیں سرخ ہوئی۔

ہاشم کی نظریں سامنے کھڑکی کے پاس کھڑی عالینہ پر گئی
۔ جو غصے سے دیکھ رہی تھی۔ ہاشم نے حوریہ کو خود سے
دور جھٹکا، حوریہ کے قدم بری طرح لڑکھڑائے۔ تمہاری
ہمت کیسے ہوئی، یہاں آنے کی ہاشم حوریہ کو دیکھ کر غصے

سے دھاڑا۔ حوریہ پھر سے ہاشم کے ساتھ لیٹی عالینہ کے
آنسو بہنے لگے، عالینہ نے غصے سے کھڑکی کو بند کیا۔ زور
سے بند کرنے پر شیشہ ٹوٹ کر کچھ اندر کی طرف اور کچھ
باہر کی طرف گرا۔

شیشہ ٹوٹنے کی آواز پر چونک کر ہاشم نے اوپر کی طرف
دیکھا۔ ہاشم کو اپنا سانس بند ہوتا ہوا محسوس ہونے لگا۔
دور رہو مجھ سے، ہاشم نے حوریہ کو خود سے دور دھکیلا۔
ہاشم میں تم سے ملنے آئی ہوں۔ ادو! اب کون سا پلین بنا
کر آئی ہو۔ ہاشم کو پورا یقین تھا۔ اس کو یہاں بھیجنے والا
دلاور خان ہے۔ اسے کچھ دن پہلے پتہ چلا تھا۔ دلاور خان

اس ڈاکٹر کو ڈھونڈ رہا ہے۔ جس نے دامیاری کی مدد کی
تھی۔ ہاشم! مجھے معاف کر دو مجھے لالا کا ساتھ نہیں دینا
چاہیے تھا۔ اوو! لالا کی چھتی آج اپنے ہی لالا کے خلاف
کھڑی ہے۔ ہاشم قہقہہ لگا کر بولا۔

کیا تمہارے لالا کو پتہ چل گیا اس ڈاکٹر کے بارے میں یا
تم نے بتا دیا۔ ہاشم میں نے کچھ بھی نہیں بتایا۔ میں خود
آئی ہوں، تم سے ملنے مجھے کسی نے نہیں بھیجا۔ میں نے
کب کہاں تمہیں یہاں بھیجنے والا کوئی اور ہے۔ ہاشم کی
بات پر حوریہ نے دانت کچکچائے۔ حوریہ خان جاؤ یہاں
سے میں بالکل تم سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں
ہوں۔ اپنی منہوس شکل گم کرو۔ اور آئینہ یہاں آنے

کی ہمت مت کرنا۔ تمہارے لالا کی ایک غلطی کا انتظار ہے، اس نے ایک غلطی بھی کی اس کی ٹکٹ اوپر کی کٹوا دینی ہے۔ ہاشم حوریہ کو مسکراتے بول کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔ اسے اب اپنی جنگلی بلی کی فکر کھائی جارہی تھی۔

اسے پتہ تھا وہ بہت جلد جزباتی ہو جاتی ہے۔ خود کو کوئی نقصان نا پہنچالے۔ اس لیے باہر جانے کی بجائے عالینہ کے پاس جانے میں ہی عافیت سمجھی۔ ہاشم عالینہ کے کمرے میں داخل ہوا۔ عالینہ ہاشم کو دیکھ کر غصے سے تکیہ اٹھا کر ہاشم کی طرف پھینکا۔ جسے ہاشم نے ایک ہی سیکنڈ میں ہاتھوں میں پکڑا۔

آگے مت آنا ورنہ تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔ ہاشم کو اپنی
طرف بڑھتے دیکھ کر دھاڑی۔ عالینہ میری بات سنو
نہیں سننی مجھے تمہاری بات عالینہ بیڈ کے ساتھ لگی بولی۔
ہاشم اس کی لال آنکھیں دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ جو مقابل نے
رورو کر لال کر لی تھی۔ عالینہ میری بات سنو، ہاشم نے
ایک قدم آگے بڑھایا۔

عالینہ بیڈ سے اتر کر دوسری طرف کھڑی ہوئی۔ آہہ!
پاؤں پر کانچ پیوست ہوا۔ عالینہ وہی پاؤں پکڑ کر بیٹھ گئی۔

ہاشم تڑپ کر عالینہ کی طرف بڑھا۔ دور رہو مسٹر ہاشم
خان! نہیں ہے مجھے ضرورت تمہاری۔ ہاشم عالینہ کو دیکھ

کر حیران ہوا۔ مقابل اس کو لے کر اتنی پوزیسو ہوگی۔
ہاشم کو یقین نہیں ہو رہا تھا۔

عالینہ! نام بھی مت لو میرا جاؤ یہاں سے، اس کے پاس
ہی جسے تم نیچے چھوڑ کر آئے ہو۔

عالینہ میری بات سنو، ہاشم عالینہ کی طرف بڑھا۔ عالینہ
نے secon پیچھے ہونا چاہا، پاؤں میں چوٹ لگنے کی وجہ
سے وہی بیٹھی رہی۔ ہاشم نے زبردستی عالینہ کا پاؤں پکڑا،
چھوڑو مجھے مسٹر ہاشم، عالینہ نے اپنا پاؤں چھڑوانا چاہا۔
ہاشم عالینہ کا چلانا اگنور کر کے اسے اپنی باہوں میں اٹھا

گیا۔ مسٹریہ کیا حرکت ہے۔ ششش! آواز نہیں ورنہ
تمہاری سوچ سے بھی زیادہ برا ہو جائے گا۔ ہاشم عالینہ کی
آنکھوں میں دیکھتے انتہائی سرد آواز میں بولا۔

ہاشم نے عالینہ کو آرام سے بیڈ پر لٹایا۔ ہاشم ابھی پیچھے
ہوتا۔ عالینہ نے شرٹ سے پکڑ کر ہاشم کو اپنی طرف
کھینچا۔ کون تھی، جسے تم سینے سے لگائے کھڑے تھے۔
عالینہ کی بات پر ہاشم گہرا مسکرایا۔ عالینہ اسے مسکراتے
دیکھ کر گہرا سانس بھرا۔ اچھا! تم جیلس ہو رہی ہو۔ تم تو
مجھ سے نکاح کرنے سے منع کر رہی ہو۔

تو میرے لیے اتنی فکر مندی، ہاشم عالینہ کے اور قریب
ہو کر بولا۔ میں کیوں جیلس ہونے لگی۔ عالینہ ہاشم کی

شرٹ کو مٹھیوں سے آزاد کرتی بولی۔ میری طرف سے
تم اس سے نکاح کرو، مجھے پھر بھی تمہاری کوئی فکر نہیں
ہوگی۔ عالینہ کو اپنے گلے میں آنسوؤں کا گولا اٹکتے ہوئے
محسوس ہونے لگا۔ وہ ہاشم کے سامنے بالکل نہیں رونا
چاہتی تھی۔ عالینہ کی بات پر ہاشم نے اپنی کنپٹی کو مسلا۔
اور پھر اس کے پاس بیٹھا۔ دیکھ لو اگر میں نے نکاح کر
لیا۔ تو میری شکل دیکھنے کو ترسوگی۔ وہ تو ویسے بھی مجھ
سے شادی کنے کے لیے مری جا رہی ہے۔ عالینہ کے
آنسو بہنے لگے، اسے اپنے سینے میں اور پاؤں میں شدید
درد اٹھتا ہوا

محسوس ہونے لگا۔ ہاشم نے یہ بات کیسے کی تھی، یہ وہی جانتا تھا۔ ہاشم نے عالینہ کو چھونا چاہا۔ عالینہ بیڈ کے ساتھ لگی ہاشم کو بھیگی نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی۔ ہاشم ایسا کچھ کہے گا، وہ بے یقین ہوئی تھی۔ جاؤ، ڈاکٹر ہاشم خان یہاں کیوں بیٹھو ہو، میری طرف سے اجازت ہے۔

اب ٹوٹنے کی باری ہاشم کی تھی۔ ہاشم کو لگا وہ اس پر چپنے گی چلائے گی، پر وہ تو سمپل سا جواب دے کر خاموش ہو گئی تھی۔ عالینہ! ہاشم نے اسے پکارا، وہ ویسے ہی بیٹھی رہی۔ ہاشم کو خود پر شدید غصہ آنے لگا، تھا۔ میں نے

ایسی بات کیوں کی۔ عالینہ میری جان! میرا تمہیں ہرٹ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ دراز سے فرسٹ ایڈ باکس

نکالا، پاؤں سے خون نکل رہا تھا۔ پر انتہائی بے دردی سے
اپنے پاؤں کو دبوج کر بیٹھی تھی۔ ہاشم نے عالینہ کا ہاتھ
پیچھے کیا اور زخم صاف کرنے لگا۔ عالینہ ویسے ہی خاموش
بیٹھی رہی۔ ہاشم کے الفاظ اسے تیر کی طرح خود پر
پیوست ہوتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

ہاشم نے پٹی کی۔ اور عالینہ کے قریب ہوا۔ عالینہ میری
طرف دیکھو۔ ہاشم نے عالینہ کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے
میں لیے بے حد نرمی سے بولا۔ عالینہ کو ایسے دیکھ کر ہاشم
تڑپ اٹھا۔ عالینہ میں ایسا کچھ نہیں کر رہا۔ تم میرے لیے
اس روئے زمین میں سب سے بڑھ کر ہو۔

عالینہ نے بھیگی نگاہوں سے ہاشم کو دیکھا، ہاشم نے عالینہ کی آنکھوں کو شدت سے چوما۔ تم۔۔ تم اس سے نکاح کرو گے۔ عالینہ جتنی مرضی بہادر بن جائے، پر اندر سے اتنی ہی کمزور نہیں میری جان! میں نکاح تم سے ہی کروں گا۔ تم میری زندگی میں آنے والی پہلی اور آخری لڑکی ہو۔

جھوٹ! تم نے خودی کہاں وہ تم سے شادی کرنے کے لیے مری جا رہی ہے۔ عالینہ ہچکیوں سے بولنے لگی۔ میں نے دیکھا وہ تمہارے سینے سے کیسے لگی تھی۔ تم مجھ سے دور چلے جاؤ گے، وہ چھین لے گی تمہیں مجھ سے، عالینہ

ایک ہی سانس میں بولنے لگی۔ مجھے کوئی تم سے اتنی
آسانی سے دور نہیں کر سکتا۔

تم سے پیار کرنا میرے لیے مشکل ہے۔ تم سے پیار کرنا
سب سے خوبصورت فیصلہ ہے۔ ہاشم کے اظہار پر عالینہ
نے زور سے آنکھیں بند کی۔ ہاشم اس کے چہرے کو غور
سے دیکھنے لگا۔ ایک طرف وہ اسے کسی کے ساتھ شیئر
نہیں کر سکتی، دوسری طرف اپنی محبت سے انکار کر رہی
ہے۔ وہ جانتا تھا، یہ صرف آبان کی وجہ سے کر رہی ہے۔
ہاشم نے کھینچ کر عالینہ کو اپنے سینے سے لگایا۔

عالینہ جیسے تم مجھے کسی کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی، تو میں
تمہیں کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ عالینہ تم صرف ہاں کرو، باقی
میں خود سنبھال لوں گا۔ پروہ۔۔ پروہ کچھ نہیں میں
تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ میں تمہیں
کھو نہیں سکتی پاگل انسان، تم آبان کو نہیں جانتے، عالینہ
کی بات پر ہاشم کا قہقہہ کمرے میں بے ساختہ گونجا۔ ابھی
اس نے پاگل انسان کا وحشی روپ کب دیکھا۔
تم بے فکر رہو۔ کچھ نہیں کر سکے گا۔ ہاشم اسے سینے سے
لگائے بولا۔ تم کسی کے قریب گے میں تمہاری جان لے
لوں گی۔ عالینہ اس کے سینے سے لگی بولی۔ عالینہ کی بات

پر ہاشم کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ تمہارے علاوہ کسی
کے قریب نہیں جاؤں گا۔ ہاشم اس کے بالوں پر لب
رکھے بولا۔

عالینہ اور شدت سے ہاشم سے لپٹی۔ میرے جزبات کو بہکا
رہی ہو۔ یہ نہ ہو نکاح سے پہلے اپنا حق لے لوں۔ ہاشم کی
بات پر عالینہ فوراً پیچھے ہوئی۔ ہاشم کا بلند و باک قہقہہ
کمرے میں گونجا۔ نکلویہاں سے عالینہ اس کے آگے چٹکی
بجا کر بولی۔ اگر میرے پاؤں پر چوٹ نا لگی ہوتی۔ میں
تمہیں خود یہاں سے نکالتی۔ ہاشم نے گھور کر عالینہ کی
طرف دیکھا۔ ہاشم فوراً اس کے لبوں پر جھکا عالینہ کی

حیرت سے آنکھیں پھیل گئی۔ ہاشم شدت سے عالینہ کے
لبوں کو چومنے لگا۔ میری جان! ابھی جا رہا ہوں۔ خود کو
تیار کر لو تمہارے اب سارے راستے مجھ سے ہو کر مجھ پر
ہی کھلتے ہیں۔ تمہاری جان بالکل نہیں بخشوں گا۔ ہاشم
عالینہ کو آنکھ و نک کیسے کمرے سے باہر نکلا۔

سب ڈائینگ روم میں ناشتے کے ٹیبل پر بیٹھے دامیار
کو گھور رہے تھے۔ بہرام مسکرا کر سب کے بدلتے موڈ
دیکھ رہا تھا۔ دامیار تم نے شادی بھی سادگی سے کی،
رخصتی بھی زبردستی کر لی، اب ولیمہ کرنے سے منع کر
رہے ہو۔ زرمینہ بیگم! چہرے پر سرد تاثرات لے کر

بولی۔ تم جانتے ہو ولیمہ ہمارے نبی پاک کی سنت ہے۔
حاکم خان! بھی غصے سے دیکھتے بولے۔

لالا! آج شام کو ماہی کا کل پہلا پیپر ہے۔ تو میں آج نکلو
گا۔ ماہی نے گھور کر کاوش کی طرف دیکھا۔ پھر بولی! لالا
مجھے نہیں دینے پیپر یہ مجھے زبردستی لے کر جا رہا ہے۔
کاوش مسکرا کر اپنی معصوم بیوی کو دیکھا۔ پیپر تو تمہیں
دینے پڑے گے مسز کاوش! ورنہ ہم! ورنہ کیا دیکھے
دامیار لالا اور بہرام لالا کیسے دھمکی دے رہے۔ بہرام
نے گھور کر کاوش کو دیکھا۔ کاوش اگر ماہی نہیں پڑنا چاہتی
تو زبردستی کیوں کر رہے ہو اس کے ساتھ۔ اب کی دفعہ
رانہ بیگم بولی! پیاری پھوپھو چھ مہینے میرے ضائع ہو

جائے گے، جو میں نے اسے پڑھانے میں لگائے۔ میں
کسی کی کوئی بات نہیں سنوں گا۔ تیار رہنا چار بجے نکلنا ہے
ہمیں۔ کاوش غصے سے بول کر وہاں سے لمبے لمبے ڈھنگ
بڑھتا چلا گیا۔ ماہی بھی غصے سے اپنے کمرے کی طرف
بڑھی۔ سب نے ان دونوں کو دیکھ کر اپنا سر جھٹکا۔ عابیرہ
بچے تم کچھ کھا نہیں رہی۔ ممانی جان! میرا دل نہیں کر
رہا۔ کچھ پریشانی ہے، زرینہ بیگم! عابیرہ کو دیکھ کر بولی۔
عابیرہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ باقی سب کچھ نا کچھ کرنے
میں مکن ہو گے تھے۔ عابیرہ اٹھ کر ہیزل کے پیچھے کچن
کی طرف بڑھ گئی۔ بہرام رحیم خان کو بول کر گاؤں

والوں کو ویسے کی دعوت کی خبر پہنچا دو۔ ٹھیک ہے، داجی!
بہرام بھی اٹھ کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔

حویلی میں سارا ریجنٹ کیا تھا۔ سب گاؤں والے حویلی
میں جمع تھے۔ گھر کر عورتوں کو باہر آنے کی اجازت
نہیں تھی۔ خان حویلی کے سب مردوں نے شلوار قمیض
زیب تن کی ہوئی تھی۔ سب مہمانوں کے سامنے کھانا
پیش کیا جا رہا تھا۔ دامیار کی نظر اوپر اپنے کمرے کے
ٹیلیس کی طرف گئی۔ جہاں عابیرہ گرے کلر کی میکسی پہنے
بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ دامیار نے اسے اندر
جانے کا اشارہ کیا۔ عابیرہ دامیار کا اشارہ سمجھتے فوراً اندر کی

طرف بڑھ گئی۔ عابیرہ تم یہاں ہو مورے نیچے بلار ہی ہے۔ گاؤں سے کچھ عورتیں آئی ہے۔

وہ تمہیں دیکھنا چاہتی ہے۔ عابیرہ اثبات میں سر ہلاتی ہیزل کے ساتھ بڑھ گئی۔ عابیرہ ٹھیک ہو، ہیزل اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ عابیرہ ہیزل کے سینے سے لگی زرو قطار رونے لگی۔ ہیزل اس کے اس طرح رونے پر پریشان ہوئی۔ کیا ہوا عابیرہ تم رو کیوں رہی ہو۔ ہیزل کے سامنے اس نے اپنے ہاتھ کی مٹھی کھولی۔ ہیزل اس کے ہاتھ میں کاغذ دیکھ کر نا سمجھی سے دیکھا۔ ہیزل نے

اس کے ہاتھ سے لیا۔ اور کھول کر پڑھنے لگی۔ یہ تمہیں
کہاں سے ملا۔ ہیزل نے عابیرہ کی
طرف دیکھ کر بولی۔

صبح مجھے ٹیرس سے ملا تھا۔ ہیزل مجھے نہیں پتا یہ کس نے
بھیجا۔ وہ میرے دامیاری کو مار دے گے۔ تم نے لالا کو
بتایا۔ عابیرہ نے نفی میں سر ہلایا۔ ہیزل کیا وہ پھر سے
ہمارے دامیاری کو ہم سے چھین لے گے۔ کچھ نہیں ہو گا۔
تم پریشان نہ ہو۔ لالا کو بتاؤ۔ تم یہی رہو میں نیچے سب کو
بول دیتی ہو تم ٹھیک نہیں۔ ہیزل ابھی باہر نکلتی، شیشہ
ٹوٹنے کی آواز پر دونوں نے چونک کر دیکھا۔

ٹیرس سے کسی کے قدموں کی آواز سن کر ہیزل نے فوراً
ٹیرس کا دروازہ لگایا۔ عابیرہ چلو یہاں سے ہیزل اس کا
ہاتھ پکڑ کر باہر کی طرف بڑھی۔ عابیرہ کی نظریں ابھی
تک اندر کی طرف تھی۔ ہیزل ابھی سامنے دیوار سے
لگتی۔ بہرام اس کے آگے فوراً کھڑا ہوا۔ ہیزل جو پیچھے
دیکھ رہی تھی۔ سامنے بہرام سے ٹکڑائی۔ ہیزل کے
لبوں سے چیخ برآمد ہوئی۔ اور ساتھ ہی عابیرہ کی۔ کیا ہوا
ہیزل تم ٹھیک ہو۔ تم دونوں کی ہوائیاں کیوں اڑی ہوئی
ہے۔ ہیزل بہرام کی آواز پر تھوڑا پر سکون ہوئی۔ تمہارا
دھیان کہاں تھا۔ ہیزل اگر تم گر جاتی تو، اس حالت میں
تمہیں احتیاط کرنی چاہیے۔

خان! وہاں کوئی ہے۔ لالا کے کمرے میں کوئی ہے۔
بہرام نے کمرے کی طرف دیکھا۔ عابیرہ سامنے سے
آتے دامیار کو دیکھ کر بھاگتے ہوئے، دامیار کے سینے سے
لگی۔ دامیار نے عابیرہ کو اس طرح سینے سے لگتے دیکھ کر
تھوڑا پریشان ہوا۔ عالی! کیا ہوا، دامیار نے اپنا حصار
عابیرہ کے گرد مضبوط کیا۔

دامیار نے بہرام کی طرف دیکھا۔ لالا یہ بول رہی ہے
کمرے میں کوئی ہے۔ دامیار عابیرہ کو لے کر آگے بڑھا۔

نہیں! دامیار آپ کو چھین لے گے مجھ سے، پلیز نا
جائے۔ عابیرہ اس کے بڑھتے قدم وہی روک گئی۔ عابیرہ
کانازک وجود کا نپتے دیکھ کر دامیار نے شدت سے خود
کے ساتھ لگایا۔

بہرام ہیزل کو خود سے دور کیا۔ اور کمرے کے اندر
داخل ہوا۔ بہرام نے کمرے میں چاروں طرف نگاہ
ڈالی، پروہاں کوئی نہیں تھا۔ بہرام کی نظر جب شیشے پر
پڑی۔ جو ٹوٹا تھا۔ کانچ نیچے بکھرا پڑا تھا۔ بہرام نے
کھڑکی سے نیچے کی طرف دیکھا۔ پروہاں کوئی نہیں تھا۔
لالا یہاں کوئی نہیں ہے۔

کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہوا ہے۔ پر بہرام کوئی تو تھا۔ شیشہ
ایسے تو ٹوٹ نہیں سکتا۔ جی لالا! کوئی تھا۔ میں نے خود
اس کے قدموں کی آہٹ کو سنا ہے۔

عابیرہ کو صبح ٹیرس سے کوئی لفافہ ملا تھا۔ کیسا لفافہ!
دامیار ہیزل کی طرف دیکھ کر بے حد پریشانی سے بولا! وہ
لالا عابیرہ کے پاس ہے۔ ہیزل کی قدموں کی لڑکھڑاہٹ
دیکھ کر بہرام نے اسے فوراً تھاما۔ دامیار نے عابیرہ کی
طرف دیکھا۔ جو ہلکی ہلکی کانپ رہی تھی۔ عالی! کہاں ہے
وہ لفافہ دامیار اسے ایسے ہی ساتھ لگائے بولا۔ عابیرہ نے
ہاتھ دامیار کی طرف کیا۔ دامیار نے فوراً لفافہ لیے پڑنے

لگا۔ ہم! کمینے انسان مجھے مارنے کے لیے میری بیوی کا
استعمال کر رہے ہو۔ دامیار غصے سے دھاڑا۔ اچھا نہیں
کیا۔ دلاور خان تم نے سوچا بھی کیسے تیری جان تو میں
اپنے ہاتھوں سے لوں گا۔ دامیار عابیرہ کو کمرے کی
طرف لے کر بڑھا۔ بہرام بھی ہیزل کو اپنی باہوں میں
اٹھا کر کمرے کی طرف بڑھا۔

میری پیاری خاناں! میرے ہونے والے پیارے پیارے
بچوں کی پیاری ماما تمہیں اتنا سوچنے کی ضرورت نہیں
ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تمہارا چیک اپ کروانے
کے لیے آج تمہیں ہو سپٹل لے کر جانا بھی ہے۔

تم تب تک فریش ہو جاؤ میں کاوش کو دیکھ کر آتا ہوں۔
اس نے اسلام آباد کے لیے نکلنا ہے۔

بہرام ہیزل کو بیڈ پر لٹاتے بولا۔ اور نرمی سے ہیزل کے
لبوں کو چوم کر کمرے سے باہر نکلا۔

کاوش نے سارا سامان گاڑی میں رکھوایا۔ اب باہر کھڑا
ماہی کاویٹ کر رہا تھا۔ جو آنے کا نام ہی نہیں لے رہی
تھی۔

کاوش ابھی اندر کی طرف بڑھتا ماہی کو آتے دیکھ کر وہی
رک گیا۔ ماہی کاوش کو اگنور کرتی گاڑی میں جا کر بیٹھی۔

اور زور سے گاڑی کا دروازہ بند کیا۔ کاوش نے غصے سے
اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر
بیٹھا۔ اور گاڑی کو سٹارٹ کی اور حویلی سے نکلا۔
کاوش نے ایک نگاہ ماہی پر ڈالی۔ جو دوسری طرف چہرہ
موڑ کر بیٹھی تھی۔ شہزادی! یہاں میرے پاس آؤ میرا
بورنگ سفر کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ اور میرا آپ کے
پاس آنے کا کوئی موڈ نہیں۔

ماہی بھی غصے سے گھورتے بولی۔ جان! جب تمہیں پیپرز
دینے ہی ہے اب تو منہ پھولانے سے کیا ہو گا۔ آپ کے

ساتھ چل رہی ہوں۔ اتنا ہی کافی ہے۔ پروفیسر کیا بن
گے۔ روب جھاڑنے پر تل آئے۔

کالج میری شہزادی! میری جان! میرا دل پروفیسر میں
ہوں۔ ابھی تمہارا شوہر تمہیں بلارہا ہے۔ میں اپنے اس
حسین سفر کو یاد گاڑ بنانا چاہتا ہوں۔

کاوش گاڑی روکے ماہی کو دیکھنے گا۔ ماہی کاوش کے
ارادے سمجھتی، گاڑی کے ساتھ مزید چپکی۔۔۔۔

..... آئزہ عاصم شاہ بلیک کلر کی سلک کی نائٹی

میں ملبوس آج پھر عاصم شاہ کا انتظار کر رہی تھی۔ نائٹی

فل سیولیسی تھی۔ تین دن ہو گے تھا۔ عاصم کو اٹلی
گے۔ ایک دفعہ

بھی کال کر کے نہیں پوچھا۔ آئرہ خود کو آئینے میں دیکھتی
شدت سے رونے لگی۔ شاہ! آپ بنا بتائے کیسے جاسکتے
ہے۔ میں آپ سے ناراض ہوں۔ بہت ناراض ہوں۔
آئی ہیٹ یو! آئی ہیٹ یو! آئرہ بیڈ پر اوندھے منہ لیٹی
شدت سے رودی۔ آئرہ سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھائے
عاصم کو کال ملانے لگی۔

دوسری طرف نمبر بند جا رہا تھا۔ آئرہ نے غصے سے
موبائل اٹھا کر دروازے پر دے مارا۔ عاصم جو اندر

داخل ہو رہا تھا۔ فوراً آئزہ کا موبائل اپنے ہاتھ میں کیچ
کیا۔ آئزہ نے عاصم کو دیکھ کر غصے سے منہ پھیر لیا۔

عاصم سب سمجھ گیا تھا۔ اس کی لیڈی تندور کی طرح پی
بیٹھی ہے۔ کچھ مسئلہ ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے مجھے جانا
پڑا۔ عاصم مسکراتے ہوئے آئزہ کے پاس آیا۔ جوالٹی
لیٹی ٹانگے اوپر نیچے کر رہی تھی۔ عاصم آئزہ کے پاس
بیٹھے اس کے شعلہ جواں روپ دیکھ رہا تھا۔ مائے لیڈی!
عاصم اس کے کان کے قریب جھک کر بولا۔ آئزہ بنا کوئی
جواب دیے پھر سے اپنی ٹانگوں کو اوپر نیچے حرکت دینے
لگی۔

عاصم نے عاصم نے آثرہ کو دیکھ کر اپنے نچلے لب کو
دانتوں میں دبایا۔ میری جان! معاف کر دو۔ آئندہ سے
تمہارا شاہ کبھی تمہیں بنا پوچھے چائے بھی نہیں لینے جائے
گا۔ غلطی ہو گئی، جو بنا بتائے میں اٹلی چلا گیا۔ میری بیوی
ناراض ہو جائے گی یہ میں نے سوچا ہی نہیں۔ بیوی کچھ تو
بولو! اگر تم کہتی ہو تو کان پکڑ لیتا ہوں۔

عاصم آثرہ کے مسلسل چپ رہنے پر کانوں کو ہاتھ لگا کر
بولا۔ آثرہ عاصم کو گھور کر بیڈ سے اٹھنے لگی۔

عاصم نے آئزہ کی کلائی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ شاہ!
چھوڑے مجھے آئزہ عاصم کی آنکھوں میں دیکھتے بولی۔ یار
ایمر جنسی تھی مجھے جانا پڑا۔ اتنا بڑق کیوں رہی ہو۔ آئزہ
نے بھیگی آنکھوں سے عاصم کو دیکھا۔ عاصم آئزہ کی
آنکھوں میں آنسو دیکھ کر سیدھا ہو کر بیٹھا۔ شاہ! آپ
کال تو کر سکتے تھے۔ میں بہت پریشان ہو گئی تھی۔ ہاشم
لالا نے کل مجھے بتایا تھا۔ آپ کو میری پرواہ نہیں، شاہ
میں آپ سے بالکل نہیں بولوں گی۔

میں آپ سے ناراض ہوں۔ آئزہ عاصم کے سینے سے لگے
بولی۔ اور بلک بلک کر رونے لگی۔ عاصم آئزہ کے سینے

سے لگتے پھر سے بولی۔ آپ مجھے منانے کی کوشش بھی
مت کرے۔

میں آپ سے ناراض ہوں، ہم! میری جان میرے سینے
سے لگ کر کہہ رہی میں تم سے ناراض ہوں۔ واہ بھئی
اچھی ناراضگی ہے۔ عاصم آئزہ کی آنکھوں میں دیکھتے
بولا۔ شاہ! چھوڑے مجھے آئزہ پھر سے عاصم کی پناہوں
سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ میری جان! میرا موبائل
کہی گر گیا تھا۔ ورنہ میں تمہیں ضرور بتاتا۔ عاصم آئزہ کو
بیڈ پر لٹاتے اور اس پر جھکے بولا۔

شاہ کی جان! تمہاری ناراضگی مجھ سے نہیں برداشت
ہوتی۔ مت ناراض ہو۔ عاصم آئزہ کی گالوں باری باری
چوم کر بولا۔ شاہ! آپ نہیں جانتے میں کتنا ڈر گئی تھی۔
میرے ذہن میں بُرے بُرے خیال آنے لگے تھے۔ شاہ
کی جان! تمہاری دعائیں جب تک میرے ساتھ ہے مجھے
کچھ ہو سکتا ہے۔ ہم!

میری جان! اس ناٹھی میں اپنے شاہ کی جان لینے کا ارادہ
ہے۔ عاصم آئزہ کو گہری نظروں سے دیکھ کر بولا۔ آئزہ
عاصم کے اس طرح دیکھنے پر اپنے ہاتھ سینے پر رکھ گئی۔
عاصم کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔ ناناں میری جان! سب

کچھ دیکھ چکا ہوں۔ ابھی بھی مجھ سے چھپا رہی ہو۔ عاصم
اس کی دھڑکنوں پر لب رکھے بولا۔ شاہ! میں آپ آئزہ
کچھ بولتی۔

عاصم فوراً بولا !

ہاں ہاں! میں جانتا ہوں میری بیوی مجھ سے ناراض ہے۔
جتنی مرضی ناراض ہو۔ آج تمہارا شاہ تین دن کی
تھکاوٹ تم پر ہی اتارے گا۔ عاصم نے آئزہ کی نالیٹی کو
ایک ہی جھٹکے سے اتارا۔

آئزہ نے زور سے آنکھیں بند کی۔ عاصم کی شرٹ کو
مٹھیوں میں دبوچا۔

عاصم مسکراتے ہوئے آئزہ کے بیلی بٹن پر جھکا، شاہ! شاہ
کی جان! اپنے شاہ کی پیاس تو بجھنے دو۔

عاصم آئزہ کے پیٹ کو چومتے اوپر کی طرف بڑھنے لگا۔
عاصم آئزہ کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ عاصم اوپر
ہوتے آئزہ کے لبوں پر جھکا۔ آئزہ کا ہاتھ عاصم کی کمر پر
چلنے لگا۔

عاصم مدہوش ہوتے، آئزہ کو اور شدت سے چومنے لگا۔
بڑھتی رات کے ساتھ ہر پردے گرتے گئے۔ عاصم آئزہ
کو گود میں بیٹھائے موو کرنے لگا۔

آئزہ کے آنسو بہنے لگے۔ عاصم پھر سے تکیے پر لٹائے۔
اپنی شدتیں لٹانے لگا۔ آئزہ شرم سے اپنی آنکھیں با
مشکل کھول کر عاصم کو دیکھتی اور اور پھر آنکھیں بند کر
لیتی تھی۔ عاصم آئزہ کا سرخ چہرہ دیکھتے لائٹ او ف
کی۔ عاصم مدہم روشنی میں آئزہ کے نشیب و فراز دیکھتے
گہرا مسکرایا۔ عاصم نے آئزہ کی دھڑکنوں کو اپنے ہاتھوں
سے چھوا۔ آئزہ کی پٹ سے آنکھیں کھولی۔ میری جان!

تم بہت خوبصورت ہو، تمہارا یہ میری قربت میں تڑپ
کر دیکھنا میری جان! لبوں پر لے آتا ہے۔ عاصم آئزہ کی
دھڑکنوں کو دباتے بولا۔ آہہ! شاہ پلینز نہیں شاہ کی جان!
تمہاری یہ سسکیاں مجھے اور مدہوش کر دیتی ہے۔ بہت
بے شرم ہے شاہ آپ!

کوئی شک نہیں تمہارے شاہ کی شرم اسی دن مر گئی تھی
جس دن پہلی دفعہ تمہیں دیکھا تھا۔
عاصم آئزہ کے لبوں پر جھکتے بولا۔ آئزہ نے فوراً عاصم کے
لبوں پر ہاتھ رکھا۔ عاصم نے گھور کر آئزہ کو دیکھا۔ آئزہ
عاصم کو دھکیلتے عاصم کے اوپر بیٹھی۔ عاصم نے آئزہ کی

کمر کو مٹھیوں میں دبوچا۔ آئزہ عاصم کے سینے پر جھکتی لو
بائٹ بنانے لگی۔

عاصم مسکراتے ہوئے آئزہ کے دانتوں کا بے درد وار
سہنے لگا۔ عاصم نے ایک ہی جھٹکے سے آئزہ کو خود کے نیچے
کیا۔ اور آخری پردہ بھی ہٹائے آئزہ کو تڑپنے کے لیے
مجبور کر دیا۔ آئزہ کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی۔
عاصم بڑھتی رات کے ساتھ اپنا جنون آئزہ پر ڈھانے لگا۔
آئزہ ترپتے ہوئے عاصم کے ساتھ مزید چپکنے لگی۔ عاصم
آئزہ کے آنسوؤں کو اپنے لبوں سے چٹنے لگا۔ شاہ کی جان!
اب ناراضگی ختم ہو گئی یا ابھی اور منانا پڑے گا۔ نہیں

ہوں میں ناراض! آثرہ عاصم کی بے باکی پر فوراً بولی۔
عاصم آثرہ کو خود کے ساتھ لگائے اپنی ہنسی کو دبانے لگا۔
سو جاؤ ورنہ تمہارا شاہ پھر سے شروع ہو جائے گا۔ آثرہ
نے فوراً آنکھیں موندی۔

عاصم کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔

عالینہ ہاشم کو کمرے سے نکلتے دیکھ کر جلدی سے اس کی
طرف بڑھی۔ حویلی میں شادی کی تیاریاں زور و شور سے
چل رہی تھیں۔ ہاشم نے حویلی کو سجانے سے سختی سے منع

کیا تھا۔ وہ کسی کو معلوم نہیں ہونے دے سکتا اس کا نکاح ہے۔

ہاشم نے نکاح کل کی بجائے آج ہی کا سب کو بول دیا تھا۔ اب وہ ذرا سی بھی تخر نہیں چاہتا تھا۔ ہاشم عالینہ کو خود کی طرف آتے دیکھ کر مسکرایا۔ ہاشم! جی ہاشم کی جان! وہ مجھے شاپینگ پر جانا ہے۔ جاناں! تمہارے ہاشم نے اپنی پسند کی ساری شاپینگ کر لی ہے۔

یہ میں تمہارے کمرے میں ہی آنے لگا تھا۔ تم خود ہی آگئی۔ یہ لو ہاشم نے اس کی طرف بیگ بڑھائے۔ یہ کیا

ہے۔ یہ میری دو لہن کا لہنگا میں اپنی بیوی کو اپنی پسند میں
ڈھلے دیکھنا چاہتا ہوں۔

امید ہے تمہیں پسند آئے گا۔ آپ اپنی پسند سے لائے
ہے تو مجھے کیوں نا پسند آئے گے۔

عالینہ پیار بڑی نظروں سے دیکھتے بولی۔ اف! تمہاری یہ
جان لیوہ ادا نہیں ڈاکٹر کو نکما کر کے چھوڑے گی۔ ہاشم
عالینہ کو اپنی طرف کھینچ کر بولا۔ میری اداؤں پر مت
مروان اداؤں سے جان لینا بھی اچھے سے جانتی ہوں۔
عالینہ بھی ابرو کھینچ بولی۔ ہم! یہاں کیا چل رہا ہے۔

ہاشم کو دور کرنا چاہا۔ ہاشم نے اور شدت سے عالینہ کی کمر
پر حصار مضبوط کیا۔ لالا یہاں کیا ہو رہا۔ کچھ نہیں گڑیا۔
تمہاری بھابھی کو کچھ سمجھا رہا تھا۔ تم کب آئی۔ ہاشم بات
بدلتے ہوئے ہیزل کی طرف بڑھا۔ ابھی آئی ہوں۔
تمہارا کھڑوس شوہر بھی آیا ہے کیا۔ ہاشم کے کھڑوس
کہنے پر ہیزل گھور کر دیکھنے لگی۔ لالا آپ میرے شوہر کو
کھڑوس نہیں کہہ سکتے۔ اچھا اچھا گڑیا! ناراض تو نا ہو ہاشم
ہیزل کو خود کے ساتھ لگاتے بولا۔

ہم! تم چلو میرے ساتھ ہیزل عالینہ کا بازو پکڑتے ہوئے
آگے بڑھ گئی۔ گڑیا اب بھابھی بننے جا رہی ہے تھوڑی

عزت تو دو میری بیوی کو ہیزل نے گھور کر ہاشم کو دیکھا
اور نیچے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔۔



عالینہ خان مہرون کلر کے بے حد خوبصورت لہنگے میں
ملبوس تھی۔ جس کے اوپر باریک باریک گولڈن موتی
بہت ہی نفاست سے لگے تھے۔ بالوں کا جوڑا بنائے گلے
میں

بھاری چوکر پہنے جس کے اوپر ہیرے جڑے تھے۔

آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پر ریڈ ہی لپسٹک لگائے
آسمان سے اتری کوئی پری ہی لگ رہی تھی۔ مسکان بیگم
اپنی بیٹی کی کتنی ہی بلائیں لے چکی تھی۔ عالینہ کی
دھڑکنیں زرد شور سے بجنے لگی۔ عالینہ بار بار اپنا ڈوبے
سے خود کو کور کر رہی تھی۔

لہنگے کا بلاوز بے حد چھوٹا تھا۔ ایسا نہیں تھا وہ ایسے کپڑے
نہیں پہنتی تھی۔ وہ پہن چکی تھی۔ پر آج ہاشم کی قربت کا
سوچتے دل پہلو میں دھڑک رہا تھا۔ خان حویلی سے سب
آئے تھے صرف بڑوں کے علاوہ ماہی اسلام آباد چلی گئی
تھی وہ نہیں آ سکی تھی۔

ہیزل مہرون کلر کی ساڑی پہنے اور بالوں کو سٹریٹ کیسے
بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔ نامیشہ بلیک کلر کی میکسی پہنے
کسی کے دل پر بجلیاں گرا رہی تھی۔ لمبے بال کمر پر
بکھرے اس کے سر اُپے کو اور خوبصورت بنا رہے تھے۔
کوئی دور کھڑا اس کو گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ عابیرہ
اور زمل پر پل کلر کی میکسی پہنے جس پر گولڈن کام ہوا
تھا۔

بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔

آئزہ بلیک کلر کی ساڑی پہنے عاصم کو مسکراتے ہوئے دیکھ
رہی تھی۔ عاصم آئزہ کو اپنے پسند کے رنگ میں ڈھلے
دیکھ کر صدقے واری جا رہا تھا۔ عالیان قاری صاحب کو

لے کر روم میں داخل ہوئے اور پیچھے بہرام بھی داخل
ہوا۔ قاری صاحب علینہ کے پاس والے صوفے پر بیٹھے
تھے۔ نکاح شروع کیا گیا تھا۔

عالینہ از لان خان کیا آپ کو ہاشم عالیان خان دوارب
روپے کے حق مہر کے عوض اپنے نکاح میں قبول ہے۔
حق مہر کے نام پر عالینہ نے عالیان خان کی طرف دیکھا۔
عالیان خان نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ہاشم کا
کہنا تھا اس کا سب کچھ اس کی بیوی کا ہے۔ اس لیے حق
مہر دوارب لکھوایا تھا۔

قاری صاحب نے پھر سے اپنے الفاظ دوہرائے۔ عالینہ
از لان خان!! کیا آپ کو ہاشم عالیان خان دوارب حق مہر

کے عوض اپنے نکاح میں قبول ہے۔ عالینہ کی آنکھوں
سے آنسو بہنے لگے۔ قبول ہے۔

عالینہ کی کانپتی آواز کمرے میں گونجی۔ عالینہ از لان
خان! کیا آپ کو ہاشم عالیان خان دوارب حق مہر کے
عوض اپنے نکاح میں قبول ہے۔ قبول ہے۔ جیسے جیسے
قبول ہے بول رہی تھی آبان کا خوف اس کے اندر
سرائیت کرنے لگا۔ آخری دفع الفاظ دوہرائے گے۔

عالینہ از لان خان! کیا آپ کو ہاشم عالیان خان دوارب
حق مہر کے عوض اپنے نکاح میں قبول ہے۔ قبول ہے۔

عالینہ کے آنسو بہنے لگے آج وہ مکمل طور پر ہاشم کی زندگی
میں لکھ دی گئی تھے۔ قاری صاحب نے فائل آگے کی
عالینہ نے کانپتے ہاتھوں سے سائن کیے۔

سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ دعائانگن کے بعد
سب نے باری باری عالینہ کو مبارک دی۔ عالیان صاحب
قاری کو لے کر لاؤنج کی طرف بڑھے۔ ہاشم بلیک شلوار
زیب تن کیے اپنی مخصوص پرسنلیٹی کے ساتھ صوفے
پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔

بلیک شلوار قمیض پہنے کوئی شہزادہ لگ رہا تھا۔ دامیار اس
کے ساتھ والے صوفے بیٹھا سامنے عابیرہ کو گہری

نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ قاری صاحب ہاشم کے پاس
آکر بیٹھا۔ قاری صاحب نے نکاح کے لیے الفاظ
دوہرائے۔ ہاشم عالیان خان عالینہ ولد از لان خان کو
آپ کے نکاح میں دوا رب حق مہر کے عوض دیا جاتا ہے
۔۔ کیا آپ کو قبول ہے۔

قبول ہے۔ دو دفعہ پھر سے الفاظ دوہرائے گے۔ ہاشم کے
لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔ دونوں دفعہ قبول ہے کہنے
پر ہاشم نے دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ حوریہ خان داخلی
دروازے پر کھڑی بے یقین نظروں سے ہاشم کو دیکھ
رہی تھی۔ سر سے خون بہہ رہا تھا۔ پاؤں شدید زخمی

تھے۔ ہاشم نے فائل پر سائن کیسے جیسے ہی دعا کے لیے
ہاتھ اٹھائے نظریں داخلی دروازے پر کھڑی حوریہ پر
گئی۔ ہاشم حوریہ کو یہاں دیکھ کر غصے سے اپنی کنپٹی کو
مسلا۔

سب نے ہاشم کے گلے لگ کر مبارک باد دی۔ دامیار نے
ہاشم کی نظروں کے تعاقب میں سامنے

دیکھا۔ حوریہ خان کو دیکھ کر دامیار ہاشم کی طرف دیکھا
جو آنکھوں میں دنیا جہاں کا غصہ لیے اسے دیکھ رہا تھا۔
عالمینہ بھاگتے ہوئے ہاشم کی طرف بڑھی۔ سب کی
نظریں اس لڑکی پر گئی جس کے پاؤں سے خون نکل کر

فرش کو لال کر رہے تھے۔ اس سے پہلے عالینہ ہاشم کے
گلے لگتی دامیار ہاشم کے سامنے ہوا۔

سامنے نامیشہ اور عابیرہ کھڑے اس انجان لڑکی کو دیکھنے
لگی۔ ہاشم پلیز مجھے بچا لولا مجھے مار دے گے۔ عالینہ
آنکھوں میں آنسو لیے بولی۔ دامیار کا قہقہہ بے ساختہ
تھا۔ دامیار سب سمجھ گیا تھا۔ یہ لڑکی کوئی نیا کھیل
رچنے آئی ہے۔ کوئی بھائی اپنی بہن کو کیسے مار سکتا ہے وہ
بھی جس میں جان بستی ہو۔ میں سچ کہہ رہی ہوں میرا
یقین کرے، ہاشم یہ لڑکی کون ہے۔ عالیان خان غصے
سے دیکھتے بولے۔ بابا یہ وہ ہاشم کچھ بولتا حور یہ عالیان کی

طرف بڑھی۔ انکل میں ہاشم کی مینگتر ہاشم نے مجھ سے
وعدہ کیا تھا یہ مجھ سے شادی شٹ اپ جسٹ شٹ اپ!
ہاشم غصے سے دھاڑا حویلی کی درودیاں تک لرز کر رہ گئی۔
باقی سب بھی روم سے باہر آئے۔ عالینہ اپنا لہنگا سنبھالتے
ریلینگ کے پاس آ کر کھڑی ہوئی۔ اس دن والی لڑکی کو
دیکھ کر عالینہ کے آنسو بہنے لگے۔

ہاشم حوریہ کے مینگتر کہنے پر سلگ اٹھا۔ یہ لڑکی تو
ہاشم کی سوچ سے بھی زیادہ چال باز نکلی۔ حوریہ خود کو
سنبھالتے بولی انکل میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ ہاشم نے
مجھ سے وعدہ کیا تھا، کہ میں تم سے شادی کروں گا۔ عالینہ

کے قدم بُری طرح لڑکھڑائے۔ جھوٹ بول رہی ہے یہ
لڑکی! میں نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا۔ جھوٹی ہے یہ اپنے
لالا کی طرح ہاشم اس کا گلا دبوچتے بولا۔ ہاشم پاگل ہو گے
ہو کیا۔ دامیار اس کی طرف بڑھا۔ ہاں پاگل ہو گیا ہوں۔
ایک لڑکی میری حویلی میں آکر میرے اوپر ہی الزام
لگائے میں کیسے برداشت کر لوں۔ میں جھوٹ نہیں بول
رہی یہ دیکھے انکل ہم اتنے سالوں تک اکٹھے رہے۔ یہ
ہماری تصویریں ابھی بھی لگتا ہے میں جھوٹ بول رہی
ہوں۔ عالیان صاحب موبائل پر تصویریں دیکھنے لگے اور
بے یقین نظروں سے ہاشم کو دیکھنے لگے۔ دامیار نے
آگے ہوتے حوریہ کے منہ پر تھپڑ مار ڈالا۔ جس کی گونج

پورے حال میں گونجی۔ حوریہ زمین پر گری۔ لے کر
جاؤ اسے اس کے لالا کے پاس پھینک کر آؤ۔ دامیار رحیم
خان! کو دیکھتے دھاڑا۔

پلیز مجھے کسی نہیں جانا لالا مجھے مار ڈالے گے۔ پلیز دامیار
مجھے مت یہاں سے بھیجوں میں مرنا نہیں چاہتی۔ کوئی
اس لڑکی کو یہاں سے نہیں بھیجے گا۔ عالیان خان کی سرد
آواز لاؤنج میں گونجی۔ بابا یہ لڑکی یہاں نہیں رہے گی۔
ہاشم غصے سے عالیان کی طرف بڑھتے بولے۔ بہت تماشا
ہو گیا یہ یہاں ہی رہے گی۔

بابا! آپ کو اس لڑکی کی باتوں پر یقین ہے اپنے بیٹے کی
باتوں پر نہیں ہاشم چہرے پر تنزی مسکراہٹ لیے بولا۔
ہیزل، آئزہ اس لڑکی کو کمرے میں لے کر جاؤ۔ اس کے
زخم صاف کرو۔ انکل آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ
جانتے ہیں یہ کون ہے۔ بہرام عالیان کے پاس آتا بولا۔
میں جانتا نہیں چاہتا

کون ہے کون نہیں بس اتنا جانتا ہوں۔

یہ لڑکی میرے بیٹے کی وجہ سے اس حال میں پہنچی۔
عالیان غصے سے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ آئزہ حور یہ کو
لے لے کر سامنے کمرے کی طرف بڑھی۔ ہاشم کی

نظریں سامنے نازک وجود پر پڑی۔ جو رور ہی تھی بے
تحاشا رور ہی تھی۔ ہاشم عالینہ کی طرف بڑھا۔

عالینہ ہاشم کو دیکھتے پیچھے کی طرف قدم لینے لگی۔ ہاشم
سیڑھیوں سے بھاگتے عالینہ کی طرف بڑھا۔ عالینہ اپنا
لہنگا اٹھائے کمرے کی طرف بھاگی۔ سب کی نظر عالینہ کی
طرف گئی۔ ہاشم ایک نظر مہک بیگم اور اپنی دونوں خالہ
کو دیکھ کر عالین کے پیچھے گیا۔ عالینہ کمرے میں داخل
ہوتے روتے ہوئے اپنی چوریاں اتارنے لگی۔

اپنا ڈوبٹہ بُری طرح کھینچ کر اتارا۔ ہاشم کمرے میں داخل
ہوا۔ عالینہ کا دو آتشہ روپ دیکھ کر دروازے پر ہی قدم

رک گے۔ ہاشم آہستہ سے قدم اٹھائے عالینہ کی طرف
بڑھا۔

مسٹر ہاشم دور رہو مجھ سے میرے پاس مت آنا۔ عالینہ بد
حواس ہوتے چینی۔ عالینہ کے چیخنے پر ہاشم کے قدم وہی
تھم گے۔ عالینہ میری جان! میری بات سنو ایسا کچھ نہیں
ہے۔ ہم! ایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ لڑکی آکر کہہ رہی ہم
ہے۔ آپ کو پسند کرتی ہے۔ شادی کے وعدے بھی کر
چکے ہو۔ تو ڈاکٹر ہاشم مجھ سے شادی کیوں کیوں کی۔
عالینہ ہاشم کی شرٹ مٹھیوں میں جکڑے چینی۔

عالیہ کے چیخنے پر ہاشم نے غصے سے عالیہ کو دیوار کے ساتھ لگایا۔ چھوڑ مجھے مسٹر خان! جان سے مار ڈالوں گی۔ مجھے بیوفائی بلکل نہیں قبول۔ مجھے تمہارے ساتھ ہی نہیں رہنا۔ ہم! کیسے چھوڑ دوں۔ اتنی مشکلوں سے تمہیں حاصل کیا۔ تمہارا مسٹر خان کبھی تم سے بیوفائی نہیں کر سکتا۔ اتنا تو بھروسہ رکھو میری جان!

چھوڑ مجھے، عالیہ ہاشم کو پیچھے دھکیلتے بولی۔ ہاشم غصے سے عالیہ کی طرف بڑھا۔ عالیہ ابھی بھاگتی۔ ہاشم نے بلاؤز کی ڈوری پکڑ کر کھینچی۔ بلاؤز ڈھیلا پڑنے پر عالیہ کے قدم وہی جم گے۔ ہاشم نے پیچھے سے عالیہ کے پیٹ پر ہاتھ

باندھے۔ عالینہ کو اس وقت ہاشم کا لمس کسی کانٹے کی
طرح چب رہا تھا۔

مت چھوؤ مجھے مسٹر خان! میں جل جاؤں گی۔ تمہاری
بیوفائی مجھے مار رہی ہے اندر سے۔ میں مر رہی ہوں ہاشم
تمہارا یہ لمس مجھے کانٹے کی طرح چب رہا ہے۔ ہاشم نے
ہاتھ بڑھا کر عالینہ کی نم آنکھوں کو چھوا۔ میں اپنی عالینہ
سے کبھی بیوفائی نہیں کر سکتا۔ تم صرف میرے عشق
میں جلوگی۔ میری قربت میں جلوگی۔

تمہارا مسٹر خان صرف تمہارا ہے۔ اور تم صرف میری
ہو۔ ہاشم عالینہ کی گردن پر چہرہ چھپائے بولا۔ ہاشم عالینہ
نے بھیگی آواز سے پکارا۔ ہاشم نہیں میری جان مسٹر خان

بولو! تمہارے ان گلابی ہونٹوں پر مسٹر خان ہی اچھا لگتا
ہے۔ ہاشم اس کی نازک ہونٹوں پر لب رکھے بولا۔

عالینہ ہاشم کے حصار سے نکلتے کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی
ہوئی۔ عالینہ میری جان! اپنے مسٹر خان پر بھروسہ
رکھو۔ وہ سب جھوٹ بورہی ہے۔ اگر وہ جھوٹ بول رہی
ہے۔ وہ تصویریں تو جھوٹی نہیں تھیں۔ تصویروں کے نام
پر ہاشم نے عالینہ کی طرف دیکھا۔
کیسے یقین کرو گی میرا ہاشم اپنی

کنپٹی کو انگلیوں کے پوروں سے مسلتے بولا۔ اگر آپ
چاہتے ہیں میں آپ پر یقین کروں۔ آپ اس لڑکی سے

دور رہے۔ اور نکالے یہاں سے اسے۔ ورنہ میں یہاں
سے چلی جاؤں گی۔ عالینہ ہاشم کے سینے پر انگلی رکھتے
بولی۔ ہاشم نے عالینہ کی انگلی کو لبوں سے لگائے بولا۔ جیسا
تم کہو گی۔

ویسا ہی ہو گا۔ ہاشم عالینہ کی کمر کو دونوں ہاتھوں سے
جکڑے بولا۔ ہم! کمرے میں چلے۔ شادی کے بعد لڑکی
اپنے شوہر کے کمرے میں اچھی لگتی ہے۔ میں نہیں
جاؤں گی جب تم اس لڑکی کو یہاں سے نکالو گے۔ تب
مجھے یہاں سے لے جانا۔ عالینہ ہاشم کا ہاتھ اپنی کمر پر سے
ہٹاتے بولی !

اور بیڈ پر جا کر بیٹھی۔

ہاشم کی نظر اس کے آدھے ادھورے بلاؤز پر گئی۔ جو
ڈھیلا پڑتے اس کی گہرائیوں کا عیاں کر رہا تھا۔ ہاشم
گھورتے ہوئے اس کی بل کھاتی کمر کو دیکھنے لگا۔ میری
آنکھوں میں جذبات کے سمندر جگا کر روم میں آنے سے
منع کر رہی ہو۔ ہاں تو آپ اپنے اڈتے جذبات قابو
رکھے۔ عالینہ اپنے آنسو صاف کرتے بولی۔
ہاشم نے گھور کر عالینہ کو دیکھا۔ عالینہ پھیکا سا مسکرا کر بیڈ
کراؤن سے ٹیک لگائی۔ ہاشم عالینہ کے ماتھے پر بوسہ
دیتے کمرے سے نکلا۔ عالینہ نے بے یقینی سے بند
دروازے کو دیکھا۔

عالینہ تکیے پر سر رکھتے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ مسٹر خان
! تم کیوں گے۔ زبردستی بھی تولے کر جاسکتے تھے۔ عالیہ
بیڈ پر لیٹے ہچکیوں سے رونے لگی۔ ہاشم جو باہر دروازے
پر کھڑا تھا عالیہ کی ہچکیوں سے بولے گے لفظ سنتے دوبارہ
سے اندر داخل ہونے لگا۔ ہیزل کی آواز پر وہی رک
گیا۔

لالا وہ لڑکی بہت زخمی ہے۔ اسے ایک نظر دیکھ لے۔
آپ ڈاکٹر ہے آپ کا فرض بنتا ہے اپنے مریض کو دیکھنا۔
ہیزل اس کے پاس آتے ہی بولی ہیزل میں اس مکار
لڑکی کے پاس نہیں جاؤں گا۔ میری طرف سے مرے یا

جیسے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہاشم دروازہ کھول کر اندر
داخل ہوا۔

عالینہ جو بیڈ پر لیٹی سسک رہی تھی۔ دروازے کھلنے کی
آواز پر عالینہ نے چونک کر دیکھا۔ ہاشم عالینہ کو بولنے کا
موقع دیے بغیر اپنی باہوں میں عالینہ کو کا اٹھا کر کمرے
سے نکلا۔ اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔۔

ہاشم عالینہ کو ایسے ہی گود میں اٹھائے روم میں داخل ہوا
عالینہ بھیگی آنکھوں سے ہاشم کی طرف دیکھ رہی تھی۔
ہاشم نے عالینہ کو بیڈ پر لٹایا۔ عالینہ نے اٹھنے کی کوشش

ہاشم فوراً عالینہ پر جھکا۔ مسز ہاشم خان کو شش بھی مت
کرنا یہاں سے جانے کی۔ مجھے نہیں رہنا تمہارے ساتھ
عالینہ ہاشم کو پیچھے دیکھلتی بولی۔ ہاشم نے اپنے لڑکھڑاتے
قدموں کو سنبھالا۔ اور اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے
عالینہ کی سرخ آنکھوں میں دیکھا۔ کیا مسئلہ ہے تمہیں
جتنے پیار سے بات کرتا ہوں۔ اتنا ہی بھڑک رہی ہو۔
ہاشم عالینہ کے بالوں کو مٹھی میں دبوچتے گرایا۔ عالینہ کو
اپنے بالوں میں درد کی لہر اٹھتی ہوئی محسوس ہوئی۔ آئی
ہیٹ یو! مسٹر خان آئی ہیٹ یو! عالینہ اپنے بالوں کو
چھڑواتی ہذیانی چینی۔ ہاشم عالینہ کے نفرت بڑے انداز
سے عالینہ کو بیڈ پر دھکا دیا۔ عالینہ بیڈ پر سیدھی گرتی۔

ہاشم کو دیکھنے لگی۔ کیسے یقین دلاؤں کیسے اپنے کردار کو
بے گناہ ثابت کروں۔ کب سے بتا رہا ہوں۔ ایسا کچھ
نہیں ہے۔

مجال ہے میری بیوی یقین کر لے۔ ہاشم دیوار پر غصے سے
مکادے مارا۔ علینہ کے نفرت بڑے اظہار پر ہاشم کے
تن بدن میں آگ ہی تو لگا گیا تھا۔

ہاشم عالینہ پر جھکے اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں لیا۔
عالینہ اس اچانک حملے پر سانس روک گی۔
عالینہ ہاشم کے نیچے دبی خود کو چھڑوانے لگی۔ ہاشم اپنا مکمل
وزن ڈالے عالینہ کی چلتی ٹانگوں کو خود کی ٹانگوں میں
پھنسا یا۔ ہاشم عالینہ کے لبوں کو شدت سے پینے گا۔

نفرت کرو گی مجھ سے ہاں بولو۔ ہاشم عالینہ کی گردن پر
جھکے لو بائٹ بنانے لگا۔ ہم! بتاؤ نفرت کرو گی مجھ سے ہاشم
اوپر ہوتے اپنے

الفاظ پھر سے دوہرائے۔ عالینہ کے آنسو روانی سے بہنے
لگے۔ آئی ہیٹ یو! عالینہ غصے سے پھر چلائی۔ ہاشم نے
عالینہ کی گال پر دانت گھاڑے۔ عالینہ کی درد بڑی چیخ
کمرے میں گونجی۔ عالینہ نے ہاشم کو پوری قوت لگا کر خود
سے دور کیا۔ اس وقت مقابل کی قربت سے نفرت
محسوس ہو رہی تھی۔ مقابل اس قدر سفاکی دیکھائے گا۔
عالینہ کو جیسے یقین نہیں ہو رہا تھا۔ گال پر اٹھتی درد کی
تھیسے عالینہ برداشت نہیں کر پار ہی بھی۔ ہاشم نے عالینہ

کی گال کی طرف دیکھا جہاں دانتوں کی گھڑی بنی ہوئی
تھی۔ ہاشم نے عالینہ کے گال کو چھونا چاہا۔ عالینہ نے ہاشم
کا ہاتھ بری طرح جھٹکا۔ ہاتھ بھی مت لگانا مجھے کوئی حق
نہیں ہے۔

تمہارا مجھ پر میرے قریب تب آنا جب تم اس لڑکی کو
یہاں سے نکال دو گے۔ عالینہ غصے سے بولتی رخ پلٹے
لیٹ گی۔ ہاشم کو اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہونے
لگا۔ ہاشم کے گلے میں گلی ابھر کے معدوم ہوئی۔

ہاشم غصے سے روم سے نکلا۔ ہاشم لمبے لمبے ڈھنگ بڑھتا
کارپوچ کی طرف بڑھا۔ ہاشم کی گاڑی کا رخ ہو اسپتال کی

طرف تھا۔ ہاشم غصے سے سٹرینگ کو جکڑے ڈرائیو کر رہا تھا۔ آئی ہیٹ یو! مسٹر خان آئی ہیٹ یو! عالینہ کے نفرت بڑے اظہار کو یاد کرتے ہاشم جیسے پاگل ہونے کو تھا۔ چھوڑو گا نہیں تمہیں حوریہ خان! تمہاری موت میرے ہاتھوں ہی لکھی ہے۔ اپنے لالا کہ طرح تم بھی مطلبی ہو۔ ہاشم غصے سے دھاڑا۔ ہاشم کی دھاڑ پر گاڑی تک لرز گئی تھی۔ ہاشم کی گاڑی ہیں وہیں کے سامنے بھی کر کر و کی ہو ہیں مکمل تیار ہو گیا تھا۔ کچھ سٹاف بھی آگیا تھا۔ ہاشم غصے سے گاڑی سے اترا۔ اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔ ہاشم غصے سے کوریڈور میں داخل ہوا۔ سب ڈاکٹر ہاشم کو اس وقت یہاں دیکھ کر حیران ہوئے۔

سر حماد میرے کئبن میں کوفى بھىجوائے۔ ہاشم سب کو
ایک نظر دیکھتے حماد کو کافی کا کہتے اپنے کئبن کی طرف
بڑھا۔ یہ سر کو کیا ہوا۔ کافی غصے میں لگ رہے ہے۔ ڈاکٹر
میرب حماد کے نزدیک آکر بولی۔ اب مجھے کیا پتا ہوا۔ مجھ
سے تم ایسے پوچھ رہى ہو۔۔۔۔۔



جیسے میں چوبیس گھنٹے ہاشم سر کے ساتھ رہتا ہوں۔
حماد میرب کو گھورتے بولا۔ اور وہاں سے نکلا۔ تھوڑى
دیر میں حماد کوفى لیے ہاشم کے کئبن کے باہر کھڑا ہوا۔

حماد نے دروازہ نوک کیا۔ آ جاؤ ہاشم دروازہ نوک ہونے پر سرد آواز سے بولا حماد اندر داخ ہوا۔ سر یہ کوئی، ہم! رکھ دو ہاشم کھڑکی کے پاس کھڑے ہوتے بولا۔

سر حماد مجھے بیڈ نمبر اٹھارہ کا پیشنٹ ہے اس کی فائل لا کر دو۔ سر فائل میں نے یہاں پہلے ہی رکھ دی۔ حماد ٹیبل سے فائل اٹھاتے ہاشم کی طرف بڑھاتے بولا۔ ہاشم نے حماد سے فائل لی۔ اور دیکھنے لگا۔ سر اس پیشنٹ پر ابھی پولیس کیس چل رہا ہے۔ جس کی وجہ سے دن بادلن یہ ٹروما کا شکار ہو رہا ہے۔

اس پیشنٹ کا کیس بند کرواؤ۔ اور اس کا علاج مکمل طور پر شروع کرو۔ جب تک یہ ٹھیک نہیں ہو جاتا اپنی بیٹی کے

ریپ کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ اوو کے سر میں
دیکھتا ہوں۔ حماد کہہ کر کیبن سے باہر نکلا۔ ہاشم کرسی پر
بیٹھا پیچھے کو ٹیک لگائے ایک لمبا سا سانس لیا۔ ہاشم نے
کوئی پینی چاہیے پر یہ کوئی اس وقت زہر کی طرح کڑوی
لگ رہی تھی۔ ہاشم کرسی سے ٹیک لگائے آنکھیں موند
گیا۔

صبح کے دن کا آغاز ہوں۔ کھڑکی سے روشنی اندر آنے
لگی۔ عالینہ جو بنا چینج کیے روتے سسکتی ویسے ہی سو گئی
تھی۔ آنکھوں میں روشنی پڑنے سے فوراً اٹھ کر بیٹھی۔
عالینہ نے اپنی نگاہیں ادھر ادھر دوہرائی۔ ہاشم کو کمرے

میں ناپا کر عالینہ کی آنکھوں سے آنسو لڑیوں کی صورت
میں بہنے لگے۔ مقابل ساری رات باہر رہا عالینہ کو اندر
تک چلا گیا تھا۔ عالیہ خود کو سنبھالتی واشر روم میں داخل
ہوئی۔ اور میں منٹ بعد باہر آئی۔ بال بنا کر باہر کی طرف
نگلی۔ جینز پہنے اور اوپر ہلکا ڈھیلا ڈھالا ٹوپ پہنے گلے میں
سکاف ڈالے باہر آئی۔ اور اپنے گھوڑے کی طرف
بڑھی۔ ہاشم اس وقت اسے ایسے لباس میں دیکھ لیتا ضرور
کچھ نا کچھ کر دیتا۔

اب وہ اس کی محرم تھی وہ کیسے دیکھ سکتا تھا اس لباس
میں۔ عالینہ اپنے گھوڑے پر بیٹھ گیٹ کی طرف بڑھی۔
گیٹ کھولیں۔ بہار چاہی جی آپ نہیں جاسکتی

چھوٹے خان! غصہ ہو گے۔ آپ کھولے گیٹ آپکے
چھوٹے خان کو میں دیکھ لوں گی۔ بی بی جی! میری نوکری کا
سوال ہے۔ میں آپ کو ان کی اجازات کے بغیر حویلی
سے نکلنے نہیں دوں گا۔

آپ کھلے جب میں کہہ رہی کھولے تو آپ بس کھولے۔
عالینہ غصے سے دھاڑی۔ بہار چلانے فوراً گیٹ کھولا۔
عالینہ اپنے گھوڑے کو زن سے بھگالے گئی۔ عالینہ نے
گھوڑے کی رفتار کو یک دم بڑھایا۔ آنسو لڑیوں کی
صورت میں بہنے لگے۔

یک دم گولی چلنے کی آواز گونجی۔ گولی سیدھا گھوڑے کی
ٹانگ پر پیوست ہوئی۔ گولی لگنے پر گھوڑا بڑی طرح گرا۔
عالینہ کا سر پتھر پر لگنے کی وجہ سے خون کا فوارا چھوٹا۔
عالینہ درد سے عالینہ درد سے کڑا اٹھی۔ عالینہ کسی کے
قدموں کی آہٹ سن کر خود کو سنبھالتے اٹھی۔ آنسو اور
شدت سے بہنے لگے۔

ٹانگ پر چوٹ آنے کی وجہ سے پھر وہی بیٹھ گئی۔ قدموں
کی آواز پر عالینہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ سمعیہ خان اور
آبان خان کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔

سمعیہ خان چلتے ہوئے عالینہ کے پاس آئی۔ آبان خان
غصے سے عالینہ کی طرف بڑھا۔ عالینہ کے بالوں کو مٹھی

میں دبوچا۔ میری مینگتر ہو کر تم نے کسی اور سے نکاح کر
لیا۔ چٹاخ! آبان نے عالینہ کے چہرے پر ایک زوردار
تھپڑ مارا۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے تھپڑ مارنے کی۔

عالینہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھے چینی لڑکی چپ آواز نیچے!
جانتی ہے تو کس کے سامنے بات کر رہی ہے۔ سمعیہ خان
عالینہ کا جبرٹا دبوچے دھاڑی۔ عالینہ کے چہرے پر طنزیہ
مسکراہٹ چھائی۔ جانتی ہوں۔ اچھے سے جانتی ہوں میں
سمعیہ خان یعنی اپنی قاتل دادی کے سامنے بات کر رہی
ہوں۔ چٹاخ! سمعیہ خان نے عالینہ کے دوسرے گال پر
تھپڑ جڑ دیا۔ آہہ! پتھر پر دوبارہ سر لگنے کی وجہ سے

سر میں ایک درد کی تھیں اٹھی۔ آبان لے چلو اسے
حویلی تمہارا نکاح آج ہی ہو گا۔ میرا نکاح ہو چکا ہے۔
سمعیہ کی بات پر عالینہ شدت گڑیہ سے چینی۔ آبان غصے
سے عالینہ کا بازو دبوچے گاڑی کی طرف بڑھا۔ چھوڑو مجھے
کمینے انسان! ہاشم تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ قاتل ہو
تم لوگ تم سب نے میری مام کو زندہ لاش بنا دیا۔ میری
مام کی خوشیاں چھین لی۔ میری مام کو مجھ سے دور کر دیا۔
قاتل ہو، تم سمعیہ خان قاتل ہو۔ عالینہ خود کو چھڑواتی
ہلکان ہونے لگی۔ آبان اگر اس کی آواز آئی تو اسے یہی
زندہ زمین میں گاڑ دینا۔ جو حکم دادی جان! آبان نے
سمعیہ خان کی بات مانتے ہوئے۔ عالینہ کو سامنے کیا۔

عالینہ آبان کو دھکا دیتی بر قور فتاری سے بھاگنے لگی۔

سمعیہ خان غصے سے علینہ کو یوں بھاگتے ہوئے دیکھنے لگی

دادی جان! آپ جائے یہاں سے میں لے آؤ گا اسے۔

آبان بھی اس کے پیچھے بھاگنے لگا۔ آہہ! مسٹر خان!

عالینہ اپنے گٹھنے پر ہاتھ رکھے ہاشم کو پکارنے لگی۔ ٹانگ پر

چوٹ آنے کی وجہ سے عالینہ بھاگ نہیں پارہی تھی۔

مسٹر خان! عالینہ ہاشم کو پکارتے ہوئے پھر سے بھاگنے

لگی۔ رک جاؤ! عالینہ ورنہ جان سے ہاتھ دو بیٹھو گی۔

آبان نے اپنی پسٹل سے فائر کرتے ہوئے بولا۔ عالینہ

اپنے کانوں پر ہاتھ رکھتے چیخ اٹھی۔ ہاشم جو ہو سپیٹل سے

حویلی جا رہا تھا۔ سامنے اس نازک وجود کو بھیڑ میں بھی

پہچان سکتا تھا۔ عالینہ بھاگتے ہوئے سامنے آتی گاڑی سے
ٹکڑائی۔ مسٹر خان! عالینہ کے لبوں سے چیخ کے ساتھ
ہاشم کو پکارا اٹھی۔

ہاشم گاڑی کو یک دم بریک لگائی۔ عالینہ کو زخمی حالت
میں دیکھ کر ہاشم کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔

عالینہ کو اس طرح دیکھ کر ہاشم کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا۔
ہاشم کی نظر اس کے ماتھے پر بہتے خون پر ہی ٹک گئی۔
گاڑی میں بیٹھے ہاشم کو دیکھ کر عالینہ کی بچی کچھی سانس
سینے میں ہی اٹک گئی۔ ہاشم گاڑی سے اتر کر عالینہ کی

طرف آیا۔ ہاشم وہ میں بس یہاں اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے
آئی تھی۔ چپ ایک دم چپ! ہاشم غصے سے دھاڑا۔ ہاشم
کی دھاڑ پر عالینہ ہاشم کے سینے میں سمائی۔ اس کا حساب تو
تم سے حویلی جا کر لوں گا۔

ہاشم اس کے زخم پر پھونک مار کر بولا۔ کس نے کیا! یہ
سب ہاشم اس کے چہرے کو نرمی سے چھوتے بولا۔ ہاشم
اس کے چہرے پر زخم کے علاوہ تھپڑ کے نشان بھی دیکھ
چکا تھا۔ سامنے سے آبان خان کو دیکھتے عالیہ کو خود سے
دور کرتے بولا۔ اور غصے سے آبان کی طرف بڑھا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری عورت پر ہاتھ اٹھانے کی۔
ہاشم آبان کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اس کے منہ پر مکا
جر دیا۔

تم نے میری بیوی، میری عورت پر ہاتھ اٹھایا۔ یہ تھپڑ
میری عالینہ کو چوٹ پہنچانے کا۔ اور یہ تھپڑ میری بیوی،
کے گال کو ٹچ کرنے کا۔ جس گالوں کو ابھی تک میں نے
نہیں چھوا۔ تم نے کیسے چھو لیا۔

تم نے میری بیوی کو نہیں میری روح کو چھوا ہے۔
میرے سکون کو چھوا ہے۔ تمہارے ان ہاتھوں کو کاٹ
کر کتوں کو کھلاؤں گا۔ ہاشم آبان کو تھپڑ پر تھپڑ مارتے

چلا گیا۔ عالینہ ہاشم کا یہ روپ دیکھ کر شدت سے گاڑی
میں سمانے لگی۔ آبان خان! کو تیرے ان تھپڑوں سے
کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آبان ہاشم کے منہ پر مکارے
دھاڑا۔

ہاشم آبان خان کا ہاتھ پکڑے اپنا چاکو نکال کر آبن کی
کلائی پر مارنے لگا۔ آبان یہ دیکھتے تڑپ اٹھا۔ ہاشم کا قہقہہ
بے ساختہ گونجا۔ نکل گئی ہوا۔

تھپڑ سے فرق نہیں پڑا۔ تو ایک ہاتھ ناہونے پر تو پڑے
گا۔ ہاشم نے چاکو آبان کے ہاتھ پر دے مارا۔ آبان کی
فلک شگاف چخیں گونجنے لگی۔ عالینہ گاڑی کے ساتھ
لگے۔ کانوں پر ہاتھ رکھے پینے لگی۔ ہاشم غصے سے عالینہ

کی طرف بڑھا۔ پلیز! مجھے مت مارنے، پلیز مجھے مت مارنا۔ عالینہ ہاشم کو خود کی طرف بڑھتے دیکھ کر پیچھے کو ہوتی بولنے لگی۔ ہاشم عالینہ کو یوں ڈرتے دیکھ کر کھینچ کر سینے سے لگایا۔ مجھے مت مارنا۔ عالینہ ہچکیوں سے بولنے لگی۔ کچھ نہیں کروں گا۔ ریلیکس! کچھ نہیں کر رہا۔ ہاشم عالینہ کی پیٹھ کو سہلاتے ہوئے نرمی سے بولا۔

عالینہ کو ہوش کھوتے دیکھ کر جلدی سے اپنی باہوں میں اٹھایا۔ ہاشم خان! آبان کو زمین پر بیٹھے دیکھ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ عالیہ کو گاڑی میں بیٹھا کر ڈریو ائٹنگ سیٹ بیٹھا اور گاڑی ہو اسپیدل کے راستے کی طرف لی۔

آج ماہی کا تیسرا پیر تھا۔ ماہی کے پیپر ز اسی یونیورسٹی میں
ہی تھے۔ کاوش کیمین میں بیٹھا ٹانگ پر ٹانگ جمائے
ہاتھوں میں فائل پکڑے پڑھ رہا تھا۔ ازبان بنا اجازت
کیمین میں جلدی سے داخل ہوا۔ ازبان کو اس طرح
کیمین میں داخل ہوتے دیکھ کر کاوش فوراً اٹھا۔ کیا ہوا از
بان تم ٹھیک ہو۔ سر میں ٹھیک ہوں۔

پر ماہی بھا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ ماہی کے نام پر کاوش
ازبان کی طرف بڑھا۔ کیا ہوا ماہی کو! کاوش چہرے پر
پریشانی لیے بولا۔ آپ چلے میرے ساتھ ازبان کاوش کا
بازو پکڑے کیمین سے نکلا۔

کاوش کلاس میں داخل ہوا۔ پیپر ماہی کا ہو گیا تھا۔ ماہی کو
کرسی پر سر رکھے دیکھ کر کاوش جلدی سے ماہی کی طرف
بڑھا۔ سب سٹوڈنٹ کاوش کو دیکھ کر سائنڈ پر کھڑے ہو
گے۔ ماہی میری جان! کیا ہوا کاوش اس کو سینے سے لگائے
بولا۔

ماہی کاوش کو ایک نظر دیکھتے کاوش کی باہوں میں جھول
گئی۔ ازبان گاڑی نکالو۔ کاوش کی آواز پر ازبان فوراً باہر
نکلا۔ کاوش ماہی کو باہوں میں اٹھائے باہر نکلا۔ سب
سٹوڈنٹ ان دنوں کو دیکھ کر عیش عیش کر اٹھے۔ مجھے

بھی کاوش سر جتنا محبت کرنے والا شوہر دے۔ ہانیہ کاوش
کو جاتے دیکھ کر بولی۔ امین ایمان کے منہ سے امین کے
لفظ ادا ہوئے۔

کاوش ماہی کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لے کر بیٹھا۔ ازبان
نے فوراً گاڑی سٹارٹ کی اور ہو سپیٹل کے راستے کی
طرف لی۔ ماہی میری جان! اٹھو کیا ہوا ہے تمہیں کاوش
اس کا ماتھا چومتے بولا!

ازبان جلدی کرو۔ کاوش ازبان کو گاڑی کی سپیڈ بڑھانے
کے لیے بول کر دوبارہ سے ماہی کے چہرے کو دیکھنے لگا۔
ماہی کا چہرہ زرد پڑتے دیکھ کر کاوش کو پریشانی ہونے لگی۔

کاوش پانی کی بوتل پکڑاؤ۔ ازبان نے کاوش کو پانی کی
بوتل تھائی۔ کاوش نے ماہی کے چہرے پر پانی چھڑکا۔
ماہی ایسے ہی بے سدھ پڑی رہی۔۔۔۔۔

عشق کا جام

تحریر: منیرہ مہر

قسط نمبر: 58

ہاشم عالینہ کو اٹھائے ہو سپٹل کے کوریڈور میں بھاگنے
لگا۔ سب کی نظریں ڈاکٹر ہاشم پر جم گئی۔ یہ لڑکی کون
ہے۔ کہی سر کی وائف تو نہیں، ہر طرف سرگوشیاں

شروع

ہو گئی۔ ہاشم سب کو اگنور کرتا عالینہ کو ایمر جینسی روم
میں لے کر داخل ہوا۔

کہاں مر گے ڈاکٹر ہاشم علینہ کو بیڈ پر لٹاتے دھاڑا۔ ایمر
جینسی روم میں کھڑی ڈاکٹر میرب ہاشم کی دھاڑ پر بری
طرح اچھلی، ڈاکٹر میرب فرسٹ ایڈ باکس لائے، ہاشم
علینہ کو ڈریپ لگاتے بولا۔ ڈاکٹر حماد روم میں تیزی سے
داخل ہوئے، اور ڈاکٹر ہاشم کی طرف بڑھے۔ کیا ہوا ہاشم
سر، حماد بیڈ پر پری بے سدھ لڑکی کی طرف نگاہ
دوہرائی۔ پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ کپڑوں پر مٹی لگی
تھی۔

نگاہیں جھکاؤ، ورنہ تمہاری آنکھیں کسی کو دیکھنے کے قابل
نہیں رہے گی۔ میری عورت کو کوئی نظر بھر کر دیکھے۔

مجھے گوارا نہیں، نظریں جھکائے ڈاکٹر حماد ورنہ تمہاری
جان لے لوں گا۔ ہاشم حماد کو دیکھ کر دھاڑا۔ جو علینہ کو
گہری نگاہوں سے تک رہا تھا۔ ہاشم کی دھاڑ پر حماد اندر
تک سہم گیا۔ سر سوری! میں تو بس ان کا زخم دیکھ رہا تھا۔
حماد نظریں جھکائے آہستہ آواز سے بولا۔

جاؤ سب یہاں سے مجھے اس روم کے آس پاس کوئی بھی
نظر نہ آئے۔ سر پر! پر اور کچھ نہیں جاؤ دوسرے
مریضوں کو دیکھو۔ میں دیکھ لوں گا یہاں۔ آپ بھی
جائے مس میرب! ہاشم علینہ کی پیشانی سے زخم صاف
کرتے ہوئے بولا۔ حماد اور میرب کندھے اچکائے روم
سے باہر نکلے۔

ہاشم علیہ کے ماتھے پر پٹی باندھ کر اس کے پاس بیٹھا۔
چہرہ نیلا پڑ رہا تھا۔ بارش ہونے کی وجہ سے سردی کی
شدت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ سٹریس کے زیر اثر ہونے کی
وجہ سے ہوش میں نہیں آرہی تھی۔ ہاشم آبان خان کا
سوچتے غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نازک وجود پر بے حد
غصہ آرہا تھا۔

جو اس کی اجازت کے بغیر حویلی سے نکل آئی تھی۔ ہاشم
نے غصے سے مٹھیاں بوچی، علیہ کو کے وجود میں ہلچل
دیکھ کر ہاشم فوراً پاس آیا۔

مسٹر خان! علینہ کے ہونٹوں نے جنبیش کی۔ جسے ہاشم
نے بغور سے سنا۔ علینہ! میری جان، ہاشم اس کے اوپر
جھکا بولا۔ ہاشم نے علینہ کے گرد بازو رکھے۔ اور ہلکا سا
وزن ڈال۔ ہاشم! ہاشم کی جان ہاشم تمہارے پاس ہے۔
ہاشم اس کے کانپتے لبوں پر لب رکھے بولا۔
ہاشم کے لمس پر علینہ فوراً آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی۔
ہاشم علینہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اب کیوں رو
رہی ہو۔ کیوں نکلی حویلی سے میری اجازت کے بنا۔ ہاشم
سرخ

آنکھوں سے گھورے بولا۔ علینہ ہاشم کی سرخ سرد
آنکھوں کو دیکھتی۔ فوراً اس کے سینے سے لگی۔ علینہ کے

سینے سے لگنے پر ہاشم کا غصہ جھاگ کی طرح حبیٹھ گیا۔ یہ
سب آپ کی وجہ سے ہوا۔ علینہ پر سوز ہچکیوں سے بولی۔
ہاشم حیرت سے اسے اسے دیکھنے لگا۔ میری وجہ! ہاشم
سرد آواز سے بولا۔

آپ کی وجہ سے آپ کہاں تھے ساری رات، تم مجھے
چھوڑ کر نا جاتے تو میں باہر نا جاتی۔ علینہ ہاشم کی گرے
آنکھوں میں دیکھتے ہچکی لیے بولی۔ میری مسز! میرا ویٹ
کر رہی تھی۔

ہاشم اس کے چہرے کو دیکھتے بولا۔ میں کیوں ویٹ کروں
گی۔ مجھے بس غصہ آگیا۔ تو میں باہر چلی آئی۔

علینہ کو یک دم آبان کا کٹا ہوا ہاتھ آنکھوں کے سامنے
آیا۔ علینہ ہاشم سے فوراً دور ہوئی۔ کیا ہوا علینہ کے دور
ہونے پر ہاشم بے حد نرمی سے بولا۔ تم اتنے ظالم کیسے ہو
سکتے ہو۔ تم۔۔ تم نے آبان کا ہاتھ۔ علینہ کے رونے میں
اضافہ ہوا۔ وہ جیسا بھی تھا۔ پر وہ بھی اس کا کزن تھا۔
علینہ کے منہ سے

آبان کا نام سنتے ہاشم نے علینہ کے بالوں کو مٹھی میں
دبوچا۔

خبردار! آئندہ اس کا نام تمہارے لبوں پر آیا۔ ورنہ
تمہارے ان لبوں کا حشر بگاڑ ڈالوں گا۔ اس انسان کو زندہ
چھوڑ کر میں اب پچھتا رہا ہوں۔ اس نے ہاشم خان کی
بیوی کو تھپڑ مارا، وہ علینہ کے گالوں پر تھپڑ کے نشان
دیکھ کر سلگ رہا تھا۔ ابھی تو اس کا ہاتھ کاٹا ہے اگلی دفعہ
اس کی نظر میری عورت پر بھی پڑی۔ تو اس کی آنکھیں
نکال کر ڈونٹ کر دوں گا۔

مجھے ڈاکٹر مت سمجھنا، اگر کسی کی جان بچاتا ہوں، تو جان
لینے کا بھی ارادہ رکھتا ہوں۔

ہاشم علینہ کے بالوں کا ایک جھٹکے سے چھوڑا۔ عالینہ در در سے کراہ اٹھی۔

اور بھیگی آنکھوں سے ہاشم کو دیکھنے لگی۔ مجھے گھر جانا ہے۔ عالینہ روتے ہوئے بولی۔ اسے ہو اسپتال میں گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ ہاشم اس طرح عالینہ کو دیکھتے فوراً اس کو سینے سے لگایا۔ چلتے ہے میری جان! ابھی تھوڑا ریلیکس ہو جاؤ۔ ڈریپ ختم ہوتی ہے۔

پھر چلتے ہے۔ ہاشم علینہ کے گال پر لب رکھے بولا۔ عالینہ ہاشم کو دور کیے رخ پلٹے لیٹ گئی۔

ہاشم مسکرا کر عالینہ کی ڈریپ کی طرف نگاہ دوہرائی۔ جو ختم ہونے کے قریب تھی۔

سر آپ کی بیوی پریگنٹ ہے۔ سٹریس کی وجہ سے آپ کی وائف اس کنڈیشن میں پہنچی ہے۔ کاوش پریگنٹ لفظ سنتے ہی ہوش کی دنیا میں آیا۔ اس کنڈیشن میں تو آپ کو اپنی وائف کا خیال رکھنا چاہیے۔ کیا مطلب ڈاکٹر، میں سمجھا نہیں۔ دیکھیے مسٹر کاوش آپ کی وائف کو دو ہفتے ہو گئے ہیں۔ آپ کو ان کی پریگنسی کا علم ہی نہیں۔

ڈاکٹر میری وائف تو ٹھیک ہے نا پریشانی کی کوئی بات تو
نہیں۔ کاوش ڈاکٹر کی بات سنتے ہی بے حد پریشانی سے
بولا۔ نہیں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ آپ ان کی ڈائٹ
کا خاص خیال رکھے۔

آپ ایسی اب لا پرواہی نہیں بڑتے گے، جی ڈاکٹر ایسا ہی
ہو گا۔ کاوش مسکراتے ہوئے بولا۔ اب اسے یہ خوشخبری
اپنی کے ساتھ سیلیبریٹ کرنی تھی۔ کاوش اٹھ کر ماہی کی
طرف بڑھا۔ جو چھت گھور رہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلگی ہی
ہوش آیا تھا۔

میرا بچہ اب کیسی ہے طبیعت آپ کی، ٹھیک ہوں۔ ماہی
چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے بولی۔ کاوش نے جھک کر

اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ کاوی! ہم ہو سپٹل میں
ہے۔

تو میری شہزادی چلتے ہے گھر، بہت سارا پیار بھی تو کرنا
ہے۔ یہاں تو کر نہیں سکتا۔ میری بولڈ بیوی کو شرم بھی
آتی ہے۔ یہ آج مجھے پتا چلا۔

کاوش اس کو بیڈ پر بیٹھاتے بولا۔ ہاشم کی بات پر ماہی کا
چہرہ سرخ پڑا۔ کاوش ماہی کا سرخ چہرہ دیکھتے زیر لب
مسکرایا۔ اسے لیے باہر نکلا۔

دروازے کے باہر ازہان کھڑا تھا۔ جو ابھی ڈاکٹر سے مل
کر آیا تھا۔ ازہان خوشی سے ماہی کی طرف بڑھا۔ ازہان
کچھ اور آگے بولتا، کاوش نے آگے ہوتے فوراً ازہان کو
گلے لگایا۔ ازہان کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ خواب تو
نہیں دیکھ رہا۔ کاوش سر نے مجھے خود سے گلے لگایا۔
ازہان چہکتے ہوئے بولا۔ زبان بند رکھ! ورنہ یہ تیرا
خواب ہی بن جائے گا۔ ماہی کو ابھی کچھ نہیں
بتانا۔ اووو۔۔۔ سر پر اتر۔۔۔ دینا ہے۔ ازہان کاوش کی
بات پر فوراً بولا۔

تو ایسے بولے نا۔ یہ کیا تم دونوں میں گٹ مٹ ہو رہی
ہے۔ ماہی جو کب سے دیکھ رہی تھی۔

آخر کار بول ہی پڑی۔ کچھ نہیں شہزادی تم آؤ۔ کاوش
ماہی کے گرد حصار باندھے آگے بڑھ گیا۔ ماہی نے
محسوس کر لیا تھا۔ کاوش اس سے کچھ چھپا رہا ہے۔ پر پھر
بھی وہ چپ چاپ اس کے ساتھ چلنے لگی۔ کاوش نے ماہی
کو فرنٹ سیٹ پر بیٹھایا۔

اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

اور تھوڑی دیر میں کاوش اپنے اسلام آباد والے گھر

میں داخل ہوا۔ کچھ دن سے فلیٹ میں روکے تھے۔ پر
اب وہ کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔ اس لیے اسے حویلی
میں لے آیا۔ ماہی گاڑی سے اتر کر پورے گھر کو دیکھ رہی
تھی۔ یہ حویلی سوات کی حویلی سے کافی بڑی لگ رہی
تھی۔ اور پیاری بھی۔ کاوی ہم یہاں رہے گے۔

ہم! تمہیں کوئی مسئلہ

ہے۔ کاوش اس کے اس طرح پوچھنے پر مسکراتے ہوئے
بولا۔ نہیں مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔ انفیکٹ! مجھے تو یہ حویلی
بہت پیاری لگی ہے۔ ماہی کہہ کر اندر کی طرف بھاگی۔

کاوش اس کے یوں بھاگنے پر فوراً اس کے پیچھے بڑھا۔
شہزادی آرام سے ایسے بھاگنا تمہارے لیے ٹھیک نہیں
ہے۔ کاوش کی بات پر ماہی کے چلتے قدموں کو بریک
لگی۔ آپ کی بات کا کیا مطلب کیوں میں ایسے نہیں
بھاگ سکتی۔ ماہی پلٹ کر فوراً بولی۔ کاوش نے اپنی زبان
دانتوں تلے دبائی۔ اسے پتا تھا۔ اب اس کی بیوی سوال
جواب پر اتر آئے گی۔ بتائیں نا آپ کچھ چھپا رہے ہیں۔
میری جان! اندر تو چلو بتاتا ہوں۔

کاوش ماہی کو اپنی باہوں میں اٹھائے اندر کی طرف بڑھا۔
ماہی کاوش کے یوں اٹھانے پر سرخ ہوئی۔

کاوش ماہی کو اندر لے کر داخل ہوا۔ ماہی گردن گھمائے
ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ حویلی باہر سے جتنی زیادہ
خوبصورت تھی۔ اتنی اندر سے بھی۔ کاوش ماہی کو دیکھ کر
مسکرایا۔

اور روم میں داخل ہوا۔ روم میں بالکل اندھیرا تھا۔ پر ہر
طرف کینڈلز جل رہی تھی۔ کاوش نے جیسے ہی لائٹ
اون کی ہر طرف پھول پڑے تھے بیڈ پر وائٹ بیڈ شیٹ
کے اوپر پھولوں سے ہارٹ شیپ دل بنا تھا۔ ماہی نے
کمرے کا جائزہ لے کر حیرت سے کاوش کی طرف دیکھا۔

یہ سر پر اتر کس لیے ہے۔ میرا تو ابھی ایک پیپر پڑا ہے۔
آپ نے پہلے ہی سر پر اتر دے دیا۔ میری شہزادی یہ
سر پر اتر تمہارے لیے ہی ہے۔ ماما بننے کی خوشی میں۔
میں بابا بننے جا رہا ہوں۔ بہت خوش ہوں۔ کاوش آپ سچ
کہہ رہے ہیں ماما بننے والی ہوں۔ ہم! میری جان! کاوش
اس کے ماتھے پر لب رکھے بولا۔ کاوش میں ماما بننے والی
ہوں۔ مجھے یقین نہیں ہو رہا۔ ماہی کمرے میں جھوم کر
بولی۔ کاوش بیڈ پر بیٹھے ماہی کے چہرے کو غور سے دیکھنے
لگا۔

میری جان! یہ خوشی تمہیں میرے ساتھ سیلبرٹ کرنی
چاہیے۔ یوں اکیلے گھومنے کا مزہ نہیں آئے گا۔ تو آئے نا
آپ بھی گھوم لیں۔ میں نے تھوڑی منع کیا ہے۔ میں تو
ماما بننے کی خوشی میں جھوم رہی ہوں۔

آپ بابا بننے کی خوشی میں جھوم لیں۔ میں پاگل تھوڑی
ہوں۔ جو ایسے گھوموں گا۔ میں تو اپنی شہزادی کو گود میں
لے کر اپنی خوشی سیلبرٹ کروں گا۔

کاوش ماہی کو اپنی گود میں لیے بولا۔ ماہی منہ کھولے کاوش
کو دیکھنے لگی۔ کاوش اسے بولنے کا موقع دیے بغیر اس کے
لبوں کو اپنے لبوں کی قید میں لیا۔

ماہی کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی۔ کاوش کی بے
باکی بڑھنے لگی۔ کاوش اسے بیڈ پر لٹائے۔ اس پر جھکا۔
کاوش کا ہاتھ بے باکی سے اسے اوپر سے نیچے تک چھونے
لگا۔ کاوش نے ماہی کی شرٹ کے اندر سے ہاتھ ماہی کے
پیٹ پر رکھا۔ ماہی کا چہرہ لال ٹماٹر کی طرح سرخ پڑا۔
کاوش اس کے پیٹ پر جھکا جاں بجا لمس چھوڑنے لگا۔ ماہی
آہستہ سے کاوش کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔
کاوش مدہوش ہوتے ماہی کی جان لبوں پر لے آیا۔ ماہی
کی کمرے میں سسکیاں گوجنے لگی۔

ہاشم علیہ کو گود میں اٹھائے لاؤنج میں داخل ہوا۔ سب
جو لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ سب کی نظریں ہاشم پر ٹک گئی۔
ہاشم ان سب کے درمیان حوریہ خان کو بیٹھے دیکھ کر اس
کے بدن میں شعلے دکھنے لگے۔ علیہ ہاشم کو غصے سے
دیکھنے لگی۔ جو حوریہ خان پر نظریں ٹکائے کھڑا تھا۔ سب
ہاشم کی طرف بڑھے۔ کیا ہوا علیہ کو مسکان بیگم فکر
مندی سے بولی۔ کچھ نہیں خالہ جان! بس چھوڑی سی
چوٹ لگ گئی۔ اب ٹھیک ہے۔

جی مام ٹھیک ہوں۔ آپ پریشان مت ہو۔ میں ٹھیک
ہوں آپ سب مجھے ایسے مت دیکھے۔ ورنہ میں پھر سے

بیمار ہو جاؤں گی۔ پتا نہیں کس کی نظر کھا گئی۔ ہمارے
بچوں کو مہک بیگم حوریہ کو گھورتے بولی۔ جاؤ بیٹا علینہ کو
لے جاؤ میں نامیشہ کے ہاتھ کچھ اچھا سا بنا کر بھیجتی ہوں۔
اوو کے خالہ جان !

باشم حوریہ خان کو گھورتے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

علینہ حوریہ کو گھورتے ہاشم کے سینے سے لگی۔

ہاشم نے علینہ کے بالوں پر لب رکھے۔ حوریہ یہ دیکھتے
غصے سے کمرے کی طرف بڑھی۔

ہاشم علینہ کو کمرے میں چھوڑ کر باہر آیا۔ اور غصے سے
حوریہ کے کمرے کی طرف بڑھا۔

اور دھاڑ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اور ایک
جھٹکے سے علینہ کی طرف بڑھا۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی
میری علینہ کو چوٹ پہنچانے کی۔ ہاشم علینہ کی گردن
دبوچے دھاڑا۔ علینہ آنکھیں پھیلانے ہاشم کو دیکھنے لگی۔

چھوڑو مجھے! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ جھوٹ تم ہی ہو
اس آبان سے ملی۔ سچ بتاؤ ورنہ تمہارا حشر اس
کمینے آبان سے بھی برا کروں گا۔ میں نہیں جانتی آبان کو
حوریہ خود کو چھڑواتے بولی۔ ہاشم نے ایک جھٹکے سے

حوریہ کو چھوڑا۔ حوریہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ہوئی۔
ہاشم ابھی باہر نکلتا۔ علینہ اپنے لڑکھڑاتے قدموں سے
تیزی سے ہاشم کی طرف بڑھی۔

اور اس کے سینے سے گی۔ پاؤں میں سے خون رچنا شروع
ہو گیا تھا۔ ہاشم غصے سے مٹھیاں بوچی۔ پلیر مجھے معاف
کر دو میں بہت شر مندہ ہوں۔ معافی کے قابل تو تم ہرگز
نہیں ہو۔ شر مندہ ہونا تو بنتا ہے پر تم شر مندہ بھی ہو ہی
نہیں سکتی۔

ہاشم علینہ کو خود سے دور دیکھتے بولا۔ آئیندہ مجھے چھونے
کی کوشش کی تمہاری جان لے لوں گا۔ مجھے چھونے کا
حق میری بیوی کو ہے۔

میری علینہ کو ہے۔ جتنا جلدی ہو سکے چلی جاؤ۔ ورنہ تم مجھے اچھے سے جانتی ہوں۔ ہاشم غصے سے بولتے دھاڑ سے دروازہ بند کیے کمرے سے نکلا۔ اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ہاشم روم میں داخل ہوا۔ علینہ بیڈ پر لیٹے مکمل طور پر کبیل اوڑے ہوئے تھی۔ ہاشم ایک نظر اسے دیکھتے واش روم میں گھس گیا۔ پندرہ منٹ کے بعد فریش ہو کر ہو کر نکلا۔ علینہ کو ویسے ہی پوزیشن میں لیٹے دیکھ کر ہاشم آہستہ قدموں سے علینہ کی طرف بڑھا۔ اور اس کے ساتھ ہی کبیل میں غروب ہوا۔ ہاشم نے علینہ کی کمر میں ہاتھ

ڈالے خود کے قریب کیا۔ ہاشم کے ساتھ لگنے پر علینہ کی
سانسیں تیزی سے چلنے لگی۔ ہاشم علینہ کی تیز ہوتی
سانسیں دیکھ کر اندازہ لگا گیا تھا۔ علینہ جاگ رہی ہے۔
ہاشم اور بے باکی سے علینہ کو خود کے ساتھ لگایا۔ اور ایک
ہاتھ علینہ کی شرٹ کے اندر ڈالتے۔ بے باکی سے چھونے
لگا۔ علینہ نے آنکھیں کھولیں جلدی سے کمبل خود سے
ہٹایا۔

ہاشم کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔ جان من! میری اتنی سی
قربت پر گھبرا گئی۔ ہاشم اس کے چہرے پر اپنی ایک انگلی
سے لائن کھینچے بولا۔ میں کیوں گھبرانے لگی۔ مجھے بس

گرمی لگ رہی تھی۔ تو میں نے کمبل ہٹا دیا۔ اچھا! اتنی
سردی میں مسز ہاشم کو گرمی لگ رہی تھی۔ ہاشم اس کے
اوپر جھکے بولا۔ اور مکمل وزن علینہ ڈر ڈال۔ علینہ کی
دھڑکنیں ہاشم کے سینے میں بجنے لگی۔ ہاشم اس کی نشیب
و فراز کا اتار چڑھاؤ دیکھ کر، گہرا مسکرایا۔ ہاشم نے اوپر
ہوتے علینہ کی شرٹ کی ڈوری کھولی جو بیگ سائٹ پر بنی
تھی۔ یہ کیا کر رہے ہو تم۔ کچھ نہیں میں تو اپنا حق لینے
لگا ہوں۔ میں بھی دیکھوں میری بیوی جتنی باہر سے
خوبصورت ہے۔ اتنی اندر سے بھی۔ ہاشم علینہ کے
نشیب و فراز کو چھوتے بولا۔ ہاشم کی بات پر علینہ کی اب
صحیح معنوں میں سانسیں اٹکی۔

علینہ نے شرم سے نظریں جھکائے بولی۔ آپ مجھے ایسے
نہیں چھو سکتے۔ کیوں میں تمہیں ایسے کیوں نہیں چھو
سکتا۔ بلکہ میں تمہیں ہر اینگل سے چھو سکتا ہوں۔ حق
ہے میرا شوہر ہوں تمہارا۔ ہاشم اس کی جھکی لمبی پلکیں
اپنی انگلی سے چھوٹے بولا۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا۔
تمہارا جو بھی مطلب ہو۔ پر اب میں پیچھے نہیں ہٹ
سکتا۔

اوپر سے نیچے تمہارا دیدار کرنے کے لیے میں بے چین ہو
رہا ہوں۔ ہاشم علینہ کی بات کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ اس کی
روح میں بستی تھی۔ وہ جانتا تھا۔ علینہ حوریہ کی وجہ سے

منع کر رہی ہے۔ ہاشم اوپر ہوتے علینہ کی شرٹ ریمو کر
گیا علینہ نے سختی سے آنکھیں بند کر لی۔ اس وقت ہاشم
کے سامنے سیاہ بلاؤز اور اور کھلے ٹروزر میں تھی۔ ہاشم
مکمل طور علینہ کا جائزہ لینے لگا۔ مسز ہاشم خان بہت
خوبصورت ہو۔ تمہارے پر تمہاری سانسوں پر تمہارے
اس خوبصورت وجود پر صرف صرف ہاشم خان کا حق
ہے۔ پہلے دن سے ہی وہ اس کی خوبصورتی کا اسیر ہو گیا
تھا۔

تو پھر کیسے اس کو کسی کا ہونے دیتا۔ علینہ ہاشم کی

بات پر شرم سے سر جھکا گئی۔ چھوڑے مجھے مسٹر خان!
بہت ہی بے شرم قسم کے انسان ہے آپ۔

بیوی اتنی خوبصورت ہو۔ تو کون کبخت چھوڑ سکتا ہے۔
بے شرمی تو تمہارے خان میں کوٹ کوٹ کر بڑی ہے۔
عالینہ ہاشم کی بات پر دانت پیستے دیکھنے لگی۔
ہاشم علینہ کی دھڑکنوں پر جھکے جا بجا لمس چھوڑنے لگا۔
علینہ نے سختی سے آنکھیں بند کر لی۔ ہاشم علینہ کے وجود
سے آخری پردہ بھی ریموو کر گیا۔ علینہ کے لبوں سے
یک دم چیخ نکلی۔ میری جان ابھی تو میں نے کچھ کیا ہی
نہیں، ہاشم اس کے لبوں پر جھکتے بولا۔ ہاشم اوپر ہوتے

اپنی سینڈوریمو و کر گیا۔ علینہ علینہ کی نظریں ہاشم کے
سیکس پیک پر ٹک گئی۔ جائزہ لے لیا۔ اب شروع
کرے۔ ہاشم کی بات علینہ ہوش میں آتی اس کی ہیزل
گرے آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ علینہ کی آنکھوں سے
آنسو بہنے لگے۔

ہاشم اس کے آنسو نکلتے دیکھ کر پریشان ہوا۔ ہاشم کے
بولنے سے پہلے علینہ نے کھینچ کر ہاشم کو سینے سے لگایا۔
ہاشم حیران ہوتے علینہ کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ آپ
پیارے۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔ کرتے۔۔۔۔۔ ہے۔۔۔۔۔

نا۔۔۔۔۔ مجھ۔۔۔۔۔ سے۔۔۔۔۔ علینہ۔۔۔۔۔ اٹک اٹک کر

بولی۔ میری جان! تمہارا باشم تمہارے لیے پاگل ہے۔ تم
تو میری روح میں بستی ہوں۔ میری جان! ہو۔ میرا عشق
ہو۔ تم صرف میری ہو۔ صرف ہاشم خان کی۔ ہاشم اس
کے

چہرے کو جا بجا چومتے بولا۔ علینہ ہاشم کے ساتھ مزید اور
چپکی۔ آئی لو یو! میرے پاگل ڈاکٹر۔ آئی لو یو ٹو! میری
شیرنی۔ ہاشم پیچھے ہوتے بولا۔ علینہ اپنی حالت دیکھ کر
فورا اپنے سینے پر ہاتھ رکھ۔ میری جان! اب کیا چھپانا۔
سب دیکھ چکا ہوں۔ ہاشم اس کا ہاتھ ہٹاتے۔

خود کے ہاتھ رکھے۔ علینہ کا چہرہ یک دم گلاب کی
طر حصرخ پڑا۔ ہاشم اپنے ہاتھوں سے دبانے لگا۔ علینہ کی
پرسوز سسکیاں کمرے میں گوجنے لگی۔

ہاشم علینہ کے لبوں پر جھکے علینہ کی سسکیاں روک گیا۔
اور شدت سے چومنے لگا۔ علینہ کو اپنا سانس بند ہوتے
ہوئے محسوس ہونے لگا۔

ہاشم علینہ پر اور خود پر بلیکٹ اوڑھے۔ علینہ کے
صحیح معنوں میں ہوش اوڑا گیا۔ علینہ کی چیخیں کمرے
میں گوجنے لگی۔ ہاشم نہیں! میں برداشت نہیں کرپا
رہی۔ میری جان! آرام سے کر رہا ہوں۔ تم نازک ہی

اتنی ہو۔ جو میرے اتنے سے عمل پر تڑپ گئی۔ ہاشم
مدہوش ہوتے مکمل طور پر علینہ کو اپنے بدن کا حصہ بنا
گیا۔ علینہ کے آنسو پانی کی طرح بہنے لگے۔

ہاشم نے علینہ کے آنسو صاف کیے۔ اور تھوڑا نرمی سے
کرنے لگا۔ علینہ کو گود میں بیٹھائے، اپنے عمل میں روانی
لائی۔ دونوں مکمل طور پر پسینے میں نہلا چکے تھے۔ علینہ
آہستہ آہستہ ہاشم کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ ہاشم
کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔ ہاشم علینہ کو پیچھے کی
طرف جھکاتے، علینہ کے پیٹ پر جا بجا چومنے لگا۔

علینہ اپنی حالت دیکھ کر شرم سے نظریں جھکالی۔ ہاشم
اسے بیڈ پر لٹاتے۔ علینہ کے نشیب فراز کودبانے لگا۔
ہاشم کی اس حرکت پر علینہ تڑپ اٹھی۔ ہاشم پھر سے
اپنے بدن کا حصہ بنا گیا۔ ہاشم پر آج الگ ہی جنون سوار
ہوا تھا۔

ہاشم پر سکون ہوتے علینہ کے بالکل ساتھ لیٹ گیا۔ علینہ
اپنی سانسیں درست کرتی۔ ہاشم کے سینے پر سر رکھے
آنکھیں موند لی۔ ہاشم اپنے پر عالینہ پر اچھے سے بلینکٹ
ٹھیک کیا۔ اور خود بھی آنکھیں موند لی۔

کہاں جارہے ہے لالا آپ! دامیار کو کارپوچ کی طرف
بڑھتے دیکھ کر بہرام فوراً بولا۔ عابیرہ ایک سائیڈ پر کھڑی
زمین کو گھور رہی تھی۔ کسی نہیں! بس فارم ہاؤس جارہا
ہوں۔ عابیرہ کو بھی ساتھ لے کر جارہا ہوں۔ تاکہ اچھا
فیل کرے۔ ٹھیک ہے لالا! اسی بہانے عابیرہ کا موڈ
فریش ہو جائے گا۔ بہرام مسکراتے ہوئے بولا۔

عابیرہ دامیار کے اشارے پر فوراً گاڑی میں بیٹھی۔ ٹھیک
ہے بہرام! میں چلتا ہوں۔ دامیار بہرام کا کندھا
تھپتھپائے۔ گاڑی میں بیٹھا۔ لالا دھیان سے! دلاور خان
کے آدمی باہر صرف موقع کی تلاش میں ہے۔ بہرام فکر

مندی سے کہہ کر سائیڈ پر ہوا۔ دامیار نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ اور گاڑی سٹارٹ کی۔ بہرام بھی مسکراتے ہوئے۔ اندر کی طرف بڑھ گیا۔

خان! آئزہ کو کال کر کے پوچھے ناکب تک آرہی ہے۔
ہیزل کی پکار پر بہرام ہیزل کی طرف مڑا۔

میری خاناں۔ میری ہونے والی شہزادی کی پیاری ماما
راستے میں ہے۔ بیچنے والے ہے۔ بہرام اس کے لبوں پر
جھکتے بولا۔ ہیزل کے گال انار کی طرح سرخ پڑے۔
بہرام ہیزل کے لبوں کو شدت سے چوم رہا تھا۔

خان! پیچھے ہٹے جگہ بھی دیکھ لیا کرے۔ جہاں مرضی
شروع ہو جاتے ہے۔ میری جان! اب تمہارا خان کیا
کرے۔ اپنی خاناں کو دیکھ کر میں سب بھول جاتا ہوں۔
بہرام ہیزل کے لبوں پر دوبارہ جھکتا۔ عاصم کی آواز
گو نجی۔ استغفر اللہ! سالے صاحب خود پر کنٹرول رکھے۔
عاصم کی آواز پر ہیزل فوراً پیچھے ہٹی۔ بہرام عاصم کو
گھورنے لگا۔ گھر کے اکلوتے داماد نے غلط ٹائم پر اینٹری
ماری ہے۔

تھوڑا لیٹ آ جاتا۔ سالے صاحب آپ غلط جگہ پر
رومانس کر رہے تھے۔ اس میں ہمارا قصور نہیں۔ ہیزل

کی شرم سے نظریں جھک گئی۔ نامیشہ اور آئزہ کا قہقہہ
لاؤنج میں گونجا۔ آپ بھی ناشاہ! تھوڑی شرم کر لے۔
جو منہ میں آرہا ہے وہ بولی جا رہے ہے۔ آئزہ ہیزل کے
سینے سے لگتے بولی۔ دیکھو گڑیا۔ آپ کی پھوپھو آپ کے
لیے بہت سے گفٹ لائی ہے۔ سن رہی نا آپ۔ آئزہ
ہیزل کے پیٹ کے قریب جھکتے بولی۔

عاصم اپنی چھوٹی سی بیوی کی حرکتیں دیکھ کر ہو قہقہہ
لگانے کا دل کر رہا تھا۔ ہیزل مسکراتے آئزہ کو دیکھ رہی
تھی۔ نامیشہ سب سے سلام کیے۔ ہیزل کے لگی۔ بھابھی
یہ آہی نہیں رہی سینے سے رہی تھی۔ میں میں اسے
زبردستی لے کر آئی ہوں۔

کالج سے آتے ہی روم میں کھی جاتی ہے۔ تو آج میں نے
اسے پکڑ لیا۔ اور زبردستی یہاں لے آئی۔ اچھا کیا! جو تم
لے آئی۔ ضرغام جو سیڑھیوں سے نیچے آ رہا تھا۔

نامیشہ کو دیکھ کر وہی رک گیا۔ جیسے خواب دیکھ رہا ہو۔
جب سے ہاشم کے نکاح سے واپس آیا تھا۔ ہر طرف
اسے نظر آرہی تھی۔ اب اگر اسے نا دیکھا تو جیسے
سانسیں کھودے گا۔ ہاشم نے آنکھ مسلتے ہوئے پھر
دیکھا۔ وہ واقعے میں سامنے کھڑی تھی۔ نامیشہ کی نظریں
سامنے گئی۔ ایک لمحے کے لیے دونوں کی نظریں ملی۔

ناتیشہ نے فوراً نظریں جھکالی۔ ضرغام ناتیشہ کہ اس طرح
نظریں جھکانے پر گہرا مسکرایا۔

ضرغام ان سب کی طرف بڑھا۔ نائیشہ کے دل کی
دھڑکنیں بری طرح ہلچل مچانے لگی۔ ضرغام عاصم سے
مل کر بہرام کے ساتھ کھڑا ہوا۔

آئرنہ نامیشہ کو لے کر چلو میں زمل کو دیکھتی ہوں۔ کچن
میں اب تک تباہی مچادی ہوگ۔ ہیزل مسکراتے کچن
کی طرف بڑھ گئی۔ آئرنہ نامیشہ کو لے کر لاؤنج میں رکھے
صوفوں کے طرف بڑی۔ بہرام اور ضرغام عاصم کے
ساتھ صوفے پر بیٹھے۔-----

عابیرہ نے شرم سے نظریں جھکالی۔ دامیار عابیرہ کی
شرٹ کے اگلے دو بٹن کھولے۔

جس سے عابیرہ آنکھیں پھیلا کر دیکھنے لگی۔ اور فوراً اپنی
شرٹ کو آگئے، سے پکڑا۔ دامیار کو عابیرہ کی حرکت
بلکل پسند نا آئی۔ یہ کیا حرکت ہے آبی! مجھ سے چھپا رہی
ہو۔ جو تمہیں ہر اینگل سے دیکھ چکا ہے۔ عابیرہ نے
دامیار کی سرد آواز پر فوراً اپنے ہاتھ ہٹا لیے | دامیار کا
قہقہہ کمرے میں گونجا۔

عابیرہ نے شکوہ کناں آنکھوں سے دامیار کی طرف
دیکھا۔ مجھے شرم آتی ہے، جب آپ ایسے چھوتے ہے۔

عابیرہ معصوم سی شکل بنا کر بولی۔ دامیار کو ٹوٹ کر اس پر
پیار آیا۔ ہائے صدقے! قربان جاؤں تمہاری شرم پر، پر
مجھے شرماتی ہوئی بیویاں بلکل نہیں پسند۔ دامیار ایک
جھٹکے سے عابیرہ کو اپنے اوپر کیسے بولا۔ میری بیگم! کے
اندر تور و منٹک جراثیم پائے ہی نہیں جاتے۔
لگتا ہے مجھے کوئی اور ڈھونڈ لینی چاہیے۔ دامیار کی بات پر
عابیرہ کا چہرہ پل بھر میں زرد ہوا۔ دامیار نے یہ بات کر تو
دی تھی۔ اب آگئے کیا ہونا تھا وہ اچھے سے جانتا تھا۔

آپ کی ہمت کیسے ہوئی۔ کسی اور کے بارے میں سوچنے
کی۔ میں آپ کی جان لے لوں گی۔ عابیرہ کو یوں بھڑکتے

دیکھ کر دامیار مسکرایا۔ تیر سیدھا نشانے پر لگا تھا۔ آپ کو
رومنٹک بیوی چاہیے۔ میں نکالتی ہوں آپ کے سارے
رومنٹک جراثیم۔ عابیرہ جراثیم۔ عابیرہ اپنی شرٹ اتار
کر دور پھینکی۔ دامیار منہ کھولے اس کا دو آتشہ روپ
دیکھنے لگا۔ عابیرہ اس کے ہونٹوں پر جھکتے شدت سے
چومنے لگی۔ دامیار نے عابیرہ کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے
عابیرہ کو اور قریب کیا۔

میری پاگل بیوی! غصے میں آئے تو سب کچھ کر سکتی ہے۔
آپ نے دوسری عورت کا سوچا بھی کیسے عابیرہ اس کے
سینے پر دانت کی گھڑی بنائے بولی۔

آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ دامیار اس کے بہتے آنسو
دیکھ کر اپنی غلطی کا احساس شدت سے ہونے لگا۔ دامیار
اسے اپنے نیچے کرتے۔ جابجا چومنے لگا۔ سوری بیگم! میں
تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

تم تو میری رگوں میں خون بن کر دوڑتی ہو۔ سوری!
دامیار اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیے جابجا
چومنے لگا۔ دامیار آپ نے مجھے ہرٹ کیا۔ جانتا ہوں بیگم
! سوری بھی تو کہہ رہا ہوں۔

عابیرہ دامیار کے ساتھ مزید چپکی۔ جیسے ابھی اس کی روح
میں گھل جانا چاہتی ہو۔ دامیار خود کو اور عابیرہ کو ہر

پردے سے آزاد کرتے مکمل طور پر اس کی روح میں
شامل ہوا۔ عابیرہ کی سسکیاں کمرے میں گوجنے لگی۔
ڈھلتی شام کے ساتھ دامیار کی شدتوں میں اضافہ ہونے
لگا۔ عابیرہ اس کے منہ سے دوسری عورت کا سوچتے ہی
دامیار کے ساتھ مزید چپکی۔۔۔۔۔

شاہ میر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندیں
ہوئے تھا۔ اسے میٹینگ کے سلسلے میں امریکہ جانا تھا۔
زل کو بتانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ کیونکہ اسے
وہاں ایک ہفتے سے زیادہ دن وہاں رکنا تھا۔ زل کمرے کا

دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ شاہ میر کو ایسے بیٹھے
دیکھ کر فوراً شاہ میر کے پاس آئی۔

اور بیڈ پر چڑھتے شاہ میر کے ساتھ لیٹ گئی۔ شاہ میر نے
زل کے اس طرح لیٹنے پر تھوڑا حیران ہوا۔ کیا ہوا میرا
بچہ! شاہ میر نے زل کے گرد اپنا حصار باندھا۔ وہ تو بخار
میں جل رہی تھی۔ شاہ میر فوراً سیدھا ہوا۔ میرا بچہ!
تمہیں تو بہت بخار ہے۔ زل شاہ میر کی گود میں سر رکھے
اس کے ساتھ مزید چپکی۔ میرا بچہ! چلو اٹھو! ڈاکٹر کے
پاس لے کر چلوں۔ نہیں میر مجھے نہیں جانا۔ آپ

میرے پاس ہی رہے۔ میرا بچہ! یہی ہوں اپنی زمل کے

پاس

یہاں لیٹو میں میڈیسن لے کر آیا۔ شاہ میر زمل کو تکیے پر

لٹائے۔ جلدی سے سلیپر پہنے، اور باہر نکلا۔ شاہ میر

جلدی جلدی سے کچن میں داخل ہوا۔ پین میں دودھ

ڈال کر چولہے پر رکھا گرم ہونے کے لیے۔

کیبن سے ٹرے نکالی۔ اور باؤل میں پانی ڈال کر ٹرے

میں رکھا۔ اور بخار کی میڈیسن نکالی۔

دودھ گرم ہو چکا تھا۔ شاہ میر نے گلاس میں دودھ ڈالا اور
ٹرے اٹھائے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ کمرے میں
داخل ہوا۔ زمل اپنا سر پکڑ کر کمرے کے وسط میں چکر لگا
رہی تھی۔ شاہ میر ٹرے رکھے زمل کی طرف بڑھا۔ میر
میر اس درد سے پھٹا جا رہا ہے۔ میر مجھ سے برداشت
نہیں ہو رہا۔

میر میری جان نکل رہی ہے۔ زمل کی بات پر شاہ میر نے
فوراً زمل کو سینے سے لگایا۔ میر اچھے! کیوں تڑپا رہی ہو۔
اپنے میر کو۔ میں تمہیں ابھی ڈاکٹر کے پاس لے کر چلتا
ہوں۔ شاہ میر زمل کو خود سے دور کرتے بولا۔

زل جو بے ہوش ہو گئی تھی۔ شاہ میر کی باہوں میں
جھول گئی۔ زل! شاہ میر نے تڑپ کر زل کو سینے سے
لگایا۔ میر ابچہ! آنکھیں کھولو۔ تمہارا میر مر جائے گا۔
بہرام جو اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شاہ میر کے
چیننے پر فوراً اس کے کمرے میں داخل ہوا۔
کیا ہوا چھوٹے خان! لالا میری زل کو دیکھے کیا ہوا۔
آنکھیں نہیں کھول رہی۔ لالا کچھ کرے۔ میں مر جاؤں
گا۔ میری زل تڑپ رہی تھی۔ زل کے آخری درد
بھرے لفظ یاد کر کے شاہ میر کو اپنا سانس بند ہوتے
ہوئے محسوس ہوا۔ شاہ میر کچھ نہیں ہو گا۔

بہرام نے فوراً آگے بڑھ کر شاہ میر کو تھاما۔ جو بالکل
دیوانوں کی طرح زل کو سینے سے لگائے فرش پر بیٹھا
تھا۔ شاہ میر حوصلہ کرو۔ زل کو جلدی سے باہر لے کر
پہنچو۔

میں گاڑی نکالتا ہوں۔ بہرام لمبے لمبے ڈھنگ بڑھتا باہر
کی طرف بڑھا۔ شاہ میر بھی زل کو اپنی باہوں میں
اٹھائے، باہر کی طرف بڑھا۔ کیا ہوا شاہ میر زل کو۔
زمینہ بیگم جو ہیزل کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہو رہی
تھی۔ زل کو ایسے دیکھ کر فوراً بولی۔ مورے مجھے خود
نہیں پتا۔ سر میں اٹھنے والی درد کی وجہ سے بے ہوش ہو

گئی۔ شاہ میر کہہ کر آگے بھر گیا۔ ہیزل بھی فوراً شاہ میر
کے پیچھے بھاگی۔

بھا بھی آپ یہاں ہی رہے۔ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں
ضرغام جو اوپر سے آرہا تھا۔ ہیزل کو دیکھ کر فوراً بولا۔
نہیں ضرغام مجھے شاہ میر کے ساتھ جانا ہے۔ بھا بھی میں
جار ہا ہوں۔ بہرام لالا بھی ہے۔

میں آپ کو کال پر بتا دوں گا۔ ضرغام بھی بول کر فوراً باہر
کی طرف بڑھا۔ اور اپنی گاڑی میں بیٹھا۔ اور بہرام کی
گاڑی کے پیچھے اپنی گاڑی لگائی۔

شاہ میر گاڑی میں بیٹھا دیوانوں کی طرح زل کا ماتھا چوم
رہا تھا۔ زل اٹھونا۔ کیوں تڑپا رہی ہو، اپنے میر کو۔ شاہ
میر ریلیکس ہو جاؤ۔ زل ٹھیک ہو جائے گی۔

بہرام آدھے گھنٹے کا سفر طے کر کے دس منٹ میں ہو
سپیتل پہنچا۔ شاہ میر زل کو اپنی باہوں میں اٹھائے۔

ہو سپیٹل کے کوریڈور میں داخل ہوا۔ ہاشم جو سامنے
سے آرہا تھا۔ بہرام اور شاہ میر کو دیکھ کر فوراً ان کی
طرف بڑھا۔ اسٹرپچر لاؤ جلدی سے۔ ہاشم سرد آواز سے
بولا۔ دو تین نرسیں سٹرپچر لے کر شاہ میر کی طرف

بڑھی۔ شاہ میر نے زل کے بے جان وجود کو سٹر پچر پر
لٹایا۔ زل کو ایمر جینسی روم میں لے کر داخل ہوئے۔
ہاشم میری زل کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ ہاشم درد سے
چور لہجے میں بولا۔ ہاشم شاہ میر کے کندھے پر ہاتھ رکھا
اور ایمر جینسی روم میں داخل ہوا۔ شاہ میر وہی دیوار سے
ٹیک لگا وہی بیٹھ گیا۔ بہرام جلدی سے شاہ میر کی طرف
بڑھا۔ شاہ میر خود کو سنبھالو۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔ کچھ
نہیں ہوگا، زل کو۔ لالا وہ تڑپ رہی تھی۔ اس کے کہے
گے الفاظ میری سانسیں سال روک رہے ہیں۔
لالا اس کے سر میں درد اٹھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ میر
مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔ میری جان! نکل رہی

ہے۔ شاہ میر دیوانوں کی طرح زل کے کہے گے الفاظ یاد
کر کے روتے ہوئے بول رہا تھا۔

بہرام نے فوراً شاہ میر کو خود کے سینے سے لگایا۔ زل کے
اس طرح کی حالت دیکھ کر وہ خود پریشان ہو گیا تھا۔ ہاشم
کو باہر نکلتے دیکھ کر شاہ میر فوراً ان کی طرف بڑھا۔ کیا ہوا
ہاشم زل ٹھیک ہے نا، پلیز آپ میرے ساتھ آئے۔

ہاشم کہہ کر ہاشم کہہ کر اپنے کعبین کی طرف بڑھا۔ بہرام
اور شاہ میر بھی ہاشم کے پیچھے بڑھے۔ ہاشم کعبین میں
داخل ہوا کیا ہوا ہاشم تم نے ہمیں ایسے کیوں بلوایا۔

بہرام کین میں داخل ہوتے بولا۔ سب ٹھیک تو ہے نا۔
ٹھیک نہیں ہے۔ ہاشم شاہ میر کی طرف دیکھ کر بولا۔
جس کے چہرے پر کسی سکون نہیں نظر آرہا تھا۔

دیکھو شاہ میر! زل کی کنڈیشن ٹھیک نہیں ہے۔ ہاشم کی
بات پر شاہ میر نے اپنا سینہ مسلا۔ شاہ میر میں کلیئر لی! تم
سے بات کرنا چاہوں گا۔ زل بھابھی کا بی پی بہت ہائی ہو
گیا ہے۔ کنٹرول نہیں ہو رہا۔ اگر تم تھوڑی دیر اور لیٹ
ہو جاتے۔ تو بہت مسئلہ ہو جانا تھا۔ ان کی جان بھی جاسکتی
تھی۔ ہاشم لمبا سانس کھینچ کر بولا۔ شاہ میر

شاہ میر ہاشم کی بات پر فوراً اٹھا۔ کچھ نہیں ہو سکتا میری
زل کو، شاہ میر ریلیکس، ہاشم کی بات تو سن لو۔

بہرام نے اسے کندھوں سے پکڑ کر بیٹھایا۔ جو ہاشم کی
طرف غصے سے دیکھ رہا تھا۔ زل کو میگرین کا ایشیو ہے۔
ڈیپریشن کی وجہ سے اس کا بی پی ہائی ہوا ہے۔ جس کی وجہ
سے سردرد اس سے برداشت نہیں ہوا۔

اب تم اچھے سے جانتے ہو۔ ڈیپریشن وہ کس چیز کا لے
رہی ہے۔ ہاشم کی بات پر شاہ میر پریشان ہوا۔ وہ خود
سوچ میں پر گیا تھا۔ زل کس چیز کا ڈیپریشن لے رہی

ہے۔

زل کو کچھ ایسا ماحول دو۔ مانگرین دو طرح کی ہوتی ہے۔
پر آپ کو روشنی سے احتیاط کرے۔ اور کوئی ایسا کام نا
کرنے دے

جس سے تھکن کا احساس ہو۔ سر میں درد کی وجہ سے سر
میں نہیں دھڑکنیں لگتی ہے۔ آپ کو بہت احتیاط کرنی ہو
گی۔ ڈریپ اور اس انجکشن لگا دیے ہے انشا اللہ ٹھیک ہو
جائے گی۔

تم حوصلہ رکھو۔ ہاشم شاہ میر کے پاس کندھے پر ہاتھ
رکھتے بولا۔ جو ٹیبل پر ہاتھ رکھے کسی گہری سوچ میں

ڈوبا ہوا تھا۔ کین میں ڈاکٹر میرب داخل ہوئی۔ سر
پیشینٹ کو ہوش آگیا ہے۔ بہت ضد کر رہی ہے۔ اور
اپنی ڈریپ بھی اتار دی ہے۔

وہ بار بار میر نام اٹھنے کی وجہ سے ان کے دماغ پر گہرا اثر
چھوڑ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے پکار رہی ہے۔ سر میں درد
وہ ایسے ضد کر رہی ہے۔ ڈاکٹر میرب پھولے سانس کے
ساتھ ایک ہی آواز میں بولی۔ ڈاکٹر میرب کی آواز پر شاہ
میر فوراً باہر کی طرف بڑھا۔ ہاشم اور بہرام بھی شاہ میر
کے پیچھے بڑھے۔

شاہ میر بھاگتا ہوا، ایمر جینسی روم میں داخل ہوا۔ زل! میرا بچہ شاہ میر تڑپ کر زل کی طرف بڑھا۔ جس کو دو تین نرسیں زبردستی بیڈ پر لٹا رہی تھیں۔ دور ہٹو! میری زل سے شاہ میر غصے سے دھاڑا۔ شاہ میر کی آواز پر انہوں نے زل کو چھوڑ دیا۔

زل شاہ میر کو دیکھ کر سسکیوں سے رونے لگی۔ میرا زل نے ہچکیوں سے میر کو پکارا۔ شاہ میر نے آگے ہوتے فوراً زل کو سینے سے لگایا۔ میرا بچہ! میری جان! ریلیکس تمہارا میر تمہارے پاس ہے۔ چپ بس چپ! شاہ میر اس کے الجھے لمبے بالوں میں نرمی سے انگلیاں چلاتے بولا۔ میرا یہ سب مجھے پاگل بول رہے ہیں۔

میں پاگل نہیں ہوں۔ کس کی ہمت ہوئی میری زل کو
پاگل بولنے کی۔ شاہ میر سامنے کھڑی نرسوں پر چلاتے
بولا۔ شاہ میر یہ میرا ہو سپیٹل ہے۔ میں برداشت نہیں
کروں گا۔ کوئی میرے سٹاف پر چلائے۔ ہاشم شاہ میر کو
گھورتے بولا۔ ہاں تمہارا سٹاف کسی کو جو مرضی بولے۔
اچھا چپ کرو! اب دونوں لڑنے نالگ جاؤ۔ بہرام دونوں
کے درمیان میں آتے ہوئے بولا۔ اور ساتھ زل کی
طرف اشارہ کیا۔ جو صرف شاہ میر کی طرف دیکھ رہی
تھی۔

کیسی ہو گڑیا۔ بہرام نے آگے ہوتے زل کے سر ہاتھ
رکھا۔ زل بہرام کی طرف ہلکا سا مسکرا کر دیکھا۔

ہاشم نے بھی زل کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور دوبارہ سے
اس کے ہاتھ پر ڈریپ لگائی۔ بہرام کے موبائل پر ہیزل
کی کال آنے لگی۔ بہرام کال اٹینڈ کیسے باہر نکلا۔ جیسے ہی
ڈریپ ختم ہو تم زل کو لے جاسکتے ہو گھر۔ اس کے لیے
ہو سپٹل کا ماحول ٹھیک نہیں ہے۔ ہاشم بول کر فوراً باہر
نکلا۔

شاہ میر زل کے پاس بیٹھا۔ اور اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے
لگایا۔ میرا بچہ! تم نے اپنے میر کی جان لینے میں کوئی کسر
نہیں چھوڑی۔

زل ڈبڈبی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ میر کی جان

ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ میں بہت ڈر گیا تھا۔ شاہ میر زل
کے کندھے پر سر رکھے بولا۔ اور ایک ہاتھ زل کے پیٹ
پر۔

میر میرا سر دبائے نا۔ مجھے درد ہو رہا ہے۔ زل شاہ میر کا
ہاتھ اپنے سر پر رکھے بولی۔ جو حکم میرا بچہ! شاہ میر آگے
ہوتے زل کے لبوں کو چوما۔ اور پھر مسکرا کر سر دبائے

لگا۔ ابھی فلحال وہ ایسی کوئی بات نہیں کر سکتا تھا۔ جس
سے زل اپنے دماغ پر زور ڈالے۔

خان! زل کیسی ہے۔ اسے ہوش آیا۔ کیا ہوا تھا زل کو۔
آپ ہماری بات کروائیں نا۔ دیکھے سب ٹینشن میں بیٹھے
ہے۔ خان کی جان! چپ کرو گی تو میں کچھ بولوں گا۔
ہیزل جو بولی جا رہی تھی۔ بہرام کی آواز پر فوراً چپ
ہوئی۔

چلے بتا بھی دے۔ میری جان! پہلے سے بہتر ہے زل! ہم
تھوڑی دیر تک گھر آتے ہے۔

پھر آکر بتاتا ہوں۔ ابھی مجھے میڈیسن لے آنے دو۔
ٹھیک ہے خان! آپ لے آئے۔ ہیزل کہہ کر کال بند
کی۔ بہرام بھی باہر کلینک کی طرف بڑھ گیا۔ اور تھوڑی
دیر میں میڈیسن لے کر گاڑی کے پاس کھڑا شاہ میر کا
انتظار کرنے لگا۔

شاہ میر زمل کو باہوں میں اٹھائے گاڑی کی طرف بڑھا۔
زمل شاہ میر کے سینے سے لگی آنکھیں موندیں ہوئے
تھی۔ شاہ میر زمل کو لے کر پچھلی سیٹ پر بیٹھا۔ بہرام
نے گاڑی سٹارٹ کی اور حویلی کے راستے کی طرف لی۔
اسلام و علیکم! بھائی۔

کیسی ہے زل ہم بس پہنچ رہے ہے۔ ازہان فکر مندی
سے بولا۔

ٹھیک ہے ازہان! ہم حویلی واپس جا رہے ہے۔ آپ
حویلی ہی آ جاؤ۔ بہرام ازبان کی بات پر فوراً بولا۔ ٹھیک
ہے بھائی۔ ہم تھوڑی دیر میں حویلی پہنچتے ہے۔ کہہ کر
کال بند کی۔ کیا ہوا ازبان میری گڑیا تو ٹھیک ہے نا۔
سلطان پاشا کال بند ہوتے ہی بولے۔ بابا آپ پریشان نا
ہو۔ ٹھیک ہے زل۔

حویلی جارہے ہے۔ آپ ریلیکس ہو جائے آپ کی
طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں۔ ازبان کی فکر مندی پر
سلطان پاشا مسکرائے۔

بہرام کی گاڑی حویلی کے کارپوچ پر آکر روکی۔ شاہ میر
گاڑی سے اترا۔ اور زمل کو اپنی باہوں میں اٹھایا۔ میر میں
چل لوں گی۔ زمل شرم سے لال چہرہ لیے بولی۔

نہیں میرا بچہ! آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ کو چلنے
کی زحمت نہیں۔ آپ کے میر کی باہیں کس لیے ہے۔ شاہ

میر

زل کو اٹھائے اندر داخل ہوا۔

زل نے شرم سے شاہ میر کے سینے میں سر چھپا لیا۔ بہرام
مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔۔۔۔۔

شاہ میر زل کو اٹھائے لاؤنج میں داخل ہوا۔ لاؤنج میں
سب بیٹھے تھے۔ سلطان پاشا اور ازبان بھی کچھ دیر پہلے
پہنچ گئے تھے۔ شاہ میر کو دیکھ کر سلطان پاشا فوراً اپنی
جگہ سے اٹھے۔ شاہ میر نے زل کو سامنے پڑے صوفے
پر بیٹھایا۔ سب زل کی طرف فوراً بڑھے۔ زل سب کو
خود کے لیے فکر مند دیکھ کر مسکرائی۔

کیسا ہے میرا بچہ زمینہ بیگم نے زل کو خود کے ساتھ
لگائے محبت پاش لہجے میں بولی۔ ٹھیک ہوں مورے۔ ہم
بلکل ٹھیک نہیں ہو۔ دیکھو کیسے ایک دن میں ہی چہرہ اتر
آیا۔

ہیزل آگے ہوتی فوراً بولی۔ زل ہیزل کی بات پر مسکرا
کر بولی۔ بھابھی میں ٹھیک ہوں۔ رانیہ بیگم! اور حاکم خان
بھی آگے بڑھ کر زل کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور بہت سی
دعائے دی۔ سلطان پاشا اپنی بیٹی کے لیے سب کو فکر مند
دیکھ کر مسکرائے۔ اور زل کی طرف بڑھے۔ زل
سلطان پاشا کو دیکھ کر آنکھیں نم ہوئی۔ بابا! زل ابھی

اٹھتی۔ سلطان پاشا فوراً زمل کو تھام کر اپنے سینے سے
لگایا۔ بابا! زمل سلطان پاشا کے سینے سے لگ کر آنسو
بہانے لگی۔

شاہ میر زمل کو یوں روتے دیکھ کر اپنی مٹھیاں بوئیں۔
زمل کا یوں رونا بالکل برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ بابا کی جان
!میرا بچہ کیسی ہو۔

ٹھیک ہوں بابا، آپ کو اپنی بیٹی کی یاد نہیں آتی۔ زمل
سلطان پاشا کو دیکھ کر شکایتی انداز سے بولی۔ زمل کے
شکایتی انداز پر پہلے مسکرائے۔ اور پھر بولے۔ میں اپنی
بیٹی کو کبھی بھول سکتا ہوں۔

سلطان پاشا زمل کے ماتھے پر لب رکھے بولے۔ پاشا
صاحب یاد کرے نا کرے۔ تمہارا بھائی تمہیں بہت یاد
کرتا ہے۔ ازہان زمل کے پاس آتے ہوئے بولا۔ ازہان
کو دیکھ کر زمل فوراً اٹھ کر ازہان کے سینے سے لگی۔ شاہ
میر غصے سے اپنی چھوٹی سی بیوی کو دیکھا۔ ازبان نے شاہ
میر کو آنکھ ونگ کی۔ جو آگ یک دم آگ بگولہ ہو گیا
تھا۔ کمینہ سالہ! شاہ میر ازبان کو آنکھ ونگ کرتے دیکھ کر
منہ میں بڑبڑایا۔

بھائی! اگر آپ نا آتے تو میں نے آپ سے پکے والا
ناراض ہو جانا تھا۔ اس لیے تو پہلی فرصت میں ہی آ گیا۔

میں بھلا کہاں اپنی زل کی ناراضگی افورڈ کر سکتا تھا۔ سب
دونوں بہن بھائی کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے شاہ میر آگے
ہوتے۔ ازہان کے حصار میں دیکی کھڑی اپنی نازک بیوی
کو آہستہ سے کھینچ کر خود کے ساتھ لگایا۔ زل ہکا بکا شاہ
میر کو دیکھنے لگی۔

شاہ میر کو اس طرح جلتا دیکھ کر سب کی دبی دبی ہنسی
گو نجی۔ بھا بھی زل کے لیے ہیلدی سا کچھ بنا کر روم میں
بھیجو ادیں۔

شاہ میر زل کو اٹھائے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے سے
پہلے ہیزل کی طرف دیکھ کر بولا۔ ہیزل اثبات میں سر

ہلاتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ اور شاہ میر اپنے کمرے کی طرف۔ شاہ میر بالکل نہیں چاہتا تھا۔

زل کی کنڈ لیشن پھر سے خراب ہو۔ ڈاکٹر نے بھی شور سے دور رہنے کا بولا تھا۔ اس لیے کسی کو بھی کچھ بتائے زل کو روم میں لے آیا۔ میر! آپ مجھے یہاں کیوں لے کر آئے۔ میں نے بابا سے ابھی بہت سی باتیں کرنی تھی۔ زل بچوں کی طرح ہونٹ نکالے شکوہ کنا لہجے میں بولی۔ میرا بچہ! تمہارا میر کس لیے ہے۔

اس سے کرونا باتیں۔ شاہ میر اس کے پاس ہی بیٹھتے ہوئے بولا۔ نہیں مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی آئی۔ زل رخ موڑے لے لیٹ گئی۔ شاہ میر بھی زل

کے ساتھ چپک کر لیٹ گیا۔ اگر تم مجھ بات نہیں کرو
گی۔

تو تمہارا میر سانس نہیں لے پائے گا۔ شاہ میر کی بات پر
زل فوراً پلٹی۔ شاہ میر کے چہرے پر ایک جاندار
مسکراہٹ آئی۔ میر! جی میر کی جان! زل کی پکار پر شاہ
میر اسے تھوڑا اور قریب کرتے بولا۔

دونوں کی سانسیں بڑھی۔ شاہ میر زل کو گہری نگاہوں
سے دیکھ رہا تھا۔ آپ ایسے نا بولا کرے۔ آپ ہے تو زل
ہے ورنہ میر کے بنا زل کی سانسیں ادھوری ہے۔ زل
نظریں جھکائے اور آنکھوں میں آنسو لیے بولی۔ شاہ میر

نے اس کا چہرہ اوپر کیسے باری باری نم آنکھوں کو چوما۔ اور
خود کے ساتھ لگایا۔

ہیزل جو کچن میں کھڑی ٹرے میں سوپ کا باؤل رکھ رہی
تھی۔ اور ساتھ کٹوری اور پیچ رکھ کر بختو کی طرف
بڑھایا۔ بختویہ دے آؤ۔ جی بی بی! جی ابھی
رکھ کر دے کر آئی۔ بختو ٹرے پکڑے کچن سے باہر
نکلی۔ بہرام جو کچن کے دروازے پر کھڑا ٹکٹی باندھے
ہیزل کو دیکھ رہا تھا۔

بختو بہرام کو مسکرا کر دیکھتے فوراً کچن سے نکلی۔ بختو کے
چلے جانے کے بعد بہرام نے کچن کے دروازے کو لاک
لگا کر ہیزل کی طرف بڑھا۔ جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔
خان! کچھ چاہیے۔ ہیزل بہرام کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ
کر فوراً بولی۔ ہم! اپنی بیوی سے تھوڑا سا ٹائم چاہیے۔ اگر
مل جائے تو۔ بہرام ہیزل کی کمر میں ہاتھ ڈالے بولا۔
ہیزل نا سمجھی سے بہرام کی طرف دیکھنے لگی۔

کیا نکال سکتی ہو۔ اپنے بے شرم تر سے ہوئے خان کے
لیے۔ تاکہ یہ بندانا چیز اپنی خاناں کو پیار کر سکے۔ سمجھ
آنے پر ہیزل فوراً بولی۔ آپ کو پہلے میری شرط ماننی

پڑے گی۔ پھر آپ اپنی خاناں سے پیار سکتے ہے۔ بہرام
ہکا بکا ہیزل کو دیکھنے لگا۔

اب پیار کرنے کے لیے بھی شرط پر پورا اترنا پڑے گا۔
کیا سوچ رہے ہے بولے بھی۔ ہیزل بہرام کو سوچ میں
پڑے دیکھ کر فوراً بولی۔

کیسی شرط بتاؤ۔ بہرام ہیزل کی چمکتی گرے آنکھوں میں
دیکھتے بولا۔

اگر آپ کو مجھ سے پیار کرنا ہی ہے۔ پہلے میرے لیے
نوڈلز بنائے۔ اور پھر جب ختم ہو جائے۔ پھر سے بنائے۔
جو حکم میری خاناں! پیار کرنے کے لیے یہی شرط رہ گئی

ہے۔ سوچ لو اگر میں نے نوڈلز بنالیے۔ تو تمہاری جان تو
میں نکالوں گا۔ چلے باتیں نابنائے۔

پہلے نوڈلز تو بنالے پھر جان بھی نکال لینا میرے لکھے خان
!ہیزل کے نکما کہنے پر بہرام نے پلٹ کر ہیزل کو گھور کر
دیکھا۔ میں تمہیں کہاں سے نکما لگتا ہوں لکھے ہی تو ہے۔
اسی لیے باتوں میں ٹائم ویسٹ کر رہے ہے۔ پکڑے یہ
چلے بنائیں۔ ہیزل نوڈلر کے پیکیٹس بہرام کے ہاتھوں
میں دیے بولی۔ جو بہرام نے فوراً پکڑے۔ ابھی بہرام
پھر سے پلٹتا۔ ہیزل کی آواز پر پھر سے مڑا۔

پہلے مجھے اٹھا کر سلیپ پر تو بیٹھائے۔ ہیزل باہیں پھیلانے
بولی۔ بہرام کو ہیزل کی بات پر جی بھر کر پیار آیا۔

جسے وہ ضبط کر گیا۔ ہیزل بہرام کی حالت دیکھ کر اپنی
ہنسی کو دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔

بہرام ہیزل کو کمر سے پکڑ کر سلیپ پر بٹھایا۔ اور ساتھ
پڑے پین میں پانی ڈالے چو لہے پر رکھا۔ ہیزل بہرام کو
دیکھ کر پاس پڑی گاجر اٹھا کر کھانے لگی۔

بہرام جو نوڈلز بنانے میں مصروف تھا۔ اور ساتھ ہی
ایک نظر ہیزل پر ڈالتا۔ جو اس کے دیکھنے پر آنکھیں
گھمانے لگ جاتی تھی۔

تھوڑی دیر میں نوڈلز ریڈی ہو گے۔ بہرام پلیٹ میں
نوڈلز نکال کر ایک ادا سے گھوم کر ہیزل کے سامنے پیش
کی۔ یہ رہی میری خوبصورت بیوی کی شرط جس پر تمہارا
خان پورا اتر ہے۔

بہرام ہیزل کے سامنے پلیٹ کرتے بولا۔ ہیزل نے
مسکراتی نظروں سے بہرام کی طرف دیکھا، اور پھر نوڈلز
کی طرف ہیزل بہرام کے ہاتھوں سے نوڈلز کی پلیٹ
پکڑے کھانے لگی۔

واہ خان یہ بہت ٹیسٹی ہے۔ میرے خان بالکل لکھے نہیں
ہے۔ ہیزل نوڈلز کی دوسری بائٹ لیتے بولی۔ بہرام نے

مسکراتی نظروں سے ہیزل کی طرف دیکھا۔ یہ لے آپ
بھی کھائیں۔ تم کھاؤ میں ایسی فضول چیزیں نہیں کھاتا
ہیزل نے بہرام کے بازو پر چٹکی کاٹی، آپ نے نہیں
کھانے تو میرے نوڈلز کو فضول مت بولے۔ آہہ! ظالم
خاناں بہرام ہیزل کی چٹکی کاٹنے سے کراہ اٹھا۔

ہیزل نوڈلز کی پلیٹ رکھے فکر مندی سے بہرام کا بازو
دیکھنے لگی۔ سوری! خان زیادہ زور سے کاٹی گئی۔

ہیزل آنکھوں میں آنسو لیے بولی۔ ہیزل بہرام کے
اتنے سے درد پر تڑپ اٹھی۔ بہرام ہیزل کی آنکھوں

میں آنسو دیکھ کر فوراً اس کے قریب ہوا۔ ہے میری
خاناں! کچھ نہیں ہوا مجھے ہے میری جان! اتنے میری اتنی
سی تکلیف پر تڑپ اٹھی ہو۔ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو بہرام
آگے کچھ بولتا ہیزل فوراً بہرام کے لبوں پر جھکی۔
بہرام کی آنکھیں حیرت سے کھلی ہیزل بہرام کے لبوں
پر جھکی شدت سے لبوں کو چومنے لگی۔ آنسو زور و قطار
بہنے لگے۔ بہرام اپنے لبوں پر ہیزل کے آنسو کے
قطرے محسوس کر کے پریشان ہوا۔

ہیزل کی اس طرح کی حرکت اب سمجھ آئی تھی۔ ہیزل
پیچھے ہوتے ڈبڈبی آنکھوں سے بہرام کو دیکھنے لگی۔

بہرام نے فوراً سے پہلے ہیزل کو سینے سے لگایا۔ آپ کو
کچھ نہیں ہو گا۔ خان! ہیزل مر جائے گی۔

آپ نے ایسا کیوں کہاں۔ ہیزل بہرام کے سینے سے لگی،
روتے ہوئے بولی ہے میری خاناں! جب تک تمہاری
سانسیں چلتی رہے گی۔ تب تک تمہارے خان کی بھی
سانسیں چلتی رہے گی۔ بہرام ہیزل کو گود میں اٹھائے۔
کچن کے دروازے کا لاک کھولا۔

اور مردان خانے کی طرف سے اپنے کمرے کی طرف
بڑھا۔ کیونکہ زنان خانے میں سب لاؤنج میں بیٹھے تھے۔
ہیزل بہرام کے سینے سے لگی ہچکیوں سے رو رہی تھی۔
بہرام نے اور شدت سے ہیزل کو سینے میں بھونچا۔

بہرام کمرے میں داخل ہوتے دروازہ لاک کرتے بیڈ کی طرف بڑھا۔

بہرام نے ہیزل کو نرمی سے بیڈ پر لٹایا۔ اور ہیزل کی سرخ آنکھیں دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ بہرام نے گہری نظروں سے ہیزل کے بھرے بھرے وجود کو دیکھا جو دن بادن اسے اور خوبصورت بنا رہا تھا۔ بہرام نے جھکتے ہیزل کے پیٹ پر لب رکھے۔ خان! ہیزل باہیں پھیلانے بہرام کو بلانے لگی۔

بہرام ہیزل کی پکار پر فوراً اس کے اوپر جھکا۔ پر اپنا سارا وزن نہیں ڈالا۔ وہ جانتا تھا۔ اس کنڈیشن میں اس کا وزن برداشت نہیں کر پائے گی۔

خاناں! کیوں میرے جذبات کو بہکا رہی ہو۔ تمہاری
سانسوں میں اترا تو برداشت نہیں کر پاؤ گی۔ بہرام ہیزل
کے لبوں کو چومتے بولا۔

ہیزل بہرام کے ساتھ اور لیٹنے لگی۔ جیسے بہرام کو دور
جانے سے روکنا چاہتی ہو۔ بہرام ہیزل کے یوں لیٹنے پر
مسکرایا۔

اور شدت سے ہیزل کے لبوں کو اپنے لبوں میں لیا۔ اور
شدت سے سک کرنے لگا۔

ہیزل بھی بہرام کا ساتھ دینے لگی۔ دونوں ایک
دوسرے میں گم کہی اور دنیا میں کھو گئے تھے۔

بہرام ہیزل کی شرٹ ریموں کرتے اس کی دھڑکنوں

پر جھکا۔ اپنی شدتوں کے نشان چھوڑنے لگا۔

میری جان! سسکیاں بڑوں۔ تمہاری یہ سسکیاں مجھے
سکون دیتی۔ بہرام کی بے شرمی پر ہیزل شرم سے اپنی
آنکھیں جھکا گئی۔

بہرام ہیزل کی جھکی پلکوں کو چومنے لگا۔ اور پھر گردن پر
لوہاٹ کے نشان بنانے لگا۔ کمرے میں ہیزل کی مدھم
سسکیاں گوجنے لگی۔ بہرام کا ایک ہاتھ ہیزل کے نشیب
و فراز پر بے باکی دکھا رہا تھا۔ ہیزل شرم سے سرخ
ہوئی۔ بہرام ہیزل کی گالوں کو چومتے ہیزل کو باقی
پردوں سے آزاد کر گیا۔ ہیزل نے فوراً آنکھیں بند کی۔
بہرام ہیزل کی گہرائیاں دیکھ کر بہرام کے ہونٹ
مسکراہٹ میں ڈھلے۔

میری جان! بہت خوبصورت ہو۔ تمہارا حسن کسی دن
میری جان لے کر رہے گا۔

بہرام ہیزل کے ابھاروں کو چومتے بولا۔ ہیزل کا دل زور
زور سے دھڑکنے لگا۔ بہرام ہیزل کی دھڑکنوں پر
شدت ڈھانے لگا۔ ہیزل کی سسکیوں کا ساز کمرے میں
گوجنے لگا۔ خان! پلیز بس کرے۔ ہیزل نے بہرام کو
دور کرنا چاہا۔ بہرام ہیزل کی

بات ان سنی کیے۔ ہیزل کو اور تڑپانے لگا۔ بہرام اس
قدر بہک گیا تھا۔ وہ ہیزل کی کنڈیشن بھی بھول گیا تھا۔
ہیزل خود کو چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی۔ بہرام
دونوں ہاتھوں سے ہیزل کے نشیب و فراز دباتے اور نیچے
پیٹ پر جا بجا لمس چھوڑنے لگا۔

ہیزل تڑپ اٹھی۔ بہرام اوپر ہوتے ہیزل کو دیکھا۔ جو
بھگی آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ بہرام نے
شدت سے ہیزل کو اپنے ساتھ لگایا۔ تمہاری ان پناہوں
میں مجھے سکون ملتا ہے۔ بہرام ہیزل کے بالوں پر لب
رکھے بولا۔ جو گہرے سانس لیے اپنی سانسیں ہموار کر
رہی تھی۔

بہرام ہیزل کو ساتھ لگائے۔ ایک گہرا سانس لیا۔ وہ
سکون کہی سے نہیں ملتا۔ جو اپنے من پسند کی پناہوں میں
ملتا ہے۔ بہرام ہیزل کو سینے سے لگائے آنکھیں موند
گیا۔

بڑھتی طوفانی رات کے ساتھ بادل زور و قطار سے گرج
رہے تھے۔ طوفان تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ یک
دم بادل زور سے گرجے عابیرہ خوف سے کانپنے لگی۔
فارم ہاؤس میں آئے آج دوسرا دن تھا۔ عابیرہ خوف سے
کمرے کے وسط میں چکر لگانے لگی۔ اور بار بار نظریں
دروازے پر جانے لگی۔ دامیار اپنے پرانے کچھ دوستوں
کے ساتھ باہر نکلا تھا۔ اب رات کے نو بج رہے تھے۔

بارش بھی آبوتاب سے برس رہی تھی۔ اب اسے دامیار
کی فکر ہونے لگی۔ عابیرہ جلدی سے سائیڈ ٹیبل سے
موبائل اٹھائے دامیار کو کال ملائی نیٹ ورک کی وجہ سے

نمبر بند جا رہا تھا۔ آہہ! دامیار کہاں ہے آپ عابیرہ دوبارہ
سے کال ملانے لگی۔ پر کال نہیں لگی۔ یک دم زور سے
بادل گرے۔ عابیرہ کی چیخ کمرے میں گونجی۔ موبائل
ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گرا۔ عابیرہ چہرے پر ہاتھ
رکھے، خوف سے بیڈ پر جا بیٹھی۔ کمرے میں کھڑکی تھی۔
جولان کی طرف کھلتی تھی۔ عابیرہ کی نظر کھڑکی پر پڑی
جو کھلی تھی۔

عابیرہ خود کو سنبھالتی کھڑکی بند کرنے کے لیے

جیسے ہی آگئے آئی۔ کھڑکی کے پاس کسی کا سایہ

محسوس کر کے عابیرہ لڑکھڑاتے قدموں سے پیچھے

ہوئی۔ دامیار کہاں ہے آپ پلینز، آجائے۔

مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ خوف سے میری جان نکل رہی

ہی۔ عابیرہ کمرے کے وسط میں کھڑی دامیار کو پکارنے

لگی۔ برستی بارش کے ساتھ کمرے میں عابیرہ کے رونے

میں اضافہ ہوا۔ کھڑکی کے پاس کوئی کھڑا اسے مبہوت

نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ عابیرہ ہچکیوں سے روتے ہوئے

اس سائے پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔ اب نکلی تھی

عابیرہ کی جان! یک دم بادل گر جنے سے لائٹ چلی گئی۔

عابیرہ ساکت سی کھڑی اندھیرے میں ڈوبے کمرے کو
دیکھ رہی تھی۔ اس کی ہچکیاں بند چکی تھی۔ کمرے میں
قدموں کی آہٹ سنتے عابیرہ سوکھے پتے کی مانند کانپنے
لگی۔

عابیرہ کو اپنی گردن پر کسی کا لمس محسوس ہوا۔ عابیرہ
کرنٹ کھا کر دور ہوئی۔ کون ہے۔ دور رہو مجھ سے۔ بول
کیوں نہیں رہا۔ کون ہے۔ عابیرہ چیختے ہوئے پوچھنے لگی۔
اس آدمی نے ایک سیکنڈ میں عابیرہ کے منہ پر ہاتھ رکھا۔
اور عابیرہ کے چہرے پر سپرے چھڑکی۔ عابیرہ وہی اس
آدمی کی باہوں میں جھول گئی۔ اس آدمی کا چھڑ پھاڑ
قہقہہ کمرے میں گونجا۔ ہم! یہ ہے محبت تیری۔ اب

دیکھ تیری محبت کی چپچپ کیسے نکلواتا۔ لائٹ اون ہوتے
دلاور خان عابیرہ کا خوبصورت سراپہ دیکھ کر پھر سے
قہقہہ لگا گیا۔ دلاور اسے اٹھاتے کھڑکی سے باہر نکلا اور
اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

دامیار اندھا دھند سوات کی سڑکوں پر گاڑی بھگارتھا۔
طوفانی بارش کی وجہ سے اس کی گاڑی کھائی کی طرف
جاتے جاتے پچی تھی۔ عابیرہ کا سوچ سوچ کر اس کا دل
بیٹھے جارہا تھا۔

اس کے دوستوں نے اسے اٹھنے ہی نہیں دیا تھا۔ اب
بڑی مشکل سے تڑلے منتیں کر کے اور پھر سے ملنے کا
وعدہ کر کے آیا تھا۔ اسے

پتہ تھا۔ عابیرہ چھوٹی چھوٹی چیزوں سے خوف کھانے
کھانے لگتی ہے۔ اوپر سے موبائل کی بیٹری بھی ڈیڈ ہو
چکی تھی۔ دامیار نے موبائل دیکھتے۔ غصے سے ڈیش بورڈ
پر مارا۔ آرہا ہوں۔ میری جان! بس پانچ منٹ۔ دامیار
نے اپنی گاڑی کی سپیڈ خطرناک حد تک بڑھائی۔ طوفانی
بارش میں آدھے گھنٹے کا سفر دس منٹ میں طے کیے فارم
ہاؤس کے سامنے گاڑی کو بریک لگائی۔ یک دم کوئی گاڑی

اس کے پاس سے گزری۔ دامیار کا دل جیسے بند ہونے
لگا۔ عابیرہ کا سوچتے گاڑی سے اتر کر فوراً اندر داخل ہوا۔
اور بھاگتے

اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ کمرے میں داخل ہوتے۔
عابیرہ کو کمرے میں ناپا کر جلدی سے واش روم کی طرف
بڑھا۔ پر وہاں بھی نہیں موجود تھی۔ دامیار کو کسی
خطرے کا احساس ہوا۔ ایک دم سے سامنے سے گزرتی
گاڑی یاد آئی۔ دامیار وہی ساکت ہو گیا۔ عالی! عالی دامیار
اب زمین پر بیٹھا چیخ رہا تھا۔

نہیں میں جو سوچ رہا ہوں۔ وہ غلط ہے۔ میری عالی!

یہی ہے۔ دامیار اٹھ کر کچن کی طرف پھر بنے دوسرے

کمروں کی طرف گیا۔ کہی نہیں تھی اس کی عالی! دامیار کا

سر جیسے بالکل ماؤف ہو گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی

تھی۔ وہ کہاں ڈھونڈے عابیرہ کو۔ موبائل اس کا بند پڑا

تھا۔ دامیار بھاگتا ہوا۔ کمرے میں داخل ہوا۔ عابیرہ کا

موبائل ڈھونڈنے لگا۔ جو اسے زمین پر پڑا ہوا نظر آیا۔

دامیار جلدی سے موبائل اٹھائے۔ ہاشم کو کال ملائی۔

بیل جارہی تھی پر اٹھا نہیں رہا تھا۔ ہاشم جو عالینہ کو اپنی

باہوں میں بھرے سویا ہوا تھا۔۔۔

موبائل بجنے کی آواز پر سائیڈ سے موبائل اٹھائے کان کو
لگایا۔ کون ہے بھئی۔ ہاشم علینہ کی آنکھوں کو چومتے
بولا۔ جو آنکھوں میں نیند لیے مگر مگر اسے ہی دیکھ رہی
تھی۔ ہاشم! ہاشم دامیار کی آواز پر فوراً اٹھ کر بیٹھا۔ عالینہ
بھی فوراً اٹھ کر بیٹھی۔ کیا ہوا دامیار۔

سب ٹھیک ہے۔ کچھ نہیں ٹھیک۔ عابیرہ نہیں مل رہی۔
واٹ! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کہاں ہو تم۔ میں عابیرہ کو
ڈھونڈنے نکلا ہوں۔ مجھے سمجھ نہیں

آ رہا میں کہاں ڈھونڈو۔ اگر اسے کچھ ہو گیا۔ میں مر جاؤں گا، ہاشم۔ دامیار ریلیکس میں آ رہا ہوں۔
لوکیشن سینڈ کر۔ ہاشم کال بند کیسے جلدی سے شرٹ پہننے لگا۔ کیا ہوا۔ مسٹر خان! سب ٹھیک ہے نا۔ عالیہ خود کو کور کرتی اٹھتے ہوئے بولی۔ کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ ابھی مجھے جانا ہے۔ آکر بتاؤں گا۔ تم اپنا خیال رکھنا ہاشم اس کے ماتھے پر لب رکھتے بولا۔ اور لمبے لمبے ڈھنگ بڑھتا باہر کارپوچ کی طرف بڑھا۔

اور گاڑی میں بیٹھا گاڑی نے ہاشم کی گاڑی دیکھ کر فوراً گیٹ کھولا۔ ہاشم زن سے گاڑی بھگالے گیا۔

پندرہ منٹ میں ہاشم دامیار کے پاس تھا۔ دامیار نے
ہاشم کو سب بتایا۔ دامیار کے دماغ میں صرف ایک ہی
انسان کا چہرہ آرہا تھا۔ جو ایسی حرکت کر سکتا تھا۔ کچھ دن
پہلے ہو اسپتال میں دلاور خان کی نظریں یاد آئی۔ جو
آنکھوں میں حوس لیے عابیرہ کو دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے بدلہ
لینے کے لیے اس نے میری عورت کا استعمال کیا۔ جان
سے مار ڈالوں گا۔

دامیار گاڑی کے شیشے پر مکا مارتے گرایا۔ گاڑی کا شیشہ
ٹوٹ کر زمین پر بکھر گیا۔ کچھ کانچ کے

ٹکڑے اس کے ہاتھ میں پیوست ہوئے۔ پاگل انسان!
یہ کیا کر رہا ہے۔ دیکھ کیسے خون بہہ رہا ہے۔ کچھ نہیں ہوا
ہاشم! مجھے جب تک میں میں اپنی عالی کوناڈھونڈلوں۔
میری سانسیں نہیں روکے گی۔ دامیار گاڑی میں بیٹھا،
اور گاڑی دلاور خان کی حویلی کی طرف لی۔

ہاشم نے بھی گاڑی دامیار کے پیچھے لگائی۔ میری جان!
کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ تمہیں۔ دامیار کے آنسو بہنے
لگے۔ طوفان تھم گیا تھا۔

اب ہلکی ہلکی بارش کا سلسلہ جاری تھا۔

دلاور عابیرہ کو اپنے ڈیرے لے کر آیا تھا۔ اسے پتہ تھا
دامیار حویلی ضرور جائے گا۔ اس ڈیرے کے بارے میں
کوئی نہیں جانتا تھا۔ سامنے بیڈ پر نیم بے ہوشی کی حالت
میں عابیرہ کو لیٹے دیکھ کر دلاور کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔
عابیرہ جو ہوش میں جو آرہی تھی۔

کسی کے قہقہے کی آواز سن کر فوراً آنکھیں کھول کر دیکھنے
لگی۔ سر میں شدید درد اٹھا۔ عابیرہ صوفے پر بیٹھے شخص
کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ دلاور خان! اسے
ایسے دیکھنے پر گہرا مسکرایا۔ دامیار کی چوائس اچھی ہے۔

دلاور عابیرہ کے خوبصورت سراپے کو دیکھ کر آنکھ دبا کر
بولا۔ عابیرہ روتے ہوئے اپنا ڈوبٹہ تلاش کرنے لگی۔

دلاور اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ یہ رہامیری جان! جس
کو تم تلاش کر رہی ہو۔ دل اور اس کے چہرے کے
آگئے، ڈوبٹہ لہراتے بولا۔ عابیرہ ڈوبٹہ کھینچے فوراً بیڈ سے
اترے باہر بھاگنے لگی۔

دروازہ کولاک لگے دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ پلینز
مجھے جانے دو۔ پلینز مجھے میرے دامیار کے پاس جانے
دو۔ دلاور کو اپنے طرف بڑھتے دیکھ کر چیختے ہوئے بولی۔

آواز نیچے۔ ورنہ یہی تمہاری سانسیں روک دوں گا۔
دلاور اس کے چہرے پر تھپڑ مارتے ہوئے بولا۔ عابیرہ
اوندھے منہ فرش پر گرے سک اٹھی۔ دلاور اسے بازو
سے کھینچتے بیڈ پر پٹخ دیا۔

ایسے تھوڑی نا جانے دوں گا۔ پہلے اپنی پیاس تو مثالوں۔
دلاور کی بات پر عابیرہ کو اپنی سانس بند ہوتی ہوئی محسوس
ہوئی۔ دامیار، دامیار کہاں ہے آپ عابیرہ روتے ہوئے
دامیار کو پکارنے لگی۔ دلاور دامیار کا نام سنتے ہی آگ
بگولہ ہو گیا۔

چپ ورنہ تمہیں تمہارے عاشق کے قابل نہیں
چھوڑوں گا۔ پلیز! مجھے جانے دو۔ چھوڑو مجھے کھٹیا انسان
چھوڑو دلا اور عابیرہ کی کلائیاں پکڑ کر تکیے پر لگا گیا۔
دھکیلتی عابیرہ بدحواس ہوتی ہو چیخ چیخ اٹھی۔ خود سے
دور دھ اٹھ کر واش روم میں بند ہوتی۔ پھوٹ پھوٹ کر
رودی۔

خان حویلی میں خبر پھیل چکی تھی۔ فجر کی نماز پڑھنے جب
اٹھے تھے۔ ہاشم نے بہرام کو کال کر کے سب بتایا۔ اس
وقت سب لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ رانیہ بیگم!

نے رورو کر اپنا بڑا حال کر لیا تھا۔ ہیزل رانیہ بیگم کو چپ
کرا نے میں لگی تھی۔ بہرام اور ضرغام تو تب ہی نکل گئے
تھے۔

شاہ میر کو ساتھ آنے سے منع کر دیا تھا۔ زمل پہلے ہی
ٹھیک نہیں تھی۔ اب باقی سب کی حالت دیکھ کر اسے
حویلی روکنے کا بولا تھا۔

کس کی اتنی ہمت جو ہماری نو اسی کو لے گیا۔ خان حویلی
کی عزت کو لے گیا۔ اس کو کتے کی موت مرنا ہو گا۔ حاکم
خان غصے میں بولنے لگے۔

دامیار دلاور خان کی حویلی کا چپا چپا چھان آیا تھا۔ پر دلاور
نہیں ملا۔ دلاور خان کا خاص آدمی حویلی سے ساتھ ہی اٹھا
لائے تھے۔ کہاں ہے دلاور بتا۔

ورنہ جان سے ہاتھ دو بیٹھے گا۔ زندہ نہیں

بچے گا۔ دامیار غصے سے اس آدمی کو مار تا جا رہا

تھا۔ مجھے نہیں پتا خان! میں نہیں جانتا دلاور صاحب کہاں
ہے۔ مجھے سچ میں نہیں پتہ۔ وہ آدمی دامیار کے سامنے
ہاتھ پھیلائے بول رہا تھا۔ لا لایہ ایسے نہیں بتائے گا۔ اگر

آپ کہتے ہے تو گولی سے اڑادوں۔ بہرام پیچھے سے آتے
فورا بولا۔

ضرغام آگئے ہوتے۔ اس کے سر پر پیسٹل تان گیا۔ بتا
کہاں لے کر گیا کمینہ میری بہن کو۔ ورنہ یہ ساری کی
ساری گولیاں تمہارے سینے میں اتار دوں گا۔ میں سچ
بول رہا ہوں۔ ضرغام نے اس کے جواب پر اس کی ٹانگ
پر گولی چلائی۔ آہہ !

وہ آدمی درد سے کراہ اٹھا۔ ہاشم نے آگئے ہوتے اس کی
ٹانگ پر پاؤں رکھا۔ اس آدمی کی چیچھنیں سڑک پر

گو جنے لگی۔ دلا اور صاحب اپنے ڈھیرے پر لے کر گئے
ہے۔ اس لڑکی کو۔

وہ درد سے کڑا ہتے ہوئے فوراً سچ بولا۔

دامیار نے رکھ کر اس کے چہرے پر تھپڑ مارا جس کی
گو نج درختوں سے ٹکڑا کر واپس آئی۔ اس سے پتہ پوچھے
فورا گاڑی میں بیٹھے۔ اور زن سے گاڑی بھگالیں گئے۔
دامیار دس منٹ میں ڈھیرے آپہنچا۔ اور غصے سے اندر
داخل ہوا۔

دلا اور خان کے گارڈ فوراً دامیار کے سر پر پیسٹل تان گئے۔
دامیار نے بنا دیکھے اپنی پیسٹل سے فائر کر دیا۔ آہہ! ایک

گارڈ وہی ڈھیر ہو گیا۔ باقی کے گارڈ چھپ کر فائر کرنے لگے۔ ضرغام، باشم، بہرام بھی سامنے آتے فائر کرنے لگے۔ دلاور خان جو عابیرہ کو زبردستی واشروم سے نکال کر بیڈ کے قریب لایا۔

گولی چلنے کی آواز پر وہی رک گیا۔ عابیرہ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ دامیار! دامیار عابیرہ اونچا اونچا پکارنے لگی۔

دلاور خان اس کے چیخنے پر فوراً بیڈ پر بیٹھا۔ اور اس کے اوپر جھکا۔ نہیں پلینز نہیں۔ دلاور اس کی گردن پر جھکے دانت گھاڑے۔

آہہ! دامی۔ ہٹو پیچھے کمینے انسان، اگر تم نے مجھے چھو
دامیار تمہاری جان لیں لے گا۔ دلاور خان کھینچ کر عابیرہ
کا ڈوبٹہ اس کے تن سے جدا کیا۔ عابیرہ کی کمرے میں
فلگ شگاف چسپے گوجنے لگی۔

باہر فائر ٹینگ اندھا دھند ہو رہی تھی۔ دامیار ڈھیرے
کے اندر داخل ہو چکا تھا۔ اور آتے آتے دلاور خان کے
دس سے زیادہ گارڈ ٹیکا چکا تھا۔

لالا آپ جائے اندر ان سب کو دیکھتا ہوں میں۔ بہرام
آگئے ہوتے دامیار کو اندر جانے کا بولنے لگا۔ دامیار فوراً

اندر کی طرف بڑھا۔ اور اندر بنے ایک ایک کمرے
چیک کرنے لگا۔ بچالیں۔

عابیرہ کی چیخنے کی آہ! دامیار، پلیز مجھے بچا آوازیں اوپر
سے آرہی تھی۔ دامیار کے قدم بُری طرح لڑکھڑائے۔
دامیار خود کو سنبھالتے تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے اوپر
کمرے کی طرف بڑھا۔

نیچے سے ہاشم کی چیخنے کی آواز سن کر اس کے قدم وہی
روکے۔ ہاشم! کو کندھے پر گولی لگی۔ ہاشم کے چیخنے پر
سب ہاشم کی طرف بڑھے۔ ہاشم درد سے کراہ اٹھا۔ خون
پانی کی طرح بہنے لگا۔

دامیار عابیرہ کے چیخنے پر فوراً دروازہ دھاڑ سے کھول کر
اندر داخل ہوا۔ سامنے عابیرہ کے اوپر جھکے وہی ساکت
ساکھڑا عابیرہ کو دیکھنے لگا۔ جو خود کو چھڑوانے کی کوشش
میں ہلکان ہو رہی تھی۔۔

عشق کا جام

تحریر: منیرہ مہر

قسط نمبر: 61

دامیار جیسے ہی روم میں داخل ہوا۔ اس کے قدم وہی
زمین پر ہی جھم گئے۔ دامیار ساکت سا کھڑا سامنے دیکھ
رہا تھا۔ اسے لگا جیسے وہ آگئے نہیں چل پائے گا۔
دلاور دروازہ کھلنے کی آواز پر مڑ کر دیکھا۔ سامنے دامیار کو
دیکھ کر فوراً عابیرہ کے اوپر سے اٹھا۔ دامیار خون چھلکاتی
آنکھوں سے دلاور کو سخت نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
عابیرہ دامیار کو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

اور خود کو ڈوبے سے ڈھانپتی دامیار کی طرف بڑھنے لگی۔
دلاور راستے میں ہی عابیرہ کی کلائی پکڑ کر پھر سے

بیڈ پر پیچ چکا تھا۔ عابیرہ کی چیخ کمرے میں گونجی۔ دامیار
غصے سے دھاڑتے ایک ہی سیکنڈ میں دلاور کا گلا دبوچا۔
کمینے انسان! تیری ہمت کیسے ہوئی میری عورت کو
چھونے کی۔

بتا! کیسے ہوئی تیری ہمت۔ دامیار غصے سے دھاڑتے
دلاور خان کے چہرے کا پل میں حشریگاڑ چکا تھا۔ دلاور
کے چہرے پر دھڑادھڑ مکے برسائے لگا۔
دلاور اپنے ہونٹ سے خون صاف کرتے۔ دامیار کے
چہرے پر دو تین سگے مارے۔ دامیار کے ساتھ عابیرہ کی
بھی چیخ نکلی۔ عابیرہ کو چیختے دیکھ کر دامیار نے اسے سخت

گھوری سے گھورا عابیرہ دامیار کی گھورنے پر فوراً اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔

بہت جلدی آگیا ہے۔ اپنی جان سی پیاری بیوی کو بچانے اگر تھوڑی دیر اور لیٹ کرتا۔ اپنی بیوی کو دیکھنے سے انکار کر دیتا۔ کمینے۔

میری عورت کا نام اپنے اس غلیظ لبوں سے لے گا۔
میری عورت پر نظر رکھے گا۔ بزدل انسان دامیار اس کے پیٹ پر مکے برساتے دھاڑتے ہوئے بولا۔

دلاور نے مسکراتی نظروں سے عابیرہ کو دیکھا۔ جو خوف سے سمٹی پڑی تھی۔ ہم! ماننا پڑے گا۔ تیری بیوی تو سر

سے پیر تک قیامت ہے۔ اسے تو۔۔۔ دلاور آگئے کچھ
بولتا۔

دامیار نے اسی لمحے اس کی ٹانگ پر فائر کیا۔ دلاور درد
سے کراہ اٹھا۔ گولی چلنے پر عابیرہ چیخ اٹھی۔ ضرغام جو
اوپر آرہا تھا۔ گولی کی آواز پر فوراً کمرے میں داخل ہوا۔
سب سے پہلے نظر بیڈ کے قریب کھڑی عابیرہ پر پڑی۔
جو بڑی طرح کانپ رہی تھی۔

عابیرہ ضرغام کو دیکھتے فوراً بھاگتے ہوئے اس کے سینے
سے لگی۔ دامیار کو بھی ایک نظر نہیں دیکھا۔ جتنا خوف
اسے دلاور سے آرہا تھا۔ اس سے بڑھ کر اس دشمن جاں

سے آرہا تھا۔ جو تھوڑی دیر بعد اسے گھور کر چپ کروا
دیتا تھا۔

دامیار نے ایک نظر عابیرہ کی پشت پر ڈالی۔ جو ضرغام
کے سینے سے لگی ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

بس میری جان! ضرغام اسے اس طرح روتے دیکھ کر
بے حد نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاوے لگا۔
بھائی مجھے یہاں لے کر چلے۔ میری سانسیں بند ہو جائے
گی۔

دلاور کی فلگ شگاف چینے سن کر عابیرہ لرز نے لگی۔
دامیار نے ایک اور گولی چلائی جو اس کے کندھے پر لگی۔

دلاور وہی زمین پر لیٹتے چلا گیا۔ حوری! اور زبان پر حوریہ
کا نام آیا۔ دامیار حوریہ کا نام سنتے، پنجنوں کے پل زمین پر
بیٹھا۔ تیری طرح تیری بہن بھی دھوکے باز ہے۔ جو
ایک شادی شدہ انسان کی زندگی میں نفرت پھیلانے۔
اس کے گھر تک پہنچ گئی۔ وہ بھی بہت جلد تیرے پاس آ
جائے گی۔ پلیز دامیار میری بہن کو کچھ نا کرنا۔ وہ نادان
ہے۔ اس نے سب میری وجہ سے کیا۔ پلیز اسے کچھ
مت کرنا۔ دلاور اس کے سامنے ہاتھ جوڑے بولا۔
حوریہ دروازے پر کھڑی اپنے لالا کو خون میں لت پت
دیکھ رہی تھی۔ جب سے حویلی میں خبر پھیلی تھی۔ خان

حویلی کی بہو کو دلاور خان اٹھا کر لے گیا ہے۔ تب سے
حور یہ پاگلوں کی طرح دوڑتی چلی آئی۔ اسے پتا تھا۔ یہ
لوگ کبھی بھی دلاور کو زندہ نہیں چھوڑے گئے۔ لالا!
میرے لالا حور یہ تڑپتے ہوئے دلاور خان کی طرف
بڑھی۔

اور اس کے سینے سے لپٹ گئی۔ لالا آپ کو منا کیا تھا۔ ایسا
ناکرو۔ آپ باز نہیں آئے۔ حور یہ دلاور کے زخموں کو
دیکھتے ہوئے بولی۔ گڑیا! تم جانتی ہو تمہارا لالا اپنے
دشمنوں کے آگے نہیں جھکتا۔ دلاور دامیار کی طرف
دیکھ کر مسکرایا۔ جو سرد نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

ہاشم کو بہرام کے سہارے کھڑے دیکھ کر پھر سے بولا!

ہاشم! میری بہن کا خیال رکھنا۔ جانتا ہوں۔ اس نے بہت غلط کیا۔ اسے معاف کر دینا۔ میں جانتا ہوں۔

اب یہ ایسا کچھ نہیں کرے گی۔ دلاور ایک لمبی سانس لیتے ہوئے بولا۔ لالا! کیا ہوا۔ پلیز میرے لالا کو ہو سپیٹل لے کر چلو۔ حوریہ دلاور خان

کی آنکھیں بند ہوتے بولی۔ دلاور حوریہ کو دیکھ کر مسکرایا اور وہی اس کی آنکھیں بند ہو گئی۔ لالا! آہہ۔ اٹھے نا

لالا۔ آپ کی حوریہ کچھ بھی نہیں کرے گی اب۔ پلیز
اٹھے نا۔ میں کیسے رہوں گی۔

آپ کے بنا۔ دامیار نے ایک نظر دلا اور کے بے جان
وجود کو دیکھا۔ اور پھر ہاشم کی طرف بڑھا۔
ہاشم تم ٹھیک ہو۔ دامیار اس کے کندھے سے بہتے خون
کو دیکھ کر بولا۔ ہم! ٹھیک ہوں میں۔ بس تھوڑا درد ہے۔
تھوڑا نہیں کافی اتنا گہرا زخم آیا ہے۔ چل تجھے ہو سپیٹل
لے چلوں۔ بہرام اس کی بات کاٹتے ہوئے فوراً بولا۔
ہاشم نے ایک نظر حوریہ پر ڈالی۔ ضرغام اس کے لالا کی
تدوین کروا کر حویلی چھوڑ آنا۔

ٹھیک ہے۔ ہاشم بھائی میں چھوڑ آؤں گا۔ بہرام ہاشم کو
لے کر باہر نکلا۔ دامیار کو پیچھے آتے دیکھ کر بہرام بولا۔
لالا! آپ عابیرہ کو سنبھالے میں لے جاؤں گا، ہاشم کو۔
دامیار نے پیچھے مڑ کر عابیرہ کو دیکھا۔

جو کھڑے کانپ رہی تھی۔ اور بھیگی نگاہوں سے اس
دشمن جان کو دیکھ رہی تھی۔ جو اسے اس حالت میں اکیلا
چھوڑے جا رہا تھا۔ عابیرہ کا دل کیا پھوٹ پھوٹ کر رو
دے۔ ضرغام نے اسے پاس جانے کا اشارہ کیا۔

عابیرہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی دامیار کی طرف بڑھ
رہی تھی۔ دامیار کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔ جسے وہ

فورا چھپا گیا۔ اس کی نازک بیوی اس سے ڈر رہی دامیار
اسے ایک ہی جھٹکے میں اپنی باہوں میں اٹھائے باہر کی
طرف بڑھا۔ عابیرہ اس کے یوں اٹھانے پر شرم سے اس
کے سینے میں منہ چھپا گئی۔ اور ہچکیوں سے رونے لگی۔

ضرغام کچھ گھنٹوں بعد حوریہ کو لے کر حویلی پہنچا
حوریہ پتھر سی بنی اس کے ساتھ حویلی کے اندر داخل
ہوئی۔ سب لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ ضرغام کو دیکھ کر فوراً
اٹھے۔ اور ساتھ ہی قہر بار نظر حوریہ پر ڈالی۔ ضرغام بیٹا!
ہاشم آپ کے ساتھ نہیں آیا۔ مہک بیگم! فوراً ضرغام کا
ہاتھ تھامتے ہوئے، بولی وہ آنٹی! ہاشم لالا کو گولی لگی ہے۔

بہرام لالا ان کو ہو سپٹل لے کر گئے ہے۔ گولی کا سنتے
سب پریشان ہوئے۔ علینہ وہی ساکت سی کھڑی ضرغام
کو دیکھ رہی تھی۔

آپ پریشان نا ہو گولی چھو کر گزری ہے۔ خطرے کی کوئی
بات نہیں اب ٹھیک ہے وہ۔ ضرغام سب کو پریشان
دیکھتے فوراً بولا۔

اسے کیوں یہاں لے کر آئے، اس کی وجہ سے میرے
ہاشم کو گولی لگی ہے۔ علینہ غصے سے بھڑکتی حوریہ کی
طرف بڑھی۔ ضرغام نے فوراً حوریہ کو اپنے پیچھے کیا۔ وہ
اس حالت میں نہیں تھی۔ وہ کسی کے غصے کو سہتی۔ نامیشہ

نے ضرغام کی اس حرکت پر گھور کر دیکھا۔ بھابھی دامیار
مر گیا ہے۔ آپ ابھی اس طرح نہیں اس پر چلا سکتی۔
آئزہ، اسے کمرے میں لے جاؤ۔ ضرغام آئزہ کو دیکھتے
بولا۔ جو رو رہی تھی۔ آئزہ اپنے آنسو صاف کرتی حوریہ
کو لے کر کمرے کی طرف بڑھی۔

عاصم کسی مشن کے سلسلے میں بالاج اور احمد کے ساتھ
کراچی گیا تھا۔

ضرغام ایک نظر نامیشہ پر ڈالتا۔ لمبے لمبے ڈھگ بڑھتا چلا
گیا۔

دامیار عابیرہ کو لے کر حویلی پہنچ چکا تھا۔ عابیرہ سب کے درمیان بیٹھی۔ دامیار پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ سب عابیرہ کو اپنے سامنے ٹھیک دیکھ کر بہت چلو بھٹی ہماری نوا سی کو آرام کرنے دو۔ دیکھو اس کی حالت کیسے ایک ہی رات میں زرد پر گئی ہے۔

دامیار اسے لے جاؤ، روم میں میں کچھ کھانے کو لے کر آتی ہوں۔ رانیہ عابیرہ کے ماتھے پر لب رکھے بولی۔

دامیار سر اثبات میں ہلائے سب کے سامنے عابیرہ کو اٹھا کر آگئے کی طرف بڑھ گیا۔ عابیرہ سرخ چہرے کے

ساتھ دامیار کو دیکھنے لگی۔ دامیار عابیرہ کو اگنور کرتے
روم میں داخل ہوا۔ اور نرمی سے بیڈ پر لٹایا۔ اور خود
واش روم کی طرف بڑھنے لگا۔ عابیرہ کے جو آنسو اٹکتے
تھے وہ بہنے لگے۔ عابیرہ ہچکیوں سے رونے لگی۔ دامیار کا
اگنور کرنا اسے بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔



عابیرہ اسے ایسے ہی کھڑے دیکھ کر اٹھ کر فوراً پاس آئی۔
اور دامیار کے ساتھ لیٹ کر رونے لگی۔

وہ جتنا برداشت کر سکتی تھی کر لیا۔ اب جیسے اس کی جان
نکل رہی تھی۔ دامیار نے فوراً عابیرہ کو زور سے سینے سے
لگایا۔ وہ بھی جیسے تڑپ رہا تھا۔ اپنی نازک سی بیوی کو
سینے سے لگانے کے لیے۔

وہ شرمندگی کی وجہ سے عابیرہ سے نظریں نہیں ملا رہا
تھا۔ اگر وہ ٹائم پر آجاتا تو عابیرہ کو یہ اذیت نا سہنی پڑتی۔
اسے دلاور کے نیچے دیکے دیکھ کر جیسے وہ سب کچھ بھول
گیا تھا۔ جیسے وہ اسے کھو چکا تھا۔

دامیار نے اسے اور زور سے اپنے سینے میں بھونچا۔ دونوں
کی دھڑکنیں ایک دوسرے میں دھڑکتی محسوس ہونے
لگی۔

آپ بالکل بھی اچھے شوہر نہیں ہے۔ میں آپ سے بالکل
بھی نہیں بات کروں گی۔

عابیرہ ہچکیوں سے روتی اور اس کے ساتھ لیٹی۔ ہم! بیوی
کیا کہنے ہے آپ کے۔ میں بالکل نہیں اچھا اور خود بے
شرموں کی طرح لپٹ رہی ہو۔

تو ہاں! آپ نے تو لگانا نہیں مجھے سینے۔ کب سے دیکھ رہی
ہوں۔ آپ مجھے اگنور کر رہے ہیں۔ عابیرہ روتے ہوئے
شکایتی انداز میں بولی۔

آپ کو پتا ہے۔ میں کتنا روئی۔ آپ کو میں نے اتنا پکارا
آپ نہیں آئے۔ عابیرہ بچوں کی طرح سوں سوں کرتی
بولنے لگی۔

دامیار کو ابھی وہ بالکل کوئی چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی۔ جو
شکایتوں کے انبار کو کھولے بیٹھی تھی۔ کیسے ناکھول کر
بیٹھتی اتنا کچھ تو ہو گیا تھا۔

سوری میری جان! میں بہت شرمندہ ہوں۔ دامیار اس
کے الجھے بالوں پر لب رکھے بولا۔ آپ کو پتا ہے۔ اس

نے مجھے تھپڑ مارا، اس نے مجھے یہاں دیکھے کاٹی کی۔
عابیرہ دامیار کے سامنے اپنی گردن کر کے دیکھانے لگی۔
اب وہ نہیں جانتی تھی انجانے میں کیا دکھا گئی ہے۔
دامیار اس کی گردن پر دانت کی گھڑی کے نشان بنے
دیکھ کر سلگ اٹھا۔ کہاں کہاں چھو، اس کمینے نے، تم نے
کیسے چھونے دیا۔ بتاؤ عالی، تم جانتی مجھے تمہارے جسم پر
کوئی نشان نہیں گنوارہ۔

دامیار غصے سے اسے واشروم کی طرف کھینچتے ہوئے بولا۔
عابیرہ نے بھیگی آنکھوں سے دامیار کو دیکھا۔ دامیار اسے
شاہور کے نیچے کھڑے کیا۔ اور شاہور اون کیا۔ دامیار، نے

کھینچ کر اس کا ڈوبٹہ اتارا، تمہارے ان کپڑوں کو اس غلیظ
انسان نے چھوا۔

یہ بھی مجھے برداشت نہیں۔ دامیار اس کے بدن سے باقی
کے کپڑے بھی ریمو کر گیا۔ عابیرہ خود کی حالت دیکھتے
دامیار کے ساتھ لیٹی۔ کیوں چھونے دیا اسے بتاؤ، دامیار
اس کی گردن پر جھکا، شدت سے جگہ جگہ دانتوں کے
نشان بنانے لگا۔ آہہ! دامیار پلینز نہیں، عابیرہ درد سے
چیخنے لگی۔

دامیار نے سرخ نیلی آنکھوں سے عابیرہ کو گھورا عابیرہ
اپنے چکراتے سر کو سنبھالتی، فوراً دامیار کا بازو پکڑا،

دامیار عابیرہ کو لڑکھڑاتے دیکھ کر فوراً سے اسے تھام گیا۔
جو بڑی طرح کانپ رہی تھی۔

دامیار اس کے گال پر نشان دیکھتے، وہاں اپنے دھکتے لب
رکھ گیا۔ دونوں کی سانسیں شاور کے نیچے پھولنے لگی۔
دامیار عابیرہ کی طبیعت خراب ہوتے دیکھتے، بس کے
بالوں میں شیمپو لگانے لگا۔

عابیرہ نے ایک نظر دامیار کو دیکھا، پھر نظریں جھکالی۔
اور پاس پڑا جیل اٹھا کر اس کے بدن پر لگانے لگا۔ عابیرہ
کا چہرہ لال ٹماٹر کی طرح سرخ پڑا۔ دامیار اس کے سرخ

چہرے کو دیکھتے نیچے ہوتے اس دھڑکنوں پر لب رکھ
گیا۔ عابیرہ خود کو چھپاتی، دامیار کے سینے میں چھپنے لگی۔

تھوڑی دیر میں دامیار اس کے ڈریسنگ روم سے سمپل
سی شیفون ریڈ کلر کی فراک لیے واش روم میں آیا۔ یہ لو
میری جان! پہن لو، تمہیں اس طرح دیکھ کر میں خود کو
کنٹرول نہیں کر رہا۔

عابیرہ دامیار کی بات سمجھتے، فوراً سے فراک کھینچ کر پہننے
لگی۔ دامیار کا قہقہہ واش روم میں گونجا۔ عابیرہ دامیار کو
ہستہ دیکھ کر اس کے ہاتھ سے باقی چیزیں کھینچتے ایک سیکنڈ

میں ڈرینگ روم میں جا کر بند ہوئی۔ دامیار اس کی
حرکت پر ایک دفعہ پھر سے قہقہہ لگانے کو دل کر رہا تھا۔

کاوش موسم دیکھے کتنا پیارا ہو رہا ہے۔ پلیز گاڑی یہاں ہی
روکے ناوہ دیکھے سامنے، مجھے آئس کریم کھانی ہے۔
کاوش جو واپس سوات آرہا تھا۔ اچانک موسم خراب
ہونے

لگا۔ اور موسم کو دیکھ کر اس کی جنگلی بلی کی ایک سیکنڈ
نہیں زبان بند ہوئی۔

میری جان! موسم دیکھو کتنا خراب ہو رہا ہے۔ ہمیں جلد
از جلد حویلی پہنچنا ہے۔ ماہی نے گھور کر کاوش کو دیکھا۔

آپ مجھے کھلا رہے ہیں یا نہیں ماہی منہ پھلا کر بولی کاوش
نے اس کے پھولے ہوئے گالوں کو اس کی طرف جھکتے
اس کے گال شدت سے چومے۔ میری جان! کسی دن
تمہارے یہ پھولے گال میں نے کھا جانے ہے۔

ایسے منہ نابینا کرو۔ کچھ اپنے شوہر کی بھی سن لیا کرو۔
مجھے تم کسی کھاتے میں لاتی ہی نہیں ہو۔ ماہی شاہ بے
شرموں کو کسی کھاتے میں نہیں لاتی، میرا شوہر ہی کیوں
ناہو۔ ماہی ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے اپنے بال جھٹکے
سے پیچھے کرتے ہوئے بولی، ماہی کی بات پر کاوش نے
جھٹکے سے گاڑی روکے، چھپڑ پھاڑ قہقہہ لگایا۔

کیا بات، ہے بیوی! اگر میں بے شرم ہوں، تو تم نے کم
ریکارڈ نہیں توڑے، کاوش اس کی نازک کمر میں ہاتھ
ڈالے نرمی سے خود کے ساتھ لگایا۔ ماہی شرم سے
نظریں جھکا گئی۔ ماہی کے سامنے رات والا سین آنکھوں
کے سامنے گھومنے لگا۔ جب ماہی بہت بے باکی سے کاوش
کو فل پشینٹ کس کر رہی تھی۔ ماہی یاد کرتے ہلکا سا
مسکرائی، کاوش کا ہاتھ بہت بے باکی سے اس کے پیٹ پر
سرائیت کر رہا تھا۔ کاوی چلے نادیکھے موسم کتنا خراب ہو
گیا ہے۔ ماہی کاوش کی بے باک حرکتوں سے بچنے کے
لیے نظریں باہر کی طرف جمائے بولی۔

میری جان! پہلے اپنے شوہر کو تو دیکھ لو۔ پھر چلتے ہے۔
کاوش ماہی کا چہرہ اپنے مقابل کرتے اس کو بولنے کا موقع
دیے بغیر اس کے ہونٹوں پر جھکا۔

ماہی کی آنکھیں حیرت سے پھیلی۔ کاوش ماہی کے ہونٹوں
کو شدت سے سک کرنے لگا۔ ماہی تڑپ اٹھی۔ اور زور
سے کاوش کی شرٹ کو مٹھیوں میں دبوچا۔ ہم! میری
جان نے آئسکریم کھانی ہے۔ کاوش اس کے لبوں کو آزاد
کرتے بولا۔

ماہی نے اب سرنا میں ہلایا۔

گڑ! کاوش ماہی کو مسکراتی نظروں سے دیکھ کر بولا۔

آپ کے پایا بہت گندے ہے، آپ کی پیاری سی ماما کو
آئس کریم بھی نہیں کھلائی۔

اب ہم آپ کے پایا سے بالکل بات نہیں کرے گئے۔
ماہی اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے شکایتی انداز میں بولی۔

کاوش نے ایک نظر اپنی جنگلی بلی کو مسکراتی نظروں سے
دیکھا۔ اور گاڑی سٹارٹ کی۔ وہ بالکل رسک نہیں نے

لے سکتا تھا۔ اتنی ٹھنڈ میں اس کی بیوی آنسکریم کھائے،
اور بیمار پڑے۔

مام ابھی تک نہیں آئے ہاشم! مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے۔
علینہ پچھلے تین گھنٹوں سے لاؤنج میں چکر لگا رہی تھی۔
مسکان بیگم! نے پریشانی سے گھومتے اپنی بیٹی کچھ دیکھا۔
علینہ بیٹھ جاؤ۔ تھک جاؤ گی۔ نہیں مام! میں کیسے بیٹھ
جاؤں ہاشم ابھی تک نہیں آئے۔ آپ سب مجھ سے کچھ
چھپا رہے ہیں۔

علینہ نے اپنی مام کے چہرے کی طرف دیکھا۔ جہاں
پریشانی کے سارے ایتار صاف دیکھائی دے رہے تھے۔

اب وہ اس کو کیا بتاتی، ہاشم پچھلے تین گھنٹوں سے بے
ہوش پڑا ہے۔

گولی کندھے پر لگنے کی وجہ سے خون بہت بہہ گیا ہے۔
اور گولی جو لگی تھی۔ اس گولی پر کیمیکل لگا تھا۔ اور وہ
زہریلا مادہ ہاشم کے جسم میں پھیل گیا ہے۔ مام! کیا سوچ
رہی ہے۔ بتائے مام ہاشم ٹھیک ہے۔ نہیں میرا بچہ! ہاشم
نہیں ٹھیک ضرغام نے سب کو پریشانی میں دیکھ کر
جھوٹ بولا تھا۔ آہہ! یہ ہوا تھا دھماکہ، علینہ بے یقینی سے
مسکان بیگم کو دیکھنے لگی۔ آنسو اس کے لڑیوں کی صورت
میں بہنے لگے۔

علینہ مسکان بیگم! کے بولنے سے پہلے باہر کی طرف
بھاگی۔ مسکان بیگم! نے بھی نہیں روکا تھا۔ وہ جانتی تھی
وہ رکنے والی نہیں ہے۔ نامیشہ جو سب سن چکی تھی۔ فوراً
علینہ کے پیچھے بھاگی۔ آپنی مجھے بھی ساتھ لے چلے۔ نامیشہ
بول کر فوراً گاڑی میں بیٹھی۔ اور جلدی سے گاڑی سٹارٹ
کی۔ اور ہو اسپتال کی

طرف لی۔ اور اندھا دھند گاڑی بھگانے لگی۔ اسے لگ رہا
تھا۔ اگر وہ ہاشم کو ان پانچ منٹ میں نادیکھ پائی۔ تو اس کی
سانسیں بند ہو جائے گی۔

پندرہ منٹ کا راستہ پانچ منٹ میں طے کیے ہو سپٹل
پہنچی۔ اور گاڑی سے اتر کر کوریڈور میں داخل ہوئی۔
نامیشہ بھی اس کے پیچھے داخل ہوئی۔ علینہ بھاگتے ہوئے
آگے بڑھ رہی تھی۔ اور سب منہ کھولے اس حسن کی
ملکہ کو دیکھ رہے تھے۔ جو بار بار اپنے آنسو صاف کیے
بھاگ رہی تھی۔ ڈاکٹر حماد نے انہیں روکنا چاہا۔ میڈم
آپ اس طرح اندر نہیں جاسکتی۔ ڈاکٹر حماد انہیں
ریسیپشن پر ہی روک گیا تھا۔ علینہ نے گھور کر حماد کو
دیکھا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے روکنے کی۔ اب تم لوگوں کی
اجازت کے میں اپنے شوہر سے مل سکوں گی۔ علینہ غصے

سے دھاڑتے بولی۔ ڈاکٹر حماد اس کا پاگل روپ دیکھ کر
گھبرا سا گیا۔

پلیز انہیں جانے دے۔ یہ کسی کی نہیں سنے گی۔ نامیشہ
آگئے ہوتے فوراً بولی۔

ہم ایسے نہیں جانے دے سکتے۔ حماد علینہ کو دیکھتے
بولے۔ علینہ نے آگئے ہوتے حماد کا دونوں ہاتھوں سے
کالر پکڑا۔ آپ یہ کیا کر رہی ہے۔ سب لوگ وہاں جمع ہو
گئے تھے۔ یہ مجھے میرے ہاشم سے نہیں ملنے دے گا۔
اس کو تو میں چھوڑوں گی نہیں۔ ہاشم! حماد اس لڑکی کے
منہ سے ہاشم نام سن کر دھک سارہ گیا۔ ضرغام جو

میڈیسن لینے جا رہا تھا۔ سب کو یہاں جمع ہوتے دیکھ کر
اسی طرف چلا آیا۔ اور سامنے علینہ اور نانیشہ کو دیکھ کر
فورا ان کی طرف بڑھا۔

یہاں کیا ہو رہا ہے۔ ضرغام سرد آواز میں بولا۔ نانیشہ کسی
کی سرد آواز سن کر پیچھے ہوئی۔ اور سامنے ضرغام کو دیکھ
کر سانس روک گئی۔

علینہ ویسے ہی کھڑی رہی۔ بھابھی چھوڑے یہ کیا حرکت
ہے۔ اگر ہاشم کو پتا چلا۔ اس کا ریکشن کیسا ہو گا۔ آپ
جانتی بھی ہے۔

علینہ غصے سے حماد کا گریبان چھوڑ گئی۔ ضرغام نے سب کو سرد نظروں کو دیکھا۔ ضرغام کی نظروں کو بھانپتے وہاں سے چلے گئے۔

سر یہ لڑکی ہاشم کی کیا لگتی ہے۔ حماد علینہ کو گھورتے بولا۔ بیوی ہے ان کی ضرغام سادہ لفظوں میں جواب دیا۔ حماد نے سر سے پیر تک گھور کر دیکھا۔ اور فوراً اسے یاد آیا۔ کچھ دن پہلے ہاشم سر اپنی بیوی کو زخمی حالت میں ہو اسپتال لے کر آئے تھے۔ وہ یہی تھی۔ گنڈی کہی کی۔ حماد گھورتے ہوئے بولا ضرغام حماد کے گنڈی کہنے پر قہقہہ لگانے کو دل کر رہا تھا۔ پر وہ ضبط کر گیا۔ اس گنڈی کا کوئی اعتبار نہ تھا۔ اسے بھی پکڑ لیتی۔ علینہ جو سن چکی

تھی۔ گھور کر حماد کو دیکھا۔ اور کہا، تم نے کچھ کہا ہے ذرا
پھر کہنا! نہیں میڈم میں نے کچھ نہیں کہا۔ آپ جائے
اپنے شوہر سے مل سکتی ہے۔

حماد سامنے دروازے کی طرف اشارہ کرتے بولا۔ جہاں
بہرام ٹیک لگائے ان سب کو یوں جھگڑتے دیکھ رہا تھا۔
علینہ سامنے کمرے کو دیکھتے فوراً آگئے بڑھی۔ اور بہرام
کو ایک نظر دیکھتے اندر داخل ہوئی۔ نائیکیشہ بہرام کے
پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ عیینہ جیسے ہی اندر داخل
ہوئی۔ سامنے ہوشو خرد سے بیگانہ پڑے دیکھ کر اس کے
آنسوؤں میں اضافہ ہوا۔ مسٹر خان! عیینہ کسی بچے کی

طرح ہاشم کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
ڈاکٹر میرب جو کھڑی ان کی رپورٹس دیکھ رہی تھی۔

علینہ کو ایسے ہاشم کے سینے سے لگتے دیکھ کر فوراً اس کی
طرف بڑھی۔ وہ پہچان چکی تھی۔ یہ ہاشم سر کی بیوی ہے
میم! تھوڑا احتیاط کرے ان کا زخم دکھ سکتا ہے۔ ڈاکٹر
میرب کی بات پر عیینہ فوراً اٹھی اور ہاشم کا زخم دیکھنے
لگے۔ مسٹر خان کو ہوش کیوں نہیں آیا۔

میم ان کو ہوش آگیا تھا ابھی دوائیوں کو زیر اثر نیم بے

ہوشی میں ہے۔ مسٹر خان! آپ مجھے سن رہے ہیں نا۔

دیکھ آپ کی علینہ آپ سے ملنے آئی ہے۔

دیکھ نا آپ کی علینہ کیسے تڑپ رہی ہے۔ آپ اٹھ جائے

میں بلکل بھی نہیں جھگڑا کروں گی۔ علینہ ہاشم کا ہاتھ

پکڑے اپنے لبوں سے لگایا۔ میں وعدہ نہیں کرتی ہیں

کوشش کروں گی۔ آپ سے جھگڑانا کڑوں۔ علینہ کسی

بچے کی طرح روتے ہوئے، بول رہی تھی ڈاکٹر میرب

پاس کھڑی علینہ کو اس طرح باتیں کرتے دیکھ کر اپنی

ہنسی کو دوبار ہی تھی۔ علینہ کو ایک نظر دیکھتے جلدی سے

باہر نکلی۔ علینہ ہاشم کا ہاتھ پکڑے اس کو نم نگاہوں سے

دیکھ رہی تھی۔ آنسو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

بہرام روم میں داخل ہوا۔ اور علینہ کے پاس گیا۔

علینہ گڑیاریلیکس ہو جاؤ، ہاشم ٹھیک ہے۔ میڈیسن کے

زیر اثر گہری نیند میں ہے۔ بہرام علینہ کے سر پر ہاتھ

رکھتے بولا۔ علینہ ایک نظر بہرام کو دیکھتے واپس ہاشم کے

ہاتھ پر سر رکھتے لیٹ گئی۔ بہرام کے موبائل پر ہیزل کی

کال آنے لگی۔ جب سے اسے پتا چلا تھا۔ ہاشم کو گولی لگی

ہے۔

رورو کو برا حال کر لیا تھا۔ بہرام نے فوراً کال اٹھائی اور

کان سے لگایا۔ خان! میرے لالا کیسے ہے۔ مجھے اپنے لالا

کو دیکھنا ہے۔ ہیزل بھگے لہجے میں بولی۔ میری جان!

ریلیکس ہو جاؤ، ٹھیک ہے تمہارا لالا پر تم نے رورو کر اپنی
حالت خراب کر لینی ہے۔ پھر مجھے ہو سپیٹل آنے دیں۔
مجھے لالا کو دیکھنا ہے۔

میری جان! میری خاناں۔ موسم خراب ہے۔ تمہاری
طبیعت بھی نہیں ٹھیک۔ میں تمہیں صبح لے جاؤں گا۔
حویلی۔ ہاشم کو ہوش آتی ہے۔ پھر میں تھوڑی دیر تک
حویلی پہنچ جاتا ہوں۔ کاوش اور ماہی آگئے ہیں۔ جی

ابھی آئے ہیں۔ ہیزل سوس سوس کرتی بولی۔ اور ساتھ
ہی کال بند کر دی۔

ہاشم کو ہوش آتے دیکھ کر علینہ فوراً اٹھ کر اس کے اوپر
جھکی، ہاشم نے اپنی آنکھیں کھول کر دیکھا۔ دھندلا سا
عکس دیکھائی دے رہا تھا۔ ہاشم نے آنکھیں بند کر کے
دوبارہ کھولی۔ اپنے اوپر جھکی علینہ کو دیکھ کر ہاشم کے لب
مسکراہٹ میں ڈھلے ہے میری جان! اپنے مسٹر خان کے
سینے سے نہیں لگو گی۔ ہاشم اس کے اندھا دھند بہتے آنسو
دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ علینہ ہاشم کی بات سنتے فوراً
اس کے سینے سے لگی، ہچکیوں سے رونے لگی۔ ہاشم اپنے
ایک ہاتھ سے اس کی کمر سہلانے لگا۔ دوسرے کندھے
پر گولی لگنے کی وجہ سے دوسرا ہاتھ حرکت نہیں کر رہا
تھا۔

میری جان! میں ٹھیک ہوں۔ کہاں ٹھیک ہے۔ دیکھے
اتنا گہرا زخم ہے۔ علینہ گھور کر بولی۔ درد ہو رہا ہے آپ
کو۔ علینہ فکر مندی سے پردھیمے لہجے سے بولی۔

ہاشم علینہ کا دھیمالہجہ دیکھ کر حیران ہوا۔ جب بھی بات
کرتی تھی۔ کاٹ کھانے کو پڑتی تھی۔ آج تو اس کی بیوی
پوری کی پوری بدلی ہوئی لگ رہی تھی۔ لگتا ہے۔ مجھے دو
چار اور چوٹیں لگاوا لینی چاہیے۔

ہاشم بس ذہن میں سب سوچ ہی سکا تھا۔ آپ چپ کیوں
ہے۔ علینہ کی آواز پر ہوش میں آیا۔ نہیں میری جان!
تمہیں دیکھ کر میرا درد کیا میں بھی ٹھیک ہو گیا ہوں۔

ہاشم اس کا ہاتھ لبوں سے لگائے بولا۔ بہرام نے یک دم
گلا کھنکڑا، علینہ فوراً پیچھے دیکھنے لگی وہ تو بھول گئی تھی
بہرام بھی یہی ہے۔

ہاشم نے گھور کر بہرام کو دیکھا، بہرام مسکراتے ہوئے،
اس کے پاس آیا۔ ہاں جی سالے صاحب! کیسے ہو تیری
غنڈی بیوی نے ہو اسپتال میں اپنی شاندار انٹری ماری
ہے۔ ایسی انٹری ماری ہے، ہو اسپتال کے ہر بندے پر

تیری غنڈی بیوی کا نام ہے۔ بہرام جھکتے ہوئے ہاشم کے
کان میں بولا۔

ہاشم نے گھور کر بہرام کو دیکھا، تیری ہمت کیسے ہوئی،
میری بیوی کو غنڈی بولنے کی۔ تیری بیوی کو لقب دینے
والا اور کوئی نہیں، "ڈاکٹر حماد" ہے۔

بہرام بولتے ہوئے روم سے نکلا۔ علینہ نے جاتے ہوئے
بہرام کو سرد نظروں سے دیکھا۔ اور پھر ہاشم کو جو غصے
سے اسے ہی گھور رہا تھا۔

علینہ نے سب کچھ سن لیا تھا۔ آپ ایسے کیوں گھور رہے
ہے۔ میں نے وہی کیا جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔ جب میں

نے بول دیا تھا۔ مجھے آپ سے ملنا ہے۔ تو مجھے کیوں
روکا۔ شکر کر بیچ گئے۔ ورنہ میں نے اس ڈاکٹر کا شر پھاڑ
دینا تھا۔ علینہ غصے سے سرد آواز میں بولی۔
ہاشم نے اپنی بھرنی شیرنی کو دیکھا۔ علینہ یہاں آؤ،
میرے پاس ہاشم علینہ کو دور کھڑے ہوتے دیکھ کر بولا۔
علینہ فوراً اس کے پاس آ کر کھڑی ہوئی۔ آپ ڈانٹے گئے
مجھے علینہ بھیگی آنکھوں سے بولی۔ ہاشم اس کی بھیلی
آنکھیں دیکھ کر فوراً اس کا بازو پکڑ کر کھینچا۔ علینہ ہاشم کے
سینے پر دونوں ہاتھ ہے۔ رکھتے، خود کو ہاشم کے اوپر
گرنے سے بچایا۔ میں تھوڑی نا اپنی جان کو ڈانٹوں گا۔۔



غلطی میری علینہ کی تھوڑی

ہاشم اس کی دونوں آنکھیں باری باری چومی، جو رونے
سے سرخ ہوئی تھی۔ علینہ کو سکون کی لہر اپنے اندر اترتی
ہوئی محسوس ہوئی۔ علینہ نے ہاشم کے سینے پر لب رکھے،
آپ ٹھیک ہو جائے، سب بہت پریشان ہے۔ خالہ نے
اپنا رو رو کر برا حال کیا ہوا ہے۔ ڈاکٹر تو بول رہے تھے،
آپ جاسکتے ہیں، گھر، تو بیوی دیر کس بات کی چلو چلتے
ہے۔

مجھے اپنی بیوی سے بہت سارا پیار کرنا ہے۔ یہاں تو کر
نہیں سکتا۔ ہاشم اٹھتے ہوئے، فوراً بے باکی سے بولا، آپ
کو ابھی بھی رومانس کا بھوت چڑھا ہے۔

ایک ہی شرط پر گھر جانے کی اجازت ملے گی۔ اگر آپ
آرام کرو گئے۔ کچھ دن رومانس کا بھوت سر سے اتار
دیں۔ علینہ ہاشم کی گھوری کو نظر انداز کرتی، سرد آواز
سے بولی۔۔۔۔

نامیشہ جو ہاشم کے ہوش کا سن کر روم میں جانے کے لیے
جیسے ہی آگئے بڑھی۔ سامنے ضرغام کو دیکھ کر وہی رک
گئی۔ ضرغام اس کے رو کے قدم دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا۔
اور اسے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ ضرغام کے اشارے پر
نامیشہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ جب کوئی اس پاس نظرنا
آیا۔ پھر سے ضرغام کی طرف دیکھا۔ جو ہاتھ کے
اشارے سے بلا رہا تھا۔ نامیشہ کی سانسیں تھمنے لگی۔

اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ضرغام کے قریب آئی۔
اور نظریں جھکائے کھڑے ہو گئی۔

ضرغام اس کی جھکی پلکیں دیکھ کر گہرا مسکرایا۔ ضرغام
اپنے سامنے اس کا حسن دیکھ کر مبہوت ہوا۔

ضرغام نے اسے کھینچ کر خود کے ساتھ لگایا۔ نامیشہ اس
اچانک افتاد پر اس کے سینے سے لگی۔ اور نظریں اٹھا کر
اس عالی شان شخص کو دیکھا۔ اففف! یہ تمہاری قاتلانہ
آنکھیں کسی دن میری جان لے لیں گی۔ ضرغام اپنے دل
پر ہاتھ رکھے محبت پاش لہجے میں بولا۔ نامیشہ ضرغام کے
انداز پر کھکھلا کر ہنسی۔ ضرغام تو جیسے اس کی ہنسی میں ہی
کھو گیا۔

اففف! امریکن لیڈی!

تیرے ہونٹ، تیری زلفیں، تیرے گال
یہ سب بعد کا قصہ ہے۔"

پر تیری آنکھیں بہت پیاری ہے۔"

ایسے مت دیکھو۔ تمہاری ان قاتلانہ آنکھوں کا اسیر ہو
گیا ہوا۔ اب تو تمہیں دیکھنے کی اور چاہ بڑھ گئی ہے۔
ضرغام نے جھک کر اس کی آنکھوں کو چوما۔ جو پلک
جھپکائیں دیکھ رہی تھی۔ نامیشہ ضرغام کے انداز پر سرخ

پڑی۔ پلیز! مجھے جانے دیں۔ نامیشہ اس کے سینے پر انگلی
چلاتے ہوئے بولی۔ کیوں تڑپا رہی ہو۔

ایسی حرکتیں کر کے، ضرغام کی بات پر نامیشہ نے نا سمجھی
سے دیکھا۔ میں نے کیا کیا ہے۔ نامیشہ فوراً نم آنکھیں لیے
بولی۔

ضرغام نے بے باکی سے نامیشہ کے پھول جیسے وجود کو
اپنے ساتھ لگایا۔ نامیشہ کے گال سرخ پڑے۔

ضرغام اسے سرخ پڑتے دیکھ کر اس کی نازک کمر میں
سختی سے انگلیاں پیوست کی۔ آہہ! نامیشہ کے منہ سے
سسکی نکلی۔ ضرغام کے چہرے پر مسکراہٹ ڈلی۔ میری
جان! میری اتنی سی قربت میں تم بے حال ہو رہی ہو۔

جب تم مکمل طور پر میری پناہوں میں آگئی تو تمہاری
نازک جان کا کیا بنے گا۔ نامیشہ منہ کھولے دیکھنے لگی۔
اس کی جیسے جان فنا ہو رہی تھی۔

ضرغام نے اس کا منہ کھلا دیکھ کر اپنی زبان اس کی زبان
سے بیچ کی۔ نامیشہ کا دل چاہا۔ زمین کھلے اس میں سما
جائے۔ اور بولنے کی ہمت تو ویسے ہی نہیں کرتی تھی۔
اس کے سامنے اب تو جیسے شرم سے نظریں ہی نہیں اٹھ
رہی تھی۔ پلیز مجھے جانے دیں۔ نامیشہ اس کے حصار سے
نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔

مگر بے سود۔ میرا دل چاہتا ہے۔ تمہیں ایک منٹ کے
لیے بھی خود سے دور ناکروں۔ تمہارے ان نازک
ہونٹوں کو شدت سے چومنے کا دل کرتا ہے۔ پر ابھی ایسا
نہیں کروں گا۔ جب تم میری پناہوں میں آؤ گی۔
تو تمہیں بالکل آزادی نہیں ملے گی۔ ضرغام اس کے
چہرے پر سانسوں کی تپش چھوڑتے بولا۔

علینہ کی آنکھیں بھگنے لگی۔ ساری زندگی ڈیڈ کے پیار کو
ترستی رہی۔ مام پاس ہو کر بھی نہیں ہوتی تھی۔ عینہ نے
اسے بیٹی کی طرح پالا۔ اگر کچھ غلط کرتی تھی۔ اس کے
حصے کی ڈانٹ اور مار کھا لیتی تھی۔ کوئی اس سے اتنا پیار

کرے گا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ نامیشہ کا دل چاہا۔ اس
ستم گر کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ پر
وہ ابھی اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کہ وہ بھی اس
سے عشق کرنے لگی ہے۔

کیا ہوا۔ میری جان! رو کیوں رہی ہو۔ ضرغام اس کے
آنسو دیکھ کر پریشانی میں بولا۔

نامیشہ نے نفی میں سر ہلایا۔ مجھے جانا ہے۔ پلیز مجھے
چھوڑے مجھے درد ہو رہا ہے۔ نامیشہ اپنی کمر سے اس کا
ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولی۔ ضرغام بھی فوراً پیچھے ہٹا۔ اور اس
کا سرخ چہرہ دیکھنا میں مام کو بھیجوں گا۔ مجھے امید ہے۔ تم

انکار نہیں کرو گی۔ نائیشہ نے بھیگی آنکھوں سے ضرغام کو
دیکھا۔ جو اس کے ہاں کا منتظر تھا۔ مجھے ابھی پڑھنا ہے۔
نائیشہ کہہ کر سر جھکا گئی۔ میری جان! تم ہاں کرو پڑھا
تمہیں میں خود لوں گا۔ ضرغام اس کے ماتھے پر بوسہ
دیتے بولا۔

مام یہاں نہیں ہے۔ نائیشہ پھر سے بولی۔ تمہاری بہن تو
ہے۔ وہ خود ہی بات کر لیں گی۔

اور ہیلو! یہاں کیا ہو رہا ہے۔ علینہ جو ہاشم کو لے کر روم
سے نکل رہی تھی۔

سامنے ہی نظر ان دونوں پر پڑی۔ جو ایک دوسرے کے
بلکل قریب کھڑے تھے۔

کچھ نہیں! بھائی بس ایسے ہی، نامیشہ فوراپاس آتے بولنے
لگی۔ ضرغام نے گھور کر اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا۔ جو
یک دم سے کیسے گھما کر بات کی تھی۔ پر نیشو تمہاری
آنکھیں کچھ اور کہہ رہی ہے۔ علینہ اس کی سرخ
آنکھوں کو دیکھ کر بولی۔ نامیشہ نے علینہ کی بات پر اپنے
ہونٹوں کو

کچلا۔ نہیں آپی ایسا کچھ نہیں ہے۔ آپ بتائے بھائی آپ
کیسے ہے۔ نامیشہ بات کو ٹالتے فوراً ہاشم سے مخاطب
ہوئی۔ ٹھیک ہوں۔ گڑیا۔

ہاشم مسکراتے ہوئے پولا۔ اور ساتھ ہی ضرغام کو حال
دیکھا۔ بہرام پہلے ہی چلا گیا تھا۔ ہیزل نے ضد پکڑی
تھی۔ اس کی طبیعت کا سوچتے حویلی کے لیے نکل گیا تھا۔
ضرغام تم نامیشہ کو ڈراپ کر دو۔ مجھے یہاں تھوڑا کچھ کام
ہے۔ علینہ تم بھی جانا چاہتی ہو تو ضرغام کے ساتھ چلی
جاؤ۔

علینہ غصے سے بولی۔ طبیعت دیکھے آپ کو ابھی بھی کام
کی پڑی ہے۔ چپ کر کے چلے میرے ساتھ علینہ میری
جان! باہر سے ڈاکٹرز آئے ہیں۔

میں میٹینگ اٹینڈ کر لوں۔ ورنہ بہت نقصان ہو جائے
گا۔ ضرغام تم نامیشہ کو لے جاؤ۔

یہ میرے ساتھ آجائے گی۔ ہاشم نے اپنی بیوی کو اس
طرح چلاتے دیکھ کر بولا۔ نامیشہ نے ضرغام کی طرف
دیکھا۔ جو مسکراتی نظروں سے باہر آنے کا اشارہ کرتے
آگئے بڑھ گیا۔

نامیشہ بھی ضرغام کے پیچھے بڑھی۔ ہاشم علیہ کو لے کر
اپنے کین راپنے کین کی طرف بڑھ گیا۔

ضرغام نے نامیشہ کے لیے فرنٹ سیٹ کر دروازہ کھولا۔
جو پیچھے بیٹھنے کے چکر میں تھی۔ میڈم میں آپ کا ڈرائیور
نہیں ہوں۔ آگے آکر بیٹھے۔

نامیشہ خاموشی سے آگے، آکر بیٹھی۔ ضرغام نے
مسکراتے ہوئے دروازہ بند کیا۔ اور خود ڈرائیونگ سیٹ
پر آکر بیٹھا۔ اور ایک نظر نامیشہ کو دیکھتے گاڑی سٹارٹ
کی۔

بہرام جو تھوڑی دیر پہلے حویلی پہنچا تھا۔ لاؤنج میں سب کو
بیٹھے دیکھ کر وہی سب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ سب ہاشم کا کی
طبیعت کا پوچھنے لگے۔ بہرام ان سب کو ہاشم کی طبیعت
کے مطلق بتاتے، زرینہ بیگم سے ہیزل کا پوچھنے لگا۔
مورے! ہیزل کہاں ہے۔ ان سب کے درمیان ہیزل
کو ناپا کر پریشانی سے بولا۔ بیٹا! اس کو بخار ہو رہا تھا۔
میڈیسن دے کر ابھی سلا کر آئی ہوں۔ تم اسے اس کے
لالا سے ملو الاؤ۔

ٹھیک ہو جائے گی۔ زرینہ بیگم! کی بات سنتے بہرام
پریشانی سے اٹھا۔ اور لمبے لمبے ڈھگ بڑھتا اپنے کمرے
میں داخل ہوا۔ ہیزل کو بیڈ پر لیٹے دیکھ کر۔

دروازہ بند کرتے جلدی سے ہیزل کے پاس آیا۔

ہیزل میری جان! بہرام نے ہیزل کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے چیک کیا۔ بخار ہلکا ہوا تھا۔ میڈیسن کی وجہ سے ہلکا ہوا تھا۔ بہرام نے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ ہیزل کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ بہرام کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے۔

پر اپنی آنکھیں یوں ہی بند رکھی۔ بہرام اس کی مسکراہٹ دیکھ کر خود بھی مسکرایا۔

اور جھکتے ہوئے، اس کے پیٹ پر لب رکھے۔

آپ کی ماما، آپ کے بابا کو بہت تنگ کرتی ہے۔ ہیزل
نے تھوڑی سی آنکھیں کھول کر دیکھا۔ بس کچھ وقت اور
، پھر ہم دونوں مل کر آپ کی ماما خوب تنگ کرے گئے۔
بہرام اس کے پیٹ پر لب رکھے بولا۔ ہیزل نے بہرام
کے کندھے پر ہلکی سی چماٹ لگائی۔

آپ میرے بیبی سے ایسی باتیں مت کرے۔ مجھے اچھا
نہیں لگتا ورنہ آپ کی بھی خوب شکایتیں لگاؤں گی۔

ہیزل کی بات پر بہرام پیٹ پر ہاتھ رکھتے اونچا اونچا ہسنے
لگا۔ خاناں تم ایسے کہہ رہی جیسے وہ ہماری ساری باتیں سن
رہا ہے۔ بہرام اپنی معصوم بیوی کی بات پر پھر سے ہسنے
لگا۔

ہس لے۔ میں اور میرا بیبی آپ سے ناراض ہے۔ بیبی کو
ماموں کے پاس جانا تھا۔ اچھا! بیبی کو یا بیبی کی ماما کو۔ بہرام
ہیزل کی بات کاٹتے، مسکراتے ہوئے بولا! بہرام ہیزل
کے ساتھ لیٹتے اس کو شدت سے خود کے ساٹھ لپٹا گیا۔

ہیزل نے دور ہونا چاہا۔ بہرام نے اور شدت سے خود
کے ساتھ لگایا۔ میری جان! کیوں اتنا روتی ہو۔ دیکھو بخار
ہو گیا نا۔ صبح لے چلوں گا تمہیں۔

تمہاری طبیعت نہیں ٹھیک۔ میری خاناں۔ بہرام ہیزل
کے لبوں پر جھکتے بولا۔ ہیزل بہرام کی نیلی آنکھوں میں
دیکھا

اور خود کو بہرام کے سپرد کر دیا۔ بہرام نرمی سے ہیزل
کے ہونٹوں کا جام پینے لگا۔ میری جان بہت نشہ ہے
تمہارے ان لبوں میں۔ تمہاری طبیعت کا خیال نا ہوتا تو

ان ہونٹوں کو آج آزادی نہیں ملنی تھی۔ خان شرم
کرے۔ آپ رومانس کرتے تھکتے نہیں ہے۔

ہیزل کی بات پر بہرام کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔ بیوی
اتنی پیاری ہو، تو شرم گئی تیل لینے۔ بہرام ہیزل کی ناک
کے ساتھ اپنی ناک مس کرتے ہوئے بولا۔ بہرام کی
بات پر ہیزل مسکرا کر اپنی گلابی لب بہرام کے لبوں پر
رکھے۔ اور آہستہ آہستہ پینے لگی۔ بہرام ہیزل کی گردن
پر ہاتھ رکھتے۔ ہیزل کا ساتھ دینے لگا۔

تم میرا سکون ہو ہیزل، تمہاری ان سانسوں سے میری
سانسیں جڑی ہے۔ بہرام ہیزل کی گرے آنکھوں میں

دیکھتے بول کر اس کی گردن پر جھکا۔ اور پل میں ہیزل کی
گردن سرخ کر ڈالی۔ اور ایک ہاتھ بے باکی سے اس کی
دھڑکنوں کو چھونے لگا۔

ہیزل کی مٹھی مٹھی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی۔
بہرام مدہوش ہوتے ہیزل کو اور تڑپنے پر مجبور کر گیا۔
ہیزل کی طبیعت کا یاد آتے فوراً پیچھے ہٹا۔ اور ہیزل کو خود
کے اوپر کرتے ہیزل کو سینے سے لگایا۔

عالینہ اور ہاشم حویلی پہنچے۔ مہک بیگم! اپنے بیٹے کو سینے
سے لگائے بیٹھی تھی۔ عالیان صاحب! ہاشم کو اپنے
سامنے ٹھیک دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ مورے میں بالکل

ٹھیک ہوں۔ دیکھے آپ نے اپنی حالت کیسے کر لی ہے۔
ہاشم مہک بیگم کے ماتھے پر لب رکھے بولا۔

ہم! پتہ ہے مجھے کتنا ٹھیک ہے۔ میں ابھی کچھ اچھا سا بنا
کر لاتی ہوں۔ تم آرام کرو۔ ہاشم نے مسکرا کر سر اثبات
میں ہلایا۔

خالہ جان حوریہ کیسی ہے۔ پاس کھڑی سعدیہ بیگم! سے
پوچھا۔ علینہ نے غصے سے ہاشم کو دیکھا۔ جس کے چہرے
پر حوریہ کے لیے فکر مندی دیکھ کر علینہ کا دل چاہا۔ اس
لڑکی کا گلا دبا دے۔ ٹھیک ہے بیٹا۔ پر کل سے کمرے سے

باہر ہی نہیں نکلی۔ اپنے لالا کا صدمہ برداشت نہیں کر

پائی۔ تھوڑا ٹائم لگے گا ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ اس کا خیال رکھے۔ اب وہ ہماری ذمہ داری ہے۔

علینہ نے بھیگی آنکھوں سے ہاشم کو دیکھا۔ اور غصے سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

ہاشم نے عیینہ کو یوں جاتے دیکھ کر گہرا سانس بھرا۔ اب اپنی پاگل بیوی کو کیسے سمجھاتا۔

ہاشم بھی علینہ کے پیچھے کمرے کی طرف بڑھا۔ علینہ
کمرے میں داخل ہوتے، چیزیں اٹھا کر پھینکنے لگی۔ آہہ!
مسٹر خان! جھوٹے ہو تم۔ ہاشم کمرے میں داخل ہوا۔
عالینہ کا پاگل پن دیکھتے۔ غصے سے عالینہ کی طرف بڑھا۔
پاگل ہو عالینہ۔ یہ کیا حرکت ہے۔
مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔ جائے اس کے پاس
جس کی آپ کو فکر ستارہی ہے۔

علینہ غصے سے بولتی واشروم میں داخل ہوئی۔ اور دھاڑ
سے دروازہ بند کیا۔ ہاشم عالینہ کی حرکت پر دانت پیستے رہ
گیا۔ ہاشم کمرے کا حشر نشر دیکھتے غصے سے بیڈ پر جا کر بیٹھ

گیا۔ کندھے میں درد کی وجہ سے کھڑے ہونا مشکل تھا۔
ہاشم بیڈ کراؤن سے ٹیگ لگائے۔

واشر روم کے بند دروازے کو دیکھنے لگا۔ نیند کہاں آئی
تھی۔ جب تک اپنی بیوی کو منالیتا۔ آدھا گھنٹہ ہونے والا
تھا۔ پر عالینہ ابھی تک واشر روم سے نہیں تھی نکلی۔ ہاشم
اٹھ کر واش روم کے پاس گیا۔

اور دروازہ نوک کیا۔ عالینہ میری جان! باہر آؤ۔ اندر
سے آواز نہیں آئی۔ عالینہ میں نے کہاں باہر آؤ۔ کیا
مسئلہ ہے۔ آپ کو سکون سے نہانے بھی نہیں دیتے۔
عالیہ غصے سے اندر چنچتے ہوئے بولی۔

میری نیند جانے لگی ہے۔

میرا چین کھونے لگا ہے۔

ضرغام ڈرائیو کرتا، پاس بیٹھی ناٹیشہ کو اپنے حصار میں
لیے مدھم آواز میں گنگنا نے لگا۔ ناٹیشہ نے ٹھٹھک کر
دیکھا۔

میری نیند جانے لگی ہے۔

میرا چین کھونے لگا ہے۔

ضرغام نامیشہ کا ہاتھ لبوں سے لگائے پھر سے گنگنایا۔

نامیشہ کی دھڑکنے اتھل پتھل ہونے لگی۔

وہ تو اس کی آواز میں ہی کھو گئی تھی۔ ضرغام نے
اسے ایسے منہ کھولے دیکھ کر دوبارہ سے بول گنگنائے۔

میری نیند جانے لگی ہے۔

میرا چین کھونے لگا ہے۔

میری نیند جانے لگی ہے۔

میرا چین کھونے لگا ہے۔

نائیشہ اس کے محبت کے اظہار پر بے ساختہ مسکراتی۔

مجھے عشق ہونے لگا ہے۔

مجھے عشق ہونے لگا ہے۔

ضرغام نے اس کی طرف جھکتے اس کے گال چومے۔

نامیشہ کی سانسیں وہی تھم گئی۔ چہرہ اسرخ پڑ گیا۔ اس کے
ساتھ آتو گئی تھی۔ پر اس کی نظروں کی تپش کو محسوس
کرتے اس کی سانسیں رکنے لگتی

تھی۔ ضرغام اس کی حالت دیکھتے قہقہہ لگا اٹھا۔ ہے
ضرغام کی پری! یہاں آؤ۔ ضرغام گاڑی روکتے نامیشہ کو
اپنی طرف کھینچتے بولا۔

زر پلینز گھر چلے۔ کب سے آپ گاڑی کو سڑکوں پر گھما
رہے۔ نامیشہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی بولی۔ ضرغام کا
پھر سے قہقہہ گونجا۔

نامیشہ نے گھور کر ضرغام کو دیکھا۔ سونگ گنگناتے
ہوئے۔ جتنا پیارا لگ رہا تھا۔ اب قہقہے لگاتے ہوئے تو
سامنے والوں کو اپنے سحر میں جھکڑنا یہ اس سحر انگیز
پر سنلٹی رکھنے والے سے کوئی پوچھے۔ میری چھوٹی سی

پری! ایسے مت گھوروں۔ میں اپنے اٹڈنے والے

جذبات پر بہت جبر کر کے

بیٹھا ہوں۔ ضرغام کی حالت دیکھ کر نامیشہ کھکھلا کر

نہیں۔ میں اتنی جلدی آپ کے ہاتھ نہیں آنے والی۔

ضرغام جو اس کی ہنسی میں گم تھا۔ نامیشہ کی بات پر فوراً

ہوش میں آیا۔ اچھا! پدی سی لڑکی میں زبان بھی ہے۔

ضرغام اپنے الفاظ پر گہرا مسکرایا۔ یہ کیا بولا۔ میں پری

نظر آتی ہوں۔ آپ کی ہمت کیسے ہوئی مجھے پری کہنے

کی۔ نامیشہ تو پری لفظ سنتے ہی بھڑک اٹھی تھی۔

تو اور کیا کہوں! پری ضرغام مسکراتے ہوئے پھر بولا
چھوڑے مجھے! مجھے آپ کے ساتھ آنا ہی نہیں چاہیے
تھا۔ میں خود چلی جاؤں گی۔ نامیشہ گاڑی کا دروازہ کھولتے
ابھی باہر نکلتی۔ ضرغام نے ایک ہی جھٹکے سے اس کی
کلائی پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ نامیشہ بُری طرح اس کے
سینے سے آتھی۔

سوچنا بھی مت ضرغام تمہیں اکیلا جانے دیں گا۔ نامیشہ
نے بھیگی آنکھوں سے ضرغام کو دیکھ کر بولی۔

آپ نے مجھے پری کہاں۔ نائیشہ شکایتی انداز سے سوں
سوں کرتی بولی۔

ضرغام نے اپنی ماری بامشکل چھپائی۔ سوری میری جان!

اب نہیں بولتا۔ جس سے میری نائیشہ کو تکلیف ہو۔
ضرغام اس کی ناک کی ٹپ کو چومتے ہوئے بولا۔ نائیشہ
نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر سر رکھ لیا۔ اس
کے یوں سر رکھنے پر ضرغام کو اپنے اندر سکون اترتا ہوا
محسوس ہوا۔

مجھے حویلی چھوڑ دیں۔ سب ویٹ کر رہے ہو گئے۔ نامیشہ
مدھم آواز میں بولی۔

جو حکم! امریکن پری ضرغام اس کا ماتھا چومتا محبت پاش
لہجے میں بولا۔ اور گاڑی سٹارٹ کی۔ نامیشہ شرم سے
گاڑی سے باہر دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر میں گاڑی حویلی پہنچی۔ اس سے پہلے ضرغام
نامیشہ کو پکڑتا۔ نامیشہ ایک سیکنڈ میں دروازہ کھول کر باہر
نکلی۔ ضرغام نے مسکراتے ہوئے۔ اس کے بھاگنے کی
سپیڈ پر قہقہہ لگا اٹھا۔

نامیشہ نے داخلی دروازے پر رک کر دیکھا۔ دونوں کی
نظریں ملی۔ دل کی دھڑکنے شور مچانے لگی۔ نامیشہ اپنی
نظریں چراتے اندر داخل ہوئی۔ ضرغام نے بھی
مسکراتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی اور زن سے بھگالے
گیا۔ نامیشہ بھی لاؤنج میں کسی کو ناپاتے دیکھ کر فوراً اپنے
کمرے میں بند ہوئی۔

ہاشم بیڈ پر لیٹا واشروم کو گھور رہا تھا۔ جہاں اندر اس

کی بیوی بیٹھی پتہ نہیں کون ساما تم منار ہی تھی۔ ہاشم پھر
غصے سے الماری کی طرف بڑھا۔ ایک گھنٹہ ہونے والا
تھا۔ ہاشم پریشان ہوتے۔

الماری میں سے کیز لیتے واشروم کی طرف بڑھا اور چابی
سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ علینہ جو دیوار سے
ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

ہاشم کو دیکھ کر غصے سے منہ پھیر لیا۔ ہاشم اس کی حالت
دیکھ کر پریشان ہوا۔ مکمل بھیگی ہوئی تھی۔ ایک گھنٹے سے
شاہور لے رہی تھی۔ ہاشم نے غصے سے اپنے بالوں میں
ہاتھ پھیرا۔

ہاشم اس کی حالت دیکھ کر سمجھ گیا تھا۔ سامنے بیٹھنا زک
وجود اس کو لے کر کس حد تک پوزیسیو ہے۔ سردی سے
اس کا نازک وجود کانپ رہا تھا۔ ہاشم جلدی سے اس کے
پاس پہنچتے گھٹنوں کے بل بیٹھتے۔

شدت سے اسے خود کے ساتھ لگایا۔ میری جان! کیا
حالت بنالی ہے۔ ایک چھوٹی سی بات کو لے کر۔ ہاشم کی
بات پر علینہ نے اپنی سرخ آنکھیں ہاشم
کی گرے آنکھوں میں گاڑھی۔ ہاشم اس کی گئی آنکھیں
دیکھ کر نظریں چرا گیا۔

یہاں دیکھے مسٹر ہاشم! میری طرف دیکھے ایسے نظریں
کیوں چرا رہے ہو۔ آپ کو چھوٹی سی بات لگتی ہے۔ ہم!
یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے، ڈاکٹر ہاشم خان! علینہ غصے
سے چیختے ہاشم کو خود سے دور دھکیلتے ہوئے ہڈیانی چینی۔
وہ یہ تک بھول گئی تھی۔ اس کے کندھے پر گولی لگی
ہے۔ ہاشم اپنا درد بولائے اپنی جذباتی بیوی کو دیکھنے لگا۔

ہاشم غصے سے اس کا بازو پکڑتے واشروم سے باہر نکلا۔ اور
اسے لا کر بیڈ پر بیٹھا۔ علینہ بیڈ پر گرے پھوٹ پھوٹ کر
رودی۔

دروازہ نوک ہونے پر ہاشم نے پہلے علینہ کی پیٹھ کو دیکھا۔
پھر غصے سے دروازے کی طرف بڑھا۔

اور غصے سے دروازہ کھولا۔ سامنے حوریہ کو کھڑے دیکھ
کریڈ پر لیٹی اپنی جذباتی بیوی کو دیکھا۔ اگر وہ دیکھ لیتی تو
پتا نہیں کیا کرتی۔

تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ جاؤ یہاں سے ہاشم غصے سے
بولتے دھاڑ سے دروازہ بند کر گیا۔ حوریہ بند دروازے کو
دیکھتی روتے ہوئے واپس چلی گئی۔ ہاشم الماری سے علینہ

کے کے کمرے لے کر اس کے پاس آکر بیٹھا۔ علینہ
کپڑے بدلو۔

بیمار پڑ جاؤ گی۔ ہاشم علینہ پر جھکے مدھم آواز میں بولا۔ میں
ایسے ہی ٹھیک ہوں۔ آپ کو فکر کرنے کی ضرورت
نہیں۔ علینہ ضد مت کرو۔ اگر تم نہیں پہنوں گی۔ تو میں
اپنے انداز سے پہناؤں گا۔

علینہ نے گھور کر ہاشم کو دیکھا۔ ہاشم کے پاس اپنی بیوی
کو منانے کا ایک ہی راستہ تھا۔ تمہارا شوہر مشکل سے بچ
کر ہو اسپتال سے آیا ہے۔ تم ایسے جھگڑو گی۔ تو یہ ناہو میں
پھر سے ہو اسپتال پہنچ جاؤں۔ ہاشم کی بات پر علینہ کرنٹ
کھا کر اٹھی۔ اور اس کے کندھے کو دیکھنے لگی۔

جو بھول چکی تھی۔ اس کے زخمی کندھے کو۔ علینہ ہاشم
کے سینے سے لگتی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

آپ نے کیوں رکھا اسے حویلی۔ کیونکہ اس کا اب کوئی
نہیں ہے۔ اب وہ یہاں ہی رہے گی۔

علینہ ہاشم کے سینے پر انگلی چلاتے ہوئے نم لہجے میں بولی۔
نہیں! اگر تم کہتی ہو، تو اس کی شادی کروا دیتے ہے۔
ہاشم علینہ کی بات پر مسکراتے ہوئے بولا۔ علینہ نے
بھگی آنکھوں سے ہاشم کو دیکھا۔

مت رویا کرو۔ میری جان! ایک سیکنڈ میں ہی جان نکال
دیتی ہو۔ ہاشم اس کی آنکھوں کو چومتے ہوئے بولا۔ مجھے
ڈر لگتا ہے۔ کوئی آپ کو مجھ سے چھین نالیں۔ علینہ ہاشم
کے سینے میں چھپتے ہوئے بولی۔ کون چھینے گا۔ میں ایسا
نہیں ہونے دوں گا۔ ہاشم نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔
کہ

اس کی جزباتی بیوی مان گئی ہے۔ چلو اٹھو! شاباش کپڑے
بدلو۔ ہاشم اسے خود سے دور کرتے
بولا۔ علینہ اپنے کپڑے پکڑ کر جانے لگی۔ ہم! میری جان
کہاں۔ کپڑے چنچ کرنے۔ علینہ ہاشم کو دیکھ کر حیرت

سے بولی۔ یہاں میرے سامنے کرو۔ واٹ! کیا آپ کی
شرم تیل لینے گئی ہے۔ میری جان !

اگر یہ آفر قبول نہیں تو میں خود کر دوں چینیج ہاشم بے باکی
سے علینہ کا اگلا گلا چاک کر گیا۔ مسٹر خان! علینہ نے شرم
سے نظریں جھکالی۔ مجھے یہاں چینیج نہیں کرنا۔ کرنا تو
تمہیں میرے سامنے ہی پڑے گا۔ یہ فضول کی ضدنا
کرو۔ علینہ نے گھور کر ہاشم کو دیکھا۔ ہاشم بیڈ کر اوٹن سے
ٹیک لگائے مسکراتی نظروں سے اس کے سرخ پڑتے
چہرے کو دیکھنے لگا۔

علینہ ایک دو دفعہ پھر سے کچھ کہنا چاہا۔ ہاشم نے اسے
آگے کچھ بولنے سے منع کر دیا۔ علینہ مرتی کیانا کرتی۔

آپ لائیٹ او ف کر دیں۔ ہر گز نہیں مجھے تمہارے
خوبصورت سراپے کا ایسے ہی دیدار کرنا ہے۔ علینہ نے
سرخ چہرے سے اپنی فراک کو اتارا۔ ہاشم مسکراتے
ہوئے اس کو دیکھ رہا تھا۔

علینہ کا دل کہی ڈوب جانے کو دل کر رہا تھا۔ ہاشم نے علینہ
کا سرخ چہرہ دیکھتے اس کو خود کے ساتھ لگایا۔ اور اپنے
ایک ہاتھ سے اس کی بلاؤز کی سٹریپ کھولی۔
علینہ ہاشم کی انگلیاں اپنی کمر پر محسوس کرتی تڑپ اٹھی۔
میری جان! یہ کام مجھے کرنے دو۔ اگر تم کرنے

لگی۔ تو پکا بے ہوش ہو جاؤ گی۔ ہاشم اس کے خدو خال
دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ اب علینہ کیا بتاتی اب بھی
تو اس کی جان نکل رہی تھی ایسی حالت میں۔
ہاشم اسے باقی کے کپڑے پہنائے۔ اور اس کی دھڑکن پر
لب رکھے۔ پہن لو فنا ہو جانا۔ ہاشم اس کی حالت دیکھ کر
فراک تھا گیا۔

جسے لیتے علینہ جلدی سے پہنے لگی۔ ہاشم نے اپنی ہنسی با
مشکل دبائی۔

علینہ کپڑے چینج کرتی فوراً کمبل میں چھپ گئی۔ ہاشم بھی
اس کے ساتھ لیٹ گیا۔ میرا سکون ہو تم میری جان! تم
جب روتی ہو۔ میرا سکون، چین سب چھین لیتی ہو۔ ہاشم

سوچتے ہوئے مزید اس کو خود کے ساتھ لپٹا گیا۔ علینہ
بھی اس کے ساتھ چپکے آنکھ موند گئی۔

کچھ یاد آنے پر یک دم سے بیٹھی۔ کیا ہوا تم ٹھیک ہو۔
ہاشم اس کے یوں اٹھنے پر حیران ہوا۔ کچھ نہیں میں ابھی
آتی ہوں۔ علینہ جلدی سے سیلپر پہنے دروازے کی
طرف بڑھی۔

کہاں جا رہی ہو۔ آپ کے لیے کچھ لینے کل سے کچھ نہیں
کھایا۔ میں ابھی آتی ہوں۔ علینہ کہہ کر باہر نکل آئی۔
ہاشم اس کی فکر مندی پر مسکرایا۔ سچ میں پاگل ہے۔

ایک ہی سیکنڈ میں جان کیسے نکالنی یہ اس کی بیوی سے
کوئی آکر پوچھے۔

باشم مسکراتے ہوئے۔ آنکھیں موند گیا۔ علینہ کچن میں
داخل ہوئی۔ مہک بیگم، سعدیہ بیگم اور آثرہ کو کچن میں
کھڑے دیکھا۔ جو رات کے ڈنر

کی تیاری کر رہی تھی۔

آثرہ سلیپ پر بیٹھی گاجر کھانے میں لگی تھی۔ میری بچی!
تم یہاں کیوں آگئی۔ مہک بیگم !

علینہ کو کچن میں داخل ہوتے دیکھ کر بولی۔ وہ خالہ میں
ہاشم کے کھانے کے لیے کچھ لینے آئی ہو۔ علینہ! یہ لو میں
دینے آنے ہی لگی تھی۔

آثرہ سلیب سے اترتے ٹرے پکڑے علینہ کی طرف
بڑھی۔ تھینکیو! آثرہ بھابھی۔ کیا عاصم بھائی ابھی نہیں
آئے۔

نہیں آئے۔ آثرہ منہ بسور کر بولی۔ ان کو مجھ سے زیادہ
اپنے بزنس، اور مشن کی فکر ہے۔ سعدیہ بیگم!

اپنی پیاری سی بہو کو دیکھ کر مسکرائی۔ جو بس اب رو دینے
کو تھی۔ آنے دو اس کا اچھے سے اس کے کان پکڑ کر کھینچے
گئے۔ ہم! بلکل ٹھیک کہہ رہی ہے خالہ۔ تم اداس نا ہو۔
علینہ آئزہ کو اداس ہوتے دیکھ کر بولی۔ جس پر آئزہ نے
فورا اثبات میں سر ہلایا۔

تم جاؤ، عیینہ لے جاؤ ہاشم کے لیے کھانا۔ سعدیہ بیگم اس
کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

علینہ سر اثبات میں ہلاتے۔ ٹرے پکڑے کچن سے باہر
نکلی۔

اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ آئزہ بیٹا یہ کھانا حوریہ کو کمرے میں دے آؤ۔ اب جیسی بھی ہمارا فرض بنتا ہے۔ اس کا خیال رکھنا۔ میڈیسن بھی دیں دینا۔ مہک بیگم آئزہ کو ٹرے پکڑاتے ہوئے بولی۔ جس پر آئزہ مسکراتے ہوئے ٹرے پکڑے کچن سے نکلی۔

اور حوریہ کے کمرے کی طرف بڑھی۔ کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی۔ حوریہ کو بیڈ پر لیٹے دیکھ کر اس کے پاس آئی۔ کیسی طبیعت ہے، تمہاری۔ آئزہ سائیڈ پر ٹرے رکھتے ہوئے بولی۔ ٹھیک ہوں۔ حوریہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

روکیوں رہی ہو۔ جو ہونا تھا۔ وہ تو ہو گیا۔ اب یوں رو کر
خود کی طبیعت مت خراب کرو۔ آئزہ اس کے پاس بیٹھے
بولی۔ جس کا سب کچھ چلا گیا ہو۔ وہ کیسے چپ رہ سکتی
ہے۔ مجھے میرے لالا بہت یاد آتے ہیں۔ مجھے یہاں سے
جانا ہے۔ میرا دم گھٹتا ہے یہاں۔ پلینز ہاشم سے بات
کرو۔ اگر میں یہاں رہی۔ تو میں خود کو نہیں روک پاؤں
گی۔ ہاشم کے ساتھ علینہ کو دیکھتے ہیں میرا دل کرتا ہے۔ میں
اس کو یا خود کو مار ڈالوں۔ آئزہ نے حوریہ کی بات پر غصے
سے اس کی طرف دیکھا۔ جیسے کہہ رہی ہو تم ہاتھ لگا کر
دیکھنا۔

آئزہ حوریہ کی سرخ آنکھوں میں نیلی رنگیں دیکھ کر دل
بو جھل ہوا۔ حوریہ کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی۔
آنسو تھے، رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

پلیز ہاشم کو بولو مجھے یہاں نہیں رہنا۔ حوریہ اچانک سے
اس کے گلے لگی، التجائیالہجے میں بولی۔ حوریہ کی حالت
دیکھ کر خود کے آنسو بہنے لگے۔ ایسا لگ رہا تھا۔ حوریہ کو
اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے وہ سب سے
دور چاہنا چاہتی ہے۔ چپ کرو، ایسے تو مت رو۔ ہمارے
ساتھ ہی رہو۔

تمہارا لالا تمہاری ذمہ داری باشم لالا کو سونپ کر گیا ہے۔
وہ تمہیں کہی نہیں جانے دیں گئے۔ آئزہ اس کی پیٹھ
سہلاتی بولی۔ حور یہ پھیکا سا نہیں۔

محبوب کے سامنے رہنا، کس قدر مشکل ہے، یہ کوئی اور
نہیں سمجھ سکتا۔ حور یہ سوچ کر ایک پر سوز ہچکی لی۔ پلیز
یہ کھانا کھالو۔ دو دن سے کچھ نہیں کھایا۔ اب میں بالکل
انکار نہیں سنوں گی۔ آئزہ اس کے سامنے ٹرے رکھے
سرد آواز میں بولی۔

حوریہ کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔ چلو کھانا شروع
کرو۔ میں یہاں ہی بیٹھی ہوں۔ جب تک تم کھانا نہیں
کھاؤ گی۔ میں نہیں جانے والی۔ آئزہ اس کے پاس بیڈ پر
آلتی پالتی مارے بیٹھی۔ حوریہ کی آنکھوں سے آنسو
ٹوٹ کر رخسار پر بہنے لگے۔ میں بہت بری ہوں۔ میری
وجہ سے میرا بھائی چلا گیا۔ ہاشم کو گولی لگی۔
میں کبھی خود کو معاف نہیں کر پاؤں گی۔ حوریہ چہرے
پر ہاتھ رکھے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کوئی نہیں ہے
میرا

لالا مجھے اکیلا چھوڑ گئے۔ نہیں حوریہ، ایسا نہیں کہتے، ہر
انسان سے غلطی ہوتی ہے۔ تم سے بھی ہو گئی۔

تم خود کو قصور وار نا سمجھو۔ آئزہ اس کے آنسو صاف
کرتے ہوئے بولی۔ حوریہ نے نم آنکھوں سے آئزہ کا
سفید گلابی چہرہ۔ تم سب بہت اچھے ہو۔ حوریہ اس کے
گال چھو کر بولی۔

آئزہ کھکھلا کر ہنسی۔ تم بھی بہت اچھی ہو۔ دیکھنا تمہارے
لیے کوئی شہزادہ آئے گا۔ جو تمہاری آنکھوں میں کبھی
آنسو نہیں آنے دے گا۔ بلکل میرے شاہ کی طرح۔
آئزہ کی بات پر حوریہ مسکرا کر کھانا کھانے لگی۔ تھوڑی
دیر میں آئزہ ٹرے لے کر باہر نکلی۔ اور کچن کی طرف
بڑھ گئی۔

عاصم یار کہاں لے کر جا رہے ہو۔ حویلی چل۔ عاصم
سوات کی حدود میں داخل ہوتے۔ گاڑی کو جنگل کے
راستے کی طرف لے کر بڑھا۔ بالاج جو عاصم کے ساتھ
بیٹھا تھا۔ گاڑی کو جنگل کے راستے کی طرف لے جاتے
دیکھ کر فوراً بولا۔ جس پر عاصم نے گھور کر دیکھا۔ ایک
ایجنٹ کو ٹریننگ میں یہی ہی سکھایا جاتا ہے۔

وہ خطروں سے کھیل کر آگے بڑھے۔ اسی لیے تیری
عقل ٹھکانے لگانے کے لیے مجھے یہ راستہ چلنا پڑا۔ عاصم
نے بالاج کو ہستے دیکھ کر بولا۔ جس پر بالاج فوراً منہ بنا
گیا۔ احمد جو پیچھے بیٹھا۔

سوئی ہوئی نور کے بالوں میں ہاتھ چلا رہا تھا۔ بالاج کی
شکل دیکھ کر قہقہہ لگا اٹھا۔ جس مقصد کے لیے اتنے دن
عاصم اسلام آباد روکا۔ کچھ تو لوگ پکڑے گئے۔ سمگلنگ
کرتے ہوئے۔ پر اس گینگ کی لیڈی بوس ہاتھ لگتے لگتے
رہ گئی۔ کمینے! ٹھہر کی۔ اگر تو اپنے دشمن کے ساتھ بیٹھ کر
پکوڑے نا کھا رہا ہوتا۔ تو آج وہ ہمارے ساتھ ہوتی۔

پر تجھے لائن مارنے سے فرصت ملے۔ تو دشمن کو پہچان
سکتا۔ کیسے ہاتھ پر ہاتھ مار کر پکوڑے کھا رہا تھا۔ جیسے
سالوں پہلے بچھڑی محبوبہ مل گئی ہو۔ وہ تجھے بیوقوف بنا

کر چلی گئی۔ اور تو پکوڑے کھاتا رہ گیا۔ یارر! اب بس کرو مجھے کیا پتا تھا۔

وہ لیڈی اس گینگ کی بڑی چورنی نکلے گی۔ چونا لگا کر چلی گئی۔ بالاج احمد کی بات کاٹتے ہوئے فوراً بولا۔ جس پر احمد اور عاصم کا گاڑی میں جاندار قہقہہ گونجا۔

ان کے قہقہے کی وجہ سے سوئی ہوئی نور ہڑبڑا کر فوراً اٹھی۔ یہ آپ لوگ جنات کی طرح کیوں بس رہے ہو۔

نور کی بات پر عاصم اور احمد کی ہنسی کو بریک لگی۔

جس پر بالاج کی ہنسی نکلی۔ میری پیاری بھابھی جنات کی
طرح نہیں بندروں کی طرح قہقہے لگا رہے ہیں۔

اب ایک لڑکی مجھ معصوم کو پکوڑوں کا لالچ دے کر
پتلی گلی سے نکل گئی۔ یہ لوگ میرا غم باٹنے کی بجائے مجھ
پر ہنس رہے ہیں۔ بالاج معصوم سی شکل بنا کر بولا۔ جس
پر نور کی کھکھلاہٹ گونجی۔ احمد نے اپنی معصوم بیوی کی
طرف دیکھا۔ اور پھر بالاج کی طرف بھابھی آپ بھی
ہنس رہی ہیں۔ رو کو گاڑی مجھے آپ لوگوں کے ساتھ
نہیں جانا۔

بالاج میرے پیارے بھائی میں تھوڑا تمہاری بات پر ہنس
رہی تھی۔ نور بالاج کا بجا چہرہ دیکھ کر بولی۔ گڑیا! تم
ریلیکس ہو جاؤ۔ یہ کمینہ کہی نہیں جانے والا۔ اسے پتہ نا
ہم حویلی پہنچ گئے ہے۔ اسی وجہ سے اترنے کی دھمکی
دے رہا ہے۔ عاصم ایک نظر نور کو دیکھ کر بالاج کی
طرف گھوری سے دیکھ کر بولا۔

کیا مطلب ہم حویلی پہنچ گئے۔ پر تم تو جنگل کے راستے
لے کر آرہے تھے۔ تیری شکل دیکھ کر مجھے ٹرن لینا پڑا۔
عاصم گاڑی کارپوچ میں روکتے بولا۔ اور فوراً باہر نکلا۔ اور
سب بھی باہر نکلے۔ نور نکل کر فوراً بالاج کی طرف گئی۔
تم ناراض ہو۔ نہیں بھا بھی میں کیوں ناراض ہوں گا۔

بالاج نور کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر بولا۔ جس پر نور
کیا سب مسکرا اٹھے۔ بالاج تم نور کو اندر لے جاؤ۔
ہم آتے ہیں۔ احمد نور کے سر پر بوسہ دیتے بولا۔ جس پر
بالاج نور کو اندر لے کر بڑھ گیا۔ احمد نور کے ماما، بابا کے
بارے میں اسے بتا دیا۔

نہیں عاصم میں نے اسے نہیں بتایا۔ وہ اتنا خوش ہے۔
جب میں اسے بتاؤں گا۔ اس کے پیرنٹس اب اس دنیا
میں مہیں رہے۔ وہ خود کو نہیں سنبھال پائے گی۔ میں
ابھی فلحال اسے نہیں بتا سکتا۔ اچھا سا موقع دیکھ کر بتا
دوں گا۔ احمد عاصم کے ساتھ اندر بڑھتے ہوئے بولا!

عاصم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ بتا دے، یہ ناہو۔
وہ کہی سے سنے۔ جو تیرے لیے مشکل ہو جائے، اپنی
بیوی کو سنبھالنا۔

عاصم کہہ کر ڈائینگ روم کی طرف بڑھا۔ جہاں سے ہسنے
کی آوازیں آرہی تھیں۔ احمد بھی اس کے پیچھے بڑھا۔ نور
جو مسکان بیگم! کے سینے سے لگی۔ گاڑی میں ہوئے سنگین
مسئلہ سنارہی تھی۔ جس پر سب ہنس ہنس کر پاگل ہو
رہے تھے۔ بالاج ایک طرف عالیان کے ساتھ بیٹھا۔
خود بھی پھیکا پھیکا ہنس رہا تھا۔

کوئی بات نہیں بیٹا۔ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کوئی لڑکی کسی
لڑکے کو پکوڑوں کی آفر دے۔ تو وہ کہاں پیچھے رہ سکتا
ہے۔ مہک بیگم! بالاج کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولی۔
کچن سے نکلتی آئزہ پکوڑوں کی پلیٹ پکڑے۔

بالاج کی طرف بڑھی۔ یہ لے لالا آپ یہ پکوڑے
کھائے۔ اس چڑیل کی آفر سے تو اچھے ہے۔ نہیں! اب
سوچ لیا ہے۔ اب بھی پکوڑے نہیں کھاؤں گا۔ ان
پکوڑوں کی وجہ سے آپ کالا بہت ذلیل ہو گیا ہے۔
بالاج اندر آتے عاصم اور احمد کو دیکھ کر بولا۔ آئزہ نے
بھی بالاج کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ سامنے

عاصم کو آتے دیکھ کر غصے سے منہ پھیر لیا۔ آئزہ کی اس حرکت پر عاصم کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
اسلام و علیکم !

عاصم اور کاوش نے سب کو ایک ساتھ سلام کیا۔
و علیکم اسلام !

علیان نے احمد کے سر پر ہاتھ رکھا۔ عاصم بھی عالیان صاحب سے پیار لے کر اپنی دونوں خالہ کی طرف بڑھا۔
اور سلام کی۔ کیسا ہے میرا بچہ۔ حویلی سے نکلتے وقت ارادہ کر کے جاتا ہے۔ کہ حویلی کال ہی نہیں کرے گا۔
مہک بیگم! عاصم کے سر پر بوسہ دیتی بولی۔ نہیں خالہ ایسی بات نہیں ہے۔ جہاں ہم تھے وہاں نیٹ کا ایشیو تھا۔

عاصم نامیشہ کے سر پر ہاتھ رکھتے بولا۔ اور اپنی مام کی
طرف بڑھا۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔ سعدیہ بیگم
! نے عاصم کے سر پر ہاتھ رکھا۔ میرا بیٹا۔ وہاں جا کر بھول
ہی جاتا ہے۔ کہ گھر میں ایک عدد ماں، اور بیوی بھی رہتی
ہے۔

مام! میں بالکل نہیں بھولتا۔ آپ دونوں میں تو عاصم شاہ
کی جان بستی ہے۔ عاصم اپنی مام کو اپنی باہوں کے حصار
میں لیا۔ اور سامنے اپنی چھوٹی سی بیوی کو دیکھ کر بولا۔ جو
غصے سے پلیٹ میں چھیچ پھیر رہی تھی۔ بالاج آئزہ کی
طرف جھکے بولا۔ بھابھی آپ بالکل نا اپنے شاہ

سے بات نا کرنا۔ فل والی ناراضگی دکھانا۔ آپ فکرنا
کرے میں فل والی ہی ناراضگی دکھاؤں گی۔ آئزہ
مسکراتے ہوئے بولی۔ پاس کھڑے احمد کے لبوں پر بھی
مسکراہٹ پھیلی۔ اور نور کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا۔
ہاشم کیسا ہے۔ احمد ہاشم کو ناپا کر فوراً بولا۔ ٹھیک ہے۔
آرام کر رہا ہے۔ تم لوگ صبح مل لینا عاصم بیٹھو تم بھی
کھانا کھاؤ۔ مسکان بیگم! عاصم کو کھڑے دیکھ کر بوی۔
عاصم سر اثبات میں ہلاتے بیٹھ گیا۔

سب نے کھانا شروع کیا۔ کھانے کے دوران عاصم کی
نظریں آئزہ کی طرف اٹھ رہی تھی۔ جو نظریں جھکائے

صرف کھانے سے انصاف کر رہی تھی۔ عاصم کھانا کھا کر
اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔

عایان صاحب بھی کھانا کھا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ
گئے۔ نور کے آنے کے اب گھر میں رونق رہے گی۔

سعدیہ بیگم اسے دیکھتے بولی۔ جو کھانا کھاتے ہوئے، بھی

بولی جا رہی تھی۔ جس پر سب مسکرا دیتے تھے۔ بالاج

بیٹا اب تمہیں بھی شادی کر لینی چاہیے۔ ٹھیک کہاں!

آنٹی اب لگتا ہے مجھے شادی کر لینی چاہیے۔ جو ٹھہر کی والا

ٹیگ مجھ پر لگا ہے۔ اس کو بھی تو ہٹانا ہے۔ بالاج کی بات

پر مسکان بیگم مسکرا نے لگی۔ احمد نے گھور کر دیکھا۔

تھوڑی دیر میں سب لوگ کھانا کھا اپنے اپنے کمروں کی
طرف بڑھ گئے۔ احمد اور بالاج بھی۔ آئزہ کچن میں
کھڑی مسکان بیگم کو دیکھنے لگی۔

آئزہ تم بھی جاؤ روم میں۔ یہاں کیا کر رہی ہو۔ وہ خالہ
جانے لگی تھی۔ آپ کو دیکھ کر رک گئی۔ لائے میں باقی
کے برتن واش کر دوں۔ نہیں میں کر لوں گی۔ تم جاؤ۔
ٹھیک ہے۔ آئزہ بھی سر اثبات میں ہلاتے اپنے کمرے کی
طرف بڑھ گئی۔ عاصم جو فریش ہو کر ڈریسنگ کے سامنے
کھڑے بالوں میں بریش کر رہا تھا۔ آئزہ کو اندر داخل
ہوتے دیکھ کر مسکرایا۔ آئزہ عاصم کو بنا دیکھے بیڈ پر کمبل

خود پر اوڑ کر لیٹ گئی۔ عاصم نے آئزہ کے لمبے سلکی بال
دیکھے۔

جو اس کی پشت پر بکھرے تھے۔ عاصم بھی فوراً آئزہ کے
ساتھ بیڈ پر لیٹا۔ اور ایک ہی جھٹکے سے آئزہ کا چہرہ اپنی
طرف کیا۔ آئزہ نے غصے سے عاصم کو دیکھا۔ یہ کیا
حرکت ہے۔

چھوڑے مجھے سونا ہے۔ آئزہ عاصم کو خود سے دور دھکیلنے
لگی۔ جس پر عاصم نے بہت بے باکی سے خود کے ساتھ
لگایا۔ میری جان! سو جانا پہلے میں اپنی روٹھی ہوئی بیوی کو
تو منالوں۔ عاصم آئزہ کی گردن پر لب رکھے بولا۔ اور

ایک ہاتھ سے آئہ کی دھڑکنوں کو دبائے لگا۔ عاصم کی
اس حرکت پر آئہ کا چہرہ سرخ پڑا۔

آپ ہر دفعہ ہی ایسے کرتے ہے۔ پر اب بالکل نہیں
مانوں گی۔ جو مرضی کرے۔ آئہ بھی غصے سے عاصم
کے سینے کے بالوں کو ہاتھ سے کھینچتے ہوئے بولی۔ عاصم کا
قہقہہ کمرے میں گونجا۔ دیکھ لو شاہ کی جان! اگر میں
منانے پر آیا۔ تو حد کر اس کر جاؤں گا۔ آئہ نے غصے
سے عاصم

کو گھورا۔ شاہ! دور بیٹے مجھ سے۔ میں ناراض ہوں۔ آپ
سے۔ گھینڈے کہی کے۔

وات گھینڈا کہاں تم نے مجھے۔ اب دیکھنا گھینڈی یہی
گھینڈا تمہاری سانسیں کیسے کھینچتا۔ عاصم ایک دم آثرہ
کے اوپر ہوتے۔ آثرہ کے لبوں کو اپنے لبوں میں دبایا۔
اور شدت سے سک کرنے لگا۔

آثرہ پھڑپھڑا کر رہ گئی۔ عاصم شدت سے آثرہ کے
ہونٹوں کی نمی پینے لگا۔ آثرہ اب رو دینے کو تھی۔ عاصم
نے ترس کھا کر اس کے لبوں کو چھوڑا۔ آثرہ تو غصے سے
مو کے برسانے لگی۔ اب بہت بُرے ہے۔ شاہ۔ ایسے
کون کرتا۔ مجھے جلن ہو رہی ہے۔ آثرہ کے آنسو بہنے
لگے۔ جس پر عاصم نے فوراً

آئزہ کو سینے سے لگایا۔ شاہ کی جان! ناراضگی دیکھانے سے پہلے سوچنا تھا۔ عاصم اس کے لبوں پر اپنی زبان پھیرتے ہوئے بولا۔ آئزہ نے نم نگاہوں سے عاصم کی طرف دیکھا۔ جو آپ خود اتنے دنوں بعد آئے ہے۔ میں اب ناراض بھی نہیں ہو سکتی۔ آئزہ شکایتی انداز میں بچوں کی طرح بولی۔ بالکل نہیں! میں بالکل برداشت میری آئزہ ناراضگی دیکھائے۔ عاصم اس کی شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے بولا۔ آئزہ سانس روکے دیکھنے لگی۔ عاصم نے آئزہ کی شرٹ ریمو یو کی۔ اور اس کی دھڑکنوں پر جھک گیا۔ تمہارے شاہ کا اتنا بڑا دل نہیں ہے۔ جو تمہاری ناراضگی افورڈ کر سکے۔ عاصم اس کے پیٹ پر لب رکھتے بولا۔

آئزہ نئے سک کر عاصم کے بالوں میں انگلیاں چلائی۔
عاصم مسکراتے ہوئے۔ آئزہ کے وجود سے باقی پردے
آزاد کرتے۔ اس کی گہرائیوں میں شدت سے اتر ا۔ آہہ
!شاہ۔ آئزہ کی چیخ کمرے میں گونجی۔ شاہ کی جان! اب
اپنے شاہ سے ناراض ہوگی۔ عاصم لذت کی انتہا پر
مسکراتے ہوئے بولا۔

آئزہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ عاصم نے آئزہ کے آنسو
اپنے لبوں سے چنے۔ تمہارے یہ آنسو شہد سے بھی میٹھے
ہے۔ عاصم اس کے لبوں پر جھکتا بولا۔

اب آئزہ بھی عاصم کا ساتھ دینے لگی۔ دونوں ایک
دوسرے کے ہونٹوں کی نمی پینے لگے۔ تمہارے ان
ہونٹوں کا جام پیتے پیتے کئی اور دنیا میں نکل جانا یہ الگ ہی
مزا ہے۔ عاصم کی بات پر آئزہ شرم سے پلکیں جھکائے
مسکرا نے لگی۔

ہائے، قربان جائے تمہارا شاہ تمہاری اس مسکراہٹ پر
عاصم اس کی دھڑکنوں پر لب رکھے خمار لہجے میں بولا۔
اور ایک دفعہ پھر آئزہ کی سسکیاں نکلوانے لگا۔ جس پر
آئزہ عاصم کی کمر پر ہاتھ چلانے لگی۔

عاصم مسکراتے ہوئے۔ آئزہ کے لبوں پر جھکا۔ اور
شدت سے پینے لگا۔ بڑھتی رات کے ساتھ عاصم کی
دیوانگی بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ دیوانگی کبھی شدتوں پر
اتر آتی۔ کبھی نرم بوسوں پر اتنی سردی میں دونوں ایک
پینے کے نہلا چکے تھے۔ عاصم سیدھا ہوتا آئزہ کے سر کو
اپنے سینے پر رکھتے، آنکھیں موندی۔
آئزہ بھی مسکراتے ہوئے۔ عاصم کے گرد بائیں پھیلا کر
آنکھیں موند گئی۔ عاصم نے مسکرا کر اس کے بالوں پر
لب رکھے۔ میری آئزہ اپنے شاہ سے کبھی ناراض ہو ہی
نہیں سکتی۔ عاصم سوچ کر مسکرایا۔ اور شدت سے آئزہ
کو خود کے ساتھ لپٹایا۔

نامیشہ فریش ہو کر واش روم سے نکلی۔ بلیک کلر کا نائیٹ
ڈریس پہنا ہوا تھا۔ فل سیولیو لیس اور گاؤن ڈریسنگ روم
کے اندر صوفے پر پڑی تھی۔ نامیشہ ابھی ڈریسنگ روم
کا دروازہ ہی کھولا تھا۔ کھڑکی کھلنے کی آواز پر فوراً پلٹی
چہرے کا رنگ زرد پڑا۔ اور نظریں سامنے کھڑکی پر ہی
جم گئی۔ جہاں ضرغام کھڑکی کھولے اور ایک ہاتھ کھڑکی
کے شیشے پر رکھے، گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ نامیشہ
کا دروازے سے یک دم ہاتھ پھیلا۔ اور فوراً خود کو گرنے
سے بچایا۔

آ۔۔۔ آپ۔۔۔۔۔ آپ یہاں۔۔۔۔۔ نامیشہ لڑکھڑاتی
زبان سے بامشکل بولی۔ ضرغام نے مسکراتے ہوئے
ایک قدم آگئے بڑھایا۔ نامیشہ نے فوراً ایک قدم پیچھے
لیا۔ اور بھاگ کر ضرغام کے دوسری سائیڈ سے نکل کر
بیڈ کی طرف بھاگی۔ ضرغام بھی جلدی سے نامیشہ کی
طرف بڑھا۔

ہے امریکن پری کہاں! دیدار تو کرواؤ اپنے سوہنے
مکھڑے کا۔ یوں ادائیں دیکھانے سے کچھ نہیں ہو گا۔
پاس آؤ تمہیں اس حلیے میں دیکھ کر تعریفوں کے پل
باندھنے کا دل کر رہا ہے۔

میں پاس نہیں آنے والی مسٹر! کھڑکی سے آئے ہے۔
وہی سے پلٹ جائے، ورنہ میں نے آپ کو خود دھکا دے
دینا ہے۔

نامیشہ بیڈ پر چڑھتے ضرغام کی بات سنتے فوراً اپنی چھوٹی
انگلی دکھا کر بولی۔ ضرغام نے پہلے اس کی چھوٹی سی انگلی کا
بغور جائزہ لیا۔ اور پھر اوپر سے نیچے نامیشہ کو گھورنے لگا۔
نامیشہ اس کی بے باک نظریں خود پر محسوس کرتی فوراً
تکیہ خود کے آگے کیا۔ ضرغام کا کمرے میں زور دار
قہقہہ گونجا۔

نامیشہ اسے پاگلوں کی طرح ہستے دیکھ کر کمرے میں
نظریں دوڑانے لگی۔ نامیشہ تکیہ چھوڑے ضرغام کی
طرف بڑھتے فوراً اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔ پاگل ہے۔
آپ ایسے کون ہوتا ہے۔ اگر کوئی آگیا تو میں کیا جواب
دوں گی۔ ضرغام نے نامیشہ کا ہاتھ ہٹا کر لبوں سے لگایا۔
نامیشہ پل میں سرخ ہوئی۔

اسی انگلی سے مجھے دھمکیاں دے رہی تھی۔ مجھے کھڑکی
سے دھکا دے دو گی۔ میں نے کب آپ کو دھمکیاں
دی۔ نامیشہ ضرغام کی بات کاٹتے ہوئے، آنکھوں کو
چھوٹا کرتے بولی۔ ٹیچی جتنی تمہاری زبان ہے۔ اگر کوئی
دیکھ لے گا۔ تو تم ہینڈل کر لینا۔ ضرغام نامیشہ کی کمر میں

ہاتھ ڈالے بولا۔ ضرغام کی بات پر نامیشہ نے اپنے نچلے
لب کو بے دردی سے دانتوں تلے دبایا۔ اسے خود نہیں پتا
چلا۔ وہ اتنا کچھ کیسے بول گئی۔ یا پھر محبت کا اثر تھا۔۔۔

جو وہ قبول کر گئی تھی۔

میری جان! بلکل نہیں ان ہونٹوں پر میرا بھی کوئی حق
نہیں۔ پھر بھی میں تمہیں انہیں کچلنے نہیں دوں گا۔

ضرغام نامیشہ کا دانتوں سے ہونٹ ہٹاتے بولا۔ جو کچلنے کی
وجہ سے لال ہو گیا تھا۔ نامیشہ سرخ چہرے سے ضرغام کی

آنکھوں میں دیکھتے فوراً نظریں جھکا گئی۔ آپ جائے
یہاں سے، نامیشہ نظریں جھکاتے ہوئے بولی۔ پہلے مجھے
دیدار تو کرنے دو۔ جو بلیک نائیٹ ڈریس میں حسن کا پری
پیکر لگ رہی ہو۔

ضرغام اس کے بلیک ڈریس میں سفید چمکتے بازو دیکھ کر
بولا۔ نامیشہ نے فوراً بازو پیچھے کیے۔

ضرغام نے مسکراتے ہوئے فوراً نامیشہ کے بازو کو آگے
کر کے شدت سے چومنے لگا۔

میری جان! جب سے تمہیں دیکھا۔ میری راتوں کی نیند
چرا کر لے آئی ہو۔

اب تمہارے ضرر کو تمہاری ان باہوں میں ہی نیند آئے
گی۔ اب خود کو کنٹرول کرنا مشکل ہے۔

تمہیں دلہن کے روپ میں دیکھنے کے لیے میں کتنا ٹرپ
رہا ہوں۔ یہ تم میری حالت سے باخوبی اندازہ لگا سکتی ہو۔
میں کل ہی آؤں گا۔ مام اور ماموں کو لے کر، نامیشہ نے
اپنے چھوٹے چھوٹے آپس میں مسلے۔ جب جب ضرغام
شادی کی بات کرتا تھا۔ نامیشہ ایسے ہی پریشانی سے اپنے
ہاتھ مسلتی تھی۔ کیا ہو امیری جان! گھبرا کیوں رہی ہو۔

ضرغام اس کے ماتھے پر آئے بال پیچھے کرتے ہوئے
بولا۔ کیا تم خوش نہیں ہو۔ ضرغام اس کی آنکھوں میں
نمی دیکھ کر بولا۔

نہیں وہ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ اگر آپ نے شادی کے بعد
مجھے پڑھنے نہیں دیا تو۔ نامیشہ روتے ہوئے بولی۔ تمہیں
کیوں ایسا لگ رہا ہے۔ کہ میں تمہیں پڑھنے سے منع
کروں گا۔ ضرغام اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے
بولا۔ بلکہ میں تمہیں کالج خود چھوڑنے جاؤں گا۔ اگر
کہتی ہو تو، تمہارا ٹیچر

بھی بن سکتا ہوں۔ نائیکیشہ نے چونک کر ضرغام کی طرف
دیکھا۔ آپ میرے ٹیچر بن گئے۔ نائیکیشہ ہستے ہوئے
بولی۔ ضرغام کے لبوں پر بھی مسکراہٹ ڈھلی۔ قبول ہے
پھر، آئیڈیابرا نہیں ہے ضرغام اسے ایسے ہتے دیکھ کر
بولا۔

بلکل برا ہے۔ آپ ٹیچر بن گئے، تو وہاں لڑکیاں آپ کو
گھور گھور کر دیکھے گی۔ پھر ہماری حکومت آپس میں لڑائی
ہو جایا کرے گی۔ نائیکیشہ معصومیت کی انتہا پر انتہائی سرد
لہجے میں بولی۔

باتوں سے نہیں لگتا کہ تم سولہ کی ہو۔ ضرغام نامیشہ کے
چہرے پر جھکے بولا۔ میں سترہ کی ہو گئی ہو۔ نامیشہ بھی
ضرغام کی بات پر فوراً بولی۔ ضرغام نے بامشکل اپنی ہنسی
کنٹرول کی۔ تم واقعے میں ہی بہت معصوم ہو۔

جائے نا کوئی آجائے گا۔ دیکھے ٹائم کتنا ہو گیا ہے۔ نامیشہ
کلاک کی طرف دیکھتے بولی۔ جہاں رات کے بارہ بجے
تھے۔ چلا جاتا ہوں۔ اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ تھوڑا سا
پیار تو وصول لوں۔

ضرغام اس کے گال پر لب رکھے بولا۔ نامیشہ کی آنکھیں
کھل گئی۔ جب ضرغام نے اس کی دھڑکنوں پر لب

رکھے۔ کھڑکی کی طرف بڑھا۔ نامیشہ کو سمجھنا آئی اس
کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ ضرغام نے کھڑکی سے نیچے اترتے
ہوئے، نامیشہ کو اپنی پوکٹ سے نکال کر بین مارا۔
نامیشہ ہوش میں آتی ضرغام کو دیکھنے لگی۔ ضرغام اسے
فلائینگ کس اچھالتے کھڑکی سے نیچے کودا۔ نامیشہ حیران
نظروں سے کھڑکی کو دیکھنے لگی۔ جہاں سے وہ کودا تھا۔
ضرغام نیچے اترتے لان کے پچھلے گیٹ کی طرف بڑھا
گیا۔

ہیزل بیڈ پر لیٹی کروٹ پر کروٹ بدل رہی تھی۔ دل
بہت گھبرا رہا تھا۔ ابھی تو ڈلیوری میں بہت وقت تھا۔
خان! بہرام جو سویا ہوا تھا۔ ہیزل کی آواز پر فوراً اٹھ کر
بیٹھا۔ کیا ہوا خان کی جان! تم ٹھیک ہو۔ بہرام فکر مند
لہجے میں بولا۔ ہیزل نے نفی میں سر ہلایا۔ اور آنکھوں
سے

آنسو بہنے لگے۔ بہرام فوراً ہیزل کے پاس ہوا۔ کیا ہوا
ہیزل، میری جان! میری خاناں اپنے خان کو بتاؤ۔ بہرام
ہیزل کو خود کے ساتھ لگاتے بولا۔ خان! مجھے نیند نہیں آ
رہی۔ میرا دل بہت گھبرا

رہا ہے۔ ہیزل سوں سوں کرتی بولی۔ بہرام اسے فوراً گود
میں اٹھائے۔ ٹیرس کی طرف بڑھا۔ ٹیرس میں قدم
رکھتے ہی۔ ایک سرد ہوا کا جھونکا ہیزل کو اپنے جسم پر
پڑتا ہوا محسوس ہوا۔

اور لمبی سی سانس لی۔ بہرام نے مسکراتے ہوئے ہیزل
کرلیوں پر اپنے لب رکھے۔

کیسا محسوس ہو رہا ہے۔ میری خاناں کو۔ اب تو نہیں دل
گھبرا رہا ہے۔ میری گھولوں مولوں خاناں۔ بہرام اس

کے بھرے بھرے وجود کو دیکھا۔ ہیزل نے گھور کر
بہرام کو دیکھا۔

بہرام نے مسکراتے ہوئے ہیزل کو سینے سے لگایا۔ میں
ٹھیک ہوں خان! ہیزل نیچے دیکھتے ہوئے بولی۔ جہاں
ضرغام گاڑی سے اتر کر اندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔
خان! اندر چلے مجھے سردی لگ رہی ہے۔ ہیزل بہرام
کے سینے میں گھستے ہوئے بولی۔ اتنی جلدی سردی بھی
لگنے لگ گئی۔ سردی تو واقعے میں ہی لگ رہی تھی۔ پر
بہرام ہیزل کی طبیعت کی وجہ سے باہر لے آیا تھا۔

ورنہ وہ اتنی سردی میں کبھی یہاں نالے کر آتا۔ کیا تم
ٹھیک ہو۔ بہرام اسے بازو کے حصار میں لیے اندر کی
طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ ہیزل نے اثبات میں سر ہلایا۔
بہرام نے مسکراتے ہوئے۔ ہیزل کو باہوں میں اٹھا کر
بیڈ پر لٹایا۔ اور خود بھی ساتھ لیٹ گیا۔

خان! مجھے ہاشم لالا سے ملنا ہے۔ آپ نے کہاں تھا، لے
کر جائے گئے۔

میری خاناں سوری! میں بھول گیا۔ صبح ہر حال میں لے
کر جاؤں گا۔ بہت خاص دن ہے صبح۔ بہرام نے
مسکراتے ہوئے کہاں۔ ہیزل نے حیران نظروں سے

بہرام کو دیکھا۔ ایسا کیا خاص دن ہے۔ جو آپ خوش ہو
رہے ہیں۔ صبح پتہ چل جائے گا۔ بہرام بولتے ہی ہیزل
کے لبوں پر جھکا۔ ہیزل اس اچانک افتاد میں گھبرا گئی۔
بہرام نرمی سے ہیزل کے ہونٹوں کی نمی پی رہا تھا۔

ہیزل نے بہرام کو دور کرنا چاہا۔ پر بہرام نے ہیزل کے
ہاتھوں کو پکڑ کر تکیے سے پین کیا۔

ہیزل کی مدد ہم سی سکی کمرے میں گوی بھی۔ بہرام
ہیزل کی سکی سنتے پھر سے ہیزل کے لبوں پر جھکا۔
ہیزل نے بھی بہرام کا نچلا لب اپنے دانتوں سے کھینچا۔

جس پر بہرام فوراً ہیزل کو نرمی سے اپنے اوپر کر گیا۔
ہیزل بہرام کے اوپر لیٹے شدت سے ہونٹوں کو سک
کرنے لگی۔

بہرام مسکراتے ہوئے۔ ہیزل کو دیکھ رہا تھا۔ ہیزل نے
بھی بہرام کے لبوں کو چھوڑتے پہلے ہونٹوں کی طرف
دیکھا۔ جو سرخ ہو چکے تھے۔

اور بہرام کی طرف دیکھا۔ جو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا
تھا۔ ہیزل فوراً سیدھی ہو کر لیٹی۔ بہرام نے فوراً ہیزل
کے گرد

بازو حائل کیے۔ میری جان! قربت کے لمحات میں تم بھی
حدیں پار کر جاتی ہوں۔ بہرام نے اپنے جلن ہوتے لبوں
پر انگوٹھا پھیرا۔

ہیزل نے شرم سے فوراً بہرام کے سینے میں چھپی۔ بہرام
کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔ میری شرمیلی خاناں !
بہرام ہیزل کو خود کے ساتھ لگائے۔ آنکھیں موند گیا۔

نور میری جان! میرے کپڑے نکال دو۔ مجھے کہی جانا
ہے۔ احمد کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ نور جو بیڈ

پر لیٹی ہاتھوں میں بک لیے پڑھ رہی تھی۔ احمد کی آواز پر
نور فوراً

اٹھ کر بیٹھی۔ کون سا نکالوں ڈریس۔ کہاں جا رہے ہیں۔
اگر آپ اسلام آباد جانے کی بات کر رہے ہیں۔

تو میں نہیں نکال رہی کپڑے۔ نور منہ بناتے ہوئے۔ فوراً
بولی۔

احمد مسکرا کر نور کے پاس آیا۔ میری جان! عاصم کے
ساتھ ڈیرے جا رہا ہوں۔

اس لیے بولا۔ احمد نور کی ٹھوڑی چومتے ہوئے بولا۔ تو
ایسے ہی چلے جائے۔ کپڑے بدلنے کی ضرورت نہیں۔
نور بیڈ پر لیٹے پھر سے ناول پڑھنے لگی۔ نور یہ کیا پڑھ رہی
ہو۔ احمد اس کے ہاتھ میں ناول دیکھتے بولا۔ ناول پر رہی
ہوں۔ آئزہ بھابھی کی لائبریری سے لے کر آئی ہوں۔
ہم! احمد گھور کر نور کے ساتھ لیٹا۔ کون سا ناول پڑھا جا
رہا۔ بھابی صاحبہ نے میری بیوی کو بھی ناول پڑھنے پر لگا
دیا۔

احمد نور کے جذبات سے ناول بولا۔ ہم! عشق یارم احمد
نام کہتے ہوئے بولا۔ یہ ناول ذرا سائیڈ پر رکھو۔ پہلے اپنے
شوہر کی حالت تو دیکھو۔

تمہارے ان ہونٹوں کو چومنے کا شدت سے دل کر رہا
ہے۔ احمد نور کے ہونٹوں پر جھکتے بولا۔ نور سانس روکے
آنکھیں بند کی۔

احمد شدت سے نور کے ہونٹوں پر اپنی تشنگی مٹانے لگا۔
سانس لو۔ میری جان! کیوں سانس روک کر مجھے بے
چین کر دیتی ہو۔

احمد نور کو سانس نالیتے دیکھ کر بولا۔ احمد کی آواز پر نور
نے بامشکل سانس لیا۔

نور کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ احمد پریشانی سے نور
کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

کیا ہوا نور تم ٹھیک ہو۔ احمد جھکتے ہوئے۔ اپنے لبوں سے
نور کے آنسو چنے۔

احمد! نور نے نم آواز سے پکارا۔ جی احمد کی جان! حکم
فرمائے۔ احمد نور کی پکار پر مسکراتے ہوئے بولا احمد آپ
نے کہاں تھا۔ مجھے میرے ماما، بابا سے ملوائے گئے۔ نور

کے لبوں سے ماما، بابا سنتے احمد پریشان ہوا۔ اور نور کے
چہرے کو دیکھنے لگا۔ اور آنکھوں میں التجا دیکھ کر احمد کو
اپنا دل بند ہوتے ہوئے محسوس ہوا۔ وہ کیسے بتاتا کہ اس
کے ماں باپ کی وفات ہو چکی ہے۔ نور کی طبیعت کا خیال
آتے ہی، وہ چھپا جاتا تھا۔

سب لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ ہر ایک کی ضرغام پر نظریں
جمی تھی۔

ظہر عام نظریں جھکائیں حاکم خان اور اپنی مام رانیہ خان
کے درمیان بیٹھا تھا۔ بر خودار کچھ شرم کرو۔ وہ بچی
ہے ابھی۔ نانا جان! سترہ سال کی ہو گئی ہے۔ اب وہ بچی
نہیں رہی۔ اور میرا آخری یہی فیصلہ ہے۔ میرا فیصلہ
نہیں بدلنے والا۔ اس حویلی میں نامیشہ ہی میری دلہن بن
کر آئے گی۔ اگر آپ کو رشتہ لے کر نہیں جانا۔ تو میں
خود ہی چلا جاتا ہوں۔

ضرغام دانتوں نیچے زبان دبا کر نظریں جھکائے ہی بولا۔
اسے پتا تھا۔ حاکم نانا! کا کیسار یکشن ہو گا۔ حاکم خان
ضرغام کی بات سنتے فوراً اس کے کندھے پر چماٹ لگائی۔
بہرام اور دامیار صوفے پر بیٹھے اپنی ہی کو دبانے کی

کوشش کر رہے تھے۔ ضرغام مجھے تجھ سے یہ امید نہیں
تھی۔

میرے پوتے تو انتہا کے بے شرم ہے۔ اپنی عمر سے دس
دس سال چھوٹی عمر کی لڑکیوں سے نکاح کر کے حویلی میں
قید کر کے رکھا ہے۔ اور میرا نواسا بے شرمی کی حدیں پار
کر کے اپنا رشتہ خود مانگنے جا رہا ہے۔ کمینوں سب کے
سب ٹھہر کی ہو۔ کوئی شک نہیں حاکم نانا۔ آپ کا خون
ہے۔ جوش

تو مارے گا۔ ٹھیک کہاں نادا میار لالا۔

ضرغام کی بات پر چاروں کے قہقہے لاؤنج میں گونجنے
لگے۔ حاکم خان کانوں کو ہاتھ لگا کر اندر کی طرف
بڑھے۔

بابا پھر ہاں سمجھے عدنان صاحب حاکم خان کو اندر بڑھتے
دیکھ کر بولے۔ میری طرف سے ہاں ہے۔ باقی اس کی
ماں بیٹھی ہے۔ اس سے پوچھ لو۔ وہ کیا کہتی ہے۔
حاکم خان چہرے پر مسکراہٹ سجائے بولے۔ اور
خاموشی سے اندر بڑھ گئے۔ لالا مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

میرے بیٹے کی خوشی اسی میں ہے۔ میرا انکار کرنے کا
کوئی جواز پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ویسے بھی نامیشہ میرے
ضرغام کے ساتھ ہو۔ تو چاند سورج کی جوڑی لگتی ہے۔
رانیہ ضرغام کے ماتھے پر لب رکھے بولی۔ مجھے بھی کوئی
اعتراض نہیں۔ عابیرہ بھی ضرغام کے ساتھ بیٹھتے ہوئے
بولی۔

ٹھیک پھر۔ دیر کس بات کی آج ہی چلتے ہے۔ عدنان
صاحب مسکراتے ہوئے اٹھے۔ زرینہ بیگم بھی ساتھ ہی
اٹھی۔ اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ حاجی نے بے
شرمی کا ٹیگ لگا ہی دیا ہے۔

تو تیری بارات ہمیں ہی لے کر جانی چاہیے۔ سب گاؤں
والوں کو پتا چلے بے شرمی تو خانوں میں کوٹ کوٹ کر
بڑھی ہے۔ کاوش حاکم خان کی بات یاد کرتے ہوئے
بولا۔ ایک دفعہ پھر لاؤنج میں قہقہے گونجے۔ رانیہ بیگم
پانچوں کو گھور کر اکمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اپنے بے
شرم! ٹھیک ہی کہاں ہے نانا حاکم نے۔

عابیرہ بھی ان کے جناتی قہقہے دیکھتے منہ میں بڑبڑاتی کچن
کی طرف بڑھی۔ دامیار جو عابیرہ کے ہونٹوں کو جنبش
سمجھ گیا تھا۔ وہ کیا بول کر گئی ہے۔ دامیار نے مسکراتے
ہوئے اپنی گھنی براؤن سنہری مونچھوں میں انگلیاں
پھیری۔

دامیار اٹھ کر کچن کی طرف بڑھا۔ دامیار لالا کا شاور لینے
کا ٹائم ہو گیا ہے۔ شاہ میر ہستے ہوئے بولا۔

دامیار نے گھور کر شاہ میر کو دیکھا۔ لالا میں نہیں ڈرنے
والا، آپ جتنا مرضی گھور لے۔ میرا خود کا اب شاور لینے
کو دل کر رہا ہے۔ شاہ میر زل کچن سے زل کو دیکھتے بے
باک انداز میں بولا۔

زل کے قدم وہی رک گئے۔ شرم سے چہرہ لال ٹماٹر ہو
گیا تھا۔ زل شاہ میر کو بنا دیکھے۔ اوپر کی طرف بڑھ گئی۔

بہرام اور کاوش نے وہی بیٹھے صوفے سے کشن اٹھا کر
مارے۔ کمینے! تیری زبان بالکل نہیں رکھتی۔

اب دیکھ کیا حال کرتی ہے تیرا زمل۔ جاندار اب تیرا پکا
شاہور لینا بنتا ہے۔ بہرام چہرے پر سنجیدگی لائے۔ سرد
تاثرات لیے بولا۔ ضرغام مسکراتے ہوئے، وہی صوفے
پر لیٹ گیا۔ اس سے پہلے میرے منہ سے کچھ نکلے۔
میری بیوی تو مجھے کچا چبا جائے گی۔ میں تو چلا۔ کاوش بھی
فورا اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

لالا آپ بھی جائے، ہیزل بھا بھی آپ کا انتظار کرتی ہو
گی۔ شاہ میر بھی اٹھتے ہوئے بولا۔

چھوٹے خان! نکل یہاں سے۔ بہرام کشن اٹھاتے بولا۔
شاہ میر فوراً اوپر کی طرف بھاگا۔ بہرام نے سامنے سے
ہیزل کو دیکھا۔ جو پرپل کلر کی شیفون کی فرائڈ پینے اپنی
کمر پر ہاتھ رکھے، بہرام کی طرف بڑھ رہی تھی۔ بہرام
مسکراتے ہوئے، ہیزل کی طرف بڑھا۔ ہیزل کو اپنے
حصار میں لیے صوفے پر بیٹھایا۔

اسلام علیکم!

بھا بھی ضرغام نے بھی ہیزل کو دیکھ کر سلام کیا۔ ہیزل
نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ کیا بات ہے۔ ضرغام

لالا بڑے پیارے لگ رہے ہیں۔ ضرغام نے جو بلیک
شلوار قمیض پہنی تھی۔ اوپر اوف وائٹ شال اوڑی ہوئی
تھی۔ ضرغام نے خود کو ایک نظر دیکھا۔ اور پھر
مسکراتے ہوئے جی بھا بھی! پیارا تو لگوں گا۔ آپ کی
کزن کا رشتہ جو مانگنے جا رہا ہوں۔ ضرغام کی بات پر
ہیزل نے مسکرا کر بہرام کو دیکھا۔ جیسے پوچھ رہی تھی۔
کیا یہ

سچ ہے۔ بہرام ہیزل کی آنکھوں میں تحریر پڑھتے فوراً
اس کی آنکھوں کو چوم گیا۔

سامنے سے عدنان صاحب اور زرینہ بیگم کو آتے ہوئے
دیکھا۔ اور پیچھے رانیہ بیگم کو۔ چلے اب یا ایسے ہی بیٹھے رہو
گئے۔ زرینہ بیگم ہیزل کے سر پر ہاتھ رکھتے بولی۔ جس
پر ہیزل مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔ سب کارپورچ کی
طرف بڑھ گئے۔ ضرغام نے گاڑی نکالی۔ زرینہ اور رانیہ
بیگم پیچھے بیٹھ گئی۔

عدنا صاحب ضرغام کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے۔ اور
فورا حویلی سے نکلے۔ بہرام کی گاڑی بھی ان کے پیچھے
نکلی۔

تھوڑی دیر میں سب عالیان صاحب کی حویلی پہنچے۔ لان میں عالیان صاحب اور مہک بیگم بیٹھے۔ اندر بڑھتی گاڑی کو دیکھ کر مسکرائے۔

اور پیچھے ضرغام کی گاڑی بھی داخل ہوئی۔ جس میں عالیان صاحب بیٹھے تھے۔ مہک بیگم نے حیران نظروں سے عالیان کو دیکھا۔ گاڑیاں کارپوچ میں آکر روکی۔ بہرام نے گاڑی سے اترتے ہیزل کی سائیڈ کا دروازہ کھولا۔ ہیزل مسکراتے ہوئے، گاڑی سے اتری۔ اور پیچھے گاڑی سے عدنان صاحب، زرینہ بیگم اور رانیہ بیگم اترے۔ ہیزل فوراً اپنے بابا کے سینے سے لگی۔ عالیان صاحب ہیزل کو سینے سے لگائے۔ ہیزل کے بالوں پر

لب رکھے۔ کیسا ہے میرا بچہ۔ ٹھیک ہوں بابا۔ مورے۔
آپ کیسی ہے۔ ٹھیک ہوں میری بچی اب تمہیں دیکھ کر
اور ٹھیک ہو گئی ہو۔ مہک بیگم اس کا ماتھا چومتے ہوئے
بولی۔

اسلام علیکم!

بہرام آگئے بڑھتے سلام کیا۔ عدنان اور مہک بیگم نے
مسکراتے ہوئے، بہرام کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اسلام و
علیکم! عدنان صاحب اور ضرغام نے آگئے بڑھتے سلام
کیا۔

وعلیکم اسلام!

کیسے ہے آپ عدنان صاحب عالیان ان کے گلے لگتے
بولا۔ پہلے کی طرح ٹھیک، عدنان مسکراتے ہوئے بولا۔
زرمینہ اور رانیہ بیگم مہک سے مل کر عالیان صاحب کو
سلام کیا۔ عدنان صاحب نے مسکراتے ہوئے، جواب
دیا۔ اور ضرغام کے سر پر ہاتھ رکھا۔ بیگم! مہمانوں کو
اندر لے کر جائے، یہاں ہی کھڑے رکھنے کا ارادہ ہے۔
جی جی! آئیے۔ مہک بیگم فوراً اندر لے کر بڑھی۔ اور
ڈرامینگ روم میں بیٹھایا۔

سعدیہ اور مسلکان بیگم بھی سب کو دیکھ کر ڈرامینگ روم
میں آئی۔ اور سب کو سلام کیا۔ اور وہی بیٹھ گئی۔ مسلکان

بیگم! آئیرہ کو بھلانے کا کہہ کر باہر نکل آئی۔ اور آئیرہ
کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

آئیرہ گڑیا۔ نیچے آئے، آپ کے بابا آئے ہے۔ مسکان
بیگم دروازہ بجاتے ہوئے بولی۔

آئیرہ جو عاصم کے ساتھ لیٹ کر لیٹی تھی۔ فوراً اٹھ کر
بیٹھی۔ عاصم نے گھور کر آئیرہ کو دیکھا۔ خالہ جان! آپ
چلے میں آتی ہوں۔ آئیرہ اپنا حلیہ دیکھ کر شرم سے کمر
اوڑھتے ہوئے بولی۔ جس پر عاصم قہقہہ لگا کر ہنسا۔ آئیرہ
بھی عاصم کی نقل اتارتے خود کو ڈھانپتے بیڈ سے اتری،
عاصم نے ایک

ایک ہی جھٹکے سے ڈوبتے کھینچ کر اتارا۔ جس پر آئزہ سٹل
کھڑی عاصم کو دیکھنے لگی۔ عاصم فوراً آئزہ کی طرف بڑھتے
اس کی دھڑکنوں کو مٹھی میں بڑھتے ہلکا سا دبایا۔ آئزہ فوراً
ہوش میں آکر عاصم کو سرخ چہرے سے گھورا۔ شاہ بہت
ہی بے شرم ہے، آئزہ بول کر فوراً واش روم میں جا کر بند
ہوئی۔

عاصم اپنے ہاتھوں پر آئزہ کی نرم ہٹوں کو محسوس کرتے،
مسکراتے ہوئے بیڈ پر لیٹ گیا۔

ڈرامینگ روم میں سب خاموشی سے بیٹھے تھے۔ تھوڑی
دیر میں عدنان صاحب نے بات شروع کی۔ عدنان

صاحب آپ بھی سوچ رہے ہو گئے۔ ہم یوں اچانک
کیوں آئے۔ کیسی باتیں کر رہے ہے۔ آپ کی بیٹی کا گھر
ہے۔

آپ جب مرضی آسکتے ہے۔

عالیان عدنان صاحب کی بات سنتے فوراً بولے۔

جس پر عدنان صاحب نے مسکرا کر بات شروع کی۔

ہم یہاں آپ سے بہت انمول تحفہ مانگنے آئے ہیں، امید ہے آپ انکار نہیں کرے گئے۔

عدنان صاحب کے انمول تحفہ بولنے پر سب حیران نظروں سے دیکھنے لگے۔ ایسا کونسا انمول تحفہ ہے ہمارے پاس جس کو مانگنے کے لیے آپ کو یہاں آنا پڑا۔ عالیان سب کو حیرت میں ڈوبے دیکھ کر فوراً بولے۔ نامیشہ گڑیا، کو ہم اپنے بھانجے ضرغام کے لیے مانگنے آئے ہیں۔

نامیشہ کے نام پر سب ضرغام کو دیکھنے لگے۔ ضرغام ان سب کی حیرت میں ڈوبی آنکھیں خود پر محسوس کر کے سیدھا ہو کر بیٹھا۔ آپ سب ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں جیسے ہم نے کچھ غلط بول دیا ہو۔ بہرام ان کو صدمے میں

ڈوبے دیکھ کر فوراً بولا۔ نہیں بیٹا ایسی بات نہیں ہے۔ ہم
کیسے نامیشہ کا رشتہ کے لیے ہاں کر سکتے ہیں۔ اس کی مام تو
امریکہ میں رہتی ہے۔ مہک بیگم کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا
بولے، جو ذہن میں بول دیا۔ بہن تو ہے۔ عالینہ جو ہاشم
کے ساتھ ہو سپٹل ہاشم کے چیک اپ کے لیے گئی تھی۔
ڈرامینگ روم میں مہمانوں کو بیٹھے دیکھ کر ڈرامینگ روم کی
طرف آئی۔ پر وہاں نامیشہ کے نام پر دروازے پر رک
گئی۔ نامیشہ کو ضرغام کے لیے مانگا جا رہا تھا۔ پہلے اسے
حیرت ہوئی۔ پھر اپنی بہن کی امریکہ جانے والی بات پر
جیسے دل بجھ گیا ہو۔

اسلام و علیکم !

ہاشم اور عالینہ ڈرامینگ روم میں داخل ہوتے، سلام کیا۔
اور سب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ہیزل اپنے لالا
کے بازو پر بندھی پٹی دیکھ کر فوراً ہاشم کے سینے سے لگی۔
لالا آپ ٹھیک تو ہے۔ لالا کی جان! میں بالکل ٹھیک
ہوں۔

آج اپنے لالا کی یاد آگئی۔ ہاشم کی بات پر ہیزل نے گھور
کر بہرام کو بہرام کو دیکھا۔ بہرام نے مسکراتے ہوئے
ہیزل کو فلائینگ کس کی۔ سیالے صاحب! تمہاری بہن تو
کب سے ضد کر رہی تھی۔ میں تھوڑا بڑی تھا۔

بہرام مسکراتے ہوئے بولا۔ ہاشم بھی بہرام کے ساتھ
ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔ عالینہ بیٹا اگر آپ نے سب سن ہی
لیا ہے۔ تو مجھے امید ہے۔ جواب ہاں میں ہی ہو گا۔ جی
انکل مجھے کوئی اعتراض نہیں، میں تو خوش ہوں۔

میری بہن کو ضرغام جیسا پیار کرنے والا انسان ملا ہے۔
میں ہمیشہ کے لیے اپنی بہن کو اپنے پاس ہی رکھنا چاہتی
تھی۔ پر کچھ دنوں سے وہ امریکہ جانے کی ضد کر رہی
ہے۔ اب مجھے موقع مل گیا ہے۔ اسے یہاں روکنے کا۔
عالینہ مسکراتے ہوئے بولی۔ مسکان بیگم! بھی اپنی بیٹی کو
دیکھ کر مسکرائی۔

نامیشہ کی مام یہاں نہیں ہے۔ میری تو ہے نا۔ میری مام
نامیشہ کی بھی مام ہوئی۔ بلکل تم دونوں مجھے جان سے زیادہ
عزیز ہو۔ مسکان بیگم! عالینہ کی بات پر مسکراتے ہوئے
بولی۔ پھر ہم ہاں سمجھے۔ جی بلکل انکل۔ ہماری بہو کا تو
ہمیں دیدار کرواؤ۔ رانیہ بیگم! مسکراتے ہوئے بولی۔
جس پر عالینہ اٹھ کر نامیشہ کے کمرے کی طرف بڑھ
گئی۔ کمرے میں داخل ہوتے، عالینہ کے قدم دروازے
پر جم گئے۔

کیسی لگ رہی ہے، بھابھی ناپیشہ! نور جو نیچے سب کی بات
سن چکی تھی۔ فوراً نامیشہ کے کمرے میں آتے، اسے بتایا

خان حویلی کے لوگ آئے ہے۔ اور تیار ہونے کا فوراً
آرڈر دیا۔ بہت پیاری لگ رہی ہے، میری بہن چاند کا ٹکڑا
لگ رہی ہے۔ عالینہ کے آنسو نکل کر رخسار پر بہنے لگے۔
آپی! نامیشہ فوراً عالینہ کے سینے سے لگی۔

عالینہ اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ نیچے لے کر بڑھی۔
جیسے ہی ڈرائینگ روم میں لے کر داخل ہوئی۔ ضرغام کی
تو جیسے نظریں دروازے پر ہی جم گئی تھی۔ جو وائٹ
فراک میں چاند کو بھی پیچھے چھوڑ گئی تھی۔ ماشا اللہ!
ضرغام کی پری! ضرغام کے منہ سے بے ساختہ ماشا اللہ

نکلا۔ جسے پاس بیٹھے ہاشم اور بہرام نے باخوبی سنا۔ اور
دونوں کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔ نامیشہ جو کھڑی

کانپ رہی تھی۔ اگر عالینہ نا اسے تھام کر رکھتی۔ تو اب
تک زمین بوس ہو جاتی۔

بھگی آنکھوں سے عالینہ کی طرف دیکھا۔ ریلیکس ہو جاؤ
میری جان! گھبرا کیوں رہی ہو۔ رانیہ بیگم! نے آگے
بڑھ کر نائیشہ کو سینے سے لگایا۔

ماشاء اللہ! میری بہو تو چاند کا ٹکڑا ہے۔ نائیشہ کو اپنے حصار
میں لے کر صوفے کی طرف بڑھی۔ جہاں ضرغام بیٹھا۔
اس کے دو آتشہ روپ میں کھویا تھا۔

نائیشہ نظریں جھکائیں اس کے ساتھ بیٹھی۔

عدنان صاحب نے اٹھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور
ضرغام کے بھی۔ اور انگوٹھی نکال کر ضرغام کی طرف
بڑھائی۔ ضرغام باکس پکڑے اس میں رنگ نکالتے،
نائیشہ کے سفید ہاتھوں میں پہنائی۔ ہیرے کی انگوٹھی،
جو نائیشہ کے روپ کے سامنے بھی مانند پڑ گئی تھی۔ بہت
پیاری لگ رہی ہوں۔ بالکل میری پری، سفید پری!
ضرغام نائیشہ کے کان کے قریب جھک کر بولا۔ نائیشہ کا
چہرہ سرخ پڑا۔ مسکان بیگم !

نے بھی ناپیشہ کو باکس پکڑایا۔ نامیشہ کی آنکھیں فوراً نم
ہوئی۔ پکڑ لو میری بچی! تمہارے بابا کی ہے یہ رنگ۔
نامیشہ نے باکس میں سے رنگ کو نکال کر دیکھا۔

اور پھر خاموشی سے ضرغام کی انگلی میں پہنا دی۔ عالینہ
نے آگے ہوتے، نامیشہ اور ضرغام کو مبارک دی۔ اور
باقی سب نے بھی آگے بڑھتے ضرغام اور نامیشہ کو پیار
کے ساتھ بہت

سی دعائیں دی۔ نامیشہ خاموش آنسو بہانے لگی۔ از لان
خان کی یاد اسے آج شدت سے آرہی تھی۔ اور اپنی مام
کی بے رخی پر-----

شاہ میر روم میں داخل ہوا۔ زل غصے سے کمرے کے
وسط میں چکر لگا رہی تھی۔ شاہ میر کے داخل ہونے پر
ایک ہاتھ کمر پر رکھے سرخ چہرے سے دیکھنے لگی۔ شاہ
میر مسکراتے ہوئے کف کے بٹن کھولتے دراز سے زل
کے فیورٹ کلر کی نیل پالش نکال کر ڈریسنگ پر رکھنے
لگا۔ شاہ میر کو پتا تھا۔ نیچے جو بے باکی دیکھانے پر بات کی
تھی۔ اس کی بیوی کا اب تک دماغ گھوم گیا ہو گا۔

کمرے میں داخل ہوتے اسے کمرے کے وسط میں چکر
لگاتے دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا۔ شاہ میر کو پتہ تھا۔ اپنی
بیوی کی ناراضگی کیسے دور کرنی ہے۔

اسی لیے خاموشی سے نیل پالش نکال کر رکھ رہا تھا۔ اس
کی بیوی تو اپنے ناخنوں کے اوپر لگی نیل پینٹ کی دیوانی
اور حد سے زیادہ پوزیسیو تھی۔ زلزلے نے گھور کے شاہ میر
کی پشت کو دیکھا۔ شاہ میر شیشے میں زلزلے کے عکس کو دیکھ
کر بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ آپ کو شرم نہیں آئی۔

یہ بات کرتے ہوئے۔ زلزلہ شاہ میر کے پاس آتی غصے
سے بولی۔

میری جان! ایسی کونسی بات بول دی۔ جس پر تم اتنا غصہ
کر رہی ہو۔

اتنے معصوم بننے کی ایکٹینگ ناکرے۔ اچھے سے جانتے
ہے میں کونسی بات کر رہی ہوں۔ اچھا تو پھر تم ہی بتا دو۔
مجھے تو یاد نہیں آرہا۔ شاہ میر بے باکی سے زل کی کمر میں
ہاتھ

ڈالے اپنے ساتھ لگائے بولا۔ زل شاہ میر کی بے باکی پر
دانت پیس کر دیکھنے لگی۔ میں کیوں بتاؤں، زل شرم

سے سر جھکائے بولی۔ اگر بول دیتی۔ تو شیر کے شکنجے سے
نکلنا مشکل ہو جانا تھا۔

زل مل سوچ کر خود ہی مسکرائی۔ شاہ میر جو اسے ہی دیکھ رہا
تھا۔ زل کو مسکراتے دیکھ کر سمجھ گیا تھا۔ اس کے دماغ
میں کیا چل رہا ہے۔ میری جان! اگر میں نے بتایا تو
تمہارے لیے اچھا نہیں ہو گا۔

چھوڑے مجھے میر! سب کیا سوچ رہے ہو گئے۔

بیوی! انہوں نے کیا سوچنا ہے۔ یہی سوچے گئے۔ تمہیں
کتنا رومنٹک شوہر ملا ہے۔

بھاڑ میں جائے آپ، اور بھاڑ میں گئی۔ آپ کے رومنٹک
شوہر والی فیلینگ۔

زل شاہ میر کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے
بولی۔ زل کے اس طرح بولنے پر شاہ میر نے اپنا غصہ با
مشکل کنٹرول کیا۔ تم میری فیلینگ کو ایسے نہیں بول سکتی
تو پھر کیا بولوں۔ آپ نے نیچے کیا بولا۔ اس پر شرمندہ
نہیں ہے آپ۔ کیا ضرورت تھی۔ یہ کہنے کی میرا خود کا

شاہور لینے کو دل کر رہا ہے۔ زل شاہ میر کی بے باکی سے
بولی ہوئی بات اس کی نقل اتار کر بولی۔

زل قے نقل اتارنے پر شاہ میر کا قہقہہ روم میں گونجا۔
زل نے شاہ میر کے سینے پر چٹکی کاٹی۔ جس پر شاہ میر
ہوش میں آتے اسے گھورنے لگا۔ میر کی جان! نقل تو
اچھی اتار لیتی ہو۔

اب تو پکا شاہور لینے کا دل کر رہا ہے۔ شاہ میر زل کی
گردن میں چہرہ چھپائے بولا۔ زل نے شاہ میر کو دور کرنا
چاہا۔ اتنی دیر میں شاہ میر زل کو کمر سے پکڑے
ڈریسنگ پر بیٹھا گیا۔ اور خود سٹول کھینچ کر زل کے

سامنے بیٹھا۔

اور بلیک کلر کی نیل پینٹ اٹھائے، زل کے ناخنوں پر

لگانے لگا۔ میری جان !

ہم آج رات ناران کاغان کے لیے نکلے گئے۔ شاہ میر

زل کے ناخنوں پر پھینک مارتے بولا۔ جس پر زل اپنا

ہاتھ چھڑوائے اچھل کر نیچے اتری۔ میر میں نے کچھ غلط

سن لیا۔

آپ ناران کاغان کی ہی بات کر رہے ہیں۔

زل حیران ہوتے پوچھنے لگی۔ میر کی جان! میں نے
نار ان کاغان ہی بولا ہے۔

اور مائی گورڈ! ہم نار ان کاغان جائے گئے۔ زل منہ پر
ہاتھ رکھتے زور و شور سے بولی اور پھر ایک ہی جھٹکے سے
شاہ میر کے سینے سے لگی۔ شاہ میر اس طرح زل کے
چہکنے پر مسکرا دیا۔ اتنے دنوں بعد اپنی چھوٹی سی جان کے
چہرے پر مسکراہٹ دیکھی تھی۔

گھر میں ہر ٹائم چپ گھومتی تھی۔ کچھ طبیعت خراب کی
وجہ سے تھوڑی ٹینشن لیتی تھی۔

اس لیے شاہ میر نے زل کی پسند کی جگہ پر لے جانے کا
ارادہ کیا۔ جس پر اب زل خوش ہوتے پورا کمرہ سر پر
اٹھایا تھا۔

میر وہاں تو بہت سردی ہو گی۔ میں بیکنگ کر لیتی ہوں۔
پھر ہمیں نکلنا بھی ہے۔ زل کہہ کر ابھی مڑنے ہی لگی
تھی۔

شاہ میر نے کلائی سے کھینچا۔ جس پر زل گھوم کر شاہ میر
کے سینے سے لگی۔ ڈر کر آنکھیں بند کی۔ میر کی جان!
کہاں ابھی تو شاور والا سین تو رہ گیا۔ شاہ میر زل کے کان

کی لوچومتے ہوئے بولا۔ جس پر زل کا چہرہ سرخ پڑا۔ میر
! ابھی نہیں۔ زل ملکی آواز میں بولی۔ جس پر شاہ میر کے
لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ ابھی نہیں تو پھر کب شاہ میر
بھی مدھم آواز میں بولا۔

بہت ہی بے شرم ہے۔ زل گھور کر بولی۔ ہوں، بے
شرم انسان کو شاور رومانس کرنے کی اجازت ہے۔ شاہ
میر زل کے لبوں کو چومتے بولا۔ زل بھی جواب میں شاہ
میر کے لبوں کو چومتی انکار کر گئی۔

بلکل نہیں۔ ابھی مجھے بہت سی بیکینگ کرنی ہے۔ شاہ میر
تو زمل کی اس ادا پر ٹوٹ کر پیار آیا۔ جس پر مسکراتے
ہوئے۔

شاہ میر فوراً زمل کو آزاد کر گیا۔ لیٹ تو ہو رہی ہے۔ مگر
یاد رکھنا وہاں جا کر تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔

ٹھیک ہے۔ شاہ میر کی بات پر زمل فوراً بول کر ڈریسنگ
روم میں گھس گئی۔

شاہ میر مسکراتے ہوئے بیڈ پر جا کر لیٹ گیا۔

عدنان صاحب نے نکاح کی بھی بات کی تھی۔

جس پر کسی کو اعتراض نہیں تھا۔

نیکسٹ ویک یعنی بدھ کو شادی کی ڈیٹ فکس ہوئی تھی۔
سب لاونج میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔

ضرغام کی نظریں تو ایک پل کے لیے نائیکیشہ سے ادھر
ادھر نہیں تھی ہو رہی۔ نائیشہ ضرغام کی نظریں خود پر
محسوس کرتی پلیٹ پر چمچ گھما رہی تھی۔ سانس لینا مشکل
ہو رہا تھا۔ ضرغام نے ٹیبل کے نیچے سے نائیشہ کے پاؤں

پر اپنا پاؤں رکھا۔ نامیشہ کے ہاتھ سے چھپچھوٹ کر
پلیٹ میں گرا۔

سب نے چونک کر نامیشہ کی طرف دیکھا۔ نامیشہ نے گھور
کر ضرغام کو دیکھا۔ جو اپنی ہنسی دبانے کی کوشش کر رہا
تھا۔

کیا ہوا گڑیا۔ تم ٹھیک عاصم اس کے پاس بیٹھا تو اس کو
نروس دیکھ کر فوراً بولا۔

جی بھائی میں ٹھیک ہوں۔ نامیشہ مسکراتے ہوئے بولی۔
آئیرہ اور نور جو کچن کی طرف بڑھ رہی تھی۔ نامکیشہ بھی

فورا بہانہ بنا کر اٹھی۔ میں بھی آئیرہ بھا بھی اور نور بھا بھی
کی ہیلپ کروادوں۔ اور فورا کچن کی طرف بھاگی۔

ضرغام نامیشہ کو جلد بازی میں بھاگتے دیکھ

کر مسکرایا۔

ہمیں اب چلنا چاہیے، بابا بہرام مسکراتے ہوئے بولا۔ بیٹا
اتنی بھی جلدی کیا ہے، جانے کی۔ انکل مجھے ہیزل کو ہو
سپیشل چیک اپ کے لیے لیں کر جانا ہے۔ ہم! چلو میں
بھی ساتھ چلتا ہوں۔ مجھے بھی ہو سپیشل کچھ کام ہے۔ ہاشم

بھی فوراً بولا۔ بھابھی اس کو یہاں حویلی میں ہی باندھ کر رکھے۔ جب تک ٹھیک نہیں ہو جاتا۔

اس کا ہو اسپتال جانا بند کر دیں۔ بالاج ہاشم کو فوراً کھڑا ہوتے دیکھ کر بولا۔ جس پر بہرام بھی بولا۔ جی بھابھی۔ بالاج ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ہاشم نے گھور کر دونوں کو دیکھا۔ کمینوں میری بیوی پہلے ہی ارادہ کر کے بیٹھی ہے۔ تم لوگوں کو بتانے کی ضرورت نہیں۔

عالینہ ہاشم کی بات پر مسکرائی۔ ہاں آپ ایک قدم نکال کر کے تو دیکھائے باہر۔ کمرے میں آنے کے آپ کے سارے راستے میں نے بند کر دیئے تھے۔ عالینہ کی بات پر ڈائمنگ روم میں بیٹھے سب کے قہقہے گونجے۔ جو سارا

سارا دن حویلی سے باہر گزراتا تھا۔ اب تو حویلی سے نکلنے
کے سارے راستے بند۔ مہک بیگم! اپنے بیٹے کی حالت
دیکھ کر بولی۔ جو عالینہ کو گھور رہا تھا۔ اور جو اباً عالینہ بھی
گھور رہی تھی۔

میرے بیٹے کو عالینہ ہی سدھارے گی۔ اب کر کے

دیکھائے اپنی مرضی۔ مہک بیگم علیان صاحب

کو دیکھ کر بولی !

جنہوں نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔ حوریہ ریلینگ پر
کھڑی ان سب کو مسکراتے دیکھ کر آنکھیں نم ہوئی۔
اپنے لالا کی شدت سے یاد آئی۔ بالاج کی نظر سامنے
ریلینگ پر کھڑی لڑکی پر گئی۔ جو آنسو صاف کرتی کمرے
کی طرف بھاگ گئی۔

عدنان صاحب اجازت لی۔ اور زمینہ بیگم بھی اٹھ کر
سب سے ملی۔ سب کے جانے کی خبر سن کر تینوں کچن
سے نکلی۔ آئرہ اپنے بابا کے سینے سے لگی۔ عدنان صاحب
نے آئیرہ کے سر پر بوسہ دیا۔ اور نانیشہ کے سر پر ہاتھ
رکھا۔ باقی بھی سب سے مل کر باہر نکلے۔ بہرام ہیزل کو

لے کر ہو سپٹل کی طرف بڑھ گیا۔ اور باقی سب حویلی
کے راستے کی طرف۔

سب کے جانے کے بعد بالاج نے عاصم سے پوچھا۔ عاصم
یہاں کوئی اور بھی رہتا ہے۔ کیا مطلب ہمارے علاوہ
یہاں کون ہو گا۔ عاصم میں نے یہاں ایک لڑکی کو
کھڑے ہوتے دیکھا ہے۔

عاصم کو پہلے سمجھ نا آئی۔ اور پھر سب یاد آنے پر بولا۔
ہاں دلاور خان کی بہن رہتی ہے۔ اس کا کوئی نہیں تو ہاشم
نے اسے یہاں رکھ لیا۔ مطلب دلاور کی موت کے بعد

اس لڑکی کے لالانے ہاشم سے وعدہ لیا تھا۔ اس لیے یہ
یہاں رہتی ہے۔

عاصم کی بات پر بالاج کو پریشانی ہوئی۔ اور پھر اس لڑکی
کو روتے دیکھ کر دل تھوڑا پریشان ہوا۔ بالاج عاصم کی
بات سنتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ عاصم نے پہلے
اس کا بو جھا چہرہ یاد کیا۔ اور پھر اپنی سوچ کو جھٹکے اپنے
کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ماہی میری جان! ایسے کیوں ٹہل رہی ہو۔ تھک جاؤ گی۔

سنے نا۔ میرا نوڈلز کھانے کا دل کر رہا ہے۔ ماہی معصوم سی
شکل بنائے کاوش کی گود میں بیٹھے بولی۔ کاوش ماہی کے
اس طرح گود میں بیٹھنے سے مسکرایا۔ میری جان! کا نوڈلز
کھانے کا دل کر رہا ہے۔ کاوش ماہی کی گردن پر لب رکھتے
بولا۔

ماہی نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ ہم! کاوش مسکراتے
ہوئے، ماہی کو بے باکی سے خود کے ساتھ لگایا۔

چلے اٹھے، نامیرے بیبی کو بھوک لگی ہے۔ ماہی کی بات پر
کاوش کے لب مسکرائے۔

میری جان! بیبی کو نہیں بیبی کی ماما کو بھوک لگی ہے۔ میرا
بیبی تو ابھی کچھ کھا ہی نہیں سکتا۔ کاوش ماہی کو نیچے کی
طرف جھکاتے اس کے پیٹ پر لب رکھے۔

جس پر ماہی کھکھلا کر ہنسی۔

کاوش اور شدت سے ماہی کے پیٹ کو چومنے لگا۔ اور
ساتھ ساتھ اپنی گھنی مونچھیں ماہی کے پیٹ پر رگڑتا۔
جس پر ماہی کھکھلا کر ہستی کاوش بھی اسے ہنستے دیکھ کر اور
بے باکی سے چھوتا۔

کاوش ماہی کو سیدھا کرتے اپنی گود میں اٹھا گیا۔ ماہی اس
کے سینے سے لگی۔ اس کی گردن پر اپنے لب رکھے۔
میری بولڈ بیوی۔

باقی کارومانس تمہارے نوڈلز بننے کے بعد میری شہزادی
کی بھوک پر کوئی کمپروماز نہیں۔
کاوش ماہی کی چھوٹی سے ناک چومتے ہوئے بولا۔ اور اپنی
باہوں میں اٹھائے، کمرے سے نکلا۔

اس وقت لاؤنج میں کوئی نہیں تھا۔ اس لیے کاوش ماہی کو
باہوں میں اٹھائے بے باکی دیکھاتے۔ ماہی کو کھکھلانے

پر خود بھی مسکراتا بچن میں داخل ہوا۔ اور ماہی کو آرام
سے سلیپ پر بیٹھایا۔ اور خود کین کی طرف بڑھ گیا۔
جہاں نوڈلز پڑے تھے۔۔۔۔۔



کاوش نے سارے برتن اپنے ارد گرد پھیلائے تھے۔
اب اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ کون سے برتن کہاں اٹھا کر
رکھنے ہے۔ نوڈلز کے لیے پانی تو چڑھا دیا تھا۔ نوڈلز بھی
ڈال لیے تھے۔ مصالحہ ڈالنے سے اس کی شہزادی نے منع
کر دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا۔ مصالحہ میں خود ڈالوں گی۔ آہہ !

کاوی یہ کیا کیا آپ نے ماہی جو سلیپ پر بیٹھی، اور
آنکھیں بند کیسے کین سے سر ٹکائے بیٹھی تھی۔
بچن میں گند پھیلا دیکھ کر فوراً بولی۔ پھوہڑ پر وفیسر! ایسے
نوڈلز بناتے ہے۔ بچن کا نقشہ ہی بیگار دیا۔

بیگم! تم بتادو۔ کیسے بنتے ہے۔ اس پھوہڑ پر وفیسر نے
نوڈلز بنانے کی ڈگریاں نہیں لے رکھی۔

کاوش ماہی کے پھوہڑ کہنے پر غصے سے تپ کر بولا۔ ماہی
کاوش کو گھورتے غصے سے بولی۔

پیچھے ہٹے میں دیکھتی ہوں۔ مورے اور رانیہ پھوپھو
لوگ آتے ہی ہو گئے۔ ماہی نوڈلز کے اندر مصالحہ ڈالتے
بولی۔ کاوش نے گھور کر اس آفت کو دیکھا۔

بیگم! بس کرو اتنا مصالحہ کیوں ڈال رہی ہو۔ گلا خراب ہو
جائے گا۔ کاوش ماہی کے ہاتھ سے مصالحہ لیتے بولا۔ چپ
کریں۔ آپ جلدی سے یہ سیٹیں جو گند پھیلا یا ہے۔
واٹ میں کیوں یہ سب کروں۔ کاوش ماہی کی بات کاٹتے
ہوئے فوراً بولا۔ کاوی جان!

گند آپ نے پھیلا یا ہے۔ میں نے نہیں۔ چلے جلدی سے
برتن دھوئے۔ اور انہیں واپس اپنی جگہ پر رکھے۔
ظلم کر رہی ہو۔ بیوی۔ مت کرو ایسا ورنہ یہ ظلم تم پر
بھاری پڑ جاتا ہے۔

آپ میرے لیے برتن نہیں دھو سکتے۔ ماہی بھگی آواز
میں بولی۔ میری جان! تمہارے لیے تو پوری دنیا کو دھو
ڈالوں گا۔ یہ تو پھر برتن ہے۔ کاوش ماہی کا بھیکا پن
محسوس

کر کے فوراً بولا۔ ہائے اللہ! کاوی آپ کتنے اچھے ہے۔ یہ
لیں پھر جلدی جلدی صاف کریں۔

ماہی کاوش کے ہاتھ میں صابن دیتی بولی۔

کاوش نے گھور کر ماہی کو دیکھا۔

اور پھر برتنوں کو صابن لگانے لگا۔

سب حویلی میں آپے ہی اپنے کمروں کی طرف چلے گئے۔

اور ضرغام دامیار کو کچن کے دروازے کے پاس کھڑے

دیکھ کر کچن کی طرف آگیا۔ کاوش کو برتن دھوتے دیکھ

کر ضرغام اور دامیار قہقہہ گونجا۔

کاوش نے فوراپلٹ کر دیکھا، اور پھر ایک نظر اپنی چیونٹی
جتنی بیوی کو

دیکھا، جو ہنستے ہوئے نوڈلز کھا رہی تھی۔ لالا نہیں لیں۔
آپ پر بھی ٹائم آنے والا ہے۔ نئی بھئی، میری بیوی مجھ
سے برتن نہیں دھلوائے گی۔ ہم! ایسا ہے۔ ذراپلٹ کر
دیکھے۔

آپ کی بیگم! برتن لیے کھڑی ہے۔ کاوش کے کہنے پر
دامیار فوراپلٹا۔ سامنے عابیرہ ہاتھوں میں ٹرے لیے
کھڑی تھی۔ دامیار آپ کیا لینے آئے تھے۔ میں کب کا
ویٹ کر رہی تھی۔ میری جان سوری! میرے ذہن سے

نکل گیا۔ ایک منٹ دامیار جلدی سے فریزر کی طرف گیا
وہاں سے پلیٹ میں بریڈ اور جیم رکھا۔ اور عابیرہ کی
طرف پلیٹ بڑھائی۔

عابیرہ نے فوراً پلیٹ تھامی اور ٹرے دامیار کے ہاتھ میں
دی۔ آپ بھی کچھ سیکھ لے۔ کاوش بھائی سے۔ یہ برتن
دھو کر روم میں آجائیے گا۔ عابیرہ بول کر اپنے کمرے کی
طرف بڑھ گئی۔

دامیار نے پہلے ٹرے کو پھر عابیرہ کی پشت کو دیکھا۔
ضرغام اور کاوش کا قہقہہ گونجا۔

لالا آجائے۔ میں نے دھولیے۔ اب آپ دھولے۔

اور تو کمینے ہنس لے۔ تو پکا اپنی بیوی کا رن مرید نکلے گا۔
تیری بیوی اگر کپڑے دھونے کا بول دیں تو تو جی سرکار
کہتے وہ بھی دھولیں۔

کاوش لالا کوئی شک نہیں۔

اگر مجھے اپنے پاؤں دھونے کا حکم بھی صادر کرے
گی۔ وہ بھی جی سرکار کہتے کر لوں گا۔ ضرغام آنکھ و نک
کر کے بولا۔ دامیار اور کاوش دھبی دھبی ہی کہنے لگے۔ یہ

تو پورا رن مریدی پر اترے گا۔ ضرغام ان دونوں کو گھور
کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ چلے لالا ہم بھی چلتے
ہے۔ اب آپ اپنا کام کرے۔

کاوش ماہی کو اپنے حصار میں لیے باہر کی طرف بڑھ گیا۔
بیوی تم نے اچھا نہیں کیا۔ آرہا ہوں۔ دیکھنا پورا حساب
وصول کروں گا۔ دامیار جلدی سے برتن واش کرتے
بولا۔

خان مجھے انجیکشن نہیں لگوانا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔
ڈاکٹر میرب میرے خان سے پوچھ لیں۔ میں بالکل ٹھیک
ہوں۔ میرا بی بی بھی ٹھیک ہے۔ ہیزل اتنے بڑے

انجیکشن کو دیکھ کر بولی۔ بہرام نے ہیزل کو گھور کر
دیکھا۔ جب سے آئی تھی۔ ڈاکٹرز کو گھمانے میں لگی
تھی۔

میری جان یہاں بیٹھو۔ بہرام نے ہیزل کو کلانی سے پکڑ
کر اپنی گود میں بیٹھایا۔ جس پر ہیزل کرنٹ کھا کر اٹھی۔

بہرام نے دوبارہ ہیزل کو کلانی سے پکڑ کر گود میں
بیٹھایا۔ ہیزل بہرام کی اس طرح حرکت پر منہ سرخ
پڑی۔ ڈاکٹر میرب ان دونوں کو دیکھ کر اپنی ہنسی کنٹرول
کرنے لگی۔ خان! یہ ہو سپیٹل ہے۔ آپ کا بیڈ روم نہیں

حرکتیں کر جو آپ یہاں اس طرح کی حرکتیں کرے
گئے۔

میری جان! بیٹھی رہو۔ ورنہ ایسی بہت سی کر بھی سکتا
ہوں۔ خاموشی سے انجیکشن لگوا لو۔ ڈاکٹر آپ لگائیں۔
میری بیوی کو انجیکشن سے ڈر لگ رہا ہے۔ اس لیے مجھے
گھور رہی ہے۔ ادو کے سر، ڈاکٹر میرب نے انجیکشن کی
سوئی

ہیزل کے بازو میں پیوست کی۔ ہیزل بہرام کی گال

پر شدت سے دانت گھاڑے۔

انجیکشن لگا دیا۔ ایسا کون سا انجیکشن ڈاکٹر میرب ایسا جس
پر میری بیوی کاٹنے کو دوڑ رہی ہے۔

دیکھے کتنی بے رحمی سے کاٹا ہے۔
لائے بہرام سر! مرہم لگا دوں۔

ضرورت نہیں ہے۔ میں ابھی پاس ہوں۔ میں خود مرہم
لگا سکتی ہوں۔ ہیزل نے فوراً بہرام کے گال پر لب
رکھے۔ جی ڈاکٹر شکریہ! آپ سے اچھا میری بیوی مرہم
لگا سکتی ہے۔ بہرام مسکراتے ہوئے، ہیزل کو بے باکی

سے خود کے ساتھ لگایا۔ جی بہرام سر! وہ تو دیکھ لیا ہے
میں نے۔ ڈاکٹر میرب مسکرا کر بولی۔

چلے خان! اب یاد دوسری گال پر بھی تشدد دکھاؤں۔
ہیزل ڈاکٹر میرب کو گھور کر بولی۔

ہم! چلے۔ ہمیں اجازت دیں۔ بہرام کے بولنے سے
پہلے خود فوراً بولی۔ ڈاکٹر میرب کا بہرام کو دیکھنا۔ بالکل
برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اس لیے اپنے خان کو یہاں سے
لے کر نکلنا تھا۔ جی ضرور! آپ ان کا چیک اپ کرواتے

رہے۔ ڈلیوری میں چار مہینے ہے۔ آپ ان کا اچھی طرح
خیال رکھے۔ تاکہ

ڈلیوری کے وقت ان کو تکلیف کم برداشت کرنی پڑے۔
بہرام تکلیف لفظ سن کر تڑپ اٹھا۔ جی میں ان کا اپنی
جان سے بڑھ کر ان کا خیال رکھوں گا۔

ہمیں اجازت دیں۔ ہم اب نکلنا چاہیے۔ بہرام ہیزل کو
اپنی گود میں اٹھائے لے کر باہر نکلا۔ ہیزل میں خود کی
ہمت نہیں تھی۔ وہ چل سکے۔ اسی لیے بنا مزاحمت کے
بہرام کے سینے سے لگ گئی۔ بہرام مسکراتے ہوئے۔
ہیزل کو گاڑی میں بیٹھایا۔ اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر آکر
بیٹھا۔ ایک نظر ہیزل کو دیکھتے گاڑی سٹارٹ کی ہیزل نے

بہرام کی گال کی طرف دیکھا۔ جہاں دانتوں کی گھڑی
آب و تاب سے چمک رہی تھی۔ ہیزل کو خود پر غصہ
آیا۔ کیسے وہ اپنے خان کو تکلیف دیں سکتی ہے۔ خان!
گاڑی روکے۔ ہیزل کی بات پر بہرام نے فوراً گاڑی
روکی۔

کیا ہو امیری جان! تم ٹھیک ہو۔ بہرام فکر مندی سے
بولا۔ ہیزل مسکرا کر بہرام کی گود میں بیٹھی۔

ہیزل کے اس طرح بیٹھنے پر بہرام کی دھڑکن دوسو کی
سپیڈ سے دھڑکی۔ خان! ایم سوری!

ہیزل بہرام کے گال پر لب رکھے بولی۔ کس لیے
سوری! بہرام ہیزل کو خود کے ساتھ بولا۔ ہیزل نے پھر
بہرام کے گال پر لب رکھے۔ بہرام سمجھ گیا تھا۔ ہیزل
اپنے دیے ہوئے نشان پر گلٹ محسوس کر کر رہی ہے۔
خان! آپ ہے۔ ہیزل نم آنکھوں کو درد درد دہور رہا ہے۔
سے بولی۔ مجھے کیوں درد ہو گا۔ یہ تو میری خاناں کا پیار
ہے جو مجھ سے کرتی ہے۔ بہرام تھوڑا اوپر ہوتے۔ شیشے
میں خود کے گال دیکھتے بولا۔

ہیزل نے مسکراتی نظروں سے دیکھ کر بولا۔ پیار نہیں۔
ہیزل خان آپ سے عشق کرتی ہے۔ جان لیوہ عشق۔
بہرام نے فوراً ہیزل کو خود کے ساتھ لگایا۔
اور تمہارا خان تو بالکل تمہارے لیے پاگل ہے۔ جنون کی
حد تک عشق کرتا ہوں۔

بہرام کہہ کر ہیزل کے لبوں پر جھکا۔

ہیزل بھی خود کو ڈھیلا چھوڑ کر بہرام کا ساتھ دینے لگی۔
دونوں جنون کی حد تک ایک دوسرے کے لبوں کا جام

پی رہے تھے۔ ہیزل نے بہرام کا نچلا لب بے حد شدت
سے کھینچا۔ بہرام کا قہقہہ گاڑی میں گونجا۔ ہیزل نے
گھور کر بہرام کو دیکھا۔

میری بیوی دن بادن بولڈ ہوتی جا رہی ہے۔ آخر کار میرا
رومانس کرنے کا انداز کافی اثریکٹ کر گیا ہے۔ میری
خاناں سیکھ بھی گئی ہے۔ ہیزل کا شرم سے لال چہرہ دیکھ
کر بہرام نے ہیزل کی گردن کو بے حد نرمی سے چوما۔
میری جان، باقی اپنے روم میں جا کر فل ٹیسٹ لوں گا۔
ہونٹوں کا تودے چکی ہوں۔ بہرام اپنے ہونٹ سے خون

کی بوند چنتے بولا۔ ہیزل شرم سے بہرام کے سینے سے
لگی۔ بہرام اپنی ہنسی دباتے گاڑی سٹارٹ کی۔

کلکٹس بک کروالی تھی۔ زمل کی ضد کی وجہ سے کلکٹس
کینسل کروانے پڑے۔ زمل کو

گاڑی میں ہی سفر کرنا تھا۔ پر شاہ میر چاہتا تھا۔ جو پانچ چھ
گھنٹوں کا سفر طے کرنا ہے۔

وہی تین چار گھنٹوں میں ناران کاغان پہنچ جاتے۔

پر اس کی بیوی کو راستے میں سب کچھ دیکھنا تھا۔ تو اتنے
گھنٹے تو گاڑی میں لگ ہی جانے تھے۔ نار ان کا غان کی
حدود میں پہنچ چکے تھے۔ ہر طرف برف باری آ بوتا ب
سے برس رہی تھی۔ زل نے پیچھے پڑا کوٹ جلدی سے
پہنا۔ شاہ میر نے تو پہلے پہنا ہوا تھا۔ میر! کی جان! ہم آج
رات اس ہوٹل میں روکے گئے۔ شاہ میر پہاڑ کے اوپر
کھڑا سامنے ہوٹل کی طرف اشارہ کیا۔
نہیں مجھے یہاں جانے سے پہلے کھانا کھانا ہے۔ وہ دیکھے۔
مون ریسٹورنٹ وہی چلتے ہے۔

مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ زل منہ بنا کر بولی۔ اچھا چلو
پہلے تمہارے پیٹ کا بندوبست کرتے ہے۔ پھر تم میرے
پیٹ کا۔

شاہ میں آنکھ دنک کر کے بولا۔

میں کیوں کروں۔ آپ خودی اپنے پیٹ کا بندوبست
کرے۔ زل شمال ٹھیک کرتے، گاڑی سے باہر نکلی۔
جیسے ہی گاڑی سے باہر نکلی۔ ایک سرد ہوا کا جھونکا۔ اپنے
وجود پر محسوس ہوا۔ زل کا فوراً سردی کی وجہ سے ناک

سرخ رنگ شاہ میر اس کی چھوٹی سی ناک سرخ پڑتے
ہیں، فوری طور پر اپنے مقصد کی ضرورت۔

میری جان! اچھے سے کھانا کھانا۔ آج یہ خان ٹوٹ کر
برسے گا تم پر۔ زل نے سرخ چہرے کے ساتھ گھور کر
ریسٹورنٹ داخل ہوئی۔

شاہ میر بھی فوراً زل کے پیچھے گیا۔
میر مجھے سپائسی چیز کھانے ہے۔ آپ میرے لیے پاستہ
اڈر کرے۔ زل نے فوراً پاستے کی فرمائش کی۔ شاہ میر
نے گھور کر دیکھا۔ یہاں کی سپیشل چیز کھانے کی بجائے،

اس کو پاستہ کھانے کی پڑی ہے۔ شاہ میر فوراً آڈر دیا۔ اور
یہاں کی بریانی اور چلی کباب بھی آڈر کیے۔ زمل نے
پاستے کے علاوہ کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا۔ بیچارے شاہ میر کو
ہی سارا کھانا پڑا۔

کھانے کھا کر شاہ میر زمل کو اپنے حصار میں لیے باہر آیا۔
میر بہت خوبصورت وادی ہے۔ میری جان! ابھی تو شام
ہو گئی ہے۔

صبح روشنی میں یہ وادی دیکھوں گی۔ تمہاری خوبصورتی
کے آگے بالکل پھیکی ہے۔

یک دم بادل گر جے، زل فوراشاہ میر کے سینے سے لگی۔
میری جان! بارش شروع ہونے لگی ہے۔ چلو آؤ۔ ہمیں
نکلنا ہے۔ تھوڑا دور ہے ہوٹل اگر بارش شروع ہو گئی تو
ہم یہاں پھنس سکتے ہے۔ شاہ میر زل کو گاڑی میں بیٹھاتا
بولا۔ اور خود گاڑی سٹارٹ کی۔

بارش یک دم تیز ہو گئی تھی۔ ہر طرف دھندلا دھندلا
نظر آنے لگا تھا۔

شاہ میر پندرہ منٹ میں ہوٹل کے اندر داخل ہوا۔ جہاں
شاہ میر کا دوست کھڑا انتظار کر رہا تھا۔ شاہ میر زل کو لے

کر ہوٹل کے اندر داخل ہوا۔ اور احد کے گلے لگا۔ کیسا
ہے تو، ٹھیک ہوں، اور تمہیں آہی گئی، یاد یہاں آنے
کی۔ احد اس کے کندھے پر ہلکا سا مکا مار کر بولا۔

اور شاہ میر کے پیچھے، چھوٹی سی بے حد خوبصورت نین
نقش والی لڑکی کھڑی دیکھیں کر حیران نظروں سے شا
ہمیر کو دیکھا۔ بیوی ہے، میری بھابھی ہے۔ تیری، شاہ
میر زمل کو خود کے ساتھ لگائے بولا۔ اسلام و علیکم! بھا
بھی کیسی ہے آپ۔ و علیکم اسلام میں ٹھیک ہوں۔

اچھا باقی کا تعارف صبح فلحال روم کی چابی دیں۔ شاہ میر
کے بولنے پر احد فوراً چابی دی۔

اور چابی لیتے کمرے کی طرف بڑھا۔ میر ہم بعد میں بھی آ
سکتے تھے۔ احد بھائی کیا سوچ رہے ہو گئے۔ تھوڑی دیر
اُن کے پاس بیٹھ جاتے۔ میری جان! کچھ نہیں سوچے
گا۔ تم بس میری قربت برداشت کرنے کی سوچو۔ آج
تمہاری سسکیاں کمرے میں آ بوتا ب سے گونجے گی۔
احد سے صبح مل لیں گئے۔ ابھی صرف تمہاری چیخنے
نکلوانی ہے۔۔۔۔

زل خود پر اچھی طرح شال اوڑھے، کھڑکی کے سامنے
کھڑی، باہر کا خوبصورت موسم دیکھ رہی تھی۔ ہر طرف
سفید پہاڑ برف سے ڈھکے، ہلکے ہلکے نظر آرہے تھے۔
شاہ میر کھڑکی کے پاس کھڑا زل کو محبت پاش نظروں
سے دیکھ رہا تھا۔ زل کی دھڑکن کبھی تیز کبھی ہلکی ہو رہی
تھی۔ جس طرح شاہ میر بے باک نظروں سے دیکھ رہا
تھا۔ زل کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ شاہ
میر نے زل کو ایک نظر آتش دان جلایا۔
اور زل کی طرف آتے، کھڑی بند کی۔ اور پردے
آگئے کیے۔ زل نے گھور کر دیکھا۔ شاہ میر نے زل کے
گھورنے پر کمر سے پکڑ کر خود کے ساتھ لگایا۔ زل کی

دھڑکنے شور مچانے لگی۔ اتار دو شال، شاہ میر بے باکی
سے بولا۔ زل نے فوراً سر اٹھا کر شاہ میر کی آنکھوں میں
دیکھا۔ میری جان! ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ پہلی دفعہ تو
نہیں تمہیں دیکھنے لگا۔ جو گھبرا رہی ہو۔

میر مجھے نیند آرہی ہے۔ زل شاہ میر کی بات کو اگنور کرتی
بیڈ پر جا کر بیٹھی۔ شاہ میر مسکراتے ہوئے، زل کی
طرف بڑھا۔

زل کو ایک ہی جھٹکے میں بیڈ پر گراتا۔ خود اس کے اوپر
جھکا۔ تمہاری نیند تو میں بھگاتا ہوں۔

شاہ میر بولا کر زل کی شال اتاری۔ اور اوپر کرتے، زل
کی شرٹ اتار کر دور اچھالی۔ زل نے پھٹی پھٹی آنکھوں
سے دیکھا۔ شاہ میر زل کے ہچکولے بڑھتے نشیب و فراز
دیکھ کر اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔ میرا بچہ! تم پر سیاہ کلر بہت
جچتا ہے۔ شاہ میر زل کی گہرائیوں پر بلیک پردہ دیکھ کر
بولا۔ زل شرم سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ شاہ میر کا
قہقہہ کمرے میں گونجا۔

زل خود کو چھپانے کے لیے ابھی ہاتھ رکھتی تب تک شاہ
میر زل کی دھڑکنوں پر جھک گیا تھا۔ میر! پلیز نہیں، میں
ابھی آپ کو برداشت کر نہیں پاؤں گی۔ میرا بچہ!
برداشت تو کرنا ہو گا۔ شاہ میر زل کی دھڑکنوں کو

دانتوں سے کھنچتے بولا۔ زل کی سسکی، کمرے میں گونجی۔
اور تڑپ کر شاہ میر کی پشت پر ناخن گاڑھے۔ میرا بچہ!
تمہاری ان سسکیوں سے کمرے میں ایک ساز بجنا
چاہیے۔

جس سے تمہارا میر سکون حاصل کرے۔ شاہ میر نے
ایک جھٹکے سے زل کو اپنے اوپر کیا۔ زل تو شرم سے
نظریں بھی نہیں ملارہی تھی۔ میرا بچہ!

یہاں دیکھو۔ شاہ میر نے ٹھوڑی سے پکڑ کر زل کا چہرہ
اوپر کیا۔ زل نے سرخ ہوتی آنکھوں سے شاہ میر کو
دیکھا۔

کانپ کیوں رہی ہو۔ ابھی تو میں نے کچھ کیا نہیں۔ شاہ
میر زمل کو گود میں اٹھاتے بولا۔ میر! کہاں لے کر جا
رہے ہیں۔

پرائیویٹ جگہ پر لے کر جا رہا ہوں۔ تمہاری گھبراہٹ
دور کرنے کے لیے۔

آپ کی پرائیویٹ جگہ واش روم ہے۔ زمل ہستے ہوئے
بولی۔ کیا نہیں ہو سکتی۔ شاہ میر واش روم کر دروازہ
کھولتے، آئینہ اچکا کر بولا۔ واش روم کے اندر داخل
ہوتے، زمل کی آنکھیں حیرت سے پھیلی۔ ہر طرف
گلاب کے پھول، باتھ ٹب میں بھی۔ اور اوپر شیشے کے

بنے والز کے اوپر کنڈ لزر کھی ہوئی تھی۔ بہت ہی
خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

کیسا لگا میرا بچہ سر پر اتز، شاہ میر زمل کے کان کے قریب
جھک کر بولا۔ شاہ میر کی گرم سانسیں محسوس کرتی، شاہ
میر کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ یہاں آنے سے پہلے، احد کو
بول کر یہاں باتھ روم سجایا تھا۔

زمل خود کی جان! اس شیر کے شکنجے میں کھتے دیکھ کر فوراً
باہر کی طرف بھاگی۔ شاہ میر اس کے بھاگنے پر ایک ہی
جست میں زمل کے قریب پہنچا۔ کہاں میر کی جان! ابھی
سے بھاگ رہی ہو، شاہ میر اس کے گالوں پر اپنی گنی

مونچھیں رگڑتے بولا۔ پلیز۔۔۔ میر۔۔۔ مجھے۔۔۔
جانے۔۔۔ دیں۔

زل اپنی لڑکھڑاتی زبان سے بولی۔ اس کے کپکپاتے لب
شاہ میر کی مونچھوں ٹچ ہوئے۔ میری جان! باتھ روم میں
بہت سی یادیں بنانی ہے۔ شاہ میر زل کو شدت سے خود
کے ساتھ لگاتے بولا۔

اور اپنی گرفت میں لیتے روف شاہور آن کیا۔ روف شاہور
کاٹھنڈاپانی گرتے، زل کے جسم میں کرنٹ دوڑا۔ شاہ
میر اس کو خود کے ساتھ لگائے، شدت سے زل کے
لبوں پر جھکا۔

زل کی سانسیں بے ترتیب ہوئی۔ شاہ میر نے خود کی
شرٹ اتارتے زل کی سانسیں شدت سے پینے لگا۔
شاہ میر زل کو کانپتے دیکھ کر فوراً گرم پانی والا شور اون
کیا۔ شاہ میر اس کے ہونٹوں پر گرتے شفاف پانی کے
قطرے اپنے اندر اتارتے جا رہا تھا۔

زل خود کو چھڑوانے میں ہلکان ہوتی جا رہی تھی۔ شاہ میر
اتنا ہی جنونی ہوتا جا رہا تھا۔ شاہ میر زل کو ایک جھٹکے سے
سلیب پر بیٹھائے رپر زل کی ٹانگیں اپنی کمر پر پن کی۔
زل نے ڈبڈبی آنکھوں سے شاہ میر کو دیکھا۔

میری جان بھاگ رہی تھی۔ شاہ میر اس کے چہرے اور
گردن پر پانی کے قطرے اپنے ہونٹوں سے چنتے بولا۔
نہیں، میں تو بس کیا میں تو بس! شاہ میر اسے چپ ہوتے
دیکھ کر اس کی دھڑکنوں پر لب رکھے۔

میراجی میرا بچہ! زل کے میر کہنے پر شاہ میر مسکراتے
ہوئے بولا۔

آہہ! میر، شاہ میر زل کی گہرائیوں میں اترتے، زل کو
سکھنے پر مجبور کر گیا۔ زل نے تڑپ کر شاہ میر کی پیٹھ پر

ناخن گاڑھے۔ شاہ میر کی شدت بڑھتے دیکھ کر زل کے
آنسو بہنے لگے۔ شاہ میر زل کو ایسے ہی اٹھائے، ہاتھ ٹب
میں داخل ہوا۔

میر بس کرے۔ میری جان! کیسے بس کر دوں۔ تمہیں
خود میں سمانے کا اور بھی دل کر رہا ہے۔ شاہ میر اس کی
لبوں کو چومتے بولا۔ بڑھتی رات کے ساتھ شاہ میر کی
شدتوں میں اضافہ ہوا۔ زل کی سسکیاں عروج پر تھی۔
شاہ میر زل کو شاور کے نیچے کھڑے کر تا شیمپو سے زل
کے بال واش کرنے لگا۔ اور باڈی واش زل کے بدن پر
لگایا۔ زل نڈھال سی کھڑی، شاہ میر کے سینے سے لگنے کی
کوشش کر رہی تھی۔

شاہ میر کی جنون بڑی شدتیں سہنے کے بعد اب اس میں
کھڑے رہنے کی ہمت نہیں رہی تھی۔ شاہ میر زل کو
نہلانے کے بعد مسکراتے ہوئے، اپنی باہوں میں اٹھا کر
باہر نکلا۔ اور ڈریسنگ کی طرف بڑھا۔ میری جان! کپڑے
پہن لو۔ میں یہی کھڑا ہوں۔ اب سب کچھ کر ہی لیا ہے،
تو کپڑے بھی آپ پہنا دیں۔ زل غصے سے سرخ ناک
سے بولی۔ شاہ میر کا قہقہہ پورے کمرے میں گونجا۔

میں تو پہنادوں گا، کپڑے، پر میں اپنی گارنٹی نہیں دیں
سکتا۔ شاہ میر بے باکی سے آنکھ و نک کرتے بولا۔ زل
شاہ میر کو خود سے دور دھکیلتی، ڈریسنگ روم میں بند
ہوئی۔ شاہ میر اپنے نم بالوں میں ہاتھ پھیرتا، ہاتھ روم کی
طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر میں زل نائٹ ڈریس پہنے، ڈریسنگ

کے سامنے کھڑی شاہ میر کے دیے ہوئے،

نشانوں کو مرر میں دیکھ رہی تھی۔ شاہ میر فریش ہو کر
نکلا۔ زل کو ڈریسنگ کے سامنے کھڑے دیکھا۔ زل
شاہ میر کو ایک نظر دیکھتے، فوراً کمبل میں گھسی۔

شاہ میر بھی ٹاول ایک طرف پھینکے، فوراً کمبل میں گھسا۔
اور زل کے گرد اپنا حصار مضبوط کیا۔ میر ہم واپس کب
جائے گئے، میری جان! آج ہی تو آئے ہے، اور تم واپس
جانے کی بات کر رہی ہو۔ میر مجھے ڈر لگ رہا ہے، زل
پریشان لہجے میں بولی۔ کس بات کا ڈر، تمہارا میر تمہارے
ساتھ ہے، تو ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ شاہ میر زل کا
ماتھا چومتے ہوئے بولا۔

شاہ میر زمل کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا، خود نیند کی
واد یوں میں اتر گیا۔ زمل کو بُرے خیالات نہیں سونے
دیں رہے تھے۔ کچھ ایسا ہونے والا تھا، کوئی بھی نہیں
جانتا تھا۔ اچانک ہی زور زور سے دروازہ بجنے لگا۔ زمل
دروازے کی آواز سن کر فوراً اٹھ کر بیٹھی، شاہ میر بھی ہڑ
بڑا کر اٹھا۔

اور فوراً زمل کو خود کے سینے سے لگایا۔

میں دیکھتا ہوں، میرا بچہ! بہادر بنو۔ زل اس کی پیٹھ پر
ہاتھ پھیرتے، بولا۔ شاہ میرا پند دی ڈور! احد کی آواز
سن

شاہ میر نے فوراً دروازہ کھولا۔ احد کے ساتھ ازبان کو
کھڑے دیکھ کر شاہ میر کو جھٹکا لگا۔ ازبان تم یہاں کیا کر
رہے ہو۔ شاہ میر یہ بات تو بعد میں پوچھ لینا، نکل یہاں
سے،

تبریز خان کو پتا چل گیا تو، یہاں آیا ہے، وہ پاگلوں کی
طرح تجھے ڈھونڈ رہے۔

تبریز کے نام پر شاہ میر نے غصے سے مٹھیاں بوئیں۔ پلیز
بھائی چلے ازہان کی آواز سنتے، زلزلہ فوراً بھاگتے ہوئے
آئی۔ بھائی آپ۔ شاہ میر نے زلزلہ کو گھورا۔ زلزلہ اس کی
گھوری سمجھتے، فوراً صوفے کی طرف بڑھی۔ اور شمال اٹھا
کر اپنے اوپر لی۔ پلیز بھائی، ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔
ازہان پھر سے بولا۔ نہیں، میں نہیں جاؤں گا۔ آنے دو
اس کمینے کو زندہ نہیں بچے گا۔ میر چلے نا، مجھے یہاں نہیں
رہنا زلزلہ نم آنکھوں سے بولی۔ شاہ میر نے فوراً زلزلہ کو
خود کے ساتھ لگایا۔

اچانک باہر گولیوں کی آواز گونجنے لگی۔

احد اور ازہان پریشانی سے شاہ میر کو دیکھنے لگے، جو ڈھیٹ
بن کر کھڑا تھا۔ زل شاہ میر کے حصار میں کانپنے لگی۔
سانس جیسے رُک رُک کر آنے لگی تھی۔ ازبان، تم زل
کو لے کر نکلو، شاہ میر اپنی پسٹل پکڑتے ہوئے، بولا۔
میر۔۔ زل نے تڑپ کر شاہ میر کو پکارا۔
شاہ میر زل کو بنا دیکھے، باہر کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ٹینشن
سے دور رکھنے کے لیے، زل کو یہاں لے کر آیا تھا۔ یہ
نہیں پتا تھا، اس کا دشمن گھاٹ لگائے بیٹھا ہے۔

زل نے روتے ہوئے، اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھا۔ جہاں
ایک ننھا سا وجود پرورش پا رہا تھا۔ ماہی کی دی ہوئی، سٹیک
سے کل چیک کیا تھا۔

چیک کرنے کے بعد زل نے ماہی کو دیکھایا، ماہی نے بتا
یا، تم پریگنٹ ہو۔ زل سن کر خوشی سے اچھل پڑی۔
شاہ میر کے نار ان کاغان کے سر پر اتر پر زل نے سوچا
وہاں جا کر شاہ میر کو بتا دیں گی۔

زل اپنے پہلو پر ہاتھ رکھ کر زرو قطار رونے لگی۔ ازبان
اسے ایسے روتے دیکھ کر فوراً خود کے ساتھ لگایا۔ گڑیا، تم
پریشان نا ہو۔ شاہ میر آجائے گا۔ ہمیں نکلنا چاہیے۔ نہیں

میں اپنے میر کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ زل بول کر
سامنے کی طرف بھاگی، زل پلیر رک جاؤ، ازہان بھی
زل کے پیچھے بھاگا۔ شاہ میر جو نیچے آگیا تھا۔ لوگ
گولیوں کی آوازیں سن کر اپنے اپنے رومز کی طرف بڑھ
گئے تھے۔

شاہ میر نے سرخ آنکھوں سے تبریز کو گھورا۔ جو گاڑی پر
بیٹھا، سگریٹ کے گہرے کش لگا رہا تھا۔ زھے نصیب
بولو! شاہ میر خان ہمارے علاقے میں آیا ہے۔ بیوی کے
ساتھ ہنی مون منانے۔ تبریز ہوا میں فائرنگ کرتے
ہوئے بولا۔

خبردار! اپنی گندی زبان سے میری بیوی کے متعلق کچھ
کہاں۔ ورنہ یہ زبان بولنے کے قابل نہیں رہے گی۔
شاہ میر نے غصے سے تبریز کی گاڑی پر فائر کیا۔

تبریز اچھل کر گاڑی سے اترا۔ گارڈ نے آگے ہوتے، شاہ
میر پر اپنی گن تانی۔

احد بھی غصے سے آگے بڑھا۔ شاہ میر نے احد کو آگے
آنے سے روک دیا۔

زل کے آگئے بڑھتے قدم وہی رُک گئے۔

سب کی نظریں سامنے کھڑی لڑکی پر گئی۔ شاہ میر ان
سب کی نظروں کے تعاقب میں سامنے دیکھا۔ زل کو
سامنے دیکھ کر شاہ میر کی آنکھیں مزید سرخ ہوئی۔

تبریز مسکراتے ہوئے، زل کی طرف بڑھا۔ یہ ہے، مسز
شاہ میر خان! ہیرا چنا ہے۔

اس لیے اتنا اچھل رہا ہے۔ تبریز ہوس بڑی نظروں سے
دیکھ کر بولا۔ تبریز تو نے ایک قدم آگئے بڑھایا۔ تیری
جان لے لوں گا۔ شاہ میر تبریز کو آگئے بڑھتے دیکھ کر
غرایا۔ زل کانپتے ہوئے، دو قدم پیچھے ہٹی۔

ازہان فور ازل کے سامنے آیا۔ میری بہن پر نگاہ ڈالنے
کا مقصد صرف تیری موت ہے۔ ازہان کی بات پر تبریز
کا قہقہہ گونجا۔ اور زور سے ازہان کو دھکا دیا۔ زل کی بے
ساختہ چیخ گونجی۔

میر! زل نے روتے ہوئے، شاہ میر کو پکارا۔ تبریز نے
ایک جھٹکے سے زل کو کھینچ کر سامنے پھینکا۔ میر ہمارا بچہ!
زل کی چیخ سنسان سڑک پر گونجی۔ اور گھومتے ہوئے،
شاہ میر کے قدموں میں گرنے لگی۔ شاہ میر نے فور ازل
کو بازوؤں سے پکڑا۔ زل نے زور سے آنکھیں بند کی۔
چینیں ابھی بھی عروج پر تھی۔

جیسے اپنے بچے کو کھونے کے خوف سے چیخ رہی تھی۔
زل! زل! زل!۔۔۔ سٹاپ زل۔ شاہ میر اس کو مسلسل چیختے
دیکھ کر سرد آواز میں پکارا۔ شاہ میر کی سرد آواز پر، زل
ہوش میں آتی۔ شاہ میر کو دیکھنے لگی۔

خود کو شاہ میر کی باہوں میں محسوس کرتی تڑپ کر شاہ میر
کے سینے سے لگی۔ تبریز کے گارڈ نے آگے ہوتے۔ زل
کو پکڑنا چاہا۔ خبردار! اگر کسی نے اسے چھونے کی کوشش
بھی کی۔ سب کی لاشیں بچھاڑالوں گا۔ اگر کسی کا ہاتھ
میری عورت کی طرف بڑھا۔

وہ ہاتھ ہی جڑ سے کاٹ ڈالوں گا۔

شاہ میر سرد آواز میں دھاڑا۔ تبریز نے خون خار
نظروں سے شاہ میر کو دیکھا۔ جو اسے ہی گھور رہا تھا۔
زل کی آواز پر، شاہ میر زل کو دیکھنے لگا۔

میر ہمارا بچہ ٹھیک ہے۔ بچے کا سن کر شاہ میر کا دل تڑپ
اٹھا۔ پہلے والا سین آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔ اگر
وقت پر نہ تھا ممتا۔ تو پتا نہیں کیا ہو جانا تھا۔

میرا بچہ! تم نے مجھ سے چھپایا۔ اس کا حساب بعد میں لوں
گا۔ شاہ میر سوچتے زل کو خود کے ساتھ لگایا۔ میری

جان! ٹھیک ہے۔ ہمارا بچہ۔ آنکھوں کے اشارے سے
ازہان کو زمل کو یہاں سے لیے جانے کے لیے کہاں۔
ازبان جو آگئے

بڑھنے لگا تھا۔ تبریز نے فوراً پستل سے ازبان کا نشانہ لیا۔
گولی سیدھا۔ ازہان کے بازو میں پیوست ہوئی۔ بھائی۔
زمل تڑپتے ہوئے، ازبان کی طرف بھاگی۔ شاہ میر اور
احد بھی ازبان کی طرف بڑھے۔ کینے۔

تیری ہمت کیسے ہوئی، ازہان پاشا پر گولی چلانے کی۔ شاہ
میر اپنی پستل نکالتے، غصے سے تبریز کی طرف بڑھا۔ جیسے
تیری ہمت ہوئی تھی۔ میرے برلاس لالا کو قتل کرنے

کی۔ تبریز! شاہ میر غصے سے دھاڑا۔ ثبوت دو۔ میں نے
تمہارے لالا کا قتل کیا ہے۔ ثبوت تیرے سامنے ہے۔
میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ تبریز دھاڑتے
ہوئے بولا۔ کچھ سال پہلے شاہ میر میٹینگ اٹینڈ کرنے
کراچی گیا تھا۔ بہت بڑے پروجیکٹ پر ڈیل ہوئی تھی۔
جسے خریدنے کے لیے بڑے بڑے بزنس مین برلاس
خان سے ہاتھ ملانے لگے۔

پر برلاس نہیں جانتا تھا۔ اس کو پھسانے کی بہت بڑی
سازش رچی جا رہی ہے۔ زارا خان برلاس خان کی کزن

جس نے سب کھیل رچا۔ دنیا کے سامنے اپنی بہودا حالت
پیش کی۔ اس کا کہنا تھا۔

یہ سب برلاس خان نے کیا ہے اس کا حال دنیا والوں نے
برلاس خان کو جینے کے قابل ناچھوڑا۔ برلاس خان کی
موت کی ذمہ دار تیری اپنی کزن ہے۔ تبریز خان۔ سننا
چاہے گا کون ہے۔ تیرے لالا کی قاتل، زارا خان۔ تبریز
کے قدم لڑکھڑانے لگے۔

زارا! ایک سرد آواز نے سب کو ہلا کر رکھ دیا۔ تبریز اپنی
شال سہی کرتے گاڑی میں بیٹھا۔ اور زن سے گاڑی بھگا

لیں گیا۔ تبریز کو اپنا دماغ سن ہوتے محسوس ہونے لگا۔
اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ اس کی زارا کچھ ایسا کر سکتی ہے۔
تبریز کو اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ گارڈ کی
گاڑیاں بھی تیزی سے تبریز کی گاڑی کے پیچھے بڑھ رہی
تھی۔

ازبان بھائی اٹھے نا۔ زل مسلسل روتے ہوئے، ازبان کو
پکار رہی تھی۔ شاہ میر زل کے رونے کی آواز پر فوراً
ہوش میں آتے زل کے پاس آیا۔

احد کو گاڑی نکالنے کا بولا۔ میرا زبان بھائی ٹھیک تو ہو
جائے گئے۔ زل نیری جان! رونا بند کرو۔ ازبان ٹھیک
ہو جائے گا۔

شاہ میرا زبان کو سہارا دیتے گاڑی میں بیٹھایا۔ زل ازبان
کے ساتھ بیٹھی۔ احد نے گاڑی سٹارٹ کی اور ہو سپٹل
کے راستے کی طرف لی۔

تھوڑی دیر میں ہو سپٹل پہنچے۔ ازبان کو ایمر جینسی روم
میں لے گئے تھے۔ شاہ میرا زل کو چپ کر وارہا تھا۔ جو

مسلسل رہ رہی تھی۔ کچھ دیر میں ڈاکٹر باہر آئے۔
پیشینٹ بالکل ٹھیک ہے۔

آپ پریشان ناہو۔ ہوش میں آتے ہی روم میں شفٹ
کر دیں گئے۔ پھر آپ مل لینا۔

شاہ میر نے زمل کو دیکھا۔ جو ہاتھ اٹھائے اللہ کا شکر ادا کر
رہی تھی۔ ڈاکٹر ایک نظر

دیکھتے آگئے بڑھ گیا۔

میری جان! آؤ تمہارا چیک اپ کروالوں۔

اتنی دیر میں ازہان کو ہوش آجائے گا۔ پھر مل لینا۔ شاہ
میر زمل کو اپنے حصار میں لیے آگئے بڑھ گیا۔ احد نے
مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھا۔ اور ساتھ خوش
رہنے کی دعادی۔۔۔۔۔

لالا مجھے یہاں نہیں رہنا۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔

آپ کے بنا حوریہ خان سانس نہیں لیتی تھی۔
اب آپ کے بنا رہنا پڑ رہا ہے۔ حوریہ ٹیرس پر کھڑی،
سسکیوں سے روتی بول رہی تھی۔ سردی کی وجہ سے
حوریہ کپکپا رہی تھی۔ اور چھوٹی سی ناک سرخ ہو ہو گئی

تھی۔ ساتھ ہی دوسرا کمرہ تھا۔ جو بالاج کا تھا۔ دونوں
کمرے کے ٹیرس ایچ تھے۔ کوئی بھی با آسانی یہاں وہاں
آسکتا

تھا۔ بالاج ہاتھ میں چائے کا کپ پکڑے بڑی غور سے
حوریہ کا دیکھ رہا تھا۔

جو آسمان کی طرف دیکھ کر باتیں کر رہی تھی۔ مجھے اس
کے رونے سے کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔ کیوں میرا دل
بار بار اس لڑکی کی طرف کھینچا جا رہا ہے۔ بالاج حوریہ
خان کو بڑی فرصت سے جیسے وہ اسکے ایک ایک نقوش کو
حفظ کر لینا چاہتا ہو۔ بالاج نے مسکراتے ہوئے، حوریہ کو
پکارا۔ سنیے۔ کسی مرد کی آواز سنتے حوریہ خان فوراً پلٹی۔

اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔ جو کپ رکھے، چھوٹی
سی دیوار پھلانگ کر ادھر آ رہا تھا۔ حور یہ گھبراہٹ کے
ساتھ دو قدم پیچھے ہٹی۔

آپ اتنی رات کو یہاں کیا کر رہی ہے۔ بالاج اسے پیچھے
ہٹتے دیکھ کر بولا۔

یہ میں آپ سے بھی پوچھ سکتی ہوں۔ آپ یہاں کیا کر
رہے ہیں۔ حور یہ کی بات پر بالاج کے لب مسکراہٹ
میں ڈھلے۔

آپ کی آواز آپ کی طرح بہت پیاری ہے۔"

بالاج حوریہ کی طرف قدم بڑھاتے بولا۔ حوریہ نے
سرخ آنکھوں سے گھورا۔ حوریہ پیچھے دیوار سے جا لگی۔
بالاج نے حوریہ کے دنوں اطراف ہاتھ رکھے، حوریہ
کے بدن سے اٹھتی کلون کی خوشبو اپنے اندر اتاری۔
حوریہ سانس روکو، اس پر کشش مرد کو دیکھنے جو دیوتاؤ
جیسا حسن رکھتا تھا۔ آپ دور ہٹے، کو۔۔۔ کون۔۔۔
ہے۔۔۔ آپ۔۔۔ حوریہ لڑکھڑاتی زبان سے بولی۔

آپ کا عاشق۔ بالاج حوریہ کے چہرے محترمہ آپ کا پر
آئے، بال پیچھے کر کے بولا۔

بالاج کے عاشق کہنے پر حوریہ قہقہہ لگا کر نہیں۔
بالاج نے حیران نظروں سے حوریہ کو دیکھا۔ جو پاگلوں
کی طرح ہی رہی تھی۔ کیا میں تم سے محبت نہیں کر سکتا۔
بالاج اسے ہستے دیکھ کر سرد آواز میں بولا۔

میں محبت کے لائق نہیں ہوں۔ سب مجھ نفرت کرتے
ہے۔ حوریہ روتے ہوئے، چلنی۔

بالاج اس کے چیخنے پر تڑپ اٹھا۔

پر میں تو آپ سے عشق کرتا ہوں۔ بالاج اس کے آنسو
صاف کرتے ہوئے بولا۔

حوریہ نے ڈبڈبی آنکھوں سے دیکھا۔

کوئی انجان شخص شخص اپنی محبت کا اظہار ایسے کرے گا۔
جسے وہ جانتی ہی نہیں۔ حوریہ نے اسے دور کرنا چاہا۔
بالاج نے فوراً اس کا ہاتھ تھاما۔ دور رہے آپ مجھے کیسے
چھو سکتے ہیں۔

میں بس جواب سننا چاہتا ہوں۔ حوریہ۔

بالاج نے حوریہ کے ہاتھوں کو اپنی سخت گرفت میں لیتے
بولا۔

حوریہ اس شخص کے منہ سے اپنا نام سنتے حیران ہوئی۔
میں بتا چکی ہوں۔ میں محبت کے لائق نہیں ہوں۔

تم کسی کی محبت کے لائق ہو یا نا ہو۔ پر بالاج خان کی محبت
کے لائق ہو۔ تمہیں دیکھتے ہی میرا دل میرے پاس نہیں
ہوتا۔ جب تم سامنے آتی ہو۔ میں اپنی نظریں نہیں ہٹا
پاتا۔ بالاج حوریہ کی گردن میں منہ چھپاتے بولا۔ حوریہ
بالاج کی حرکت پر مجسمہ بن گئی۔ جیسے وہاں ہو کر بھی نا
ہو۔ بالاج نے حوریہ کی گردن سے چہرہ نکالتے دیکھا۔

حور۔ بالاج نے مدھم آواز سے پکارا۔ حور تم ٹھیک ہو۔
حوریہ خان کے آنسو بہنے لگے۔ کیا آپ مجھ سے نکاح
کرے گئے۔

حوریہ کے ایک دم بولنے پر بالاج پہلے حیران ہوا۔ پھر سر
جھٹک کر مسکرا دیا۔ حوریہ بالاج کو چپ دیکھتے، پھر سے
بولی۔

کیا آپ مجھ سے نکاح کرے گئے۔ حور تم کہتی ہو، تو ابھی
قاری صاحب کو بلوالوں۔ حوریہ نے نفی میں سر ہلایا۔
پہلے مجھے یہاں سے لے کر جائے۔ مجھے یہاں نہیں رہنا۔
حوریہ روتے ہوئے بولی۔ اسے یہاں سے نکلنے کے لیے

اور کوئی راستہ نہیں ملا۔ وہ سمجھ گئی تھی۔ سامنے والا شخص
اس کے پیار میں گوڈے گوڈے ڈوبا تھا۔ اس کے لیے
کچھ بھی کر سکتا تھا۔ پر سامنے والا شخص بھی سمجھ گیا تھا۔
وہ یہاں سے نکلنے کے لیے سب کر رہی ہے۔ ہاشم کے
پیچھے بھاگنا اس دن ہی چھوڑ دیا تھا۔ جس دن ہاشم نے
عالمینہ سے سے نکاح کیا تھا۔ تم جو چاہو گی ویسا ہی ہو گا۔ پر
سب کی موجودگی میں۔ میں نہیں چاہتا۔ تمہارے کردار
پر کوئی انگلی اٹھائے۔

بالاج کی بات پر حوریہ کی آنکھیں نم ہوئی۔

دھکیلتی فوراً اندر کی بالاج کو خود سے دور د طرف بھاگی۔
بالاج نے مسکراتے ہوئے، اپنے کمرے کی طرف بڑھ
گیا۔ حور یہ کمرے میں داخل ہوتے، بیڈ پر اوندھے منہ
گرتے، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

احمد کمرے میں داخل ہوا۔ نور کمبل اوڑے بیڈ کراؤن
کے ساتھ ٹیک لگا کر پڑھ رہی تھی۔ احمد نے غصے سے
اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ نور تم اب تک سوئی نہیں۔
احمد کی آواز سنتے، فوراً اچھل کر بیٹھی۔ اور ٹک ایک سائیڈ
پر رکھی۔ پہلے آپ مجھے بتائے، آپ کہاں تھے۔ نور

سیدھا ہوتی، لڑا کا بیوی کی طرح ہاتھ اٹھائے پوچھنے لگی۔
احمد مسکرا کر بیڈ کی طرف بڑھا۔

کیوں میری بیوی مجھے مس کر رہی تھی۔ احمد نور کو بیڈ پر
لٹائے، اپنے حصار میں لیتے بولا۔ میں کیوں آپ کو مس
کرنے لگی۔ آپ اتنی دیر سے آئے نہیں تھے۔ تو میں
نے پوچھ لیا۔

اچھا۔ بہت زبان چلنے لگ گئی ہے تمہاری۔

احمد نور کے گال پر دانت گھاڑے بولا۔

نور کی سسکی کمرے میں گونجی۔

احمد مکمل طور پر نور کے اوپر جھکا۔ نور نے شرم سے گلابی
متواتر چہرے سے احمد کو دیکھا۔ احمد نور کا سرخ چہرہ
دیکھتے، مسکرایا اور اس کی دھڑکنوں پر جھکے، بے باکی
دیکھانے لگا۔ نور شرم سے آنکھیں بند کی۔

نور جان! تمہارے بدن پر کپڑے بالکل اچھے نہیں لگتے،
رات کے ٹائم تو بالکل نہیں، جب میری باہوں میں ہوتی

ہو۔

احمد نور کی شرٹ کندھے سے نیچے کرتے، وہاں شدت
سے دانت گھاڑے۔ نور احمد کے بے درد وار پر تڑپ
اٹھی۔ احمد نے اوپر ہوتے، نور کے بدن کے ہر پردے
کو ریمو کیا۔ آہہ! احمد جان بہت ہی بے شرم ہے، آپ
نور خود کو چھپاتی فوراً بولی۔

احمد کا قہقہہ پورے کمرے میں گونجا۔ بیوی پاس ہو تو،
بے شرمی دیکھانا، تو ہم خانوں میں شہد کی طرح بڑھی
ہے۔

احمد بول کر، نور کے ہاتھ اس کی دھڑکنوں پر ہٹائے، اُف
یہ تمہاری جان لیوہ دھڑکنیں میری پیاس کو اور بڑھا دیتی
ہے۔

احمد اس کی دھڑکنوں پر جھکے شدت سے چومنے لگا۔

نور خود کو چھڑوانے کے لیے ہلکان ہونے لگے۔ احمد نے
غصے سے نور کو دیکھا۔ اور اس کے ہاتھ تکیے پر پن کیے۔
میری جان کیوں ہلکان ہو رہی ہو۔ جانتی ہو، قربت کے
لمحات میں اتنے قریب آکر نہیں پیچھے ہٹ سکتا۔ تو پھر
آرام سے

چھوٹے، احمد کی بات سنتے، نور تپ کر بولی۔ نور جہاں،
اگر آرام سے چھونے لگا۔ تو تمہاری میٹھی، سسکیاں کیسے
سنوں گا۔

احمد اس کے لبوں پر جھکا، شدت سے پینے لگا۔ کبھی نیچے
والا لب کبھی اوپر والا لب پر شدت ڈھانے لگا۔
نور کی سسکیاں پورے کمرے میں گوجنے لگی۔ دونوں
ایک دوسرے میں گم محبت کی ہر دیوار کر اس کرتے جا
رہے تھے۔

نور نے مکمل طور پر خود کو احمد کے حوالے کر دیا۔ احمد
مسکراتے ہوئے، اپنی شدتیں لوٹانے لگا۔
نور کی چیخیں کمرے میں گونجنے لگی۔ میری جان سب کو
اکٹھا کرنے کا ارادہ ہے۔ ایسے چیخ رہی ہو۔

آپ آہستہ کرے نا، تو میں نہیں چیخوں گی۔ نور سوں
سوں کرتی بولی۔ اور شرم سے چہرہ پھیر لیا۔ احمد نے
جھک کر اس کی گردن چومی اور آہستہ آہستہ کرنے لگا۔

وہ جانتا تھا۔ وہ تکلیف بالکل برداشت نہیں کر سکتی۔ اس
کی دھڑکنوں پر ہاتھ رکھتے، آہستہ سے نور کے بدن میں
سمار ہاتا تھا۔ نور کا ہچکولے برہتا وجود دیکھ کر بہکنے لگا۔
نور نے تڑپتے ہوئے، اپنے ناخن احمد کی پیٹھ پر مارے۔
احمد سکون حاصل کرتا۔ سیدھا ہو کر لیٹا۔ نور کا سر اپنے
سینے پر رکھا۔ اور اس کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ جو
گہرے گہرے سانس بڑھ رہی تھی۔ نور جہاں! احمد نے
مدھم آواز سے پکارا۔ جی! نور بھی مدھم آواز میں جواب
دیا۔

نور اگر میں کہوں میں نے تم سے بہت بڑی بات چھپائی
ہے، کیا تم مجھے معاف کر دو گی۔

نور نے احمد کی طرف کن اکھیوں سے دیکھا، احمد نے
جھک کر اس کی آنکھوں کو چوما۔ وہ ایسی کونسی سی بات
چھپا رہا تھا۔ نور اضطرابی انداز میں سوچنے لگی۔
اگر کوئی ایسی بات ہوئی، جس سے میں ہرٹ ہوں۔ تو
معافی نہیں ملے گی۔ نور احمد کے سینے میں چھپتے بولی۔ احمد
نے گہرا سانس بھر کر نور کے گرد اپنا حصار مضبوط کیا۔

تبریز خان کندھے پر شمال صحیح کرتا۔ اور ایک ہاتھ

میں پیسل پکڑے، لاؤنج میں داخل ہوا۔ قدموں کی
چاپ ایک الگ دھن میں لاؤنج میں گونجنے لگی۔

زارا، تبریز کی سرد آواز نے حویلی کے در و دیوار ہلا کر رکھ
دیے۔

زرلشتہ خان بھاگتے ہوئے، لاؤنج میں آئی۔

حمدان صاحب بھی تبریز کی آواز سنتے،
باہر آئے، زارا، تبریز ان سب کو اگنور کرتا پھر سے زارا
کو پکارا۔

کیا ہوا، اس طرح کیوں چلا رہے ہو۔ حمد ان آگئے ہوتے
غصے سے بولے۔ چچا جان! آپ چپ رہے، سب آپ
کا قصور ہے جسے رکھی آپ نے اپنی لاڈلی کو چھوٹ دے
رکھی ہے۔

یہ کیسے بات کر رہے ہو تم اپنے چچا سے، ہارون صاحب
سیڑھیاں اترتے ہوئے، غصے سے بولے، اکمل خان کی دو
اولادیں تھیں۔ ہارون خان، اور حمد ان خان، ہارون کی
مسمر سارا خان، اور حمد ان کی زرشہ خان۔ ہارون کے دو
بیٹے تھے، برلاس اور تبریز، کچھ عرصہ پہلے برلاس کی
موت نے اس حویلی کے دارودیاور ہلا کر رکھ دیے تھے۔

اس کی ماں سارا خان اندر سے ٹوٹ گئی تھی۔ وہ بہت کم
بولنے لگی تھی۔

سارا سارا دن کمرے سے باہر ہی نہیں آتی تھی۔ حمدان
صاحب کی ایک ہی اولاد تھی۔ زارا خان! جو حویلی میں
سب کی لاڈلی تھی۔ پر اپنی خوبصورتی کے غرور کی وجہ
سے ہر کسی سے دوری بنا کر رکھتی تھی۔ زارا نیچے آؤ،
تبریز غصے سے پھر چلایا۔ تبریز کی آواز پر زارا اچھل کر بیڈ
پر بیٹھی۔ اس حویلی میں اس برعوب پر سنلیٹی کی وجہ
سے سب خوف کھاتے تھے۔

زارا خود پر شال اوڑھتی، کمرے سے باہر آئی۔ سامنے
لاؤنج میں تبریز کو غصے سے ٹہلتے دیکھ کر وہی رک گئی۔

تبریز نے سامنے دیکھا، اور غصے سے زارا کی طرف بڑھا۔
زارا تبریز کو اپنی طرف آتے دیکھ کر پیچھے قدم اٹھانے
لگی۔ سب پریشانی سے تبریز کو دیکھ رہے تھے۔ تبریز زارا
پر ایک سرد نظر ڈالتا۔ کلائی سے پکڑ کر سیڑھیاں اترنے
لگا۔ وہ سب بھول گیا تھا۔ کہ وہ اس نازک کلی سے بے حد
محبت کرتا ہے۔ بس اتنا یاد تھا۔

کے نازک صف انسان برلاس لالا کی قاتل ہے۔ تبریز
غصے سے نیچے اتر رہا تھا۔

چھوڑو مجھے تبریز، زارا خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی
تھی۔ تبریز ایک جھٹکے سے لاؤنج کے وسط میں آکر دھکا
دیا۔

زارا خان اوندھے منہ آکر ٹھنڈے فرش پر گری۔
زرلشتہ خان تڑپ کر آگئے بڑھی۔ بچی جان! وہی رک
جائے۔ کوئی اس قاتل
کی طرف نہیں بڑھے گا۔ قاتل، لفظ کہنے پر زارا خان
تڑپ کر سراٹھایا۔

ہوش میں ہو تم! کیا آل فال بھگے جارہے ہو۔ حمد ان اپنی
بیٹی پر قاتل کے لفظ سنتے غصے سے تبریز کی طرف
بڑھے۔

پوچھے اس سے کیوں میرے لالا کا قتل کیا۔ سب سکتے کی
حالت میں دیکھنے لگے۔ زارا کو لگا وہ اگلی سانس نہیں لے
پائے گی۔ سارا خان وہی صوفے پر ڈھے گئی۔ تبریز تم کیا
بول رہے ہو۔ ہارون آگئے ہوتے غصے سے پوچھنے لگے۔

بابا جان! ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ پوچھے اس سے اس نے
کیوں کیا ایسا۔ میرے لالا تو اپنی جان چھڑکتے اس پر۔

تبریز کے آنسو بہنے لگے۔ اور غصے سے زارا کی طرف
بڑھا۔ زارا منہ پر ہاتھ رکھتے پیچھے کو کھسکنے لگی۔

کیوں مارا میرے لالا کو۔ بتاؤ زارا! پلیز مجھے معاف کر دو۔
بابا میں نے کچھ نہیں کیا، تا یا جان! میں نے کچھ نہیں کیا۔
میں وہ بس۔۔۔۔۔ زارا بول کر پھوٹ پھوٹ کر رودی۔
کیا میں وہ بس۔۔۔۔۔ تبریز اس آدھے ادھورے الفاظ پر
اٹک گیا۔

زارا ہچکیوں سے رونے لگی۔ مام! تبریز کی بات سرے
سے اگنور کرتے، اپنی مام کو پکارا۔ زرشہ بیگم اپنی بیٹی کی
پکار پر فوراً بولی۔ حمد ان تبریز کو سمجھائیں نا۔ اُسے کوئی غلط
فہمی ہوئی ہے۔ بتاؤ زارا اور نہ یہ گولی تمہارے سر کے آس
پاس گزر جائے گی۔

تبریز زارا کے سر پر پیسٹل کی نوک رکھتے ہوئے غرایا۔
زارا کو سانس آنا بند ہوا۔ وہ کبھی پیسٹل کو کبھی تبریز کو دیکھ
رہی تھی۔ وہی سب کے دل سہم گئے تھے۔

تبریز کے سامنے وہ کچھ بھی بول نہیں سکتے تھے۔ ابھی وہ
کچھ بولتے تو تبریز غصے میں کچھ بھی کر سکتے تھے۔ بتاؤ
ڈیمنڈ! ورنہ کچھ بولنے کے لیے زندہ نہیں بچو گی۔

وہ میں برلاس لالا کو مارنا نہیں چاہتی تھی۔

میں نے نہیں۔۔ ابھی کچھ بولتی تبریز نے ایک زوردار
تھپڑ اس کے گال پر رسید کیا۔ اس تھپڑ کی گونج زارا کے
ساتھ

سب سہم گئے۔ تبریز نے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ اور پھر زارا
کو، جو چہرے پر ہاتھ رکھے، زمین کو گھور رہی تھی۔

تبریز میں وہ۔۔ زارا کچھ آگئے بولتی، تبریز اسے بازو سے
پکڑے، اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ تبریز کہاں
لے کر جا رہے ہو ہارون خان کی آواز پر تبریز کے قدم
تھے۔

زارا بے سدھ ہوتی، صرف تبریز کے سہارے کھڑی
تھی۔ بابا بیوی ہے میری۔ اپنے کمرے میں لے کر جا رہا
ہوں۔ تبریز رخصتی نہیں ہوئی ابھی۔ تو ابھی کروا کر لیں
جا رہا ہوں۔

تبریز غصے سے بولتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ہارون بھائی رو کے اسے میری بچی کے ساتھ پتا نہیں کیسا
سلوک کرے گا۔

پلیز ہارون بھائی، پلیز۔۔۔۔۔ زرا لشتہ ہاتھ جوڑے فریاد
کرنے لگی تھی۔

زرلشتہ بیگم! یہ تمہاری بیٹی کا گناہ ہے۔ جو وہ کر بیٹھی ہے۔ مجھے قبول ہے، وہ جیسا مرضی سلوک کرے۔
حمد ان غصے سے بولتے زرلشتہ بیگم پر سکتہ طاری کر گئے۔

کیسے باپ ہے۔ آپ کیسے بول سکتے ہے آپ۔ زر لشتہ وہی
زمین پر بیٹھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
حمدان بھی سارا کولے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ
گئے۔

تبریز اپنے کمرے میں داخل ہوتے، کمرے میں بنے
ڈارک روم کی طرف بڑھ گیا۔ زارا نے پھٹی پھٹی
آنکھوں سے ڈارک روم

کو دیکھا۔ تبریز نے دروازہ کھولتے اندر کی طرف دھکیلا۔
اندر گھپ اندھیرا تھا۔ زارا اٹھ کر دروازے کی طرف
بڑھی۔

تب تک تبریز دروازے کو لاک لگا چکا تھا۔ تبریز مجھے باہر
نکالوں میں مر جاؤں گی۔ پلیز مجھے اتنی بڑی سزا نادو۔
مجھے سانس نہیں آرہی۔ زارا خان چیختی چلاتی رہی۔ وہ
شاہور کے نیچے کھڑا، اس کی چیخیں سنتا، خود بھی تڑپ رہا
تھا۔ رورہا تھا۔ اس کی معصوم زارا اس کے لالا کی قاتل
ہے۔ وہ جیسے یقین نہیں کر پا رہا تھا۔ پلیز تبریز، مجھے مار
ڈالو۔ مجھے یہاں سے باہر نکالوں میں مر جاؤں گی۔ تبریز

شاہر بند کرتے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرہ زارا خان کی
چینوں پکار سے لرز رہا تھا۔ تبریز گاڑی کی چابی اٹھائے،
غصے سے باہر کی طرف بڑھ گیا۔ تبریز، مجھے ڈر لگ رہا
ہے۔ میں مارنا نہیں چاہتی تھی۔ مجھے معاف کر دو۔
زارا روتے ہوئے، وہی دروازے کے ساتھ بیٹھتی چلی
گئی۔ اندھیرے سے بچپن سے خوف آتا تھا۔ زارا خوف
سے گھٹنوں میں سر دیے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

آج وہ تبریز لگا ہی نہیں تھا۔ جو اس کے لیے جان دینے کو
تیار رہتا تھا۔ تبریز کے بے درد تھپڑ یاد کرتے، ہچکیوں

سے رونے لگی۔ باہر نکالو، زارا گہرے گہرے سانس
بھرنے لگی۔

سانس آنا بند ہونے لگا۔

زارا زور زور سے دروازہ بجانے لگی۔ تبریز ایک زوردار چیچ
پورے ڈارک روم میں گو بھی۔ ڈارک روم میں گھپ
اندھیرے کی وجہ سے ٹیبل سے ٹکڑائی۔ اور وہی زمین پر
گرتے بے
ہوش ہو گئی۔

تبریز پچھلے دس گھنٹوں سے سنسان سڑک پر گاڑی
روکے، سگریٹ پر سگریٹ پھونکے جا رہا تھا۔ آنکھوں
سے گرم سیال روانی کی طرح بہہ رہا تھا۔
زارا نے ایسا کیوں کیا۔ وہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا۔
زارا برلاس کے ساتھ کچھ ایسا کر سکتی ہے۔ وہ تو اسے اپنی
جان سے بھی زیادہ پیار کرتا تھا۔ بہن مانتا تھا، اسے۔ تبریز
نے غصے سے سٹرینگ پر ہاتھ مارا۔ زارا کا چیخنا چلانا یاد
آتے، قرب سے آنکھیں بند کی۔

اپنی مورے کا تڑپنا، اپنے بابا کا رات رات بھر جھاگنا یاد
آیا تھا۔ برلاس کی موت نے جیسے سب کی نیندیں ہی چڑا

لی تھی۔ وہ خود بھی تو کتنی راتیں نہیں سویا تھا۔ اس کا لالا
ہی اس کا سب کچھ تھا۔

دوست تک برلاس خان کو بنایا ہوا تھا۔ یک دم ذہن میں
سپارک ہوا۔ زارا کا پکارنا یاد آیا۔ وہ پچھلے دس گھنٹوں سے
ڈارک روم میں بند تھی۔ تبریز نے جلدی سے گاڑی
سٹارٹ کی۔ وہ بھول گیا تھا۔ اس کی زارا کو بچپن سے
اندھیرے سے خوف آتا تھا۔ وہ تو اپنے روم کی لائٹ بھی
اون کر کے سوتی تھی۔

تبریز یاد آتے، گاڑی کی سپیڈ خطرناک حد تک بڑھائی۔
زارا نے بہت غلط کیا۔ اس کے لیے تبریز زارا کو کبھی
معاف نہیں کر سکتا تھا۔

یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ تبریز زارا کو معاف
کرے گا یا نہیں۔ وہ اس کے لالا کے قاتل کے ساتھ
ساتھ اس کی کزن، اور بیوی بھی تھی۔ تبریز پندرہ منٹ
حویلی پہنچا۔ گاڑی کارپوچ میں کھڑی کرتا، لمبے لمبے
ڈھنگ بڑھتا اندر کی طرف بڑھا، اور تیزی سے اپنے
کمرے کا رخ کیا۔ جہاں وہ نازک صف لڑکی پچھلے دس
گھنٹوں سے ڈارک روم میں بند تھی۔

تبریز روم کا دروازہ کھولے، اندر داخل ہوا۔ اور کمرے
میں بناڈارک روم کا دروازہ جلدی سے کیز سے کھولا۔ اور
اندر قدم رکھتے، اندھیرے میں ڈوبے، کمرے کو دیکھنے
لگا۔ جہاں اس روم میں رکھی چیز بھی نظر نہیں آرہی
تھی۔ زارا! تبریز نے سر دلہجے سے زارا کو پکارا۔ اس کی
آواز ناسنتے دیکھ کر جلدی سے بورڈ تلاش کرنے لگا۔ جو
تھوڑی دیر ڈھونڈنے کے بعد مل گیا تھا۔

تبریز نے جلدی سے لائٹ اون کی۔ اور سارا روم روشنی
میں نہلایا۔ لائٹ کے اون ہوتے، تبریز کے قدم وہی
منجھند ہو گئے۔

وہ دس گھنٹوں سے ایسے ہی ٹھنڈے فرش پر لیے جان
گڑیا کی طرح دنیا سے بیگانہ پڑی تھی۔ یہاں تک کہ
ہونٹ بھی نیلے پر چکے تھے۔ تبریز جلدی سے زارا کی
طرف بڑھا۔ اور زارا کے بے جان وجود کو اپنی باہوں
میں اٹھا کر جلدی سے کمرے میں آیا۔ زارا کو بیڈ پر
لٹائے، جلدی سے آتش دان جلایا۔ آتش دان جلانے
کے بعد تبریز زارا کے پاس آیا۔ اس کے نیلے ہونٹ دیکھ
کر تبریز پریشان ہوا۔

سانسیں بالکل مدھم چل رہی تھی۔ تبریز کو بھی اپنی
سانسیں بند ہوتے ہوئے محسوس ہونے لگی۔ سامنے لیٹی

عورت سے جتنی شدت سے عشق کرتا تھا۔ آج اتنی
شدت سے نفرت ہو رہی تھی۔ تبریز کو سمجھ نہیں آرہی
تھی۔ اس

کو ہوش میں کیسے لائے۔ زارا۔۔ تبریز نے اسے پکارتے
ہوئے، گال تھپتھپایا۔ زارا کو کمبل سے اچھی طرح کور
کرتے ہوئے۔ اس کے ہاتھ مسلنے لگا۔ کمرہ پہلے سے زیادہ
گرم ہو چکا تھا۔ پر زارا ویسی ہی ٹھنڈی پڑی رہی۔ تبریز کی
دھڑکنیں بھی مدھم ہونے لگی۔

تبریز اب اس کے پاؤں کے قریب بیٹھا۔ اسے گرمائش
پہچانے لگا۔ وہ اس عمل کو دس منٹ دوہرا تا رہا۔ پر وہ
ایسے ہی برف کی طرح ٹھنڈی پڑی تھی۔

تبریز اپنی شرٹ اتار کے زارا کے ساتھ لیٹا۔ اور اسے کمر سے پکڑ کر اپنے بے حد قریب کیا۔ اور ہاتھ اس کی شرٹ کے اندر ڈال کر کمر پر پھیرنے لگا۔ برف کی طرح ٹھنڈی پڑتے دیکھ کر اپنے بے حد نزدیک کیا۔

زارا کے بدن سے کلون کی خوشبو اٹھتے، تبریز کو مزید بہکنے پر مجبور کر رہی تھی۔

جب نظر اس کے نیلے پڑتے ہو نٹوں پر گئی، تبریز نفرت سے زارا کو دیکھا۔ وہ تو اسے اپنی محبت میں اپنے بے حد قریب چاہیے تھی۔ آج جب وہ نفرت کرنے پر اتر آیا

تھا۔ تو اسے یہ سب کرنا پڑ رہا تھا۔ تبریز غصے سے اس کے
لبوں پر جھکا۔

اور شدت سے اس کے لبوں پر اپنی تشنگی مٹانے لگا۔ کبھی
اس کے اوپر والے لب کو اپنے دانتوں میں چباتا۔ اور
کبھی نچلے لب کو۔

وہ نیم بے ہوشی میں تڑپ اٹھی تھی۔ تبریز اس کی تڑپ
کو اگنور کرتے، مکمل توڑ پر اس نازک صف کلی کو کمبل
میں

لے کر غروب ہوا۔ پر اس کے لبوں کو آزادنا کیا۔ اب وہ
بے ہوشی میں سسکیاں بھر رہی تھی۔ تبریز نے کمبل ہٹا
کر اس کے چہرے کا بغور جائزہ لیا۔ اسے ہوش میں آتے

دیکھ کر تبریز سیدھا ہو کر لیٹا۔ اب اس کے لبوں پر
نیلا ہٹ کی بجائے سرخ تھے۔ تبریز اس کے سرخ یا قوتی
لبوں کو دیکھ کر غصے سے نظریں پھیر گیا۔ اور آنکھوں پر
بازور کھے، آنکھیں موند گیا۔

پر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ اپنے لالا
کے قاتل کو کیسے سزا دیں۔ جو اس کی بیوی تھی۔ وہ سوچ

سوچ کر پاگل ہو رہا تھا۔ تبریز اپنے بے حد قریب لیے
زارا کی مدھم سانسیں اپنے اوپر محسوس کرتے، ایک لمبا
سانس اپنے اندر کھینچا۔ زارا کو آنکھیں کھولتے دیکھ کر فوراً
اپنی آنکھیں بند کی۔ وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ دوبارہ اس پر
غصہ کرے۔ جو اس کی حالت تھی۔

زارا نے آنکھیں کھولیں، پورے کمرے کا جائزہ لیا۔ سر
درد سے پھٹ رہا تھا۔ سب یاد آنے پر زارا فوراً اٹھ کر
بیٹھی۔

آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جب ساتھ لیٹے نظر اس
دشمن جاں پر پڑی۔ اوپر کا سانس اوپر، اور نیچے کا نیچے رہ

گیا۔ زارا ہونکوں کی طرح تبریز کو دیکھنے لگی۔ جس کے
مدھم خراٹے گونج رہے تھے۔ زارا کی پرسوز ہچکیاں
کمرے میں گوجنے لگی۔

تبریز اس کی ہچکیاں سنتے، غصے سے بیڈ شیٹ مٹھیوں میں
دبوچی۔

زارا اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ تبریز کا سر درو یہ دیکھ کر
فورا لیٹ گئی۔

تبریز نے آنکھیں کھول کر زارا کو دیکھا۔ جو کبل میں
دیکھی، تھر تھر کانپ رہی تھی۔ تبریز نے سائیڈ کروٹ
لی۔ زارا تبریز کے خوف سے فوراً اس کے ساتھ چپکی۔
تبریز کی دھڑکن جو پہلے ہی تیز دھڑک رہی تھی۔ زارا
کے حصار باندھنے پر مزید تیز ہونے لگی۔ وہ حیران سا
اس کا بازو دیکھنے لگا۔ زارا پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ وہ جاگ
رہا ہے۔ تبریز کے خوف سے اس کے گرد حصار باندھا۔
اسے پتہ تھا۔ اگر اس نے یہاں سے جانے کی ضد کی۔ تو
وہ پھر سے تھپڑ مارے گا۔ زارا سوچتے۔ ایک پر سوز ہچکی
لی۔ اسے ابھی بھی اپنے گال پر درد محسوس ہو رہا تھا۔
تبریز نے یک دم اس کی طرف کروٹ لی۔

زارا سہم کر ڈبڈبی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ تبریز نے سرخ
آنکھوں سے زارا کو گھورا اور غصے سے اس کا ہاتھ اپنی کمر
سے ہٹایا۔ زارا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

نفرت ہے مجھے، تمہارے ان جھوٹے آنسوؤں سے اگر
یہ دوبارہ نکلے، تو میرا ہاتھ تمہارے دوسرے گال پر بھی
نشان چھوڑ دیں گا۔ تبریز غصے سے دھاڑا۔ زارا نے فوراً
آنسو صاف کیے۔

تبریز نے اسے کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کیا۔ بتاؤ۔۔ زارا
خان کیوں مارا میرے لالا کو۔ تبریز سرد آواز میں بولا۔

اور مزید اس کی کمر میں بے رحمی سے اپنی انگلیاں
پیوست کی۔

زارا کی مدھم۔ سسکی گونجی۔

بتاؤ، تبریز مزید غصے سے دھاڑا۔ زارا تبریز کے سینے سے
مزید چپکی۔ تبریز نے غصے سے زارا کو جھٹکا۔

تبریز! زارا نے پر سوز ہچکی لیے تبریز کو پکارا۔ زارا کے منہ
سے اپنا نام سنتے، قرب سے آنکھیں بند کی۔ یہی نام سننے
کے لیے وہ گھنٹوں گھنٹوں اس کے روم میں بیٹھا رہتا تھا۔

جو مزید نکھرے دیکھانے کے بعد نام سے پکارتی تھی۔
تبریز نے شکوہ کناں نظروں سے زارا کو دیکھا۔ زارا اس
کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھتے۔ نظریں جھکا
گئی۔

کیوں مارا میرے لالا کو۔ تبریز درد سے چور لہجے میں بولا۔
مجھے۔۔ معاف۔۔۔ کر دو۔ زارا لڑکھڑاتی زبان سے
بولی۔ میں۔۔ ایسا۔۔ نہیں۔۔ کرنا۔۔ چاہتی۔۔۔
تھی۔ برلاس لالا۔۔ وہ برلاس لالا زارا برلاس کا نام لیتے
پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ کیا برلاس لالا، بتاؤ تبریز اس کو
اس طرح اس نے اسے روتا دیکھ کر ایک آہ بھر کر کہا۔

زارا نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ تبریز نے کھا جانے والی
نظروں سے زارا کو دیکھا۔

زارا رخ پلٹے لیٹ گئی۔ تبریز نے اس کی پشت کو دیکھا۔
زارا کو سیدھا کرتے، اس کے اوپر جھکا۔ اور اسے بولنے کا
موقع دیے بغیر اس کے ہونٹوں پر جھکا۔ اور شدت سے
پینے لگا۔ زارا اس کے نیچے مچھلی کی طرح حترپنے لگی۔ تبریز
نے شدت سے زارا کے نچلے ہونٹ پر دانت گھاڑے۔
زارا کے ہونٹ سے روانی سے خون بہنے لگا۔ تبریز اپنے
ہلکے خون کا ذائقہ محسوس کرتے فوراً پیچھے ہوا۔ اور زارا کا
پھٹا ہوا ہونٹ دیکھنے لگا۔ جہاں گہرہ زخم آیا تھا۔ زارا اپنے

ہونٹ پر درد جلن، اور درد محسوس کرتے، ہچکیوں سے
رونے لگی۔ تبریز نے اپنے دیے ہوئے، زخم پر زبان پھیر
نے لگا۔ زارا جلن کم ہوتے، آنکھیں موند گئی۔ جانم!
ابھی تو اس طرح کے مزید زخم اپنے جسم پر سہنے ہے۔ یہ
تو پہلا وار ہے۔ جو تمہارے لبوں پر دیا ہے۔ تبریز اس
کے اوپر سے اٹھتے ہاتھ روم میں جا کر بند ہوا۔

زارا منہ کے بل لیٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

ہائے لیڈیز! گھر میں سناٹا کیوں ہے۔ ضرغام جو کمرے
میں جانے لگا تھا۔ ہیزل، ماہی، زمل، عابیرہ کو لاؤنچ میں

بیٹھے دیکھ کر سیدھالاؤنج میں آیا۔ شاہ میر اور زل رات
کو ہی واپس آ گئے تھے۔ شاہ میر کا ارادہ تھا۔ وہاں رکنے
کا۔ پر زل حادثے کے بعد کافی ڈر گئی تھی۔ تو ہائے لیڈیز
! گھر میں سناٹا کیوں ہے۔ ضرغام جو کمرے میں جانے لگا
تھا۔ ہیزل، ماہی، زل، عابیرہ کو لاؤنج میں بیٹھے دیکھ کر
سیدھالاؤنج میں آیا۔ شاہ میر اور زل رات کو ہی واپس آ
گئے تھے۔ شاہ میر کا ارادہ تھا۔ وہاں رکنے کا۔ پر زل
حادثے کے بعد کافی ڈر گئی تھی۔ تو کوئی ہنڈسم شہزادہ
دیکھ لیا ہو۔ ضرغام اپنا فرضی کالر جھاڑتے ہوئے بولا۔
زل اور عابیرہ کا قہقہہ لاؤنج میں گونجا۔ زرینہ بیگم!
ٹرے پکڑے، لاؤنج میں داخل ہوئی۔ جس میں دودھ

کے گلاس تھے۔ بابا، ہنڈ سم۔۔ شکل دیکھی آپ نے اپنی
کسی اچھڑے ہوئے، جنگل کی طرح لگ رہی ہے۔ عابیرہ
ضرغام کے پاس آتے بولی۔ ضرغام نے غصے سے سب کو
دیکھا۔ جو ہاتھ ہاتھ مارے ہنس رہی تھی۔ بھابھی آپ
بھی۔ ان کے ساتھ مل گئی۔ ضرغام ہیزل کی طرف منہ
بنا کر بولا۔ کیا ہوا ہے۔ تمہارا کیوں منہ اتر ا ہوا ہے۔

زمینہ بیگم ان کے پاس آتے ہی بولی۔

کچھ نہیں ممانی جان! بس آپ کی بہورائیاں مجھ معصوم
ہنڈ سم دیکھنے والے، ضرغام خان کو اجڑے ویران کے
ساتھ منسوب کر رہی ہیں۔

دیکھے کہاں سے میرے شکل اجڑے جنگل کی طرح ہے۔
ضرغام ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بولا۔ سہی تو کہہ رہی ہے۔
زمینہ بیگم بھی۔

فورا اپنی بہوؤں کی سائیڈ لیتی بولی۔ سب کی کھکھلاہٹ پھر
سے ایک بار لاؤنج میں گونجی۔

مممانی جان آپ بھی۔ ضرغام چہرے پر سرد تاثرات
تاثرات لیے بولا۔ میرا بچہ! ایسی شکل لے کر تھے گھے
گا۔ تو سب ایسا ہی کہے گئے۔ تیری شادی ہے، کچھ تو
چہرے پر رونق لا۔

اچھا بلا تو ہے۔ ہمارے دولہے میاں کا چہرہ۔ شاہ میر بیچ
میں کودتے ہوئے فوراً بولا۔

یہ تم لوگ لاؤ، اپنے چہرے پر رونق شونق۔ ہم تو ایسے ہی
ہنڈ سم لگتے ہے۔ شاہ میر ضرغام کے کندھے کے ساتھ
کندھا ٹچ کرتے ہوئے بولا۔ سب لڑکیاں غصے سے شاہ

میر

کو دیکھنے لگی۔ ہمیں کچھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ماشا
اللہ۔ ہمارے چہرے پر قدرتی نور ہے۔ زل جل بھن
کر بولی۔ زرینہ بیگم مسکراتی نظروں سے ان کی نوک

جھوک سن رہی تھی۔ اور دل ہی دل میں خوش رہنے کی
دعا دی۔

ہاہا۔۔۔ہاہا۔۔ یہ سب میک اپ کا کمال ہے۔ جو تم لوگ
خوبصورت لگتی ہو۔ شاہ میر بھی زل کی بات سنتے فوراً
بولا۔ زل نے کھا جانے والی نظروں سے شاہ میر کو
دیکھا۔ شاہ میر فوراً ہونٹ گھول کر کے زل کو کس
اچھالی۔ سب کے جاندار قہقہے لاؤنج میں گونجے۔ زل
نے شرم

سے سر جھکا لیا۔ اور ہیلو۔ تم لوگ بھی۔ فیشل کروا کروا کر
ہی ہنڈ سم رکھتے ہو۔ ماہی بھی اپنے بال ایک ادا سے جھٹکے

سے پیچھے کرتے بولی۔ سب کے منہ سے یک دم اوو۔
نکلا۔

کاوش کمرے سے نکلتے سید ہالاؤنج میں آیا تھا۔ نظر
سامنے اپنی اداؤں سے جان لٹاتی بیوی پر پڑی۔ کاوش
وہی ر کے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔ دامیار، اور بہرام نے
غور سے کاوش کو دیکھا۔ یہ پکا مجھے ہارٹ پشینٹ کا مریض
لگتا ہے۔ بہرام کاوش کو گھورتے، سید ہا ہیزل کے ساتھ
بیٹھا۔ خان! ان کو بتائے، میں پیاری ہوں نا۔ ہیزل فوراً،
بہرام کو دیکھتے بولی۔

سب نے مسکراتے ہوئے، ہیزل کو دیکھا۔ جو معصموں
والا سوال کرتے، سب کو بہت ہی پیاری لگی۔ بہرام نے
مسکراتے ہوئے، ہیزل کے گال چومے۔ سب نے ایک
دفعہ پھر او دو۔۔۔ کانعرہ لگایا۔ ہیزل نے شرم سے سرخ
آنکھوں سے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ میری
بیوی اتنی پیاری ہے۔ میرا تو اس کے گال کھا جانے کو دل
کرتا ہے۔ دنیا کی خوبصورت عورت صرف میری ہے۔
جو بہرام کی زندگی میں آئی ہے۔ بہرام محبت پاش لہجے
میں بولا۔

ہیزل نے بھیگی آنکھوں سے بہرام کو دیکھا۔ بہرام نے
مسکراتے ہوئے۔ ہیزل کو اپنے ساتھ لگایا۔ اور بھئی!

تمہارے سالے صاحب کدھر ہے۔ دامیار شاہ میر کو
دیکھتے بولا۔

کمرے میں آرام کر رہا ہے۔ شاہ میر سیدھا بیٹھتے بولا۔
ہمارے چھوٹے خان دنیا میں آرہے ہے۔ مبارکباد نہیں
دی۔ سب نے۔ لالا آپ مبارکباد کی بات کر رہے ہے۔
ہم تو پورے گاؤں میں مٹھیاں بھی بانٹ آئے ہے۔

ضرغام اور کاوش یک زبان بولے۔ شاہ میر مسکراتے
ہوئے، زمل کو دیکھنے لگا۔

جو شرم سے نظریں جھکا گئی تھی۔ زرمینہ بیگم جو ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ فوراً زمل کا ماتھا چوما۔ اور خوش رہنے کے دعا دی۔

ہمارے دامیار کو بھی اللہ، جلدی سے اولاد سے نوازے۔ زرمینہ بیگم عابیرہ کو مسکراتی نظروں سے دیکھتے بولی۔ عابیرہ نے فوراً دامیار کی طرف دیکھا۔

جو مسکراتے ہوئے امین بول رہا تھا۔ عابیرہ نے بھی دامیار کو دیکھتے امین کہاں۔

اور شرم سے نظریں جھکالی۔ دامیار تو سب کچھ بولائے۔
اپنی بیوی کو دیکھنے لگا۔ جو شرماتے ہوئے۔
بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔ موبائل بجنے کی رنگ پر
دامیار کا دیکھنے کا تسلسل چھوٹا۔ اور فوراً موبائل نکلا۔
جہاں آئزہ کا نمبر جگمگا رہا تھا۔

دامیار نے فوراً ویڈیو کال پک کی۔ دوسری طرف آئزہ کی
بھگی آواز لاؤنج میں گونجی۔
کیا ہوا۔ میری گڑیا۔ تم رو کیوں رہی ہو۔ دامیار پریشان
لہجے میں بولا۔

سب پریشان سے آثرہ کی بھیگی آواز سننے لگے۔

گڑیا۔۔۔ بتاؤ۔۔۔ کیا ہوا ہے۔ شاہ میر آگئے آتے فوراً
بولا۔ لالا وہ۔۔۔ لالا۔۔۔ نامیشہ کو۔۔۔ اس کا کزن میں
گیا ہے۔

نامیشہ کا نام سنتے، ضرغام فوراً اٹھ کر بیٹھا۔ وہ۔۔۔ بہت رو
رہی تھی۔ اس کا کزن زبردستی لیں گیا ہے۔ عاصم اور
ہاشم لالا اس کے پیچھے گئے ہے۔ سب سکتے کے عالم میں
ضرغام کو دیکھنے لگے۔

جو غصے سے اٹھ کر باہر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ بہرام اور
کاوش بھی اس کے پیچھے بڑھے۔ گڑیا۔۔ تم فکر مت کرو۔
ہاشم اور عاصم اسے واپس لیں آئے گئے۔

ہم بھی آرہے ہیں۔ دامیار بول کر فوراً کال بند کی۔ ہیزل
اور ماہی پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگی۔ جو عالینہ
کا سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔ عالینہ تو ایک منٹ بھی
نمائشہ کے بنا نہیں رہتی تھی۔ اس میں تو عالم نہ کی جان
بستی تھی۔ آبان پتہ نہیں کیوں لیں کر گیا تھا۔ عالینہ سے
بدلہ لینے کے لیے۔ یا نمائشہ کی شادی کا سن کر۔
دامیار ہاشم کو کال ملاتے، باہر کی طرف بڑھ گیا۔

اور شاہ میر بھی۔

آبان خان کی گاڑی تیزی سے حویلی میں داخل ہوئی۔

گاڑی کارپورچ میں کھڑی کرتے فوراً گاڑی سے نکلتے
دوسری سائیڈ کا دروازہ کھولا۔ نامیشہ ڈر کے گاڑی کے
دوسری سائیڈ سے لگی۔ آبان نے غصے

سے نامیشہ کی کلائی پکڑ کر باہر کی طرف کھینچا۔

ناشایق کر باہر بھاگی۔

مجھے جانے دیں۔ آبان بھائی، مجھے یہاں نہیں رہنا۔

نامیشہ چیختے ہوئے، خود کو چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی۔

آبان غصے سے نامیشہ کی کلائی کھینچتے۔ اندر کی طرف بڑھ گیا۔ آپ کو سمجھ نہیں آرہا۔ مجھے یہاں نہیں رہنا۔ نامکیشہ ہذیانی چیختے ہوئے بولی۔

آبان نے اس کے چیخنے پر پلٹ کر ایک زوردار تھپڑ
نامیشہ کے گال پر دے مارا۔

تم دونوں بہنوں کو یہاں رہنے سے کیا مسئلہ ہے۔

ایک نے شادی اپنی پسند سے کر لی۔

اور دوسری بہن بھی ہماری عزت کا جنازہ نکالنے میں لگی
ہے۔

نامیشہ جو اوندھے منہ زمین بوس ہوئی تھی۔ آبان اس
کے پاس بیٹھتا بالوں سے پکڑ کر دھاڑا۔ آبان کے منہ سے

عزت لفظ سنتے، نامیشہ تنزیہ مسکرائی۔ آپ عزت کی بات کرتے ہے۔ جو خود اپنی بہن کزن کی عزت تار تار کرنے کو لگا ہے۔ نامکیشہ اپنے بال چھڑواتی ہوئے بولی۔ شٹ اپ! بکو اس بند کرو۔ ورنہ یہی تمہیں گولیوں سے اڑا ڈالوں گا۔ آبان غصے سے سرخ آنکھوں سے گھورتے بولا۔ نامیشہ ہچکیوں سے رونے لگی۔ آبان خان پہلے ہوئے، حادثے کی وجہ سے کچھ دن ہو اسپتال رہا۔ ہاتھ پر جو گہرا کٹ لگا تھا۔ اُسے بھرنے میں کافی ٹائم لگ گیا۔ حویلی جانے کی بجائے، کچھ دن کے لیے، امریکہ چلا آیا۔ اگر حویلی چلا جاتا۔ سمعیہ خان کے سر پر خون سوار ہو جانا تھا۔ سمعیہ خان کے پوچھنے پر اس نے صرف بتایا تھا۔ میں

کچھ امپورٹنٹ کام کے لیے امریکہ آیا ہوں۔ جس پر وہ
بھی خاموش ہو گئی۔ عالینہ کا پوچھنے پر بتایا۔ وہ شادی کر
چکی ہے۔ تب بھی سمعیہ خان خاموش رہی۔ آبان کو ان
کی خاموشی سن کر تھوڑی پریشانی ہوئی۔ پر پھر بھی اگنور
کر گیا۔ اب جب سمعیہ خان کی کال آنے پر بتایا۔ نامیشہ
کی شادی ہو رہی ہے۔

آبان کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ پہلی فلائیٹ میں
ہی سوات پہنچا۔ اور سیدھا۔ عالیان کی حویلی سے نامیشہ کو
لے کر سیدھا اپنی حویلی میں پہنچا۔

نامیشہ آبان کی دھاڑ پر پیچھے کو کھسکی۔ تم ایک درندے
ہو، آبان بھائی۔ بھائی نام پر ایک دبہ ہو۔ نامیشہ روتے
ہوئے، بولی۔ لڑکی تمہاری زبان کتنی چلتی ہے۔ بلکل
تمہاری بہن عالینہ کی طرح۔ سمعیہ خان سیڑھیاں اترتے
ہوئے بولی۔ نامیشہ نے فوراً سامنے دیکھا۔ جہاں ادھیڑ عمر
کی خاتون اتر رہی تھی۔ یہ خاتون نامیشہ کی دادی جان
تھی۔

آبان بیٹا۔ اس کو نیچے کیوں بیٹھایا ہے۔ یہاں اوپر بیٹھاؤ۔
جہاں اس کی اصل جگہ ہے۔ سمعیہ خان صوفے پر بیٹھتے
بولی۔ مجھے کہی نہیں جانا، مجھے واپس اپنی بہن کے پاس
جانا ہے۔ نانکیشہ سمعیہ خان کو نفرت سے دیکھتے بولی۔

آبان نے نانکیشہ کو بازو سے پکڑتے صوفے پر بیٹھایا۔
میری بچی یہی ہے۔ تمہارا گھر۔ نہیں میرا گھر نہیں ہے۔
نامیشہ ہدیانی چینی۔ سمعیہ خان نے غصے سے آبان کو
دیکھا۔ آبان نے خون خار نظروں سے نامیشہ کو دیکھا۔
اپنی دادو کے پاس اب رہنا۔ تمہاری دادو کروائے گی۔

ناشادی۔ ان خانوں سے اچھا۔ لڑکا میں اپنی دھی رانی
کے لیے ڈھونڈوں گی۔

سمعیہ کی بات پر نامیشہ نے تڑپ کر دیکھا۔ مجھے یہاں سے
جانا ہے۔ نانکیشہ کو لگا۔ اب جیسے وہ یہاں رہی تو سانس

نہیں لیں پائے گی۔ نامیشہ اٹھ کر داخلی دروازے کی
طرف بڑھنے لگی۔

سمعیہ خان نے اپنی ٹانگ آگئے کی۔ نامیشہ ٹانگ کے
ساتھ اڑنے پر اوندھے منہ زمین پر گڑی۔

سر ٹیبل کی نوک پر لگا۔ نوک پر لگنے کی وجہ سے خون
نکلنے لگا۔ نامیشہ نے اپنے چکراتے سر کو تھامتے ہوئے،
بھگی گلابی متواتر آنکھوں سے سمعیہ خان کو دیکھا۔ صحیح
کہتی ہے۔ آپ عالیہ۔ آپ بہت ظالم ہے۔ اچھا۔ اور کیا
کیا کہاں۔ تمہاری اس کم ظرف آپ نے۔ آبان غصے سے

نامیشہ کے بالوں کو مٹھی میں دبوچتے ہوئے غرایا۔ آبان
نادان ہے۔ چھوڑو۔ وقت کے ساتھ خودی سمجھ جائے
گی۔ سمعیہ آبان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولی۔ دادی
جان! یہ دونوں بہنیں نادان نہیں ہے۔ یہ دونوں تو
شیطان کو بھی موت دیں جائیں۔

ہم تو پھر بھی اپنے ہے۔ اور سوری! اپنے نہیں۔ دشمن
ہے، ہم تم دونوں کے۔ اگر تمہاری جان لیں گئے۔ تو
دوسری بہن ویسے ہی تڑپ کر مر جائے گی۔ آبان اور
سمعیہ کا قہقہہ لاؤنج میں گونجا۔ نامیشہ نے نفرت سے دیکھ
کر نظریں پھیر لی۔ عالینہ آپی یہ اپنوں کے نام پر

درندے ہے۔ نائیکیشہ مدھم آواز میں بولتے پھوٹ
پھوٹ کر رودی۔

ہاشم اور عاصم داخلی دروازے پر کھڑے، سکتے کے عالم
میں یاد کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کہی سے بھی ان
کے لہجے میں محبت نہیں ڈھلک رہی تھی۔ سمعیہ خان
آبان کو سمجھانے کی بجائے۔ اس کا ساتھ دیں رہی تھی۔
عالینہ جو ہاشم کے ساتھ کال پر تھی۔

وہ بھی اپنوں کے منہ سے ایسے لفظ سنتے، پھوٹ پھوٹ کر
رودی۔ عالینہ میری جان! کیا ہو گیا ہے۔ چپ ہو جاؤ۔ ہم
نائیشہ کو اپنے ساتھ ہی لے کر آئے گئے۔

ہاشم بول کر کال بند کر گیا۔ خبردار آبان خان! اسے ہاتھ
لگانے کی بھی کوشش

ہاشم غصے سے دھاڑتے آگئے بڑھا۔ نامیشہ نے بھیگی
آنکھوں سے ہاشم اور عاصم کو دیکھا۔ عاصم نے آنکھوں
کے اشارے سے ریلیکس رہنے کا بولا۔ سمعیہ خان غصے
سے صوفے سے اٹھتے دھاڑی۔

تم لوگوں کی اتنی ہمت جو ہماری اجازت کے بنا ہماری
حویلی میں قدم رکھا۔ آپ کے پوتے نے بھی ہماری
اجازت کے بنا حویلی میں قدم رکھا تھا۔ اب ہم نے رکھ
لیا۔ تو آپ کو مرچے لگ گئی۔ گرینڈ ماں۔ عاصم شوخانہ

انداز میں بولا۔ آبان غصے سے ہاشم کو ہی دیکھ رہا تھا۔ لگتا ہے۔ تمہارا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔

ہاشم اس کا ہاتھ دیکھ کر بولا۔ اب اس کا دوسرا ہاتھ کچھ توڑنے کا ٹائم آ گیا ہے۔

ضرغام داخلی دروازے سے انٹر ہوئے بولا۔

پیچھے بہرام اور کاوش بھی داخل ہوئے۔ نامیشہ ضرغام کو دیکھ کر ہچکیوں سے رونے

لگی۔ ضرغام نامیشہ کی سرخ سو بھی آنکھیں دیکھ کر غصے سے آبان کی طرف بڑھا۔

ہاشم اور عاصم نے فوراً ضرغام کو پکڑا۔ پوری خانوں کی
فوج لینے آئی ہے۔ تمہیں نامیشہ از لان خان آبان اسے
بازو سے پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔ نامیشہ کی چیخ لاؤنج میں
گو بھی۔ ہاشم، عاصم بہرام، کاوش تڑپ کر آگئے بڑھے۔
یہ چھوٹی سی پیاری لڑکی انہیں پہلے دن سے ہی بہت عزیز
ہو گئی تھی۔

ضرغام ان سے پہلے ایک ہی سیکنڈ میں نامیشہ

کے قریب ہوا۔ سب وہی رک گئے۔

نانکیشہ کے سر پر چوٹ لگے دیکھ۔ ضرغام بنا موقع ضائع
کیے۔ ایک زوردار مکا۔ آبان کے چہرے پر دیں مارا۔
سمعیہ خان! تڑپ کر آگئے بڑھی۔

تمہاری اتنی ہمت ہماری حویلی میں آکر کر ہمارے پوتے
پر ہاتھ اٹھاؤ۔ گرینڈ ماں! یہ پوتی بھی آپ کی ہے۔ جس کو
آپ لوگوں نے تکلیف پہنچائی۔ بہرام بھی آگئے ہوتے
غرایا۔

ہم تو آپ کے پوتے کی عقل ٹھکانے لگانے آئے ہے۔
امید ہے۔ عقل ضرور ٹھکانے لگے گی۔ ہاشم آگئے

ہوتے۔ دو تین تھپڑ اس کے گال پر دیں مارے۔ آبان
خود کو سنبھالتے۔

ہاشم کے چہرے پر تھپڑ مارا۔ میری عقل ٹھکانے لگاؤ گئے
ہاں۔ آبان غصے سے غراتے، ہاشم پر لیٹ پڑا۔ ہاشم اور
آبان دونوں ایک دوسرے پر ٹوٹ کر برسے۔ سمعیہ
خان وہی منہ پر ہاتھ رکھتے۔ اپنے پوتے کو پیٹتے ہوئے دیکھ
رہی تھی۔ نائیشہ ضرغام کے ساتھ لیٹی۔ تھر تھر کانپ
رہی تھی۔ ضرغام نے نائیشہ کے بالوں پر لب رکھے۔
اور مزید خود کے ساتھ لگایا۔ عاصم اور کاوش نے آگے
ہوتے۔ دونوں کو چھڑوایا۔

جو خون میں لت پت ہو گئے تھے۔ دونوں ایک دوسرے
کو۔ سر دنگا ہوں سے دیکھنے لگے۔ آبان خان آئینہ سے
تم نے ہماری گھر کی عورتوں پر نگاہ بھی ڈالی۔ تو زندہ نہیں
بچے گا۔ دل تو کر رہا ہے۔ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر کے
چیل کوؤں کو کھلا دوں۔

پر تیری دادی کیا ہو گا۔ پوتیوں سے تن کنارا کر لیا ہے۔
اگر تجھے دنیا سے فنا کر دیا جائے۔

تو سمعیہ خان اکیلی رہ جائے گی۔ تمہیں صرف اپنی بیوی
کہنے پر چھوڑ رہا ہوں۔ ورنہ تم نے اب تک دنیا سے کوچ

کر جانا تھا۔ میں اپنی بیوی سے کیا ہوا وعدہ کبھی نہیں
بھولتا۔ اس کو تم لوگوں کی فکر ہے۔ پر تم لوگ اتنے سنگ
دل ہو۔ انہیں مارنے کے منصوبے بنانے لگے۔ ہاشم غصے
سے بولتے باہر نکلا۔ آبان نے سرد نگاہ سمعیہ خان پر
ڈالی۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہو۔ آپ ہی بنانے والی ہے۔ مجھے
درندہ صف۔ باقی سب بھی۔ ہاشم کے پیچھے نکلے۔ ضرغام
جو نامیشہ کو لے کر آگئے بڑھنے لگا تھا۔ نامیشہ درد سے بلبللا
اٹھی۔

ضرغام نے نامیشہ کے پاؤں کی طرف دیکھا۔ جہاں سے
خون نکل رہا تھا۔ ضرغام ایک سرد نگاہ ڈالتے۔ نامیشہ کو
اپنی باہوں میں اٹھاتا۔ باہر کی طرف بڑھ گیا۔ آبان بھی

غصے سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ سمعیہ خان کے
آنسو

ٹوٹ کر گال پر بہنے لگے۔ آج اپنی غلطیوں کا شدت سے
احساس ہونے لگا تھا۔

ضرغام نامیشہ کو اپنی گاڑی میں بیٹھایا۔ دو لہے میاں، لڑکی
کا گھر اس طرف آتا ہے۔ اسے ہماری گاڑی میں بیٹھاؤ۔
عاصم مسکراتے ہوئے بولا۔ میں تو بھول گیا۔ میری
ہونے والی بیوی کامیکا، اس طرف آتا ہے۔ تم سب جاؤ۔

میں اپنی ہونے والی بیوی کو جنگل گھما کر لاتا ہوں۔
ضرغام بھی مسکراتے ہوئے بولا۔

اور گاڑی سٹارٹ کر کے زن سے بھگالیں گیا۔ یہ تو سب
کے زن مریدی میں ریکارڈ توڑے گا۔ بہرام عاصم کو
آنکھ و نک کرتے ہوئے بولا۔ کسے بول رہے۔ یہ تو خود
اپنی بیوی کے قدموں میں پڑا رہتا ہے۔ ہاشم عاصم کی
رات والی بے شرمی دیکھ کر بولا۔ عاصم نے ایک زوردار
مکاس کی پیٹھ پر دیں۔

مارا۔ آہہ کمینے۔ رحم کر پہلے ہی ہڈیوں کا سورما بننا ہوا ہے۔
بہرام اور کاوش دھبی دھبی ہی ہنسنے لگے۔ چلو یہاں
کھڑے رہنا ہے۔

تھوڑی اور دیر ہوئی۔ باقی کی جان میری بیوی نے نکال
دینی ہے۔ ہاشم جلدی سے گاڑی میں بیٹھا۔ بہرام اور
کاوش بھی مسکراتے ہوئے گاڑی میں بیٹھے۔ اور زن سے
گاڑی بھگالیں گئے۔ عاصم نے بھی گاڑی سٹارٹ کی۔ اور
حویلی کے راستے کی طرف ڈالی۔

ہاشم حویلی میں داخل ہوا۔ سب ہی لاؤنج میں بیٹھے انتظار
کر رہے تھے۔ عالینہ ہاشم کی حالت دیکھ کر تڑپ کر آگئے
آئی۔ مسٹر خان آپ ٹھیک تو ہے، نا۔ یہ کس نے کیا۔
تمہارے اس ٹھڑکی کزن نے۔ آہہ! جان ہی نکال دی۔
ہاشم چہرے پر درد کے تاثرات لیے بولا۔ عالینہ عاصم کو
اکیلے دیکھ کر فوراً بولی۔

مسٹر خان! نامیشہ کہاں ہے۔ آپ اسے لے کر نہیں
آئے۔ عالینہ آنکھوں میں آنسو لیے بولے۔

میری جان! ضرغام اپنی ہونے والی بیوی کو جنگل کی سیر
کروانے گیا ہے۔

ہاشم نے یاد کرتے، ضرغام کے بولے گئے۔

لفظ دہرائے۔ عالینہ نے مسکراتے ہوئے، ہاشم کو دیکھا۔
ٹھیک تو ہے۔ نا۔ میری بچی۔ مسکان بیگم آگئے آتے فوراً
بولی۔ جی خالہ! بالکل ٹھیک ہے۔ آپ بے فکر ہو جائے۔

عاصم مسکراتے ہوئے بولا۔ سب نے اللہ کا شکر ادا کیا۔
احمد، بالاج کدھر ہے۔ عاصم احمد کو دیکھتے بولا۔ اوپر
کمرے میں ہے۔ کل سے کمرے سے نکلا ہی نہیں۔ عاصم

نے حیران نظروں سے دیکھا۔ عاصم وہی سے بالاج کے
کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ضرغام نانکیشہ کو پہلے ہو سپیٹل لے کر آیا تھا۔ نانیشہ کے
پاؤں کی ڈریسنگ کروائی۔ اور اب نانکیشہ کو گاڑی میں
لیے سوات کی سڑکوں پر گھوم رہا تھا۔ ضرہم کہاں جا
رہے ہے۔ نانیشہ باہر اونچے اونچے پہاڑوں کو دیکھ کر بولی۔
ہنی مون منانے۔ ضرغام نانکیشہ کی طرف جھکتے بولا۔
نانکیشہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلی۔

ضرغام کا قہقہہ گاڑی میں گونجا۔ ہے پرس کیا خیال
ہے۔ ہنی مون منالیا جائے۔ ویسے بھی شادی میں صرف
تین دن باقی ہیں۔ زرغام گاڑی روکتا ہے۔ نائشہ نے اسے
اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

نائشہ تھوڑی دیر بعد سوچ کر بڑی معصومیت سے بولی۔
ضرغام کی بعد ہنی مون مناتے ہیں۔ آپ پہلے کیسے
منائے گئے۔ ضرغام کو نائشہ کے کیے گئے معصوم سوال
پر ٹوٹ کر پیار آیا۔ میں تو اپنی پرس کے ساتھ مناؤں
گا۔ اور کیسے مناؤں گا۔

ٹریلر تمہیں دیکھا دیتا ہوں۔ ضرغام نامیشہ کو اپنی گود میں
بیٹھاتے بولا۔ ضرغام کی بے باکی پر دھڑکن تیز ہونے
لگی۔ آپ بہت بے شرم ہے۔ چھوڑے مجھے۔

نامیشہ ضرغام کے سینے پر لگے برساتی بولی۔ ضرغام نے
فورا گاڑی کا دروازہ کھولا۔ نامیشہ نے ڈبڈبی آنکھوں سے
ضرغام کو دیکھا۔ آپ کیا کرنے لگے ہے۔ مائے پر نس
کھلے آسمان کے نیچے اپنی نئی یادیں بنانے لگے ہے۔

ضرغام باہر نکلتے نامیشہ کو آگئے گاڑی کے اوپر بیٹھایا۔
نامیشہ ضرغام کے ارادے سمجھتے، فوراً دوسری طرف سے

کھسکی۔ ضرغام نے فوراً کلائی سے پکڑے۔ گاڑی پر لٹایا۔
اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔ نامیشہ نے ضرغام کو دور
کرنا چاہا۔ ضرغام اور شدت سے نامیشہ کے لبوں کو چومنے
لگا۔ کبھی نچلے لب کو کبھی اوپر والے لب کو شدت سے
سک کر رہا تھا۔

نامیشہ ضرغام کا کالر پکڑتے، اپنی کمر کو اوپر اٹھایا۔ اور
شدت سے ضرغام کے لب پر دانت گھاڑے۔

ضرغام بلبلا تے ہوئے دور ہوا۔ اور اپنی زبان سے خون
کی بوند چنتے۔ نامیشہ کو گھورنے لگا۔ جو مسکراتے ہوئے،
دیکھ رہی تھی۔ جیسے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہو۔ آپ کو

شرم نہیں آتی۔ بیچ سڑک میں گندی گندی حرکتیں
کرتے ہوئے۔

نانشانے گاڑی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

پرنس اتنی پیاری اچھا! جب پر ہو۔ تو بندہ گندی حرکتیں
کیا۔ پوری بے شرمی پر اتر آتا ہے۔ ضرغام ایک جھٹکے
سے گاڑی پر لٹاتے نامیشہ کے پیٹ پر لب رکھے۔ نامیشہ
خود میں سمٹنے لگی۔ ضرغام اس کے پیٹ سے ہوتے، نیچے
کی طرف لب رکھے، نامکیشہ کی سسکیاں نکلوانے لگا۔

اب نائیشہ کے پاؤں شدت سے چوم رہا تھا۔ نائیشہ کے
آنسو بہنے لگے۔ ضر نائیشہ نے مدھم آواز سے پکارا۔ جی
ضر کی جان!

حکم کرے۔ ضر غام اوپر ہوتے، نائیشہ کی بھیگی آنکھوں کو
دیکھتے بولا۔

کچھ نہیں۔ نائیشہ بول کر سر جھکا گئی۔ ہے پر نس تم واقعے
میں ہی بہت معصوم ہو۔ ضر غام نائیشہ کی چھوٹی سی ناک
چومتے ہوئے بولا۔

ضرغام کی گاڑی حویلی آکر روکی۔ ضرغام گاڑی سے
اترتے نامیشہ کی سائیڈ کا دروازہ کھولا۔ اور مسکراتے
ہوئے۔ ہاتھ آگئے کیا۔ نامیشہ نے فوراً اپنا نازک ہاتھ
ضرغام کے ہاتھ میں دیا۔ اور گاڑی سے باہر نکلی۔ مائے
پرنس صرف دو دن۔ پھر پوری بارات کے ساتھ اپنی
پرنس کو لیں جاؤں گا۔ ضرغام نامیشہ کے گال چومتے
بولا۔ چلے چھوڑ دیں۔ میرا ہاتھ۔ نامیشہ مسکراتے ہوئے
بولی۔ ضرغام نے چھوٹی آنکھیں کر کے نامیشہ کو گھورا۔
جیسے کہہ رہا تھا چھوڑنے کے لیے تھوڑی پکڑے جاتے
ہیں۔

ابھی تو چھوڑ رہا ہوں۔ آئندہ کبھی ہاتھ چھڑوانے کی بات
نا کرنا۔ پرنس۔ ضرغام نامیشہ کا گال تھپتھپاتے گاڑی میں
بیٹھا۔ نامیشہ کو ایک نظر دیکھتے گاڑی سٹارٹ کی۔ اور زن
سے بھگالیں گیا۔ نامیشہ نے دور تک ضرغام کی گاڑی کا
تعاقب کیا۔ اور پھر اندر کی طرف بڑھ گئی۔ عالینہ نامیشہ
کو دیکھتے۔ فوراً اٹھی۔ نامیشہ بھی عالینہ کو بھیگی آنکھوں
سے دیکھنے لگی۔ نیشو۔۔ عالینہ بھاگتے ہوئے آگے بڑھی۔

اور نامیشہ کو گلے سے لگایا۔

آپی۔۔۔ نائیشہ عالینہ کے سینے سے لگی۔ زور و قطار رونے لگی۔ آپی آپ ٹھیک کہتی ہے۔

بہت بری ہے دادی جان۔

نائیشہ نے سوتے ہوئے کہا۔ بس میرے پیارے!

اب تم ان کا نام نہیں لو گی۔ عالینہ دونوں ہاتھوں سے نائیشہ کے چہرے سے بال پیچھے کرتی بولی۔ اور اس کے چکاچک گال چومے۔ میری نیشو واپس آگئی۔ اتنا ہی کافی ہے۔ چوٹ زیادہ آئی ہے۔ عالینہ فکر مند لہجے میں

بولی۔ نامیشہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

اور عالینہ کے ساتھ لاؤنج میں آئی۔ جہاں سب بیٹھے
محبت پاش نظروں میں دیکھ رہے تھے۔ مسکان بیگم نے
آگے ہوتے۔ نامیشہ کو سینے سے لگایا۔ میری بچی۔ مسکان
بیگم نامیشہ کے ہاتھ منہ چومنے لگی۔ نامیشہ کے آنسو بہنے
لگے۔

کیا اس کی سگی ماں ہوتی۔ وہ بھی اس سے ایسے ہی پیار
کرتی۔ نامیشہ سوچ کر قرب سے آنکھیں سے صاف
کی۔ مام! میں ٹھیک ہوں۔

جی امی! نیشو نے بالکل درست کہا۔ علینہ نے بھی دونوں
کے گرد باڑ باندھتے ہوئے کہا۔ ہر کسی کے پاس ہے۔

مسکراتے ہوئے، ان کو خوش رہنے کی دعا دی۔ مسکان
بیگم نے باری باری دونوں کے گال چومے۔ تم دونوں
میرے لیے میرا سکون ہو۔ آپ بھی ہمارے لیے ہماری
زندگی ہے۔

دونوں نے ایک ساتھ کہاں۔

مسکان بیگم نے مسکراتے ہوئے، دونوں کو دیکھا۔ باقی
سب بھی ناٹیشہ سے ملے۔

اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔
عاصم بالاج کے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں فل
اندھیرا دیکھ کر لائٹ اون کی۔

لائٹ اون کرتے، سامنے بیڈ پر لیٹے بالاج پر نظر پڑی۔
جو آنکھیں موندیں لیٹا تھا۔ اور فوراً بالاج کے پاس گیا۔
اور ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بخار چیک کرنے لگا۔ بالاج نے
آنکھیں کھول کر اپنے سامنے عاصم کو کھڑے دیکھ کر

سیدھا ہوا۔ کیا ہوا۔ تم ٹھیک تو ہو۔ بخار و خار تو نہیں ہو
گیا۔ جو تم کل سے کمرے میں بند ہو۔ عاصم اس کے پاس
ہی بیٹھتے بولا۔

بخار تو ہو گیا ہے۔ وہ بھی عشق کا۔ بالاج کی بات پر عاصم
منہ کھولے دیکھنے لگا۔

یہ کب ہوا۔ کمینے سوات میں آکر کون سی لڑکی

پٹالی۔ عاصم مسکراتے ہوئے بولا۔ حور یہ خان! دلاور
خان کی بہن۔

بالاج بھی بنا جلتے ہوا بولا۔ عاصم حوریہ خان کا نام سن کر
حیران نظروں سے دیکھنے لگا۔ بالاج مجھے لگتا تم ہوش میں
نہیں ہو۔ عاصم میں ہوش میں ہی بات کر رہا ہوں۔

مجھے خود نہیں پتا۔ مجھے اس سے کب محبت ہوئی۔ جب
بھی اس کو روتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ تو میرا دل خون کے
آنسو روتا ہے۔ اُسے پتا ہے۔ تو اس سے محبت کر بیٹھا
ہے۔ ہاں اسے پتا ہے۔ اُسے نے یہ بھی کہاں وہ مجھ سے
نکاح کر کے یہاں سے لے جائے۔ بالاج عاصم کو دیکھتے
بولا۔

عاصم نے فوراً اپنے جگری دوست کو گلے سے لگایا۔ تمہارا
دوست کروائے گا، ناشادی۔

تم بے فکر ہو جاؤ۔ نامیشہ کے ساتھ تیرا بھی نکاح کر دیں
گئے۔ اب یہ بھی میرا یار بیوی والا ہو جائے گا۔
عاصم بالاج کو چھیڑتے بولا۔ تو کون سا ہمیں ٹائم دیتا ہے۔
اب ہم نے بھی بیوی کے ساتھ ہی ٹائم گزارنا ہے۔

اچھا اب بیماروں کی طرح بیٹھانا ہی۔ سو جاؤ۔ صبح حویلی
مہندی ہے۔ تیری بھی ساتھ ہی کر دیں گئے۔ عاصم بول
کر باہر نکلا۔ بالاج مسکراتے ہوئے، آنکھیں موند گیا۔

ہاشم بیڈ پر لیٹا۔ آئینے میں عالیہ کو اپنی نظروں کے حصار
میں لیے ہوئے تھا۔ عالیہ کچھ دیر پہلے ہاشم کی ڈریسنگ کر
کے، ہاشم کی لائی ہوئی۔ چھوٹی سی سکاٹ پہنے، کھڑی
ہاشم کو گھوری سے نواز رہی تھی۔

کتنے بیہودہ کپڑے ہے۔ ایسے کپڑے تو میں اپنے لیے
بھی نہیں لائے۔ جو آپ لے کر آئے ہے۔ عالیہ ہاشم
کے پاس آتے غصے سے بولی۔ ہاشم نے غور سے عالیہ کی
نظر آنے والی رعنائیوں کو دیکھا۔ یہاں تک کہ۔

دھڑکنوں پر لپٹا بلیک پردہ بھی نظر آ رہا تھا۔ میری جان!

کس نے کہاں ہے۔ پہنو۔ فضول میں ٹائم ویسٹ کرتی
ہوں۔ جب پتا ہے۔ یہ سب تو تمہارے بدن پر رہنا
نہیں۔

ہاشم علینہ کو اپنی طرف کھینچتے بولا۔ اور ایک سیکنڈ میں
علینہ کی سگٹ اتار کر دور اچھالی۔ علینہ منہ کھولے ہاشم
کو دیکھنے لگی۔ ہاشم نے فوراً اس کا منہ بند کیا۔ اور اسے
بولنے کا موقع دیے بغیر علینہ کو خود کے نیچے کیا۔ اور علینہ
کے لبوں کو اپنے لبوں میں قید کیا۔ علینہ ہاشم کے نیچے
ماہی بے آب مچھلی کی طرح مچلنے لگی۔ ہاشم مسکراتے

بے باکی سے علینہ کے ساتھ لپٹا۔ ہاشم ایک ہاتھ اس کی
تھائیز پر پھیرنے لگا۔

میری جان سکاٹ پہن لی تھی۔ تو نیچے کچھ نہیں پہننا تھا۔
ہاشم اس کی ٹانگوں کی طرف اشارہ کرتا بولا۔ علینہ کو اب
سمجھ آئی۔ ہاشم کیوں بے باک نظروں سے دیکھ
رہا تھا۔ علینہ نے شرم سے لال چہرہ لیے۔ ہاشم کو دیکھنے
لگی۔ میری جان! اس میں لال ہونے والی کیا بات ہے۔
میں پہلے ہی سب کچھ دیکھ چکا ہوں۔ ہاشم اس کی
دھڑکنوں پر لب رکھے بولا۔

باشم اس کی دھڑکنوں سے لیٹے۔ علینہ کی سسکیاں
نکلوانے لگا۔ علینہ۔ اپنے نازک ہاتھوں سے ہاشم کی کمر پر
مکے برسانے لگی۔ تمہارے ان نازک مکوں کا مجھ پر کوئی
اثر نہیں ہونے والا۔

ہاشم علینہ کو اور خود کو باقی پردوں سے آزاد کرتے۔ علینہ
کی روح میں اترنے لگا۔

علینہ کی چیخ کمرے میں گونجی۔ ہاشم نے فوراً علینہ کے منہ
پر ہاتھ رکھا۔ بیوی سب کو یہاں اکٹھا کرنا چاہتی ہو۔ تمہارا
شوہر تم پر ظلم کر رہا ہے۔

علینہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ آپ آرام سے کمرے نا۔
علینہ شرم سے بولتی۔ نگاہیں جھکا گئی۔ اور ہاشم کا قہقہہ
کمرے میں گونجا۔ میری نازک بیوی۔ جیسا آپ کا حکم۔
ہاشم بول کر علینہ کے روح میں اترا۔ علینہ کی مدھم مدھم
سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی۔ دونوں پینے سے تر
ہوئے، نے سے تر ہوئے، تیز سانسیں لیتے ایک
دوسرے کو دیکھنے لگی۔ ہاشم نے علینہ کی بھیگی آنکھوں
پر لب رکھیں۔ اور شدت سے خود کے ساتھ لپٹا گیا۔

خان! آپ کے لیے کون سا ڈریس نکالو۔ ہیزل الماری
سے ایک بعد ایک شلوار قمیض بہرام کے سامنے رکھنے
لگی۔

میرا کولو مولو۔ ڈریس بعد میں نکالنا۔ پہلے اپنے خان کے
پاس آؤ۔ بہرام اس کے ہاتھ سے کپڑے بیڈ پر رکھتے،
اپنی گود میں بیٹھائے بولا۔

ہیزل کی حالت دن بادن نازک ہوتی جا رہی تھی۔ بہرام
دن رات ہیزل کو بہت اچھے سے خیال رکھتا تھا۔ اکثر
رات کو پاؤں سو جانے کی وجہ سے اٹھ کر

بیٹھ جاتی تھی۔ اور وہ گھنٹوں اس کے پاؤں دبا تار ہتا تھا۔
ہیزل بھی بہرام کی گود میں بیٹھے۔

بہرام کے ساتھ شدت سے لیٹی۔ میری جان! آپ نے
کھانا کھالیا۔ ہیزل نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔
گڈ۔ اب میرے کھانے کا ٹائم ہے۔ بہرام ہیزل کے
بھرے ڈھرے گال چومے بولا۔

میری خوبصورت بیوی تمہاری ان باہوں میں سکون
ہے۔

ہمیں کیا معلوم تھا۔ عشق کیا ہوتا ہے۔ تم ملی تو زندگی
محبت بن گئی۔

بہرام ہیزل کو اپنی باہوں میں لیے، سلوموشن میں ڈانس
سٹیپ کرنے لگا۔

اور ساتھ گانا گنگنانے لگا۔

کچھ بھی نہیں کچھ نہیں ہے۔ بن تیرے کچھ نہیں ہے۔

کو مسکراتی نظروں سے دیکھتے ہیزل بہرام کو بہرام کے
ساتھ ڈانس سٹیپ لینے لگی۔

کچھ بھی نہیں کچھ نہیں ہے۔

بن تیرے کچھ نہیں ہے۔۔۔۔

باہوں کا سہارا دیں۔۔۔۔۔

جینے کا بہانہ دیں۔۔۔۔۔

باہوں کا سہارا دیں۔۔۔۔۔

جینے کا بہانہ دیں۔۔۔۔۔۔۔

بہرام ہیزل کو گود میں اٹھائے، گول گھمانے لگا۔ ہیزل

کھکھلا کر ہنسی۔ بہرام اسے بیڈ پر لیے بیٹھا۔ آپ بہت

اچھا گاتے ہے۔ ہیزل بہرام کے لب پر لب رکھے بولی۔

آپ سے کچھ پوچھو۔

ہیزل بہرام کی طرف دیکھتے بولی۔ ہم! پوچھو۔ نہیں حکم
کرو۔ بہرام ہیزل کی ناک کی ٹپ چومتے ہوئے بولا۔

آپ مجھے ایسے ہی پیار کرتے رہے گئے۔ میں یہاں آپ
کے دل میں رہتی ہوں نا۔

ہیزل بہرام کے سینے پر انگلی رکھتے بولی۔ بہرام کے لب
مسکراہٹ میں ڈھلے۔ میری خاناں۔ تو میری روح میں
بستی ہے۔

میری آنکھوں میں بستی ہے۔ میری ہر سانس میں بستی ہے۔ اسی لیے یہ دل دھڑکتا ہے۔

بہرام ہیزل کی نازک انگلی چومتے بولا۔ ہیزل کے آنسو بہنے لگے۔

ارے ارے۔ یہ آنسو کیوں۔ بہرام اس کے آنسو بہتے دیکھ کر فوراً بولا۔ آپ مجھ سے اتنا پیار کرتے ہیں۔ خوشی سے آنسو نکل رہے ہیں۔ کرتے ہیں۔ خوشی ہم! خوشی کے ہو یا غمی کے مجھے تمہاری آنکھوں میں آنسو بالکل نہیں پسند۔

بہرام ہیزل کے آنسو اپنے لبوں سے چنتے بولا۔ اچھا چلے
اب چھوڑے مجھے۔

بہت ہو گیا پیار۔ اب بتائے کون سا ڈریس پہن کر جانا
جرگے میں۔ میری جان دامیار لا لا چلے گئے ہے۔
بابا بھی وہی ہے۔ میرا وہاں کوئی کام نہیں۔ بہرام ہیزل
کو بیڈ پر اپنے ساتھ لیٹاتے بولا۔ ہیزل نے گھور کر دیکھا۔

آپ پہلے نہیں بتا سکتے تھے۔ دیکھے کیسے کمرہ بکھر گیا ہے۔
ہیزل بیڈ کید و سری طرف اشارہ کرتے بولی۔ جہاں
بہرام کے کپڑے رکھے تھے۔

اور صوفے پر بہرام کی شالز۔ میری جان!

بعد میں مل کر ٹھیک کر لیں گئے۔

بہرام ہیزل کو اپنے حصار میں لیتے بولا۔ آپ ہی سب
اٹھا کر الماری میں رکھیں گئے۔ ہیزل بھی فٹ سے بولی۔
جو حکم میری جان! تمہارا غلام سب سمیٹ لیں گا۔ بہرام
بول کر ہیزل کے لبوں پر جھکنے لگا۔ ہیزل فوراً اپنے لبوں
پر ہاتھ رکھا۔

بہرام نے آنبر واچکا کر دیکھا۔ جیسے کہہ رہا ہو یہ کیا حرکت ہے۔

بہرام نے ہیزل کے ہاتھ ہٹائے۔ ہیزل نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

ہیزل یہ کیا حرکت ہے۔ ہاتھ پیچھے کرو۔

آپ مجھے یہاں سے نہیں چھو سکتے۔ میں کیوں تمہیں یہاں سے نہیں چھو سکتا۔ مطلب۔ آپ کہی سے بھی نہیں چھو سکتے۔ ہیزل فوراً بہرام کو پیچھے کرتے بولی۔
بہرام نے پکڑ کر دوبارہ بیڈ پر لٹایا۔ وہ مجھے بھوک لگی

ہے۔ پہلے میں کھانا کھاؤں گی۔ میرے پوچھنے پر آپ نے
بتایا تھا۔ میں

نے کھالیا۔ بہرام فوراً ہیزل کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ تو
ہاں نا۔ پھر بھوک لگ گئی۔ ہیزل معصومیت کے ریکارڈ
توڑتے بولی۔ بہرام سمجھ گیا تھا۔ ہیزل بھاگنے کے بہانے
ڈھونڈ رہی ہے۔ تمہاری بھوک کی ایسی کی تیسری۔ بہرام
فوراً ہیزل کے ہونٹوں پر جھکے بولا۔ اور شدت سے
چومنے لگا۔

حویلی کو چاروں طرف سے بہت ہی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ پوری حویلی لائٹنگ میں نہلائی ہوئی تھی۔ لان میں پودوں کے اوپر نہایت ہی خوبصورتی سے لائٹنگ کی گئی تھی۔ مہندی کا اریجنٹ لان میں کیا گیا تھا۔ بہرام بلیک شلوار قمیض پہنے ہمیشہ کی طرح بال سیٹ کیے، سادگی میں بھی دل دھڑکا دینے والی بے حد جاذب لگ رہا تھا۔ ہیزل بہرام کے ساتھ میچینگ فرائز زیب تن کی ہوئی تھی۔ اوپر ہلکے ہلکے وائٹ ٹنگنے لگے ہوئے تھے۔ اور بالوں کو کرل کیے آگئے کی طرف چھوڑے ہوئے تھے۔ دامیار وائٹ شلوار قمیض پہنے، گلے میں بلیک ہی مفلر ڈالے، اپنی پرکشش پرسنلیٹی کے ساتھ سیڑھیاں

اترتے عابیرہ کی طرف بڑھا۔ جو وائٹ فرائڈ فرام، جس
کے اوپر بلیک وائٹ، نگینے آبتاب سے چمک رہے
تھے۔ بال سٹریٹ کر کے کھلے چھوڑے تھے۔ دامیار فوراً

عابیرہ کے پاس آتا، اس کے گال پر لب رکھے۔ عابیرہ
منہ کھولے دیکھنے لگی۔ بیوی میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔
جیسے تم دیکھ رہی ہو۔ دامیار عابیرہ کے کان کے پاس
جھک کر بولا۔

شرم کرے، سب کھڑے ہے۔ عابیرہ گھور کر بولی۔ باقی
کے سب کہاں رہ گئے۔ وقفے وقفے سے آرہے ہیں۔
لڑکی والے انتظار کر رہے ہو گئے۔

زرمینہ بیگم! سب کو یہاں ناپا کر بولا۔ مام ہم یہاں۔ کاوش
جو بلیک گول گھیرے والی شلوار قمیض پہ بہت ہینڈ سم لگا
رہا ہے۔ تھا۔ ماہی جو کاوش کے پیچھے اپنی فراک سنبھالے
آ رہی تھی۔ سی گرین کی فراک پہنے جس کے اوپر پیلو ہلکا
ہلکا کام ہوا تھا۔ بالوں کو بار بار پیچھے کرتی، آہستہ آہستہ
سیڑھیاں اتر رہی تھی۔

جیسے ہی نظریں سامنے اٹھی کاوش کی نظر وہی جم گئی۔
جیسے اس منظر کو اپنی آنکھوں میں قید کر لینا چاہتا ہو۔ ماہی
کی گرین آنکھیں جس کا وہ پہلے دن سے اسیر تھا۔ آج یہ

آنکھیں شدت سے چومنے کا دل کر رہا تھا۔ ماہی زل کے
روم میں تیار ہوئی تھی۔ زل بلیک کلر کی فراک پہنے،
نظر لگ جانے تک پیاری لگ رہی تھی۔ شاہ میر دور کھڑا
فرصت سے زل کو دیکھ رہا تھا۔ ماہی بھا بھی میرے ایئر
رنگز نہیں مل رہے۔ زل ماہی کے پاس آتے بولی۔ شاہ
میر جو اس کا منہ پھولا دیکھ کر مسکرایا۔

اور پھر اپنی بند مٹھی کی طرف دیکھا۔ زل کے ایئر رنگز،
جورات کو ڈریسنگ روم میں رکھ کر بھول گئی تھی۔ سب
ریڈی ہو گئے تھے۔ شکر ہے۔ سب ریڈی ہے۔ زمینہ
بیگم اٹھتے فوراً بولی۔ سب کے چہرے مسکراہٹ میں
ڈھلے۔

رانیہ بیگم ہاتھ میں پھولوں کی ٹرے لیے۔ جس میں دلہن
کا بارات کا جوڑا تھا۔ جو ضرغام اپنی پسند کا لیں کر آیا تھا۔
ضرغام کا کہنا تھا۔ بارات کا ڈریس آج ہی لیں جائے۔ اگر
فٹینگ وغیرہ کا ایشیو ہو کل تک ٹھیک ہو جائے گا۔

اب دو لہے میاں کو بھی بلا لو۔ یا اُس نے بھی ابھی انتظار
کروانا ہے۔ حاکم خان! غصے سے سر دلہجے میں بولے۔
نہیں نانا حاکم!

میں کیوں انتظار کروانے لگا۔ معاملہ میری شادی کا ہے۔
میں تو کب سے یہاں کھڑا آپ سب کا انتظار کر رہا تھا۔

کب میری مہندی لیں کر جائے، اور میں اپنی دلہن کا
دیدار کروں۔ ضرغام بے شرمی کے سارے ریکارڈ
توڑتے بولا۔ سب کے قہقہے لاؤنج میں گونجے۔ صرف
عدنان، اور حاکم خان کے علاوہ۔ بے شرمی کی بھی حد
ہوتی ہے۔ ضرغام پتر تجھے تو چھوں کر بھی نہیں گزری۔

ہاہاہا۔ نانا حاکم اس میں کیا شرم، دیدار ہی تو کرنا ہے۔
چپ کریں بھائی۔ سیدھا کھڑے رہے۔

عابیرہ غصے سے بولتی ضرغام کی بولتی بند کروائی۔ ضرغام
نے آسبر و اچکا کر عابیرہ کو دیکھا۔ جو نا جانے ہاتھ میں
پلیٹ پکڑے کیا کرنے

لگی تھی۔ گڑیا۔ یہ کیا کرنے لگی ہو۔

پلیٹ میں لیموں اور ہری مرچ دیکھ کر بولا۔ نظر اتارنے
لگی ہوں۔ میرا بھائی پورے سوات کا ہینڈ سم بھائی لگ رہا
ہے۔ نظر نا لگ جائے، اس لیے۔ گڑیا سوات کا کہنا

ضروری تھا۔ پوری دنیا کا بول دیتی۔ ضرغام سب کو ہستے
دیکھ کر فوراً بولا۔ میرے دامیار پوری دنیا کے ہنڈ سم

لڑکوں

میں سے ایک ہے۔ آپ پورے سوات کے ٹھیک ہے۔
دامیار تو سب کے سامنے اپنی تعریف سنتے عش عش کر
اٹھا۔ وہ بھی اپنی عالی کے منہ سے۔ ضرغام نے گھور کر
عابیرہ کو دیکھا۔ عابیرہ ضرغام کی نظر اتارتے دامیار کی
طرف بڑھی۔ زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ تو
میں نے ایسے ہی بول دیا۔

دامیار جو خوش ہو رہا تھا۔ عابیرہ کی بات پر چہرے پر
ناگواری چھائی۔ جسے عابیرہ اگنور کرتے باقی سب کے
ساتھ باہر بڑھی۔

سب اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھے اور روانہ ہوئے دامیار
اور عابیرہ نے ضرغام کو ساتھ لے کر جانا تھا۔ ضرغام
بھائی یہ تو پہن لیں۔

عابیرہ پیلو کلر کا مفلر لیے ضرغام کی طرف بڑھی۔ ضرغام
نے وائٹ شلوار قمیض پہنی تھی۔

عابیرہ سے پیلو کلر کا مفلر لیے گلے میں پہنا عابیرہ نے
دونوں ہاتھوں سے ضرغام کی بلائیں لی۔ چل بیٹھ جا۔
میری بیوی سے اور خد متیں کروانے کا ارادہ ہے۔ دامیار
ضرغام کو گھور کر بولا۔ ضرغام بھی مسکراتے ہوئے گاڑی
میں بیٹھا۔

عابیرہ بھی پیچھے گاڑی میں بیٹھی۔ دامیار نے فوراً گاڑی
سٹارٹ کی اور زن سے بھگالیں گیا۔

خان حویلی کی پوری فیملی مہندی لیں کر حویلی پہنچ چکی
تھی۔ لڑکی والے سب ان کے ویلکم میں کھڑے تھے۔
دولہے میاں کا انتظار کر رہے تھے۔ جواب تک نہیں پہنچا
تھا۔ عالیان صاحب خوش مزاجی سے سب سے آکر
ملے۔

کیسے ہے حاکم صاحب! عالیان نے حاکم خان کے گلے لگتے
ملا۔ تم مجھے داجی بول سکتے ہو۔

میرے عدنان کی طرح ہی ہو۔ حاکم خان عالیان کو
شدت سے گلے لگاتے بولے۔

جو حکم داجی! عالیان صاحب بھی مسکراتے بولے۔ کس کا
انتظار ہے۔ بہرام بیٹا۔ دو لہے میاں کا انتظار ہے۔ کیا
ضرغام بھی آیا ہے۔ جی۔ اب انہیں کیا بتاتے۔ کل کیسے
داجی کو دھمکی دیں کر منایا تھا۔ اگر میری مہندی پر مجھے
کوئی ساتھ لیں کر ناگیا۔ میں اپنی دو لہن کو اٹھا کر لیں
آؤں گا۔ تو آپ بارات پر خرچہ کرنے سے بچ جائے
گئے۔ داجی کو پھر ضرغام کی بات ماننی پڑی۔ وہ دیکھے

انکل آگئے۔ شاہ میر فوراً ان سب کی توجہ گاڑی کی طرف
کی۔ جہاں ضرغام گلے میں مفطر ٹھیک کرتا۔ نکل رہا تھا۔
سب کی نظریں ضرغام پر ہی جم گئی۔ جو نظر لگ جانے کی
حد تک پیارا لگ رہا تھا۔

حویلی میں خبر پھیل چکی تھی۔ سب کے ساتھ دولہا بھی
آیا ہے۔ آئزہ اور نور نیچے سب مہمانوں کو دیکھ رہی
تھی۔ آئزہ شور سنتے اپنا لہنگا اٹھائے باہر کی طرف بھاگی۔
اپنی فیملی کو دیکھا جو مہندی لیں کر آگئے تھے۔ آئزہ سب
سے ملتے سب کو اندر کی طرف لیں کر بڑھی۔

عاصم اور ہاشم بالاج احمد بھی سب سے ملے۔ اور ضرغام
کو لیں کر سیٹج کی طرف بڑھے۔

نور اندر کی طرف بڑھی۔ جہاں نامیشہ اور حوریہ کو پار لر
والی تیار کر رہی تھی۔

عاصم نے سب کو بتا دیا تھا۔ بالاج اور حوریہ کے نکاح کے
بارے میں۔ تو کسی نے بھی نہیں انکار کیا تھا۔ سب خوش
ہوئے تھے سن کر۔ نور اندر بڑھی جہاں وہ دونوں دولہن
بنی بیٹھی تھی۔ دونوں گلاب کی طرح بہت خوبصورت
لگ رہی تھی۔ ایک اپنے لالا کی کمی محسوس کرتے رو رہی
تھی۔ دوسری اپنی بہن سے دور جانے کے غم میں رو رہی
تھی۔ اور باقی سب کو بھی رولا رہی تھی۔ عالینہ نے اپنی

آنکھوں کی نمی صاف کرتے محبت بھری نظروں سے
اپنی بہن کو دیکھا۔ جو نظر لگ جانے تک پیاری لگ رہی
تھی۔ آپنی آپ کیوں رورہی ہے۔

نامیشہ اپنے چھوٹے ہاتھوں سے عالینہ کے آنسو صاف
کرتے بولی۔ میری بہن کل چلی جائے گی۔ اس لیے آنسو
نکل رہے ہیں۔ اگر تم چپ ناکی تو میں بھی روتی رہوں
گی۔ عالینہ نامیشہ کو سینے سے لگاتے بولی۔ حوریہ کا دل چاہا
وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ پر اُسے بھی اپنے بھائی کا
کندھا چاہیے تھا۔

جواب کبھی نہیں مل سکتا تھا۔ چلو اب کوئی نہیں روئے
گا۔ لڑکے والے آگئے ہے۔ اور ضرغام بھائی بھی ساتھ
آئے ہے۔

ضرغام نام سنتے نامیشہ کی دھڑکنے تیز ہونے لگی۔ عالینہ
اور نور کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔ نانکیشہ کو دیکھ کر
جو ضرغام کا نام سنتے ہی سرخ ہو گئی تھی۔ عالینہ اور نور
نانکیشہ اور حوریہ کو لان میں لیں کر پہنچی۔ جہاں ان کے
دو لہے بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔

حوریہ اور نانکیشہ نے سیم کلر کی لہنگا اور چولی پہنی تھی۔
لہنگے اور چولی کا کلریلو تھا اور اس کے اندر سی گرین کام
ہوا تھا۔

ضرغام کی نظر سامنے پڑی۔ جہاں وہ نازک پری پیکر اپنا
جلوہ بکھیرتی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی سیٹج کی طرف
بڑھ رہی تھی۔ نانیشہ ایک نظر ضرغام کو دیکھتے نظریں
جھکا گئی۔

ضرغام تو اس کے حسن میں کھویا تھا۔ اُسے یہ بھی نہیں پتا
چلا۔ کہ نانیشہ نے اسے دیکھا ہے۔ دوسری طرف بیٹھے

بالاج حوریہ کی خوبصورتی دیکھ کر ٹھٹکا۔ مقابل اتنا حسن
رکھتی تھی۔ کوئی بھی اس کا حسن دیکھ کر مبہوت ہو سکتا
تھا۔ بالاج نے آگے بڑھ کر حوریہ کا ہاتھ پکڑے صوفے
پر بیٹھایا۔ حوریہ نے بالاج کو دیکھا۔ جو ہنڈ سم ہونے کے
ساتھ کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل بن سکتا تھا۔ حوریہ بالاج
کو دیکھتے نظریں جھکا گئی۔ مہک بیگم نے! حوریہ کے پاس
آتے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ حوریہ خان کے آنسو
بہنے لگے۔ مت رومی بچی۔ ہمیں معاف کر دیں۔
تمہارے لالا کی سزا تمہیں دی۔ نہیں آنٹی! آپ معافی
مت مانگیں۔ مجھے میری غلطیوں کی سزا ملی ہے۔ حوریہ

ہچکیوں سے رونے لگی۔ بالاج نے فوراً حوریہ کے ہاتھ پر
ہاتھ رکھا۔

حوریہ نے نم آنکھوں سے بالاج کو اور پھر مہک بیگم کو
دیکھا۔ حوریہ بیٹا! مجھے پورا یقین ہے۔ بالاج تمہیں بہت
خوش رکھے گا۔ حوریہ نے مسکراتے ہوئے۔ سر اثبات
میں ہلایا۔

ضر۔۔۔ آپ مجھے ایسے۔۔۔ کیوں دیکھ رہے ہیں۔

میں اپنی پر نسیس کو دیکھ رہا ہوں۔ اگر تمہیں کوئی مسئلہ ہے۔ تو اپنی آنکھیں بند کر لو۔ ضرغام نائیکیشہ کے بولنے پر اس کی طرف جھک کر بولا۔

پیچھے ہٹے۔ نائیکیشہ گھبراتے ہوئے بولی۔ اگر نا پیچھے ہٹا تو۔ تو میں آپ کا سر پھاڑ دوں گی۔ اور خطرناک دو لہن مت بنو۔ ضرغام مسکراتے

ہوئے بولا۔

تھوڑی دیر میں مہندی کی رسم شروع ہوئی۔ سب نے باری باری دونوں کیپلز کو ہلدی اور مہندی لگائی۔ دور

کھڑے سب ان چاروں کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہے
تھے۔ عالینہ نے رو رو کر اپنی آنکھیں لال کر لی تھیں۔
مہک، اور مسکان بیگم چپ کروا کر وا کر تھک چکی تھیں۔
مام! میری نیشو صبح چلی جائے گی۔ مام میں کیسے رہوں گی
۔ اپنی نیشو کے بنا۔

عالینہ بیٹا۔ ہم تھوڑی تم سے تمہاری بہن چھین رہے
ہے۔ پندرہ منٹ کا تو راستہ ہے۔ ہر روز ملنے آ جایا کرنا۔
رانیہ بیگم عالینہ کو اپنے ساتھ لگاتے بولی۔ ہاشم جو
مہمانوں کو دیکھ رہا تھا۔ عالینہ کو روتے دیکھ کر سب کچھ
چھوڑ کر علینہ کی طرف بڑھا۔

خالہ جان آگئے علینہ کے شوہر۔ خود ہی چپ کر والیں
گئے۔ آپ آئے۔ میری ساتھ۔ آئیرہ

ہاشم کو دیکھتے بولی۔ علینہ ہاشم کو دیکھتے ہوں سوں کرتے
رونے لگی۔ میری جان! ایسے روتی رہی۔ تو نامیشہ کو کون
سنجھالیں گا۔ ہاشم علینہ کو خود کے ساتھ لگاتے بولا۔ تو
کیا کروں۔ مجھے بہت رونا آرہا ہے۔ نیشیو مجھ سے دور جا
رہی ہے۔ میری جان! میری مسز۔

ہم روز ملنے جائیں گئے۔ چلو شاباش آنسو صاف

کرو۔ نائیشہ تمہیں ہی دیکھ رہی ہے۔

علینہ نائیشہ کو دیکھتے فوراً آنسو صاف کرنے لگی۔

مہندی کی رسم کے بعد سب مہمان کھانا کھا کر جا چکے
تھے۔ ضرغام نے اپنی پرنس کا فوٹو شوٹ حویلی کے بیک
سائیڈ پر رکھوایا تھا۔ عاصم سے کہہ کر۔

ضرر کہاں لیں کر جا رہے ہے۔ آپ مجھے۔ ضرغام سب کو
مصروف دیکھتے۔ خاموشی سے نائیشہ کا ہاتھ پکڑے بیک
سائیڈ پر لایا۔ حویلی کی بیک سائیڈ کو بہت ہی خوبصورت
طریقے سے سجایا گیا تھا۔ نائیشہ سب بولائے، چاروں

طرف گھوم کر دیکھنے لگی۔ ضرغام مسکراتے ہوئے، نائیشہ
کو دیکھنے لگی۔ جھٹکاتب لگا۔ جب نائیشہ خوشی سے ضرغام
کے سینے سے آکر لگی۔

ہی یہ آپ نے سب میرے لیے کیا ہے۔ لیس پر نس یہ
تمہارے لیے کیا ہے۔ ضرغام نائیشہ کو شدت سے اپنے
سینے سے لگاتے بولا۔

یہاں میری پرنسز کا فوٹوشوٹ ہو گا۔ فوٹو گرافر تمہارا ہی
ہو گا۔ نائیشہ منہ کھولے دیکھنے لگی۔ ضرغام مسکراتے
ہوئے، نائیشہ کو سامنے سچے صوفے پر بیٹھایا۔ نائیشہ منہ

بناتے صوفے پر بیٹھی۔ ہی! ذرا پاس آئے گا۔ نامیشہ کے
ہی کہنے پر ضرغام فوراً پاس آیا۔

نامیشہ مسکراتے ہوئے، ضرغام کے تھوڑا قریب ہوئی۔
ضرغام کو لگا وہ کس کرے گی۔ ہی اچھے سے تصویریں
لینی ہے۔ اگر اچھی نا آئی تو میں آپ سے ناراض ہو جاؤں
گی۔ ضرغام نامیشہ کی معصوم دھمکی پر مسکرایا۔ جو حکم
میری جان! ضرغام سائیڈ ٹیبل سے کیمرہ اٹھاتے تھوڑا
پیچھے ہوا۔ میری جان سائل کرو ورنہ پھر مجھے نا کہنا تصویر
اچھی

نہیں آئی۔ نامیشہ نے پہلے گھورا پھر سائل کی۔ ضرغام
نامیشہ کی فوراً پک کلک کی۔ میری جان! تھوڑا فیس سائیڈ
پر کرو۔ اور اپنی پیاری پیاری آنکھوں سے میری طرف
دیکھو۔ ضرغام کچھ تصویریں خود لی۔ شاہ میریہاں آؤ۔
شاہ میر کال اٹینڈ کرنے بیک سائیڈ پر آیا تھا۔
ضرغام کی آواز سنتے فوراً پلٹا۔ بے شرم کمینہ یہاں ہے۔
شاہ میر منہ میں بڑبڑاتے ضرغام کی طرف بڑھا۔ یہ پکڑ
کیمرہ ہماری تصویریں لیں۔ ضرغام اس کے ہاتھ میں
کیمرہ پکڑاتے ہوئے بولا۔

شاہ میر گھورتے کیمرہ پکڑتے پیچھے ہوا۔ ضرغام نامیشہ کے
قریب ہوتے۔ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے اپنے قریب
کیا۔ نامیشہ کی سانس سینے میں اٹکی۔ تو کبھی نہیں
سدھرے گا۔ شاہ میر نے مسکراتے ہوئے۔ اس منظر کو
کیمرے میں قید کیا۔ ضرغام نے مسکراتے ہوئے۔
نامیشہ کو دور کرتے۔ اپنی طرف گھما کر اپنے ایک بازو پر
گرایا۔ شاہ میر نے فوراً کیمرے میں دو تین پک کھینچی۔
نامیشہ ہکا بکا دیکھنے لگی۔ اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔ اس
کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔

سب مہندی سے فری ہو کر حویلی پہنچے۔ سب حویلی
آگئے تھے۔ ضرغام اور شاہ میر ابھی تک نہیں آئے
تھے۔ سب اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ اس وقت
لاؤنج میں حاکم خان! بہرام اور دامیار بیٹھے تھے۔

ضرغام اور شاہ میر کو دیکھتے، حاکم خان غصے سے اٹھے
کمینوں کہاں تھے۔ تم۔ دونوں۔ داجی اپنے نواسے سے
پوچھے۔ جو اپنی پرسنز کے ساتھ فوٹوشوٹ کروا رہا تھا۔
شاہ میر بول کر فوراً اوپر کی طرف بھاگا۔ دامیار اور بہرام
مسکراتے ہوئے، ضرغام کو دیکھ رہے تھے۔ حاکم نانا کیا ہو

گیا ہے۔ ضرغام جو حاکم کی طرف بڑھا تھا۔ حاکم خان!
نے غصے سے چیل اٹھا کر ضرغام کو دیں ماری۔

نکل یہاں سے بے شرم انسان۔ آہہ! حاکم نانارحم
کریں۔ کل بارات ہے میں۔ ایسی سو جھمی شکل لیں کر
گیا۔ بیوی نے پیچا ننے سے انکار کر دینا ہے۔ ضرغام۔

بولتے جلدی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ لا حول والا
قوتہ۔۔۔۔۔ حاکم خان بھی غصے سے بولتے اپنے کمرے کی
طرف بڑھ گئے۔



حوریہ خان بالاج کے سینے سے لگ کر روئی جا رہی تھی۔
مہندی سے فارغ ہو کر بالاج اپنے کمرے میں جانے کی
بجائے، سیدھا حوریہ کے کمرے میں آیا۔ وہ کب سے باہر
بیٹھی۔ برداشت کر رہی تھی۔ اب جب بالاج کو کمرے
میں آتے دیکھ کر فوراً اس کے سینے میں چہرہ چھپائے روئی
جا رہی تھی۔ بالاج نے اس کی تکلیف محسوس کرتے خود
میں بھیج لیا۔ وہ جانتا تھا۔ وہ ایسے موقع پر اپنا کوئی سا تھنا
ہو۔ کس قدر تکلیف سے گزرنا پڑتا ہے۔ بس حوریہ جان
! کیوں خود کو تکلیف پہنچا رہی ہو۔ تمہارے یہ آنسو
میرے دل پر کانٹے کی صورت میں گر رہے ہیں۔ کوئی
بھی نہیں ہے۔ میرا بالاج۔ میں مر رہی ہوں۔ بس

حوری! ایسی نہیں بولتے۔ میں ہوں نا تمہارا بالاج۔ بالاج
اپنے حصار میں لیے بیڈ کی طرف بڑھا۔ بیڈ پر بیٹھاتے۔
خود بھی اس کے پاس جگہ بناتے بیٹھا۔ تمہیں پتا حور
جان! تم آج کتنی پیاری لگ رہی ہو۔ بالاج حوریہ کا
خوبصورت سراپا دیکھ کر بولا۔
حوریہ جو رونے میں مصروف تھی۔ بالاج کی بات پر
حوریہ نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔

حوریہ بالاج کی طرف دیکھتے۔ پھر سے رونے لگی۔ وہ کافی
دیر تک روتی رہی۔ بالاج حوریہ کو پیار سے چپ کروانے
لگا۔ ہاشم خان تو اس کے لیے بنا ہی نہیں تھا۔ وہ بالاج کا

پیار بھرا انداز دیکھ کر اور شدت سے رونے لگتی تھی۔
اور وہ خود بھی بالاج کو خود میں بھینچنے لگی۔ بالاج اس کو
خود کے ساتھ لپٹائے۔ شدت سے حوریہ کے لبوں پر
جھکا۔ اس کی سوسوسوں کرتی آواز کو خود میں قید کرتا۔
حوریہ کی سانسیں روک گیا۔

اس اچانک افتاد پر حوریہ بالاج کے سینے پر لگے برسانے
لگی۔ بالاج مسکراتے ہوئے، حوریہ کی جان لبوں پر لیں
آیا۔ اور وہ کتنی ہی دیر حوریہ کی سانسیں پیتا رہا۔

خان حویلی میں ہر کوئی اپنی تیاری میں مصروف تھا۔

رات کو مہندی سے لیٹ آنے کی وجہ سے سب کی آنکھ
صبح دس بجے کھلی۔

بہرام اور کاوش سب مہمانوں کو ناشتہ کروانے کے بعد
دامیار اور شاہ میر کے ساتھ باقی کاموں میں مصروف ہو
گئے۔ گھر کی سب عورتیں تیر ہونے کے لیے ایک
کمرے میں جمع ہوئی تھی۔ جہاں تین چار پار لروالی
لڑکیوں کو بلوایا تھا۔ اب وہ تینوں سب کوریڈی کر رہی
تھی۔

باہر ڈھول بجنے کی آواز پوری خان حویلی میں گونج رہی
تھی۔ عابیرہ جو ریڈی ہو گئی تھی۔

اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ جہاں دامیار الماری میں
گھسا کپڑوں کی حالت بیگاڑ چکا تھا۔

عابیرہ اپنا سر پیٹھ کر رہ گئی۔ یہ کیا کیا آپ نے دامی۔ میں
اب کیسے سیمنٹوں گی۔ عابیرہ کی آواز پر دامیار نے سر
اٹھا کر دیکھا۔ اور پھر پلٹنا بھول گیا۔ وہ بلیک کام دار میکسی
میں چاند کی طرح چمک رہی تھی۔ عابیرہ اس کی بے باک
نظریں اگنور کرتی۔ دامیار کی طرف بڑھی۔ دامیار اسے
بولنے کا موقع دیے بغیر۔ اس کے لبوں پر جھکا۔ عابیرہ

اپنی سانسیں روکے اس اچانک حملے اپنی آنکھیں کھولے
دیکھنے لگی۔ دامیار شدت سے عابیرہ کے ہونٹوں کی نمی
چراتے پیچھے ہوا۔ عابیرہ گھور کر دیکھنے لگی۔ میری جان!
میری کس سے اندازہ ہو گیا ہو گا۔ تم کتنی پیاری لگ رہی
ہو۔ دامیار بے باکی سے بولتے۔ اپنے کپڑے اٹھائیں،
باتھ روم میں گھسا۔ بے شرم کہی کے۔ عابیرہ غصے سے
بولتی کپڑے سمیٹنے لگی۔

چل یار اٹھ جا۔ اب تو ڈھول بھی بجنے شروع ہو گئے
ہے۔ شاہمیر، کاوش بہرام ضرغام کے روم میں ریڈی ہو
رہے تھے۔ اور وہ نواب گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔ یار
سوہنے دو۔ کیوں میری نیند کے دشمن بنے تیتلیوں کی

طرح میرے سر پر منڈلا رہے ہو۔ ضرغام بول کر پھر
بلیںکٹ خود پر اوڑ گیا۔

کمینے تیری بارات نیچے کھڑی ہے۔ اور تیری نیند ہی نہیں
پوری ہو رہی۔ کاوش جاداجی! کو بول دے۔ بارات کل
لیں جائے گئے۔

آپ کے صاحب زادے آرام فرما رہے ہے۔

بہرام دانت پیستے بولا۔ بہرام لالا کیا ہو گیا ہے۔ میں تو
مزاق کر رہا تھا۔ ضرغام فوراً بیڈ سے اٹھتے، بہرام کے

پاس کھڑے ہوتے بولا۔ کمرے میں سب کے قہقہے
ایک ساتھ گونجے۔

کہاں ہے میرے کپڑے۔ ضرغام ان سب کو انگور کرتا
اپنے کپڑے ڈھونڈنے لگا۔ تم لوگوں کی بیویوں نے کیا
کمرے سے نکال دیا ہے۔ جو یہاں میرے کمرے میں
گند پھیلا یا ہے۔ ضرغام ان سب کو گھور کر بولا۔

باتیں نابنا۔ چل پکڑ کپڑے اور اپنی شکل گم کر۔ کاوش
اس کے ہاتھ میں شیر وانی پکڑاتے ہوئے بولا۔ ضرغام
شیر وانی کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

اللہ اللہ میں یہ پہنوں گا۔ میرا لڑکی بننے کا کوئی موڈ نہیں۔
ضرغام شیر اوانی شاہ میر کی طرف پھینکتے بولا۔ شاہ میر
نے فوراً کچھ کی۔

کیا خرابی ہے۔ اس میں۔ شاہ میر گھورتے ہوئے بولا۔
تجھے نظر نہیں آرہا۔ بلکل تمہاری بیگم کے ڈریس کی
طرح لگ رہی ہے۔ اؤدے۔ میری بیگم کے ڈریس پر
بات نا کرنا۔ ورنہ تجھے ایسے ہی بارات پر لیں جاؤں گا۔
شاہ میر اس کے ٹراؤزر اور سینڈو کی طرف دیکھ کر بولا۔
میں داجی کو لگاتا ہوں آواز۔ باراتیوں کو واپس بھیج دیں۔
یہاں بارات لیں جانے کا کوئی موڈ نہیں ہے۔

کاوش کے کہنے کی دیر تھی۔ ضرغام اپنی شیروانی پکڑے
باتھروم گھوسا۔

سب کے قہقہے کمرے میں گونجے۔ یہ کبھی نہیں سدھر
سکتا۔ بہرام بول کر باہر نکلا۔ ضرغام تھوڑی دیر میں
ریڈی ان سب کے سامنے کھڑا تھا۔ ماشا اللہ! آج تو
لڑکیاں فل فلیٹ ہوگی۔ تیرے پر۔ شاہ میر آنتیوں کی
طر حضرغام کی نظر اتارتے بولا۔

جو بلیک شیروانی میں جان لیوہ لگ رہا تھا۔ ارے لڑکیاں
کیا لڑکے بھی نظریں ہٹانا بھول جائیں گئے۔ کاوش بھی

اندر کودتے بولا۔ ضرغام نے گھور کر دیکھا۔ اب چلو میں
اپنی بیوی کو اور انتظار نہیں کروا سکتا۔

ضرغام باہر کی طرف بڑھا۔ ابھی تیری بیوی نہیں بنی۔
شاہ میر اس کے پیچھے آتے بولا۔ کچھ گھنٹوں میں بن
جائے گی۔

ضرغام بول کر نیچے کی طرف بڑھا۔ جہاں سب ریڈی ان
کا انتظار کر رہے تھے۔

عالیان مینشن کو دو لہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ ہر طرف
لائٹنگ بہت ہی خوبصورت طریقے سے کی گئی تھی۔

حویلی کالان لائٹوں اور گلاب کے پھولوں سے نہایت ہی
خوبصورت طریقے سے سجایا تھا۔ کسی ہوٹل سے کم نہیں
لگ رہا تھا۔ سب مہمان آچکے تھے۔ گھر کے افراد بھی
ریڈی ہو کر باہر آگئے تھے۔ شاہ۔۔۔ میں کیسی لگ رہی
ہوں۔ اس ساڑھی میں۔ روم میں چلو، پھر بتاتا ہوں۔
کیسی لگ رہی ہو۔

عاصم شاہ آئیرہ کی طرف جھکتے بے باکی سے بولا۔ آئیرہ
عاصم کی بے باکی سے کہی گئی بات پر سرخ پڑی۔

بہت ہی بے شرم ہے۔ آپ۔۔ آئیرہ گھورتے ہوئے
بولی۔ ہم! بے شرم۔ یہ دن میں مجھے کتنی دفعہ بتاتی ہو۔
شاہ کی جان۔ عاصم آئرہ کو اپنی طرف کھینچتے بولا۔

آئرہ کٹی ہوئی ڈال کی طرح اس کے کشادہ سینے سے لگی۔
عاصم نے جھک کر اس کی گردن پر لب رکھیں۔ پیچھے
ہٹیں۔ شاہ۔۔۔ ہم روم میں نہیں ہے۔ ہم جانتا ہوں۔
شاہ میر بول کر اس کی گردن کو چومنے لگا۔

آئرہ عاصم کو دور دھکیلتی باہر کی طرف بھاگی۔

عاصم اپنے خالی ہاتھ دیکھتا رہ گیا۔ اور مسکرا کر آئزہ کے
پیچھے بڑھا۔

ڈھول بجنے اور شور شرابے کی آواز پر بارات کی آمد پر ہر
طرف گہما گہمی مچ گئی۔

پیاری نائیشہ اور حوریہ کو پار لروالی تیار کر کے چلی گئی
تھیں۔ دونوں اس وقت جان لیوہ حد تک لگ رہی تھی۔
بالاج مہرون اور گولڈن شیڈ کی شیر وانی پینے سٹیج پر بیٹھا۔
اپنی ہلکی گھنی مونچھوں میں ہاتھ پھیرتے۔ قیامت ڈھا رہا

تھا۔ عالیان احمد اور ہاشم بالاج کے ساتھ بیٹھتے۔ پتا نہیں
کون سی باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ بارات پہنچ گئی
تھی۔ سب کارباری باری عالیان مینشن کے باہر آکر
رکی۔ تازہ گلاب کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔
ضرغام کے گاڑی سے قدم باہر رکھنے پر۔ بہرام اور شاہ
میر نے فائرنگ شروع کر دی۔ ہر طرف گولیوں کی گونج
سے عالیان مینشن گونج اٹھا۔ ہیزل اور اور زمل اپنے
کانوں پر ہاتھ رکھتے۔ ان کو دیکھنے لگی۔ خان! بس کریں۔
ہیزل گاڑی سے نکلتے۔ بہرام کے ہاتھ پر اپنا نازک ہاتھ
رکھا۔ جو حکم میرا گول گھپا۔ بہرام مسکراتے ہوئے بولا۔

اور ہیزل کے گال پر کس کی۔ بہرام کے گول گھپا کہنے پر
ہیزل منہ پھلائے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

بہرام بھی فوراً ہیزل کے پیچھے بڑھا۔ وہ ایک منٹ بھی۔
اپنی خاناں کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ ڈلیوری کے دن
نزدیک آتے جا رہے تھے۔

جس کے باعث بہرام ذرا بھی ہیزل کو پریشان نہیں
ہونے دیتا تھا۔

شاہ میر نے بلیک پینٹ کوٹ پہنا تھا۔ جو سن گلاسز لگائے،
ڈیشنگ اور ہنڈ سم لگ رہا تھا۔ میری جان! ایسے مت
دیکھو۔ تمہارا میر پہلے ہی خود کو کنٹرول کر کے بیٹھا آیا۔ یہ
ناہو میں کنٹرول کھودوں۔ جو تمہارے ان لبوں کی جان
عذاب میں ڈال دیں۔ شاہ میر سب کے درمیان زل
کے لبوں کو چھوتے بولا۔ زل شرم سے سر جھکا گئی۔

شاہ میر، کاوش اور ضرغام کے کچھ دوست آگئے ہوتے
ڈانس کرنے لگے۔ میوزک کی تیز آواز اور ڈھول کی
آواز پر پھیکی پڑ گئی تھی۔ وہ ڈھمکے پر ڈھمکے لگا کر ڈانس کر
رہے تھے۔

پورے سوات کو پتا چل رہا تھا۔ خان حویلی کا اکلوتا نواسا۔
دھوم دھام سے اپنی پر نسسز کو رخصت کروانے آیا تھا۔
باقی کی کسر خان حویلی کے پوتوں اور اس کے دوستوں
نے پوری کر دی تھی۔ ڈانس کر کے۔ ان کو ڈانس کرتے
دیکھ کر سب کی اوو کی آوازیں عروج پر تھی۔
ضرغام مسکراتے ہوئے آگئے بڑھا۔ اور عالیان کے سینے
سے لگا۔ ضرغام مسکراتے ہوئے۔ بھی سب سے ملا۔
ڈھول بند ہونے کی آواز پر ضرغام نے لمبا سانس لیا۔
مجھے تو لگا تھا۔ آج عالیان مینشن کی سرزمین پر ضرور
داڑاڑے آئے گی۔

عاصم ضرغام کے گلے لگتے بولا۔ ضرغام کے لب
مسکراہٹ میں ڈھلے۔

باقی سب بھی ایک دوسرے سے مل کر ضرغام کو لیں کر
سیٹج کی طرف بڑھے۔

ضرغام سیٹج پر جاتے۔ بالاج کے گلے لگا۔ اور پھر سیٹج پر
رکھے دوسرے صوفے پر بیٹھا۔ بلیک شیر وانی میں نظر
لگ جانے تک پیارا لگ رہا تھا۔ رانیہ بیگم پتا نہیں کتنی دفعہ

نظر اتار گئی تھی۔ اب بھی وہ سیٹج پر آتے کان کے پیچھے
کالا ٹیکا لگا کر گئی تھی۔

ضرغام کے سب دوست جس میں شاہ میر اور کاوش بھی
تھا۔ سب سیٹج کے قریب آتے۔ ایک دفعہ پھر میوزک
چلانے کا حکم جاری کر چکے تھے۔ شاہ میر نے اپنا موبائل
دیا۔ جہاں رات بھر ایڈ ٹینگ کر کے سونگ مکس اپ کیے
تھے۔ ڈی جے والے نے فوراً موبائل لیتا۔ سونگ سٹارٹ
کیا۔ بالاج اور ضرغام کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔
جب نظر سامنے آتی اس دشمن جاں پر پڑی۔

تو سانسیں کیا۔ دھڑکنیں بھی چلنے سے رہی۔ ایک طرف
حوریہ کو آئیرہ اور سعدیہ بیگم لیں کر آرہی تھی۔
دوسری طرف علینہ اور مسکان نامیشہ کو لیں کر سیٹج کی
طرف بڑھ رہی تھی۔

ماشا اللہ! بالاج کے لب حوریہ کے سراپے کو دیکھ کر
ہلے۔

حوریہ کے ہاتھ پینے سے بھیگ رہے تھے۔ دل ایسے
دھڑک رہا تھا۔ جیسے پسلیاں توڑ کر ابھی باہر آجائے گا۔

دوسری جانب نامیشہ اپنی انگلیاں مڑورتے اپنی
لڑکھڑاتے قدموں کو کنٹرول کرتی آگئے بڑھ رہی تھی۔
ضرغام نامیشہ کو کانپتے دیکھ کر مسکرایا۔

دونوں اس وقت مہرون لہنگے میں قیامت ڈھا رہی تھی۔
ابھی صرف بنا چہرہ دیکھے، آس پاس لوگ ان کے حسن
کے قصیدے پڑھ رہے تھے۔ اگر یہ سب ضرغام اور
بالاج سن لیتے۔ تو ان کی کلاس کی تھی۔

سیٹیج پر پہنچنے سے پہلے جو درمیان میں پردہ لگایا تھا۔ وہ
گرایا۔ اور دونوں دولہنوں کو وہی بیٹھایا۔ ہاشم مولوی
صاحب کو لیں کر پہنچا۔ مولوی صاحب نے پہلے نکاح

نامیشہ کا پڑھوایا۔ جسے وہ خوشی خوشی اپنی زندگی میں
شامل کر گئی تھی۔

سائن کروانے کی بعد حوریہ کا نکاح پڑھوایا۔ حوریہ خان
کے آنسو ٹوٹ کر گال پر بہے۔ مسکان بیگم نے اسے سینے
سے لگایا۔ مولوی صاحب سائن کرواتے ہی۔ پہلے
ضرغام کی طرف بڑھے۔ ضرغام نے جیسے چہکتے ہوئے
نکاح قبول کیا تھا۔ سب کی ہنسی نکلا گیا۔ مولوی صاحب
بھی مسکراتے ہوئے۔ بالاج کی طرف بڑھا۔ اور نکاح
پڑھوانے کے بعد سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ دعا
مانگنے کے بعد عالیان خان مولوی کو لیں کر نیچے اترے۔
نکاح کے بعد پردہ فوراً اٹھایا گیا۔ ضرغام نے مسکراتے

ہوئے بالاج کو اشارہ کیا۔ بالاج اشارہ سمجھتے حوریہ کی
طرف بڑھا۔ اور ضرغام نامیشہ کی طرف۔ سب ہر کا بھکا۔
ان دونوں کو دیکھنے لگے۔ صرف شاہ میر کے علاوہ کیوں
کہ ان کو آئیڈیادینے والا شاہ میر خان ہی تو تھا۔
ضرغام نامیشہ کو ایک جھٹکے میں اپنی باہوں میں اٹھائے،
سیٹج کی طرف بڑھا۔ اور بالاج بھی حوریہ کو اٹھائے۔

لاحول والا قوتہ۔ "اتنی بے شرمی۔ حاکم خان غصے سے
بولتے۔ رخ پھیر گئے۔ باقی سب قہقہے لگا کر ہنسیں۔
نامیشہ سرخ چہرے سے تھوڑا سا گھونگھٹ اٹھائے۔ غصے
سے دیکھنے لگی۔

ماشاء اللہ! پرسز چاند تو میری باہوں میں ہے۔ ضرغام اس
کے گھورنے کو انگور کرتا بولا۔

اور اسے صوفے پر بیٹھایا۔

سب کے سامنے اس طرح اٹھانے پر جہاں سب کی ہنسی
چھوٹی تھی۔ وہی وہ شرم شرم سے پانی پانی ہو

رہی تھی دونوں۔

ڈی جے والے بابو گانا چلا دیں۔

شاہ میر سیٹج کے سامنے آتے ہوئے بولا۔

اور اس کے پیچھے ضرغام کے سب دوست۔

شاہ میر کے ساتھ احمد اور ہاشم بھی آکر کھڑے ہوئے۔
ان کی بیویوں نے جان لٹاتی نظروں سے ان کو دیکھا۔

سونگ کی آواز پر اب وہ ڈانس کرنے لگے تھے۔

اور ویر اچا کلیٹ بوائے۔۔۔

ہے کڑیاں دا جو ائے۔

میٹھی باتیں۔۔۔ کر کے ساری کڑیاں لیں گیا۔۔۔

شاہ میر، ہاشم اور احمد نے ایک ساتھ سٹیپ لیے ضرغام
اور بالاج کی ہنسی کے ساتھ سب کی بھی ہنسی اور تالیوں
کی گونج گونجی۔۔۔

ویر اوینیلا۔۔۔۔۔

اینڈ موقع جب ملا۔۔۔۔

ہو نٹوں میں دے کر سالہ چمی لیں گیا۔۔۔

سالار بھاگتے ہوئے، ضرغام کی چچی لیں کر بھاگ کر پھر
اپنی جگہ پر آکھڑا ہوا۔ وہ کہاں جانتا تھا۔ شاہ میر کی طرح
اس کا کمینہ ایک دوست بھی ہے۔ جو ایسی حرکتیں کرنے
میں ماہر ہے۔ نامیشہ کی دھبی دھبی ہنسی گونجی۔
جو گھونگھٹ رہی ہو فل انجوائے کر رہی ہو۔

او بھائی تیری جوانی۔ دی اینڈ ہو گئی۔
تیری ساری دیوانی۔۔۔۔۔ ساڈی فرینڈ ہو گئی۔
اور ڈی جے نوں۔۔۔۔۔ بلوا۔۔۔۔۔ بلوادو۔ بلوادو۔
۔۔۔۔۔ ساڈے ویر دی ویڈنگ اے۔
بو تللیں کھلوا دو۔ ساڈے ویر۔ دی ویڈنگ۔

تینوں ایک ساتھ گھومتے ہوئے سٹیپ لیا۔ تالیوں اور اور
کی آواز عالیاں مینشن میں الگ شور برپا ہوا۔ علینہ اور نور
اپنے شوہر کو ایسے ڈانس کرتے دیکھ کر بہت ہی خوش ہو
رہی تھی۔ اور حیران بھی۔ جیسے سٹیپ یہ لیں رہے
تھے۔ سونگ ایک دم چینج ہونے پر سب حیران ہوئے۔

پیچھے کمر پر ڈوبٹہ باندھے۔ تینوں ایک ادا سے ان سب
کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

ماہی، ہیزل، اور زمل اس کنڈیشن میں ڈانس نہیں کر سکتی
تھی۔ اس لیے لڑکوں کا مقابلہ کرنے ان کو بھیجا۔ عابیرہ،
علینہ، نور۔۔ اور ان سب کے پیچھے آئیرہ اپنی ساڑھی کا
پلو باندھے ان کے سامنے آکر کھڑی ہوئی۔ عاصم نے
گھور کر اپنی لیڈی کو دیکھا۔ جو ان سب میں مختلف لگ
رہی تھی۔ سونگ چلنے پر اب وہ ڈانس کرنے لگی۔

میرا چین دین۔۔۔ سب اجڑا۔۔۔

ظالم نظر ہٹالیں۔۔۔۔۔

چاروں ایک دم آگئے آئی۔ اب ان سب لڑکوں کے
قدم پیچھے ہٹے۔ اور لان میں سب کی ادو کی آواز گونجی۔

میرا چین دین۔۔۔۔۔ سب اجڑا۔۔۔۔۔

ظالم نظر۔۔۔۔۔ ہٹالیں۔۔۔۔۔

چاروں یک دم تیز سٹیپ ہاتھوں سے لیے آگئے بڑھی۔

سب لڑکے منہ کھولے دیکھنے لگے۔

ہاشم اور شاہ میر نے آئبر واچکا کر داد دینے

والی ادا سے دیکھا۔

برباد ہو رہے ہیں جی۔۔۔۔۔

برباد ہو رہے ہیں جی۔۔۔۔۔

تیرے اپنے شہر والے۔۔۔۔۔

ظالم نظر ہٹالیں۔۔۔۔۔

نور احمد کے پاس جاتی ایک دم سٹیپ لیے واپس اپنی جگہ پر آئی۔ احمد حیران نظروں سے نور جہاں کو دیکھنے لگا۔

میری انگڑائی۔۔۔۔۔ ناں ٹوٹیں۔ توں آجا

- میری انگڑائی ناں ٹوٹیں۔ توں آجا

عابیرہ دامیار کے سامنے آتے سٹیپ لینے لگی۔

دامیار یک دم اٹھے سب کو حیران کر گیا۔

گجرا۔۔۔۔ے۔۔۔۔گجرا۔۔۔۔

تیرے کالے۔۔۔۔۔کالے۔۔۔۔۔نینا۔۔۔۔۔

دامیار کے ڈانس پر سب کی تالیوں کی گونج لان میں
گونجی۔ اور سب لڑکوں کے اوووو کے
نعرے۔۔۔۔۔

گجرارے۔۔۔۔۔گجرارے۔۔۔۔۔

تیرے کالے کالے۔۔۔۔۔نینا۔۔۔۔۔
گجرارے۔۔۔۔۔گجرارے۔۔۔۔۔

تیرے کالے کالے۔۔۔۔۔نینا۔۔۔۔۔

دامیار سٹیپ لیتے عابیرہ کے گرد گھومنے لگا۔ عابیرہ
مسکراتے ہوئے، دامیار کو دیکھنے لگی۔

گجرا رے۔۔۔۔۔ گجرا رے۔۔۔۔۔

تیرے کالے کالے نینا۔۔۔۔۔

میوزک بند ہونے پر عالیاں مینشن تالیوں کی آواز سے
گو جنے لگا۔ سب رشک کی نظروں سے ہر ایک کیل کو
دیکھ رہے تھے۔

بالاج سارے سونگ میں حوریہ کا ہاتھ لبوں سے لگائے
چومتا رہا۔ حوریہ شرم سے نظریں ہی نہیں اٹھا رہی تھی۔

میری جان! بس کرو۔۔۔ اب باقی کی خوشی رخصتی کے
بعد۔۔۔

ضرغام جھکتے، نامیشہ کے کان میں جھک کر بولا۔

رخصتی کے نام پر نامیشہ بھیگی آنکھوں سے ضرغام کو دیکھنے
لگی۔ پہلے سب بھولائے انجوائے کر رہی
اب رخصتی کے نام پر کیسے آنکھوں میں آنسو آگئے
تھے۔ ضرغام کا دل چاہا، وہ قہقہہ لگا کر ہنسنے۔

پر خود کی ہنسی کنٹرول کرتے نامیشہ کو چپ کروانے لگا۔

سب مہمان کھانا کھا کر چلے گئے تھے۔ کچھ حویلی میں ہی
روکے تھے۔

جو لڑکے والوں کے ساتھ مہمان آئے تھے۔ وہ بھی چلے
گئے تھے۔

اب صرف خان حویلی کے سب لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے
تھے۔

ضرغام نانکیشہ کے ساتھ علینہ اور ہاشم بیٹھے کھانا کھا رہے
تھے۔ حوریہ اور بالاج کے ساتھ عاصم اور آئزہ۔۔۔ کھانا

کھانے کے بعد حاکم خان نے رخصتی کی اجازت
چاہی۔ عالیان صاحب نے مسکراتے ہوئے، اجازت
دی۔ رخصتی کے نام پر نامیشہ کی دھڑکنے زور سے
دھڑک رہی تھی۔ نامیشہ علینہ کے سینے سے لگی ہچکیوں
سے رورہی تھی۔ علینہ ہی تو اس کی
سب کچھ۔ ماں نے اپنا فرض نبھایا ہی نہیں تھا۔ اب وہ اپنا
سب کچھ علینہ اور مسکان بیگم کو ماں اور بہن کا درجہ دے
گئی تھی۔

دونوں بہنیں ایسے رورہی تھی۔ ان کو روتے دیکھ کر
سب کے آنسو بہنیں لگے۔

مسکان بیگم نے علینہ کو الگ کرتے، ہاشم کے حوالے کیا۔
اور نانیشہ کو اپنے سینے سے لگایا۔ بس میری بچی۔۔۔ کیا ہو
گیا ہے۔ ایسے روئے گی۔۔۔ طبیعت بگڑ جائے گی۔ مسکان
بیگم! اس کے ماتھے پر لب رکھے بولی۔ ضرغام علینہ کو
اپنے حصار میں لیے۔ نانیشہ کے سر پر ہاتھ رکھا۔ عاصم
نے بھی نانیشہ کو پیار دیا۔ سب سے ملنے کے بعد قرآن
کے سائے میں رخصت کیا۔ ضرغام نانیشہ کو لڑکھڑاتے
دیکھ کر فوراً اپنی باہوں میں اٹھا کر گاڑی کے اندر بیٹھایا۔

اور وہی دوسری طرف قرآن کے سائے میں حوریہ کو
رخصت کیا۔ آئزہ اور نور حوریہ کو لیے اندر بڑھ گئی۔
باقی سب بھی اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھے، خان حویلی کی
طرف نکلیں۔۔

بارات خان حویلی پہنچ گئی تھی۔ سب ہاتھوں میں پھولوں
سے بڑی پلیٹیں لیے داخلی دروازے پر کھڑے تھے۔
نائیشہ سارے رستے روتی آئی تھی۔ اب بھی ہچکیوں سے
رہ رہی تھی۔ ضرغام ابھی نائیکیشہ کی طرف بڑھتا مل اور
عابیرہ فوراً آگے بڑھتی۔ گاڑی سے اترنے میں نائیشہ کی

مدد کرنے لگی۔ ضرغام نے گھور کر ان دونوں کو دیکھا۔
نامیشہ نے گاڑی سے اترتے پوری حویلی کو دیکھا۔ جو
لامیٹوں سے جگمار ہی تھی۔ نامیشہ اپنے چھوٹے قدم اٹھاتی
آگئے بڑھی، ضرغام عابیرہ کو کندھوں سے پکڑتا سائیڈ پر
کیا۔ اور نامیشہ کے ہمراہ آگئے بڑھنے لگا۔ سب نے
پھولوں کے ساتھ ان دونوں کا ویلکم کیا۔ رانیہ بیگم نے
آگئے ہوتے، نامکیشہ کا ماتھا چوما۔ اور بہت سی دعائیں
دی۔

مام! بہو کے آتے ہی بیٹے کو بھول گئی۔ آپ کے ایک عدد
بیٹے کو بھی دعائیں چاہیے۔

ضرغام کی بات پر سب مسکرائے، رانیہ بیگم نے ضرغام کا
ماتھا چوما۔ میری ساری دعائیں اپنے بچوں کے لیے ہے۔
رانیہ بیگم مسکراتے ہوئے بولی۔

بھابھی۔۔۔۔۔ نائیکیشہ نے اپنے پاس کھڑی زمل کو مدھم
آواز میں پکارا۔ ہم! کیا۔۔ ہوا۔ تم ٹھیک ہو۔ زمل فوراً
پیار سے بولی۔

مجھے روم میں جانا ہے۔ مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا۔
نائیکیشہ بالکل مدھم آواز میں بول رہی تھی۔ پاس کھڑا
انسان تو اس کی سانسیں بھی پڑ سکتا ہے۔ ضرغام سب کو

ایک نظر دیکھتے، نامیشہ کو اپنی باہوں میں اٹھائے، اندر
داخل ہوا۔

نامیشہ اس اچانک افتاد پر سرخ چہرے سے ضرغام کو
دیکھنے لگی۔

ضرغام کی حرکت پر سب مسکرا نے لگے۔

پیچھے کھڑے، شاہ میر نے اوو کا نعرہ لگایا۔

سب کے قہقہے لاؤنج میں گونجے۔ نامیشہ شرم سے سر
ضرغام کے سینے سے نکاگی۔ حاکم خان پہلے ہی کمرے میں
چلے گئے تھے۔

اگر یا ہوتے، ضرغام کو دو، تین باتیں
سنا ہی دیتے۔

ضرغام نامیشہ کو اٹھائے، اپنے کمرے کی طرف
بڑھے۔ اور

کمرے کے سامنے آکر ضرغام کے قدم تھے۔ عابیرہ اور
ماہی، دروازے کے درمیان میں کھڑی، ایک ہاتھ سے
ڈوپٹہ ہاتھ میں لیے گھمار ہی تھی، پاس کھڑا کاوش اپنی
بیوی کی ادائیں، موبائل میں کیپیچر کر رہا تھا۔ ہٹوں یہاں

سے ضرغام آگئے ہوتے، عابیرہ کو گھور کر بولا۔ اتاریں،
نیچے میری بھا بھی، کو عابیرہ بھی مسکراتے ہوئے بولی۔
ضرغام نے نائیشہ کو نیچے اتارا، ماہی، بھا بھی۔۔۔۔۔ نائیشہ
کو اندر لیں کر جائے۔ ماہی نائیشہ کو لیں، کر اندر بڑی۔
روم میں داخل ہوتے ہی نائیشہ نے چاروں طرف گھوم
کر دیکھا۔ ہر طرف گلاب کے پھول بچھائے گئے تھے۔
بیڈ کے اوپر ہارٹ شیپ میں دل، اور اندر ویلکم لکھا تھا۔
ہر طرف کینڈلز جل رہی تھی۔ جو کمرے کا الگ ہی منظر
پیش کر رہی تھی۔

ضرغام نے گھور کر عابیرہ کو دیکھا۔ ہم! ایسے ناگھورے،
چلے وہ دیں۔ عابیرہ نے آگئے ہاتھ کیا۔ ضرغام نے فوراً،
اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ کاوش کا قہقہہ گونجا۔ یہ کیا تھا۔
عابیرہ کبھی ہاتھ کو پھر اپنے میسنے بھائی کو دیکھا۔

گڑیا۔۔۔ وہ ہی تھا۔ جو تم نے مانگا۔ چلو شاباش سائیڈ پر
ہٹو مجھے اندر جانے دو۔ اتنی جلدی کیا ہے، اپنی پرنسز کے
پاس جانے سے پہلے، پانچ لاکھ میرے ہاتھ میں رکھیں۔
ضرغام کا پانچ لاکھ پر منہ کھل گیا۔ سوری، گڑیا۔ میں
بہت ہی غریب انسان ہوں۔ پانچ ہزار سے ایک روپیہ
کم، اور اوپر نہیں ہو گا۔ یہ پکڑو۔ اور مجھے روم میں جانے
دو۔ بالکل نہیں۔ یہ بھی اپنے پاس رکھے۔ ماہی بھی۔

فورا بولی۔ کیا بھا بھی۔۔۔۔ غریب بندے کو لوٹنے میں
لگے ہو۔ ضرغام ان کو اپنا چیک پکڑاتے ہوئے بولا۔
ضرغام کو پتا تھا۔ پیسے لینے کی بھی رسم ہوتی ہے۔ وہ پہلے
ہی ریڈی کر کے لایا تھا۔ عابیرہ نے مسکراتے ہوئے، فوراً
چیک تھاما۔ اور خوشی سے ضرغام کے سینے سے لگی۔
ضرغام نے مسکراتے ہوئے، اس کے بالوں پر لب
رکھیں۔

بالاج کمرے میں داخل ہوا۔ جہاں اس کی حور بیڈ پر بیٹھی
اس کا انتظار کر رہی تھی۔ حور یہ اپنی ٹانگوں کو سمیٹتے، بیڈ

پر بیٹھی۔۔ اپنے دھڑکتے دل کی آوازیں، محسوس کر رہی
تھی۔ بالاج کے آتے ہی، جو زور و شور سے دھڑک رہی
تھی۔ کمرے میں گہری خاموشی کے ساتھ دونوں کی
سانسوں کی مدھم آواز گونج رہی تھی۔

بالاج مسکراتے ہوئے اپنی شیروانی اتارتے، بیڈ کی
طرف بڑھا۔ حوریہ اپنی بھیگی پلکیں، اٹھائے بالاج کو
دیکھنے لگی۔

بالاج تھوڑا جھکتے، حوریہ کی گھبراہٹ میں اضافہ کر گیا۔
بالاج کے لب مسکراہٹ میں ڈالیں۔ آپ میرے قریب
کیوں آرہے ہیں۔

حور یہ بالاج کو اپنے پاس بیٹھتے دیکھ کر بولی۔ ویکم ٹومائے
لائف، میری حور۔۔۔۔۔ اب تو تمہاری سانسوں کے
قریب بھی آنا چاہتا ہوں۔ بالاج حور کو ایک جھٹکے سے
کھینچتے اپنی گود میں بیٹھا گیا۔ حور یہ کی سانس سینے میں
اٹکی۔ آج وہ جن محبت بڑی نظروں سے دیکھ
رہا تھا۔ حور یہ کو اپنا گلا خشک ہوتے محسوس ہو رہا تھا۔
مجھے چیخ کرنا۔۔۔۔۔ ہے۔ حور یہ گھبراتے ہوئے بولی۔
اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ میں کروادوں۔۔۔۔۔
گا۔۔۔ ابھی۔۔۔ جی بھر کر دیکھ تولوں۔ بالاج بھاری آواز
میں بے باک انداز سے بولا۔

بالاج ایک جھٹکے سے حوریہ کو اپنے نیچے کیے، اس کے
ہونٹوں کے قریب جھکا۔ حوریہ نے سانس روکے زور
سے اپنی آنکھیں بند کی۔ جب سے تمہیں۔۔۔

دیکھا۔۔۔ حوریہ۔۔۔ راحم خان۔۔۔ میری تڑپ
بڑھنے لگی۔ جب نکاح کے بولے گئے الفاظ میں راحم خان کا
نام میری سماعتوں۔۔۔ سے ٹکڑا یا۔۔۔ پتہ میرے دل
کے کتنے ٹکڑے ہوئے تھے۔

حوریہ نے نم نگاہوں سے بالاج کو دیکھا۔ تم جانتی تھی
نا۔۔۔ یہ سب۔۔۔ بالاج سرد آواز۔۔۔ میں بولا۔

حوریہ۔۔۔ نے نم آنکھوں سے نفی میں سر ہلایا۔ جھوٹ
!بالاج سرد آواز

میں پھر بولا۔ حوریہ۔۔ فوراً اس کے سینے سے لگی۔ میں
جانتی تھی۔۔ بالاج۔۔ تمہارے گردن پر نشان۔۔
دیکھ کر میں پہچان گئی تھی۔

حوریہ۔۔ بالاج کے سینے سے لگی۔ تھر تھر کانپتے ہوئے
بولی۔ ہاں۔۔ بالاج کی گردن پر بلیک کلر کا ایک چھوٹا سا
نشان تھا۔

یہ نشان کیسے بھول سکتی تھی۔ یہی تو تھا۔ جس نے اتلی
اٹلی میں اس کی جان بچائی تھی۔ جب جب وہ نو سال کی

عمر میں اپنے لالا کے ساتھ پہلی دفعہ اٹلی آئی تھی۔ بالاج
نے، حوریہ کے لرزتے وجود کو اپنے اوپر کیا۔ اور شدت
سے اس کے گرد حصار باندھا۔ میں۔۔ نے آپ کو۔۔

بہت ڈھونڈا۔ لالا

کے ساتھ مل کے۔ حوریہ تم۔۔ آواز میں بولی۔ میں۔۔
نے بھی۔۔ میں تمہارے گھر بھی آیا تھا۔ پر تمہارے بابا
نے میرے ڈیڈ کی بہت بے عزتی کی۔ تمہیں مانگنے آئے
تھے۔ میرے لیے۔

انہوں نے کہاں۔۔ تم ابھی چھوٹی ہو۔ تمہارا لالا خوش
تھا۔ پر میرے بابا تمہارے بابا کے دشمن نکلے۔ تمہارے

بابا قاتل ہے۔ میرے بابا کے۔ بالاج کی آواز نم ہوئی۔
تم میرے علاوہ کیسے کسی کو اپنے دل میں بسا سکتی ہو۔
بالاج یک دم غصے سے دھاڑا۔ حوریہ اس کی دھاڑ پر سہم
کر دیکھنے لگی۔ بالاج وقت کے ساتھ سب بدل گیا تھا۔
حوریہ اس کے سینے سے لگی۔ نم آواز میں بولی۔ میں۔۔ تو
کہی۔۔۔ نہیں۔۔ ہوں نا تمہارے دل میں۔ بالاج اس
کی آنکھوں میں اپنی سرخ آنکھیں گاڑتے بولا۔

حوریہ۔۔۔ سر جھکا گئی۔ اب تو اس کے دل میں ہاشم بھی
نہیں رہا تھا۔ بالاج اس کی جھکی پلکیں دیکھ کر جل اٹھا۔

اب۔۔ وہ کیا جواب دیتی۔۔ بالاج حوریہ کا ڈوبٹہ پینوں
سے آزاد کرتے۔ سائیڈ پر رکھا۔

مجھے۔۔۔ پھر سے بنائی۔۔ آتی ہے۔۔ اپنے محبوب کے
دل میں جگہ۔ بالاج ایک ایک چیز اتارتے۔۔ سائیڈ پر
رکھتا گیا۔ حوریہ بالاج یہ روپ دیکھ کر حیران نظروں
سے دیکھنے لگی۔ بالاج فوراً اس کی سانسوں پر قابض ہوا۔
حوریہ نے تڑپ کر بالاج کے کالر کو مٹھیوں میں دبوچا۔

آج تم حسن کی دیوی بنی ہوئی ہو۔ بالاج اپنی قمیض
اتارتے، سائیڈ پر رکھا۔ تمہارے بدن پر کوئی پردہ

برداشت نہیں ہو رہا۔ تم صرف بالاج کی ہو۔ آج تمہاری
سانسوں سے ہوتے

گہرائیوں میں اترتے، مکمل طور پر اپنا بناؤں گا۔ بالاج

اس کا بلاؤز اتارتے بولا۔

بالاج۔۔ حوریہ۔۔ نے تڑپ کر پکارا۔ نہیں میری جان
ابھی تو میں نے کچھ کیا نہیں۔ بالاج حوریہ کی دھڑکنوں پر
سیاہ پردہ لیٹے دیکھ کر بولا۔ آپ مجھے، قاتل ہونے کی سزا
دیں گئے۔ نہیں۔۔ تمہارا باپ مر گیا۔ تو قاتل بھی مر
گیا۔ تمہیں سزا ملے گی۔ اس دل میں۔۔ کسی اور کو

بسانے کی۔ بالاج اس کی دھڑکنوں پر شدت سے دانت
گاڑھتے ہوئے بولا۔

کمرے میں دونوں کی معنی خیز۔۔ سانسیں گوجنے لگی۔
بالاج کا ایک ہاتھ حوریہ کے لہنگے کی ڈوریوں میں الجھا۔
جسے وہ ایک ہی جھٹکے سے لہنگے کو حوریہ کے بدن سے اتار
گیا۔ حوریہ شرم سے لال وہی سٹک ہو گئی۔

وہ بنا کسی پردے کے بالاج کے سامنے خود کو چھپانے
لگی۔ مائے، بیوٹیفل۔ حسن کی دیوی۔ اف۔۔ اف۔
قیامت سا بدن۔۔ اجازات ہے۔

تمہارے اس بدن سے۔۔ تمہارا بالاج سکون حاصل کر
سکیں۔ بالاج حوریہ کی سہی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

جب سب اپنی مرضی سے اتار لیا ہے۔ اب پوچھنے کی کیا
ضرورت تھی۔ حوریہ شرم سے سرخ چہرے کے ساتھ
بولی۔

بالاج کا جاندار قہقہہ کمرے میں گونجا۔ از آ لرائیٹ۔
بیوی۔ غلطی کر لی۔۔ پوچھ کر۔۔ بالاج حوریہ پر مکمل
جھکتے ہوئے بولا۔ حوریہ نے زور سے آنکھیں بند کی۔
بالاج حوریہ کے لبوں پر جھکتا۔ اس کی سانسیں پینے لگا۔

حوریہ کی مدہم سسکیاں۔۔ کمرے میں گوجنے لگی۔ ایک ہاتھ بے باکی سے حوریہ کی دھڑکنوں پر رکھے۔ اس کو دبانے لگا۔ حوریہ آنکھیں بند کیے۔ بالاج کی شدتیں سہنے لگی۔

بالاج اس کی دھڑکنوں کو شدت سے چومتے، نیچے کی طرف بڑھنے لگا۔ حوریہ کے بیلی بٹن پر لب رکھے۔ اس کو خود میں سمٹنے پر مجبور کر گیا۔ حیح معنوں میں تب جان نکلی۔ جب وہ اس کی گہرائیوں میں اترتے، اس کی چیخیں نکلوا گیا۔ آہہ! بالاج۔۔۔ پلیز نہیں۔۔ حوریہ چیختے

ہوئے۔ بالاج۔۔۔ کی کمر پر اپنے ناخن گاڑھے۔ بالاج بنا
درد کی پرواہ کیے۔

اس کی گہرائیوں میں اترنے لگا۔ دونوں کی تیز سانسیں
کمرے میں ایک الگ ہی ساز پیدا کر رہی تھی۔ بالاج
جنونی ہوتے۔ ہر حد سے گزر رہا تھا۔ حوریہ کی آنکھوں
سے گرم سیال بہتے تکیے پر جذب ہونے لگا۔ وہ نہیں
جانتی تھی۔ اتنی سالوں کی تڑپ کیا ہوتی ہے۔ جو وہ ہستے
ہوئے، گزارتے

آیا تھا۔ آج جنونی ہوتے۔ بنا اس کے آنسوؤں کی پرواہ
کیے اپنا جنون اتارنے لگا تھا۔ بالاج پر سکون ہوتے،

سیدھا ہو کر لیٹا۔ حوریہ نے غصے سے رخ پھیر لیا۔ اور
ہچکیوں سے رونے لگی۔ کمر میں درد کی تھیں اٹھ رہی
تھی۔ بالاج نے اس کی سفید شفاف پشت کو دیکھتے شدت
سے خود کے ساتھ لگایا۔

ضرغام اپنی شیروانی اتارتے ہاتھ میں پکڑے کمرے میں
داخل ہوا۔ جہاں اس کی پرنسز بیڈ کراؤن سے ٹیک
لگائے، سو رہی تھی۔ ضرغام صوفے پر شیروانی رکھتے۔
اپنی پریسز کی طرف بڑھا۔ اس کے گال پر لب رکھے۔
نامیشہ کسی کا لمس محسوس کرتے، ہڑبراہ کراٹھی۔

ضرغام کو اپنے سامنے دیکھتے، اپنا لہنگا سنبھالتے اس کے
سینے سے لگی۔ ضرغام نامیشہ کی حرکت پر مسکرا نے لگا۔
ہیں۔۔ میں کیسے چہنچ کروں۔ یہاں کی عورتیں کیا کہتی
ہے۔ ہاں زیور۔۔۔۔ یہ دیکھیں۔ نا۔ دوکان سے سارے
زیور اٹھا کر مجھے پہنا دیئے ہے۔ اب آپ ہی کوئی حل
بتائیں۔۔ میں کیسے اتاروں۔ نامیشہ بیڈ پر بیٹھے۔ اپنے
چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے سر تھامتے ہوئے بولے۔
ضرغام نامیشہ کی معصومیت سے کی ہوئی بات پر مسکرا کر
اس کے پاس بیٹھا۔

تمہارا۔۔ ہی ہے۔۔ نا۔۔ اس پر چھوڑ دو۔۔ ضرغام۔۔
مسکراتے ہوئے۔ بولا۔

سچ کہہ رہے ہیں۔ ہی۔ نامیشہ چمکتے ہوئے فورانا سمجھی سے
بولی۔ ابھی دیدار۔۔ تو۔۔ کرنے۔۔ دو۔ نامیشہ کی کمر میں
ہاتھ ڈالتے۔ اپنے قریب کرتے بولا۔

آہہ۔۔ یہ ہوا تھا دھماکہ۔ ضرغام بے باکی سے نامیشہ کو
خود کے ساتھ لگاتے، اس کی سانسیں روک گیا۔ بہت
خوبصورت لگ رہی ہو۔ ضرغام اس کی ماتھا پٹی، چومتے
ہوئے بولا۔

نامیشہ ڈبڈبی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ ضرغام اسے بیڈ پر لٹاتے، سائیڈ دراز سے ریڈ ویلفٹ کی ڈبی پکڑی اور اس کے پاؤں کے قریب بیٹھا۔ ضرغام نے ڈبی میں سے پائل نکالتے نامیشہ کے پاؤں میں پہنائی۔ ہیرے آبوتاب سے چمک رہے تھے۔ ضرغام نے اپنے دھکتے لب اس کے پاؤں پر رکھے۔ نامیشہ کی ہلکی سی سسکی کمرے میں گونجی۔

اور دوسرے پاؤں میں بھی پہناتے۔ اس پر لپ رکھیں۔ تمہیں پا کر بہت خوش ہوں میں۔ جتنا اپنے اللہ کا شکر ادا کروں۔ اتنا ہی کم ہے۔

آج تمہیں اپنے ہی کے ساتھ پوری رات جاگنا ہے۔
نائیکیشہ نے سوالیہ۔۔ نظروں۔۔ سے دیکھا۔ کیا
مطلب۔۔ پوری۔۔ رات۔۔ نائیکیشہ کچھ سوچتے ہوئے
بولی۔

پوری رات۔۔ مطلب۔۔ آج رات۔۔ ہمارے ملن
کی رات ہے۔ آج مکمل طور پر تم میری بن جاؤ گی۔
ضرغام نائیکیشہ کی ماتھا پٹی اتارتے بولا۔ نائیکیشہ نے زور سے
آنکھیں بند کی۔ اور پھر کانوں میں پہنے اوزیں اتارنے
لگا۔ نائیکیشہ اپنے دھڑکتے دل کو بہت مشکل سے سنبھالا ہوا
تھا۔ وہ یہ سوچتے، ہوئے، ہلکی سی آواز میں بولی۔

ہیں۔۔ کیا کریں۔۔ گئے۔۔ آج کی رات۔۔۔ نامیشہ

ضرغام کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے بولی۔ ضرغام کا قہقہہ

کمرے۔۔ میں گونجا۔ نامیشہ اسے ہستے، دیکھ کر منہ پھلا

کر دیکھنے لگی۔ پیار، کروں۔۔ گا۔۔ جاناں۔۔ ضرغام اس

کی طرف جھکتے بولا۔ نامیشہ شرم سے سرخ چہرے کا ساتھ

نظریں جھکا گئی۔

لال کیوں۔۔ ہو رہی ہو۔ ضرغام اپنی مسکراہٹ دباتے

بولا۔

آپ گندی باتیں۔۔ کر رہے ہے۔ نامیشہ اٹھتے ہوئے

بولی۔

ضرغام واپس اسے بیڈ پر لٹاتے بولا۔ ڈارلنگ۔۔ اچھی
اچھی باتیں کر لیتے ہے۔ ضرغام اس کے لبوں پر جھکتا
بولا۔ اور شدت سے اس کی سانسیں پینے لگا۔ نائمیشہ
تڑپ کر ضرغام کی کمر پر اپنی نازک انگلیاں گاڑھی۔
پرنسز۔۔۔ ایسے تھوڑی نا جانے دوں گا۔ آج کی رات
دور نہیں پاس آنے کی ہے۔

ضرغام اس کی دھڑکنوں پر لب ک رکھے۔

ہی۔۔ پہلے چینیج کر لوں۔۔ نائمیشہ اس کے حصار سے نکلنے
کی کوشش کرتے بولی۔

میں کر دوں گا۔ تمہیں محنت کرنے کی ضرورت نہیں
ہے۔ تمہارا ہی۔۔ ہے۔۔ ضرغام بولتے اس کا بلاؤز اتار
گیا۔

نامیشہ حیرت کا مجسمہ بنی ضرغام کو دیکھنے لگی۔
ضرغام اس کی دھڑکنوں سے لیٹے۔۔ دانتوں کے نشان
بنانے لگا۔

اور ایک ہاتھ نامیشہ کی لہنگے کی ڈوریوں میں الجھا۔ نامیشہ
کے رہی سہی سانس بھی رک گئی۔ میری جان! سانس
لو۔۔

ضرغام اس کو سانسیں رکتے دیکھ کر بولا۔ نامیشہ نے فوری
لمبا سانس کھینچا۔

ضرغام اس کی صراحی دار گردن پر جھکے شدت سے
چومنے لگا۔ اور اوپر ہوتے، نامیشہ کا لہنگا اس کے بدن سے
جدا کیا۔

ضر۔۔۔ پلیز۔۔۔ نہیں۔۔۔ درد ہو۔۔۔ گا۔ نامیشہ ٹوٹے
لفظوں میں ہونٹ نکالتے بولی۔

مائے۔۔۔ پر لسن۔۔۔ یہ درد۔۔۔ آپ کو برداشت کرنا پڑے
گا۔ میں کوشش کروں گا۔

آپ کو زیادہ دردنا ہو۔ ضرغام بے باک انداز میں بولتا
اس کے ہونٹوں پر جھکا۔ شدت سے سک کرنے لگا۔
نمائشہ اپنے نازک ہاتھوں سے ضرغام کی کمر پر مکے
برسانے لگی۔

ضرغام نے گھور کر دیکھا۔ بہت بے شرم ہے۔ نمائشہ سر
جھکائے بولی۔

خوبصورت بیوی سامنے ہو۔ تو شرم کو سائیڈ پر رکھ کر بے
شرمی میں اترنا الگ ہی مزہ ہے۔

ضرغام اس کے بدن سے آخری پردہ بھی آزاد کرتے
، اسے

حسین وادیوں میں لیں گیا۔

آہہ۔ ہی۔۔۔ نامیشہ کی درد سے چیخ نکلی۔ پرسن۔۔۔
صرف تھوڑا۔۔۔ درد۔۔۔ ہو گا۔۔۔ ضرغام اس کی
آنکھوں کی نمی اپنی زبان سے چنتے بولا۔

نامیشہ ہچکیوں سے روتے۔ اپنے ہی جان کو دیکھنے لگی۔ جو
جنونی ہوتا جا رہا ہے۔ ضرغام رک کر نامیشہ کو دیکھا۔
مائے۔۔۔ پر نسز۔۔۔ یہ تمہارے ہی کا پیار ہے۔

ایسے کرتے ہے۔ پیار۔۔ نامیشہ ہچکیوں سے روتے بولی۔
میری کمر درد ہونے لگ گئی ہے۔ میرا پیار ایسے ہی ہے۔
جاناں۔۔۔ ضرغام اس کے شبینہ ہونٹوں کو چومتے بولا۔
بہت ہی گندے والا پیار ہے۔

اچھا۔۔۔ میرا پیار گندا ہے۔

ضرغام نامیشہ کی گہرائیوں میں پھر سے اترتے جنونی
ہونے لگا۔ نامیشہ بے حال ہوتے، تڑپنے لگی۔ اور ضرغام
کے بالوں میں ہلکی سی انگلیاں چلانے لگی۔

ضرغام مسکراتے، اس کے دونوں گال چومے۔
نامیشہ نے مسکراتے، ضرغام کے بھی گال چومے۔ پر
آنکھوں سے آنسو ویسے ہی بہہ رہے تھے۔ ضرغام

شدت سے اس کی روح میں سماتے، مکمل طور پر اپنی
پرنسز کو پالیا۔ نامیشہ تکیے پر سر گراتے بارات خان حویلی
پہنچ گئی تھی۔ سب ہاتھوں میں پھولوں سے بڑی پلیٹیں
لیے داخلی دروازے پر کھڑے تھے۔ نامیشہ سارے
رستے روتی آئی تھی۔ اب بھی ہچکیوں سے رہ رہی تھی۔
ضرغام ابھی نامکشیشہ کی طرف بڑھتا زمل اور عابیرہ فوراً
آگے بڑھتی۔ گاڑی سے اترنے میں نامیشہ کی مدد کرنے
لگی۔ ضرغام نے گھور کر ان دونوں کو دیکھا۔ نامیشہ نے
گاڑی سے اترتے پوری حویلی کو دیکھا۔ جولائیوں سے
جگمگا رہی تھی۔ نامیشہ اپنے چھوٹے قدم اٹھاتی آگے
بڑھی، ضرغام عابیرہ کو کندھوں سے پکڑتا سائیڈ پر کیا۔

اور نانکیشہ کے ہمراہ آگئے بڑھنے لگا۔ سب نے پھولوں
کے ساتھ ان دونوں کا ویلکم کیا۔ رانیہ بیگم نے آگئے
ہوتے، نانکیشہ کا ماتھا چوما۔ اور بہت سی دعائیں دی۔
مام! بہو کے آتے ہی بیٹے کو بھول گئی۔ آپ کے ایک عدد
بیٹے کو بھی دعائیں چاہیے۔

ضرغام کی بات پر سب مسکرائے، رانیہ بیگم نے ضرغام کا
ماتھا چوما۔ میری ساری دعائیں اپنے بچوں کے لیے ہے۔
رانیہ بیگم مسکراتے ہوئے بولی۔

بھا بھی۔۔۔۔۔ نائیشہ نے اپنے پاس کھڑی زل کو مدھم
آواز میں پکارا۔ ہم! کیا۔۔ ہوا۔ تم ٹھیک ہو۔ زل فوراً
پیار سے بولی۔

مجھے روم میں جانا ہے۔ مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا۔
نائیشہ بالکل مدھم آواز میں بول رہی تھی۔ پاس کھڑا
انسان تو اس کی سانسیں بھی پڑ سکتا ہے۔ ضرغام سب کو
ایک نظر دیکھتے، نائیشہ کو اپنی باہوں میں اٹھائے، اندر
داخل ہوا۔

نامیشہ اس اچانک افتاد پر سرخ چہرے سے ضرغام کو
دیکھنے لگی۔

ضرغام کی حرکت پر سب مسکرا نے لگے۔

پیچھے کھڑے، شاہ میر نے اوو کا نعرہ لگایا۔
سب کے قہقہے لاؤنج میں گونجے۔ نامیشہ شرم سے سر
ضرغام کے سینے سے نکاگی۔ حاکم خان پہلے ہی کمرے میں
چلے گئے تھے۔

اگر یا ہوتے، ضرغام کو دو، تین باتیں

سنا ہی دیتے۔

ضرغام نامیشہ کو اٹھائے، اپنے کمرے کی طرف

بڑھے۔ اور

کمرے کے سامنے آکر ضرغام کے قدم تھے۔ عابیرہ اور
ماہی، دروازے کے درمیان میں کھڑی، ایک ہاتھ سے
ڈوپٹہ ہاتھ میں لیے گھمار ہی تھی، پاس کھڑا کاوش اپنی
بیوی کی ادائیں، موبائل میں کیسیچر کر رہا تھا۔ ہٹوں یہاں
سے ضرغام آگئے ہوتے، عابیرہ کو گھور کر بولا۔ اتاریں،
نیچے میری بھا بھی، کو عابیرہ بھی مسکراتے ہوئے بولی۔
ضرغام نے نامیشہ کو نیچے اتارا، ماہی، بھا بھی۔۔۔ نامیشہ
کو اندر لیں کر جائے۔ ماہی نامیشہ کو لیں، کر اندر بڑی۔

روم میں داخل ہوتے ہی ناٹیشہ نے چاروں طرف گھوم
کر دیکھا۔ ہر طرف گلاب کے پھول بچھائے گئے تھے۔
بیڈ کے اوپر ہارٹ شیپ میں دل، اور اندرویلکم لکھا تھا۔
ہر طرف کینڈلز جل رہی تھی۔ جو کمرے کا الگ ہی منظر
پیش کر رہی تھی۔

ضرغام نے گھور کر عابیرہ کو دیکھا۔ ہم! ایسے ناگھورے،
چلے وہ دیں۔ عابیرہ نے آگئے ہاتھ کیا۔ ضرغام نے فوراً،
اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ کاوش کا قہقہہ گونجا۔ یہ کیا تھا۔
عابیرہ کبھی ہاتھ کو پھر اپنے سینے بھائی کو دیکھا۔
گڑیا۔۔۔ وہ ہی تھا۔ جو تم نے مانگا۔ چلو شاباش سائیڈ پر

ہٹو مجھے اندر جانے دو۔ اتنی جلدی کیا ہے، اپنی پرسز کے
پاس جانے سے پہلے، پانچ لاکھ میرے ہاتھ میں رکھیں۔
ضرغام کا پانچ لاکھ پر منہ کھل گیا۔ سوری، گڑیا۔ میں
بہت ہی غریب انسان ہوں۔ پانچ ہزار سے ایک روپیہ
کم، اور اوپر نہیں ہو گا۔ یہ پکڑو۔ اور مجھے روم میں جانے
دو۔ بالکل نہیں۔ یہ بھی اپنے پاس رکھے۔ ماہی بھی۔

فورا بولی۔ کیا بھا بھی۔۔۔ غریب بندے کو لوٹنے میں
لگے ہو۔ ضرغام ان کو اپنا چیک پکڑاتے ہوئے بولا۔
ضرغام کو پتا تھا۔ پیسے لینے کی بھی رسم ہوتی ہے۔ وہ پہلے
ہی ریڈی کر کے لایا تھا۔ عابیرہ نے مسکراتے ہوئے، فورا

چیک تھا۔ اور خوشی سے ضرغام کے سینے سے لگی۔
ضرغام نے مسکراتے ہوئے، اس کے بالوں پر لب
رکھیں۔

بالاج کمرے میں داخل ہوا۔ جہاں اس کی حور بیڈ پر بیٹھی
اس کا انتظار کر رہی تھی۔ حور یہ اپنی ٹانگوں کو سمیٹتے، بیڈ
پر بیٹھی۔۔ اپنے دھڑکتے دل کی آوازیں، محسوس کر رہی
تھی۔ بالاج کے آتے ہی، جو زور و شور سے دھڑک رہی
تھی۔ کمرے میں گہری خاموشی کے ساتھ دونوں کی
سانسوں کی مدھم آواز گونج رہی تھی۔

بالاج مسکراتے ہوئے اپنی شیروانی اتارتے، بیڈ کی
طرف بڑھا۔ حوریہ اپنی بھیگی پلکیں، اٹھائے بالاج کو
دیکھنے لگی۔

بالاج تھوڑا جھکتے، حوریہ کی گھبراہٹ میں اضافہ کر گیا۔
بالاج کے لب مسکراہٹ میں ڈلیں۔ آپ میرے قریب
کیوں آرہے ہیں۔

حوریہ بالاج کو اپنے پاس بیٹھتے دیکھ کر بولی۔ ویلکم ٹومائے
لائف، میری حور۔۔۔۔۔ اب تو تمہاری سانسوں کے
قریب بھی آنا چاہتا ہوں۔ بالاج حور کو ایک جھٹکے سے

کھینچتے اپنی گود میں بیٹھا گیا۔ حوریہ کی سانس سینے میں
اٹکی۔ آج وہ جن محبت بڑی نظروں سے دیکھ
رہا تھا۔ حوریہ کو اپنا گلا خشک ہوتے محسوس ہو رہا تھا۔
مجھے چیخ کرنا۔۔۔۔۔ ہے۔ حوریہ گھبراتے ہوئے بولی۔
اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ میں کروادوں۔۔۔۔۔
گا۔۔۔ ابھی۔۔۔ جی بھر کر دیکھ تولوں۔ بالاج بھاری آواز
میں بے باک انداز سے بولا۔

بالاج ایک جھٹکے سے حوریہ کو اپنے نیچے کیے، اس کے
ہونٹوں کے قریب جھکا۔ حوریہ نے سانس روکے زور
سے اپنی آنکھیں بند کی۔ جب سے تمہیں۔۔۔۔۔

دیکھا۔۔۔ حوریہ۔۔۔ راحم خان۔۔۔ میری تڑپ
بڑھنے لگی۔ جب نکاح کے بولے گئے الفاظ میں راحم خان کا
نام میری سماعتوں۔۔۔۔ سے ٹکڑا یا۔۔۔ پتہ میرے دل
کے کتنے ٹکڑے ہوئے تھے۔

حوریہ نے نم نگاہوں سے بالاج کو دیکھا۔ تم جانتی تھی
نا۔۔۔ یہ سب۔۔۔ بالاج سرد آواز۔۔ میں بولا۔
حوریہ۔۔۔ نے نم آنکھوں سے نفی میں سر ہلایا۔ جھوٹ
! بالاج سرد آواز

میں پھر بولا۔ حوریہ۔۔ فوراً اس کے سینے سے لگی۔ میں
جانتی تھی۔۔ بالاج۔۔ تمہارے گردن پر نشان۔۔
دیکھ کر میں پہچان گئی تھی۔

حوریہ۔۔ بالاج کے سینے سے لگی۔ تھر تھر کانپتے ہوئے
بولی۔ ہاں۔۔ بالاج کی گردن پر بلیک کلر کا ایک چھوٹا سا
نشان تھا۔

یہ نشان کیسے بھول سکتی تھی۔ یہی تو تھا۔ جس نے اٹلی
اٹلی میں اس کی جان بچائی تھی۔ جب جب وہ نو سال کی
عمر میں اپنے لالا کے ساتھ پہلی دفعہ اٹلی آئی تھی۔ بالاج
نے، حوریہ کے لرزتے وجود کو اپنے اوپر کیا۔ اور شدت

سے اس کے گرد حصار باندھا۔ میں۔۔ نے آپ کو۔۔

بہت ڈھونڈا۔ لالا

کے ساتھ مل کے۔ حوریہ تم۔۔ آواز میں بولی۔ میں۔۔

نے بھی۔۔ میں تمہارے گھر بھی آیا تھا۔ پر تمہارے بابا

نے میرے ڈیڈ کی بہت بے عزتی کی۔ تمہیں مانگنے آئے

تھے۔ میرے لیے۔

انہوں نے کہاں۔۔ تم ابھی چھوٹی ہو۔ تمہارا لالا خوش

تھا۔ پر میرے بابا تمہارے بابا کے دشمن نکلے۔ تمہارے

بابا قاتل ہے۔ میرے بابا کے۔ بالاج کی آواز نم ہوئی۔

تم میرے علاوہ کیسے کسی کو اپنے دل میں بسا سکتی ہو۔

بالاج یک دم غصے سے دھاڑا۔ حوریہ اس کی دھاڑ پر سہم
کر دیکھنے لگی۔ بالاج وقت کے ساتھ سب بدل گیا تھا۔
حوریہ اس کے سینے سے لگی۔ نم آواز میں بولی۔ میں۔۔۔ تو
کہی۔۔۔ نہیں۔۔۔ ہوں نا تمہارے دل میں۔ بالاج اس
کی آنکھوں میں اپنی سرخ آنکھیں گاڑتے بولا۔

حوریہ۔۔۔ سر جھکا گئی۔ اب تو اس کے دل میں ہاشم بھی
نہیں رہا تھا۔ بالاج اس کی جھکی پلکیں دیکھ کر جل اٹھا۔

اب۔۔۔ وہ کیا جواب دیتی۔۔۔ بالاج حوریہ کا ڈوبٹہ پینوں
سے آزاد کرتے۔ سائیڈ پر رکھا۔

مجھے۔۔۔ پھر سے بنائی۔۔۔ آتی ہے۔۔۔ اپنے محبوب کے
دل میں جگہ۔ بالاج ایک ایک چیز اتارتے۔۔۔ سائیڈ پر
رکھتا گیا۔ حوریہ بالاج یہ روپ دیکھ کر حیران نظروں
سے دیکھنے لگی۔ بالاج فوراً اس کی سانسوں پر قابض ہوا۔
حوریہ نے تڑپ کر بالاج کے کالر کو مٹھیوں میں دبوچا۔

آج تم حسن کی دیوی بنی ہوئی ہو۔ بالاج اپنی قمیض
اتارتے، سائیڈ پر رکھا۔ تمہارے بدن پر کوئی پردہ
برداشت نہیں ہو رہا۔ تم صرف بالاج کی ہو۔ آج تمہاری
سانسوں سے ہوتے

گہرائیوں میں اترتے، مکمل طور پر اپنا بناؤں گا۔ بالاج

اس کا بلاؤز اتارتے بولا۔

بالاج۔۔۔ حوریہ۔۔۔ نے تڑپ کر پکارا۔ نہیں میری جان
ابھی تو میں نے کچھ کیا نہیں۔ بالاج حوریہ کی دھڑکنوں پر
سیاہ پردہ لیٹے دیکھ کر بولا۔ آپ مجھے، قاتل ہونے کی سزا
دیں گئے۔ نہیں۔۔۔ تمہارا باپ مر گیا۔ تو قاتل بھی مر
گیا۔ تمہیں سزا ملے گی۔ اس دل میں۔۔۔ کسی اور کو
بسانے کی۔ بالاج اس کی دھڑکنوں پر شدت سے دانت
گاڑھتے ہوئے بولا۔

کمرے میں دونوں کی معنی خیز۔۔ سانسیں گوجنے لگی۔
بالاج کا ایک ہاتھ حوریہ کے لہنگے کی ڈوریوں میں الجھا۔
جسے وہ ایک ہی جھٹکے سے لہنگے کو حوریہ کے بدن سے اتار
گیا۔ حوریہ شرم سے لال وہی سٹک ہو گئی۔

وہ بنا کسی پردے کے بالاج کے سامنے خود کو چھپانے
لگی۔ مائے، بیوٹیفل۔ حسن کی دیوی۔ اف۔۔ اف۔
قیامت سا بدن۔۔ اجازات ہے۔

تمہارے اس بدن سے۔۔ تمہارا بالاج سکون حاصل کر
سکیں۔ بالاج حوریہ کی سہی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

جب سب اپنی مرضی سے اتار لیا ہے۔ اب پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ حوریہ شرم سے سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔

بالاج کا جاندار قہقہہ کمرے میں گونجا۔ از آ لرائیٹ۔
بیوی۔ غلطی کر لی۔۔ پوچھ کر۔۔ بالاج حوریہ پر مکمل جھکتے ہوئے بولا۔ حوریہ نے زور سے آنکھیں بند کی۔
بالاج حوریہ کے لبوں پر جھکتا۔ اس کی سانسیں پینے لگا۔
حوریہ کی مدھم سسکیاں۔۔ کمرے میں گوجنے لگی۔ ایک ہاتھ بے باکی سے حوریہ کی دھڑکنوں پر رکھے۔ اس کو

دبانے لگا۔ حوریہ آنکھیں بند کیے۔ بالاج کی شدتیں سہنے لگی۔

بالاج اس کی دھڑکنوں کو شدت سے چومتے، نیچے کی طرف بڑھنے لگا۔ حوریہ کے بیلی بٹن پر لب رکھے۔ اس کو خود میں سمٹنے پر مجبور کر گیا۔ حیح معنوں میں تب جان نکلی۔ جب وہ اس کی گہرائیوں میں اترتے، اس کی چپخیں نکلوا گیا۔ آہہ! بالاج۔۔۔ پلیر نہیں۔۔ حوریہ چیختے ہوئے۔ بالاج۔۔۔ کی کمر پر اپنے ناخن گاڑھے۔ بالاج بنا درد کی پرواہ کیے۔

اس کی گہرائیوں میں اترنے لگا۔ دونوں کی تیز سانسیں
کمرے میں ایک الگ ہی ساز پیدا کر رہی تھی۔ بالاج
جنونی ہوتے۔ ہر حد سے گزر رہا تھا۔ حوریہ کی آنکھوں
سے گرم سیال بہتے تکیے پر جذب ہونے لگا۔ وہ نہیں
جانتی تھی۔ اتنی سالوں کی تڑپ کیا ہوتی ہے۔ جو وہ ہستے
ہوئے، گزارتے

آیا تھا۔ آج جنونی ہوتے۔ بنا اس کے آنسوؤں کی پرواہ
کیے اپنا جنون اتارنے لگا تھا۔ بالاج پر سکون ہوتے،
سیدھا ہو کر لیٹا۔ حوریہ نے غصے سے رخ پھیر لیا۔ اور
ہچکیوں سے رونے لگی۔ کمر میں درد کی تھیں اٹھ رہی

تھی۔ بالاج نے اس کی سفید شفاف پشت کو دیکھتے شدت سے خود کے ساتھ لگایا۔

ضرغام اپنی شیروانی اتارتے ہاتھ میں پکڑے کمرے میں داخل ہوا۔ جہاں اس کی پرسز بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے، سو رہی تھی۔ ضرغام صوفے پر شیروانی رکھتے۔ اپنی پریسز کی طرف بڑھا۔ اس کے گال پر لب رکھے۔ نامیشہ کسی کا لمس محسوس کرتے، ہڑبراہ کراٹھی۔

ضرغام کو اپنے سامنے دیکھتے، اپنا لہنگا سنبھالتے اس کے سینے سے لگی۔ ضرغام نامیشہ کی حرکت پر مسکرا نے لگا۔

ہیں۔۔ میں کیسے چنچ کروں۔ یہاں کی عورتیں کیا کہتی
ہے۔ ہاں زیور۔۔۔۔۔ یہ دیکھیں۔ نا۔ دوکان سے سارے
زیور اٹھا کر مجھے پہنا دیئے ہے۔ اب آپ ہی کوئی حل
بتائیں۔۔ میں کیسے اتاروں۔ نائیشہ بیڈ پر بیٹھے۔ اپنے
چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے سر تھامتے ہوئے بولے۔
ضرغام نائیکیشہ کی معصومیت سے کی ہوئی بات پر مسکرا کر
اس کے پاس بیٹھا۔

تمہارا۔۔ ہی ہے۔۔ نا۔ اس پر چھوڑ دو۔۔ ضرغام۔۔
مسکراتے ہوئے بولا۔

سچ کہہ رہے ہیں۔ ہی۔ نامیشہ چہکتے ہوئے فورانا سمجھی سے
بولی۔ ابھی دیدار۔۔ تو۔۔ کرنے۔۔ دو۔ نامیشہ کی کمر میں
ہاتھ ڈالتے۔ اپنے قریب کرتے بولا۔

آہہ۔۔ یہ ہوا تھا دھماکہ۔ ضرغام بے باکی سے نامیشہ کو
خود کے ساتھ لگاتے، اس کی سانسیں روک گیا۔ بہت
خوبصورت لگ رہی ہو۔ ضرغام اس کی ماتھا پٹی، چومتے
ہوئے بولا۔

نامیشہ ڈبڈبی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ ضرغام اسے بیڈ پر
لٹاتے، سائیڈ دراز سے ریڈ ویلفٹ کی ڈبی پکڑی اور اس
کے پاؤں کے قریب بیٹھا۔ ضرغام نے ڈبی میں سے پائل

نکالتے نامیشہ کے پاؤں میں پہنائی۔ ہیرے آبتاب سے
چمک رہے تھے۔ ضرغام نے اپنے دھکتے لب اس کے
پاؤں پر رکھے۔ نامیشہ کی ہلکی سی سسکی کمرے میں گونجی۔

اور دوسرے پاؤں میں بھی پہناتے۔ اس پر لپ رکھیں۔
تمہیں پا کر بہت خوش ہوں میں۔ جتنا اپنے اللہ کا شکر ادا
کروں۔ اتنا ہی کم ہے۔

آج تمہیں اپنے ہی کے ساتھ پوری رات جاگنا ہے۔

نامکیشہ نے سوالیہ۔۔ نظروں۔۔ سے دیکھا۔ کیا

مطلب۔۔ پوری۔۔ رات۔۔ نامیشہ کچھ سوچتے ہوئے

بولی۔

پوری رات۔۔۔ مطلب۔۔۔ آج رات۔۔۔ ہمارے ملن
کی رات ہے۔ آج مکمل طور پر تم میری بن جاؤ گی۔
ضرغام نامیشہ کی ماتھا پیٹی اتارتے بولا۔ نامیشہ نے زور سے
آنکھیں بند کی۔ اور پھر کانوں میں پہنے اوزیں اتارنے
لگا۔ نامیشہ اپنے دھڑکتے دل کو بہت مشکل سے سنبھالا ہوا
تھا۔ وہ یہ سوچتے، ہوئے، ہلکی سی آواز میں بولی۔
ہیں۔۔۔ کیا کریں۔۔۔ گئے۔۔۔ آج کی رات۔۔۔ نامیشہ
ضرغام کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے بولی۔ ضرغام کا قہقہہ
کمرے۔۔۔ میں گونجا۔ نامیشہ اسے ہستے، دیکھ کر منہ پھلا
کر دیکھنے لگی۔ پیار، کروں۔۔۔ گا۔۔۔ جاناں۔۔۔ ضرغام اس

کی طرف جھکتے بولا۔ نائیشہ شرم سے سرخ چہرے کا ساتھ
نظریں جھکا گئی۔

لال کیوں۔۔ ہو رہی ہو۔ ضرغام اپنی مسکراہٹ دباتے
بولا۔

آپ گندی باتیں۔۔ کر رہے ہے۔ نائیشہ اٹھتے ہوئے
بولی۔

ضرغام واپس اسے بیڈ پر لٹاتے بولا۔ ڈار لنگ۔۔ اچھی
اچھی باتیں کر لیتے ہے۔ ضرغام اس کے لبوں پر جھکتا
بولا۔ اور شدت سے اس کی سانسیں پینے لگا۔ نائیکیشہ
تڑپ کر ضرغام کی کمر پر اپنی نازک انگلیاں گاڑھی۔

پرنسز۔۔۔ ایسے تھوڑی نا جانے دوں گا۔ آج کی رات
دور نہیں پاس آنے کی ہے۔

ضرغام اس کی دھڑکنوں پر لب ک رکھے۔

ہبی۔۔ پہلے چیخ کر لوں۔۔ نامیشہ اس کے حصار سے نکلنے
کی کوشش کرتے بولی۔

میں کر دوں گا۔ تمہیں محنت کرنے کی ضرورت نہیں
ہے۔ تمہارا ہی۔۔ ہے۔۔ ضرغام بولتے اس کا بلاؤز اتار
گیا۔

نامیشہ حیرت کا مجسمہ بنی ضرغام کو دیکھنے لگی۔

ضرغام اس کی دھڑکنوں سے لیٹے۔۔ دانتوں کے نشان
بنانے لگا۔

اور ایک ہاتھ نامیشہ کی لہنگے کی ڈوریوں میں الجھا۔ نامیشہ
کے رہی سہی سانس بھی رک گئی۔ میری جان! سانس
لو۔۔

ضرغام اس کو سانسیں رکتے دیکھ کر بولا۔ نامیشہ نے فوری
لمبا سانس کھینچا۔

ضرغام اس کی صراحی دار گردن پر جھکے شدت سے
چومنے لگا۔ اور اوپر ہوتے، نامیشہ کا لہنگا اس کے بدن سے
جدا کیا۔

ضر۔۔۔ پلرز۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ درد ہو۔۔ گا۔ نائیشہ ٹوٹے
لفظوں میں ہونٹ نکالتے بولی۔

مائے۔۔۔ پر لسن۔۔۔ یہ درد۔۔ آپ کو برداشت کرنا پڑے
گا۔ میں کوشش کروں گا۔

آپ کو زیادہ درد نا ہو۔ ضرغام بے باک انداز میں بولتا
اس کے ہونٹوں پر جھکا۔ شدت سے سک کرنے لگا۔
نائیشہ اپنے نازک ہاتھوں سے ضرغام کی کمر پر مکے
برسانے لگی۔

ضرغام نے گھور کر دیکھا۔ بہت بے شرم ہے۔ نامیشہ سر
جھکائے بولی۔

خوبصورت بیوی سامنے ہو۔ تو شرم کو سائیڈ پر رکھ کر بے
شرمی میں اترنا الگ ہی مزہ ہے۔

ضرغام اس کے بدن سے آخری پردہ بھی آزاد کرتے
، اسے

حسین وادیوں میں لیں گیا۔

آہہ۔ ہی۔۔۔ نامیشہ کی درد سے چیخ نکلی۔ پرسن۔۔۔

صرف تھوڑا۔۔۔ درد۔۔۔ ہو گا۔۔۔ ضرغام اس کی

آنکھوں کی نمی اپنی زبان سے چنتے بولا۔

نامیشہ ہچکیوں سے روتے۔ اپنے ہی جان کو دیکھنے لگی۔ جو
جنونی ہوتا جا رہا ہے۔ ضرغام رک کر نامیشہ کو دیکھا۔
مائے۔۔۔ پر نسز۔۔۔ یہ تمہارے ہی کا پیار ہے۔

ایسے کرتے ہے۔ پیار۔۔ نامیشہ ہچکیوں سے روتے بولی۔
میری کمر درد ہونے لگ گئی ہے۔ میرا پیار ایسے ہی ہے۔
جاناں۔۔۔ ضرغام اس کے شبینہ ہونٹوں کو چومتے بولا۔
بہت ہی گندے والا پیار ہے۔
اچھا۔۔۔ میرا پیار گندا ہے۔

ضرغام نامیشہ کی گہرائیوں میں پھر سے اترتے جنونی
ہونے لگانامیشہ بے حال ہوتے، تڑپنے لگی۔ اور ضرغام
کے بالوں میں ہلکی سی انگلیاں چلانے لگی۔
ضرغام مسکراتے، اس کے دونوں گال چومے۔
نامیشہ نے مسکراتے، ضرغام کے بھی گال چومے۔ پر
آنکھوں سے آنسو ویسے ہی بہہ رہے تھے۔ ضرغام
شدت سے اس کی روح میں سماتے، مکمل طور پر اپنی
پرنسز کو پالیا۔ نامیشہ تکیے پر سر گراتے۔

آنکھیں موند گئی۔ ضرغام اس کی آنکھوں کو چومتے، اس
کے ساتھ لیے۔ اپنا حصار مضبوط کیا۔۔ نائیشہ بھی اس
کے سینے سے لگتی۔۔ آنکھیں موند گئی۔

ضرغام اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے، اور اس کی
بالوں کی خوشبو کو اپنے اندر اتارتے، اس کے بالوں پر جا
بجالب رکھے چومنے لگا۔

نائیشہ نے مسکراتے ہوئے، ضرغام کو دیکھا۔ اور آنکھیں
موند گئی۔۔

مہمان جاچکے تھے۔ حاکم خان نے ولیمے پر پورے گاؤں
کو انوائٹ کیا تھا۔ گاؤں والے کھانا کھا کر جاچکے تھے۔
عالیان خان بھی پوری فیملی کے ساتھ حویلی چلے گئے
تھے۔ بالاج خان روم میں داخل ہوا۔ حوریہ فریش ہو
کر مرد کے سامنے کھڑی اپنے لمبے گھنے بالوں، بریش
پھیر رہی تھی۔ بالاج اپنا کوٹ اتارے، مسکراتے
ہوئے، حوریہ کے قریب آیا۔ اور پیچھے سے اس کے پیٹ
پر ہاتھ باندھے۔ حوریہ کی مدھم سسکی کمرے میں بالاج
مرر میں اس کے نقوش، بڑی فرصت سے نہا رہا تھا۔
جیسے اپنی آنکھوں میں حفظ کر لینا چاہتا ہو۔

حوریہ اس کے حصار میں قید اپنے کانپتے وجود پر بامشکل
قابو پایا تھا۔ کوئی آجائے گا۔۔۔۔۔ بالاج۔۔۔۔۔ حوریہ
کمرے کے کھلے دروازے کو دیکھ کر بولی۔

کوئی نہیں آئے گا۔ حور جان! سب اپنے کمرے میں
ہے۔ اگر تم کہتی ہو۔ دروازہ لاک کر دیتا ہوں۔ بالاج
کھلے دروازے کی طرف بڑھتا۔ دروازے کو لاک کر
گیا۔ حوریہ جو رہائی ملتے فوراً بیڈ پر لیٹے کمرے کی اوپر تک اوڑ
گئی تھی۔ رات والا منظر اس کی آنکھوں، میں فلم کی
طرح چل رہا تھا۔

اب مزید وہ اس کی شدتیں نہیں برداشت کر سکتی تھی۔
اس کو مکمل کمبل میں غروب دیکھ کر بالاج بھی مسکراتے
ہوئے، اس کے ساتھ جگہ بناتا حوریہ کو اپنے حصار میں
قید کر لیا۔ جان حور۔۔۔ وہ انگلی کے پوروں سے اس کے
چہرے پر آئی آوارہ لٹوں۔۔۔ کوکان کے پیچھے کرتے
بھاری آواز میں بولا۔ حوریہ نے سر اٹھا کر بالاج کو دیکھا۔
آپ اپنے شوہر کو خوش کیے بغیر سونے لگی تھی۔ بالاج
بے باکی سے اس کے نچلے لب کو کھینچتے بولا۔ حوریہ شرم
سے لال چہرہ لیے آنکھیں زور سے بند کی۔

وہ عورت تھی۔ اس کے دل میں بالاج کی طلب بڑھنے لگی تھی۔ یہ شخص اب اس کا حلال شوہر تھا۔ کیسے نابڑھتی طلب۔

میں تم پر کبھی ترس نہیں کھاؤں گا۔ قربت کے معاملے میں۔۔۔ تو بالکل نہیں۔۔۔ بالاج اس کے سرخ گال پر دانت گھاڑتے اس کی سسکی نکلو اگیا تھا۔ حور یہ خان کی ڈکشنری میں ترس کھانا لکھا ہی نہیں۔ حور یہ اپنی پہلی ٹون میں واپس آتے، بالاج کے پیٹ پر بیٹھتی۔ انگلی دیکھا رہے بولی۔ بالاج کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔

حوریہ اس کو ہستے دیکھ کر شرم سے لال چہرہ لیے نظریں
جھکا گئی۔ کیا۔۔۔۔۔ ہوا۔۔۔۔۔ جان حور۔۔۔۔۔ صرف اتنا ہی،

روب جھاڑنا تھا۔ بالاج حوریہ کے گلے میں دو انگلیاں
ڈالتے اپنی طرف کھینچا۔ وہ کئی ڈال کی طرف اس کے
سینے پر آگری۔ روب تو اب ساری عمر میرا ہی چلے گا۔
مسٹر بالاج۔۔۔ حوریہ سرد آواز میں بولتی۔ بالاج کے
لبوں پر جھکی۔۔۔ شدت سے سک کرنے لگی۔ بالاج کے
لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔۔۔

حوریہ اب بالاج کے بٹنوں والی شرٹ ایک ہی جھٹکے
سے کھولتے، اس کے سینے پر شدت سے دانت گاڑھے۔

بالاج ایک ہی جھٹکے سے حوریہ کو بیڈ پر گراتے، حوریہ
کے ہوش ٹھکانے لگا گیا۔ حوریہ کا بلاؤز اتارتے، زمین
بوس کیا۔ میری بولڈ، بیوی۔۔۔ بالاج اس کی دھڑکنوں
کو دیکھ کر بولا۔ جو اوپر نیچے ہوتی، اس کی طلب کو جھکا گئی
تھی۔ بالاج نے جھک کر اس کی دھڑکن کو اپنے منہ میں
بڑا۔ حوریہ تڑپ اٹھی۔ بالاج اس کی دھڑکنوں کو سک
کرتا اسے اور تڑپانے لگا۔

پلیز۔۔۔ با۔۔۔ لاج۔۔۔ بس کر دیں۔۔۔ مجھے درد ہو رہا
ہے۔ پلیز۔۔۔ حوریہ روتے ہوئے پر سوز ہچکیوں سے
بولی۔

بالاج اس کی دھڑکنوں سے چہرہ نکالتے اس کی گلابی
آنکھوں میں دیکھا۔ جان حور۔۔۔۔۔ تم اپنے بالاج کا
کبھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بالاج اس کی سرخ دھڑکنوں کو
دیکھ کر بولا۔ جسے پر وہ کافی زیادہ ظلم کر چکا تھا۔ حور یہ
اپنی نازک دھڑکنے تھامتے، درد سے رونے لگی۔۔ بالاج
اسے روتے دیکھ کر اب خود پر غصہ آنے لگا تھا۔ سوری
جان حور۔۔ بالاج اس کی دھڑکنوں پر سے ہاتھ
ہٹاتے۔۔ نرمی سے اپنے لب رکھنے لگا۔ آپ بالکل اچھے
نہیں ہے۔ حور یہ۔۔۔۔۔ درد سے چور لہجے میں بولی۔۔

بالاج کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔۔۔ جان حور۔۔۔ پر
تم بہت اچھی ہو۔ بالاج حوریہ کی ناک کی ٹپ کو چومتے
بولا۔ حوریہ منہ پھلا کر دوسری سائیڈ دیکھنے لگی۔

میں کر دیتا ہوں۔ عالی جان! عابیرہ کو ساڑی میں الجھتے
دیکھ کر فوراً بولا۔ رہنے دیں آپ۔۔۔ اچھی بھلی فراق
پہنی تھی۔ پر آپ صاحب نے گھٹیا ساڑھی لا کر سامنے
رکھ دی۔ ولیمے کے بعد جب عابیرہ روم میں آئی تھی۔
دامیار کے ہاتھ میں ساڑھی دیکھ کر شرم سے لال اور غصے
سے دیکھنے لگی۔

میری جان! یہاں آؤ۔ یہ تمہارے لیے لایا ہوں۔ آج یہ
ساڑی تم مجھے پہن کر دیکھاؤں۔ دامیار اس کے ہاتھ میں
ساڑی پکڑاتے بولا۔ عابیرہ نے ساڑھی کو دیکھ کر ایک
جھرجھری لی۔ دامیار۔۔۔ یہ ساڑھی ہے۔ اس کا بلاؤز
کتنا چھوٹا ہے۔۔

فففففففف۔ کتنے بے شرم ہے آپ۔۔ میں تو بالکل
نہیں پہنوں گی۔ میری جان! پہننا تو پڑے گا۔ مجھے
پہنانے کے بہت طریقے آتے ہیں۔ دامیار بے باکی سے
آنکھ و نک کر کے بولا۔ صرف دس منٹ ہے تمہارے
پاس۔ یہی میرے سامنے بدلو۔

سامنے بدلنے والی بات عابیرہ نے گھور کر دیکھا دامیار بیڈ
پر بیٹھا۔ اس کا اوپر سے۔ نیچے سلمین والی نظروں سے
دیکھنے لگا۔ جان حور۔۔۔ ٹائم ناؤ سٹارٹ۔۔۔ دامیار
گھڑی کی طرف اشارہ کرتے بولا۔ عابیرہ غصے سے دیکھتے
رخ پھیر گئی۔ میری جان۔۔۔ رخ پھیرنے کا میں نہیں
بولا۔ میری طرف چہرہ کر کے چیخ کر۔۔۔ عابیرہ کا چہرہ
سرخ ہوا۔ پروہ خود پر قابو پاتے، رخ پلٹے۔۔۔ اپنی
فراک اتار گئی۔۔۔

یہ بھی اتار دو۔ تاکہ مجھے زیادہ محنت نا کرنی پڑے۔
دامیار اس کے دھڑکنوں پر لیٹے بلیک پردے کو دیکھتا
بولا۔

عابیرہ سرخ چہرے کے ساتھ نظریں جھکائے اپنا بلاوز
ریموو کرتے، جلدی سے دوسرا پہننے لگی۔

دامیار کا قہقہہ روم میں گونجا۔

عابیرہ غصے سے اب ساڑی پہننے لگی۔۔ جو اس سے پہنی
نہیں جارہی تھی۔ دامیار اٹھ کر عابیرہ کے قریب آیا۔

عابیرہ، ساڑھی کا پلو اپنے بازو پر گراتے پیچھے کی طرف
قدم اٹھانے لگی۔۔۔ میرا ریڈ کیک۔۔۔ دامیار اس کے بدن
پر ریڈ ساڑھی دیکھ کر بے باکی سے بولا۔

رہنے دو میری جان! میرا کام آسان ہو جائے گا۔ دامیار
اسے بار بار ساڑھی سیٹ کرتے دیکھتے بولا۔ عابیرہ پیچھے
سٹول کے ساتھ لگتی، ابھی گرتی۔ دامیار اسے کھینچ کر
اپنے سینے سے لگا گیا۔ عابیرہ اس کے سینے سے لگی تھر تھر
کانپنے لگی۔

دامیار اس کا چہرہ اپنے سینے سے نکالتا اس کے ماتھے پر
شدت سے لب رکھ گیا۔ بہت خوبصورت لگ رہی
ہوں۔ دامیار اس کے ساڑھی کا پلو ایک جھٹکے سے
اتارتے بولا۔ اتنا حسن کون لئے پھرتا ہے۔۔۔ عالی
جان۔۔۔ میرا کمزور سادل تمہارے حسن کی تاب نہ لاتے
ہوئے۔۔۔ بند ہو جائے گا۔ وہ نرمی سے اس کی گردن
چومتے بولا۔

اس کو اپنے حصار میں لیے باہر نکلا اور ساتھ والے روم
میں لیں کر داخل ہوا۔ جہاں اس نے اس کی برتھ
ڈے۔۔۔ کا سارا انتظام کیا تھا۔

عابیرہ روم کو دیکھتے، مسکراتے ہوئے، دامیار کو دیکھنے
لگی۔ یہ آپ نے میرے لیے کیا ہے۔ آپ کو یاد تھا۔۔
آج میرا برتھ ڈے ہے۔ لیس ڈارلنگ۔۔۔ میں کیسے
بھول سکتا ہوں۔۔ دامیار بس کو لیں کر ٹیبل کی طرف
بڑھا۔

جہاں عابیرہ کی پسند کا چاکلیٹ کیک رکھا تھا چاروں طرف
پھول اور بہت ہی خوبصورت طریقے سے کینڈلز سے
ہیپی برتھ ڈے۔۔ جان حیات لکھا تھا۔ کیک کاٹے جان
حیات۔۔۔ عابیرہ کو اپنی طرف دیکھتے بولا۔ ہم! نے فوراً
سر ہلایا۔ اور مسکراتے ہوئے کیک کاٹنے لگی۔ دامیار نے

کیک کا چھوٹا سا ٹکڑا اٹھائے، عابیرہ کے منہ کی طرف کیا۔
جسے وہ فوراً کھا گئی۔

آپ بھی لیں نا۔ عابیرہ اس کی طرف کیک کا چھوٹا سا پیس
کرتے پولی۔ دامیار اس کے ہاتھ سے کیک کا ٹکڑا لیے۔
ایک باکس آگئے کیا۔ جان حیات۔۔۔ بعد میں کیک
اپنے طریقے سے کھاؤں گا۔ پہلے یہ باکس کھول کر
دیکھو۔۔۔ عابیرہ نے مسکراتے ہوئے باکس کھولا۔ عابیرہ
نے باکس اوپن کیا۔۔۔ اور خوشی سے اچھل پڑی۔۔۔
ڈائمنڈ کی رنگ اور پائٹلز کو دیکھتے اس کی مسکراہٹ بڑھتی

جارہی تھی۔ بہت خوبصورت ہے۔۔۔ دامیار۔۔۔۔۔ وہ

پائل

اور رنگ کو دیکھتے

ستائی انداز میں بولی۔ تم سے زیادہ نہیں۔۔ تم سے بڑھ کر

میری زندگی میں کچھ قیمتی نہیں۔ وہ جھک کر پائلز اس

کے دونوں پیروں میں پہنا گیا۔ اور رنگ اس کی انگلی میں

پہناتے وہاں اپنے لب رکھے۔ عابیرہ تم جانتی ہو۔ میں تم

سے بچپن سے محبت کرتا بھاگتی تھی۔ آ رہا ہوں۔ پر تم مجھ

سے دور دور دامیار کی بات پر عابیرہ نظریں جھکا گئی۔ عالی

جان۔۔ وہ پہلے کی بات ہے۔ اب تم میری زندگی کا وہ

حصہ ہو۔ جسے میں غلطی سے بھی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔

دامیار اس کا جھکاسر دیکھتے فوراً خود کے ساتھ لگاتے بولا۔
دامار اپنے لبوں پر کیک کا ٹکڑا رکھتے، عابیرہ کے لبوں سے
لگا گیا۔ عابیرہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔

دامیار اس کی کمر پر دباؤ بڑھاتے۔ خود کے ساتھ لگاتے۔
اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔ دمار اپنے لبوں پر کیک کا
ٹکڑا رکھتے، عابیرہ کے لبوں سے لگا گیا۔ اپنے منہ کے اندر
جو کیک تھا۔ وہ عابیرہ کے منہ میں ڈالتے اس کے لبوں کو
شدت سے سک کرنے لگا۔ عابیرہ اس کی حرکت پر
بوکھلاتے ہوئے۔ اس کی شرٹ مٹھیوں میں دبوچ گئی۔

عابیرہ کا کیک گلے میں ہی اٹک گیا تھا۔ دامیار اپنی زبان
عابیرہ کے منہ میں ڈالتے، خود کے منہ میں انڈیلنے لگا۔
عابیرہ شرم سے سرخ چہری لیے اس کی زبان کی حرکت
اپنے منہ میں محسوس کرتی سرخ ہوئی۔ دامیار آہستہ
آہستہ۔۔۔ سارا کیک اذ نے بلک میں اتارنے لگا۔ اب وہ
عابیرہ کے لبوں کو شدت سے سک کر رہا تھا۔ عابیرہ کی
سانسیں بڑی طرح پھول چکی تھیں۔ دامیار اس کی سانس
پھولتے دیکھ کر اس کے لبوں کو آزادی بخشے۔ اس کی پیٹھ
سہلانے لگا۔ اس کے لبوں پر چاکلیٹ لگے دیکھ کر پھر
سے اس کے لبوں پر جھکا، پیچھے کی طرف قدم اٹھاتا۔

ایک جھٹکے پر بیڈ پر گراتا۔۔ اپنی شرٹ اتار کر عابیرہ پر
جھکا۔

وہ آج اسے پیچھے نہیں دھکیل رہی تھی۔ دامیار تو عابیرہ
کی اس ادا پر اور جنونی ہونے لگا۔ اس کی نازک دھڑکنوں
کے ساتھ لپیٹاریڈ عملی پردہ ریمو کر گیا۔ دامیار اس کے
دنوں لب منہ میں لیتا بے رحمی سے۔۔ اس کے لبوں پر
لگی چاکلیٹ اپنے بلک میں اتارتے سرخ کر گیا۔ وہ اس
کے نیچے پڑی ترپ اٹھی تھی۔ پر اس کو خود سے دور
نہیں کیا تھا۔ اگر وہ دور کرتی دامیار اس سے بھی بے
رحمی پر اتر جاتا تھا۔

دامیار اس کے ساڑھی ایک جھٹکے سے اس کے بدن سے
ریمو کر گیا۔ وہ شرم سے زور سے آنکھیں بند کر گئی۔

دامیار اس کی سفید پنڈیلیاں دیکھتے۔ بھاری آواز میں
بولا۔ عالی جان! تم بہت خوبصورت ہو۔ مجھے پاگل کرنے
کے لیے تمہارا دلکش سراپا ہی کافی ہے۔ دامیار اوپر کی
طرف ہوتے، اس کے سینے پر ہاتھوں کا دباؤ بڑھا گیا۔۔۔
آہہ۔۔۔۔ دامیار۔۔۔۔۔ پلینز۔۔۔ نہیں۔۔۔ اس کے
ہاتھ کا دباؤ بڑھتے محسوس کر کے تڑپ اٹھی۔ دامار مجھے
درد ہو رہی ہے۔ پلینز چھوڑیں۔۔۔ عابیرہ خود کو

چھڑواتے ہلکان ہونے لگی۔ رہائی ملتے ہی عابیرہ نے لمبی سانس خارج کی۔ دامیار نیچے کی طرف بڑھتے، اس کی پنڈلیوں کو اپنے لبوں اور دانتوں سے سرخ کرنے لگا۔ اس کے لب بے باکی سے اوپر کی طرف بڑھتے دیکھ کر، عابیرہ نے بے یقینی سے پکارا۔۔۔ دامیار۔۔۔ وہ اس کے بے باک جسارتوں کی وجہ سے پاگل ہو رہی تھی۔

اب وہ خوف سے کانپ رہی تھی۔ دامیار کا لمس شدت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ عابیرہ کی سسکیاں عروج پر تھیں۔ آہ! دامیار۔۔۔۔ عابیرہ اس کی بے باک حرکت پر مچل اٹھی۔ دامیار اس کی ٹانگوں کے درمیان فاصلہ بناتے،

خود کو اس کے اندر اتارنے لگا۔ عابیرہ کی پر سوز چپچپائیاں
کمرے میں گوجنے لگیں۔ بس میری جان! تھوڑی ہی بین
ہوگی۔ دامیار اس کی نم۔ آنکھوں کو چومتے بولا۔ بس کر
دیں۔۔۔ مجھے درد ہو رہا ہے۔۔ عابیرہ نے پر سوز ہچکی
لیں کر فریاد کی۔

عابیرہ کی آنکھیں اچانک خمار سے سرخ ہوئی تھیں۔ عابیرہ
اب آنکھیں موندیں دامیار کے بالوں میں انگلیاں
چلانے لگی۔ دامیار۔۔ عابیرہ اسے تیسری، چوتھی دفعہ
پکارا اٹھی تھی۔ بولو جان حیات۔۔ وہ اپنے عمل کو روکتے
اس کے سرخ چہرے کو دیکھنے لگا۔

لائٹ۔۔۔ آف۔۔۔ کر دیں۔۔۔ عابیرہ نے شرم سے
نظریں جھکائیں بولی تھی۔

وہ اس سے زیادہ اس کی بے باکیاں تیز روشنی میں
برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

دامیار نے ریموٹ اٹھائے۔ لائٹ آف کی۔ میری
طرف دیکھو۔۔۔ عالی۔۔۔ آج مجھے اپنے وجود کے ہر اعضاء
کو چھونے دو۔ میں عقیدت سے تمہارے وجود میں اتر کر
آج کا تمہارا برتھ ڈے۔ خوشگوار بنانا چاہتا ہوں۔۔۔

دامیار اس کے لبوں پر جھکا۔ شدت سے سک کرنے لگا۔
عابیرہ بھی اس کا بھرپور ساتھ دینے لگی۔ دامیار ایک
جھٹکے سے اس کے وجود میں اترا۔

اور اسے تڑپنے پر مجبور کر گیا۔

عابیرہ مدہوش ہوتی۔ اپنی کمر اوپر کو اٹھانے لگی۔ دونوں
پسینے میں شرابور ایک دوسرے کو خمار کی نظروں سے
دیکھنے لگے۔ دامیار سیدھا ہوتے۔ اس کے نازک بدن کو
خود کے ساتھ لپیٹا گیا۔ عابیرہ اس کے سینے میں چھپی
آنکھیں موند گئی۔

وہ اندھا دھند بھاگ رہی تھی۔ چادر حویلی کے دیوار کے ساتھ اٹک گئی تھی۔ سیلپر کہی پیچھے چھوڑ آئی تھی۔

آنکھوں سے سیلاب بہہ رہا تھا۔ وہ اور درد نہیں سہہ سکتی تھی۔ اپنے بابا اور مام کی بے رخی اس تل تل مار رہی تھی۔ ایک ہفتے سے حویلی میں قید رہتے تبریز کی شدتیں نہیں سہہ سکتی تھی۔

سردی کی شدت سے اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ وہ بناڈوبے کے اپنی تمام تر رعنائیوں سے رات کے اندھیرے میں بھاگ رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہاں جا رہی ہے۔ بس اب اسے اس جنگلی آدمی کے پاس نہیں جانا تھا۔۔۔

رات کے اندھیرے میں سنسان سڑک پر بھاگتے، وہ کافی دور نکل آئی تھی۔

سردی سے اس کی جان نکل رہی تھی۔ پر اس سے زیادہ تبریز کے وحشی پن سے خوف آرہا تھا۔ اگر وہ پکڑی گئی۔ پتا نہیں وہ کیا سلوک کرے گا۔ وہ تبریز کا وحشی روپ کا سوچتے۔ اپنی سپیڈ بڑھا گئی۔

زارا اندھا دھند بھاگ رہی تھی۔ سانس بُری طرح چھول چکی تھی۔ آنسو سیلاب کی طرح بہہ رہے تھے۔ خوف

سے پورا جسم کانپ رہا تھا۔ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے اپنی
سانسیں بہال کرنے لگی۔ اب مزید نہیں چل سکتی تھی۔
وہاں ایک پتھر پر بیٹھتی ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ چاروں
طرف پہاڑ جس سڑک پر پڑے ایک بڑے سے پتھر پر
بیٹھی تھی۔ یہ سڑک جنگل کی طرف جاتی تھی۔
آگے بڑے بڑے درخت نظر آرہے تھے۔ شام ڈھلتی
جارہی تھی۔ پر اس کے آنسو رکنے کا نام نہیں لیں رہی
تھی۔ اپنے کندھے پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس کر کے
زارا خوف سے پھرک کراٹھی۔ اپنے سامنے دو تین
آدمیوں کو دیکھتے، پیچھے کی طرف قدم اٹھانے لگی۔ ایک

آدمی پان چباتے ہو س والی نظروں سے دیکھتے آگئے
بڑھا۔

چڑیا تو بہت خوبصورت ہے شیدھے۔ کیوں نا آج رات
اپنے بوس کے بستر کی زینت بنایا جائے۔ ایک آدمی
دوسرے آدمی کے کندھے پر ہاتھ رکھے قہقہہ لگا کر
بولا۔ دور رہو مجھ سے میرے قریب مت آنا۔ زارا خود
کو شال سے پوری طرح کور کرتے چیخنی۔ تینوں نے
ایک ساتھ قہقہہ لگایا۔ میری جان۔۔۔ قریب تو آئے
گئے۔ ورنہ تیرے جسم کی خوشبو کیسے محسوس کریں گئے۔
ان میں سے ایک آدمی زارا کو اپنی طرف کھینچتے بولا۔

چھوڑو مجھے گھٹیا انسان۔۔۔ تم۔۔ جانتے نہیں میں کون

ہوں۔ تم ایک خوبصورت عورت ہو۔ ڈارلنگ۔۔۔

ایک آدمی زارا کی بات کاٹتے بے باکی سے بولا۔ زارا نے

کھینچ کر ایک تھپڑ اس اس کے منہ پر دے مارا۔ تمہاری

ہمت کیسے ہوئی وہ آدمی غصے سے چلایا۔ زارا ڈر سے کانپتے

خود کو اس کی گرفت سے چھڑوانے کی کوشش کرنے

لگی۔ پلیز ہیلپ می۔۔۔ پلیز ہیلپ می۔۔ زارا روتے

ہوئے، مدد کو پکارنے لگی۔ اس کی آواز پہاڑوں سے

ٹکراتی واپس پلٹ

اس تک آتی تھی۔ وہ تینوں قہقہہ لگا کر سنے لگے۔ ایک

آدمی زارا کی گردن کے قریب جھکے اس کی خوشبو اندر

اتاری اففف۔۔۔ تمہاری خوشبو بھی تمہاری طرح جان
لیوہ ہے۔۔۔ میری جان۔ وہ آدمی ایک جھٹکے سے اس کی
چادر کھینچتے بولا۔ تبریز۔۔۔ ایک دل دہلا دینے والی چیخ
پہاڑوں کے درمیان گو بھی۔۔۔ اس آدمی کے ہاتھ پر
دانت گھاڑے۔ اٹے قدم بھاگنے لگی۔ وہ آدمی بامشکل
در درداشت کرتے۔۔۔ حکم ناظر کیا۔ یہ لڑکی کسی
صورت ہاتھ سے نکلنی نہیں چاہیے۔ اس کو بوس تک
پہنچانے سے پہلے اپنی بستر کی زینت بناؤں گا۔ وہ آدمی
زارا کے پیچھے بھاگنے لگے۔ زارا اندھا دھند بھاگنے لگی۔
پیچھے مڑ کر دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی وہ
لوگ پیچھے ہی آرہے ہیں۔

تبریز اندھا دھند گاڑی غصے سے گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ
سوات جا ہی نہیں سکا تھا۔ جس کام کے لیے جانا تھا۔ وہ
فائلز حویلی ہی بھول گیا تھا۔ جب حویلی میں داخل ہوا۔
ایک ملازم ابھاگتے ہوئے تبریز کی طرف لپکی۔ چھوٹے
صاحب بی بی جی اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ ہم نے سارا
حویلی چھان مارا ہے۔ زارا بی بی کمرے میں نہیں ہے۔
واٹ۔۔۔ تبریز غصے سے دھاڑا۔ اور حویلی سے نکلتا چلا
گیا۔ جان سے مار ڈالوں گا زارا۔ اگر تمہیں کچھ ہوا۔

تبریز غصے سے بولتے سٹرینگ پر ہاتھ مارا۔ وہ اتنے دنوں
سے تیل تیل مر رہا تھا۔ اب وہ بھاگ کر اس کے غصے کو
مزید ہوا دے گئی تھی۔ تبریز نے گاڑی کی سپیڈ خطرناک
تک بڑھائی۔ زارا اندھا دھند بھاگ رہی تھی۔ اسے بالکل
نہیں پڑوا تھی۔ اس کے پیر میں کانٹے چب رہے ہیں۔
اسے بس اپنی عزت کی پڑوا تھی۔ تبریز اس کے ساتھ کیا
سلوک کرے گا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ پکڑو اس
لڑکی کو ہاتھ سے نکلنی نہیں چاہیے۔

ایک آدمی کی آواز اس کی سماعتوں میں کوجی۔ وہ بُری
طرح خوف سے کانپتے، بڑے سے پتھر پر جا ٹکڑائی۔

آہہ۔۔۔ ایک درد بڑی آواز سڑک پر گونجی۔ زارا کے
سر سے خون پانی کی طرح جہنے لگا۔ وہ اپنے پاس قدموں کی
آواز سنتے پتھر میں سامنے لگی۔

اب بالکل ہمت نہیں تھی۔ وہ مزید بھاگ سکیں۔ وہ آدمی
زارا کے اوپر جھکتا۔ ایک بڑا سا پتھر اس کے سر پر آگیا۔
وہ تڑپتے ہوئے، وہی زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔

زارا نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ تبریز کو اپنے سامنے
کھڑا دیکھ کر۔ خوف سے کانپنے لگی۔ تبریز سرخ آنکھوں
سے اس کی پیشانی سے خون بہتا دیکھ رہا تھا۔

ان میں سے دو آدمی تبریز کی طرف بڑھے۔ تیری ہمت
کیسے ہوئی۔ میرے دوست پروار کرنے کی۔ جیسے تیری
ہمت ہوئی۔ میری عورت کو لہو لہان کرنے کی۔ اس کے
خون کے قطروں

کا حساب تم لوگوں کو چکانا پڑے گا۔ تبریز زارا کو گھور کر
دھاڑا۔ اس کی دھاڑ پر بُری طرح کھڑائی۔ تمہاری
عورت۔۔۔ نہیں ہے۔۔۔ یہ اب بادشاہ کے بستر کی
زینت بنے گی۔ ان میں سے ایک آدمی بولا۔ تبریز یہ
سنتے اس کا خون کا ٹمپر پچر خطرناک حد تک بڑھا۔

تیری ہمت کیسے ہوئی۔ میری عورت کے لیے کھٹیا الفاظ
بولنے کی۔ تبریز غصے سے اس آدمی پر ٹوٹ پڑھا۔ زارا
پتھر کے پیچھے چھپے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ وہ تو اس
سنسان جگہ کو ہی دیکھ کر پاگل ہو رہا تھا۔ یہ کاغان کی
سنسان سڑک تھی۔ جہاں کوئی نہیں آتا تھا۔ تبریز غصے
سے مارتا جا رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا۔ اس عورت کے بچے
ادھیڑ ڈالے۔

تبریز نے اپنی پسٹل نکالتے۔۔۔ ان تینوں پر ایک ایک
فائر کیا۔ زارا گولی کی آواز سنتے بلک بلک کر رو دی۔ تھوڑا
سا چہرہ باہر نکال کر دیکھا۔ جہاں وہ تینوں آدمی تڑپ

رہے تھے۔ تبریز غصے سے اس نازک وجود کی طرف
بڑھا۔ جہاں وہ اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹے اس کے ڈر سے
کانپ رہی تھی۔ تبریز کو اپنے سامنے دیکھ کر پیچھے کو کھسکنے
لگی۔ تبریز غصے سے اپنی کنپٹی کو مسلا۔ اٹھو۔۔ چلو یہاں
سے حویلی سے بھاگنے کا بہت شوق ہے۔ چلو تمہارا شوق
پورا کرتا ہوں۔

ایک گھنٹے کا فاصلہ 20 منٹ میں طے کر کے گاڑی تک
پہنچو۔ اگر بھاگتے ہوئے تمہارے قدم روکے۔ یہ گولی
تمہارے جسم کے آر پار ہوگی مسر زارا تبریز خان۔

وہ ڈر سے کانپتے تیزی سے بھاگنا شروع کیا۔ تبریز نے
غصے سے اس کی پشت کو دیکھا۔ اور اس کے پیچھے چلنے لگا۔
وہ جانتا تھا۔ وہ اس کے خوف سے بھاگ رہی ہے۔

زاراروتے ہوئے، چیختے ہوئے بھاگ رہی تھی۔

اس کے قدم اس کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ سردی سے
اس کی جان نکل رہی تھی۔ چادر بھی نہیں بھی۔ جس
سے وہ خود کو ڈھانپ سکیں۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے،
تیزی سے بھاگنے لگی۔ تبریز اس کے لمبے کھلے بال دیکھ کر
غصے سے خود کی بھی سپیڈ بڑھائی۔ وہ اس کی سپیڈ دیکھ کر

خود کی بھی سپیڈ بڑھا گیا۔ یک دم پیر میں کانٹا چبوتے ہی
دلخراش چیخ گونجی۔ پروہ بنا روکے بھاگنے لگی۔ تبریز اس
کے پیچھے پر قدم تھے۔ اپنا دل بند ہوتے محسوس ہوا۔ وہ
سمجھ گیا تھا۔ وہ اب اس کی پکار پر بھی نہیں روکے گی۔
پاؤں سے خون نکلتے، زمین پر اپنے سرخ دھبے چھوڑ رہا
تھا۔ زار انے تبریز کے خوف سے سے ایک گھنٹے کا فاصلہ
بھاگتے ہوئے ہیں منٹ میں طے کیا۔ اب وہ ہستے ہوئے
نفرت کا اظہار کر رہی تھی۔

آئی ہیٹ یو۔۔۔۔۔ تبریز خان آئی ہیٹ یو۔۔۔۔۔ ظالم تبریز

خان

وہ چیختے ہوئے، اُسی کی باہوں میں جھول گئی۔ تبریز اس کی
نفرت کے اظہار پر غصے سے مٹھیاں بوئیں۔ ایک جھٹکے
میں اس نازک وجود اپنی باہوں میں اٹھا کر گاڑی میں
بیٹھایا۔

اور خود گاڑی میں آکر بیٹھا۔ وہ ہوشو حواس سے بیگانا پڑی
بہت ہی معصوم لگ رہی تھی۔ پیشانی پر خون جم گیا تھا۔
آنکھوں کے نیچے ہلکے پڑ گئے تھے۔ تبریز کے دل کو کچھ
ہوا۔ اور اپنی نظریں چڑالی۔ اور گاڑی سٹارٹ کی۔ حویلی
جانے کے بجائے۔ زارا خان کو اپنے فارم ہاؤس میں کی
طرف بڑھا۔ تھوڑی دیر میں گاڑی فارم ہاؤس پہنچی۔

تبریز زارا کو اٹھائے، اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ اسے
بیڈ پر لٹا کر فرسٹ ایڈ باکس لیں کر آیا۔ تبریز خان جتنی
مرضی نفرت کر لیں۔ پر اس نفرت کے آنکے، محبت
جیت جاتی ہے۔ تبریز نم آنکھوں سے اس کی ڈریسنگ کر
رہا تھا۔ پاؤں پر کافی گہرے زخم آئے تھے۔ تبریز نے
غصے سے آنکھیں بند کی۔

یہ سفاک عورت اس کی روح میں بستی ہے۔ وہ اسے اتنا
ہی درد دیتا تھا۔ جتنا اس کا نازک بدن سہن کر سکیں۔
تبریز ڈریسنگ کرنے کے بعد کمرے میں آتش دان
جلانے لگا۔

زارا ہوش میں آتے، اس کمرے کو دیکھنے لگی۔

اور زمین پر بیٹھے اس ظالم انسان پر۔۔۔ زارا سہی
آنکھوں سے خود میں سمانے لگی۔

تبریز آتش دان جلائے۔ اس کی طرف پلٹا۔ جو ڈر سے
خود میں سمٹ رہی تھی۔ تبریز۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔

انہوں۔۔۔ نے مجھے نہیں چھوا۔ زارا روتے ہوئے۔۔۔
ہچکیوں سے بولتے اپنی پاکی کا جواب دینے لگی۔

تبریز نے خون اتری آنکھوں سے زارا کو دیکھا۔ تبریز بنا
کوئی جواب دیے کمرے سے نکل گیا۔

زارا تبریز کے جاتے جاتے سک سک کر رو پڑی۔

تھوڑی دیر میں تبریز کھانا ٹرے میں رکھیں۔ روم میں
داخل ہوا۔ وہ کمبل میں دیکی کانپ رہی تھی۔ کھانا
کھاؤ۔۔ تبریز غصے سے بولتے اس کے چہرے سے کمبل
ہٹا گیا۔

زارا بنا کچھ کہے اٹھ بیٹھی۔ بھوک سے اس کی جان نکل
رہی تھی۔ فارم ہاؤس میں ملازمہ رہتی تھی۔ اس نے
اپنے لیے دال روٹی بنائی تھی۔ تو وہی ان سے پوچھ کر لیں
آیا۔

زارا ٹرے پکڑے کھانا کھانے لگی۔

تبریز فریش ہونے بس روم بھس۔

تھوڑی دیر میں فریش ہو کر باہر نکلا۔ وہ کھانا کھا چکی تھی۔
کسبل میں دیکھی اپنی ہچکیوں پر قابو پار ہی تھی۔

تبریز ٹاول سائیڈ پر رکھتے۔ بیڈ پر اسی کے قریب ہو کر

لیٹا۔ اور اس کا رخ اپنی طرف کیا۔ زارا نے ڈبڈبی

آنکھوں سے تبریز کی آنکھوں میں دیکھا۔ تبریز نے

جھک کر ان آنکھوں کو چوما۔ زارا تبریز کی نرمی پر

آنکھیں کھولیں دیکھنے لگی۔

حویلی سے قدم باہر کیوں نکالیں۔ تبریز کے سوال پر اس

کی سانسیں سینے میں اٹکی۔

آپس میں پاؤں مسلے۔ جس پر تڑپ اٹھی۔ بولو مسیز

تبریز۔۔۔ کیوں ہمت کی بھاگنے کی۔ تبریز غصے سے

دھاڑا۔ اس کی دھار پر زارا مچل کر تبریز کے سینے سے لگی۔

تبریز نے ایک لمبا گہرا سانس اپنے اندر اتارا۔ یہ عورت
اس کی جان لیں کر چھوڑے گی۔ تبریز منہ میں بڑ
بڑاتے۔ اس کے گرد حصار

منظبوط کیا۔

آئی ہیٹ یوں۔۔۔۔۔ تبریز وہ اس کے سینے کے بالوں کو
کھینچتی۔ ایک بار پھر نفرت کا اظہار کرنے لگی۔ تبریز کا
قہقہہ کمرے میں گونجا۔ اس کو ہستے دیکھ کر۔۔ زارا پھر

سے

بولی۔

آئی ہیٹ یوں-----

ہم! آئی لویوں۔۔۔۔۔ تبریز اس کی پیشانی چومتے بولا۔ اگر
اسے کچھ ہو جاتا۔ تبریز اگلی سانس نالیں پاتا۔ یہ جانتے
ہوئے، اس کے لالا کی قاتل ہے۔ پروہ اس سے نفرت
نہیں کر پارہا تھا۔

آئی لویوں۔۔۔۔۔ میرے لالا کی قاتل تبریز اس کی
ناک کو چومتے بولا۔

زارا کی آنکھیں پل بھر میں بھیگی۔ تبریز بنا دیر کیے اس
کے لبوں کا رس پینے زارا اس کے نیچے دبی کچل اٹھی۔

تبریز اس قدر جنونی ہو گیا تھا۔ اسے یہ بھی نہیں پتا چلا وہ
اس کے نیچے پڑی۔ سانس لینے کی کوشش کر رہی ہے۔

تبریز۔ اس کے دونوں لبوں کو اپنے لبوں میں لیے۔
شدت سے سک کرنے لگا۔ زارا اس کو خود سے دور
کرنے لگی۔ تبریز اس کی سانسیں رکتے دیکھ کر اپنی
سانسیں اس کے اندر اتارنے لگا۔

زارا بھی اس کے ہونٹوں کو چومتے تبریز کی سانسیں خود
میں اتارنے لگی۔ تبریز کے لبوں پر گہری مسکراہٹ
آئی۔ آئینہ سے بھاگنے کی حرکت کی۔ تو زارا تبریز خان

ایک سیکنڈ نہیں لگاؤں گا۔ تمہیں ڈارک روم میں بند کرنے میں۔

تبریز اس کی پانی شے فل بھری آنکھوں کو دیکھ کر غصے سے بولا۔

اور اس کی گردن پر دانت گھاڑے۔ آئی ہیٹ یو۔۔۔۔۔
سسکی کے ساتھ زارا کے منہ سے نفرت سے بھرے لفظ ادا ہوئے۔

آئی لو یو۔۔۔۔۔ میری جان۔۔۔۔۔ تبریز غصے سے بولتے
اس کو خود کے ساتھ لپٹائے آنکھیں موند لی۔

خان یہ دیکھے کتنا پیارا ڈریس ہے۔ ہم یہ لیتے ہے اپنے
بے بی کے لیے۔ ہیزل کی ضد پر بہرام اسے مال لیں
آیا۔ دو تین مہینے سے مسلسل شاپینگ چل رہی تھی۔ اور
آئے دن بے بی کے چاچو۔۔ کاوش اور شاہمیر بے بی کے
لیے کچھ ناکچھ لیں آتے تھے۔ یہاں تک کہ بے بی کے
بڑے پاپا یعنی (دامیار) بھی کچھ لیں آتا تھا۔ کل تو
بے بی کے ماموں (عاصم شاہ) اور پھوپھو بہت سے
کھلونے لیں کر آئے تھے۔ بے بی کی آمد سے پہلے ہی
سب کے سر پر پیار کر بھوت سوار تھا۔ بس کرومیری
خاناں۔ اب کتنی شاپینگ کرنی ہے۔ بہرام ہیزل کے
بڑے بڑے وجود کے گرد باہیں پھیلائے بولا۔ شرم

کریں خان! ہم مال ہے۔ ہیزل نے اسے شرم دلانے کی
کوشش کی۔ مگر وہ بھی ناکام۔۔۔

یہ کس کے لیے لیں رہی ہو۔ زمل اسے لڑکوں کے
کپڑے لیتے دیکھ کر بولا۔ زمل اور ماہی۔۔۔ کے بے بی
کے لیے۔ ہیزل مسکراتے ہوئے بولتے۔۔۔ چھوٹی چھوٹی
ٹی شرٹ نکالتے۔ پیک کرنے کا آڈر دیں چکی۔ بہرام نے
مسکراتے ہوئے، اپنی خاناں کو دیکھا۔ سر یہ بل۔۔
ایک لڑکی نے بہرام کی طرف رسید بڑھائی۔ رسید دیکھتے
ہی اس کی مسکراہٹ سمٹی۔ اس کی خاناں دو لاکھ کا خرچہ

کرواچکی تھی۔ بہرام کچھ بولے۔۔ پیمینٹ کی۔ اور گارڈ کو
اشارہ کر کے سامان گاڑی میں رکھوایا۔

اور اس سے پہلے ہیزل اور خرچہ کرواتی۔ اپنی باہوں میں
اٹھائے۔۔ مال سے باہر نکلا۔ ہیزل نے گھور کر دیکھا۔
بہت بھاری ہو گئی ہو خانائیں۔۔ بہرام اس کی گھوری کو
اگنور کرتا بولا۔ ہاں تو۔۔ آپ اپنے بے بی کو بولیں۔
جس کی وجہ سے آپ مجھے موٹی کہتے ہیں۔ ہیزل کی بات
پر بہرام کا قہقہہ گونجا۔ آس پاس کے لوگ انہیں رک
رک کر دیکھنے لگیں۔

بہرام کی مسکراہٹ ایسی تھی۔ کسی کو بھی ایک سیکنڈ میں
اپنی طرف گھائل کر لیں۔

ہیزل نے ادھر ادھر لوگوں کو دیکھتے پا کر اس کے لبوں
پر ہاتھ رکھا۔

بہرام نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ چڑیلیں آپ کو
دیکھ رہی ہے۔ حویلی جا کر قہقہے لگائے گا۔ نظر لگا دیں گی
میرے خان کو ہیزل غصے سے گھور کر بولی۔ بہرام نے
اپنی ہنسی بامشکل دبائی۔

بہرام اسے گاڑی میں بیٹھائے۔ دوسری طرف آکر بیٹھا
۔ اور گاڑی سٹارٹ کی۔ اور پیچھے گارڈ نے بھی گاڑی

سٹارٹ کی۔ تھوڑی دیر میں بہرام حویلی پہنچ گیا تھا۔
ہیزل سب کو بے بی کے کپڑے دکھا رہی تھی۔ زمینہ
بیگم نے سب کی نظر اتاری۔ بہت جلد خان حویلی میں
کھلا کھلا ہٹ گوجنے والی ہے۔ میرا بے بی ہو گا۔ میں تو
آپ کی پریس سے اپنے بیٹے کی شادی کرواؤں گی۔ ماہی
چہکتے ہوئے بولی۔ سب کے قہقہے لاؤنج میں گونجے۔
بہت ہی بے شرم انسان ہو تم سب۔ رانیہ بیگم! سب کو
گھورتے بولی۔ پرنس! ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیے۔
ہمارا بے بی جلدی جلدی دنیا میں آئے۔ ضرغام نامیشہ
کے کان کے قریب جھکتے بے باک انداز میں بولا۔ نامیشہ
کا چہرہ ٹماٹر کی طرح سرخ پڑا۔ بہت ہی بے شرم ہے۔

نامیشہ غصے سے اپنا ہیل وال پاؤں۔ ضرغام کے پاؤں پر
رکھتے بولی۔ میری خاناں آرام کر لو۔ بہرام اسے اٹھاتے
اپنے کمرے کی طرف بڑا۔ تم لوگوں کا ٹھکرک پن نہیں
ختم ہو سکتا۔ زرمینہ بیگم غصے سے بولتے اپنے کمرے کی
طرف بڑھی۔

باقی سب بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھے۔ بہرام ہیزل
کو اٹھاتے روم میں داخل ہوا۔ اتاریں مجھے نیچے۔ ہیزل
غصے سے بولی۔

شرم تو آپ کے اوپر سے گزری ہی نہیں۔ جب دیکھو
رومانس رومانس ہوتا رہتا ہے۔۔ بہرام نے غصے سے لال
اپنی خاناں کو دیکھا۔ بس میرا لال گھولو مولو ٹماٹر۔۔۔
اور آرام سے بیڈ پر لٹایا۔ میری خاناں پہلے فریش ہونا ہے
۔۔۔ یا۔۔۔ رومانس شروع کریں۔ بہرام اپنی ہنسی دباتے
بولا۔ ہیزل نے گھور کر خود کو بامشکل سہارا دیتے ہاتھ روم
کی طرف بڑھی۔

بہرام بیڈ پر لیٹا۔۔ ہیزل کا انتظار کرنے لگا۔۔ جو دس
منٹ بعد ہلکی کچے پیلے رنگ کی فراک پہنے باہر آئی۔ بال
گیلے ہونے کی وجہ سے اس کے کپڑے بھگے ہوئے تھے۔

تمام تر رعنائیاں عیاں ہو رہی تھی۔ یہاں آؤ میری
گرے آنکھوں والی شہزادی۔۔۔

بہرام نے مسکراتے ہوئے، پاس آنے کا بولا۔ ہیزل
بالوں کو ٹاول سے کور کیسے بہرام کی طرف بڑھی۔
بہرام ہیزل کا ہاتھ پکڑے اس کو اپنی گود میں بیٹھا گیا۔
ہیزل بہرام کی گود میں بیٹھے۔ کچھ محسوس کرتے اٹھنے
کی کوشش کرنے لگی۔ بہرام اس کے بالوں کو ٹاول سے
آزاد کرتے۔ نرمی سے بیڈ پر لٹائے ہیزل کے اوپر جھکا۔
ہیزل سانس روکے دیکھنے لگی۔ میری جان! سانس نہیں

روکنا۔ بہرام اسے سانس روکے دیکھ کر فوراً بولا۔ ہیزل
نے اثبات میں سر ہلایا۔

بہرام مسکراتے ہوئے، ہیزل کے لبوں پر جھکا۔ شدت
سے چومنے لگا۔ ہیزل نے بھی بہرام کا نچلا لب اپنے
لبوں سے کھینچا۔ بہرام نے ایک لمبا سانس کھینچا۔ اففف
! میری جان! ایسی حرکتیں کر کے میرے جذبات بہکا
رہی ہو۔

یہ جان کر بھی اس حالت میں تمہیں کچھ کہہ بھی نہیں
سکتا۔ ہیزل اس کی خمار بھری آواز سن کر کھکھلا کر ہنسی۔

ہاں! تو آپ کو بھی سزا ملنی چاہیے۔ آپ کون سا مجھ
معصوم پر رحم کھاتے ہیں۔ ہیزل معصوم لفظ پر زور دیتے
بولی۔ بہرام قہقہہ لگا کر ہنسا۔ آج بھی رحم نہیں کھاؤں
گا۔۔ بہرام بولا کہ اس کے لبوں پر جھکا۔ اور شدت سے
سک کرنے لگا۔ ہیزل نے تڑپ کر بہرام کی پشت پر مکے
برسانے لگی۔ بہرام ہیزل کے ہاتھ تکیے پر پن کیے۔ ہلکا
سا وزن ڈالے۔ اس کی گردن جگہ جگہ سے چومنے لگا۔
ہیزل کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی۔

خان! ہیزل نے تڑپ کر پکارا۔ جی خان کی جان! بہرام
ہیزل کی دھڑکنوں پر جھکتے بولا۔ آپ کو ترس نہیں
آتا۔ ہیزل سسکی لیتے بولی۔ نہیں صرف پیار آتا ہے۔

بہرام ہیزل کی گال چومے بولا۔ آپ بے بی کے بعد بھی
ایسے ہی پیار کریں گئے۔ ہیزل نم۔ لہجے میں بولی۔ بے بی
کی ماما

ابھی سے جیلس ہو رہی ہے۔ بہرام اس
کے گلابی ہونٹوں کو چومتے بولا۔
نہیں تو۔۔ میں کیوں جیلس ہوں۔

ہیزل آنکھیں دیکھاتے بولی۔ بہرام ہلکا سا مسکرایا۔ میں
بے بی سے زیادہ اپنی خاناں کو پیار کروں گا۔ بہرام اس
کے گال پر اپنی ہلکی گھنی

بیر ڈر گھڑتے بولا۔

پہلے بے بی کی ماما۔۔۔ پھر بے بی۔ بہرام ہیزل کے لبوں
پر جھکتا بولا۔ ہیزل بھی بہرام کے لبوں کو سک کرنے
لگی۔ بہرام اس کے بالوں میں انگلیاں پھنسائے شدت
سے جام پینے لگا۔ ہیزل بہرام کی ڈے باک حرکت پر
سرخ پڑی۔ جب وہ اس کی زبان اپنے لبوں میں لیے
سک کرنے لگا۔

پر نسز کہاں ہو۔ ضرغام کمرے میں داخل ہوا۔
ناتکیشہ کو کمرے میں ناپا کر ٹیرس پر دیکھنے آیا۔

پر وہاں بھی موجود نہیں تھی۔

پرنسز ضرغام فکر مندی

سے پکارنے لگا۔ نائیشہ ڈریسنگ روم کا دروازہ

دھاڑ سے بند کیے غصے سے باہر نکلی۔

ضرغام کی نظر نائیشہ پر پڑی۔

وہی ساکت سے کھڑا اسے دیکھنے لگا۔

صبر نہیں ہوتا کیا۔ کہیں گم تو نہیں ہو گئی تھی۔

جو آپ ایسے چلا رہے تھے۔

نائیشہ غصے سے بولی۔ ضرغام تو اس کے حُسن

میں کھویا ہوا تھا۔ جو بلیک کلر کی سلک

کی نائیٹ پہنے جو سیلو لیس تھی۔

جو بے حد شارٹ تھی۔ شاید اوپر گاؤن پہننا
بھول گئی تھی۔ نامیشہ ضرغام کو اپنی
طرف یوں دیکھتے پا کر تھوڑا آگئے ہوئی۔
جب کچھ یاد آنے پر اپنے حلیے پر نظر دہرائی۔
تو چہرہ لال ٹماٹر کی طرح سرخ پڑا۔ وہ ضرغام کی پکار کر
فوراً باہر نکل آئی تھی۔ نامیشہ ابھی پلٹتی، تب تک ضرغام
اسے اپنے حصار میں قید کر چکا تھا۔

نامیشہ نے ڈبڈبی آنکھوں سے دیکھا۔ ہم! پرنسز کس کے
لیے تیار ہو رہی تھی۔ ضرغام نے اسے غصہ دلانے کے
لیے سوال کر بیٹھا۔

نامیشہ نے کھور کر دیکھا۔ جیسے کہنا چار ہی ہو۔

آپ کن نہیں پتا۔ چھوڑیں مجھے۔۔ میں

جس کے لیے مرضی تیار ہوں۔

آپ جائے یہاں سے مجھے کوئی بات نہیں کرنی نامیشہ سر

دوسپاٹ لہجے میں بولی۔ ضرغام نامیشہ کا نم لہجہ محسوس کر

کے پریشانی سے گویا ہوا۔

کیا ہوا ہے۔ میری پرسنز کو۔ موڈ کیوں آف ہے۔

ضرغام اس کی ٹھوڑی چومتے بولا۔

آپ کو کیا۔۔۔ آپ جائے۔۔۔ مجھے نیند آرہی ہے۔
نامیشہ خود کو چھڑواتے بیڈ پر جالیٹی۔ ضرغام پریشانی سے
اس کی پشت کو دیکھنے اور خود بھی آکر نامیشہ کے ساتھ
لیٹا۔ کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کا رخ خود کی طرف کیا۔

کیا ہوا۔ ہی کی جان۔۔۔ میری پر نسر کیوں ناراض ہے۔
اپنے ہی سے۔

ضرغام محبت سے چور لہجے میں بولا۔ ہی۔۔۔ نامیشہ کی نم
مدھم آواز ضرغام کی سماعتوں
میں گونجی۔ جی ہی کی جان حیات۔۔۔ ضرغام مسکراتے

ہوئے بولا۔

ہی۔۔۔ آپ نے ہمیں تیار نہیں ہونے دیا۔ ہم آپ
کے لیے تیار ہو رہے تھے۔

نمائشہ کی معصومانہ بات پر ضرغام کا قہقہہ کمرے میں
گونجا۔ پر سراتنے میں تم ہاٹ لگ رہی۔ مزید تیار ہونے
کی ضرورت نہیں۔

ضرغام نائیٹی کے اندر ہاتھ ڈالے بے باکی سے بولا۔ نامیشہ
شرم سے سرخ پڑی۔

ضرغام کا ہاتھ اس کی بیلی سے آتا اس کی دھڑکنوں کو
چھونے لگا تھا۔ نامیشہ سسکتے ہوئے۔ اس کا ہاتھ تھام
گئی۔ ضرمجھے نیند آرہی ہے۔ نامیشہ ایک بھرپور جھوٹی
جمائی لیتے بولی۔ ضرغام پھیکا سا مسکرایا۔

جان من نیند تو تمہاری یوں چٹکیوں میں غائب کرتا
ہوں۔ ضرغام بول کر فوراً اس کے اوپر جھکا۔
نامیشہ سانس روکے دیکھنے لگی۔ میری جان۔۔۔

تمہیں ریڈی ہونے کی ضرورت ہی نہیں۔

جب تمہیں پتا ہے۔ یہ سب تمہارے بدن پر رہنا ہی
نہیں۔ ضرغام نامیشہ کی نائیٹی کندھے سے سرکاتے اس کی
سٹریپ پر لب رکھیں۔ نامیشہ اس کا نرم گرم لمس
محسوس کر کے سک اٹھی۔

میری جان۔۔۔ اب تو دن رات میری قربت برداشت
کرنی پڑے گی۔ تھوڑی جان بناؤ۔

ضرغام اس کا نازک سراپہ آنکھوں میں

سماتے بولا۔

نائیکیشہ نے شرم سے آنکھیں بند کر لی۔

ضرغام نائیکیشہ کے گلابی لبوں کو اپنے لبوں میں لیے
شدت سے چومنے لگا۔

وہ اسے بے حد نرمی سے چھوتا تھا۔

وہ نازک کلی اس کو بالکل برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

وہ سترہ کی بھی ہو جاتی۔ تب بھی وہ اسے ایسے ہی نرمی

سے چھوتا۔ نائیکیشہ اس کے نرم لمس پر بھی شدت سے

تڑپ اٹھتی تھی۔

ضرغام نے اپنے لب اس گردن پر دھیرے دھیرے

رب کیے۔

جب تم مجھے ہی کہہ کر پکارتی ہو۔ میرے دل میں ہلچل مچ جاتی ہے۔ بہت اچھی لگتی ہو۔ جب تم ہی کہتی ہو۔ ضرغام شدت سے اس کی گردن کو چومتے مسکراتے ہوئے بولا۔
نامیشہ بھی مسکرائی۔ ویسے ہی لفظ کہاں سے سیکھا میری
پرنسز نے۔ ضرغام اسے سینے سے لگائے کان میں جھکے
بولنے لگا۔

آئہ بھابھی ناول پڑتی ہے۔ میں نے بھی ان سے ایک
ناول لیں کر پڑھا۔ اس میں ہیر وئن اپنے شوہر کو ہی کہہ
کر

پکارتی تھی۔ نامیشہ چہک کر بولی۔ جیسے بہت پتے کی بات
بول رہی ہے۔ ضرغام اپنی مسکراہٹ چھپاتے اسے دیکھنے
لگا۔

اچھا۔۔۔ میری پرنسز بھی ناول پڑتی ہے۔

اچھا۔ ناول میں اور بہت کچھ بھی ہوتا ہے۔

ضرغام اسے چھیڑتے مزید پوچھنے لگا۔ نائیشہ نے گھور کر
دیکھا۔ بہت ہی بے شرم ہے آپ۔ نائیشہ ضرغام کے
سینے پر مکے مارتے بولی۔

ضرغام قہقہہ لگا کر ہنسا۔ اچھا میری مسز کو سب پتا ہے۔
ناول میں کیا کیا ہوتا ہے۔

ضرغام کی بات پر نائیشہ شرم سے سرخ پڑی۔ اور ادھر
اُدھر دیکھنے لگی۔

ہاں اس نے ایک رومنٹک ناول پڑھا تھا۔ لمس جنون۔۔
جتنا پڑھا تھا۔ وہ شرم سے سرخ چہرہ لیے مسکرائے گئی۔

ضرغام اس کی مسکراہٹ دیکھ کر خود بھی مسکرایا۔ کیا
ہوا۔۔۔ کچھ زیادہ شرم نہیں آرہی۔ ضرغام اسے اپنے
اوپر گراتے بولا۔ نامیشہ نے فوراً ضرغام کے سینے میں منہ
چھپایا۔ ہی۔۔۔ مجھے آپ کی یاد آرہی ہے۔ نامیشہ ضرغام
کے بٹن سے الجھتے بولی۔ صبح چلے گئے۔۔۔ ہی کی
جان۔۔۔ اداس مت ہو۔۔۔ ورنہ میرا دل بھی اداس ہو
جائے گا۔ ضرغام مزید اسے خود کے ساتھ لپیٹائے بولا۔

نامیشہ نے جھکتے ضرغام کے لبوں پر ہلکی

سی جسارت کی اور فوراً اس کی گردن میں منہ چھپایا۔
ضرغام ساکت سا اپنے ہونٹوں پر لمس محسوس کرنے
لگا۔ جو اس کی ننھی سی پر نسسز اس کے جذبات کو بہکا گئی
تھی۔

جان جان۔۔۔

میرے ارادے بدل رہے ہیں۔ وہ کھوئے کھوئے انداز
میں بولا۔ نائیکیشہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

تم نے کس کر کے اچھا نہیں کیا۔ اگر کرنی تھی۔

تو پورے دل جمعی سے کرتی۔

ضرغام اس کی نظر آتی سٹریپ میں انگلیاں پھنساتے
بولا۔

نامیشہ ضرغام کے خطرناک ارادے بھانپتے تیزی کی رفتار
سے بیڈ سے اتر کر باتھ روم کی طرف بڑھنے لگی۔

ضرغام فوراً اس کی کلائی کھینچتے اپنے لپ پر بیٹھا گیا۔ نامیشہ
اس اچانک افتاد پر دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے ہی کو
دیکھنے لگی۔

جس کے ارادے خطرناک لگ رہے تھے۔ ضرغام بنا
کوئی موقع دیے اس کی ناٹھی ریمو کر گیا۔ ضر۔۔ نامیشہ
چیختے ہوئے، ضرغام کے ساتھ لیٹی۔ ضرغام کی نظر سائیڈ
کمر پر بنے گہرے نشان پر پڑی۔

شادی کی رات اس نے نشان دیکھا نہیں تھا۔
شاید لائٹ آف کی وجہ سے۔ ضرغام نے نامیشہ کو الٹا بیڈ
پر لٹایا۔

اس نشان پر انگلیاں پھیری۔ یہ نشان ایسا تھا۔

جیسے کسی نے بے رحمی سے جلایا ہو۔ نائیکیشہ حیران لیٹی
سامنے مرر میں ضرغام کا عکس دیکھنے لگی۔

جونرمی سے اس

کی سائیڈ کمر پر انگلیاں چلا رہا تھا۔ پرنسسرز۔۔۔ یہ نشان
کس چیز کا ہے۔ ضرغام نے نرمی سے پوچھا۔ نشان کا سن
کر نائیکیشہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگی۔ یہ نشان تو اس
کی اپنی مام نے دیا تھا۔ سکول سے لیٹ ہونے پر۔

ابلی چائے کا بین سارا اس پر انڈیل دیا۔ وہ کتنا تڑپی تھی۔
اگر علیہ نہ ہوتی۔ تو وہ کب کی دم توڑ چکی ہوتی۔

وہ جان بوجھ کر لیٹ آئی تھی۔

کیونکہ اس کی مام اپنے دوست کے بیٹے۔

ہیری سے ملوانا چاہتی تھی۔

وہ صبح انکار کر کے چلی گئی۔

کے میں اس سے نہیں ملوں گی۔

ہیری ایک گندا انسان ہے۔ واپسی پر اس کی سگی ماں ایسا

سلوک کرے گی۔ وہ سوچ بھی ناسکی۔

تب سے وہ اپنی مام سے نفرت کرتی ہے۔ نامیشہ ہچکیوں
سے رونے لگی۔

ضرغام نے اسے یوں تڑپتے دیکھ کر فوراً سیدھا کر کے خود

کے ساتھ لپٹا گیا۔

نامیشہ ضرغام کے سینے میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کر
رودی۔

مام نے کیا ہے۔۔۔ ضر۔۔۔ انہوں نے جلایا تھا۔۔۔ ہیری
کی وجہ سے۔۔۔

کیوں۔۔۔ ضرغام کسی ہیری کا نام سنتے تڑپ کر بولا۔

مجھے اس سے ملوانے کے لیے۔ میں نے انکار کر دیا۔
نامکیشہ مزید ضرغام کے سینے سے چپکنے لگی۔ اپنی حالت کی

پرواہ کیے بغیر ہی۔۔۔ وہ گندا انسان ہے۔ وہ گندی گندی
حرکتیں کرتا تھا۔ نامیشہ پھوٹ پھوٹ کر روتے اسے
بتانے لگی۔ جو ضبط سے اپنی مٹھیاں بنائے۔۔۔ اپنے غصے
کو کنٹرول کر رہا تھا۔

آنکھیں خون چھلکار ہی تھیں۔ جیسے چاہتا ہو۔ وہ ابھی اس
کے سامنے ہو۔۔۔ اس کے ہڈیوں کا سورما بنا دیں۔ جس
کی وجہ سے اس کی پرسنل کو درد برداشت کرنا پڑا۔ نامیشہ
مزید کچھ اور بولتی۔

ضرغام اس چپ کروا گیا۔ وہ مزید نہیں سن سکتا تھا۔ وہ تو
اپنی پرسز کو کانٹا ناچینے دیں۔ بس میری جان! بس مزید
اور نہیں رونا۔ ضرغام اس کی پشت سہلاتا بولنے لگا۔
نانکیشہ اپنی کمر پر نرم گرم ہاتھوں کا لمس محسوس کرتے۔
ضرغام کے سینے میں مزید چپکنے لگی۔ میں وعدہ کرتا
ہوں۔۔ تمہارے ان آنسوؤں کا ایک ایک حساب اس
کمنے سے لوں گا۔

ضرغام اسے سیدھا کرتے۔ یقین دلاتے ہوئے بولا۔
جس پر نانکیشہ کی آنکھیں مزید نم ہوئی۔

وہ تو یہاں نہیں ہے۔ نانکیشہ ہچکی لیتے بولی۔

ڈھونڈ لیں گئے۔ اب مزید اس کا نام نہیں لوگی۔ ورنہ تم
پر بھی رحم نہیں کھاؤں گا۔

ضرغام اس کی آٹھوں کو چومتے بولا۔ ہیں۔۔ آپ مجھے
سزا دیں گئے۔ نائیکیشہ ہونٹ نکالتے بولی۔ ہاں اگر تم اس
کمینے ہیری کا نام اور یاد کروگی۔ ضرور سزا دوں گا۔

ضرغام اس کی۔ دھڑکنوں پر جھکتے بولا۔ نائیکیشہ کا دل ایسے
اچھلا جیسے ابھی باہر آجائے گا۔ ضرغام اس کی دھڑکنوں
کو اپنے لبوں سے چھوتے مزید جنونی ہونے لگا۔ نائیکیشہ اس

کی شرت مٹھیوں میں جکڑتی اس کا جنوں خود میں اتارنے
لگی۔

آج چار دن سے وہ حویلی نہیں آیا تھا۔
ریڈ رنگ کی فراک پہنے، بالوں کو کھلا چھوڑے کمرے
میں اضطرابی انداز سے چکر لگا رہی۔

دل تو کر رہا تھا۔ اس کی جان لے لیں۔

جواب آیا بھی تھا۔ دو گھنٹوں سے نیچے بیٹھا تھا۔ آنکھوں
سے آنسو بہنے لگے۔

کال کرنے کی بھی زحمت بھی نہیں کی تھی۔ علینہ
اضطرابی انداز سے چکر لگاتے بے چین دھڑکنوں کو
سنجال رہی تھی۔ وہ چار دنوں سے سوئی نہیں تھی۔ وہ
ناراض ہو کر گیا تھا۔ اسے اندر تک بے چین کر گیا تھا۔
ان چار دنوں میں بھوکی رہی تھی۔ کال بھی کی تھی۔ پر
اس ستم گڑھ نے اٹھانے کی زحمت ہی نہیں کی۔ میسج
بھی کیے تھے۔ پر سین کرنے کے بعد کوئی جواب نا آیا
تھا۔ اس کا قصور کیا تھا۔ وہ بنا بتائے، آبان کے بلانے پر
حویلی گئی تھی۔ ہاشم کو جب پتا چلا۔ وہ جھگڑا کر چلا گیا تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر علینہ سانس روکے دیکھنے لگی۔ ہاشم
سیاہ شلوار قمیض پہنے روم میں داخل ہوا۔ علینہ کو دیکھتے
پہلے اس کے قدم تھے۔ پھر سرے سے انور کرتا ہاتھ
روم میں بھی گیا۔ علینہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔
وہ اس سے اس قدر ناراض ہو گا۔

وہ بے یقین بھی۔ وہ بند دروازے کو دیکھی گئی۔ پر قدم
وہی جمے رہے ایک انچ ناہلی۔ وہ کافی دیر بعد ہاتھ روم
سے باہر آیا۔ علینہ ویسے ہی اپنی جگہ کھڑی تھی۔ جیسے
پہلے۔

ہاشم ٹاول صوفے پر پھینکتے۔ اس کے پاس سے گزر کر بیڈ
پر جالیٹا علینہ کچھ دیر وہی کھڑی رہی۔ اپنے آنسو صاف
کرتے۔ خود بھی اپنے سائیڈ کالیمپ آف کیے لیٹ گئی۔
وہ بھی ڈھیٹ بنی۔ اس کو نابلانے کی ٹھان چکی تھی۔

ہاشم نے ایک نظر اس کی پشت کو دیکھا۔ اور لمبا سانس
ہوا میں خارج کیا۔

اس نے چار دن کیسے گزارے ہو اسپتال میں یہ وہی جانتا
تھا۔ علینہ کی کافی زیادہ کال آئی تھی۔ جسے وہ انکور کرتا
رہا۔ وہ اس کی عقل ٹھکانے لگانا چاہتا ہے۔ پر وہ اس کی

بے چینی سے غافل نہیں تھا ہوا۔ کمرے میں کیمرہ فکس
تھا۔ وہ ہو سسپیٹل میں ہوتے اپنے موبائل پر
سب دیکھتا رہا۔ چار دن سے بھوک تھی۔ وہ جیسے پاگل ہو
گیا تھا۔ اس لیے آج اسے آنا پڑا۔ کھانا آتا تھا۔ بہانا بنا کر
واپس بھیج دیتی تھی۔ ہاشم اس کی لرزتی پشت کو دیکھ رہا
تھا۔ جو کانپتے ہوئے، اپنی سسکیاں دبا رہی تھی۔ ہاشم
مزید یہ برداشت نہ کر سکا۔

سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھائے نمبر ڈائل کر کے کال
ملائی۔ جو ایک ہی رنگ پر اٹھالی گئی۔ کچن میں اس وقت
ملازمی کے علاوہ کوئی نہیں ہوتا تھا۔

گل بانو۔۔۔ کھانا لیں کر دو منٹ میں میرے
کمرے میں پہنچو۔ ہاشم کی بلند دھاڑ پر علینہ سہم کر خود
میں سمٹنے لگی۔

اور سارہ ہی تنزیہ مسکرا نے لگی۔ وہ جانتا تھا۔ چار دن
سے اس نے کچھ نہیں کھایا۔ دروازہ بجنے کی آواز پر ہاشم
فورا اٹھا۔

اور دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھولا سامنے گل بانو
ٹرے میں کھانا لیے کھڑی تھی۔

یہ لیں صاحب جی۔ گل بانو نے ٹرے ہاشم کے آگے
بڑھائی۔ جو اس نے غصے سے پکڑتے دھاڑے دروازہ بند
کیا۔ اور ٹرے پکڑے علیہ کی طرف بڑھا۔

اٹھو کھانا کھاؤ۔ ہاشم غصے سے سرد آواز میں بولا۔ علیہ
ایک نظر اس ستم گڑھ کو دیکھتے پھر سے آنکھیں موند
لی۔ کھانا کھاؤ علیہ ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔

اٹھو کھانا کھاؤ۔ ہاشم غصے سے سرد آواز میں بولا۔

عالینہ خاموش نظروں سے دیکھتے آنکھیں موند لی۔ کھانا
کھاؤ علینہ ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔

ہاشم ایک ہی جست میں علینہ کو بازو سے کھینچ کر بیٹھایا اور
سرخ آنکھوں سے دھاڑا۔ علینہ ہاشم کی دھاڑ پر اپنی جگہ
سے اچھلی۔ آنکھوں میں بے یقینی لیے ہاشم کو دیکھنے لگی۔
مقابل کو آج پہلی دفعہ اتنے غصے میں دیکھا تھا۔

وہ تو اس سے ایسے بات بھی نہیں کرتا تھا۔
علینہ نے سوچ کر مقابل کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں
ڈالیں۔۔۔ پر سوز ہچکی لی۔
ہاشم کے دل کو کچھ ہوا۔

پر وہ ایسے ہی ڈھیٹ بنا غصے سے دیکھتا رہا۔

علینہ کو ٹرے پکڑاتے۔۔ خود بیڈ کے دوسری سائیڈ آکر

دراز میں سے کچھ فائلز نکالتے دیکھنے لگا۔

علینہ اس کی پشت کو دیکھتے گلے میں آنسوؤں کا گولا اٹکا۔

سانس جیسے ابھی رُک جائے گی۔

وہ اس سے اس قدر ناراض ہو گیا تھا۔

دیکھنا بھی گوارہ نہیں کر رہا تھا۔ عیینہ کی آنکھوں سے

اشک رواں ہونے لگا۔ روٹی کا نوالا اپنے منہ میں لیا۔ اور

بامشکل اپنے اندر اتارا۔ ہاشم دوسری طرف بیٹھا

اس کی ہچکیاں بامشکل برداشت کر رہا تھا۔

وہ اس کو بنا بتائے آبان کی حویلی چلی گئی۔ اسے کے سینے
میں جیسے آگ لگی ہوئی تھی۔

ہاشم فائلز کے رکھے۔۔۔ اٹھ کر باتھ روم میں بند ہوا۔
ہاشم سلیب کو جھگڑے، سامنے مرد پر اپنی سرخ آنکھیں
گاڑھیں تھی۔

واش بیسن کانل کھوتے اپنے منہ پر چھینٹے مارے۔ اس
کی سماعتوں میں ابھی تک علینہ کی ہچکیاں گونج رہی تھی۔
آبان نے اسے ویڈیو سینڈ کی تھی۔ جس میں

علینہ اس کے بلکل قریب بیٹھی تھی۔ ہاشم خان منہ پر
چھینٹے مارتے غصے سے باہر نکلا۔

سامنے بیڈ پر نظر گئی۔ جہاں وہ کمبل میں

دیکھی کانپ رہی تھی۔

کھانا وہ کھا چکی تھی۔ ہاشم کے بھی دل کو تھوڑا سکون

پہنچا۔ اور اپنی جگہ پر آکر لیٹا۔ پر آنکھوں

سے نیند کو سوں دور تھی۔ وہ بیڈ پر لیٹا کتنی دیر چھت کو

گھورتا رہا۔ جب علینہ کے مدھم سانسوں کی گونج سنائی

دی۔ شاید وہ سوچکی تھی۔ ہاشم کو غصہ تو آیا۔ کہ وہ معافی
مانگے بنا ہی سو گئی تھی۔ وہ جانتا تھا۔ وہ ڈھیٹ ابن ڈھیٹ
ہے۔ کبھی نہیں ہار مانے گی۔ آخر کار جھکنا اب مجھے ہی
ہے۔ ملکہ عالیہ کے سامنے۔۔۔۔

ہاشم منہ میں بڑبڑاتے بہم سا مسکرایا۔ اور خود بھی ڈھیٹ
بن کر آنکھیں موند لی۔

صبح علیینہ کی آنکھ کھلی۔ خود کو بخار میں تپتے

پاکراٹھ بیٹھی۔ کمرے میں نظر دوہرائی۔۔ پر مقابل
کمرے میں کہی نہیں تھا۔ علینہ کا سر بھاری ہونے لگا۔ وہ
اپنے چکراتے سر کو سنبھالتے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

باتھ روم کا دروازہ کھلنے کی آواز پر علینہ نے چونک کر
دیکھا۔ جہاں وہ عالیشان مرد۔۔ سیاہ ٹراؤزر پہنے
اپنے بالوں میں ٹاول پھیرتے۔۔ ڈریسنگ کے سامنے
کھڑا ہوا۔

ہاشم علیہ کو بغور شیشے میں سے۔ دیکھنے لگا۔ جو اپنے
چکراتے سر کو تھامتے بامشکل کھڑی ہوئی۔ اور باتھ روم
کی طرف بڑھنے لگی۔ بُری طرح چکر آنے پر واپس بیڈ پر
بیٹھی۔ چلنے کی ہمت ذرا نہیں تھی۔ ہاشم کو پریشانی لاحق
ہونے لگی۔ اپنی انا کو سائیڈ پر رکھتے علیہ کی طرف بڑھا۔

جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ہاشم کو۔ اپنی طرف بڑھتے
دیکھ کر علیہ نے غصے سے منہ پھیر لیا۔

ہاشم نے اپنے لب دانتوں تلے دبائے۔ وہ علیہ کی طرف
بڑھ رہا تھا۔ علیہ کو ایک زوردار چکر آیا۔ علیہ آنکھیں
بند کرتی۔ پیچھے کو گرتی چلی گئی۔ ہاشم تڑپتے ہوئے ایک

ہی جست میں علینہ کی طرف بڑھا۔ علینہ میری۔۔
جان۔ کیا ہوا۔ ہاشم نے جیسے ہی اس کو ہاتھ لگایا۔
جیسے جلتے کوئلے کو چھو لیا ہو۔ ووبخار میں تپ رہی تھی۔
اسے محسوس ہی ناہوا۔ وہ بے حس پڑا سوتا رہا۔ ہاشم نے
غصے سے اپنے بالوں کو مٹھیوں میں دبوچا۔ خود پر غصہ
آنے لگا تھا۔ علینہ میری جان۔ اٹھو، ہاشم تڑپتے ہوئے
بولا۔

وہ جتنا اسے بہادر سمجھتا تھا۔ اتنی ڈرپوک اور کمزور نکلی۔
اس کی اتنی سی ناراضگی برداشت کر نہیں پائی۔ ہاشم اسے

سیدھا بیڈ پر لٹاتے پاس رکھے باؤل میں جلدی سے پانی
لیں کر آیا۔ اور اپنا رومال نکال کر پٹیاں کرنے لگا۔

ہاشم اس کے پاس بیٹھا کب سے پٹیاں کر رہا تھا۔ کافی حد
تک بخار کم ہوا تھا۔ ہاشم نے پریشانی سے اپنا ماتھا مسلا۔
اور جھک کر علیہ کے ماتھے پر لب رکھے۔ علیہ کسی کا
لمس محسوس کر کے نیند میں کسمائی ہاشم کا غصہ جھاگ کی
طرح بیٹھ گیا تھا۔ اب فکر تھی۔ صرف اس دشمن جاں

کی۔ جو بخار سے زرد پڑی تھی۔ ہاشم بیڈ کراؤن سے ٹیک
لگائے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔ علیہ جو

ہوش میں آرہی تھی۔ ہاشم کو اپنے بالکل قریب جھکے دیکھ
کر فوراً آنکھیں کھولی۔ علینہ نے غصے سے کروٹ بدلی۔

ہاشم کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ مطلب اب خوب
نار ضنگی دیکھانے والی ہے۔ اس کی بیوی۔۔ ہاشم علینہ کے
بے حد قریب لیٹتے اس کی پشت کو اپنے ساتھ لگایا۔ علینہ
کا چہرہ پل میں سرخ پڑا۔ اور ہاشم کے حصار میں مچل
اٹھی۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔ دور رہے مجھ سے۔۔۔

علینہ غصے سے چلائی۔ ہاشم نے مزید اور علینہ کو اپنے
ساتھ لگایا۔ اب ہوا کا بھی گزر با مشکل ہونا تھا۔

ہاشم نے ایک ہی جست میں علینہ کا رخ اپنی

طرف کیا۔ چھوڑیں مجھے مسٹر خان!

مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔

علینہ ہاشم کے سینے پر مکے برساتی بولی۔ آنکھوں سے

سیلاب رواں ہو رہا تھا۔

ہاشم بامشکل اپنے غصے کو کنٹرول کر رہا تھا۔ مسٹر کی جان!
تمہیں چھوڑنے کے لیے تھوڑی پکڑا ہے۔ ہاشم اس کی
کلائیاں اپنے ہاتھ میں لیتے بولا۔

علینہ نے بھیگی آنکھوں سے ہاشم کو دیکھا۔ جو کچھ دیر پہلے
انتہائی غصے میں تھا۔

پھر سے سب یاد آنے پر علینہ نے پر سوز ہچکی لی۔ مقابل
چاغ دنوں سے ناراض تھا۔ اور اس کی ناراضگی کڑی
چابک کی طرح دل پر لگتی رہی۔ ہاشم پھر سے اس کا زرد
پڑتا چہرہ دیکھ کر پریشان ہوا۔ علینہ میری جان کیا ہوا
ہے۔ علینہ کو گہرے گہرے سانس لیتے دیکھ کر ہاشم فوراً

اٹھ بیٹھا۔ آ۔۔۔ آپ۔۔۔ ناراض۔۔۔ تھے۔ مجھ سے۔
علینہ ٹوٹی بکھری سانسوں کے ساتھ بولی۔ ہاشم نے لب
اپنا دانتوں تلے دبایا۔ مسٹر کی جان۔۔۔

میں آپ سے غصہ تھا۔۔ ناراض نہیں تھا۔ ہاشم اس کا
ماتھا۔۔۔ چومتے بولا۔۔۔ جھوٹ بول رہے ہیں۔ آپ
ہم سے ناراض تھے۔ اسی لیے چار دنوں سے حویلی نہیں
آئے تھے۔ علینہ یک دم غصے سے چیختی بولی۔ علینہ کے
چیخنے پر ہاشم سرخ آنکھوں سے گھورنے لگا۔

کیوں گئی۔ اس کتے کی حویلی جب میں نے منع کر دیا تھا۔
پھر کیوں گئی۔ ہاشم جو کب سے کنٹرول کر کے بیٹھا
تھا۔ اب یک دم بولنے پر ہاشم نے علینہ کو بازو سے پکڑ کر

جھنجھوڑا۔ علینہ نے بھیگی بے یقینی نظروں سے ہاشم کو
دیکھا۔

بتاؤ۔۔ کیا بتانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ علینہ۔۔ کیوں
۔۔ ہر دفعہ میرے ضبط کا امتحان لیتی ہو۔ کیوں اس کے
قریب بیٹھی تھی۔

ہاشم سر دلچے میں دھاڑا۔ علینہ نے پھٹی پھٹی آنکھوں
سے ہاشم کو دیکھا۔ مقابل کو سب پتہ تھا۔ آپ کو میرے
پر یقین نہیں ہے۔ علینہ سر جھکائے بولی۔ خود سے بھی
زیادہ یقین کرتا ہوں۔ تم پر۔۔ ہاشم علینہ کو اپنے حصار
میں لیتے بولا۔ نہیں کرتے۔۔ آپ یقین۔۔ چار

دن۔۔۔ حویلی سے باہر رہے۔۔ اس سے ثابت ہوا کہ
آپ مجھ پر یقین نہیں کرتے۔ علینہ اپنے چکراتے سر کو
تھامتے بامشکل بولی۔

اگر پوری دنیا مجھے آکر کچھ بھی کہے۔ ہاشم خان صرف
اپنی جان حیات پر یقین کرے گا۔

ہاشم اس کے ماتھے پر لب رکھے بولا۔ پھر
آپ۔۔۔۔ اتنے دنوں سے کہاں تھے۔۔ ہو سپیٹل
میں۔۔۔ ہاشم مسکراتے ہوئے بولا۔

کیوں۔۔۔ علینہ بھگے لہجے میں بولی۔ کیونکہ میں تم سے
غصہ تھا۔ تم نے میری بات نہیں مانی باشم تھوڑا اور پاس
ہو کر بولا۔

میں۔۔۔ وہ۔۔۔ پیپرز۔۔۔ سائن۔۔۔ کرنے گئی تھی۔
بابا کی وصیت کے۔ علینہ ہچکی لیتے بولی۔
ایم سوری۔۔۔ میری جان۔۔۔ ایم ریٹلی سوری۔۔۔
باشم اس کے دونوں گال چومتے بولا۔
"آئی لویو۔۔۔ مسٹر خان۔۔۔ آئی ریٹلی لویو۔۔۔"

میں بنا اجازت کے کہی نہی جاؤں گی۔ بس آپ مجھ سے
ناراض مت ہویتے گا۔ ورنہ میں مر جاؤں گی۔

علینہ ہاشم کے سینے سے لگتے بولی۔ ہاشم اس کے مرنے
والے لفظ پر تڑپ اٹھا۔ تمہارے مرنے سے پہلے تمہارا
مسٹر خان مر جائے گا۔ آئندہ یہ الفاظ منہ میں سے مت
نکالنا۔ ہاشم اس کے لبوں پر جھکتے بولا۔ اتنے دنوں پر ہاشم
کا لمس محسوس کر کے عیینہ پر کچکی تاری ہوئی۔ عیینہ اس
کے چورے سینے کے نیچے دہکی سرخ پڑنے لگی۔

ایم سوری مسٹر کی جان۔۔۔ اب ایسا نہیں ہو گا۔ ان چار
دنوں میں تمہارے خوبصورت جسم کو چھونے کے لیے
پل پل اذیت سے گزر رہا تھا۔

تمہارے کے بنایہ مرد نہیں رہ سکتا۔ تم میرے لیے ایک
نشہ بنتے جا رہی ہو۔ جسے میں ہر گز نہیں گنواہ سکتا۔ ہاشم
اس کے چہرے کے ہر نقوش کو باری باری چومنے لگا۔

تم میری کل کائنات ہو۔ تم میری زندگی ہو۔ تم ہاشم خان
کی جان ہو۔ تم میری متاع جان ہو۔ ہاشم شدت سے اس
کے ہر نقوش کو چومتے۔۔ خمار خم لہجے میں بولا۔ علینہ

ہاشم کے اظہار پر مسکراتے ہوئے، ہاشم کی گردن میں
باہیں حائل کی۔ اور آپ علینہ خان کی پوری زندگی ہو۔
علینہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ہاشم بھی گہرا مسکرایا۔

ہاشم اس کی شال اس کے تن سے جدا کرتے علینہ کو اپنے
چوڑے سینے کے اوپر کیا۔ علینہ کی کمر کو مٹھیوں میں
بھرنے لگا۔ علینہ کی سسکاریاں کمرے میں گونجنے لگی۔
بہت نازک ہو میری جان۔ ہاشم خان کی سانسیں گہری
ہوئی۔ اور اس کے کان میں جھکے بولا۔ علینہ سرخ پڑتے
اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ ہاشم علینہ کو اپنے نیچے
کرتے اس کی گردن میں چہرہ چھپائے علینہ کے بدن کی

خوشبو اپنے اندر اتارنے لگا۔ علینہ اس کے حصار میں
کا نپنے لگی۔

ہاشم بے قرار ہوتے۔ اس کو اپنی باہوں میں اٹھائے
واش روم کی طرف بڑھا۔ علینہ کانپتے ہوئے اس کی
شرٹ مٹھیوں میں جکڑ گئی۔

جہاں سرخی گہری ہو رہی تھی۔ ہاشم اس کو گہری نگاہوں
سے دیکھتے باتھ روم کا دروازہ کھولا۔ اور اندر کی طرف
بڑھا۔

اسے شاور کے نیچے کھڑا کر کے۔ روف شاور اون کیا۔
گرم پانی خود پر گرتا محسوس کر کے علیہ نے ہاشم کی
طرف دیکھا۔ علیہ مقابل کی خمار آنکھوں میں خمار کی
سرخ لالی دیکھتے شدت سے گھبرائی۔ جب وہ شدت سے
اپنا جنون اتارتا تھا۔ علیہ تب تب ایسے ہی گھبرا جاتی
تھی۔ ہے جان من۔ دیکھو۔۔۔۔۔ اپنے مسٹر خان کو
کیسے تڑپ رہا ہے۔ تمہاری خوشبو اپنے اندر اتارنے کے
لیے۔ ہاشم اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے جی جان سے
کانپنے پر مجبور کر گیا۔

علیہ اپنی ٹانگوں پر بامشکل کھڑی تھی۔ ہاشم اگر اسے نا
پکڑتا۔ وہ کب کی زمین بوس ہو جاتی۔

گرم پانی کے نیچے بھی شد و مد سے کانپ رہی تھی۔ ہاشم
نے مزید اسے خود کے ساتھ لگایا۔ اور شدت سے اس
کے لبوں پر جھکا اپنی چار دنوں کی تشنگی مٹانے لگا۔

علینہ اس کے پیروں پر کھڑی۔ اس کا شدت بھرا جنون
اپنے لبوں پر سہنے لگی۔ آج تو لگ رہا تھا۔ اسے بالکل نہیں
بخشنے گا۔ ہاشم اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں دباتے۔۔
سک کرتے ہوئے، اپنی زبان اس کی زبان سے ٹچ کرنے
لگا۔ اففف۔۔۔ تمہارے ان ہونٹوں میں اتنا نشہ ہے۔
جو مجھے پاگل کر رہا ہے۔ میری زہرہ جبیں۔۔۔ ہاشم پھر

سے بولتے۔۔ اس کے لبوں کا جام پینے لگا۔ عشق کا
جام۔۔۔ بہت ہی خطرناک ہے۔ جو انسان کو نیم پاگل اور
جنونی بنا کر چھوڑتا ہے۔ علینہ کی سانسیں بند ہونے کو
تھی۔ مگر اس کا جنون کم نہیں ہو رہا تھا۔ ہاشم کی انگلیاں
اس کی فراک کی ڈوریوں میں الجھنے لگی۔ علینہ کی سہی
معنوں میں جان نکلی۔ جب وہ ایک ہی جھٹکے سے اس کی
فراک ریموو کر گیا۔ علینہ سرخ چہرے کے ساتھ اپنی
تمام تر رعنائیوں سے ہاشم کے سامنے سر جھکائے کھڑی
ہوئی۔ جب آخری پردہ ریموو کیا۔ علینہ تڑپ کر ہاشم
کے سینے میں منہ چھپانے لگی۔ سارے جسم کا خون جیسے
چہرے پر آکر سمٹ گیا تھا۔

ہاشم کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ علینہ کو پیچھے کی
طرف جھکاتے۔ اس کی دھڑکنوں کو اپنے لبوں میں
دباتے۔ اس کی سسکیاں نکلوا گیا۔ ہاشم۔۔۔ پلیز نہیں۔
علینہ درد سے تڑپتے اسے پکارا اٹھی۔ پر ہاشم مدہوش
ہوتے

اس کی دھڑکنوں پر جھکے شدت سے اپنے لبوں سے
دبانے لگا۔

میری جان۔۔۔ آج تمہارے لاکھ منع کرنے کے باوجود
میں نہیں رکنے والا۔

باشم بولا کراسے اپنی باہوں میں اٹھا کر باتھر روم سے باہر
نکلا۔

اور بیڈ کی طرف لیں کر بھرا۔ اسے بیڈ پر لٹاتے اپنی
شرٹ اتار کر دور اچھالی۔ اور گھٹابن کراس کے اوپر چھا
گیا۔ علینہ نے ڈبڈبی آنکھوں سے ہاشم کو دیکھا۔ جیسے
التجا کر رہی ہو۔ بس کر دیں۔ ہاشم مسکراتے ہوئے، اس
نیچے کے

پردے کھسکائے۔ علینہ کی آنکھیں ابل کر باہر آنے کو
تھی۔ ہاشم لائٹ آف کر دیں۔ علینہ بیڈ شیٹ مٹھیوں
میں جکڑتے سرخ لہجے میں بولی۔

بلکل نہیں۔۔ آج لائٹ میں تمہارا دیدار کروں گا۔ ہاشم
بے باکی سے بولتے اس ہر پردے سے آزاد کر گیا۔ علینہ
نے شرم سے آنکھیں بند کی۔

ہاشم اس کی نازی گہرائیاں دیکھ کر گہرا مسکرایا۔

علینہ کا دل چاہا۔ زمین پھٹے اس میں سما جائے۔

ہاشم خود کو بھی ہر پردے سے آزاد کرتے اس کی
گہرائیوں میں اترا۔

آہ! مسٹر خان۔۔۔ علینہ کی چیچنے کمرے میں گوجنے لگی۔

میری جان! سب اٹھ گئے ہے۔ صبح صبح سب کو یہاں
اکٹھا کرنے کا ارادہ ہے۔ کہ تمہارا شوہر ظلم کرنے پر اتر
آیا ہے۔ ہاشم اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے۔۔۔ مسکراتے
ہوئے بولا۔

علینہ نے گھور کر دیکھا۔ ہاشم قہقہہ لگا کر ہنسا۔

پیچھے ہٹو گرے آنکھوں والے بلے۔۔۔ علینہ خود کو
چھڑواتے بولی۔

نہیں میری جان! اب اتنے پاس آکر پیچھے ہٹنا۔ یہ ناممکن ہے۔ ہاشم مسکراتے ہوئے۔

ہلکا ہلکا موو کرنے لگا۔ علینہ اس کی کمر پر ناخن گھاڑنے لگی۔ میری جنگلی بہادر شیرنی۔ اپنے مسٹ خان کا جنون برداشت کرو۔ ہاشم اس کے لبوں پر جھکتے۔ شدت سے اس کی گہرائیوں میں سمایا۔ علینہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد علینہ پر خمار کی لذت چھانے لگی۔ ہاشم کے لبوں کو اپنی زبان سے چھوا۔ ہاشم کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

ہاشم اپنے عمل میں روانی لایا۔ علینہ اب مسکراتے ہوئے
، اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ آہہ۔۔۔ ام
علینہ لذت کی انتہا پر میٹھی سسکاریاں بڑھنے لگی۔ دونوں
ایک دوسرے میں کم کوئی اور ہی جہاں پہنچے تھے۔

ہاشم اس کے لبوں سے میٹھی سسکاریاں سنتے علینہ پر اور
جنون اتارنے لگا۔

علینہ اس کے نیچے دیکھی خود بھی پر سکون ہوتے، ہاشم کے
بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ ہاشم پر سکون سیدھا ہوتے
اپنے سینے سے بھینچ گیا۔ اور شدت سے اس کے بالوں پر

لب رکھیں۔ علینہ ہاشم کے سینے سے اپنی پھولتی سانسوں
کو درست کرنے لگی۔ دروازہ بجنے کی آواز پر دونوں نے
چونک کر دیکھا۔ علینہ جو اٹھنے لگی اپنی حالت دیکھ کر ہاشم
کے سینے سے لگی۔ ہاشم نے مسکراتے ہوئے، اپنا ٹرؤزر
پہنے لگا۔ یہ لو۔ میری جان یہ پہن لو۔۔۔ ہاشم نے اس کی
طرف اپنی شرٹ پھینکی جو فوراً پکڑتے پہنے لگی۔ ہاشم
مسکراتے ہوئے اس کی طرف جھکتے اس کی دھڑکنوں کو
چھوتے دروازے کی طرف بڑھا۔ علینہ نے مسکراتے
ہوئے، جلدی سے شرٹ پہنی۔ ہاشم نے دروازہ کھولا۔
سامنے اپنی مورے کو دیکھ کر مسکرایا۔ اور شدت سے
ان کے ماتھے پر لب رکھے۔

مہک بیگم اپنے بیٹے کے حلیے کو دیکھتے گہرا مسکرائی۔ ہاشم
تمہارے بابا نیچے بلارہے ہیں۔

مہک بیگم علینہ کو دیکھتے، بولی۔ جو شرم سے لمبل میں
چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔

مورے آپ چلے۔۔ میں آتا ہوں۔ ہاشم پیچھے علینہ کو
دیکھتے بولا۔ جو غصے سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ٹھیک ہے
جلدی آ جانا۔ انہوں نے ڈھیرے پر جانا ہے۔

ہاشم نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ مہک بیگم علینہ کو
فلاہینگ کس کرتے نیچے کی طرف بڑھ گئی۔ ہاشم نے

مسکراتے ہوئے، دروازہ بند کیا۔ اور خود بھی علیہ کو
فلائیٹنگ کس کرتا با تھروم میں گم ہوا۔

ہاشم علیہ کو فلائیٹنگ کس کرتا با تھروم میں گھسا۔ بے
شرم! علیہ منہ میں بڑبڑاتے کمبل میں دیکھی۔ ہاشم کی
جنون بھری شدتیں یاد کرتے مسکرائی۔ اور فوراً اپنی
آنکھیں بند کر لی۔ تھوڑی دیر میں ہاشم فریش ہوتے
با تھروم سے نکلا۔ سب سے پہلے نظر اپنی متاع جان پر
پڑی۔ جو کمبل میں گھسی کروٹیں بدل رہی تھی۔ ہاشم
اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتے مسکراتے ہوئے، علیہ کی
طرف بڑھا۔ اور بیڈ کے قریب

جا کر کھڑا ہوا۔ علینہ اپنی جگہ پر ساکت اس کی خوشبو
اپنے اندر اتارنے لگی۔ ہاشم تھوڑا سا چہرے سے کمبل
ہٹایا۔ علینہ زور سے آنکھیں بند کیے، کمبل کو اپنی مٹھیوں
میں جھکے اس کے دبوچا۔ علینہ نے جو ہاشم کی شرٹ پہنی
تھی۔

اس کے سارے بٹن کھلے تھے۔ شاید وہ بند کرنا بھول گئی
تھی۔

ہاشم اس کی دھڑکنوں کو بغور دیکھتے، مسکرایا۔

ہاشم نے ہاتھ بڑھا کر اس کی دھڑکنوں کو دبایا۔ علینہ فل
آنکھیں کھولے، دیکھنے لگی۔ چہرہ ٹماٹر کی طرح سرخ پڑ
گیا تھا۔

وہ اپنی جگہ پر ساکت ہاشم کی گرے آنکھوں میں دیکھنے
لگی۔ مسٹر کی جان! فریش ہو جاؤ۔

ورنہ ایک منٹ نہیں لگے گا۔ میری نیت خراب ہونے
میں۔ ہاشم مسکراتے ہوئے بولا۔ پہلے کون سا آپ کی
نیت اچھی رہتی ہے۔

جواب خراب ہو۔ علینہ منہ پھلاتے سرخ چہرے سے
بولی۔ ہاشم نے گھور کر دیکھا۔ آکر بتاتا ہوں۔ جان
من۔۔ پھر تمہاری سسکیاں، اور چیخنے عروج پر ہوتی
ہے۔

ہاشم اس کے لبوں کو چومتے بولا۔ علینہ ہری جھنڈی دھکا
کر واپس کمبل خود پر اوڑا۔ آرہا ہوں۔۔ جان۔۔ فریش
ہو جاؤ۔ میں ناشتہ بھی ساتھ لیں کر آتا ہوں۔ میڈیسن
بھی لینی ہے۔ جان حیات۔۔۔

ہاشم فکر مندی سے بولے۔ کمرے سے باہر نکلا۔ علینہ
اس کے جاتے ہی۔ فوراً کبیل سے نکلی اور باتھ روم میں جا
کر
بند ہوئی۔

ہاشم سیڑھیاں اتر کر لاؤنج میں داخل ہوا۔ علیان صاحب
سامنے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھے سگریٹ کے
گہرے کش لگا رہے تھے۔ ہاشم نے سنجیدہ تاثرات لیے
اپنے بابا کو دیکھا۔

جو داخلی دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

جیسے کسی کا انتظار ہو۔

باشم علیان صاحب کے سامنے والے صوفے پر

برجمان ہوا۔

اور اپنے بابا کو مخاطب کیا۔

بابا۔۔۔ آپ کب سے سگریٹ پینا شروع ہو گئے۔

تب سے ہی۔۔۔ جب سے تم جیسی اولاد پیدا کیا ہے۔

عالیان صاحب غصے سے سر دچہرہ لیے بولے۔ داخلی
دروازے سے احمد اور عاصم جو آرہے تھے۔ عالیان کی
بات پر قہقہہ لگا کر ہیں۔ ہاشم نے گھور کر دیکھا۔ بابا۔۔ کیا
مطلب ہے۔ آپ کی بات کا ہم جیسی اولاد۔۔ کیا کہنا
چاہ رہے ہے۔ ہاشم سر دچہرہ لیے عالیان صاحب سے
مخاطب ہوا۔ عاصم اور احمد ایک ساتھ آکر ہاشم کے
ساتھ بیٹھے۔ بالاج تو دلیمے کے اگلے دن ہی اسلام آباد چلا
گیا تھا۔

مطلب بر خودار۔۔۔ آپ چار دن سے کہاں تھے۔ ہو
سپٹیل میں۔۔ ہاشم نے فوراً سادہ لفظوں میں جواب دیا۔
عالیان صاحب نے گھور کر دیکھا۔

عاصم بیٹا اس گدھے کو فائل دیکھاؤں۔ تمہاری وجہ سے
حشمت خان کی بیٹی کو ورنی کر دیا گیا ہے۔ حمزہ خان کے
ساتھ۔۔۔۔ کل جرگہ بیٹھا تھا۔ تم اور نا تمہارا وفادار چچہ

گل بہار آیا ہے۔ ایم سوری ڈیڈ۔۔۔ میں بھول گیا تھا۔
کہ کل جرگہ بیٹھنا ہے۔

اب کیا کرو گئے۔۔ ہاشم حشمت خان کو کیا جواب دو
گئے۔ عاصم پریشان کن لہجے میں گویا ہوا۔ ہاشم بھی سن
کر سوچ میں پڑ گیا۔

ہاں۔۔۔ اسی نے تو وعدہ کیا تھا۔ کہ وہ اس کی بیٹی کی
حفاظت کرے گا۔ وہ زارون کے اصل قاتل کو ڈھونڈ
کر لائے گا۔

آپ کو بے قصور ثابت کروں گا۔ زارون کے قاتل آپ
نہیں کوئی اور ہے۔ بابا۔۔۔ ایم سوری۔۔۔ ہاشم
شرمندگی سے سر جھکا گیا۔ بابا میں ابھی بھی اپنی بات پر

قائم ہوں۔ میں اچھے سے جانتا ہوں۔ حمزہ خان اس بچی
کے ساتھ ایسا کچھ نہیں کرے گا۔ ہاشم تم یقین سے کیسے
کہہ سکتی ہو۔

ہاشم وہ بچی ابھی پندرہ سال کی ہے۔ جسے وہ کمینہ ونی کے
طور پر اپنے ساتھ لیں گیا ہے۔ اگر حمزہ خان نے اس بچی
کے ساتھ غلط کرنے کا بھی سوچا۔ تم سے پہلے میں اس کی
جان لوں گا۔ عاصم سرد آواز میں بولتا اپنے کمرے کی
طرف بڑھا۔

ہاشم نے غصے سے اپنی پیشانی کو مسلا۔

بابا۔۔۔۔ آپ فکر مت کرے۔ یہ سب میں دیکھ لوں
گا۔ ہاشم بول کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔ عالیان صاحب
نے ایک لمبی سانس خارج کی۔ انکل آپ فکر نا کرے۔
ہاشم پر چھوڑ دیں۔ وہ دیکھ لیں گا سب۔۔۔۔ بالاج تسلی
دیتے بولا۔ عالیان نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

ہاشم کچن میں داخل ہوا۔ سامنے نور اور سعدیہ خالہ کو
کھڑے دیکھا۔ اسلام و علیکم! خالہ۔ ہاشم نے آگے بڑھ
کر سلام کیا۔

وعلیکم اسلام! جیتے رہو۔ سعدیہ نے اس کا ماتھا چومتے دعا
کی

ہاشم نے پاس کھڑی نور کے سر پر ہاتھ رکھا۔ نور بیٹا۔
ایک ٹرے میں ناشتہ نکال دو۔

او کے بھائی۔

نور ٹرے میں جلدی سے ناشتہ نکال کر ہاشم کی طرف
بڑھائی۔ جسے ہاشم نے مسکرا کر پکڑتے باہر نکلا۔

ہاشم کمرے میں داخل ہوا۔ جب سامنے نظر اٹھی۔ وہ ریڈ کلر کی فراک اور چری پاجامہ پہنے بہت ہی حسین لگ رہی تھی۔ اب ہلکا سے لپ گلو لگائے، بری طرح ہاشم کے دل کو دھڑکا گئی تھی۔ ہاشم مخصوص قدموں سے علیینہ کی طرف بڑھا۔ علیینہ کی دھڑکنے کانوں میں دھڑکنے لگی۔ وہ اسے اس قدر بے باکی سے دیکھ رہا تھا۔ علیینہ وہی مجسم ہاشم کو اپنی طرف بڑھتا دیکھنے لگی۔ ہاشم نے علیینہ کی کمر کو اپنی مٹھیوں میں بھرا۔ علیینہ سک پڑی۔ اور فوراً ڈریسنگ کو تھام لیا۔ مقابل ریڈ فراک میں چاند کی طرح چمک رہی تھی۔ ہاشم یک تک شیشے میں اس کا چہرہ دیکھے گیا۔

علینہ ہاشم کی آنکھوں میں سرخی دیکھ کر
نظریں جھکالی۔ ہم! کیا بول رہی تھی۔ میری نیت ہر
وقت خراب رہتی ہے۔

ہاشم اس کا رخ اپنی طرف کر کے بولا۔ کیا نہیں
رہتی۔۔۔ علینہ اپنے لب کاٹتے بولی۔

ہاشم نے ناگواریت سے اس کے نچلے لب کو دانتوں سے
چھڑوایا۔ میری چیزوں کو مت چھوا کرو۔ ہاشم اس کے
لبوں پر جھکا۔ شدت سے جام پینے لگا۔ علینہ ڈریسنگ کو

چھوڑ کر ہاشم کی شرٹ مٹھیوں میں دبوچے اس کاشدت
بھرا جنون اپنے ہونٹوں پر برداشت کرنے لگی۔ ہاشم
قطرہ قطرہ اس کو لبوں کی نمی پیئے۔۔۔ پیچھے ہٹا۔ بہت ہی
بے شرم ہے آپ۔ صبح آپ کا دل نہیں بھرا۔ جواب
پھر شروع ہو گئے۔ علینہ غصے سے بولتی۔ شیشے میں خود
کو دیکھنے لگی۔ جو ایک منٹ میں ہی اس کا حلیہ بگاڑ گیا تھا۔

ہاشم کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔ میڈم یہ پورنگ کس
ہے۔ رات کی کس پینڈینگ پر چھوڑ رہا ہوں۔ جو میں نے
تم سے وصول کرنی ہے۔ ہاشم اس کی کان کی لو کو چومتے،
بُری طرح دل دھڑکا گیا۔

چلو آؤ۔۔ ناشتہ کرو۔۔۔ ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔

ہاشم علینہ کو لیں کر صوفے پر بیٹھا۔ اوع بریڈ کے اوپر
جیم لگا کر دی۔ جسے علینہ نے فوراً پکڑ کر چھوٹے چھوٹے
نوالے لیے کھانے لگی۔ ہاشم نے دودھ کا گلاس اس کے
لبوں کو لگایا۔ علینہ نے مسکرا کر دودھ کے ایک دو گھونٹ
بھرے۔

عاصم کمرے میں داخل ہوا۔ آئرنہ حسب معمول کتابیں
لیے بیٹھی تھی۔ جو اس کا روز کا کام تھا۔ اب تو عاصم ان
کتابوں سے بھی جیلس ہونے لگا تھا۔ آئرنہ الٹی لیٹی کتاب

پڑھنے میں مکن تھی۔ عاصم غصے سے تنے تاثرات لیے

آگئے بڑھا۔ عاصم نے سیدھا کر کے اسے بیڈ پر اپنے

سامنے کھڑا کیا۔ آئزہ اس اچانک افتاد پر بوکھلا کر دیکھنے

لگی۔ عاصم کو دیکھ کر اس کی دھڑکنے خاص ترتیب سے

دھڑکنے لگی۔ مائے لیڈی۔۔ جتنا تم ان کتابوں کو ٹائم

دیتی ہو۔ اپنے شوہر کے لیے بھی ٹائم نکال لیا کرو۔ عاصم

غصے سے سر دلچے میں گویا ہوا۔ ساری رات آپ ہی ٹائم

لیتے ہے۔ میں نے آپ کو کبھی کچھ کہاں۔۔۔۔۔

آئزہ منہ کے ٹیڑھے میڑے زاویے بناتے بولی۔ عاصم

نے گھور کر آئزہ کو دیکھا۔

ایسے مت گھورے۔ آپ کو مجھ سے شکایت نہیں ہونی
چاہیے۔ رات کو آپ کی مرضی چلتی ہے۔ اب میں اس
تھوڑا ٹائم اپنے ناولز کے لیے نکال لیتی ہوں۔ آپ غصہ
کرنے لگ گئے۔

آئره آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے بولی۔ عاصم
نے سرد آہ بھر کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔ اب
میڈم کو کچھ بول بھی نہیں سکتا۔ عاصم منہ میں ہی
بڑبڑایا۔ مائے لیڈی۔۔ میں نے کب ڈانٹا آپ کو عاصم
اسے اپنی باہوں میں اٹھائے بولا۔ ابھی تو ڈانٹا۔ آئره
اس کی باہوں میں کانپتے نروس پن سے بولی۔

عاصم سب بلائے اس کا معصوم چہرہ دیکھنے لگا۔ شاہ کی
جان! میری مجال میں آپ کو ڈانٹ سکوں۔
آئہ بھی ٹیڑھی انگلی دکھاتے بولی۔ آپ مجھے ڈانٹ کر تو
دیکھائے، میں آپ کے دانت

توڑ دوں گی۔

اچھا شاہ کی چھپکلی۔۔ تم میرے دانت توڑو گی۔ آئی بلیو
اٹ۔۔۔ میں تو ڈر گیا۔۔

عاصم اسے بیڈ پر پھینکنے کے انداز میں پھینکا۔ آہہ۔۔۔۔۔
شاہ۔۔ آئزہ کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا۔

کیا ہوا شاہ کی جان! تھوڑی دیر پہلے دانت توڑنے کی
دھمکیاں دیں رہی تھی۔ اب کیا ہوا میری چھپکلی۔ عاصم
اس کے اوپر جھکے۔ آئزہ چھپکلی

لفظ سنتے آگ بگولہ ہوئی۔

شاہ آپ نے مجھے چھپکلی کہاں۔۔

آئزہ عاصم کو بیڈ کی دوسری طرف گراتے خود اس کے
اوپر بیٹھی۔ ہاں چھپکلی۔۔ عاصم اپنی ہی دباتے پھر سے
لفظ دہراتے اس کو آگ لگا گیا۔

میں آپ کا کاسر پھوڑ دوں گی۔ اگر آپ نے دوبارہ چھپکلی
کہاں۔

آئزہ اس کے سینے پر مکے برساتے بولی۔
عاصم کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔

بہت بڑے ہے آپ۔۔ اتنی پیاری سی۔۔ کیوٹ سی بٹر
فلائے کو آپ نے چھکلی کا نام دیا۔ اوو سوری۔۔۔ بٹر
فلائے۔۔ آپ کی شان میں گستاخی کر دی۔ اب تو بٹر
فلائے کے حُسن میں قصیدے پڑھنے چاہیے۔

عاصم پھر سے اس کے اوپر جھکا۔۔ اس کے راہ فرار کے
سارے راستے بند کر گیا۔

آئزہ بڑی بڑی آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی۔

شاہ کی بٹر فلائے۔۔ کیا ہوا۔ ایسے کیوں دیکھ رہی ہو۔

عاصم اس کی آنکھوں کو باری باری چومتے بولا۔

آئزہ اس کے نیچے دبی سانس روکے دیکھنے لگی۔

وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ مجھے۔۔۔ آئزہ بولنے کی کوشش کرنے

لگی۔ پر عاصم شاہ کی بے باک حرکتوں سے اس کے باقی

کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔

عاصم اس کی تھائیز کو اپنے ہاتھوں سے چھوتے اوپر کی

طرف بڑھنے لگا۔

آئزہ کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوئے۔

جب عاصم شاہ نے ہاتھوں کی انگلیوں سے اس کی
گہرائیوں کو چھوا۔ شاہ۔۔۔۔۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔
آئیرہ سسکتے ہوئے بولی۔ شاہ کی بٹرفلایے دیکھ رہا ہوں۔
سو جن کم ہوئی یا نہیں۔ عاصم بے باکی سے بولتے، اس کی
جان لبوں پر لیں آیا۔

ہم کم ہے۔ مطلب میں اب کر سکتا ہوں۔ عاصم سو جن
کم محسوس کرتے بے باکی سے بولا۔ شاہ پلینز نہیں۔۔۔
مجھے بین ہو رہا ہے۔ آئیرہ درد کا بہانہ بناتے بولی۔ عاصم کا
قہقہہ کمرے میں گونجا۔

شاہ جانتا تھا۔ اس کی قربت سے بچنے کے لیے کوئی ناکوئی
بہانہ جڑے گی۔

عاصم اوپر ہو کر اس کی آنکھوں میں۔ دیکھنے لگا۔ جو بھیگی
نم نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ عاصم نے اپنے لب
دانتوں تلے دبائے۔ وہ جب جب اس کے قریب آتا
تھا۔ وہ ایسے ہی خوف کھاتی تھی۔ یا آنسو بہانے لگتی بھی۔
عاصم آج بھی پہلے کی طرح اس کے آنسو اذ نے حلق میں
اتارے۔ اور اس کے لبوں پر جھکتا گیا۔ آئہ نے تڑپ
کر اس کی شرٹ مٹھیوں میں دبوچی۔

میری جان۔۔۔ بلکل تکلیف نہیں دوں گا۔ جب جب
درد ہو گا۔ اپنے شاہ کو پکارنا۔ میں کوشش کروں گا۔
میری بٹر فلائی کو کم تکلیف ہو۔

عاصم محبت بھرے لہجے میں بولتے۔

اس کی لبوں کو شدت سے چومنے لگا۔ اففف بہت ہی
میٹھے ہیں۔ عاصم آنکھ ونک کرتا۔ اس کے لبوں کو سک
کرنے لگا۔ آئزہ اس کی نرم گرم شدتوں پر نڈھال ہوتی۔
خود کو اس کے سپرد کر گئی۔ عاصم لبوں سے، نیچے کی

طرف بڑھنے لگا۔ کندھوں سے اس کی شرٹ سرکاتے
اس کی سٹریپ پر اپنے لب رکھے۔ علینہ سک پڑی۔
بٹر فلانے۔۔ تم مجھے پاگل کر کے چھوڑوں گی۔

عاصم اس کی پر اسرار سسکیاں سنتے مسکراتے ہوئے
بولا۔

شاہ۔۔۔ آئزہ نے عاصم کی شرٹ کے بٹن کھولتے محبت
سے پکارا۔

ہم! شاہ کی جان کو بھی مزے لوٹنے ہے۔

عاصم مسکراتے ہوئے بولا۔ آئیرہ سرخ چہرے کے ساتھ
نظریں جھکا گئی۔

عاصم خود کی اور آئیرہ کی شرٹ ریمو یو کرتے بے باکی سے
اس کی دھڑکنوں کو اپنے سینے سے مسلا۔ آئیرہ کی سانس
سینے میں اٹکی۔ اففف شاہ۔۔۔ عاصم اپنا ٹروازر اتارتے
آئیرہ کی دھڑکنے بڑھا گیا۔

عاصم اوپر ہوتے اس کی کان کی لو کو اپنے دانتوں میں
دبایا۔

کی اس کو اس کی دہکتی سانسیں اس کو بے حال کرنے لگی۔
عاصم کے لبوں کی نرمی اپنی دھڑکنوں کی ناز کی کو محسوس
کرنے لگی۔ عاصم خود کے بیچ اس نازک پردے کو
رکاوٹ سمجھتے ایک جھٹکے سے اتار گیا۔ آئرنہ نے چیخ کر
اپنی آنکھیں بند کی۔

عاصم اس کی دھڑکنوں پر جھکے۔۔ اس کی ہچکیاں نکلوانے
لگا۔ آئرنہ مزاحمت کرتے اس کو خود سے دور کرنے آئرنہ
مزاحمت کرتے اس کو خود سے دور لگی۔ جب اچانک
عاصم نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں قید کرتے اوپر
کو کیا۔ اور پھر اپنا وزن منتقل کرتے ہوئے۔

نرمی سے اس کی گہرائیوں میں خود کو اتارا۔ آئزہ اس کی
نرمی پر بھی آنسو بہانے لگی۔ افف بڑ فلائے۔ تم اتنی
نازک ہو۔ میری اتنی سی شدتوں پر نڈھال ہو جاتی ہو۔
عاصم اس کے آنسوؤں کو اپنی زبان سے چنتے بولا۔

آئزہ اپنے ہاتھ چھڑواتے اس کی کمر پر باندھے۔ شکوہ
کناں نظروں سے دیکھنے لگی۔ افف۔۔۔ بڑ
فلائے۔ مت ایسے دیکھو۔ ورنہ ایک پل نہیں لگے گا۔
میری قربت کے لمحات بڑھ جائے گئے۔

عاصم اپنے عمل میں روانی لاتے۔۔ اس کی چنجیں نکلوانے
لگا۔

دونوں ایک دوسرے میں کم پسینے میں شرابور ایک
دوسرے کو دیکھنے لگے۔

عاصم نے مسکراتے ہوئے۔ اس کے بالوں پر لب
رکھے۔

بٹر فلائے۔۔ میں کچھ دنوں کے لیے اٹلی جا رہا ہوں۔
واٹ۔۔ اٹلی کے نام پر آئزہ اپنی حالت کو بنادیکھے اٹھ
بیٹھی۔

عاصم نے اس کی دھڑکنوں کا بغور جائزہ لیا۔

آئزہ اس کی نظریں اپنی دھڑکنوں پر محسوس کرتے فوراً
مبل خود پر اوڑایا۔ عاصم دبی دبی ہنسی ہننے لگا۔
آپ اٹلی جارہے۔ پہلے کی طرح مجھے یہاں چھوڑ کر۔ میں
آپ کی شکایت مورے کو کرتی ہوں۔ آئزہ آنکھوں میں
آنسو لیے سعدیہ بیگم کے پاس جانے کے لیے اٹھی۔

بٹرفلایں۔ ایسے ہی جاؤ گی۔ عاصم اس کا حلیہ دیکھتے بولا۔
نہیں کمرے پہن کر۔ آئزہ جواب دیتے پلٹنے لگی۔

عاصم نے اس کی کلائی پکڑ کر کھینچی آئزہ اپنی سانس
بولے۔ اس کے کشادہ سینے پر آکر گری۔

بٹر فلائے۔۔۔ صرف تین دن کے لیے جارہا ہوں۔
عاصم اس کے ماتھے پر لب رکھے بولا۔ آئزہ غصے سے
بولی۔ ایک ہفتے کے لیے جائے یا تین دن کے لیے۔
میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ آئزہ منہ پھلاتے
بولی۔ بٹر فلائے۔۔۔ میں ایک امپورٹنٹ

کام سے جارہا ہوں۔

عاصم فکر مندی سے بولا۔ وہ اسے ساتھ لے کر جاسکتا
تھا۔ پر وہ جس کام کے لیے جا رہا تھا۔ اور جس جگہ پر جا رہا
تھا۔ وہ کافی خطرناک تھی۔ گنڈوں کا ایک جزیرہ تھا۔
اسے وہاں اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

بٹرفلے۔۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگلی دفعہ میں تمہیں
ساتھ لے کر جاؤں گا۔

نہیں مجھے ابھی ساتھ لے کر جائے۔ ورنہ میں کچھ کر بیٹھو
گی۔ آئزہ دھمکی آمیز لہجے میں بول کر عاصم کی سانسیں
کھینچ لی۔ پاگل لڑکی۔ میں تمہاری جان لیں لوں گا۔

عاصم غصے سے دھاڑا۔

اس کی دھاڑ پر آئزہ کانپ اٹھی۔

خود کو مضبوط بناتی اٹل لہجے میں بولی۔ پھر لے کر ساتھ
چلے ورنہ۔ میں سچ میں۔۔ آئزہ آگئے کچھ بولتی عاصم اس
کے بالوں کو مٹھی میں دبوچتے باقی کے لفظ اپنے لبوں سے
قید کر گیا۔ آئزہ درد سے مچل اٹھی۔

آئزہ ہچکیوں سے روتی عاصم کو بغور دیکھ رہی تھی۔

عاصم لبوں میں سگریٹ دبائیں گہرے کش لیں رہا تھا۔ وہ
اسے سمجھا سمجھا کر تھک گیا۔

تھا۔ کہ وہ اسے وہاں نہیں لے کر جاسکتا۔ اُدھر اس کے
کتنے دشمن ہے۔ جو اسی کے منتظر بیٹھے رہتے ہے۔ کچھ
بھی ہو سکتا تھا۔ وہ اپنی جان کے ساتھ آئزہ کی جان
خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ آج رات 12 بجے کی
فلائٹ تھی۔ اسے نکلنا تھا۔ پر وہ اپنی زندگی کو ایسے
روتے ہوئے چھوڑ کر نہیں جاسکتا تھا۔ عاصم سگریٹ اپنی
انگلیوں کے پوروں سے مسلتے آئزہ کی طرف بڑھا۔

عاصم کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر آئزہ کا دل دوسو کی رفتار میں دھڑکا۔ پھر خود کو مضبوط بنا کر ایسے ہی بیٹھی رہی۔

بٹر فلائے۔۔۔ عاصم اس کے سامنے بیٹھتے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ جسے فوراً آئزہ نے پیچھے کر لیا۔ عاصم نے لب کاٹتے اپنے بالوں میں انگلیاں پھیری۔

بٹر فلائے۔۔۔ اپنے شاہ کو ناراض کر کے بھیجنا چاہتی ہو۔ عاصم اس کے تھوڑا قریب ہو کر بولا۔ فلحال میں ناراض ہوں۔ اور میں بالکل آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی۔

جائے آپ۔۔۔۔۔ جہاں آپ کو جانا ہے۔ آپ کو اپنا کام
عزیز ہے۔ بیوی گئی۔۔۔۔۔ باڑ میں۔۔۔۔۔ آئزہ منہ پھلاتے
اس کے پاس سے گزرتے ہوئے بولی۔

عاصم ایک سیکنڈ میں آئزہ تک پہنچتے بازوؤں سے جکڑے
دیوار کے ساتھ لگایا۔

چھوڑیں مجھے شاہ۔۔۔ مجھے درد ہو رہا ہے۔ آئزہ اس کی
سخت گرفت پر مچلتے ہوئے بولی۔ اور جو تم مجھے درد دیں
رہی ہو۔۔۔۔۔ اس کا کیا۔۔۔۔۔ بٹر فلائے۔

عاصم اس کی ناک کو چومتے بولا۔ آئزہ جھر جھری لیے
اس دشمن جا کو دیکھنے لگی۔

ایسا کیا بھی ضروری کام تھا۔ جو اسے اپنے ساتھ لیں جانے
سے منع کر رہا تھا۔

مجھے بابا کے پاس جانا ہے۔ مجھے یہاں نہیں رہنا۔ آئزہ
ہچکیوں سے سر جھکائے بولی۔ عاصم آئزہ کی بات پر غصے
سے اسے دیوار میں پٹختے۔۔۔ خود اضطرابی انداز میں
کمرے میں چکر لگانے لگا۔

آئزہ درد سے بلبلاتے بیڈ پر آکر بیٹھی۔ بٹرفلایں تم مجھے
غصہ دلارہی ہو۔

اور ریلی۔۔۔ غصہ تو آپ کے ناک پر لٹو کی طرح گھومتا
رہتا ہے۔

آئزہ عاصم کی بات پر فوراً بولی۔ عاصم نے گھور کر آئزہ کو
دیکھا۔

دروازے پر ہلکی سے دستک ہوئی۔ عاصم کو پتا تھا۔ کون
آیا ہو گا۔

عاصم نے دروازہ کھولا۔ سامنے کاوش کو دیکھ کر تھوڑا پر
سکون ہوا۔

آجایار۔۔۔ اپنی بہن کو سمجھا۔ جو ضد لگا کر بیٹھی
ہے۔۔۔ ساتھ جانے کی۔۔۔ عاصم کاوش کو دیکھ کر سرد
آواز میں بولا۔

کاوش کو اس نے کال پر سب بتا دیا تھا۔

وہ ایک خطرناک مشن پر اٹلی جا رہا ہے۔ وہ آئزہ کو ساتھ
نہیں لیں کر جاسکتا۔

وہ اپنی زندگی کی بھی گارنٹی نہیں دیں سکتا تھا۔ عاصم اس
کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر آئزہ کی طرف بڑھا۔
جو منہ پھلائے بیٹھی اپنے ناخن کتر رہی تھی۔ گڑیا۔۔۔
کاوش اس کے پاس بیٹھتے۔۔ اس کا سر اپنے کندھے پر
رکھا۔

آئزہ اپنے بھائی کے کندھے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر
رودی۔ لالا شاہ کو بولے نا۔۔۔ مجھے اپنے ساتھ لیں
جائے۔

آئزہ عاصم کو دیکھ کر ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی۔
عاصم کا دل جیسے ڈوب سا گیا ہو۔ گڑیا۔۔۔ آپ کے شاہ
کو ضروری کام سے جانا ہے۔ کاوش عاصم کو گھور کر بولا۔
لالا مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ آخر کار آئزہ بول ہی پڑی۔
وہ ایسے الفاظ منہ سے نکالنا نہیں چاہتی تھی۔ پردل میں
آتے بُرے وسوسوں کے ڈر سے بول ہی پڑی۔ لالا
شاہ۔۔۔۔۔ کو بولے نامت جائے۔ میرا دل بہت گھبرا رہا

ہی۔ اگر شاہ کو کچھ ہو گیا۔۔ میں مر جاؤں گی۔ آئزہ کی

بات جہاں کاوش پریشان ہوا۔

وہاں عاصم کا دل جیسے مٹھی میں بھر لیا ہو۔ وہ بھی تو کچھ

غلط ہوتے محسوس کر رہا تھا۔ گڑیا۔۔ آپ ایسے مت

سوچو۔۔ عاصم صرف دو یا تین دن کے لیے جا رہا ہے۔

آپ میرے ساتھ چلو۔۔ تب تک عاصم آجائے گا

واپس۔

کاوش آئزہ کا ماتھا چومتے بولا۔ آئزہ نے ایک نظر عاصم کو

دیکھ جو سر جھکائے زمین کو گھور رہا تھا۔ ٹھیک ہے

لالا۔۔۔ مجھے یہاں سے لیں جائے۔ آئزہ کی بات پر عاصم
کا دل بری طرح دھڑکا۔
نظر اٹھا کر آئزہ کو دیکھا۔ آئزہ نے فوراً اپنا چہرہ دوسری
طرف کر لیا۔

عاصم کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر اس کی

بیرڈ پر جذب ہوا۔

گڑیا پکنگ کر لو۔۔۔ میں نیچے ہی بیٹھا ہوں۔ کاوش آئزہ
کے ماتھے پر لب رکھے بولا۔

اور ایک نظر عاصم کو دیکھتے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ آئره
بھی اپنے آنسو صاف کرتی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔

عاصم اس کی کلائی سے پکڑ کر خود کی طرف کھینچا آئره
گھومتے ہوئے۔ اس کے چوڑے سینے سے آگئی۔ اپنا سر
گھومتا ہوا محسوس ہوا۔

عاصم اس کی گردن میں چہرہ چھپائے اس کے بدن کی۔
خوشبو اپنے اندر اتارنے لگا۔

عاصم کی گرم سانسیں اپنی گردن پر محسوس کرتے بُری
طرح کانپنے لگی۔

بٹرفلائے۔۔۔ اپنے شاہ کو hug نہیں کرو گی۔ عاصم
اسے ایسے ہی کھڑے دیکھ کر نم لہجے میں بولا۔ آئزہ عاصم
کا نم لہجہ محسوس کر کے تڑپ کر اپنی باہیں عاصم کی کمر پر
باندھی۔ پر کچھ نابولی۔ عاصم آئزہ کو کتنی دیر ایسے ہی
اپنے حصار میں لیے کھڑا رہا۔

عاصم اسے اپنے حصار سے آزاد کرتے اس کے لیوں کو
نرمی سے چومنے لگا۔

موبائل کی رنگ پر عاصم ہڑبھرا کر پیچھے ہٹا۔ اپنی پوکٹ
سے موبائل نکال کر کان کو لگایا۔ بیس بالانج بول۔۔۔

عاصم تمہاری فلائیٹ کا ٹائم رات 12 بجے کا تھا۔ پر اب
فلائیٹ 4 بجے یہاں سے اوڑان بھڑے گی۔

بالانج کی بات پر عاصم غصے سے بولا۔ واٹ بالانج۔۔ ایسے
کیسے ہو سکتا ہے۔ بارہ بجے کی فلائیٹ اب اب چار بجے
کی۔ عاصم یار مجھے نہیں پتا۔۔۔ مجھے جیسے ہی پتہ چلا۔ میں
نے تمہیں انفارم کر دیا۔ عاصم نے غصے سے کال بند
کی۔ اور ہاتھ میں پہنی برینڈ ڈگھڑی پر ٹائم دیکھا

جہاں دو گھنٹے تھے۔۔۔ چار بجنے میں۔ عاصم کی نظر اپنے
سامنے کھڑی اپنی بٹر فلانے پر پڑی۔ جو ہونٹ نکالے رو
رہی تھی۔ ایم سوری بٹر فلانے۔۔۔ مجھے جانا ہو گا۔

عاصم اسے اپنے ساتھ لگائے بولا۔ آئزہ اس کے سینے سے
لگی۔۔۔ ہچکیوں سے رونے لگی۔ عاصم اسے روتے دیکھ
کر اسے خود سے الگ کرتے۔۔ اس کے ماتھے پر لب
رکھے۔ شاہ کی جان۔۔ مت رو۔۔ بس تمہیں اپنا خیال
رکھنا ہے۔ میں جلدی واپس آ جاؤں گا۔ شاہ کی جان۔۔
عاصم اس کے لبوں کو چومتے پاس پڑا اپنا بیگ اٹھا کر
کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ وہ تھوڑی دیر اور رکتا۔ اس کا دل

پھٹ جانا تھا۔ شاہ۔۔۔ آئزہ اس کے پیچھے بھاگی۔ وہ ایک
خطرناک مشن پر اٹلی جا رہا ہے۔ اس کا دل بُری طرح بیٹھ
رہا تھا۔

شاہ۔۔۔ آئزہ پاگلوں کی طرح چیختے اس کے پیچھے بھاگ
رہی تھی۔

عاصم خود کے دل کو سنبھالتے لاؤنج میں داخل ہوا۔ اپنی
مام کے سینے سے لگا۔ سعدیہ بیگم نے روتے ہوئے۔۔۔ اس
کا ماتھا چوما۔ اور سلامتی کی دعا دی۔

عاصم باقی سب سے ملتا۔۔ کاوش کی طرف بڑھا۔

کاوش میری آئزہ کا خیال رکھنا۔

عاصم یہ بولتے باہر کی طرف بڑھا۔ جہاں احمد کھڑا اس کا
انتظار کر رہا تھا۔

شاہ۔۔۔ پلیز مت جائے۔۔۔ آئزہ روتے ہوئے داخلی
دروازے کی طرف بڑھی۔

علینہ اور نور نے آگے بھر کر آئزہ کو پکڑنا چاہا۔ پر وہ اس سے پہلے اپنے ہوش کھوتی زمین بوس ہوئی۔ آئزہ۔۔۔ نور اور علینہ اس چیختے ہوئے۔۔۔ آئزہ کی طرف بڑھی۔

عاصم کے قدم وہی دروازے پر جم گئے۔ آنسو قطروں کی صورت میں بہنے لگے۔

پر وہ خود کو سنبھالتے۔۔۔ داخلی دروازہ عبور کر گیا۔ کاوش آئزہ کو اپنی باہوں میں اٹھاتے۔۔۔ صوفے پر لٹایا۔ ہاشم آگے بڑھ کر آئزہ کا چیک اپ کرنے لگا۔ نبض مدھم چل رہی تھی۔ علینہ میرا میڈیکل باکس لاؤ۔ فاسٹ ہاشم

کی آواز پر علینہ بھاگتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھی۔ دو
منٹ میں میڈیکل باکس ہاشم کو لا کر دیا۔ سب پریشانی
سے کھڑے آئزہ کو دیکھ رہے تھے۔

ہاشم کوئی پریشانی کی تو بات نہیں۔۔ سعدیہ بیگم فکر مند
لہجے میں پوچھنے لگی۔ خالہ آئزہ پریگنٹ ہے۔ میں نے
بلیڈ کے سمپل لیں لیا ہے۔ رپورٹ آئے گی۔ تو کنفرم ہو
جائے گا۔ سب کے چہرے پر خوشی کے آثار چھانے
لگے۔

پر اسے ٹینشن سے دور رکھنا ہو گا۔ اگر پھر اس طرح
ٹینشن لیں گی۔ تو پنیک اٹیک بھی ہو سکتا ہے۔ ہاشم کی
بات پر سب کے چہرے کی خوشی غائب ہوئی۔

ہاشم اسے اجیکشن لگا دو۔ تاکہ کچھ گھنٹے پر سکون سے سو
سکیں۔ کاوش کی عین کی بات پر ہاشم نے سر اٹھا کر
دیکھا۔ پرینسی میں اس طرح انجیکشن نہیں لگاتے۔ بچے
پر بہت بُرا اثر کے انجی ہا پڑے گا۔

ہاشم آئزہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر اٹھا۔

تم اسے اپنے ساتھ لیں جاؤ۔ وہاں سب کے درمیان
خوش رہے گی۔ یہاں عاصم کو یاد کرتے روتی ہی رہے
گی۔ ہاشم کی بات پر عاصم نے سر اثبات میں ہلایا۔

سعدیہ بیگم نے آگئے ہوتے۔ اپنی بہو کے ماتھے پر لب
رکھے۔

نور بیٹا۔ آئزہ کا سامان لیں آؤ۔ سعدیہ بیگم کے کہنے پر
نور اوپر کی طرف بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر میں پکینگ کرتے
سوٹکیں نیچے لیں کر آئی۔ کاوش سب کو سلام کرتے آئزہ

کو اپنی باہوں میں اٹھائے باہر کی طرف بڑھا۔ اور کچھ ہی
دیر میں وہاں سے گاڑی زن سے بھگالیں گیا۔

بہرام کمرے میں داخل ہوا۔ ہیزل بیڈ پر بیٹھی۔ دراز
میں کچھ تلاش کر رہی تھی۔

میرا بھالو کیا تلاش کر رہا ہے۔ بہرام اسے بغور دیکھتے
بولا۔ کچھ نہیں۔۔ ہیزل بہرام کو دیکھے بنا فوراً بولی۔

کیا ہوا۔ بھالو مجھ سے ناراض ہو۔ بہرام اس کے پاس ہی
بیٹھتے بولا۔

آپ کو کیا۔ آپ جائے۔۔ آپ کو میری ناراضگی سے
فرق پڑتا ہے۔ ہیزل منہ بنا کر بولی۔ انگورس ڈارلنگ۔
۔۔۔ ویسے بتانا پسند کرے گی۔ میرا بھالو مجھ سے ناراض
کیوں ہے۔

یہ آپ کو پتہ ہونا چاہیے۔ ہیزل تھوڑا آگئے جھکی۔ چھوٹی
آنکھیں کر کے دیکھنے لگی۔

بہرام کا قہقہہ کمرے میں بے ساختہ گونجا۔ ہیزل نے
زور زور سے مکے بہرام کے سینے پر برسائے۔ پر بہرام پر
ان مکوں کا ذرا سا بھی اثر نہیں ہوا۔ وہ جانتا تھا۔ وہ ناراض
کیوں ہے۔

اسی لیے بہانے بہانے سے تنگ کر رہا تھا۔

آپ کو سچ میں کچھ یاد نہیں۔ ہیزل ایک دفعہ پھر پوچھنے لگی۔ بہرام کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ نہیں مجھے کچھ بھی نہیں یاد۔

اگر تم یاد کروادو تو۔ میں کیوں یاد کرواؤں ہیزل بہرام کی بات کاٹتے ہوئے فوراً بولی۔

اچھا آج میرا بھالو۔۔۔ اتنا ہاٹ کیوں بنا ہوا ہے۔ بہرام اسے ریڈ فرائک میں بغور دیکھتے بولا۔ بہرام کی بات پر ہیزل نے اپنے لب بے دردی سے کاٹے۔ وہ آج اپنی

برتھ کی تیاری کر کے فل ریڈی ہو کر بیٹھی تھی۔ پر ادھر
تو اس کے شوہر کو یاد ہی نہیں تھا۔ ہیزل سوچتے منہ
بسورتے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

بہرام نے ہیزل کے دانتوں سے لبوں کو چھڑوایا۔

جو اپنے لب کاٹے سرخ کر چکی تھی۔

بہرام اسے اٹھا کر واش روم کی طرف بڑھا۔

ہیزل تذبذب کا شکار ہونے لگی۔

ہیزل کے چودہ طبق تب روشن ہوئے۔ جب بہرام اسے
شاوہ کے نیچے کھڑا کر کے آگئے ہوتے شاوہ اون کیا۔
ٹھنڈا پانی گرنے پر ہیزل پھر ک کر بہرام کے سینے سے
لگی۔

بھالو آرام سے۔ بہرام اس کے پہلو پر ہاتھ رکھتے بولا۔
ہیزل کا چہرہ سرخ پڑا۔ شاوہ میں سے گرم پانی ٹپکتے
محسوس کر کے اپنی سانسیں بحال کی۔

خان۔۔۔ میں تھوڑی دیر پہلے فریش ہوئی تھی۔

ہیزل بہرام کو گھور کر بولی۔

تو کیا ہوا۔ اپنے خان کے ساتھ پھر فریش ہو جاؤ۔

بہرام بے باکی سے بولتے اس کے نشیب و فراز کو چھوا۔

ہیزل بہرام کی حرکت پر چہرہ ٹماٹر کی طرح سرخ پڑا۔

خان پلیزیہ مت کریں۔

ہیزل بہرام کی شرٹ مٹھیوں میں دبو چتے بولی۔

بہرام ہلکا سا مسکرایا۔

کیا نا کروں۔ میری جان۔۔ بہرام ہیزل کی کان کی لوں
کو دانتوں میں دباتے بولا۔ ہیزل کی

ہلکی سی سسکی نکلی۔

وہ ہی۔۔۔ ہیزل دو لفظ بولتے شرم سے بہرام کے سینے
میں چھپی۔

کیا وہ ہی۔۔۔۔۔ بہرام ہیزل کو ہر پردے سے آزاد
کرتے ہوئے بولا۔ ہیزل بہرام کی شرٹ کو مٹھیوں میں
دبوچتے کانپنے لگی۔

بہرام اس کے پیٹ پر جھکے شدت سے چومنے لگا۔ ہیزل
بامشکل ہی اپنے قدموں پر کھڑی ہوتی بہرام کی شدت
سہنے لگی۔

بابا کی پر نسز بہرام ہیزل کے پیٹ پر جھکے لب رکھتے پیار
سے پکارنے لگا۔ خان۔۔۔ مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا۔
ہیزل کانپتے ہوئے بولی۔

بہرام اس کی حالت دیکھ کر اسے اپنی باہوں میں اٹھا گیا۔
ہیزل شرم سے پانی پانی ہوتے اس کے سینے میں منہ
چھپایا۔

بہرام اس کے نشیب و فراز کا اتاؤ چڑھاؤ دیکھ کر گہرا
مسکرایا۔ اور اسے باتھ روم سے لیں کر نکلا۔ اور ڈریسنگ
کی طرف بڑھا۔ ڈریسنگ میں داخل ہوتے اسے صوفے
پر بیٹھایا۔ ہیزل اپنی حالت دیکھ کر فوراً بہرام کے سینے
سے لگی۔

خان۔۔۔ میرے کپڑے۔۔ ہیزل شرم سے بولی۔
بہرام کا قہقہہ بے ساختہ روم میں گونجا۔

ایسے ہی اچھی لگ رہی ہو بھالو۔ بہرام اس کے بڑے
بڑے وجود کو بے باکی سے دیکھتے بولا۔ ہیزل نے گھور کر
دیکھا۔

بہرام الماری کی طرف بڑھا۔ ہیزل کی فراک نکالی جو
کل نئی لیں کر آیا تھا۔

ریڈ فراک جس پر ہلکے گرین کلر کے نگینے

لگے ہوئے تھے۔

ہیزل منہ کھولے دیکھنے لگی۔

خان۔۔۔ یہ آپ لیں کر آئے ہے۔۔۔ میرے لیے۔
بہرام ہیزل کی طرف بڑھا۔ اس کو اپنے برابر کھڑا
کرتے ہیزل کا ہاتھ نشیب و فراز سے ہٹایا۔ ہیزل لب
کاٹتی سر جھکا گئی۔

بہرام بنا بلاؤز پہنائے اسے ڈئیریکٹ فراک پہنانے لگا۔
ہیزل بت بت بنی بہرام کو دیکھنے لگی۔

اب بہرام مسکراتے ہوئے۔ اس کے بال سہلانے لگا۔
باقی کے پردے اس لیے نہیں پہنائے جان بہرام۔ وہ اتر
ہی جانے ہے۔

بہرام ہیزل کے کان میں سرگوشی کر کے اسے سرتا پیر
سرخ کر گیا۔

ڈھیلے ڈھالے ریڈ فرائک میں ہیزل کا چہرہ اور بھی کھل
اٹھا تھا۔ پیٹ بھی کم واضح ہونے لگا تھا۔ خان۔۔۔ آپ
ٹھیک تو ہے۔

ہیزل بہرام کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر چیک کرنے لگی۔
بلکل میں ٹھیک ہوں۔ اب تم ٹھیک نہیں رہنے والی۔
بہرام اسے باہوں میں اٹھا کر ٹیرس کی طرف بڑھا۔

جیسے ہی وہ ٹیرس پر آئے، پھولوں کا ایک جھونکا۔ ان
کے اوپر آکر گرا۔

ہیزل ساکت سی ٹیرس کو دیکھنے لگی۔ ہر طرف ریڈ
بلون۔ اور ریڈ پھولوں سے انتہائی خوبصورت طریقے
سے سجایا گیا تھا۔ ٹیرس کے بچو بیچ ایک چھوٹا سا ٹیبل
جس کے اوپر کیک رکھا گیا تھا۔

کینڈلز جل کر اپنا ایک الگ ہی منظر پیش کر رہی تھی۔

ہیپی برتھ ڈے۔۔۔ جان بہرام

بہرام ہیزل کے کان کے قریب جھک کر بولا۔ ہیزل
بہرام کی آواز پر شدت سے اس کے سینے سے لگی۔ آپ
کو یاد تھا۔ میرا برتھ ڈے۔ میں کیسے بھول سکتا ہوں۔
جان بہرام۔۔۔ بہرام اس کے گرد شدت سے حصار
باندھے بولا۔

بہت مینے ہے۔ آپ۔۔۔ اگر پتا تھا۔ تو پہلے ہی بتا دیتے۔
ہیزل بہرام کے سینے سے الگ ہوتے بولی۔

اگر پہلے بتا دیتا۔ تو یہ سر پر اتر کیسے دیتا۔ بہرام اس کے
قریب جھک کر بولا۔

ہیزل بہرام کی بات پر گہرا مسکرائی۔

تھینکیو خان۔۔ یہ سب کرنے کے لیے۔

خان آر آپ میرے لیے کیا کر سکتے ہے۔

میں تو

اپنی محبوب بیوی پر پوری سلطنت لٹا سکتا ہوں۔ بہرام
ہیزل کے گال چومتے بولا۔

ہیزل نے مسکراتی نظروں سے بہرام کو دیکھا۔

ایک کٹینگ کرتے ہے جان بہرام۔

بہرام ہیزل کو اپنے حصار میں لیے ٹیبل کی

طرف بڑھا۔

ہیزل کے ہاتھ میں نائف پکڑایا۔ اور کینڈلز جلائی۔ جسے
ہیزل فوراً جھک کر بجھا گئی۔ بہرام نے گھور کر دیکھا۔

خان سیدھی طرح کیک کٹینگ کرے۔ مجھ سے کھڑا
نہیں ہوا جا رہا۔

ہیزل کو اپنے پہلو میں ہلکا ہلکا درد ہونے لگا۔ جسے وہ
تھکاوٹ کا سوچ کر اگنور کرنے لگی۔ بہرام نے فوراً ہیزل
کو پاس پڑی چئیر پر بیٹھایا۔ اور ہیزل کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ

کر کیک کٹینگ کرنے لگا۔

ہیپی برتھ ڈے میرا بھالو۔۔

بہرام نے جھک کر اس کے ماتھے پر لب رکھے۔

ہیزل سانس روکے دیکھنے لگی۔ ہیزل نے بہرام کی طرف کیک بڑھایا۔ جسے وہ مسکراتے ہوئے کھانے لگا۔

بہرام ہیزل کی آنکھوں میں نمی محسوس کر کے تھوڑا قریب ہوا۔ ہیزل نے یک دم بہرام کا کالر سے پکڑ کر

کھینچا۔ بہرام نے فوراً ہیزل کے دونوں اطراف ہاتھ رکھے۔

بہرام نے ہیزل کی گرے آنکھوں میں دیکھا۔ جہاں حیا کی لالی کے ساتھ کچھ اور بھی تھا۔

آنہہ۔ یہاں ہوا تھا بہرام ساکت۔ ہیزل بہرام کے لبوں پر جھکی۔ شدت سے سک کرنے لگی۔ بہرام سانس روکے اس کے نرم لبوں کا نرم لمس اپنے ہونٹوں پر محسوس کرنے لگا۔ آج اس کی ہیزل خود پہلے اس کی طرف بڑھی۔ جیسے وہ یقین کرنا چاہا ہو۔

ہیزل بہرام کے لبوں کو آزاد کرتے بہرام کو دیکھنے لگی۔
جو جو اسے ہی دم سدھ سادیکھ رہا تھا۔ بہرام نے کیک کا
چھوٹا سا پیس اٹھا کر ہیزل کے ہونٹوں پر کریم لگائی۔ اور
جھک کر ہیزل کے لبوں کو شدت سے اپنی زبان پھیرنے
لگا۔

اب وہ کس کر کے بہرام کے جذبات کو بڑھاوا دے گئی
تھے۔ اب کہاں بہرام پیچھے ہٹنے والا
تھا۔ ہیزل نے ہلکی سی زبان باہر نکالی۔ بہرام مسکراتے
ہوئے۔

ہیزل کی زبان اپنے لبوں میں جکڑے شدت سے اس کا
رس پینے لگا۔

ہیزل بھی بھرپور ساتھ دیتی۔ بہرام کے ساتھ لیٹنے لگی۔

بہرام اسے یوں ہی باہوں میں اٹھائے اندر کی طرف
بڑھا۔ پر دونوں نے ایک دوسرے کے لبوں سے پیٹے
عشق کا جام پینے لگے۔ بہرام ہیزل کو بیڈ پر لٹاتے اس پر
جھکتا چلا گیا۔

کاوش آئزہ کو لے کر حویلی پہنچا۔ آئزہ کو گاڑی میں ہی
ہوش آگیا تھا۔ حویلی میں سب کو ہی بتا دیا تھا۔ آئزہ کی

طبیعت کے بارے میں۔ آئزہ اپنے کمرے میں بیڈ
کراؤن سے ٹیک لگائے چھت کو گھورے جا رہی تھی۔
زمینہ بیگم آئزہ کے پاس بیٹھی سیب کٹ کر رہی تھی۔

میرا بچہ صبر رکھو۔ عاصم آجائے گا۔ کچھ دن کے لیے تو
گیا ہے۔ تم ایسے ہے رہو گی۔ تمہارے پہلو میں اب
تمہاری اولاد ہے۔

اس کا بھی اب خیال رکھنا ہے۔ زمینہ بیگم اپنی بچی کی
حالت دیکھ کر محبت پاش لہجے میں بولی۔ جب سے آئی
تھی۔ ایسے ہی چپ بیٹھی تھی۔ یہ لویہ کھاؤ۔ زمینہ بیگم
آئزہ کی طرف سیب کی پلیٹ بڑھاتے بولی۔

مورے مجھے کچھ نہیں کھانا۔ ابھی میں آرام کرنا چاہتی
ہوں۔ آئزہ اپنی مورے سے نظریں چراتے بولی۔

میری گڑیا۔۔۔ کو کیا ہوا۔ کیوں منہ لٹکائے بیٹھی

ہے۔ بہرام آئزہ کے کمرے میں داخل ہوتے بولا۔
بہرام کے پیچھے ہیزل بھی کمرے میں داخل ہوئی۔
کچھ نہیں لالابلس آرام کرنا چاہتی ہوں۔ آئزہ بہرام کو
دیکھ کر خم لہجے میں بولی۔ سنا ہے۔ میں مامی بننے والی
ہوں۔ ہیزل آئزہ کا خم لہجہ دیکھ کر فوراً آئزہ کو خود کے

ساتھ لگاتے بولی۔ آئزہ نے صرف مسکرا کر اثبات میں
سر ہلایا۔

میری گڑیا۔ کچھ ہی گھنٹوں میں دیکھو رنگ کیسا زرد پر گیا
ہے۔ آنے دو سالے صاحب کو اچھے سے خبر لوں گا۔
بہرام آئزہ کے ماتھے پر لب رکھ کر بولا۔ آئزہ نے ایک
چھوٹی سی سائل پاس کی۔ لالا شاہ کو بے بی کے بارے میں
کوئی نہیں بتائے گا۔ آئزہ معصومانہ چہرہ بنا کر بولی۔ بلکل
گڑیا۔۔ کوئی بھی نہیں بتائے گا۔

بہرام مسکراتے ہوئے بولا۔ چلو سیب کھاؤ۔

مورے نے اتنے پیار سے کٹ کیے ہیں۔

بہرام آئزہ کی طرف سیب کا چھوٹا سا ٹکڑا بڑھاتے بولا۔

جسے آئزہ نے مسکراتے ہوئے فوراً پکڑ لیا۔

گڑ۔۔۔ بہرام نے مسکراتے ہوئے آئزہ کے سر پر ہاتھ

پھیرا۔

کاوش اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ موبائل کے

رنگ پر اپنی پوکٹ سے نکال کر ان رنگ نمبر دیکھ کر

چونکا۔

فورالیں کر کے کان کو لگایا۔ فون پر ملنے والی خبر سن کر
جیسے ساتھوں آسمان سر پر آگرھے۔ کاوش موبائل بند
کر تا فورانچے کی طرف بڑھا۔ دامیار لالا۔۔۔ کاوش نے
دامیار کو پچن کی طرف بڑھتے دیکھ کر نم لہجے میں پکارا۔
کاوش کی پکار پر دامیار فوراکاوش کی طرف بڑھا۔ کیا
ہوا۔۔ کاوش تم پریشان لگ رہے ہو۔ لالا پریشانی کی بات
ہے۔ آپ میرے ساتھ چلے۔

کاوش دامیار کو لے کر باہر کی طرف بڑھا۔

کاوش کچھ بتاؤ گئے۔

لالا عاصم ٹھیک نہیں ہے۔ عاصم کے نام پر دامیار نے
چونک کر دیکھا۔

کاوش عاصم تو اٹلی گیا ہے۔ دامیار پریشان۔ لہجے میں
بولا۔ جی لالا۔۔۔ اٹلی سے ہی کال تھی۔

عاصم جنگل میں زخمی حالت میں پایا گیا ہے۔ پاگل ہو گئے
کاوش۔ تم نے غلط سن لیا ہے۔

نہیں لالا وہاں کے کمانڈر کا فون تھا۔

کاوش دامیار کی بات کاٹتے ہوئے فوراً بولا۔ چلو میرے
ساتھ۔۔۔ یہاں کسی کو کچھ ناپتا چلے۔ آئزہ یہ صدمہ بالکل
نہیں برداشت کر پائے گی۔ دامیار گاڑی میں بیٹھتے ہوئے
بولا۔ کاوش بھی فوراً گاڑی میں بیٹھا۔ اور زن سے گاڑی
بھگالیں گئے۔

ہاشم لاؤنج میں کسی سے فون پر بات کرتے کرتے پریشانی
سے چکر لگا رہا تھا۔

عاصم کی خبر کچھ دیر پہلے ہی پتا چلی تھی۔

سعدیہ بیگم نے رورو کر برا حال کر لیا تھا۔ باقی سب کا بھی
یہ ہی حال تھا۔ بالاج میری ٹکٹ بک کرواؤ اٹلی کی۔
فاسٹ۔۔ مجھے ابھی نکلنا ہے۔ ہاشم سر دلہجے میں

بولا۔

ہاشم میں بھی ساتھ چلو گا۔ کاوش اندر داخل ہوتے

بولا۔

ہاشم احمد نے ٹکٹ بک کروالی ہیں۔

ٹھیک ہے۔ ہمیں نکلنا چاہیے۔

خالہ۔۔۔ آپ پریشان ناہو۔ ہم عاصم کو پاکستان واپس
لیں کر ہی لوٹے گئے۔

ہاشم سعدیہ بیگم کا ماتھا چومتے ہوئے بولا۔ اور فوراً ائیر
پورٹ کے لیے نکلے۔

ہاشم جیسے ہی اٹلی کے ائر پورٹ پر اتر اٹھا۔
کسی کی کال آنے پر فوراً جنگل کی طرف نکلا۔ یہ اٹلی کا
خطرناک جنگل تھا۔ جس طرح ایمازون کے راستے مشکل

اور خطرناک تھے۔ عاصم جلدی سے گاڑی میں بیٹھا۔
جہاں پہلے سے ہی اسامہ گاڑی میں کرکھڑا تھا۔ اسامہ دو
دن پہلے ہی اٹلی آگیا تھا۔
عاصم کے کہنے پر جنگل میں جگہ جگہ کیمرے فکس کیے
تھے۔

امریکہ سے لڑکیاں سمگلنگ کے لیے یہاں لائی جانی
تھیں۔

آج کڑوروں اربوں کی ڈیل ہونے تھی۔ ہاں
اسامہ۔۔۔ سب کلیر ہے۔ لیس سر۔۔۔ جیسے آپ نے
بولا تھا۔ ویسے ہی سب

کچھ ریڈی کیا ہے۔

ہر طرف شہیر ملک کے آدمی گھات لگائے

بیٹھے ہیں۔

اسامہ پریشانی سے بولا۔ عاصم اسامہ کی بات پر خاموش
رہا۔ اپنی آنکھیں بند کی۔ آنکھوں کے سامنے آئہ کا تڑپنا
رونادیکھائی دینے لگا۔ عاصم نے جٹ سے آنکھیں
کھولی۔ اور ایک لمبی سانس اپنے اندر اتاری۔ کوئی نہیں
بچے گا۔ اسامہ۔۔۔ شہیر ملک کی موت کی۔ آج موت کو
بھی گلے لگانا پڑے۔ پیچھے نہیں ہٹے گئے۔
عاصم دھاڑتے ہوئے بولا بہت کر لیا پیٹھ پیچھے
وار۔۔۔ اب اور نہیں۔

ایسے کتوں کو دردناک موت دوں گا۔ پورا اٹلی دیکھے گا۔

عاصم۔۔۔۔۔ شہیر ملک نے رات کو ہی لڑکیاں منگووالی
تھی۔ اب کروڑوں کی ڈیل ہونی ہے۔ فکرنا کرو
اسامہ۔۔۔۔۔ یہ ڈیل تو عاصم شاہ ہی جیتے گا۔ عاصم قہقہہ
لگا کر ہنسا۔

اسامہ اپنی ہنسی دباتے ہوئے بولا۔ عاصم اور اسامہ گاڑی
سے نکل کر جنگل میں داخل ہوئے۔ اسامہ اپنے ٹیب پر
جنگل میں لگے کیمرے کی فوٹیج چیک کرنے لگا۔

فوٹیج کے ذریعے ویسے ویسے آگتے بڑھنے لگے۔

اونچے نیچے راستے۔۔ عجیب و غریب سے نظر آنے والے
جانور۔۔

کیمرے کی فوٹیج میں نظر آرہے تھے۔ اسامہ اور عاصم
پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے۔

سامنے سے دو آدمی بلیک کوٹ پہنے اور چہرے

پر ماسک لگائے۔

ہاتھ میں سانپ پکڑے۔ آگتے بڑھ رہے۔

عاصم نے اسامہ کو درخت کے پیچھے چھپنے کے لیے
کہاں۔ اور خود ایک ہی سیکنڈ میں ان آدمیوں تک پہنچتے
ہی۔ اپنے چاکو سے ایک ہی وار میں ان کی شہ رگ کاٹ
گیا۔ دونوں آدمی زمین پر گرڑھتے تڑپنے لگے۔

خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ عاصم نے اسامہ کو آگئے آنے
کا اشارہ کیا۔ اب دونوں ہاتھوں میں پسل پکڑے۔ آگئے
کی طرف بڑھے۔ جہاں ان کے دو تین آدمی کھڑے
انتظار کر رہے تھے۔

عاصم کو دیکھتے۔ ان تینوں نے سلیوٹ کیا۔

سر۔۔۔ شہیر ملک آدھے گھنٹے پہلے۔ اس راستے کی
طرف گیا ہے۔ ان میں سے ایک آدمی فوراً بولا۔ گڑ۔۔۔
عاصم مسکراتے ہوئے بولا۔ اور لڑکیاں جو یہاں سمگلنگ
کے لیے یہاں لائی گئی تھیں۔

اُن کو کہاں رکھا ہے۔

سر شہیر ملک لڑکیوں کو بھی یہاں سے لیں گیا ہے۔ م! کوئی بات نہیں۔۔ کہاں تک جائے گا۔۔ کمینہ عاصم غصے سے سر دلچے میں بولا۔

تم اس طرف جاؤ۔ ہم اس طرف جاتے ہیں۔ جیسے ہی خبر ملی انفارم کر دینا۔

لیس سر۔۔ عاصم کی بات پر وہ تینوں دوسرے راستے کی طرف نکلے۔ عاصم اور اسامہ سامنے کی طرف بڑھ گئے۔ جہاں شہیر ملک اُن لڑکیوں کو لیں کر گیا

تھا۔

ناسم ایک ہاتھ میں پیسل پکڑے۔ دوسرے ہاتھ میں اپنا
چاکو پکڑے آگئے بڑھ رہا تھا۔ اسامہ بھی عاصم کے ساتھ
قدم قدم چلتے آگئے بڑھ رہا تھا۔

جیسے ہی آگئے بڑھے۔ سامنے لڑکیوں پر نظر پڑی۔
جنہیں درخت کے ساتھ رسیوں سے بہت برے
طریقے سے باندھا گیا تھا۔ اور ایک طرف شہیر ملک غصے
سے دھاڑتے کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ اور چاروں

طرف شہیر ملک کے آدمی بلیک ماکس پہنے کھڑے
تھے۔

عاصم نے سامنے سے آتے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔
عاصم کا اشارہ سمجھتے۔ درخت کے پیچھے چھپے اسامہ رہوں
ں صرف بڑھا۔

جو سہی کھڑی بھوک سے نڈھال مشکل سے ہی درخت
کے سہارے کھڑی تھی۔

پانچ لڑکیاں تھی۔ جو انتہا کی خوبصورت افریکن لگ رہی
تھی۔ وہ لڑکیاں اسامہ کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر سہم
گئی۔

ریلیکس۔۔۔ میں آپ کی مدد کرنے آیا ہوں۔ اسامہ
درخت کے ساتھ

کھڑا ان کو ریلیکس رہنے کا اشارہ کیا۔ پلیز ہمیں یہاں
سے نکالیں۔۔ ایک لڑکی

انگلش زبان میں بولی۔

اسامہ ان کی رسیاں کھولتے۔ وہاں سے بھاگنے کا بولا۔
تم لوگ یہاں سے بھاگو۔ سامنے ہمارا

آدمی کھڑا نظر آئے گا۔

تم لوگوں کا بحفاظت اس جنگل سے نکال دیں گا۔

اسامہ کی بات پر وہ لڑکیاں۔۔ بھاگنے لگیں۔

وہ نڈھال سی اندھا دھند بھاگنے لگیں۔ شہیر ملک کے
آدمی لڑکیوں کو بھاگتے دیکھ کر شور مچا دیا۔ اس اشنا میں

عاصم لوگوں نے ان کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر۔ فائرنگ
سٹارٹ کر دی۔ شہیر ملک عاصم کو دیکھتے غصے سے
درخت کے پیچھے چھپا۔ عاصم کا قہقہہ جنگل میں گونجا۔
شہیر ملک تیری موت تیرے سامنے کھڑی ہے۔

بزدلوں کی طرح منہ چھپانے سے کچھ نہیں

ہو گا۔ عاصم سامنے دو آدمیوں کے سینے پر فائر کرتے
دھاڑا۔

تیری بھول ہے۔ شہیر ملک تیرے ہاتھ لگے گا۔

شہیر ملک بھی غصے سے فائر کرتے بولا۔ عاصم اپنا بچاؤ
کرتے دوسرے درخت کی اوڑ میں ہوا۔ اسامہ لڑکیوں
کو وہاں سے نکالنے کے بعد اب شہیر ملک کے آدمیوں
کے جہنم کا راستہ دیکھانے لگا۔

شہیر ملک کی پستل سے جو گولی نکلی تھی۔ وہ سیدھا۔ اسامہ
کی کمر میں پیوست ہوئی۔ اسامہ درد سے بلبلاتے زمین
بوس ہوا۔ عاصم چیختے ہوئے۔ شہیر کی طرف فائر کیا۔
پستل سے نکل کر گولی۔ شہیر کے بازو میں پیوست ہوں
ہوئی۔ عاصم جلدی طرف بڑھا۔ سے اسامہ کی عاصم

جاؤ۔۔۔ اس کمینے کو پکڑو۔ اسامہ شہیر کو بھاگتے ہوئے
دیکھ کر بولا۔

اسامہ تمہارا خون کافی نکل گیا ہے۔ میں تمہیں چھوڑ کر
نہیں جاؤں گا۔ عاصم فکر مند لہجے میں بولا۔ جاؤ عاصم
اب نہیں اس جیسے دوست پرست انسان کو نہیں مارا۔
کل کو یہ کوئی بڑا کانٹ کر ڈالیں گا۔ جاؤ۔۔۔ میری فکر
مت کرو۔۔۔ میں یہاں سب سنبھال لوں گا۔

اسامہ درد سے چور لہجے میں سرد آواز میں بولا۔ پر
اسامہ۔۔۔ عاصم جوا بھی بولتا۔ دور سے آتی گولی۔۔
عاصم کے بازو پر لگی۔

عاصم جھٹکا کھا کر آگئے کو گرا۔

عاصم۔۔۔ اسامہ عاصم کے بازو پر گولی لگنے سے تڑپ
اٹھا۔

عاصم خود کو سنبھالتے وہاں سے اٹھتے شہیر کی طرف
تیزی سے بڑھا۔ کمینے بیٹھ پیچھے فائر کرے گا۔ بزدل
انسان۔۔۔

عاصم دھاڑتے ہوئے۔ ایک ہی جست میں شہیر تک
پہنچا۔

پیچھے سے ہی۔۔ عاصم نے اس کی گردن دبوچی۔
بہت بھاگ لیا۔ اب تیرا کھیل ختم۔۔۔ عاصم نے ایک
مکا۔۔۔ اس کے سر مارا۔۔ شہیر کو اپنا سر گھومتے ہوئے
محسوس ہوا۔

اور تم کیسے بچو گئے۔ ایجنٹ۔۔۔ تیرے جیسوں کو شہیر
ملک نے ہوا کی طرح اڑا دیا ہے۔ اور توں کون ہے۔
شہیر ملک خود کو چھڑواتے۔۔ عاصم کے پیٹ پر مکارا۔
عاصم لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ہوا۔

دونوں ایک دوسرے کو سرخ آنکھوں سے گھور رہے
تھے۔ عاصم کے بازو سے خون سارا نچڑکرا اس کے کپڑوں
میں جذب ہو رہا تھا۔

عاصم کی غصے سے ہاتھوں کی ویز نظر آنے لگی۔ شہیر جو
پھر سے فائر کرنے لگا تھا۔

عاصم ایک ہی جست میں اپنی ٹانگوں کو رول کرتے 140
شہیر کے سر پر ماری۔

شہیر درد سے کراہ اٹھا۔ تیری ڈیل کینسل کرنے والا
عاصم شاہ ہی ہے۔ عاصم غصے سے بولتے اندھا دھند
مارنے لگا۔ شہیر نے خود کو چھڑوانے کی کوشش کی پر بے
سود۔ بہت سی ماؤں سے تو نے اُن کی بیٹیاں جدا کی ہے۔
اب اور نہیں۔ آہ۔ ایک دردناک آواز جنگل میں
گونجی۔ اسامہ جو درخت کے سہارے کھڑا تھا۔ عاصم کی
دردناک چیخ سنتے اپنے لڑکھڑاتے قدموں سے سامنے کی
طرف بڑھا۔

شہیر نے بُری طرح چاکو کی نوک کو عاصم کے پیٹ پر
ماری۔

شہیر قہقہہ لگا کر ہنسا۔ دیکھ ایجنٹ۔۔ تیرے ہی چاکو سے
تجھے مار ڈالا۔ عاصم درد سے کراہتے۔۔ طنزیہ ہنسا۔ تجھے
مارنے سے پہلے مجھے موت نہیں آئے گی۔ شہیر
ملک۔۔۔ تجھے مار کر ہی سکون سے قبر تجھے مار کر ہی

میں اتروں گا۔

عاصم غصے سے دھاڑا۔ شہیر نے ایک دفعہ پھر چاکو سے وار کیا۔ وہ بھی سیدھا سینے پر عاصم اپنی پیچ گلے میں ہی گھونٹ گیا۔ سینے میں درد کی لہر تیزی سے اٹھی۔

جو اس کی جان نکالنے کے لیے کافی تھی۔

عاصم اپنی پسٹل مضبوطی سے تھامتے اپنی پسٹل سے شہیر کے سینے کا نشانہ لیا۔ جو سیدھا اس کے سینے پر لگی۔ شہیر درد سے تڑپتے پیچھے زمین پر گرا۔ اور دوسرا فائر اسامہ نے اس کے سر پر کیا۔

سر پر گولی لگنے سے شہیر درد سے تڑپتے ہوئے اپنے
آخری انجام تک پہنچ گیا۔

عاصم نے مسکراتے ہوئے، اسامہ کی طرف دیکھا۔ اور
سکون سے آنکھیں موند لی۔ عاصم۔۔۔ اسامہ اپنا درد
بلائے۔۔۔ عاصم کی طرف بڑھا۔ جو اپنے ہوش کھو رہا تھا۔

عاصم آنکھیں کھولو۔۔۔ عاصم۔۔۔ اسامہ تڑپتے

ہوئے اسے پکارنے لگا۔ نے اسے پکار لکھے اسامہ۔۔۔
آئہ۔۔۔ عاصم بند آنکھوں سے۔۔۔ آئہ کو پکارنے لگا۔

عاصم تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ یہاں میری طرف
دیکھو۔

اسامہ میری آڑہ۔۔۔۔۔ عاصم کچھ بولنے کے لیے
لب کھول رہا تھا۔

پر تکلیف کی وجہ سے کچھ نہیں بولا جا رہا تھا۔ کچھ نہیں ہو
گا۔۔۔۔۔ تمہیں۔۔۔۔۔ ہیلپ کرو۔۔۔ اسامہ سامنے سے
آتے اپنے آدمیوں کو دیکھ کر بولا۔ جو فوراً اس عاصم کی
طرف بڑھے۔ عاصم کو سہارا دیتے جلدی سے جنگل سے
باہر نکلنے لگے۔ سامنے سے کمانڈو بیرمان اپنی مخصوص

یونیفارم میں آرہا تھا۔ عاصم کو زخمی حالت میں دیکھتے۔
جلدی سے آگے بڑھے۔ گوفاسٹ۔۔ جلدی سے عاصم
کو ہو اسپتال پہنچاؤ۔۔ کمانڈویرمان عاصم کی حالت دیکھتے
30ھاڑے۔ دو آدمی عاصم کو لیں کر جلدی سے گاڑی
تک پہنچے۔ پیچھے ایک آدمی اسامہ کو سہارا دیں کر گاڑی
میں بیٹھایا۔

اور جلدی سے وہاں نکلے۔ سے کمانڈویرمان۔۔۔۔۔ نے
نیچے پڑا موبائل اٹھایا۔

جہاں ہاشم کے نام پر کال آرہی تھی۔

یرمان نے فوراکال اٹھائی۔

عاصم۔۔۔ ہاشم نے سرد آواز میں پکارا۔

کب سے کال کر رہا ہوں۔ کال کیوں نہیں اٹھا رہے۔ وہ
اب نہیں اٹھائے گا۔ بیرمان ہاشم کی بات کاٹتے ہوئے
فورا بولا۔ آپ کون۔۔۔ ہاشم عاصم کے فون پر کسی اور
کی آواز سنتے فکر مند لہجے میں بولا۔

میں کمانڈو یرمان۔۔۔ عاصم زخمی ہے۔ اس کی حالت
ایسی ہے جو دیکھنے کے نابرابر ہے۔

یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہاشم غصے سے دھاڑتے بولا۔ جو
تم نے سنا وہ ہی بولا ہے۔ وہ ٹھیک تو ہے۔ ہاشم کی نم۔
آواز گونجی۔ ابھی ہو اسپتال لیں کر گئے ہیں۔ میں لوکیشن
سینڈ کر دیتا ہوں۔ یرمان نے کہہ کر کال بند کی۔ اور
کاوش کے نمبر پر کال کی۔ عاصم اکثر کاوش کے بارے
میں بات کرتا رہتا تھا۔ اسی میں ہو گا نمبر کمانڈو بیرمان
کچھ یاد کرتے ہوئے بولا۔ اور نمبر تلاش کر کے کال کی جو
پہلی رنگ میں ہی اٹھالی گئی۔

اٹلی کے سب سے بڑے ہو اسپٹل میں عاصم کو ایڈمٹ
کر دایا گیا تھا۔ عاصم کو ایمر جینسی روم میں ایڈمٹ کیا گیا
تھا۔ اور اسامہ کو بھی جو ہو اسپٹل میں داخل ہوتے ہی
بے ہوش ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر نے ابھی تک اپریشن نہیں
شروع کیا تھا۔ اُن کو سائن چاہیے تھے۔ ان کے گھر
والوں کے۔

ہو اسپٹل کے کوریڈور میں ہاشم، کاوش، اور احمد اپنی
مخصوص پر سینلٹی کے ساتھ تیزی سے اندر داخل

ہوئے۔ چہرے پر دنیا جہاں کی پریشانی لیے۔ سامنے ڈاکٹر
کھڑا نظر آیا۔ جو فائل پکڑے کھڑا تھا۔

عاصم کہاں ہے۔ ہاشم سرد لہجے میں بولا۔ سر عاصم سر کہ
ہم نے ایمر جینسی روم میں داخل کیا ہے۔ ہمیں سائن
چاہیے۔ تاکہ ہم اپریشن شروع کر سکیں۔

واٹ۔۔۔ ابھی تک اپریشن نہیں شروع کیا۔ کاوش اور
ہاشم ایک ساتھ دھاڑے۔ سامنے کھڑا ڈاکٹر لرز گیا۔

آس پاس سے گزرتے لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔

دیکھیے ہم ایسے اپریشن شروع نہیں کر سکتے۔

ان کی حالت بھی بہت کر۔ ٹیکل ہے۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے سائن چاہیے۔ اتنے گھنٹوں سے اپریشن نہیں شروع ہوا۔ ڈاکٹر اگر عاصم کو کچھ ہوا۔ اس ہو سپٹل کی اینٹ اینٹ بجا ڈالوں گا۔

کاوش ڈاکٹر کی بات سنتے غصے سے ڈاکٹر کا کالر پکڑے اونچی آواز سے دھاڑا۔

احمد نے آگے ہوتے۔ کاوش کی گرفت سے کالر کو چھڑوایا۔ ہاشم نے فائل پکڑی اور سائن کیے۔

مزید اب دیر نہیں ہونی چاہیے۔ جلدی کرے۔ عاصم
کو کچھ ہوا۔ آپ سب کو چھوڑوں گا نہیں۔
ہاشم ڈاکٹر کے ہاتھ میں فائل پکڑاتے بولا۔ ڈاکٹر بجلی کی
رفتار پر اندر داخل ہوا۔

اسامہ کو ساتھ والے روم میں ایڈمٹ کیا گیا تھا۔ کاوش
اور احمد اسامہ کے روم کے باہر کھڑے ہوئے۔ اسامہ
کا بھی اپریشن شروع کر دیا تھا۔
تینوں روم کے باہر اضطرابی انداز میں چکر لگا رہے تھے۔

ایک ڈاکٹر روم سے باہر نکل کر ہاشم کی طرف بڑھا۔ سر
ہمیں بلڈ چاہیے۔ پیشینٹ کی حالت بہت خراب ہے۔
آپ کہی سے بھی۔۔۔ بی پوزیٹو بلڈ کا رینج کروادیں۔
ڈاکٹر میرا بلڈ۔۔۔ بی پوزیٹو ہے۔ آپ میرا لے لیں۔

احمد آگئے ہوتے فوراً بولا۔

ادو کے آپ آئیے ہمارے ساتھ۔

ڈاکٹر عاصم ٹھیک تو ہو جائے گا۔۔ کاوش نم لہجے میں بولا۔
ہم کچھ نہیں ابھی کہہ سکتے۔ ان کے پیٹ میں بے رحمی

سے چاکو مارے گئے ہے۔ آپ دعا کریں۔ انشا اللہ
۔۔۔ اللہ بہتر کرے گا۔

ڈاکٹر کاوش کا کندھا تھپتھپا کر اندر بڑھ گیا۔

احمد بھی ڈاکٹر کے پیچھے۔

عاصم کو خون میں لت پت دیکھ کر احمد نے فٹ سے اپنی
آنکھیں پھیر لی۔ عاصم کے اوپر ڈاکٹر زکو جھکے دیکھ کر جو
اپنا کام کر رہے تھے۔ احمد کو مزید پریشانی ہونے لگی۔
آپ آئے یہاں۔۔

ایک نرس احمد کی طرف بڑھتے بولی۔ نرس کے کہنے پر
احمد آگئے بڑھا۔ سب لاؤنج میں بیٹھے۔۔۔ کاوش کے
فون کا انتظار کر رہے تھے۔ اپنے بھائی کی حالت کا سن کر
ماہی کب سے رو رہی تھی۔ ہیزل کے بھی آنسو بہہ رہے
تھے۔ پر خود کو مضبوط کرتے ماہی کو چپ کر وارہی تھی۔
ماہی میری جان چپ کر جاؤ۔ عاصم کو کچھ نہیں ہو گا۔ تم
ایسے مت رو۔۔ تمہاری طبیعت بگڑ سکتی ہے۔

ہاں ماہی۔ اگر آئزہ نے تمہیں روتے دیکھ لیا۔ ہم اسے
سنجھال نہیں پائے گئے۔ عابیرہ بھی فکر مند لہجے میں
بولی۔

آئزہ۔۔۔ زل جو پیچھے مڑنے لگی تھی۔ آئزہ کو اپنے پیچھے
کھڑا دیکھ کر سانس روک گئی۔

کیا ہوا۔۔ میرے شاہ کو۔۔ آئزہ قدم قدم آگئے
بڑھتے بولی۔ جیسے کچھ غلط سن لیا ہو۔

بھابھی۔۔۔ بولے نا۔۔۔ آئزہ زل کے آگئے

کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔ آئزہ کچھ نہیں ہوا۔ زل نے
آگئے ہو کر پکڑنا چاہا۔

آئزہ نے منع کر دیا۔ سب پریشانی سے ایک دوسرے کو
دیکھنے لگے۔ زرمینہ اور رانیہ صوفے سے اٹھتی آئزہ کی
طرف بڑھی۔

کوئی میرے پاس۔۔۔ نہیں آئے گا۔ پہلے مجھے یہ
بتائے۔۔۔ میرے شاہ کو کیا ہوا۔

آئزہ اب کی بار چیختے ہوئے بولی۔

شاہ میر جو سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ تیزی سے آئرہ کی طرف
بڑھا۔

گڑیا۔۔ کچھ نہیں ہوا۔۔ عاصم بھائی ٹھیک ہے۔
نہیں کچھ تو ہوا ہے۔ ماہی بھا بھی بھی رو رہی ہے۔۔
لالا۔۔۔ مجھے بتائے۔۔۔ ورنہ میں مر جاؤں گی۔

زل شاہ میر کے ساتھ لگتے بولی۔

گڑیا۔۔ شاہ میر نے آئرہ کو فکر مندی سے پکارا۔ آئرہ کو
بعد میں بھی پتہ چلنا تھا۔ شاہ میر نے لمبا سانس لیا۔ اور پھر

بولا۔ گڑیا۔۔ تمہارا۔۔ شاہ۔۔ ٹھیک نہیں ہے۔ آئزہ
یہ لفظ سنتے ساکت ہوئی۔ سانس سینے میں جیسے اٹک گئی
ہو۔

اپنے شاہ کو ہگ نہیں کرو گی۔ عاصم کے آخری الفاظ اس
کی سماعتوں میں گوجنے لگے۔ آئزہ۔۔ شاہ میرا سے
ساکت کھڑا دیکھ کر بازو سے پکڑ کر ہلایا۔ آئزہ ویسے ہی
کھڑی رہی۔ آئزہ۔۔ سب پریشانی سے آئزہ کی طرف
بڑھے۔ آئزہ پھر بھی ایسے ہی سٹل کھڑے رہی۔
آنکھیں ایک منظر پر ٹک گئی۔

عاصم نے جب آخری بار سینے سے لگایا تھا۔ آنسو تھم چکے
تھے۔ روح جیسے ساتھ دینا چھوڑ گئی تھی۔ شاہ میر آئزہ کو
اپنی باہوں میں اٹھائے۔۔ باہر کی طرف بڑھا۔

عابیرہ اور رانیہ بیگم بھی شاہ میر کے پیچھے۔

زل، ہیزل ماہی کو سنبھالنے لگی۔ زرمینہ بیگم
وہی۔۔ صوفے پر ڈھے گئی۔

دامیار اور بہرام۔۔ سامنے سے آرہے تھے۔

شاہ میر کی باہوں میں آئزہ کو دیکھتے تیزی

سے شاہ میر کی طرف بڑھے۔

شاہ میر۔۔۔ کیا ہوا ہے۔۔۔ آئزہ کو۔۔۔ دامیار پریشانی
سے بولا۔

پتہ نہیں لالا۔۔۔ عاصم کا سن کر کچھ نہیں بول رہی۔ ہمیں
ہو سپیٹل چلنا چاہیے۔

شاہ میر نے آئزہ کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھایا۔

عابیرہ بھی۔ آئزہ کے ساتھ بیٹھی۔

اور فوراً گاڑی سٹارٹ کی۔

دوسری گاڑی میں بہرام۔۔۔ اور دامیار بیٹھے۔ اور ان کے پیچھے نکلے۔ رانیہ بیگم کو حویلی ہی رکنے کا بولا۔

ایک ڈاکٹر ہاشم کی طرف بڑھا۔ ہاشم تم یہاں کسی کی آواز پر ہاشم نے پلٹ کر دیکھا۔ سامنے ڈاکٹر زید کو کھڑے دیکھ

حیران ہوا۔ ہاشم تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ ڈاکٹر زید فکر
مند لہجے میں بولا۔ میرا بھائی ایمر جینسی روم میں ہے۔
اس کی حالت کا سنتے اٹلی آنا پڑا۔ عاصم۔ شاہ تمہارا بھائی
ہے۔ ڈاکٹر زید فوراً بولے کزن ہے۔ پر بھائیوں سے
زیادہ عزیز ہے۔ مجھے کمینہ۔۔ خود بستر پر لیٹا ہے۔ ادھر
ہماری روح نکال کر۔ ہاشم آنکھوں میں آنسو لیے بولا۔ فکر
مت کرو۔۔ ہاشم دعا کرو۔۔ عاصم کو دعاؤں کی ضرورت
ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم بھی ایک قابل ڈاکٹر
ہو۔ اچھے سے سمجھ

سکتے ہو۔ ڈاکٹر زید ہاشم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا۔ یہ
تمہارا ہو سپیٹل ہے۔ ایک ریکوسٹ کرنی تھی۔ ہاشم فکر
مندلجے

میں بولا۔ ہم! بولو۔۔۔ زید نے فوراً کندھے پر ہاتھ رکھا۔
عاصم کو پاکستان میں کر جانا چاہتا ہوں۔ اپنوں کے
درمیان۔

ہاشم۔۔۔ تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اس کی حالت دیکھی
ہے۔

اسی لیے تو بول رہا ہوں۔ آج شام کی فلائٹ سے نکلنا
ہے۔ میں بھی ایک ڈاکٹر ہوں۔ جانتا ہوں۔ وہ ایسی
حالت میں سفر نہیں کر پائے گا۔ پر میں سب دیکھ لوں
گا۔

بس آپ سب کی اجازات چاہیے۔

ہاشم سامنے دیکھ کر بولا۔ جہاں ایک نرس ان کی طرف
ہی بڑھ رہی تھی۔ ہاشم اگر تم فیصلہ کر چکے ہو۔ تم ہم کچھ
نہیں کہہ سکتے۔ ہاشم سراپریشن کامیاب ہو گیا ہے۔

پر ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ان کو ہوش چوبیس گھنٹوں
میں آجاتا ہے۔ تو پھر کچھ بولا جاسکتا ہے۔

ابھی ان کی حالت خطرے میں ہے۔ فلحال ہم کچھ نہیں بتا
سکتے۔ نرس ہاشم کے قریب آتے فوراً بولی۔ ہاشم یہ سب
سنتے۔۔ ڈاکٹر زید کی طرف دیکھا۔

ہاشم تم لے جاؤ۔۔ عاصم کو پاکستان۔۔

ڈاکٹر زید بول کر کین کی طرف بڑھے۔

ہاشم سامنے احمد، اور کاوش کی طرف بڑھا۔

جو اسامہ کو پکڑ کر کھڑے تھے۔ اسامہ ہوش میں آتے
ہی۔۔۔ سب کچھ بولائے۔۔۔ باہر نکل آیا تھا۔

احمد۔۔۔ فلائٹ بک کرواؤ۔۔۔ ہمیں نکلنا ہے۔

ہاشم کی بات پر سب ہکا بکا دیکھنے لگے۔

پر ہاشم۔۔۔ عاصم کیسے سفر کر سکتا ہے۔ کاوش فوراً بولا۔
عاصم کو کچھ نہیں ہو گا۔ ہم ہے نا ساتھ۔ میں ابھی پیپرز

سائن کر کے آتا ہوں۔ ہاشم بول کر ڈاکٹر زید کے کیمین
کی طرف بڑھ گیا۔ احمد بھی موبائل پر کسی کے سے بات
کرنے لگا۔ کچھ ہی گھنٹوں میں فلائٹ پرواز کر گئی۔

ہاشم جہاز میں بیٹھا۔ عاصم کو ڈرپ لگا رہا تھا۔

احمد، اسامہ۔۔ اور کاوش بیٹھے۔

عاصم کو بغور دیکھ رہے تھے۔ جو کئی مشینوں میں جکڑا

تھا جہاز اوڑان بھر چکا تھا۔

آئره کو لے کر ہو اسپتال پہنچے۔ آئره کی آنکھیں

بند ہونے کو تھی۔

شاہ میر کو دیکھتے۔۔ ڈاکٹر میرب کاوش کی طرف بڑھی۔
سٹریچر لاؤ۔ شاہ میر غصے سے دھاڑا۔ شاہ میر کے پیچھے
بھرام، دامیار اور عابیرہ بھی بھاگتے ہوئے کاوش تک
پہنچے۔

ابھی تک سٹریچر نہیں تھا آیا۔ شاہ میر آئرہ کو لیں کر
ایمر جینسی روم میں داخل ہوا۔ ڈاکٹر میرب بھی ان کے
پیچھے بڑھی۔ پلیز آپ باہر جائے۔۔

ہمیں چیک کرنے دیں۔ ڈاکٹر میرب آیرہ کی طرف
بڑھتے بولی۔

شاہ میر بنا کچھ کہے۔۔ باہر چلا گیا۔ ڈاکٹر میرب آئزہ کی
نبض چیک کی۔ چوبلکل آہستہ چل رہی تھی۔
آئزہ کے ہاتھ پر ڈریپ لگا کر باہر کی طرف بڑھی۔

عابیرہ جلدی سے آگئے بڑھی۔ ڈاکٹر میری بہن کیسی
ہے۔ ٹھیک تو ہے۔ عابیرہ روتے ہوئے بولی۔

کو میں نے ڈریپ لگا دی ہے۔ اُن کو پینیک اٹیک آیا ہے۔
شاید کسی چیز کا زیادہ سٹریس لے لیا ہے۔
ابھی فلحال میں نے نیند کا انجیکشن

دے دیا ہے۔

اگر دوبارہ اُنہوں نے سٹریس لیا۔ بے بی کے لیے خطرہ ہو
سکتا ہے۔

جو بھی پریشانی ہے۔ پیشینٹ کو ان سب سے دور رکھے۔
پانچ چھ گھنٹوں تک ہوش آجائے گا۔

آپ فکر مت کرے۔ ڈاکٹر میرب ان کو ریلیکس رہنے کا
بول کر ہاشم کے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔

ہاشم نے بتایا تھا۔ اٹلی سے کسی خاص پیشینٹ کو
لارہے ہے۔ اس کی رپورٹ ریڈی کرنی ہے۔
اب یہ نہیں پتا تھا وہ خاص پیشینٹ اس معصوم لڑکی کا شوہر
ہے۔

کچھ ہی گھنٹوں میں عاصم کو لے کر انٹرپورٹ سے باہر
نکلے۔ پہلے سے زیادہ طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ ہاشم اور
کاوش عاصم کے سٹریچر کو لیں کر جلدی سے ایمبولینس کی
طرف بڑھے۔

جو پہلے ہی منگوالی تھی۔ احمد بھی اسامہ کو سہارا

دے کر گاڑی کی طرف بڑھا۔

اور جلدی سے وہاں سے نکلے۔

ہاشم نے موبائل نکال کر ڈاکٹر میرب کو کال کی۔ جو پہلی

ہی رنگ میں اٹھالی گئی۔ ہم آدھے گھنٹے میں پہنچ رہے

ہیں۔ ایمر جینسی روم میں پہنچ رہے ہیں۔ ایمر جینز ریڈی

رکھو۔

ہاشم نے سر دلچے میں بول کر کال بند کر دی۔

عاصم کی طرف متوجہ ہوا۔ جو گہرے گہرے سانس لے

رہا تھا۔ ہاشم نے جلدی سے عاصم کو انجیکشن لگایا۔ فاسٹ

چلاؤ گاڑی۔ ہاشم ڈرائیور کو آہستہ گاڑی چلاتے دیکھ کر
دھاڑا۔

ڈرائیور ہاشم کی دھاڑ پر گاڑی کی سپیڈ خطرناک حد تک
بڑھائی۔

عاصم صرف تھوڑا سا ویٹ۔۔ ہم پہنچ رہے ہیں۔ کاوش
عاصم کا ہاتھ تھامتے بولا۔

تھوڑی دیر میں گاڑی ہو اسپتال کے اندر داخل ہوئی۔
ایمبولینس دیکھ کر کچھ ڈاکٹر جو باہر کھڑے انتظار کر رہے
تھے۔

جلدی سے آگئے بڑھے۔ عاصم کو سٹریچر پر لٹایا۔ اور
اندر داخل ہوئے۔

بہرام اور دامیار سامنے کاوش اور ہاشم کو دیکھتے جلدی
سے آگئے بڑھے۔ عاصم کو پاکستان لے آئے۔ ان کے
وہم گمان میں بھی نہیں تھا۔ شاہ میر اور عابیرہ آئزہ کے
پاس تھے۔

تھوڑی دیر پہلے ہی ہوش آیا تھا۔

پیچھے ہٹو ہاشم کو ریڈور سے گزرتے لوگوں کو دیکھ

کر دھاڑا۔

عاصم کو لے کر ایمر جینسی روم میں داخل ہوئے۔
کچھ ڈاکٹر پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ سب پریشانی سے باہر
کھڑے تھے۔ عاصم کی طبیعت پہلے سے زیادہ بگڑ چکی
تھی۔

لالا۔۔۔ کاوش نے نم آواز میں بہرام کو پکارا۔ لالا آئزہ تو
ٹھیک ہے آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔ کاوش فکر مند لہجے
میں بولا۔

ہم یہاں آئزہ کو ہی لے کر آئے ہیں۔ ہاشم کے کہنے پر
عاصم کو پاکستان لے کر آئے ہیں۔

عاصم وہاں سروائیو نہیں کر سکتا تھا۔ انشا اللہ۔۔۔ ٹھیک
ہو جائے گا عاصم۔۔ فکر مت کرو۔۔ کاوش۔۔۔۔ جاؤ
ماہی کے پاس صبح سے رورو کر طبیعت خراب کر لی ہے۔
عاصم کو دیکھنے کی رٹ لگائے بیٹھی ہے۔

بہرام نم۔۔ لہجے میں بولا۔

لالا میں تھوڑی دیر میں جاؤ گا۔ عاصم کی کچھ خبر مل
جائے۔

ہاشم۔۔۔۔۔ عاصم کے زخم صاف کر کے باہر نکلا۔۔۔ بالاج
جلدی سے ہاشم کی طرف بڑھا۔ ہاشم۔۔۔۔۔ عاصم کیسا
ہے۔۔۔ ٹھیک تو ہو جائے گا۔ بالاج تھوڑی دیر پہلے ہی
یہاں آیا تھا۔

ہم! ابھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔

ہاشم نم لہجے میں بول کر اپنے کیمین کی طرف بڑھ گیا۔
عابیرہ جو آئرنہ کے پاس کھڑی تھی۔ ایک نرس اندر
داخل ہوئی۔ سسٹر باہر کیسا شور ہے۔

عابیرہ نے سر سری سا پوچھ لیا۔

وہ ہاشم سر عاصم نام کے پیشنٹ کو اٹلی سے لے کر پاکستان آئے ہے۔ بہت ہی خراب حالت ہے۔ بیچارے کی۔
نرس کے بولنے کی دیر تھی۔ عاصم کے نام پر جہاں عابیرہ
چونکی۔ آئزہ سب سے کچھ بھولائے باہر کی طرف بڑھی۔

آنکھوں سے آنسو پانی کی طرح بہنے لگے۔ آئزہ آرام
سے۔۔ تمہاری طبیعت نہیں ٹھیک۔ عابیرہ بھی آئزہ کو
پکارتے

اس کی طرف بڑھی۔

شاہ۔۔۔ آثرہ عاصم کو پاگلوں کی طرح پکارتے شاہ۔
آگئے بڑھی۔

گڑیا۔۔۔ بہرام نے آگئے ہوتے آثرہ کو پکڑنا چاہا۔ پر
آثرہ اس وقت کسی سے قابو نہیں آنے والی تھی۔ اسے
صرف اپنے شاہ کو دیکھنا تھا۔ لا لاجھے دیکھنے دیں۔۔۔ میں
مر جاؤں گی۔ اگر میرے شاہ کو کچھ ہوا۔

آثرہ خود کو چھڑواتے۔۔۔ چیختے ہوئے بولی۔

کاوش، شاہ میر، دامیار، یہاں تک کے ہاشم بھی شور سن
کر آگیا تھا۔ پلیز مجھے شاہ کے پاس جانے دیں۔ آئزہ چیختے
ہوئے بولی۔ بال بکھر گئے تھے۔ ہو سپٹل کے نیلے
کپڑوں میں۔۔ اس کارنگ لٹھے کی مانند زرد پڑھ گیا تھا۔
ہر کوئی رُک رُک کر اس پاگل دیوانی لڑکی کو دیکھ رہے
تھے۔ ایک نرس بھائی بھاگی ہاشم کے پاس آئی۔ سر
پیشینٹ کی حالت بگڑ رہی ہے ہاشم سنتے ہی۔۔۔ روم کی
طرف بڑھا۔۔۔ آئزہ بھی خود کو چھڑواتے ہاشم کے
پیچھے بھاگی اور اندر داخل ہوئی۔

اپنے شاہ کو دیکھتے تیزی سے اس کی طرف بڑھی۔ جو ہر
طرف سے مشینوں میں جکڑا تھا۔ پیٹ اور بازو پر پیٹی
بندھی تھی۔ شاہ اٹھے نا۔۔۔ آپ کی آئزہ آپ سے ملنے
آئی ہے۔ شاہ۔۔۔ پلیز۔۔۔ آنکھیں کھولے۔۔
مجھے۔۔۔ آپ کے بنا نہیں رہنا۔۔ میں آپ کی ہر بات
مانوں گی۔۔ پلیز ایک دفعہ اٹھ کر سینے سے لگالیں۔۔
ہاشم لالا۔۔۔ میرے شاہ کو دیکھے۔۔ سانس نہیں لیں
رہے۔ آئزہ چیختے ہوئے بولی۔ دونر سیں آگئے بڑھ کر
آئزہ کو پکڑتے باہر کی طرف بڑھی۔ اگر میرے شاہ کو
کچھ ہوا اس ہو اسپتال کو آگ لگا دوں گی۔

آئزہ روتے چیتے بولنے لگی۔ آئزہ خود کو چھڑواتے۔۔
روم کے باہر کھڑی اپنے شاہ کو پکارنے لگی۔

عابیرہ اور شاہ میر نے آگئے بڑھ کر آئزہ کو سہارا دیا۔
گڑیا۔۔ ریلیکس ہو جاؤ۔۔ ہاشم چیک کر رہا ہے
نا۔۔ عاصم ٹھیک ہو جائے گا۔

شاہ میر آیرہ کے بکھرے بال پیچھے کر کے بولا۔

ادھر ہاشم پریشانی سے عاصم کو الیکٹرک شارٹ دیں رہا
تھا۔ عاصم کا سانس بالکل آہستہ چل رہا تھا۔ مشین پر لائنز
سیدھی ہونے لگی تھی۔

ہاشم کے آنسو بہنے لگے۔

شاہ۔۔۔ آئزہ لائنز کو دیکھتے۔ ایک زوردار چیخ ماری جو
سب کے قدموں سے جان نکال گئی۔ آئزہ کی چیخ عاصم
کے سماعتوں میں گونجی۔ عاصم نے ایک لمبا سانس لیا۔
ہاشم جو نظریں مشین پر جمائے کھڑا تھا۔ ایک دم واپس
لائنز کے چلنے پر جلدی سے عاصم کی طرف بڑھا۔

آکسیجن ماس اس کے چہرے پر لگایا۔ اور دوبارہ سے
چیک اپ کرنے لگا۔ ہاشم نے مسکراتے ہوئے، اوپر کی
طرف دیکھا۔

اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

اور ایک مسکراہٹ آئزہ کی طرف ڈالی۔
جو ساکت سی کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔
ہاشم کی ایک مسکراہٹ پر سب سمجھ گئی۔
اور وہی زمین پر بیٹھے سجدے میں گر گئی۔ اپنے رب کا
شکر ادا کرنے لگی۔

باقی سب کے چہرے پر مسکراہٹ دھر آئی۔
شاہ میر کافی دیر سے آیا تھا۔ سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ ہو
سپتیل میں شور اور میڈیسن کی سمیل سے جیسے اس کے
دماغ میں بس گئی ہو۔ وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے۔ اپنی
انگلیوں کے پوروں سے اپنی کنپٹی دبا رہا ہے۔

زل روم میں داخل ہوئی۔ چائے کا کپڑے میں
رکھے۔ شاہ میر نے ایک نظر زل کو دیکھا۔ اور وہی
نظریں جم گئی۔ جو بلیک کلرنا میٹی۔۔ اس کے اوپر بلیک
نیٹ کا گاؤن پہنے، بے

حد خو بصورت لگ رہی تھی۔ دودھیا بازو بلیک

کالر کی نیٹ میں آبوتاب سے چمک رہے تھے۔

شاہ میر زمل کو دیکھتے۔۔ سیدھا ہو کر بیٹھا۔ زمل آگئے

بڑھتی۔ شاہ میر کی آواز پر رُک کر دیکھنے لگی۔ جان۔۔۔

میر۔۔ دروازہ لاک کر کے آنا۔ زمل شاہ میر کی آنکھوں

میں قربت کے لمحات دیکھتے۔۔ نظریں جھکائے۔

دروازہ لاک کیا۔ اور آہستہ قدم اٹھاتے شاہ میر کی
طرف بڑھی۔ زل کو یہ تھا۔ آج شاہ میر اسپتال ہی روکے
گا۔ اس لیے اس نے اس طرح کی نائٹی پہنی۔ جو باہر سے
نیٹ کی بنی تھی۔ اندر سے بھی نیٹ کی۔ گاؤن بندھے
ہونے کی وجہ سے شاہ میر دیکھ نہیں پایا۔ شاہ میر کی
قربت کا سوچتے زل کی سانس رکنے لگی۔ کیسے وہ اپنی
قربت میں بہکتے

اس کی سانسیں گھونٹ دیتا تھا۔

جلدی آؤ۔۔ شاہ میر زمل کو آہستہ قدموں سے چلتے
بولا۔ لہجہ تھوڑا سخت تھا۔ زمل شاہ میر کی آواز پر فوراً اس
کی طرف بڑھی۔

یہ لیں چائے۔۔ اور کانپتے ہاتھوں سے چائے کا کپ آگئے
کیا۔

شاہ میر نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اور نرمی سے بولا۔ کانپ
کیوں رہی ہو۔ کھا تھوڑی جاؤ گا تمہیں۔ نہیں وہ
میں۔۔۔ ایسے ہی۔۔ زمل کو سمجھ نا آئی کیا بولے۔ یہ
میرے لیے لائی تھی۔۔

شاہ میر مسکراتے ہوئے بولا۔

زل نے پہلے نفی میں سر ہلایا۔ اور پھر ہاں میں سر ہلایا۔

جی۔۔۔ میر۔۔۔ آپ کے لیے ہے۔

زل فوراً شاہ میر کی آنکھوں میں دیکھتے بولی۔

شاہ میر چائے کا کپ سائیڈ پر رکھتے۔

زل کو اپنی لیپ میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

یہاں آؤ۔۔ میری لیپ پر آکر بیٹھو۔

زل نے چونک کر شاہ میر کی طرف دیکھا۔ جو مسکرا رہا

تھا۔

گھبرا کیوں رہی ہو۔ شاہ میر زل کو گھبراتے

دیکھ کر بولا۔

نہیں تو۔۔ میں کیوں گھبرانے لگی۔

زل ایک ادا سے اپنے بال پیچھے کرتے بولی۔ اور شاہ میر
کی لپ پر بیٹھی۔ شاہ میر کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔ جس
پر زل نے گھور کر دیکھا۔

آج بہت خوبصورت اور ہاٹ لگ رہی ہو۔

شاہ میر زل کو اپنے قریب کرتے بولا۔

خوبصورت اور ہاٹ میں ہر روز لگتی ہوں۔

پر افسوس آپ نے غور نہیں کیا۔ زل ناک سے مکھی

اوڑاتے بولی۔ ہم!! کہاں سے نہیں غور کیا۔ میر کی

جان۔۔ تمہارا پورے کا پورا سراپا میری آنکھوں میں قید ہے۔

افسوس تم نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔۔ شاہ میر بھی زل
کے انداز میں بولا۔ اففف۔۔۔ باتیں بنوالو۔۔ آپ
سے۔۔۔ ہم۔۔۔ باتیں بنا رہا ہوں۔۔ ابھی بتاتا ہوں۔
شاہ میر زل کو ایک جھٹکے سے سیدھا کرتے اپنی گود میں
بٹھایا۔ اور زل کو جھٹکے سے تھوڑا نیچے کی طرف جھکایا۔
جس پر زل کی چیخ نکلی۔

آہہ۔۔۔ میر۔۔۔ میری کمر توڑ دی۔ آپ کو ترس نہیں
آتا۔ میر کی جان۔۔۔ تمہیں بھی تو نہیں آتا۔۔۔ اپنے
میر پر ترس۔۔۔

شوہر تھکا ہوا باہر سے آیا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے خود کو
اس کے حوالے کر دوں۔ مگر مجال ہے۔۔۔ تمہیں
گھبرانے سے فرصت ملے۔ شاہ میر اس کی نائیٹی کی ڈوری
کھولتے بولا۔ زل ساکت سی سانس روکے دیکھنے لگی۔
شاہ میر کی نظر اس کے نشیب و فراز پر پڑی۔ اور گہرا
مسکرایا۔ نیٹ کے حوالے سے اس کی دھڑکنے صاف
دیکھائی دیں رہی۔

اور ایک نظر زل پر ڈالی۔ جو شرم سے اپنی آنکھیں زور
سے بند کر گئی۔

ہم۔۔۔ یہ سب چھپایا جا رہا تھا۔ شاہ میر کی بات چھپایا جا
شاہ میر کی پر زل کے چہرے پر گہری لالی چھانے لگی۔
اور آنکھ کھول کر دیکھا۔ شاہ میر کو اپنی طرف تکتے پا کر۔
فورا اپنی آنکھیں بند کی۔

شاہ میر نے جھک کر زل کی دھڑکنوں پر اپنا سر رکھا۔
زل کی دھڑکنے سو کی سپیڈ سے دھڑکنے لگی۔

میر۔۔۔ مجھے سیدھا ہونا ہے۔ زلزلہ لگا لیے بولی۔ پیچھے
کی طرف کمر جھکنے کی وجہ سے اب درد کی ٹھیسے اٹھ رہی
تھی۔

زلزلہ کا نم لہجہ محسوس کر کے فوراً اوپر اٹھایا۔
وہ جیسے ایک پل کے لیے بھول گیا تھا۔
زلزلہ کے پہلو میں اس کی اولاد پرورش پا رہی ہے۔
اوسوری میر کی جان۔۔۔۔ میں بھول گیا۔

تمہارے پہلو میں ایک ننھا وجود جنم لے رہا ہے۔ شاہ میر
زلزلہ کو بیڈ پر لٹاتے بولا۔

زل نے مسکراتے ہوئے۔ شاہ میر کو دیکھا۔ شاہ میر نے
نرمی سے اپنے لبوں کی قید میں زل کے لب لیے۔ اور
شدت سے چومنے لگا۔ زل شاہ میر کی نرمی پر۔۔۔ مسکرا
کر شاہ میر کے گرد باہیں حائل کی۔

یہ نرمی صرف کچھ دیر تک تھی۔

زل کی سسکیوں میں اضافہ ہونے لگا۔ شاہ میر کا بڑھتا
جنون دیکھ کر۔

زل نے مزاحمت کی شاہ میر اس کے نرم چھوٹے ہاتھ۔
اپنے ہاتھوں میں لیے۔ اور تقیے سے پن کیے۔ شاہ میر
کے نیچے زل ماہی آب مچھلی کی طرح تڑپنے لگی۔

شاہ میر اب زل کی گردن پر جھکے اپنے لبوں سے دھاگے
لگا۔ میر۔۔۔ آرام سے۔۔۔ مجھے سانس تو لینے سے زل با
مشکل آسان بولی۔

شاہ میر ہلکا سا مسکرایا۔

جہاں تمہاری سانسیں کم پڑے گی۔ تمہارا میر۔۔ خود کی
سانسیں۔۔۔ تمہارے اندر انڈیل دے گا۔ شاہ میر بے
باکی سے

بولتے۔ زل کی نائی ریمو کر گیا۔ زل کی سانس سینے
میں اٹکی اور سرخ آنکھوں سے شاہ میر کو بنا پلک جھپکائے
دیکھنے لگی۔ شاہ میر زل کی دھڑکنوں پر جھکے اپنے لبوں
سے چومنے لگا۔ زل کی مدھم سسکاریاں کمرے میں
رقص کرنے لگی۔ زل کی سسکاریاں سنتے شاہ میر۔۔۔۔
زل کی دھڑکنوں پر اور شدت ڈھانے لگا۔

زل شرم سے شاہ میر میں چھپنے لگی۔ جلتی لائٹس میں
زل خود کو مکمل طور پر عیاں دیکھتے۔۔ شاہ میر میں سمٹنے
لگی۔ شاہ میر نے زل کے چہرے پر شرم کی گہری رمل
دیکھتے۔ سائیڈ سے ریموٹ اٹھائے لائٹ آف کی۔ اور
لیمپ کی ہلکی روشنی کمرے کو اور خوبصورت بنانے لگی۔

اور کمرے میں گو نجی مدہم سسکیاں ایک الگ ایک
الگ دھن پیدا کر رہی تھی۔ شاہ میر زل کی دھڑکنوں
سے لیٹے۔۔ اپنا جنون ڈھانے لگا۔ کبھی نرمی سے۔ کبھی
دانتوں کی شدت بڑھ جاتی تھی۔ زل خود کو شاہ میر کے
سپر د کرتی شاہ میر کا جنون سہنے لگی۔

زل کی سسکاریاں اب چیخوں میں گوجنے لگی۔ شاہ میر
اپنے ہاتھوں سے زل کی دھڑکنے دبانے لگا۔ آہہ۔۔۔
شاہ میر کیا کر رہے۔

مجھے کھ درد ہو رہا ہے تو زل کی آنکھوں سے درد کی
شدت سے آنسو بہنے لگے۔ میر کی جان۔۔۔ یہ میری
پسندیدہ جگہ ہے۔ جسے چھوتے میں اپنا آپ بھول جاتا
ہوں۔ شاہ میر جھکتے زل کی دھڑکنوں کو اپنے لبوں میں
لیں گیا۔

زل خود کو چھڑوانے کے لیے۔ شاہ میر کی کمر پر مکے
برسانے لگی۔ شاہ میر رہا ڈھیٹ۔۔ اسے اپنے جنون کے
آگئے۔ کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

اففف۔۔۔ میر کی جان۔۔۔ اب تمہارا میر پیچھے ہٹنے سے
رہا۔ تمہاری اسی میں بہتری ہے۔ میری قربت برداشت
کرو۔ شاہ میر بے باکی سے بولتے زل کے لبوں کو اپنے
لبوں میں پیوست کیے۔ سک کرنے لگا۔ زل اب رو
دینے کو تھی۔

دل ہی دل میں خود کو کوس رہی تھی۔ ایسی 140 نائی
کیوں پہنی۔

ایک زوردار جھٹکا شاہ میر نے زل کے لبوں پر دانت گھاڑ
کر دیا۔ جس پر زل مچلتے ہوئے۔ شاہ میر کو خود سے دور
دھکیلا۔ اور اٹھ کر بیٹھی۔ اور شاہ میر کی شرٹ پہنے۔
ڈبڈبی آنکھوں سے دیکھا۔

شاہ میر نے بھی خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ زل تو ایک انچ
بھی نہیں ہلا سکتی تھی شاہ میر کو۔ زل اپنے منہ میں خون
کا ذائقہ محسوس کر کرے۔ آنسوؤں سے بھری آنکھوں

سے شاہ میر کو دیکھنے لگی۔ جو اپنی ہنی دبانے کی کوشش
کر رہا تھا۔

زل نے گھور کر دیکھا۔

جاؤ۔۔۔ چائے گرم کر کے لاؤ۔ اب اس کی طلب بڑھ
گئی ہے۔

شاہ میر زل کی گھوری کو انگور کرتا اس کا دھیان چائے کی
طرف کروانے لگا۔ خود ہی گرم کر لاؤ۔۔۔ جنگلی

جانور۔۔ خون نکال دیا ہے۔ میرے ہونٹوں سے۔ اب
بھی آپ کی طلب بڑھ رہی ہے۔ زل غصے سے بولی۔ شاہ
میر کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔ زل تکیہ اٹھائے۔ شاہ
میر کو مارنے پر اتر آئی۔

زمل۔۔۔ میرا بچہ سوری۔۔۔ شاہ میر ہستے ہوئے بولا۔
اب کوئی سوری نہیں۔۔۔ جلن ہو رہی ہے۔ زم زور زور
سے تکیہ اٹھائے۔ شاہ میر کو مارتے چلی گئی۔ شاہ میر کی
ایک ناسنی۔۔

یہاں تک کے تکیے سے روں نکل نکل کر
بیڈ پر پھیل گیا۔ سنو فال کی طرح۔

زمل میرا۔۔۔ بچہ۔۔۔ نہیں ہوں۔ میں آپ کا
بچہ۔۔۔ زمل آپ سے باہر ہوتے۔ اب ہستے ہوئے
مارنے لگی۔ شاہ میر سارا روں۔۔۔ سے رنگ گیا تھا۔ زمل
کو اب شاہ میر پر ہنسی آنے لگی۔ شاہ میر ایک جھٹکے میں

زل کے ہاتھ پکڑے خود کے ساتھ لگا گیا۔ زل گہرے
سانس بھرتی شاہ میر کے سینے سے لگی۔

اففف۔۔۔ میر کی جان۔۔۔ کتنی ظالم ہو۔

زل کو ہستادیکھ کر سیدھا کیسے بولا۔ ہم۔۔۔ آپ سے
کم۔ ایسے چھوتے ہے۔ زل شکوہ کناں لہجے میں بولی۔
شاہ میر کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدم ہوئی۔

اور اپنے انگوٹھے سے زل کے زخمی ہونٹ کو چھوا۔
جہاں ہلکا سا کٹ آیا تھا۔

شاہ میر نے زمل کے لب کو اپنی زبان سے چھوا زمل کی
ہلکی سی سسکی گونجی۔ جسے شاہ میر اپنے لبوں میں دیا گیا۔
اور نرمی سے اپنے لب زمل کے لبوں میں لیے۔ زبان
پھیرنے لگا۔

زمل۔ شاہ میر کی نرمی پر۔۔ اس کے سینے سے لگی۔
وہ جانتی تھی۔ اس کا میر ایسا ہی ہے۔ رحمدل صرف اپنی
زمل کے لیے۔ اگر وہ زخم دیتا تھا۔
تو مرہم بھی لگانا جانتا تھا۔

سوری۔۔۔۔۔ میر کی جان۔۔۔۔۔ اب ٹھیک ہے۔ جلن کم
ہوئی۔ شاہ میر شاہ میر نرمی سے بولا۔ جس پر زل نے فوراً
اثبات میں سر ہلایا۔

شاہ میر کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔
اب مجھے شاور لینا ہو گا۔ شاہ میر اپنی حالت دیکھتے بولا۔
زل ہلکا سا ہنسی۔ شاہ میر اگلی بات سنتے زل کی سانسیں
مزید بڑھنے لگی۔

چلو آؤ مل کر لیتے ہے شاور۔۔ شاہ میر کے بولنے پر
زل۔ نفی میں سر ہلاتے کبل میں دیکھی۔۔ شاہ میر کا
قہقہہ کمرے میں گونجا۔ اور اٹھ کر واش روم کی طرف

بڑھ گیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر زل نے کبل

چہرے سے ہٹا کر دیکھا۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

ہیزل تھکی تھکی سی روم میں داخل ہوئی۔ کافی دنوں سے

کمر میں درد اٹھ رہا تھا۔ عاصم کی ویڈیو کال پر بات ہوئی

تھی۔ عاصم پہلے سے بہتر تھا۔ پر زخم ابھی بھی ویسے ہی

تھا۔ اب زخم نے آہستہ آہستہ بھرنا تھا۔

ہیزل اپنی کمر پر ہاتھ رکھے۔۔ بیڈ پر بیٹھی۔ درد سے چہرہ

لال ہو رہا تھا۔

اففف۔۔۔ یہ درد مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔ ہیزل

بیڈ سے اٹھتی کمرے کے وسط میں چکر لگانے لگی۔

کیا کروں۔۔۔ خان بھی نہیں ہے۔۔۔ ہیزل اب رو دینے
کو تھی۔۔۔ یا اللہ۔۔۔

مدد۔۔۔

خان۔۔۔۔ ہیزل چیختے ہوئے۔۔۔ پکارنے لگی۔
خان۔۔۔ ماہی۔۔۔ مورے۔۔۔ ہیزل اب روتے چیخنے
لگی۔ آنکھوں سے آنسو پانی کی طرح
ہنے لگے۔

ہیزل بیڈ کے قریب جا کر بیٹھی۔ پانی کا بھرا
گلاس۔۔۔ اپنے کانپتے ہاتھوں سے پکڑنے کی کوشش کی۔

پر پانی کا گلاس ہاتھ سے چھوٹے زمین پر گرا۔ ہیزل کی
چینیں کمرے سے نکلتے باہر جانے لگی۔

درد بڑھتا جا رہا تھا۔ جسے برداشت کرنا ہیزل کے بس سے
باہر تھا۔

بہرام جو آرام سے سیڑھیاں چڑھتے آ رہا تھا۔ ہیزل کی
چینیں سنتا۔ ایک سیکنڈ میں سیڑھیاں عبور کرتا۔ اپنے
کمرے تک پہنچا۔ کمرے میں داخل ہوتے۔۔ بہرام پر
جیسے ساتوں آسمان ٹوٹ کر ایک سات گرے۔ ہیزل بیڈ

پر لیٹے۔۔ تڑپ رہی تھی۔ خاناں۔۔۔ بہرام تڑپتے
ہوئے آگئے بڑھا۔

ہیزل کو اپنے سینے سے لگالیا۔ خان۔۔۔ مجھے بچالیں۔۔
میں مرجاؤں گی۔ ہیزل بہرام کو دیکھتے۔۔ تڑپتے بولی۔
کچھ نہیں ہو گا۔ میں ابھی ہو اسپتال لے کر چلتا ہوں۔
ہیزل کو دیکھتے بہرام کے خود کے آنسو نکلنے لگے۔
بہرام ہیزل کو اٹھائے۔ نیچے کی طرف بڑھا۔ ماہی جو
اپنے کمرے میں جا رہی تھی۔

ہیزل کو بہرام کی باہوں میں دیکھتے۔۔ بہرام کی طرف
بڑھی۔ ہیزل کی حالت دیکھ کر سمجھ گئی تھی۔ بہرام کے
پیچھے

بڑھی۔ کاوش لالا کے ساتھ چلے۔۔ ہیزل کی طبیعت بگڑ
رہی ہے۔

کاوش کو سامنے سے آتے دیکھ کر فوراً بولی۔

ہیزل کی چنچیں سنتے سب لاونج میں جمع ہو گئے۔ زمل بھی
جلدی سے کمرے پہنچے آئی۔

سب پریشانی سے بہرام کے پیچھے بڑھے۔ جو گاڑی کی
طرف بڑھ گیا تھا۔ ہیزل کی بس۔۔ جان بہرام۔۔ ہم
پہنچ رہے ہیں۔ بہرام ہیزل کو

لے کر پیچھے ہی بیٹھ گیا۔

کاوش نے فرنٹ سیٹ سنبھالی۔ ماہی خود اس حال میں
تھی۔ پر اسے ہیزل کی فکر تھی۔ خود کی پرواہ کیے بغیر۔
خود بھی ہیزل کے ساتھ بیٹھی۔ ہیزل کی چپنے۔ گاڑی
میں گونج رہی تھی۔ کاوش نے جلدی سے گاڑی بھگائی۔

ضرغام جو نامیشہ کو لیں کر اپنے فلیٹ گیا تھا۔ عاصم کا سنتے
سیدھا ہو سپیٹل گیا۔ اب حویلی جو آیا تھا۔
سب کو ایسے کھڑے دیکھ کر پریشان ہوا۔ نامیشہ جلدی
سے گاڑی سے نکلی۔

اور زل کی طرف بھری۔ کیا ہوا۔۔ بھا بھی کاوش بھائی۔
کہاں گئے ہے۔ نامیشہ پریشانی سے بولی۔

ہیزل بھا بھی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔۔ دعا کرو اچھی
خوشخبری سننے کو ملے۔۔ ہیزل بھا بھی کو اللہ صحت
دے۔

امین۔۔ زل کی بات پر نائیکیشہ کے منہ سے امین نکلا۔
ضرغام بچے۔۔ ہمیں بھی لے چلو۔۔ ہمیں پریشانی ہو
رہی ہے۔ زرمینہ بیگم۔۔ ضرغام کو دیکھتے بولی۔۔ مامی
جان۔۔۔ آپ پریشان مت ہو۔ اللہ بہتر کرے گا۔
آپ بس دعا کریں۔ میں بھی جاتا ہوں۔

آپ سب کو انفارم کر دوں گا۔ ضرغام بھی بولتے۔ پھر
سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ اور زن سے بھاگ لیں گیا۔

رشاہ میر کافی دیر سے آیا تھا۔ سردرد سے پھٹ رہا تھا۔ ہو
سپتیل میں شور اور میڈیسن کی سمیل سے جیسے اس کے

دماغ میں بس گئی ہو۔ وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے۔ اپنی
انگلیوں کے پوروں سے اپنی کنپٹی دبا رہا ہے۔

زلزلہ روم میں داخل ہوئی۔ چائے کا کپڑے میں
رکھے۔ شاہ میر نے ایک نظر زلزلہ کو دیکھا۔ اور وہی
نظریں جم گئی۔ جو بلیک کلرنا میٹی۔۔ اس کے اوپر بلیک
نیٹ کا گاؤن پہنے، بے

حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ دودھیا بازو بلیک

کلر کی نیٹ میں آبتاب سے چمک رہے تھے۔

شاہ میر زمل کو دیکھتے۔۔ سیدھا ہو کر بیٹھا۔ زمل آگئے
بڑھتی۔ شاہ میر کی آواز پر رُک کر دیکھنے لگی۔ جان۔۔۔
میر۔۔ دروازہ لاک کر کے آنا۔ زمل شاہ میر کی آنکھوں
میں قربت کے لمحات دیکھتے۔۔ نظریں جھکائے۔

دروازہ لاک کیا۔ اور آہستہ قدم اٹھاتے شاہ میر کی
طرف بڑھی۔ زمل کو یہ تھا۔ آج شاہ میر سپیٹل ہی روکے
گا۔ اس لیے اس نے اس طرح کی نائٹی پہنی۔ جو باہر سے
نیٹ کی بنی تھی۔ اندر سے بھی نیٹ کی۔ گاؤن بندھے
ہونے کی وجہ سے شاہ میر دیکھ نہیں پایا۔ شاہ میر کی

قربت کا سوچتے زل کی سانس رکنے لگی۔ کیسے وہ اپنی
قربت میں بہکتے

اس کی سانسیں گھونٹ دیتا تھا۔

جلدی آؤ۔۔ شاہ میر زل کو آہستہ قدموں سے چلتے
بولا۔ لہجہ تھوڑا سخت تھا۔ زل شاہ میر کی آواز پر فوراً اس
کی طرف بڑھی۔

یہ لیں چائے۔۔ اور کانپتے ہاتھوں سے چائے کا کپ آگئے
کیا۔

شاہ میر نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اور نرمی سے بولا۔ کانپ
کیوں رہی ہو۔ کھا تھوڑی جاؤ گا تمہیں۔ نہیں وہ
میں۔۔۔ ایسے ہی۔۔ زل کو سمجھنا آئی کیا بولے۔ یہ
میرے لیے لائی تھی۔۔

شاہ میر مسکراتے ہوئے بولا۔

زل نے پہلے نفی میں سر ہلایا۔ اور پھر ہاں میں سر ہلایا۔
جی۔۔ میر۔۔ آپ کے لیے ہے۔
زل فوراً شاہ میر کی آنکھوں میں دیکھتے بولی۔
شاہ میر چائے کا کپ سائیڈ پر رکھتے۔

زل کو اپنی لیپ میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

یہاں آؤ۔۔ میری لیپ پر آکر بیٹھو۔

زل نے چونک کر شاہ میر کی طرف دیکھا۔ جو مسکرا رہا تھا۔

گھبرا کیوں رہی ہو۔۔ شاہ میر زل کو گھبراتے دیکھ کر بولا۔

نہیں تو۔۔ میں کیوں گھبرانے لگی۔

زل ایک ادا سے اپنے بال پیچھے کرتے بولی۔ اور شاہ میر کی لیپ پر بیٹھی۔ شاہ میر کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔ جس پر زل نے گھور کر دیکھا۔

آج بہت خوبصورت اور ہاٹ لگ رہی ہو۔

شاہ میر زمل کو اپنے قریب کرتے بولا۔

خوبصورت اور ہاٹ میں ہر روز لگتی ہوں۔

پر افسوس آپ نے غور نہیں کیا۔ زمل ناک سے مکھی

اوڑاتے بولی۔ ہم!! کہاں سے نہیں غور کیا۔ میر کی

جان۔۔ تمہارا پورے کا پورا سراپا میری آنکھوں میں قید

ہے۔

افسوس تم نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔۔ شاہ میر بھی زمل

کے انداز میں بولا۔ اففف۔۔۔ باتیں بنوالو۔۔ آپ

سے۔۔۔ ہم۔۔۔ باتیں بنا رہا ہوں۔۔ ابھی بتاتا ہوں۔

شاہ میر زمل کو ایک جھٹکے سے سیدھا کرتے اپنی گود میں
بٹھایا۔ اور زمل کو جھٹکے سے تھوڑا نیچے کی طرف جھکایا۔
جس پر زمل کی چیخ نکلی۔

آہہ۔۔۔ میر۔۔۔ میری کمر توڑ دی۔ آپ کو ترس نہیں
آتا۔ میر کی جان۔۔۔ تمہیں بھی تو نہیں آتا۔۔۔ اپنے
میر پر ترس۔۔۔

شوہر تھکا ہوا باہر سے آیا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے خود کو
اس کے حوالے کر دوں۔ مگر مجال ہے۔۔۔ تمہیں
گھبرانے سے فرصت ملے۔ شاہ میر اس کی نائیٹی کی ڈوری
کھولتے بولا۔ زمل ساکت سی سانس روکے دیکھنے لگی۔

شاہ میر کی نظر اس کے نشیب و فراز پر پڑی۔ اور گہرا
مسکرایا۔ نیٹ کے حالے سے اس کی دھڑکنے صاف
دیکھائی دیں رہی۔

اور ایک نظر زل پر ڈالی۔ جو شرم سے اپنی آنکھیں زور
سے بند کر گئی۔

ہم۔۔۔ یہ سب چھپایا جا رہا تھا۔ شاہ میر کی بات چھپایا جا
شاہ میر کی پر زل کے چہرے پر گہری لالی چھانے لگی۔
اور آنکھ کھول کر دیکھا۔ شاہ میر کو اپنی طرف تکتے پا کر۔
فوراً اپنی آنکھیں بند کی۔

شاہ میر نے جھک کر زل کی دھڑکنوں پر اپنا سر رکھا۔
زل کی دھڑکنے سو کی سپیڈ سے دھڑکنے لگی۔

میر۔۔۔ مجھے سیدھا ہونا ہے۔ زل نم لجا لیے بولی۔ پیچھے
کی طرف کمر جھکنے کی وجہ سے اب درد کی ٹھیسے اٹھ رہی
تھی۔

زل کا نم لہجہ محسوس کر کے فوراً اوپر اٹھایا۔
وہ جیسے ایک پل کے لیے بھول گیا تھا۔
زل کے پہلو میں اس کی اولاد پرورش پا رہی ہے۔
اوسوری میر کی جان۔۔۔۔ میں بھول گیا۔

تمہارے پہلو میں ایک ننھا وجود جنم لے رہا ہے۔ شاہ میر
زل کو بیڈ پر لٹاتے بولا۔

زل نے مسکراتے ہوئے۔ شاہ میر کو دیکھا۔ شاہ میر نے
نرمی سے اپنے لبوں کی قید میں زل کے لب لیے۔ اور
شدت سے چومنے لگا۔ زل شاہ میر کی نرمی پر۔۔۔ مسکرا
کر شاہ میر کے گرد باہیں حائل کی۔

یہ نرمی صرف کچھ دیر تک تھی۔

زل کی سسکیوں میں اضافہ ہونے لگا۔ شاہ میر کا بڑھتا
جنون دیکھ کر۔

زل نے مزاحمت کی شاہ میر اس کے نرم چھوٹے ہاتھ۔
اپنے ہاتھوں میں لیے۔ اور تقیے سے پن کیے۔ شاہ میر
کے نیچے زل ماہی آب مچھلی کی طرح تڑپنے لگی۔

شاہ میر اب زل کی گردن پر جھکے اپنے لبوں سے دھاگے
لگا۔ میر۔۔۔ آرام سے۔۔۔ مجھے سانس تو لینے سے زل با
مشکل آسان بولی۔

شاہ میر ہلکا سا مسکرایا۔

جہاں تمہاری سانسیں کم پڑے گی۔ تمہارا میر۔۔ خود کی
سانسیں۔۔۔ تمہارے اندر انڈیل دے گا۔ شاہ میر بے
باکی سے

بولتے۔ زل کی نائی ریو کر گیا۔ زل کی سانس سینے
میں اٹکی اور سرخ آنکھوں سے شاہ میر کو بنا پلک جھپکائے
دیکھنے لگی۔ شاہ میر زل کی دھڑکنوں پر جھکے اپنے لبوں
سے چومنے لگا۔ زل کی مدھم سسکاریاں کمرے میں
رقص کرنے لگی۔ زل کی سسکاریاں سنتے شاہ میر۔۔۔۔
زل کی دھڑکنوں پر اور شدت ڈھانے لگا۔

زل شرم سے شاہ میر میں چھپنے لگی۔ جلتی لائٹس میں
زل خود کو مکمل طور پر عیاں دیکھتے۔۔ شاہ میر میں سمٹنے
لگی۔ شاہ میر نے زل کے چہرے پر شرم کی گہری رمل
دیکھتے۔ سائڈ سے ریموٹ اٹھائے لائٹ آف کی۔ اور
لیمپ کی ہلکی روشنی کمرے کو اور خوبصورت بنانے لگی۔

اور کمرے میں گو نجی مدہم سسکیاں ایک الگ ایک
الگ دھن پیدا کر رہی تھی۔ شاہ میر زل کی دھڑکنوں
سے لیٹے۔۔ اپنا جنون ڈھانے لگا۔ کبھی نرمی سے۔ کبھی

دانتوں کی شدت بڑھ جاتی تھی۔ زل خود کو شاہ میر کے
سپر د کرتی شاہ میر کا جنون سہنے لگی۔

زل کی سسکاریاں اب چیخوں میں گوجنے لگی۔ شاہ میر
اپنے ہاتھوں سے زل کی دھڑکنے دبانے لگا۔ آہہ۔۔۔
شاہ میر کیا کر رہے۔

مجھے کھ درد ہو رہا ہے تو زل کی آنکھوں سے درد کی
شدت سے آنسو بہنے لگے۔ میر کی جان۔۔۔ یہ میری
پسندیدہ جگہ ہے۔ جسے چھوتے میں اپنا آپ بھول جاتا
ہوں۔ شاہ میر جھکتے زل کی دھڑکنوں کو اپنے لبوں میں
لیں گیا۔

زل خود کو چھڑوانے کے لیے۔ شاہ میر کی کمر پر مکے
برسانے لگی۔ شاہ میر رہا ڈھیٹ۔۔ اسے اپنے جنون کے
آگئے۔ کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

اففف۔۔۔ میر کی جان۔۔۔ اب تمہارا میر پیچھے ہٹنے سے
رہا۔ تمہاری اسی میں بہتری ہے۔ میری قربت برداشت
کرو۔ شاہ میر بے باکی سے بولتے زل کے لبوں کو اپنے
لبوں میں پیوست کیے۔ سک کرنے لگا۔ زل اب رو
دینے کو تھی۔

دل ہی دل میں خود کو کوس رہی تھی۔ ایسی 140 نائی
کیوں پہنی۔

ایک زوردار جھٹکا شاہ میر نے زل کے لبوں پر دانت گھاڑ
کر دیا۔ جس پر زل مچلتے ہوئے۔ شاہ میر کو خود سے دور
دھکیلا۔ اور اٹھ کر بیٹھی۔ اور شاہ میر کی شرٹ پہنے۔
ڈبڈبی آنکھوں سے دیکھا۔

شاہ میر نے بھی خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ زل تو ایک انچ
بھی نہیں ہلا سکتی تھی شاہ میر کو۔ زل اپنے منہ میں خون
کا ذائقہ محسوس کر کرے۔ آنسوؤں سے بھری آنکھوں

سے شاہ میر کو دیکھنے لگی۔ جو اپنی ہنی دبانے کی کوشش
کر رہا تھا۔

زل نے گھور کر دیکھا۔

جاؤ۔۔۔ چائے گرم کر کے لاؤ۔ اب اس کی طلب بڑھ
گئی ہے۔

شاہ میر زل کی گھوری کو انگور کرتا اس کا دھیان چائے کی
طرف کروانے لگا۔ خود ہی گرم کر لاؤ۔۔۔ جنگلی

جانور۔۔ خون نکال دیا ہے۔ میرے ہونٹوں سے۔ اب
بھی آپ کی طلب بڑھ رہی ہے۔ زل غصے سے بولی۔ شاہ
میر کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔ زل تکیہ اٹھائے۔ شاہ
میر کو مارنے پر اتر آئی۔

زمل۔۔۔ میرا بچہ سوری۔۔۔ شاہ میر ہستے ہوئے بولا۔
اب کوئی سوری نہیں۔۔۔ جلن ہو رہی ہے۔ زم زور زور
سے تکیہ اٹھائے۔ شاہ میر کو مارتے چلی گئی۔ شاہ میر کی
ایک ناسنی۔۔

یہاں تک کے تکیے سے روں نکل نکل کر
بیڈ پر پھیل گیا۔ سنو فال کی طرح۔

زمل میرا۔۔۔ بچہ۔۔۔ نہیں ہوں۔ میں آپ کا
بچہ۔۔۔ زمل آپ سے باہر ہوتے۔ اب ہستے ہوئے
مارنے لگی۔ شاہ میر سارا روں۔۔۔ سے رنگ گیا تھا۔ زمل
کو اب شاہ میر پر ہنسی آنے لگی۔ شاہ میر ایک جھٹکے میں

زل کے ہاتھ پکڑے خود کے ساتھ لگا گیا۔ زل گہرے
سانس بھرتی شاہ میر کے سینے سے لگی۔

اففف۔۔۔ میر کی جان۔۔۔ کتنی ظالم ہو۔

زل کو ہستادیکھ کر سیدھا کیسے بولا۔ ہم۔۔۔ آپ سے
کم۔ ایسے چھوتے ہے۔ زل شکوہ کناں لہجے میں بولی۔
شاہ میر کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدم ہوئی۔

اور اپنے انگوٹھے سے زل کے زخمی ہونٹ کو چھوا۔
جہاں ہلکا سا کٹ آیا تھا۔

شاہ میر نے زمل کے لب کو اپنی زبان سے چھوا زمل کی
ہلکی سی سسکی گونجی۔ جسے شاہ میر اپنے لبوں میں دیا گیا۔
اور نرمی سے اپنے لب زمل کے لبوں میں لیے۔ زبان
پھیرنے لگا۔

زمل۔ شاہ میر کی نرمی پر۔۔ اس کے سینے سے لگی۔
وہ جانتی تھی۔ اس کا میر ایسا ہی ہے۔ رحمدل صرف اپنی
زمل کے لیے۔ اگر وہ زخم دیتا تھا۔
تو مرہم بھی لگانا جانتا تھا۔

سوری۔۔۔۔۔ میر کی جان۔۔۔۔۔ اب ٹھیک ہے۔ جلن کم
ہوئی۔ شاہ میر شاہ میر نرمی سے بولا۔ جس پر زل نے فوراً
اثبات میں سر ہلایا۔

شاہ میر کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔
اب مجھے شاور لینا ہو گا۔ شاہ میر اپنی حالت دیکھتے بولا۔
زل ہلکا سا ہنسی۔ شاہ میر اگلی بات سنتے زل کی سانسیں
مزید بڑھنے لگی۔

چلو آؤ مل کر لیتے ہے شاور۔۔ شاہ میر کے بولنے پر
زل۔ نفی میں سر ہلاتے کبل میں دیکھی۔۔ شاہ میر کا
قہقہہ کمرے میں گونجا۔ اور اٹھ کر واش روم کی طرف

بڑھ گیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر زل نے کبل

چہرے سے ہٹا کر دیکھا۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

ہیزل تھکی تھکی سی روم میں داخل ہوئی۔ کافی دنوں سے

کمر میں درد اٹھ رہا تھا۔ عاصم کی ویڈیو کال پر بات ہوئی

تھی۔ عاصم پہلے سے بہتر تھا۔ پر زخم ابھی بھی ویسے ہی

تھا۔ اب زخم نے آہستہ آہستہ بھرنا تھا۔

ہیزل اپنی کمر پر ہاتھ رکھے۔۔ بیڈ پر بیٹھی۔ درد سے چہرہ

لال ہو رہا تھا۔

اففف۔۔۔ یہ درد مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔ ہیزل

بیڈ سے اٹھتی کمرے کے وسط میں چکر لگانے لگی۔

کیا کروں۔۔۔ خان بھی نہیں ہے۔۔۔ ہیزل اب رو دینے
کو تھی۔ یا اللہ۔۔۔

مدد۔۔۔

خان۔۔۔۔ ہیزل چیختے ہوئے۔ پکارنے لگی۔
خان۔۔۔ ماہی۔۔۔ مورے۔۔۔ ہیزل اب روتے چیخنے
لگی۔ آنکھوں سے آنسو پانی کی طرح

بننے لگے۔

ہیزل بیڈ کے قریب جا کر بیٹھی۔ پانی کا بھرا
گلاس۔۔۔ اپنے کانپتے ہاتھوں سے پکڑنے کی کوشش کی۔

پر پانی کا گلاس ہاتھ سے چھوٹے زمین پر گرا۔ ہیزل کی
چینیں کمرے سے نکلتے باہر جانے لگی۔

درد بڑھتا جا رہا تھا۔ جسے برداشت کرنا ہیزل کے بس سے
باہر تھا۔

بہرام جو آرام سے سیڑھیاں چڑھتے آ رہا تھا۔ ہیزل کی
چینیں سنتا۔ ایک سیکنڈ میں سیڑھیاں عبور کرتا۔ اپنے
کمرے تک پہنچا۔ کمرے میں داخل ہوتے۔۔ بہرام پر
جیسے ساتوں آسمان ٹوٹ کر ایک سات گرے۔ ہیزل بیڈ

پر لیٹے۔۔ تڑپ رہی تھی۔ خاناں۔۔۔ بہرام تڑپتے
ہوئے آگئے بڑھا۔

ہیزل کو اپنے سینے سے لگالیا۔ خان۔۔۔ مجھے بچالیں۔۔
میں مرجاؤں گی۔ ہیزل بہرام کو دیکھتے۔۔ تڑپتے بولی۔
کچھ نہیں ہو گا۔ میں ابھی ہو اسپتال لے کر چلتا ہوں۔
ہیزل کو دیکھتے بہرام کے خود کے آنسو نکلنے لگے۔
بہرام ہیزل کو اٹھائے۔ نیچے کی طرف بڑھا۔ ماہی جو
اپنے کمرے میں جا رہی تھی۔

ہیزل کو بہرام کی باہوں میں دیکھتے۔۔ بہرام کی طرف
بڑھی۔ ہیزل کی حالت دیکھ کر سمجھ گئی تھی۔ بہرام کے
پیچھے

بڑھی۔ کاوش لالا کے ساتھ چلے۔۔ ہیزل کی طبیعت بگڑ
رہی ہے۔

کاوش کو سامنے سے آتے دیکھ کر فوراً بولی۔

ہیزل کی چنچیں سنتے سب لاونج میں جمع ہو گئے۔ زمل بھی
جلدی سے کمرے پہنچے آئی۔

سب پریشانی سے بہرام کے پیچھے بڑھے۔ جو گاڑی کی
طرف بڑھ گیا تھا۔ ہیزل کی بس۔۔ جان بہرام۔۔ ہم
پہنچ رہے ہیں۔ بہرام ہیزل کو

لے کر پیچھے ہی بیٹھ گیا۔

کاوش نے فرنٹ سیٹ سنبھالی۔ ماہی خود اس حال میں
تھی۔ پر اسے ہیزل کی فکر تھی۔ خود کی پرواہ کیے بغیر۔
خود بھی ہیزل کے ساتھ بیٹھی۔ ہیزل کی چپنے۔ گاڑی
میں گونج رہی تھی۔ کاوش نے جلدی سے گاڑی بھگائی۔

ضرغام جو نامیشہ کو لیں کر اپنے فلیٹ گیا تھا۔ عاصم کا سنتے
سیدھا ہو سپیٹل گیا۔ اب حویلی جو آیا تھا۔
سب کو ایسے کھڑے دیکھ کر پریشان ہوا۔ نامیشہ جلدی
سے گاڑی سے نکلی۔

اور زل کی طرف بھری۔ کیا ہوا۔۔ بھا بھی کاوش بھائی۔
کہاں گئے ہے۔ نامیشہ پریشانی سے بولی۔

ہیزل بھا بھی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔۔ دعا کرو اچھی
خوشخبری سننے کو ملے۔۔ ہیزل بھا بھی کو اللہ صحت
دے۔

امین۔۔ زل کی بات پر نائیکیشہ کے منہ سے امین نکلا۔

ضرغام بچے۔۔ ہمیں بھی لے چلو۔۔ ہمیں پریشانی ہو

رہی ہے۔۔ زمینہ بیگم۔۔ ضرغام کو دیکھتے بولی۔۔ مامی

جان۔۔۔ آپ پریشان مت ہو۔ اللہ بہتر کرے گا۔

آپ بس دعا کریں۔ میں بھی جاتا ہوں۔

آپ سب کو انفارم کر دوں گا۔ ضرغام بھی بولتے۔ پھر

سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ اور زن سے بھاگ لیں گیا۔

کاوش کی گاڑی اندھا دھند سوات کی سڑکوں پر دوڑ رہی

تھی۔ ہیزل کی طبیعت پہلے سے زیادہ خراب ہو چکی تھی۔

وامیٹ بھی آنا شروع ہو گئی تھی۔ بہرام کی شرٹ ساری
گندی ہو چکی ما تھی۔ پر اسے کہاں پرواہ تھی۔ اس کو
صرف ں کو اپنی ہیزل کی تڑپ دیکھائی دیں رہی تھی۔
رہی تھی۔ ہو سپٹل کا راستہ جو آدھے گھنٹے کا تھا۔ آج وہ
بھی لمبا لگ رہا تھا۔

ہیزل میری جان۔۔۔ ہمت کرو۔۔ ہم بس پہنچ ہی
رہے ہے۔ بہرام اپنی آنکھوں کی نمی کو صاف کرتے
بولا۔

ہیزل کی آنکھیں رورو کر بری طرح سو جھ گئی تھی۔
بہرام ہیزل کو سینے سے لگائے۔ بار بار

اپنی ہتھیلی سے صاف کر رہا تھا۔ ماہی ہیزل کی تڑپ دیکھ
کر خود بھی رو رہی تھی۔

کاوش کی گاڑی ہو اسپتال کے اندر داخل ہوئی۔

گاڑی کے رکتے ہی بہرام ہیزل کو باہوں میں اٹھائے ہو
اسپتال کے اندر داخل ہوا۔ ہیزل درد سے چور بہرام کے
سینے میں چہرہ چھپائے سک رہی تھی۔ یہ درد اس کی
جان نکال رہا تھا۔

باشم بہرام باشم کا نام پکارتے اونچی سے دھاڑا۔ ہاشم جو
پینٹ کونٹ کے اوپر ہو سپٹل کا گرین یونیفارم پہنا ہوا
تھا۔ جو آپریشن کے وقت پہنتے تھے۔ آپریشن ٹھیرے
باہر نکل رہا تھا۔ عاصم کے روم کی طرف۔۔ عاصم کا

چیک اپ کرنے کے لیے۔ بہرام کی دھاڑ پر آگئے
بڑھتے اس کے قدم روکے۔ اور پیچھے پلٹ کر دیکھا۔
ہیزل کو بہرام کی باہوں میں دیکھ کر جلدی سے آگئے
بڑھا۔

ہیزل کے چہرے پر درد کی رک دیکھ کر سمجھ گیا تھا۔
ہیزل کی ڈلیوری کا ٹائم ہے۔

اور فورانرس کو حکم دیتے ہیزل کو ایمر جینسی

کا بولا۔ روم میں لے کر جانے کا ہیزل کو سٹرپچر پر لٹایا۔
ہیزل بہرام کی شرٹ مٹھیوں میں دبوچے روتے ہوئے
سرنفی میں بہلا رہی تھی۔

ہاشم اپنی بہن کی حالت دیکھ کر خود پریشان
ہو رہا تھا۔

بہرام ہیزل کی ڈلیوری کا ٹائم ہو گیا ہے۔

حوصلہ رکھو۔۔ اور بہترین کی امید رکھو۔ اللہ بہتر کرے
گا۔۔ ہاشم نے نرس کو اشارہ کیا۔

نرس ہاشم کا اشارہ سمجھتے ہی زل کو روم کی طرف لیں کر
بڑھ گئی۔

خان۔۔ میں مر جاؤں گی۔۔ پلیز میرے بچے کو بچا
لیں۔ ہیزل روتے ہوئے پکارنے لگی۔ بہرام ہیزل کو
دور جاتا دیکھنے لگا۔ تب تک اس کی نظریں وہی جمی رہی۔
جب تک ہیزل آنکھوں سے او جھل نا ہو گئی۔

ہاشم میری بیوی اور بچے کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ فکر مت
کرو۔۔ میری بھی بہن ہے۔ جتنا تم تڑپ رہے ہو۔ اتنا
میں بھی۔

پر ایک ڈاکٹر ہونے کے ناطے۔۔ ہم پوری کوشش کریں
گئے۔

ہاشم بول کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔
بہرام وہی پاس رکھی چیئر پر بیٹھ گیا۔
ماہی بھی ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

آئزہ جو سامنے سے آرہی تھی۔ بہرام۔۔ کاوش۔۔ اور
ماہی کو دیکھتے جلدی سے آگے بڑھی۔

آپ سب یہاں۔۔ آترہ سب کو پریشان بیٹھے
دیکھ کر فوراً بولی۔

آترہ کو دیکھ کر ماہی نے فوراً آترہ کو سینے سے لگایا۔
تم ٹھیک ہو۔ آترہ۔ ماہی فکر مندی سے بولی۔
جی بھابھی میں ٹھیک ہوں۔ خیریت آپ سب
یہاں۔۔۔ ہیزل کو لیں کر آئے ہے۔ بس دعا کرو۔۔
ہمیں اچھی خوشخبری سننے کو ملے۔

آترہ سن کر پریشان ہوئی۔ اور بہرام کی طرف بڑھی۔ جو
سر جھکائے زمین کو گھور رہا تھا۔ لالا آپ ٹینشن مت

لیں۔ اللہ سب بہتر کرے گا۔ آیرہ بہرام کے کندھے پر
سر ٹکائے بولی۔ بہرام نے ہلکا سا آئزہ کا سر تھپتھپا کر امین
کہاں۔ ہیزل کی چیخنے کی آوازیں باہر آرہی تھی۔ بہرام
جو بیٹھا ہوا تھا۔ ہیزل کی چیخیں سنتا کوریڈور میں اضطرابی
انداز سے چکر لگانے لگا۔ ڈاکٹر میرب روم سے باہر نکلی
اور بھاگتے ہوئے اپنے کیبن کی طرف بڑھی۔

ڈاکٹر میرب کے بھاگنے پر سب پریشانی سے کھڑے
دیکھنے لگے۔ ڈاکٹر میرب ہاتھ میں کچھ ضروری سامان
پکڑے اپنے۔ کیبن سے باہر نکلی۔ کیا ہوا۔۔۔ ہیزل

ٹھیک تو ہے۔ ماہی آگئے بڑھ کر پوچھنے لگی۔ نہیں۔۔۔
بلیڈنگ بہت زیادہ ہو رہی ہے۔

ان کو۔۔ ہمیں ان کا فوراً آپریشن کرنا ہے۔

ڈاکٹر۔۔ میرب کی بات پر بہرام نے پریشانی سے اپنی
کنپٹی کو مسلا۔ پیشینٹ کے شوہر کون سے ہے۔ ایک
نرس روم سے۔ کلتے بولی۔ بہرام فوراً آگئے بڑھا۔ جی
میں ہوں۔ میری وائف تو ٹھیک ہے نا۔ بہرام نرس کے
تاثرات دیکھ کر نرمی سے بولا۔

دیکھے مسٹر۔۔۔ ہمیں یہاں آپ کے سائن چاہیے۔ سائی
۔۔۔ن۔۔۔ بہرام کے منہ سے سائن لفظ ٹوٹ کر نکلنا۔

جی سائن۔۔۔ پیشینٹ کی حالت ایسی ہے۔ کہ اگر
آپریشن کے دوران۔۔۔ ماں۔۔۔ اور بچے میں

سے کسی کو کچھ ہو گیا۔ اس کے لیے ہو سپٹل ذمہ دار
نہیں۔ بہرام نرس کی بات سنتے غصے سے اپنے تاثرات کو
چہرے پر آنے سے بامشکل روکا۔ اور کاوش کی طرف
دیکھا۔ جو خود بھی پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔

بہرام کچھ دیر پیپرز کو گھورتا رہا۔ بچے کی ماں کو کچھ نہیں
ہونا چاہیے۔ بہرام سائن کرتے پیپرز نرس کے ہاتھ میں
تھمتے نم آواز سے بولا۔ اپنے بچے کو کھونا کس قدر درد
ناک تھا۔ پر اسے اپنی ہیزل سب سے پیاری تھی۔ ہاں
اپنے بچے سے بھی زیادہ ہیزل کو کچھ ہوا۔ بہرام بھی
اگلی سانس نالے پاتا۔ بہرام خاموشی سے چہرہ ہاتھوں
میں گرائے بیٹھ گیا۔ ہیزل کو کھودینے کا خوف جیسے اس
کو اندر تک ہلا گیا تھا۔

بہرام کے زبان سے ایک ہی ورد جاری تھا۔ آیت کریمہ
---کا۔

اپنی بیوی اور بچا سے بے حد عزیز تھا۔ اگر اپنے بچے کو کھو
دیا۔ تو وہ ہیزل کو کیا جواب دیں گا۔ کیسے نظریں ملائے
گا۔ بہرام سوچتے ہوئے۔۔۔ پریشان ہوا۔

ہیزل لالا کی جان۔۔۔ بس تھوڑی ہمت کرو۔ ہاشم اس
کے چہرے پر بال پیچھے کرتا محبت پاش لہجے میں بولا۔
لالا۔۔۔ میرے بچے کو آپ کچھ نہیں ہونے دے گئے۔
وعدہ کریں۔۔۔ ہیزل ہچکیوں سے بولتے ہاشم سے وعدہ
لینے لگی۔

گڑیا۔۔ میں وعدہ نہیں کر سکتا۔ پر کوشش کروں گا۔
ہیزل کی حالت ایسی تھی۔ ہاشم خود پریشان ہو گیا تھا۔
ہاشم کو الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ وہ ہیزل کو سمجھا سکے۔
تم سب کی زندگی میں کس قدر اپور ٹنٹ ہو۔ تمہیں کچھ
ہوا۔ تمہارا سکی شوہر: میری جان لے لیں گا۔

ہاشم منہ میں بڑبڑایا۔ اور نرس کو انجیکشن لگانے کا
اشارہ کیا۔ نرس نے خاموشی سے انجیکشن لگایا۔ تھوڑی
دیر میں ہیزل کا جسم سُن پڑ گیا۔ اور بیہوشی کی حالت میں
چلی گئی۔ ہاشم نے ہیزل کا ماتھا چوما۔ گڑیا۔ میں ہر حد
تک کوشش کروں گا۔ تمہیں اور تمہارے بچے کو کچھ نا

ہو۔ تمہارا لالا بھی تمہیں جاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔
ہاشم کے ہاتھ کانپنے لگے۔

ہاشم نے خود کو مضبوط بنایا۔ اور بسم اللہ پڑھ کر آپریشن
شروع کیا۔ ڈاکٹر۔۔۔ میرب بھی ہاشم کی ہدایت پر اس
کے کہے گئی ہر بات پر عمل کرتے ہر ممکن کوشش کرنے
لگی۔

بہرام پریشانی سے دروازے کے سامنے چکر کاٹنے لگا۔
آپریشن شروع ہو

گیا تھا۔ بہرام کی زبان سے آیت کریمہ کا ورد جاری رہا۔

سامنے سے مہک بیگم۔۔۔ عالیان صاحب۔۔۔ سعدیہ
بیگم۔۔۔ اور علینہ تیزی سے کوریڈور عبور کرتی آئزہ اور
ماہی کی طرف بڑھی۔

ضرغام۔۔۔ نے ان کو خبر دی تھی۔ ہیزل بھابھی کی
طبیعت ٹھیک نہیں۔۔۔ انہیں ہو اسپتال لے کر گئے ہے۔
آئزہ۔۔۔ میری بچی ٹھیک تو ہے۔۔۔ مہک بیگم روتے
ہوئے بولی۔ آنٹی۔۔۔ آپریشن جاری ہے۔ آپ بس دعا
کریں۔۔۔ اللہ بہتر کرے گا۔ امین۔۔۔ مہک

بیگم۔۔۔ بولتے۔۔ وہی پاس رکھی چیز پر بیٹھ گئی۔ ہاتھ پیر
پھول گئے تھے۔ عالیان صاحب۔۔ بہرام کی طرف
بڑھے۔ جو چکر کاٹ رہا تھا۔ بیٹا تم فکرنا کرو۔۔ سب ٹھیک
ہو جائے گا۔ عالیان صاحب بہرام کے چہرے پر دنیا
جہاں کی پریشانی دیکھ کر بولے۔

بہرام نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور دوبارہ سے چکر لگانے
لگا۔

دو گھنٹے بعد۔۔ آپریشن تھیٹر کی لائٹ آف ہوئی۔

اندر سے بچی کی رونے کی آوازیں آنے لگی۔ بہرام
ساکت سادروازے کو دیکھنے لگا۔ ہاشم کمبل میں بچی کو
لیٹے باہر آیا۔ سب ایک ہی جست میں ہاشم تک پہنچے۔
بہرام کی آنکھوں کے سامنے ہیزل کا علس آنے لگا۔ اس
نے نہیں دیکھا۔ ہاشم کی باہوں۔۔ کوئی بچی رو رہی ہے۔
اس کے کان صرف ہیزل کا سننا چاہتے تھے وہ کیسی ہے۔

ہاشم بہرام کے پاس آیا۔۔ بہرام اللہ نے تمہیں بچی
جیسی رحمت عطا کی ہے۔

میری ہیزل کیسی ہے۔ بہرام ہاشم کی بات اگنور کرتے
لڑکھڑاتی زبان سے بولا۔

ہیزل ٹھیک ہے۔۔ تھوڑی دیر میں روم میں شفٹ کر
دیتے ہے۔ پھر مل لینا۔

ہیزل کے ٹھیک ہونے کا سنتے۔۔ بہرام نے اللہ کا شکر ادا
کیا۔ اور باقی سب کے چہرے پر بھی سکون اور مسکراہٹ
چھا گئی۔ آترہ نے بھاگتے ہوئے۔۔ ہاشم سے بچی کو لیا۔

ہاشم لالا گڑیا مجھے دیں۔۔

اددوماشا اللہ۔۔۔ یہ تو بلکل میرے پر گئی ہے۔ اپنی
پھوپھو پر گئی ہے۔ آئزہ چہکتے ہوئے بولی۔ آئزہ کی بات پر
سب مسکرا دیے۔ سب نے آگئے ہوتے بہرام کو
مبارکباد دی۔ اور بے بی کو پیار کیا۔

پھوپھو کی جان۔۔۔ ارے۔۔ اس کے گال بھی میری
طرح ہے۔ آئزہ معصومیت سے بے بی کے گال چومتے
بولی۔ جس پر بے بی۔ اپنی آنکھیں کھولتے۔۔ آئزہ کو
دیکھنے لگی۔

بے بی کی پھوپھو۔۔۔ بے بی کو بُرا لگ گیا۔۔ ماہی
مسکراہٹ دباتے بے بی کو دیکھتے بولی۔ جو آئزہ کو گھور
رہی تھی۔

آئزہ نے چھوٹی آنکھیں کر کے گھورتے ہوئے۔ آبجروا
چکا کر پوچھا۔ ایسے کیوں گھور رہی ہو۔ چھوٹا پیکٹ۔۔۔
آئزہ کے چھوٹا پیکٹ کہنے پر سب ہنس دیے۔

بے بی کے بابا کو بھی دیکھنے دو۔ بہرام نے آئزہ کے آگے
ہاتھ کیے۔ آئزہ نے فوراً بے بی کو بہرام کے ہاتھوں میں
دیا۔

بہرام کی نظر بے بی پر جم گئی۔ جو بالکل اپنی ماما کی کاپی
تھی۔ یہاں تک کہ۔۔ آنکھیں بھی۔۔

دودھیارنگ۔۔ چھوٹی سے ناک۔۔ بہرام نے جھک
کر اپنی بیٹی کا ماتھا چوما۔ اتنے میں ڈاکٹر میرب بہرام کی
طرف بڑھی۔ پلیز بے بی کو ابھی ہمیں دے دیں۔ ہم
بے بی کا کچھ چیک اپ کرنا چاہتے ہیں۔

بہرام نے خاموشی سے بے بی ڈاکٹر میرب کی طرف بڑھا
دیا۔

ہم نے آپ کی وائف کو روم میں شفٹ کر دیا ہے۔ بہت
بہادر ہے آپ کی وائف۔

ڈاکٹر میرب بے بی کو لیتے بولی۔ بہرام ڈاکٹر میرب کی
بات پر مسکرا دیا۔

اور روم کی طرف بڑھ گیا۔ بہرام جب تک آتا ہے۔ ہم
عاصم کو دیکھ کر آتے ہیں۔ سعدیہ۔۔۔ کاوش۔۔
ضرغام۔۔۔ آئزہ۔۔۔ عاصم کے کمرے کی طرف بڑھ
گئی۔

بہرام ملکی سی مسکراہٹ کے ساتھ روم میں داخل ہوا۔
ہیزل جو چھت کو گھور رہی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر
سامنے دیکھا۔ بہرام کو دیکھ ہیزل مسکرا کا پکارا۔
خان۔۔۔ ہیزل کی آواز اس قدر دھیمی اور آہستہ تھی۔
جو بہرام تک نا پہنچ سکی۔ پھر بھی بہرام نے ہیزل کے
ہونٹوں کی جنبیش محسوس کی۔

خان کی جان۔۔۔ تم ٹھیک ہو۔۔۔ بہرام محبت پاش لہجے
میں بولا۔

ہیزل کے ماتھے پر شدت سے لب رکھے۔

خان۔۔ میری گڑیا۔۔ کیسی ہے۔ میرے جیسی

ہے۔ نا۔۔ اس کی

آنکھیں بھی میری جیسی ہے۔ آپ نے دیکھا ہے۔ میرا

بے بی۔۔ بتائے نا کیسی ہے۔ میری گڑیا۔

ہیزل کی باتوں پر بہرام مسکرایا۔ جان۔

بہرام۔۔۔۔ بے بی بالکل میری ہیزل کی طرح ہے۔

آنکھیں بھی۔ بہرام نے جھک کر ہیزل کی آنکھیں

چومی۔ ناک بھی۔۔ بہرام نے اب ہیزل کی ناک کی ٹپ

پر لب رکھے۔ اور گال بھی۔

اب بہرام نے ہیزل کے دونوں گال چومے۔ جس پر
ہیزل مسکرا دی۔۔۔ جان۔۔۔ بہرام۔۔۔ اتنی بڑی خوشی
دینے کے لیے شکریہ۔۔۔ بہرام شدت سے اس کے ہر
نقوش کو چومنے لگا۔ تمہارا ڈے بی بلکل تمہارے جیسا
ہے۔ مطلب جیسی ہے۔

روتی بھی بہت ہے تمہارے طرح۔۔۔ بہرام ہیزل کے
لبوں کو چومتے بولا۔ جس پر ہیزل نے گھورا۔ اور ہاں
بلکل تمہاری طرح گھورتی بھی ہے۔ بہرام ہیزل کے
گھورنے پر اپنی ہنسی دباتے بولا۔

ہائے اللہ۔۔ خان۔۔ آپ میری پھول جیسی بیٹی کے ابھی
سے خلاف ہونگے۔۔

اگر تمہاری پھول جیسی بیٹی نے میری ہیزل کو پھر سے
تکلیف دی۔ تو اس کے گال کھا جاؤں گا۔

بہرام ہیزل کے گال چومتے بولا۔

مہک بیگم بچی کو اپنی باہوں میں اٹھاتی اندر داخل ہوئی۔
ہیزل فوراً مسکراتے ہوئے بہرام کے سہارے اٹھی۔

اور اپنی بیٹی کو شدت سے اپنی باہوں میں لیا۔

ماما کی جان۔۔۔ ماما کا دل۔۔۔ ماما کی دھڑکن۔۔۔ آپ تو
بلکل اپنی پیاری ماما جیسی ہو۔ ہیزل اپنی گڑیا کے گال
چومتے بولی۔ بہرام ہیزل کو دیکھنے لگا۔ ہیزل کے چہرے
پر چھائی خوشی سے پتا چلا رہا تھا۔

ہیزل پہلے سے بہتر ہے۔ مہک بیگم نے مسکراتے
ہوئے۔۔۔ ہیزل کے ماتھے پر لب رکھے۔ میری بچی۔۔۔
مبارک ہو۔۔۔ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔ مہک۔۔۔

اپنی بیٹی کا ماتھا چومتے محبت بھرے انداز سے دعا دینے
لگی۔

ہیزل بھی اپنی مورے کے سینے سے لگی۔ مسکرائی۔
شکر یہ مورے۔۔۔ بابا نہیں آئے۔۔۔ ایسے کیسے نا میں
آتا۔ اپنی بیٹی کو دیکھنے۔ عالیان صاحب اندر داخل ہوتے
بولے۔ اور پیچھے ہاشم بھی اندر داخل ہوا۔

عالیان صاحب نے اپنی بیٹی کو شدت سے سینے سے لگایا۔
اور اپنی نواسی کے ماتھے پر لب رکھے۔ یہ کیا بابا۔۔۔
نواسی کے آتے بیٹی کو بھول گئے۔۔۔ ہیزل گڑیا کے نانا کو

گڑیا کا ماتھا چومتے دیکھ کر بولی۔ ہیزل منہ پھولائے اپنے
بابا کو دیکھنے لگی۔ عالیان ر ضنگی کی وجہ۔ عالیان نے
صاحب نے نار ضنگی سمجھتے ہیزل کے ماتھے پر لب رکھے۔
میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ اپنی بیٹی کو۔۔۔ پر اب پیار باٹنا
پڑے گا۔ بیٹی کو بھی اور نو اسی کو دونوں کے حصے میں پیار
برابر کا ہو گا۔

پیار باٹنے والی بات پر ہیزل نے بہرام کی طرف دیکھا۔
جو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔۔ خان۔۔۔ ہیزل نے نم
لہجے سے پکارا۔

جی خاناں۔ بہرام ہیزل کے پاس بولا۔

خان۔۔۔ آپ بھی اپنی بیٹی کو پیار کرے گئے۔

میرے حصے کا پیار اپنی بیٹی کو دیں گئے۔

ہیزل کی بات پر سب مسکرائے۔۔۔ بہرام کے لب
مسکراہٹ میں ڈھلے۔

نہیں۔۔۔ میں تو بیٹی کی ماما سے پیار کروں گا۔ بہرام
ہیزل کا ماتھے پر لب رکھتے بولا۔ اگرچہ ناگوار ہے تو میں
بھی آپ سے پیار نہیں کروں گی۔ ہیزل بہرام کے کان

میں سرگوشی نما آواز میں بولی۔ بہرام کی مسکراہٹ
گہری ہوئی۔ فکر مت کرو۔۔ نو مہینے سے ویٹ کر رہا
ہوں۔۔ اب تو ساری ساری رات میری قربت میں گزرا
کرے گی۔ بیٹی کو دن میں پیار کر لیا کروں گا۔ اور میری
بیٹی کی ماما کو رات میں۔۔ بہرام مدھم آواز میں بے باکی
سے بولتے ہیزل کو سر تا پیر سرخ کر گیا۔ ہم۔۔ ہاشم نے
گلا کھنگارا۔ اگر تم دونوں کا رومانس والی باتیں ختم ہو گئی
ہو۔

بے بی کے ماموں کو بھی موقع دو۔ ہم بھی اپنی گڑیا سے
باتیں کر لیں۔

ہاشم جو پاس کھڑا ان کی سرگوشیاں سن رہا تھا۔ آخر کار
بول پڑا۔ بہرام مسکراتے ہوئے پیچھے ہوا۔ ہیزل شرم
سے اپنے لب کاٹنے لگی۔ یہ لیس لالا۔۔ ہیزل نے گڑیا کو
ہاشم کو پکڑایا۔ اور پیاری گڑیا۔۔ ماموں کی۔ جان۔۔ ہاشم
نے گڑیا کے ننھے ننھے ہاتھوں کو چوما۔ جس پر گڑیا۔ ہلکا
سا مسکرائی۔

ادو و گڑیا کو ماموں اچھے لگے۔ ہاشم اس کی مدھم
مسکراہٹ پر عیش عیش کراٹھا۔ اس اثنا میں۔۔ علینہ۔۔
آترہ اور ماہی اندر داخل ہوئی۔

ہاشم نے علینہ کو نظر بھر کر دیکھا۔
علینہ گھورتی ہیزل کی طرف بڑھ گئی۔
کیسی ہوں ہیزل۔۔ علینہ ہیزل کے سینے سے لگی۔
میں ٹھیک ہوں۔۔ ہیزل مسکراتے ہوئے بولی۔ ادھر
پکڑائے بے بی کو۔۔ علینہ ہاشم کی طرف غصے سے دیکھتے
بولی۔ ہاشم تھوڑ تھوڑا حیران ہوا۔

اس کی بیوی اس سے ناراض کیوں ہے۔ ہاشم نے خاموشی
سے گڑیا کو علینہ کی باہوں میں دیا۔ علینہ بے بی کو لیتے
ماہی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ ہائے۔۔ میں آپ کی ممانی

آپ کے کھڑوس ماموں کی مسر۔۔ اور آپ کی
دوست۔۔۔۔

40 علینہ بے بی کا ہاتھ پکڑتے اپنا تعارف کروانے لگی۔
علینہ کے تعارف پر سب کی ہنسی گونجی۔ آئزہ جو ہیزل
کے گلے لگے تھی علینہ کے تعارف پر آنکھیں چھوٹی کر
کے دیکھنے لگی۔

اوو وہیلو۔ ممافی صاحبہ۔۔۔ میرے پاس
دوستی نہیں کر سکتی آپ۔ گڑیا کی اکلوتی پھوپھو
ہی صرف دوست بنے گی۔

آئزہ ننھی سی پری کے چکاچک گال چومتے بولی۔ سب کی
مدھم ہی گونجی۔ پر علینہ کا موڈ آف ہو گیا۔ کوئی بات
نہیں۔۔۔ میں تمہارے بے بی سے دوستی کر لوں گی۔
علینہ ناک سے مکھی اڑاتے بولی۔ سب قہقہہ لگا کر ہنستے۔۔
آئزہ شرم سے سرخ پڑی۔ ارے بس بس۔۔۔ اب بے
بی رونے والی شکل بنا رہا ہے۔ اس سے پہلے بے بی
روئے۔

بے بی کو اس کی ماما کے حوالے کیا جائے۔

کاوش اندر داخل ہوتے بولا۔ آپ کو کیسے پتا ہے بی
رونے لگا نہیں نجومی نہیں ہوں۔۔ گڑیا کا چاچو ضرور
ہوں۔۔ ہے نا گڑیا کاوش گڑیا کے گال چومتے بولا۔
علینہ نے بے بی کو ہیزل کو پکڑا یا۔
چلے سب باہر۔۔ بہت ہو گئی۔ باتیں۔ اب ہیزل کو آرام
کرنا چاہیے۔

ہاشم سب کو دیکھتے بولا۔ سب خاموشی سے باہر نکل گئے۔
بہرام ہیزل کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

اور حویلی سے ویڈیو کال آنے لگی۔

ضرغام اور شاہ میر بے بی کو دیکھتے حویلی چلے آئے تھے۔
رات کو آنے کا بول کر شاہ میر کے نمبر سے ویڈیو کال آ
رہی تھی۔ بہرام نے کال پک کی۔ سب اکٹھے ایک جگہ
جمع موبائل کے اوپر جھکے تھے۔

حاکم خان۔۔ رائٹ کینہ کے پاس بیٹھے تھے۔ بہرام نے کیمرہ
ہیزل کی طرف کیا۔ زرینہ بیگم کی آواز گونجی۔ کیسی
ہے۔ میری بچی زرینہ بیگم۔۔ محبت پاش لہجے میں
بولی۔۔ جی مورے میں ٹھیک ہوں۔۔ ہیزل مسکراتے

ہوئے بولی۔ مبارک کو ہیزل بھا بھی۔۔ بے بی کو
دیکھائے۔۔ پیچھے سے ایک ساتھ زل۔۔ ناٹیشہ اور
عابیرہ بولی۔ ان کے اس طرح اچانک بولنے پر زر مینہ
بیگم کو اپنے کان کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے۔
ہیزل کی موبائل پر ہنسی گونجی۔۔ یہ ہے بے بی بلکل
میری طرح ہے۔ میری گڑیا۔۔ ہیزل مسکراتے ہوئے
بولی۔ ہیزل کی بات پر بہرام بھی مسکرایا۔ یہ تو جب گھر
آئے گی تھی پری۔۔ پھر بتائے گئے کس پر گئی ہے۔
عابیرہ بے بی کو غور سے دیکھتے بولی۔
کچھ دیر باتوں کا سلسلہ ایسے ہی چلتا رہا ہے۔ ہنسی۔۔
مزاق میں۔۔

شاہ میر نے موبائل کھینچا۔ بھابھی آپ آرام کریں۔
انہوں نے ایسے ہی آپ کے کان کھا جانے ہے۔۔ شاہ
میر نے بول کر کال کٹ کی۔ اور وہی صوفے پر بیٹھ گیا۔
ہماری بھی بات کروا دیتے۔۔ ہم بھی اپنی پرپوتی کا دیدار
کر لیتے۔۔ حاکم خان۔۔ شاہ میر کو غصے سے دیکھتے کہاں
داجی۔۔ گڑیا جب حویلی آئے گی۔۔ تب دیدار کر لیجئے
گا۔ ایسا کرے گئے۔۔ بے بی کو آپ کے روم میں ہے
شفٹ کر دیں گئے۔ لالا اور بھابھی کو بھی پرائیو سی مل
جائے گی۔

شاہ میر قہقہہ لگاتے بولا۔ شاہ میر تم کبھی نہیں سدھر
سکتے۔۔۔ حاکم خان۔۔۔ اپنا جوتا شاہ میر کی طرف پھینکتے
بولا۔ شاہ میر خود کا بچاؤ کرتے۔۔۔ اپنے کمرے کی طرف
بڑھ گیا۔

پیچھے باقی سب کے قہقہے لاؤنج میں گونجیں۔
بیگم۔۔۔ تم بھی آؤ روم میں۔۔۔ تمہاری بیتیسی میں نکالتا
ہوں۔

شاہ میر زل کو دیکھتے بلند آواز سے بولا۔

زل کا چہرہ پل میں سرخ پڑا۔
اور سب کے درمیان اسے ایسے پکارے گا۔

وہ بے یقین ہوئی تھی۔ اور گھورتے ہوئے۔

اس کے پیچھے بڑھی۔ شاہ میر کمرے میں داخل ہوتے۔۔
مسکراتے ہوئے بیڈ پر لیٹ گیا۔

اور زمل کا انتظار کرنے لگا۔ دروازہ ٹھانجنے کی آواز پر شاہ
میر ایسے ہی ڈھیٹ بن کر لیٹا رہا۔ وہ اپنی بیوی کا ریکشن
کو اچھی طرح جانتا تھا۔ زمل شاہ میر کی طرف بڑھی۔ جو
ڈھیٹ بن کر لیٹا تھا۔ دروازے کی آواز پر بھی پلٹ کر
نہیں دیکھا۔

میر یہ کیا حرکت تھی۔ زمل شاہ میر پر جھکتے بولی۔ شاہ میر
نے آنکھیں کھولتے اپنی بھرنی شیرنی کو دیکھا۔ جو کھا
جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ شاہ میر بنا کوئی
جواب دیے۔ زمل کو نرمی سے اپنی باہوں میں بھر لیا۔

اور شدت سے اس کے لبوں پر جھکا۔۔ سک کرنے لگا۔
زمل بری طرح شاہ میر کے حصار پر پھڑ پھڑانے لگی۔ پر
شاہ میر زمل کو مکمل طور پر خود میں قید کرتے اس کے
نیچے والے لب کی نمی پینے لگا۔

زل شاہ میر کی شرٹ مٹھیوں میں بھرتی اس کا جنون
برداشت کرنے لگی۔ شاہ میر اپنے ہاتھ زل کی دھڑکن
پر رکھتے۔۔ دبائے لگا۔ زل کے پسینے چھوٹنے لگے۔

دھڑکنوں کو دباتے۔۔ شاہ میر اس کے لبوں کو ابھی
تک اپنے لبوں میں قید کیے اپنی تشنگی مٹا رہا تھا۔

بہرام ہیزل کے پاس بیٹھا۔ اس کے بالوں میں انگلیاں
چلا رہا تھا۔ نیند میں بھی سسکاریاں نکل رہی تھی۔ دودفعہ
ہیزل کا ہاتھ پیٹ پر جاتے جاتے روکا تھا۔ بہرام نے

ہیزل کی شرٹ اوپر کر کے زخم دیکھنے لگا۔ ٹانگے لگے
ہوئے تھے۔ سو جن بڑھ رہی تھی۔ شاید اسی لیے نیند
میں بھی درد سے سسکاریاں بڑھ رہی تھی۔ گڑیا بے بی
کاٹ جھولیں میں لیٹی گہری نیند سو رہی تھی۔ بہرام نے
جھک کر ہیزل کے پیٹ پر لب رکھے۔ ہیزل نے درد سے
چور مدھم سی سرکاری بڑھی۔ اور اپنی لرزتی پلکوں کو
کھول کر دیکھنے لگی۔ بہرام کو اپنے پیٹ پر جھکے پا کر نم
آواز میں پکارا۔

خان۔۔۔ مجھے بہت درد ہو رہا ہے۔ ہیزل کی آنکھیں فوراً
نم ہوئی۔۔ ہیزل کی غم آواز پر بہرام تڑپ کر ہیزل کے
قریب ہوا۔ جان بہرام۔۔۔ ہیزل کی طرف دیکھا۔

ہیزل کا سرخ چہرہ دیکھتے پریشان ہوا۔ میں ابھی ڈاکٹر کو
بلواتا ہوں۔ بہرام نے شدت سے ہیزل کے ماتھے پر
بوسا دیا۔ اور روم سے باہر جانے لگا۔ اسی اثنا میں ڈاکٹر
میرب روم کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی۔

ڈاکٹر۔۔۔ میری ہیزل کو دیکھے۔ وہ درد سے تڑپ رہی
ہے۔ بہرام ڈاکٹر میرب کو دیکھتے فوراً بولا۔ بہرام کی بات
سننے ڈاکٹر میرب فوراً ہیزل کے پاس آئی۔

ڈاکٹر میرب نے ہیزل کی شرٹ اوپر کی۔ زخم پر سو جن
بڑھتے دیکھ کر بہرام کی طرف دیکھا۔ مسٹر بہرام۔۔۔
آپ کو شش کیا کرے۔۔ آپ کی مسز اٹھ کر بیٹھے نا۔ یہ
سو جن بیٹھنے کی وجہ سے ہوئی۔ جس کی ہے وجہ سے ان کو
درد ہو رہا ہے۔

ٹھیک ہے ڈاکٹر۔۔۔ اب تو کچھ کرے۔۔ میری مسر کو
تکلیف نا ہو۔

بہرام کی بات پر ڈاکٹر میرب مسکرائی۔ اور پھر بولی۔

مسٹر بہرام۔۔۔ آپ اچھے سے جانتے ہیں۔ آپ اپنی
مسز کی تکلیف کیسے کم کر سکتے۔۔۔ سمجھ تو گئے ہو گئے میری
بات۔۔۔ سو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔ یہ
ٹیوب لگا دیں سو جن کم ہو جائے گی۔ ایک۔۔۔ دو
دن۔۔۔ ان کو بیٹھنے مت دیں۔ آپ اپنی مسز سے پیار
کرے۔۔۔ یہ تکلیف بھول جائے گی۔ ڈاکٹر میرب بولتے
ایک نظر بے بی گرل کو روم سے باہر نکلنا
ڈاکٹر میرب کی آخری بات پر ہیزل کا چہرہ پہلے
سے زیادہ سرخ پڑھ گیا۔

جو بہرام نے باخوبی نوٹ کیا۔
بہرام ہیزل کے پاس بیٹھتے اس کی بیلی پر ٹیوب لگانے
لگا۔

بہرام کی کھر دری انگلیوں کا لمس ہیزل کے اندر
سنسناہٹ پیدا کر گیا۔

کیا خیال ہے۔ جان بہرام ڈاکٹر کی بات پر عمل کیا
جائے۔

بہرام بے باکی سے بولتے اپنی انگلیوں کو ہیزل کی
دھڑکن پر لا کر نرمی سے پھیرنے لگا۔

ہیزل آنکھیں بند کیے۔۔ اپنی دھڑکنوں کو قابو کرنے
لگی۔ جو سو کی سپیڈ سے دھڑک رہی تھی۔ ریلیکس جان
بہرام کچھ نہیں کروں گا۔ بہرام ہیزل کی دھڑکنوں کو
ہچکولے بڑھتے دیکھ مسکراتے ہوئے بولا۔ جس درد سے
میری ہیزل گزری ہے۔ ایسا کچھ نہیں کروں گا۔ جس
سے میری جان کو پھر سے تکلیف ہو۔ جب تک تم ململ
ٹھیک نہیں ہو جاتی۔۔ تب تک میری حدیں صرف
تمہارے ان گلابی ہونٹوں پر رہے گی۔ بہرام مسکراتے
بولتے ہیزل کے دونوں اطراف ہاتھ رکھتے ہیزل کے
لبوں پر جھکا۔۔ شدت سے ہیزل کے لبوں کی نمی پینے

لگا۔ ہیزل بنا مزاحمت کیے بہرام کی تشنگی اپنے لبوں پر
سہنے لگی۔

بے بی کے رونے کی آواز پر بہرام کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹا۔
ہیزل بھی اٹھنے لگی۔ بہرام کے اشارے پر ہیزل واپس
لیٹ گئی۔ بابا کی جان۔۔ بہرام نے گڑیا کے چھوٹے سے
نازک وجود کو باہوں میں بھرا۔

جو اونچا اونچا رو رہی تھی۔ بابا کی گود میں آتے فوراً چپ
کر گئی۔ بہرام ہیزل کی طرف دیکھتے مسکرایا۔ اوو بابا کی
پری۔۔۔ بابا کے پاس آتے رونا بند ہو گیا۔

بے بی اپنی بڑی بڑی آنکھیں کھول کر اپنے بابا کی طرف
دیکھنے لگی۔

ایسے آنکھیں مت دیکھاؤ۔۔ بابا کی جان۔۔ تمہارا بابا
صرف تمہاری ماما کی آنکھوں کا دیوانہ ہے۔ پہلے نمبر پر
تمہاری ماما ہوگی۔ دوسرے نمبر پر آپ۔۔ کیونکہ میں
تمہاری ماما کو لیں کر بہت پوزیسیو ہوں۔۔ بہرام
مسکراتے ہوئے۔ اپنی بیٹی پر سارے راز انکشاف کرنے
لگا۔ بے بی۔ صرف اپنے بابا کو گھورے جا رہی تھی۔ شاید
اُسے پسند نہیں تھا آیا۔ اپنی ماما کے لیے اتنا پیار ہیزل

مسکراتے ہوئے۔ باپ بیٹی کو دیکھ رہی تھی۔ خان۔۔
آپ میری بیٹی کو ڈرا رہے ہیں۔

نہیں میں سمجھا رہا ہوں۔ کہ میں اپنی ہیزل کی آنکھوں کا
دیوانہ ہوں۔۔ جو تمہاری بیٹی نے تم سے چورائی ہے۔
اب دیکھو کیسے گھور رہی ہے۔

بہرام بے بی کو ہیزل کی طرف کرتے بولا۔
بے بی واقعے ہی گھور رہی تھی۔ ہیزل کی کھلا کھلا ہٹ
کمرے میں گویا۔ خان۔۔ میری بیٹی لیں گی۔۔ آپ
سے بدلے ہیزل کی بات پر بہرام نے گھور کر دیکھا۔
دیکھ لوں گا۔۔ تم دونوں کو۔۔

بہرام مسکراتے ہوئے۔ بے بی کے چھوٹے سے فیڈر
میں چو عرقہ ڈالنے لگا۔ جو ہاشم تھوڑی دیر پہلے دیں کر گیا
تھا۔ ہیزل ابھی فیڈ نہیں کروا سکتی تھی۔۔ بہرام نے
چھوٹے سے فیڈر میں چو عرقہ ڈالا۔ اور بے بی کو ملانے
لگا۔ اور ہیزل کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

عاصم چار دن سے ہو اسپتال میں تھا۔ آج عاصم کو ڈسچارج
مل گیا تھا۔ زخم پہلے سے کافی بہتر ہو گیا تھا۔ پھر بھی دو
تین دن اور احتیاط کرنی تھی۔ ہیزل سے مل کر سب
واپس لوٹ گئے تھے۔ سب جاتے تھے۔ بہرام ہیزل کو

لیں کر کس حد تک پوزیسو ہے۔ ہیزل کا خیال بھی خود
رکھ لیں گا۔ عاصم کو ڈسچارج ملنے پر ہاشم عاصم کو لیں کر
حویلی کی طرف نکلا۔ عاصم ہاشم کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر
بیٹھا تھا۔ آئزہ پیچھے بیٹھی تھی۔ اور باہر پہاڑوں کی طرف
دیکھ رہی تھی۔ عاصم ٹھیک تھا۔ وہ کس حد تک پرسکون
تھی۔ یہ وہ بھی نہیں جانتی تھی۔ ہو سپٹل میں اتنے دن
گزارنے پر اکثر رات کو ڈرجاتی تھی۔ عاصم کو کھودینے کا
خوف اس کے دل کے اندر بیٹھ گیا تھا۔ عاصم رات کو نیند
کے زیر اثر ہوتا تھا۔ پر کسی کے چیخنے کی آوازیں۔۔۔ سنتا
تھا۔ پر وہ اتنی آنکھیں نہیں کھول پاتا تھا۔

ہاشم کی گاڑی حویلی کے اندر داخل ہوئی۔ اور کارپورچ
میں جا کر روکی۔ عاصم گاڑی سے اترتے آئزہ کی طرف کا
دروازہ کھولا۔ ہاشم ان دونوں کو دیکھتے اندر کی طرف بڑھ
گیا۔ آئزہ مسکراتے ہوئے باہر نکلی۔ شاہ۔۔۔ آپ ٹھیک
ہے۔۔

جس کے پاس اتنی خوبصورت بیوی ہو۔ وہ کیسے ٹھیک
نہیں ہو سکتا۔ تمہارا شاہ بالکل ٹھیک ہے۔ عاصم آئزہ کے
ماتھے پر بوسہ دیتے بولا۔ اور آئزہ کا ہاتھ تھامے اندر
داخل ہوا۔ سب لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ بالاج اور احمد
سب سے پہلے عاصم کے گلے لگے۔ ایک ساتھ۔ عاصم

تمہیں یہاں دیکھ کر آج دل پر سکون ہو گیا ہے۔ بالاج نم
لہجے میں بولا۔

پر تم دونوں کو یہاں دیکھ کر میرا سکون تباہ ہو گیا ہے۔
عاصم مسکراتے ہوئے بولا۔

کمنے تجھ سے ایسی بات کی امید تھی۔ تمہارے لیے اب
بلکل فکر مند نہیں ہے۔ احمد عاصم کے بازو پر مکامارتے
بولا۔

آہہہ۔۔۔ کمینوں آتے ہی مار پیٹ شروع کر دی۔ ان
تینوں کو ایک ساتھ دیکھ کر مسکرائے۔

سعدیہ بیگم نے آگے بڑھتے اپنے بیٹے اور بہو کا ماتھا چوما۔
آج اتنے دنوں بعد ان کا بیٹا صحت یاب ہو کر لوٹا تھا۔
سعدیہ بیگم کی آنکھیں نم ہوئی۔

مام۔۔۔ اب تو آپ کے سامنے ہوں۔ رونا تو بالکل نہیں۔
عاصم اپنی مام کو ماتھا چومتے بولا۔ اور باقی سب نے بھی
آگے بڑھ عاصم کو پیار اور صحت یابی کی دعائیں دی۔

کھانا لگ گیا ہے۔ آجائیں سب۔۔ نور اور علینہ لاؤنج میں
آکر سب کی طرف دیکھ کر بولی سب مسکراتے ہوئے
ڈائمنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔ جہاں مختلف قسم کے
پکوانوں کی خوشبو آرہی تھی۔ آج تو لگتا ہے۔ سب سپیشل
بنا ہے۔ عالیان صاحب مسکراتے ہوئے بولے۔

جی بابا آج سب سپیشل بنایا ہے۔ عاصم بھائی کے لیے۔
علینہ مسکراتے ہوئے بولی۔

اپنے عاصم بھائی کے لیے سپیشل بنایا ہے تو اپنے شوہر کے
لیے کیا سپیشل بنایا ہے۔

ہاشم مسکراتے ہوئے بولا۔

ہڈیوں کا سورما بنایا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے ابھی پیش کرتی ہوں۔۔ علینہ سر دلہے میں بولی۔ علینہ کی بات پر ڈائمنگ روم میں قہقہے گونجیں۔ ہاشم نے دانت پیس کر اپنی شولہ جواں بنی بیوی کو گھور کر دیکھا۔ جو ڈیپ مہرون کلر کی سکٹ اور نیچے کھلا ٹروازر پہنے ہوئے تھی۔ جو اس پر بیچ بھی بہت رہا تھا۔

کمرے میں چلو سورما تو میں تمہارا بناؤں گا۔ ہاشم علینہ کے پاس بیٹھتے بولا۔ علینہ ہاشم کی بات اگنور کرتے اپنی پلیٹ میں بریانی ڈالنے لگی۔ گفتگو اور ہنسی مزاق کے ساتھ

سب نے کھانا کھایا۔ اور سب اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ اور کچھ باہر لاؤنج میں رکھے صوفوں پر بیٹھ گئے۔
عاصم کمرے میں داخل ہوتے بیڈ پر جالیٹا۔ اتنے دنوں بعد اپنا بستر نصیب ہوا تھا۔ آئرنہ جو پلٹنے لگی تھی۔ عاصم کی آواز پر پلٹی شاہ کی جان۔۔ اپنے شاہ کے پاس آؤ۔ تمہارا شاہ تمہیں محسوس کرنا چاہتا ہے۔

عاصم کی بات پر آئرنہ کی دھڑکنیں تھیں۔ اور آہستہ قدموں سے عاصم کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ عاصم ایک منٹ بھی ضائع کیے بغیر آئرنہ کو اپنے حصار میں لیا۔ اور اس کی گردن میں چہرہ چھپایا۔ آئرنہ اپنی گردن پر عاصم کی

لودیتی سانسوں کو محسوس کرتی جی جان۔۔۔ سے کانپنے
لگی۔ آئزہ نے بھی زور سے عاصم کے گرد با نہیں پھیلائی۔

عاصم کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ شاہ۔۔۔ آپ مجھے
اب کبھی اکیلا چھوڑ کر نہیں جائے گئے نا۔ آئزہ عاصم کے
اور قریب ہوتے بولی۔۔۔۔ نہیں۔۔۔ شاہ کی جان۔۔۔
تمہارا شاہ تمہیں اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ عاصم آئزہ کو خود
میں سمیٹتے بولا۔ آئزہ نے شکوہ کناں آنکھوں سے عاصم کو
دیکھا۔ آئزہ کی شہد رنگ آنکھوں میں شکوہ دیکھ کر فوراً
اس کی آنکھیں چومی۔

یقین کرو۔۔ تمہارا شاہ اب تمہیں خود سے
ایک منٹ بھی دور نہیں کر گا۔ عاصم آئزہ کے لبوں کو
چومتے بولا۔ جو سوکھے پڑے تھے۔

جو ہر وقت اس کی شدتوں سے گلابی اور نم رہتے تھے۔
آج آئزہ کے لبوں کو دیکھتے عاصم نے خود کے لب
کاٹے۔ اور بنا دیر کیسے آئزہ کے لبوں کا جام پیتے خود کو
سراب کرنے

لگا۔ پانچ منٹ ہیزل کے لبوں پر جنون ڈھاتے پیچھے ہوا۔
جو پہلے کی طرح گلابی ہو گئے تھے۔ لبوں پر ملکی ہلکی نمی آ
ٹھہری تھی۔ جسے عاصم نے اپنی زبان سے چنی۔ آئزہ

عاصم کی شرٹ مٹھیوں میں بڑھتے آنکھیں موندیں
ہوئے تھے۔ سانس بُری طرح پھولا ہوا تھا۔ عاصم نے
جھکتے آئیرہ کی شرٹ اوپر کر کے اس کے بلی بٹن پر لب
رکھے۔

شاہ کی جان۔۔۔ اتنی بڑی خوشخبری دیں کر اپنے شاہ کو تم
نے مزید خرید لیا۔

تمہارا شاہ پاگلوں کی طرح تمہیں چاہتا ہے۔

اتنا پیار تو میں کبھی اپنے بچے کو بھی نہیں دیں پاؤں گا۔
عاصم محبت پاش لہجے میں بولتے آئزہ کے پیٹ کو جا بجا
چومنے لگا۔ آئزہ سسکیاں بڑھتی۔۔ عاصم کا محبت بھرا
لمس خود میں اتارنے لگی۔

اتنے دنوں سے وہ عاصم کے لمس کے لیے تڑپ رہی
تھی۔

بہت گندے ہے شاہ۔۔۔ آپ۔۔ آئزہ گھورتے ہوئے
بولی۔ عاصم نے بے جھجک کندھے اچکائے۔ گندا نہیں بڑ
فلانے۔

رومنٹک بولو۔ عاصم کو مارتے بولا۔

ہم۔۔۔ آئزہ نے گھوری سے نوازہ۔۔۔ اور عاصم کے
سینے پر سر رکھا۔ عاصم نے شدت سے آئزہ کے بالوں پر
لب رکھے۔ اور مضبوطی سے حصار باندھے آنکھیں موند
لی۔۔۔

ہاشم کمرے میں چکر لگائے علینہ کا انتظار کر رہا میں چکر
لگائے علینہ کا انتظار کر رہا تھا۔

علینہ کے کمرے میں داخل ہوتے۔۔ ہاشم ایک ہی
جست میں علینہ تک پہنچا۔ اور وہی دروازے کے ساتھ
لگایا۔ اور غصے سے دیکھنے لگا۔

علینہ ہاشم کی سرخ آنکھوں کو دیکھتے خوف سے آنکھیں
بند کی۔

منہ کیوں پھولایا ہوا ہے۔ ہاشم نرمی سے سرد آواز میں
بولا۔

میرا منہ میری مرضی۔۔ علینہ اپنی آنکھیں کھولتے نی
آنکھیں کھولتے گھورتے ہوئے بولی۔

اس کی بیوی کیوں ناراض تھی۔ ہاشم کو بالکل سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ صرف ہو سپیٹل سے صرف اس کے لیے آیا تھا۔ ورنہ بالاج اور احمد بھی آکر عاصم کو لیں جاتے۔

اپنے شوہر کو ہڈیوں کا سورما پلاؤ گی۔

ہاشم کچھ دیر پہلے بات یاد کروا تے بولا۔

علینہ نے اپنے لب دانتوں تلے دبائے۔

علینہ کو کچھ بولتے نادیکھ کر عاصم بولا۔ سورما تو میں بناتا

ہوں۔۔۔ بیوی۔۔۔ ہاشم دروازے کو لاک لگاتے عینہ

کو باہوں میں اٹھا کر بیڈ کی طرف بڑھا۔ چھوڑو۔۔۔ مجھے

مسٹر خان آپ کی جان لیں لوں گی۔ عینہ غصے سے

بولتے ہاشم کے سینے پر مکے برسانے لگی۔ جان تو میں
نکالوں گا۔ تمہاری۔ وہ بھی اپنے طریقے سے۔۔ سورما
کیسے بناتے ہے۔ یہ بھی بتاؤں گا۔ ہاشم نرمی سے علینہ کو
بیڈ پر پھینکتے ہوئے بولا۔

علینہ بیڈ پر گرتے پیچھے کی طرف بڑھنے لگی۔ ہاشم کی
آنکھوں میں اس وقت جنون نظر آرہا تھا۔ ہاشم ایک ہی
جست میں علینہ کی ٹانگ کھینچتے اپنی طرف کھینچا۔

علینہ کی دھڑکنیں بری طرح الجھنے لگی۔

کہاں۔۔ مسٹر کی جان۔۔ ابھی کانپنے لگ گئی ہو۔ ابھی تو
تمہارے مسٹر نے کچھ کیا بھی نہیں۔۔ ہاشم علیہ کی
بہادری پر چوٹ کرتے بولا۔ وہ ایسے ہی۔۔ ہاشم کی
قربت سے خوف کھاتی تھی۔ علیہ ہاشم کے نیچے دبی
ڈبڈبی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔

ہاشم بھاری آواز میں بولتے علیہ کی کان کی لو کو دانتوں
میں دبایا۔ دبایا۔

آپ نے مجھے اگنور کیا۔ علیہ سکی بڑھتے مدھم
آواز میں معصومیت سے بولی۔

عاصم نے حیران نظروں سے علینہ کی طرف میری
مجال۔۔۔ تمہارا مسٹر تمہیں بھی اگنور کرے۔ آپ نے
کیا تھا۔ آپ نے ہو سپٹل میں اگنور کیا تھا۔ ہو سپٹل کے
نام ہاشم کو سب یاد آیا۔

بعد میں نظر بھر کر تو دیکھا تھا۔ ہاشم علینہ کے گال پر لب
رکتے بولا۔ پیچھے ہٹے۔۔ مجھے فریش ہونا ہے۔ علینہ غصے
سے بولتی ہاشم کو پیچھے دھکیلا۔

ہاشم خود کو سنبھالے۔ علینہ پر مکمل وزن ڈالیں۔
علینہ کے لبوں پر جھکا۔

علینہ ہاشم کے اس عمل پر مچل اٹھی۔

پر ہاشم کی گرفت ہی اتنی سخت تھی۔ وہ ہل بھی ناپائی۔
ہاشم اس کے لبوں پر جھکاشت سے چوم رہا تھا۔ کبھی
اوپر والے لب کو اپنے لبوں میں دباتا۔ کبھی نیچے والے
لب کو۔ علینہ کی سسکیاں بھی کہی دب گئی تھی۔

ہاشم اوپر ہوتے۔۔ اپنی شرٹ اتارتے علینہ کی سکلٹ
کے بٹن کھولنے لگا۔ علینہ بنا مزاحمت کیے ہاشم کے بٹن
کھولنے میں مدد کرنے لگی۔ ہاشم کے لب مسکرائے۔
علینہ بھی جواباً مسکرائی۔

اور اپنی کمر اور ہاتھوں کو اوپر اٹھایا۔۔ ہاشم نے ایک جھٹکے
سے علینہ کی سکلٹ اس کے بدن سے جدا کی۔ علینہ کا چہرہ
سرخ پڑا۔ ہاشم نے بغور اس کی دھڑکنوں کا جائزہ لیا۔ جو
ہچکولے بھر رہی تھی۔ ہاشم نے جھک کر اس کی سٹریپ
پر لب رکھے۔ علینہ جی جان۔۔۔ سے کانپ اٹھی۔
اف۔۔ تمہاری یہ ادائیں کسی دن مجھے پاگل کر دیں گی۔
ہاشم علینہ کی بل کھاتی کمر کو دیکھ کر خمار لہجے بولا۔

علینہ شرم سے نگاہیں جھکا گئی۔ ہاشم علینہ کے نگاہیں
جھکانے پر اس کی ٹھوڑی پر لب رکھیں۔

علینہ کو اپنے اوپر کرتے۔ بلاؤز کی ہک کھولنے لگا۔ علینہ
ہیشم کی حرکت پر اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔

ہاشم اس کو دوبارہ سے اپنے نیچے کرتے شدت سے اس کی
دھڑکنوں پر جھکے لبوں سے سرخ کرنے لگا۔

آہہ۔۔۔ علینہ ہاشم کے اتنے سے عمل پر تڑپ اٹھی۔
ہاشم اس کی دھڑکنوں سے لیٹے ہر حد

پار کرنے لگا۔

علینہ ہاشم کے نیچے دبی اس کو روکنے کی ہر ممکن کوشش
کر رہی تھی۔

مسٹر خان۔۔۔ بس کریں۔۔ مجھے درد ہونے لگ گیا
ہے۔ علینہ کی بھیگی آواز سنتے علینہ کی دھڑکنوں سے چہرہ
نکالتے دیکھنے لگا۔

اف۔۔۔ جان ہاشم۔۔۔ بہت ہی نشہ ہے۔
تمہاری ان دھڑکنوں میں۔

ہاشم علینہ کی سرخ دھڑکنیں دیکھ کر بولا۔
جو اس کی شدت سے خون چھلکا رہی تھیں۔

دیا ہے۔ علینہ کی بات پر ہاشم کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔
جب مقابلہ نہیں کیا جاتا۔ تو بولا بھی مت کرو۔ ہاشم
مسکراتے ہوئے بولا۔ اور شدت سے علینہ کے نازک
وجود کو خود کے ساتھ لگا گیا۔ اور پاؤں کی مدد سے کمبل
اپنے ہاتھ میں لیا خود کو اور علینہ کو ڈھانپا۔ اور علینہ کی
دھڑکنے اپنے سینے پر مس کرنے لگا۔ علینہ نے گھور کر
دیکھا۔

ابھی آپ کا دل نہیں بھرا۔ علینہ دانت پیستے
بولی۔

نہیں۔ میرا دل کبھی نہیں بڑھے گا۔ بس تمہارا سوچ کر
پیچھے ہٹنا پڑتا ہے۔

ہاشم مسکراتے ہوئے بے باکی سے بولا۔ سو جاؤ۔۔ ورنہ
ایک منٹ نہیں لگاؤں گا۔ تمہاری سسکیاں نکلوانے
میں۔

ہاشم کی بات پر علینہ نے فوراً آنکھیں بند کی۔

دوبارہ ہاشم کا جنون سہنے کی ہمت نہیں تھی۔

پہلے ہی ہڈیوں میں درد ہو رہا تھا۔ ہاشم علینہ کے آنکھیں
موندنے پر گہرا مسکرایا۔ اور خود بھی آنکھیں موند لی۔

زارا کچن میں کھڑی خود کے لیے چائے بنا رہی تھی۔ کوئی
بھی اس سے نہیں بات کرتا تھا۔ اگر زارا خود سب کو بلاتی
تھی۔ تو اسے دو چار باتیں سنا کر چپ کر دیتے تھے۔
یہاں تک اس کے بابا بھی بات نہیں کرتے تھے۔

جب سے حویلی سے بھاگی تھی۔ تبریز بھی بہت کم بات
کرتا تھا۔ جب حویلی آتا تھا۔

زیادہ دیر اپنے بابا ہارون کے ساتھ وقت گزارتا تھا۔ اور
کبھی کبھار حویلی ہی نہیں آتا تھا۔ زارا سب کی نظروں
میں بڑی بن گئی تھی۔ برلاس لالا۔۔۔ ہر

وقت برلاس کی رٹ لگائے رکھتے تھے۔ وہ یہ نام سن کر
پک گئی تھی۔

زارا سلیب کو جکڑے اپنی خون خار نظریں ابلتی چائے پر
گاڑھے ہوئے تھی۔ نہیں ہے۔۔۔ وہ میرا لالا تبریز
خان۔۔۔ وہ ایک ظالم۔۔۔ حوس پرست انسان تھا۔

تھوکتی ہوں۔۔۔ ایسے لالا پڑھ۔
جس نے تمہاری زارا کو نوچ ڈالا۔

تھوکتی ہوں۔۔ تم پر۔۔۔ تبریز خان۔۔ تمہیں صرف
تمہارے لالا ہی دکھائی دیں رہے ہے۔ میرا درد نہیں،
میری تکلیف نہیں۔۔ زارا غصے سے بولتے چیخنے لگی۔

اچھا ہوا۔ وہ حرام زادہ۔۔ مر گیا۔ ورنہ اس کی جان
اپنے ہاتھوں سے لیتی۔ پھر تم مجھے بولتے میں قاتل
ہوں۔۔

بنا الزام کے اپنے وجود پر قاتل کا دھبہ بالکل نہیں
برداشت۔۔ نفرت ہے۔ مجھے تم سے۔۔ نفرت۔۔۔
آئی ہیٹ یو۔۔ علینہ اپنے حواسوں کو کھوتے بُری
طر چھیختے بولنے لگی۔

چائے ابل ابل کر ساری سلیب پر پھیل گئی تھی۔ پر زارا
اتنے بال نوچتے بُری طرح زہی تھی۔ وہ چیخ کیوں رہی
ہے۔

وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ تبریز آج بھی آیا تھا۔ کھانا
کھا کر پھر حویلی سے نکل گیا تھا۔ وہ تب سے کچن میں
کھڑی اپنے غصے پر قابو پائے ہوئے تھی۔
پر یہ سب سوچتے اس کا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا۔ سانس
اکھڑنے لگی تھی۔

حویلی کی ملازمہ۔۔۔ رخسار۔۔ یہ سب دیکھتے زارا کی
طرف بڑھی جو بے دردی سے اپنے پالوں کو نوچ رہی
تھی۔ بی بی جی۔۔ کیا ہو گیا ہے آپ۔۔ ملازمہ پر یا
پریشانی سے بولی۔ دور رہو مجھ سے۔ نہیں ضرورت مجھے
کسی کی۔

زارا ملازمہ کو دیکھتے بلک کے بل چیخنی۔

سانسیں مدھم پڑنے لگی۔ رخسار زارا کو دیکھتے پریشان
ہوئی۔ اجھری رنگت کے ساتھ چہرے پر خالی پن چھا گیا
تھا۔

سانسیں مدھم پڑنے پر۔ رخسار نے کین سے انہیلر
نکالتے زارا کی طرف بڑھی۔

زارا انہیلر پکڑتے ڈسٹبین میں پھینک دیا۔

یہ کیا کیا بی بی جی۔۔ رخسار پریشانی سے بولی۔۔ جاؤ یہاں
سے۔۔ فکر کرنے کی ضرورت نہیں نہیں میں مرتی۔
ابھی بہت سادہ دھیلنا ہے۔ زارا بالک کے بل چبختے ہوئے
بولی۔ گلے میں خراشیں پڑنے لگی۔ آنکھیں خون چھلکا
رہی تھی۔ ملازمہ نے چولہے کا بٹن آف کیا۔ دوسرا
انہیلر ڈھونڈنے لگی۔ سب جانتے تھے زارا کو دمے کا

ایشیو ہے۔ کہی کہی نا اہلیر تبریز صاحب نے رکھوائے
ہوئے تھے۔ تاکہ پریشانی نہ ہو۔۔

رخسار انہیلر ڈھونڈنے لگی تھی۔ جب سے زارا کو دمے کا
مسئلہ تھا۔ صاحب اپنی بیٹی کی بہت پرواہ کرتے تھے۔
زارا کو لیں کر تبریز بچپن سے بے حد پوزیسو تھا۔ جب
زارا پانچ سال کی تھی۔ اپنے بابا کے ساتھ سوات چلی گئی
تھی۔ زارا کے جانے کے بعد تبریز نے کتنا ہنگامہ کھڑا کیا
تھا۔ حویلی والوں نے تنگ آکر برلاس کے ساتھ اسلام
آباد بھیج دیا۔ تبریز نے ایک ہی رٹ لگائی ہوئی تھی۔ یا تو
اسے زارا کے پاس بھیج دیں۔ یا پھر زارا کو بلائے۔ نو سالہ

تبریز زارا کو لیں کر اس حد تک پوزیسیو تھا۔ یہاں تک
کے گھر کے ملازموں کو بھی زارا کے آس پاس نہیں بھٹکنے
دیتا تھا۔ اسلام آباد میں اسے اچھے سکول میں داخل
کروایا تھا۔ وہاں بھی حسب معمول سکول جاتا تھا۔ جب
جاتا تھا۔ بہت کم کسی سے بات چیت کرتا تھا۔ کچھ سالوں
تک یو نہی چلتا رہا۔ تبریز واپس نارن کاغان آگیا تھا۔ پر
تب بھی بدلاؤ نہیں آیا تھا۔ پہلے سے زیادہ پوزیسیو ہو گیا
تھا۔ زارا کو لیں کر۔ آخر کار حویلی والوں نے زارا اور تبریز
کا نکاح کر دیا تھا۔ رخصتی

زارا جب اٹھارہ کی ہو جائیگی۔ تب طے پائی تھی۔ کچھ
عرصہ بعد زارا کو امریکہ بھیج دیا تھا۔ پڑھائی کے سلسلے
میں۔ تبریز بھی اپنی پڑھائی میں مگن ہو گیا تھا۔ یہ سوچ کر
زارا صرف اس کی ہے۔ پڑھائی کے ساتھ اپنے لالا
برلاس خان کے ساتھ آفس کا بھی چکر لگاتا تھا۔ اپنے
بابا ہارون کے کہنے پر۔۔ اسے بزنس میں کوئی لگاؤ نہیں
تھا۔

تبریز کا کہنا تھا۔ میں بزنس نہیں سنبھال سکتا سرداری
سنبھال لوں گا۔ بزنس سنبھالنے کے لیے لالا ہے۔ بابا
ٹھیک کہہ رہا۔ اسے سرداری ہی سونپ دینی چاہیے۔

علاقے والوں کو سیدھا کر دے گا۔ برلاس قہقہہ لگاتے
بولا۔ برلاس کے ساتھ ایک دو دفعہ آفس گیا تھا۔

وہاں ملاقات شاہ میر کے ساتھ ہوئی تھی۔ لالا کا کہنا تھا۔
یہ بزنس پاٹرن نہیں۔۔ اس کا دوست ہے۔ یو نہیں کچھ سال
چلتا رہا۔ زارا گیارہ سال کی عمر میں امریکہ گئی تھی۔ اب
پانچ سال بعد حویلی لوٹی تھی۔ حویلی میں طرح طرح کے
پکوان پکائے گئے تھے۔ سب ہی زارا سے بے حد محبت
کرتے تھے۔ حویلی کی اکلوتی بیٹی تھی۔ سب ہی اپنی جان
دارتے تھے۔ زارا کے آنے کی خوشی جتنی تبریز کو تھی۔
اتنی کسی کو بھی نہیں۔ برلاس اور تبریز۔۔ زارا کوائر

پورٹ سے پک کرنے گئے تھے۔ وہ کب سے کھڑے
زارا کا انتظار کر رہے تھے۔

زارا سامنے سے آتی ہوئی دیکھائی دی۔ تیریز زارا کا بیہودہ
لباس دیکھ کر اس کے ہاتھوں کی وینز پھولنے لگی۔

ریڈ کلر کی شارٹ شرٹ اور نیچے تنگ جینز پہنے ہاتھ
ہلاتے ہوئے آگئے بڑھ رہی تھی۔

وہ ایسے ہی بیہودہ کپڑے پہنے امریکہ میں پھرتی تھی۔
کتنوں کی نظروں کا مرکز بنتی ہوگی۔

وہ جیسے پاگل ہو رہا تھا۔

زارا بھاگتے ہوئے۔ برلاس کے سینے سے لگی۔ لالا میں
نے آپ کو بہت مس کیا۔ زارا کے سینے سے لگنے پر
برلاس کی دل کی دھڑکن یک دم تیز ہوئی۔

زارا کالا بولنا۔ برلاس کو اندر تک جلا گیا تھا۔ جب سے
زارا کا نکاح تبریز سے ہوا تھا۔ تب سے وہ اپنے جذبات دبا
کر بیٹھا تھا۔ تبریز تیس سال کا تھا۔ پر اپنی جسامت اور
قد کھاٹ کی وجہ سے چھبیس ستائیس سالہ مرد دکھتا تھا۔

وہی برلاس تبریز سے پانچ سال بڑھا تھا۔ زارا نے پاس
کھڑے تبریز کو دیکھا۔ دل کی دھڑکنے کانوں میں بجنے
لگی۔ وہ بلیک شلوار قمیض پہنے اور بلیک ہی چادر اوڑھے۔
انتہا کا پرکشش اور ہنڈ سم لگ رہا تھا۔ ہلکی گھنی بیرڈ اس پر
بہت بچ رہی تھی۔

ڈارک براؤن بال بڑی نفاست سے سیٹ کیے تھے۔

اور نگاہیں ہاتھ میں پہنی واچ پر تھی۔ زارا کو لگا تبریز نے
ایک نظر بھی اسے نہیں دیکھا۔ بندے کو تھوڑی سینس
ہونی چاہیے۔ ایک لڑکی میلوں سفر طے کرتی یہاں تک

پہنچی ہے۔ بندہ ہائے ہیلو ہی کر دیتا ہے۔ زارا غصے سے
تبریز کے سامنے آتے بولی۔ تبریز نے سر اٹھا کر اوپر سے
نیچے اس کا معائنہ کیا۔ اور نظریں چراتے آگئے بڑھ گیا۔
زارا نے گھور کر تبریز کو دیکھا۔ کھڑوس کہی کا۔ منہ میں بڑ
بڑاتے برلاس کے ساتھ آگئے بڑھ گئی۔ اور جا کر غصے
سے گاڑی میں بیٹھی۔ برلاس بھی خاموشی سے گاڑی میں
بیٹھا۔ گاڑی ایئر پورٹ سے نکلتے۔۔ ناران کاغان علاقے
میں داخل ہوئی۔ دو گھنٹوں کا سفر طے کر کے حویلی پہنچے۔
زارا گاڑی سے اترتے اپنے بابا حمد ان اور اپنی لگی۔ دونوں
مورے زرشہ کے سینے سے نے ایک ساتھ اپنی بچی کے
بالوں پر لب رکھے۔ زارا اب اپنی سارا چچی کے سینے سے

لگی۔ ماشا اللہ۔۔۔ ہماری زارا باہر جا کر تو اور بھی
خوبصورت ہو گئی ہے۔

خوبصورت تو میں بچپن سے تھی۔ زارا مغرور انداز میں
تبریز کو ترچھی نگاہوں سے گھورتے بولی۔ جو بت بن کر
کھڑا تھا۔

چچا جان۔۔۔ لگتا ہے۔ کسی کو خوشی نہیں ہوئی میرے
آنے کی۔

زارا ہارون صاحب کے سینے سے لگتے بولی۔ ہمیں تو بہت
خوشی ہوئی ہے۔ جس کو نہیں ہوئی۔

وہ جائے بھاڑ میں۔۔ ہارون اپنے صاحبزادے کو

گھورتے بولے۔

چلو آؤ کھانا لگ گیا ہے۔ سارا بیگم کے کہنے پر سب
ڈائینگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔ سب نے مل کر کھانا
کھایا۔ بابا مجھے نکلنا ہے۔ میری ایک دو میٹینگ ہے۔ مجھے
اٹینڈ کرنی ہے۔ مجھے اجازت دیں۔ برلاس بول کر اٹھا۔
برلاس لالا۔۔ مجھے بھی جو ب کرنی ہے۔ زارا سب کو

اگنور کرتے بولی۔ تبریز نے چونک کر زارا کی طرف

دیکھا۔ جو اطمینان سے بول

رہی تھی۔ بیٹا ہمارے گھر کی عورتیں حویلی سے باہر نہیں

نکلتی۔ حمد ان صاحب نرم لہجے میں بولے۔ بابا۔۔ یہ سو

کو لڈ سوچ ختم کریں۔ اب ایسا نہیں چلتا۔ ٹھیک کہہ رہی

ہے بچی۔۔ بیٹی تم کل سے برلاس کے ساتھ چلی جانا۔ آخر

قار تمہارا بھی آفس ہے۔

ہارون صاحب زارا کے سر پر ہاتھ رکھے بولے۔

کھینکو۔۔ چچا جان۔۔۔ زارا مسکراتے ہوئے مسکراتے

ہوئے ہارون کے سینے سے لگی۔

تبریز غصے سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
اسے زارا کا حویلی سے نکلنا بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ اوپر
سے اس کی ڈریسنگ اس کے اندر آگ بھڑکائے ہوئے
تھی۔ زارا نے تبریز کی پشت کو دور تک گھورا۔ بیٹا تم کل
چلی جانا۔ تبریز خودی ٹھیک ہو جائے گا۔ ابھی تم آرام
کرو۔ تھکی ہو۔ اتنا لمبا سفر کر کے آئی ہو۔ زارا اثبات میں
سر ہلاتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ جو بالکل تبریز
کے کمرے کے سامنے تھا۔ زارا اپنے کمرے میں داخل
ہوئی۔ تبریز کو اپنے روم میں بیڈ پڑھ ٹانگیں پھلائے بیٹھے
دیکھ کر غصے سے گھورا۔ مسٹر کھڑوس تمہاری ہمت کیسے

ہوئی۔ یہاں آنے کی۔ زارا غصے سے بولتے تبریز کے
پاس جا کھڑی ہوئی۔

تبریز اٹھ کر زارا کے بے حد قریب کھڑا ہوا۔ پہلے مجھے
بتاؤ۔۔ تم ایسے ہی بیہودہ ڈریسنگ کرتی رہی ہو۔ تبریز زارا
کے قریب تر ہوتے سرخ آنکھوں سے گھورتے بولا۔

کیوں۔۔ اچھی نہیں لگ رہی۔ زارا تبریز کو یوں بھڑکتے
دیکھ کر سمجھ گئی تھی۔

بہت ہی تھرڈ کلاس ڈریسنگ ہے۔ آئینہ سے تم یہ نہیں
پہنوں گی۔ تبریز اپنی گرم لودیتی سانسیں زارا کے چہرے
پر چھوڑتے بولا۔

تمہیں کیوں لگتا ہے۔ تمہارے لیے میں خود کو بدل لوں
گی۔ زارا بھی غصے سے تبریز کو پیچھے دھکیلتے بولی۔

بہت زبان چلنے لگی ہے۔ نوپر اہلم۔۔۔ میں خود ہی بدل
دوں گا۔ آخر کار حق رکھتا ہوں۔ تم پر۔۔۔ تبریز بے باکی
سے بولتے۔۔۔ زارا کی شرٹ اوپر کی طرف کرنے لگا۔

زارا پھر ک کر پیچھے ہٹی۔ ابھی تم مجھے ٹچ نہیں کر سکتے۔۔
زارا انگلی دیکھاتے بولی۔

اور تمہیں کیوں لگتا ہے۔ میں تمہاری بات مانوں گا۔
تبریز مسکراتے ہوئے۔ زارا کی چھوٹی سی انگلی پکڑتے
ہوئے بولا۔

ابھی ہماری رخصتی نہیں ہوئی۔ میں نہیں چاہتی تم۔ تب
تک میرے قریب بھی آؤ۔ تبریز کا قہقہہ بلند ہوا۔
زارا کو اس وقت کوئی پاگل، دیوانہ سنگی لگ رہا تھا۔

جویوں قہقہے لگاتا ہنس رہا تھا۔ جیسے اس نے کوئی چھٹکلا
چھوڑ دیا ہو۔

ایک شرط پر۔۔۔ تم اپنی ڈریسنگ درست کرو۔۔

میں تمہارے قریب بھی نہیں آؤں گا۔ چھ مہینوں بعد
پھر تم میرے پاس۔۔۔ ہونگی۔

اپنی سانسوں سے زیادہ قریب رکھوں گا۔ تبریز زارا کے
لبوں کو چومتے بولا۔ اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔ زارا سو
گالیوں سے نوازتے واشروم میں گم ہوئی۔

صبح کا آغاز بارش سے ہوا۔ زارا اوشن بلو کلر کی فرائیڈ
پیروں میں پلو ہی ہیل پہنے ٹک ٹک کرتے نیچے آرہی

تھی۔ ڈوپٹہ گلے میں ڈالا تھا۔ سب ڈائمنگ روم میں بیٹھے
سیڑھیوں سے اترتی زارا کو دیکھنے لگے۔ تبریز نظریں بے
اختیار زارا پر جم گئی۔ جو انتہا کی خوبصورت لگ رہی تھی۔
وہی وہی برلاس بھی زارا کو دیکھنے میں مصروف تھا۔

زارا نے تبریز کو گھورتے۔۔ سب کو سلام کرتے

اپنی چیر سنجالی۔

ماشاء اللہ۔۔ کتنی پیاری لگ رہی ہے میرے بچی۔

اللہ نظر بد سے بچائیں۔

زرلشتہ اپنی بیٹی کا ماتھا چومتے بولی۔ تبریز کی نظر تو زارا پر
ہٹنے کا نام ہی نہیں لیں رہی تھی۔ برلاس لالا چلیں۔۔
زارا خوشی سے چہکتے بولی بیٹی ناشتہ تو کر لو۔۔ ہارون
صاحب اپنی بھتیجی کو دیکھتے محبت پاش لہجے میں بولے۔ نو
چچا جان۔۔ بھوک نہیں ہے۔ میں آفس میں کر لوں
گی۔ زارا تبریز کو دیکھتے جو ناشتہ کرنے میں مگن تھا۔ چلو
چلتے ہے۔ برلاس زارا کو دیکھتے بولا۔ اور آگئے بڑھ گیا۔

زارا بھی اپنی ہائی ہیل کے ساتھ ٹک ٹک کرتی برلاس کے
پیچھے چلنے لگی۔ برلاس گاڑی میں بیٹھا۔ سامنے آتی زارا
کو دیکھ رہا تھا۔ جو اپنی ہی دھن میں ڈوبے کو سنبھالتی
برلاس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی۔ برلاس گاڑی
سٹارٹ کرتا حویلی سے نکلا۔ اور گاڑی نارائن کی سڑکوں پر
اندھا دھند سفر کر رہی تھی۔ گاڑی میں کافی حد تک
خاموشی چھائی تھی۔ برلاس اندر تک جل رہا تھا۔ زارا نے
تبریز کے لیے خود کو چینج کر رہی تھی۔

کچھ گھنٹے ایسے ہی سفر چلتا رہا۔ زارا معمول کے مطابق
بات کر لیتی تھی۔ پر برلاس ہاں۔۔ نا میں جواب دیں کر
چپ کر جاتا تھا۔ گاڑی اسلام آباد کی سڑکوں کا سفر طے

کرتی خان انڈسٹریز کے سامنے پہنچی۔ زارا گاڑی سے نکل
کر منہ کھولے خان انڈسٹریز کو دیکھ رہی تھی۔ جو اپنی
ایک الگ پہچان کے ساتھ

اندر بڑھ گئی۔ برلاس کے ساتھ خوبصورت لڑکی کو سب
منہ کھولیں دیکھ رہے تھے۔ زارا اپنی مغرور پر سینلٹی
کے ساتھ چلتی سب کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے ہیلو کر
رہی تھی۔

سب رشک بڑی نظروں سے زارا کو دیکھ رہے تھے۔
برلاس سب کو گڈ مارنگ کہتا۔۔۔ اپنے کیبن میں داخل
ہوا۔ زارا اپنی کالی گلاسسز تھوڑا آنکھوں سے نیچے کرتے
آنکھ ونگ کی اور

مسکراتے ہوئے۔ برلاس کے کیبن میں داخل ہوئی۔

لالا۔ مجھے کھلا کرنا ہے۔ زارا برلاس کے سامنے چیز
گھسیٹتے اس پر بیٹھتے بولی۔

تم میرے سامنے بیٹھی رہو یہی تمہارا کام ہے۔

برلاس خمار لہجے میں بولتے زارا کو چونکا گیا۔ زارا برلاس
لالا کے لہجے میں بہت کچھ محسوس

کر گئی تھی۔ وہ سترہ سال کی بچی تھی۔ پر اتنے بڑے شہر
میں پڑھ کر آئی تھی۔ وہ مرد کی فطرت کو باخوبی پہچانتی
تھی۔

کیا مطلب لالا۔ زارا دھیمے لہجے میں بولی۔ کچھ نہیں۔
تمہارا آفس ریڈی ہو گیا ہے۔ سامنے ہی ہے۔ میری
سیکٹری تمہیں سب سمجھا دیں گی۔ برلاس زارا کو بولتے
اپنی سیکٹری کو کال کر کے بلایا۔ جو پانچ سیکنڈ میں برلاس
کے آفس میں تھی۔

یہ آپ سب کی نئی بوس۔۔ برلاس زارا کو دیکھتے بولا۔
سیکٹری عینہ نے حیران نظروں سے اس مغرور لڑکی کو
پھر اپنے سر کو دیکھا۔

بوس کے لفظ پر زارا کا بھی حیرت سے منہ کھل گیا۔

Seventy

پرسنٹ کے شئیر کی مالک ہو۔ تو بوس ہی ہوئی نا۔ برلاس
زارا کا کھلا منہ دیکھ کر بولا۔

زارا نے فوراً منہ بند کیا۔ اور عینہ کے ساتھ باہر نکل گئی۔

اپنے کیمین میں۔ آنے کا بعد عینہ اسے سب کچھ سمجھا کر
چلی گئی تھی۔ اب اپنے چیئر پر بیٹھی فائلز کو چیک کرنے
لگی۔

ایک ہفتہ ایسا ہی چلتا رہا۔ آج برلاس کے ساتھ اسے بہت
بڑی میٹینگ اٹینڈ کرنی تھی۔ میڈیا کو بھی بلایا تھا۔ دو
گھنٹوں بعد میٹینگ تھی۔ بڑے بڑے بزنس مین میٹینگ
میں آئے تھے۔ شاہ میر خان بھی آیا تھا۔ برلاس کے منہ
سے زارا اکثر شاہ میر کا نام سنتی تھی۔

اور سلطان پاشاکا۔ سب میٹینگ روم میں بیٹھے سامنے
سکرین پر نگاہیں ٹکائے بیٹھے تھے۔ جہاں تبریز کھڑا خاص
پروجیکٹ پر بات کر رہا نہیں جانتا تھا۔ میٹینگ کا سلسلہ
ایسے ہی جاری رہا۔ میٹینگ روم میں تالیوں کی آواز
گوجنے لگی۔ برلاس پروجیکٹ جیت گیا تھا۔ ڈیل فائنل ہو
گئی تھی۔ سب برلاس کو مبارکباد دیتے اٹھ کر جانے
لگے۔

اب صرف شاہ میر۔۔ اور سلطان پاشا۔۔۔۔۔ زارا برلاس
بیٹھے تھے۔ برلاس نے زارا کا تعارف کروایا۔

یہ میرے ایکس مینگتر ہے۔ برلاس کے مینگتر کہنے پر زارا
سٹل کی دیکھنے لگی۔

برلاس کا ایک جملہ ہی اس کی سماعت میں گوجنے لگا۔
آنکھیں سرخ ہونے لگی۔

زارا غصے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ تو برلاس کو اپنا لالامانتی
تھی۔ لالا آپ پاگل تو نہیں ہو گئے۔ یہ کیا بول رہے
ہے۔ زارا کی سرد آواز پر شاہ میر اور سلطان بھی اٹھ
کھڑے ہوئے۔ میں آپ کے بھائی کی وائف ہوں۔ یہ
جانتے ہوئے آپ نے اس طرح کے گھٹیا لفظ یوز کیے۔

زارا کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا۔ برلاس غصے سے اٹھا۔ زارا کا ہاتھ پکڑے باہر نکلا۔ شاہ میر اور برلاس نے حیران نظروں سے ان دونوں کو دیکھا۔ اور واپس بیٹھ گئے۔

برلاس اپنے کیمین میں داخل ہوتے۔ زارا کو زور سے ٹیبل پر پڑکا۔ زارا اوندھے منہ ٹیبل پر گری۔ دل جیسے خوف سے بیٹھا جا رہا تھا۔

برلاس کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر زارا سہم کا دیکھنے لگی۔ برلاس کی آنکھیں غصے سے لال ہو رہی تھیں۔ میں سے سے لالا کیا کر رہے۔ دور رہے مجھ سے۔ زارا گھبراتے

ہوئے بولی۔ اس کے لالا کہنے پر برلاس کا قہقہہ بے ساختہ
گونجا۔ زارا نے حیران نظروں سے برلاس کو دیکھا۔
ہم لالا۔ میری جان۔۔ تمہارے منہ سے یہ لالا لالاسن کا
میرا دماغ پک گیا ہے۔

اب اور نہیں۔۔ برلاس زارا کے قریب تر ہوتے بولا۔

پیچھے ہٹے۔۔ آپ کو شرم نہیں آتی۔ اپنے بھائی کی بیوی
سے یہ کہتے ہوئے۔ زارا چیختے ہوئے بولی۔ بیوی۔۔ تو
میری ہی بنو گی۔ وہ بھی آج۔۔ تبریز کو میں خودی سمجھا
دوں گا۔ تم بس ہاں کرو۔ برلاس مسکراتے ہوئے بولا۔

زارا کا دل چاہ رہا تھا۔ وہ اس کا سر پھاڑ دیں۔ اپنے بھائی کی عزت کے ساتھ ایسا کرے گا۔ وہ بے یقین تھی۔

آج ہی تمہیں خود کی دسترس میں لوں گا۔ برلاس زارا کے لبوں کو اپنے انگوٹھے سے مسلتے بولا۔ سترہ سالہ زارا خان۔۔ جی جان سے کانپ اٹھی۔ برلاس زارا کے لبوں پر جھکاشت سے لبوں کو چومنے لگا۔ زارا اپنے ہاتھ پیر چلانے لگی۔ دل جیسے کسی نے جکڑ لیا ہو۔ سانس آنا بند ہونے لگی۔ زارا نے پوری کوشش سے برلاس کو پیچھے دھکا دیا۔

گھٹیا انسان تمہاری اتنی ہمت۔ زارا نے کھینچ کر تھپڑ
برلاس کے منہ پر دیں مارا۔

برلاس کی آنکھیں خون چھلکانے لگی۔ چھٹانک بھری
لڑکی نے اسے تھپڑ مارا۔ وہ جیسے غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔
وہ یہ بھی بھول گیا تھا۔ وہ اس کے چچا زاد بیٹی ہے۔ اور
تبریز کی بیوی۔

برلاس زارا کو کھینچتے اس کا ڈوبٹہ گلے سے اتار کر زمین پر
پھینکا۔ تھپڑ کا بدلہ مجھے اچھے سے لینے آتا ہے۔ برلاس
زارا کو صوفے پر پھینکے۔ اس پر جھکتا چلا گیا۔

چھوڑ مجھے۔۔ گھٹیا انسان۔۔ تم لا لا کہلانے کے لائق ہی
نہیں۔ زارا روتے ہوئے بولی۔ برلاس ایک ہی جھٹکے میں
اس کی فراک گلے سے کھینچ کر پھاڑ دیا۔ زارا اگلا سانس با
مشکل لیا آکسیجن کی کمی ہونے لگی تھی۔ ہاتھ پاؤں ساتھ
دینا چھوڑ گئے تھے۔ بس ساکت سی اپنے اوپر
برلاس کو سے ہکے دیکھ رہی تھی۔ دھڑکنیں صاف
دیکھائی دیں رہی تھی۔ برلاس زارا کی دھڑکنوں پر جھکے
ابھی لب ہی رکھے تھے۔ زارا کو اپنے بے جان جسم میں
سپارک کی گھنٹی بجتے سنائی دی۔ برلاس کو ایک ہی جست
میں دکھا دیتے بھاگتے ہوئے اپنا ڈوبٹہ اٹھا کر خود کو اچھی

طرح کو رکھا۔ آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے تھے۔
رکنے کا نام ہی نہیں۔ لیں رہے۔

بچپن سے جسے لالا کہتے آئی تھی۔ وہ ہی اس کی عزت کی
دھجیاڑا دیں گا۔ یہ جانتے ہوئے وہ اس کے چھوٹے بھائی
تبریز خان کی بیوی ہے۔ تبریز کا سوچتے اس کا دل
سوکھے پتے کی مانند خوف سے دھڑک رہا تھا۔ وہ کیا
جواب دیں گی۔ وہ یقین کرے گا بھی یا نہیں۔ برلاس
ابھی آگئے بڑھتا۔ زارا سا منے بنی الماری میں سے برلاس
کی پوسٹ نکالتے گولی چلا دی۔ ایک گولی کے بعد
دوسری۔۔ ہاتھ بُری طرح کانپ رہے تھے۔

شاہ میر جو دیکھنے آیا تھا۔ برلاس کو زمین پر خون سے سنا
دیکھ کر اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔

زارا کے ہاتھ سے پستل چھوٹ کر زمین پر گرمی سانس
نہیں آرہا تھا۔ زارا نے جلدی اپنے بیگ میں سے انہیلر
ڈھونڈھا۔ اور دو تین دفع پمپ کیا۔ برلاس کو مار دیا
تھا۔ وہ جیسے

پاگل ہو رہی تھی۔ اسے صرف اپنی عزت کی پرواہ
تھی۔ ورنہ وہ کبھی ایسا نہ کرتا۔ زارا نے خود کو اچھی طرح
ڈوبے سے کور کیا ہوا تھا۔ شاہ میر اس کے پھٹے کپڑے نا
دیکھ لیں۔ وہ جانتی تھی کوئی یقین نہیں کرے گا۔ یہاں

تک کے تبریز بھی نہیں۔ وہ اپنے لالا سے بے حد محبت
کرتا تھا۔ تو وہ اپنی اس پر کیوں یقین کرتا۔ یہ کیا کیا۔۔۔
پاگل سا نکو لڑکی۔ شاہ میر غصے سے بولتے اس کی طرف
بڑھا۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ یقین کرو۔۔۔ زارا ہاتھ جوڑ
کر یقین دلانے لگی۔ اپنا سچ چھپا گئی۔ پر جانتی تھی۔ شاہ میر
سے یہ سچ چھپا نہیں

سکتی۔ جھوٹ بول رہی ہو۔ آفس ساونڈ پروف تھا۔ گولی
کے آواز باہر نہیں گئی تھی۔ اس لیے کوئی نہیں آیا تھا۔
ہاں۔۔۔ میں نے مارا ہے۔ کیوں مارا ہے۔ یہ بھی دیکھ لو۔
زارا ایک جھٹکے میں اپنا ڈوبٹہ اتار کر پھینکا۔ زارا کے پھٹے

کپڑے دیکھ کر سمجھ گیا۔ شاہ میر نے بے ساختہ اپنا چہرہ
موڑ

لیا۔ کور کرو خود کو۔۔ جاؤ یہاں سے میں سنبھال لوں گا۔
تم چاہے اس کی کزن ہے۔

پر تم پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ شاہ میر

حیران تھا۔ برلاس اتنی کزن کے ساتھ کچھ ایسا

کرے گا۔ بس لیے زارا کو یہاں سے جانے کا

بولا۔ وہ جانتا تھا۔ لڑکی جتنی مرضی اپنی پاکی کا ثبوت دیں
گی۔ لوگ اتنا ہی اس پر کچڑا چھالیں گئے۔ زارا اگلے ہی
پل پیچھے کے دروازے سے باہر نکل گئی۔ برلاس کی
موت کی خبر حویلی پہنچنے سے پہلے اس حویل جانا تھا۔ تاکہ
کوئی بھی اس پر شق نہ کرے۔ تبریز کو کھونے کا خوف بھی
اس کے دل میں جیسے بیٹھ گیا تھا۔ ایک پل کو لگا وہ تبریز کو
بتا دیں۔ پر کھونے کے ڈر سے پھر چپ کر گئی۔

شاہ میر کیمرز سے کچھ دیر پہلے ہوئے حادثے کی فوٹیج
ڈیلیٹ کروا گیا تھا۔

خان انڈسٹریز میں برلاس کی موت کی خبر پھیل چکی
تھی۔ یہاں تک کے نیوز میں بھی برلاس کی موت کیسے
ہوئی۔ سب شاہ میر سے پوچھ رہے تھے۔ شاہ میر نے اتنا
بتایا تھا۔ میٹینگ ختم ہونے کے بعد۔۔ کسی کے کال سننے
باہر گیا تھا۔ جب کافی دیر گزر گئی۔

الے تو میں نے باہر دیکھا۔ وہاں نہیں تھا۔ پھر کین میں
گیا۔ جہاں برلاس کی لاش پڑی تھی۔

ڈیڈ باڈی کے پاس۔۔ آنسو بہاتا تبریز۔۔ شاہ میر کو
خون کھاڑ نظروں سے گھور رہا تھا۔

اسے ایسا لگ رہا تھا۔ شاہ میر جھوٹ بولا رہا ہے۔

نیوز میں ایک ہی خبر چل رہی تھی۔ برلاس خان پانچ
کروڑ کا پروجیکٹ جیت گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے قتل
کر دیا گیا۔ آپ کیا کہنا چاہے گئے تبریز خان۔۔۔ آپ
کے بھائی کو کسی نے قتل کیا۔

تبریز جو اپنے بھائی کی ڈیڈ باڈی کو ایمبولینس میں تبریز جو
اپنے بھار کھوار ہا تھا۔ ریپوٹر کی بات پر سرخ آنکھوں سے
شاہ میر کو گھورتے بولا۔

جس نے بھی۔۔ یہ سب کیا ہے۔ وہ تبریز کے قہر سے
نہیں بچ پائے گا۔ تبریز بول کر ایمبولینس میں بیٹھا۔ اور
ناران کے راستے نکل پڑے۔

حویلی میں دھائیاں مچی ہوئی تھی۔ سارا خان اپنے بیٹے کا
سنتے ہی بلک بلک کر رو رہی تھی۔ زارا ایک کونے میں
اپنے ڈوبے کو جکڑے آنسو بہا رہی تھی۔ اس نے ایسا
نہیں چاہا تھا۔ اس کے ہاتھ سے گولی چلی۔۔ اسے یہ بھی
نہیں پتہ تھا۔ برلاس کو حویلی لیں آئے تھے۔

سارا خان۔۔۔ اور اپنے جان سے پیارے چچا ہارون کو
تڑپتے دیکھ کر زارا کا دل کٹ رہا تھا۔ باقی سب کی بھی یہ
ہی حالت تھی کچی گھنٹوں بعد میت کو اپنے کندھوں پر
اٹھائے قبرستان کی طرف بڑھ گئے۔

میت کو دفنانے کے بعد سب حویلی لوٹے۔ تبریز سب
سے پہلے زارا کے پاس گیا۔ تم کہاں تھی۔ زارا۔۔۔ جب
لالا کے ساتھ یہ سب ہوا۔ تبریز کی سرد آواز پر بیٹھی زارا
لرزا اٹھی۔

وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ میں میٹینگ کے بعد حویلی آگئی تھی۔

زارا نے روتے ہوئے اپنی صفائی پیش کی۔

تبریز غصے بھری نگاہ ڈالتے جیسے کمرے میں داخل ہوا
تھا۔ ویسے ہی ہوا کی طرح چلا گیا۔

زارا تکیے میں منہ دیتی پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ اپنے محرم
کو بھی سچ نہیں بتا سکتی تھی۔ زارا زارا جیسے بے بسی سے مر
رہی تھی۔

ایک مہینے بعد۔۔۔۔۔

حویلی میں ہر وقت سناٹا رہنے لگا۔ تبریز بہت کم حویلی آتا تھا۔ زارا اپنی پڑھائی میں مگن ہو گئی تھی۔ خان انڈسٹریز اب تبریز دیکھ رہا تھا۔ زارا نے اسلام آباد جانے سے۔ صاف انکار کر دیا تھا۔ کسی نے دوبارہ سے فورس نہیں کیا تھا۔

زارا چیخ رہی تھی۔ اپنی بے بسی پر رور رہی تھی۔ رخسار رحم بھری نگاہوں سے زارا کو تڑپتا دیکھ رہی تھی۔ سانس بمشکل لیں رہی تھی۔ دوسرا انہیلر ڈھونڈ کر لائی تھی۔ وہ بھی زارا ڈسٹبین میں پھینک چکی تھی۔ زرا لشتہ خان۔۔۔ حمدان صاحب ایک خاص دعوت پر گئے تھے۔ ہارون

صاحب کھانا کھاتے ہی حویلی سے نکل گئے تھے۔ سارا
خان دوائیوں کے زیر اثر سو رہی تھی۔ بی بی جی۔۔ آپ کا
طبیعت بگڑ رہا۔۔ پلیز خود کو سنبھالیں۔ رخسار زارا کی
طرف بڑھتے بولی۔ جو دو قدم پیچھے ہوئی۔ ہاتھ لگنے سے
سلیب پر رکھے کانچ کے برتن زمین پر گرتے۔۔ ٹوٹ
گئے۔ پر زارا اپنی اکھڑتی سانسوں کے ساتھ وہی کھڑی
رہی۔

آنکھوں سے سیلاب بہہ رہا تھا۔ سب کی بے رخی اسے
اندر سے مار رہی تھی۔

میں چھوٹے صاحب کو کال کرتی ہوں۔ رخسار کہتے باہر
کی طرف بھاگی۔

اگر تم نے اپنے صاحب کو کال کی۔ تمہیں موت کی نیند
سلا دوں گی۔ زارا چیختے ہوئے بولی۔ رخسار کے قدم وہی
رک گئے۔

اگر تم نے اپنے صاحب کو کال کی میں تمہاری جان لیں
لوں گی۔ زارا چیختے ہوئے رخسار کو دیکھتے بولی۔

زارا کی بات پر رخسار کے قدم تھے۔ زارا اپنے پھولی
سانس کو قابو کرتے لڑکھڑاتے قدموں سے کچن سے
نگلی۔ سب کی بے رخی پل پل اسے اندر سے مار رہی
تھی۔

زارا با مشکل سانس لیتے لاؤنج کی طرف بڑھی۔ آنسو
سیلاب کی طرح بہہ رہے تھے۔ رخسار چپ چاپ کھڑی
زارا کو تڑپتے دیکھ رہی تھی۔ زارا چھوٹے چھوٹے قدم
اٹھاتے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ تبریز داخلی دروازے سے
اندر داخل ہوا۔ اس کی نظر سیڑھیاں چڑھتے زارا پر
پڑی۔

وہ اس کی لڑکھڑاہٹ محسوس کر سکتا تھا۔ لاؤنج میں
سنائے کی وجہ سے زارا کی ہچکیاں گونج رہی تھیں۔ زارا جو
لڑکھڑاتے قدموں سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ ابھی
اوپر والی سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا۔ آنکھوں کے آگے
اندھیرا چھایا سانس آنا بند ہوئی۔

زارا اپنے سینے کو مسلنے لگی۔ یک دم اسے سب کچھ گھومتا
نظر آنے لگا۔ پاؤں پھیلا۔ وہ دھرام سے اوپر والی
سیڑھیوں سے رول ہوتے نیچے کی طرف آرہی
تھی۔ زارا۔۔۔ تبریز اسے پکارتے ہوئی طرح آگئے

بڑھا۔ رخسار تبریز کی آواز سن کر سہی۔۔۔ اور بھاگتے
ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگی۔ زارارول ہوتے
نیچے آرہی تھی۔ تبریز تڑپتے ہوئے کسی تیر کی
طرح سیڑھیوں تک پہنچا۔ اپنی باہیں آگئے کی زارارول
ہوتے تبریز کی باہوں میں سمائی۔ پیشانی سے خون پانی کی
طرح بہہ رہا تھا۔ گال رگڑ کی وجہ سے خون کی طرح
سرخ تھے۔ بازو رہے تھے۔ بازو پر بھی کافی چوٹ لگی
تھی۔

تبریز زارا کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ اور رخسار کو
سرخ آنکھوں سے گھورتے زارا کو اپنی مضبوط باہوں میں

اٹھائے لمبے لمبے ڈھگ بڑھتا اپنے کمرے کی طرف
بڑھا۔

کمرے میں داخل ہوتے زارا کے بے جان خون میں لت
پت وجود کو بیڈ پر لٹایا۔

آنکھیں سو جھمی ہوئی تھی۔ جیسے وہ کافی دیر سے روتی رہی
ہے۔ تبریز نے زارا کی نبض چیک کی۔ جو بہت مدھم چل
رہی تھی۔ تبریز کو لگا جیسے وہ اگلی سانس نہیں لیں پائے
گا۔

تبریز نے جلدی سے ڈاکٹر کو کال کی۔ جو پہلی ہی رنگ پر اٹھالی گئی۔ اگلے پانچ منٹ میں حویلی پہنچو۔ تبریز سرد آواز میں دھاڑا دوسری طرف ڈاکٹر نعمان تبریز کی سرد آواز سنتے سہم گیا۔ کال بند کرتے جلدی سے ضروری سامان پکڑے حویلی کی طرف نکلا۔ جہاں پہنچتے ہوئے میں منٹ لگ ہی جانے تھے۔

زارا میری جان۔۔۔ آنکھیں کھولو کیوں تڑپا رہی ہو۔ پہلے کم جو اذیت دی ہے۔ وہ کم ہے۔ جواب تمہیں اس حالت میں دیکھ کر میں تڑپ رہا ہوں۔ تبریز کی درد بھری آواز نکلی۔ وہ واقعے ہی تڑپ رہا تھا۔ چار دن سے سویا

نہیں تھا۔ یہ چار دن اس نے کروٹیں بدلتے گزاری
تھی۔ تبریز زارا کو غور

سے دیکھ رہا تھا۔ جو کہی سے بھی پہلے والی زارا نہیں لگتی
تھی۔ ماڈرن۔۔ اپنی مغرور پر سینلٹی سے سب کے دل
جلانے والی۔

دروازہ نوک ہونے کی آواز پر تبریز نے دروازے کی
طرف دیکھا۔ ڈاکٹر کو سر جھکائے کھڑے دیکھ کر اندر
آنے کا بولا۔

آجاؤ۔۔ تبریز کی آواز پر ڈاکٹر نعمان جلدی سے آگئے
بڑھا۔ اور بیڈ پر لیٹے خون سے سنے وجود کو دیکھا۔ پیشانی

سے خون بہہ کر گردن کو بگھور ہاتھا۔ تبریز ڈاکٹر کی
نظریں اپنی بیوی کا معائنہ کرتے دیکھ کر اگلے ہی پل
ایک زوردار مکاڈاکٹر نعمان کے سر پر دیں مارا۔
تیری اتنی ہمت توں میری بیوی کو ایکسرے کی نظروں
سے دیکھے۔

سوری چھوٹے صاحب۔۔ ہم تو صرف ان کے 10
زخموں کا معائنہ کر رہے تھے۔

ڈاکٹر نعمان اپنے چکراتے سر کو سنبھالتے با مشکل کا پتی
آواز میں بولا۔ کر لیا معائنہ اب۔۔۔ جلدی سے بتاؤ خم
کس سے صاف کرنا ہے۔ سر جھکائے بول۔

تبریز سرد آواز میں بولا۔

ڈاکٹر نعمان نے روئی نکالی۔ تبریز ڈاکٹر کے ہاتھ سے روئی
کھینچتے زارا کے زخموں کو صاف کرنے لگا۔ اسے زارا گنوارہ
نا تھا۔ اس کی بیوی کو کوئی ہاتھ بھی لگائے۔ مسلسل روں
سے زارا کا خون سے سنا چہرہ صاف کر رہا تھا۔

ڈاکٹر نعمان اپنے چھوٹے خان کو اس لڑکی کے لیے اتنا
پوزیسیو دیکھتے حیران ہوا تھا۔ تبریز نے ہی اسے ڈاکٹر بنایا
تھا۔ ورنہ وہ تو در بدر کی ٹھوکریں کھاتا رہتا۔ اسی لیے
خاموشی سے تبریز کی ڈانٹ سن رہا تھا۔ ڈاکٹر نعمان نے
زخموں پر لگانے کے لیے ٹیوب بڑھائی جسے تبریز فوراً اس
کے ہاتھ سے لیتے زارا کے سر پر۔۔ گال پر اور بازو پر
لگائی۔ ٹیوب لگانے کے بعد۔۔ تبریز نے پٹی مانگی۔ نعمان
پٹی دو۔ تبریز نعمان کو گھورتے بولا۔
ڈاکٹر نعمان اپنے دانت پیستے ہوئے بولا۔ اگر خود ہی سب
دیکھنا تھا۔ مجھے کیوں بولا یا سنگی سردار۔۔۔

تمہاری قابلیت دیکھنے کے لیے۔ اپنی بیوی کو تو میں خود ہی
دیکھ لیتا۔ تم سے اچھا ٹریمنٹ دینا آتا ہے۔ اس سنگی
سردار کو۔۔ تبریز جو اس کے الفاظ سن چکا تھا۔ اور فوراً
جواب دیا۔ نعمان نے گھوری سے نوازتے پٹی آگئے
بڑھائی۔ جسے تبریز فوراً پکڑ کر زارا کے سر پر اچھے طریقے
سے باندھنے لگا۔ سر پر پٹی کرنے کے بعد زارا کے بازو پر
کی۔

زارا کی سانسیں ابھی بھی بالکل مدھم چل رہی تھیں۔
چھوٹے صاحب۔۔ آپ کی وائف کی سانسیں مدھم چل
رہی ہے۔ ہم۔۔۔ جانتا ہوں۔ تم جاؤ

میں دیکھ لوں گا۔ تبریز نعمان کی بات اگنور کرتے
بولا۔ وہ جانتا تھا۔ اسے اپنی بیوی کی سانسیں کیسے واپس
لانی ہے۔ ڈاکٹر نعمان تبریز کی بات سنتے اپنا بیگ بند کیا۔
اور کچھ دوائیاں سائیڈ ٹیبل پر رکھی۔ یہ دوائیاں۔۔ بی بی
جی کو کھلا دیں۔ ہوش آنے کے بعد نعمان جلدی سے
بول کر کمرے سے رنو چکر ہوا۔

ڈاکٹر نعمان کے جانے کے بعد تبریز نے زارا پر ایک نظر
ڈالی۔ اور سر پر بوسہ دیتے اس کے لبوں پر جھکا۔

لبوں پر جھکتے ایک ہاتھ سے زارا کا جبر ادا بوچے اپنی
سانسیں زارا کی سانسوں میں الجھانے لگا۔ اور ساتھ ساتھ
اس کے لبوں کو چوم رہا تھا۔ زارا بے ہوشی میں بھی
سک پڑی تھی۔ تبریز اس کی سی کی آواز سنتے پیچھے ہٹا۔
اور اس کے زرد چہرے کو دیکھتے باہر کی طرف
اور سیڑھیاں اترتے لاؤنج میں داخل ہوا۔ رخسار کو
دیکھتے اس کے ماتھے پر بل پڑے۔

اس کی بیوی تڑپ رہی تھی۔ رخسار ایک طرف کھڑے
ہوتے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔

تبریز غصے سے رخسار کی طرف بڑھا۔ تم یہاں کیا کر رہی
تھی۔ میری زارا کا تماشا دیکھ رہی تھی۔ تبریز غصے سے
دھاڑا۔ رخسار نفی میں سر ہلاتے پیچھے کو قدم بڑھا گئی۔

چھوٹے۔ صاحب زارا بی بی کب سے تڑپ رہا تھا۔ ہم
نے اُن کے پاس جانے کی کوشش کی اُنہوں نے اپنے
پاس آنے سے منع کر دیا۔ رخسار تبریز کی سرخ آنکھیں
دیکھتے فوراً بولی۔

تبریز۔۔ تو رخسار کے بولے گئے الفاظ پر جیسے تڑپ اٹھا۔
اس کی بیوی۔۔ اس کی زارا کب تڑپ رہی تھی۔ سے

چھوٹے صاحب۔۔ ہم نے اُن کو بہت دفعہ بولا خود کو
اذیت نادیں۔ پر بی بی جی چیخ رہی تھی۔ اپنے بالوں کو نوچ
رہی تھی۔ بس یہی بول رہی تھی۔ میں نے ہی مارا
ہے۔ اس کتے کمینے برلاس کو۔ وہ بامشکل سانس لیں رہی
تھی۔

ہم نے اُن کو ان کا انہیلر دیا۔ انہوں نے ڈسٹبین میں
پھینک دیا۔

میں آپ کو کال کرنے ہی لگی تھی۔ زارا بی بی نے روک دیا۔ اگر میں نے آپ کو کال کر کے کچھ بھی بتایا۔ وہ میری جان لے لیں گی۔ رخسار روتے ہوئے بتانے لگی۔

تبریز غصے سے اس کی ساری باتیں سن رہا تھا۔ اپنے لالا کے لیے کتا۔ کمینہ لفظ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ رخسار کو غصے سے دیکھتے اپنے کمرے کی طرف واپس بڑھ گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے اضطرابی انداز میں چکر لگانے لگا۔ اندر جیسے آگ لگ گئی تھی۔ اس کی

بیوی نے ایسے الفاظ کیوں بولیں۔ وہ جیسے سوچتے +40
پاگل ہو رہا تھا۔

زارا نے برلاس لالا کا قتل کیوں کیا۔ وہ ابھی تک سمجھ
نہیں پایا تھا۔ تبریز زارا کے قریب بیڈ پر جا بیٹھا۔ اور
سگریٹ جلانے لگا۔ زارا کے دھمے کا سوچتے سگریٹ
زمین پر پھینک دیا۔

اور زارا کے ہوش آنے کا ویٹ کرنے لگا۔ دو تین گھنٹے
گزرنے کے بعد۔ زارا نے اپنی آنکھیں کھولی سر میں
درد کی لہر اٹھی۔ اپنے چکراتے سر کو سنبھالتے با مشکل

اٹھ کر بیٹھی۔ اپنے سر کو ہاتھ لگایا۔ پٹی بندھی ہوئی تھی۔
اور بازو پر بھی پٹی باندھے دیکھ کر اپنے پاس لیٹے تبریز کی
طرف دیکھا۔

جو مدھم خراٹے لیں رہا تھا۔ زارا ایک نفرت بڑھی نظر
ڈالتے بیڈ سے اور دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔ اسے
تبریز کے ساتھ ایک کمرے میں نہیں رہنا تھا۔

دروازہ کلک کی آواز پر تبریز جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھا۔ شاید
تھوڑی دیر پہلے ہی اس کی آنکھ لگی تھی۔ کچی نیند کے
سبب تبریز کی آنکھ کھل گئی۔

زارا نے ابھی ایک قدم باہر ہی نکالا تھا۔ تبریز کی سرد
آواز پر اس کے قدم منجمد ہوئے۔

کہاں جا رہی ہو۔ مسز تبریز خان۔۔۔ زارا کو ایک ہی جگہ
سٹل کھڑے دیکھ کر تبریز اٹھ کر زارا کے سامنے جا کھڑا
ہوا۔ زارا کی ٹانگیں خوف سے کپکپانے لگی۔ میں نے کچھ
پوچھا ہے تم سے بول کیوں نہیں رہی۔ تبریز اس کے
چہرے پر خوف دیکھتے نرم لہجے میں بولا۔

زارا خود کی کپکپاہٹ پر اپنی سرخ آنکھیں تبریز کی سرخ
آنکھوں میں دیکھتے سرد لہجے میں بولی۔ ہٹے سامنے سے

مجھے اپنے کمرے میں جانا ہے۔ تبریز زارا کے جواب پر
غصے سے اپنی مٹھیاں بوئیں۔

اور تمہیں ایسے کیوں لگتا ہے۔ میں تمہیں یہاں سے
جانے دوں گا۔

تبریز زارا کی کمر کو دونوں سائیڈ سے مٹھیوں میں دباتے
دھیمے لہجے میں بولا۔ تبریز کی اس حرکت پر زارا کی سسکی
نکلی۔ چھوڑے مجھے مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا زارا
تبریز کو خود سے دور دھکیلتے بولی۔ تبریز نے غصے سے زارا

کو گھورا۔ جیسے زارا کا یوں دھکیلنا اسے اچھا نہیں لگا تھا۔
اگلے ہی پل تبریز زارا کی طرف بڑھتے اس کے
بازوؤں سے پکڑے زور سے دیوار سے لگایا۔

زارا درد سے بلبلا اٹھی۔ اس کا فیصلہ میں کروں گا۔ تم
نہیں۔۔ اپنی مرضی سے تمہیں اس کمرے میں لیں کر
آیا تھا۔ اب میری مرضی سے اس کمرے سے نکلو گی۔
تبریز تقریباً دھاڑتے بولا۔ زارا نے نفرت سے تبریز کی
طرف دیکھا۔ اب کہاں وہ پیچھے ہٹنے والی تھی۔

میرا نہیں خیال ایک قاتل کو اپنے کمرے میں رکھنا
چاہیے۔ کیا پتہ وہ آپ کا بھی قتل کر دیں۔

آپ کے کمینے لالابرلاس کی طرح زارا اپنی ایڑھیاں
اٹھائے تبریز کے کان کے قریب جھک کر بولی۔ زارا کے
کمینہ کہنے پر تبریز نے اگلے ہی لمحے زارا کے بال مٹھیوں
میں دبوچے۔

درد کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے۔ اس
قدر بے دردی سے ظالم شخص نے بال مٹھی میں دبوچے
ہوئے تھے۔ پر اپنے درد کو چہرے پر نالالتے ہوئے۔

نفرت بڑی مسکراہٹ سے تبریز کی آنکھوں میں دیکھنے
لگی۔

تبریز زارا کی مسکراہٹ میں چھپی نفرت کو دیکھتے جیسے اس
کے اندر آگ کے شعلے دکھنے لگے ہو۔ یہ اس کی زارا پہلے
والی زارا بالکل نہیں تھی۔

وہ بالکل بدل گئی تھی۔ یا اس کی زندگی میں کچھ ایسا ہوا تھا۔
جو اسے اس قدر نڈر بنا گیا تھا۔

اسی لیے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی تھی۔

تمہاری اتنی ہمت میرے لالا کے لیے ایسے الفاظ نکالو۔
تبریز زارا کے بال بے دردی سے نوچتے دھاڑا۔ ایک پل
کے لیے زارا کے چہرے پر خوف آیا۔ جسے منٹوں میں
چھپا گئی۔

کیوں بُرا لگانا۔۔۔ زارا اب ہستے ہوئے بولی۔

تبریز نے ایک دفعہ بھی اس یہ نہیں پوچھا تھا۔ اس نے یہ
سب کیوں کیا۔

اس کی اس مسکراہٹ کے پیچھے چھپا راز کیا وہ ابھی تک
نہیں سمجھ پایا تھا۔ یا سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔ زارا ہستی ہی جا
رہی تھی۔ ہستے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے
لگے۔

زارا کو پاگلوں کی طرح ہستے دیکھ تبریز نے اگلے ہی پل
اس کے بال چھوڑ دیے تبریز کے گلے میں گلی ابھر کے
معدوم ہوئی۔ اس کی زارا ایسی تو نا تھی۔ زارا پاگلوں کی
طرح ہستے اپنے بال نوچنے لگی۔ مقابل کو اتنے بھائی کے
لیے یہ الفاظ بُرے لگے تھے۔

450 وہ جیسے پاگل ہو رہی تھی۔

تبریز نے اسے پکڑنا چاہا۔ زارا چیختے ہوئے پیچھے ہوئی۔ میں
نے مارا تمہارے لالا کو۔۔ ہاں میں نے ہی مارا ہے۔
تمہارے لالا کو۔۔ قاتل ہوں میں تبریز خان۔۔

زارا وہ تمہارا بھی لالا تھا۔ ہم بیٹھ کر بات کرتے ہے نا۔
سب سنوں گا میں۔

تبریز زارا کی بگڑتی حالت دیکھ کر تڑپتے ہوئے بولا۔

وہ کچھ کہنا چاہا رہی تھی۔ نہیں ہے وہ میرا لالا۔۔ وہ کمینہ
انسان میرا لالا نہیں ہو سکتا۔ وہ تمہارا لالا ہے۔ تبریز خان
تم دونوں بھائی ایک جیسے ہو۔ ایک نے میری عزت کے
ساتھ کھیلنے کی کوشش کی دوسرے نے نکاح کر کے اپنے
کمرے میں قید کر کے رکھا ہے۔ اب بھی سزا دو گئے۔
تمہارے اس کمینے لالا کی قاتل ہوں۔ زارا چیختے ہوئے
اپنے بال نوچتے بولی۔ تبریز ساکت سا اس کے الفاظ سن
رہا تھا۔

جو اس نے اس کے لالا۔۔ +50

اور اسے بولے تھے۔

وہ یقین نہیں کر پا رہا تھا۔ اس کے لالانے ایسا کچھ کیا ہے۔
برلاس لالانے زارا کی نہیں اس کی عزت پر گندی نظر
رکھی۔ تبریز نفی میں سر ہلاتے پیچھے کی طرف قدم بڑھا
گیا۔ زارا ایک ہی جست میں تبریز کے قریب پہنچی۔

یقین نہیں آرہا۔ مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا۔ جب
برلاس نے مجھے جگہ جگہ سے چھوا تھا۔ یہ جانتے ہوئے۔
میں تمہاری عورت ہوں۔ تمہاری منکوحہ ہوں۔ زارا

چیختے ہوئے بولی۔ سانسیں اکھڑنے لگی تھی۔۔ سر میں
چوٹ کی وجہ سے درد کی کھیسے اٹھ رہی تھی۔

تبریز نے زارا کی بات سنتے غصے ڈریسنگ پر جھکتے اپنی خون
خار آنکھیں مرد میں گاڑھی زارا کے الفاظ اس کے اندر
آگ لگا گئے تھے۔ اس کی بیوی کو چھوا وہ جیسے پاگل ہو رہا
تھا۔ زارا پھر سے تبریز کے قریب جا کر کھڑی ہوئی۔

140 اور سنتا چاہو گئے۔ تبریز خان۔۔ ضرور سنو گئے۔
میں بتاتی ہوں۔ میں نے کیسے مارا۔۔ تبریز نے بامشکل
غصے سے صبر کا گھونٹ پیا۔

اور زارا کے الفاظ سننے کے لیے۔

تم کہتے ہو۔ وہ لالا ہے میرا۔۔۔

زارا آپ سے تم پر آگئی تھی۔

زارا کا تم کہنا تبریز کو کانٹے کی طرح چبا تھا۔

ایسا ہوتا ہے لالا۔ جو اپنی بہن

پر ہوس بڑی نظریں رکھیں۔ اس کی عزت ایک سیکنڈ

میں مٹی میں ملا دیں۔

اس نے مجھے یہاں سے چھوا۔۔ زارا نے تبریز 50 کا ہاتھ
اپنے لبوں پر رکھا۔

تبریز نے قرب سے آنکھیں بند کی۔ اب اس کا ہاتھ اپنے
پیٹ پر رکھا۔ تبریز کی آنکھیں خون چھلکانے لگی۔ اور
اپنا ہاتھ ایک جھٹکے میں زارا کے پیٹ سے ہٹایا۔ میرے
کپڑے پھاڑ دیے۔ میری دھڑکنوں پر۔۔۔ زارا مزید کچھ
بولتی۔ تبریز چیختے ہوئے اپنے ہاتھ کی مٹھی بنائے مر رہے
دیں مارا۔ چپ۔۔ ایک اور لفظ نہیں۔۔ اب اور کچھ
بولا۔ تمہارے لیے اچھا نہیں ہو گا۔

تبریز غصے سے دھاڑا۔

زارا تبریز کی دھاڑ پر اپنی ہچکیاں اپنے منہ پر

ہاتھ رکھ کر قابو کی۔

سانس سینے میں اٹک گیا تھا۔

تبریز کے ہاتھ سے بہتا خون دیکھ کر زارا پیچھے کو کھسکی۔ سچ

سننے کے بعد اب وہ کیسا سلوک کرے گا۔ وہ جیسے اپنی

سانسیں کھور ہی تھی۔

آہہ۔۔۔ لالا۔۔۔ نفرت ہو رہی مجھے آپ سے
نفرت۔۔۔ آپ نے میری عورت کو چھوا آہہ۔۔۔ تبریز
سے لفظ ہی نہیں تھے ادا ہو رہے۔

اپنا ہاتھ بار بار مر رہا تھا۔ مر رہا شیشہ چکنا چور ہوتے
چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں زمین پر پھیل گیا تھا۔

ٹپ ٹپ خون تبریز کے ہاتھوں سے بہہ رہا تھا۔ زارا تبریز
کے خوف سے اپنی ہچکیوں پر قابو پائے با مشکل سانس
لیں رہی تھی۔ آہہ۔۔۔ شکر ہے آپ میرے سامنے
نہیں ورنہ پتہ نہیں میں کیا کر جاتا۔ تبریز دھاڑتے ہوئے

پلٹا ہی تھا۔ اس کی نظر زارا پر پڑی جو ڈر سے کانپ رہی تھی۔

سانس بھی بامشکل لیں رہی تھی۔ تبریز جیسے ہی زارا کی طرف بڑھا۔ زارا لرزاتے ہوئے پیچھے کو قدم اٹھائے۔ اور آنکھیں تبریز کے خون آلودہ ہاتھ پر تھی۔ وہ اسے کیا سزا دینے والا تھا۔ وہ یہ سوچتے خوف سے کانپنے لگی۔

میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں نہیں جانتی تھی۔ برلاس لالا ایسا کریں گئے۔ مجھے کچھ نہیں پتہ۔۔۔ وہ میرے قریب آئے تھے۔ میں نے مار ڈالا۔ مار ڈالا۔۔۔ میں ڈر گئی تھی۔

آپ کو نہیں کھوسکتی تھی۔ شاہ میر نے میر اساتھ دیا۔
اس نے کہاں میں سنبھال لوں گا۔

زارا ہاتھ جوڑے اپنی اکھڑتی سانسوں کے ساتھ جو سمجھ
میں آیا بولی جارہی تھی۔ تبریز جیسے ہی قریب گیا۔ زارا کو
اپنی سانسیں بند ہوتی محسوس ہوئی۔ اور وہ تبریز کے ڈر
سے بے ہوش ہو گئی۔ ابھی وہ زمین پر گرتی۔

تبریز نے اسے اپنی مضبوط باہوں میں تھاما۔ اور زارا بھی
تبریز کی باہوں میں جھولتی ہوش و حواس سے بیگانہ تبریز

کو بے چین کر گئی۔ تبریز نے تڑپتے ہوئے زارا کو اپنے
سینے

سے شدت سے لگا۔

آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر زارا کے بالوں میں جذب
ہوا۔ ایم سوری میری جان۔۔۔

میں نے ایک دفعہ تم سے پوچھا ہوتا۔ تو آج یہ دن نادیکھنا
پڑتا۔ میں اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہوں۔ تبریز زارا
کے بے جان وجود کو سینے سے لگائے بولا۔ اور اس کے سر
پر بندھی پٹی پر اپنے دھکتے لب رکھے۔

اور اسے اپنی باہوں میں اٹھا کر بیڈ پر لٹایا۔ اور کسی گھٹاکی
طرح اس پر چھا گیا۔ وہ اس کے خوف سے اپنی سانسیں
بند کیسے ہوئے تھی۔ اسی لیے بے ہوشی اس پر طاری
ہوئی تھی۔ تبریز زارا کے لبوں پر جھکاشت سے اسے
چومنے لگا۔ اور اپنی سانسیں زارا کے اندر انڈیلنے لگا۔ زارا
بے ہوشی کے عالم میں سسک پڑی۔

تبریز زارا کے نچلے لب پر شدت سے سک کرنے لگا۔
زارا نے تڑپتے ہوئے اپنی آنکھوں کو حرکت دی۔ تبریز
اس کی لرزتی پلکوں کو دیکھتے اور شدت سے چومنے لگا۔

زارا نیم بے ہوشی میں تبریز کا کالر مٹھیوں میں جکڑ گئی۔
آہستہ آہستہ آنکھیں کھولی۔ تبریز کو اپنے لبوں پر شدت
ڈھاتے دیکھ کر زارا کو آکسیجن کی کمی ہونے لگی۔ اب خود
تبریز کی سانسیں اپنے اندر اتارنے لگی۔ تبریز حیران
نظروں سے زارا کی حرکت پر مسکرایا۔ اور زارا کو اپنی
من مانی کرنے دی۔ زارا کا سانس بہال ہوا۔ پر تبریز کے
لبوں کو اپنے لبوں میں لیے شدت سے اپنے دانتوں سے
کچل رہی تھی۔ جیسے اپنا سارا غصہ تبریز کے لبوں پر اتار
دینا چاہتی ہوں۔ تبریز مسکراتے ہوئے زارا کا بے درد وار
سہنے لگا۔

زارا تبریز کے لبوں پر ایک گہرا کٹ دیتے پیچھے ہوئی۔ اور
تبریز کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ جہاں اس ظالم شخص کی
آنکھیں مسکرا رہی تھی۔ زارا نے تبریز کے نچلے لب پر
کٹ دیکھ کر تبریز کی طرف دیکھا۔

بہت میٹھا اور جان لیوہ درد ہے۔ تبریز کی جان۔۔۔ پر مجھے
یہ شہد کی طرح میٹھا لگا ہے۔ تبریز زارا کی اوڑی رنگت
دیکھ کر بولا۔ ابھی آرام کرو۔ ہم پھر بات کرتے تبریز
زارا کے اوپر سے اٹھا۔ اور اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے
بولا۔ اور واش روم میں گم ہوا۔ زارا تبریز کی نرمی پر
حیران سی دیکھنے لگی۔ تبریز نے ایسا کوئی ریکٹ نہیں دیا

تھا۔ جیسا وہ سوچ رہی تھی۔ واش روم میں داخل ہوتے
تبریز نے اپنا خون سے سناہاتھ واش بیسن کے نل کے نیچے
کیا۔ آنکھیں سرخ تھی۔ جو مرر پر گھاڑے اپنے

عکس کو دیکھ رہا تھا۔

نفرت ہو رہی ہے مجھے لالا۔ لالا کہو یا نہیں۔۔ میں ابھی
تک سمجھ نہیں رہا۔ آپ کو زار انے نے مارا مجھے غم ہے پر
افسوس یہ غم اب مجھے بالکل نہیں محسوس ہو رہا۔ اگر میں
مارتا۔۔ تو ساری عمر پچھتاوے میں گزر جاتی۔ تبریز مرد
میں دیکھتے سرد آواز میں بول رہا تھا۔ اندر کی آگ جیسے

بجھنے کا نام نہیں لیں رہی تھی۔ زارا کے ساتھ بُرا سلوک
کیا۔ اسے قید کر کے رکھا تبریز کو جیسے شر مندگی نے
آگیڑھا۔ نہیں میں معافی مانگوں گا۔ تبریز اپنے ہاتھ کی
ڈریسنگ کرتے بولا۔

زارا مجھے معاف کرے گی۔ اسے کرنا ہی ہو گا۔ میں اسے
ہر گز اپنے وجود سے اپنی سانسوں سے دور نہیں کروں
گا۔ تبریز اپنی ڈریسنگ مکمل کرتے بولا۔ اور سادہ سا
ٹراوڑ اور شرٹ پہنے واشروم سے باہر نکلا۔

ایک نظر زارا کو دیکھتے جو کمبل میں دیکی سونے کی کوشش
کر رہی تھی۔ تبریز زارا کو دیکھتے روم سے باہر نکلا۔ اور
بچن کی طرف بڑھ گیا۔ زارا کے لیے کھانا لینے۔ اسے
میڈیسن بھی تو دینی تھی۔

ہیزل کو ہو اسپتال سے ڈسچارج کر دیا تھا۔ بہرام ہیزل اور
اپنی ننھی سے گڑیا کو لیں کر حویلی پہنچا۔

ہاشم بھی ساتھ ہی آگیا تھا۔ سب داخلی دروازے کے
پاس کھڑے گڑیا کو دیکھنے کے لیے بے تاب ہو رہے
تھے۔ عالیان حویلی سے ہیزل کی مورے بابا۔۔ آئزہ اور
عاصم آئے تھے۔ عاصم کی طبیعت پہلے سے کافی سنبھل
گئی تھی۔ زخم بھی بھر گیا تھا۔ بہرام ہیزل کو سہارا دیتے
آگئے کی طرف بڑھا۔ اور ننھی سی گڑیا کو اس کے ماموں
نے اٹھایا ہوا تھا۔

زمینہ بیگم نے آگئے ہوتے، ہیزل کا ماتھا چوما خوش رہو
میرے بچوں۔۔ ماشا اللہ۔۔ ہماری پوتی تو بالکل اپنی ماں پر
گئی ہے۔

زرمینہ بیگم اپنی ننھی سی پوتی کا ماتھا چومتے بولی۔

کس نے کہاں۔۔۔ یہ اپنی ماما پر۔۔ یہ تو اپنی پھوپھو کے
جیسی ہے۔ آئزہ فوراً آگئے ہوتے بولی۔ اودو۔۔۔
ٹڈی۔۔ ٹھہر جا وہی۔ میں دیکھ کر بتاؤں گا۔ چاچو کی
جان۔۔ چاچو کی پری کس پر گئی ہے۔

شاہ میر فوراً اندر کودتے بولا۔

آئزہ اپنے لیے ٹڈی کا لفظ سنتے شاہ میر کو گھور کر دیکھا۔ یہ
ٹڈی کیسے کہاں۔۔ آپ نے لالا اس سے پہلے شاہ میر گڑیا
تک پہنچتا آئزہ ہوا کی طرح اس کے سامنے کھڑی ہوئی۔

تمہیں کہاں ہے ٹڑی ہٹو میرے راستے سے ٹڈی۔۔
گڑیا اپنے چاچو کو بلارہی ہے۔ شاہ میر آئزہ کو چراتے بولا۔
اور سائیڈ میں کر کے اپنی گڑیا کے پاس پہنچا۔
آپ ہو گئے ٹڈے۔۔ لمبے والے ٹڈے۔۔ آئزہ ناک
پھلاتے بولنے لگی۔

لمبے والے ٹڈے کہنے پر۔۔ سب قہقہے لگا کر ہنسنے لگے۔
شاہ میر نے گھور کر آئزہ کو دیکھا۔ آئزہ ایک ادا سے اپنے
بال پیچھے کی طرف پھینکتی آگئے بڑھنے لگی۔ بال شاہ میر
کے چہرے

پر لگے تھے۔ کہیں تو بعد میں بتاتا ہوں۔۔ چھوٹی ٹڈی۔۔
شاہ میر بولتے گڑیا کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا۔ اور لیڈیز کی
طرف لیں کر بڑھا۔ جو ہیزل کے گرد مجموعہ بنائے کھڑی
تھی۔ بھا بھی آپ ٹھیک ہے۔ بھا بھی آپ کو درد تو نہیں
ہو رہا۔ ہیزل کو باتوں میں لگائے ہوئے تھی۔ بہرام
ہیزل کو پہلے ہی اندر لیں آیا تھا۔ اور ساری لیڈیز ہیزل
کے آگئے پیچھے کھڑی ہیزل کو باتوں میں الجھایا ہوا تھا۔

زل اور ماہی ہیزل کے دائیں بائیں کھڑی تھی۔ عابیرہ اور
نامیشہ نیچے زمین پر بیٹھی شغل لگانے میں مگن تھی۔

بہرام بڑوں کے درمیان جا بیٹھا تھا۔ جہاں سب مرد اپنی
ہی باتوں میں مگن تھے۔

ہیلو لیڈیز۔۔ آپ نے ہماری گڑیا کا اچھے سے ویکم نہیں
کیا۔

شاہ میر سب لیڈیز کو گڑیا کی طرف متوجہ کرتے بولا۔ او
دو۔۔ چاروں نے اور کانعرہ لگایا۔ ان کے اور کہنے پر۔

سب مسکرا دیے۔ نائیشہ اٹھ کر شاہ میر کی طرف بڑھی۔
بھائی ہم نے گڑیا کے لیے بہت بڑا سر پر اتز پلین کیا ہے۔
آپ گڑیا کو ہمیں دے دیں۔

نائیشہ نے اپنی معصوم آواز میں آنکھیں میٹھٹاتے سارا
راز افشاں کیا۔

پیچھے کھڑی لیڈیز نے اپنا ہاتھ سر پر دے مارا۔
نائیشہ کی بچی سارا پلین چھو منتر کر دیا۔ آئزہ زرینہ بیگم
اور رانیہ بیگم کے ساتھ آتے بولی۔ نائیشہ نے معصومیت
سے سب کی طرف دیکھا۔

ضرغام جو نامیشہ کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔ نامیشہ کی
معصومیت پر جی بھر کر پیار آیا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا۔
اس کی پر نسر تو معصومیت کے ریکارڈ توڑنے میں ماہر
ہے۔ سوری گائیز۔۔۔ میں بھول گئی تھی۔ آپ سب
جانتے ہیں۔ میرے پیٹ میں کچھ نہیں بچتا نامیشہ
معصومیت سے سر جھکائے بولی۔ نامیشہ کی معصومیت پر
سب مسکرا نے لگے۔

بلکل اچھا کیا۔ تم نے نامیشہ جو مجھے بتا دیا۔ مجھے پتہ کیسے چلتا
لیڈیز اتنا بڑا سر پر انٹر پلین کر کے بیٹھی ہے۔ شاہ میر
شرارتی انداز میں بولا۔

چلو بھی پیچھے ہٹو۔ ہمیں گڑیا اوپر لیس کر جانا ہے۔ لالا
اپنی بیگم کو بھی لیں کر آئے۔

آئزہ شاہ میر کو دیکھتے گھورتے ہوئے بولی۔ اور بہرام کو
پکارتے بولی۔ آ رہا ہوں۔ گڑیا بہرام آئزہ کو دیکھتے
مسکراتے ہوئے بولا۔ عاصم نے دور تک اپنی بٹر فلائی کو
جاتے دیکھا۔ جو پتا نہیں کونسا بڑا سر پر آئزہ دیکھانے والی
تھی۔

ماشاء اللہ ہماری پرپوتی۔۔ اللہ نظر بد سے بچائے نامیشہ حاکم
خان کو دیکھتے جو عدنان صاحب قے ساتھ باہر سے آ
رہے تھے۔ فوراً گڑیا کو لیں کر حاکم خان کی طرف بڑھی۔

حاکم خان نے فوراً اس ننھے سے وجود کو باہوں میں بھرا۔
اور ماتھے پر بوسہ دیتے نظر اتاری۔ عدنان صاحب نے
بھی اپنی پوتی کا ماتھا چوما۔ اور آگئے بڑھ کر اپنے بیٹے اور
بہو کو مبارک دی۔

اور خوش رہنے کی دعادی۔ حاکم خان نے بھی ہیزل اور
بہرام کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اللہ تم دونوں کو ایسے ہی
خوش رکھے۔ امین داجی۔۔ بہرام نے حاکم خان کو
مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور ہیزل کے ماتھے پر لب
رکھے ہیزل کو اپنی باہوں میں اٹھا گیا۔

ہیزل کی تو آنکھیں شرمندگی سے جھک گئی۔ اپنے بے
باک خان کی حرکت کی وجہ سے۔ سب بے شرم اور کمینے
خان۔۔ اسی حویلی میں پائے جاتے۔ حاکم خان کانوں کو
ہاتھ لگاتے سب کے قہقہے نکلا گئے۔

ہیزل نے گھورتے ہوئے اپنے بے باک خان کو دیکھا۔
بہرام ہیزل کی گھوری کو انگور کرتا اوپر کی طرف بڑھ
گیا۔ باقی سب بھی لیڈیز کاسرپرائز کو دیکھنے کے لیے پیچھے
کی طرف چل دیے۔

بہرام جیسے ہی سیڑھیاں عبور کرتے اوپر آیا۔ ہیزل اور
بہرام کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ پیچھے باقی سب بھی جیسے
حیران نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ہر طرف سرخ
گلابوں سے بہت ہی زبردست سجایا گیا تھا۔ زمین پر بچھے
پھول بھی ایک الگ منظر پیش کر رہے تھے۔ پھولوں
کے سائیڈ پر رکھی کینڈلز سے اوپر والا پویشن جیسے چمک
اٹھا تھا۔ دیواروں پر پھولوں کی بنائی لٹری اور ان کے
درمیان لگائی پکس ہیزل اور بہرام ہیزل کی گود میں
گڑیا۔ جسے وہ دونوں ایک ساتھ کس کر رہے تھے۔
پھولوں کی لٹریوں کے درمیان ان کی پکس جو بہت ہی
خوبصورت پوز کے ساتھ ہاشم نے کل ہی لی تھی۔ وہ

لڑیوں کے درمیان لٹکتے ہوئے اور بھی خوبصورت الگ
رہی تھی۔

ہر طرف مختلف پوز میں تصویریں لٹک رہی تھیں۔ اور ہر
تصویر میں گڑیا کی آنکھیں کھلی تھیں۔

ایک طرف ٹیبل پر کیک اور اس کے پیچھے پھولوں سے
ویلم ٹو گڑیا۔ اور ویلم ٹو بھابھی لکھا تھا۔

جو بہت ہی خوبصورت لگ رہا۔

بہت بہت۔۔ خوبصورت لگ رہا ہے۔ ہیزل بہرام کی
گود میں مسکراتے ہوئے پورے جوش سے بولی۔ بہرام
نے بھی

ہیزل کی بات پر اتفاق کیا تھا۔ اور نامیشہ کی گود میں گڑیا
کو دیکھتے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ جو اوپر لٹکے پھولوں
کو دیکھنے میں مگن تھی۔ بہرام ہیزل کو نیچے اتارتے ٹیبل
کی طرف لیں کر بڑھا۔ ضرغام نامیشہ کے پاس آتے گڑیا
کے ماتھے پر لب رکھے اور نامیشہ کے کان میں بے باک
سرگوشی کی۔ میری جان۔۔ اگر تم مجھے تھوڑی اور محنت
کرنے کی اجازت دیں دو۔ تو ہم بھی اپنے بے بی کا ایسے

ہی ویلکم کرے گئے۔ ضرغام کی بات پر نامیشہ سر سے پیر
تک سرخ پڑی۔

اف کتنے بے شرم ہے۔ آپ۔۔ پیچھے ہٹے نامیشہ جلدی
سے بولتے ضرغام کے حصار سے نکلتے آگئے بڑھ گئی۔
ضرغام نے مسکراتے ہوئے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

بہرام نے ننھی سے گڑیا کو نامیشہ سے پکڑ کر ہیزل کو
پکڑایا۔

عابیرہ جو موبائل پکڑے سب کی فوٹو کلک کر رہی تھی۔
جلدی سے بہرام اور ہیزل کارونٹک بھرا مومنٹ اپنے
موبائل میں کیچر کیا۔ بہرام جو گڑیا کو پکڑاتے اس کے
گال پر کس رہا تھا۔ ہیزل بہرام کو گھور کر دیکھ رہی تھی۔
مان لیا۔ خان حویلی کی لیڈیز میں بھی جذبہ ہے۔ پر
رومانس میں ایسے کانپتی ہے۔ جیسے ہم ان ظلم کر رہے
ہو۔ شاہ میر زمل کی طرف دیکھتے بولا۔ جہاں سب لڑکوں
کا قہقہہ بلند ہوا۔

وہی سب لڑکیاں سرخ چہرے سے شاہ میر کو گھورنے
لگیں۔

چلیں سب کیک کٹ کرے۔ ہماری چھوٹی سی گڑیا کو نیند
آ رہی ہے۔ دامیار اس ننھی سی پری کا ہاتھ چومتے ہیں۔
جو جمائیاں آپ کو رہی۔

یہ ننھی پری نہیں جانتی تھی۔ اسے سب کا بہت ہی زیادہ
پیار ملنے والا ہے۔

سب نے مل کر کیک کٹ کیا۔ اور بہت سے پوزیز میں
گڑیا کے ساتھ تصویریں لی۔ اور سب نے اپنا اپنا گفٹ
دیا۔ اب سب نیچے کی طرف بڑھ گئے تھے۔ بہرام اپنی

ننھی سی جان کو اٹھاتے ہیزل کو سہارا دیتے روم میں لایا۔
اور اسے بیڈ پر بیٹھایا۔ میری جان تھک گئی ہو۔ اب آرام
کرو میں کچھ کھانے کے لیے لاتا ہوں۔ پہلے میری بیٹی کو
فیڈ کرواؤ۔ بھوک لگ رہی ہے اسے یہ دیکھو کیسے اپنے
بابا کی فنگر کو زبان لگا رہی ہے۔ بہرام اپنی بیٹی کو ہیزل
کی طرف بڑھاتے بولا۔ بہرام کی بات پر ہیزل کا چہرہ
سرخ پڑا۔ وہ شرم کے پردے ہٹائے کیسے بے باکی سے
بول رہا تھا۔ میری بیٹی کو فیڈ کرواؤ۔ بہرام اسے سرخ
پڑتا دیکھ کر گہرا مسکرایا۔ جان بہرام۔۔ کروارہی ہو۔ یا
میں خود۔ یہ بہرام ابھی کچھ بولتا ہیزل نے فوراً گڑیا کو
پکڑا۔

آپ جائے۔۔ میں کرواتی ہوں۔ ہیزل سرخ چہرے
سے بولی۔

بہرام بھی ہیزل کے ماتھے پر لب رکھے باہر چلا گیا۔ اور
جاتے جاتے بے باک حرکت کی۔

ہیزل کے جسم میں جیسے سپارک کی گھنٹی بجی۔ بہرام
مسکراتے ہوئے باہر نکل گیا۔ ہیزل بھی جلدی سے فیڈ
کروانے لگی۔ بہرام جیسے ہی نیچے آیا۔ سب ڈائنگ ٹیبل
پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔

بہرام بھی سب کے پاس جا کر بیٹھا۔ اور کھانا کھانے لگا۔

اور عاصم کو مخاطب کیا۔ عاصم کیسی طبیعت ہے اب
تمہاری۔۔۔۔۔ الحمد للہ۔۔ ٹھیک۔۔ آپ کی بہن
خیال ہی بڑا رکھتی ہے۔ تو ٹھیک کیسے نا ہوتا۔

عاصم پاس بیٹھی آئزہ کی تھائی پر ہاتھ رکھتے بولا۔ آئزہ کو
کھانسی کا دورہ پڑا۔

چاول جو منہ میں ڈالیں تھے۔ وہ سارے عاصم کے
چہرے پر۔

آئزہ کی اس حرکت پر باقی سب ہنس رہے تھے۔

وہی عاصم اور آئزہ ایک دوسرے کو گھور کر دیکھ رہے تھے۔

عاصم نے اپنے ایک چہرے پر ہاتھ مارا۔ ہاتھ ہی تھا لیڈی۔۔ کوئی الیکٹرک شاٹ نہیں دیا۔ جو تم نے میرے چہرے پر سب کھایا ہوا اچھال ہی دیا۔ عاصم آئزہ کی تھائی پر اپنے ہاتھ کا دباؤ بڑھاتے بولا۔

آئزہ نے غصے سے دیکھا۔ کرنٹ ہی لگا ہے۔

پیچھے ہٹائے اپنا ہاتھ۔ آئزہ بھی مدھم آواز میں غصے سے
بولی۔

تمہیں تو حویلی جا کر سیٹ کرتا ہوں۔ عاصم آپ پر جھکتے
ہیں۔

آئزہ بھی خاموشی سے کھانا کھانے لگی۔

سب نے کھانا کھایا۔ ہاشم نے اجازت مانگی جانے کی۔

رات بھی کافی ہو چکی تھی۔ ہمیں اجازت دیں۔

اب ہمیں نکلنا چاہیے۔ مہک بیگم بھی اٹھ گئی سب نے مل کر انہیں رخصت کیا۔ آئزہ اور عاصم اپنی گاڑی میں نکل چکے تھے۔ ہاشم کے ساتھ مہک بیگم اور عالیان صاحب تھے۔

مہمانوں کے جانے کے بعد بہرام روم میں ٹرے پکڑے داخل ہوا۔ اور بیڈ کی طرف نظریں دوڑائی۔ جہاں اس کی بیوی اور بیٹی گہری نیند میں سو رہی تھی۔

بہرام نے ٹرے سائیڈ پر رکھی۔ اور اپنی ہیزل کے
سرہانے بیٹھا۔

اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ ہیزل جو ابھی سوئی
تھی۔ بہرام کی انگلیوں کا لمس محسوس کرتے آنکھیں
کھولے اپنے پاس بیٹھے بہرام کو دیکھنے لگی۔

خان۔۔ ہیزل نے تکیے سے سر اٹھا کر بہرام کی گود میں
رکھا۔ بہرام تھوڑا پریشان ہوا۔ کیا ہوا۔ جان بہرام
طبیعت تو ٹھیک ہے۔ بہرام فکر مندی سے ہیزل کے
ماتھے اور گردن

پر ہاتھ رکھ کر چیک کرنے لگا۔

بہرام کی فکر مندی پر ہیزل مسکراتے ہوئے

بولی۔ میں ٹھیک ہوں خان۔۔

بس سر میں درد ہو رہا ہے۔

ہم پہلے کھانا کھاؤ۔۔ پھر میں تمہارا سرد بادوں گا۔ بہرام

ہیزل کے ماتھے پر لب رکھتے بولا۔ اور سہارا دیں کر

اٹھایا۔ ابھی ہیزل کچھ دن خود سے چل پھر نہیں سکتی

تھی۔ بہرام نے ٹرے اپنی گود میں رکھی۔ اور سوپ کا

چھہچ بھر کر ہیزل میں منہ میں ڈالا۔ ہیزل چہرے کے

مختلف زاویے بناتی۔ خاموشی سے کھانے لگی۔

بہرام اسے منہ کے زاویے بناتے دیکھ کر زبردستی
کھلانے لگا۔

بس خان۔۔ اور نہیں پیا جائے گا۔ ہیزل چھیچ کو پیچھے
کرتے بولی۔

بہرام نے بھی خاموشی سے رکھ دیا۔ اور اپنے انگوٹھے
سے ہیزل کے لب صاف کیے۔

ہیزل نے بہرام کی حرکت پر سر جھکا گئی۔

چلو لیٹو۔ بہرام نے نرمی سے ہیزل کا سر اپنی گود میں
رکھا۔ اور اپنی انگلیوں سے

ہیزل کا سر دبائے لگا۔

ہیزل سکون محسوس کرتے آنکھیں موند لی۔ بہرام نے
بھی جھک کر اپنی جان سے پیاری ہیزل کی آنکھوں کو
چوما۔

جان بہرام۔۔ آج کر لو جتنا آرام کرنا ہے۔
کل سے تمہیں جان میری ہوگی۔

بہرام ہیزل کے گالوں کو چومتے بولا۔ اور اس کا سر تکیے
پر رکھا۔ اور اٹھ کر کمبل درست کیا۔ اور دوسری سائیڈ
پر جا کر لیٹ گیا۔ اتنی ننھی سی جان کے پاس جو نیند میں
ہل رہی تھی۔

بابا کی جان۔۔ ابھی مت اٹھنا۔۔ آپ کی ماما بھی سوئی
ہے۔ ابھی رونا دھونا بھی نہیں کرنا۔ اوو کے بابا کی
جان۔۔۔ بہرام اپنی پرسنز کو سمجھاتے ہوئے بولا۔

جو آنکھیں موندیں ہوئے تھی۔

بہرام نے دھیرے سے اس کے چھوٹے سے گال پر لب
رکھے۔ اور ایک ہاتھ ہیزل خود بھی آنکھیں موند گیا۔

تبریز ہاتھ میں ٹرے پکڑے روم میں داخل ہوا۔

زارا کو کمرے میں نادیکھتے تبریز ٹرے رکھے فکر مندی
سے واش روم کی طرف بڑھا۔ وہ جانتا تھا اس کی پاگل
بیوی غصے میں شاور لیتی ہے۔ پر واش روم کا دروازہ کھلا
دیکھ کر تبریز کو اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ تبریز نے
پورا کمرہ چھان مارا پر وہ کہی نہیں تھی۔

تبریز کے دماغ میں جھماکا سا ہوا۔ اور جلدی سے اپنے
کمرے سے نکل کر زارا کے کمرے کی طرف بڑھا۔ زارا کا
کمرہ سیڑھیوں کے ساتھ تھا۔ تبریز جیسے ہی کمرے کے
اندر داخل ہوا۔ زارا کو بیڈ پر اوندھے منہ لیٹے دیکھ کر
غصے سے آنکھیں لال ہوئی۔ تبریز غصے سے زارا کی طرف

بڑھا۔ زارا کا بازو پکڑتے ایک ہی جست میں بیڈ پر کھڑا
کیا۔

اس اچانک افتاد پر زارا کا سانس جیسے سینے میں اٹک گیا
ہو۔ زارا اپنے سامنے تبریز کو دیکھتے خوف سے کانپنے لگی۔
کس کی اجازت سے کمرے سے باہر نکلی ہو۔ تبریز زارا
کے نشیب و فراز کو ہچکولے بڑھتے دیکھ کر سرد آواز میں
بولا۔ تبریز اس کے چہرے پر خوف دیکھ چکا تھا۔

مجھے آپ۔۔ کے ساتھ نہیں رہنا۔۔ زارا دھیمے لہجے میں
لڑکھڑاتی زبان سے بولی۔

اس کا فیصلہ میں کروں گا۔ جان تبریز اتنا حق میں نے
تمہیں نہیں دیا۔ تبریز زارا کو گود میں اٹھاتے بولا۔
چھوڑو مجھے تمہارے ساتھ نہیں رہنا۔ نیچے اتاریں مجھے
کہی نہیں جانا مجھے یہی رہنا ہے۔

زارا تبریز کی باہوں میں ہاتھ پاؤں چلاتے بولنے لگی۔
تبریز زارا کی بغیر سنے اسے اپنی باہوں میں اٹھاتے کمرے
سے نکلتا چلا گیا۔ جیسے ہی اپنے کمرے میں داخل ہوا۔
زارا کے آنسو بہنے لگے۔ اسے ایسے لگا۔ جیسے پھر سے وہ
کمرے میں قید ہو گئی ہے۔ تبریز زارا کو نرمی سے بیڈ پر
لٹایا۔ زارا تبریز کے ہر ایکٹ پر حیران ہو رہی تھی۔ وہ

غصے سے چیخ رہی تھی۔ تبریز اس سے نرمی سے پیش آرہا تھا۔

کمرے میں زارا کا دم گٹھنے لگا۔ کیسے تبریز اسی کمرے میں بے اعتنائی کی مار مارتا تھا۔ وہ دن رات اس کے دیے گئے اندرونی زخم سہتی تھی۔ وہ نرمی بڑت رہا تھا۔ سچائی سننے کے بعد کیا اب میں اس کی نظروں میں قاتل نہیں ہوں۔ زارا خود سے سوچتے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ وہ ان چار مہینوں میں کتنا بڑی تھی۔ اب وہ اسے آسانی سے معاف نہیں کر سکتی تھی۔ زارا تکیے میں منہ دیے اپنی ہچکیاں قابو کرنے لگی۔

تبریز بیڈ کے پاس کھڑا اس کے ہچکولے بڑھٹے وجود کو
دیکھ رہا تھا۔ تبریز کے گلے میں گلی ابھر کر معدوم
ہوئی۔ اس کے لالانے اس کی بیوی کو چھوا۔ وہ جیسے پاگل
ہو رہا تھا۔ اس کی زارا اتنے مہینے اتنا بھر ادرد اپنے اندر
دبائے پھر رہی تھی۔

وہ جیسے یقین کر گیا تھا۔ اس کی زارا بے قصور ہے۔ اس کی
جگہ کوئی اور بھی لڑکی ہوتی وہ بھی ایسے ہی کرتی۔ اگر زارا
نے یہ سب نا کیا ہوتا۔ وہ خود گولیاں اپنے لالا کے سینے
میں اتارتا جس کا افسوس اسے ساری عمر رہتا۔ میں زارا
سے اپنے کیے کی معافی ضرور مانگوں گا۔

کیا وہ معاف کرے گی۔ تبریز نے سوچتے ہوئے غصے سے
اپنی کنپٹی کو مسلا۔ اور زارا کو دیکھا۔ جو تکیے میں منہ دیے
اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹے ہوئے تھی۔ تبریز کا دل ڈوب
کر ابھرا۔ وہ اس نازک وجود میں اتنا ظلم کر گیا تھا۔ جس
کی وہ حقدار بھی نہیں تھی۔

تبریز زارا کے پاس قدموں میں بیٹھا۔ وہ اور اس کی
آنکھوں میں اب آنسو بلکل برداشت نہیں تھے۔ تبریز
نے اپنا ہاتھ زارا کے پاؤں پر رکھا۔ زارا کرنٹ کھا کر

سیدھی ہوئی۔ وہ اس کے پاؤں کو چھو رہا تھا۔ وہ بے یقین
تھی۔ دور رہے مجھ سے کوئی حق نہیں ہے۔

آپ کا مجھے چھونے کا۔

زارا اپنے چکراتے سر کو سنبھالتے بولی جو رونے کی وجہ
سے پھر دکھنے لگ گیا تھا۔ زارا کی کہے گئے لفظ پر تبریز نے
اپنے زخمی ہاتھ کی مٹھی بوچی۔

زارا کے لفظ اسے تیر کی طرح اپنے دل پر لگتے محسوس
ہوئے تھے۔ جسے وہ ضبط کر گیا تھا۔ وہ پہلے ہی اس کے

چہرے پر خوف دیکھ رہا تھا۔ وہ اس سے کس قدر ڈر رہی
تھی۔ تبریز نے بے دردی سے اپنا نچلا لب دانتوں سے
کاٹا۔ زارا حیران نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ تبریز نے
پلٹ کا جواب نہیں دیا۔ آہ۔۔۔ اب کھلی تھی زارا کی
حیران نظریں جب تبریز زارا کو اپنی طرف کھینچتے اپنی گود
میں بیٹھا گیا۔ زارا سانس روک گئی۔ وہ اتنی بے شرمی سے
گود میں بیٹھائے گا۔ وہ جی جان سے اندر تک کانپ اٹھی
تھی۔ زارا تبریز کی گود میں بیٹھی کچھ محسوس کرتی کرنٹ
کھا کر دور ہوئی۔

تذریز نے واپس زارا کو گود میں بیٹھایا۔ بیٹھی رہو۔ ورنہ
وہ سب کر جاؤں گا۔ جسے تمہاری چھوٹی سی جان برداشت
نہیں کر پائے گی۔

حق کی تو بات ہی نا کرو۔ شوہر ہوں تمہارا حق کتنا رکھتا
ہوں۔ دو منٹ میں ہی سمجھا دوں گا۔ تمہارے جسم پر
ایسے نشان چھوڑوں گا۔ تمہاری چھوٹی سی جان برداشت
بھی نہیں کر پائے گی۔
میری پاگل سکی وو مین۔۔۔

سمجھ تو گئی ہو گی۔ یا کر کے بتاؤں۔ تبریز جو ضبط کیے بیٹھا
تھا۔ غصے سے بول ہی پڑا۔

زارا کو ایسے لگا۔ جیسے سارے جسم کا خون سمٹ کر چہرے
پر آگیا ہو۔

زارا نے تبریز کو نفرت بھری نگاہ سے دیکھتے چہرہ دوسری
طرف پھیر لیا۔ تبریز کا دل ڈوب کر ابھرا۔ وہ اس کی زارا
ہی نہیں تھی۔ جو اس سے شدت سے عشق کرنے لگی
تھی۔ آج اُسی کی آنکھوں میں خود کے لیے نفرت دیکھتے
دل جیسے کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوا۔

وہ بس سے معافی مانگنا چاہتا تھا۔ پر الفاظ جیسے زبان کا
ساتھ دینا چھوڑ گئے تھے۔ تبریز کی آنکھوں میں نمی آنے
لگی۔ جسے وہ فوراً چھپا گیا۔ زری میری جان۔۔۔ تبریز نے
محبت سے زارا کو اس نام سے پکارا جو بچپن میں اس نے
صرف ایک دفعہ ہی پکارا تھا۔ زارا تبریز کو منہ سے زری
نام سنتے ہچکیوں سے رونے لگی۔ اسے یاد آیا تھا۔ تبریز
نے نکاح کے وقت کہاں تھا۔ زری نام سے اسے اس
وقت پکارے گا۔

جب وہ جنون کی ہد تک اسے چاہنے لگے گا۔

زارا نے اپنی نم نفرت بڑی آنکھوں سے تبریز کو دیکھا۔
تبریز کا دل تڑپ اٹھا۔ جس آنکھوں میں بچپن سے لیں
کر اپنے لیے محبت دیکھتے آیا ہے۔

آج انہی آنکھوں میں نفرت دیکھتے تبریز کو اپنی جان
نکلتے ہوئے محسوس ہوئی۔ اس کا دل کر رہا۔ اس کا لالا
ابھی اس وقت اس کے سامنے ہوتا۔ وہ بندوق کی ساری
گولیاں اپنے

اپنے لالا کے سینے میں اتار دیتا۔ جس نے اپنی ہی بہن
جیسی کزن کی عزت کے ساتھ کھیلنے کی کوشش کی۔ وہ
بھی جانتے ہوئے۔ وہ تبریز خان کی بیوی ہے۔

تبریز زارا کی گردن میں منہ چھپا گیا۔ وہ زارا کی آنکھوں
میں اپنے لیے نفرت بلکل نہیں برداشت کر سکتا تھا۔ زارا
تبریز کی سانسیں اپنی گردن پر محسوس کرتی ردن پر
محسوس کرتی جی جان سے کانپ اٹھی۔

اور اس کی گود میں سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ تبریز
نے اور شدت سے زارا کو اپنے سینے سے لگایا۔
اگر میں تم سے مانگو۔۔ تو کیا اپنے تبریز کو معاف کرو گی۔
تبریز زارا کی شدت سے سینے سے لگائے بولا۔

زارا نے چونک کر تبریز کی طرف دیکھا۔ کیا اس نے یقین
کر لیا تھا۔ وہ بے قصور ہے۔ کیا اپنے لالا کے قاتل کو
معاف کر دیا

تھا۔ نہیں میں بے قصور ہوں۔ میں قاتل نہیں ہوں۔
میں قاتل نہیں ہوں۔

زارا سوچتے ہوئے یک دم چیختے ہوئے بولی تبریز نے فکر
مندی سے زارا کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرا۔ میں قاتل
نہیں ہوں۔۔ میں نے مارا برا لاس لالا کو۔ میں قاتل

نہیں ہوں۔ زارا چیتے ہوئے تبریز کے سینے پر ہاتھ مارتی
یقین دلانے لگی۔

ریلیکس میری جان۔۔۔ جانتا ہوں۔ تبریز زارا کے ہاتھ
پکڑتے نرمی سے بولنے لگا۔ پروہ چپنے جا رہی تھی۔ میں
قاتل نہیں ہوں نہیں ہوں میں قاتل میں نے صرف
اپنی عزت بچائی۔ آپ سے سب چھپایا۔ ڈر تھا آپ مجھے
چھوڑنا دیں۔ نہیں بتایا آپ کو۔۔ پر آپ نے میرے
ساتھ اچھا نہیں کیا۔ آپ نے مجھے ڈارک روم میں بند
کیا۔ زارا ڈارک روم کا خوفناک منظر یاد کرتے بولی۔
تبریز نے ایک ہی جست میں زارا کو اپنے سینے سے لگایا۔

جواب اپنی سانسیں کھورہی تھی۔ ایم سوری میری
جان۔۔ معاف کر دو۔ اپنے تبریز کو۔۔ میں۔ اپنی ہر
غلطی کی معافی مانگنا چاہتا ہوں۔

تبریز زارا کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیے بولنے لگا۔ اور
ساتھ ساتھ زارا کے چہرے پر اپنے لبوں کی بو چھاڑ کرنے
لگا۔

وہ شدت سے چوم رہا تھا۔ زارا کے ہر نقوش کو زارا تبریز
کے لمس پر تڑپاں ان کے لمس پر توپا اٹھی۔ وہ اسے خود
سے دور کرنا چاہتی تھی۔ پر وہ نہیں سے دور کرنا پر وہ کرپا
رہی تھی۔

میں آر آپ کو معاف نہیں کروں گی۔ زارا بچی لیتے
بولی۔ تبریز ایک لمحے کے لیے ٹک کر زارا کی آنکھوں
میں دیکھا۔ جہاں صرف اب صرف نفرت ہی تھی۔
زرعی میں بہت شرمندہ ہوں۔

میں ہر روز تم سے اپنے کیے ہر ظلم کی معافی مانگوں گا۔
چاہے مجھے گھنٹوں تمہارے قدموں میں کیوں نابیٹھنا
پڑے۔ ایک دن تو اپنے تبریز پر ترس کھا کر معاف کرو
گی۔ تبریز زارا کے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں چومتے
بولا۔ زارا نے نفی میں سر ہلا کر تبریز کی گرفت سے ہاتھ
چھڑوائے۔

تبریز نے آگے کی طرف جھکتے تکیہ صحیح کرتے زارا کو بیڈ
کراؤن سے ٹیک لگوائی۔ زارا نے شکوہ کناں لہجے سے
تبریز کو دیکھا۔ تبریز اس کی آنکھوں میں دیکھتے شدت
سے اپنے لب کاٹے۔

اور سائیڈ سے ٹرے پکڑتے اپنی جھولی میں رکھی۔ بریڈ کا
پیں اٹھائے اور جیم لگا کر زارا کی طرف بڑھایا۔

زارا نے کانپتے ہاتھوں سے تبریز کے ہاتھ سے بریڈ پکڑا۔
اور خاموشی سے کھانے لگی۔ بھوک سے اس کی جان نکل

رہی تھی۔ دو دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ سب کے ساتھ
بیٹھ جاتی تھی۔ پر جوس کے علاوہ کچھ نہیں کھاتی تھی۔
تبریز نے جوس کا گلاس زارا کی طرف بڑھایا۔ زارا نے
گلاس نہیں پکڑا۔ بلکہ تبریز کے ہاتھ سے چھوٹے چھوٹے
گھونٹ بھرے پینے لگی۔ تبریز کے لب مسکراہٹ میں
ڈھلے۔

جوس پلانے کے بعد تبریز نے نرمی سے زارا کو بیڈ پر لٹایا۔
اور خود بھی زارا کے ساتھ لیٹ گیا۔ اور شدت سے زارا
کو اتنے ساتھ لگایا۔

زارا کان کی لو تک سرخ پڑی۔ تبریز کے اس طرح ساتھ
لگانے پر زارا کو اپنا سانس رکنا ہوا محسوس ہوا۔

سو جاؤ میری جان۔۔ ورنہ ایسے ہی درد ہو گا۔ زارا جو اپنے
بازو پر ہاتھ رکھے سسک رہی تھی۔

تبریز فوراً بولا۔ اور ساتھ ہی اس کے ماتھے پر لب رکھے۔
تبریز حیران تھا۔ وہ جو شیرنی بنے پچھلے چار گھنٹوں سے
جھگڑ رہی تھی۔ اب خود سے دور بھی نہیں کر رہی تھی۔

شاید گولیوں کا زیر اثر تھا۔ جو جو س میں ملا کر پلائی تھی۔
تاکہ اس کی جان کو اور تکلیف نابر داشت کرنی پڑے۔
زارا مزید تبریز کے ساتھ چپک رہی تھی۔

تبریز بھی مسکراتے ہوئے اپنے سینے سے لپٹائے جا رہا
تھا۔ اور ایک ہاتھ سے اس کے ریشمی بالوں میں انگلیاں
چلانے لگا۔

زارا بھی سکون محسوس کرتے تبریز کے سینے میں منہ
چھپائے آنکھیں موند گئی۔

زارا تبریز کے سینے پر سر رکھے کسی گہری سوچ میں گم
تھی۔ کچھ دیر پہلے نیند سے بیدار ہوئی تھی۔ تبریز کے
مدھم خراٹے سنتے اپنا سر اس کے سینے سے نہیں اٹھایا۔
زارا نے تبریز کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اور بے ساختہ
دل کی دھڑکنے تیز ہوئی۔ زارا کا دل چاہا وہ اس کی بھنی لمبی
پلکوں کو چھو کر دیکھے۔ وہ جتنا ہنڈسم دکھتا تھا۔

کوئی بھی لڑکی اسے اپنا کرش بنالیں۔ زارا نے بے ساختہ
تبریز کی پلکوں کو چھوا۔

جیسے چھونے کے لیے بے تاب رہتی تھی۔ ملکی گھنی بیڑڈ
لمبے بال جسے ہر وقت سائیڈیف کٹنگ کراویں رکھتا تھا۔
اور اس پر بے حد حجتا تھا۔ زارا کی آنکھوں سے پھسل کر
آنسو تبریز کی شرٹ پر جذب ہوا۔ آپ نے مجھے ڈارک
روم میں بند کیا۔ میں اس کے لیے آپ کو کبھی معاف
نہیں کروں گی۔ زارا سب کچھ بولائے۔ صرف ڈارک
روم کا منظر یاد کرتے تبریز سے اسی کی شکایت کرنے
لگی۔ وہ جو سونے کا نائٹ کر رہا تھا۔ زارا کے الفاظ سنتے

غصے سے اپنی مٹھیاں بوئیں۔ آپ نے مجھے زخم دیے۔
میرا دل توڑا۔

اس کے لیے بھی آپ کو معاف نہیں کروں گی۔

زارا تبریز کے سینے پر انگلی چلاتے شکوے شکایت کرنے
لگی۔ اُسے سوتا ہوا سمجھ کر۔

اور وہ میسنا۔۔۔۔۔

آنکھیں بند کیے مسکرا رہا تھا۔ کہ اس کی معصوم بیوی کچھ
بولی تو سہی۔ آپ کو یاد ہے۔ جب میں حویلی سے بھاگی
تھی۔ آپ نے مجھے سزا کے توڑ پر نارائن کی سڑکوں پر
ننگے پاؤں بھگایا تھا۔ میرے پاؤں میں چھالے پر گئے

تھے۔ آپ نے دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں محسوس کی۔

مجھ سے ناراض ہو کر چلے گئے تھے۔ زارا ہچکیوں سے

روتے شکایت کرنے لگی۔ اور وہ میسنا۔۔۔۔۔ جو سونے کا

ناٹک کر رہا تھا۔ اپنی معصوم بیوی کے شکوے شکایت سنتے

اٹھ بیٹھا۔ ایم ریلی سوری۔۔ میرا بچہ۔ میری زرعی۔ اس

کے لیے تم جو بھی سزا دو گی۔ مجھے قبول ہے۔ تبریز زارا

کی آنکھیں چومتے بولا۔ زارا جو اس کے اچانک اٹھنے پر

چونک کر پیچھے

ہوئی تھی۔ اپنی آنکھوں پر گرم نرم لمس محسوس

کرتے۔ زارا ہوش میں آتے غصے سے دیکھنے لگی۔ آپ

سوئے نہیں تھے۔ زارا حیرانگی سے پوچھنے لگی۔ اگر سو

جاتا تو اپنی بیوی کی شکایتیں کیسے سنتا۔ زارا کے پوچھنے پر۔
تبریز فوراً بولا زارا نے بے ساختہ نظریں جھکالی۔

تبریز کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

زرعی میری جان۔۔۔ کیا سب بھول کر ہم اپنی زندگی
میں آگئے نہیں بڑھ سکتے۔

زارا نے چونک کر تبریز کی طرف دیکھا۔
وہ کتنی آسانی سے بھول جانے کی بات کر رہا تھا۔ زارا کے
آنسو روانی سے بہنے لگے۔

اور نفی میں سر ہلاتے پیچھے کو کھسکنے لگی۔ وہ کیسے بھول سکتی
تھی۔ اس رات کو جب اس کا ہی بھائی اس کی عزت کے
ساتھ۔۔ زارا اپنی سوچ جٹکے ہچکیوں سے رونے لگی۔ تبریز
نے آگئے ہوتے زارا کو

شدت سے اپنے سینے سے لگایا۔

زارا جو چپ ہونے کا نام نہیں لیں رہی تھی۔ اور بار بار
تبریز کو خود سے دور دھکیل رہی تھی۔ کوئی بھی نہیں آیا
تھا۔ اس کو دیکھنے۔ صبح ہو گئی تھی۔ ایسا بھی نہیں تھا۔
حویلی میں کسی کو پتانا ہو زارا کی طبیعت کا۔ تبریز نے غصے
سے سوچتے اپنی کنپٹی کو مسلا۔ زارا کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے
پیالے میں بھر کر شدت سے زارا کی ہچکیوں

کو گلا گھونٹا۔ تبریز شدت سے زارا کے لبوں کو نرمی سے
چوم رہا تھا۔ تبریز کی گرفت میں زارا پھڑپھڑا کر رہ گئی۔
تبریز شدت سے اس کی گلاب جیسی پنکھڑیوں کو چوم رہا
تھا۔ کبھی اوپر والے لب کو اپنی زبان سے گیلا کرتا۔
شدت سے سک کرنے لگا تھا۔ زارا تبریز کے سینے پر مکے
برساتے خود کو چھڑوانے لگی۔ سانسیں بے ترتیب ہو
رہی تھیں۔ آنکھوں سے اشک رواں ہو رہا تھا۔

اسے اپنے محرم کالمس کانٹے کی طرح چب رہا تھا۔ تبریز
نے اس کے لبوں کو آزاد کرتے اس کی آنکھوں میں

دیکھا۔ دونوں کی سانسیں بھولی ہوئی تھی۔ دونوں ایک
دوسرے کی

آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔ ایک کی آنکھوں میں محبت
ہی محبت تھی۔ دوسرے کی آنکھوں میں شکوے تھے۔
تبریز زارا کی آنکھوں سے نظریں ہٹائی جو سہی شکوہ کناں
آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

تبریز اسے بیڈ پر لٹاتے اس پر جھکا۔ زارا کا بڑی طرح
سانس پھولا۔ تبریز اپنا سارا وزن زارا پر ڈالا ہوا تھا۔ یہاں
تک کے زارا کی ناز کی تبریز کے سینے سے مس ہو رہی۔

پلیز دور ہٹے۔ زارا گھٹی گھٹی آواز میں بھولی۔ وہ اس پہاڑ
جیسے انٹران کا وزن این نازک جان پر کیسے برداشت کر
سکتی تھی۔ نہیں میری جان۔۔۔ پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ تم
چاہے کتنی بھی نفرت کرو۔ پر تمہارا تبریز اپنا پورا حق
وصول کرے گا۔ تبریز نے اپنا سینہ زارا کی ناز کی پر مسلا۔
زارا کی دھڑکنے تیز ہوئی۔

تبریز مسکراتے ہوئے۔ زارا کی دودھیا گردن پر جھکے
شدت سے چومنے لگا۔

زارا نے تبریز کی شرٹ اپنی نازک مٹھیوں میں دبوچی۔

تبریز شدت سے اس کی گردن پر لوہاٹ کے نشان
بنانے لگا۔ زارا آنکھیں بند کیے۔ تبریز کا جنون برداشت
کرنے لگی۔

تبریز نے اوپر ہوتے اپنی شرٹ دور اچھالی۔ اور ایک
نظر زارا کی بند آنکھوں کو دیکھتے زارا کی شرٹ اوپر کی۔
زارا کی ناف پر اپنی زبان پھیری۔ زارا جی جان سے کانپ
اٹھی۔ میں آپ سے ناراض ہوں۔ پلیز مت کرے۔

زارا نے فوراً اپنی ناراضگی یاد کروائی۔ تبریز کا قہقہہ کمرے
میں گونجا۔ میری جان۔ تم ناراض ہو میں نہیں۔ تبریز
بولتے زارا کے پیٹ کو چومتے اسے کمر اوپر کی طرف
اٹھانے

پر مجبور کر دیا۔ تبریز کے دونوں ہاتھ اس کی دھڑکنوں کو
چھونے لگے۔

زارا نے زور سے زارا کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اوپر کے پردے آہستہ آہستہ کھسکنے لگے۔

تبریز اپنے نرم گرم لمس سے اس کی دھڑکنوں پر جنون
ڈھارہا تھا۔

اف۔۔ میری جان تم جلد مجھے پاگل کر دو گی۔

تمہاری ان دھڑکنوں کا اسیر ہو گیا ہوا۔

تبریز زارا کی ٹھوڑی پر ناک رگڑتے بولا۔ زارا کے دونوں
ہاتھ تبریز کی کمر پر لپٹے۔ تبریز نے زارا کو کچھ اور محسوس

کر کر وانا چاہا۔ تبریز کا ابھرا حصہ زارا کی حساس نازک
گہرائیوں پر ٹیچ ہوا۔ زارا کی دھڑکنیں تھم گئی۔ جہاں
تبریز کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔ زارا کے ریکٹ کو دیکھتے۔ زارا
کا چہرہ گلاب کی طرح سرخ ہوا۔ میری جان۔۔ اتنے میں
تمہاری ہوا نکل گئی۔ دیکھو چہرہ کیسے سرخ پڑ گیا۔

جب تمہاری روح میں سرایت کروں گا۔ تب کیا کرو گی۔
تبریز اس کے سرخ عمومی گالوں پر لب رکھتے بولا۔
زارا نے شرم سے نظریں جھکالی۔ آنکھوں سے آنسو
نکلے۔ ارے میری جان۔۔ کیا ہوا کچھ نہیں کر رہا۔ ایسے
مت رو۔ یار کل سے رو رو کر میرا دل جھلا رہی ہو۔

تمہاری اجازت کے بنا میں کچھ نہیں کروں گا۔ تبریز زارا
کے اوپر سے اٹھتے بولا۔ زارا کو تھوڑا سا اوپر اٹھائے۔ اس
کے بلیزیر کی بک بند کی۔ اور شرٹ درست کرتے زارا کو
نرمی سے اپنے چٹانی سینے سے لگایا۔ اور ایک ہاتھ سے زارا
کے آنسو صاف کیے۔

میری جان۔۔ فریش ہو جاؤ۔ میں ناشتہ منگواتا ہوں۔ اور
پھر میڈیسن بھی تو لینی ہے۔ تبریز زارا کا ماتھے پر لب
رکھتے بولا۔ اور زارا کے پاس سے اٹھا۔ زارا کی دھڑکنیں
الجھنے لگی۔ تبریز کے دور جانے کا احساس اسے اندر تک

جیسے تڑپا گیا تھا۔ پروہ بھی اتنی آسانی سے خود کو سونپ
نہیں سکتی تھی۔ تبریز زارا کو اٹھتے دیکھ کر فوراً سہارا دیا۔

آؤ

میں تمہیں باتھ روم تک چھوڑ دوں۔ تبریز زارا کا ہاتھ
پکڑتے بولا۔

زارا بھی اثبات میں سر ہلاتے تبریز کے سہارے چلنے
لگی۔ رات ایک ہی پوزیشن پر لیٹے ایک ٹانگ میں شدت
سے درد ہو رہا تھا۔

تبریز نے زارا سو ہاتھ روم کے پاس چھوڑتے باہر نکل
گیا۔ زارا نے تبریز کو مڑ کر دیکھا۔ اور خود بھی ہاتھ روم
کے اندر داخل ہوئی۔

مائے پر نسز کہاں ہو۔ تمہارا پر نس تمہیں کب کا ڈھونڈ رہا
ہے۔ ضرغام صبح ہی حویلی آیا تھا۔ رات کو بول کر گیا تھا۔
کل کا دن صرف میرا ہو گا۔ تمہاری روح میں اتر کر
تمہیں اور خود کو سکون پہنچاؤں گا۔ ایسا سمجھ لینا بیڈ توڑ

رومانس ہو گا۔ جب میں صبح آؤں۔ تم مجھے اس ریڈ
ساڑھی میں ملو۔

ضرغام نیچے کچن میں اور باقی سب کمروں میں بھی دیکھ کر
آیا تھا۔ اسے لگا ہیزل بھا بھی کے کمرے میں گڑیا کے
پاس ہوگی پروہاں بھی نہیں تھی۔ ضرغام کو اب غصہ
آنے لگا تھا۔

اپنا کمرہ بھی چھان مارا تھا۔ پر نہیں ملی۔ ضرغام کے
چہرے پر فکر مندی چھانے لگی۔

اور غصے سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ مورے کے پاس دیکھ
کر آتا ہوں۔ شاید اُن کے پاس ہو۔ ضرغام جلدی سے
فریش ہونے کا سوچ کر الماری کی طرف بڑھا۔

جیسے ہی الماری کھولی۔ نامیشہ کو الماری میں دیکھ کر چونکا۔

وہ دو گھنٹوں سے مسلسل اپنی چھوٹی سی بیوی کو ڈھونڈ رہا
تھا۔ یہاں تک کے پوری حویلی چھان ماری۔ پر وہ محترمہ
اسی کی دی ہوئی ریڈ ساڑھی پہنے الماری میں چھپ کر
بیٹھی تھی۔

اس ڈر سے۔ کہ اس کے بے شرم شوہر نے بیڈ توڑ
رومانس کرنے کا بولا تھا۔

نائیکیشہ نے اپنے سامنے کھڑے اس وجیہہ مرد کو دیکھا۔
جو مسلسل اسی کو دیکھ رہا تھا۔

سامنے بیٹھی اس کی معصوم بیوی ریڈ ساڑھی میں اس کے
دل کی دھڑکنیں بڑھا گئی تھی۔

اس کی نازک حسینہ پر ریڈ کلر بہت بیچ رہا تھا۔ براؤن لمبے
سلکی بال کندھے پر لہرا تھے۔ ہونٹوں پر ہلکی ریڈ لیپسٹک
لگائے بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ اتنی سی

تیارى مىں اپنے سامنے كھڑے شوهر كى دھڑكنوں مىں
اُدھم مچا گئى تھى۔ جب ياد آيا اس كى بيوى المارى مىں
بيٹھى ہے۔ ضرغام هوش مىں آتے اپنى پر نسسر كو
گھورنے لگا۔

اور ساتھ ساتھ اپنى هنسى كو بهى دبارها تھا۔ دو گھنٹوں سے
مسلسل ڈھونڈ رها تھا۔ تھوڑا تو غصه بنتا تھا۔ يه كيا حركت
هے نائيشه۔ ضرغام تھوڑا سر دلچے مىں بولا۔ نائيشه نے
ڈبڈبى آنكهوں سے ديكها۔ ضر۔۔ وه مىں۔۔ نائيشه باهر
نكلنے لگى۔ جلد بازى مىں اس كا سراو پر كى طرف لگا۔ آهه
ايك زوردار چيچ گو نجى۔

پاگل لڑکی۔ لگ گئی نا۔ ضرغام فوری فکر مندی سے آگئے
بڑھتے بولا۔ نائیشہ نے نم آنکھوں ضرغام کو دیکھا۔
ضرغام اس کی نم آنکھوں کو سے محسوس کرتے نائیشہ
کے کندھے پر ٹانگوں کے نیچے سے ہاتھ گزراتے آرام
سے باہر نکالا۔ اور الماری بند کرتے بیڈ کی طرف بڑھا۔
آرام سے بیڈ پر بیٹھایا۔

سر سے نائیشہ کا ہاتھ ہٹائے نائیشہ کا سر مسلنے لگا۔ زیادہ زور
سے لگی ہے۔ میری جان کو۔ ضرغام نے فکر مندی سے
پوچھا۔ نائیشہ نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ پرسنز تو پھر
آپ کو الماری میں چھینے کی کیا ضرورت تھی۔ ضرغام اس

کاسرخ چہرہ دیکھتے بولا۔ آپ نے دھمکی تھی۔ کہ کہ
آپ بیڈ تو رومانس کرے گئے۔ مجھے ڈر تھا۔ اگر مجھے
چوٹ لگ گئی تو۔ اس لیے چھپ کر الماری میں بیٹھ گئی۔
نامیشہ معصومیت سے اپنی صفائی پیش کرنے لگی۔

ضرغام قہقہہ لگا کر ہسنے لگا۔ اس کی چھوٹی سی بیوی کو بیڈ
توڑ رومانس کا مطلب نہیں پتا تھا۔

صرف یہ پتا تھا۔ اس کو چوٹ لگ جائے گی۔
اس لیے الماری میں چھپی تھی تھی۔
تم واقعی بہت معصوم ہو۔ مائے پر نسز۔

ضرغام مسکراتے ہوئے بولا۔

نامیشہ نے معصومیت سے ضرغام کی طرف دیکھا۔

آپ ہی رہے ہیں مجھ پر۔ نامیشہ اپنی ساڑی کا پلو پیچھے

کرتے بولی۔ جو خود کو چھپانے کے لیے اپنی نازک

دھڑکنوں اور پیٹ کو چھپایا تھا۔ ساڑھی کا بلاؤوز بے حد

شارٹ تھا۔ جس

سے اس کی دھڑکنیں بھی واضح نظر آرہی تھی۔

جیسے ہی پلو ہٹایا ضرغام کا دل دوسو کی سپیڈ سے دھڑکا۔

نظریں نامیشہ کی دھڑکنوں پر جم گئی۔ نامیشہ جو غلطی سے

پلو کو پیچھے کر گئی تھی۔ اب ضرغام کی بے باک نظروں کو

خود پر محسوس کرتے کانپ اٹھی۔

ضرغام نامیشہ کے چہرے پر لالی دیکھتے نامکیشہ کی کلائی سے
پکڑتے اپنی گود میں بیٹھا گیا۔

اور ٹانگیں اپنی کمرے کے گرد باندھی۔ اسی لیے چھپ
رہی تھی۔ کہ تمہارا بے باک رومنٹک شوہر۔ تمہیں
اس ساڑھی میں رومنٹک شوہر۔ نہیں اس سے دیکھتے
اپنے ہوش کھو بیٹھے گا۔

ضرغام کی بات پر نامکیشہ نظریں جھکا گئی۔ ضرغام نے اپنا
کھر دراہا تھ نامکیشہ کی نرم ملائم کمر پر پھیرا۔ نامیشہ جی جان
سے کانپ اٹھی۔ ضرغام نامکیشہ کو تھوڑا سا جھکائے اس

کی دھڑکنوں میں منہ چھپا گیا۔ میری جان۔۔ بیڈ توڑ
رومانس کیسے کرتے ہے۔ اچھے سے سمجھا دوں گا۔ پھر
میری بیوی کو چھپنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔
ضرغام نامکیشہ کی ڈوریوں میں ہاتھ الجھاتے بولا۔ نامیشہ
ضرغام کی بات پر آنکھیں بند کر گئی۔

ضرغام ایک ہی جست میں نامیشہ کو اوپر کیا اور بیڈ پر
لٹاتے اس کے اوپر جھکے نامیشہ کے لبوں کو بے حد رومنٹک
انداز میں سک کرنے لگا تھا۔ نامیشہ کو اپنا سانس بند ہوتے
محسوس ہوا۔ ضرغام اس کے لبوں کو قید کیے نامیشہ کی
سسکیاں روکے ہوئے تھا۔ وہ اس قدر جنونی انداز میں

نامیشہ کے لبوں پر جنون ڈھارہا تھا۔ نامکیشہ اس کے نیچے
مچلنے لگی۔ وہ چھوٹی سی جان اس چٹان جیسے انسان کا وزن
بلکل بھی سہن نہیں کر پارہی تھی۔ ضرغام پانچ منٹ بعد
نامیشہ کے لبوں پر اپنا جنون اتارے اور گہرا کٹ دیے
پیچھے ہٹا۔ نامیشہ نے نم آنکھوں سے ضرغام کی طرف
دیکھا۔ ضرغام آنکھ و نک کرتے اسے جگہ جگہ سے چومنے
لگا۔

ضرغام کا ہاتھ بے باکی سے اس کے خوبصورت بدن پر
سرا نے لگا۔

ساڑی زمین بوس ہوئی۔ ضرغام اس کی گہرائیوں پر جھکتے
کمر میں ہاتھ ڈالتے اس اپنے روح کا حصہ بنائے نائیکیشہ کی
سسکیاں نکلوانے لگا۔

نائیشہ کے آنسو بہنے لگے۔ جسے ضرغام وقفے وقفے سے
اپنے لبوں سے چن رہا تھا۔

پلیز بس کرے۔ میں اور برداشت نہیں کر پاؤں گی۔
نائیشہ کی بس ہونے لگی تھی۔

وہ اس قدر جنونی ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ بیڈ بھی لرزا اٹھا
تھا۔ بس پرسنز۔ ریلیکس تھوڑا اور برداشت کر لو اپنے
پرنس

کو ضرغام نامیشہ کے آنسو صاف کرتے بولا۔

صبح کی چاندنی جیسی دھوپ کے ساتھ اندر ایک الگ ہی
دھن کمرے میں گونج رہی تھی۔ ضرغام اسے اپنے بدن
کا حصہ بنا چکا تھا۔ دونوں کی سانسیں پھولی ہوئی تھی۔
ضرغام نامیشہ کے سینے پر سر رکھے نامیشہ کی دھڑکنے سن
رہا تھا۔ جوش و دم سے بج رہی تھی۔ ضرغام نے سیدھا
ہوتے نامیشہ کو دیکھا جو بچوں کی طرح رو رہی تھی۔

ضرغام کو پریشانی ہوئی۔ یاں ایسے کیوں رورہی ہو۔ میں
نے تم پر کون سا ظلم کر دیا۔ اپنا حق ہی تو وصول کیا ہے۔
ضرغام اپنی چھوٹی سی جان کو بلک بلک کر روتے دیکھ کر
تڑپتے ہوئے پوچھا۔ ضرغام نے فوراً اٹھ کر سائیڈ سے
اپنی شرٹ اٹھا کر اپنی پرنسز کو پہنائی اور خود بھی جلدی
سے کپڑے پہنتے سیدھا ہوا۔ میری جان۔۔ مجھے بتاؤ گی۔
کیا ہوا ہے۔ کیوں رورہا ہے میرا بچہ۔ ضرغام اسے پیار
سے اپنی گود میں بیٹھاتے بولا۔ نامیشہ ہچکیوں سے رورہی
تھی۔ ضرغام کو مزید پریشانی ہونے لگی۔ مجھے درد ہو رہا
ہے۔ نامیشہ ہچکیوں سے بولی۔ درد کہاں ہو رہا تھا۔ وہ سمجھ

گیا تھا۔ ضرغام نے اپنا لب دانتوں میں دبایا۔ آج وہ کچھ زیادہ ہی اپنی نازک جان کو تڑپا چکا تھا۔ ایم سوری مائے پر نسز۔۔ صرف کچھ دیر ہی ہو گا۔ پھر آرام آ جائے گا۔ ضرغام پیار سے اس کا ماتھا چومتے بولا۔ آپ بہت برے ہے۔ کبھی اتنی آرام سے چھوتے ہے۔ اور کبھی جانوروں کی طرح۔

نائیشہ ضرغام کے سینے کے بال کھینچتے بولی۔ ضرغام نے مسکراتے ہوئے۔ اپنی چھوٹی سی جان کو سینے سے لگایا۔ میری جان بُری بات۔۔ شوہر کے پیار کو جانور کا نام نہیں دیتے۔

ضرغام اس کے گال چومتے بولا۔

نامیشہ نے گھور کر دیکھا۔ شوہر کو بھی خیال کرنا چاہیے
نا۔ وہ رومانس میں نرمی بڑتے اف میری جان۔۔۔ اتنا
غصہ ضرغام اس کی تیکھی ناک کی ٹپ کو چومتے بولا۔

اب کیا اور جان نکالنے کا ارادہ ہے۔ چھوڑے مجھے بھوک
لگ رہی ہے۔

ناٹکیشہ ضرغام کی گود سے اترتے بولی۔ میری جان آؤ
پہلے فریش ہو جائے پھر ناشتہ کرتے ہے۔ ضرغام بیڈ سے
اٹھتے فریش ہونے کا بتانے لگا۔ آ۔ لگا۔ آپ پہلے فریش
ہو جائے میں بعد میں ہو جاؤں گی۔ ناٹکیشہ ضرغام کی بات
کا مطلب سمجھتے غصے سے بولی۔

میں سوچ رہا تھا۔ ساتھ ہی فریش ہو جاتے ہے۔ ٹائم اور
پانی کی بچت ہو جائے گی۔ بجلی کے یونٹ بڑھ گئے ہے۔
ہمیں بچت کرنی چاہیے۔ آ جاؤ شاباش مل کر نہاتے ہیں۔
اپنے مشورے اپنے پاس رکھے۔ یونٹ بجلی کے بڑھے یا
آپ کے۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا بے شرم انسان۔

نامیشہ ضرغام کی طرف تکیہ اچھالتے بولی۔ ضرغام کا
قہقہہ کمرے میں گونجا۔ بہت زبان لگ گئی ہے بیگم۔۔

ضرغام باتھ روم کی طرف جاتے بولا۔ ہاں تو۔ میری
زبان ہے۔ جب آپ ایسی حرکتیں کرے گئے تو تب
یو نہی میری زبان ٹر ٹر چلے گی۔ نامیشہ اونچی آواز سے
بولی۔ تمہاری زبان کی ایسی آواز سے بولی۔ کی تیسی۔

ضرغام پیچھے کی طرف قدم لیتے بولا۔

نامیشہ اسے پیچھے مڑتے دیکھ کر کبل میں غروب ہوئی

ضرغام بھی مسکراتے ہوئے فریش ہونے کے لیے باتھ
روم میں گھسا۔ نامیشہ نے سکون کا سانس لیا۔

پندرہ منٹ بعد ضرغام فریش ہوتے سفید شرٹ اور بلیک
ٹراؤزر پہنے ہاتھوں میں ٹاول پکڑے اپنے بالوں کو
رگڑتے باتھ روم سے نکلا۔ ضرغام کو دیکھتے نامیشہ کا دل
بُری طرح دھڑکا۔ سفید شرٹ اور بلیک ٹراؤزر میں جان
لیوہ لگ رہا تھا۔ پرنسز اگر دیکھ لیا ہو تو برائے مہربانی
فریش ہونے چلی جائے۔

ضرغام نانکیشہ کی نظریں خود پر محسوس کرتے شرارتی
انداز میں بولا۔ اف نانکیشہ نے فوراً اپنی نظریں گھمائی
اور بیڈ سے اٹھنے لگی۔

ناگوں میں اور اپنے نازک حصے پر درد کی ٹھیسے اٹھ رہی
تھی۔

کیا ہو میری جان۔۔ ٹھیک ہو۔ ضرغام نانکیشہ کے چہرے
پر درد کی شدت کو محسوس کرتے صوفے پر ٹاول پھینکتے
جلدی سے نانکیشہ کے پاس پہنچا۔

ٹھیک ہوں میں۔ ضرغام کے چہرے پر پریشانی دیکھتے
نامیشہ مسکراتے ہوئے بولی۔

میری جان اگر زیادہ درد ہو رہا۔ تیل لگا دوں۔ ضرغام کی
بے باک بات پر نامکشہ منہ کھولے دیکھنے لگی۔ ضرغام
کی مسکراہٹ میں اضافہ ہوا۔ نہیں میں ٹھیک ہوں۔
نامکشہ شرم سے لال چہرے کے ساتھ بولتے ڈریسنگ
روم کی طرف بڑھی۔ وہاں سے اپنا وائٹ کلر کا شیفون کی
فراک پکڑے باہر آئی۔ اس وقت ضرغام کی شرٹ پہنے
ہوئے تھی۔

جو گھٹنوں تک آرہی تھی۔

اپنی فراک تھامے باتھ روم میں گھم ہوئی۔
ضرغام نامیشہ کی سپیڈ دیکھ کر گہرا مسکرایا۔
میری جان۔ باتھ روم میں تیل رکھا ہے۔ اس وقت
ضرغام کی شرٹ پہنے ہوئے تھی۔

جو گھٹنوں تک آرہی تھی۔

اپنی فراک تھامے باتھ روم میں گھم ہوئی۔

ضرغام نامیشہ کی سپیڈ دیکھ کر گہرا مسکرایا۔

میری جان۔ باتھ روم میں تیل رکھا ہے۔ لگالینا۔ اس
سے آرام ملے گا۔ ضرغام اونچی آواز سے بولا۔ باتھ روم
کے اندر نائیشہ سر سے پیر تک سرخ پری اف ف ذرا بھی
شرم نہیں ہے انکو۔ نائکیشہ منہ میں بڑبڑاتے بولی۔ باتھ
روم میں لگے مرد کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی گردن پر
لو بائٹ کے نشان دیکھتے

شرم سے اپنا چہرہ دونوں ہاتھ میں چھپا لیا۔ ہیں منٹ بعد
نائیشہ باتھ روم سے فریش اور نکھری نکھری نکلی۔

سفید فراق اس پر بہت ہی بیچ رہا تھا۔ ضرغام کو کمرے
میں ناپا کر شکر ادا کیا۔

اور خود جا کر مرد کے سامنے کھڑی ہوئی۔ اور ڈرائیور سے
اپنے لمبے براؤن بال سکھانے لگی۔ بال سکھانے کے بعد
بالوں میں برش کیا۔ اور پنک لپ گلوڑا اٹھا کر لایا۔

کانوں میں چھوٹے چھوٹے وائٹ اور بلیک ایئر رنگز
پہنے۔ اور پاس پڑی اپنی فیورٹ پرفیوم اٹھا کر لگائی۔
پاؤں میں بلیک ہلکاسا سلیپر جو تا پہنے صوفے سے ڈوبے
اٹھائے باہر کی طرف بڑھی۔ اس پہلے ضرغام آتا۔ وہ

جلدی سے روم سے نکل کر ہیزل کے کمرے کی طرف
بڑھی۔

کل سے گڑیا کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھی۔ پر اس کے
پاگل شوہر نے دھمکی ہی ایسی دی تھی۔ وہ کمرے سے ہی
نا نکل سکی۔ ضرغام جو ناشتے کی ٹرے پکڑے آرہا تھا۔

اپنی چھوٹی سی جان کو ہیزل کے کمرے کی طرف جاتے
دیکھا۔ وائٹ فرائڈ پر نہ سنا رہی
تھی۔ میری وائٹ پر نہ سنا۔ پہلے ناشتہ تو کر لو ضرغام کی
پیچھے سے آواز سنتے نامیشہ نے پلٹ کر دیکھا۔ اففف۔۔

ضرغام نے بے ساختہ اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔

ضرغام کی اس حرکت پر نامیشہ کھکھلا کر ہی۔

وائٹ پر نسر۔۔ اپنے شوہر کی جان لینے کا ارادہ ہے۔

ضرغام اپنی دھڑکنیں سنبھالتے نامیشہ کی طرف بڑھا۔ کیا آپ میرے لیے اپنی جان بھی دیں سکتے ہیں۔

نامیشہ نے معصومیت سے سر جھکائے سوال کیا۔ تمہارے

لیے خوشی خوشی جان بھی حاضر ہے۔ میری وائٹ

پرنسز۔۔ ضرغام اس کے گال چومتے بولا۔ نائیکیشہ کا ایک
پل کے لیے دل بُری طرح بیٹھا۔ اور فوراً ضرغام کے سینے
سے لگی۔

مجھے آپ کی جان نہیں۔ صرف آپ اور آپ کا بے پناہ
پیار چاہیے۔

جس طرح وہ اس کے سینے سے لگی تھی ضرغام نے با
مشکل ناشتے کی ٹرے گرتے ہوئے بچائی۔ میری
جان۔۔ میرا دل تمہیں ایسے ہی پیار کرے گا۔ آخر کار
تمہیں دیکھ کر میری سانسیں چلتی ہے۔

ضرغام نانکیشہ کے بالوں پر لب رکھے بولا۔ آؤ یہاں
بیٹھو۔ پہلے ناشتہ کرو۔ پھر بے بی سے ملنے چلے جانا۔
ضرغام اسے پاس پڑے صوفے پر بیٹھاتے بولا۔ اور
نانیشہ کو بریڈ کے سلائس پر جیم لگا کر اس کی طرف
بڑھائی۔

جو پکڑے کھانے لگی تھی۔ ضرغام بھی سلائس اٹھائے
کھانے لگا۔ نانیشہ جو س کا گلاس اٹھائے چھوٹے چھوٹے
گھونٹ بڑھنے لگی۔ اسے جلدی سے ناشتہ ختم کرے کے

گڑیا کے پاس جانا تھا۔ ضرغام اس کے کھانے کی سپیڈ
چیک کرتا مسکرایا۔

اس سے پہلے وہ کچھ بولتا۔ نامیشہ اپنا سلائس ختم کرتے اور
جوس کا گلاس پیتے فوراً ہیزل کے کمرے کی طرف بڑھ
گئی۔ ضرغام مسکراتے ہوئے اس کا بچا جوس پیتے ٹرے
اٹھائے نیچے کی طرف بڑھ گیا۔ اسے ڈھیڑے پر جانا تھا۔
دامیار اور بہرام لالانے بولایا تھا۔ مجھ سے کیا کام ضرغام
کچن میں داخل ہوتے خود سے ہی بولا۔ خیر اب وہاں جا
کر ہی پتہ چلے گا۔ ضرغام برتن سنک میں رکھے اوپر اپنے
کمرے کی طرف بڑھا۔ اور جلدی سے بلیک شلوار قمیض

پہنے اور بلیک ہی شال اوڑھے ہاتھ میں گاڑی کی چابی
پکڑے لمبے لمبے ڈھنگ بڑھتا داخلی دروازہ عبور کیا۔ اور
کارپوچ میں اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ اور جلدی سے
حویلی سی نکلا۔

نامیشہ جیسے ہی ہیزل کے روم میں داخل ہوئی۔ زمل، ماہی
عابیرہ کو گڑیا کے گرد بیٹھے دیکھ کر فوراً آگئے بڑھی۔
نامیشہ ہیزل کے روم میں جیسے داخل ہوئی۔ ماہی
عابیرہ، زمل گڑیا کو تیار کرنے میں لگی تھی۔ ہیزل بیڈ
کراؤن سے ٹیک لگائے ان سب کو دیکھ رہی تھی۔ نامیشہ
جلدی سے دروازہ بند کرتے ان سب کی طرف بڑھی۔

یار میرے بنا ہی مستیاں ہو رہی ہے۔ نامیشہ تھوڑا ناراضگی
سے بولی۔ عابیرہ نے گڑیا کی چھوٹی سی بلیک کلر کی فراک
پکڑی تھی۔ زل نے چھوٹا سا بلیک وائٹ کلر کا ٹراؤزر
پکڑا تھا۔ ماہی گڑیا کے کپڑے اتار رہی تھی۔ آجاؤ تم بھی
حصہ ڈال لو۔ بھائی کی پرسنل ناراض ہونے کی ضرورت
نہیں۔

عابیرہ نامیشہ کو دیکھتے شرارتی انداز میں بولی۔ سب کی عمر
میں ایک۔۔۔ ایک سال کا فرق تھا۔ پر نامیشہ ان سب
سے دو سال چھوٹی تھی۔ زل سے ایک سال چھوٹی۔

نانکیشہ بھی آکر فوراً ان کے درمیان بیڈ پر بیٹھی۔ اور
ماشاء اللہ۔ میری گڑیا کتنی پیاری لگ رہی ہے۔ نانکیشہ گڑیا
کے صدقے واری لیتے بولی۔

گڑیا ہاتھ پاؤں ہلا کر تھوڑا سا مسکرائی۔ ارے
ارے۔ دیکھو ہم کب سے اسے ہسانے کی کوشش کر
رہے ہیں۔ مجال ہے جو ہنسی اب دیکھو کیسے اپنی چھوٹی چچی
کو مسکرا کر دیکھ رہی ہے۔ زمل منہ بسورتے بولی۔

زل کے اس طرح ریکشن پاس کرنے پر سب مسکرا
دیے۔

جلدی جلدی بڑی ہو جائے گڑیا۔ پھر خوب مل کر کھیلے
گئے۔ نامیشہ شرارتی انداز میں گڑیا کا چھوٹا سا سرخ ریڈ
پاؤں چومتے بولی۔

ہم۔۔ گڑیا ہم کی آواز نکالتے زل کو دیکھنے لگی۔ ہاں
بھئی۔۔ گڑیا نے تھوڑی سی سائل کا پاس کر دی۔ ہمارے
حویلی کے چھوٹے پیکٹ نے فرمائشیں کرنا شروع کر
دی۔

عابیرہ اپنی چھوٹی سی بھابھی کا گال کھینچتے بولی۔ جس پر
نامیشہ نے گھور کر دیکھا۔ گال کھینچنے نے سرخ پڑ گئے
تھے۔ ارے واہ ہماری چھوٹی سی دیورانی تو بہت ہی نازک
ہے۔ دیکھو عابیرہ کی بچی اس کی گال پر نشان پڑ گئے۔
زمل نامکشہ کے گال سہلاتے بولی۔

نامکشہ نے معصومیت سے عابیرہ کی طرف دیکھا۔ نامیشہ
کو دیکھ کر سب کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

گڑیا بھی ٹانگیں چلاتی نامیشہ کی گود میں مارنے لگی۔ بھئی
میری اور گڑیا کی آپس میں بہت جمنے والی ہے۔ نامیشہ
گڑیا کے سامنے تالی بجاتے بولی۔

بھا بھی گڑیا کا کوئی نام سوچا ہے۔ زل چہکتے ہوئے بولی۔
ہیزل نے نفی میں سر ہلایا۔

بہرام لالانے بھی نہیں سوچا۔ نہیں ابھی تک نام نہیں
سوچا۔ اگر تم نے سوچ لیا ہے۔ تم بتاؤ۔ ہیزل مسکراتے
ہوئے بولی۔

گڑیا کی چچی نے ایسے ایسے نام سرچ کیے ہیں۔ میں
بتاؤں۔ بہت محنت کی ہے میں نے مجھے یقین ہے میری
محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔ زل ہاتھ پر ہاتھ مارتے
مسکراتے ہوئے بولنے لگی۔ سب حیرانگی سے زل کو دیکھ
رہے تھے۔ نام سرچ کرنے میں اتنی محنت زل نے کی۔

یہ سوچنے کے برعکس تھا۔ زمل نے نام سرچ کرنے کے لیے اتنی بھی کون سی محنت کی تھی۔

زمل اپنی طرف چاروں کو تکتا پا کر۔ آہستہ واپس چکا کر دیکھا۔ کیا ہے بھئی۔ ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ جیسے میں نے مصر کے گینگسٹر کی بیوی چراہی۔ مصر کے گینگسٹر کی بیوی کا سنتے سب کے قہقہے چھوٹے۔ ان کی پیاری سی نند سب کو ناولز پر لگا گئی تھی۔ کسی ناکسی کی زبان پر ناول کے ہیرو کا نام رہتا تھا۔

گڑیا آپ سن رہی ہے۔ آپ کی زل پچی نے بہت۔۔۔
محنت کی ہے۔ آپ کا نام ڈھونڈنے میں۔ ماہی ننھی سی
گڑیا کا ماتھا چومتے بولی۔ ماہی تم ٹھیک ہو۔ ہیزل فکر مندی
سے بولی وہ ماہی کے چہرے پر درد کے آثار دیکھ چکی
تھی۔

سب نے چونک کر دیکھا۔ ماہی کا آخری مہینے کا لاسٹ و
یک چل رہا تھا۔ اب وہ ہر وقت بالکل چپ اور خوف زدہ
رہتی تھی۔ میں ٹھیک ہوں۔ ماہی چہرے پر مسکراہٹ
لاتے بولی۔ چلو زل اب بتادو۔ کیا نام سوچا ہے۔

تمہارے سسپنس ہی نہیں ختم ہو رہے۔ ماہی ان سب
کی توجہ زمل کی طرف کرتے بولی۔

ہاں بھئی ابھی بتاتی ہوں۔ بلکہ دیکھاتی ہوں۔ اپنی محنت
زمل نے اپنے ڈوبے کاپلو پکڑا اور اس کی گرا کھولنے لگی۔
سب مسکراتے ہوئے زمل کی کاروائی دیکھنے لگی۔

شاہ میر جو زمل کو ڈھنڈتے ڈھونڈتے ہیزل کے کمرے
میں آیا تھا۔ دروازے کے پاس کھڑے ہو کر اپنی بیوی
کی کاروائی دیکھنے لگا۔

زل نے جیسے ڈوبٹہ کھولا پلو سے چھوٹی چھوٹی سفید
پرچیاں جو تیس چالیس کے لگ بھگ ہوگی۔ وہ نکلی۔
زل کی بچی یہ ہے تمہاری محنت۔ عابیرہ حیرانگی سے
پرچیاں اپنے ہاتھ میں لیتے بولی۔ زل نے فوراً سر اثبات
میں ہلایا۔ اسی پرچیوں کے اندر ہماری ننھی سی گڑیا کا نام
چھپا ہے۔ جو گڑیا کے بابا نکالیں گئے۔ زل گڑیا کا ہاتھ
چومتے بولی۔ جو اسے ہی گھور رہی تھی۔ چوڑی ایسے مت
گھوروں ہم نے بہت محنت کی ہے۔ رات کو جاگ کر ہم
نے یہ پرچیاں بنائی ہے۔ زل مصنوعی ناراضگی سے
بولی۔ دروازے کے پاس کھڑا شاہ میر اپنے بچے کو دیکھ رہا
تھا۔ کونسی محنت کی ہے۔ اس کی بیوی نے۔ میں بھی سنتا

چاہوں گا۔ شاہ میر منہ میں بڑبڑاتے زل کے پیچھے رکھے
صوفے پر بیٹھ گیا۔ چاروں نے چونک کر شاہ میر کی
طرف دیکھا۔ زل کی پیٹھ شاہ میر کی طرف تھی۔ جس کی
وجہ سے وہ دیکھ نہیں پائی گڑیا سے ناراضگی کا اظہار کرنے
میں لگی تھی۔ شاہ میر نے چاروں کو چپ رہنے کا بولا۔ اور
وہ بھی شاہ میر کی بات سمجھتے واپس زل کی طرف متوجہ
ہوئی۔ ہمیں بھی بتاؤ۔ ہماری دیوارانی نے کیسے محنت کی
ہیزل زل کو دیکھتے بولی۔

ارے بھا بھی کیا بتاؤں۔ میں نے اپنے معصوم شوہر پر
رات کو بہت ظلم کیا ہے۔ کیسا ظلم۔۔۔ چاروں چاروں ہی

ایک ساتھ بولی۔ شاہ اپنی مسکراہٹ دباتے سن رہا تھا۔
شاہ میر

وہ بھا بھی۔۔۔ ہم نے اپنے میر کو دودھ میں نیند کی
گولیاں ڈال کر ملا دی۔ واٹ۔۔ پیچھے شاہ میر کی غصے سے
آواز گونجی۔ کسی مرد کی بھاری مردانہ آواز سنتے زل نے
چونک کر شاہ میر کو دیکھا۔ زل کو اپنے پیروں میں سے
زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ سب سن رہا تھا۔ ہائے
اللہ۔ اب کیا کرے گئے میر میرے ساتھ۔ زل منہ میں
بڑبڑاتے خود

سے بولی۔ اور ان چاروں کو گھورا۔ جو ہنس رہی تھی۔
بہت ظلم کیا تم نے چھوٹے خان پر۔ ماہی زمل کو چھیڑتے
بولی۔ زمل نے گھور کر دیکھا۔ اور اٹھ کر شاہ میر کی
طرف بڑھی۔ میر میں مذاق کر رہی تھی۔ میں بھلا ایسے
کیوں کروں گی۔ زمل معصومیت سے وضاحت پیش
کرنے لگی۔

شاہ میر نے گھوری سے نوازہ۔ بیگم تمہارے بل کنے
پڑے گئے۔ جو دن بادن ڈھیلے ہو رہے ہیں۔

آج تم نے اپنے شوہر کو دودھ میں ڈال کر نیند کی گولیاں
دی۔ کل کو چوہے مار گولیاں بھی ملا دو گی۔ پھر کہنا۔۔۔۔
میر۔۔ میں تو مزاق کر رہی تھی۔

اللہ۔۔ اللہ۔۔ آپ کتنے گندے شوہر ہے۔ اپنی معصوم
بیوی پر الزام لگا رہے ہے۔

زمل آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیتے بولی۔

شاہ میر تو اپنے بچے کے آنکھوں میں آنسو دیکھ کر فوراً
اپنے سینے سے لگایا۔

زل شاہ میر کے سینے سے لگتی بیڈ پر بیٹھی ان چاروں
کو آنکھ ماری۔ چاروں نے اپنی ہنسی دبا لی۔ ارے میرا
معصوم بچہ۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ شاہ میر کو اتنے سے
آنسو بھی نہیں تھے برداشت اپنی زل کی آنکھوں میں۔

شاہ میر جانتا تھا۔ اس کی زل جھوٹ بول رہی ہے۔ اس
کے ڈر سے۔ کمرے میں جا کر حساب جھکتا
کرنے کا ارادہ کرتے زل کو چپ کروانے لگا۔

بہرام کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر شاہ میر فوراً بولا۔ آئے
آئے لالا۔ میری بیوی نے بہت محنت کی ان پرچیوں
پر۔ اب آپ ان میں سے ایک پرچی اٹھائے میری بیوی
کی جنت کو داد دیں۔ شاہ میر کی بات سنتے سب
مسکرائے۔

بہرام کمرے میں سب کو دیکھتے مسکرایا۔ جب شاہ میر کی
بات سنی حیران نظروں سے بیڈ کے نیچے و نیچے دیکھا جہاں
بہت سی پرچیاں پڑی تھیں۔

ایسا کیا ہے ان پر چیوں میں۔ جسے میں ہی اٹھا سکتا ہوں۔
بہرام ہیزل کی طرف بڑھتے بولا۔ آپ کی بیٹی کا نام
ہیزل مسکراتے ہوئے بولی۔ اور اچھا۔۔ پھر تو ضرور میں
پرچی اٹھاؤں گا۔

بہرام مسکراتے ہوئے بولا۔

نائیشہ نے جلدی سے پرچیاں اٹھا کر اپنے ہاتھوں میں لیتے
ہلا کر واپس بیڈ پر پھینکی۔

بہرام نے کچھ سوچتے ہوئے ہیزل کے ہاتھ کے پاس سے
پرچی اٹھائی۔ اور اسے پہلے اپنے لبوں سے لگایا۔
سب بہرام کی اس حرکت پر مسکرا دی۔ رانیہ بیگم اور
زرمینہ بیگم بھی روم میں داخل ہوئی۔

کمرے میں خوشگوار ماحول بنا دیکھ کر شاہ میر کے پاس بیٹھ
گئی۔ ان کی پوتی کے نام پر سرگوشیاں ہو رہی تھی۔

بہرام نے آہستہ آہستہ پرچی کھولنے لگا۔
سب خوشی سے بے تاب ہو رہے تھے نام سننے کے لیے۔
بہرام نے جیسے ہی پرچی کھولی۔

ایک خوبصورت شہزادی کا نام اس کے سامنے تھا۔ لالا
بتائے نا کونسا نام پرچی میں لکھا ہے۔

شاہ میر نے ایکسائیٹڈ ہو کر پوچھا۔ میرال۔۔ بہرام اپنی
ننھی سی بیٹی کا نام بولتے ماتھا چوما۔ میرال نام سنتے سب
کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ میرال بہرام خان
ہے۔ ہماری بیٹی کا نام۔ بہرام ہیزل کے بالوں پر لب
رکھتے بولا۔

ایک خاص شہزادی کا نام۔۔ میرال کے معنی واقعے میں
وہ سب کے لیے اور اپنے ماما بابا کے لیے خاص ہی بن گئی
تھی۔ ایک خاص شہزادی اور اسے اس حویلی میں
شہزادیوں جیسا ہی پیار ملنے والا تھا۔ تو یہاں ہوا نام فائنل
میرال بہرام خان شہزادی جیسی دکھنے والی۔ بڑی بڑی
ہیزل گرے آنکھیں جو اپنی ماما سے لی تھی۔

سفید سرخ رنگ گولڈن سنہری بال۔۔ جو بڑے ہو کر
اور بھی سنہری ہونے والے تھے۔ بلکل خان حویلی کی
شہزادی تو لگ رہی ہے۔ چاچو کی جان۔۔ قسم سے اگر
میرا بیٹا ہوتا۔ تو لا اس شہزادی کو اپنے بیٹے کی شہزادی

بناتا۔ شاہ میر ننھی سی میرال کا چہرہ چومتے بولا۔ شاہ میر
کی انوکھی فرمائش پر سب مسکرا دیے۔ زمل نے پیار سے
اپنے میر کو دیکھا۔ کچھ دیر ایسے ہی ہنسی مذاق چلتا رہا۔
سب حویلی والوں کو گڑیا کی تصویر کے ساتھ نیچے گڑیا کا
نام رائٹ کر کے سب کو بھیج دیا۔

میرال بہرام خان۔۔۔

سب کو نام بہت پسند آیا تھا۔ پر ننھی سی میرال کی آڑہ
پھوپھو ناراض ہو گئی تھی۔ کہ اس کے بنا ہی گڑیا کا نام رکھ

لیا۔ اب یہاں آکر سب سے اپنا حساب پورا پورا وصول
کرے گی۔

ہائے میری گڑیا کو ناراض کر دیا۔

شاہ میر عورتوں کی طرح سر پر ہاتھ مارتے بولا۔ سب کے
قہقہے گونجے۔

لالا کاوش کہاں ہے۔ ان سب کے بیچ ماہی کی درد بھری
آواز گونجی۔ سب پریشانی سے ماہی کی طرف دیکھنے لگے۔

گڑیا لان میں بیٹھا ہے۔ داجی کے پاس۔۔ کیا ہوا تمہاری
طبیعت تو ٹھیک ہے۔ بہرام فکر مندی سے بولا۔

ماہی کے آنسو بہنے لگے۔

تکلیف بڑھنے لگی تھی۔ زرمینہ بیگم نے فوراً ماہی کو سینے
سے لگایا۔ بیٹی مجھے بتاؤ کیا ہو رہا ہے۔ نہیں زرمینہ بیگم نے
ماہی کی کمری سہلاتے ہو اُپو چھا۔ مورے سمجھ نہیں آ
رہی۔ بس درد ہو رہا ہے۔ ماہی آنسوؤں سے لبریز آواز
میں بولی۔ خان۔۔ ماہی ٹھیک نہیں ہے۔ کاوش کو بولائے
پلیز۔۔ ہیزل روتے ہوئے بولی۔ ہیزل اپنی جان سے

پیارى كزن كو ديكھتے بولى۔ جو ديورانى كے رتبے پر فائز
تھى۔

بھرام نے شاھ مير كو اشارہ كيا۔ شاھ مير فوراً نيچے كى طرف
بھاگا۔

ماہى كو اس طرح اچانك كيا هو گيا تھا۔ سب پر يشانى سے
ماہى كو تڑپتے ديكھ كر خود بھى تڑپ رہے تھے۔ ماہى زل
كا ہاتھ پكڑے اور زمينہ بيگم كے سينے سے لگ كر زور و
قطار رو رہى تھى۔ كمر ميں شديد درد اٹھ رہا تھا۔

کاوش لالا اوپر آئے جلدی۔ ماہی بھا بھی ٹھیک نہیں ہے۔

شاہ میر پھولتے ہوئے سانس کے ساتھ بولا تھا۔

سیڑھیوں سے اترنے کی وجہ سے سانس پھولا ہوا تھا۔

کاوش ماہی کا سنتے اٹھ کر اندر کی طرف بھاگا۔

حاکم خان کے چہرے پر بھی پریشانی چھانے لگی۔ کاوش

ایک ہی منٹ میں بہرام کے روم میں داخل ہوا۔ ماہی

کو تڑپتے دیکھ کر کاوش کو اپنے پیروں سے زمین نکلتے

ہوئے

محسوس ہوئی۔ کاوش ہمیں ماہی کو ہو سپیٹل لیں کر چلنا
چاہیے۔ مجھے لگتا ڈلیوری کا ٹائم ہو گیا ہے۔ بہرام کاوش کو
دروازے کے پاس منجمد کھڑا دیکھ کر بولا۔

ماہی کی چیخیں سنتے ننھی میرال بھی رونے لگ گئی تھی۔
عبیرہ میرال کو گود میں لیتے چپ کروانے لگی۔ کاوش ماہی
کو باہوں میں اٹھاتے باہر کی طرف بڑھا۔

بہرام زرمینہ اور رانیہ بیگم بھی باہر کی طرف بڑھی۔
بہرام نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اپنی جان کو روتے پایا۔ تم

سب ہیزل کے پاس روکے ہو سپیٹل پہنچتے ماہی کا بتادوں
گا۔

بہرام ان سب کو ہیزل کے پاس روکتے باہر کی طرف
بڑھ گیا۔

کاوش ماہی کو گود میں اٹھائے گاڑی کی طرف بڑھا۔ جہاں
شاہ میر پہلے ہی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ کاوش جلدی
سے ماہی کو گاڑی میں پچھلی نشست پر لیں کر بیٹھا۔

بہرام نے انہیں جانے کا اشارہ کیا۔ شاہ میر فوراً گاڑی لیں
کر نکلا۔ پیچھے بہرام بھی گاڑی لیں کر نکلا۔ بہرام کے
ساتھ زرمینہ اور رانیہ بیگم تھی۔

بس پروفیسر کی جان۔۔ کیوں اپنے پروفیسر کی سانسیں
الجھا رہی ہو۔ کاوش اپنی شہزادی کو دیکھتے تڑپتے ہوئے
بولا۔ ماہی کو تڑپتا دیکھ کر مضبوط پروفیسر کی ایک سانس
آ رہی تھی۔ ایک سانس جا رہی تھی۔

مجھے۔۔۔۔۔ درد۔۔۔۔۔ ہو۔۔۔۔۔ رہا ہے۔ ماہی کاوش کی
شرٹ مٹھیوں میں زور سے پکڑتے بولی۔ شاہ میر یہ سنتے
گاڑی کی سپیڈ بڑھائی۔

بس ہم پہنچ رہے ہیں شہزادی۔

کاوش ماہی کے پیٹ پر ہاتھ رکھتے بولا۔

شاہ میر پندرہ منٹ میں ہو سپیڈل پہنچا۔ کاوش ماہی کو
بازوؤں میں بھرتے گاڑی سے نکلا۔ اور جلدی سے سو

پیٹل کے اندر داخل ہوا۔ ڈاکٹر میرب کاوش کو دیکھتے
جلدی سے آگے بھری۔ نرس سٹرپچر لاؤ۔

ڈاکٹر میرب نرس کو دیکھتے بولی۔

نرس جلدی سے سٹرپچر لیتے ان کی طرف بڑھی۔

ماہی جو کاوش کے سینے سے لگی۔ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔
کاوش نے آرام سے سٹرپچر پر لٹایا۔ اور ماہی کے سر پر
بوسا دیا۔ مسٹر کاوش ہمیں آپ کی مسز کو اندر لیں جانا ہو
گا۔ ڈاکٹر میرب کاوش کو دیکھتے بولی۔

کچھ نہیں ہو گا میری شہزادی۔ اللہ پر بھروسہ رکھو کاوش
بول کر پیچھے ہوا۔

نرس سٹرپچر ٹھسٹے ایمر جنسی روم کی طرف بڑھی۔
زرمینہ بیگم نے اپنے بچے کو سینے سے لگایا۔ میرے بچے
نڈھال مت ہو۔ اللہ سے امید رکھو اللہ بہتر کرے گا۔

آؤ یہاں بیٹھو۔ زرمینہ کاوش کو پاس ہی کر سی پرالیں کر
بیٹھی۔ کاوش شدت سے زرمینہ بیگم کے سینے سے لگا۔
مورے مجھے یقین ہے۔ اللہ بہتر ہی کرے گا۔ کاوش شاہ

میر نے کبھی اتنا اپنے مورے بابا کو یاد ہی نہیں کیا تھا۔
بلکہ زرمینہ بیگم اور عدنان صاحب کے پیار کے آگئے وہ
سب کچھ بھول جاتے تھے۔ ان کے دونوں لالا بہرام اور
دامیار بھی تو اپنی جان سے زیادہ پیار کرتے تھے۔
ہاشم جلدی سے ان کی طرف بڑھا۔ بہرام کی کال آنے
پر وہ ناشتہ چھوڑے سیدھا ہو اسپتال آیا تھا۔ ماہی کی
طبیعت کا سنتے۔

ماہی بھی اسے ہیزل کی طرح عزیز تھی۔ کاوش پریشان
مت ہو۔ سب اچھا ہی ہو گا۔ ہاشم کاوش کے کندھے پر

ہاتھ رکھتے بولا۔ اور ہوا کی طرح ایمر جینسی روم میں
داخل ہوا۔

سرا بھی ڈلیوری میں چار دن باقی تھے۔

پر اللہ کی رضا کے آگئے کچھ نہیں کر سکتے۔

ان کو بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ شاید یہ درد برداشت
نہیں کر پار ہی۔ ڈاکٹر میرب ہاشم کو دیکھتے بولی۔ ہاشم نے
ایک نظر بیڈ پر تڑپتے ماہی کو دیکھا۔ جسے دو تین نرسیں
پکڑیں ہوئے تھے۔

یہ کیا حرکت ہے۔ ایسے ڈیل کرتے ہے۔ پشٹنٹ کے
ساتھ۔ ہاشم غصے سے بولتے ان کی طرف بڑھا۔ سر یہ
سنجھل نہیں تھی رہی۔ ڈاکٹر میرب کے کہنے پر ہم نے
ان کو پکڑا ہے۔

ان میں سے ایک نرس جلدی سے بولی۔ ماہی ہاشم کو
دیکھتے اور رونے لگی۔ گڑیا کیا ہوا ہے۔ رو کیوں رہی ہو۔
اس درد سے ہر لڑکی کو گزرنا پڑتا ہے۔ اگر تم یہ درد
برداشت نہیں کروں گی۔ تو ہمیں مجبوراً تمہارا امپریٹ
کرنا ہو گا۔ ہاشم پیار سے

ماہی کو سمجھاتے بولا۔ ماہی درد سے چور نفی میں سر ہلانے
لگی۔ پر منہ سے ایک لفظ نہیں ادا ہو پا رہا تھا۔ گرین
آنکھیں سو جھ گئی تھی۔ ہاشم۔ ڈاکٹر میرب کو اشارہ
کرتے باہر نکل گیا۔

اندر ماہی کی چخیں گوجنے لگی۔ جو باہر بیٹھے کاوش کو دل
کی دنیا ہلا گئی۔

کاوش اٹھ کر ایمر جینسی روم کے سامنے چکر کاٹنے لگا۔
منہ سے ایک ہی دعا نکل رہی تھی۔

یا اللہ میری بیوی اور بچے کو کچھ ناہو۔ تو بہت رحیم ہے۔
رحم کر میری بیوی پر۔

اُس کو اس درد سے نجات دلا۔

کاوش نے دروازے کے ساتھ ٹیک لگاتے اپنے رب سے
فریاد کی۔ ہاشم ماہی کی رپورٹ پکڑے اپنے کین سے باہر
نکلا۔ بہرام شاہ میر بھی دیوار سے ٹیک لگائے کاوش کو
دیکھ رہے تھے۔ جو آنکھیں بند کیے اپنے آنسوؤں پر
قابو پارہا تھا۔ عاصم اور سعدیہ بیگم عالیان کے ہمراہ ہو
سپتال میں داخل ہوئی؛

کیسی ہے میری گڑیا۔ عاصم نے نم آواز سے ہاشم سے

پوچھا۔

ہاشم ابھی بولتا۔ اندر سے کسی بچے کی رونے کی آوازیں
آنے لگی۔

کاوش ویسی ہی پوزیشن پر کھڑا رہا۔ ڈاکٹر میرب کمبل میں
لیٹے چھوٹے سے ننھے سے وجود کو لیں کر باہر نکلی۔

کاوش جلدی سے سیدھا ہوتے ڈاکٹر میرب کو دیکھنے لگا۔
بہت مبارک ہو مسٹر کاوش بیٹے کی۔ کاوش نے ڈاکٹر
میرب کی ہاتھوں میں ننھے سے وجود کو دیکھا۔

میری وائف کیسی ہے۔ کاوش نے نم آواز سے پوچھا۔
بلکل ٹھیک ہے۔ نارمل ڈلیوری تھی۔ پر آپ کی وائف کو
بہت تکلیف برداشت کرنی پڑی۔ الحمد للہ۔ اب ٹھیک
ہے۔ تھوڑی دیر میں روم میں شفٹ کر دیا جائے گا آپ
مل لینا۔ کاوش اللہ کا شکر ادا کرتے۔ اپنے بیٹے کے ننھے
سے وجود کو اپنی باہوں میں لیا۔ اور شدت سے اس کا ننھا
ساما تھا چوما۔ بابا کا شہزادہ۔

عاصم نے آگے ہوتے اپنے جگری یار کو سینے سے لگایا۔
اور مبارکباد دی۔

تمہیں بھی مبارک ہو۔ آخر کار تمہیں ماموں بنا دیا۔
کاوش عاصم کو آنکھ و نک کرتے بولا۔ کمینے۔۔ کاوش اور
عاصم قہقہہ لگا کر ہیں۔ ماموں کے شہزادے۔۔ تمہارا بابا
ایک نمبر کا ٹھہر کی ہے۔ اپنے کمینے بابا کی کاپی مت کرنا۔

اپنے ماموں کے نقشے قدم پر چلنا۔

عاصم کاوش کو گھورتے بولا۔

ہاشم، بہرام اور شاہ میر نے بھی آگئے بڑھتے باری باری
مبارکباد دی۔ بہرام نے چھوٹے سے شہزادے کو اپنی
باہوں میں بھرا۔

اور اس کا ماتھا چوما۔ ماشا اللہ۔۔ بلکل شہزادہ ہے یہ
مورے دیکھے نا بہرام زرینہ کی طرف لیں کر بڑھا۔
ماشا اللہ۔ بلکل اپنے تایا پر گیا ہے۔ رانیہ بیگم مسکراتے
ہوئے چھوٹے سے شہزادے کا گال چھوتے بولی۔ سلام
ہے ایسی عورتوں پر پھوپھو جان۔۔ ابھی ہمارا شہزادے کو
دنیا میں آئے ہوئے۔ دو گھنٹے بھی نہیں گزرے۔

آپ نے دیکھتے ہی بتا دیا۔ یہ کس پر گیا ہے۔ ایسی نظریں
ہم مردوں کے پاس بھی ہونی چاہیے۔ ہم بھی بتا سکیں۔
ماشا اللہ یہ تو ہم مر گیا ہے۔ شاہ میر اپنی پھوپھو کو دیکھتے
شرارتی انداز میں بولا۔

رانیہ بیگم نے گھور کر دیکھا۔ اپنے بھتیجے کو۔ زرمینہ نے
آگے ہوتے۔ کاوش کا ماتھا چوما۔ مبارک ہو میرے بچے۔
آپ کو بھی مبارک ہو۔ کاوش نے بھی اپنی مورے کا ماتھا
چومتے بولا۔ مبارک ہو بچے۔۔ سعدیہ بیگم نے بھی اپنے
پیارے سے داماد کا ماتھا چومتے بولا۔ آپ کو بھی مبارک
ہو۔ اپنی پھوپھو سے مبارکباد نہیں وصول کرنی۔

رانیہ کاوش کو گھورتے بولی۔

کاوش نے آگے بڑھتے اپنی جان سے پیاری پھوپھو سے
مبارکباد وصول کی۔

پھوپھو آپ نے میرے بیٹے کو کس تایا سے ملایا ہے۔
بہرام سے یادامیار سے۔

تمہارا شہزادہ اپنے بڑے پاپا۔۔ یعنی دامیار کے جیسا ہے۔
دیکھو کیسے ناک پر غصہ لیں کر مزے سے سو رہا

ہے۔ رانیہ بیگم نے بہرام کی گود میں چھوٹے سے
شہزادے کو دیکھتے بولی۔ رانیہ کی بات سنتے سب کے
چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

مسٹر کاوش۔۔ آپ کی وائف کو روم میں شفٹ کر دیا
ہے۔ آپ مل سکتے ہیں۔

ڈاکٹر میرب کاوش کو دیکھتے بولی۔ ادو کے کاوش مسکراتے
ہوئے سامنے روم کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں ابھی ابھی
ماہی کو شفٹ کیا تھا۔ کاوش جیسے ہی روم میں داخل ہوا۔

ماہی کو سامنے لیٹے دیکھا۔ ماہی کی نظریں سامنے کھڑکی پر
تھی۔ جہاں کا خوشگوار منظر دکھ رہا تھا۔ ہو سپیٹل کا بڑا سا
لان رنگ برنگے پھولوں سے بڑا تھا۔ اور بڑے بڑے
درخت ہوا کی وجہ سے جھول رہے تھے۔

کاوش ماہی کے پاس پہنچتے اس کے سامنے کھڑا ہوا۔ ماہی
نے اوپر کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھا۔ پروفیسر!!! اور
نم آواز سے کاوش کو پکارا۔

پروفیسر کی جان۔۔ پروفیسر کی شہزادی کیسی ہو۔ کہی درد
تو نہیں ہو رہا۔ کاوش ماہی کا ماتھا چومتے بولا۔ ماہی نے

اثبات میں سر ہلایا۔ کہاں ہو رہا ہے۔ میری شہزادی
کو۔۔ کاوش ماہی کے پاس جگہ بناتے بولا۔ یہاں ماہی نے
اپنی بلی کی طرف اشارہ کیا۔ کاوش تڑپ کر ماہی کے سینے
سے لگا۔

میری شہزادی کو بہت درد ہوا۔ کاوش ماہی کی بلی پر ہاتھ
پھیرتے بولا۔

ماہی نے روتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

ماہی کی شرٹ اوپر کرتے کاوش نے اس کی بیلی کو چومنے
لگا۔ ماہی کاوش کے گرم نرم لمس پر تڑپ اٹھی۔
اب نہیں ہو گا شہزادی کاوش اس کی نم آنکھوں کو چومتے
بولا۔

میرے بیٹے نے بہت تکلیف دی میری شہزادی کو اچھے
سے اس کی کلاس لوں گا۔

اپنے بیٹے کا سنتے ماہی فوراً بولی۔ کہاں ہے میرا بیٹا ماہی
کاوش کو دیکھتے بولی۔ تمہارا بیٹا اپنے چھوٹے پاپا کے پاس
ہے۔

کاوش ماہی کے سرخ گال کو اپنی زبان سے گلا کرتے بولا۔
کاوش کی بے باکی پر ماہی نے کاوش کو گھوری سے نوازہ
میری شرٹ نیچے کریں۔ میرے بے شرم پروفیسر ماہی
کاوش کو دیکھتے بولی۔ کاوش نے مسکراتے ہوئے۔ اس
کے بلی بٹن پر لب رکھے رکھے اور پھر شرٹ درست کی۔

روم کا دروازہ کھلا۔ ہاشم اندر آیا باقی سب بھی اندر آئے
۔ اب چھوٹا سے شہزادے کو شاہ میر نے پکڑ رکھا تھا۔
بہرام نے موبائل پکڑا ہوا تھا۔ جہاں ہیزل کی ویڈیو کال

آئی تھی۔ کاوش جلدی سے پیچھے ہٹا۔ زرمینہ بیگم نے اپنی
بہو کا ماتھا چوما۔ مبارک ہو میری بچی۔

450 اللہ تمہیں خوش رکھے۔

ماہی نے مسکراتے ہوئے مبارکباد وصول کی۔ رانیہ بیگم
نے بھی مسکراتے ماہی کا ماتھا چوما۔ سعدیہ بیگم نے بھی
پیار سے لاڈ سے اپنے دل کے ٹکڑے کو سینے سے لگایا۔

مبارک ہو میرے بچے۔ اب طبیعت کیسی ہے۔

ٹھیک ہم میں مام۔۔۔ ماہی اپنی مام کے سینے سے لگتے
بولی۔ بھائی!!! عاصم کو دیکھتے ماہی نے اپنے بھائی کو پکارا۔

کیسا ہے میرا بچہ۔۔۔ عاصم ماہی کو اپنے سینے سے لگاتے
بولا۔ ٹھیک ہم!!! بھائی۔

عالیان صاحب نے آگئے ہوتے ماہی کے سر پر ہاتھ رکھا
اور مبارک دی۔

باقی سب نے بھی ماہی کو مبارک دی۔ ماہی نے مسکراتے
ہوئے سب کی مبارکباد و وصول کی۔ شاہ میر۔۔۔ یہاں لاؤ

شہزادے کو۔۔ عاصم مسکراتے ہوئے بولا۔ شاہ میر نے
مسکراتے ہوئے چھوٹے سے شہزادے کو عاصم کو
پکڑایا۔ عاصم نے پکڑتے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔
کاوش نے ماہی کو سہارا دیا۔ ماہی کی پیٹھ کاوش کے سینے سے
لگی تھی۔ عاصم نے ننھے سے شہزادے کو ماہی کی گود میں
دیا۔

کاوش ہمارا بیٹا۔۔ ماہی کے بولتے ہوئے آنکھوں سے
آنسو نکلے۔ جی شہزادی ہمارا ہے بیٹا ہے۔

کاوش نے بولتے ماہی کے بال سلجھائے ماہی نے ننھے سے
شہزادے کو اپنے سینے سے لگایا۔ اور شدت سے اس کا
چہرہ چومنے لگی۔ کاوش نے مسکراتے ہوئے اپنی بیوی کو
دیکھا۔ جو بیٹے کے آتے ہے شوہر کو بھول گئی تھی۔

بس کرو بیوی۔۔ اتنا تو کبھی اپنے شوہر کو نہیں چوما۔ جتنا
تم اس فتنے کو چوم رہی ہو۔ کاوش جیلیسی انداز میں بولا۔

ماہی اپنے چھوٹے سے شہزادے کو جا بجا چوم رہی تھی۔
کاوش جو اسے پیچھے سہارا دیے بیٹھا تھا۔ فل جیسی انداز
میں غصے سے بولا۔ بیگم کچھ زیادہ ظلم نہیں کر رہی اپنے
شوہر پر ابھی اس فتنے کو آئے ہوئے گھنٹہ نہیں ہوا۔
دیکھو کیسے پیار بٹور رہا ہے۔ اور تمہارے لبوں کی ایسی کی
تیمیسی جو یہ گستاخیاں کر رہے ہے۔

یہ گستاخیاں اپنے شوہر کے لیے رکھو۔ میں کافی ہوں اس
چھوٹے سے فتنے کو پیار کرنے کے لیے۔ کاوش غصے سے
گھورتے ایک ہی سانس میں بولا۔ ماہی تو منہ کھولے
صرف کاوش کو دیکھ رہی تھی۔ جو اپنے بیٹے سے جیلس ہو

رہا تھا۔ پاس کھڑے عاصم نے اپنی گڑیا کا منہ کھلا دیکھ کر
اپنی ہنسی دبائی۔ اور کاوش کی جیلیسی پر اسے بہت مزہ آرہا
تھا۔ باقی سب حویلی چلے گئے تھے۔ صرف عاصم ہی تھا
یہاں ڈلیوری نارمل تھی۔ ماشا اللہ ماہی بھی ٹھیک تھی۔
بس ابھی چلنے پھرنے سے احتیاط کرنی تھی۔

میں ڈسچارج پیپر تیار کروا کر لاتا ہوں۔ عاصم ڈسچارج
پیپر کا بولتے باہر نکل گیا۔

عاصم کے جاتے ہی کاوش نے ماہی کو سیدھا لٹایا

اور اس چھوٹے سے فتنے کو اپنی گود میں لیا۔ جو اپنے ہاتھ
کا انگوٹھا منہ میں دیا ہوا تھا۔ شاید اسے بھوک لگی ہوئی
تھی۔

پروفیسر۔۔ آپ میرے بیٹے سے جیلس ہو رہے ہیں۔
ماہی کچھ دیر پہلی بات یاد کرتے بولی۔ ہم!!! جب تم سارا
پیار اپنے بیٹے کو دو گی۔ تو بیچارا تمہارا معصوم پروفیسر
جیلس نا ہو تو پھر کیا ہو۔ کاوش ماہی کے قریب جھکتے تھوڑا
سر دلچے میں بولا۔ اسے بالکل برداشت نہیں ہو رہا تھا۔
ماہی کسی کو پیار کرے چاہے وہ ہمارا بیٹا ہی کیوں نا ہو۔ ماہی
کاوش کا سر دلچے محسوس کر کے رو دینے کو تھی۔

آپ مجھے ڈانٹ رہے ہیں۔ ماہی آنکھوں میں موٹے
موٹے آنسو لیے بولی۔ کاوش نے ایک نظر اپنی گود میں
سوئے اس چھوٹے فتنے کو جو مزے سے سو رہا تھا۔ اور
پھر اسے فتنے کی ماما کی طرف جو رو رہی تھی۔ کاوش نے
لب کاٹتے اپنے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیری ماہی میری
جان میں نے کب ڈانٹا۔ کاوش ماہی کے آنسو دیکھ کر بولا۔
جو اسے اپنے دل پر گرتے محسوس ہو رہے تھے۔

آپ نے ڈانٹا ابھی ڈانٹا۔ ماہی اب ہچکیوں سے روتے
ہوئے بولی۔ ابھی وہ ہو سہیل میں بستر پر پڑی تھی۔ اس
کی طبیعت کا خیال بھی نہیں کیا۔

کاوش ایسے بات کرے گا۔ اسے سوچ سوچ کر رونا آرہا
تھا۔ میری شہزادی میں سب سمجھا رہا تھا۔ صاف بولے
نا۔ آپ جیلس ہو رہے تھے۔ مجھے پیار بھی نہیں کرنے
دیا۔ اپنے بیٹے سے زاراروتے ہوئے بولی۔

کاوش نے بے دردی سے اپنا نچلا لب ماہی نے بھیگی
آنکھوں سے کاوش کو دیکھا۔ کاوش کا دل ڈوب کر ابھر۔
اسی کی بھیگی سر آنکھیں دیکھ کر۔ اتنی بات نہیں تھی۔
جتنا اس کی بیوی رونے میں میرا دل جلا رہی تھی۔

کاوش نے سوچتے اپنے لب کاٹے۔ شہزادی۔۔ کاوش
ابھی کچھ اور بولتا عاصم ڈسچارج پیپر پکڑے اندر داخل
ہوا۔ کاوش نے گھور عاصم کو دیکھا۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہو۔
غلط ٹائم پر آئے ہو۔ عاصم اپنی بہن کی روئی سرخ
آنکھیں دیکھتے کاوش کی طرف دیکھا۔ جو اسے ہی گھور رہا
تھا۔ گڑیا کیا ہوا تم ٹھیک ہو۔ عاصم کاوش کو انگور کرتے
ماہی کے پاس آیا۔

جی بھائی میں ٹھیک ہوں۔ ماہی فوراً مسکراتے ہوئے بولی۔
گڑ۔۔ عاصم نے بھی مزید کچھ ناپوچھا۔ وہ سمجھ گیا تھا۔
کوئی بات ہوئی ہے۔ پر وہ کاوش اور ماہی کا پر سنل ایشیو

جس میں چاہ کر بھی مداخلت نہیں کر سکتا تھا۔ عاصم نے
جھکتے ماہی کا ماتھا چوما۔ اور ساتھ ہی اپنے ننھے سے

بھانجے کا۔ ڈسچارج پیپر مل گئے ہے۔ ہم ماہی کو گھر لیں جا
سکتے ہے۔ عاصم کاوش کی طرف دیکھتے بولا۔ ہم!! چلتے
ہے۔ کاوش بھی فوراً اٹھا۔ اسے اب جلدی حویلی پہنچ کر
اپنی روٹھی بیوی کو بھی منانا تھا۔ کاوش نے ماہی کو آہستہ
سے سہارا دیں کا بیٹھایا۔

بھائی مجھے آپ کے سہارے چلنا ہے۔ کاوش جو ماہی کا
ڈوبہ سیٹ کر رہا تھا۔ ماہی کی بات پر غصے سے ماہی کو

دیکھا۔ کیوں تمہارا شوہر مر گیا ہے۔ جو تمہیں 40 کسی اور
کے سہارے چلنا ہے۔

شرافت سے چلو میرے ساتھ ورنہ لیں جانے کے اور
بھی طریقے آتے ہیں۔ کاوش ایک جھٹکے میں ماہی کو گود
میں اٹھاتے ہو اسپتال کے روم سے نکلا۔ عاصم جو اپنی ہنسی
دبا رہا تھا۔ کاوش کے باہر نکلتے وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔ اپنے
چھوٹے سے بھانجے کو اپنی باہوں میں لیے ایک ہاتھ میں
ماہی کی میڈیسن پکڑے جلدی سے ان کے پیچھے بڑھا۔
کاوش جلدی سے ہو اسپتال کا کوریڈور عبور کرتے باہر
نکلا۔ اور گاڑی تک پہنچا۔

ماہی کو بہت احتیاط سے پچھلی سیٹ پر بیٹھایا۔

بہت برے ہے۔ آپ ماہی غصے سے بولی۔ اچھا بھی ہوں
ڈارلنگ کاوش مسکراتے ہوئے ماہی کے گال کھینچتے بولا۔
مجھے میرا بیٹا دیں۔ ماہی غصے سے بولی۔ عاصم بھی ان کی
طرف آیا۔ بھائی مجھے دیں دے میرے بیٹے کو۔ عاصم کی
باہوں میں اپنے

بیٹے کو دیکھتے بولی۔

عاصم مجھے پکڑاؤ۔ راستہ ٹھیک نہیں ہے۔ میں کوئی رزق
نہیں لیں سکتا۔ میں اٹھالوں گا۔ بیٹھا جا نہیں رہا۔ اٹھانا

بیٹے کو ہے۔ کاوش ماہی کے چہرے پر درد کے آثار دیکھتے
بولا۔

عاصم بھی خاموشی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ کاوش
ماہی کے پاس پیچھے ہی بیٹھ گیا۔

میری جان۔۔ راستہ ٹھیک نہیں ہے۔ تمہاری طبیعت
پہلے ہی نہیں ٹھیک۔ حویلی جا کر پکڑ لینا۔ کاوش ماہی پھولا
چہرہ دیکھتے بولا۔ ہم۔۔ ماہی بھی اثبات میں سر ہلاتے
کاوش کے کندھے پر سر رکھ کر آنکھیں موند لی۔

آپ بلکل مت سمجھنا میں مان گئی ہوں۔ میں ابھی بھی
ناراض ہوں۔ بس وہ مجھے نیند آرہی ہے۔ اس لیے آپ
کے کندھے کا سہارا لیا۔ ماہی آنکھ موندتے اپنی نارضگی یاد
دلاتے ہوئے ماہی کی بات پر جہاں عاصم کا قہقہہ گاڑی
میں گونجا۔ آسمان کاوش نے غصے سے اپنی مٹھیاں 50
بوئچ۔ کمینے سالے گاڑی چلانا۔ دوسری تیری ساری بیتیسی
دوں کاوش غصے سے عاصم کو گھورتے ہیں۔
عاصم بھی مسکراتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی اور حویلی کے
راستے کی طرف لی۔

عاصم حویلی پہنچ چکا تھا۔ سب سے پہلے نظر حویلی کے
داخلی دروازے پر پڑی جہاں حویلی کے سب لوگ
کھڑے تھے۔

اور زمینہ بیگم کے ساتھ کھڑے اپنی لیڈی کو دیکھا۔ جو
ریڈ گاؤن پہنے اپنے حسن کے جلوے دکھا رہی تھی۔
اور ساتھ ساتھ ہاتھ سے عاصم 140 کو اشارہ کر رہی
تھی۔

آئزہ کی ضد کی وجہ سے ڈار نیور اسے حویلی چھوڑ کر گیا
تھا۔ فون پر مسکان خالہ سے پتا چلا تھا۔ آئزہ ڈار نیور کے
ساتھ گئی ہے۔

عاصم آئزہ کو انگور کرتے کاوش کی طرف بڑھا
ننھے سے شہزادے کو اپنی گود میں لیا۔
کاوش ماہی کو سہارا دیتے آگئے بڑھا۔
عابیرہ اور نانیشہ جلدی سے آگئے بڑھی۔
لالا ہم لیں جائے گئے بھا بھی کو۔ آپ رہنے دیں۔ نانیشہ
چہکتے بولی۔ کاوش بھی خاموشی سے ماہی کو ان کے حوالے

کرتے سائیڈ پر ہوا۔ لالا مبارک ہو۔ آئزہ اپنے بھائی کے
سینے سے

لگتے بولتے۔

ہم!!! تمہیں بھی مبارک ہو۔ لالا کی جان کاوش نے جھکتے
آئزہ کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ مجھے پکڑا دیں بے بی کو آئزہ
عاصم کی طرف بڑھتے بولی۔ عاصم نے بھی خاموشی سے
آئزہ کی باہوں میں ننھا سا وجود پکڑا لیا۔ عاصم کے چہرے
کے سرد سپاٹ تاثرات دیکھ کر آئزہ کی آنکھیں بھگنے

لگی۔ آئزہ اپنے آنسو کو کنٹرول کرتی ننھے سے شہزادے کا
ماتھا چوما۔ سب اندر کی طرف بڑھ گئے تھے۔
ابھی عاصم اندر بڑھتا۔ آئزہ کی بھیگی آواز اس کی سماعتوں
سے ٹکڑائی۔ شاہ!!! آپ مجھ سے ناراض ہے۔ تمہیں
میری ناراضگی سے فرق پڑتا ہے کیا۔ عاصم بولتے اندر کی
طرف بڑھ گیا۔

موسم کی وجہ سے راستہ کافی خراب ہوا تھا۔ وہ اسے فون
برمنا بھی کر چکا تھا۔ اسے خود لینے آئے گا۔ منا کرنے
کے باوجود ڈرائیور کے ساتھ چلی آئی۔ راستے میں کچھ ہو
بھی سکتا تھا۔ آئزہ کی آنکھیں فوراً بھیگی۔ کیا ہوتا وہ اپنے

شاہ کی بات مان لیتی۔ وہ تھوڑی نامنا کر رہے تھے۔ آئزہ
خود سے بڑبڑاتے بولی۔ بہت ہی کھڑوس ہے۔ آپ کے
ماموں

آئزہ ننھے سے شہزادے کا ماتھا چومتے بولی۔ آپ کی
پھوپھو بھی نہیں کم۔۔ وہ ناراض ہے۔

تو ہم بھی ناراضگی دیکھائے گئے۔

اتنی سی بات پر کون ناراض ہوتا ہے۔

آئزہ بے بی سے باتیں کرتے اندر کی طرف بڑھی۔ اور
سب کے پاس لاؤنچ میں جا کر حاکم خان کے پاس

بیٹھی۔ اس وقت سب حویلی میں موجود تھے۔
صرف۔۔ دامیار اور ضرغام کے۔

وہ کل سے حویلی آئے ہی نہیں تھے۔ ضرغام تو کل سے
غائب تھا۔ پر دامیار کو تین دن ہو گئے تھے۔

داجی!! دیکھے نابطل دامیار لالا کی طرح ہے۔
آرہ کی چہکتی آواز لاؤنج میں گونجی۔ صرف اونچا اس
لیے بولی تھی۔ عاصم کو لگے مجھے آپ کی ناراضگی سے
فرق نہیں پڑتا۔

ہاں میرا بچہ۔۔ بلکل اپنے بڑے پایا پر گیا ہے۔ حاکم خان
بھی ننھے سے شہزادے کا ماتھا چوما یہ آنکھیں کیوں نہیں
کھول رہا نا نگیشہ نے معصومیت سے ننھے سے شہزادے کا
گال سہلاتے بولا۔ کیوں کہ یہ سو رہا ہے۔ آئزہ نا نیشہ کے
معصومیت بڑے سوال پر مسکراتے بولی۔ کچھ دیر سب
ایسے ہی گپے شپے لگاتے رہے۔ عاصم بھی آئزہ کو انگور
کر تا شاہ میر کاوش اور بہرام کے ساتھ باتوں میں
مصروف تھا۔ کاوش بیٹا۔ ماہی کو کمرے میں لیں جا۔ میں
کچھ ہیلدی سا بنا کر کھانا بھیجتی ہوں۔

زرمینہ بیگم ماہی کی فکر مندی پر بولی۔ زیادہ دیر بیٹھے گی تو
درد شروع ہو جائے گا۔

جی مورے۔۔ کاوش بھی خاموشی سے ماہی کی طرف
بڑھا۔

اور احتیاط سے اٹھایا۔ زمل نے فوراً آگئے ہوتے ماہی کا
ڈوبہ صحیح کیا۔ جو نیچے لٹک رہا تھا۔

چلو گی یا اٹھالوں۔ کاوش ماہی کے کان کے قریب جھک
کر بولا۔

نہیں میں چل لوں گی۔ کاوش اٹھانا لیں فوراً جلدی سے
بولی۔ کاوش بھی مسکراتے ہوئے اسے سہارا دیے آگئے
بڑھا۔ آئزہ بیٹا ٹھنڈ ہے۔ بے بی کو بھی لیں کر جاؤ۔ رانیہ
بیگم آئزہ کے پاس آتے بولی۔ جی پھوپھو!! آئزہ بولتے
کاوش کے پیچھے چلنے لگی۔ بیگم تم ایسے چلتی رہی دو گھنٹے تو
لگ ہی جائے گئے کمرے میں پہنچنے میں کاوش ماہی کو گود
میں اٹھاتے بولا۔ ماہی کاوش کی اس اچانک حرکت پر
بوکھلا کر پیچھے دیکھا۔ بھابھی کوئی نہیں دیکھ رہا صرف
میرے علاوہ۔

آئزہ ماہی کے سرخ چہرے کو دیکھتے بولی۔ ماہی نے سائل
پاس کی۔ اور کاوش کو گھوری سے نوازہ۔۔ میری جان
کمرے میں جا کر گھور لینا۔ کاوش نے ماہی گرین آنکھوں
میں دیکھتے مسکراتے ہوئے کہاں۔

آپ چل رہے ہیں یا نہیں۔۔ آئزہ کاوش کو آہستہ قدم
اٹھاتے دیکھ کر بولی۔ چل رہا ہوں گڑیا۔ کاوش جلدی
سے آئزہ کی آواز سنتے بولا۔ تو پھر چلے نا۔ دیکھے اب بے
بی بھی رونے لگ گیا ہے۔ آئزہ چھوٹے سے شہزادے کو
دیکھ کر بولی۔ کاوش بھی اپنے بیٹے کی رونے کی آواز سنتے
جلدی سے کمرے کی طرف بڑھا۔

بس پھوپھو کی جان۔۔ ہم پہنچ گئے۔ سردی لگ رہی ہے
شہزادے کو۔ آئزہ اس کے ٹھنڈے ہاتھ پاؤں کو چھوتے
بولی۔ کاوش نے جلدی سے ماہی کو بیڈ پر بہت احتیاط سے
لٹایا۔ گڑیا اسے چپ کراؤ میں ابھی اس کا فیڈر لے کر آتا
ہوں۔ کاوش اپنے بیٹے کے سپیکر کو دیکھ کر بولا۔ جو روتے
ہوئے پورا کمرہ سر پر اٹھالیا ہو۔

ارے ارے بس یہ دیکھو آپ کی ماما۔۔ بھابھی یہ چپ
ہی نہیں کر رہا۔ آئزہ معصوم سی شکل بنا کر اپنی بھابھی
سے بولی۔

لاؤ مجھے دو۔۔ ماہی نے مسکراتے ہوئے آئزہ سے کہاں۔
آئزہ نے فوراً بے بی کو ماہی کی گود میں دیا۔

جیسے ہی ماں کی آغوش ملی۔ شہزادہ تو اپنے ماں کے سینے
سے لگ کر چپ کر گیا تھا۔ ماں کی ممتا ہے ایسی ہوتی ہے۔
آغوش ملنے کی دیر سارے آنسو ہی ختم ہو جاتے ہے۔
دیکھو۔۔ ذرا ماں کا لاڈ لا۔ کیسے چپ کر گیا ہے۔

پھوپھو تمہیں چٹکیاں کاٹ رہی تھی۔ جو تم نے پورا کرہ
سر پر اٹھایا تھا۔

آئزہ ننھے سے شہزادے پر غصہ کرتے بولی۔ جو اپنی بڑی
بڑی نیلی آنکھوں سے اسے ہی گھور رہا تھا۔ ایسے تو ناڈا نوٹ
میرے معصوم بچے کو۔ ماہی آئزہ کو گھورتے بولی۔
یہ بچہ آپ کا بلکل معصوم نہیں ہے۔ آئزہ بھی شرارتی
انداز میں بولی۔

کاوش جیسے ہی اندر داخل ہوا۔ سانس بُری طرح چھولا ہوا
تھا۔ جب نظر اپنے صاحبزادے پر پڑی جو اپنی ماں کے
سینے سے لگے خاموشی سے چھت کو گھور رہا تھا۔
کیا کہنے ہے۔ باپ کی دوڑے لگوا کر خود کھیل رہا ہے۔
کاوش ماہی کی گود میں اپنے صاحبزادے کو گھورتے بولا۔

لالا آپ کا صاحبزادہ آپ کے جاتے ہی چپ ہو گیا تھا۔
بیگم تمہارا بیٹا تو پکا مجھ سے پیٹا کرے گا۔ ابھی سے باپ کی
دوڑے لگوانے لگ گیا ہے۔ بڑا ہو کر پتا نہیں کون سا پہاڑ
توڑے گا۔

کاوش ماہی کی طرف فیڈر بڑھاتے بولا۔ جو نیچے سے ہی بنا
لایا تھا۔ جیسے ہی فیڈر منہ کو لگایا۔ صاحبزادے کے
ٹیرے میرے منہ کے بدلتے زاویے دیکھتے بولا۔ پی
لیں۔۔۔ چو عرقہ ہے۔ اتنی محنت سے لایا ہے تیرا باپ۔

پروفیسر۔۔۔ کچھ زیادہ نہیں ہو رہی۔۔۔ ماہی کاوش کو
ٹوکتے بولی۔ جو اس کے بیٹے کو وقفے وقفے سے ڈانٹ رہا
تھا۔

میں چلتی ہوں۔ آئزہ کو جب یاد آیا کہ اس کا شاہ ناراض
ہے۔ فوراً نیچے کو بھاگی۔

اس کو بھاگتا دیکھ کر کاوش فوراً بولا۔

گڑیا آرام سے۔ گر جاؤ گی۔

ہم!! بیگم تم بتاؤ یہ بار بار اگنور کیوں کر رہی ہو۔ کاوش
ماہی کے قریب ہو کر بولا۔ میں کیوں کروں گی آپ کو
اگنور۔۔ ماہی اپنے ننھے سے شہزادے کے ہاتھ سہلاتے
بولی۔

سو گیا ہے۔ تمہارا شہزادہ لاؤ لٹا دوں۔ کاوش ماہی کی گود
سے اپنے بیٹے کو لیتے بیڈ پر لٹایا اور بلینکٹ سیدھا کیا۔
مجھے بھی لیٹنا ہے۔ اس سے پہلے کاوش کچھ کرتا ماہی فوراً
بولی۔

ہم!! کاوش نے بھی خاموشی سے ماہی کو لٹایا

اور اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

کچھ کھانا ہے میری شہزادی نے۔ یا صرف ناراضگی ہی
دیکھانی ہے۔ کاوش ماہی کے لب چومتے بولا۔ مجھے بھوک
نہیں ہے۔ ابھی میں آرام کروں گی۔

ماہی کاوش کی بے باک لمس پر مسکراتے ہوئے بولی۔

ادو کے آرام کرو۔۔ میں فریش ہو کر آتا ہوں۔

کاوش بول کر ہاتھ میں گھس گیا۔ عابیرہ آئینے کے سامنے
بیٹھی تھی۔ دامیار کو آج چوتھا دم تھا حویلی سے گئے
ہوئے۔

عابیرہ نے تین دن اپنی مام رانیہ کے کمرے میں گزارے
تھے۔ سر میں درد بڑھتا جا رہا تھا۔ تین دن سے مسلسل
سر درد ہو رہا تھا۔ دامیار کو کال کی تھی۔ کال پر بتایا تھا۔ وہ
کسی امپورٹنٹ کام سے شہر گئے ہیں۔ بس اتنی سی بات
ہوئی تھی۔ آگئے سے کال ڈیسک نیٹ ہو گئی تھی۔

آج بھی سردرد کی وجہ سے ٹھنڈے پانی سے شاور لیا تھا۔
جس سے عابیرہ کا پورا جسم برف کی طرح ٹھنڈا ہو رہا تھا۔
کمرے میں ہیٹر بھی نہیں جل رہا تھا۔ شاید خراب ہو گیا
تھا۔

زارا نے جو گرے رنگ کی سلک کی نائیٹی زیب تن کی
ہوئی تھی۔ سردی کی وجہ سے اس کے دانت بچے شروع
ہو گئے تھے۔ زارا اپنے گاؤن کی ڈوریاں باندھتے بیڈ کی
طرف بڑھی۔ اور بلینکٹ اور کرلیٹ گئی۔

اور کچھ ہی دیر میں نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔ دامیار جو
کچھ ہی ٹائم پہلے آیا تھا۔ نیچے حاکم خان کے پاس بیٹھ گیا۔

بڑی بڑی پارٹیز تھی۔ شہر میں جس میں دامیار اور بہرام
دونوں کو مدعو کیا گیا تھا۔ بہرام نے جانے سے انکار

کر دیا۔ جس کی وجہ سے دامیار کو جانا پڑا۔
دامیار جیسے ہی روم میں داخل ہوا۔ تھکاوٹ سے جسم کے
ہر حصے میں درد ہو رہی تھی۔ اپنی محرم محبوب بیوی کا چہرہ
دیکھتے تین دنوں کی تھکاوٹ منٹوں میں دور ہوئی۔ دل
نے ایک پرسکون سانس لی۔

دامیار کا دل چاہا۔ اس نازک وجود کو اپنی باہوں میں بھر
لیں۔ پر ابھی پہلے فریش ہونا تھا۔ اپنا ارادہ ترک کرتا
باتھ روم میں گھسا۔ اور پندرہ منٹ کے بات فریش ہو کر

باہر نکلا۔ بلیک ٹراؤزر اور بلیک شرٹ پہنے ٹاول سے اپنے
بال رگڑتا مرر کے سامنے کھڑا ہوا۔ جب اسے سردی کا
احساس ہوا۔ تو سامنے ہیٹر کی طرف دیکھا۔ جو بند تھا۔

ہیٹر کیوں آف ہے۔ سردی اتنی ہے۔ پاگل لڑکی ٹھنڈ
لگوانی ہے۔ ہیٹر تو آن کر کے سوتی۔ دامیار غصے سے
بڑبڑاتے ہیٹر کی طرف بڑھا۔ بٹن تو آن ہے۔ چل کیوں
نہیں آرہا۔

دامیار ہیٹر کو دیکھتے بولا۔ اوووشٹ یہ تو خراب ہے۔
جب اسے یاد آیا کہ یہ تو تین دنوں سے خراب پڑا

ہے۔ اب اسے عابیرہ کی پریشانی ہونے لگی۔ جلدی سے
عابیرہ کی طرف بڑھا۔ عالی!! میری جان۔۔۔

دامیار نے فکر مندی سے عابیرہ کے ماتھے کو چھوا۔ ایسے
لگا جیسے کسی تپتی تندور کو چھو گیا ہو۔ جب ہاتھ اس کے
گیلے بالوں پر لگا۔ دامیار نے غصے سے اپنی مٹھیاں بوچی۔
خود پر غصہ آنے لگا تھا۔ اسے ہیٹر ٹھیک کروا کر جانا
چاہیے تھا۔

اگر ہیٹر ٹھیک نہیں تھا۔ انگیٹھی میں لکڑیاں جلا لیتی۔ پر
اس کی بیوی کو یہ سب کرنے کب آتا تھا۔

دامیار جلدی سے باہر کی طرف بڑھا۔ باہر کی انگلیٹھی
سے لکڑیاں اٹھا کر لایا۔ اور جلدی سے لکڑیاں سیٹ
کرتے انگلیٹھی جلائی۔ جو جل چکی تھی۔ دامیار عابیرہ کی
طرف بڑھا اور بلینکٹ میں اس کے ساتھ ہی لیٹ گیا۔
دامیار نے عابیرہ کے پیٹ پر ہاتھ رکھتے اس کا رخ خود کی
طرف کیا۔ اپنے پیٹ پر کسی کا ہاتھ محسوس کرتے اپنی
آنکھیں کھولی۔

دامیار کو اپنے اتنے قریب لیٹے دیکھ کر فوراً اس کے ساتھ
چپکی۔ آپ آگئے دامیار۔ عابیرہ اس کے سینے میں منہ
چھپائے کسی بچے کی طرح بولی۔ ہاں میری جان۔ میں

آگیا ہوں۔ دامیار نے اور شدت سے عابیرہ کو اپنے
ساتھ لگایا۔ آپ کو پتا ہے۔ مجھے ان تین دنوں میں آپ
کے بنا بالکل نیند نہیں آتی تھی۔ جانتا ہوں میری
جان۔۔۔ تمہیں اپنے دامیار

کی عادت جو ہو گئی ہے۔ پھر نیند کیسے آئے گی۔ دامیار
اس کے نم گیلے بالوں میں پیار سے انگلیاں چلاتے بولا۔
اتنی سردی میں شاہور کیوں لیا ہے۔ فیور کروالیا ہے نا
میری جان۔ دامیار اب اس کے مومی گال پر اپنے سلگتے
لب رکھتے بولا۔ عابیرہ دامیار کا نرم گرم لمس ملتے ہی
اپنے اندر سکون اترتا محسوس کیا۔ میری جان مجھے لگتا
بہت مس کیا ہے۔ دامیار اس کے دل کے مقام پر انگلی

چلاتے بولا۔ عابیرہ نے معصومیت سے سر ہلایا۔ دامیار
نے مسکرا کر عابیرہ کو اپنے اوپر کیا۔ شاور کیوں لیا۔
میری جان نے اتنی میں۔

میرے سر میں درد ہو رہا تھا۔ تو سر میں درد ہو رہا تھا۔ تو
آپ میڈیسن لیتی۔ شاور کیوں لیا۔ میڈیسن لی تھی۔ کوئی
فرق نہیں پڑا۔ سوچا میں شاور لیں لوں۔ شاید سر درد کم
ہو جائے۔ عابیرہ دامیار کی نیلی آنکھوں میں دیکھتے بولی۔
ابھی بھی درد ہو رہا ہے۔ دامیار نہایت فکر

مندی سے بولا۔ عابیرہ نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ اور
دامیار کے لبوں پر لب رکھ دیے۔ دامیار کی یک دم

آنکھیں کھلی۔ عابیرہ کا آج اسے الگ ہی روپ دیکھنے کو ملا۔

دامیار نے مسکراتے ہوئے عابیرہ کی کمر پر گرفت مضبوط کی۔ اور اس کی دھڑکنے اپنے سینے سے میچ کیے اسے اپنے نیچے کر گیا۔ ہم!! لگتا ہے میری بیوی نے کچھ زیادہ ہی مس کر لیا۔ دامیار بولتے عابیرہ کی گردن پر جھکے اپنے لبوں سے دھاگے لگا۔

عابیرہ دامیار کے پہاڑ جیسے وجود کے نیچے دبی سسکیاں بھرنے لگی۔ دامیار ہمارا بے بی کب آئے گا۔ کاوش لالا

بہرام لالا کا بے بی آگیا ہے۔ شاہ میر لالا کا بھی بے بی
آجائے گا ہمارا کب آئے گا۔ عابیرہ کے اس طرح پوچھنے
پر دامیار کی یک دم ہنسی چھوٹی۔

بیگم!! زیادہ جلدی نہیں آپ کو۔ دماغ کے گھورے کم
دوڑائے۔ خاموشی سے لیٹی رہے۔ دامیار اپنی ہنسی دباتے
بولا۔

اس کی بیوی ایسا کچھ سوال پوچھے گی۔ وہ بے یقین تھا۔
عابیرہ نے ڈبڈبی آنکھوں سے دیکھا۔ دامیار نے شدت
سے اس کی آنکھوں پر اپنے دہکتے لب رکھے۔

اور دامیار اس کے لبوں پر جھکاشت سے اپنی قربت
سے روشناس کروانے لگا۔

ڈھلتی شام کے ساتھ دامیار کی شدتیں بڑھتی گئی۔ دو
وجود ایک دوسرے کی روحوں میں ملتے سکون سے
آنکھیں موندے ایک دوسرے کی باہوں میں لیٹے اس
حسین شام کو

اور حسین بنارہے تھے۔

عابیرہ دامیار کی گود میں سر رکھے آنکھیں موندے
ہوئے تھی۔

دامیار پیار سے اپنی انگلیوں سے عابیرہ کا سر دبا رہا تھا۔
عابیرہ سکون محسوس کرتی نیند کی وادیوں میں اترنے لگی۔
دامیار کافی دیر اس کا سر دبا رہا۔ جب اسے لگا اس کی
زندگی اس کی جان سو گئی ہے۔ آرام سے اس کا سر تکیے پر
رکھا۔ اور شدت سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ کیوں
میری جان کے سر میں درد ہو رہا ہے۔ انشا اللہ صبح آپ کو
ضرور ہو اسپتال لیں کر چلوں گا۔ دامیار پھر سے اس کے

سر پر بوسہ دیتے بولا۔ اور خود بھی اس کے ساتھ لیٹ گیا۔

دامیار کی جب آنکھ کھولی۔ عابیرہ کو بیڈ پر نادیکھ کر فوراً اٹھ کر بیٹھا۔ اور کمرے میں ادھر ادھر نگاہ دوہرائی عابیرہ کمرے میں کہی نظر نہیں آئی تھی۔

پاگل لڑکی آرام سے بیٹھا ہی نہیں جاتا۔ دامیار سلیپر پہنے منہ میں بڑبڑاتے باہر کی طرف بڑھا۔

لمبے لمبے ڈگ بڑھتا جیسے ہی سیڑھیوں کے پاس پہنچا۔
سب سے پہلے لاؤنج میں بیٹھے ضرغام پر پڑی۔ اور اس
کے سینے سے لگی عابرو پر۔ جو اپنے بھائی سے لاڈاٹھا رہی
تھی۔

دامیار نے یہ دیکھتے غصے سے مٹھیاں بونچھی۔ عابرو کا
اپنے بھائی کے اس طرح سینے سے لگنا۔ دامیار کے سینے
میں آگ دھکا گیا۔ دامیار جلدی سے سیڑھیاں اترتا
لاؤنج میں داخل ہوا۔

گڈ مار ننگ!! دامیار جیسے ہی لاؤنج میں داخل ہوا۔ ان کو
اپنی طرف متوجہ کیا۔ پر اس کی بیگم دامیار کو فل اگنور
کرتے ایسے ہی ضرغام کے سینے سے لگی رہی۔ ضرغام نے
دامیار کو دیکھتے سمائل پاس کی۔

بھائی! آپ امریکہ جارہے ہیں۔ وہاں جا جا کر میری فرینڈ
کا نمبر سینڈ کر دے گا۔ عابیرہ نے اپنا تھوڑا سا سراٹھا کر
اپنے بھائی سے التجا کی۔ اچھا گڑیا۔۔۔ ویسے آپ کو نمبر
کی کیا ضرورت پڑ گئی۔ ضرغام اپنی لاڈلی بہن کا ماتھا چومتے
بولا۔

دامیار دانت پر دانت جمائے صوفے پر بیٹھا غصے سے
ٹانگ ہلارہا تھا۔

بھائی!! بور ہو جاتی ہوں اس لیے بولا ہے۔ عابیرہ دامیار کو
گھورتے بولی۔ عابیرہ کی بات سنتے۔۔ دامیار نے اپنی
آنکھیں چھوٹی کر کے اپنی بیگم کو دیکھا۔ مطلب۔۔ اب
اسے سمجھ آیا تھا۔ رات کو زیر اثر نیند کی خماری میں ڈوبی
اسے لیے دامیار کو خود سے نہیں دور کیا۔

مطلب۔۔ بور کا لفظ خاص توڑ پر دامیار کو جتایا گیا تھا۔
بیگم!! ناراض ہے۔ دامیار منہ میں بڑبڑاتے مسکراتے

ہوئے پیچھے صوفے پر سر ٹکالیا۔ میری بہن بور کیوں ہو
جاتی ہے۔ اتنے لوگ تو حویلی میں پھر بھی۔

ضرغام عابیرہ کے بال سہلاتے بولا۔ ریلنگ کے پاس
کھڑی نانیشہ ضرغام کو دانت پیستے دیکھنے لگی۔ اپنی بہن
سے پیار نانیشہ کو جلن میں مبتلا کر رہا تھا۔ بھائی شوہر کے
پاس ٹائم نہیں ہوتا۔ تو اب بور ہی ہونا ہے۔ اتنے اتنے
دن حویلی سے باہر رہنا۔ عابیرہ منہ بناتے بولی۔ تو یہ وجہ
ہے۔ ضرغام مسکراتے ہوئے بولا۔

جب نظر ریلینگ پر ہاتھ جمائے اپنی پری پر گئی۔ بے
ساختہ دل دھڑکا۔ اور پھر سے نظر اوپر کی طرف اپنی
روٹھی بیوی پر گئی۔ جو غصے سے دیکھ رہی تھی۔

دامیار جو کب سے دیکھ رہا تھا۔ اب برداشت سے باہر
تھا۔ دامیار غصے سے اٹھا عابیرہ کو کلائی سے سے اٹھا عابیرہ
کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ عابیرہ ایک ہی جھٹکے میں
دامیار کے کشادہ سینے سے آگئی۔ اس اچانک افتاد پر جہاں
عابیرہ کو سمجھ نہیں آیا۔ وہاں ضرغام بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

یہ کیا حرکت ہے دامیار۔۔ عابیرہ دامیار کو غصے سے
دیکھتے بولی۔

شش!!! ایک لفظ نہیں۔۔ کب سے دیکھ رہا ہوں۔
تمہاری حرکتیں۔۔ اب کوئی اور لفظ نہیں سننا دو کے
اب زبان بند رہے۔ دامیار عابیرہ کے گال چومتے بولا۔
جو اس کے غصہ کرنے پر گلاب کی طرح سرخ پر گئے
تھے۔ سالے صاحب!! تمہیں اپنی بہن کی فکر کرنے

کی ضرورت نہیں۔ اپنی بیگم کو دیکھو۔ تمہاری بہن کی
بوریت میں خود دور کر لوں گا۔

بوریت کیسے بھگاتے ہے۔ اسے اچھے سے سمجھاؤں گا۔
چلو!! سویٹ ہارٹ کمرے میں تمہاری بوریت کو
بھگائے۔ دامیار اسے ایک جھٹکے سے اٹھا کر کمرے کی
طرف بڑھ گیا۔

ضرغام نے غصے سے مٹھیاں بونچھی۔ ہم!! لالاسیدھا
بولے نا جلن ہو رہی ہے آپ کو۔۔ ضرغام منہ میں بڑ
بڑاتے خود بھی اوپر کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں اس کی پری
کھڑی تھی۔ نائیکیشہ ضرغام کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر
جلدی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ ضرغام نے

مسکراتے ہوئے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ اور جلدی
سے نامیشہ کے پیچھے بڑھا۔

دامیار عابیرہ کو لیں کر روم میں داخل ہوا۔ اور عابیرہ کو لا
کر بیڈ پر بیٹھا۔ آہہ!! بیڈ پر گرنے سے عابیرہ کا سر گھوم
گیا۔ آپ میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے۔ ورنہ میں
چیخ کر سب کو یہاں اکٹھا کر لوں گی۔

اووو!! دھمکیاں دیں رہی ہو۔ دامیار کی جان۔۔ اب تم
اسے زبردستی کرنا سمجھو یا پیار مجھے تم روک نہیں سکتی۔
آخر کار تمہاری بوریات بھی تو دور کرنی ہے۔ دامیار

آخری جملہ خاصا جتاتے ہوئے بولا۔ عابیرہ نے نگاہیں جھکا
لی۔ رات کو کیسے چمٹ رہی تھی۔ اب دیکھو ساری ہوا ہی
نکل گئی۔ دامیار عابیرہ کو ایک جھٹکے سے اپنی گود میں
بیٹھاتے بولا۔ ہاں تو۔۔ آپ میری نیند کا فائدہ اٹھا رہے
تھے۔ عابیرہ بھی دانت پیستے گویا ہوئی۔
جان۔۔ تمہاری انفارمیشن میں اضافہ کر دوں۔ جو رات
کو ہوا۔ اتنی بھی تم نیند میں نہیں تھی۔ خود ہی میری
طرف پہلے بڑھی تھی۔ دامیار عابیرہ کی گردن میں چہرہ
چھپاتے بولا۔

عابیرہ دامیار کی حرکت پر جی جان سے کانپ اٹھی۔
ہاں۔۔ تو مجھے سردی لگ رہی تھی۔

عابیرہ نے بھی فوراً خود کی صفائی پیش کی۔ دامیار نے
عابیرہ کی گردن سے چہرہ نکال کر گھوری سے نوازہ اب کیا
ہے۔ گھور کیوں رہے ہے۔ عابیرہ دامیار کی گردن میں
دانت گھاڑتے بولی۔

آہہ!! بیوقوف عورت یہ کیا حرکت تھی۔ دامیار اپنی
گردن پر ہاتھ رکھتے بولا۔ عابیرہ کی کمرے میں ہنسی
گو نجی۔ دیکھانا کتنا درد ہوتا ہے۔ آپ بھی ایسے عابیرہ
سانس روکے پوچھنے لگی۔ عابیرہ کا ایک رنگ آتے اور

ایک رنگ جاتے دیکھ کر دامیار کا بے ساختہ قہقہہ گونجا۔
جو کمرے کے دیواروں کو ہلانے کے لیے کافی تھا۔

پاگل واگل ہو گئے ہے کیا۔ جو جناتوں کی طرح قہقہے لگا
رہے

ہیں۔ عابیرہ فوراً دامیار کے منہ پر ہاتھ رکھتے بولی۔ دامیار
نے اپنی نیلی آنکھیں عابیرہ کی شہد رنگ آنکھوں میں
ڈالی۔

اور آنکھ سے ہاتھ ہٹانے کا اشارہ کیا۔

عابیرہ نے بھی فوراً ہاتھ ہٹایا۔ ڈارلنگ ابھی تمہاری
بوریت بھگانی ہے۔ پر تمہارے ابھی سے رنگ اڑ رہے
ہے۔ اور ہاں۔۔ رات کو کوئی کہہ رہا تھا۔ دامیار ہمارا بے
بی کب آئے گا۔ دامیار کے آخری جملے پر عابیرہ کا چہرہ
پل میں سرخ پڑھا۔

چلو محنت کرتے ہے۔ رزلٹ جلد ہی آئے گا۔ دامیار بے
باکی سے بولتے اپنا سارا وزن عابیرہ کے اوپر ڈال دیا۔

دامیار پلینز نہیں۔۔ مجھے بھوک لگی ہے۔ چلے آئے ناشتہ
کرنے چلتے ہے۔ ممانی جان نے ناشتہ لگا لیا ہو گا۔

عابیرہ دامیار کے ارادے سمجھتے فوراً بولی۔۔ ابھی میری
بھوک مٹاؤ۔۔ پھر تمہاری بھوک کا بندوبست کرتے
ہے۔ دامیار بولتے عابیرہ کے لبوں کو اپنے لبوں میں قید
کیا۔

اور بہت ہی رومنٹک انداز میں چومنے لگا۔

دامیار کے بے باکی سے چومنے پر عابیرہ کو اپنی جان نکلتے
محسوس ہوئی۔

دونوں کی سانسیں کمرے میں الگ ہی دھن پیدا کر رہی
تھی۔ دونوں کی دھڑکنے ایک دوسرے کے کانوں میں
سنائی دینے لگی۔

دامیار عابیرہ کے لبوں کو آزاد کرتے تھوڑا اپنا چہرہ اوپر
اٹھایا۔ عابیرہ کی دھڑکنیں گہرے سانس لینے کی وجہ سے
دامیار کے سینے سے مس ہو رہی تھی۔
دامیار عابیرہ دامیار کی شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے
معصومیت سے بولی۔

عابیرہ کے اس حرکت پر دامیار کو ٹوٹ کر پیار آیا۔
دامیار کی جان۔۔ حکم کریں۔۔ آپ کا غلام حاضر ہے۔
دامیار مسکراتے ہوئے عابیرہ کی کان کی لو کو اپنے دانتوں
میں دباتے بولا۔

عابیرہ کی سسکی نکلی۔ عابیرہ نے شرٹ کے جو بٹن کھولے
تھے۔ دامیار نے فوراً اپنی شرٹ اتار کر دور اچھالی۔

عابیرہ کا چہرہ سرخ ہوا۔ پر وہ خود کو مضبوط بنائے دامیار
کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

دامیار نے مسکراتے ہوئے عابیرہ کی فراک کی زیپ
کھولنے لگا۔ عابیرہ سانس روکے دیکھنے لگی۔ دامیار عابیرہ
کی فراک ایک ہی جھٹکے سے اتارتے عابیرہ کی گردن پر
اپنے لمس سے بہکانے لگا۔ عابیرہ نے شدت سے دامیار
کی کمر پر اپنی باہیں حائل کی۔ دامیار گردن سے چومتے
اس کی دھڑکنوں تک آیا۔ عابیرہ کی سسکیاں کمرے میں
گوجنے لگی۔ آہہ۔۔ دامیار پلینز آرام سے عابیرہ تڑپتے
ہوئے بولی۔ دامیار جیسے اپنی شدتیں اس پر نچھاور کر رہا
تھا۔ عابیرہ کو لگا وہ سانس نہیں لیں پائے گی۔ میری
جان۔۔ تمہاری بوریات کم کر رہا ہوں۔ چپ کر کے
لیٹی رہو۔ ورنہ مجھے برداشت نہیں کر سکو گی۔ دامیار کی

بات پر عابیرہ نے ڈبڈبی آنکھوں سے دیکھا۔ دامیار آنکھ
ونک کرتے عابیرہ کے بازو چومنے لگا۔ عابیرہ دامیار کے
نیچے مچلنے لگی۔ دامیار عابیرہ کو ایک ہی جھٹکے سے الٹا
کرتے اس کی برہانہ کمر چومنے لگا۔ عابیرہ بیڈ شیٹ مٹھیوں
میں دبو چتے دامیار کا جنون سہنے لگی۔

سورج کی بڑھتی کرنوں کے ساتھ دامیار کا جنون بھی
بڑھ رہا تھا۔ جیسے وہ بے باکی سے چھو رہا تھا۔ عابیرہ کے
گال ویسے ہی لالی چھوڑ رہے تھے۔

میری جان۔۔ کیا ہوا۔ دامیار عابیرہ کی بک کے ساتھ
کھیلتا بولا۔ کچھ نہیں۔۔

عابیرہ نے آنکھیں موندے ہی جواب دیا۔ ہم!! لگتا ہے
میری بیگم کی بوریت اچھے سے دور ہو رہی ہے۔ دامیار
مسکراتے ہوئے بولا۔

بڑھتی کرنوں کے ساتھ باقی کے بھی پردے اترنے
لگے۔ دامیار کا جنون آگ کی تپش لیے ہوئے تھا۔

جنون بڑھنے لگا۔ عابیرہ کی سانسیں مچلنے لگی۔ خود کو دامیاری
کے حوالے کرتے اس کا جنون برداشت کرنے
لگی۔۔۔۔

فریش ہو جاؤ۔۔ تمہیں ڈاکٹر کے پاس لیں کر چلنا ہے۔
عابیرہ جو دامیاری کے سینے پر سر رکھے اس کی دھڑکنیں سن
رہی تھی۔ دامیاری کی آواز پر فوراً اٹھ کر بیٹھی۔ ابھی وہ
دامیاری کی وائٹ بٹنوں والی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ اور
اثبات میں سر ہلاتی بیڈ سے نیچے اتری۔ آج بھی اس کا سر
درد ہو رہا تھا۔ اب تو معمول کا کام بن گیا تھا۔ عابیرہ بھی

تنگ آچکی تھی۔ اس سر درد سے۔ میری جان۔۔ دامیار
فکر مندی سے اٹھ کر جلدی سے عابیرہ کے برابر آیا۔
دامیار نے اس کا ماتھا چیک کیا۔ ہلکا سا بخار تھا۔ سر درد ہو
رہا ہے۔ میری جان کا۔۔۔

دامیار نے فکر مندی سے عابیرہ کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے
میں بڑھتے بولا۔

ہم۔۔ بہت زیادہ۔۔ عابیرہ آنکھوں میں آنسو لیتے
بولی۔

عابیرہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر دامیار تڑپ اٹھا۔

اور بے ساختہ اس کے ماتھے پر لب رکھ دیے۔ فریش
جلدی سے ہو کر آؤ۔ پھر ہو سپیٹل چلتے ہے۔ میری
جان۔۔۔

دامیار پھر سے اس کا ماتھا چومتے بولا۔ عابیرہ اثبات میں
سر ہلاتی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ دامیار بھی جلدی
سے ڈریسنگ روم میں گیا۔ اور وہاں سے عابیرہ اور خود
کے کپڑے نکال کالایا۔ عالی!! میری جان۔۔۔ کپڑے بیڈ
پر رکھے ہیں۔

میرے آنے سے پہلے تیار رہنا۔ دامیار بول کر اپنے
کپڑے لیے سٹڈی روم میں فریش ہونے چلا گیا۔ عابیرہ
پندرہ منٹ بعد فریش ہو کر باہر نکلی۔ پہلے کمرے میں
نظر دوڑائی۔ دامیار کو کمرے میں ناپا کر جلدی سے بیڈ کی
طرف بڑھی۔ ی کی طرف بڑھی۔

اور ٹاول پھینکتے فوراً کپڑے پہننے لگی۔ کپڑے پہن کر
جلدی سے اپنے بال ڈرائیو کیے۔

اور ہلکا سا اپنے لبوں پر پنک گلوں لگایا۔ اور سر پر اچھی
طرح ڈوبٹہ لیے جیسے ہی پلیٹی۔ دامیار اسے اندر آتے

ہوئے دیکھائی دیا۔ بلیک شلوار قمیض میں وہ نہایت ہی
پرکشش نظر آ رہا تھا۔ عابیرہ کے منہ بے ساختہ ماشا اللہ
۔۔ نکلا۔ دامیار مسکراتے ہوئے عابیرہ کے پاس آیا۔ جو
ٹکٹی باندھے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ چلے میری
جان۔۔ دامیار اس کی آنکھوں کے آگے چٹکی بجاتے
بولا۔

عابیرہ فوراً ہوش میں آتے بولی۔ جی چلے۔۔ اور بول کر
آگے بڑھ گئی۔

دامیار بھی مسکراتے اس کے پیچھے چلنے لگا۔ اب وہ گاڑی
میں بیٹھے ہو اسپتال کے لیے نکل پڑے تھے۔ تھوڑی دیر
میں دامیار کی گاڑی ہو اسپتال کے باہر آکر روکی۔ عابیرہ
جلدی سے گاڑی سے اتری اور دامیار بھی گاڑی سے
اترتے عابیرہ کی طرف آیا۔ عابیرہ کی نظر سامنے پڑی۔
جہاں علینہ کھڑی تھی۔ وہ دیکھے دامیار علینہ بھا بھی۔
عابیرہ نے دامیار کی توجہ علینہ کی طرف کی۔ ہاں تو۔۔
دامیار بھی علینہ کی طرف دیکھتے بولا۔

کیا ہاں تو۔۔ چلے۔۔ ہم اُن سے مل لیتے ہیں۔ دامیار
عابیرہ کا ہاتھ پکڑے علینہ کی طرف بڑھی۔

ہائے علینہ بھا بھی۔۔ آپ یہاں۔۔ کیوں کھڑی ہے۔
عابیرہ فوراً آگئے آتے بولی۔ ہائے۔۔ کیسے ہی آپ عابیرہ
بھا بھی۔۔ دامیار بھائی۔ میں یہاں ہاشم کے لیے ناشتہ
لیں کر آئی ہوں۔ علینہ چہکتے ہوئے بولی۔

میں ٹھیک ہوں۔ دامیار علینہ کے سر پر ہاتھ رکھتے بولا۔
تمہاری بھا بھی کاچیک اپ کروانے آیا ہوں۔ چلو پھر
ساتھ ہی چلتے ہے۔ علینہ مسکراتے ہوئے بولی۔ اور تینوں
اندر کی طرف بڑھ گئے۔ کوریڈور عبور کرتے ہاشم کے
کیبن کی طرف بڑھے۔ علینہ نے جیسے ہی دروازہ کھولا۔

آہہ !!! یہ ہوا تھا دھماکہ۔۔ تینوں شاکر سے ہاشم کی
طرف دیکھنے لگے۔ اور اس کی باہوں میں جھولتی ڈاکٹر
میرب کو۔۔ علینہ کو لگا وہ سانس نہیں لیں پائے گی۔ ہاتھ
میں جو ناشتہ پکڑا تھا۔ وہ ہاتھ سے چھوٹے زمین پر گرا۔
ہاشم کی نظر جب سامنے ان تینوں پر پڑی اور ساتھ
کھڑی اپنی بیوی پر۔۔ ایک سیکنڈ کی دیر کیے بغیر میرب
کو خود سے دور کیا۔ علینہ۔۔ ہاشم جیسے ہی علینہ کی طرف
بڑھا۔

علینہ نفی میں سر ہلاتے پیچھے کو قدم لینے لگی۔ آنکھوں
سے آنسو بہنے لگے۔ ہاشم نے بے ساختہ اپنے لب کچلے۔

اور غصے سے میرب کی طرف دیکھا۔ دامیار نے نفی میں
سر ہلایا۔ ہاشم کو دیکھ کر۔ جیسے کہہ رہا ہوا اب تو گیا۔۔
علینہ میری بات سنے۔۔ ہاشم علینہ کی طرف بڑھتے بولا۔
ڈاکٹر میرب اندر ہی اندر مسکرا رہی تھی۔ وہ کب سے
یہی چاہتی تھی۔ جو آج اس نے کر دکھایا۔۔ علینہ روتے
ہوئے باہر کی طرف بڑھ گئی۔ اگر وہ تھوڑی دیر اور یہاں
رکھتی۔ اپنی سانسیں کھودیتی۔ علینہ کو اس طرح جاتے
دیکھ کر ہاشم نے غصے سے مکا دیوار پر دیں مارا۔

عابیرہ نے سہم کر دامیار کا بازو پکڑا۔ ہاشم اب کیا ہاشم
اب کیا فائدہ۔۔۔ پہلے سوچ سمجھ کر یوں کسی کو باہوں

میں لینا تھا۔ دامیار غصے سے ڈاکٹر میرب کو دیکھتے بولا۔
اسے بھی اچھا نہیں لگا تھا۔ یار۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ بس
ایک چھوٹی سے غلط فہمی ہو گئی ہے۔ تو بھی میرے بارے

ایسا سوچ رہا ہے۔ ہاشم دامیار کو گھورتے بولا۔ نہیں۔۔
میں صرف بتا رہا ہوں۔ جس اینگل سے تیری بیوی دیکھ
کر گئی ہے۔ اسی لیے بولا۔ جا اس کے پیچھے۔۔ جذباتی
ہے۔ کچھ کرنا لیں۔ دامیار علینہ سے پہلی ملاقات یاد
کرتے بولا۔ کیسے آتے ہی کمرے کی چیزیں توڑ پھوڑ کر
رکھ دی تھی۔ ہاشم جلدی سے باہر کی طرف بڑھا۔

دامیار نے غصے سے ڈاکٹر میرب کو بولا۔

میری بیوی کا چیک اپ کریں۔ سر درد کا مسئلہ ہے۔

ڈاکٹر میرب بھی ہر بڑاتے ہوئے فوراسیدھی ہوئی۔

آئے پلیز۔۔ یہاں بیٹھے۔۔ ڈاکٹر میرب نے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ عابیرہ بھی گھورتے دامیار کے ساتھ بیٹھی۔

جی کب سے درد ہے آپ کے سر میں۔۔ ڈاکٹر میرب عابیرہ کو مخاطب کرتے بولی۔ ایک ہفتہ ہونے والا ہے۔

عابیرہ کی بجائے دامیار نے جواب دیا۔ ڈاکٹر میرب نے
غصے سے اپنی مٹھیاں دبو چھی۔ جی آپ کا نام۔۔ ڈاکٹر
میرب پھر عابیرہ سے مخاطب ہوئی۔

مسز عابیرہ دامیار خان۔۔۔

پھر دامیار نے جواب دیا۔ عابیرہ نے اپنی ہنی دبائی۔ ڈاکٹر
میرب نے غصے سے دامیار کی طرف دیکھا۔ دامیار اگنور
کر تا عابیرہ کی طرف دیکھنے لگا۔ دامیار اچھے سے کلاس
لیں رہا تھا۔ ڈاکٹر میرب کی۔ جو اس کی دوست کی زندگی
میں کڑواہٹ بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ دامیار نے

پہلے اسے اسے مسکراتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اسی لیے

عابیرہ کو بولنے کی بجائے خود جواب دے رہا تھا۔

دیکھے آپ کی وائف کو کمزوری کی وجہ سے تھکاوٹ رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہڈیاں کمزور ہو گئی ہے۔ اور کسی چیز کو بہت زیادہ سر پر سوار کیا ہے۔ جس سے ان کا سر درد ہو رہا ہے۔

آپ شوہر ہے۔ آپ اچھے سے جانتے ہیں۔ اپنی وائف

کی کنڈیشن کی وجہ ڈاکٹر میرب بھی دانت پیستے ہوئے

بولی۔ دامیار کو سمجھ آ گیا تھا۔ اس کی بیگم کے سر پر کونسا

بھوت سوار ہے۔

ڈاکٹر۔۔۔ ہماری شادی کو ایک سال ہو گیا ہے۔

عابیرہ کیا کہنا چاہ رہی تھی دامیار سمجھ گیا تھا۔ میری
جان۔۔ جب ہماری قسمت میں اولاد ہوگی۔ اللہ ہمیں
ضرور دیں گا۔ تم اپنے سر پر سوار مت کرو۔ دامیار
عابیرہ کو گھورتے بولا۔

آپ کے ہسپینڈ ٹھیک بول رہے۔ ابھی فلحال آپ بہت
ہی کمزور ہے۔ آپ یہ میڈیسن یوز کریں۔ انشاء اللہ۔۔
اللہ بہتر کرے گا۔

ڈاکٹر میرب نے عابیرہ کو میڈیسن لکھ کر پکڑائی۔ جسے
دامیار لیں کر پھاڑ گیا۔ جب میں کہہ رہا ہوں۔ ہماری
قسمت میں اولاد ہوگی تو۔ اللہ ہمیں ضرور اولاد جیسی
نعمت سے نوازے گا۔

تو تمہیں سمجھ کیوں نہیں آرہا۔ دامیار اب غصے سے
چلاتے بولا۔ جہاں عابیرہ سہی تھی۔ دامیار کے غصے پر
وہی ڈاکٹر میرب بھی سہم گئی۔ نہیں یوز کریں گی۔ یہ
دوائیاں۔۔ آپ سر درد سر درد کی میڈیسن لکھ کر دیں۔
دامیار ڈاکٹر میرب کو سرخ آنکھوں سے گھورتے بولا۔

جس پر فوراً ڈاکٹر میرب نے سر درد کی ٹیبلٹ لکھ کر دی۔
شکریہ۔۔ دامیار غصے سے پرچی پکڑتے عابیرہ کی کلائی کو
پکڑے باہر کی طرف بڑھ گیا۔ عابیرہ بھی خاموشی سے
دامیار کے ساتھ چلنے لگی۔ دامیار نے ایک نظر عابیرہ کی
طرف دیکھا۔ جو بنا آواز کے آنسو بہا رہی تھی۔ دامیار
نے فارمیسی سے جلدی سے میڈیسن لی۔ اور عابیرہ کو اپنی
باہوں میں اٹھائے ہو سپیٹل سے باہر نکلا۔
عابیرہ دامیار کے سینے سے لگے ہچکیوں سے رونے لگی۔
دامیار عابیرہ کے یوں رونے پر اپنا لب بے دردی سے
کچلا۔

ایم سوری!!! میری جان۔۔ دامیار عابیرہ کو گاڑی میں
بیٹھاتے بولا عابیرہ گاڑی میں بیٹھتے ہچکیوں سے رونے
لگی۔ دامیار نے غصے سے اپنی کنپٹی کو مسلا۔ اور ڈرائیونگ
سیٹ پر آکر بیٹھا۔

عالی میری جان۔۔ ایم سوری۔۔ دامیار نے عابیرہ کا ہاتھ
پکڑنا چاہا۔ عابیرہ دوسری طرف رخ موڑ کر باہر کی طرف
دیکھنے لگی۔ عابیرہ۔۔ یہاں میری طرف دیکھو۔ دامیار
غصے سے بولا۔ جس پر عابیرہ ناچاہتے ہوئے بھی چہرہ اس
کی طرف موڑ گئی۔

دامیار نے آگتے ہوتے بے ساختہ عابیرہ کی ناک کی ٹپ
چومی۔ جو رونے سے سرخ ہو گئی تھی۔ میری
جان۔۔۔ میرا بچہ۔۔۔

مت رو۔۔ ایسا بھی میں نے کیا بول دیا۔ دامیار فکر مندی
سے بولا۔

میں نے صرف بات کی تھی۔ آپ نے مجھ پر غصہ کیا۔
عابیرہ سوں سوں کرتی بولی۔ میری جان۔۔ میں نے
صرف میڈیسن لینے سے منع کیا تھا۔

اس میں رونے والی کیا بات ہے۔ تم ٹینشن کیوں لیتی ہو۔
اللہ بہتر کریں گا۔ اللہ ہماری ضرورت سنے گا۔ تمہیں
میڈیسن لینے کی ضرورت نہیں۔

اللہ ہم سے ناراض ہو جائے گئے۔ دامیارور نہ اللہ عابیرہ
کو پیار سے سمجھاتے بولا۔

وہ تو ٹھیک ہے۔ پر آپ نے مجھ پر غصہ کیا عابیرہ روتے
ہوئے بولی۔ جس پر دامیار نے فوراً سینے سے لگایا۔ ایم
سوری۔۔۔ اب نہیں ڈانٹوں گا۔ دامیار عابیرہ کے بالوں
پر لب رکھتے بولا۔

پرومس کریں۔۔ ورنہ میں آپ سے ناراض ہو جاؤں
گی۔

عابیرہ بھی فوراً سیدھے ہو کر بولی۔ پرومس میری
جان۔۔ دامیار فوراً اس کا ماتھا چومتے بولا۔ چلو اچھے سے
ڈوبٹہ لو۔۔ یہاں تمہیں کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں
ناشتہ کرواتا ہوں۔

دامیار گاڑی سٹارٹ کرتے بولا۔ عابیرہ نے فوراً ڈوبٹہ
اپنے سر پر لیا۔ دامیار گاڑی سٹارٹ کرتے ہو سپیٹل سے
نکلا۔

ہاشم ہو سپیٹل سے جیسے ہی باہر آیا تھا۔ علینہ کو سے؟ کہی نا
پاکر پریشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ علینہ کی گاڑی
ہو سپیٹل کے پار کنگ ایریا میں کھڑی تھی۔ پر علینہ کہی
نہیں تھی۔ گاڑڈ سے پوچھا۔ اس کے پوچھنے پر بتایا۔ بی بی
جی روتے ہوئے اس طرف گئی ہے۔

علینہ کو ہو سپٹل میں ہر کوئی جانتا تھا۔ ہاشم کی بیوی کی
حشیت سے۔۔ تم نے جانے کیوں دیا۔ ہاشم سامنے راستہ
دیکھ کر غصے سے چلایا۔ یہ راستہ جنگل کی طرف جاتا تھا۔
صاحب جی!! ہم نے بی بی جی کو روکا۔ پر وہ نہیں رکی۔
گارڈ سر جھکاتے بولا۔

ہاشم غصے سے دیکھتے گاڑی کی طرف بڑھا۔

علینہ پیدل ہی نکل گئی۔ اس کی جیسے رگیں پھولنے لگی۔
اپنی جذباتی بیوی کو جانتا تھا۔ کچھ بھی کر سکتی تھی۔

ہاشم فوراً گاڑی سٹارٹ کرتے ہو سپٹل سے نکلا۔

اور اس بائیں راستے کی طرف گاڑی موڑی جہاں سے
جنگل کا راستہ جاتا تھا۔

ہاشم سڑک پر اندھا دھند گاڑی دوڑانے لگا۔ اور ساتھ
ساتھ غصے سے سٹرینگ پر ہاتھ مار رہا تھا۔

ہاشم غصے سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح گاڑی
دوڑا رہا تھا۔ پر اسے علینہ کبھی نظر نہیں آئی تھی۔ کہاں
گئی ہو۔۔۔ میری پاگل عورت۔۔۔ ہاشم غصے سے غراتے

سٹرینگ پر ہاتھ مارے۔ اور گاڑی فل سو کی سپیڈ پر
دوڑانے لگا۔ ہاشم کی سانس بند ہونے لگی۔ ہاشم نے
جلدی سے اپنی ٹائی کو ڈھیلا کیا۔ ایک غلط فہمی کی وجہ سے
اتنا بڑا مسئلہ ہو گا۔ وہ جیسے پاگل ہو رہا تھا۔ ہاشم اب
سڑکوں پر گاڑی دوڑا کر تھک چکا تھا۔
ہاشم جنگل کے پاس گاڑی روکی اور باہر نکل کر گاڑی سے
ٹیک لگا کر سگریٹ پینے لگا۔

ہاشم یک دم سگریٹ انگلیوں کے پوروں سے مسلتے جنگل
کے اندر داخل ہوا۔ اور جلدی سے آگے بڑھ گیا۔

علینہ جو ہو سپیٹل سے نکلتے پاگلوں کی طرح بھاگ رہی
تھی۔ گارڈ نے روکنے کی کوشش کی پر وہ نار کی۔ اندھا
دھند جنگل کی طرف بھاگنے لگی۔ آنکھوں سے آنسو
لڑیوں کی صورت میں بہہ رہے تھے۔

آئی ہیٹ یوں مسٹر خان۔۔۔ آئی ہیٹ یوں مسٹر
خان۔۔

علینہ چیختے ہوئے بول رہی تھی۔ دماغ بالکل ماؤف ہو گیا
تھا۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ کہاں جا رہی ہے۔ بس
آنکھوں کے پر آگئے ہاشم اور ڈاکٹر میرب کا چہرہ لہرا رہا
تھا۔ کیسے وہ ہاشم کی باہوں میں جھول رہی تھی۔ اور

دونوں کیسے ایک دوسرے کی آنکھوں میں گم ٹکٹکی
باندھے

باندھے دیکھ رہے تھے۔ علینہ یاد کرتی پھر سے پھوٹ
پھوٹ کر رودی۔

جھوٹے ہو آپ۔۔ کوئی پیارویا نہیں ہے آپ کو مجھ
سے۔ علینہ بھاگتے ہوئے بول رہی تھی۔

آنسو تھمنے کا نام نہیں لیں رہے تھے۔ بھاگنے کی وجہ سے
سانس بُری طرح پھولنے لگا تھا۔ وہ روتے ہوئے کہاں
پہنچ گئی تھی۔ علینہ ی کی تھی۔ علینہ خود بھی نہیں جانتی

تھی۔ جب امریکہ سے آئی تھی۔ تب الیگزینڈ کے ساتھ
تھی۔ تھوڑا بہت راستہ جانتی تھی۔ علینہ رُک کر چاروں
طرف دیکھنے لگی۔ اپنے چاروں طرف عجیب و غریب
بڑے بڑے اور گھنے درخت دیکھائی دیں رہے تھے۔
علینہ کو ایک پل کے لیے خوف نے آگھیرا۔ اور خدایا۔۔
میں یہ کہاں آگئی۔۔ نہیں علینہ۔۔ تم بہادر ہو۔ تم کسی
سے نہیں ڈرتی ریلیکس علینہ۔۔ علینہ منہ میں بڑبڑاتے
خود کو نارمل کرنے لگی۔

آئی ہیٹ یوں۔۔ مسٹر خان۔۔ آپ میرے سامنے
آئے قسم سے آپ کا سر پھوڑ دوں گی۔ اُس چڑیل کو تو
بلکل بھی نہیں بخشو گی۔

میرے شوہر پر ڈورے ڈال رہی ہے۔ جان سے مار
ڈالوں گی۔ آپ کو بھی نہیں چھوڑوں گی۔ علینہ پھر سے
یاد کرتے یک دم غراتے ہوئے بولی۔ آنسو سیلاب کی
طرح رخسار پر بہنے لگے۔ علینہ آہستہ سے قدم اٹھاتی
جنگل سے باہر جانے کا راستہ تلاش کرنے لگی۔ پانی کی
لہروں کی آواز سنائی دی۔ اور سامنے کی طرف بڑھ گئی۔
علینہ جس راستے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ رستہ کافی
خطرناک تھا۔ سامنے علینہ کو بلند پہاڑی نظر آئی۔ جہاں
پانی آبشار کی طرح بہتے لہروں کی صورت میں نیچے آرہا
تھا۔ علینہ جیسے ہی آگئے بڑھی۔ کسی باری چیز سے پیر

ٹکڑا یا۔ اور اوندھے منہ زمین پر گری۔ گیلی مٹی کی وجہ
سے چوٹ لگنے سے بچ گئی تھی۔ وہ جس طرح گری
تھی۔ بہت بُری طرح چوٹ لگتی تھی۔ علینہ کو سمجھنا آیا
کس چیز سے ٹکڑائی ہے۔ تو علینہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔
علینہ کی خوف سے آنکھیں پھیل گئی۔ اسے لگا اب وہ
یہاں سے ہل نہیں پائے گی۔ سامنے درخت کے ساتھ
ٹیک لگائے بیٹھے خون سے سنے انسان کو دیکھا۔ جس کے
بڑے بڑے سیاہ بال شانوں پر بکھرے تھے۔ کپڑے
خون سے سنے تھے۔ ہاتھوں سے خون نکل رہا تھا۔
ہاتھ اور پاؤں کے بڑے بڑے نیلز علینہ کو وہ انسان کم
آدم خور زیادہ لگ رہا تھا۔

جو سامنے بڑا سا پتھر رکھے گوشت کے ٹکڑے

کر رہا تھا۔ اب وہ گوشت کس کا تھا۔ علینہ کو سوچ

سوچ کر خوف آنے لگا۔

علینہ ساکت سی اس آدم خور کو دیکھ رہی تھی۔ جو
بھیڑیے کی طرح گوشت سے کھیل رہا تھا۔ اور آنکھیں
علینہ پر گاڑھی تھی۔

وہ آدم خور جیسے دیکھ رہا تھا۔ علینہ کو لگا اب وہ اس کا شکار کر لیں گا۔ علینہ وہی گیلی زمین پر بیٹھی پیچھے کو کھسنے لگی۔
علینہ کو پیچھے کھسکتے دیکھ کر وہ بھیڑیا نما انسان یک دم دھاڑا۔

اس کی دھاڑ پر علینہ چیختے ہوئے اپنی جگہ سے اچھلی۔ اس کی دھاڑ ہی ایسی تھی۔ علینہ وی منجمد ہو گئی۔ اللہ میاں۔۔ مجھے بچالیں۔۔ بہت بچالیں۔۔ بہت بڑی غلطی گئی۔ مجھے ایسے نہیں آنا چاہیے تھا۔ یہ سب ہو اُس چڑیل کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر میں یہاں سے زندہ بچ گئی۔ قسم سے اللہ میاں اُسے میں نے گنجا کر دینا ہے۔ اور مسٹر خان کے دونوں ہاتھ جن سے اُس چڑیل کو تھاما ہوا تھا۔

علینہ آسمان کی طرف دیکھتے اللہ سے باتیں کرنے لگی۔
قدموں کی آواز پر علینہ نے بے ساختہ سامنے دیکھا۔
جہاں وہ بھیڑیا نما شخص اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ علینہ
نے خوف سے بامشکل تھوک نگلا۔

اور خود کو نارمل کرتے بولنے لگی۔ دیکھو میرے پاس
مت آنا۔ میں تھوڑی نا جان بوجھ کر ٹکڑائی تھی۔

تم خود ہی بیچ راستے میں بیٹھے تھے۔ اس میں میرا کیا قصور
۔۔۔ بھیڑیے۔۔۔

اوسوری انکل جی!! آپ کو بُرا تو نہیں نا لگا میں نے آپ کو
بھیڑ یا کہاں ہے۔

علینہ ہاتھ باندھتے درخواست کر رہی تھی۔ اگر کوئی
ساتھ ہوتا علینہ کی بے تکی باتیں سن کر ہس ہس کر لوٹ
پھوٹ ہو جانا تھا۔

وہ انسان علینہ کو دیکھتے اپنے سر کو دائیں بائیں ہلاتے پھر
سے غرایا۔

علینہ کی تو مانوسٹی ہی گم ہو گئی تھی۔ پلینز مجھے جانے دو۔
علینہ اب رو دینے کو بھی۔ جیسے جیسے وہ پاس آرہا تھا۔

علینہ کی سانسیں رک رہی تھی۔ پلیز مجھے جانے دو۔۔
ہاشم پلیز مجھے بچاؤ۔۔ اب علینہ کا صبر ختم ہوا۔ اور چیختے
ہوئے ہاشم کو پکارنے لگی۔

وہ انسان ایک ہی جست میں چھلانگ لگاتے علینہ کی
گردن سے پکڑا۔ علینہ اس اچانک ہوئی افتاد پر سہم گئی۔
اس بھیڑیے نما انسان نے علینہ کی گردن اس قدر زور
سے دبوچی ہوئی تھی۔ اس کے لمبے ناخن علینہ کی گردن
کی سکن پر دھنس گئے تھے۔ علینہ خود کو چھڑواتے ہاتھ
پیر مارنے لگی۔ پلیز کوئی ہے۔ بچاؤ۔۔ علینہ کی آواز جیسے
گلے میں وی اٹک گئی تھی۔ علینہ نے نزدیک سے اس کا

چہرہ غور سے دیکھا خوفناک علینہ خوف سے کانپ
اٹھی۔ وہ جتنا دور سے دیکھائی دیں رہا تھا۔ اب نزدیک
سے تو اور بھی خطرناک علینہ نے اس کے خون سے سنے
ہاتھ اپنی گردن سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔ جس
طرح علینہ کی گردن کو پکڑا ہوا تھا۔ علینہ کو اپنی سکن
اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔ علینہ مٹی

ہونے بھرا ہاتھ اس کی آنکھوں پر لگایا۔ مٹی گھیلی کی وجہ
سے وہ بھڑپے نما انسان کی آنکھوں پر ہی جم گئی تھی۔ وہ
ایک ہی جھٹکے میں علینہ کی گردن چھوڑ گیا۔ علینہ ایک
سیکنڈ کی دیر کیسے بنا لڑکھڑاتے قدموں سے اٹھ کر بھاگی۔

اور ساتھ ساتھ لمبے سانس لینے لگی۔ جو گلابا نے کی وجہ
سے اٹک ہی گئے تھے۔

مسٹر خان۔۔ علینہ ہاشم کو پکارتے اپنی پوری کوشش
لگائے بھاگنے لگی۔

علینہ کے گردن کی سکن جگہ جگہ سے اتر گئی تھی۔
اور جلن اس قدر بڑھ گئی تھی۔ علینہ پھوٹ پھوٹ کر
رونے لگی۔ یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔

کہاں ہے آپ۔۔ علینہ غراتے ہوئے بولی۔ اپنا سٹالر ہاتھ
میں پکڑا اور تیزی سے بھاگنے لگی۔ وہ بھیڑیا نما انسان
علینہ کو بھاگتے دیکھ کر اس کے پیچھے بھاگا۔
علینہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ علینہ کی خوف سے آنکھیں
پھیل گئی۔ جتنی تیزی سے وہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔
علینہ کو اپنی جان جاتی ہوئی محسوس ہوئی۔

مسٹر خان!! علینہ اتنی زور سے غرائی پورے جنگل میں
علینہ کی پکار گونجی۔

گلے میں خراشیں تک پر گئی تھی۔ مسٹر خان۔۔

علینہ اس انسان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر پھر سے
چینی۔ اسے یقین تھا۔ ہاشم اس کے پیچھے ضرور آیا ہو گا۔

دوسری طرف ہاشم جو پاگلوں کی طرح علینہ کو تلاش کر
رہا تھا۔ یک دم کانوں میں علینہ کی پکار سنائی دی۔ ہاشم کا
دل بُری طرح دھڑکا۔ ہاشم بنا دیر کیے اس اثنا میں بھاگا
جہاں سے آواز آئی تھی۔ اگر تمہیں زرا سی بھی چوٹ
آئی جان سے مار ڈالوں گا۔ پاگل عورت۔۔ ہاشم اندھا
دھند بھاگ رہا تھا۔ یک دم اس کے قدم روکے۔ سامنے
علینہ کو دیکھتے۔

اور جب سامنے نظر اس بھیڑیے نما انسان پر گئی۔
ہاشم کو لگا وہ سانس نہیں لیں پائے گا۔ اس سے پہلے وہ
انسان علیینہ پر جمپ کرتا۔ ہاشم ایک ہی جست میں
علینہ تک پہنچتے اپنے سینے سے لگائے رول ہوتے دوسری
طرف گرے۔ علیینہ کی چیچنیں ساتویں آسمان پر تھی۔
علینہ کو لگا۔ وہ اس انسان کی گرفت میں ہے۔ اسی لیے
مستسل

آنکھیں بند کیے چیخ رہی تھی۔ وہ دونوں اوپر سے رول
ہوتے نیچے پانی میں آ کر گرے۔ جیسے ہی وہ پانی میں
گرے علیینہ اپنے ہوش کھو بیٹھی۔ ہاشم اس زور سے کمر

سے پکڑے پانی کی سطح پر اوپر کی طرف ٹانگوں کی مدد سے تیرنے لگا۔ ندی کافی بڑی تھی۔ اور گہری بھی۔

ہاشم پانی کے اوپر آتے علینہ کے بے جان وجود کو باہوں میں اٹھائے باہر نکلا۔ ہاشم کے پاس کوئی ہتھار نہیں تھا۔ جس طرح وہ انسان دکھ رہا تھا۔ اسے ہتھار کے بنا نہیں مار سکتے تھے۔ اسی لیے ہاشم بنا دیر کیسے ندی میں کود گیا۔ اب وہ انسان ان تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

علینہ میری جان۔۔ ہاشم علینہ کو سینے سے لگائے تڑپتے ہوئے بولا۔ کیوں میری سانسیں روکنے پر لگی رہتی ہو۔ جب جانتی ہو تمہارا مسٹر خان تم سے عشق کرتا ہے۔

ہاشم علینہ کے بے جان وجود کو زمین پر لٹایا۔ اور پیٹ پر

ہاتھ رکھتے اسے دبانے لگا۔ پانی پیٹ کے اندر چلا گیا تھا۔
دو تین دفعہ دبانے پر پانی منہ سے باہر نکلا۔ علینہ کھانے
لگی۔ پر آنکھیں ویسے ہی بند تھیں۔ کپڑے گیلے ہونے کی
وجہ سے جسم کے ساتھ چپک گئے تھے۔ اور سب کچھ
واضح نظر آرہا تھا۔ جب نظر علینہ کی گردن پر پڑی۔ ہاشم
تڑپتے ہوئے علینہ پر جھکا۔ گردن کی ساری سکن بری
طرح ناخنوں سے نوچی ہوئی تھی۔ ہاشم نے قرب سے
آنکھیں بند کی۔ اور پھر آہستہ سے آنکھیں کھولی۔ جہاں
علینہ اپنی آنکھیں کھولے خوف سے یہاں وہاں دیکھ رہی
تھی۔

ہاشم کی جان۔۔۔ میری زندگی۔۔۔ ہاشم نے تڑپتے
ہوئے علینہ کو سینے سے لگایا۔

علینہ ایسے ہی دم سدھ ہاشم کے سینے سے لگی سامنے دیکھ
رہی تھی۔ کچھ دیر پہلے ہوئے حادثے کو یاد کرتے ساکت
سی سامنے دیکھی جا رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا۔ وہ درندہ

پھر آ رہا ہے۔ علینہ میری جان۔۔۔ میری طرف
دیکھو۔۔ تمہارا مسٹر خان آ گیا ہے۔ ہاشم علینہ کا چہرہ
ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر محبت سے گویا ہوا۔ علینہ کی
حالت دیکھ کر ہاشم کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ یک دم سب یاد
آنے پر علینہ نے چیختے ہوئے ہاشم کو خود سے دور دھکیلا۔

دور رہے مجھ سے۔۔ اپنے گندے ہاتھوں سے مت
چھوئے۔ ہاشم ساکت سا علینہ کو دیکھنے لگا۔ علینہ میری
بات سنو۔۔ ہاشم نے تڑپتے ہوئے بولا۔ نہیں سنی کوئی
بات کیوں آئے مجھے بچانے مر جانے دیتے ہاں۔۔

علینہ چیختے ہوئے بولے۔

ہاشم نے غصے سے مٹھیاں بونچھی۔ ہاتھ مت لگائیے گا۔
جن ہاتھوں سے آپ نے اس چڑیل کو پکڑا ہوا تھا۔ اُن
ہاتھوں سے مت چھوئے گا۔ مر رہی تھی نا۔ تو مر جانے
دیتے۔

کیوں بچایا۔۔ علینہ چیختے ہوئے بولے جا رہی تھی۔ ہاشم
اپنی سرخ گرے آنکھیں علینہ کے وجود پر گھاڑے
ہوئے تھا۔ وہ اسے اتنا گھٹیا سمجھ رہی تھی۔ ہاشم کا سوچ کر
خون کھول رہا تھا۔

کیوں مرنے نہیں دیا۔ یہ دیکھے نشان۔۔ دیکھ رہے ہیں
نا۔ اس سب کے ذمہ دار آپ ہے۔ علینہ ہاشم کی
طرف بڑھتے غراتے ہوئے بولی۔ خبردار۔۔ اب ایک
بھی لفظ منہ سے نکالا۔

میری جذباتی پاگل سگی دو مین۔۔۔ کب سے دیکھ رہا نان
سٹاپ بولے جارہی ہو۔ اب ایک بھی لفظ منہ سے
نکالا۔۔ اچھا نہیں ہو گا۔ ہاشم بھی علینہ کے بازوؤں پر
سخت گرفت جمائے غصے علینہ نے غصے سے بولا۔ سے
ہاشم کو دیکھا۔

ہاشم کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ مسٹر
خان۔۔ اس چڑیل کو نکالو ہو سپیٹل سے ورنہ اس کی جان
لیں لوں گی۔ مسٹر کی جان!! میری پاگل جذباتی
دو مین۔۔۔ تم ہی میری پوری دنیا ہو۔ یقین کرو۔۔ جیسا
تم نے دیکھا ویسا کچھ نہیں ہے۔ تمہارا ہاشم صرف تمہارا

ہے۔ بات بات پر جذباتی مت ہوا کرو۔ ورنہ تمہارا مسٹر

خان جلد ہی مینٹل ہو سپیٹل میں پہنچ جائے گا۔

ہاشم علینہ کے دونوں ہاتھ تھامتے بولا۔ ہاشم کی آخری

بات پر علینہ نے گھور کر دیکھا۔

آئی ہیٹ یوں مسٹر خان۔۔۔ آئی ہیٹ یوں۔۔۔

آپ کی جان لیں لوں گی۔ اب دوبارہ اُس چڑیل کے پاس
گئے۔

لیں لو نا جان۔۔ تمہارا مسٹر خان تمہارے صدقے میں
اپنی جان بھی وار دیں۔ میری پاگل سنگی دو مین۔۔۔

باشم مسکراتے ہوئے بولا۔ اور علیہ کو کلائی سے پکڑتے
اپنی طرف کھینچا اور زور سے سینے سے لگایا۔

بہت ہی ظالم چیز ہو قسم سے۔ پل میں سان سانسیں چھین
لیتی ہو۔ اپنے ہی ہو سپیٹل میں سپیشل کمرہ تیار کروانا پڑنا
ہے۔ کب میری ظالم بیوی سانسیں چھین لیں۔ اپنے
معصوم شوہر کی۔۔ کوئی پتا نہیں۔۔ ہاشم اسے سینے سے
لگائے مسکراتے ہوئے بولا۔

ہاشم کی بات سنتے علینہ نے سر اٹھا کر کھا جانے والی
نظروں سے دیکھا۔

مسٹر خان سانسیں نہیں۔۔ سیدھا انکاؤنٹر کروں گی۔

آپ کا نہیں۔ ان لڑکیوں کا جو آپ کے آس پاس بھی
بھٹکی۔۔ آپ کو مار کر بھری جوانی میں بیوہ ہونے کا میرا
بلکل ارادہ نہیں ہے۔ علینہ کہاں پیچھے رہنے والی تھی۔
ہاشم کو ٹھوک کر جواب دیا۔ ہاشم نے گھور کر علینہ کو
دیکھا۔ بہت ہو گیا۔ حویلی چلے۔ دیکھو کیسے گردن نیلی پڑ

رہی ہے۔ علینہ پھر کچھ بولتی ہاشم ایک ہی جست میں

علینہ کو باہوں میں

اٹھائے بولا۔ لاسٹ وار ننگ دیں رہی ہوں۔ سمجھ گئے

ہو گئے نا۔ یا مزید اور سمجھاؤں۔ علینہ ہاشم کی گرے

آنکھوں میں دیکھتے بولی۔ ادو کے۔۔ سمجھ گیا۔ اب مزید

کچھ نہیں بولنا۔ بولنے کی وجہ سے گردن میں درد اٹھ رہا

تھا۔ پر اس کی پاگل بیوی۔۔ اگنور کرتی نان سٹاپ بولے

جار ہی تھی۔ ہاشم کی بات سنتے گھورتے ہوئے اس کے

سینے سے سر ٹکا دیا۔ ہاشم۔۔ علینہ نے تھکے ہوئے انداز

سے پکارا۔ جی ہاشم کی جان۔۔۔ ہاشم بھی محبت سے لبریز

لہجے میں بولا۔

اگر میں مرجاتی تو۔۔ آپ دوسری شادی کر لیتے۔۔۔
علینہ نم آواز سے بولی۔ وہ ہو اسپتال کا منظر ہی نہیں بول
رہی تھی۔ وہ ہاشم کو لیں کر اس قدر پوزیسیو تھی۔ کوئی
بھی عورت اسے اپنے شوہر کے قریب گنوارہنا تھی۔ پھر
ہو اسپتال میں دیکھا۔ عیینہ کے دل میں ڈر بیٹھ گیا تھا۔ ہاشم
کھودینے کا۔ عیینہ کی بات پر ہاشم کے قدم روکے۔۔
علینہ نے ہاشم کو دیکھا۔ دونوں کی آنکھیں ایک پل کے
لیے ملی۔

تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ یہ سانسیں تمہارے سانسوں کے
ساتھ چلتی ہے۔ جب تمہاری سانسیں روکے گی۔ تو ہاشم
خان کی بھی سانسیں رک جائے گی۔ ہاشم علینہ کا ماتھا
چومتے بولا۔ علینہ میں ہی بستی تھی اس کی جان۔۔ علینہ
کی مرنے والی بات پر اسے اپنی روح نکلتے ہوئے محسوس
ہونے لگی تھی۔ ہاشم علینہ کو شدت سے سینے سے لگائے

پھر سے چلنے لگا۔ اور تیزی سے آگے کی طرف بڑھنے
لگا۔ پولیس کو بھی انفارم کرنا تھا۔ کسی طرح کا انسان جنگل
میں گھس گیا ہے۔ ایسے جو معصوم لوگ جو لکڑیاں کاٹنے

جنگل میں آتے ہے۔ وہ اس بھیڑیے کا شکار بھی ہو سکتے
ہے۔ ہاشم علیہ کو لیں کر سامنے کی طرف بڑھا۔
جہاں سامنے ہی سڑک نظر آرہی تھی۔ ہاشم کی گاڑی
جنگل کی دوسری طرف تھی۔ اب اسے کسی سے لفٹ
لیں کر پہلے ہو سپیٹل پہنچنا تھا۔ علیہ کو مرہم اور انجیکشن
کی ضرورت تھی۔ ورنہ اس طرح اسے کوئی الرجی بھی ہو
سکتی تھی۔ ہاشم سڑک پر آیا۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔
پر دور دور تک کوئی گاڑی نہیں نظر آرہی تھی۔ ہاشم علیہ
کو ایسے ہی لیے سنسان سڑک پر چلنے لگا۔

ہاشم ہم ایسے کیسے حویلی جائے گئے۔ علینہ ہاشم کی طرف
دیکھتے پریشانی سے بولی۔ میری جان۔۔ آگئے سے لفٹ
مل جائے گی۔

تم پریشان مت ہو۔۔ ہاشم کی جان۔۔۔ یہ سب تمہاری
ہی مہربانیاں ہے۔۔ ہاشم دانت پیتے ہوئے بولا۔
ہاشم علینہ کو ایسے ہی باہوں میں اٹھائے سنسان سڑک پر
چل رہا تھا۔ دور دور نا کوئی گاڑی اور نا ہی کوئی بندہ بشر نظر
آ رہا تھا۔ علینہ ہاشم کے سینے سے لگی سوچکی تھی۔ کے
سوتے ہوئے علینہ کا جسم کانپ رہا تھا۔ علینہ ابھی بھی
ہوئے حادثے کی وجہ سے خوف میں مبتلا تھی۔

ہاشم بھی چل چل کر تھک چکا تھا۔ پر اپنے ماتھے پر ایک
بھی شگن نہیں آنے دی تھی۔ اب وہ کافی آگے نکل
آئے تھے۔ دس منٹ کے فاصلے پر ہو اسپتال تھا۔ علینہ کی
گردن پر پڑی خراشوں کی وجہ سے گردن سو جھ رہی
تھی۔ میری جان۔۔ بہت اذیت پہنچاتی ہو اپنے مسٹر
خان کو۔۔ ہاشم نے جھک کر علینہ کا ماتھا چوما۔ اور تیزی
سے ہو اسپتال کی طرف بڑھ گیا تھا۔

ہو اسپتال کے گیٹ کے پاس کھڑا۔ ہاشم نے سکون سے
سانس لی۔ اللہ تیرا شکر ہے۔ اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہو
اسپتال کے اندر داخل ہوا۔ اور تیزی

سے سامنے ایمر جینسی روم کی طرف بڑھا۔

سب لوگ پیچھے مڑ کر ڈاکٹر ہاشم کی باہوں میں

لڑکی کو دیکھتے حیران ہو رہے تھے۔

جس کو پتا تھا۔ ہاشم کی باہوں میں کوئی اور نہیں اس کی

بیوی ہے۔ جلدی سے ہاشم کی طرف بڑھے۔

سر!! کیا ہوا آپ کی وائف کو۔ ڈاکٹر زیان جلدی سے

ہاشم کی طرف بڑھتے بولا۔

جس نے دو ہفتوں پہلے ہی ہو سپیٹل جوائن کیا تھا۔

ٹھیک ہے میری وائف۔۔۔ میں دیکھ لوں گا۔

آپ مریضوں کو دیکھے۔

ہاشم جلدی سے بول کر روم میں داخل ہوا۔ ہاشم نے
علینہ کو بیڈ پر لٹایا۔ اور جلدی سے انجیکشن ڈھونڈنے لگا۔
کچھ دیر ڈھونڈنے کے بعد مل گیا۔

علینہ کی گردن: گردن پر ریڈ نشان بن رہے تھے۔ اسی
لیے الرجی اور نابڑھے ہاشم نے انجیکشن لگایا۔ اسی وقت
کلک ہونے کی آواز پر ہاشم نے سامنے دروازے کی
طرف دیکھا۔

جہاں ڈاکٹر میرب اندر داخل ہو رہی تھی۔ سر میں ہیلپ
کر دوں۔۔ ڈاکٹر میرب ہاشم کی طرف بڑھتے بولی۔ ہاشم
نے اپنی گرے سرخ سپاٹ آنکھوں سے ڈاکٹر میرب کو
دیکھا۔

جو ایک پل کے لیے گھبراہی تو گئی تھی۔

نہیں مجھے آپ کی ہیلپ نہیں چاہیے۔ میں خود ہی دیکھ
لوں گا۔ اپنی وائف کو۔۔

جائے آپ یہاں سے۔۔ ہاشم سرد لہجے میں بولا۔ اسی کی
وجہ سے تو اس کی علینہ زخمی ہوئی تھی۔ اگر وہ سب نا علینہ
نے دیکھا ہوتا۔ تو اس وقت علینہ بالکل ٹھیک اس کی
آنکھوں کے سامنے ہوتی۔

ہاشم نے جھک کر علینہ کی پیشانی چومی۔۔ ڈاکٹر میرب
نفرت سے بیڈ پر سوئے ہوئے وجود کو دیکھا۔ اور پیر پٹختی
اُلٹے قدموں باہر کی طرف بڑھی۔

ہاشم نے سکھ کا سانس لیا۔ اگر اس کی پاگل جذباتی بیوی
دیکھ لیتی تو ہاشم آگئے کا سوچ بھی ناسکا۔ ہاشم نے
مسکراتے ہوئے علینہ کی گردن پر مرہم

لگائی۔۔ اور پھر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔
ہائے۔۔ سوتے ہوئے بھی ظالم لگتی ہو۔ ہاشم علینہ کے
چہرے پر آئی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے کرتے بولا۔
اور پھر جھک کر علینہ کے دونوں گالوں کا چوما۔ دل کر رہا
ہے۔ تمہیں کھا جاؤں میری خوبصورت ظالم بیوی۔۔
ہاشم مسکراتے ہوئے بولا۔ ریسٹ کرو میں آتا ہوں۔۔
ہاشم علینہ کے گال تھپتھپائے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

بالاج اس وقت عاصم اور احمد کے ساتھ سٹڈی روم میں
بیٹھا کچھ خاص ڈیسکس کر رہا تھا۔

عاصم ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔ ورنہ باران پاشا ٹلی پہنچ گیا
تھا۔ بہت ہی نقصان ہو جائے گا۔ وہ پہلے بھی فیکٹریاں تباہ
کر چکا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ چار سال جیل میں
گزارنے کے بعد وہ بالکل نہیں سدھرا۔ جو پاکستان سے
وہاں اپنی روز گاڑی کے لیے گئے ہے۔ اُن کی زندگی تباہ
ہو جائے گی۔

احمد پریشانی سے بولا۔ عاصم سکون سے کرسی پر سر ٹکائے
آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ اور لبوں پر مسکراہٹ

رقص کر رہی تھی۔ بالاج اور احمد کو عاصم کی مسکراہٹ
کسی خطرے کی گھنٹی کا اشارہ دیں رہی تھی۔

عاصم تو مسکرا کیوں رہا ہے۔ کچھ تو کیا ہے تم نے
بالاج عاصم کی طرف جھکتے بولا۔ عاصم کی مسکراہٹ
گہری ہوئی۔ عاصم یار۔۔ اب ہمیں بھی بتادیں۔ ہم بھی
مسکرا لیں۔ بالاج دانت پیستے بولا۔

عاصم یک دم سیدھا ہو کر بولا۔

ہاں!! سننا چاہو گئے۔ عاصم تحمل سے بولا۔ توں کچھ بتائے
گا تو تو ہم سنے گئے۔ احمد عاصم کو گھور کر بولا۔

باران پاشا کو میں نے ہی رہا کروایا ہے۔ عاصم بول کر
کھڑکی میں پاس جا کھڑا ہوا۔ واٹ!! بالاج اور احمد بھی
دھاڑتے کھڑے ہوئے۔ عاصم تم نے اپنے ہی دشمن کو
رہا کروا

کرا چھا نہیں کیا۔ احمد غصے سے بولا۔

عاصم وہ ہمارے لیے کتنا ہی خطرناک ہو سکتا ہے۔

یہ تم نے سوچا ہے کیا۔۔۔

ابھی توں موت کے منہ سے واپس آیا ہے۔ ایک اور
عذاب گلے میں ڈال لیا۔

بالاج بھی غصے سے بولتے عاصم کی طرف بڑھا۔
عاصم شاہ کو موت تب تک نہیں آئے گی۔ جب تک
عاصم اپنے دشمنوں کو موت کے گھاٹ نہیں اتار دیتا۔
عاصم پلٹتے غصے سے دھاڑا۔

عاصم تم نے یہ کیوں کیا۔ کیا دماغ میں چل رہا ہے
تیرے۔۔ احمد دانت پیستے بولا۔

دماغ میں تو بہت کچھ چل رہا ہے۔ عاصم مسکراتے ہوئے
بولا۔ اٹلی جا رہا ہوں میں۔۔ عاصم سکون سے گویا ہوا۔
پاگل واگل ہو گیا ہے۔ بھابھی کو اس حالت میں چھوڑ کر
اٹلی جا رہا ہے۔ بالاج غصے سے دھاڑا۔ عاصم ایک پل کے
لیے کسی سوچ میں ڈوبا۔

میں کمانڈر شاویز سے بات کر چکا ہوں۔ مجھے اٹلی جانا ہی
ہو گا۔ حوریہ جو چائے لیں کر اندر سے غصے سے بھری

آوازیں سنتے دروازے پر رُک گئی۔ آثرہ بھی سات ہی
تھی۔ پر عاصم کا اٹلی جانے کا سُن کر آثرہ کے قدم
لڑکھڑائے۔ جو وہ فوراً حوریہ کا بازو بھر وقت تھام گئی۔
آثرہ تم ٹھیک ہو۔۔ حوریہ فکر مندی سے بولی۔ ہم !! میں
ٹھیک ہوں۔۔ آثرہ خود کو سنبھالتے بولی۔ اور اندر ہونے
والی بحث پر کی طرف متوجہ ہوئی۔ عاصم تم نہیں جا رہے
اٹلی۔۔ اگر جاؤ گئے تو کیا بتاؤ گئے بھابھی کو۔ احمد دیوار
سے ٹیک لگائے بولا۔ میں سمجھالوں گا اسے وہ سمجھ جائے
گی۔ عاصم پریشانی سے بولا۔ ابھی تک اس نے سوچا ہی
نہیں تھا۔ وہ کیا بتائے گا۔

عاصم ہر گز نہیں۔۔ پہلے ہی توں اپنی جان سے کھیل کر
واپس لوٹا ہے۔ اب تمہیں ہر گز نہیں جانے دیں گئے۔
بالاج کرسی پر بیٹھتے بولا۔ کتنا خطرناک ہے وہ تو اچھے سے
جانتا ہے۔ تیری جگہ میں جاؤں گا۔ بالاج تحمل سے بولا
باہر کھڑی حوریہ کے ہاتھوں میں چائے کی ٹرے گرتے
گرتے پچی۔ بالاج کیا بول رہا ہے توں۔۔ عاصم غصے سے
دیکھتے بولا۔۔۔

ٹھیک بول رہا ہوں۔۔ میں جاؤں گا اٹلی۔۔ تم سب بے
فکر ہو جاؤ۔۔ میں سنجال لوں گا۔ بالاج احمد کی طرف
دیکھتے بولا۔ پر بالاج۔۔ عاصم کچھ بولتا۔۔ بالاج فوراً ہاتھ

اٹھا کر چپ کروا گیا۔ عاصم نے گھور کر دیکھا۔۔ اپنے
سنئیر کو ہاتھ دکھا رہا ہے۔

ہاں!! اگر سینئیر ڈھیٹ ہو تو۔ تو ہاتھ دکھانا ہی پڑتا ہے۔
بالاج حوریہ کو بھی ساتھ لیں جاؤ۔۔ عاصم مسکراتے
ہوئے بولا۔ وہ سمجھ گیا۔ یہ دونوں اسے یہاں سے جانے
نہیں دیں گئے۔ ہم!! بیوی کو ساتھ ہی لیں کر جاؤں
گا۔ ایسے اکیلے تھوڑی چھوڑ کر جاؤں گا۔ بالاج بھی
مسکراتے ہوئے بولا۔ دروازے کے باہر کھڑی حوریہ
نے سکون کا سانس لیا۔ آئہ تو پہلے ہی چلی گئی تھی۔
حوریہ بھی خاموشی سے ٹرے لیے واپس پلٹ گئی۔

میں آپ لوگوں کی ٹکٹ بک کرواتا ہوں۔ احمد بھی
مسکراتے بولا۔

وہاں جا کر رابطے میں رہنا۔ میں بھی تیرے ساتھ چلتا۔
نور کی طبیعت کا پتا ہی ہے۔ اب ڈلیوری میں دو مہینے باقی
ہے۔ میں اسے لیں کر سفر نہیں کر سکتا۔
احمد بالاج کی طرف دیکھتے بولا۔

بالاج احمد کا کندھا تھپتھپائے باہر نکل گیا۔

کل ہی نکلوں گا۔ ٹکٹ کروادیں۔

اور جاتے جاتے عاصم اور احمد کو فلائینگ کس کرتے
بولے۔۔

بالاج اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ حوریہ مرر کے سامنے
کھڑی اپنے لمبے بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔ بالاج
مسکراتے ہوئے حوریہ کے پیچھے جا کھڑا ہوا اور اس کے
پیٹ پر ہاتھ باندھ کر حوریہ کی پشت کو خود کے ساتھ
لگایا۔

ہے حوری جان۔۔ کیا بات ہے۔ بڑی نکھری نکھری نظر
آ رہی ہو۔ اپنے بالاج کو بہکانے کا مکمل ارادہ رکھتی ہو۔
مگر پاس نہیں آنے دیتی۔ بالاج اپنی گھنی مونچھیں حوریہ
کی گردن پر رگڑتے بولا۔ حوریہ بالاج کے اس طرح
قریب آنے پر جو اپنی دھڑکنیں قابو کرنے پر لگی تھی۔

بالاج کی اس حرکت پر جی جان سے کانپ اٹھی۔ بالاج
کیا کر رہے ہے پیچھے ہٹے حوریہ مزاحمت کرتے بولی پر
بالاج اس کی بنا سننے حوریہ کا چہرہ خود کی طرف کیا۔

اور اسے کمرے سے پکڑ کر ڈریسنگ پر بیٹھایا۔

کب تک تڑپاؤں گی۔ اپنے بالاج کو۔۔۔ پلیز آج تم مجھے
روک نہیں سکتی۔۔۔ نکل آؤ اپنے غم سے۔۔۔ اب تمہارا
مستقبل بالاج خان ہے۔ قبول کر لو۔۔۔

حوری جان۔۔۔ بالاج اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں دیکھتے
بولا۔ حوریہ نے ڈبڈبی آنکھوں سے سپاٹ چہرے کے
ساتھ دیکھا۔

اف۔۔۔ میری حور پر غصہ بھی بہت جتنا ہے۔ دیکھو ناک
کیسی سرخ پڑ گئی ہے۔ بالاج حوریہ کی سرخ ناک چومتے

بولا۔۔ پاس آئے میرے۔۔ حوریہ نے اپنی چھوٹی سی
انگلی سے اشارہ کرتے بولا۔

بالاج کو پہلے جھٹکا لگا۔ اس کی حوریہ آج خود سے پاس
آنے کا بول رہی ہے۔

سنا نہیں پاس آئے۔ حوریہ غصے سے بولی۔ پر اندر ہی اندر
مسکرا رہی تھی۔ بالاج کے چہرے کے تاثرات دیکھتے۔

بالاج نے اپنا چہرہ حوریہ کے پاس کیا۔ "تھوڑا اور۔۔۔"

بالاج نے گھور کر دیکھا۔ اس کی پاگل بیوی کرنا کیا چاہ رہی
تھی۔ بالاج تھوڑا اور قریب ہوا۔ دونوں کے لب ایک
دوسرے کے لبوں سے مس ہونے لگی۔ دونوں کی
دھڑکنے شد و مد سے بجنے لگی۔

حوریہ اپنی آنکھیں بند کیے۔ خود کو نارمل کرتے اپنے
لب نرمی سے بالاج کے لبوں پر رکھ دیے۔ حوریہ کی اس
حرکت پر بالاج کی حیرت سے آنکھیں پھیلی۔ ماتھے پر
پسینے کے قطرے یک دم نمودار ہوئے۔ وہ یقین کرنا چاہ
رہا تھا۔ ان کی بیگم خود سے پاس آئی ہے۔ بالان کے

جذبات بہکنے لگے۔ حوریہ اپنے لبوں میں بالاج کے لبوں
کو قید کرتے نرمی سے

چومنے لگی۔ سانسیں تیز ہو رہی تھیں۔ دل ایسے دھڑک
رہا تھا۔ جیسے ابھی نکل کر باہر آجائے گا۔ اور آہستہ سے
اپنے بازو بالاج کی گردن میں حائل کیے۔ بالاج کا دل
عش عش کراٹھا۔ بالاج ایک جھٹکے سے اسے اپنی گود
میں اٹھیا۔ اور حوریہ کی ٹانگیں اپنی کمر کے گرد باندھی
اور ایسے ہی رول ہوتے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔ اب باری
بالاج کی تھی۔ حوریہ بالاج کے جذبات کو بہکا چکی تھی۔
بالاج حوریہ کے لبوں پر گرفت بڑھاتے شدت سے

سک کرنے لگا تھا۔ حوریہ بالاج کی باہوں میں پھڑپھڑا
اٹھی تھی۔

دونوں کی دھڑکنیں شد و مد سے ایک دوسرے کی
دھڑکنوں میں بجتے الجھ رہی تھی۔

دونوں ایک دوسرے کے لبوں سے لیٹے دنیا سے بیگانہ
ایک دوسرے میں گم لبوں کا جام پی رہے تھے۔

حوریہ کی بس ہونے لگی تھی۔ بالاج کو پیچھے کرنا چاہا۔
بالاج اور جنونی انداز سے حوریہ کے لبوں کے ساتھ لپٹا۔
حوریہ اب لگے برسائے لگی اس کے سینے پر۔ بالاج

مسکراتے ہوئے پیچھے ہٹا۔ اور اپنی جنگلی بلی کو دیکھا۔ جو
لمبے لمبے سانس لیں رہی تھی۔ بالاج حوریہ کو سینے سے
لگائے بیڈ کی طرف لیں کر بڑھا۔ بالاج۔۔۔ حوریہ نے
مدھم آواز سے پکارا۔۔۔ جی بالاج کی جان۔۔۔ بالاج حوریہ
کو بیڈ پر لٹائے مسکراتے ہوئے بولا۔

بالاج ہم اعلیٰ جا رہی ہے۔ حوریہ بالاج کی گھنی پلکیں چھو
کر بولی۔

بالاج نے گھور کر دیکھا۔ ہماری چھپ کر باتیں سن رہی
تھی۔ بالاج حوریہ پر جھکے بولا۔ اور سارا وزن حوریہ پر

ڈال دیا۔ حوریہ کی سسکی نکلی۔ حوریہ بالاج کے چوڑے
وجود کے نیچے چھپ گئی تھی۔

میں۔۔۔ وہ۔۔۔ میں بس۔۔۔۔۔

جتنا وزن بالاج نے ڈالا ہوا تھا۔ حوریہ کی آواز نکل ہی
نہیں رہی تھی۔ کیا میں وہ۔۔۔ بالاج حوریہ کی سرخ
پڑتے چہرے کو دیکھ کر اپنی ہنسی دباتے بولا۔

پلیز ہٹے اوپر۔۔۔ میرا سانس نہیں نکل رہا۔

حوریہ بالاج کے سینے پر ہاتھ رکھتے پیچھے کرنے لگی۔۔

میں صرف چائے لیں کر آئی تھی۔ حوریہ دبی دبی آواز سے بولی۔ بالاج حوریہ کی حالت دیکھ کر اپنی ہنسی دبا رہا تھا۔ اور کیا کیا سنا ہے۔ میری جان نے۔۔ بالاج اس کی سرخ گال کو چومتے بولا۔ حوریہ کا دل زور سے دھڑکا۔ پلیز پیچھے ہٹے۔۔ میری ہڈیاں ٹوٹ جائے گی۔

حوریہ اب آنکھوں میں آنسو لیتے بولی۔ بالاج حوریہ پر ترس کھاتا تھوڑا سا اوپر اٹھا۔

حوریہ بالاج کے اوپر ہونے پر ایک جھٹکے سے پیچھے
دھکیلا۔ اور خود جو اٹھنے لگی تھی۔

بالاج ایک ہی جھٹکے میں حوریہ کو پکڑتے

اس پر مکمل طور پر گھٹا بن کر چھایا۔ حوریہ سانس روکے
بالاج کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ کہاں بھاگ رہی ہو۔

میرے جذبات کو جھگا کر۔ بالاج حوریہ کے لبوں پر جھکتا

بولا۔ حوریہ اپنے ہاتھ چھڑوانے کی ناکام کوشش کرنے

لگی۔ بالاج حوریہ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے

شدت سے حوریہ کے

لبوں کو رومٹک انداز میں چوم رہا تھا۔ حوریہ جو بیڈ پر مچلتے ہوئے ٹانگیں چلا رہی تھی۔ میری جان۔۔ تم ایسے مچل رہی ہو۔ ظلم کر رہا ہوں۔ بالاج حوریہ جیسے میں تم پر ظلم کر کے لبوں کو آزاد کرتا تھوڑا سر دلچے میں بولا۔ حوریہ نے شرمندگی سے نظریں جھکالی۔ وہ اس کا محرم تھا۔ حق تھا وہ جیسے مرضی چھو سکتا تھا۔

تو آپ آرام سے چھوٹے نا۔ حوریہ نے منع نہیں کیا تھا۔ وہ تو اسے آرام سے چھونے کا بول رہی تھی۔ بالاج کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔ جب بیگم اتنی پیاری ہو تو کوئی

بھی انسان بہک سکتا ہے۔ جیسے ابھی میں بہک رہا ہوں۔
تمہارا قیامت خیز بدن دیکھ کر۔

بالاج حوریہ کے پیٹ پر انگلی ٹریس کر کے بولا۔ حوریہ
کے جسم میں سپارک سا ہوا۔ بالاج حوریہ کا مکمل طور پر
جائزہ لینے لگا۔ حوریہ بالاج کی بے باک نظروں کو خود پر
محسوس کرتے خود میں سمٹنے لگی۔

بالاج حوریہ کو بیٹھاتے اس کی فراک ریمو یو کی۔

کاسانس پھولنے لگا۔ بالاج حوریہ کی حوریہ کا بند آنکھوں
کے دیکھتے مسکرایا۔ اور جھک کر حوریہ کی آنکھوں پر
پھوک ماری۔ حوریہ بالاج کی گرم سانسیں اپنی آنکھوں
پر محسوس کرتے اور زور سے آنکھیں بند کی۔

بالاج اس تکیے پر گراتے حوریہ کی گردن پر جھکے شدت
سے دانت گھاڑے۔ حوریہ کی چیخ کمرے میں گونجی۔
بہت بُرے ہے آپ۔۔۔ حوریہ روتے ہوئے بولی۔
رومنٹک بھی ہوں جان۔۔ بالاج مسکراتے ہوئے بولتے
حوریہ کی دھڑکنوں سے لیٹے اپنا جنون ڈھانے لگا۔ حوریہ
بالاج کا جنون بھرا انداز دیکھ کر تڑپ اٹھی۔ کمرے میں

حوریہ کی سسکیاں سنتے بالاج اور بہکنے لگا۔ حوریہ خود کو
ڈھیلا چھوڑتے بالاج کو دیکھا۔ جو اسے ہی دیکھ کر مسکرا
رہا تھا۔

ڈھلتی شام کے ساتھ بالاج کی شدتیں بڑھنے لگی۔ بالاج
اس کی گردن پر جھکے نشان بنانے لگا۔ حوریہ بالاج کے
اس عمل پر تڑپ اٹھی۔ بالاج کا جنون بڑھنے لگا۔ بالاج
کی بڑھتی شدتوں کے ساتھ حوریہ کو اپنی روح کا حصہ بنا
گیا۔ حوریہ کی سسکیاں عروج پر تھیں۔ جو بالاج نے اپنے
لبوں میں قید کر کے حوریہ کی سسکیوں کا گلا گھونٹا ہوا تھا۔

حوریہ بالاج کی شدتیں سہتی اب نڈھال سی بالاج کے
سینے پر سر رکھے آنکھیں موندیں ہوئے تھی۔
بالاج حوریہ کے سلکی سنہری بالوں میں انگلیاں چلا رہا تھا۔
میری جان۔۔۔ پکینگ کر لینا۔۔

ہم صبح نکلے گئے حویلی سے۔۔ بالاج حوریہ کے

40 بالوں میں انگلیاں چلاتے بولا۔

حوریہ نے اثبات میں سر ہلایا۔۔ چلو فریش ہو جاؤ نیچے
چلے۔۔ سب کے پاس بالاج حوریہ کو اٹھاتے بولا۔

پہلے آپ جائے میں بعد میں فریش ہو جاؤں گی۔ حوریہ
اپنی حالت دیکھ لب کاٹتے بولی۔ بالاج نے گھور کے
حوریہ کی طرف دیکھا۔ سب دیکھ چکا ہوں۔ اب کیا شرمانا
باقی ہے۔

بالاج شرارتی انداز میں بولا۔ حوریہ کے گال انار کی
طرح سرخ پڑے۔

بیگم! جاؤ فریش ہو جاؤ۔ ورنہ میں اپنے انداز میں اٹھا کر
لیں کر جاؤں گا۔

بالاج سیدھا ہو کر بیٹھا۔ اور بے باکی سے بولا۔ حوریہ پاس
پڑی بالاج کی شرٹ اٹھائے خود کو ڈھانپتے ہو ا کی طرح
باتھ روم میں جا کر بند ہوئی۔ پیچھے سے بالاج کا قہقہہ
گونجا۔ اور نفی میں سر ہلاتا خود بھی اٹھ کر ڈریسنگ روم
کی طرف بڑھا۔ اپنے لیے اور حوریہ کے کپڑے نکال کر
باہر آیا۔ حوریہ کی پریل سمپل شیفون کی فراک لیے
باتھ روم کی طرف بڑھا۔ حوریہ جان! کپڑے تو لیں لو۔
بالاج چمکتے ہوئے بولا۔ حوریہ نے بالاج کی آواز سگیا۔
اور اپنا موبائل اٹھائے کسی کو میسج ٹائپ کرنے لگا۔

ہاشم علیہ کو لیں کر حویلی پہنچا۔ سب لاؤنج میں بیٹھے
چائے پی رہے تھے۔

ہاشم علیہ کو لیں کر آگئے بڑھا۔

علیہ نے سٹالر سے اپنی گردن کو چھپایا ہوا تھا۔ اپنے اور
ہاشم کے بیچ ہوئے جھگڑے کے بارے میں اور اس
حادثے کے بارے میں نہیں بتا سکتی تھی۔

السلام وعلیکم!! دونوں نے سب کو مسکراتے ہوئے سلام
کیا۔ وعلیکم سلام!! کہاں تھے تم دونوں کتنی کال کی تھی

میں۔ دونوں نے کال ریسیو نہیں کی۔ مہک بیگم!! غصے
سے بولتے ان کی طرف بڑھی۔ ریلیکس مورے۔۔
میرے موبائل کی بیٹری ڈیڈ ہو گئی تھی۔ ہاشم اپنی
مورے کی پیشانی کو چومتے بولا۔ اور تمہارا۔۔ کہاں تھا
علینہ۔۔۔

مہک بیگم دونوں کو گھورتے بولی۔ مورے۔۔ عینہ کا
موبائل میرے کبین میں۔ پڑا ہے۔ یہ وہی بھول گئی
تھی۔ میں اسے سوات گھمانے لیں کر گیا تھا۔ اسی لیے
دیر ہو گئی۔

ہاشم علینہ کی طرف دیکھتے دانت پیستے بولا۔ جی خالہ
جان۔۔ میں جلدی میں موبائل ہو سپیٹل ہی بھول گئی
تھی۔ علینہ بھی ہاشم کو گھورتے بولی۔
مجھے تو کچھ اور ہی لگ رہا ہے۔ عاصم جو چائے کے گھونٹ
بڑھ رہا تھا۔ ان دونوں کو دیکھتے بولا۔ جو ایک دوسرے کو
گھور رہے تھے۔

ہم!! تجھے کیا لگ رہا ہے۔ کہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں۔
ہاشم عاصم کو گھورتے بولا۔ ایسا میں نے کب
کہا۔۔ عاصم مسکراتے ہوئے بولا۔ ہاں تھوڑا شک بھی

ہے۔ جب تم دونوں حویلی سے گئے تھے کپڑے اور تھے
اب اور ہے۔ عاصم اپنی ہنسی دباتے بولا۔

ہم!! تو نظر رکھ کر بیٹھا تھا ہم پر۔۔۔ ہاشم عاصم کی بات
سننے دانت پر دانت جمائے بولا۔ سب مسکراتے ہوئے
اپنی امڈنے والی نہی دبا رہے تھے۔ کسی کو شک ناہو۔ اسی
لیے وہ کپڑے پاس ہی مال سے خرید کر لایا تھا۔ جو ہو
سپیشل میں چینج کیے تھے۔ علینہ سب کو مسکراتے دیکھ کر
سرخ پڑ رہی تھی۔ سب بات کو کوئی اور ہی رنگ دیں
رہے تھے۔

اچھا چلو چھوڑو۔۔ یہاں پر آؤ میری بچی۔۔ مسکان بیگم
ان کو بولتے۔۔ اپنی بیٹی کو پاس آنے کا بولا۔ علینہ بھی
فوراً اپنی مام کے سے لگی۔ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ
رہی۔ مسکان بیگم علینہ کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے بولی۔ علینہ
نے ہاشم کی طرف دیکھا۔ اور پھر بولی مام۔۔ باہر سردی
تھی نا اسی وجہ سے بس فیور ہو رہا ہے۔ آرام کروں گی تو
ٹھیک ہو جاؤں گی۔ علینہ اپنی مام کے سینے سے لگتے
بولی۔۔

علینہ اپنی مام سینے سے لگی اُن سے باتیں کر اپنی مام کے
سینے سے سبھی لوگ لاؤنج میں موجود تھے۔ رہی تھی۔
سبھی صرف آئزہ کے۔ آئزہ نے عاصم کی آدھی بات سنی
تھی۔ پھر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

ہاشم عاصم کے پاس ہی صوفے پر برجمان ہوا۔ ساتھ
والے صوفے پر احمد نور کو لیں کر بیٹھا تھا۔

نور پہلے سے ماشا اللہ کافی ہسیدی ہوئی تھی۔ حویلی میں
سے کوئی بھی اسے کام نہیں کرنے دیتا تھا۔ بالاج بھی
عاصم لوگوں کے ساتھ گھس کر بیٹھا تھا۔ ہاشم بھائی کچھ

تو بات ہے۔ آپ کا چہرہ بھی اُترا ہوا ہے۔ بالاج ہاشم کے
چہرے پر چھائی پریشانی دیکھ کر بولا۔ عاصم بھی مشکوک
نظروں سے ہاشم کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ ہاشم نے
گھور کر ان دونوں کو دیکھا۔ تم لوگ کچھ زیادہ ہی شک
نہیں کر رہے۔

شک نہیں یقین کرنے کی کوشش کر رہے جو تو نے
بات بولی ہے نا اس بات میں بالکل دم نہیں ہے۔ عاصم
ٹانگ پر ٹانگ جمائے بولا۔

یہ سب تھوڑا عورتوں سے دور بیٹھے تھے کوئی بھی ان کی
بات نہیں سن رہا تھا۔

ہاشم نے لمبا سانس ہوا کے سپرد کیا۔ یارر تم لوگ
بھی۔۔ اب تم لوگوں کو کیا بتاؤ۔ ہاشم اپنی کنپٹی کو مسلتے
بولا۔

سچ بات بتا۔۔ جو تجھے پریشان کر رہی ہے۔ عاصم بھی
سنجیدہ ہو کر بولا۔ ہاشم نے لمبا سانس

لیتے بات کا آغاز کیا۔

یارر!! ہو سپٹل میں ڈاکٹر میرب فائل پکڑانے آئی تھی۔
تو میں کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ اُن کا پاؤں مڑ گیا۔ تو بس
میں نے اُن کی مدد کی۔ پھر تمہاری بھابی نے دیکھ لیا۔
دامیار اور عابیرہ نے بھی۔۔ ہاشم کی بات سن کر عاصم اور
بالاج کے قہقہے گونجے۔ سب نے چونک کر ان دونوں کو
دیکھا۔ یار بہت ہی بُرا ہوا ہے تیرے ساتھ احمد جو ان
کے پیچھے ہی کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ اپنی ہنسی
دباتے بولا۔ ہاشم نے گھور کے احمد کو دیکھا۔ تو بھی آگیا
ہے۔ ہاشم احمد کو اچانک پیچھے کھڑے دیکھ کر بولا۔ ہنس لو
کمینوں تم لوگوں پر بھی ٹائم آئے گا۔ ہاشم دانت پیتے

بولا۔ اف اچھا اب نہیں ہنس رہے۔ آگئے بتا کیا
ہوا۔۔ عاصم اپنی ہنسی دباتے بولا۔ آگئے کیا ہونا۔۔ تم
لوگوں کی بھابھی ناراض ہو کر چلی گئی۔ ہاشم علیہ کے
چہرے کی طرف دیکھ کر بولا جو زرد پڑا ہوا تھا۔

تم لوگ جانتے ہی ہو۔ علیہ کتنی جذباتی ہے۔ کسی کی
سنتی بھی نہیں۔۔ ہاشم سپاٹ چہرے کے ساتھ بولا۔۔
عاصم علیہ غصے میں جنگل میں چلی گئی تھی۔ وہاں مجھے جو
دیکھنے کو ملا۔ وہ تم لوگوں کو بتا نہیں سکتا۔ عاصم بالاج اور
احمد نے چونک کر دیکھا۔ ایسا کیا دیکھ لیا۔ جو تو بتا نہیں
سکتا۔

عاصم ہاشم کے چہرے پریشانی دیکھتے بولا۔ آدم خور۔۔۔
ہاشم پھر علینہ کی طرف دیکھ کر آدم خور۔۔ وہ بھی جنگل
میں۔۔۔ تینوں چونک کر بولیں۔ ہاں آدم خور ہی جیسا
تھا۔ بہت ہی خطرناک علینہ مجھے وہاں سے ہی ملی۔۔

واٹ۔۔ عاصم غصے سے چلایا۔ سب نے چونک کر دیکھا۔
سب کے دیکھنے پر عاصم سائل پاس کرتے دیکھا۔ پر چہرہ
ابھی بھی سپاٹ تھا۔ ہاشم تم پاگل ہو۔۔ عاصم غصے سے
بولا۔ پاگل نہیں۔۔ اگر میں وہاں ٹائم پرنا پہنچتا تو میری

علینہ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے نابینا بیٹھی ہوتی۔
ہاشم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

اللہ کا شکر ہے۔ میں ٹائم پر پہنچ گیا۔ ہاشم اپنی آنکھوں
کی نمی دور کرتے بولا۔ کہی کچھ ہوا تو نہیں علینہ کو۔
عاصم پریشانی سے بولا۔ اس بھیڑیے نے میری علینہ کی
گردن کو جھلس ڈالا ہے۔ ہاشم کی بات پر سب نے چونک
کر علینہ کی طرف دیکھا۔ جس کی گردن پر سٹالر لیٹا ہوا
تھا۔

یہ سٹالر کیوں اس طرح لیا ہے۔ پٹی نہیں کی تو نے عاصم
فکر مندی سے بولا۔ نہیں انجیکشن لگایا ہے۔ پانچ گھنٹوں
بعد پٹی کرنی ہے۔

شکر ہے اللہ۔۔ کا تم دونوں ٹھیک ہو۔۔ عاصم باشم کو سینے
سے لگاتے بولا۔۔

بالاج اور احمد دونوں کو ایک دوسرے کے سینے سے لگے
دیکھ کر لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔۔ ہم جا کر دیکھ کر آتے
ہے۔ اُس بھڑیے کو۔۔ بالاج عاصم کی طرف دیکھتے
بولا۔

چپ کر کے بیٹھو۔۔ میں نے پولیس کو انفارم کر دیا ہے۔
وہ خودی دیکھ لیں گئے۔

ہاشم ان کو گھورتے بولا۔

دونوں بھی کندھے اچکاتے صوفے پر آکر بیٹھے۔ ہم!!
آئزہ نہیں نظر آرہی۔۔ ہاشم نے آئزہ کو یہاں سب کے
درمیان نا بیٹھے دیکھ کر بولا۔ آئزہ کے نام پر عاصم بھی
سیدھا ہو کر بولا۔ آئزہ تو اسے یاد ہی نہیں تھی۔ بالاج
عاصم کے سپاٹ چہرے کو دیکھ کر بولا۔ بھابھی نے ہماری

ساری باتیں سن لی تھی۔ واٹ۔۔ عاصم غصے سے بولا۔

تمہیں کیسے پتا۔۔ عاصم بالاج کو گھورتے بولا۔۔ مجھے

حوریہ نے بتایا تھا۔ بھابھی حوریہ کے ساتھ چائے دینے

آئی تھی۔ بالاج عاصم کو گھورتے دیکھ کر فوراً بولا۔ ہاشم

خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ عاصم جلدی سے

اٹھا اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ وہ جانتا تھا۔ اب

تک آئزہ نے رو رو کر خود کا بُرا حال کر لیا ہو گا۔

ہم!! ایسی کیا بات ہے۔ جو عاصم کو غصہ آ گیا۔ صاحب جی

اٹلی جانے کا بول رہے تھے۔ بھابھی نے سن لیا۔ احمد

مسکراتے ہوئے بولا۔ اٹلی کیوں۔۔ اب کیا لینے جانا

ہے۔ ہاشم سرد چہرے کے ساتھ بولا۔ ریلیکس یا ررر۔۔
عاصم کی جگہ میں جا رہا ہوں۔۔ اور جانا بھی بہت ضروری
ہے۔

ورنہ ہم بہت کچھ کھو دیں گئے۔ بالاج ہاشم کو غصے میں
دیکھتے بولا۔۔ ہم!! بھی آرمی ایجنٹ ہو۔ کوئی نیا دشمن
نکل آیا ہو گا۔ ہاشم صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے
بولا۔۔

عاصم جلدی سے کمرے میں داخل ہوا۔ آئرہ کو
ہوا۔ آئرہ بیڈ پر بیٹھے دیکھا۔ چہرہ گھٹنوں میں دیا تھا۔

دروازہ کلک ہونے کی آواز پر آثرہ نے سامنے دیکھا۔
عاصم کو دیکھ کر آثرہ غصے سے بلینکٹ اوڑ کر لیٹ گئی۔
آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھی۔ عاصم نے مسکراتے
ہوئے اپنی کنپٹی کو مسلا۔ اور دروازے کو لاک کرتے
آثرہ کی طرف بڑھا۔

آثرہ کے پاس بالکل قریب جا کر بیٹھا۔ اور آہستہ سے
بلینکٹ ہٹایا۔ جسے آثرہ نے کھینچ کر پھر لیں لیا۔ عاصم کے
لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ ہے مائے بٹر فلائے۔ کیا ہوا
ہے۔ عاصم آثرہ کے ساتھ بلینکٹ میں گھستے بولا۔ آثرہ
عاصم کو ایک نظر غصے سے دیکھتے اٹھ کر بیٹھی۔ مجھے آپ

سے کوئی بات نہیں کرنی۔۔ آئزہ پر سوز ہچکی لیتے بولی۔
آئزہ کی ہچکی سنتے اٹھ کر بیٹھا۔ میری جان۔۔ یہاں دیکھو
میری طرف عاصم آئزہ کو دونوں بازوؤں سے پکڑتے
بولا۔ آئزہ اپنے بازوؤں کو چھڑواتے رخ پلٹے دوسری
طرف بیٹھی۔ اف۔۔ میری جان میری طرف دیکھو
عاصم آئزہ کے یوں اس طرح
ناراض ہونے پر تڑپ اٹھا تھا۔ جائے آپ یہاں سے۔۔
مجھے کوئی بات نہیں کرنی آئزہ عاصم کو گھورتے دیکھ کر
بولی۔

بٹر فلائے۔۔ یہاں دیکھو میری طرف۔۔ مجھے بتاؤ کیوں
ناراض ہو۔ یار تمہاری ناراضگی سے میرا دل بیٹھ رہا ہے۔
عاصم یہ جانتے ہوئے بھی اس لیڈی کیوں ناراض ہے۔
پھر بھی آئزہ کو تنگ کرنے کے لیے پوچھ رہا تھا۔

آپ کو میری ناراضگی سے فرق پڑتا ہے کیا۔ پر

آئزہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی۔ آپ کو اٹلی جانا
تھا۔ جائے آپ کا آپ کا سامان پیک کر دیا ہے میں
نے۔۔

آئزہ سامنے بیگ کی طرف اشارہ کرتے بولی۔۔۔ عاصم
نے پہلے بیگ کو پھر اپنی لیڈی کو دیکھا۔ کیا یہ میرا سامان
ہے۔ عاصم یقین کرنے کے لیے آئزہ سے دوبارہ پوچھا۔

آئزہ نے روتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ آئزہ کے
اثبات میں سر ہلانے پر عاصم نے گھور کر دیکھا۔

اچھا!! یہ دوسرا کس کا بیگ ہے۔ عاصم نے سائیڈ پر پڑے
ہینڈ کیری کو دیکھ کر بولا۔

میرا ہے۔ لالا کو کال کر دی ہے۔ وہ آتے ہی ہو گئے۔
آئزہ سپاٹ چہرے سے بولی۔

عاصم نے آہستہ سے لب واہ کیے۔ ہم!! اور تم کیوں جا
رہی ہو۔۔ عاصم آئزہ کو ایک ہی جھٹکے سے اپنی طرف
کھینچتے بولا۔ کیوں کے آپ جارہے ہے اٹلی۔۔۔ آئزہ سر
جھکائے بولی۔۔۔۔

اور تمہیں کس نے کہاں میں جا رہا ہوں۔ عاصم آئزہ کی
کمر کو اپنی مٹھی میں دبوچے بولا۔

آہہ۔۔ آئزہ کی مدہم سسکی نکلی۔ میں نے خود سنا ہے۔
آپ بول رہے تھے۔ مجھے اٹلی جانا ہو گا۔ اب آئزہ بلند
آواز سے

روتے بولی۔ میری جان۔۔ میرا بچہ یہاں دیکھو میری
طرف آئزہ کے اس طر حرونے پر عاصم تڑپتے ہوئے
بولا۔

آئزہ نے اپنی بھیگی آنکھیں اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ آئزہ کی
سرخ سو جھی آنکھیں دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ اور فوراً خود کے
سینے سے لگایا۔۔

چپ میری بٹر فلائے۔۔ میں کہی نہیں جارہا۔۔ تمہیں
یہاں چھوڑ کر جاسکتا ہوں میں ہم! عاصم آئیرہ کی پیٹھ
سہلاتے ہوئے بولا۔ آئیرہ عاصم کے سینے سے لگی پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگی۔ ہے چپ میرا بچہ۔۔ میں نہیں جارہا
بالاج جارہا ہے۔ عاصم آئیرہ کے بالوں پر لب رکھے بولا۔

سچ بول رہے ہیں آپ۔۔۔ عاصم کی بات سنتے فوراً سر
اٹھائے بولی۔

میں جھوٹ کیوں بولنے لگا۔ عاصم مسکراتے ہوئے بولا۔
اگر آپ چلے جاتے۔۔ میں اور آپ کے بے بی نے
ناراض ہو کر چلے جانا تھا۔

آئزہ عاصم کے سینے پر ہلکی سی چماٹ لگاتے بولی۔۔ ہم!!
تمہاری ناراضگی کی ایسی کی تیسی۔ عاصم آئزہ کو اپنی گود
میں بیٹھاتے بولا۔ عاصم کی گود میں بیٹھنے پر آئزہ کا چہرہ
سرخ پڑا۔۔ یہ جو تم نے آنسو بہائے ہے نا اس کا حساب
تمہیں دینا پڑے گا۔

عاصم آثرہ کی بھیگی آنکھیں چومتے بولا۔ تو آپ پہلے بتا
دیتے تو میں نے نہیں رونا تھا۔ میں آپ سے بہت محبت
کرتی ہوں۔ اگر آرائی چلے جاتے تو میں نے ناراض ہو کر
لالا کے پاس چلی جانا تھا۔ آثرہ معصومیت سے سوں
سوں کرتے بولی۔ اور میں عشق کرتا ہوں تم سے بیگم کو
ناراض کرنا میری کتاب میں لکھا ہی نہیں۔۔ عاصم آثرہ
کے لبوں پر جھکتے بولا۔ عاصم کے اس طرح اچانک لبوں
پر لیٹنے پر آثرہ کا سانس سینے میں اٹکا۔ عاصم کی شدت بڑی
کس پر آثرہ عاصم کے سینے پر لگے برسانے لگی۔

عاصم مسکراتے ہوئے آئزہ کے لبوں پر اور شدت
دیکھانے لگا۔

عاصم جنونی انداز سے آئزہ کے لبوں کو اپنے لبوں میں
لیے چوم رہا تھا۔ آئزہ عاصم کی گود میں بیٹھے تڑپ اٹھی۔
آئزہ کو سانس نالیتے دیکھ کر عاصم نے آئزہ کے لبوں کو
آزادی بخشی۔

لب آزاد ہوتے آئزہ لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ عاصم اپنی
ہنسی دباتے آئزہ کی پیٹھ سہلانے لگا۔ اف! میری جان
نکال دی۔ آئزہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

ہم!! جان تو ابھی باقی ہے نکالنی۔۔ میری بٹر فلائے۔۔
آئزہ کی بات پر عاصم فوراً بولا۔

آئزہ نے گھور کر دیکھا۔

پلیز ترس کھائے۔۔ آپ اس طرح مجھے چھو نہیں سکتے
ورنہ آپ کا بے بی ناراض ہو جائے گا۔ آئزہ شرماتے
ہوئے بولی۔

آئزہ کی بات کا مطلب سمجھتے عاصم گہرا مسکرایا۔

ہم!! بے بی ہو گا ناراض۔۔ تو بے بی کی ماما تو نہیں۔۔
عاصم آثرہ کے گلاب جیسے گال چومتے بولا۔۔
میں بھی ناراض ہو جاؤں گی۔ ہٹے پیچھے۔۔ آثرہ عاصم کی
گود سے اترتے بولی۔۔

کہاں مائے لیڈی۔۔ پیار تو کرنے دو۔۔ نہیں میرے
پاس بلکل ٹائم نہیں ہے۔ بہت ہی بیزی ہوں میں۔۔
آثرہ اپنا ڈوبٹہ درست کرتے بولی۔ ہم!! شوہر کے لیے
ٹائم نکالتے ہیں بیگم۔۔ ورنہ اللہ ناراض ہو جائے گئے۔

اچھا۔۔ شوہر کو بھی چاہیے بیوی کو رولاتے نہیں ہے۔
اللہ پھر بھی ناراض ہو جاتا ہے۔

عاصم کی بات سنتے آئزہ اپنی ہسی دباتے بولی۔ بٹر فلانے
کے کچھ زیادہ ہی پڑ نکل آئے ہے۔ عاصم آئزہ کو پکڑتے
بیڈ پر لٹاتے بولا۔

اور آئزہ کے اوپر جھکا۔ اپنا وزن بالکل بھی آئزہ پر نہیں
ڈالا تھا۔

اففف۔۔ کچھ زیادہ رومنٹک نہیں ہو رہے آپ رومنٹک
!! تو بہت ہوں۔۔ پر بیگم بڑی ہی نازک ملی ہے۔ جو
میرے ذرا سے چھونے پر تڑپ اٹھتی ہے۔ عاصم آئزہ کی
گردن پر دانت گھاڑتے بولا۔ آئزہ کی سسکی کمرے میں
گو نجی۔۔ شاہ۔۔ مجھے درد ہو رہا ہے۔۔ آئزہ عاصم کے
چہرے کی طرف دیکھتے بولی۔ ہم !! ابھی مر ہم لگا دیتا
ہوں۔ عاصم آئزہ کی گردن پر جہاں نشان بنایا تھا۔ وہاں
اپنی زبان پھیری۔ عاصم کی بے باکی پر آئزہ کی دھڑکن
دوسو کی سپیڈ سے دھڑکنے لگی۔

عاصم دیوانہ وار آئزہ کی گردن کو نرمی سے چومنے
لگا۔۔۔

آئزہ عاصم کی گردن پر بازو حائل کرتے عاصم کی کھال پر
شدت سے دانت گھاڑے۔۔ عاصم آئزہ کی اس حرکت
پر گھور کر دیکھنے لگا۔

اس دفعہ مسکرا نے کی باری آئزہ کی تھی۔

اففف۔۔۔ ظالمانہ مسکراہٹ۔۔ عاصم آئزہ کی
مسکراہٹ دیکھ کر بولا۔ اور آئزہ کے لبوں پر جھکتے آئزہ کو

پھڑ پھڑانے پر مجبور کر دیا۔۔ عاصم جس انداز سے چوم
رہا تھا۔ آئزہ کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ آئزہ بھی
آنکھیں بند کیے۔ عاصم کا ساتھ دینے لگی۔
دونوں ایک دوسرے میں گم الگ ہی جہاں میں پہنچ گئے
تھے۔ گستاخیاں بھرنے لگی۔

عاصم اپنے لمس سے آئزہ کو اپنی محبت کی بارش میں
بھگونے لگا۔ عاصم لائٹ آف کرتے آئزہ کو بے باکی سے
چھوتے آئزہ کو خود میں قید کر لیا۔

آئزہ عاصم کی کمر پر ناخن گھاڑتے عاصم کی شدتیں سہنے
لگی۔ بڑھتی رات کے ساتھ عاصم کی شدتوں میں اضافہ

ہونے لگا۔ عاصم دیوانہ وار آثرہ کو رومانٹک انداز میں جگہ
جگہ سے چوم رہا تھا۔ ہے بٹر فلائی تم مجھے پاگل کر کے
چھوڑو گی۔ عاصم آثرہ کی نم آنکھوں کو چومتے بولا۔۔۔
آثرہ نے ہونٹ سیکڑے۔۔

شاہ۔۔ بس کریں نا۔۔ میں اور برداشت نہیں کر پاؤں
گی۔ آثرہ عاصم کے گال کو چومتے بولی۔ آثرہ کے اس
طرح اسرار سے چومنے پر عاصم کا قہقہہ کمرے میں
گونجا۔۔

اچھا۔۔ ایک شرط پر چھوڑو گا۔۔ عاصم مسکراتے

ہوئے بولا۔

کیسی شرط۔ آئزہ حیران ہوتے بولی۔۔ دیکھ لو۔۔ شرط
پوری کرنی ہے تم نے اگر ناک تو ساری رات تمہاری
بخشش نہیں ہوگی۔۔ عاصم مدھم روشنی میں آئزہ کی
چمکتی آنکھیں دیکھ کر بولا۔

ہم!! منظور ہے۔ آئزہ فوراً بولی ساری رات کو سوچتے آئزہ
بنا سوچے ہاں کر گئی۔ ہم جو میں نائیٹی لیں کر آیا تھا۔ وہ
تمہیں پہننی پڑے گی۔

ناٹئی کا سنتے آئزہ کا چہرہ گلاب کی طرح سرخ پڑا۔ عاصم
مدھم روشنی میں آئزہ کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ
کر اپنی ہنسی کو دبایا۔ نہیں بلکل نہیں۔۔ میں نہیں پہن
رہی۔

آئزہ گھورتے ہوئے بولی۔ اتنی چیپ ناٹئی میں نہیں پہن
رہی۔ ایسے ناٹئی لیتے ہوئے آر آپ کا شرم نہیں آئی۔
آئزہ گھورتے ہوئے بولی۔

شرم تمہارے شاہ میں ہے ہی کب۔۔ عاصم مسکراتے
ہوئے بے باکی سے بولا۔

عاصم فریش ہو کر باہر آیا۔ آئزہ مرر میں کھڑے اپنے
لمبے گھنے بالوں میں کنگا پھیر رہی تھی۔ عاصم آئزہ کے
پیچھے جا کر رہا ہوں۔ اور آئزہ کو غور سے دیکھنے لگا۔
جو مسکراتے ہوئے کسی سوچ میں ڈوبی اپنے بال سلجھا رہی
تھی۔ عاصم نے پیچھے سے ہی آئزہ کے پیٹ پر ہاتھ
باندھے۔

عاصم کے اس طرح چھونے پر آئزہ اپنے حواسوں میں
لوٹی۔ وہ صبح سے جو عاصم کی بے بکیاں، عاصم کی شدتیں
یاد کر کے مسکرا رہی تھی۔

ساری رات عاصم اپنی شدتیں نچھاور کر تارہا۔ اب مزید
سہنے کی ہمت نہیں تھی۔

آئہ نے اپنی دھڑکنوں کا قابو کرتے مرر میں سے عاصم
کو گھورا۔

عاصم اس کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکائے محبت پاش
نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔۔ آئہ
سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔

اپنی وائف کو دیکھ رہا ہوں۔ تمہیں کوئی مسئلہ ہے۔

عاصم آئزہ کا چہرہ اپنی طرف کرتے بولا۔۔۔ جی مجھے
مسئلہ ہے۔ ہٹے پیچھے۔۔۔ آئزہ عاصم کی گرفت سے نکلتے
ٹاپس پہننے لگی۔ عاصم نے پھر آئزہ کے پیٹ پر ہاتھ
جھامتے خود کے ساتھ لگایا۔ اف۔۔ شاہ کی جان چھوٹی
سی ناک پر غصہ اچھا نہیں لگتا۔

عاصم آئزہ کی ناک کو اپنی دو انگلیوں سے کھینچتے بولا۔
شاہ۔۔ پلیز مجھے جانے دیں۔

آئزہ عاصم کی طرف دیکھتے معصومیت سے بولی۔

ہم!! اگر نا جانے دوں تو۔۔ عاصم آئزہ کی گال پر اپنی
ایئر ڈرگڑتے بولا۔

شاہ پلینز۔۔ چلے نیچے چلتے ہیں۔ آئزہ عاصم کے بدلتے
ارادے دیکھ کر التجا بولی۔۔

ہم!! شرط یاد ہے۔ میرے بے بی کی ماما کو۔۔ عاصم آئزہ
کو شرط یاد کرواتے بولا۔

آئزہ کا چہرہ گلاب کی طرح سرخ پڑا شرط کر سن کر۔۔
عاصم آئزہ کا سرخ چہرہ دیکھتے گہرا مسکرایا۔

شاہ۔۔ میں نہیں پہنوں گی۔

آپ میرے لیے کوئی اور نائیٹ لیں آئے۔

وہ پہن لوں گی۔۔ آئرو سر جھکائے بولی۔ بلکل نہیں۔۔
بلکل نہیں شاہ کی جان۔۔ تمہیں میں اس نائیٹ میں ہی
دیکھنا چاہتا ہوں۔

بٹر فلائے شرط سے پیچھے نہیں ہٹنا۔ ورنہ تمہاری جان
مشکل میں تبھی پر سکتی ہے۔

عاصم نے بے باکی سے بولتے آئزہ کے ہونٹوں سے لیں
کردھڑکنوں تک لائن کھینچی۔۔ آئزہ نے زور سے اپنی
آنکھیں بند کی۔ آئزہ کے آنکھیں بند کرنے پر عاصم
آئزہ کو کمر سے پکڑ کر ڈریسنگ پر بیٹھایا۔۔ شاہ۔۔ پلیز
نہیں۔۔ میں اتنی مشکل سے ریڈی ہوئی ہوں۔ آئزہ
عاصم کے ارادے سمجھتے فوراً فوراً بولی۔ کوئی مسئلہ نہیں۔
دوبارہ سے میں ریڈی کر دوں گا۔ عاصم آئزہ کے دونوں
طرف ہاتھ جماتے بولا۔ ہم!! شرط سے پیچھے نہیں ہٹنا
مائے لیڈی۔۔

ورنہ میری شدتیں برداشت نہیں کر پاؤ گی۔ عاصم آثرہ
کی دھڑکنوں کو چھوتے بولا۔ آثرہ کی سانسیں تیز ہونے
لگی۔ پر عاصم مسکراتے آثرہ کی دھڑکنوں پر اور بے باکی
دکھاتے۔۔ آثرہ کی سسکیاں نکلو ا گیا۔

شاہ۔۔ پلینز نہیں۔۔ مجھے درد ہو رہا ہے۔

آثرہ آنکھوں میں آنسو لیتے بولی۔ ساری رات انہی
دھڑکنوں پر تو اپنی شدتیں لوٹائی تھی۔ میں پہنوں گی۔
پلینز ہاتھ پیچھے ہٹائے۔۔ ہم !! دیکھ لو۔۔ بعد میں پھر

ارادے ناچینج ہو جائے۔ ورنہ میں تمہیں خود ہی پہناؤں
گا۔ وہ بھی فل رومنٹک انداز میں۔۔

عاصم آئزہ کے آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بولا۔ اور جھک
کر اس کی دھڑکنوں پر لب رکھے۔

میں خود ہی پہن لوں گی۔ چلے نیچے چلتے ہیں۔ ادو کے۔۔
چلتے ہیں۔ بالاج کو ائیر پورٹ پر چھوڑنے جانا ہے۔ عاصم
پیچھے ہوتے اپنی برینڈڈ واچ اٹھائے ٹائم دیکھتے بولا۔

فلائٹ کا ٹائم چار بجے کا تھا۔ اسلام آباد جلدی پہنچنا تھا۔
اسامہ نے بتایا تھا۔ بہت امپورٹنٹ میٹینگ

تھی۔ اسامہ نے کال پر کہاں تھا۔ یہ میٹینگ آپ خود
اٹینڈ کریں۔ بالاج کو ایئر پورٹ پر چھوڑنے کے بعد اسے
آفس کے لیے نکلنا تھا۔ احمد بھی جاسکتا تھا۔ پر نور کی
طبیعت خراب رہنے لگی تھی۔ تو وہ اُسے ایک منٹ کے
لیے بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

آئزہ عاصم کے آگئے سے نکلتے فوراً باہر کی طرف بھاگی۔
عاصم جو بالوں میں برش کر رہا تھا۔ آئزہ کے یوں بھاگنے
پر برش چھوڑے فوراً اس کی طرف لپکا۔

شاہ کی جان۔۔ بھاگو مت۔۔ ورنہ گر جاؤ گی۔ عاصم سرد
لہجے میں بولا۔ عاصم کی بات سنتے آئزہ کے قدم فوراً
روکے اور اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھا۔ اللہ میاں۔۔ میں
بھول کیوں جاتی ہوں۔ اب میں بھاگ نہیں سکتی۔ آئزہ
اپنے سر پر چماٹ مارتے آہستہ سے بولی۔ سوری شاہ۔۔
میں بھول گئی تھی۔ آئیندہ خیال رکھوں گی۔ اس سے پہلے
عاصم آئزہ کی

طرف بڑھتا۔ آئزہ سوری کرتے باہر نکل گئی۔ عاصم بھی
سر جھٹکتے اس کے پیچھے بڑھا۔ اور ایم جی!! آئزہ سیڑھیوں
سے اترتے حوریہ کی طرف دیکھتے اونچی آواز سے بولی۔

آئزہ کے اس طرح بولنے پر سب کی مسکراہٹ گہری
ہوئی۔ اس وقت سب ہی لاؤنج میں

موجود تھے۔ سوائے عالیان خان کے اور ہاشم کے۔
عالیان جرگے کی وجہ سے صبح ہی ڈھیرے کے لیے نکل
پڑے تھے۔ ہاشم بھی دس پندرہ منٹ پہلے ہی ہو سپٹل
کے لیے نکلا تھا۔ آئزہ سب کو سلام کرتے حوریہ کے پاس
گئی۔ ماشا اللہ بہت ہی پیاری لگ رہی ہو۔ آئزہ حوریہ کے
چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کو پیچھے کرتے بہت ہی محبت
سے بولی۔

حور یہ نے ڈھیلی سی گرے شرٹ جس کے اوپر بلیک
چمک والی نیٹ لگی ہوئی تھی۔ اور۔ اور ایک سائیڈ پر
ہارٹ شیپ میں بی بہت ہی نفاست سے موتیوں سے لکھا
تھا۔ اور نیچے بلیک جینز اور سر پر سٹالر بہت ہی اچھے
طریقے سے لیا ہوا تھا۔ جو اسے بالاج نے لینے کے لیے
بولا تھا۔

بھی امریکہ جارہی ہے۔۔ پیاری لگے نا ایسا ہو ہی نہیں
سکتا۔ ویسے بھی بہت ہی پیاری ہے۔ اور بالاج بھائی کے
دل پر تو بجلیاں بھی گرانی تھی۔

عالینہ آثرہ کی بات سنتے حوریہ کو کندھا مارتے بولی۔ حوریہ
نے شرماتے ہوئے بالاج کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ
کر مسکرا رہا تھا۔

اور ہیلو!! مسکرا کر بعد میں ہمیں نکلنا ہے۔ ٹائم بھی بہت ہو
گیا ہے۔ میری میٹینگ بھی ہے۔ عاصم۔۔۔ بالاج کے
پاس آتے بولا۔۔۔ جو مسکرا رہا تھا۔

ہاں!! بھئی ہمارے مسکرا نے پر پابندی لگی ہے۔ ہم

اپنی زوجہ کو دیکھ کر مسکرا بھی نہیں سکتے۔ بالاج زوجہ پر
زور دیتے بولا۔

جہاں حوریہ نے بالاج کو گھور کر دیکھا تھا۔

وہی عاصم بالاج کو گھور رہا تھا۔۔

میں نے تیرے پر پابندیاں لگانا ہی چھوڑ دی۔

اپن ہی کرتا ہے کبھی میری بات مانی

ہے۔ افسر بالاج۔۔۔۔۔

سنیر کو تم نے جو نئیر بنا کر رکھا ہے۔

عاصم بھی بھونے ہوئے دل کے ساتھ بولا۔۔
یار۔۔ تم دونوں بس کرو جھگڑنے مت لگ جانا

احمد فوراً پاس آئے بولا۔۔۔

اور توں کمینے عزت سے بولا کر۔۔ سنیر ہے۔

40 اور جان سے پیارا یا رر بھی۔۔

احمد دونوں کے کندھوں پر بازو رکھتے بولا۔۔۔ جان بستی
ہے۔ اس کمینے دوست میں بھی۔۔ بالاج دونوں کو سینے
سے لگاتے بولا تینوں نے زور سے جھپی ڈالی۔۔ اور قہقہہ
لگا کر ہیں۔ تم۔ دونوں میرے بازو ہو۔۔ اور میری بیوی
میرا دل۔۔ اور تم سب سے بڑھ کر میرے مورے
بابا۔۔ عاصم قہقہہ لگاتے بولا۔ سب نے مسکراتے ہوئے
ان تینوں کا دیکھا۔۔ بالاج ان دونوں سے الگ ہوتے
مہک بیگم، سعدیہ القویۃ اور مسکان بیگم سے ملا۔ اور
حوریہ کو بھی ملنے کا اشارہ کیا۔ حوریہ بالاج کا اشارہ سمجھتے

مہک بیگم کی طرف بڑھی۔ حوریہ نے ابھی اپنا سر
جھکاتی۔ مہک بیگم نے فوراً آگے ہوتے حوریہ کو سینے سے
لگایا۔

اور پیار سے اس کا ماتھا چوما۔

مہک بیگم کے سینے سے لگتے حوریہ کو وہ سکون محسوس
ہوا۔ جو کبھی اپنے لالا کے سینے سے لگتے محسوس ہوا۔
جب سے ہوش سنبھالا تھا۔ اسے اس کے لالا کا ہی سینہ
میسر ہوا تھا۔ ماں باپ کا پیار تو دیکھا ہی نہیں۔۔ اس کے
لیے اس کا لالا ہی ماں اور باپ تھا۔ حوریہ اپنے لالا کو یاد

کرتے رونے لگی۔ اوپر سے مہک بیگم کے سینے سے لگتے
الگ ہی سکون ملا تھا۔ حوریہ میری بچی تم رو رہی ہو۔۔
مہک بیگم اس کے رونے کی آواز سنتے محبت سے بولی۔
حوریہ نے معصومیت سے سر نفی میں ہلایا۔ میں رو نہیں
رہی۔ آنسو خود ہی نکل رہے ہیں۔

لالا کی بھی یاد آرہی ہے۔ حوریہ روتے ہوئے بولی۔
بالاج اپنی بیوی کی معصومیت بڑی آواز سنتے مسکرا دیا۔

ہم!! میری بچی۔۔ ایسے روتے نہیں۔۔ ورنہ تمہارا لالا
ناراض ہو جائے گا۔ مہک بیگم کسی بچے کی طرح سمجھاتے

بولی۔ حوریہ نے فوراً آنسو صاف کیے۔ اور تم کون سا
ہمیشہ کے لیے جارہی ہو۔ جب یاد آئے گی۔ بالاج کو بتانا
وہ لیں آئے گا۔ اگر نالایا تو مجھے ایک کال کرنا اس کے
کان میں کھینچو گی۔
مہک بیگم مسکراتے ہوئے بولی۔

حوریہ نے ڈبڈبی آنکھوں سے بالاج کی طرف دیکھا۔

جو عاصم کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔

آئی مجھے معاف کر دیں۔ میں نے بہت غلط کیا ہے۔
حوریہ نظریں جھکائے بولی۔

کوئی معافی مجھے تو کچھ یاد نہیں۔۔ مہک بیگم حوریہ
جھکاسراٹھاتے بولی۔ تم بھی بھول جاؤ میری بچی۔ وہ سب
تم نے نادانی میں کیا تھا۔

اب تمہارا شوہر ہے۔ اس کا خیال رکھا کرو بہت خوش
رکھے گا تمہیں۔۔ میں نے اس کی آنکھوں میں تمہارے
لیے بہت گہری محبت دیکھی ہے۔۔ اب تمہیں بھی سب
کچھ

بھلا کر بالاج کی طرف قدم بڑھانے چاہیے۔ مہک بیگم !!
اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔ حوریہ بالاج کی رات والی شد
تیں یاد کرتے کان کی لوتک سرخ پڑی۔

مہک بیگم !! اس کے چہرے پر چھائی لالی کی گہری رمک
دیکھ کر سب سمجھ گئی تھی۔

اللہ تم دونوں کو خوش رکھے۔ مہک بیگم اس کے سر پر
ہاتھ رکھے دعا دینے لگی۔

مسکان بیگم نے اور سعدیہ بیگم نے بھی پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور دعا دی۔

حوریہ علینہ، نور اور آثرہ سے مل کر بالاج کے ساتھ باہر نکل گئی۔ اور گاڑی میں پیچھے بیٹھی۔ عاصم نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور بالاج کے ساتھ آگئے بیٹھا۔

عاصم نے گاڑی سٹارٹ کی اور حویلی سے نکل گیا۔۔۔۔۔

سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔ نور جو ہلکین کی طرف بڑھنے لگی تھی۔ کہاں میری نورے۔۔

احمد نے پیچھے سے آواز لگائی۔

آپ کے لیے ناشتہ لینے۔۔ نور پلٹتے ہوئے بولی میں ناشتہ
کر چکا ہوں۔

احمد نور کو اپنی باہوں میں اٹھاتے بولا۔

احمد۔۔ کیا کر رہے ہے۔ کوئی آجائے گا۔ نہیں کوئی آتا
میری نورے۔ احمد نور کے

گلابی گال چومتے بولا۔

چلے پھر روم میں۔۔ احمد آنکھ و نک کرتے بولا۔

جی چلے۔۔ نور مسکراتے ہوئے بولی۔۔

احمد نور کو اٹھائے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ پاؤں
سے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ میں موٹی ہو گئی ہوں
نا۔ نور احمد کی طرف دیکھتے بولی۔

کوئی شک نہیں۔۔ احمد مسکراتے ہوئے شرارتی انداز
سے بولا۔ نور نے گھور کر دیکھا۔ قسم سے بہت پیاری لگتی
ہوں۔ اس بھرے بھرے وجود کے ساتھ۔ احمد نور کا
سر اُپا دیکھتے بولا۔ ایک دفعہ بے بی ہو جائے پہلے کی
طر چہرے میں نے ڈائینگ کرنی ہے۔

نور معصومانہ انداز سے بولی۔

ہم!! بعد کی بعد میں دیکھے گئے نورے۔۔ تم جیسی بھی
مجھے بہت ہی اچھی لگتی ہوں۔

جان بستی ہے۔ تم میں۔۔ احمد نور کی گود میں سر رکھتے
بولا۔ نور مسکراتے ہوئی۔ اپنی

سفید لمبی انگلیاں احمد کے بالوں میں نرمی سے
چلانے لگی۔

احمد ہمارا بے بی ہو جائے گا۔ تو ہم واپس اسلام آباد
چلے جائے گئے۔ نور۔۔ احمد کی طرف دیکھتے بولی۔ ہم!!
نورے جان ہم اسلام آباد واپس چلے جائے گئے۔

احمد نور کا ہاتھ لبوں سے لگاتے بولا۔ اور نور نے بھی خوشی
سے احمد کے لبوں پر اپنے لب رکھ دیے۔
احمد نے آنکھیں پھیلائے نور کو دیکھا۔ اور پھر مسکرا دیا۔
اس کی نورے ایسے ہی خوشی میں اس کے لبوں کو ہی
چومتی تھی۔

نورے جان!! اچھے سے نہیں کی دوبارہ کرو یا۔۔۔ تھوڑی
فلنگ تو آئے۔۔۔ احمد سیدھے ہوتے مسکراتے ہوئے
بولا۔

اب زیادہ شوخ مت ہو۔۔۔ بہت اچھے سے میں نے کس
کی ہے۔ نور گھورتے ہوئے بولی۔ ہا ہا ہا۔۔۔ جانتا ہوں۔

چونا لگایا ہے تم نے۔ چلو اب شرافت سے کس کرو وہ بھی
فل رومنٹک ورنہ میں کروں گا۔ تم۔ برداشت نہیں کر پاؤ
گی۔ احمد بے باکی سے بولتے نور کو خود کے ساتھ لگاتے
بولا۔۔۔

اف آر آپ بھی نا۔ نور احمد کو گھورتے بولی۔

اور میں نے آپ کو چونا بلکل نہیں لگایا۔ سب سمجھ رہی
ہوں آپ کے ارادے مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے۔

نور احمد کی آنکھوں میں دیکھتے شرارتی انداز سے بولی۔
اگر جانتی ہو تو کیوں تڑپا رہی ہو۔

چلو شاباش میرا بچہ!! کس کرو۔۔ احمد اپنے لب نور کے
لبوں کے پاس لاتے بولا۔ نور نے نفی میں سر ہلایا۔۔ میں
بلکل نہیں کروں گی۔ نور منہ بسورتے بولی۔
تمہاری نہیں کی ایسی کی ٹیسی۔۔ احمد نور کی گردن پر پیچھے
ہاتھ رکھتے بولا۔

احمد نور کو بولنے کا موقع دیے بغیر اس کے لبوں کو اپنے
لبوں میں قید کر لیا۔

نور کی دھڑکنیں زور و شور سے بجنے لگی۔ احمد نور کا سر
رکیے پر رکھتے اس پر جھکتا گیا۔ پر اس کے لبوں کو اپنی
گرفت سے آزاد نہیں کیا۔

نور کی تیز چلتی دھڑکنیں اوپر نیچے ہوتے مس ہونے لگی۔
احمد کے سینے سے

احمد نے ذرا بھی اپنا وزن نور کے اوپر نہیں ڈالا تھا۔ احمد
نور کے لبوں کو سک کرتا ایک ہاتھ اس کی دھڑکنوں سے

لیٹے بے باکی دکھانے لگا۔ احمد اس کے نچلے لب کو دانتوں
سے کھینچتے نور کی چیخ نکلوائی اور پیچھے

ہوتے نور کو دیکھنے لگا۔ نور نے غصے سے احمد کو دیکھا۔ احمد
کو کالر سے پکڑتے اپنی طرف کھینچا اور اس کے لبوں پر
غصے سے دانت گھاڑے۔ اتنی شدت احمد نے بھی نہیں
دکھائی تھی۔ جتنی اس کی نور نے دکھا رہی تھی۔ احمد نور
کی حرکت پر دانت پیستے رہ گیا۔ نور نے تھوڑا سا پیچھے ہو
کر مسکرا کر دیکھا۔ جب نگاہ احمد کے نچلے لب پر پری۔
جہاں سے خون نکل رہا تھا۔ نور نے شرمندگی سے سر جھکا

لیا۔ ایم سوری احمد جان۔۔۔ پہلے آپ نے یہاں زور سے
کاٹا تھا۔ نور معصومیت سے آنکھوں میں آنسو لیتے بولی۔

احمد کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ اچھا!! تو روکیوں رہی
ہو۔ احمد نور کے آنسو اپنی انگلی کے پوروں سے چنتے بولا۔
وہ آپ کا خون نکل رہا وہ رہا ہے۔ میں نے زور سے کاٹی
کی ہے۔ نور سو سوں کرتے بولی۔ میری پاگل نورے۔
اسے کاٹی نہیں پیار کہتے ہے۔

جو تم نے میرے لبوں پر اپنا پیار نہچھا اور کیا 20 ہے۔ اب
رونے کا کیا فائدہ۔۔ میرے لبوں پر خون نہیں تمہارے
پیار کی نشانی ہے۔

جو تم نے محبت سے دی ہے۔ اب میری باری میں نشان
دوں گا۔ وہ میرے عشق کی موہر ہوگی۔ احمد نور کے
لبوں کو چوم کر بولا۔

نور کا چہرہ پل میں لال ٹماٹر کی طرح سرخ پڑا ااف۔۔
میری جان۔۔ میرے ذرا سے ہی چھونے پر سرخ ہو
جاتی ہوں۔

صرف کچھ دن میری جان۔۔ پھر تمہاری جان میری
جان ہوگی۔ احمد نور کے سرخ چہرے کو دیکھتے مسکراتے
ہوئے بولا۔

نور نے فوراً اپنی باہیں احمد کے گلے میں ڈالی۔

احمد ہکا بکا دیکھنے لگا۔ اف میری جان۔۔۔ مت بہکاؤ
مجھے۔ برداشت نہیں کر پاؤ گی۔

تو ابھی کریں نا جو کرنا ہے۔ نور مسکراتے ہوئے بولی۔
اُسے یقین تھا۔ احمد ایسا کچھ نہیں کریں گا۔

وہ بھی اس حالت میں۔۔۔ نور نے بے ساختہ سوچا۔ اور
اپنی ہی سوچ پر مسکرا دی۔ احمد جو غور سے اس کا چہرہ پڑھ
رہا تھا۔ نور کے مسکرا نے پر سب سمجھ گیا۔

ہم!! دیکھ لو میری جان۔۔۔ پھر بعد میں رونا مت۔۔۔ احمد
بے باکی سے نور کو خود کے ساتھ لیٹائے اس کی شرٹ
کے اندر ہاتھ ڈالتے بے باکی دکھانے لگا۔ نور کی سوچ پر
راستہ پھیلا۔

ہاں۔۔۔ خان ہے۔ بے شرمی تو خانوں کو وراثت میں ملی
ہے۔ یہ بھی نہیں دیکھتے بیوی کس حال میں ہے۔ ٹوٹ

پڑتے ہے۔ رومانس کے کیڑے تو خانوں میں بھرے
بھرے پڑے ہیں۔

مزید دانت پیستے غصے میں بولی۔

احمد کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔

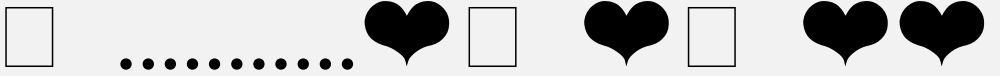
کوئی شک نہیں۔ خان ہو۔ اور رومنٹک ناہو ایسا ہو ہی
نہیں سکتا۔ احمد بھی جو ابا گھورتے ہوئے بولا۔ ہا ہا ہا۔۔۔
ویری فینی چھوڑے مجھے میرا بلکل دل نہیں ہے رومانس

کرنے میں۔ پلیز اپنی نورے پر رحم کھائے نورے ہاتھ
جوڑتے رحم طلب نگاہوں سے بولی۔

احمد نے گھور کر دیکھا۔۔ اور پھر بولا نورے تم ایسے ہاتھ
جوڑ رہی ہو۔ جیسے میں تم پر ظلم کرتا ہوں۔ احمد نور کی
شرٹ کے اندر دھڑکنوں پر بے باکیاں دکھانے لگا۔

اففف!! میری جان اپنے بے شرم خان کے کیڑے کو
دور بھگاؤ۔ جو تم نے بے شرم رومانس کے کیڑے کا
خطاب دیا ہے۔

اب مجھ سے نرمی کی امید مت رکھنا ڈار لنگ
احمد نور کو بے باکی سے بولتے اس کے لبوں کو رومنٹک
انداز میں چومنے لگا۔
پر لمس شدت اختیار کر گیا۔



نور کی سانس پھولنے لگی۔ احمد کی بڑھتی بے باکیوں کو
دیکھتے نور احمد کے سینے پر مکے برسائے لگی۔
احمد نور کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے اور شدت سے چومنے
لگا۔ نور کی توجان پر بن آئی تھی۔

نور احمد کو دور کرنا چاہا۔ احمد اور شدت سے لبوں کو جھلسا
رہا تھا۔

نور کی بس ہونے لگی۔ آنکھوں سے متواتر آنسو بہنے
لگے۔ اور آہستہ آہستہ آنکھیں بھی بند ہونے لگی۔ جب
نور کے آنسو احمد کو اپنے لبوں پر لگتے محسوس ہوئے۔ تو
احمد فوراً نور کے لبوں کو آزاد کرتے فوراً پیچھے ہوا۔

احمد کے پیچھے ہٹتے نور گہرے گہرے سانس بڑھنے احمد
کے کمرے سانس لگی۔ آنکھیں بند ہو رہی تھی۔

اَوَمائے گوڈ۔۔ میں کیسے کر سکتا ہوں۔ احمد نور کی حالت
دیکھ کر فوراً اٹھا۔۔

ایم سوری میرا بچہ۔۔ میں کیسے بہک گیا۔ مجھے خیال کرنا
چاہیے تھا۔ ایم سو سوری۔۔ میری جان۔۔

احمد نور کی پیٹھ سہلاتے بولا۔

نور میری جان۔۔ یہاں دیکھو میری طرف احمد نے نور
کا چہرہ پکڑنا چاہا۔ نور احمد کے ہاتھ جھٹکتے تکیے پر گرتی گئی۔

نور۔۔ احمد شدت گریہ سے چیخا۔ نور اوپن یور آئزمیرا
بچہ۔۔

احمد کو خود پر شدید غصہ آنے لگا۔ مجھے نور کی طبیعت کا
خیال رکھنا چاہیے تھا۔ احمد نے تڑپتے ہوئے نور کو سینے
سے لگایا۔۔۔۔

نورے میری جان۔۔ آنکھیں کھولو ایم سوری میرا
بچہ۔۔ نور جو ہو شو و حواس سے بیگانہ پڑی تھی۔ احمد کا دل

بیٹھا جا رہا تھا۔ احمد نے سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس
پکڑا۔

اور نور کے چہرے پر چھینٹے مارنے لگا۔ نور ہلکا سا کسمائی
احمد نور کو سینے سے لگائے اس کے گال تھپتھپانے لگا۔ نور
نے ہلکی سی آنکھیں کھولی۔

اور اپنے اوپر جھکے احمد کو دیکھا۔

نور میری جان۔۔ ایم سوری یار۔۔ مجھے تمہاری طبیعت
کا بھی خیال کرنا چاہیے تھا۔ احمد نور کا چہرہ ہاتھوں کے
پیالوں میں لیتے بولا۔ نور نے غصے سے ہاتھ جھٹک دیے۔

آپ اچھے شوہر نہیں ہے۔ آپ سے مجھے بات ہی نہیں
کرنی۔ نور روتے ہوئے سر دلچے میں بولی۔ احمد نے
مسکراتے ہوئے اپنا نچلا لب دانتوں میں دبایا۔
نورے ایم سوری!! یار مجھے پتا ہوتا میری بیوی پھولوں کی
طرح نازک ہے۔ تو میں ہر گز ایسے پیار بھرے لمس سے
تمہیں نوازتا احمد نور کے آنسو صاف کرتے بولا۔

اب تو نواز دینا۔۔ تو اب صفائی دینے کی ضرورت نہیں۔
ایک دن ایسے ہی نورے مر جائے گی۔

پھر آپ کو احساس ہو گا۔ نور منہ بناتے ہوئے بولی۔ نور
کی بات سنتے احمد کے دل میں درد بھری ٹیس اٹھی۔ احمد

نے زور سے نور کو اپنے سینے میں بونچا۔ آئیندہ مرنے کی
بات کی۔ تو اچھا نہیں ہو گا۔ احمد اسے سینے سے لگائے
بولا۔ کہاں وہ اس لڑکی کے بنارہ سکتا تھا۔ سب کچھ تو اس
کا یہی تھی۔ نور آئیندہ ایسے مت بولنا ورنہ تمہارے
مرنے سے پہلے تمہارا عاصم اپنی سانسیں کھودے گا۔

احمد نور کے بالوں پر لب رکھ کر بولا۔ لہجے میں صاف نمی
جھلک رہی تھی۔

ایم سوری احمد جان۔۔ میں نے آپ کو ہرٹ کیا۔ نور
پیچھے ہوتے احمد کے گال پر لب رکھتے بولی احمد نے بھی

مسکراتے ہوئے پیشانی پر لب رکھے۔ چلو آؤ احمد کا
بچہ۔۔ تھوڑا سا آرام کر لو پھر چیک اپ کے لیے ہو
سپتال چلے گئے۔ احمد نور کو اپنے بازوؤں کے حصار میں
لیے تکیے پر لٹایا اور خود بھی اسی کے ساتھ لیٹ گیا۔ نور
کا سر تکیے سے اٹھا کر اپنے بازو پر رکھا۔ اور آہستہ آہستہ
اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ نور بھی مسکراتے
ہوئے آنکھیں موند گئی۔ اور کچھ ہی دیر میں نور نیند کی
گہری وادیوں میں اتر گئی۔ احمد اس کی بھاری سانسیں
محسوس کر کے تھوڑا سا سر اٹھائے دیکھا۔ نور گہری نیند
میں اتر گئی تھی۔ نورے تم میرا کل جہاں ہو۔ تمہارے بنا
احمد نامکمل ہے۔

احمد اس کے گلابی لبوں پر اپنے لب رکھتے بولا اور نور کا سر
تکیے پر رکھتے خود سل پر پہنے باہر نکل گیا۔

اور بابا کی جان۔۔ آج اتنے پیارے لگ رہے ہو۔ لگتا ہے
ماما نے میرا ل پر بہت محنت کی ہے۔ اسی لیے میرا بچہ پیارا
لگ رہا ہے۔ بہرام میرا ل کو گود میں اٹھائے پیار سے
بولا۔ ہیزل میرا ل کو تیار کرنے کے بعد خود ریڈی ہونے
چلی گئی تھی۔

اب باپ اور بیٹی باتیں کرنے میں مصروف تھے۔

بہرام اپنی گڑیا کے ساتھ باتیں کرتا۔ میرال اپنے بابا
کے لب ہلتے دیکھ کر ہاتھ پاؤں چلاتے

ہنس رہی تھی۔

بُری بات گڑیا۔۔ منہ میں ہاتھ نہیں ڈالتے میرال جو منہ
میں ہاتھ ڈال رہی تھی۔ بہرام کے گھور کر بولنے پر
میرال نے ہونٹ نکالیں۔

بہرام نے مسکراتے ہوئے اپنی چھوٹی سی گڑیا کو دیکھا جو
رونے کی تیاری پکڑ رہی تھی۔ میرال بچے رونا نہیں۔۔ بابا

سوری کرتے ہیں۔ اگر میری بیٹی کو بابا کا منع کرنا بُرا لگا
ہے۔ بہرام مسکراتے ہوئے میرال کی چھوٹی سی تیکھی
ناک پر لب رکھے بولا۔ میرال کھکھلا کر ہنسی۔

ماشاء اللہ۔۔ میری چھوٹی سی جان۔۔ آپ کی ہنسی بالکل
آپ کی ماما کی طرح ہے۔ بہرام مسکراتے ہوئے بولا۔
ہیزل فریش ہو کر باہر آئی سب سے پہلے نظر باپ بیٹی پر
پڑی جو مسکرا رہے تھے۔

ہیزل مسکراتے ہوئے مرر کے سامنے کھڑی ہوئی اپنے
بالوں سے ٹاول نکالتے ڈرائیو اٹھا کر بال سکھانے لگی۔
بہرام کی نظر بے ساختہ سامنے مرد کے پاس کھڑی
ہیزل پر گئی۔ اور وہی نظر ٹک گئی۔ ہیزل بلیک کلر کی
شیفون کی فراک پہنے بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی۔
دودھیابازو صاف چمک رہے تھے۔ ہیزل کی نظر مرد
کے اندر نظر آنے والے بہرام کے عکس پر گئی۔ اور بے
ساختہ مسکرا دی۔ ایک مہینہ ہو گیا تھا۔ میرال کی وجہ
سے بہرام کو ٹائم ہی نہیں دے پاتی تھی۔ سارا دن
میرال کے وان میرال کے ساتھ ہی گزر جاتی تھی۔ اکثر

بہرام رات کو لیٹ آتا تھا۔ تو ہیزل سوتے ہوئے ملتی تھی۔

میرال بیٹی۔۔۔ آپ کی ماما آپ کے بابا کو بالکل ٹائم نہیں دیتی۔ بہرام میرال کے چھوٹے سے ہاتھ پر لب رکھے بولا۔

اور آنکھوں سے غصے سے گھورتے ہیزل کو دیکھا جو لبوں پر پنک لب گلو زلگار ہی تھی۔ ہم!! آپ کی بیٹی کچھ کرنے دیں تو آپ کو ٹائم دوں۔ بہرام کی بات سنتے ہیزل غصے سے بولی۔ آپ تو باہر نکل جاتے ہیں۔ سارا کام مجھے دیکھنا پڑتا ہے۔ ہیزل بہرام کی طرف آتے ہوئے بولی۔ ہم!!

آپ شکایتیں لگا رہی ہو میری بیٹی کی۔ بہرام ہیزل کے
قریب ہونے پر بولا۔ نہیں بتا رہی ہوں۔ آپ کی بیٹی
بہت تنگ کرتی ہے۔ ہیزل بہرام کی طرف جھکتے بولی۔
تڑپا رہی ہو اپنے شوہر کو ایسی ادائیں۔ دکھا کر بہرام ہیزل
کے جھکنے پر بولا۔ ہم!! میں نے کونسی ایسی ادائیں دکھادی
آپ کو خان۔۔ ہیزل چھوٹی آنکھیں کر کے بولی۔

بابا کی جان۔۔ آپ کی ماما کی بہت زبان چلنے لگ گئی ہے۔
اب آپ مجھے بتاؤ ماما کو کیا سزا دیں۔

بہرام میرال کی چمکتی ہیزل گرے آنکھوں میں دیکھ کر
بولا۔۔ میرال اپنے بابا کے اس طرح دیکھنے پر مسکرا نے
لگی۔

ہیزل باپ بیٹی کو اگنور کرتے دروازے کی طرف بڑھ
گئی۔ بہرام اسے باہر کی طرف بڑھتے دیکھ کر فوراً بولا۔
کہاں جا رہی ہو جان بہرام۔۔۔ جب کوئی دروازے سے
نکلتا ہے۔ وہ کہاں جاتا ہے۔ ہیزل پلٹتے ہوئے بولی۔ باہر
جاتا ہے۔ بہرام کے منہ سے فوراً نکلا۔ تو میں بھی باہر ہی
جا رہی ہو۔ تھوڑی دیر آپ سنبھالیں اپنی لاڈلی بیٹی کو
ہیزل بہرام کی طرف دیکھتے بولی۔ جیسے ہو رہی ہو

میری بیٹی سے۔۔ بہرام مسکراتے ہوئے بولا۔ جیلس وہ
بھی میں۔۔ ہیزل بہرام خان کسی سے جیلس نہیں
ہوتی۔ ہیزل اپنے بال پیچھے کی طرف اڑاتے بولی۔ بہرام
اس کی یہ ادا پر مسکرا دیا۔ یہاں آؤ میرال کو بھوک لگی
ہے۔ فیڈ کرواؤ آکر پھر چلی جانا باہر۔ میرال کو نہیں
میرال کے بابا کو بھوک لگی ہے۔

سب ارادے سمجھ رہی ہوں میں۔ ہیزل شرافت سے
یہاں آؤ۔ ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔ بہرام غصے سے بولا۔ یہ
دیکھو میرال کو بھوک ہرام لگی ہے۔ ہاتھ منہ میں کیسے
ڈال رہی ہے۔ بہرام ہیزل کی طرف کرتے بولا۔

خان۔۔ ابھی توفیڈ کروایا ہے۔ ہیزل آہستہ سے مدھم
آواز میں بولی۔ وہ بہرام کے سامنے فیڈ نہیں کروا سکتی
تھی۔ بہرام جیسے اسے بے باک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
ہیزل کی پسینے سے ہتھلیاں بھیگ رہی تھی۔

گھنٹہ گزر گیا ہے۔ پھر کروادو۔۔ بہرام ہیزل کی اڑتی
رنگت دیکھ کر بولا۔

ہیزل نے آہستہ آہستہ قدم بیڈ کی طرف بڑھنے لگی۔ اور
بہرام کے پاس جا کر کھڑی ہوئی۔ لائے میرال کو مجھے
دیں۔

ہم!! بیٹھو یہاں بہرام اسے ایسے کھڑے دیکھ کر بولا۔
ہیزل نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ آپ مجھے میرال کو دے
دیں۔ نہیں یہاں میرے سامنے بیٹھ کر فیڈ کرواؤ۔
بہرام بے باکی سے بولتے ہیزل کا ہاتھ پکڑ کر خود کے
بہت قریب بیٹھایا۔ میرال کو ہیزل کی گود میں دیا۔ چلو
کراؤ میری بیٹی کو فیڈ۔۔ بہرام ہیزل کی سرخ رنگت
دیکھتے بے باکی سے بولا۔ آپ جائے پہلے یہاں سے۔۔

ہیزل سر جھکائے بولی۔ چپ کر کے فیڈ کرواؤ۔ جسے تم
چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔ سب دیکھا ہوا ہے میں
نے۔

انہی دھڑکنوں کے ساتھ لیٹ کر رات کو سوتا ہوں۔

چلو شاباش فیڈ کرواؤ۔ ورنہ میں خود بھی کروا سکتا ہوں۔
بہرام بے باکی سے بولتے ہیزل کی دھڑکنوں کو چھوا۔
خان۔ میں کروا رہی ہوں۔ اس سے پہلے بہرام کوئی اور
بے باکی دکھاتا ہیزل فوراً بولی۔ اور اپنی فراک اٹھائے
میرال کو فیڈ کروانے لگی۔ بہرام مسکراتے ہوئے ہیزل

کو ایک نظر دیکھتے بیڈ کر اوُن سے ٹیک لگائی۔ ہیزل لب
کاٹتے میرال کو فیڈ کروانے لگی۔ تھوڑی دیر میں میرال
سو گئی۔ بہرام میرال کو لیتے بے بی کاٹ میں لٹایا۔ اور
اس کا ننھا ساما تھا چوما۔ اور واپس ہیزل کے پاس آیا۔ ایک
ہی جھٹکے میں ہیزل کو اپنی گود میں بیٹھایا۔ ہیزل نے گھور
کر دیکھا۔ بہت ہی سمارٹ ہے آپ۔۔ اس لیے میرال
کو سونے دیا۔ آپ یہ سب کر سکے۔ ہیزل منہ بناتے
بولی۔ بلکل۔۔ ہیزل کی بات پر بہرام نے کندھے
اچکائے۔ ایسا ہی ہے اپنی وائف کے ساتھ بھی تو ٹائم

سپینڈ کرنا تھا۔ بہرام ہیزل کی گردن میں چھپائے بولا۔
ہیزل کے ماتھے پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمکنے لگے۔
بہرام نے ہیزل کی گردن پر اپنی بیڑ ڈر گڑی ہیزل کی سی
کی آواز نکلی۔ خان۔۔ مجھے بھی پیار کرنا ہے آپ سے۔۔
ہیزل کسی معصوم بچے کی طرح بیٹھی۔
اب وہ اور اپنے خان کو نہیں تڑپا سکتی تھی۔ سو بسم اللہ۔۔
تمہارا خان تمہارے پاس ہی ہے۔

انتظار کس چیز کا کرونا پیار۔ میں بھی محسوس کرنا چاہتا
ہوں۔ بہرام ہیزل کی بات پر مسکراتے ہوئے بولا۔ اور

شدت سے اپنے سینے سے لگایا۔ ادو کے۔۔ ایک منٹ
پیچھے ہو آپ ہیزل بہرام کو خود سے دور کرتے بولی۔

اور آنکھیں بند کرے۔ ہیزل نے فوراً بہرام کی +50
آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ پر

اور بہرام کی گود سے اٹھتے سلیپر پہنتے باہر کی طرف
بڑھنے لگی۔ بہرام آنکھیں موندے ہیزل کی ایک ایک
حرکت نوٹ کر رہا تھا۔ جان بہرام کہاں جا رہی ہو۔
ہیزل ابھی آگئے بڑھتی بہرام کی آواز پر اس کے قدم
روکے۔ اور اپنی زبان دانتوں کے نیچے دبائی۔ خان پلیز

نہیں۔۔۔ آپ کی بیٹی کم تنگ کرتی ہے۔ جو آپ بھی
شروع ہو گئے۔ ہیزل غصے سے بولی۔ مجھے کپڑے بدلنے
ہے۔ سارے گندے ہو گئے ہے۔ ہیزل نے اپنے کی
طرف اشارہ کرتے کہاں۔ اب مجھے دوبارہ سے چینیج
کرنے ہو گئے۔

جان بھرام یہاں آؤ میرے پاس۔۔ نہیں مجھے چینیج کرنا
ہے۔ میری جان میں خود چینیج کر دوں گا۔ نہیں میں کر
لوں گی۔

نہیں میری جان یہ حق صرف میرا ہے۔ بہرام اس کی
طرف بڑھتے بولا۔

اور نرمی سے اس کے ملائم گال پر انگلی ٹریس کی۔

بہرام کے اتنا قریب آنے پر ہیزل کے گال سرخ
پڑے۔

بہرام نے ہیزل کے لب اپنے لبوں میں لیتے شدت سے
چومنے لگا۔ آہستہ آہستہ نرمی شدت اختیار کرنے لگی۔
ہیزل نے مچلتے ہوئے بہرام کو خود سے دور کرنے لگی۔

وہ اب اس کے لبوں کو نرمی سے چوم رہا تھا۔

ہیزل آنکھیں بند کرتے بہرام کا لمس محسوس کرنے لگی۔

اس کا رخ بدلتے دیوار کے ساتھ لگایا۔ نیلی گہری آنکھوں میں خمار کی سرخی بڑھنے لگی۔

خان میرال اٹھ جائے گی۔ ہیزل بہرام کی بڑھتی

بے باکیوں کو دیکھتے بولی۔

جان بھرام میری بیٹی بہت سمجھدار ہے۔

نہیں اٹھے گی۔

تم صرف مجھے محسوس کرو۔ اپنے خان کے لمس کو محسوس
کرو۔ وہ بے چین ہوتی دیوار پر دنوں ہاتھ رکھ گئی۔ اس
نے فراک کو کندھے سے نیچے سرکائی ہیزل کی پینے سے
ہتھلیاں بھگنے لگی۔ پینے سے وہ اس کے ہاتھوں پر ہاتھ
رکتے ہیزل کو مچلنے پر مجبور کر دیا۔

خان درد ہو رہا ہے۔ پلیز چھوڑ دیں۔ کہاں درد ہو رہا ہے۔
جان بہرام۔۔ یہاں ہو رہا ہے۔ ہیزل اپنی کلائیاں آگے
کرتے بولی۔ جولال ہو رہی تھی۔ بہرام نے ہیزل کے
دونوں ہاتھوں کو پکڑتے لبوں سے لگایا۔

ہیزل بہرام کی حرکت پر مسکرا تھی۔ بہرام ہیزل کو
اٹھاتے اس کی ٹانگیں اپنی کمر کے گرد باندھے دیوار کے
ساتھ لگایا۔ ہیزل کا دل سو کی سپیڈ میں دھڑکا۔

بہرام مسکراتے ہوئے ہیزل کی فراک جو کندھے سے
بازو پر آئے تھی۔ بہرام نے ایک جھٹکے سے اتارتے بیڈ

پر چھینکی ہیزل بہرام کی اتنی بے باکی پر ساکت سی
آنکھیں پھیلائے دیکھنے

لگی۔ خان کی جان۔۔ پیار تم نے کرنا تھا۔ جو میں کر رہا
ہوں۔ بہرام ہیزل کی ساکت آنکھوں میں دیکھتے
مسکرایا۔ اور شدت سے ہیزل کی دھڑکنوں پر دانت
گھاڑے۔ آہ۔۔ پلینز نہیں۔۔ ہیزل کی چیخ کمرے میں
گو نجی۔ بہرام نے فوراً ہیز کے منہ پر ہاتھ رکھتے گھوری
سے نوازہ چیخ کیوں رہی ہو۔ بیٹی کو اٹھانے کا ارادہ ہے۔
بہرام ہیزل کے سرخ چہرے کو دیکھتے سر دلچے میں
بولا۔

اتنی زور سے کون بائٹ کرتا ہے۔ ہیزل آنکھوں میں
آنسو لیتے بولی۔ دیکھاؤ میرا بچہ۔۔ بہرام ہیزل کا ہاتھ
دھڑکنوں پر سے ہٹاتے بولا۔

جہاں ریڈ نشان دانتوں کی صورت میں بنا ہوا تھا۔ بہرام
نے مسکراتے ہوئے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ اور
جھک کر اسی جگہ پر اپنے لب رکھے اور ملکی سے زبان
پھیری۔ ہیزل بے چین ہوتی مچلا اٹھی۔ بہرام نے
مسکراتے ہوئے ہیزل کو دیکھا۔ اور بیڈ کی طرف لیں کر
بڑھا۔ ہیزل کو بیڈ پر لٹاتے اوپر جھکتا چلا گیا۔ ہم!! جان
بہرام۔۔ رونا نہیں۔۔

صرف اپنے خان کو محسوس کرو۔ میرے لمس کو محسوس
کرو۔ بہرام بولتے ہیزل کے چہرے پر جا بجا لمس
چھوڑنے لگا۔ ہیزل آنکھیں بند کیسے بہرام کا لمس اپنے
اندر اتارنے لگی۔

بہرام ہیزل کے لبوں کو اپنے لبوں میں قید کیے بے حد
رومنٹک انداز سے چومنے لگا۔ نو مہینوں سے ہیزل کی
طبیعت کا خیال کرتے بہت ہی کم پاس آیا کرتا تھا۔ آج نو
مہینوں کا صبر ٹوٹ پڑا۔ بہرام کا لمس شدت اختیار

کرنے لگا۔ کمرے میں ہیزل کی مدھم سسکیاں گوجنے
لگی۔ بہرام کے لب ہیزل کی گردن پر لو باٹ

کے نشان چھوڑنے لگے۔ گردن سے چومتے دھڑکنوں پر
بہرام جھکتے شدت سے اپنا جنون اتارنے لگا۔ ہیزل
بہرام کی شرٹ مٹھیوں میں دبوچے بہت مشکل سے
برداشت کر رہی تھی۔ خان۔۔ ہیزل نے بے بسی سے
بہرام کو پکارا۔ بہرام ہیزل کی آواز کو انگور کرتے ہیزل
کے بلی بٹن پر اپنے لب رکھتے ہیزل کو سسکنے پر مجبور کر
دیا۔ بہرام کی بڑھتی بے باکیوں کے ساتھ پردے کھسکنے
لگے۔ بہرام کی شدتوں میں اضافہ ہونے لگا۔ بہرام

ہیزل کو خود میں قید کیے ہیزل کی چپچپائیں۔۔ سسکیاں
نکلوانے لگا۔ ششش۔۔ جان بہرام۔۔ میراں اٹھ جائے
گی۔ بہرام ہیزل کے آنسوؤں کو صاف کرتے بولا۔ پلیز
بس کریں۔ میری کمر ٹوٹ جائے گی۔ ہیزل ہچکیوں سے
روتے بولی۔

بس میری جان۔۔ ہو گیا۔ بہرام پیچھے ہوتے ہیزل کے
پاس لیٹ گیا۔

اور فوراً کبل ہیزل کے اوپر اڑایا۔ اور شدت سے اپنے
سینے سے لگایا۔ میں نے ایک گھنٹہ پہلے ہی شاور لیا تھا۔

ہیزل روتے ہوئے بولی۔ تو پھر لیں لو میری جان۔۔
شاہور ہی ہے۔ بہرام مسکراتے ہوئے بولا۔ ہیزل نے
گھور کر دیکھا۔ آپ ہنس رہے ہیں۔ درد تو مجھے ہو رہا
ہے۔ آپ تو رومانس کر کے چلو یہاں وہاں چل دیے۔
درد تو ہم معصوم لڑکیوں کو ہوتا ہے۔ ہیزل بہرام کے
مسکراتے پر غصے سے بولی۔ اچھا۔۔ میری جان۔۔ ہم
جیسے لوگ آپ کو سکون بھی تو پہنچاتے ہیں۔ بہرام
ہیزل کی تیکھی ناک چومتے بولا۔

ہم!! بہت اچھے۔۔ مجھے آپ سے بات ہی نہیں کرنی
ہیزل کمبل کے اندر گھسے بولی۔ اور زور سے کمبل اپنی
نازک مٹھیوں میں دبوچ لیا۔

ہیزل جو کمبل لیے لیٹی تھی۔ بہرام نے بامشکل اپنی ہنسی
چھپائی۔ ہیزل نے تھوڑا سا کمبل اٹھا کر بہرام کو دیکھا جو
تکیے پر کہنی ٹکائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ خان! آ۔ آپ نے
باہر نہیں جانا میرا مطلب ڈیرے پر کسی کام سے ہیزل
بہرام کی طرف کروٹ لیتے پوچھنے لگی۔

نہیں۔۔ آج بیگم کے ساتھ ہی سپیشل مومنٹ بنانے کا
پلین ہے۔ بہرام مسکراتے ہوئے بولا۔ ہیزل نے گھور
کر دیکھا۔

آپ کا دل بھرا نہیں ہے رومانس کر کے اب بھی آپ کو
سپیشل مومنٹ بنانے ہیں۔ ہیں۔ ہیزل دانت پیستے بولی۔
نہیں میرا دل کبھی نہیں بھرنے والا۔ بہرام ایک ہی
جھٹکے سے ہیزل کے اوپر سے کمبل اتارتے دور اچھالا۔
ہیزل جو پہلے ہی شرم سے کمبل میں گھسی ہوئی تھی۔
بہرام کی اس حرکت پر ہیزل بوکھلاتے ہوئے تکیہ

اٹھائے اپنے اوپر رکھا۔ خان۔۔ شرم کریں۔ ہیزل غصے
سے بولی۔ ہیزل کا خود کا چھپانا بہرام کو بالکل اچھا نہیں لگا

تھا۔ بہرام کی نیلی آنکھیں سرخ ہوئی۔ سب دیکھا ہے
میں نے۔

چھپا کیوں رہی ہو۔ بہرام اپنا غصہ قابو میں کرتے بولا۔
ہیزل بہرام کی آنکھوں میں سرخ پن دیکھتے ایک پل تو
گھبرا گئی۔ اور پھر خودی تکیہ سائیڈ پر رکھ دیا۔ بہرام
ہیزل کی جھکی آنکھوں کو دیکھتے پہلے اپنے دانتوں میں لب
دبائے۔ اور پھر ہلکے سے مسکرا دیا۔ خان! لائٹ آف کر
دیں۔ ہیزل شرم سے سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔

وہ پہلے ہی شرم سے آنکھیں نہیں اٹھا رہی تھی۔ بہرام
کی بے باک نظروں کو محسوس کرتے فوراً بولی۔ وہ بہرام

کو ناراض نہیں کر سکتی تھی۔ بہرام نے ہیزل کے ماتھے پر آئے پینے کے چمکتے موتیوں کو اپنے لبوں سے چنا۔ اور پھر لائٹ آف کر کی۔ صبح کے گیارہ بج رہے تھے۔ باہر کا موسم بھی کافی اچھا تھا۔ پردے پیچھے ہونے کی وجہ سے ہلکی روشنی کمرے میں آرہی تھی۔ بہرام نے ہیزل کو اپنے اوپر کیا۔ ہیزل نے آنکھیں کھولے بہرام کو دیکھا۔ اور پھر اپنی دھڑکنوں کو۔ جو بہرام کے سینے ٹیچ ہوتے الگ ہی منظر پیش کر رہی تھی۔

ہیزل کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھتے بہرام کا قہقہہ لگانے کو دل کر رہا تھا۔

میری جان۔۔ گھبرا کیوں رہی ہو۔ بہرام اس کے
چہرے پر آئی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے کرتے بولا۔
آپ کے الٹرا پرو میکس رومانس کی وجہ سے۔۔ ہیزل
اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے بولی۔ بھوک سے اس کی جان نکل
رہی تھی۔ اوپر سے بہرام کے رومنٹک بڑے جاگتے
جراثیم کا سوچتے گال اور کان سرخ پڑ رہے تھے۔ صبح
سے اس کی جان ہلکان کر کے رکھی ہوئی تھی۔ ہیزل کی
بات سنتے بہرام کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔ ہیزل نے
پہلے بہرام کو اور پھر میرال کو دیکھا
جو گھورے بیچ کر سو رہی تھی۔ میرال نے بھی بہرام کو
ہسنے دیا۔ جیسے وہ قہقہہ لگا رہا تھا۔

میرال اٹھ جائے گی۔ ہیزل بھی مسکراتے ہوئے بہرام
کو دیکھنے لگی۔ یک دم میرال رونے لگی۔ ڈر کی وجہ سے
۔۔ بہرام نے بوکھلاتے ہوئے بے بی کاٹ کی طرف
دیکھا۔ جہاں اس کی گڑیا ہاتھ پاؤں چلاتے رو رہی تھی۔
اٹھا دیا نے میری بیٹی کو۔ ایسے جانوروں کی طرح قہقہے کو
لگاتا ہے۔ ہیزل غصے سے بولی۔ اور سائیڈ پر ہو کر بیٹھی۔
بہرام نے گھور کر اپنی خاناں کو دیکھا۔

ہم!! بہت چالاک بنتی جا رہی ہو۔ تم مجھے روک دیتی۔
جان بوجھ کر نہیں روکا۔ میرے اس طرح قہقہہ لگانے پر

میرال اٹھ جائے گی۔ اور تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔
ہرگز نہیں۔ پوری فلم دکھاؤں گا بیگم تمہیں۔۔۔ آج ہی
نہیں سکتی۔ بہرام ہیزل کی دھڑکنوں پر بے باکی دکھاتے
بیڈ سے اٹھا۔ اور میرال کو اٹھائے واپس بیڈ پر بیٹھا۔ ایم
سوری۔۔۔ بابا کی جان

بابا نے آپ کی نیند خراب کر دی۔ بہرام میرال کو سینے
سے لگائے بولا۔ اور اسے چپ کروانے لگا۔ یہ سب آپ
کی ماما کی وجہ سے ہوا ہے۔ تمہاری ماما کی ہوا ٹاٹ کرنے
والی ہوئی ہے۔ بہرام میرال کو چپ کرواتے مسلسل
بولنے لگا۔ ہیزل دانت پیستے باپ بیٹی کو دیکھ رہی تھی۔
کروائے چپ اپنی بیٹی کو ہیزل بہرام کی شرٹ پہنتے بولی۔

ہم!! کروارہا ہوں۔ میری بیٹی کو بھوک لگی ہے۔ آپ کی
بیٹی اور آپ کی بھوک کبھی مٹنے نہیں والی۔ ہیزل اب
بٹن بند کرتے بولنے لگی۔ اچھا!! وہ تو ہے۔ بہرام کندھے
اچکائے بولا۔ بہت ہی بے شرم ہے آپ۔۔
بے شرم بھی آپ کی بدولت ہوا ہوں۔ بندہ میں پہلے
بہت ہی شریف تھا۔

بہرام ہیزل کی شرٹ پر ہاتھ رکھتے بولا۔ ہیزل نے گھور
کر دیکھا۔ کیا ہے خان۔۔ ہیزل اب روہانسی ہوتے بولی۔
میری بیٹی کو فیڈ کرواؤ پھر چلی جانا باہر صرف دو گھنٹوں
کے لیے۔ بہرام ہیزل کی غصے والا چہرہ دیکھ کر بولا۔ میں

فیڈر بنا کر لاتی۔ ہوں۔ وہ پلا دیں۔ ہیزل معصوم سی شکل
بناتے بولی۔ جتنا جنون بہرام نے دھڑکنوں پر ڈھایا تھا۔
اب بالکل ہمت نہیں تھی۔ میرال کو فیڈ کروانے کی۔
کیوں بہرام ہیزل کی معصوم شکل دیکھتے بولا۔ بس سمجھے
ناہیزل بہرام کے قریب ہوتے بولی۔ میری جان۔۔
قریب آرہی ہو۔ اگر میں بہک گیا تو تمہارے لیے
برداشت کرنا مشکل ہو جائے گا۔ بہرام ہیزل کے گلابی
لبوں کو چومتے بولا۔ بہرام کی بات سنتے ہیزل ایک جھٹکے
سے پیچھے ہوئی۔ ہیزل کے یوں پیچھے ہونے پر
گہرا مسکرایا۔ جاؤ جلدی سے فریش ہو کر میری بیٹی کے
لیے فیڈر بنا لاؤ۔ بہرام ہیزل کی حالت کا خیال کرتے

نرمی سے بولا۔ کھینکو!! ہیزل نے مسکراتے ہوئے
بہرام کے گال پر کس کی۔ ایسے خوش ہو رہی ہو۔ جیسے
تم نے کوئی قلعہ فتح کر لیا ہو۔ بہرام ہیزل کے خوش
ہونے پر بولا۔ ایسا ہی سمجھے۔ ہیزل ڈریسنگ روم کی
طرف بڑھتے بولی۔ اور وہاں سے کپڑے نکالتے ہاتھ روم
میں گم ہوئی۔ بہرام نفی میں سر ہلاتے میرال کو گود میں
اٹھائے کھڑی کے پاس آیا۔ بابا کی جان۔۔۔ بابا کے دل کا
ٹکڑا بہرام میرال کو دیکھتے بولا۔ جو اپنی فل گرے
آنکھیں کھولے دیکھ رہی تھی۔ بہرام نے جھک کر
آنکھوں کو چوما۔

چپ کر جاؤ میرے شہزادے۔۔ کب سے رورہے ہو۔
ماما تھک گئی ہے۔ ماہی اپنے بیٹے کو گود میں لیے مسلسل
چپ کروا رہی تھی۔ جو چپ ہونے کا نام ہی نہیں لیں رہا
تھا۔ ماہی نے فیڈ بھی کروایا

تھا۔

پر پھر بھی چپ نہیں ہو رہا تھا۔ ماہی کو اب فکر ہونے لگی
تھی۔ کاوش بھی کال ریسیو نہیں کر رہے تھے۔ اللہ جی کیا
کروں میں۔۔ ماہی اب خود رونے والی ہو گئی تھی۔ اپنے
بیٹے کو روتے دیکھ کر۔۔۔۔۔ پک اپ دی کال پروفیسر۔۔

کہاں جا کر بیٹھ گئے ہے۔ ماہی نے پھر سے کال ملائی نمبر
آف جا رہا تھا۔ ماہی نے غصے سے موبائل دیوار پر دیں
مارا۔ شاہ میر جو اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کاوش
کے روم سے چھوٹے شہزادے کی رونے کی آواز سنتے
جلدی سے کمرے میں

داخل ہوا۔ کیا ہوا بھابھی میرا شہزادہ کیوں رو رہا ہے۔
شاہ میر ماہی کی طرف بڑھتے بولا۔

پتہ نہیں کب سے چپ کروا رہی ہوں۔ چپ

ہی نہیں ہو رہا۔ شاید کہی درد ہو رہی ہے میرے

بیٹے کو۔ کاوش بھی نہیں کال اٹھا رہے۔

ماہی روتے ہوئے بولے۔ شاہ میر نے فکر مندی سے اپنی
باہوں میں روتے نیلی آنکھوں والے شہزادے کو دیکھا۔

بھابھی آپ فکر مت کرے۔ میں ہاشم لالا کو کال کرتا
ہوں۔ شاہ میر بے بی کی اٹھائے ہاشم کو کال ملائی۔ جو پہلی
ہی بیل پر اٹھالی گئی۔ ہاشم لالا۔۔ آپ یہاں حویلی آسکتے
ہیں۔

کیا ہوا۔ یہ کون رو رہا ہے۔ شہزادہ مطلب کاوش لالا کا
بیٹا۔۔ کب سے رو رہا ہے۔ شاید اُسے کہی ہی درد ہو رہی
ہے۔ شاہ میر مسلسل چپ کر وائے بول رہا تھا۔ ادو کے
میں آرہا ہوں۔ ہاشم فون بند کرتے کچھ ضروری سامان
اور گاڑی کی کیزاٹھائے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

ہاشم بھائی آرہے ہے۔ آپ تو مت روئے۔ شاہ میر ماہی
کو روتے دیکھ کر بولا۔

بس چاچو کی جان۔۔ ہاشم ماموں آرہے ہے۔ ٹھیک ہو
جاؤ گئے۔ آپ کے ٹھیک ہوتے سب سے پہلے پیار اسانا نام
رکھے گئے۔ شاہ میر اس کا ننھا ساما تھا چومتے بولا۔
کیا ہوا ہے۔ بے بی رو کیوں رہا ہے۔ ضرغام اندر داخل
ہوتے بولا۔ پتہ نہیں یار۔۔ چپ ہی نہیں ہو رہا۔ شاہ
میر شہزادے کے لال پڑتے چہرے کو دیکھتے بولا۔ جو
رونے کی وجہ سے لال ہو گیا تھا۔ کاوش کہاں ہے۔
ضرغام ماہی کو روتے دیکھ کر بولا۔ مجھے نہیں پتہ بھائی۔
ابھی تو تھوڑی دیر پہلے لان میں تھا۔ میں کال کر کے
دیکھتا ہوں۔

ضرغام اپنا موبائل نکالتے کاوش کو کال ملائی پہلی
کال۔۔۔ دوسری کال۔۔۔ تیسری کال۔۔۔ چوتھی کال
پر جا کر اٹھائی۔

کہاں ہو تم۔۔۔ اپنے بیوی بچوں کی فکر بھی ہے۔
کاوش نے جیسے ہی کال اٹھائی۔ ضرغام غصے سے بول
پڑا۔۔۔ کیا ہوا ہے اتنے غصے میں کیوں ہے۔ کاوش ضرغام
کو غصے سے چلاتے دیکھ کر فکر مندی سے بولا۔ حویلی
پہنچ۔۔۔ تیرے چھوٹے فتنے نے رو رو کر پوری حویلی سر پر
اٹھائی ہے۔ اور تیری بیوی بھی تیرے بیٹے کا ساتھ دے
رہی ہے۔ ضرغام سر دلہجے میں بولا۔ کاوش کال بند

کرتے گاڑی حویلی کی طرف موڑی اور موبائل نکال کر
ازبان کو کال کی۔ ازبان کالاسٹ سمسٹر چل رہا تھا۔ اور
ساتھ سیکنڈ ایر کی سٹوڈنٹ کو پڑھا بھی رہا تھا۔ صرف اپنی
ضد کی وجہ سے ورنہ وہ سلطان پاشا کا بزنس بھی سنبھال
سکتا تھا۔ پر اسے اپنا خواب بھی پورا کرنا تھا۔ تو سلطان
پاشا نے بھی ازبان کو اس کا خواب پورا کرنے دیا۔

ہیلو کاوش بھائی۔۔۔ زل تو ٹھیک ہے۔ ازبان فوراً بولا۔
ہم!! ٹھیک ہے۔ تجھے تو اپنی بہن کے علاوہ کوئی نظر آتی
ہی نہیں۔ کاوش مسکراتے ہوئے بولا۔ میں آج اسلام

آباد نہیں آسکتا۔ تو میٹینگ اٹینڈ کر لیں۔ پر میں
کیسے۔۔۔ ازہان فورابولا۔

ازہان چھوٹو کی طبیعت نہیں ٹھیک تو سنبھال لیں۔ ٹھیک ہے۔ میں سنبھال لوں گا۔ اب چھوٹو کا نام بھی رکھ لو۔ یا بے نام رکھنے کا ارادہ ہے۔

ازبان شتر ارتی اند از میں بولا۔

ہم!! نام تو سوچا ہی نہیں۔۔ اوو کے سوچتے ہے پھر کاوش
نے بولتے کال بند کی۔ اور حویلی کی طرف بڑھ گیا۔

بیلی میں درد ہو رہا ہے اس کے۔ ہاشم جو تھوڑی دیر پہلے
ہی آیا تھا۔ بے بی کو باہوں میں لیتے اس کے بیلی پر ہاتھ
رکھا۔ بیلی پر دباؤ ڈالنے پر دھاڑے مار کر رونے لگا۔
بیلی میں پین کی وجہ سے رو رہا ہے۔ ماہی بچے فیڈر کا کم
استعمال کیا کرو۔ خود کافی زیادہ کروایا کرو۔ ہاشم ماہی کو
دیکھتے بولا۔ ماہی نے

فورا اثبات میں سر ہلایا۔

یہ ڈراپس دن میں چار پانچ دفعہ ملائے۔ ٹھیک ہو جائے
گا۔ ہاشم اس کا ننھا ساما تھا چومتے بولا۔ سب ہی لیڈیز ماہی

کے روم میں تھی۔ چلو سب باہر آرام کرنے دو میری بیٹی
کو۔ زرمینہ بیگم مسکراتے ہوئے بولی۔ ماہی بیٹا۔۔ چھوٹے
فتنے کو سُلاد دو۔ اور تم بھی آرام کرو ہم بعد میں آتے
ہیں۔ زرمینہ بیگم ماہی کا ماتھا چومتے بولی۔ زرمینہ بیگم کے
ساتھ باقی سب بھی باہر نکل گئے۔ ماہی اپنے شہزادے کو
پیار کرتے فیڈ کروانے لگی۔ ماما کی جان سو جاؤ۔۔ آپ
کے بابا سے کئی ہماری۔۔ بلکل بات نہیں کرے گئے۔
ماہی اس کے گلابی ہاتھ چومتے بولی۔

اور ہاشم کے دیے ڈراپس پلانے لگی۔ اور کچھ ہی دیر میں
گہری نیند سو گیا۔

دروازہ کلک ہونے کی آواز پر ماہی نے دروازے کی جانب
دیکھا۔ جہاں کاوش اندر داخل ہو رہا تھا۔ کاوش کو دیکھتے
ماہی نے غصے سے چہرہ پھیر لیا۔ کاوش نے مسکراتے
ہوئے اپنے لب کچلے۔ میرا شہزادہ کیسا ہے۔ کاوش اپنے
بیٹے کے قریب ہوتے ماہی سے پوچھنے لگا۔ ماہی بنا جواب
دیے

بے بی کو بیڈ پر لٹائے کبیل اچھی طرح اوڑھ کر خود پیڈ
سے اترتے مرد کے سامنے جا کر کھڑی ہوئی۔ ماہی کی
ناراضگی کو دیکھتے کاوش کے لب مسکرائے۔ بابا کی جان!!

ایم سوری میں لیٹ ہو گیا۔ کاوش اس کے پھولے گال
چومتے بولا۔ آپ کی ماما ناراض ہو گئی ہے۔

پہلے آپ کی ماما کو منالیں۔ پھر آ۔ منالیں۔ پھر آپ سے
ڈھیر سارا پیار کرے گئے۔ کاوش اپنے بیٹے کے کان میں
سرگوشی کرتے بولا۔ کاوش اپنا کوٹ اتارے ماہی کی
طرف بڑھا۔

اور پیچھے سے ماہی کے گرد حصار باندھا۔ پروفیسر
چھوڑے ہمیں نہیں ضرورت آپ کی۔ ماہی غصے سے
کاوش کو پیچھے کرتے بولی۔ پر مجھے تو ضرورت ہے دونوں
کی۔

کاوش ماہی کو اپنی طرف کھینچتے بولا۔ سوری جان! میرا
موبائل آف تھا۔ جیسے ہی آن کیا۔ ضرغام کی کال سنتے
فورا آگیا۔ کاوش ماہی کو سینے سے لگاتے بولا۔ ہم!! پتہ
ہے۔ آپ کا شہزادہ کتنا رویا ہے۔ بلی میں درد تھا۔ ہاشم
بھائی میڈیسن دے کر گئے ہے۔ ماہی آنکھوں میں آنسو
لاتے بولی۔

شہزادے کی ماما بھی روئی ہے کیا۔ کاوش ماہی کی سو جھی
ہوئی آنکھیں دیکھ کر بولا۔

ماہی نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔

کاوش نے مسکراتے ہوئے ماہی کا ماتھا چوما۔

ہمم!! میری شہزادی اپنے پروفیسر سے ناراض ہو ہی نہیں
سکتی۔ کاوش ماہی کو گود میں اٹھاتے بولا۔ ماہی نے اوپر
ہوتے کاوش کے گال چومے۔

کہاں لیں کر جا رہے ہے۔ پروفیسر۔۔ پروفیسر کی
جان۔۔ جہاں تم کہو وہاں لیں جاتے ہیں۔ بیڈ پر نہیں۔۔
صوفے پر لیں چلے ماہی بے باکی سے بولتے مسکرائی۔

دیکھ لو جان۔ پھر نابات کہنا میری کمر توڑ دی۔

نہیں کہتی۔ آپ کرے جو کرنا ہے۔

ماہی کاوش کو اپنی طرف کھینچتے بولی۔ کاوش نے مسکراتے ہوئے جھٹکے سے ماہی کو گود میں بیٹھایا۔ ماہی سرخ چہرے کے ساتھ کاوش کو دیکھنے لگی۔ قریب آنے کی دعوت اب دیں ہی دی ہے۔ اب میری پیاس بجھانے کا انتظام کرو۔ کاوش اس کے گلابی لبوں پر جھکتے بولا۔ ماہی نے کاوش کی شرٹ کو دبوچا اور اپنے قریب کیا۔ کاوش کے جنون کا بھرپور مقابلہ کرنے لگی۔ کاوش اس کی کمر کو مٹھیوں میں

بھرتے اس کے لبوں کا جام پینے لگا۔ ماہی نے تڑپتے
ہوئے کاوش کے سینے پر مکے برسائے۔

جس طرح کمر کو دبو چاہتا تھا۔ ماہی کو اپنی جان نکلتے ہوئے
محسوس ہو رہی تھی۔

کاوش خود کو سیراب کرتے پیچھے ہوتے ماہی کو گھور کر
دیکھنے لگا۔



ماہی نے لمبے سانس لیتے کاوش کو غصے سے دیکھا۔

ایسے کیا دیکھ رہی ہو شہزادی۔۔ کاوش ماہی کے پھولے
سانس کو دیکھتے بولا۔ ہم!! آپ کو جیسے پتا ہی نہیں ہے
نا۔ ماہی کاوش کے کندھے پر چماٹ لگائے بولی۔ جان
کاوش پاس خود ہی آئی تھی۔ تو اب میں نے تھوڑا پیار کر
ہی لیا تمہاری گھوری ہی ختم نہیں ہو رہی۔ ہم!! اسے پیار
کہتے ہیں۔ میرے ہونٹ ہی کھالے آپ نے۔۔۔
ماہی کاوش کی گود سے اٹھتے بولی۔ میری جان تمہارے
پروفیسر کا پیار ایسا ہی ہے۔ کاوش دوبارہ ماہی کو گود میں
بیٹھاتے بولا۔

بہت ہی ظالمانہ پیار ہے۔ پر کوئی مسئلہ نہیں ماہی کاوش
خان آپ کا جنون برداشت کر سکتی ہے۔ ماہی کاوش کی
گود میں ادھر ادھر ٹانگیں کرتے ہوئے بولی۔ کاوش کی
مسکراہٹ گہری ہوئی۔ ہم!! میری بندی بولڈ ہے۔
تو میں کیسے نابولڈ ہوں۔ کاوش ماہی کو بے باکی سے اپنے
ساتھ لگائے بولا۔ ماہی شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ
سمائل دی۔ کاوش تو ماہی کی شرمیلی مسکراہٹ دیکھتے
لب واد کیے۔ جاناں تیری تو ہر ادا ہی کمال ہے۔ قسم سے
مت شرمایا کرو۔ ورنہ تمہارا پرو فیسر جان سے جائے گا۔
کاوش ماہی کی شرٹ کے اگلے بٹن کھولتے بولا۔ ماہی سستے
ہوئے کاوش کی گردن میں باہیں حائل کر گئی۔ اف۔ اف!!

تمہاری یہ ادائیں مجھے پاگل کر دیتی ہے۔ کاوش ماہی کی
شرٹ اتارتے دوسرے صوفے پر رکھی۔ پروفیسر
تمہارے بیٹے نے اٹھ جانا ہے۔

ذرا ہلکا ہاتھ رکھیے گا۔ ماہی کاوش کو دیکھتے مسکراتے ہوئے
بولی۔ ہم!! اگر میرا بیٹا اٹھ گیا۔ میں خود ہی دیکھ لوں گا۔
کاوش بے باکی سے بولتے ماہی کے بلاؤز ہک کھولتے
ماہی کی نرم و ملائم کمر پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ کاوش کے
ٹھنڈے ہاتھ ماہی کے وجود میں سپارک پیدا کرنے کے
لیے کافی تھے۔

میری جان شرٹ اتار سکتی ہو میری۔ یا میں خود ہی اتار
دوں۔ کاوش ماہی کی دھڑکنوں پر لب رکھتے بولا۔
بہت ہی بے شرم ہے آپ۔۔ ماہی دانت

پیتے ہوئے بولی۔

تمہارے ساتھ رہ کر بے شرم ہو گیا ہوں۔ رے ساتھ رہ
کر

کاوش دانتوں کے نیچے لب دبائے بولا۔ اور پروفیسر۔۔
میں اتنی بھی بے شرم نہیں ہوں۔ وہ تو آپ کی مہربانی پر
ہم بے شرم ہوئے۔ ورنہ بندی پہلے بہت معصوم تھی۔

ماہی کاوش کی شرٹ کے بٹن سے کھیلتے بولی۔ تمہاری
معصومیت کی ایسی کی ٹیسی کاوش مسکراتے ہوئے بولتے
ماہی کو نیچے کی طرف جھکایا۔ ارشدت سے اس کے پیٹ
پر جا بجا لمس چھوڑنے لگا۔ کاوش پلینز اوپر اٹھائیں مجھے
گول گول سب کچھ گھومتا نظر آرہا ہے۔ ماہی کا سر نیچے
زمین سے لگ رہا تھا۔ اب وہ کاوش کو تڑپتے ہوئے پکار

رہی تھی۔ کاوش ماہی ناف کو چومتے اس کی سسکیاں نکلو
رہا تھا۔

ماہی کی کمر کے نیچے ہاتھ رکھتے ایک ہی جھٹکے میں اپنی
طرف کھینچا۔ کاوش کے کھینچنے پر ماہی اس کی چوڑے سینے
میں آسانی۔

کاوش ماہی کی ناز کی کو اپنے سینے سے مسلنے لگا۔ ماہی آب
و تاب مچھلی کی طرح تڑپ اٹھی۔ لمحہ بالمحہ کاوش کی
بڑھتی بے باکیوں پر ماہی کی جان پر بن آئی۔ کاوش اس
کے لبوں کا جام بہت ہی رومنٹک طریقے سے پی رہا تھا۔
ماہی بھی برابر ساتھ دے رہی تھی۔

رونے کی آواز پر دونوں نے چوک کر بیڈ کی طرف
دیکھا۔ جہاں ان کے ننھے سے شہزادے کا رونے والا
سپیکر چارج ہو گیا تھا۔

کی جان پر بن آئی۔ کاوش اس کے لبوں کا جام بہت ہی
رومنٹک طریقے سے پی رہا تھا۔ ماہی بھی برابر ساتھ دے
رہی تھی۔

رونے کی آواز پر دونوں نے چوک کر بیڈ کی طرف
دیکھا۔ جہاں ان کے ننھے سے شہزادے کا رونے والا
سپیکر چارج ہو گیا تھا۔ بابا کا بچہ۔۔ بابا کی جان بس کرو۔

اپنے بیٹے کو بُرے طریقے سے روتے دیکھ کر کاوش اس کا
نخسا سا چہرہ چومنے لگا۔ کاوش مجھے دیں۔ شاید بھوک لگی
ہو۔ اس لیے رو رہا ہے۔ ماہی فوراً کاوش کے قریب ہوتے
بولی۔ کاوش نے بھی ماہی کو بے بی پکڑا دیا۔
ماہی اسے بیڈ پر لیں کر بیٹھی۔ اور فیڈ کروانے لگی۔
شہزادے کے چپ ہونے پر کاوش مسکراتے فریش
ہونے کے لیے چلا گیا۔

تبریز کو حویلی سے گئے آج تیسرا دن ہونے والا تھا۔ زارا
آج کمرے سے باہر نکلی تھی۔ لاؤنج میں سارا خان کو بیٹھے
دیکھا تو ان کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ سارا خان نے حقارت

بھری نگاہ زارا پر ڈالی۔ زارا کی آنکھوں میں آنسو بھر
آئے۔ اسے لگا تھا۔ تبریز نے سب کو سچ بتا دیا ہو گا۔ پر
سارا خان کے اس طرح دیکھنے پر زارا کا دل بھر آیا۔ بچی
جان۔۔ زارا نے مدھم لہجے میں پکارا۔ ہاتھ اور پاؤں
شدت سے کانپ رہے تھے۔ سارا خان ایسے ہی خاموش
بیٹھی رہی زارا انہیں خاموش بیٹھے دیکھ کر سارا کی طرف
دیکھا۔ جو سرد چہرے کے ساتھ بیٹھی سویٹر بن رہی
تھی۔ زارا نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔
سارا خان نے غصے سے ہاتھ جھٹکا۔ اپنے گندے ہاتھوں
سے مجھے چھونا بھی مت۔ انہی ہاتھوں سے میرے
برلاس کی جان لی ہے نا۔ زارا نے سر جھکا لیا۔ وہ بولنا چاہتی

تھی۔ بتانا چاہتی تھی سچ پر زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہیں
ہو رہا تھا۔ قاتل ہو تم۔۔ تبریز کی وجہ سے تمہیں حویلی
رکنے دیا ہے۔ ورنہ کب سے باہر نکال پھینکتے۔ سارا خان
غصے سے بولتے اٹھی۔ زارا کے آنسو پانی کی طرح بہنے
لگے۔

چچی جان میری بات سنیں۔ زارا ان کے دونوں ہاتھ
پکڑتے بولی۔ مر گئی تمہاری بچی۔۔ جن ہاتھوں سے تم
نے میرے بیٹے برلاس کی جان لی ہے۔ انہی ہاتھوں سے
خود کی جان لیں لو۔ جب جب تم میرے سامنے آتی ہو۔

تمہیں دیکھتے میرے اندر آگ جلنے لگتی ہے۔ مت آیا
کرو میرے سامنے۔ مر جاؤ۔۔ چھوڑ دو میرے بیٹے کی
جان۔ ایک بیٹا چھین ہی لیا ہے۔ دوسرا بیٹا گنوانے کی
میرے پاس

ہمت نہیں ہے۔ سارا خان زارا کو دیکھتے اپنے کمرے کی
طرف بڑھ گئی۔

زارا بھی روتے لمبے لمبے ڈھگ بڑھتے اپنے کمرے کی
طرف بڑھ گئی۔

کمرے میں زور سے دروازہ کھولتے اور ٹھاک سے بند
کرتے بیڈ پر گرتے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ مر جاؤ۔
جن ہاتھوں سے میرے بیٹے کو مارا ہے۔ انہی ہاتھوں سے
خود کی جان لیں لو۔ زارا خان سارا خان کے الفاظ یاد
کرتے اونچی آواز سے رونے لگی۔

چھوڑ دو میرے بیٹے کی جان۔۔ سارا خان کے آخری
الفاظ اس کا سانس بند کرنے کے لیے کافی تھا۔ زارا کو
دے کا اٹیک آنے لگا۔ سانس آنا بند ہوئی۔

پاس پڑا انہیلرا اٹھایا۔ ابھی منہ کی طرف لیں کر جاتی۔
سارا خان کے کہے گئے الفاظ پھر ذہن میں گھومنے لگے۔
سب نفرت کرتے ہیں مجھ سے تبریز خان۔۔ تم بھی
کرتے ہو۔ کوئی پیارویا نہیں کرتے صرف

دکھاوے کی محبت ہے۔ اگر محبت ہوتی

سب کا سچ بتاتے ہیں۔ زرا چیختے ہوئے بولے۔

اور انہیر دیوار پر دے مارا۔ سانس بُری طرح اُکھڑنے
لگی۔ زارا بیڈ شیٹ مٹھیوں میں دبوچے با مشکل سانس لیں

رہی تھی۔ آئی ہیٹ یوں۔۔ تبریز آئی ہیٹ یوں۔۔
تمہیں میری ذرا فکر نہیں ہے۔ جھوٹے ہو تم۔۔ تمہاری
محبت بھی تمہاری طرح جھوٹی ہے۔ زارا چیختے ہوئے
بولی۔ گلے میں خراشیں پڑنے لگی۔ محبت ہوتی تو یوں
اتنے دنوں سے غائب نا ہوتے۔ زارا بیڈ سے اٹھتے
لڑکھڑاتے قدموں سے سامنے بڑھی۔ سانس لینے میں
مشکل ہو رہی تھی۔ زارا گردن کو پکڑے لڑکھڑاتے
قدموں سے ابھی آگئے ہی بڑھی تھی زوردار چکر کی وجہ
سے وہی زمین پر گرتے چلی گئی۔ سر زمین پر زور سے
لگنے کی وجہ سے چیخ نکلی۔ اور وہی آنکھیں بند ہو گئی۔

سیڑھیوں

سے گرنے کی وجہ سے زخم جو سر پر آیا تھا۔ اب پھر وہی
سے خون نکلنا شروع ہوا۔ زار از میں پر ہوش و حواس سے
بیگانہ پڑی تھی۔ سانس پہلے سے ہی مدھم چل رہی تھی۔

تبریز جو میٹینگ کے سلسلے میں اسلام آباد گیا تھا۔
وہاں پہنچتے ہی پتہ چلا میٹینگ پوسٹ پونڈ ہو گئی ہے۔ اس
لیے وہاں ایک رات رکنا پڑا۔

اگلے دن میٹینگ کے بعد اسے دوست کے ساتھ لاہور
جانا پڑا۔ کسی کام کے سلسلے میں زارا کی فکر اسے کھائے جا
رہی تھی۔ اس نے زارا کو کال کی نمبر بند جا رہا تھا۔

وہاں پہنچتے ہی پتہ چلا میٹینگ پوسٹ پونڈ ہو گئی ہے۔ اس
لیے وہاں ایک رات رکنا پڑا۔

اگلے دن میٹینگ کے بعد اسے دوست کے ساتھ لاہور
جانا پڑا۔ کسی کام کے سلسلے میں زارا کی فکر اسے کھائے جا
رہی تھی۔ اس نے زارا کو کال کی نمبر بند جا رہا تھا۔
سات والی سیٹ پر رکھا۔ گاڑی کا غان کی حدود میں داخل
ہو گئی تھی۔ اتنی سردی میں اسے گاڑی میں بیٹھے پسینے
آنے لگے۔

زارا پک اپ دی کال۔۔ تبریز نے پھر سے کال کی نمبر
آف آنے لگا۔

ڈیمینڈ۔۔ اور غصے سے موبائل سٹرینگ پر دے مارا۔ اور
گاڑی کی سپیڈ خطرناک حد تک بڑھادی۔ حویلی پہنچنے کے
لیے دو گھنٹے لگ جانے دیں۔ زارا کا سوچتے تبریز کا دل
پھٹ رہا رہا۔ وہ کسی طرح اڑ کر زارا کے پاس پہنچ جانا
چاہتا تھا۔ یک دم دماغ میں جھماکا سا ہوا۔ اور ہاتھ آگئے
بڑھا کر اپنا

موبائل اٹھایا۔ اور حویلی کے لین لائنڈ پر کال کرنے لگا۔
جو ایک دورنگ پر اٹھالیا گیا۔ گھر کی ملازمہ رخسار نے
کال پک کی۔

اسلام و علیکم! و علیکم اسلام۔۔ رخسار زارا کدھر ہے۔ کال
نہیں اٹھا رہی۔ دیکھ کر بتاؤ زارا اٹھیک تو ہے۔ تبریز فکر
مندی سے پوچھنے لگا۔ جی چھوٹے صاحب ہم ابھی دیکھ کر
بتاتے ہیں۔ دو دنوں سے کمرے سے باہر نہیں نکلی۔ آج
نکلی بی بی نے زارا آج نکلی تھی۔ سارا بی بی نے زارا بی بی کو
بہت سنایا۔ وہ روتے ہوئے کمرے میں چلی گئی۔

رخسار ایک ہی سانس میں بتانے لگی۔ اس نے سارا بیگم کو
زار پر غصہ کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ واٹ۔۔ تبریز غصے
سے چلایا۔ تم یہاں کیا کر رہی جاؤ دیکھو زارا کو۔ اگر اسے
کچھ ہوا حویلی کی اینٹ سے اینٹ بجا ڈالوں گا۔

جاؤ۔۔۔ تبریز غصے سے چلایا۔ رخسار موبائل وہاں
چھوڑے جلدی سے تبریز صاحب کے کمرے کی طرف
بڑھ گئی۔

سیڑھیاں چلتے ہوئے۔ رخسار کا سانس پھول گیا تھا۔ پر وہ
چھوٹے صاحب کے غصے سے ڈر کر تیزی سے روم کی
طرف بڑھی۔ جیسے ہی کمرے کے دروازہ کھولا۔ اسے لگا

وہ ایک قدم آگئے نہیں بڑھ پائے گی۔ رخسار کچھ دیر
زارا کے بے جان وجود کو زمین پر پڑے وہ دیکھتی رہی۔
اور پھر جلدی آگئے بڑھی۔ سے

زارا بی بی اٹھے رخسار زارا کا سر اٹھاتے اپنی گود میں رکھتے
اسے پکارنے لگی۔

زارا کے سر سے خون بہہ کر زمین کو سرخ کر گیا تھا۔
بڑی بیگم صاحبہ رخسار اونچی آواز سے سارا بیگم! کو
پکارنے لگی۔ مجھے تبریز صاحب کو بتانا ہو گا۔ ورنہ بہت

غصہ کرے گئے۔ رخسار زارا کا موبائل ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

جو اسے ڈریسنگ پر پڑا نظر آیا۔ اور جلدی سے اٹھی اور ڈریسنگ تک پہنچی۔

موبائل آف تھا۔ جلدی سے موبائل اون کیا۔ اور لاک کا تو اسے پتہ ہی نہیں تھا۔

رخسار موبائل چھوڑے باہر کی طرف بھاگی۔

سامنے زرشته خان، سارا خان کچن میں داخل ہوتے نظر
آئی۔ بڑی بی بی۔۔ چھوٹی بی بی صاحبہ رخسار نے چیختے
ہوئے پکارا۔

دونوں نے پلٹ کر رخسار کو دیکھا۔ جس کے پر ہوائیاں
اڑی ہوئی تھی۔ چہرے

کیا ہوا چیخ کیوں رہی ہو۔ سارا خان غصے سے بولی۔

وہ بیگم صاحبہ زارا بی بی بے ہوش کمرے میں پڑی ہے۔
سر سے خون بہہ رہا ہے۔ زرشته خان سنتے ہی لڑکھڑاتے

ہوئے دیوار کا سہارا لیا۔ سارا خان ساکت سی کھڑی
رخسار کو دیکھنے لگی۔ اپنے کہے گئے لفظ یاد آئے۔

میری بچی۔۔ زرشہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف
بڑھی۔ زرشہ بیگم!! تم نہیں جاؤ گی۔

مر گئی ہے ہماری بیٹی ہمارے لیے۔ حمدان خان جو داخلی
دروازے پر کھڑے سب سن چکے تھے۔ زرشہ کو اوپر
کی طرف بڑھتے دیکھ کر فوراً غصے سے بولے۔ زرشہ
خان۔۔ کے قدم وہی تھم گئے۔

آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حمد ان صاحب ہماری بیٹی
ہے۔ اُسے ضرورت ہے ہماری زرشہ خان روتے ہوئے
چینی۔

مرگئی ہماری بیٹی۔۔ جو اوپر ہے وہ ایک قاتل ہے۔ جس
کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

حمد ان غصے سے بولتے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ اپنی
ہی بیٹی کے لیے اس طرح کے الفاظ استعمال کرنا حمد ان
صاحب کے لیے بہت مشکل تھا۔ زرشہ خان نے اوپر کی
طرف دیکھا۔ اور پھر کچن کے دروازے کے پاس کھڑی
سارا بیگم کو جو بت بنے کھڑی تھی۔

زرلشتہ خان روتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف کے
خسار بڑھ گئی۔ رخسار ابھی سارا بیگم کو پکارتی وہ بھی کچن
میں گھس گئی۔ رخسار رخسار نے توبہ توبہ کرتے کانوں کو
ہاتھ لگایا۔ خانوں کے بارے میں جو سن رکھا تھا۔ آج
ثابت بھی ہو گیا۔ باہر والوں کو نہیں بخشے اپنے گھر کی بیٹی
کے لیے کیسے رحم دل ہو سکتے تھے۔

رخسار جلدی سے نیچے اتری اور فون اٹھایا۔ جو پہلے ہی
چل رہا تھا۔ رخسار کا دل خوف سے کانپنے لگا۔ کیا تبریز
صاحب نے سب سُن لیا تھا۔

رخسار دل میں سوچنے لگی۔ چھوٹے صاحب۔۔

رخسار نے ڈرتے ڈرتے پکارا۔

خبردار تم بھی زارا کے پاس گئی۔ تمہاری چمری ادھیڑ کا
رکھ دوں گا۔

تبریز غصے سے پھنکارا۔ رخسار کے ہاتھ سے موبائل
چھوٹ کر زمین پر گرا۔

دوسری طرف تبریز زارا کا سنتے تڑپ اٹھاتا تھا۔ اور باقی
سب کے نفرت بھرے زارا کے خلاف الفاظ اسے پاگل
کر رہے تھے۔

آ رہا ہوں۔ میری جان۔۔ تم سے جتنی مرضی سب
نفرت کر لیں۔ پر تمہارا تبریز کبھی تم سے نفرت نہیں کر
پائے گا۔ تبریز نے یہ شارٹ کٹ رستے کی طرف گاڑی
موڑی۔ یہ رستہ اکثر بند رہتا تھا۔ کسی کا بھی یہاں سے
گزرنا سیو نہیں تھا۔ حویلی تک پہنچنے کے لیے اسے یہی
رستہ چلنا پڑا۔ تبریز سنسان سڑک پر اندھا دھند گاڑی

بھگانے لگا۔ آنکھوں خون چھلکار ہی تھی۔ دل بند ہو رہا
تھا۔ اسے کیسے بھی کر کے اپنی زارات تک پہنچنا تھا۔۔۔۔۔

تبریز کی گاڑی حویلی کے گیٹ کے باہر آ کر روکی۔

تبریز غصے سے ہارن بجانے لگا۔ کہاں مر گئے سب تبریز
گاڑی سے منہ نکالتے غصے سے دھاڑا۔ کہاں مر گئے ہو
سب۔ تبریز حویلی کا دروازہ ناکھلتے دیکھ کر شدت گریہ
سے چیخا۔

○ تبریز کی آواز اندر سوئے گاڑ کے کانوں میں سنائی
دی۔ وہ ہر بھراتا ہوا اٹھا۔ گاڑی کی آواز سنتے حویلی کا
گیٹ کھولا۔ تبریز وہی گاڑی روکتے جلدی سے گاڑی سے
اترا۔ اور گاڑی کی طرف بڑھا۔ اتنی دیر کیوں لگائی گیٹ
کھولنے میں تبریز گاڑی کی گردن دبوچے بولا۔ کہاں مر گیا
تھا۔ اووز تبریز نے ایک مکا اس کے جبرے بروئے مارا۔
اور وہ درد سے کراہ اٹھا۔ چھوٹے صاحب معاف کر
دیں۔ آئیندہ ایسا نہیں ہو گا اووز اس کے سامنے ہاتھ
جوڑتے بولا۔ جتنے غصے میں تبریز لگ رہا تھا۔ اسے لگ رہا
تھا۔ وہ اپنے آخری سانس بھی گنواہ دے گا۔

تبریز اودوز کو غصے سے چھوڑتے بھاگتے ہوئے حویلی کی
راہداریوں سے گزرتے داخلی دروازے سے اندر داخل
ہوا۔ سارا بیگم جو اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔
تبریز کو غصے میں حویلی کے اندر داخل ہوتے دیکھتے ان کی
پیشانی پر بل پڑے۔

تبریز۔۔ سارا بیگم نے غصے سے پکارا۔ تبریز نے سرخ
آنکھوں سے پلٹتے سارا بیگم کو دیکھا۔ معاف کر یے گا
مورے آپ اس سے نفرت کر سکتی ہے۔ پر تبریز خان
نہیں۔

جتنی نفرت آپ سب اُس سے کرتے ہو۔ اتنی شدت
سے سردار تبریز خان اُس سے عشق کرتا ہے۔ تبریز غصے
سے بولتے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں اُس کی زارا کا
بے جان وجود پڑا تھا۔ سارا بیگم پر ساکت کھڑی اپنے بیٹے
کی پشت کو دیکھنے لگی۔ تبریز جیسے ہی کمرے میں داخل
ہوا۔ زارا اٹھنڈے فرش پر بے حس و حرکت پڑی تھی۔
تبریز کی آنکھیں نمکین پانی سے بھر آئی۔

اور بھاگتے ہوئے زارا کے قریب پہنچوں کے بل بیٹھا۔
اس نازک مومی جیسے وجود کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگایا۔

اور دایاں ہاتھ اس کے سر پر رکھا جہاں سے خون نکل رہا تھا۔

میری سردارنی آنکھیں کھولو۔ تمہارا سردار آگیا ہے۔
کچھ نہیں ہونے دیں گا تمہیں۔۔ تبریز زارا کو سانس نا
لیتے دیکھ کر تڑپ کر بولا۔ وہ پرف کی طرح یک ٹھنڈی
پڑی تھی۔ تبریز کو لگا وہ سانس نہیں لیں پائے گا۔ تبریز
بنادیر کیسے اس کے بے جان وجود کو باہوں میں اٹھائے
کمرے سے باہر نکلا۔ اور بنا سارا خان کی طرف دیکھتے
داخلی دروازہ عبور کر گیا۔

تبریز جلدی سے گاڑی کی طرف بڑھا۔ زارا کو پچھلی سیٹ پر لٹایا اور جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ اور زن سے گاڑی بھگالیں گیا۔

تبریز پندرہ منٹ میں ہو اسپتال پہنچا۔ حمزہ خان تبریز کو دیکھتے پہچان چکا تھا۔ اور اس کی باہوں میں لڑکی کو دیکھتے بھی پہچان گیا تھا۔ حمزہ جلدی سے تبریز کی طرف بڑھا۔ تبریز حمزہ کو یہاں کاغان میں دیکھتے حیران ہوا۔ تبریز کیا ہو ازارا بھا بھی کو۔ حمزہ زارا کو نیلا پڑتے دیکھ کر بولا۔ پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ ڈاکٹر کہاں ہے۔ ڈاکٹر کو بلاؤ حمزہ تبریز غصے سے چلاتے بولا۔ سٹریچر لاؤ۔ حمزہ سامنے

کھڑی نرسوں کو خون اتری آنکھوں سے دیکھتے بولا۔ وہ
جلدی سے سٹریچر لیں کر آگئے بڑھی۔ تبریز نے زارا کو
سٹریچر پر لٹایا۔ اور نرسوں کے ساتھ آگئے بڑھنے لگا۔
ایکسیوز می سر۔۔

آپ پشینٹ کے ساتھ اندر نہیں جاسکتے۔ ایک نرس اس
ہنڈ سم نو جوان کو دیکھتے بولی۔

جس کی پیشانی پر بال بکھرے ہوئے تھے۔

سفید شرٹ پر خون کے نشانات لگے ہوئے تھے۔

تبریز وہی باہر کھڑا ہو گیا۔

اور نرس زارا کاسٹر پچر لیے ایمر جینسی روم میں داخل
ہوئی۔ تبریز وہی دروازے کے باہر چکر کاٹنے لگا۔ پیچھے
سے حمزہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ تبریز
ریلیکس۔۔ میں دیکھتا ہوں۔

تبریز ایک سیکنڈ کی دیر کیسے بغیر حمزہ کے گلے لگا۔
آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حمزہ خاصا حیران ہوا۔ ایک
سنگدل سردار رو رہا ہے۔ حمزہ میری جان بستی ہے اُس

میں اگر اُسے کچھ ہوا۔ تو میں اگلی سانس نہیں لیں پاؤں
گا۔ میری وجہ سے وہ اس حال میں پہنچی ہے۔ میں ہی اس
کا قصور وار ہوں۔ میں ہر دفعہ اسے بکھرتی حالت میں
چھوڑ جاتا ہوں۔ مجھے میری زرعی ٹھیک چاہیے۔
تبریز نم لہجے میں حمزہ کے گلے سے لگتے بول رہا تھا۔ حمزہ
اپنے جان سے پیارے دوست کا نم لہجہ محسوس کرتے
تڑپ اٹھا۔

کیا محبت ایسی ہوتی ہے۔ جسے پاتے ہی انسان سب کچھ
بھول جاتا ہے۔ حمزہ ایک گہری سوچ میں گم ہوا۔
گھونگھٹ میں چھپانا زک وجود آنکھوں کے سامنے

لہرایا۔ جسے ونی میں لیتے سوات چھوڑ کر کاغان آگیا تھا۔
تبریز نے حمزہ کو سوچ میں ڈوبے دیکھ کر کندے سے پکڑ
کر ہلایا۔ حمزہ فوراً اپنے حواسوں میں واپس لوٹا۔ کچھ نہیں
ہو گا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم پریشان مت ہو۔ حمزہ
تبریز کا کندھا تھپتھپائے ایمر جینسی روم میں داخل ہوا۔
اور پیشینٹ کی طرف بڑھا۔

سر پیشینٹ کو سانس لینے میں مشکل ہو رہی ہے۔ انہیں
شاید دے کا اٹیک آیا ہے۔

ایک نرس حمزہ کو دیکھتے بولی۔ حمزہ نے فوراً نبض چیک کی۔
جو بہت ہی مدہم چل رہی تھی۔ حمزہ نے فوراً آکسیجن
ماسک ہم ری حمزہ نے فوراً آن لگایا۔ اور ساتھ ہی زارا کو
ڈرپ لگائی۔

سرپیشنٹ کو دیکھے انہیں کیا ہو رہا ہے۔ ایک نرس سر
پیشنٹ کو دیکھ زارا کو کو گہرے کبھی بے سانس لیتے دیکھ
کر پریشانی سے بولی۔ ڈیمینڈ۔ انجیکشن لاؤ۔۔۔ پر سر ہم
انجیکشن کیسے دیں سکتے ہیں۔ جتنا کہاں ہے اتنا کرو۔ حمزہ
غصے سے چلایا۔ زارا ہوش میں آنے کی کوشش کر رہی
تھی۔ ابھی ہوش میں آری پھر اسے دے کا خطرناک

اٹیک آسکتا تھا۔ اس لیے نیند کا انجیکشن حمزہ کو دینا پڑا۔
جسے دیتے ہی وہ پر سکون نیند سو گئی۔ حمزہ ریلیکس ہو کر
پاس پڑی چیئر پر بیٹھ گیا۔ آپ پیشنٹ کے پاس روکے
کسی بھی

وقت ہوش آسکتا ہے۔ حمزہ ڈاکٹر زرش کو دیکھتے بولا۔ ادو
کے سر۔۔ زرش نے فوراً ہاں میں سر ہلایا۔

حمزہ باہر نکل گیا۔ تبریز حمزہ کو دیکھتے فوراً اس کی طرف
لپکا۔ حمزہ میری زرعی کیسی ہے۔ ہم ٹھیک ہے۔ بارہ
گھنٹوں سے پہلے ہوش آجائے گا۔ گہرا صدمہ پہنچا
ہے۔ اس لیے دے کا اٹیک آیا ہے۔ جس کی وجہ سے

سانس لینے میں دشواری کی وجہ سے اپنے ہوش کھو بیٹھی
ہے۔ ہوش آجائے گا۔ چل توں آمیرے ساتھ۔۔ کیا
حالت بنا رکھی ہے۔ لگتا نہیں توں یہاں کا سردار ہے۔
حمزہ اسے اپنے ساتھ اپنے کین کی طرف لیں کر بڑھتے
بولا۔ جس کی سردارنی ہو سپٹل میں ہو۔ وہ کیسے ٹھیک رہ
سکتا ہے۔ تبریز حمزہ کو گھورتے بولا۔ اور توں بتا سوات
50 چھوڑ کر یہاں کیا لینے آیا ہے۔

تبریز غصے سے دیکھتے بولا۔ یار بڑی دکھ بڑی کہانی ہے۔
جسے سناتے میرا دماغ گھوم جانا ہے۔

حمزہ اپنا کوٹ اتارتے صوفے پر بیٹھا۔ اچھا ایسی کونسی کہانی ہے۔ جو تجھے میرے علاقے میں کھینچ لائی۔ تبریز اور حمزہ بچپن کے دوست تھے۔ دونوں ساتھ میں پلے بڑھے تھے۔ حمزہ کو بچپن سے ڈاکٹر بننے کا بہت شوق تھا۔ سولہ سال کی عمر میں حمزہ کے بابا حامد صاحب نے حمزہ کو پڑھنے باہر بھیج دیا تھا۔ پر حمزہ کے دادا زرغان خان حمزہ کی ڈاکٹری کے خلاف تھے۔ وہ چاہتے تھے حمزہ میں سال کی عمر میں سرداری سنبھال لیں۔ حمزہ مان گیا تھا۔ پر اس نے اپنا خواب بھی نہیں چھوڑا تھا۔ یار رہسام لالا کا قتل ہو گیا ہے۔ زرغان داداؤنی میں لڑکی کو مانگا تھا۔ اور اُسے میرے نکاح میں دیں دیا۔ حمزہ کھڑکی کے پاس کھڑے

ہوتے بولا۔ یار راتنی چھوٹی لڑکی کو وونی میں کون دیتا
50+ ہے۔ حمزہ غصے د آواز میں بولا۔ سے سرد آواز

حمزہ وونی میں عمریں نہیں دیکھی جاتی۔ بس حکم مانا جاتا
ہے۔ کتنی عمر ہوگی لڑکی کی اٹھارہ انیس سال تبریز خود
سے اندازہ لگاتے بولا۔ نہیں مجھے لگتا ہے۔ محض پندرہ
سال کی ہوگی۔ کیا مطلب لگتا ہے۔ تو نے اُسے دیکھا ہی
نہیں۔

تبریز حمزہ کی طرف بڑھتے بولا۔

نہیں۔۔ میں نکاح کر کے یہاں کاغان آگیا تھا۔

میں نے اُس لڑکی کو دیکھا ہی نہیں۔

واٹ!! پاگل ہو گئے ہو تم حمزہ۔۔ تمہارے حویلی کیا
سلوک کرتے ہونگے اس معصوم کے ساتھ جسے تم نکاح
میں لیتے حویلی والوں کے رحم و قدم پر چھوڑ آئے ہو۔ یہ
جانتے ہوئے وئی میں آئی لڑکیوں سے کیسا سلوک رکھا
جاتا ہے۔ جتنی تم نے اس کی عمر بتائی ہے۔ مجھے لگتا اب
تک زندہ ہوگی۔ تبریز غصے سے حمزہ پر پھنکارتے بولا۔
حمزہ ایک دوسانیوں کے لیے سوچ میں ڈوبا۔ تین مہینوں

سے وہ یہاں رہ رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر پوچھا ہی نہیں
تھا۔ یا اسے یاد ہی نہیں تھا۔ حمزہ کے دل ڈوب کر ابھرا۔
اب اسے اُس لڑکی فکر ستانے لگی۔ جسے وہ نکاح میں لیتے
بھول ہی گیا تھا۔

کیا ہوا۔۔ اب تیرے چہرے پر پریشانی اچھی نہیں لگ
رہی۔ زہر لگ رہی ہے۔ تبریز حمزہ کو دیکھتے بولا۔ جو
پریشانی سے اپنی کنپٹی کو مسل رہا تھا۔ اچھا یہاں بیٹھ۔۔
کال کر حویلی تبریز حمزہ کو صوفے پر بیٹھاتے بولا۔ حمزہ
نے سرخ گہری براؤن آنکھوں سے تبریز کو دیکھا۔ نہیں
میں کال نہیں کروں گا۔

میری ہمت نہیں ہے۔ وہاں جا کر دیکھ لوں گا۔

حمرہ تھکے تھکے انداز سے بولا۔

ادو کے تیری مرضی۔۔۔ اچھا ڈاکٹر صاحب

میں اپنی بیوی سے مل سکتا ہوں۔

تبریز مسکراتے ہوئے بولا۔

ہاں جا مل لیں۔ ورنہ یہاں بیٹھا میرے عتاب کا نشانہ بن

جائے گا۔ حمرہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

تبریز اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے باہر نکل گیا۔

زارا کو دوسرے روم میں شفٹ کر دیا تھا۔

پرا بھی ہوش نہیں آیا تھا۔ تبریز روم میں داخل ہوا۔
سامنے بیڈ پر لیٹے زارا کے بے جان نازک سراپے کو
دیکھا۔

جو پہلے سے زیادہ کمزور ہو گیا تھا۔ تبریز خاموشی سے زارا
کے پاس جا کر بیٹھا۔

اور زارا کا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔ ایم سوری میری
جان۔۔ مجھے تمہیں اکیلا چھوڑ کر جانا ہی نہیں چاہیے تھا۔
تمہاری حالت کا ذمہ دار میں ہوں۔

تبریز کا آنسو نکل کر زارا کی ہاتھ کی پشت پر گرا۔ مجھے
سب کو سچ بتا دینا چاہیے تھا۔ آج تم میرے سامنے یوں
لیٹی نا ہوتی۔ تبریز نے آگے ہوتے اس کی پیشانی پر لب
رکھے۔ تبریز کے آنسو زارا کی آنکھوں پر گرے۔ زارا کی
آنکھوں میں ہلکی سی جنبش پیدا ہوئی۔ پر آنکھیں کھلنے
کا نام ہی نہیں لیں رہی تھی۔ انجیکشن کے زیر اثر وہ نیند

میں ڈوبتے جارہی تھی۔ تبریز نرمی سے زارا کے بالوں
میں انگلیاں چلانے لگا۔ اگر مجھے پہلے پتا ہوتا۔ تمہارے
ساتھ ہوئے ہر ظلم کا بدلہ میں خود لیتا۔ اپنے لالا کے سینے
پر۔۔ میں خود خنجر کھوبتا۔ تبریز زارا کے ریشمی لبوں بالوں
میں انگلیاں چلاتے مسلسل سوچ رہا تھا۔ یہ سوچے ہی تو
اس کا مقدر بن گئی تھی۔ اپنی بیوی پر ہوئے ہر ظلم کو
کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ بھولتا بھی کیوں۔ اس کا لالا ہی
تو تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی زارا سب کی نفرت کی
بھینٹ چڑھی ہوئی تھی۔

وعدہ ہے تبریز خان کا۔ تمہاری آنکھوں میں بھی آنسو
نہیں آنے دوں گا۔ تبریز اس کے ریشمی بالوں میں چہرہ
چھپاتے بولا۔

آٹھ گھنٹوں بعد ہوش آیا تھا زارا کو۔ اپنے پاس نسوانی
خوشبو محسوس کرتے زارا نے اپنے بائیں سائیڈ دیکھا۔

جہاں تبریز بیٹھا اسے ہی تک رہا تھا۔ زارا کو سارا بیگم کے
لفظ یاد آنے لگے۔ چھوڑ دو میرے بیٹے کی جان۔۔ مر جاؤ
جن ہاتھوں سے میرے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ انہی ہاتھوں

سے اپنی جان لیں لو۔ زارا کے آنسو لڑیوں میں بہتے تکیے
میں جذب ہونے لگے۔

تبریز زارا کے آنسوؤں کے دیکھتے تڑپ کر قریب ہوا۔
مت چھونا تم۔۔ میرے قریب بھی مت آنا۔ زارا چیختے
ہوئے بولی۔ زارا کا تم کہنا سینے میں کسی خنجر کی طرح ہی
لگا تھا۔ تبریز سوچتے ہنس دیا۔ وہ تو آپ کہتی ہی نہیں
تھی۔ جب سے رشتہ نفرت میں بدلہ تھا۔ "تم" ہی تو سنتے
آ رہا تھا۔ زارا ریلیکس تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔
ٹھیک ہو جاؤ ہم بعد میں بات کریں گے۔ تبریز اسے

تھامتے ہوئے بولا۔ نہیں ہونا مجھے ٹھیک۔۔ مرنا ہے
مجھے۔

چچی جان کہتی ہے مر جاؤ۔۔ میرا وجود بھی برداشت
نہیں ہے اُن کو حویلی میں۔۔

زارا خان چیختے ہوئے بولے۔ تبریز ساکت سا زارا کو سننے
لگتا ہے۔ تم بھی نفرت کرتے ہو مجھ سے اچھی طرح جانتی
ہوں۔ نہیں میری جان میں تم سے کبھی نفرت نہیں کر
سکتا۔ تبریز تڑپتے ہوئے زارا کو سینے لگایا۔ جھوٹے ہو
تم۔۔ تمہاری کہی ہوئی ہر بات جھوٹی ہے۔ زارا اس کے

سینے سے لگتی بولی۔ زارا ہو سپیٹل ہے۔ ہم گھر جا کر بات
کریں گئے۔ ابھی میری جان ریلیکس ہو جاؤ۔

میں سب ٹھیک کر دوں گا۔ کوئی بھی تم سے نفرت نہیں
کریں گا۔ اگر کوئی کرتا ہے۔

تبریز خان کو کوئی پرواہ نہیں۔ بس تم مجھے پہلے کی طرح
ٹھیک چاہیے ہو۔ تبریز اس کی پیشانی پر ابھی لب رکھتا۔
زارا پیچھے ہوتے رخ موڑ کر لیٹ گئی۔

تبریز نے غصے سے اپنی مٹھیاں بوئیں۔

اور خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ اگر کچھ اور بولتا۔ تو
زارا نے کہاں چپ رہنا تھا۔ مقابلہ تو ٹکڑا کرتی ہے۔
تبریز دانت پیستے ہوئے بولا۔

تبریز کی گاڑی کاغان کی سڑکوں پر اندھا دھند بھاگ رہی
تھی۔ گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔ زارا شیشے سے باہر
ڈھلتی شام دیکھ رہی تھی۔ تبریز بھی بنا زارا کی طرف
دیکھے ڈرائیو کر رہا تھا۔

تبریز کی گاڑی حویلی کے اندر داخل ہوئی۔ زارا ایسے ہی
خاموش بیٹھی حویلی کو دیکھنے لگی۔ جیسے وہ خوش ہی نہیں
تھی۔ واپس حویلی آنے کے لیے۔ یا اسے سب کی نفرت
اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔ تبریز اس یوں ہی بیٹھا
دیکھ کر۔۔ اپنی باہوں میں بھرا۔ اور اندر کی طرف بڑھ
گیا۔

زارا نے نفرت بڑی نگاہوں سے تبریز کو دیکھا 60 اور پھر
سامنے نظر میں جمالی۔

سب ہی لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ سب کی نگاہ تبریز کی طرف
اٹھی۔ تبریز سب کو انگور کرتے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔
تبریز کا سپاٹ چہرہ دیکھ کر کوئی بھی نابول سکا۔ تبریز زارا کو
ایسے ہی اٹھائے کمرے میں داخل ہوا۔ اور آرام سے بیڈ
پر لٹایا۔ مجھے میرے کمرے میں چھوڑ کر آؤ۔

تبریز ابھی پلٹتا زارا کی آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔
یہی ہے تمہارا کمرہ۔ اگر تم نے دوبارہ یہاں سے جانے کی
بات کی بہت برا پیش آؤں گا۔

تم سے بُرا کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔

مجھے تمہارے ساتھ رہنا ہی نہیں ہے۔ تبریز خان مجھے تم
سے طلاق چاہیے۔

طلاق کا سوچنا بھی مت سویٹ ہارٹ۔۔۔
نکاح پر نکاح کروں گا۔ وہ بھی تم سے ابھی۔ قاری
صاحب کو لیں کر آتا ہوں تیار ہو جاؤ۔ اپنے سردار کی قید
میں آنے کے لیے۔ پہلے کون سا آزاد گھوم رہی ہوں۔
زارا۔ گھورتے ہوئے غصے سے بولی۔ میری جان اب یہ
قید الگ ہوگی۔۔۔ جو تمہیں دن رات برداشت کرتے

گزارنی پڑے گی۔ تبریز زارا کے گال چومتے باہر نکل
گیا۔ زارا ہکا بکا تبریز کو دیکھتے بولی۔

اوز۔۔ اوز تبریز غصے سے بولتے اوز کو پکارنے لگا۔
سب تبریز کی طرف دیکھنے لگے۔

اوز باہر سے بھاگا آیا۔ جی چھوٹے صاحب اوز سر
جھکائے بولا۔ اوز قاری صاحب کو حویلی لیں کر آؤ۔
تبریز کی آواز لاؤنج میں گونجی۔

سب ساکت سے تبریز کے چہرے کی طرف دیکھنے لگے۔
اووز بھی حیران کھڑا اپنے چھوٹے صاحب کو دیکھنے لگا۔
چھوٹے صاحب قاری کیوں۔۔ اووز سر جھکائے بولا۔
تمہاری چھوٹی بی بی بچپن کے نکاح کو نہیں مانتی۔ دوبارہ
سے نکاح کر کے اپنا رشتہ مضبوط بنالوں۔ زرشہ خان
سُن کر بہت خوش ہوئی۔

باقی سب کے چہرے سپاٹ تھے۔ جی صاحب!! میں ابھی
لایا۔ اووز بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔ تبریز مسکراتے ہوئے
اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دیکھ رہے ہیں اپنے بیٹے
کو۔۔ اپنے لالا کے قاتل کو بھول بیٹھا ہے۔ طلاق دینے

کی بجائے نواب زادہ نکاح کر رہا ہے۔ سارا بیگم بارون
صاحب پر غصے سے چلاتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔
حمدان صاحب نے شرمندگی سے نظریں جھکالی۔

تبریز جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا۔ زارا لڑکھڑاتے
قدموں سے اس کی طرف بڑھی۔

مجھے تم سے نکاح نہیں کرنا۔ مجھے طلا۔ ابھی زارا کچھ
آگئے بولتی۔ تبریز اس کے لبوں پر جھکتے باقی کے لفظ ادا
ہی ہونے نہیں دیے تھے۔ زارا اساکت سے کھڑی تبریز
کی شرٹ مٹھیوں میں جکڑ گئی۔

تبریز غصے سے زارا کے لبوں پر جنون ڈھا رہا تھا۔ اس کی
طبیعت کا خیال کرتے تبریز پیچھے ہوا۔ زارا
تبریز کے سینے سے سر ٹکا گئی۔ بہت بُرے ہو تم۔۔ سب
نفرت کرتے ہے مجھ سے۔۔۔ مورے بابا چچی جان، چچا
جان بھی۔ تھک گئی ہوں میں اور برداشت نہیں ہوتا مجھ
سے۔

تم نے کیوں بچایا مجھے مرنے دیتے زارا پھوٹ پھوٹ کر
روتے بولی۔ خبردار اب تم نے ایسا کچھ بولا۔ تمہاری جان
میں اپنے ہاتھوں سے لوں گا۔ میں سب ٹھیک کر دوں

گا۔ بس تم مجھ سے دور جانے کی بات مت کیا کرو۔ میری
جان نکل جاتی ہے۔ تبریز نم لہجے میں بولا۔ زار نے سر
اٹھا کر تبریز کو دیکھا۔ تمہیں میری فکر ہے۔ زار اہستہ
ہوئے بولی۔ اس کے یوں ہنسا۔ تبریز کے دل میں شدت
سے درد کی تھیں اٹھی۔

تمہاری فکر ہی میں تو دوڑا آیا ہوں۔ میری جان۔

تبریز اس کی سو جھی سرخ آنکھیں چومتے بولا۔

دروازہ ناک ہونے پر تبریز فوراً دروازہ کھولا۔ چھوٹے
صاحب قاری صاحب کو لیں آیا ہوں۔ ٹھیک ہے تم جاؤ
میں آتا ہوں۔ میری جان۔۔ چلو نکاح کا ٹائم ہو گیا ہے۔

تبریز مسکراتے ہوئے بولا۔ زارا نے گھور کر تبریز کو
دیکھا۔

چلو گی یا اٹھا کر لیں چلوں۔۔ تبریز زارا کی طرف بڑھتے
بولا۔ زارا دانت پیستے اس پاگل سردار کو دیکھنے لگی۔

پہلے مجھے تیار ہونا ہے۔ ایسے میں ہر گزر پھر سے نکاح
نہیں کروں گی۔ مجھے پہلے دو لہن بننا ہے۔ جیسے ہر لڑکی
بنتی ہے۔

زارا سر جھکائے بولی۔ تبریز نے دل ہی دل میں اپنی بیگم
کے صدقے واری جانے لگا۔ ادو کے تمہارا لہنگا ادو ڈر کر
رہا ہوں۔

ابھی مولوی کو واپس بھیج دیں صبح نکاح کریں گئے۔ آپ
آدھی رات کو نکاح نہیں کر سکتے۔ صبح سب کے سامنے
پورے گاؤں کے سامنے دو لہن بنا کر اپنے روم میں لائے

گئے۔ زارا نے ایک اور خواہش ظاہر کی۔ تبریز گھور کر
زارا کو دیکھنے لگا۔ میری جان اس کی کیا ضرورت ہے۔

ویسے بھی سارا گاؤں جانتا ہے۔ آپ میرے نکاح میں
ہو۔ تبریز زارا کی طرف بڑھتے بولا۔ جانتا ہے تبریز
خان۔۔۔ پر انہیں دکھانا ہے۔ میں ایک سردار کی بیوی
ہوں۔ قاتل نہیں۔

زارا اب روتے ہوئے بولے۔

تبریز نے فوراً زارا کو اپنے سینے سے لگایا۔

جب جب زارا خود کے لیے قاتل کا لفظ یوز کرتی تھی۔

تبریز کا دل کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوتا تھا۔

جیسا تم کہو گی۔ ویسا ہی ہو گا۔ پر آئندہ قاتل کا لفظ یوز

مت کرنا۔ چلو یہاں بیٹھو میں ابھی آتا ہوں۔ تبریز زارا

کو بیٹھائے باہر کی طرف بڑھ گیا۔ اووز مولوی صاحب کو

گھر چھوڑ آؤ۔ نکاح صبح ہو گا۔ اور ہاں صبح ہوتے ہی

سارے گاؤں کو میرے نکاح میں شرکت کرنے کی

دعوت دے دینا۔ نکاح کا انتظام ابراہیم کے ہاتھ میں دو۔

کوئی کمی نہیں آنی چاہیے۔ تبریز بولتے اپنے کمرے کی

طرف بڑھ گیا۔



تبریز روم میں داخل ہوا۔ زارا کو وہی کھڑے دیکھ گھورا۔
یہاں کیوں کھڑی ہو۔ طبیعت پہلے ہی نہیں ٹھیک چلو
شباباش لیٹو۔ میں کھانا منگواتا ہوں۔ تبریز زارا کو اپنے
حصار میں لیے بیڈ کی طرف بڑھا۔ کھڑوس سردار۔
میرالہنگا آڈر کر دیا ہے نازارابیڈ پر بیٹھتے بولی۔ تبریز نے
مسکراتے ہوئے زارا کو گھورا۔ ہم!! کچھ دیر پہلے تو طلاق
مانگی جا رہی تھی۔ تو پھر دے دیں نا طلاق مجھے کوئی شوق
نہیں چڑھا تم سے شادی کرنے کا کھڑوس سر پھرے
سردار تبریز کی بات سنتے زارا غصے سے بولی۔ اچھا سوری!!

غصہ کیوں کر رہی ہو۔ تمہارا آڈر دے دیا ہے۔ صبح تک
لہنگا مل جائے گا۔

تبریز زارا کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے پیار سے
بولا۔

تبریز نے اپنا موبائل اٹھائے لینڈ لائن پر کال کی۔ جو
دوسری رنگ پر اٹھالی گئی۔

رخسار کچھ ہیلدی سا کھانا بنا کر روم میں پہنچاؤ۔

تبریز رخسار کو حکم دیتا فوراً کال بند کر دی۔ کیا ہوا تم ٹھیک ہو۔ زارا کو سر پکڑتے دیکھ کر فوراً فکر مندی بولا۔

سر میں درد اٹھ رہا ہے۔ زارا معصوم سے شکل بنا کر بولی۔ پہلے کھانا کھاؤ۔ پھر آرام کرنا۔ رخسار جو کھانا لیں کر اندر آئی۔ تبریز زارا کے پیچھے تکیہ سیٹ کرتے بولا۔ رخسار تبریز کو ٹرے پکڑاتے باہر کی طرف بڑھ گئی۔

ایک باؤل میں سوپ تھا۔ جسے دیکھتے زارا نے کڑوا سا منہ بنایا۔ مجھے نہیں پینا۔ یہ سوپ بالکل تمہاری طرح کڑوا ہے۔ زارا منہ بگاڑتے بولی۔ میری طرح تبریز نے آنکھیں چھوٹی کر کے زارا کو دیکھتے بولا۔ جی بالکل تمہاری

طر حبھی کڑوا ہے۔ اچھا میں نے یہ سوپ بھی اب کونسی
کڑوی بات کر دی۔ جو میری بیگم کو بُری لگ گئی۔ تبریز
سوپ کا چھیچ بھر کر زارا کے منہ میں ڈالا۔

کھڑوس بد تمیز انسان۔۔ ایسے ملاتے ہیں۔

زارا سوپ کو بامشکل نگلتے بولی۔ کیا اور بھی طریقے ہیں
ملانے کے۔ تبریز بے باکی سے بولتے زارا کی چھوٹی سے
ناک دہائی۔ بہت ہی بے شرم ہے۔ زارا دانت پیستے
ہوئے بولی۔ وہ تو کل پتا چلے گا تمہیں میں کتنا بے شرم

ہوں۔ تبریز بے باکی سے بولتے زارا کا چہرہ سرخ کر گیا۔

یہ سارا ختم کرنا ہے۔ تاکہ تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ۔ آفٹر آل
کل ہماری گولڈن نائیٹ ہو گی۔ اور میں نہیں چاہتا میری
بیگم مجھے بیمار ملے۔ تبریز کی باتیں سنتے زارا کے چہرے پر
ایک رنگ آ رہا تھا دوسرا جا رہا تھا۔ تبریز زارا کی اڑتی
رنگت دیکھتے اپنی ہنسی دبا رہا تھا۔ اور اسے پتہ ہی نہیں
چلا وہ سارا کا سارا سوپ ختم کر گئی تھی۔ گریٹ۔۔ بہت
ہی سمجھ دار بیوی ملی ہے۔ تبریز ٹرے سائیڈ پر رکھتے
بولا۔ اور زارا کی طرف میڈیسن بڑھائی۔ زارا غصے سے

گھورتے میڈیسن لیتے کھانے لگی۔ اور فوراً ہی کمبل اچھے
سے اوڑھتے لیٹ گئی۔ تبریز کی بے باک نظریں اور
باتیں نہیں سن سکتی تھی۔

میری سردارنی اب تو منہ سیدھا کر لو۔ سب کچھ تمہاری
مرضی سے تو ہو رہا ہے۔ تبریز زارا کے ساتھ کمبل میں
گھستے بولا۔

اس میں مرضی والی کوئی بات نہیں۔ ہر لڑکی کا خواب
ہوتا ہے۔ وہ دو لہن بنے۔

آپ نے میرے پیاروں پر پانی پھیرنا۔ زراروتے ہوئے
بولے۔

میری جان!! تمہارا خواب پورا تو کر رہا ہوں۔ تبریز زارا کو
اپنے سینے سے لگاتے بولا۔

اب کیا فائدہ۔۔۔ سب مجھ سے نفرت کرتے ہے۔ بچی
جان!! کے کہنے پر تم نے بھی مجھے چھوڑ دینا ہے۔ زارا
تبریز کے سینے میں گھستے ہوئے بولی۔ اگر چھوڑنا ہی ہوتا
زارا۔۔ تو پھر سے نکاح نا کر رہا ہوتا۔ اتنا بزدل نہیں
ہوں۔ تمہیں کسی کے کہنے پر چھوڑ دوں۔ مورے کا غصہ
وقتی ہے۔

جلد ہی وہ سنبھل جائے گی۔

تو آپ بتائے مناسب کو سچ۔۔ زارا تبریز کا کالر جکڑتے
چیتے ہوئے بولی۔

زارا بے ہیو یور سیلف۔۔ تبریز زارا کے بیچنے پر غصے سے
بولا۔ زارا خاموشی سے اس حسین مرد کو تکلنے لگی۔ آخر
کیوں سچ نہیں بتا رہا تھا۔

یا اسے ابھی بھی اعتبار نہیں ہے مجھ پر۔۔ زارا سوچتے
ہوئے سر جھکا گئی۔ تبریز نے غصے سے اپنی کنپٹی کو مسلہ۔

میری جان۔۔ کیوں ٹینشن لیتی ہو۔ سب ٹھیک کر دوں
گا۔ تبریز اس کی پیشانی چومتے بولا۔ زارا اس کے سینے پر
سر رکھتے آنکھیں موند گئی۔ سارا خان کے کہے لفظ اسے
بھولے نہیں تھے۔ تبریز سے دور جانے کا سوچتے اس کا
دل بند ہونے لگتا تھا۔ زارا تبریز کے گرد مضبوطی سے
حصار باندھا۔ تبریز مسکراتے ہوئے زارا کو کمر سے
پکڑتے اپنے اوپر کر گیا۔ زارا آنکھیں کھولے تبریز کو
دیکھنے لگی۔

میری جان۔۔ کچھ نہیں کر رہا۔ سو جاؤ۔

ایسے ہی آپ کے اوپر لیٹ کر سو جاؤ۔

زارا سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔

تو میرے اوپر لیٹنے میں کیا پروہلم ہے۔ کھا تھوڑی جانے
لگا ہوں تمہیں۔ تبریز زارا کو بے باکی سے خود کے ساتھ
لگائے بولا۔

کھانے کے ہی موڈ میں لگ رہی ہے۔ زارا دانت پیتے
بولی۔ چلو پھر تمہیں کھا ہی لیا جائے۔ تبریز زارا کی شرٹ
کے اندر ہاتھ ڈالتے بے باک گستاخی کی۔ پلیز مجھے سونے
دیں۔

زارا تبریز کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے بولی۔ تو سو جاؤ۔۔ منع
تھوڑی کر رہا ہوں۔ تبریز زارا کی ہک کے ساتھ کھیلتے
بولا۔ تو پھر ایسی حرکتیں بھی مت کرے۔ تھوڑا ترس ہی
کھالیں۔ بیوی ہو سپٹل سے آئی ہے۔ اور تمہیں رومانس
سوچ رہا ہے۔ زارا گھورتے ہوئے بولی۔

یارر!! شوہر ہوں تمہارا تھوڑی عزت سے ہی بھلا لیا
کرو۔۔

عزت۔۔ یہ لیں بھلا لیا۔ زارا دانت پیستے ہوئے بولی۔
تبریز نے گھور کر دیکھا۔

بہت زبان چلتی ہے تمہاری۔ تبریز زارا کے گال پر دانت
گاڑھتے بولا۔ آہہ!! پاگل انسان عزت سے تو بلایا ہے۔
کاٹنے کی کیا ضرورت تھی۔ زارا اپنی ہنسی دباتے ہوئے
بولی۔ یہ عزت دے رہی ہو۔ یا تنز کے تیر برسا رہی ہو۔
تبریز اسے بیڈ پر لٹاتے خود اس کے اوپر جھکتے بولا۔

تیزی سمجھے۔۔ زارا کہاں پیچھے رہتی۔ تبریز کی بات کا فوراً
جواب دیا۔ تبریز کا قہقہہ روم میں گونجا۔ عزت تو میں
کروا ہی لوں گا۔ بس تم اپنی خیر مناؤ میری جان۔۔

تبریز بولتے زارا کی دھڑکنوں پر جھکے شدت سے دانت
گھاڑے۔

آہ!! جنگلی سردار پیچھے ہٹو۔ زرا چیختے ہوئے بولی۔ چیخ
کیوں رہی ہو۔ تبریز غصے سے بولا۔ اور سیدھے ہو کر لیٹا۔
تبریز کے سیدھا ہونے پر زارا نے لمبا سانس لیا۔ ابھی تو
ترس کھا رہا ہوں۔ کل بالکل ترس نہیں کھاؤں گا۔

تبریز لائٹ آف کرتے بولا۔ اور زارا کا سر اپنے سینے پر
رکھتے آنکھیں موند گیا۔

زارا بھی مسکراتے آنکھیں موند گئی۔ پہلے ہی بہت سر درد
ہو رہا تھا۔ اوپر سے اس پاگل سردار کی باتیں اس کا دماغ
شل کر رہی تھی۔

زارا کی آنکھ صبح سات بجے کھلی۔ تبریز کو اپنے قریب نا
پا کر فوراً اٹھ کر بیٹھی۔ اور جلدی سے فریش ہونے کے
لیے باتھ روم میں گھسی۔ پندرہ منٹ میں فریش ہو کر باہر

آئی۔ بلیک کلر کی سکلٹ اور نیچے بلیک ہی چوری پا جامہ
پہنے مرد کے سامنے کھڑی ہوئی۔

اور بال ڈرائیو کرنے لگی۔ بال سوکھانے کے بعد وائٹ
نیٹ کا چمکتے ستاروں پر ڈوپٹہ اوڑھتے روم سے باہر نکلی۔
جیسے ہی رومی سے ہی باہر نکلی زارا کی آنکھیں حیرت سے
کھل گئی۔

پوری حویلی لائٹوں سے جگمگا رہی ہے۔ وائٹ اور ریڈ
گلاب کے پھولوں سے ریلینگ کو سجایا گیا تھا۔ ہال میں
بھرا سا جو مر لگایا گیا تھا۔ جس سے پورا ہال لائٹینگ سے

جگمگارتھا۔ زارا سیڑھیاں اترتے لاؤنج میں داخل ہوئی۔
سب سے پہلے نظر سارا خان پر پڑی۔ جو آگ سا چہرہ
لیے صوفے پر بیٹھی تھی۔

اور ساتھ ہارون صاحب وہ بھی سپاٹ چہرے کے ساتھ
بیٹھے تھے۔

تبریز نے نکاح کے لیے سارے گاؤں کو انوائٹ کیا ہے۔
انہیں صبح ہی ابراہیم سے پتا چلا تھا۔ اسلام و علیکم !! چچا
جان۔۔ زارا ان کے سامنے سر جھکائے بولی۔ ہارون
صاحب ایسے ہی بیٹھے رہے۔ زارا کچھ دیر ایسے ہی سر

جھکائے کھڑی رہی رہی۔ ہارون صاحب نے سر پر ہاتھ
نہیں رکھا۔ زارا کی آنکھیں فوراً نم ہوئی۔ چچا جان!! زارا
نے مدھم آواز سے پکارا۔ اے لڑکی۔۔ کوئی چچا نہیں ہے
تمہارا۔۔ سارا بیگم زارا کا بازو دبوچتے بولی۔

چچی جان۔۔ میں اپنے چچا سے بات کر رہی ہوں۔

آپ سے نہیں۔ زارا اپنا بازو چھڑاتے بولی۔ دیکھ رہے
ہے ہارون صاحب کتنی زبان لگ گئی ہے اس کی۔ سارا
خان زارا گھورتے بولی۔ یہ زبان آپ کی وجہ سے ہی لگی
ہے۔ زارا بھی جواباً گھورتے

ہوئے بولی۔

بد تمیز احمق لڑکی۔۔ سارا خان نے ایک زوردار تھپڑ مارا
کے منہ پر دیں مارا۔

زارا اوندھے منہ ٹیبل پر گری۔ بیگم!! یہ کیا کر رہی ہے۔
آپ کب سے حویلی کی عورتوں پر ہاتھ اٹھانے لگ گئی۔
ہارون صاحب سارا پر چلاتے بولے۔ یہ ہاتھ پہلے ہی اٹھ
جانا چاہیے تھا۔ جب یہ میرے بیٹے کو کھا گئی تھی۔

سارا خان چیختے ہوئے بولے۔ زارا زمین پر سارا خان کو
دیکھنے لگی۔ میری بچی۔۔ زرا لشتہ جو کچن میں کھڑی سب
دیکھ رہی تھی۔ بھاگتے ہوئے زارا کی طرف بڑھی۔

خبردار بچی جان!! آپ نے ایک قدم بھی آگئے بڑھایا۔
تبریز جو حمزہ کو لینے ہو اسپتال گیا تھا۔ داخلی دروازے پر
کھڑے سارا تماشا دیکھ چکا تھا۔ حمزہ بھی تبریز کے ساتھ
ہی اندر داخل ہوا۔ تبریز زارا کے پاس پہنچتے اسے زمین
سے اٹھاتے اپنے سینے سے لگا گیا۔

خبردار۔۔ کسی نے بھی میری بیوی کے خلاف کچھ بولا۔
مورے آپ کو اس پر ہاتھ اٹھانے کا حق میں نے نہیں
دیا۔ آئندہ خیال کریئے گا۔ اور ایسے الفاظ منہ سے بھی
مت نکالے گا۔ جس سے میری روح کو تکلیف پہنچے۔ شکر
کریں لالا مر گیا۔ ورنہ میں انہیں اپنے ہاتھوں سے مار
دیتا۔ تبریز غصے سے دھاڑتے بولا۔

سارا بیگم، ہارون صاحب یہاں تک کے زرشہ خان
ساکت کھڑی تبریز کو دیکھنے لگی۔

زارا سے پھر نکاح کر رہا ہوں۔ اگر کسی نے شرکت کرنی
ہوئی تو آجائے گا۔ ورنہ آپ سب کے بنا بھی نکاح ہو
جائے گا۔ زارا تبریز کے سینے سے لگی مسلسل کانپ رہی
تھی۔

تبریز اسے باہوں میں اٹھائے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ ابرا
ہیم!! حمزہ کو اس کا کمرہ دکھاؤ۔ میں آتا ہوں۔ تبریز بولتے
اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ حمزہ ابھی تک کھڑا سب
معاملات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آئیے میں آپ کو
لیں چلتا ہوں۔ حمزہ ابراہیم کی آواز سنتے اس کے پیچھے
چلنے لگا۔

ابراہیم حمزہ کو کمرے میں چھوڑتے نیچے کی طرف بڑھ گیا۔ حمزہ اپنا کوٹ اتارتے صوفے پر رکھا۔ اور وہی نیم دراز ہو گیا۔ تبریز کو زارا کے لیے اتنا پوزیسیو دیکھ کر حمزہ کو شدت سے اُس لڑکی کا سراپہ اپنی آنکھوں کے سامنے گھومتا ہوا نظر آیا۔

میں کیوں سوچ رہا یہ سب۔۔ حمزہ غصے سے اپنی کنپٹی کو مسلتے بولا۔ یا اللہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔ کیوں اُس لڑکی کی فکر ستا رہی ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔ یا اللہ۔۔ مجھے اُس کا نام کیوں نہیں یاد آ رہا

ہے۔ حمزہ غصے سے اٹھ کر کمرے کے وسط میں چکر لگانے لگا۔

میں میثال کو کال کرتا ہوں۔ حمزہ کے دماغ میں فوراً اپنی چھوٹی سی بھتیجی کا خیال آیا۔ میثال اس کے بڑے لالا بازل کی بیٹی تھی۔ حمزہ نے موبائل اٹھایا اور فوراً بازل کے نمبر پر کال کی اسے پتا تھا۔ بازل کا موبائل میثال کے ہی ہاتھ میں ہو گا۔

اور ہوا بھی یہی اگلے ہی سیکنڈ میں کال اٹھالی گئی۔ ہیلو چاچو کی جان۔۔ حمزہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ہائے چاچو آپ

کہاں چلیں گئے ہو۔ میثال آپ کو بہت مس کرتی ہے۔
میثال چار سال کی تھی۔ اسے باتوں کی تھوڑی بہت سمجھ
آ جاتی تھی۔ اس لیے حمزہ باتوں باتوں میں اُس لڑکی کا
پوچھنا چاہتا تھا۔

میثال بے بی اپنے چاچو کو اتنا مس کر رہی ہے۔ جی
چاچو۔۔ مشال رونے والی آواز بولی۔

آپ آجائے نا۔۔ پلیز۔۔ میثال میرا بچہ

روتو نہیں نا۔ ایک دو دن میں آ جاؤں گا۔

حمزہ ابھی اتنا ہی بولا۔ واقعے میں چاچو۔۔۔ میثال بیڈ پر
اچھلتے بولی۔

جی چاچو کی جان۔۔۔ حمزہ مسکراتے ہوئے بولا۔ آپ کے
علاوہ اور کون مجھے مس کرتا ہے۔ حمزہ لب دانتوں کے
نیچے دباتے بولا۔

میرے علاوہ۔۔۔ آپ کو کون مس کرتا ہے۔ میثال اپنی
ننھی سے انگلی اپنے سر پر رکھ کر سوچنے لگی۔ اور اگلے ہی

پل مدھم آواز سے بولی۔ چاچو۔۔ راز کی بات بتانے لگی
ہوں۔

پلیز کسی کو مت بتانا۔۔ ورنہ دادو۔۔ بہت غصہ کرے
گی۔ میشال موبائل پر ہاتھ رکھتے بڑوں کی طرح باتیں
کرتے بتانے لگی۔ دوسری طرف حمزہ میشال کی راز والی
بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اوپر سے دل بری
طرح دھڑک رہا تھا۔ میشال بچے بتا بھی دو۔۔ آپ کے
چاچو آپ کے لیے بہت سی چاکلیٹ لائے گئے۔

حمزہ نے فوراً چاکلیٹ کا نام لیا۔ چاکلیٹ کا سنتے میشال کے
منہ میں پانی بھر آیا۔ اور فوراً بولی۔

چھوٹی بچی بھی یاد کرتی ہے۔ جب دادو ناچھوٹی چچی کو اُس
سے مارتی ہے۔ میثال کے بتاتے ہوئے اس کی آواز بھگنے
لگی۔ حمزہ کا دل ڈوب کر ابھرا۔ کیا مورے اُس کو مارتی
تھی۔ پر کس سے۔۔ حمزہ نے بامشکل سانس لی۔ میثال
مورے کس سے مارتی ہے۔ حمزہ کی آواز لڑکھڑائی۔ چاچو
پلیز آپ آجائے۔ میثال روتے ہوئے بولی۔ آپ آ
جائے گئے۔ دادو پھر نہیں مارے گی۔ میثال بچے۔۔۔
میثال کچھ اور آگئے بولتی۔ کسی کی آواز پر فوراً پلٹ کر
دیکھا۔ جی چھوٹی بچی۔۔ میثال ابھی اتنا ہی بولتی حمزہ
سیدھے ہو کر صوفے پر بیٹھا۔ آپ کی دادو نیچے بھلا رہی

ہے۔ اوو کے چچی جان میں آرہی ہوں۔ آپ کسی سے
بات کر رہے ہو۔ عزیزے نے میثال کے ہاتھ میں
موبائل پکڑے دیکھا۔ جی!! میثال نے فوراً اثبات میں سر
ہلایا۔ دوسری طرف حمزہ جیسے اس آواز میں ڈوب گیا
ہو۔ گڑیا۔۔ بعد میں کر لینا۔ ورنہ مجھے ڈانٹ پڑ جائے
گی۔ چلو آؤ چلتے ہیں۔

عزیزے نے فوراً اپنا چھوٹا سا ہاتھ آگے کیا۔ میثال
موبائل بند کرتے عزیزے کے ہاتھ میں اپنا ننھا ہاتھ
پکڑاتے عزیزے کے ساتھ باہر چل دی۔ کال بند ہونے
پر حمزہ نے اپنی پیشانی کو مسلا۔

مجھے جانا ہی ہو گا۔ وہ اتنی چھوٹی ہے۔ کیسے برداشت کرتی ہو گی۔ حمزہ اپنی جیکٹ اٹھائے بولا۔ حمزہ ابھی باہر نکلتا۔ تبریز اندر داخل ہوا۔ کہاں ڈاکٹر صاحب۔۔ تبریز اسے پریشان دیکھتے بولا۔ مجھے سوات کے لیے نکلنا ہے۔ میری میٹھال سے بات ہوئی ہے۔ وہ بتا رہی تھی۔ مورے اُسے مارتی بھی ہیں۔ حمزہ ایک ہی سانس میں بولا۔ بالکل نہیں۔۔ میرا نکاح ہے۔ صبح نکل جانا۔ اب توں بالکل نہیں جاسکتا۔ تین مہینے جہاں گزارے ہیں۔ وہی ایک دن اور سہی۔۔ چل شاباش یہ کپڑے پکڑ ریڈی ہو جا۔ میں زارا کا سامان دیں کر آتا ہوں۔

تبریز اسے کپڑے پکڑاتے روم سے باہر نکل گیا۔

اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ زارا بیڈ پر بیٹھی دیوار
کو گھور رہی تھی۔ ہے میری جان۔۔۔ ریڈی ہو جاؤ۔۔۔ یہ
دیکھو تمہارا سامان لیں آیا ہوں۔

تبریز مسکراتے ہوئے بولتے زارا کی طرف بڑھا۔

اور سارا سامان زارا کے قریب رکھا۔ تبریز۔۔۔ کیا سب
آئے گئے۔ ہمارے نکاح میں زارا تبریز کو دیکھتے نم

آنکھیں لیے بولی۔ ہم!! میری جان سب ہی آئے گئے۔
تم پریشان مت ہو۔ چلو جلدی سے ریڈی ہو جاؤ۔ مہمان
نیچے آنا شروع ہو گئے ہیں۔ تبریز اس کا ماتھا چومتے بولا۔

زارا مسکراتے ہوئے لہنگا دیکھنے لگی۔ بہت خوبصورت ہے

یہ لہنگا۔ ہم!! پہن کر دیکھاؤ۔ پھر بتاؤں گا لہنگا

خوبصورت ہے۔ یا لہنگا پہننے والی۔ تبریز بے باکی سے آنکھ

دباتے بولا۔ زارا کے گال سرخ پڑے۔ چلو شرمانا بعد

میں پہلے ریڈی ہو جاؤ۔ تبریز زارا کو کھڑے کرتے بولا۔

زارا بھی تبریز کو گھورتے اپنا لہنگا پکڑے ڈریسنگ روم کی

طرف بڑھ گئی۔

اور تبریز بھی مسکراتے باہر نکل گیا۔۔۔۔۔

زارا مرد کے سامنے کھڑی خود کا معائنہ کر رہی تھی۔
ڈارک ریڈ کلر کا لہنگا، جس کا اگلا گلا ڈیپ تھا۔ اور پیچھے
ڈوریاں تھی۔ جس کو باندھنے کی مسلسل کوشش کر رہی
تھی۔ شریفوں والا لہنگا نہیں لایا جاسکتا تھا۔ زارا مرد میں
اپنے عکس کو دیکھتے دانت پیتے ہوئے بولی۔ میک اپ کے
نام پر ہلکا سا فاؤنڈیشن اور ڈارک ریڈ لیپسٹک اور مسکارا
لگایا تھا۔ اتنے میں ہی زارا خان غضب ڈھا رہی تھی۔
بالوں کو کرل کیے آگئے کی طرف کچھ پیچھے کی طرف کیے

ہوئے تھے۔ کیا مصیبت ہے۔ بندھ کیوں نہیں رہی۔
زارا غصے سے بولتے ڈریسنگ پر ہاتھ مارا۔ ڈوریاں کھلی
ہونے کے سبب بلاؤز ڈھلک کر آگئے کی طرف آگیا
تھا۔ جس سے زارا کی رعنائیاں صاف دکھائی دیں رہی
تھی۔ تبریز بلیک شلوار قمیض پہنے اور بلیک ہی شال
اوڑے اپنے دھیان میں بولتے اندر داخل ہوا۔ ژارا جان
اگر ریڈی ہو گئی ہو تو چلے نیچے سب نیچے ویٹ کر رہے
ہیں۔

تبریز کی جیسے ہی سامنے نظر اٹھی۔ تبریز کے آگئے
بڑھتے قدم وہی جم گئے۔

زارا کا خوبصورت سراپہ دیکھ کر دل میں الگ ہی اُدھم مچ گیا۔ زارا اپنے اوپر کسی کی نگاہوں کی تپش محسوس کرتے پلٹ کر دیکھا۔

اور اگلے ہی پل دونوں کی نظریں ملی۔ زارا تبریز کو بلیک شلوار قمیض میں دیکھتے دل ہی دل میں ماشا اللہ بولا۔ وہ لگ ہی اتنا پیارا رہا تھا۔ کوئی بھی لڑکی اپنا دل ہار جاتی۔ زارا نے اپنی سوچ کو جھٹکتے غصے سے تبریز کو دیکھا۔ تبریز زارا کے چہرے پر اچانک غصہ آتے دیکھتے حیران ہوا۔

زارا غصے سے تبریز کی طرف بڑھی۔ بلکل اس بات سے
انجان بلاؤز ڈھلکنے کی وجہ سے زارا کی رعنائیاں نمایاں ہو
رہی تھی۔ آپ کو یہی لہنگا ملا تھا۔ کوئی شریفوں والا
ڈھنگ کا لہنگا میں آتے۔ زارا غصے سے بولتے تبریز کے
قریب جا کر کھڑی ہوئی۔

تبریز کی نظر تو صرف زارا کی دھڑکنوں پر تھی۔ زارا اس
کی بے باک نظروں کا مرکز اپنی دھڑکنوں پر دیکھتے چہرہ
گلاب کی طرح سرخ پڑا۔ اور جیسے ہی نظر اپنی دھڑکنوں
پر پڑی اگلے ہی پل ہاتھ رکھتے رخ پلٹ گئی

تبریز کے لب گہرا مسکرائے۔ جب نظر کھلی ڈوریوں پر
گئی۔ تب سمجھ آیا اس کی زارا غصہ کیوں کر رہی ہے۔
تبریز زارا کے قریب ہوا۔ اور اس کے کندھے پر ٹھوڑی
ٹکائے محبت سے بولا۔ میری جان۔۔ اس میں غصے والی کیا
بات ہے۔ میں ابھی باندھ دیتا ہوں۔ تبریز اس کے
ریشمی بال پیچھے کرتے ڈوریوں کو پکڑا۔ زارا سانس روکے
اپنی دھڑکتی دھڑکنوں پر قابو پار ہی تھی۔

تبریز نے مسکراتے ہوئے ڈوری باندھی۔ زارا تبریز کی
شرافت کا مظاہرہ دیکھتے حیران ہوئی۔ ہم!! بیگم ابھی

شرافت دیکھائی ہے۔ نکاح کے بعد شرافت کا دور دور
تک کوئی پالا نہیں۔

تبریز بے باکی سے بولتے زارا کی بچی کچی سانس بھی روک
گیا۔ چلو آؤ۔۔ نیچے چلیں۔

سب ویٹ کر رہے ہیں۔ پر میں ابھی جیولری پہننی ہے۔
زارا اس کی طرف دیکھتے سر جھکائے بولی۔ رہنے دو۔۔
ایسے ہی غضب ڈھا رہی ہو۔ تبریز اس پر اچھے سے ڈوپٹہ
اوڑائے بولا۔ زارا مسکرا دی۔ تبریز اس کا ہاتھ پکڑتے
روم سے باہر نکل گیا۔

نکاح کا انتظام حویلی کے لان میں کیا گیا تھا۔ سب گاؤں والوں کو دعوت دی تھی۔ کچھ قریبی رشتہ دار بھی آئے تھے۔ باقی تبریز کے بزنس پارٹنر اور خاص دوست حمزہ خان جسے وہ خود جا کر لیں کر آیا تھا۔

حمدان صاحب اور ہارون صاحب اپنے کچھ خاص مہمانوں کے پاس کھڑے تھے۔ سارا بیگم سائیڈ پر بیٹھی اپنے غصے کو قابو کر رہی تھی۔ زرشہ خان رخسار کے ساتھ کھڑی اپنی بیٹی کا انتظار کر رہی تھی۔ گھر کے بچے تھے۔

تو انہیں آنا ہی پڑا۔ ورنہ گاؤں والوں نے طرح طرح کے سوال کرنے تھے۔

زرلشتہ خان کا تو خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ تبریز کی صورت میں اتنا اچھا دام ملا۔ جو اس کی زارا کو سمجھ سکتا تھا۔ حمزہ سیٹج پر رکھے صوفے پر بیٹھا تھا۔ اس وقت حمزہ نے بھی بلیک شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ وہاں اپنے والدین کے ساتھ آئی لڑکیوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ پر وہ تو کسی اور ہی سوچ میں ڈوبا تھا۔ اسے بس یہاں سے نکلنا تھا۔ نکاح کے فوراً بعد اسے سوات کے لیے نکلنا تھا۔

زارا تبریز کے ساتھ لان میں داخل ہوئی۔ سب کی
نظریں ان دونوں پر اٹھی۔ سب رشک کی نظروں سے
اپنے سردار کو دیکھنے لگی۔ اور گھونگھٹ میں قید اس لڑکی
کو۔ جو سردار کے ساتھ چلتے قیامت ڈھا رہی تھی۔ اگر
اس کا چہرہ دیکھ لیتے تو سب کی نظریں ہٹنے سے انکار کر
جانی تھی۔ زرشہ خان نم آنکھوں سے ان دونوں کو
دیکھنے لگی۔ اور آگے ہوتے کسی کی پرواہ کیے بغیر تبریز کا
ماتھا چوما۔ اور زارا کا ماتھا چومتے اسے سینے سے لگایا۔ زارا
اپنی مام کے سینے سے لگتے رو پڑی۔ اتنے مہینوں بعد اس
کی ماں نے گلے سے لگایا تھا۔ وہ کیوں ناروتی۔ زارا کی

ہچکیاں بندھنے لگی۔ پر منہ سے ایک لفظ بھی نہیں ادا کیا
تھا۔ اللہ تم دونوں کو ایسے ہی خوش رکھے۔ زرلشتہ خان
زارا کو خود سے الگ کرتے بولی۔ امین۔۔ تبریز نے
مسکراتے ہوئے امین کہاں اور زارا کا ہاتھ پکڑتے سیٹیج کی
طرف بڑھ گیا۔ جہاں حمزہ کھڑا ان کا انتظار کر رہا تھا۔
تبریز نے زارا کو صوفے پر بیٹھایا۔ اور خود بھی ساتھ
بیٹھا۔ حمزہ قاری صاحب کو بلواؤ۔۔ تبریز حمزہ کی طرف
دیکھتے بولا۔ حمزہ نے مسکراتے ہوئے ابراہیم کو اشارہ کیا۔
ابراہیم فوراً قاری کو لیے سیٹیج کی طرف بڑھا۔
قاری صاحب تبریز کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھا۔ اور
نکاح پڑھوانا شروع کیا۔

نکاح پڑھوانے کے بعد دونوں پھر سے ایک مضبوط
بندھن میں بندھ چکے تھے۔

تبریز نے مسکراتے ہوئے زارا۔ کا ہاتھ پکڑ کر سب کے
سامنے لبوں سے لگایا۔ وہ پہلا ایسا سردار تھا۔ جس نے
اپنی بیوی کی خوشی کے لیے سب گاؤں والوں کے سامنے
دوبارہ سے نکاح کیا۔

کیوں کہ اس کی بیوی اپنا دوا لہن بننے کا

ارمان پورا کرنا چاہتی تھی۔

خوش ہو بیگم!! یا پھر سے تیسرا نکاح پڑھواؤں۔ تبریز زارا
کے کان کے پاس جھکتے بولا۔ زارا نے بامشکل اپنی ہنسی
دبائی۔ ہم!! تیسرا ہو یا چوتھا۔ انشا اللہ وہ بھی آپ کے
ساتھ پڑھوانے کا ارادہ ہے۔ زارا بھی تبریز کے قریب
ہوتے مدھم آواز میں بولی۔ جس پر تبریز فوراً اپنے دل پر
ہاتھ رکھا۔ ہائے صدقے۔۔ حمزہ پاس کھڑا ان کی
سرگوشیاں سنتے اپنی ہنسی مسکراہٹ دبا رہا تھا۔

ہیلو۔۔ باقی کی باتیں کمرے میں جا کر کرنا۔

فلحال مجھے رخصت کرنے کا سوچو۔ مجھے نکلنا ہے۔ حمزہ
تبریز کے پاس بیٹھتے بولا۔ کمینے تین مہینے سے یاد نہیں تھا۔
اب تجھے جانے کی آگ لگ گئی ہے۔ تبریز غصے سے حمزہ
کو دیکھتے بولا۔ یار راب کیا ہے۔ تو تو اپنی بیگم کے ساتھ
بیزی ہو جائے گا۔ مجھے تو جانے دیں۔ میں بھی جا کر اس
لڑکی کا دیدار کر لوں۔ جس نے میرے دل کی دیواروں
کو ہلا کر رکھا ہوا ہے۔

حمزہ بے باکی سے بولتے تبریز کو گھورنے پر مجبور کر گیا۔
زارا حمزہ کی بات سنتے سرخ پڑی۔ اچھا چلے جانا۔ پہلے
کھانا کھا پھر جانے دوں گا۔

ایسے اگر گیا تو تیری ٹانگیں توڑ دوں گا۔

تبریز حمزہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے سرد لہجے میں بولا۔ ادو
کے۔۔ حمزہ مسکراتے ہوئے فوراً بولا۔ کھانا مہمانوں کے
سامنے پیش کر دیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد سب مہمان
چلے گئے تھے۔ باقی حویلی کے افراد بھی حویلی کے اندر
چلے گئے تھے۔ کسی نے آکر مبارکباد نہیں دی تھی۔

پر تبریز کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ رخسار زارا کو اندر لیں
جاؤ۔ تبریز رخسار کو دیکھتے فوراً بولا۔ زارا تم چلو میں حمزہ کو
چھوڑ کر آتا ہوں۔ تبریز زارا کے قریب جھکتے بولا۔ زارا
خاموشی سے رخسار کے ساتھ اندر کی طرف بڑھ گئی۔

تبریز آدھے گھنٹے بعد روم میں داخل ہوا۔ زارا کو بیڈ پر
بیٹھے اپنا منتظر پایا۔ تبریز مسکراتے ہوئے زارا کے پاس
پہنچا۔ زارا سر جھکائے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں
الجھائے نروس ہو رہی تھی۔

تبریز دیکھ چکا تھا۔ زارا کانپ رہی ہے۔ پہلی دفعہ تو قریب
نہیں آ رہا۔ جس طرحیہ محترمہ کانپ رہی ہے۔ تبریز نے
سوچتے اپنے بالوں میں انگلیاں پھیری۔ ہے میری
سردارنی۔ کیا ہوا۔ تبریز اپنی شال اتارتے صوفے پر
پھینکی۔ اور زارا کی گود میں سر رکھ کر اس کا حسین چہرہ
تکتے بولا۔

زارا کا دل سو کی سپیڈ سے دھڑکا۔ کچھ نہیں تھک گئی
ہوں۔ اتنا بھاری لہنگا ہے۔ میری کمر میں ہی درد شروع ہو
گیا ہے۔ تو کیا میں چینج کر آؤں۔ زارا ڈبڈبی آنکھوں سے
اس حسین مرد کا چہرہ تکتے اجازات طلب نگاہوں

سے پوچھا۔

نہیں۔۔ ایک سرسری سا جواب آیا۔ کیوں۔۔۔ اس
نے اپنا ڈوپٹہ اتارتے معصومیت سے پوچھا۔ میں کس
لیے ہوں۔ تمہیں محنت کرنے کی ضرورت نہیں۔ ورنہ
اتارتے ہوئے ہاتھ بھی تھک جائے گئے۔ اس لیے یہ کام
اپنے شوہر پر چھوڑ دو۔ تبریز اس کے دونوں ہاتھوں پر
لب رکھتے بولا۔ زارا نے شرم سے سر جھکا لیا۔ اور پھر
اٹھانے کی ہمت ہی نہیں کی۔ تبریز اس کا جھکا سر دیکھتے
مسکرا دیا۔ ہم!! ڈوپٹہ پہلے ہی میڈم اتار چکی تھی۔ تبریز

کی نظر بھٹک بھٹک کر اس کی دھڑکنوں پر جا رہی تھی۔
تبریز نے آگے ہوتے ایک ریڈ ڈبی

پکڑی۔ اور کھول کر زارا کے آگے کی۔ ڈبی میں پائل کو
دیکھتے زارا کے چہرے پر مسکراہٹ در آئی۔ یہ میرے
لیے ہے۔ زارا چہکتے ہوئے بولی۔ نہیں میرے لیے۔
تبریز اس کے بچکانہ سوال پر

فورا بولا۔

اسے آپ پہنے گئے۔ زارا مسکراتے ہوئے بولی۔

نہیں میری جان تم پہنوں گی یہ پائل۔ تبریز اس کے
سامنے پائل لہراتے بولا۔ پائل میں جڑے ہیرے اپنی
آبوتاب سے چمک رہے تھے۔ تو پھر پہنائے نا۔ زارا
تبریز کے سامنے اپنا دودھیا پاؤں کرتے بولی۔ اور فوراً اپنا
لہنگا اوپر کیا۔ تبریز اس کی سفید پنڈلیوں کو دیکھتے ایک
بیٹ مس کی۔ چلے پہنائے نا۔ زارا تبریز کو گھورتے فوراً
بولی۔ تبریز نے مسکراتے ہوئے فوراً زارا کے پاؤں میں
پائل پہنائی اور پھر دوسرے پاؤں میں پہناتے بے ساختہ
اس کی پائل پر لب رکھے۔ زارا نے فوراً پاؤں پیچھے کھینچ
لیا۔ یہ آپ نے کیا کیا۔ زارا تبریز کی طرف دیکھتے بولی کیا

!! تبریز زارا کے اس سوال پر الجھتے ہوئے دیکھنے لگا۔ کیا
کر دیا میں نے۔

تبریز آبر و اچکا کر پوچھنے لگا۔

آپ نے میرے پاؤں پر کس کی۔ زارا تبریز کے قریب
ہوتے بولی۔

تبریز نے فوراً زارا کو کمر سے پکڑتے بچوں کی طرح اپنی
گود میں بیٹھایا۔ زارا سانس روکے تبریز کو دیکھنے لگی۔
میری جان جہاں سے چاہوں تمہیں چوم سکتا ہوں۔

تبریز اس کے سرخ گال پر لب رکھتے بولا۔ زارا تبریز کا
دہکتا لمس محسوس کرتے آنکھیں بند کر لی۔ آنکھیں کھولو
میری جان۔۔ آج ایک منٹ کے لیے بھی نہیں یہ
آنکھیں بند نہیں ہونی چاہیے۔ تبریز کی بات پر زارا فوراً
آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی۔

انہی کھلی آنکھوں سے اپنے تبریز کا جنون دیکھو گی۔ تبریز
اس کے کان کی لو کو دانتوں میں دباتے بولا۔ زارا کی سی
کی آواز نکلی۔ تبریز اسے بیڈ پر لٹاتے اس کے اوپر جھکتا
چلا گیا۔ زارا کی دھڑکنیں اوپر نیچے ہوتے اُدھم مچانے

لگی۔ تبریز اس کے لبوں پر جھکتے رومنٹک انداز میں
چومنے لگا۔ زارا بے چین ہوتی اس کے کندھوں پر بازو
رکھ گئی۔ تبریز اس کے نچلے لب اپنے لبوں میں لیے سک
کر رہا تھا۔ زارا اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے دور کرنے
لگی۔ تبریز کا بھاری وجود بالکل نہیں سہن کر پار ہی تھی۔
اوپر سے یہ بھاری لہنگا اور اس پر لگے نگ اسے چب رہے
تھے۔

تبریز۔۔ پیچھے ہٹے زارا روتے ہوئے بولی۔ تبریز فوراً اس
کی طرف دیکھنے لگا۔ کیا ہوا۔۔ تبریز فکر مندی سے بولا۔

مجھے لہنگا چب رہا ہے۔ زارا تبریز کی آنکھوں میں دیکھتے
بولی۔

اور سوری میری جان۔۔ میں نے دھیان نہیں دیا۔ تبریز
اس کے بلاؤز کی ڈوری کھولتے بولا۔ زارا اس بے باک
شرم انسان کو دیکھتی رہ گئی۔ یہ بھی تو کہہ سکتا تھا۔ جاؤ
چھیج کر کے آؤ۔ زارا خود ہی سوچتے فوراً اپنی سوچ کو
جھٹک گئی۔ وہ ایسے سوچ بھی کیسے سکتی تھی۔ ہی جانتے
ہوئے کہ اس کا شوہر رومینٹک کے ساتھ بے شرم بھی
ہے۔ زارا اپنی سوچوں میں اُلجھی ہوئی تھی۔ اسے یہ بھی
نہیں پتہ چلا وہ تبریز کے سامنے کس حالت میں بیٹھی

ہے۔ تبریز نے مسکراتے ہوئے اس کی دھڑکنوں پر ہلکے
سے دانت گھاڑے۔ زارا بنا پلکیں جھپکائے اپنی دھڑکنوں
پر تبریز کو جھکے دیکھنے لگی۔ اور ایک ہاتھ اس کے لہنگے میں
الجھا ہوا تھا۔ ہم!! آج سارے حساب بے باک کرنے
ہے تمہارے شوہر نے۔ برداشت کرنا میری جان پیچھے تو
تمہارا سردار ہٹنے سے رہا۔ تبریز بے باکی سے بولتے زارا
کی دھڑکنوں پر اپنے سلگتے لب رکھتے اسے تڑپا گیا۔ زارا
کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی۔ جیسے تبریز اس کی
دھڑکنوں پر جنون ڈھا رہا تھا۔ زارا کو اپنی جان جاتے
ہوئے محسوس ہو رہی تھی۔ تبریز کی بڑھتی شدتوں کے

ساتھ باقی کے پردے کھسکنے لگے۔ زارا بے چین ہوتی
بول پڑی۔ پلیز لائٹ آف کر دیں۔

نہیں مجھے لائٹ کی روشنی میں تمہارے خوبصورت نہیں
ہے حسین سراپے پر اپنی محبت کی موہر ثبت کرنی ہے۔
تبریز جنونی ہوتے زارا کے پیٹ پر لبوں کی بو چھاڑ کرنے
لگا۔ زارا شرم سے پانی پانی ہونے کے دم پر تھی۔ اوپر
سے تبریز کا جنونی انداز زارا کو سانس نہیں لینے دے رہا
تھا۔ تبریز کی بڑھتی شدتوں کے ساتھ زارا بھی گستاخی کر
جاتی تھی۔ جس سے تبریز اور جنونی ہو کر اس پر برستا تھا۔

تبریز زارا کے ہاتھوں میں انگلیاں پھنسائے اسے اپنے
بدن کا حصہ بنا گیا۔ زارا کی چنچیں عروج پر تھیں۔ جسے وہ
اپنے لبوں میں قید کر گیا۔

پروفیسر!! اپنے بیٹے کو بے نام رکھنے کا ارادہ ہے۔ اس
وقت لاؤنج میں حویلی کے سب افراد ہی جمع تھے۔ ہیزل
بہرام کے ساتھ بیٹھی تھی۔ اور میرال کونائیشہ اور عابیرہ
نے پکڑا تھا۔ ایک طرف زرینہ بیگم اور رانیہ بیگم بیٹھی
تھیں۔ حاکم خان! کے برابر عدنان اور دامیار بیٹھے تھے۔
اور سامنے صوفے پر شاہ میر، ضرغام بیٹھے تھے۔ زمل شاہ
میر کے برابر بیٹھی تھی۔

شاہ میر!! کاوش کو دیکھتے بولا۔ جو اپنے بیٹے کے گال لال
کرنے میں لگا ہوا تھا۔

ادو ہیلو۔۔ میرا بیٹا کیوں بے نام رہے گا۔

کاوش شاہ میر کو گھورتے بولا۔۔ تو پھر کیا ارادے ہے۔
میرے بیٹے کا نام داجی رکھے گئے۔ کاوش اپنے بیٹے کو
اٹھاتے حاکم خان کی طرف بڑھا۔

حاکم خان نے مسکراتے ہوئے اپنے پر پوتے کو اپنی
باہوں میں لیا۔

اور اس کے ننھے سے ماتھے پر لب رکھے۔

امان میرے پر پوتے کا نام امان کاوش خان ہو گا۔ امان نام
کی ابتدائی تاریخ عربی زبان سے نکلتی ہے۔ امان نام کا
مطلب تحفظ خوف کے بغیر ہے۔ حاکم خان سب کی
طرف دیکھتے بولے۔ سب کو یہ نام بہت پسند آیا تھا۔ امان
کاوش خان نیلی آنکھوں والا امان۔۔ شاہ میر بے ساختہ
مسکراتے ہوئے بولا۔ اور سب بھی مسکرا دیے۔ عدنان
صاحب نے جھک کر اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ حاکم

خان نے امان کو اس کے باپ کو پکڑا یا۔ کاوش کے پکڑنے
سے پہلے شاہ میر نے پکڑ لیا۔

ہیلو چاچو کے بھتیجے۔۔ شاہ میر نے اس کی نیلی آنکھوں
میں دیکھتے بولا۔ جس پر وہ کھکھلا کر ہنسا۔
ہم!! چاچو کے ساتھ مستیاں۔۔ شاہ میر اس کے گال
چومتے بولا۔

جس پر وہ چھوٹا سا فٹنا گھورنے لگا۔ شاہ میر نے چھوٹی
آنکھیں کر کے اس فتنے کو گھورا۔ میرال کے کھکھلانے
کی آواز پر جہاں شاہ میر نے مڑ کر دیکھا۔ وہی اس نیلی

آنکھوں والے شہزادے نے گردن گھومائے سامنے
دیکھا۔ امان کی اس حرکت پر سب مسکرا دیے۔

شاہ میر اسے لیے نائیشہ اور عابیرہ کی طرف بڑھا۔ چلو
پیچھے ہٹو۔ ہمارا شہزادہ آیا ہے۔ ہماری میرال سے ملنے۔
شاہ میر اپنے دوسرے بازو پر میرال کو اٹھاتے بولا۔
میرال اپنے چاچو کو دیکھتی مسکرا کر ہاتھ پاؤں مارنے لگی۔
شاہ میر نے جھک کر میرال کے ماتھے پر لب رکھے۔

میرا اپنے چاچو کی باہوں میں کسی اور کو دیکھتے روتا منہ
بنانے لگی۔ اور اپنا چھوٹا سا ہاتھ امان کو مارنے لگی۔ امان
مسکراتے ہوئے اس

کا ہاتھ پکڑنے لگا۔

ان دونوں کو اپنی مستیوں میں گھم دیکھتے شاہ میر بے
ساختہ مسکرایا۔

اور ہیلو۔۔ کیا ہو رہا ہے۔ تم لوگ اس وقت میری گود
میں ہو۔ چلو اپنے چاچو کو کمپنی دو۔۔۔

شاہ میران دونوں کو لیں کر بہرام اور ہیزل کے درمیان
میں بیٹھا۔

چاچو جیلس ہو رہے ہیں۔ آپ دونوں کی دوستی سے۔
بہرام امان کو اپنی گود میں لیتے بولا۔

ہم!! جیلس شاہ میر خان کسی سے جیلس نہیں ہوتا۔
اور اس چھوٹی دنیا سے تو بالکل نہیں۔ ٹھیک کہاں نا۔
چاچو کی جان۔ شاہ میر میرال کو دونوں ہاتھوں سے اوپر
اٹھاتے بولا۔

جس پر میرال کی کھلا کھلا ہٹ ایک دفعہ پھر لاؤنج میں
گو نجی۔

بہرام نے گھورتے ہوئے شاہ میر کو دیکھا۔ امان بہرام کی
شرٹ اپنے چھوٹے سے ہاتھ میں لیے بہرام کو اپنی
طرف کھینچ رہا تھا۔ ہم بڑے پایا کی پارٹی جوائن کرنے کی
کوشش میں لگا ہے پروفیسر تیرا بیٹا۔ شاہ میر کاوش کو
دیکھتے بولا۔ تیری کمپنی سے میری کمپنی اچھی ہے چھوٹے
خان۔۔ بہرام شاہ میر کو گھورتے بولا۔ اور امان کے گال
پر لب رکھے۔

لوگوں کے گھر کالے بلے پائے جاتے ہیں۔ ہماری حویلی
میں نیلے بلے۔۔ دو کم تھے۔ اب تیسرا بھی۔ شاہ میر امان
کی گال کونز می سے کھینچتے بولا۔ بہرام اور دامیار نے گھور
کر

دیکھا۔ جوا نہیں اگنور کرتے میرال کے ساتھ باتوں میں
مگن
تھا۔

دامیار بیڈ پر لیٹا موبائل ہاتھوں میں لیے سکرولنگ کر رہا تھا۔ سب لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ تو دامیار کو امپورٹنٹ کال کے لیے اوپر آنا پڑا۔ کال کرنے کے بعد نیچے آیا ہی نہیں۔ وہی روم میں بیٹھا رہا۔ دامیار اپنے دھیان سے موبائل چلانے میں مگن تھا۔ اسے اندر داخل ہوتے عابیرہ کا پتہ ہی نہیں چلا۔ عابیرہ نڈھال سی بجھے بجھے چہرے کے ساتھ روم میں داخل ہوئی۔ اور بیڈ کی طرف بڑھتے خاموشی سے دامیار

کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔ دامیار عابیرہ کو اپنی گود میں سر رکھتے دیکھ کر پہلے مسکرا دیا۔ پھر دوسرے ہی پل چہرے پر فکر مندی کے آثار چھانے لگے۔ دامیار

موبائل سائیڈ پر رکھے عابیرہ کو مخاطب کیا ہوا۔ کیا ہوا۔

میری جان کو۔۔ دامیار اس کے بالوں میں انگلیاں

چلاتے محبت پاش لہجے میں بولا۔ وہ نیلے بلے میرا سر درد

ہو رہا ہے۔ نیلے بلے عابیرہ کے منہ سے بے ساختہ لفظ

نکلے۔ جب شاہمیر نے اس نام سے پکارا تھا۔ تب سے

عابیرہ کوئی ہزار دفعہ یہ دوہرا رہی تھی۔ ابھی بھی جیسے یہ

نام لفظ زبان سے پھیلا۔ وہی دانتوں کے نیچے فوراً زبان

دبائی۔ دامیار یہ لفظ سنتے عابیرہ کو گھور کر دیکھنے لگا۔

میری بیوی پر شاہمیر کی پر چھائی کچھ زیادہ ہی اثر کر رہی

ہے۔

دامیار عابیرہ کے چہرے کے قریب خود کا چہرہ لاتے
بولے۔

کیوں نا پڑے نیلے بلے کزن پلس دیور جو ٹھہرا۔۔ عابیرہ
فوراجو اباً مسکراتے ہوئے بولی۔

ہم!! میں تو بھول گیا تھا۔ مہربانی سے آپ نے یاد کروا
دیا۔ دامیار اس کے ماتھے پر لب رکھے بولا۔ اچھا اچھا!!
اب میرا سر دبائے بہت درد ہو رہا ہے۔ عابیرہ ہونٹ
نکالتے بولی۔ ہم!! میڈیسن لی۔ دامیار اس کا سر دباتے
بولے۔ جی۔ لی ہے۔ عابیرہ بند آنکھیں کیسے بولی۔

گڑ۔۔ دامیار مسکراتے ہوئے عابیرہ کے دونوں گال
کھینچتے بولا۔ جس پر عابیرہ مسکرا دی۔ عابیرہ کے سر درد کی
وجہ سے دامیار کافی پریشان رہتا تھا۔ حویلی سے بھی اب
باہر کم جاتا تھا۔ وہ جانتا تھا۔ عابیرہ کا ٹینشن اور مسلسل
سوچنے کی وجہ سے سر میں درد رہتا ہے۔ اسی لیے زیادہ
سے زیادہ دامیار عابیرہ کے ساتھ ٹائم سپینڈ کرتا تھا۔ اگر
کبھی جانا ہو تو ناہیشہ کو اس کے پاس چھوڑ جاتا تھا۔ تاکہ اس
کا

دھیان فضول باتوں پر نا جائے۔ ہم!! اسلام آباد جانا ہے
میری جان۔۔ نے مجھے کمیشنر سے کچھ کام ہے۔ میں
چاہتا ہوں تم بھی ساتھ چلو۔۔

دامیار اس کا سر دباتے بولا۔ جس پر عابیرہ فوراً آنکھیں
کھول کر دیکھنے لگی۔ مجھے نہیں جانا۔ وہاں آپ کسی کام
کے لیے چلے جاؤ گئے۔ میں وہاں بور ہوتی رہوں گی۔
یہاں سب ہے میں یہاں ہی ٹھیک ہوں۔ عابیرہ بیٹھتے
ہوئے ہاتھ ہلا ہلا کر بولی۔ میری جان۔۔ تمہیں وہاں بور
تھوڑی ہونے دوں گا۔ دامیار اگلے ہی پل اسے اپنی
طرف کھینچتے بولا۔۔ عابیرہ سیدھا اس کے کشادہ سینے سے
آنکڑائی۔

عابیرہ سانس روکے دامیار کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔
جہاں خمار کی سرخی بھر آئی تھی۔ وہاں تم ہوگی میں ہوں
گا۔ اور بور ہونے کی بات ہے۔ تو وہ میں بلکل نہیں
ہونے دوں گا۔ دامیار بولتے ہوئے آہستہ آہستہ عابیرہ
کی کمر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ عابیرہ کے چہرے پر سرخی
بڑھنے لگی۔ آپ کو رومانس کے علاوہ کچھ آتا بھی ہے۔
عابیرہ خود کو دامیار کی گرفت سے چھڑوانے کی ناکام
کوشش کرتے بولی۔ بلکل نہیں۔۔ تمہارے دامیار نے
رومانس ماسٹر کی ڈگری لیں رکھی ہے۔ اس لیے باقی کچھ
کرنے کا دل ہی نہیں کیا۔ بس دل صرف رومانس کرنے

کو دوڑتا ہے۔ جو تم کرنے نہیں دیتی۔ دامیار "تم" پر زور دیتے بولا۔ جس پر عابیرہ منہ کھولے دیکھنے لگی۔ میں نے

کب روکا آپ کو مجھے تو آپ سانس بھی لینے نہیں دیتے۔
عابیرہ غصے سے بولتے دامیار کے سینے پر چماٹ لگائی۔

دامیار نے بامشکل اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

اور سوری میری جان۔۔ میں بھول گیا۔

میری قربت میں تو میری بیگم کو میری سانسوں کی
ضرورت پڑتی ہے۔ دامیار بولتے اس کے نچلے لب کو
اپنے لبوں میں لیے دبایا۔ دامیار کی اس حرکت پر عابیرہ
کے پورے جسم میں کرنٹ دوڑا۔

دامیار عابیرہ کو کمر سے پکڑے تکیے پر لٹاتے اس پر جھکتا
چلا گیا۔ عابیرہ بنا پککل جھپکائے دامیار کو دیکھتی چلی گئی۔
عابیرہ کے لبوں پر گرفت مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔
عابیرہ کے ہاتھ تبریز کی شرٹ کو چھوڑتے بیڈ شیٹ پر
گرفت مضبوط بڑھتی گئی۔

دامیار جس رومٹک انداز سے اس کے لبوں پر جنون ڈھا
رہا تھا۔ عابیرہ بامشکل سانس لیں رہی تھی۔ دامیار اس
کے نچلے لب کو زبان کے ساتھ گلا کرتے پھر لبوں میں
لیے سک کر رہا تھا۔

عابیرہ بے چین ہوتی دامیار کے کندھے پر ہاتھ رکھتے
پیچھے کرنے لگی۔ جس پر دامیار اوپر ہوتے سرخ آنکھوں
کے ساتھ عابیرہ کو دیکھنے لگا۔

اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر عابیرہ ایک پل کے لیے
گھبرا گئی۔ پھر چہرہ دوسری طرف پھیر کر اپنی آنکھیں
زور سے بند کی۔ دامیار کی آنکھوں میں خمار کی گہری

رک دیکھتے عابیرہ چاہ کر بھی نا منع کر پائی۔ تبریز نے
مسکراتے ہوئے اپنی بیرڈاس کی گردن پر رگڑی۔ جہاں
فوراً سرخ نشان پڑھ گئے۔

دامیار عابیرہ کی گردن کی سکن کو بے باکی سے چومتے
سرخ کر رہا تھا۔ دامیار پلیز بس کرے۔ عابیرہ اپنی سکن
پر

جلن محسوس کرتے مدھم آواز میں بولی۔ دامیار عابیرہ کی
آواز سنتے اگلے ہی پل اسے اپنے اوپر کر گیا۔

عابیرہ ڈبڈبی آنکھوں سے دامیار کا چہرہ دیکھنے لگی۔

ہم!! ایسے کیا دیکھ رہی ہو میری جان دامیار اس کی چھوٹی
کی ناک پر ناک رگڑتے بولا۔ آپ کی آنکھیں۔۔ عابیرہ
دامیار کی گھنی لمبی پلکوں پر انگلی سے سہلاتے بولی۔

ہم!! اتنی پیاری ہے میری آنکھیں۔۔ دامیار مسکراتے
ہوئے بولا۔ نہیں۔۔ عابیرہ نفی میں سر ہلاتے بولی۔
دامیار نے گھور کر دیکھا۔ آپ کی آنکھوں سے زیادہ امان
کی آنکھیں پیاری ہے۔ عابیرہ شرارتی انداز میں بولی۔
مجھ سے زیادہ میرا بھتیجا اچھا لگنے لگا ہے۔ دامیار اس کے
گال کو دانتوں میں دباتے بولا۔

آہہ!! کھا گئے میرے گال۔ عابیرہ اپنے گال پر

ہاتھ رکھے بولی۔

جیلس ہو رہے ہیں۔ آپ امان سے۔۔ ہم!! جیلسی سمجھو
یا کچھ اور پر تمہیں زیادہ پیار کرنے کا حق مجھے ہے۔
میرے علاوہ کسی سے پیار کیا۔ تو تمہاری جان میں نکالوں
گا۔

دامیار اسے واپس بیڈ پر لٹاتے سر دلچے میں بولا۔ جس پر
عابیرہ اتنوسی شکل بنا کر دیکھنے لگی۔ اچھے سے سمجھ لینا ورنہ
تمہاری جان تو پکی گئی۔ دامیار اس کے نشیب و فراز پر بے
باکی دیکھاتے بولا۔

عابیرہ کی مدھم سسکی روم میں گونجی۔ جس پر دامیار اور
بے باکی دکھاتے عابیرہ کو تڑپانے لگا۔ دامیار مت
کرے۔۔ مجھے درد ہو رہی ہے۔ عابیرہ آنکھوں میں آنسو
لیے بولی۔

ابھی تو میں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ دامیار اس کی شرٹ کے
اندر ہاتھ ڈالتے بولا۔ عابیرہ نے سرخ آنکھوں سے

گھورا۔ جیسے کہنہ چاہ رہی ہو۔ ابھی بھی کچھ رہ گیا ہے۔ جو
آپ نے نہیں کیا۔ دامیار اس کی دھڑکنوں کو بے باکی
سے چھوتے عابیرہ کی سسکیاں نکلوانے لگا۔ دامیار کو
عابیرہ کی سسکیاں اور مدہوش کر رہی تھی۔ میری
جان۔۔۔ تمہا غی یہ سسکیاں میرے کانوں میں رس
گھولنے کے ساتھ دل کو سکون دیتی ہے۔

دامیار اس کے لبوں پر کس کرتے بولا۔ عابیرہ نے شرم
سے آنکھیں پھیر لی۔ میری جان۔۔۔ ناکیا کرو شرم مانے
والے کام جب تم شرماتی ہو۔ میرا دل اچھل کر باہر آنے
کو بے تاب ہو جاتا ہے۔ بس میری آنکھوں میں آنکھیں

ڈال کر میرے جنون کا مقابلہ کیا کرو۔ دامیار اس کی
گردن میں چہرہ چھپاتے بولا۔ عابیرہ دھڑکتے دل کے
ساتھ دامیار کی گرم سانسیں اپنی گردن پر محسوس کرنے
لگی۔

حمزہ نکاح کے آدھے گھنٹے بعد ہی سوات کے لیے نکل گیا
تھا۔ سوات جانے سے پہلے ہو اسپتال کا چکر لگانا تھا۔ دو
گھنٹے ہو اسپتال میں لگ گئے۔ پیشینٹ کی رپورٹ وغیرہ
دیکھتے۔

صبح کے چار بجے ہو اسپتال سے نکلا۔ اور اندھا دھند گاڑی
دوڑاتے جا رہا تھا۔ حویلی میں کسی کو نہیں پتا تھا۔ کہ حمزہ

آ رہا ہے۔ صرف میثال کے علاوہ۔۔ سوچوں میں صرف وہ ہی لڑکی چھائی تھی۔ دو دن سے سویا نہیں تھا۔

اگر سو بھی جاتا تو خوابوں میں آکر نیند اڑا جاتی تھی۔

صبح چھ بجے ہی حویلی میں اٹھ جاتے تھے۔ سب معمول کے مطابق اپنے اپنے کاموں میں بیزی ہو جاتے۔ اس حویلی کو زرغان حویلی کے نام سے جانا جاتا تھا۔ زرغان خان کے دو بیٹے تھے۔ حامد زرغان خان، حنان زرغان خان۔۔ حامد زرغان کی زوجہ کا نام رومیہ حامد خان۔۔ حنان خان زوجہ کا نام رائمہ حنان خان تھا۔ دونوں ہی امیر

گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ حامد اور حنان کی والدہ
یعنی زرغان خان کی بیگم!! حنان کے پیدا ہونے کے چند
ماہ بعد ہی انتقال کر گئی تھی۔ حامد ان کا بڑا بیٹا تھا۔ اور
حنان چھوٹا۔۔ رومیہ حامد خان کے دو بیٹے بازل خان (بڑا
بیٹا، اور چھوٹا بیٹا حمزہ خان۔

رائمہ حنان خان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بڑا بیٹا
ہسام خان، دوسرے نمبر پر مہمل خان ان کی بیٹی جس کا
نکاح حامد کے بڑے بیٹے بازل سے ہوا تھا۔ ان کی ایک
پیاری سے

بیٹی میثال بازل خان تھی۔ اور حنان صاحب کا چھوٹا بیٹا
زارون خان۔۔

ہسام خان اور بازل نے مل کر سرادری کا عہدہ سنبھال
رکھا تھا۔ جس کے سبب ان کے اپنے ہی گاؤں میں دشمن
پل رہے تھے۔ اس دشمنی کی لپیٹ میں ہسام خان آگیا۔
حشمت راؤ

کے دو بچے تھے۔ علمیر حشمت راؤ، اور ان کی اکلوتی بیٹی
علیزے حشمت راؤ۔ علیزے کے پیدا ہوتے ہی ان کی
والدہ ملائکہ خان اللہ کو پیاری ہو گئی۔ حشمت راؤ نے ہی
اپنے بچوں کو ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا تھا۔ ماں کی کمی

کبھی محسوس ہی ہونے نہیں دی تھی۔ امیر گھرانے سے تو
تعلق نہیں رکھتے تھے۔ پر پھر بھی اپنے بچوں کی ہر
خواہش پوری کی۔ امیر جیسے بڑا ہوا۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا امیر
لوگوں میں شمار ہونے لگا۔ اور سفیر خان جو زرغان کے
دشمنوں کی پہلی لسٹ میں آتا تھا۔ اسی سفیر نے امیر کی
معصومیت کا فائدہ اٹھارتے زرغان کے چھوٹے موتے
زارون کو مارنے کا حکم دیا۔ پر اس سے پہلے ہسام خان کو پتا
چل گیا تھا۔ زارون کی گولی ہسام کے بدن کا حصہ بنی۔

جس پر ہسام خان وہی دم توڑ گیا۔ امیر پریشان سا سفیر
خان کی حویلی لوٹا۔

مار آئے زرغان کے بڑے پوتے کو۔۔ اس سے پہلے المیر
بولتا سفیر فوراً بولا۔ جیسے سفیر پہلے سے ہی یہ چاہتا ہو۔ میں
نے گولی زارون پر چلائی تھی۔ پرپتا نہیں ہسام کہاں سے
آگیا۔

المیر میرا اپنے چہرے پر کو صاف کرتے بولا۔ آئے پینے کو

ہم!!! زارون مرے یا ہسام سفیر خان کو کوئی فرق نہیں
پڑتا۔ اب بازل خان کی باری۔۔ سفیر قہقہہ لگاتے بولا۔
اس دوران سفیر کی حویلی میں کئی گاڑیاں داخل ہوئی۔

ایک گاڑی میں بازل کے ساتھ زارون تھا۔ دوسری
گاڑی میں حامد اور حنان۔۔ المیر کے ان سب کو دیکھتے
ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔

بازل پاگلوں کی طرح دھاڑتے گاڑی سے باہر نکلا۔ کینے
انسان تیری اتنی ہمت تو نے نے ہمارے ہسام کو مار ڈالا۔
بازل پوسٹل سے فائر کرتے المیر کی طرف بڑھا۔ زارون
سب بتا چکا تھا۔ قتل کرنے والا حشمت راؤ کا بیٹا ہے۔ میں
نے کچھ نہیں کیا۔ پلیز مجھے چھوڑ دو۔ المیر ہاتھ جوڑتے
بولا۔ سفیر اپنی جگہ مطمئن

کھڑا تھا۔ لالا، بابا، چا اسی نے مارا ہے میرے لالا کو زارون
رورے ہوئے بولا۔ زارون محض سترہ سال کا تھا۔ سب
میں بستی تھی اس کی جان۔۔ سفیر صاحب کچھ بولے۔
المیر سفیر کو دیکھتے چیخا۔ میں کیا بولوں۔۔ بھگتو۔۔ میں
نے تمہیں منع بھی کیا تھا۔ پر تم نے میری ایک ناسنی۔۔
سفیر اپنا سارا جرم المیر پر الٹ گیا۔ المیر سکتے کے عالم میں
کھڑا سفیر کو دیکھنے لگا۔ جو گرگٹ کی طرح رنگ بدل گیا
تھا۔ بازل سفیر پر نفرت بڑی نگاہ ڈالتے المیر کو کھینچتے اپنی
گاڑی کی طرف بڑھا۔ المیر کے پاس کچھ بولنے کے لیے
تھا ہی نہیں اس لیے خاموشی سے بیٹھ گیا۔

حویلی کے لان میں جرگہ بیٹھایا گیا۔ جس میں ساعے
سردار آئے تھے۔ عالیان خان بھی۔ حشمت راؤ نگاہیں
جھکائے زمین پر بیٹھا تھا۔ جو فیصلہ ہونا تھا وہ باخوبی جانتا
تھا۔ خون کے بدلے میں خون یا بیٹی کو وونی میں دیا جاتا
ہے۔ پر یہاں خون مانگا ہی نہیں۔ زرغان خان نے سیدھا
اس کی پھول جیسی بچی کو وونی میں مانگ لیا۔ حشمت راؤ
خاموشی سے آنسو بہا رہے تھے۔

پلیز مجھے مار ڈالو۔ میں اپنی بہن کو بھلی نہیں چڑھنے دوں
گا۔ المیر اپنے باپ کا جھکاسر دیکھتے چیچا۔ چپ کر جا

لڑکے۔۔ ورنہ تیری جگہ تیرے باپ کو مار ڈالوں گا۔

حنان خان

بھی دھاڑتے بولا۔ بس میرا فیصلہ یہی ہے۔ حشمت راؤ
کی بیٹی کو میرے پوتل حمزہ کو سونپا جائے۔ زرغان خان
اپنی چڑھی سنبھالتے ہوئے بولے۔

حمزہ جو سائیڈ پر بیٹھا تھا۔ وہ ساکت سا اپنے دادا کو دیکھنے
لگا۔ نہیں پلیز۔۔ میری بہن پندرہ سال کی ہے۔ رحم
کریں۔ المیر چیختے ہوئے بولا۔

حشمت راؤ اپنی بیٹی کو لاؤ۔ نکاح ابھی ہو گا۔ زرغان خان
حشمت کو دیکھتے بولا۔ حشمت خاموشی سے اٹھ کر چل

دیا۔ المیر اپنے باپ کی خاموشی پر جیسے تڑپ اٹھا۔ تھوڑی
دیر میں حشمت اپنی بیٹی کو لیے جرگے میں داخل ہوا۔
اپنی بیٹی کے ہمراہ۔۔ ریڈ ڈوبٹے کے حالے میں وہ معصوم
چہرہ آنسوؤں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ پندرہ سالہ معصوم
علیزے اپنے بھائی کو بچانے کے لیے خاموشی سے اپنے
بابا کے ساتھ آگئی تھی۔

تھوڑی دیر میں نکاح ہوا۔ علیزے حشمت اب کو حمزہ
کے نکاح میں دیں دیا۔ حمزہ بھی خاموشی سے نکاح کرتے
اٹھ کر چلا گیا۔

اور عزیزے کی کلائی پکڑے حویلی کے لاؤنج میں دھکیلا۔
عزیزے ٹھنڈے فرش پر جا گری۔ اس سے پہلے عزیزے
مڑ کر دیکھتی۔ حمزہ واپس لمبے لمبے ڈھنگ بھرتا چلا گیا۔
اٹھاؤ اس لڑکی کو رانی۔۔ میری نظروں سے دور کر دو۔
رائمہ بیگم اپنی ملازمہ کو حکم دیتے بولی۔ اس سے پہل
رانی ہاتھ لگاتی۔۔

رومیہ خان سپاٹ چہرہ لیے اس کی طرف بڑھی۔

اور اس کو بازو سے اٹھاتے اندھا دھند مارنے لگی۔

ہسام سب سے زیادہ اپنی بڑی ماں کا لاڈلاتھا۔ اپنے بچوں
سے زیادہ ہسام کا کرتی تھی۔ ہمارے خاندان کے چراغ
کو مار ڈالا۔ تجھے بھی تیرے بھائی کو بھی مار دینا چاہے تھا۔

رومیسہ بیگم جاہلوں کی طرح ہی ٹوٹ پڑی۔

علیزے روتے ہوئے ہاتھ جوڑنے لگی۔ آنٹی پلینز مجھے
مت مارے۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ میرے بیٹے کو کھا
گئی۔ ابھی بھی کچھ نہیں کیا۔ رومیسہ بیگم!! پاس پڑا بیلٹ
اٹھا کر مارنے لگی۔ جو اکثر ملازموں کے لیے رکھتی تھی۔
بیلٹ کی پہلی ضرب لگتے ہی علیزے کی چیخنے لاؤنج میں

گو جنے لگی۔ رومیہ خان اس حویلی کی ظالم سردارنی تھی۔
جو کسی پر رحم نہیں کرتی تھی۔ تو اس معصوم پندرہ سال
کی لڑکی پر کیا کرتی۔ سب منہ پر ہاتھ رکھے اس کی چیخیں
سن رہے تھے۔ یا اللہ، رحم ڈال دے ان ظالموں کے
دلوں پر۔ رانی منہ پر ہاتھ رکھتے بولنے لگی۔ مہمل کے
پیچھے چھپی میثال اپنی دادی کو سہمے ہوئے دیکھنے لگی۔

تین مہینوں سے ایسے ہی سب کے ظلم سہنے لگی۔ حویلی کا
سارا کام کرتی تھی۔ جھاڑو پوچھا، سب صرف کچن کے کام
کے علاوہ۔

اگر کوئی اتنا سا بھی کچرا رہ جاتا۔ رومیہ خان ومیہ خان
اسے بیلٹوں سے مارتی تھی۔

میشال اور رانی کے ساتھ اس کی کافی اچھی دوستی ہو گئی
تھی۔ آج بھی صبح صبح سب اپنے کاموں میں تھا۔
مصرف تھا۔ میشال کے ساتھ رات بھر باربی کارٹون
دیکھتی رہی۔ تو صبح علیزے کی آنکھ ہی نہیں کھلی۔

کہاں ہے۔ وہ کمبخت۔۔ ابھی تک حویلی کی صفائی نہیں
ہوئی۔ رومیہ بیگم لاؤنج میں علیزے کو ناپا کر غصے سے
غراتے بولی۔ وہ بڑی سائنین شاید سو رہی ہے۔ رانی

ڈرتے ہوئے بولی۔ آٹھ بج رہے ہیں۔ مہرانی ابھی تک سو رہی ہے۔

اسے تو میں سلاتی ہوں۔

رومیسہ بولتے سرونٹ کو اٹر کی طرف بڑھ گئی۔ بڑی
ساتین علیزے بی بی میثال بی بی کے
کمرے میں سوئی ہے۔ رانی فوراً بولی۔ جس پر رومیسہ بیگم
نے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

اور میثال کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

کمرے میں داخل ہوتے ٹھاسے دروازہ کھولا۔

علیزے کے ساتھ میثال بھی اٹھ کر بیٹھی۔ لگتا ہے تم
اوقات بھول گئی ہو۔ تمہاری اس حویلی میں نوکرانی جتنی
حشیت ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی یہاں سو گئی۔ رومیہ
بیگم علیزے کے بالوں کو مٹھی میں لیتے بولی۔

دادوں۔ میں نے بولا تھا چھوٹی چچی کو میرے ساتھ سو
جائے۔ میثال اپنی دادو کے جھاڑنا تیور دیکھ کر بولی۔
تم چپ کرو میثال۔۔ اس سے تو میں لپٹتی ہوں۔

رومیتہ خان علیزے کو بالوں سے کھینچتے کمرے سے نکلی۔

چھوڑیں مجھے درد ہو رہا ہے۔ علیزے روتے ہوئے خود کو
چھڑوانے لگی۔ پر کہاں وہ کمزور سی دکھنے والی لڑکی کیا ہی
کر سکتی تھی۔ رومیہ بیگم نے لا کر اسے لاؤنج میں پٹھا۔

آہہ!! رومیہ کا سر فرش پر لگا۔

اور سر سے خون کی لکیر بہنے لگی۔

چل اٹھ کمبخت کام کر۔۔ رومیہ اس کی پیٹ پر ٹانگ
مارتے بولی۔ جس سے عزیزے تڑپ اٹھی۔ مجھ سے کام
نہیں ہونگے۔

مجھے بخار ہے۔ رحم کریں مجھ پر۔۔

عزیزے روتے ہوئے بولی۔

شرافت سے اٹھ۔۔ یہاں تیری ڈرامے بازی نہیں چلے
گی۔

میں نہیں کر پاؤں گی۔ علیزے اپنے سر پر ہاتھ رکھتے
بولی۔

میرے حکم کی نافرمانی کرے گی۔ رومیہ بیگم نافر بیلٹ
اٹھائے اس کی طرف بڑھی۔

علیزے خوف سے پیچھے کو پیچھے کو ہونے لگی۔ رومیہ خان
نے پاس آتے ہی اس کی کمر پر زور سے بیلٹ کی ضرب
لگائی۔ علیزے کی چیخ لاؤنج میں گونجی۔

حویلی کے لاؤنج میں داخل ہوتے حمزہ خان کے قدم وہی
جم گئے۔

اپنی ماں کے ہاتھ میں بیلٹ دیکھتے اور زمین پر تڑپتے اس
لڑکی کو دیکھتے ساکت ہو گیا۔ عزیزے کی نظر سامنے
کھڑے اس لڑکے پر پڑی۔ اسے دیکھتے زور سے رو
دی۔ تین مہینوں بعد اپنے محرم کو دیکھتے پندرہ سالہ
عزیزے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ جو نکاح کر کے حویلی
والوں کے رحم و قدم پر چھوڑ گیا تھا۔ اس کے سینے سے
لگ کر بتانا چاہتی تھی۔ اس کی مورے کیسے اسے دن
رات بیلٹوں سے مارتی تھی۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے

اس حسین مرد کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس سے پہلے وہ
گرتی وہ نوجوان اس کم سن عمر لڑکی کو گرنے سے پہلے
تھام گیا۔ رومیہ بیگم اپنے بیٹے کو یوں اچانک یہاں دیکھتے
حیران کھڑی تھی۔۔۔۔

علیزے لڑکھڑاتے قدموں سے اس حسین مرد کی
طرف بڑھ رہی تھی۔ صوفے کے ساتھ پاؤں لگنے کی
وجہ سے ابھی گرتی۔ جس سے مقابل نے آگئے ہوتے
فورا گرنے سے پہلے تھام گیا حمزہ علیزے کو کمرے سے
پکڑے خود سے لگا گیا تھا۔ علیزے نے چہرہ اٹھائے اپنے
محرم کی طرف دیکھا۔ میثال نے دو تین دفعہ اسے اس

حسین مرد کی تصویر دکھائی تھی۔ جتنا تصویر میں حسین
لگ رہا تھا۔ اس سے زیادہ قریب دیکھتے۔ حمزہ اس کی
سنہری گولڈن آنکھوں میں دیکھتے جیسے کھو گیا ہو۔ کمزور
نازک سا وجود جو اس وقت تھام رکھا تھا۔ دودھیار نگت،
جو زرد پڑی ہوئی تھی۔ نہ کہی سے پندرہ سال کی لڑکی
نہیں لگ رہی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا۔ جیسے یہ جیسے بارہ
سال کی بچی ہو۔ حمزہ گہری نظروں سے اس کے چہرے کا
طواف کر رہا تھا۔ عزیزے روتے ہوئے ڈبڈبی آنکھوں
سے اسے تک رہی تھی۔ اس کا ایسے دیکھنا۔ حمزہ کو گلٹی
میں مبتلا کر رہا تھا۔ حمزہ نے اپنی پوکٹ سے رومال نکالتے
اس کے سر پر باندھا۔ جہاں سے خون نکل رہا تھا۔ حمزہ یہ

کیا کر رہے ہو۔ ونی میں آئی ہے۔ کیا تم بھول گئے ہو۔
رومیہ حمزہ کی رحمدلی کو دیکھتے آگ کی طرح غصے سے
بولتے حمزہ کی طرف بڑھی۔

علیزے کے بال پکڑتے حمزہ سے دور کیا۔

علیزے درد سے کراہ اٹھی۔ مورے، ایک زوردار آواز
لاؤنج میں گونجی۔ حمزہ کی آواز اس قدر سرد تھی۔ ایک
پل کے لیے علیزے بھی کانپ اٹھی۔

رومیہ بیگم!! شعلہ برساتی نظروں سے اپنے بیٹے کو تگنے لگی۔

مورے آپ اتنی ظالم کیسے ہو سکتی ہے۔ حمزہ بولتے بولتے ہنس دیا۔ سوری۔۔ آپ تو ظالم ہے۔ آپ کو ذرا ترس نہیں آیا اس لڑکی پر۔۔ ایسے مارتے ہے جانوروں کی طرح حمزہ علیزے کو بازو سے پکڑتے رومیہ بیگم کے سامنے کرتے بولا۔ کرتے بولا۔

حمزہ تم بھول گئے ہو، یہ ہسام کے قتل کے طور پر ونی ہو کر آئی ہے۔ یہ اسی کی حقدا رہے۔ رومیہ بیگم بھی

دھاڑتے ہوئے بولی۔ نہیں بھولا میں۔۔ اور نا ہی بھول
سکتا ہوں۔ ہسام لالا کا قتل۔

پر اس لڑکی کو نکاح میں لیتے بھول گیا۔ جو اسے یہاں
چھوڑ کر چلا گیا۔ بہت ظلم، اور مار پیٹ کر لی آپ سب
نے۔۔ اب میں آگیا ہوں۔ کوئی بھی اسے ہاتھ لگا کر
دکھائے۔ اُس کے ہاتھ توڑ دوں گا۔ مورے آپ کا بھی
لحاظ نہیں کروں گا۔ حمزہ رومیہ بیگم کی آنکھوں میں
آنکھیں ڈالتے غصے سے بولا۔

رومیہ خان ساکت سی اپنے بیٹے کے بدلتے رنگ دیکھنے
لگی۔ عزیزے بامشکل اپنے قدموں پر کھڑی حمزہ کی
شرٹ کو اپنے نازک چھوٹی مٹھیوں میں دبو چاہوا تھا۔

حمزہ اس کی نازک کمر پر ہاتھ رکھتے خود کے ساتھ لگایا ہوا
تھا۔ اگر وہ اسے پکڑ کا نار کھتا وہ کب کی زمین بوس ہو
جاتی۔

حمزہ۔۔ توں اس لڑکی کے لیے اب ہم سے لڑے گا۔
رائمہ بیگم حمزہ کو دیکھتے غصے سے بولی۔ بھولیں مت

چھی۔۔ یہ لڑکی میری بیوی ہے۔ جس پر آپ کو ظلم کرتے ذرا ترس نہیں آیا۔

حمزہ اس لڑکی کا نڈھال وجود دیکھتے غصے سے پاگل ہوتا چیخ رہا تھا۔ وہ اندر ہی اندر پچھتا رہا تھا۔ کہ وہ یہاں سے گیا ہی کیوں تھا۔ کیا تماشہ لگا رکھا ہے۔ زرغان خان لاؤنج میں چلانے کی آوازیں سنتے یہاں ہی چلے آئے۔ سامنے اپنے چھوٹے پوتے کو غصے سے دیکھا۔ آگئے ہو بر خودار۔ آخر ایک اور عورت کی تڑپ کھینچ ہی لائی۔ زرغان خان اپنے پوتے کے سینے سے لپٹی اس لڑکی کو دیکھتے بولا۔ ابا جی!! جس کی عورت خوبصورت جوان ہو۔ وہ کیسے اتنے دن

کبھی رک سکتا ہے۔ پھر ٹھہری اس ک عورت پندرہ سال
کی لڑکی۔ جس کے لیے بھاگا بھاگا آیا ہے۔ راتمہ خان
جلے دل کے ساتھ بولی۔

حمزہ کے لب مسکرائے۔ ٹھیک تو کہہ رہی تھی۔ اس
کی بچی۔ وہ آیا ہی اس لڑکی کے لیے تھا۔ داجی! ٹھیک کہہ
رہی ہے بچی۔ میں آیا ہی اس لڑکی کے لیے ہوں۔ حمزہ
کی بات پر جہاں سب کے چہرے پر غصہ چھایا۔ وہی
دوسری طرف عزیزے اپنا چہرہ اٹھائے اسے دیکھنے لگی۔
وہ اس کے لیے آیا تھا۔ حمزہ کی نظریں اس کی سنہری
گولڈن آنکھوں میں جا ٹھہری۔ وہ ان آنکھوں میں

شکوے کی گہری رمک دیکھتے دل کہی ٹکڑوں میں تقسیم
ہوا۔ سیم ہوا حمزہ کے گلے میں گلیٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔
علیزے اپنی بند ہوتی آنکھیں مشکل سے کھولتے اسے
دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو رکنے کا نام نہیں لیں
رہے تھے۔ اگلے ہی پل وہ اس کے سینے سے سر ٹکائے
اپنے ہوش کھو گئی۔

حمزہ نے قرب سے آنکھیں بند کرتے با مشکل کھولتے
اسے اپنے سینے میں بونچا۔

سب ساکت سے کھڑے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

رائمہ نفرت سے اس لڑکی کی پشت کو دیکھتے لمبے لمبے
ڈھگ بڑھتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

حمزہ نے اگلے ہی پل علیزے کو اپنی باہوں میں

اٹھائے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ کہاں لیں کر جا
رہے ہو اسے۔ زرغان خان کی گرجدار آواز لاؤنج میں
گو نجی۔

اپنے کمرے میں۔۔ حمزہ تین لفظوں میں جواب دیتے
سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

رومیہ بیگم دانت پر دانت جمائے دیکھ رہی تھی۔

زرغان خان نفی میں سر ہلاتے مردانے کی طرف بڑھ گئے۔

تم سب کیا کھڑے تماشا دیکھ رہے ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو جا کر۔ رومیہ خان ملازموں کو دیکھتے دھاڑی۔ ایک سیکنڈ کی دیر کیسے وہاں سے غائب ہوئیں۔

حمزہ اسے روم میں لیں کر داخل ہوا۔ اور اسے احتیاط سے بیڈ پر لٹایا۔ وہ اس قدر نرم ہاتھوں سے چھو رہا تھا۔ جیسے

کوئی پھول ٹوٹ کر بکھرنا جائے۔ وہ اس قدر خوبصورت
تھی حمزہ نظریں نہیں ہٹا پارہا تھا۔ اس پر دیسے ہی جھکے کچھ
دیر دیکھتا رہا۔

جب نظر اس کے ماتھے پر بندھے رومال پر گئی۔

تو فوراً اپنے حواس میں لوٹے فکر مندی سے دیکھنے لگا۔
چہرے پر اس قدر معصومیت تھی۔ اسے لگا اس سے
زیادہ کوئی معصوم دنیا میں ہے نہیں۔ حمزہ ڈریسنگ روم کی
طرف بڑھا۔ فرسٹ ایڈ باک لیں کر اس کے قریب
بیٹھا۔

اور اس کا سر اٹھائے رومال کی گرہ کھولی۔

اور واپس سر تکیے پر رکھتے زخم صاف کیا۔

اور مرہم لگاتے پٹی کرنے لگا۔ اسے اس لڑکی سے لا پر
اوہ رہنا اندر اندر گلٹ میں مبتلا کر رہا تھا۔ جیسے وہ اس کی
طرف بڑھی تھی۔ وہ جیسے بھول نہیں پار رہا تھا۔

اگر کوئی اور ہوتا تو اس وقت اس سے لڑ جھگڑ رہا ہوتا۔ پر
یہ معصوم گڑیا اس کے سینے سے ہی لگ گئی تھی۔ حمزہ اٹھ

کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ پندرہ منٹ بعد فریش ہو
کر باتھ روم سے نکلا۔ بلیک ٹراؤزر اور بلیک ہی سینڈوزیہ
تن کیے مرر کے کھڑا ہوا۔ اپنے بالوں کو ٹاول سے
رگڑتے ایک نظر بیڈ کی طرف ڈالی۔ جہاں وہ معصوم
لڑکی دنیا سے بیگانہ پڑی تھی۔ اسے ابھی تک ہوش نہیں
آیا تھا۔ حمزہ ٹاول وہی پاس صوفے پر رکھتے اس لڑکی کی
طرف بڑھا۔ بیڈ کی دوسری سائیڈ سے ہوتے اس کے
بلکل قریب بیٹھا۔

اور اس کے لمبے کالے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ وہ
جیسے خود کو پرسکون کرنا چاہ رہا تھا۔

پر اس کے دل میں الگ ہی ہل چھل مچی ہوئی تھی۔

کیا جواب دے گا۔ اگر اس لڑکی نے سوال کیا۔ حمزہ
مسلسل سوچتے اس کے بالوں میں انگلیاں

پھیر رہا تھا۔

علیزے کی آنکھ کھلنے لگی۔ اپنے بالوں میں کسی کے ہاتھوں
کا لمس محسوس کیے آنکھیں کھولے دیکھنے لگی۔

جب نظر اپنے اوپر جھکے اس حسین مرد کو دیکھتے پورے
کمرے میں نظر دورائی۔ میں کہاں ہوں۔ علیزے اس
انجان کمرے کو دیکھتے اٹھ کر بیٹھی۔

حمزہ جو اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کے اٹھ کر بیٹھنے پر فوراً
بولا۔ اپنے کمرے میں ہو تم۔۔ میرا کمرہ علیزے کچھ
سوچتے ہوئے بولی۔ اتنا علیشان کمرہ اس کا تھا۔ اس کے تو
کمرے پر چار پائی تھی۔ جہاں وہ حویلی کا سارا کام ختم
کرتے جایا کرتی تھی۔ اگلے ہی پل اسے رومیسہ بیگم کا مارنا
یاد آیا۔ خود کو بیڈ پر بیٹھا دیکھ کر فوراً اٹھ کر بیٹھی۔ وہ تو

اس بیڈ کی حقدار نہیں تھی۔ ہوتی بھی کیسے رومیہ بیگم
نے اسے اس کی اوقات باخوبی یاد دلائی تھی۔

یہ میرا کمرہ نہیں ہے۔ عزیزے منہ میں بڑبڑاتے پیچھے کی
طرف قدم لینے لگی۔

اسے یہاں سے نکلنا تھا۔ ورنہ رومیہ بیگم اسے دیکھ لیتی
تو ضرور اس پر جھپٹ پڑتی۔

عزیزے کے دل میں اس قدر خوف اور ڈر بیٹھ گیا تھا۔
حمزہ بیڈ سے اٹھتے اس لڑکی کی طرف بڑھا۔ جو کھڑی
کانپ رہی تھی۔ یہ تمہارا ہی کمرہ ہے۔ تمہیں یہی اس

کمرے بنی میں اپنے شوہر کے ساتھ رہنا ہے۔ شوہر۔۔
علیزے کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ ہاں یہ شوہر ہی تو
تھا۔ اس کا شوہر جسے دیکھتے سب سے پہلے قدم اس کی
طرف بڑھے۔ چھوٹے سے دماغ میں ان گنت سوالات
دوڑنے لگے۔ اگر وہ شوہر تھا۔ تو کہاں تھا۔

اسے خیال کیوں نا آیا۔ کیسے خیال آتا وہ تو خود یہاں چھوڑ
کر گیا تھا۔

وہ ابھی پیچھے گرتی۔ بروقت حمزہ نے تھام لیا۔ آپ شوہر
ہے میرے۔ علیزے اس کو اپنے اتنا قریب دیکھتے بولی۔

ہاں شوہر ہوں تمہارا۔ حمزہ اس کی کمر پر گرفت مضبوط
کرتے بولا۔

کہاں تھے آپ اب کیوں واپس آئے۔ حمزہ نے اذیت
سے اپنی آنکھیں بند کرتے کھولی۔

وہ اس چھوٹی سی لڑکی کو جتنا چھوٹا سمجھ رہا تھا۔ وہ نہیں
تھی۔ اس کا ہر سوال حمزہ کو اپنے دل پر لگتے ہوئے
محسوس ہوا۔

اس کے پاس جواب نہیں تھا۔ وہ خاموش کھڑا اس حسین
لڑکی کو دیکھنے لگا۔

وہ بس اسے اپنے سینے سے لگائے ہر درد دور کر دینا چاہتا
تھا۔

آپ مجھے جان بوجھ کر یہاں چھوڑ کر گئے تھے۔ وہ حمزہ کو
خاموش دیکھ کر خود ہی جواب تلاش کرتے بولی۔

سوری! وہ اس کا نام لینا چاہتا تھا۔ جو اسے یاد ہی نہیں آرہا
تھا۔

سوری۔ عزیزے کا سوری سنتے آپ میں

وہ کتنی آسانی سے سوری بول رہا تھا۔ کیا یہ سوری۔۔
میرے زخم بھر دے گی۔ وہ ہنستے ہوئے اس کے سینے پر
سر رکھے بولی۔ حمزہ کو اپنا دل دھڑکتا ہوا محسوس ہوا۔ پہلی
دفعہ کسی لڑکی کے قریب آنے سے یہ دل بغاوت کرنے
پر اتر رہا تھا۔ وہ تھی بھی اس کی محرم۔۔ کیا مجھے معافی
ملے گی۔

میں تمہارے ہر زخم کو بھر دوں گا۔ حمزہ نم آنکھوں سے
بولا۔ شوہر ایسے نہیں ہوتے مجھے آپ دیتے سزا حمزہ خان

پر آپ کی مورے مجھے دن رات مارتی رہی۔ عزیزے
چیختے ہوئے بولی۔

اب ایسا نہیں ہو گا۔ کوئی تمہیں ہاتھ نہیں لگائے گا۔ حمزہ
اس کے چیخنے پر سرخ آنکھوں سے دیکھتے بولا۔ دور رہو
مجھ سے کچھ نہیں لگتی میں تمہاری۔۔ عزیزے اس کا ہاتھ
اپنی کمر سے ہٹاتے غصے سے بولی۔

اے لڑکی۔۔ کب سے نرمی سے پیش آرہا ہوں۔

اب مجھے زبردستی کرنے پر مجبور مت کرو۔ حمزہ کو اس کا
ہاتھ ہٹانا بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔ وہ غصے سے دھاڑا۔ میرا
نام لڑکی نہیں۔ علیزے ہے مسٹر حمزہ خان۔۔ علیزے سنا
آپ نے۔ نام سنتے۔۔ حمزہ کے لب مسکرائے۔

علیزے کو باہر کی طرف بڑھتے دیکھ کر بجلی کی رفتار سے
پہلے اس تک پہنچا۔ کہاں جا رہی ہو۔ حمزہ اسے بازو سے
پکڑتے اپنے مقابل کھڑے کرتے بولا۔ اپنے کمرے
میں۔

علیزے اس کی گرفت سخت دیکھ کر بولی۔ وہ یہاں نہیں
رہنا چاہتی تھی۔ جس افیت سے وہ گزری تھی۔ حمزہ خان
کو بھی تڑپانا چاہتی تھی۔ یہی ہے تمہارا کمرہ۔ اب میری
اجازت کے بنا تم اس کمرے سے باہر قدم نہیں رکھ
سکتی۔ ورنہ تمہاری ٹانگیں توڑنے میں ایک منٹ نہیں
لگاؤں گا۔ مجھے معذور بیوی قبول ہے۔ پر تمہیں اب خود
سے دور کرنا قبول نہیں۔

حمزہ اسے کندھوں پر کسی بوری کی طرح اٹھائے بیڈ پر لا
پٹھا۔ علیزے نے گھور کر دیکھا۔ وہ ناراضگی دکھانا چاہتی

تھی۔ وہ بھی اسے تڑپانا چاہتی تھی۔ پر یہ حسین مرد الٹا
اسے ہی دھمکی دیں رہا تھا۔

علیزے۔۔ ویسے نام پیارا ہے بلکل تمہاری طرح۔ حمزہ
اس کے گال کو ٹچ کرتے بولا۔ جس پر علیزے کانپ
اٹھی۔ حمزہ نے مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی پر لب
رکھے۔ علیزے حمزہ کا لمس اپنے ماتھے پر محسوس کرتی
تڑپ اٹھی۔ آنکھوں سے متواتر آنسو بہنے لگے۔ حمزہ کو
یہ آنسو اپنے دل پر گرتے محسوس ہوئے۔ وہ اس لڑکی
کے آنسو دیکھ کر تڑپ اٹھا تھا۔ اسے باڑو سے پکڑتے
اپنے سینے سے لگا گیا۔ وہ اٹھائیس سالہ مرد اس لڑکی کے

آنسو دیکھ کر تڑپ اٹھاتا تھا۔ وہ اس لڑکی کے سارے غم
دور کر دینا چاہتا تھا۔ وہ اس سزا کی حقدار نہیں تھی جو
اسے ملی تھی۔ وہ ونی جیسی رقم کو جڑ سے ختم کر دینا چاہتا
تھا۔ اس چھوٹی سی لڑکی کے ایک ایک آنسو اپنے دل پر
گرتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ اس کے سینے سے
لگی خاموش آنسو بہا رہی تھی۔

حمزہ مزید اسے اپنے سینے سے لپٹا گیا۔ وہ تین مہینوں سے
لاپرواہ رہا۔ یہ گلٹ اسے زندگی بھر رہنا تھا۔۔۔

نامیشہ بیڈ کے درمیان میں بیٹھی ایک ہاتھ گٹھنے پر رکھے
ضرغام کو غصے سے دیکھ رہی تھی۔ جو نامیشہ کو فل اگنور
کیسے اپنے بالوں میں برش پھیر رہا تھا۔ اب برش ڈریسنگ
پر رکھے اپنی سیاہ جیکٹ پہننے لگا۔ اور خود پر اچھی
طرح فریوم لگانے لگا۔ نامیشہ اسے پلک جھپکائے غصے سے
دیکھ رہی تھی۔ وہ کراچی جا رہا تھا۔ کسی خاص دعوت پر
نامیشہ نے اتنی دفعہ بولا مجھے بھی ساتھ لیں چلو پر ضرغام کا
جواب ہر دفعہ نامیشہ ہوتا تھا۔ وہ اسے اکیلا نہیں جانے
دیں سکتی تھی۔ اتنی شاندار پارٹی میں جا رہا تھا۔ تو وہاں
لڑکیوں کی نظریں مسیحا بن کر تے نامیشہ نے جھڑ جھڑی

سی لی۔ نہیں میرے ضر کو کوئی اور دیکھے مجھے برداشت
نہیں۔ صرف میں دیکھ سکتی ہوں اور کوئی نہیں۔

نامیشہ خود ہی سوچتے فوراً اٹھ کر بیٹھی۔ رات سے بحث
چل رہی تھی۔ تو وہ اس سے ناراض ہو گیا تھا۔ ضرغام اپنا
وائٹ اور گاڑی کی چابیاں اٹھائے دروازے کی طرف
بڑھتا۔

کہاں جا رہے ہے آپ۔ نامیشہ کی آواز پر قدم ڈکے اور
پھر انور کرتے آگئے بڑھنے لگا۔ اگر آپ نے دروازے
کے باہر قدم رکھا تو اچھا نہیں ہو گا۔ نامیشہ غصے سے چیختے

ہوئے بولی۔ ضرغام نے مڑ کر اسے خون برساتی آنکھوں
سے دیکھا۔

ناہیشہ اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر ایک پل کے لیے
گھبرا گئی۔ اور فوراً ہی اپنی گھبراہٹ پر قابو پایا۔ اگر آپ
مجھے ساتھ لیں نہیں لیں کر گئے تو میرے قریب آنے کا
سوچے بھی مت۔ ضرغام کے لبوں پر جاندار مسکراہٹ
در آئی۔ اچھا!!! اور تمہیں لگتا ہے۔ تم مجھے روک سکتی ہو۔
میری جان دھمکی اتنی ہی دیا کرو جس کو پورا کر سکو۔
ضرغام اس کے قریب پہنچتے بولا۔ دھمکی نہیں ہے۔ مجھے
زیادہ ہلکے میں لینے کی ضرورت نہیں ہے آپکو۔ ناٹکیشہ

اپنی ایڑھیاں اٹھائے اس کی سرخ آنکھوں میں دیکھتے
بولی۔

بہت ہی زبان چلنے لگی ہے تمہاری۔ ضرغام اس کی دھمکی
کو تاب نالاتے بولا۔

ہاں تو میری زبان ہے۔ میں جیسے مرضی چلاؤں۔ نائیکیشہ
مضبوط لہجے میں بولی۔

ضرغام اپنی چھوٹی سی بیوی کو دیکھتے رہ گیا۔ نائیکیشہ کیا
مسئلہ ہے۔ خود کا بھی میرا بھی ٹائم ویسٹ کر رہی ہو۔

جب میں نے بول دیا۔ تم نہیں جاؤ گی۔ تو ضد کیوں کر
رہی ہو۔ ضرغام سمجھ گیا تھا۔ وہ ساتھ جانے کے لیے ضد
کر رہی ہے۔ نامیشہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔
ضرغام اس کے آنسوؤں کو انگور کرتے لمبے لمبے ڈھگ
بڑھتا باہر چلا گیا تھا۔ وہ اسے ساتھ نہیں لیں کر جاسکتا
تھا۔ وہ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہی تھی۔ ضرغام
کے جاتے ہی نامیشہ نے پاس پڑا لیمپ اٹھا کر زمین پر
دے مارا۔ فرش پر گرتے ہی لیمپ پر لگا مرر ٹکڑوں میں
تقسیم ہوتے فرش پر پھیل گیا۔

آپ بلکل اچھے ہی نہیں ہو۔ نائیکیشہ جو بنا چیل کے کھڑی
تھی۔ روتے ہوئے آگئے بڑھنے لگی۔ فرش پر بکھرا کانچ
دونوں پاؤں میں پیوست ہوا۔ ایک زوردار چیخ کمرے
میں گونجی۔

آہہ ہی!! کانچ اتنی بری طرح پاؤں کے اندر چلا گیا تھا۔
پانی کی طرح خون بہنے لگا۔ نائیکیشہ کی آنکھوں سے آنسو
سیلاب کی طرح بہنے لگے۔ نائیشہ سے ایک انچ نہیں وہاں
سے ہلا گیا۔ اگر وہاں سے ہلتی تو آگئے اور کانچ تھا۔ نائیشہ
چیختے جارہی تھی۔ کمرے میں دل دھلا دینے والی
چیچکنیس گونج رہی تھی۔

دامیار جو نیچے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ضرغام کے کمرے
میں سے چیخوں کی آوازیں سنتے بھاگ کر اندر داخل ہوا۔
سامنے خون سے بڑے فرش کو دیکھتے دامیار ساکت سا
کھڑا نامیشہ کو دیکھنے لگا۔ جو ہی ہی پکارتے پاگلوں کی طرح
رورہی تھی۔

نامیشہ بچے۔۔ دامیار بھاگتا ہوا آگئے بڑھا۔ آگئے بڑھتے
اس کے قدم وہی منجمد ہو گئے۔ نامیشہ کے دونوں پاؤں
خون سے سنے تھے۔ بہرام کاوش یہاں آؤ۔ دامیار نے
حلق کے بل چیختے ہوئے پکارا۔

بہرام اور کاوش کو لاؤنج میں کھڑا دیکھا تھا۔

اس لیے ان دونوں کو پکارا۔ دامیار کی پکار سنتے دونوں
اوپر کی طرف بھاگے۔ کیا ہولالا۔۔ بہرام کمرے میں
پہنچتے پھولے سانس کے ساتھ بولا۔

پر جب نظر سامنے فرش پر پڑی۔ دونوں ساکت کھڑے
نامیشہ کو دیکھنے لگے۔ یہ یہ کیسے ہوا۔۔ کاوش لڑکھڑاتی
زبان سے بولا۔ گاڑی نکالو اسے ہو اسپتال لیں کر جانا
ہے۔ خون بہت بہہ چکا ہے۔ نامکیشہ کی بند ہوتی آنکھوں

کو دیکھتے فوراً اسے اپنی باہوں میں بھر گیا۔ دامیار کا دل
اس وقت ضرغام کا سر پھوڑنے کو کر رہا تھا۔

نامیشہ ہوشو خرد سے بیگانہ دامیار کی باہوں میں آتے بے
ہوش ہو گئی۔ کاوش گاڑی نکالنے کے لیے نیچے کی طرف
بڑھ گیا۔ دامیار اسے لیں کر کاوش کے پیچھے بھاگا بہرام
بھی ان کے پیچھے چل دیا۔ دامیار یہ کیا ہوا ہے نامکشہ
کو۔۔ عابیرہ جو دامیار کو دیکھنے آئی تھی۔ دامیار کی باہوں
میں نامیشہ کو بے ہوش دیکھتے بولی۔ نامکشہ کے دونوں
پیروں سے نکلتا خون فرش پر قطروں کی صورت میں بہہ
رہا تھا۔

عابیرہ آکر بتاؤں گا۔ فلحال اسے ہو سپیٹل لیں

کر جانا ہے۔ اپنے بھائی کو کال کرو۔

اگر اسے اپنی بیوی کی جان پیاری ہے تو اُلٹے قدم واپس آ
جائے۔ دامیار غصے سے بولتے باہر نکل گیا۔ ضرغام کہاں
گیا ہے۔ وہ جانتا تھا۔ عابیرہ فوراً کمرے کی طرف بھاگی۔

ضرغام کو کال کرنے کے لیے۔ دامیار اسے گاڑی کی
پچھلی سیٹ پر لیں کر بیٹھا۔ کاوش بہرام آگئے بیٹھے۔
کاوش نے

فورا گاڑی حویلی سے نکالی۔ اور ہو سپٹل کے راستے کی
طرف لی۔

دوسری طرف ضرغام کی گاڑی اندھا دھند سڑکوں پر
بھاگ رہی تھی۔ نامیشہ کے آنسو اسے تکلیف دیں رہے۔
وہ غصے سے گاڑی بھاگتا اتر پورٹ پر پہنچا۔ دل کسی خوف
میں جھگڑا ہوا تھا۔ ضرغام گاڑی سائیڈ پر لگائے باہر نکلا۔

اور انٹرپورٹ کے اندر داخل ہوا۔ کراچی کا تو نائیکیشہ سے
جھوٹ بولا تھا۔ اسے امریکہ پہنچنا تھا۔ اگر نائیکیشہ کو بتاتا
تو اس نے کبھی نہیں آنے دینا تھا۔ ضرغام نے اپنا
پاسپورٹ دکھایا۔ اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔ فلائٹ
نکلنے میں ہیں منٹ باقی تھے۔ وہ پہلے ہی لیٹ پہنچا تھا۔
ضرغام جہاز کی جانب بڑھ گیا۔ جہاز کے اندر اینٹر ہوتے
ہی موبائل آف ہو جانا تھا۔ ضرغام ابھی جہاز کی
سیڑھیاں عبور کرتے اندر داخل ہوتا۔ سیل رنگ ہونے
پر اس نے رُک کر موبائل پوکٹ

سے نکالا۔ عابیرہ کا نمبر دیکھتے فوراً کان

کو لگایا۔ بھائی! آپ جہاں بھی ہے آجائے نائیکیشہ بھا بھی
کو ہو سپیٹل لیں کر گئے ہے۔ بہت خون بہہ گیا ہے۔ پلیز
آجائے۔۔ عابیرہ ضرغام کے کال اٹھاتے روتے ہوئے
بولی۔ ضرغام کے قدم لڑکھڑائے۔ وہ یہ بھی نا پوچھ سکا
کیا ہوا۔ وہ پاگلوں کی طرح بھاگنے لگا۔ بھاگتے ہوئے
گاڑی تک پہنچا۔

وہ اپنی فلائٹ چھوڑے۔۔ گاڑی کو اوڑتاسٹرکوں پر اندھا
دھند چلا رہا تھا۔ وہ کسی طرح اپنی بیوی کے پاس پہنچنا

چاہتا تھا۔ ضرغام کو دل بند ہو رہا تھا۔ جیکٹ اتارے
سائیڈ پر رکھی۔ گاڑی کے شیشے کھول دیے۔

مجھے آنا نہیں چاہیے تھا۔ مجھے تمہاری بات مان لینی چاہیے
تھی۔ ضرغام سٹرینگ پر ہاتھ مارے پاگلوں کی طرح چیخ
رہا تھا۔ خود کو نقصان پہنچایا۔ اچھا نہیں کیا تم نے۔
وہ جانتا تھا اسے کس ہو اسپتال میں لیں کر گئے ہونگے۔
ضرغام کی گاڑی پندرہ منٹ میں ہو اسپتال کے اندر داخل
ہوئی۔

ضرغام گاڑی سے اترتے پاگلوں کی طرح اندر بھاگا۔ اور
کوریدور میں داخل ہوا۔ سامنے دامیار کی باہوں میں
نامیشہ کو دیکھتے قدم وہی جم گئے۔ نظر جب پیروں پر
پڑی۔ ضرغام کو لگا وہ اگلی سانس نہیں لیں پائے گا۔ ہوا
بھی ایسے ضرغام اپنے دل کو زور زور سے مسلنے لگا۔ چہرہ
جو سرخ تھا۔ زرد ہونے لگا۔

نظر ابھی بھی پاؤں پر جمی تھی۔ جہاں خون کی بوندیں
پانی کی صورت میں فرش پر گر رہی تھی۔ نامیشہ کو سٹرچر
پر لٹایا جا رہا تھا۔ ضرغام پاگلوں کی طرح بھاگتے سٹرچر
کی طرف بڑھا۔ ہے

خوبصورت پری آنکھیں کھولو۔ دیکھو تمہارا ہی واپس آ
گیا ہے۔ ضرغام نانکیشہ کے اوپر جھکے اس کے گال
تھپتھپا کر بولنے لگا۔ وہ اس وقت کوئی پاگل دیوانہ لگ رہا
بہرام نے آگئے ہوتے اسے پکڑا۔ ضرغام سنبھالو خود
کو۔ ڈاکٹر آپ لیں جائے۔ بہرام سامنے کھڑی نرسوں کو
دیکھتے بولا۔

لیں جاؤ فوراً ٹریٹ منٹ شروع کرو۔ ہاشم نانیشہ کے زرد
چہرے کو دیکھتے بولا۔

علینہ کو پتہ چلتا اس کی بہن کس حال میں ہے۔ تو اس نے
طوفان برپا کر دینا ہے۔ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔
مجھے جانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ بہرام اگر اسے کچھ ہو گیا۔ تو
میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا۔ ضرغام اس کے
سینے سے لگتے بولا۔ ریلکس ضرغام۔۔ کچھ نہیں ہو گا۔
بس تم پریشان مت ہو۔ آؤ یہاں آکر بیٹھو۔ بہرام اسے
سامنے رکھی چیز کی طرف لیں کر بولا۔

نہیں میں سکون سے کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔

میرا سکون تو اندر ہے۔ میرا دل اندر ہے۔ میری سانس
اندر ہے۔ جب تک ڈاکٹر کچھ نہیں بتا دیتے مجھے سکون
نہیں ملے گا۔

اگر پہلے ہی اس کے بارے میں سوچ لیتا تو یہ دن نادیکھنا
پڑتا۔ دامیار ضرغام کو دیکھتے غصے سے بولا۔

اگر مجھے اس سب کا علم ہوتا تو کبھی نہیں جاتا۔

ضرغام ایمر جینسی روم کے سامنے چکر لگاتے بولا۔
آنکھوں میں آئی نمی کو بار بار صاف کر رہا تھا۔ اسے
سکون نہیں مل رہا تھا۔

ہاشم باہر نکلا۔۔ ضرغام بلڈ کی ضرورت ہے۔

بلڈ کافی بہہ نکل گیا ہے۔

ہمیں جلدی بلڈ کا ارتیج کرنا ہو گا۔ بلڈ۔۔ اتنی جلدی
کہاں سے ارتیج ہو گا۔ بی پوزیٹو ہے۔ مل جائے گا۔ بس
تمہیں صبر رکھنا ہے۔ حوصلے سے کام لو۔ بی پوزیٹو میرا
ہے۔ میرا بلڈ لیں لو۔ میری نامیشہ کو کچھ نہیں ہونا
چاہیے۔ ضرغام آنکھوں میں آنسو لیے فوراً بولا۔ ٹھیک
ہے چلو میرے ساتھ۔ ہاشم ضرغام کو اندر لیں کر بڑھا۔

ضرغام نامیشہ کے ہاتھوں پر ڈرپس لگے دیکھ کر تڑپ گیا۔
وقت کا کچھ نہیں پتہ چلتا۔

انسان کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ ضرغام نامیشہ کے
ساتھ رکھے بیڈ پر لیٹا۔ ضرغام کی نظریں نامیشہ کے
چہرے پر جمی تھی۔ دونوں پاؤں پر سفید پٹی بندھی
تھی۔

ضرغام کو ڈرپ لگائی۔ جتنی دیر ڈرپ چلتی رہی ضرغام کی
نظریں ایک پل بھی اس کے وجود سے ناہٹی۔ ضرغام بلڈ
دیں کر باہر آیا۔ اور آکر دامیار کے برابر بیٹھ گیا۔

پریشان مت ہو۔ اللہ بہتر کرے گا۔

حویلی سے کال پر کال آرہی ہے۔ رانیہ بیگم اور مورے
شاہ میر کے ساتھ ہو سپیٹل آرہے ہے۔ کاوش ان کی
طرف بڑھتے بولا۔ ٹھیک ہے آنے دو۔ حویلی میں بھی رہ
کر پریشان ہونا تھا۔ دامیار فکر مندی سے بولا۔ ہاشم ان
کے پاس آیا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ نانکیشہ

ٹھیک ہے۔ تھوڑی دیر میں ہوش آجاتا ہے اس سے پھر

مل لینا۔ ہم!! آرہی ہے تیری سالی صاحبہ۔۔ دینا جواب

اس کی بہن کیسے اس حالت میں پہنچی۔ ہاشم اس کے

کنڈھے پر ہاتھ رکھتے مسکراتے ہوئے بولا۔

ہم!! سالی آرہی ہے۔ کوئی توپ کا گولا نہیں۔ دیکھ لیں

گئے اس کی سالی کو بھی۔ بھرام دانت پیتے بولا۔ خبردار

اگر کسی نے میری بیوی کو پریشان کیا۔ ہاشم بہرام کو

دیکھتے گھورتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔

زرغام جو باہر بیٹھا مسلسل ٹانگ ہلاتا رہا تھا۔ وہ کب سے
ایک ہی پوزیشن پر بیٹھا زمین کو گھور رہا تھا۔ جیسے وہ انتظار
میں بیٹھا ہو۔ کوئی آکر بول دے آپ کی مسز ٹھیک ہے۔
کاش یہ ایک خواب ہوتا۔ کاش میں اسے ناچھوڑ کر جاتا۔
زرغام پیچھے چمیر پر سر ٹکائے سوچ رہا تھا۔ سر آپ کی
وائف کو ہوش آگیا ہے۔

آپ مل لیں ان سے۔ ایک نرس پاس آکر بولی۔ زرغام
نرس کی آواز سنتے فوراً اٹھ کر روم کی طرف بڑھ گیا۔
دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ سامنے بیڈ پر نامیشہ کو
دیکھا۔ جو لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔ دروازہ کھلنے کی

آواز پر نامیشہ نے سامنے دیکھا۔ زرغام کو یہاں دیکھتے
حیران ہوئی۔ اسے لگا زرغام کراچی چلا گیا ہے۔ حیرانگی
کے ساتھ خوشی میں چہرے پر پھیل گئی۔ ہی۔۔ ہی آپ
واپس آگئے۔ نامکشہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی۔
زرغام نامکشہ کے پاس پہنچتے اسے کندھوں سے پکڑ کر
اپنے سینے سے لگا گیا۔ ہی کی جان۔۔ ہی کا بچہ۔۔ میں
تمہیں چھوڑ کر جاسکتا ہوں کیا۔ زرغام اسے سینے سے
لگائے۔ اس کی گردن میں چہرہ چھپائے بولا۔ اور ساتھ
ساتھ اس کی گردن پر دیوانہ وار لب رکھ رہا تھا۔

ہی مجھے لیٹنا ہے۔ مجھے درد ہو رہا ہے۔ نائیشہ کو اپنا پورا جسم
ٹوٹتے ہوئے محسوس ہوا۔ کمزوری کی وجہ سے اتنا بلڈ نکل
گیا تھا۔ نائیکیشہ کو اب کچھ دن کمزوری محسوس ہونی
ہی تھی۔ میرا بچہ کہاں درد ہو رہا ہے۔ زرغام تڑپتے
ہوئے نائیشہ کے بازوؤں پر ہاتھ پھیرتے بولا۔ ہی مجھ
سے بیٹھا نہیں جا رہا۔ پلیز مجھے لیٹا دیں۔

نائیشہ آنکھوں میں آنسو لیتے بولی۔

زرغام اسے لیٹاتے اس کے قدموں میں بیٹھا۔ دونوں
پاؤں سفید پٹی میں لیٹے تھے۔ زرغام نے جھکتے اس کے

دونوں پاؤں کو باری باری چوما۔ آنکھوں میں سے آنسو
نکل کر نامیشہ کی سفید پٹی میں جرب ہوئے۔

ہی آپ رو رہے ہیں۔ نامیشہ زرغام کے نکلتے آنسو دیکھ کر
فورا بولی۔

یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔ اگر میں ناجاتا تو یہ سب نا
ہوتا۔ تم نے میرے وجود کو چوٹ پہنچائی اس کے لیے
میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔ زرغام یک دم سرد
لہجے میں بولا۔ نامیشہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔
ہیں۔ نامیشہ نے مدھم مدھم آواز میں پکارا۔ جو نامیشہ کے

دونوں پاؤں کو اپنے ہاتھوں میں لیے دیوانہ وار تک رہا
تھا۔ نامیشہ کی آواز پر بھی ناسراٹھایا۔ ہی۔۔ نامیشہ نے پھر
بلایا۔

اس دفعہ نامیشہ ہچکی لیتے بولی۔ زرغام اس کی ہچکی سنتے خود
کو نار مل کیا۔

لیس ہی کی جان۔۔ زرغام اس کے پاؤں پر لب رکھتے
بولا۔ ہی آپ ناراض ہی۔ میں نے جان بوجھ کر نہیں
کیا۔ نیچے کانچ تھا۔ میں نے دیکھا نہیں اس کے اوپر پاؤں
رکھ دیے۔

نامکیشہ نے روتے ہوئے بتایا۔ اور کانچ کہاں سے آیا۔
زرغام اس کے آنسو صاف کرتے بولا۔ نامیشہ کی نگاہیں
جھک گئی۔ میرے پاس آئے نا۔ نامیشہ نے اپنے پاس
آنے کا اشارہ کیا۔ زرغام اس سے ناراض تھا۔ وہ جیسے
اندر اندر رو رہی ہو۔

زرغام اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ ہم!! بولو میری پری۔۔
زرغام اس کے ماتھے پر آئے بالوں کو کان کے پیچھے
کرتے بولا۔ بولو نامیشہ کانچ کہاں سے آیا۔ زرغام اس کی

جھکی نگاہیں دیکھ کر بولا۔

ہبی میں مرتے مرتے پچی ہوں۔ آپ مجھے پیار کرنے کی
بجائے ڈانٹ رہے ہیں۔

نا تکیشہ روتے ہوئے بولے۔

میرے ہوتے ہوئے تمہیں کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور آئندہ
ایسے لفظ منہ سے سوچ سمجھ کر نکالنا۔

زر غام اس کے لبوں پر انگلی رکھتے سرد

لہجے میں بولا۔

نامیشہ نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ زرغام نے اس کے
ماتھے پر اپنا سلگھتا لمس چھوڑا۔ ہی!! آپ ناراض تو نہیں
ہے نا۔ نو ہی کا بچہ۔۔ میں کیوں ناراض ہونے لگا۔

زرغام محبت پاش لہجے میں بولا۔ چلو میرا بچہ۔۔ آرام
کرو۔ پھر چلتے ہے حویلی۔

زرغام اس کے پاس سے اٹھتے بولا۔ ابھی چلتے ہے نا۔ مجھے
یہاں نیند نہیں آئے گی۔ مجھے آپ کے ساتھ لیٹ کر
سونا ہے۔ نائیکیشہ معصومیت سے آنکھیں پیپٹاتے بولی۔
جس پر زرغام کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔ زرغام ابھی
نائیشہ پر جھکتا کمرے کا دروازہ کھلا علیہ بھاگتے ہوئے
نائیشہ کی طرف پہنچی۔

زرغام نے علیہ کو دیکھتے اپنے دانت پیسے آگئی نا کچڑی۔
اور منہ میں ہی بڑبڑایا۔ باشم زرغام کے پاس آکر کھڑا
ہوا۔ میری گڑیا۔ میری جان کیسی ہو۔ کیا حال بنایا ہوا

ہے۔ یہ سب کیسے ہوا۔ علینہ ایک ہی سانس میں نامیشہ کو
دیکھتے بولی۔

آپی۔۔ ریلیکس میں ٹھیک ہوں۔ نامیشہ اپنی بہن کی فکر
مندى پر فوراً مسکرا کر بولی۔ خاک ٹھیک ہو۔ دیکھو کیسے
کمزور ہو گئی ہو۔ رنگ دیکھو اپنا سفید پڑ گیا ہے۔

علینہ غصے علینہ سے زرغام کو سناتے بولی۔

آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کا شوہرا بھی
زندہ ہے۔ زرغام بھی برابر گھورتے ہوئے بولا۔ دیکھ

رہی ہوں۔ کتنا خیال رکھ رہے ہیں آپ۔ علینہ غصے سے
بولی۔ اپنی بیوی کو چپ کرالیں ورنہ ہاتھ پکڑ کر باہر نکال
دوں گا۔ رشتے کا لحاظ روکے ہوئے ہے۔ زرغام ہاشم کو
دیکھتے بولا جو ایسے کھڑا تھا۔ جیسے یہاں موجود ہی نہیں۔
کمینے توں میرے بیوی کا ہاتھ پکڑے گا۔ نہیں اپنی سالی
کا۔ زرغام ہاشم کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ میرے شوہر
سے کیا بحث کر رہے۔

بات میں کر رہی ہوں۔ مجھ سے کرو۔ علینہ دونوں کو
باتیں کرتے دیکھ کر بولی۔

ہاشم نے مسکرا کر اپنی گنڈی بیوی کو دیکھا۔ ہم!! یہ مجھے
نہیں چھوڑتی تجھے کیا چھوڑے گی۔ ہاشم زرغام کے کان
کے پاس جھکتے بولا۔

زرغام نے گھور کر دیکھا۔

ہم!! میرا بالکل موڈ نہیں ہے آپ سے بات کرنے کا۔
اپنی بہن کو دیکھ لیا۔ اب آپ جاسکتی ہے۔ زرغام
دروازے کی طرف اشارہ کرتے بولا۔ ہی۔۔ آپ ہی ہے
میری آپ ایسے نہیں بات کر سکتے۔

نامیشہ زرغام کی کہی بات پر فوراً بولی۔

ہم!! آپی ہے تو آپیوں والے کام کریں۔

ساس بننے کی ضرورت نہیں۔

زرغام نامکیشہ کو گھورتے بولا۔ بہت ہی بد تمیز ہے۔ تمہارا
شوہر۔۔۔ علینہ گھورتے ہوئے بولی۔ زرغام نے خاموشی
سے اپنا رخ کھڑکی کی طرف موڑ لیا۔

ہم!! میں حویلی آؤں گی تم سے ملنے ابھی مجھے جانا ہو گا۔
علینہ نامیشہ کے ماتھے پر لب رکھتے بولی۔ چلے مسٹر
خان۔۔۔ علینہ ہاشم کی طرف بڑھتے بولی۔ ہم!! چلو مسٹر
کی جان ہاشم اس کا ہاتھ پکڑے جان ہاتھ باہر نکل گیا۔

ہی آپ نے اچھا نہیں کیا۔ نامیشہ ان دونوں کے نکلتے فوراً
بولی۔

اچھا۔۔ جو تمہاری بہن بول رہی تھی وہ اچھا تھا۔ زرغام
نامیشہ کو گھورتے بولا۔ ہی۔۔ آپی ہے وہ میری۔۔ یہی تو
کہہ رہا ہوں تمہاری آپی ہے میری نہیں۔

اب چپ ایک لفظ نہیں۔ زرغام اس کے پاس آتے
بولا۔ نامیشہ نے گھور کر دیکھا۔

میرا بچہ۔۔ زیادہ سوچنا نہیں۔ میں نہیں چاہتا میری جان
ٹینشن میں رہے۔ میں میڈیسن لیں کر آتا ہوں۔ پھر چلتے
ہے حویلی اپنی جان کو پیار بھی تو کرنا ہے۔

زرغام اس کے لبوں پر زبان لگاتے بولا۔ زرغام کی بے
باکی پر نامکیشہ کی دھڑکن سو کی سپیڈ سے دھڑکنے لگی۔

زرغام مسکراتے ہوئے باہر نکل گیا۔ نامیشہ نے مسکرا کر
زور سے آنکھیں بند کر لی۔

حمزہ جو صوفے پر لیٹا تھا۔ عزیزے اٹھ کر اپنا ڈوبٹہ اٹھائے
حمزہ کی طرف بڑی۔

کل رات سے کمرے سے کمرے میں بند تھی۔ کمرے
میں اب کٹھن ہونے لگی تھی۔ عزیزے اپنے چھوٹے
چھوٹے قدم اٹھائے حمزہ کے پاس آئی اور پاس ہو کر اس
کی سانسیں چیک کرنے لگی۔ شکر ہے سو رہے ہے۔
عزیزے خوشی سے آہستہ آواز میں بولی۔ اور جلدی سے

قدم اٹھائے دروازہ کھولتے باہر کی طرف بڑھ گئی۔ یا اللہ
میرا سامنا چڑیل آنٹی سے ناہو۔ عزیزے اوپر کی طرف
چہرہ اٹھائے بچوں کی طرح جھولی۔ عزیزے ڈرتے ڈرتے
قدم سیڑھیوں پر رکھنے لگی۔ جیسے ہی لاسٹ سیڑھی پر
پہنچی عزیزے کے قدم وہی جم گئے۔ نظریں داخلی
دروازے پر جم گئی۔ جہاں زرغان خان، کھڑے اُن کے
ساتھ بازل اور رومیہ کے سامنے زمین پر پڑے خون سے
سنے انسان کو دیکھتے عزیزے کھڑے کانپنے لگی۔ شاید
حویلی کے کسی ملازم کو پھر سزا ملی ہے۔ تین مہینوں سے
یہی تو دیکھتے آئی تھی۔ روز کوئی نا کوئی حویلی کی چوکٹ پر
پایا جاتا تھا۔ رومیہ خان کی نظریں سیڑھیوں پر پڑی۔

علیزے کو وہاں کھڑے دیکھ کر فوراً اس کی طرف بڑھی۔
آگئی کمبخت ماری۔۔ یاد آگیا حویلی کے کام کرنے ہے۔

رومیسہ خان اسے بالوں سے پکڑتے کچن کی طرف بڑھی۔
آہہ!! چھوڑے مجھے ناہیشہ درد سے بلبلاتے چیخنی۔

ہم!! ایسا کیا کیا ہے میرے بیٹے کو وہ دوبارہ کمرے سے ہی
نہیں نکلا۔ رومیسہ اسے کچن کے

اندردھکیلتے بولی۔ علیزے اوندھے منہ جا

کرفرش پر گڑھی۔

سب ملازمین ڈر کر پیچھے ہوئی۔ بڑی امی کیا کر رہی ہے۔
مہمل رومیہ کے سامنے آتے بولی۔ تم پیچھے ہٹو۔ اس کی
معصومیت تو میں نکالو گی۔ میرے بیٹے کو ایک ہی رات
میں وش میں کر لیا اس ناگن نے۔

علیزے نے نا سمجھی سے رومیہ کی طرف دیکھا۔ وہ کیا
بول رہی تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ بڑی امی۔
حزہ آیا ہوا ہے۔ اگر اُس نے دیکھ لیا۔ کل کی طرح
قیامت لگ جائے گی۔ مہمل کل کا یاد کرتے بولی۔

وہ عگیزے کے لیے کیسے سٹینڈ لیں رہا تھا۔ وہ حمزہ کے
جذبات کو سمجھ گئی تھی۔ مورے آپ روکے نا نہیں۔
مہمل اپنی ماں رائتمہ کو دیکھتے بولی۔ جو خاموش کھڑی
تھی۔ ہسام بولی۔ جو کے جانے کے بعد انہیں جیسے چپ
ہی لگ گئی تھی۔ پلیز آنٹی!! مجھے مت مارے گا۔ میں
سارے کام کروں گی۔ میں برتن بھی دھو دوں گی۔ بس
مجھے مت مارے گا۔

علیزے ان کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر بولی۔ تجھے زندہ
چھوڑوں گی تو کام کرے گی۔ رومیہ خان اپنے ہاتھ پر

بیلٹ گھوماتے بولی۔ علیزے روتے ہوئے نفی میں سر
ہلانے لگی۔ رومیہ خان ساری رات آگ میں جلتی رہی۔
ان بیٹا جو ان کے کمرے سے نکلتا نہیں تھا۔ اب کل سے
وہ ایک دفعہ بھی نہیں دیکھنے آیا تھا۔ رومیہ خان نے
سوچتے بیلٹ کی ضرب اس کے بازو پر لگائی۔ علیزے کی
چیخ کچن میں گونجی۔ باقی ملازمین منہ پر ہاتھ رکھے ترسی
نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

بڑی امی وہ مر جائے گی۔ مہمل نے آگئے ہوتے روکنے
کی کوشش کی۔ مر جائے اس کی شکل دیکھ دیکھ کر میرا
دل بھر گیا ہے۔ رومیہ خان بیلٹ اس کے بازو پر اس کی

پیٹھ پر ٹانگوں پر بے دردی سے مار رہی تھی۔ علیزے کی
چپچپیں کچن سے ہوتے باہر جا رہی تھی۔ مورے بازل نے
آکر اپنی ماں کا ہاتھ پکڑا۔ دوسری طرف حمزہ چپچپیں
سنتے پاگلوں کی طرح نیچے بھاگ کر آیا۔ کچن میں داخل
ہوتے حمزہ کے قدم رُک گئے۔ علیزے اوندھے منہ
پڑی سسک رہی تھی۔ مورے آپ کی ہمت کیسے ہوئی
میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی۔ کیوں مورے۔۔ آپ کو
ترس نہیں آتا اس پر۔۔ یہ بھی ہماری طرح
انسان ہے۔ کیوں مورے کیوں ہاتھ لگایا۔ جب میں نے
منع کر دیا تھا۔ کیوں اسے مارا کیوں۔

کیوں میرے دل پر وار کیا۔ کیوں مورے۔۔ حمزہ رومیہ
خان کو بازو سے پکڑتے جھنجھوڑ کر پوچھنے لگا۔ حمزہ کی
دھاڑنے کی آواز کچن سے ہوتے لاؤنج میں گونج رہی
تھی۔ ملازمین خاموشی سے کچن سے نکل گئی۔ حمزہ
مورے ہے۔ تم ایسے بات نہیں کر سکتے۔ بازل غصے سے
بولا۔ مورے۔۔ لا لایہ مورے نہیں ہے۔ ان کے اندر
ماں کے جذبات نہیں پائے

جاتے۔ حمزہ چیختے ہوئے بولا۔ علیزے کی ہچکیاں کچن میں
گونج رہی تھی۔ مورے آپ نے اچھا نہیں کیا۔ رائے
بچی کا بیٹا مرا ہے۔ وہ خاموش ہے۔ پر آپ نے تو ہر حد پار

کردی۔ حمزہ کی آنکھوں سے آنسو پگلتے ملکی گھنی منی بیرڈ
میں جذب ہونے لگے۔

رومیسہ خان سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑی رہی۔ اس سے
ثابت ہو رہا تھا۔ وہ ایک انا پرست عورت ہے۔ جو کبھی
بھی اپنے غرور کے آگے میں بھی اپنے غرور نہیں جھک
سکتی تھی۔

حمزہ انہیں چھوڑے عزیزے کی طرف بڑھا۔

جوزمین پر سر ٹکائے کانپ رہی تھی۔

علیزے کو اپنی باہوں میں اٹھائے۔

کچن سے نکلتا چلا گیا۔ اپنے کمرے میں پہنچتے زور سے
دروازہ بند کیا۔ علیزے کو بیڈ پر لٹانے لگا۔ علیزے سسک
حمزہ کے ساتھ لگی۔

حمزہ علیزے کے سسکنے پر تڑپ اٹھا۔ اگر وہ اس کے زخم
دیکھ لیتا۔ حمزہ خان کی تڑپ مزید بڑھ جانی تھی۔
حمزہ علیزے کو اوندھے منہ بیڈ پر لٹائے ڈریسنگ روم کی
طرف بڑھا۔

وہاں سے فرسٹ ایڈ باکس لائے اس کے قریب بیٹھا۔
کیوں گئی تھی باہر جب میں نے منع کیا تھا۔ حمزہ اس کے
رونے کی آواز سنتے بولا۔ عزیزے کے رونے میں اور
اضافہ ہوا۔

عزیزے میری جان۔۔ حمزہ اس کے بال سہلاتے بولا۔
حمزہ کے جان کہنے پر عزیزے کے رونے میں مزید اضافہ
ہوا۔

علیزے کیوں تڑپا رہی ہو۔ مت رو۔ تمہارے یہ آنسو
مجھے تکلیف دیں رہے ہیں۔ حمزہ اس کے بالوں پر لب
رکھے بولا۔

حمزہ کی تڑپ آج زبان پر آگئی تھی۔ وہ اپنی محبت کا اظہار
کر رہا تھا۔ علیزے روتے ہوئے اس کی ہر بات سنتے تڑپ
رہی تھی۔ اتنے مہینوں سے کہاں تھا۔ تب اسے یاد نہیں
آئی۔ علیزے تکیے کو مٹھیوں میں دبوچتے ہچکیوں سے
رونے لگی۔

حمزہ اسے کندھوں سے پکڑتے اپنے سامنے بیٹھایا۔

علیزے نے روتے ہوئے حمزہ کی طرف دیکھا۔

مت روعلیزے۔۔ تمہارے یہ آنسو مجھے تکلیف دیتے
ہے۔ حمزہ اس کی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے بولا۔ مجھے فرق
نہیں پڑتا۔ علیزے روتے ہوئے بولی۔ پر مجھے فرق پڑتا
ہے۔ حمزہ اس کی فراک کی زیپ نیچے کو کھسکاتے بولا۔

یہ کیا کر رہے ہے آپ۔۔ علیزے آنکھیں کھولتے بولی۔
کچھ نہیں کر رہا۔ صرف مرہم لگاؤں گا۔ حمزہ اس کے
چہرے کے اوڑتے رنگ دیکھتے بولا۔ مجھے نہیں لگوانا کچھ
بھی۔ علیزے نفرت سے بولی۔

ہم!! پر میں تمہاری نہیں سننے والا۔ حمزہ اس کی فراک
اتارتے سائیڈ پر رکھ گیا۔

علیزے سرخ چہرے کے ساتھ اپنے سینے پر ہاتھ باندھ
گئی۔ شرم نام کی چیز نہیں ہے آپ میں۔ آپ میری
فراک دیں۔ علیزے ہاتھ آگئے کرتے جھکے سر کر ساتھ
بولی۔ حمزہ نے مسکراتے ہوئے مرہم اس کے ہاتھوں پر
رکھ دی۔

پہلے مرہم لگانے دو۔ حمزہ اسے بیڈ پر اوندھے منہ لٹایا۔
علیزے کی کمر کو دیکھتے حمزہ نے قرب سے آنکھیں بند

کی۔ کمر پر کوئی ایسی جگہ نا تھی۔ جہاں بیلٹ کے نشان نا
ہو۔

پرانے زخم بھرے نہیں تھے۔ اب تازہ زخموں کے
نشان۔۔ بازو پر بھی ایسے ہی نشان تھے۔ حمزہ نے اپنا
کھر درا ہاتھ اس کی کمر پر رکھا۔ علیزے سسک پڑی۔ حمزہ
نے جھک کر اس کی پشت پر لب رکھے۔ علیزے کا سانس
اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ حمزہ کچھ ایسا کرے گا۔
اسے امید نہیں تھی۔ بہت درد ہو رہا ہے۔ میری علیزے
کو۔ حمزہ علیزے کی پشت کو گہری نظروں سے دیکھتے
بولا۔ میں آپ کی علیزے نہیں ہوں۔ علیزے دردس

کر اہتے بولی۔ تم میری ہی علیزے ہو۔ حمزہ خان کی
علیزے ہو۔ حمزہ اس کے ہاتھ سے مرہم لیتے بولا۔

ٹیوب کھول کر علیزے کی پشت پر لگانے لگا۔ علیزے حمزہ
کی انگلیوں کا لمس اپنی پیٹھ پر محسوس کرتے تڑپ
اٹھی۔ حمزہ علیزے کے بلاؤز کی بک کھولے۔ اس کی
سانسیں مزید روک گیا۔ علیزے بیڈ شیٹ مٹھیوں میں
دبوچے شرم سے آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ حمزہ نے
مرہم لگائے واپس بک لگا دی۔ علیزے کی سانس میں
سانس آیا۔ حمزہ علیزے کے چہرے کے ایک ایک
ایکسپریشن دیکھتے مسکرا رہا تھا۔

حمزہ اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا۔

وہاں سے اپنی سفید بٹنوں والی ٹی شرٹ لیں کر علیزے کی طرف بڑھا۔ علیزے کو بیٹھاتے اسے شرٹ پہنانے لگا۔ علیزے شرم سے پانی پانی ہوتے نظریں بھی نہیں اٹھا رہی تھی۔ حمزہ شرٹ کے بٹن بند کرتے اس کی پیشانی پر لب رکھے۔

آرام کرو میں ناشتہ لیں کر آتا ہوں۔ حمزہ اسے واپس تکیے پر لٹاتے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ حمزہ تھوڑی دیر بعد ہاتھ

میں ٹرے پکڑے روم میں داخل ہوا۔ علیزے بیڈ پر
آنکھیں موندیں ہوئے تھی۔ حمزہ سائیڈ پر ٹرے رکھے
پکارا۔ علیزے چلواٹھوناشتہ کرولو۔ حمزہ اس کے چہرے
پر پھونک مارتے بولا۔ علیزے نے آنکھیں کھولتے حمزہ
کو دیکھا۔ مجھے سبزی نہیں کھانی۔ میرا دل بھر گیا ہے۔
ایک ہی سبزی کھا کر۔ مجھے بالکل بھی آلاو اچھے نہیں
لگتے۔ علیزے حمزہ کی طرف دیکھتے معصومیت سے بولی۔
تین مہینوں سے سبزی ہی تو مل رہی تھی اسے کھانے کے
لیے۔ علیزے کی آنکھیں نم ہوئی۔
میں بناؤں گا اپنی علیزے کے لیے۔ ابھی فلحال یہ کھالو۔
سبزی نہیں لایا۔ بریڈ ہے۔

حمزہ اس کے سامنے ٹرے کرتے بولا۔ مجھے پاستا ہی کھانا
ہے۔ عزیزے منہ بناتے بولی۔۔۔۔

میں بناؤں گا اپنی عزیزے کے لیے۔ ابھی

میری جان ابھی یہ کھاؤ۔ جب تمہاری طبیعت ٹھیک ہو
جائے گی۔ تب تمہیں پاستا کھانے کو ملے گا۔ حمزہ اسے
بریڈ کا سلائس بس کی طرف بڑھاتے بولا۔

ٹھیک ہے۔ ابھی کھا لیتی ہوں۔ آپ تین مہینے مجھ سے
لاپراہ رہے یہ اُس کی سزا ہے۔

آپ کو مجھے ہر روز پاستا کھلانا پڑے گا۔ پھر آپ کو معافی
ملے گی۔ میری جان۔۔ میں اور بھی بہت کچھ کھلا سکتا
ہوں۔

اگر تم ہاں کر دو۔

حمزہ بے باکی سے بولتے اس کے گال چوم گیا۔

علیزے کے گال سرخ انار ہوئے۔

جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔ پھر شاپینگ کروانے میں کر
جاؤں گا۔ حمزہ اس کی شرٹ کے اوپر والا بٹن کھولتے بولا
۔ اب کیا کرنے لگے ہے۔ علیزے حمزہ کا ہاتھ پکڑتے
بولی۔

کچھ نہیں کرنے لگا۔ بٹن اوپر نیچے لگا ہے۔

وہ ٹھیک کر دوں۔ حمزہ مسکراتے ہوئے بولا۔ نہیں میں
کر لوں گی۔ ٹھیک ہے میرا بچہ۔۔۔ حمزہ اس کے گال

تھپتھپائے بولا۔ عزیزے جو جو س کا گلاس پکڑنے لگی
تھی۔ حمزہ کے بچہ کہنے پر عزیزے نے اپنی گولڈن سنہری
آنکھوں سے گھورا۔

میرا بچہ۔۔۔ میں آپ کو بچہ لگتا ہوں۔ عزیزے پٹھانی کی
طرح بولی۔ حمزہ کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ عزیزے
حمزہ کی مسکراہٹ دیکھتے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ جتنا
خوبصورت یہ مرد تھا۔ اتنی ہی جان لیوا اس کی مسکراہٹ
تھی۔ رات کو بھی تو ایک دفعہ ایسے ہی مسکرایا

تھا۔ علیزے کا ہاتھ خود باخود حمزہ کے لبوں آیا۔ حمزہ کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔ آپ کی مسکراہٹ بہت پیاری ہے۔ علیزے کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

ہم!! میری بیوی کو میری مسکراہٹ پسند آگئی۔ اور میں نہیں۔ حمزہ جو س کا گلاس اس کے منہ سے لگاتے بولا۔

علیزے نے ہر بڑاہ کر فوراً حمزہ کی طرف دیکھا۔ میں صرف مسکراہٹ کی بات کر رہی ہوں۔ علیزے سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔ ہم!! پر مجھے تم ساری کی ساری پسند ہو۔ حمزہ علیزے کا بچا ہوا جو س پیتے بولا۔ پر مجھے

آپ بلکل نہیں پسند۔ عزیزے حمزہ کے ہاتھ سے جو س کا
گلاس لیتے بولی۔

میری پٹھانی جھوٹا پینے سے پیار بڑھتا ہے۔ حمزہ اس کی
گولڈن سنہری آنکھوں میں دیکھتے بولا۔ ہم !! بہت ہی
گندے ہے آپ۔۔ اس میں گندے کی کیا بات۔۔ جھوٹا
پینے سے پیار بڑھتا ہے۔ اب تمہارا بچا ہوا جھوٹا میں کھایا
کروں گا۔۔۔۔۔





بابا کی جان۔۔ بابا کی گڑیا کیوں رورہی ہے۔ بہرام روم
میں داخل ہوا۔ میرال بیڈ پر لیٹے زور سے رورہی تھی۔
ہیزل روم میں کہی نہیں تھی۔ بہرام اپنی شال اتارے
میرال کی طرف بڑھا میرال اپنے بابا کو دیکھتے ہاتھ پاؤں
چلانے لگی۔ اور رونے میں کمی آئی۔

بہرام اسے اپنی باہوں میں لیتے اس کے گال پر پیار کیا۔
ہم!! ناٹ بیڈ بابا کی جان۔۔ بہرام میرال کے چپ
ہونے پر فوراً بولا۔ اچھے بچے روتے نہیں ہے۔ آپ تو
میری شہزادی ہو اور شہزادیاں بالکل بھی نہیں روتی۔۔۔
بہرام اسے پیار سے سمجھاتے بولا۔ میرال اپنے بابا کے

لپس حرکت میں دیکھتے مسکرا نے لگی۔ بہرام نے بھی
اسے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ آپ کی ماما کہاں ہے۔ آپ
کو روم میں اکیلا چھوڑ دیا۔ آپ کی ماما کی پروپر کلاس لینی
پڑنی ہے۔ میرال اپنے بابا کی باتیں سنتے مسکرا رہی تھی۔
میرال کا ایک ہاتھ بار بار بہرام کی مونچھوں پر جا رہا تھا۔
جسے بہرام بھی بار بار اپنے لبوں سے چوم رہا تھا۔ ہیزل
فیڈر پکڑے روم میں داخل ہوئی

میرال کو بہرام کی باہوں میں دیکھتے تھوڑا پر سکون
ہوئی۔ کہاں تھی بیگم آپ۔ بہرام ہیزل کو اپنی طرف
بڑھتے دیکھ کر بولا۔

فیڈر بنانے گئی تھی۔ ہیزل بہرام کے پاس آتے بولی۔
کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ بڑے تیار شیار ہوئی ہو۔ بہرام
ہیزل کو گہری نگاہوں سے دیکھتے بولا۔

جو پرپل کلر کی سیمپل شیفون کی شارٹ شرٹ پہنے اور
اس کے نیچے چوری پاجامہ پہنے بہت ہی خوبصورت لگ
رہی تھی۔ اوپر سے نیٹ کا ڈوبٹہ لیے بال کھلے چھوڑے
ہوئے تھے۔ مجھے مورے بابا سے ملنے جانا ہے۔ کیا آپ
لیں کر جائے گئے۔ ہیزل بہرام کے قریب ہوتے بولی۔

ہم!! میں کیوں لیں کر جاؤں ہم!! میں کیوں لیں کر
جاؤں۔ بہرام اسے گھورتے بولا۔ ادو کے۔۔ میں لالا کو
بول دیتی ہوں۔

"وہ مجھے آکر لیں جائے گئے۔"

ہیزل تسلی سے بولتے بہرام کے پاس سے گزرنے لگی۔
بہرام نے فوراً کلائی سے کھینچتے بیڈ پر بیٹھایا۔ اور خود ایک
ٹانگ بیڈ پر رکھے ہیزل کے اوپر جھکا۔ بہرام میرال کو
بازو کے سہارے اٹھائے خود کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ ہم!!
میں کیا مر گیا ہوں۔ جو تمہارا لالا لینے آئے گا۔ بہرام

اس کے اوپر جھکتے بولا۔ آپ نے خودی کہاں تھا۔ میں
کیوں لیں کر جاؤں ہیزل میرال کے گال پر ہاتھ رکھتے
بولی۔

تو میرے کہنے سے حدیث ہو گئی۔ بہرام غصے سے ہیزل
کی گرے آنکھوں میں دیکھتے بولا۔ خان۔۔ ہر لڑکی جاتی
ہے۔ اپنے میکے میرال ڈیڑھ مہینے کی ہو گئی ہے۔ تو مجھے
جانا ہے۔ ہیزل نم لہجے سے بولی۔۔ ہم!! میری جان نے
مانگے جانا ہے۔ بہرام اس کے قریب بیٹھتے بولا۔ ہیزل
نے اثبات میں سر ہلایا۔ اوو کے میری جان۔۔ چلتے ہے۔

صرف مل کر آنا ہے واپس۔۔ میں رہنے کی بلکل بھی
اجازت نہیں دوں گا۔

بہرام اس کے سرخ گال پر لب رکھتے بولا۔ ادو کے۔۔
ہیزل پہلے سے ہی جانتی تھی۔ بہرام اسے رکنے نہیں
دے گا۔

میرال کو مجھے دیں۔ بھوک لگی ہے اسے میں فیڈ رہی لینے
گئی تھی۔ اب دیکھے کیسے چپ کر گئی ہے۔ ہیزل اپنی بیٹی
کو گھورتے بولی۔ میری بیٹی شہزادی ہے۔ تو شہزادیاں
بلکل نہیں روتیں۔ بہرام میرال کے ماتھے پر لب رکھے
بولا۔ ہیزل فیڈ رپلانے سے میں نے منع کیا تھا نا۔ آپ

خود کافیڈ کروایا کرے۔ میرال کی صحت کے لیے اچھا
ہے۔ بہرام ہیزل کے ہاتھ سے فیڈر پکڑے سائیڈ پر
رکھا۔

خان۔۔ صبح سے فیڈ ہی کروارہی ہوں۔ اب میں نہیں
کروا سکتی۔ ہیزل سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔ کیوں اب
کیا ہے۔ بہرام ہیزل کے قریب جھکتے بولا۔

وہ سمجھ تو گیا تھا۔ ہیزل نے ابھی چیخ کیا ہے۔ اب اگر فیڈ
کروایا۔ کپڑوں پر نشان پڑ جائے گئے۔ خان۔۔ آپ جان
بوجھ کر مجھے تنگ کر رہے ہے۔

ہیزل دوبارہ سے فیڈر پکڑتے بولی۔

بہرام کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

ہم!! چیخ تو آپ کو پھر سے کرنا ہے۔ کیوں کے میرے
نیت آپ پر خراب ہو رہی ہے۔

بہرام ہیزل کی شرٹ کے اندر ہاتھ ڈالتے دھڑکنوں کو
بے باکی سے چھونے لگا۔ ہیزل سرخ چہرے کے ساتھ
بہرام کو دیکھنے لگی۔

وہ بہرام کا ہاتھ بھی نہیں پکڑ سکتی تھی۔ ایک ہاتھ میرال
کے سر کے نیچے تھا۔ دوسرے ہاتھ سے فیڈر پکڑے
میرال کو پلار ہی تھی۔ خان۔۔ پلیز مت کریں۔ بہرام
کے ہاتھوں کی بڑھتی بے باکیوں پر ہیزل سسکتے ہوئے
بولی۔ میری جان۔۔ چپ مجھے سکون محسوس کرنے دو۔
بہرام اس کے لبوں پر انگلی رکھتے بولا۔ ہیزل دھڑکتے
دل کے ساتھ ڈبڈبی آنکھوں سے بہرام کو دیکھنے لگی۔
بہرام میرال کو ہیزل کی گود میں سے لیتے اسے بے بی
کاٹ میں لٹایا۔ بابا کی جان آپ اس سے کھیلو۔۔ میں زرا
آپ کی ماما کو سیدھا کر لوں۔ بہرام گہری مسکراہٹ کے
ساتھ بولتے ہیزل کو آنکھ و نک کی۔ بے شرم انسان۔۔

ہیزل منہ میں بڑبڑاتے فورابیڈ سے اٹھی۔ بہرام ایک
سیکنڈ میں ہیزل کی طرف بڑھتے اسے اپنی گود میں اٹھا
گیا۔ خاناں۔۔ میرے ہوتے ہوئے تم بھاگ نہیں سکتی۔
بہرام ہیزل کو بیڈ پر لٹاتے بولا۔

خان۔۔ ہمیں لیٹ ہو جائے گی۔ ہمیں نکلنا چاہیے۔
ہیزل بہرام کو جانے کا یاد کرواتے بولی۔ میری جان۔۔
ابھی دوپہر کے دو بجے ہے۔ چلے جائے گئے۔ ابھی
صرف مجھے پیار کرنے دو۔ بہرام ہیزل کی شرٹ اٹھائے
اس کے پیٹ پر لب رکھتے بولا۔ ہیزل کی دھڑکنے اوپر
نیچے ہونے لگی۔

بہرام اوپر ہوتے ہیزل کے لبوں کو اپنے لبوں میں لیا۔
ہیزل بہرام کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے سکون
پہنچانے لگی۔

دونوں ایک دوسرے کے لبوں کو بہت ہی رومٹک انداز
میں چوم رہے تھے۔

بہرام ہیزل کے لبوں کو آزاد کرتے اس کی دھڑکنوں پر
لب رکھے ہیزل کو خود میں سمیٹنے لگا۔ بہرام کی بڑھتی بے

باکیوں باقی کے پردے کھسکنے لگے۔ بہرام ہیزل کو ہر
پردے سے آزاد کرتے اس کی سسکاریاں نکلوانے لگا۔

خان۔۔ آہستہ کرے۔ ہیزل بہرام کی کمر پڑناخنوں کا
دباؤ بڑھاتے بولی۔ میری جان اور کتنی آہستہ کروں۔
بہرام اس کے گالوں پر آنسو دیکھتے بولا۔

اففف۔۔ میری جان۔۔ تمہاری ہر سسکاری میں سکون
ہے۔ بہرام اس کی دھڑکنوں پر دباؤ ڈالتے بولا۔

ہیزل شرم سے نظریں نیچے جھکا گئی۔ کمرے میں دونوں
کی سانسیں گونج رہی تھیں۔ لمحہ بالمحہ بہرام کی شدتوں
میں اضافہ ہونے لگا۔ دوسری طرف میرال چھت کو
دیکھتے اُس سے باتیں کر رہی تھیں۔ بہرام کی بڑھتی بے
باکیوں پر ہیزل خود کو بہرام کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔
بہرام اسے خود کے ساتھ لپٹائے اور شدت کے ساتھ
اس کی روح میں اترا۔ کمرے میں ہیزل کی سسکاریاں
گوجنے لگی۔ بس میری جان۔۔ ہو گیا۔ بہرام اس کے
آنسو دیکھتے بولا۔ ہیزل نے گھور کر دیکھا۔ میری جان!!
تم روتی ایسے ہو۔ جیسے میں تم پر ظلم کرتا ہوں۔ بہرام
سیدھا ہوتے ہیزل کو سینے سے لگاتے بولا۔

ہم !! آپ کسی بھی ٹائم شروع ہو جاتے ہیں۔
تو اسے ظلم ہی کہتے ہیں۔

ہیزل اس کے سینے سے لگتے بولی۔ میری جان۔۔ میرا
سکون ہو تم۔ یہ سکون میری نیندیں اوڑائے رکھتا ہیں۔
چلو اٹھو۔۔ فریش ہو جاؤ۔ نکلتے ہے پھر۔۔

بہرام ہیزل کی حالت دیکھتے بولا۔ اب یہی تو رہ گیا ہے۔
کپڑے پر کپڑے بدلنا ہیزل دانت پیستے ہوئے بولی۔
بہرام کا قہقہہ روم میں گونجا۔ ہٹے پیچھے ہیزل گھورتے
ہوئے بولی۔

بہرام نے فوراً بسے اپنی باہوں سے آزاد کیا۔ ہیزل فوراً
اٹھ کر بہرام کی شرٹ سینے سے لگائے ہاتھ روم کی
طرف بڑھ گئی۔

آپ نے سب کو بتایا نہیں۔ یا آپ بتانا نہیں چاہتے زارا
تبریز کے سامنے آتے بولی۔ کیا ہو گیا ہے۔ میری
جان۔۔ بتادوں گا۔ اس میں غصہ کرنے والی کیا بات

ہے۔، ہممم!! میری بس ہو گئی ہے۔ تبریز میں اب کسی کی
نفرت نہیں برداشت کر سکتی۔

آپ کیوں نہیں سمجھتے۔ سب کی نفرتیں مجھے مار ڈالے
گی۔ میں مر جاؤں گی۔

زار روتے ہوئے بولی۔

خبردار!! اگر پھر سے ایسے الفاظ منہ سے نکلیں۔ تمہاری
جان اپنے ہاتھوں سے لوں گا۔ تبریز زارا کو قریب کرتے
بولا۔

اگر کوئی نفرت کرتا ہے تو کرنے دو۔ تمہارا تبریز ہے نا
محبت کرنے کے لیے۔ جب کسی کو فکر نہیں تو میں کیوں
بتاؤں میں چاہتا وہ خود پوچھیں۔ میری جان تم مت ٹینشن
لیا کرو۔ دیکھو کیسے سوکھ کر کاٹھا ہو گئی ہو۔ تبریز اسے
باہوں

میں اٹھائے بولا!!

آپ بہت بہت بہت برے ہو۔ آپ کو میرے آنسو
میری تکلیف نظر نہیں آتی وہ ہچکیوں سے روتے بولی۔

میری جان۔۔ مجھے سب نظر آتا ہے۔ میں تمہارے
آنسوؤں سے باخبر نہیں ہوں۔

تمہارے ایک ایک آنسو میرے دل پر گرتے ہیں۔ بہت
تکلیف ہوتی ہے یہاں۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑے اپنے دل پر
رکتے

بولا۔ زار نے نم آنکھوں سے تبریز کی طرف دیکھا میں
نے جان بوجھ کر برلاس لالا کو نہیں مارا تھا۔ پتہ نہیں کیسے
گولی چل گئی۔

زارا ڈبڈبی آنکھوں سے دیکھتے بولی۔ اسے لگ رہا تھا۔
تبریز نے اس پر یقین نہیں کیا۔ اس لیے اپنی صفائی میں
دوبارہ یاد کرواتے ہوئے بولی۔ مجھے بالکل بھی افسوس
نہیں ہے۔

زارا کے اس طرح بولنے پر تبریز کی آنکھیں سرخ ہوئی۔
وہ زارا کی جھکی آنکھوں کو دیکھتے نرم لہجے میں بولا۔ بھول
جاؤ زارا۔۔۔ مت یاد دلایا کرو۔ میرا دل پھٹ جائے گا۔

برلاس میرالا ہے۔ پر میں چاہ کر بھی ان سے محبت دور
کی بات نفرت بھی نہیں کر پارہا۔ اور تم یہ آنسو مت بہایا
کرو۔ اگر بہانے ہیں میری قربت میں بہایا کرو۔

تبریز زارا کو باہوں میں اٹھائے مسلسل بول رہا تھا۔ زارا
اس کے سینے سے لگی اسے خاموشی سے سن رہی تھی۔

میری جان۔۔۔ سوات چلے۔ تمہارا موڈ بھی بہتر ہو
جائے گا۔ تبریز اسے بیڈ پر بیٹھائے بولا۔ اور خود اس کے
قدموں میں بیٹھا۔
مجھے کہی نہیں جانا۔۔

میں یہی ٹھیک ہوں۔ زارا بیڈ پر پیچھے کی طرف گرتے
بولی۔ پر مجھے تو جانا ہے۔ وہ بھی تمہارے ساتھ۔

تبریز زمین سے اٹھتے اس کے برابر لیٹتے بولا۔

اور زارا کو کمر سے پکڑتے اپنے اوپر کیا۔ زارا نے خاموشی
سے اس کے سینے پر سر ٹکا لیا۔ تبریز نے مسکراتے ہوئے
اس

کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ ہم صبح ہی نکلے گئے۔
کچھ دن وہی روکے گئے۔

تبریز مسلسل اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے بولا۔
اتنے دن کیوں۔۔ زارا اس کے سینے پر ٹھوڑی ٹکائے
بولی۔

کیوں کے تمہیں کچھ دن اچھا فیل کروا سکوں۔ تبریز بے
باکی سے بولتے اس کے لبوں کو اپنے انگوٹھے سے مسلا۔

زارا کا چہرہ تبریز کی بے باکی پر سرخ پڑا۔
مائے لیڈی!! اب باہر آ جاؤ یا میں اندر آؤں۔
عاصم جو کب سے ڈریسنگ روم کے باہر چکر لگا رہا تھا۔

شاہ!! اس میں نہیں میں رہی یہ۔۔ آپ کا ذرا شرم نہیں
یہ نائیٹی لیتے ہوئے۔ ڈریسنگ روم کے اندر آئزہ نائیٹی کو
دیکھتے بولی۔

جو عاصم اس کے لیے لیں کر آیا تھا۔ شاہ کی جان!! تم پہن
کر باہر آرہی ہو یا میں اندر آؤں۔ عاصم آئزہ کی بات
سنتے بے باکی سے بولا۔ اگر میں اندر آگیا ناڈار لنگ مجھے
لینے میں بھی شرم نہیں آئی تھی۔

اور پہناتے وقت تو بلکل نہیں آئے گی۔ عاصم دروازے
کو بجاتے بولا۔

روم کے اندر آثرہ عاصم کی بات سنتے سر ہو رہی تھی۔
سے پاؤں سرخ ہو شاہ میں نہیں پہن رہی۔ اس میں تو
سب نظر آئے گا۔ آثرہ سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔

باہر کھڑے عاصم شاہ کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ ہم
!! شوہر ہوں تمہارا پہلے بھی سب دیکھا ہے۔ اور تم اندر
میرا اپنا بھی اور میرا بھی ٹائم ویسٹ کر رہی ہوں۔
عاصم دروازے کا ہینڈل گھوماتے تھوڑا سر دلچے میں بولا۔
شاہ میں آرہی ہوں۔

آئزہ دروازے کے پاس آتے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے فوراً
بولی۔ گڈ مائے لیڈی۔۔ عاصم آئزہ کی کانپتی آواز سنتے
بولا۔

آئزہ نے گھور کر پہلے نائیٹی کو دیکھا۔ پھر خود کے ساتھ
لگاتے مرر میں اپنا عکس دیکھا۔ مہرون کلر کی نائیٹی ہلکی سی
سٹریپ اور پچھلا گلا کافی ڈیپ تھا۔ نائیٹی بامشکل گھٹنوں
تک آرہی تھی۔

یا اللہ اتنا رومنٹک بندہ بھی نہیں مانگا تھا۔ آئزہ نائیٹی کو
ٹٹولتے ہوئے بولی۔ اور فوراً چینج کرتے مرد میں اپنا عکس

دیکھتے مسکرائی۔ اوپر سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ یہ سوچتے
وہ شاہ کے سامنے کیسے جائے گی۔

دودھیارنگت اس مہرون نائیٹی میں پوری آب و تاب سے
چمک رہی تھی۔ اوپر سے بلی بھی واضح نظر آرہی تھی۔

بہت بے شرم ہے شاہ آپ۔۔ آئزہ اپنے بالوں میں
برش کرتے بولی۔ اور ساتھ لائٹ مہرون کلر کالپ گلوں
لگایا۔

خود کو مر رہی میں دیکھتے آئزہ کا دل جیسے پسلیاں توڑ کر باہر
آنے کو تھا۔

آئزہ دھڑکتے دل کے ساتھ دروازے کے طرف بڑھی۔
ہتھلیاں پینے سے بھیگ رہی تھی۔

جسے آئزہ بار بار اپنے دونوں ہاتھوں کو مسل رہی تھی۔

شاہ۔۔ دروازے کے پاس رکتی۔ عاصم کو آواز دی۔

عاصم جو دروازے سے سرٹکائے اور ایک ٹانگ

دروازے پر رکھے آنکھیں موندیں ہوئے تھا۔ شاہ۔۔

آئزہ نے پھر پکارا۔ جی شاہ کی جان۔۔ دروازے کے باہر

کھڑا عاصم مسکراتے

ہوئے بولا۔

شاہ۔۔ میں باہر آ جاؤں۔۔ باہر کھڑے عاصم کا دل چاہا وہ
قہقہہ لگا کر ہیں۔ وہ دنیا کی پہلی ایسی بیوی ہوگی۔ جو اس کی
لائی ہوئی نائیٹی پہن کر اسی سے ہی پوچھ رہی تھی۔ "شاہ
میں باہر آ جاؤں" شاہ کی جان۔۔ تم رہنے دو میں آرہا
ہوں۔

ایک گھنٹے سے تم سے نائیٹی ہی نہیں پہنی گئی۔

اب ڈریسنگ روم میں ہی تمہاری سکیاں گونجے گی۔ عاصم
دروازہ کا ناب کھولتے اندر آیا۔

عاصم کو دیکھتے آئزہ دو قدم قدم پیچھے ہٹ گئی۔

کھلی تھی۔ آنکھیں حیرت سے عاصم آئزہ کو دیکھتے وہی
رُک گیا۔ ہاتھ ہینڈل پر رُک گیا۔ اس وقت اس کی بیوی
اس نائیٹی میں فل قیامت بنی ہوئی تھی۔

آپ اندر کیسے آئے۔ آئزہ عاصم کی بے باک نظریں خود
پر جمے دیکھتے سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔ ہم!! عاصم
دروازہ بند کرتے آئزہ کی طرف بڑھا۔

آئزہ پیچھے کی طرف قدم اٹھانے لگی۔ ہم!! تمہارا شاہ
رومنٹک کے ساتھ سر پھرا بھی ہے۔ لاک کھولنا میرے
لیے عام بات ہے۔ لاک کھولنے کی ٹرینگ خاص توڑ پر لی
تھی۔

پر رومنٹک تمہارے آنے پر ہوا۔ عاصم قدم با قدم آئزہ
کی طرف بڑھتے بول رہا تھا۔ آئزہ دھڑکتے دل کے ساتھ
پیچھے قدم اٹھا رہی تھی۔

شاہ۔۔ میں آرہی تھی باہر۔۔ آئزہ سرخ چہرے کے
ساتھ بولی۔

جانتا ہوں۔۔۔ پر اب آنے کا کوئی فائدہ نہیں میری
جان۔۔۔ عاصم آئزہ کی کمر میں ہاتھ ڈالتے خود کے ساتھ
لگایا۔ آئزہ سانس روکے عاصم کو دیکھنے لگی۔ عاصم آئزہ کی
حالت دیکھتے

گہرا مسکرایا۔ مائے لیڈی۔۔۔ ابھی سے ہوش مت کھو
دینا۔ ابھی تو نظارے لوٹنے ہیں۔

عاصم آئیرہ کے ماتھے پر آئے پسینے کے قطرے اپنی انگلی
سے چنتے بولا۔ شاہ روم میں چلیں۔۔ آئرہ عاصم کی
آنکھوں میں خمار کی سرخی دیکھتے بولی۔

وہ سمجھ تو گئی تھی۔ شاہ اسے چھوڑے گا نہیں۔

ڈریسنگ روم میں گھبراہٹ کی وجہ سے آئرہ سر جھکائے
بولی۔ کیوں میری جان۔۔ یہاں کیا ہے۔ عاصم آئرہ کی
دھڑکنوں کو اپنے سینے سے مسلتے ہوئے بولا۔

آئزہ شرم سے پانی پانی ہونے کو تھی۔ میری قیامت بیوی
تم تو میری سوچ سے بھی زیادہ ہاٹ دکھ رہی ہو
عاصم آئزہ کو گود میں اٹھائے بولا۔

ٹانگیں اپنی کمر کے ارد گرد باندھی تھی۔

شاہ۔ اتنی چھوٹی نائیٹی کون لاتا ہے۔

آئزہ عاصم کی گردن میں منہ چھپائے بولی۔

تمہارا شوہر۔۔ عاصم بھی مسکراتے ہوئے بولا۔ اور آئیرہ
کو ڈریسنگ روم میں رکھے صوفے کی طرف لیں کر بڑھا۔

شاہ۔۔ پلیز یہاں نہیں۔۔ عاصم جو آئرہ کو صوفے پر
لٹانے لگا تھا۔ آئرہ عاصم کے ساتھ لپٹتے بولی۔ وہ یہاں
بلکل بھی عاصم کا جنون برداشت نہیں کر سکتی۔ اسے
اپنے بچے کا بھی خیال تھا۔

ادو کے مائے لیڈی۔۔ عاصم۔ سمجھ گیا۔ آئرہ کو اٹھائے
ڈریسنگ روم سے نکلا۔

میری لیڈی بہت ہی سمجھدار ہو گئی ہے۔

عاصم اس کی نرم و ملائم پشت پر ہاتھ پھیرتے بولا۔

عاصم کا ٹھنڈا ہاتھ لگتے ہی آنرہ کپکپا اٹھی۔ میں پہلے بھی
سمجھدار تھی۔ آنرہ عاصم کو گھور کر بولی۔

ہم!! جانتا ہوں۔۔ تم کتنی سمجھدار تھی۔

عاصم اسے بیڈ پر لٹائے اس کے اوپر جھکتے بولا۔ آنرہ نے
گھورتے دیکھا۔ مائے لیڈی۔۔ مائے ہاٹ لیڈی۔۔ مائے

شر میلی لیڈی۔۔ عاصم اس کے گال مسلسل چومتے بول
رہا تھا۔

آئره کو اپنے گالوں میں سیک نکلتے محسوس ہونے لگا۔
عاصم نے ایک ہاتھ سے نائیٹی کو آئره کے گھٹنوں سے اوپر
کرتا

پیٹ تک لایا۔ آئره سرخ چہرے کے ساتھ آنکھیں بند
کر گئی۔

عاصم نے مسکراتے ہوئے اس کے پیٹ پر ناف والی جگہ
پر لب رکھے۔

آئره نے بیڈ شیٹ مٹھیوں میں دبوچتے تڑپتے ہوئے اپنا
سینہ اوپر اٹھایا۔ مائے لیڈی۔۔ میں بالکل اجازت نہیں
دیتا تم میرے علاوہ کسی بے جان چیز کو مٹھیوں میں قید
کرو۔ وہ بھی تب جب میری قربت برداشت کر رہی ہو۔
عاصم بس کی مٹھیوں سے بیڈ شیٹ چھڑواتے ایک ہاتھ
اپنے کندھے پر اور دوسرے ہاتھ پر اپنی انگلیاں
پھنساتی۔ آئره نے سکتے ہوئے عاصم کو دیکھا۔

عاصم مسکراتے ہوئے آئزہ کے لبوں پر جھک گیا۔ آئزہ
نے زور سے عاصم کی شرٹ کو اپنی مٹھی میں لیا۔ عاصم
شدت سے اس کے لبوں کا جام پی رہا تھا۔
آئزہ بامشکل سانس لیتے عاصم کا جنون اپنے لبوں پر
برداشت کر رہی تھی۔

آئزہ نے اپنی زبان کی نوک باہر نکالی۔ عاصم کے لبوں پر
مسکراہٹ پھیل گئی۔

عاصم آثرہ کی زبان کو اپنے لبوں میں لیے اس کی نمی اپنے
اندر اتار رہا تھا۔ عاصم کا بڑھتا جنون دیکھتے آثرہ نے
تڑپتے ہوئے عاصم کو دور کرنا چاہا۔

عاصم آثرہ کے دوسرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے اس کی
دھڑکنوں پر جھکتے اس کی سسکیاں نکلوانے لگا۔ شاہ۔۔
پلیز نہیں۔۔ آثرہ نے تڑپتے ہوئے پکارا۔ ہم!! ایک
سال زیادہ ہو گیا ہے۔ پر میری بیوی کی سسکیاں، رونا
کبھی نہیں رکنا۔ عاصم اس کی خم آنکھوں کو چومتے بولا۔
ایک ہاتھ سے آثرہ کی آدھی ادھوری نائیٹی اتارتے آیرہ
کو خود کے ساتھ لیٹا گیا۔

کمرے میں دونوں کی بھاری سانسیں گوجنے لگی۔ عاصم
اس پر اپنی شدتیں لٹاتا خود کے ساتھ لیٹائے جا رہا تھا۔
آثرہ عاصم کی شدتیں برداشت کرتی آنکھیں بند کیے
ہوئے تھی۔

عاصم کا بڑھتا جنون اس کی جان نکال رہا تھا۔
آہہ!! شاہ۔۔ بس کریں۔ پلیز بس کریں نا۔۔ آثرہ عاصم
کے بالوں میں انگلیاں چلاتے بولی۔۔

عاصم نے مسکراتے ہوئے آئرہ کو دیکھا۔ جو حکم
لیڈی۔۔ عاصم اسے اپنے اوپر کرتے بولا۔ آئرہ شرم
سے سرخ چہرے کے
سرٹکا گئی۔ عاصم نے ساتھ اس کے سینے پر سرٹکا اپنے
پاؤں سے جمبل کھینچتے ہاتھ میں لیا۔

اور اسے آئرہ کے اوپر دیا۔

شرم کو چھپانے کے لیے کمبل ہے نالیڈی۔۔

یہاں میری طرف دیکھو۔

عاصم کمبل کے اندر اس کی پشت پر ہاتھ چلاتے بول رہا
تھا۔ اففف۔۔۔ اب کر دیں۔ آئزہ عاصم کی آنکھوں میں
دیکھتے بولی۔

اففف۔۔ تمہاری یہ شرمانے والی۔۔ مجھے اور بہکاتی ہے۔
عاصم آئزہ کی ناک سے ناک رگڑ کے بولا۔ اففف۔۔ بے
شرم کہی کے۔۔

ہم!! بے شرم۔۔۔ میں ہوں بے شرم صرف اپنی لیڈی
کے لیے۔

عاصم بے باکی سے بولتے آئزہ کو بے باکی سے اپنے ساتھ
لگایا۔

اففف۔۔۔ اففف۔۔۔ اففف

بہت ہی رومنٹک بندہ دیا ہے مجھے اللہ نے۔۔ آئزہ
مسکراتے ہوئے بولی۔

عاصم کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔

اور مجھے ان رومنٹک بیوی۔۔۔ پر خیر۔۔ رومنٹک بیوی کا
کیا کرنا ہے۔ میں ہی کافی ہوں۔ رومانس کرنے کے
لیے۔ تم صرف شرماتی اچھی لگتی ہو۔ عاصم آنکھ و نک
کرتے بولا۔ اب اففف مت بولنا۔۔ آئزہ کے ہونٹ
گھول ہوتے دیکھ کر عاصم نے فوراً آئزہ کے لبوں پر انگلی
رکھی۔

اور ہو!! شاہ آر آپ بھی نا۔۔ میں اففف نہیں بولنے لگی
تھی۔ میں تو وہ۔۔ بس آپ کو یہاں کس کرنے لگی تھی۔
آئزہ عاصم کے گال پر لب رکھتے بولا۔ عاصم نے مسکرا کر
آئزہ کا لمس اپنے گال پر محسوس کرتے آہ بھری۔

کہاں ہے آپ۔۔ چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ یا پینے کا
بلکل ارادہ نہیں ہے۔ اپنا بھی اور میرا بھی ٹائم ویسٹ
کیا۔ اتنی سردی میں کھڑی ہو پندرہ میں چائے بنائی
ہے۔ اور آپ یہاں بیٹھے اپنی ان فضول فائلوں میں گھسے
ہوئے ہیں۔ علینہ غصے سے بولتے سٹڈی روم میں داخل
ہوئی۔

ہاشم نے ایک نظر اٹھائے اپنی آگ بگولہ سر کو دیکھا۔
تم میری فائلوں کو فضول بول رہی ہو۔

ہاشم اسے سر سے پھیر تک گھورتے بولا۔ ہم!! بہرے
ہے آپ۔۔ علینہ ہاشم کی چیئر پر دونوں طرف ہاتھ رکھتے
غصے سے بولی۔

ہاشم نے بغور اپنی بیوی کو دیکھا۔ کیا ہوا مسز اتنے غصے
میں کیوں ہے۔ ہاشم علینہ کے اتنے قریب آنے پر دانت
پیتے بولا۔ پورے پندرہ منٹ لگا کر چائے بنائی۔ اور پچھلے
آدھے گھنٹے سے چائے کا لگ پکڑ کر ڈھونڈ رہی ہوں۔ اور

آپ یہاں بیٹھے ہیں۔ علینہ غصے سے بولتے ہاشم کے ہاتھ
سے فائل پکڑے دور پھینکی۔

یہ کیا حرکت ہے۔ عاصم غصے سے بولتے علینہ کو کمر سے
پکڑے اپنی گود میں بیٹھایا۔ یہ سب کام ہو اسپتال میں کر
کے آیا کریں۔

تو یہاں کیا مسئلہ ہے۔

مسئلہ !! مجھے مسئلہ ہے۔ بہت مسئلہ ہے۔ سارا دن ہو
سپیٹل میں گزار دیتے ہو آپ اور حویلی آتے ہی ان
فائلوں میں گھس

جاتے ہو۔ بیوی صرف دیکھنے کے لیے رکھی ہے۔ علینہ
سرخ چہرے کے ساتھ بولتے ہاشم کے سینے کے زور سے
بال کھینچے۔ ہاشم نے مسکراتے ہوئے علینہ کی کمر کو دونوں
مٹھیوں میں دبوچے اس کو اپنے بے حد قریب کیا۔

علینہ کی ہلکی سے سسکی نکلی۔ جسے وہ فوراً اپنے منہ میں دبا
گئی۔

بیگم !! اتنا غصہ صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔

اگر تم چاہتی ہو تو ڈاکٹری چھوڑ کر دن رات تمہاری
چاکری کرنے کو تیار ہے یہ عاشق۔۔ ہاشم مسکراتے
ہوئے بے باکی سے بولتے اس کے کان کی لوں کو دانتوں
میں دبایا۔۔ ہم !! چاکری ویسے بھی کی جاسکتی ہے۔ علینہ
اپنے کان پر دانتوں کی چھن برداشت کرتے 150 سرخ
چہرے سے بولی۔

وہ ویسے بھی اس کی جان ہلکان کیسے رکھتا تھا۔ چاکری کا
سوچتے علینہ کے ہاتھ پاؤں ایک لمحے کے لیے کانپ
اٹھے۔ اس کا بے باک شوہر کس چاکری کی بات کر رہا
تھا۔ وہ باخوبی سمجھ گئی تھی۔ بیگم!! لال کیوں ہو رہی ہے۔
ابھی چاکری کرنے کی بات کی ہے۔ جب کرنے پر آیا تو
تمہاری سانسیں پیتے خود کی سانسیں تمہارے اندر شامل
کروں گا۔

ہاشم علینہ کی سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتے بولا چھوڑے
مجھے۔۔ علینہ ہاشم کی گود سے اٹھتے بولی ہاشم اگلے ہی پل
اسے پھر سے اپنی گود میں 60 بیٹھا گیا۔ جواب تو دیتی
جاؤ۔۔

ہاشم اس کے مومی گال پر انگلی ٹریس کرتے گردن تک
اور گردن سے دھڑکن تک لیں کر آیا۔ نہیں بس میں یہ
بول رہی تھی۔ اپنا سارا کام ہو سپیٹل میں کر کے آیا
کریں۔ علینہ دھڑکتے دل کے ساتھ دھیمی آواز میں
بولی۔

ہم!! ہاشم نے ہنکارا بھرا۔

اففف کتنا فضول سوچتے ہیں۔ علینہ ہاشم کے ماتھے پر ہلکی
سی چماٹ لگاتے بولی۔ اب میری بات فضول ہی لگے

گی۔ میری جان۔۔ صاف صاف پتہ چل رہا ہے۔ میری
بیگم کیا چاہتی ہے۔ ہاشم علینہ کو ٹیبل پر بیٹھاتے اٹھ کر

160

اس کے قریب ہوا۔

ہم!! مسٹر خان۔۔ چاہتی تو بہت کچھ ہوں۔ علینہ ہاشم کا
کالر سے پکڑتے اپنے بے حد قریب کیا۔ ہاشم نے
مسکراتی آنکھوں سے علینہ کی آنکھوں میں دیکھا۔

کیا چاہتی ہے میری مسز مجھے بھی تو پتہ چلے۔ وہ اس کے
اوپر جھکتے چلا گیا۔ علینہ پیچھے ٹیبل پر گرتے چلی گئی۔ مانیں
گئے میری بات۔ علینہ ہاشم کو اپنے اوپر جھکتے دیکھ کر
بولی۔ ہاشم نے گھور کر علینہ کو دیکھا۔ کچھ تو تمہارے دماغ
میں کھچڑی پک رہی ہے۔ ہاشم اس کے کندھے پر لب
رکتے بولا۔ علینہ کے جسم میں سپارک سا ہوا۔ بتائے کیا
چاہتی ہے آپ۔ اگر زن مرید بننے کو بول رہی ہے۔ یہ
بندہ پہلے

یہ ٹیگ اپنے ماتھے پر لکھوا لیا ہے۔ ہاشم اس کی گردن پر
اپنی مونچھیں رگڑتے بولا۔

ہاشم کی مونچھوں کی چھبن پر سسکا اٹھی۔

میں ڈاکٹر کی فیلڈ جوائن کرنا چاہتی ہوں۔

وہ بھی آپ کے ہو سپیٹل میں۔ علینہ سر جھکائے مضبوط

لہجے میں بولی۔ ہاشم کے ماتھے پر شکنے ابھرنے لگی۔

صاف صاف کہو مجھ پر نظر رکھنا چاہ رہی ہو۔

ہاشم یک دم سیدھا ہوتے بولا۔

جو بھی سمجھے پر میں کل سے آپ کے ساتھ جاؤں گی۔

علینہ بھی اٹھتے بولی۔

تم کہی نہیں جاؤ گی۔ یہی حویلی رہو باقی عورتوں

کی طرح ہاشم علینہ کو بازو سے جھنجھوڑتے غصے سے بولا۔
کیوں میں کیوں نہیں جاسکتی۔

میرا دم گھٹتا ہے اس کمرے میں۔ مجھے آپ کے ساتھ
ہو سپٹل ہی جانا ہے۔

علینہ اپنا بازو چھڑواتے بولی۔ علینہ ہمارے گھر کی عورتیں
کو اس سب کی اجازات نہیں ہے۔ مسٹر خان۔۔ کیا مسئلہ
ہے۔ کیوں لیں کر نہیں جا رہے۔

ڈاکٹر میرب کی وجہ سے۔۔ میں اس چڑیل کو مار ڈالوں
گی۔ میرے شوہر پر نظر رکھ کر بیٹھی ہے۔ علینہ یک دم
غصے سے بولتے ٹیبل پر پڑی ساری فائلز ہاتھ سے نیچھے
پھینکی۔

علینہ بے ہیو یور سیلف!! یہ کیا حرکت ہے۔ ہاشم غصے سے
بولتے اس کی طرف بڑھا۔ کیوں کیا ہوا اس کے بارے
میں بولا برا لگ گیا آپ کو۔ علینہ ہاشم کو اپنی طرف
بڑھتے دیکھ کر چینی۔ زبان کو لگام دو علینہ۔۔ ورنہ کھینچ
کر ہاتھ میں پکڑا دوں گا۔

علینہ کی بات سنتے ہاشم کو غصہ سو کی سپیڈ پر چہرے پر آیا۔
ہاشم اتنے غصے سے دھاڑا تھا۔

اس کی آواز سٹڈی روم کی دیواروں کو ہلا کر رکھ دیا۔ علینہ
ہاشم کی دھاڑ پر منہ پر ہاتھ رکھ گئی۔ یہ جو تم نے بکواس کی
ہے۔ آئندہ ایسی بات منہ سے نکالی بہکے ادھیڑ کر رکھ
دوں گا۔ ہو سپٹل قدم رکھنے کا سوچنا بھی مت۔۔۔ ہاشم
غصے سے بولتے سٹڈی روم سے نکلتا چلا گیا۔ علینہ نے بھیگی
آنکھوں سے دروازے کی طرف دیکھا۔ میں ضرور آؤں
گی مسٹر خان۔۔ میں بھی آپ ہی کی بیوی ہوں۔ علینہ

بھی اپنے آنسو صاف کرتے سٹڈی روم سے نکلتے اپنے
روم کی طرف بڑھ گئی۔

ہاشم سرخ چہرے کے ساتھ آکر لان میں بیٹھا۔ غصے سے
اس کا دماغ پھٹ رہا تھا۔ علینہ ایسے سوچتی ہے اس کے
بارے میں وہ یہی سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا۔
اس دن کے حادثے کے بعد علینہ ویسے بھی چپ چپ
رہنے لگی تھی۔

جب کوئی مرد اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو برداشت
نہیں کر سکتا۔ تو ایک عورت کیسے برداشت کر سکتی ہے۔

ہاشم دو گھنٹوں وں بعد اپنے روم میں داخل ہوا۔ علینہ بیڈ پر لیٹے منہ تک کمبل اوڑھے ہوئے مینہ بید تھی۔ شاید ہو گئی تھی۔

ہاشم علینہ کو ایک نظر دیکھتے ہاتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اور پندرہ منٹ بعد فریش ہو کر باہر نکلا۔ بلیک ٹراؤزر اور بلیک شرٹ پہنے بالوں کو ٹاول سے رگڑے مرد کے سامنے کھڑا ہوا۔ مرد سے نظر آتے علینہ کے وجود کی طرف نگاہیں اٹھی۔ ٹاول وہی رکھتے بیڈ کی طرف بڑھا۔ علینہ کے پاس لیٹتے کمبل خود پر بھی لیا۔ علینہ کو بازو سے پکڑے اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

چہرے پر مٹے آنسوؤں کے نشان دیکھتے ہاشم کا دل بے
چین ہوا۔ ہاشم علینہ کو کمر سے پکڑے خود کے ساتھ لپٹا
گیا۔

علینہ جو سوئی ہوئی تھی۔ نیند میں ہلکا سا کسمکائی۔ سوری
میری جان!! ہاشم اس کے ماتھے پر بکھرے بال پیچھے
کرتے بولا۔ اور اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ غصہ بھی تو
تم خود دلاتی ہو۔ یہ جانتے ہوئے کہ تمہارا مسٹر خان
صرف تمہارا ہے۔ کوئی بھی تم سے تمہارے ہاشم کو چھین
سکتا۔ تمہارا مسٹر خان اجازت ہی نہیں دیتا۔ تم میری

روح سے جڑی ہو۔ ہاشم اسے خود کے ساتھ لپٹائے مدھم
آواز میں

بول رہا تھا۔

تمہیں کوئی اور دیکھے مجھے گنوارہ نہیں۔ میں تمہیں ہو
سپیشل آنے کی اجازت نہیں دیں سکتا۔ ہاشم نے بولتے
اس کی گردن پر لب رکھے۔

علینہ نیند میں بھی کانپ اٹھی۔ میرا دل جلا کر خود کتنے
آرام سے سو رہی ہو۔ ہاشم نے مسکراتے ہوئے علینہ کی

دھڑکنوں میں چہرہ دیا۔ ہاشم نے بے باکی سے اس کی
دھڑکنوں کو چھوا۔ علینہ چیختے ہوئے اٹھ کر بیٹھی۔

دل سو کی سپیڈ سے دھڑکنے لگا۔ سانسیں پھولنے لگی۔ ڈر
کی وجہ سے چہرے پر پینے کے قطرے نمودار ہونے
لگے۔ ہاشم پیچھے تکیے پر کہنی ٹکائے اس کو بغور دیکھ رہا تھا۔
یک دم لائٹ آف ہوئی۔ علینہ جو پہلے ڈر کی وجہ سے اٹھ
گئی تھی۔ ہاشم کو بھی نہیں دیکھ پائی تھی۔ اچانک لائٹ
بند ہونے کی وجہ سے خوف سے یہاں وہاں دیکھنے لگی۔
یہاں وہاں دیکھنے کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ روم میں مکمل
اندھیرا تھا۔ دوسری طرف اچانک لائٹ آف ہونے کی

وجہ سے ہاشم اٹھ کر بیٹھا۔ ہاشم کے اٹھ کر بیٹھنے پر علینہ
کے ہاتھ سے ہاتھ ٹپچ ہوا۔ علینہ چیختے ہوئے بیڈ سے
اٹھی۔ وہ اسے کلائی سے پکڑتے اپنے حصار میں لیا۔

چھوڑو مجھے۔۔ کون ہو تم۔۔ چھوڑو۔۔ تمہاری ہمت
کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی۔ علینہ خوف سے چیختے اس
کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔
علینہ میری جان۔۔ میں ہوں۔۔ ہاشم علینہ کو بازو سے
پکڑتے اس کو تھاما۔

ہاشم کی آواز سنتے علینہ اندھیرے میں اس کے چہرے پر
ہاتھ رکھتے دیکھنے لگی۔

مسٹر خان!! آپ ہے۔ علینہ روتے ہوئے بولی۔ علینہ
میری جان۔۔ میں ہی ہوں۔ ہاشم اسے خود کے ساتھ
لگائے بولا۔

ہاشم کے سینے سے لگتے علینہ رونے لگی۔

ڈر سے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ اسے لگا کمرے میں
کوئی اور آگیا ہے۔ ہاشم تو اس سے ناراض ہو کر گیا تھا۔ وہ

جلدی کبھی نہیں آئے گا۔ یہ سوچتے علیینہ سو گئی تھی۔
علینہ میں ہی ہوں۔ تمہارا مسٹر خان۔۔ ہاشم اسے خوف
سے کانپتے دیکھ کر بولا۔ اور سائیڈ سے موبائل پکڑے
سید کو کال ملائی۔ جو پہلی رنگ میں اٹھالی گئی۔ سید لائٹ
کیوں بند ہو گئی۔ ہاشم سر دلچے میں بولا۔ چھوٹے صاحب
بارش کی وجہ سے کافی دنوں سے فیوز میں خرابی تھی۔ اسی
لیے فیوز اڑ گیا ہے۔ الیکٹریشن کو بلایا ہے۔ وہ تصحیح کر رہا
ہے۔ ٹھیک ہے۔ فورالائٹ ٹھیک کرواؤ۔ ہاشم نے بولتے
کال بند کی۔ ڈر کیوں رہی ہو۔ میرے علاوہ تمہیں کوئی
ہاتھ لگا سکتا۔ ہاشم اس کی کمر کو سہلاتے بولا۔ کسی میں
اتنی ہمت نہیں ہے۔ وہ میری بیوی کو ہاتھ لگا سکے۔

آبان کی طرح ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔ مسٹر خان!! آپ
کب آئے۔ علینہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ جب تم سو رہی
تھی۔ ہاشم مسکراتے ہوئے بولا۔ آپ نے مجھے جان بوجھ
کر ڈرایا ہے۔ میرے ہاتھ ہاتھ ٹچ کیا۔ علینہ غصے سے
بولتے ہاشم کے سینے سے سراٹھاتے بولی۔

اف جان۔۔ میں جن تھوڑی ہوں۔ جو تمہیں
ڈراؤں۔۔ وہ تو غلطی سے ہاتھ لگ گیا۔ چلو غلطی سے لگا۔
یہ تو پتہ چلا کہ میری بیوی کتنی ڈرپوک ہے۔ ہاشم

مسکراتے ہوئے بولا۔ علینہ دانت پیستے ہاشم کے بازو پر
چٹکی کاٹی۔۔ آہ۔۔ ظالم بیوی۔۔

میں تو بھول گیا۔ تم تو بہادر کے ساتھ لڑا کا بھی ہو۔ ہاشم
اپنے بازو کو مسلتے بولا۔ آپ بھی کم نہیں ہے۔ ہر وقت
مجھے دھمکیاں دیتے رہتے ہے۔ علینہ غصے سے بولتے ہاشم
کی گردن پر اپنے نوکیلے دانت گھاڑے ہاشم درد کی
شدت بامشکل برداشت کرتے اگلے ہی لمحے علینہ کے
لبوں پر جھک گیا۔

ہاشم کی صبح سات بجے کے قریب آنکھ کھلی۔ ہاشم

علینہ کو بیڈ پر ناپا کر اٹھ کر بیٹھا۔ یہ کہاں چلی گئی صبح
صبح۔۔ ہاشم بیڈ سے اٹھتے سلپر پہنے اور باتھ روم کی طرف
بڑھا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ پر علینہ وہاں بھی
نہیں تھی۔ یہ پاگل لڑکی کہاں چلی گئی۔ ہاشم منہ میں بڑ
براتا باہر نکلا۔ ڈریسنگ روم سے اپنے کمرے لیے باتھ روم
میں بھس گیا۔ دس منٹ بعد بلیک پینٹ کوٹ پہنے باہر
نکلا۔

مرد کے سامنے کھڑے اپنے بالوں میں برش کیا۔ اور
پرفیوم لگائے جلدی سے باہر نکلا۔

سیڑھیاں اترتے سب سے پہلے نظر اپنی بیوی پر پڑی۔ جو
ریڈ شیفون کی سیمپل فرائیڈ پہنے اور گلے میں نیٹ کا ڈوبٹہ
اچھی طرح خود پر اوڑھے انتہائی خوبصورت لگ رہی
تھی۔

ریڈ کلر پہنے وہ کوئی کھلتا گلاب لگ رہی تھی۔ پر اس کا اس
طرح تیار ہونا ہاشم کو کھٹک رہا تھا۔ ہاشم علینہ کا بغور جائزہ
لیے اپنی مورے مہک بیگم کی طرف بڑھا۔

اسلام و علیکم! مورے۔ ہاشم ان کا ماتھا چومتے بولا۔ و علیکم
اسلام! کیسا ہے میرا بچہ مہک بیگم اس کے کندھے پر ہاتھ
پھیرتے بولی۔ مورے آپ کی دعائیں ہیں۔ ہاشم دل پر
ہاتھ رکھتے بولا۔ نظر علیہ پر ہی ٹکی ہوئی تھی۔ جو آثرہ
کے ساتھ باتوں میں مگن تھی۔

ہاشم کو مکمل اگنور کیے ہوئے تھی۔ علیہ بیٹا ہاشم کے لیے
ناشتہ تیار کروادو۔ مہک بیگم علیہ کو دیکھتے بولی۔ جی خالہ
جان۔۔ علیہ اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

ہاشم کی طرف دیکھنا بھی مناسب نا سمجھا۔

ہاشم سمجھ گیا تھا۔ کل رات ہوئی بات پر ناراض ہے۔
مورے میں آتا ہوں۔ ہاشم بول کر کچن کی طرف بڑھا۔
علینہ جو ٹرے کے اندر بریڈ نکال کر رکھ رہی تھی۔ ہاشم
کو کچن میں داخل ہوتے دیکھ کر غصے سے دیکھا۔ اور پھر
اپنا کام کرنے لگی۔ ہاشم نے پیچھے سے عیینہ کو اپنے حصار
میں لیا۔ ہاشم کے بازو عیینہ کے پیٹ پر سختی سے جم گئے
تھے۔ عیینہ کا بے ساختہ دل دھڑکا۔ بہت خوبصورت لگ
رہی ہو۔ ہاشم اس کی پچھلی گردن پر لب رکھتے بولا۔

علینہ ایسے ہی سپاٹ چہرہ لیے کھڑی رہی۔ ابھی تک
ناراض ہو۔ ہاشم اس کا رخ اپنی طرف کرتے بولا۔ آپ
کو میری ناراضگی سے فرق پڑتا ہے۔

علینہ سپاٹ چہرے کے ساتھ بولی۔ فرق پڑتا ہے تمہاری
ناراضگی سے۔ تمہارے بات نا کرنے سے تمہارے ان
آنسوؤں سے۔۔

ہاشم اس کے بہتے آنسو دیکھ کر بولا۔

علینہ پر میں تمہاری بات نہیں مان سکتا۔ میں ہو سچٹل
آنے کی اجازت نہیں دیں سکتا۔

ہاشم اس کے آنسو صاف کرتے بولا۔ علینہ نے غصے سے
ہاشم کے ہاتھوں کو جھٹکا۔

یہ لیں ناشتہ۔۔۔ علینہ ہاشم کے سامنے زور سے ٹرے
پکڑے ہاشم کے آگے زور سے پیٹنے باہر کی طرف بڑھ
گئی۔

ہاشم کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔ ایک ہی جست
میں علینہ تک پہنچتے اسے بازو سے پکڑے کچن کے
دروازے کے ساتھ پیٹنا۔ اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔
علینہ اس اچانک افتاد پر کانپ اٹھی۔ اور ہاشم کو خود سے

دور کرنے لگی۔ ہاشم اس کے لبوں سے لیٹے غصے سے اپنی
تشنگی مٹا رہا تھا۔ علینہ کو اپنے لبوں پر جلن محسوس ہونے
لگی۔ علینہ کے آنسو روانی سے بہنے لگے۔ ہاشم اس کے
لبوں کو دانتوں سے دبائے نچلے لب پر گہرا کٹ دیا۔

علینہ نے تڑپتے ہوئے ہاشم کی شرٹ مٹھیوں میں
دبوچی۔ ہاشم کو اپنے بلک میں خون کا ذائقہ گھلتے ہوئے
محسوس ہوا۔ علینہ نے بھیگی آنکھوں سے ہاشم کو دیکھا۔
ہاشم علینہ کے نچلے لب پر گہرا کٹ دیکھتے جہاں سے خون
نکل رہا تھا۔ ہاشم نے غصے سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔
غصے سے علینہ کا ہاتھ پکڑے کچن سے نکلا سے علینہ کا ہاتھ

پڑے سے نکا اور علینہ کو کھینچتے داخلی دروازے کی طرف
بڑھ گیا۔ علینہ روتے ہوئے اس کے ساتھ قدم سے قدم
ملارہی تھی۔

ہاشم اسے گاڑی میں بیٹھائے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور
گاڑی سٹارٹ کرتے حویلی سے باہر نکلا۔ ہاشم پندرہ منٹ
کا راستہ طے کیے ہو سپیٹل پہنچا۔ گاڑی سے نکلتے علینہ کی

ڈاکٹر وحید ہاشم اور علینہ کو دیکھتے بولا۔ گڈ مارنگ !! ڈاکٹر
وحید بیڈ نمبر 72 پیشینٹ کی رپورٹ میرے کیمین میں

بجھوائے۔ ہاشم سرد لہجے میں بولتے علینہ کی طرف دیکھا
جو سامنے کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

ہاشم اس کا ہاتھ پکڑے اپنے کین کے اندر داخل ہوا۔
علینہ نے غصے سے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔ ہاشم نے گھور کر علینہ
کو دیکھا۔

اُسے لگا تھا اب اس کی ناراضگی ختم ہو جائے گی۔ پر محترمہ
کے ایسے کوئی ارادے نظر نہیں آرہے تھے۔
علینہ ہاشم کو دیکھتے پاس رکھے صوفے پر نیم دراز ہوئی۔

مس علینہ یہ آپ کا بیڈ روم نہیں میرا آفس ہے۔ یہاں
آرام کرنے کی بجائے اپنی ڈیوٹی سنبھالیں۔

ہاشم غصے سے بولا۔ سر کیا ہے میری ڈیوٹی۔۔ علینہ دانت
پیسے بولی۔

فلحال آپ کی ڈیوٹی ہے۔ اپنے شوہر کو سکون پہنچانا۔ ہاشم
مسکراتے ہوئے بولتے علینہ کے گال سرخ کر گیا۔

علینہ نے سرخ چہرے کے ساتھ ہاشم کو دیکھا جو مسکرا رہا
تھا۔ ہم!! ساری رات سکون ہی تو حاصل کرتے ہیں۔

علینہ ہاشم کے مقابل آتے بولی۔

ہاشم کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ ہم!! اب دن میں
بھی سکون چاہتا ہے آپ کا شوہر۔ ہاشم اس کو کمر سے
پکڑے اپنے ساتھ لگایا۔ اور اس کے نچلے لب پر انگلی
ٹریس کی۔ جہاں کٹ کا گہرا نشان تھا۔ یہ ہو سپیٹل ہے۔
مسٹر خان۔۔ آپ کا بیڈ روم روم نہیں جو ایسی حرکتیں
کریں۔ علینہ ہاشم کو خود سے دور کرتے بولی۔ تمہیں ہو
سپیٹل اسی لیے لایا ہوں۔ تاکہ تم مجھے۔ سکون پہنچا سکو۔

ہاشم بے باکی سے بولتے اس کی دھڑکنوں کو چھوا۔ علینہ کا
دل سو کی سپیڈ سے دھڑکا۔

ہاشم نے بغور علینہ کے چہرے کے بدلتے تاثرات
دیکھے۔ ہم!! میری جان ابھی بھی ناراض ہو۔ ہاشم اس
کے گال پر لب رکھتے بولا۔ اسی ثنائیں ڈاکٹر میرب اندر
داخل ہوئی۔

سوری۔۔ میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔

میرب علینہ کو دیکھتے بولی۔۔

علینہ نے غصے سے دیکھا۔ مس میرب۔۔ کیا تمیز بھول گئی ہے آپ۔ روم میں ناک کر کے داخل ہوتے ہیں۔ ہاشم میرب کی غصے بھری نظریں علینہ پر محسوس کرتے سر دلچے میں بولا۔ سوری سر! میرب سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔ جی بولے کیا کام ہے۔

ہاشم علینہ کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھتے بولا۔
سریہ فائل بیڈ نمبر 72 کے پیشنٹ کی۔

میرب ہاشم کی طرف فائل بڑھاتے بولی۔
ہاشم کے پکڑنے سے پہلے علینہ نے غصے سے

پکڑی۔ ہاشم نے گھور کر علینہ کو دیکھا۔

جائے مس میرب میں دیکھ لیتا ہوں۔

ہاشم کے بولنے پر ڈاکٹر میرب فوراً کین سے نکل گئی۔

ڈاکٹر میرب کے جاتے ہی علینہ نے غصے سے قبل ٹیبل پر

پچی۔ اور پاس رکھے صوفے پر بیٹھ گئی۔

میر میرا سر دبائے نا۔ بہت درد کر رہا ہے۔ میرے

پاؤں بھی درد کر رہے ہیں۔ زل پہلے سے زیادہ بیمار رہنے

لگی تھی۔ بخار کی وجہ سے تھکاوٹ رہتی تھی۔

ڈلیوری کے دن قریب تھے۔ زل کی بگڑتی طبیعت دیکھتے
شاہ میر پریشان رہنے لگا تھا۔ وہ تو اپنی جان سے بڑھ کر
زل کا خیال رکھتا تھا۔ ایک منٹ بھی اسے اکیلا نہیں
چھوڑتا تھا۔ میرا بچہ میں ابھی دبا دیتا ہوں۔ شاہ میر بیڈ
کراؤں سے ٹیک لگاتے بولا۔ اور زل کا سر دبانے لگا۔

میری جان۔۔ آپ کو منع بھی کرتا ہوں۔ نیچے مت جایا
کرو۔ آپ میری بات کیوں نہیں مانتی۔ شاہ میر اس کا
ہاتھ پکڑے

اپنے لبوں سے لگاتے بولا۔ مجھے کمرے میں کٹھن محسوس
ہوتی ہے۔ زل مدھم آواز میں بولی۔

سب کے ساتھ مجھے اچھا فیل ہوتا ہے۔ جب آپ نہیں
ہوتے صرف تب ہی جاتی ہوں۔ زل شاہ میر کی
آنکھوں میں

محبت سے دیکھتے اس کے ماتھے پر لب رکھتے بولی۔

میرا بچہ!! میری جان تمہاری حالت ایسی نہیں ہے تم
سیڑھیاں اتر دیا چڑھو۔

آئندہ اس بات کا خیال رکھنا ہے آپ نے ہاشم اس کے
سر کو مسلسل دباتے بولا۔ اففف!! میرا چھ سے دبائے

نا۔ زمل شاہ میر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے بولی۔ اچھے سے تو
دبار ہا ہوں۔ اور کیسے دباؤ شاہ میر مسکراتے ہوئے بولا۔
جیسے میں دباتی ہوں۔ زمل بھی مسکراتے ہوئے بولی۔
مجھے ایسے ہی دبانا آتا ہے۔ جان شاہ میر۔۔۔ شاہ میر اس
کے گول گول ہاتھوں پر لب رکھتے بولا۔

میر میرال کو لیں کر آئے نا۔۔۔ مجھے میرال کے ساتھ
ٹائم سپینڈ کرنا ہے۔

زمل اٹھ کر بیٹھتے بولی۔ ہم!! میرے ساتھ کر لو ٹائم سپینڈ

شوہر کمرے میں ہی موجود ہے۔ شاہ میر بے باکی سے
چھوتے بولا۔ زل کا چہرہ پل میں سرخ پڑا۔

میر آپ مجھے ایسے بچ نہیں کر سکتے۔ میں بیمار ہوں۔۔
زل سرخ چہرے کے ساتھ معصوم سی شکل بنائے بولی۔
کیوں میں کیوں ایسے بچ نہیں کر سکتا۔ حق حلال کی بیوی
ہو۔ جیسے مرضی تمہیں کہی سے بھی چھو سکتا ہوں۔
وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔

ہم!! پر ابھی تمہاری طبیعت کا خیال کر سکتا ہوں۔ جی وہی
بول رہی ہوں میں۔۔ میری طبیعت کا ہی خیال کر لیں۔

زلل سمجھاتے ہوئے انداز میں بولی۔ ہم!! جو حکم میری
عقل مند بیوی۔۔ شاہ میر مسکراتے ہوئے بولا۔
صرف کچھ دن کی بات ہے۔ تمہاری عقل تو میں گھوماؤں
گا۔ وہ بھی اپنے سپیشل طریقے اور سپیشل جگہ پر اپنی عقل
استعمال کرتے۔

شاہ میر اس کے کان کی لو کو دانتوں سے کھینچتے بولا۔ زل
کی ہلکی سی سسکی روم میں گونجی۔۔ اف ہو۔۔ میرا
بچہ۔۔ ناشتہ تو ٹھنڈا ہو گیا۔ شاہ میر پاس پڑی ٹرے کو
دیکھتے بولا۔ ٹرے کے اندر زل کے لیے ہیلدی کھانا
تھا۔ اچھا میں گرم کر کے لایا۔ تم فریش ہو جاؤ۔ شاہ میر

بیڈ سے اترے زل کی طرف آیا۔ اس کے پاؤں میں
سلیپر پہنائی۔ اور اسے گود میں اٹھائے باتھ روم کی طرف
بڑھ گیا۔

زل نے مسکراتے ہوئے شاہ میر کے لب پر اپنے لب
رکھ کر چومے اور فٹ سے پیچھے ہوتے اس کے سینے پر سر
ٹکالیا۔

شاہ میر نے مسکراتے ہوئے باتھ روم کا دروازہ کھولا زل
کو اتارتے اس کی طرف دیکھا۔

میرا بچہ آپ فریش ہو جائے میں ناشتہ گرم کر کے لایا۔
دروازے کو لاک لگانے کی ضرورت نہیں۔ شاہ میر اس
کو مسکراتے دیکھ کر بولا۔

زل نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ شاہ میر اس کا ماتھا
چومتے ہاتھ روم سے نکلتا چلا گیا۔ اور ٹرے اٹھائے روم
سے نکلا۔

میر کہاں ہے آپ میر مجھے درد ہو رہا ہے۔
زل کمر پر ہاتھ رکھتے چیختے جا رہی تھی۔

شاہ میر جو اس کو ناشتہ کروانے کے بعد کے بعد برتن
رکھنے کچن میں گیا تھا۔ جب واپس روم میں داخل ہوا۔
زل کے رونے کی آواز کانوں سے ٹکڑائی۔ شاہ میر ایک

ہی سیکنڈ میں زل کی طرف بڑھا۔ جو بیڈ پر لیٹے میر۔۔
میر چلا رہی تھی۔ میرا بچہ کیا ہوا۔ شاہ میر بوکھلائے
ہوئے انداز میں بولا۔

میر مجھے درد ہو رہا ہے بہت زیادہ۔۔ زل روتے ہوئے
بولی۔ شاہ میر زل کے چہرے کا زرد رنگ پڑتے دیکھ
پریشان ہوا۔ شاہ میر کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ کیا
کرے۔ اسے صرف زل کے بہتے آنسو دکھائی دے
رہے تھے۔ جو اس کی تکلیف کا باعث بن رہے تھے۔ میر
کی جان میری طرف دیکھو۔ شاہ میر اس کو خود سے
لگائے بولا۔

زل ایسے ہی لیٹے درد سے کراہتے رہی۔ درد بڑھتا جا رہا تھا۔ کمرے میں چیچکنیں گونج رہی تھی۔ جسے سنتے حویلی کے باقی افراد شاہ میر کے روم میں داخل ہوئی۔

میری بچی کیا ہوا زرمینہ بیگم زل کی طرف بڑھتے بولی۔ شاہ میر جلدی اٹھاؤ اسے ہو سپٹل لیں کر چلو۔ زرمینہ بیگم زل کی بگڑتی حالت کو دیکھتے بولی۔ شاہ میر اسے لیں کر آؤ۔ میں گاڑی نکالتا ہوں۔ بہرام بول کر نیچے کی طرف بڑھ گیا۔ شاہ میر زل کو اپنی باہوں میں اٹھائے روم سے نکلا اور جلدی سے نیچے اترتے باہر کی طرف بڑھا۔

زل سے زیادہ اس کا اپنا دل پھٹ رہا تھا۔ شاہ میر زل کو
لیے گاڑی تک پہنچا۔ اور اسے لیں کر پیچھے بیٹھا۔ لالا
جلدی کریں۔ شاہ میر تڑپتے ہوئے بولا۔
بہرام گاڑی سٹارٹ کرتے حویلی سے نکلا۔ اس کے پیچھے
گاڑی میں کاوش کے ساتھ رانیہ بیگم! اور زرینہ بیگم
تھی۔

میر کی جان بس ہم ہو سپیٹل پہنچنے والے ہے۔ صبر رکھو۔
زل اس کے سینے میں سردیئے سسک رہی تھی۔
شاہ میر نے فکر مندی سے اس کے بالوں پر لب رکھتے
بولا۔

پندرہ منٹ کے بعد گاڑی ہو اسپتال کے سامنے آکر رکی۔
شاہ میر گاڑی سے نکلا۔ اور زل کو گود میں اٹھائے ہو
سپتال کے اندر داخل ہوا۔ ڈاکٹر ڈاکٹر شاہ میر چلاتے
ہوئے آگئے بڑھ رہا تھا۔ دونر سیں سٹر پچر لیں کر شاہ میر
کی طرف بڑھی۔ سر انہیں یالیٹا دیں۔

شاہ میر نے زل کو فورالیتایا زل میرے بچے کچھ نہیں ہو
گا۔ بس میری زل نے ہمت کرنے ہے۔ شاہ میر اس
کے چہرے پر ہاتھ رکھتے تم لہجے میں بول رہا تھا۔ زل درد
سے کراہتے اثبات میں سر ہلایا۔

آنکھوں سے آنسو رکنے کا نام نہیں لیں رہے تھے۔
آنکھیں سرخ ہو چکی تھی۔

ہاشم اور علینہ بھاگتے ہوئے شاہ میر کی طرف بڑھے۔
بہرام نے شاہ میر کے کندھوں سے پکڑ کر اپنے ساتھ
لگایا۔ شاہ میر ہمت رکھ تو زمل کے سامنے ایسے روئے گا۔
تو وہ ہمت کیسے کرے گی۔ شاہ میر جو زمل کو درد میں
کراہتے روتے دیکھ کر خود بھی رو رہا تھا۔

بہرام نے اسے اپنے سینے میں بو کچھتے خود کے ساتھ
لگائے پیار سے بولا۔ شاہ میر نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور
ہاشم کی طرف دیکھا جو زمل کی نبض چیک کر رہا۔ ڈاکٹر

میرب انہیں ایمر جینسی روم میں لیں کر چلے۔ ہمیں جلد
ان کا اپریشن کرنا ہو گا۔ ورنہ ماں اور بچے کی جان کو خطرہ
ہو سکتا ہے۔ ہاشم زمل کی بند ہوتی آنکھیں دیکھ کر
بولا۔ اپریشن کا سنتے شاہ میر کی دل کی دھڑکن جیسے رک
گئی ہو۔ ہاشم زمل کی نارمل ڈلیوری تھی۔

تو اپریشن کیوں۔ شاہ میر ہاشم کو دیکھتے بولا۔ ہاشم نے
نرس کو اندر لے جانے کا بولا۔ نرس سٹریچر کو اندر کی
طرف لیں کر بڑھ گئی۔ ہاشم نے بہرام اور شاہ میر
کو اندر آنے کا بولا۔ وہ سب ہاشم کے پیچھے کیمین کی طرف
بڑھ گئے۔

علینہ وہی زرمینہ بیگم کے پاس بیٹھ گئی۔

کاوش ایک سائیڈ پر کھڑا کال پر بات کر رہا تھا۔ جو حویلی
سے آئی تھی۔ شاہ میر زل کی حالت بہت خراب ہے۔
سترہ سال کی ہے۔ درد برداشت نہیں کر رہی وہ اس اتج
میں۔ وہ بے ہوش ہو گئی ہے۔ تو ہم کیسے نارمل ڈلیوری کر
سکتے ہیں۔ اپریشن ہی ہو گا۔ زل کی نبض بہت ہی سلو ہو
گئی تھی۔ اگر اس نے اپنی سانسیں چھوڑ دی تو ہم کچھ
نہیں کر سکیں گے۔

ہاشم شاہ میر کو دیکھتے بول رہا تھا۔ شاہ میر اپنی بند ہوتی
سانسوں سے شاہ میر کو سن رہا تھا۔

آنکھوں سے آنسو پانی کی طرح بہہ رہے تھے۔ جسے وہ بار
بار صاف کر رہا تھا۔ شاہ میر کیا ہو گیا ہے۔ اللہ سے دعا کر
سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بہرام اسے روتے دیکھ کر بولا۔

لالا۔۔ اگر اسے کچھ ہو گیا۔ میں تو مر جاؤں گا۔ ہاشم
میری بیوی کو کچھ نہیں ہونا چاہیے میری زمل کو کچھ نہیں
ہونا چاہیے۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ مجھے بس میری زمل
میرے پاس چاہیے۔ شاہ میر اپنے آنسو صاف کرتے

بولا۔ ہم اپنی طرف سے کوشش کریں کر باقی جی جان
دینے والا اللہ ہے۔ ہاشم اس کی طرف آتے اس کے
کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا۔

شاہ میر کچھ نابول سکا۔ زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ
میں ہے۔ انسان تو ایک کوشش کر سکتا ہے۔

اپریشن شروع ہو چکا تھا۔ شاہ میر دروازے کے ساتھ
ٹیک لگائے اپنے رب سے اپنے بیوی اور بچے کی زندگی
مانگ رہا تھا۔ زمینہ بیگم تسبیح پر آیت کریمہ پڑھ رہی
تھی۔ بھرام اور کاوش ایک سائیڈ پر فکر مند چہرے کے

ساتھ بیٹھے تھے۔ تین گھنٹوں سے مسلسل اپریشن چل رہا تھا۔ روم سے ڈاکٹر میرب باہر نکلی۔ شاہ میر فوراسیدھے ہوتے دیکھ کر دھڑکتے دل اور فکر مند چہرے کے ساتھ بولا۔ ڈاکٹر میری وائف کیسی ہے۔ وہ ٹھیک تو ہے۔ ڈاکٹر میرب کی مسکراہٹ چہرے پر پھیلی۔ جی سر وہ ٹھیک ہیں۔ بس اُن کو سانس کا مسئلہ ہو رہا ہے۔ ہم نے انجیکشن لگا دیا ہے۔ چار پانچ گھنٹوں میں ہوش آجائے گا۔ اپنے بچے کا بھی پوچھ لو۔ زرمینہ بیگم اس کے چہرے پر سائل دیکھتے بولی۔

ڈاکٹر میرا بے بی کیسا ہے۔ شاہ میر اپنے بالوں میں ہاتھ
پھیرتے بولا۔

ماشا اللہ آپ کا بے بی یعنی بیٹا بالکل ٹھیک ہے مسٹر شاہ میر
! لگتا ہے آپ کو بے بی سے زیادہ بے بی کے ماما کی فکر
ہے۔ فکر کیوں نا ہو ڈاکٹر میرب !! اکلوتی محبت ہے
میری۔۔۔ بے بی تو آجائے گئے۔ پر اپنی محبوب بیوی کو
کہاں سے لاؤں گا۔ جو اس دل پر شہد کی طرح بہتی ہے۔

شاہ میر مسکراتے ہوئے بے باک انداز سے بولا۔ ڈاکٹر
میرب نے

گہری مسکراہٹ کے ساتھ شاہ میر کو دیکھا۔ پاس کھڑے
بہرام اور کاوش نے نفی میں سر ہلایا۔ یہ کبھی نہیں سدھر
سکتا۔ کاوش شاہ میر کو گھورتے بولا۔ زرمینہ بیگم !!
مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے مبارکباد دی۔

باقی سب نے بھی شاہ میر کو مبارک دی بیٹے کی۔ شاہ میر
نے مسکراتے ہوئے مبارکباد وصول کی۔ ہاشم اور علینہ
بھی وہی موجود تھی۔

سامنے سے سلطان پاشا اور ازبان پاشا بھاگتے ہوئے ان
کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اسلام علیکم !! سلطان پاشا

زرمینہ بیگم کو دیکھتے سلام کی۔ وعلیکم اسلام!! زرمینہ بیگم
جو ابابولی۔ کیسی ہے میری بہن ازہان شاہ میر کو دیکھتے
بولا۔ ماشا اللہ سے ٹھیک ہے۔ ابھی ہوش نہیں آیا۔

شاہ میر ازہان کے فکر مند چہرے کو کو دیکھتے بولا۔ ایک
نرس اپنی باہوں میں کمبل میں لیٹے چھوٹے سے وجود کو
لیں کر نکلی۔ شاہ میر مسکراتے ہوئے اس نرس کی طرف
بڑھا اور اس ننھے سے وجود کو اپنی باہوں میں بڑھا۔ شاہ
میر لالا لڑکی ہے یا لڑکا۔۔۔ ازبان شاہ میر کی ہاتھوں میں
اس ننھے سے وجود کو دیکھتے بولا۔ لڑکا ہے۔۔ شاہ میر اس
ننھے سے وجود کا سفید چمکتا چہرہ دیکھتے بولا۔

اور اس کے ماتھے پر لب رکھے۔

ماشاء اللہ۔۔ ماموں پر گیا ہے۔ ازبان اس کی ریڈ گالوں پر
دیکھتے بولا۔ ہاں بھئی۔۔ ہمارے خاندان میں جو بھی بچہ
پیدا ہوتا وہ ڈائریکٹ ماموں پر ہی جاتا ہے۔

شاہ میر ازبان کو گھورتے بولا۔ انف!! آپ سڑتے بہت
ہیں۔

اگر تھوڑا اپنی بہن سے پیار کر لوں آپ کی زبان بدعائیں
دینے لگ جاتی ہے۔ اب اپنے بھانجے کو پیار کرنے کے
لیے بدعائیں برداشت نہیں کروں گا۔

کاوش لالا۔ ازہان دانت پیستے ہوئے بولا۔
تم دونوں کی بہس ختم ہوگی۔ ہم اپنے نواسے کو دیکھ
لیں۔

سلطان پاشا ازہان کو پیچھے کرتے بولا۔

آجائے سرجی۔۔ کر لیں دیدار۔۔

شاہ میر مسکراتے ہوئے بولا۔

اور اس ننھے سے وجود کو سلطان پاشا کے ہاتھوں میں دیا۔
اور ہاشم کی طرف بڑھ گیا۔ میں زل کو دیکھ سکتا ہوں۔

ہم!! چلے جاؤ۔ جب ہوش آئے گا روم میں شفٹ کر
دیں گئے۔ جب ہوش آئے گا اٹھنے مت دینا۔ اس کی
کنڈیشن ابھی نارمل نہیں ہے۔

ہاشم اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا۔ شاہ میر اندر روم
میں داخل ہو گیا۔ سامنے زمل کو لیٹے دیکھ کر دل میں
جیسے درد سا اٹھا۔ شاہ میر چلتے ہوئے اس کے پاس آیا۔
زمل کا چہرہ دیکھتے دل بے چین ہوا۔ زرد رنگ آنکھوں
کے نیچے ہلکے پڑے ہوئے تھے۔ وہ دنیا سے بیگانہ
پر سکون سو رہی تھی۔ میرا بچہ۔۔ شاہ میر نے جھک کر
اس کے

ماٹھے پر لب رکھے۔ میری زل۔۔۔ اب اس کے دائیں
گال پر۔۔۔ میر کی جان۔۔۔ میر کا دل، میر کا سکون۔۔۔
شاہ میر اس کے بائیں گال کے لب رکھے بول رہا تھا۔

ایک دن میں ہی چہرہ کیسے کمزور پڑ گیا تھا۔ شاہ میر مسلسل
اس کے گال پر، ٹھوڑی پر لب رکھے اس کے چہرے کو جا
بجا چوم رہا تھا۔ جیسے کوئی دیوانہ اپنے محبوب کو۔۔۔ ہاں یہ
شاہ میر کی محبوب بیوی تھی۔ جس کے سانس لینے سے
اس انسان کو سانس آتا تھا۔ شاہ میر اس کے پاس بیٹھتے
اس کا چہرہ دیوانوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔

میرا بچہ۔۔ اتنی تکلیف برداشت کی۔ شاہ میر اس کی بند
آنکھوں کو چھوتے بولا۔

تمہاری چیچنیں ابھی بھی میرے کانوں میں گونج رہی
ہیں۔ شاہ میر اس کے کندھے پر سر رکھتے بولا۔ میرا بچہ
اب آپ کا میر آپ کو اتنی سی بھی نہیں تکلیف دیں گا۔
پہلے سے ہزار گنا زیادہ اپنے بچے کا خیال رکھوں گا۔ شاہ
میر اس کے ہاتھ کی پشت کو سہلاتے بولا۔

حویلی میں سب کو بتا دیا تھا۔ شاہ میر زمل کو اللہ نے بیٹے
جیسی اولاد سے نوازا ہے۔ سب حویلی والے یہ سُن کر
بہت خوش تھے۔ عالیان خان کی حویلی میں بھی سب کو
خبر مل گئی تھی۔

سب سے پہلے آئزہ نے مبارک دی۔ آئزہ خود اس
کنڈیشن میں تھی۔ وہ اس کنڈیشن میں سفر کرنا اس کے
لیے صحیح نہیں

تھا۔ اس لیے کال پر ہی مبارکباد دی۔ باقی سب نے بھی
باقاعدہ کال کر کے شاہ میر کو اور زرینہ بیگم اور باقی کے

افراد کو مبارک دی۔ سب انتہا کے خوش تھے۔ حویلی
میں رونقیں بڑھ گئی تھی۔۔۔

میر!! زل کو ہوش آرہی تھی۔ اُس کی آنکھیں
کھل رہی تھی۔ لبوں سے شاہ میر جاری تھا۔
میر۔۔۔ زل اپنی فل آنکھیں کھول کر شاہ میر کو پکارا۔
شاہ میر جو کھڑکی کے پاس کھڑا باہر دیکھ رہا تھا۔ زل کی
آواز پر پلٹ کر دیکھا۔ اور فوراً زل کی طرف آیا۔

میرا بچہ!! میری جان۔۔ ٹھیک ہو۔ کہی درد تو نہیں ہو
رہا۔ سانس تو ٹھیک سے آرہی ہے نا۔ شاہ میرا اس کے
اوپر جھکتے

ایک ہی سانس میں بولا۔ میر۔۔ زل نے نم آنکھوں سے
پھر پکارا۔ جی میر کی جان۔۔ شاہ میرا اس کے بہتے آنسو
دیکھ کر بولا۔۔

میر۔۔ زل نے پھر روتے ہوئے پکارا۔۔ شاہ میر کا دل
جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ زل اسے پکار رہی
تھی۔ وہ سہی معنوں میں پریشان ہوا۔

میر کی جان۔۔۔ تم ٹھیک ہو۔۔ کہی درد ہو رہا ہے۔ مجھے
بتاؤ۔۔ میں ابھی ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔ شاہ میر اس کے بہتے
آنسو صاف کرتے بولا۔ زمل خاموشی سے شاہ میر کو
دیکھنے لگی۔

زمل یار در کچھ تو بولو۔۔ میر ادل بیٹھ رہا ہے۔ شاہ میر اس
کا چہرہ تھامتے ہوئے بولا۔

زمل میر سے آگئے کچھ بول نہیں رہی۔ اس کی پریشانی
میں اضافہ ہونے لگا۔

شاہ میر جلدی سے دروازے کی طرف بڑھا۔
ابھی دروازہ کھولتا زل نے پھر پکارا
میر۔۔ میں ٹھیک ہوں۔ زل روتے ہوئے بولی۔

شاہ میر اٹے قدم واپس اٹھاتا اس کی طرف

بڑھا۔۔ زل سچ میں تم ٹھیک ہو۔

شاہ میر فکر مند لہجے میں بولا۔ ہم!! ٹھیک ہوں۔۔۔ زل
مدھم آواز میں بولی۔۔ شاہ میر نے جھکتے اس کے ماتھے پر

لب رکھے۔۔ اور کتنی دیر ایسے ہی اس کے ماتھے پر لب
رکھے رہے۔

میر کی جان۔۔ مبارک ہو۔۔ ہماری زندگی میں ہمارے
وجود کا حصہ آگیا ہے۔ یعنی اللہ نے ہمیں پیارا سا بیٹا عطا
کیا

ہے۔ شاہ میر مسکراتے ہوئے بولا اور اس کی پیشانی پر
لب رکھے۔ زمل نے مسکراتے ہوئے شاہ میر کو دیکھا۔
کہاں ہے میر ہمارا بیٹا۔ زمل مسکراتے ہوئے بولی۔ باہر
ہے۔ اپنے نانا ابو کے پاس۔

شاہمیر اس کی گال کو سہلاتے بولا۔ اسی اثنا میں دروازہ
نوک ہوا۔ ڈاکٹر میرب اندر داخل ہوئی اور مسکراتے
ہوئے پیشینٹ کی طرف بڑھی۔ مسز شاہ میر مبارک ہو
آپ کو۔

ڈاکٹر میرب مسکراتے ہوئے بولی۔ زمل نے بھی
مسکراتے ہوئے مبارک وصول کے۔

طبیعت کیسی ہے آپ کی۔ کہی درد تو نہیں ہو رہا آپ کو۔
ڈاکٹر میرب زمل کی نبض چیک کرتے بولی۔ جی ڈاکٹر میں
ٹھیک ہوں۔ ہم!! آپ کا اپریٹ ہوا ہے مس زمل آپ

کو بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ مسٹر شاہ میر ان کا بہت زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

کیونکہ پہلے ہی جسمانی کمزور ہے۔ آپ کو ضرورت سے زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر میرب زمل کے ہاتھ سے ڈریپ نکالتے بولی۔ کیونکہ وہ ختم ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر آپ کو بتانے کی ضرورت نا بھی ہوتی تو میں اپنی جان سے بڑھ کر خیال رکھنا تھا۔ شاہ میر زمل کے اوپر جھکتے بولا۔ میر پیچھے ہٹے کیا کر رہے ہے۔

زل سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔ پیار کرنے لگا ہوا۔ پیار
کروں گا تو تم ٹھیک ہوگی۔ ہاں تو ابھی پیچھے ہٹے ڈاکٹر
ہے۔ زل ڈاکٹر میرب کو دیکھتے بولی۔

پلیز کینیٹینو!! ڈاکٹر میرب مسکراتے ہوئے بولی۔ جیسے ہی
ڈاکٹر باہر نکلی۔ سلطان پاشا اور بہرام
اندر داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے شاہ میر سیدھا ہوا ان
سب کے پیچھے زرینہ بیگم!! علینہ اور کاوش داخل
ہوئے۔

زرمینہ کی باہوں میں تھا۔ وہ شاہ میر کا شہزادہ۔۔ کیسا ہے
میر اچہ۔۔ سلطان پاشا اس کی پیشانی پر لب رکھتے بولا۔
ٹھیک ہوں بابا جان۔۔ زل مسکراتے ہوئے بولی۔

بیٹے کی مبارک ہو۔ میری بیٹی کو۔

آپ کو بھی بابا جان۔۔ آپ نانا بن گئے۔

اور میں ماموں۔۔ ازہان زل کی طرف بڑھتے بلند آواز
میں بولا۔ ہمیں تو جیسے پتا نہیں۔ شاہ میر اس کی اونچی آواز
سننے دانت پیستے ہوئے بولے۔۔۔

زل نے مسکراتے ہوئے اپنے بھائی کو دیکھا۔ جو کتنا
ایسا سٹیڈ لگ رہا تھا۔

ازبان نے زل کی پیشانی چومنے کی بجائے دونوں گالوں
پر باری باری لب رکھے۔

شاہ میر نے دانت کچکچاتے ازبان کو دیکھا۔ باقی سب کی
مسکراہٹ گہری ہوئی۔ سب سمجھ گئے تھے۔ ازبان نے
سب جان بوجھ کر گئے تھے شاہ میر کو جیلز فیل کروانے
کے لیے کیا ہے۔ زل نے شاہ میر کے چہرے کی طرف
دیکھا جو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے کہہ
رہا ہو۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی ازبان کو کس کرنے دی۔

بہرام اور کاوش نے بھی زل کے سر پر ہاتھ رکھا اور
مبارک دی۔ زل نے مسکراتے ہوئے مبارکباد وصول
کی۔ علینہ نے بھی زمل کو مبارک دی۔ اور زرمینہ بیگم
نے بھی اس کی پیشانی چومی مبارک ہو بیٹی۔ اللہ تم دونوں
کو خوش

رکھے۔ اور اس ننھے سے وجود کو زمل کے ساتھ

لٹایا۔ زمل نے مسکراتے ہوئے شاہمیر کو دیکھا۔

اور پھر تھوڑا سا سر اٹھائے اپنے بیٹے کو دیکھا۔

جس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔

شاہ میر نے مسکراتے ہوئے اپنے بیٹے کو اٹھایا۔ اور زل کے سامنے کیا۔۔ میر مجھے اسے گود میں لینا ہے۔ نہیں میری جان ابھی تم بیٹھ نہیں سکتی۔ ایسے ہی پیار کر لو۔

شاہ میر نے اس کا چھوٹا سا چہرہ زل کے ہونٹوں کے پاس کیا۔ زل نے فوراً نرمی سے اس کے نازک مومی گال پر لب رکھے۔ ماشا اللہ۔۔ کتنا پیارا ہے ہمارا بے بی۔۔
زل مسکراتے ہوئے بولی۔ گڑیا اپنے ماموں پڑ گیا ہے۔
تو پیارا ہی ہو گا۔

ازہان مسکراتے ہوئے بولا۔ جو اباز مل بھی مسکرائی۔

زارا بچن میں کھڑی تبریز کے لیے کھانا بنا رہی تھی۔
کھانے میں مٹن کباب جو تبریز کو بے حد پسند تھے۔ زارا
کو کچھ بنانا تو آتا نہیں تھا۔ اگر آتا بھی تھا۔ تو اٹلین فوڈ جو
امریکہ میں بنائے جاتے تھے۔ پر یہاں ایسا کچھ نہیں بنتا
تھا۔ کیونکہ حویلی والوں کو دیسی کھانے پسند تھے۔ تبریز
صبح سے حویلی سے غائب تھا۔ ملازم سے پوچھنے باقی حویلی
کے افراد سیدھے منہ بات نہیں کرتے تھے۔ صرف اس
کی مورے زرشہ خان کے علاوہ۔

اس لیے کمرے میں بور ہونے کی بجائے زارا نے سوچا
تبریز کے لیے کھانا بنالیں۔ زارا کچن میں کھڑی مٹن
کباب کا مصالحہ بون رہی تھی۔ رخسار بھی کچن میں تھی۔

زارا یوٹیوب سے دیکھ کر مٹن کڑا ہی بنا رہی تھی۔ اگر کسی
چیز کی سمجھ نہیں آتی تھی۔ وہ رخسار سے پوچھ لیتی تھی۔
زارا کافی دیر کچن میں کام کرتی رہی۔ زارا نے صرف تبریز
کی پسند کا مٹن کڑا ہی بنایا تھا۔ اور ساتھ میٹھے میں گاجر کا

حلوہ پستہ، بادام ڈال کر بڑی محنت سے بنایا تھا۔ اور حلوہ
بنانے میں رخسار نے

کافی مدد کی تھی۔ شام کے آٹھ بجنے والے تھے۔ تبریز
ابھی تک حویلی نہیں آیا تھا۔

زاراروم میں جانے کی بجائے لاؤنج میں ہی بیٹھ گئی۔
حویلی کے باقی افراد اپنے اپنے روم میں تھے۔ بڑھتی ٹھنڈ
کی وجہ سے سب بہت ہی کم نکلتے تھے۔ زاراکافی دیر لاؤنج
میں بیٹھی رہی۔ حویلی میں داخل ہوتے گاڑی کے ہارن
کی آواز پر جلدی سے سیلپر پہنے جلدی سے اٹھی۔

تبریز جو گاڑی کارپورچ میں کھڑے کرتے اندر داخل ہو
رہا تھا۔ جیسے ہی قدم اندر رکھا،

زارا کو سامنے سے آتے دیکھ کر تبریز نے اونچی آواز سے
محبت بھرے انداز میں پکارا۔

ہے میری سردارنی!! تبریز نے زارا کے لیے باہیں کھولی۔
زارا تبریز کو ایسے باہیں پھیلاتے دیکھ کر گھور کر دیکھنے لگی

سردار جی!! زیادہ ہواؤں میں اڑنے کی ضرورت نہیں
ہے آپ کو۔ کہاں تھے آپ صبح سے ٹائم دیکھا ہے آپ
نے زارا فل .

لڑکاں عورتوں کی طرح اس کے پاس آتے بولی۔ تبریز
نے ہاتھ میں پہنی برینڈ ڈگھڑی پر نظر دوہرائی۔ بیگم!!
ابھی تو آٹھ تیس ہوئے ہیں۔ میرے خیال سے یہ زیادہ
ٹائم نہیں ہے۔ تبریز زارا کے غصے کو دیکھتے مسکراتے
ہوئے بولا۔ لگتا ہے آج مجھے کوئی شدت سے یاد کر رہا
تھا۔ تبریز اس کی طرف قدم بڑھاتے بولا۔ ہم!! بیگم!!
مجھے یاد کر رہی تھی۔ "دیکھو میں آگیا"۔

تبریز اس کے قریب جاتے اس کی ناک کی ٹپ کو چومتے
بولے۔

"میں کیوں یاد کرنے لگی۔" لوکل سردار اتنا عدالت
فیصلہ سنانے میں ٹائم نہیں لیتی۔ جتنا تمہاری پنچایت میں
فیصلہ سنانے میں لگتا ہے۔ پتہ نہیں چا جان!! نے آپ کو
سردار کیسے بنا دیا۔

زارا غصے سے بولتے خود ہی ہنس پڑی۔

"لوکل سردار" کا لفظ پھر سے منہ میں بڑبڑاتے۔۔ تبریز
اسے یوں ہستادیکھ کر اس کی کمر پر ہاتھ رکھے اپنے قریب
کیا۔

اس اچانک افتاد پر زار نے بوکھلا کر ڈیکھا۔
اور اس کے سینے پر دنوں ہاتھ جمائے۔
تمہاری زبان کچھ زیادہ نہیں چلنے لگی۔۔۔۔۔ ہاں تو
میری زبان ہے جیسے مرضی چلاؤ۔
زار خود کو تبریز کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے بولی۔
لوکل سردار کی لوکل سردارنی!!! ابھی
میری بات مکمل نہیں ہوئی۔

تبریز واپس اسے اپنے قریب کرتے بولا۔ تمہاری بات
شروع کب ہوتی ہے۔ زارا تبریز کی گرفت میں گھبراتے
ہوئے بولی۔ زارا تمیز کے دائرے میں رہ کر بات کیا کرو۔
کب یہ تمہاری، تمہارا کہنے سے پرہیز کرو گی۔ شوہر
ہوں۔۔ عزت کرنا تمہارا فرض ہے۔ تبریز اس کے
کندھے سے شرٹ سرکاتے شدت سے دانت گھاڑتے
بولا۔ زارا کی چیخ لاؤنج میں گونجی۔ زارا کے چیخنے پر رخسار
کچن سے باہر بھاگتے آئی۔ اور اپنے ہی دھیان سے بولی۔
چھوٹی بی بی کس نے آپ کو کاٹ لیا۔
رخسار کی آواز پر تبریز نے فوراً زارا کے کندھے شرٹ
ٹھیک کی۔

زارا کو تبریز کے حصار میں دیکھتے وہی رک گئی۔ کچھ نہیں
رخسار، بس جنگلی

بلے نے کاٹ لیا ہے۔ زارا تبریز کو دیکھتے دانت پیستے
ہوئے بولی۔ تبریز نے گھور کر زارا کو دیکھا۔ رخسار بات
کو سمجھتے اُلٹے پاؤں کچن کی طرف بڑھ گئی۔ رخسار کے
جاتے زارا تبریز کے سینے پر مکے برسانے لگی۔ چھوڑے
مجھے اتنی زور سے کون بائٹ کرتا ہے۔ زارا خود کو
چھڑواتے

سوری بیگم!! تمہارے اوپر پیار ہی بہت آتا ہے۔
تمہارے جسم کے ہر حصے پر کاٹنے کو ڈل کرتا ہے۔ تبریز
زارا کے نچلے لب کو اپنے دانتوں سے کھینچا۔ زارا کی مدھم

سکی لاؤنج میں گونجی۔ تبریز فوراً سے اسے اپنی باہوں
میں اٹھالیا۔

زارا نے دھڑکتے دل کے ساتھ تبریز کو دیکھا۔

تبریز کہاں لیں کر جا رہے ہے آپ۔۔۔

"ہائے!! اتنی عزت میں کہی مر ہی نا جاؤں۔"

زارا کے تمیز سے بولنے پر تبریز مسکراتے ہوئے بولا۔

روم میں بیگم!! اور کہی بھی جانا تھا کیا آپ کو۔۔۔ جی۔۔۔ کچن
میں۔

پانچ گھنٹوں سے دو قدموں پر کھڑے ہو کر وہ بھی اتنی
سردی میں آپ کی پسند کا کھانا بنایا ہے۔ کھانا ٹیسٹ
کرنے کے بعد روم میں جائے گا۔

بیگم!! تمہارے علم میں اضافہ کر دوں۔ انسان دو ہی
قدموں پر کھڑا ہوتا ہے۔ تبریز ہستے ہوئے بولا۔ اور

آئی کانٹ بلیواٹ!! میری جان نے میرے لیے کھانا بنایا
ہے۔ پھر تو ٹیسٹ کرنا بنتا ہے۔ تبریز اسے کچن کی طرف
لیں کر بڑھتے بولا۔ رخسار جو کھانا میری بیگم نے بنایا
ہے۔ ڈائمنگ ٹیبل پر لگا دو۔ تبریز اسے چیئر پر بیٹھاتے
بولا۔ رخسار نے مسکراتے ہوئے دونوں کو دیکھا۔ اور

جلدی سے کھانا نکالنے لگی۔ پانچ منٹ میں کھانا ٹیبل پر
لگ چکا تھا۔

تبریز نے زارا کو دیکھتے ڈھکن اٹھایا۔ اور ماشا اللہ!! شکل
دیکھ کر تو مزے کا لگ رہا ہے۔ تعریف بات میں کڑیے
گا۔

پہلے ٹیسٹ تو کرے۔ زارا پلیٹ سیدھے کرتے اس میں
مٹھو کر اہی کا سالن ڈالا۔ اور روٹی اٹھا کر تبریز کے ہاتھ
میں دی۔

تبریز نے نوالا بناتے منہ میں ڈالا۔

اور آہستہ آہستہ چبا کر زارا کو دیکھنے لگا۔

زارا ایک تک تبریز کے ریکشن کو دیکھ رہی

تھی۔ بتائے بھی کیسا لگا۔

زارا ایکسائیٹڈ ہو کر بولی۔

مزہ آگیا بیگم!! بہت مزے کا بنا ہے۔ تبریز انگوٹھے اور

شہادت کی انگلی سے گول کرتے بولا۔

"سچ بول رہے ناسر دار جی۔"

جی بیگم آپ کی قسم۔۔ بہت ہی لہریز بنایا ہے۔ تبریز ان

کے دونوں ہاتھوں کو چومتے بولا۔ پر تمہارے سردار کو

کھانے سے زیادہ تمہارے ان لبوں کا ذائقہ پسند ہے۔
تبریز اس کے منہ میں نوالا بناتے ہوئے ڈالا۔ زارا نے
سرخ چہرے سے تبریز کو دیکھا۔

تبریز زارا کو لیں کر روم میں داخل ہوا۔ اور لا کر بیڈ پر
بیٹھایا۔ آپ کو کھانا پسند آیا ناب میں روز آپ کے لیا
کھانا بنایا کروں گی۔ ایسا کروں کی آپ کے لیے ناشتہ بھی
میں خود بناؤں گی۔ زارا چمکتے ہوئے بولی۔

تبریز تک جس طرح اس کے کھا کی تعریف کی تھی۔ اب
زارا کا ارادہ تھا۔ کہ وہ تبریز کے لیے کھانا خود بنایا کریں
گی۔

ہا ہا ہا بیگم!! شوہر سے بچنے کے لیے کافی اچھا بہانہ ڈھونڈا
ہے۔ تبریز اپنی شال اتارتے بولا۔ بیگم!! رخسار ہے
سب کرنے کے لیے تم صرف اپنے شوہر کے نزدیک
رہنے کا کام کیا کرو۔ میری بھوک منٹوں میں ختم ہو
جائے

گی۔ تبریز اس کی طرف بڑھتے بولا۔ وہ کیسے ختم ہوگی۔
بھوک تو کھانا کھا کر ختم ہوتی ہے۔ زارا تھوڑا حیرانگی سے

بولی۔ میری بھوک تمہیں کھا کر ختم ہوتی ہے۔ تبریز اس
کی کلائی پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔

زارا اس کے چورے سینے میں آکر سمائی۔ زارا کا چہرہ پل
میں سرخ پڑا۔ اففف جانم!! تمہارا یہ سرخ چہرہ ہی مجھے
بہکنے پر مجبور کرتا ہے۔ تبریز اسے سرخ پڑتے دیکھ کر
بے باکی سے بولتے خود کے ساتھ لگایا۔

اب تو آپ نے کھانا کھا لیا ہے۔ مجھے کھانے کی ضرورت
نہیں ہے۔ پیٹ بھرا ہو گا نا۔ زارا اپنے نچلے لب کو
دانتوں میں دباتے بولی۔ جانم!! پیٹ بھرا ہے دل
نہیں۔۔ تبریز بولتے زارا کی گردن پر شدت سے کس

کی۔ زارا نے زور سے آنکھیں بند کی۔ تبریز زارا کی گردن
سے منہ نکالتے اس کی لرزتی پلکوں کو دیکھنے لگا۔ میری
جان دل کی بھوک مٹالی جائے۔ وہ اس کے لبوں کو
چھوتے بولا۔

زارا کا دل سو کی رفتار سے دھڑکا۔ اگر بھوگ ایسے ہی
مٹانی تھی۔ تو مجھے کھانا بنانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ زارا تبریز
کی شرٹ مٹھیوں میں پکڑتے اپنی طرف کھینچتے
بولی۔ اف ف جانم!! آئندہ سے سوچ سمجھ کر بنالینا۔ تبریز
زارا کو اٹھاتے بولا۔

اور بیڈ پر لٹایا۔۔ زارا گھور کر تبریز کو دیکھنے لگی۔ تبریز زارا
کے اوپر لیٹتے اپنا سارا وزن ڈالا۔ زارا کی سسکاریاں
کمرے میں گونجی۔ سانس جیسے سینے میں ہی
دب گیا ہو۔ تبریز میرے اوپر سے اٹھے میرا سانس رُک
رہا ہے۔

زارا اٹک اٹک کر بولی۔ جانم!! میری سانسیں کس بولی۔
!! لیے ہے۔ اگر رُکے گی میں دیں دوں گا۔ تبریز بے باکی
سے بولتے زارا لے لبوں پر جھک گیا۔ اور شدت سے
سک کرنے لگا۔ زارا کی زبان کو اپنے لبوں میں لیتے اس کو
تڑپا رہا تھا۔ زارا جو تبریز کا پہاڑ جیسا وزن بامشکل برداشت

کر رہی تھی۔ اوپر سے تبریز کی جان لیوہ قربت پر زارا کی
سانسیں اٹک رہی تھی۔۔۔

تبریز کی بڑھتی بے باکیوں پر زارا تڑپ اٹھی۔

اور اسے خود سے دور کرنے لگی۔

تبریز نے گھور کر زارا کو دیکھا۔ اور اس کے اوپر سے اٹھتا
اور زارا کی کلائی سے پکڑتے اسے بھی بیٹھایا۔

زارا نے ایک لمبا سانس لیا۔۔۔ اففف۔۔۔ میری ہڈیاں ہی
ٹوٹ گئی ہیں۔ زارا با مشکل سانس لیتے بولی۔ جانم!!! ابھی

تو بہت کچھ ٹوٹنا ہے۔ تبریز اس کی گردن سے نظر آتی
نیلی ویز پر لب رکھتے بولا۔

شرم سے آنکھیں گھما گئی۔ زارا تبریز اس کی شرٹ کی
بیک سائیڈ ڈوریوں کو ایک ہی جست میں کھول گیا۔ زارا
نے چونک کر تبریز کی طرف دیکھا۔
ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ دیکھ رہی ہوں
دن بادن آپ کا رومانس بڑھتا جا رہا
ہے۔ زارا دانت پیستے ہوئے بولی۔

جانم!! تمہیں دیکھ کر ہی بڑھتا ہے۔ تبریز اس کے بازو
اوپر کرتے بولا۔ اور ایک ہی جھٹکے سے فراک اتار کر
سائیڈ پر رکھی۔ زارا منہ کھولے تبریز کو دیکھنے لگی۔

ہاتھ ابھی تک اوپر تھے۔

بلیک پہنا کر و میری جان۔۔ تبریز اس کے بلیک پر دے پر
گہری نظر ڈالتے جو ریڈ رنگ کا تھا۔ اس کے کان کے
قریب جھکتے بولا۔ زارا شرم سے سرخ چہرے کے ساتھ
نظریں جھکالی۔ اف!! کتنے بے شرم ہے آپ۔۔

زارا منہ میں بڑبڑاتے ہوئے بولی۔

نگاہیں اٹھانے کی ہمت ہی نا تھی۔ تبریز نے باخوبی اس کی
بڑبڑاہٹ سنی تھی۔ تمہیں دیکھ کر ہی بے شرمی کے
جراثیم جاگتے ہیں۔۔۔ ورنہ تمہارا سردار بہت شریف
ہے۔ تبریز اس کو جھکاتے اس کے پیٹ پر لب رکھتے
بولا۔

کتنے شریف ہے۔ پتہ لگ گیا ہے۔ زارا تبریز کا لمس اپنی
بیلی پر محسوس کرتے بولی۔ جب پتہ لگ ہے تو بیگم

برداشت بھی کرو تبریز ایک ہاتھ اس کی دھڑکن پر رکھتے
بے باکی دیکھانے لگا۔

آہہ!! کیا کر رہے آپ۔۔ زارا تڑپتے ہوئے بولی۔ کچھ
نہیں جانم۔۔ کیا درد ہوا۔ تبریز اس کے چہرے پر چھائی
لالی کو دیکھتے بولا۔ نہیں گر گری ہو رہی ہے۔ زارا غصے
سے بولی۔ تبریز کا جاندار قہقہہ روم میں گونجا۔

زارا نے گھورتے ہوئے اسے دیکھا۔ اور تبریز کا ہاتھ اپنی
دھڑکن سے ہٹایا۔

تبریز کے سامنے اپنی حالت دیکھتے نظریں بھی نہیں اٹھا
رہی تھی۔ اوپر سے اس کی بڑھتی بے باکیاں اس کی
سبب روکے ہوئے تھی۔

تبریز اسے بیڈ پر لٹائے اس پر جھکتا چلا گیا۔ سردار جی
تھوڑا رحم کر لیں۔۔

زارا معصوم شکل بنا کر بولی۔ خوبصورت بیویوں پر رحم
نہیں کیا جاتا جانم۔۔۔

تبریز اس کے گال پر دانت گھاڑتے بولا زارا کی سسکاری
روم میں گونجی۔۔ تبریز نے مسکراتے ہوئے اس کی
سٹریپ پر لب رکھے۔ کس می۔۔ جانم۔۔ تبریز اپنے
لپس زارا کے قریب کرتے بولا۔۔

نو۔۔ میں نہیں دوں گی۔ زارا نفی میں سر ہلاتے بولی۔
جانم!! یہ زیادتی ہے۔ سارا پیار میں کروں۔
اور آپ مجھے ایک کس بھی نا کرو۔ تبریز غصے سے بولتے
زارا کو گھورا۔

کس می!! تبریز اس کے لو دیتے چہرے کو می اس کے
دیکھتے بولا۔

زارا تبریز کی سرخ آنکھوں کے دیکھتے اپنے لب تبریز کے
لبوں پر رکھے شدت سے چوما۔ تبریز کے چہرے پر گہری
مسکراہٹ چھائی۔ زارا اس کے لبوں کو نرمی سے سک کر
رہی تھی۔ تبریز اس کے اوپر لیٹا اس کے نازک
پنکھڑیوں کا لمس محسوس کر رہا تھا۔ زارا اس کے نچلے لب
کو اپنے ہونٹ میں لیتے ہلکا سا کھینچتے چھوڑا۔
تبریز نے مسکراتے ہوئے زارا کو دیکھا۔ جو فوراً اپنی
آنکھیں بند کر گئی تھی۔

تبریز نے مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی پر کس کی۔ جانم
!! کس میں جزیہ بلکل نہیں تھا۔ بہت ہی سوفٹ کس
تھی۔ پر مزہ آیا۔ زارا نے دانت پیستے ہوئے سرخ چہرے
کے ساتھ دیکھا۔ تبریز آنکھ و نک کرتے اپنی شرٹ
اتارتے دور پھینکی۔ اور زارا کو ہر پردے سے آزاد کرتے
اس کی دھڑکنوں پر جھکتے اس کی سسکیاں نکلوانے لگا۔
زارا کی سسکاریاں عروج میں تھی۔ روم میں دونوں کی
بھاری سانسیں گونج رہی تھی۔ اتنی سردی میں دونوں
کے جسم حدت پکڑ رہے تھے۔ تبریز خود کو ہر پردے
سے آزاد کرتے زارا کی روح میں جنون بن کر اتر۔

زارا نے تڑپتے ہوئے تبریز کی کمر پر ناخن گھاڑے۔
دونوں پسینے سے شرابور ایک دوسرے کی روح میں
اترتے جا رہے تھے۔ زارا کی آنکھوں سے آنسو پانی کی
طرح بہہ رہے تھے۔ جانم!! تبریز زارا کو پکارتے اس کے
ماتھے پر لب رکھے۔

زارا نے نم مسکراتی آنکھوں سے تبریز کو دیکھا۔

تبریز کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔ تبریز کے بالوں
سے پسینہ گرتے زارا کی گردن پر قطرے گر رہے تھے۔

دونوں ایک دوسرے کو پھولے ہوئے سانس کے ساتھ
دیکھ رہے تھے۔

تبریز سیدھا ہوتے اسے اپنے سینے سے لگا گیا۔ اور ایک
دفعہ پھر بس کی پیشانی پر لپ رکھتے اس کی گردن سے
پینے کے قطرے صاف کیے۔

زل کو ہو اسپتال سے کل ہی ڈسچارج مل گیا تھا۔ شاہ میر
زل کو لیں کر کل ہی حویلی آ گیا تھا۔ سلطان پاشا اور از
بان واپس اسلام آباد چلے گئے تھے۔ زل کو بہت احتیاط
کرنے کے لیے ڈاکٹر نے بولا تھا۔

اور ڈائٹ کا بھی خاص خیال رکھنے کے لیے کہا تھا۔

حویلی میں کافی رونق لگی ہوئی تھی۔ حویلی کی عورتیں امان
اور میرال کے ساتھ مستی کرنے میں مصروف تھیں۔ اور
دوسرے نمبر والے شہزادے کو گھر کی بڑی عورتیں دیکھ
رہی تھیں۔ زرینہ اور رانیہ بیگم۔۔ شاہ میر زمل کو لیں کر
اوپر چلا گیا تھا۔ زمل کا بیٹھنا اس کی کنڈیشن کے

لیے بہتر نہیں تھا۔

ماشاء اللہ۔۔ ہماری حویلی میں رونق لگ گئی ہے۔ حاکم خان
اپنے پاس بچوں کے کھیلنے اور رونے کی آواز سنتے بولا۔ رو
شاہمیر کا شہزادہ رہا تھا۔ بھابھی ٹھنڈ ہے۔ اس وجہ سے یہ
رورہا ہے۔ اسے سردی لگ رہی ہے۔ روم میں لیں
چلیں۔۔ رانیہ اس چھوٹے شہزادے کے ہونٹ کپکپاتے
دیکھ کر بولی۔ لائے مورے میں لیں جاتی ہوں۔
ہیزل زرمینہ بیگم کے پاس آتے بولی۔ ٹھیک ہے بچے لیں
جاؤ۔ میں کچھ ہیلدی سا سوپ بنا کر بھیجواتی ہوں۔

زرمینہ بیگم بے بی کو ہیزل کی طرف بڑھاتے بولی۔ ہیزل
نے مسکراتے ہوئے بے بی کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔

اور اس کے ننھے سے ماتھے پر لب رکھے۔

اور اوپر کی طرف بڑھ گئی۔

ماشا اللہ آپ تو بہت پیارے ہو۔ ہیزل اس کی ڈارک
براؤن آنکھیں دیکھتے بولی۔

اور پھر سے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔

ہیزل روم میں داخل ہوئی۔ زمل آنکھیں موندیں لیٹی
ہوئی تھی۔ باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔

شاید شاہ میر شاور لیں رہا تھا۔ زل ہیزل نے زل کو
مدھم آواز میں پکارا جی بھا بھی!! زل ہیزل کی آواز پر
فورا آنکھیں کھول کر دیکھتے بولی۔ تمہارے شہزادے کو
لیں کر آئی ہوں۔ ہیزل مسکراتے ہوئے بولی۔ اوو!!
میرا شہزادہ آیا ہے۔ شاہ میر باتھروم سے نکلتے بولا۔

ویکم ٹوروم۔۔ بابا کی جان۔۔ شاہ میر بے بی کو اپنے
ہاتھوں میں لیتے بولا۔ اور اس کے سرخ گال پر لب
رکھے۔

میں آجاؤں روم میں۔۔ نامیشہ دروازے کے پاس
کھڑے بولی۔ اففف گڑیا۔۔ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔

ڈائریکٹ اندر آؤ۔ شاہ میر نامکیشہ کو دیکھتے مسکراتے
ہوئے بولا۔ حویلی میں چھوٹی ہونے کی وجہ سے سب
اسے گڑیا ہی بولاتے تھے۔

وہ مورے نے زمل بھابھی کے لیے باداموں والا دودھ
بھیجا ہے۔ نامیشہ شاہ میر کی طرف دودھ کا گلاس بڑھاتے
بولی۔ شکریہ !! بیٹا۔ شاہ میر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے
بولا۔ نامیشہ نے گھور کر شاہ میر کو دیکھا۔
بھائی میں آپ کا بیٹا نہیں گڑیا ہوں۔ نامیشہ منہ پھولائے
بولی۔ چھوٹے دیور جی۔

اب بڑے ہو گئے ہے۔ ہیزل شرارتی انداز میں بولی۔ بھا
بھی پہلے میں کیا چھوٹا تھا۔

شاہ میر ہیزل کو دیکھتے گھور کر بولا۔ ماشا اللہ!! قد میں
بڑے ہیں۔ پر عقل سے تھوڑے چھوٹے ہیں۔۔ ہیزل
کی بجائے زمل اپنے نچلے لب دانتوں تلے دباتے بولی۔

اچھا!! تمہارا شہزادہ بھی میری چھوٹی عقل استعمال کر کے
ہی دنیا میں آیا ہے۔

شاہ میر بے باکی سے بولتے زل کا چہرہ سرخ کر گیا۔
ہیزل اور نانیشہ کھڑی مسکرا رہی تھی۔ نانیشہ آپ میری
گڑیا ہی ہو۔ شاہ میر اس کے سر پر ہاتھ رکھنے کی بجائے
کندھے پر ہاتھ رکھا۔

ضرغام جو شاہ میر کے روم کے پاس سے گزر رہا تھا۔
نانیشہ کو وہاں کھڑے دیکھ روم میں ہی داخل ہوا۔

شاہ میر کا ہاتھ زل کے کندھے پر دیکھتے ضرغام فوراً سے آ
گئے ہوتے شاہ میر کا ہاتھ پکڑتے زور سے دبایا۔

میری نائکیشہ کو کوئی چھوٹے مجھے بلکل برداشت نہیں۔
ضرغام غصے سے بولا۔

کمینے میرا ہاتھ توڑ دیا۔۔ شاہ میر ضرغام کی جیلیسی خاصا
دانت پیستے ہوئے بولا۔

اففف!! ضر بھائی کا ہاتھ ٹوٹ جاتا تو۔۔ اپنے بے بی کو
کیسے اٹھاتے۔۔ نائیشہ اپنی سوچ بتاتے ہوئے بولی ہیزل
اور زمل نے مسکرا کر نائیشہ کے معصوم چہرے کو دیکھا۔
شاہ میر نے چھوٹی آنکھیں کر کے نائیشہ کو دیکھا۔

بھائی کی چچی!! تمہیں تو میں بتاتا ہوں۔ ضرغام اس کی
بات پر نفی میں سر ہلاتے بولا۔

ہم!! کیا بتائے گئے۔ ابھی بتائے نا۔

نامیشہ ایک دم جوش میں بولی۔

وہاں۔۔ میری بلی میاؤں میاؤں۔۔

بہت زبان لگ گئی ہے تمہاری۔۔۔ ضرغام شاہ میر کو

گھورتے بولا۔ جو کھڑا ہیں رہا تھا۔ چلو روم میں تمہاری

زبان تو میں نکالوں۔۔ ضرغام اس کا ہاتھ پکڑے باہر۔

کل گیا۔ اور جیلیسی کر لیے۔۔۔ بہن ہے میری۔۔۔ کچھ کیا

نا۔ تیرے بتیس کے بتیس دانت باہر نکال دوں گا۔ شاہ

میر پیچھے سے اونچی آواز میں بولا۔ تیری بہن کا تو میں اب
قیمہ بناؤں گا۔ ضرغام شاہ میر کی آواز سنتے سر دلہجے میں
بولا۔ میں چلتی ہوں۔۔ ہیزل مسکراتے ہوئے باہر نکل
گئی۔

میر میری بات سنیں۔۔ شاہ میر جو بے بی کوزل کے پاس
لیٹا رہا تھا۔ زل کی آواز سن کر فوراً بولا۔ جی میر کی
جان۔۔ بولے۔

میر مجھے پین ہو رہی ہے۔ کہاں پین ہو رہی ہے۔ شاہ میر
فکر مندی سے بولتے اس کے پاس بیٹھا۔

میری کمر میں درد ہو رہا ہے۔ مجھ سے اب اور لیٹا نہیں جا
سکتا۔ میں لیٹ لیٹ کر تھک گئی ہوں۔ زل روہانسی
شکل بنا کر بولی۔۔

میری جان۔۔ تمہائی کنڈ لیشن بہت حساس ہے۔ تم زیادہ
ٹائم بیٹھ نہیں سکتی۔ زیادہ نہیں دس منٹ کے لیے مجھے
بیٹھا دیں۔ ادو کے جان میر۔۔ شاہ میر نے اس کا سر
اٹھائے بیڈ کر اوآن سے تکیے سیٹ کیے۔ اور اسے سہارا
دیتے ٹیک لگوائی۔ چلو میری جان۔۔ بیٹھ تو گئی ہو۔ اب
دودھ فینش کرو۔

شاہ میر اس کی طرف دودھ کا گلاس بڑھاتے بولا۔ زمل
نے منہ بسور کر شاہ میر کو دیکھا۔ اس نے آنکھوں کے
اشارے سے دودھ پینے کا بولا۔ زمل ایک نظر شاہ میر کو
دیکھتے گلاس پکڑا اور اپنے لبوں سے لگائے چھوٹے
چھوٹے گھونٹ بھرتے پینے لگی۔

ہاشم ناشتہ کرنے کے بعد حویلی سے باہر کھڑا علینہ کا انتظار
کر رہا تھا۔ حویلی میں سب کو بتا دیا تھا۔ علینہ خود کو بڑی
رکھنے کے لیے ہو اسپتال جوائن کر لیا ہے۔ میں نے بھی
اسے اجازت دیں دی تھی۔ کسی کو کوئی بھی اعتراض نا

تھا۔ صرف عالیان خان کے اُن کا کہنا تھا۔ ہمارے گھر کی عورتوں کو جاب کرنے کی اجازات نہیں ہے۔

بابا وہ میرے ساتھ ہو اسپتال جائے گی۔ میں نے خود اسے

اجازات دی ہے۔ ہاشم دانت پیتے بول رہا تھا۔ وہ کیا بتاتا

ان کی بہو نے جیسی میں ہو اسپتال جوائن کیا تھا۔ ہاشم

پچھلے ہیں منٹ سے کھڑا علینہ کا انتظار کر رہا تھا۔ جو آنے

کا نام ہی نہیں لیں رہی تھی۔ ہاشم نے اپنے ہاتھ میں پہنی

برینڈ ڈواج پر نظر دوہرائی۔ پورے نو ہو گئے تھے۔ دس

بجے میٹنگ تھی۔ جہاں سب ہو اسپتال کے سٹاف کے

ساتھ اٹلی سے بھی ڈاکٹرز آنے تھے۔ اپنے کانوں میں

جب ٹک ٹک کی آواز پڑی۔ ہاشم نے سامنے دیکھا۔
آنکھیں حیرت سے

کھلی تھی۔ وہ ساکت سا کھڑا سامنے دیکھ رہا تھا۔ جو اپنی
مخصوص چال چلتی اسی کی طرف آرہی تھی۔ بلیک پینٹ
اور اس کے اوپر ڈھیلی سی شرٹ پہنے شرٹ کے اوپر
بلیک جیکٹ پہنے پاؤں میں بلیک اونچی ہیل بالوں کو کھلا
چھوڑے مسکراتے ہوئے ہاشم کی طرف بڑھ تھی۔

وہ لگ ہی اتنی پیاری رہی تھی۔ کوئی بھی دیکھتا تو اپنی
نظریں ہٹانا بھول جاتا۔

جیسے ہاشم علینہ کے سہر میں کھو گیا تھا۔ چلے مسٹر خان!!
علینہ ہاشم کو کھوئے دیکھ کر خان!! کو دیکھ مسکراتے
ہوئے بولی۔

ہاشم ہوش میں آتے اس کو بازو سے پکڑتے گاڑی سے
لگایا۔ تم ایسے ہی ہو سپیٹل جاؤ گی۔ ہاشم اس کو جوالہ مکھی
بنے دیکھ کر بولا۔

جی!! "علینہ کی طرف سے فقط جی کا جواب آیا۔" تمہاری
جی کی تو۔۔ چینج کر کے آؤ۔ میں نہیں چاہتا تمہیں اوپر
کوئی ایک نظر بھی ڈالیں۔۔ ہاشم غصے سے بولتے اس کے

بازو اپنی مٹھیوں میں دبائے۔۔ اور میں بھی نہیں چاہتی
کوئی آپ کو دیکھے۔ علینہ ہاشم کے ہاتھ جھٹکے غصے سے
گاڑی میں بیٹھی۔ اور بائے داوے!!

اس ڈریس میں کوئی خرابی نہیں۔ میں تو بالکل چینج نہیں
کروں گی۔ ہو اسپتال کے مالک کی بیوی ہوں۔ "سٹائل تو
جبتا ہے پھر" علینہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولی۔ ہاشم غصے
سے گاڑی پر ہاتھ مارا۔ اور چلتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پر
آکر بیٹھا۔ اور گاڑی سٹارٹ کی۔

پندرہ منٹ میں ہو سپیٹل کے اندر گاڑی آکر روکی۔ علینہ
گاڑی کا دروازہ کھولتے ایک ادا سے باہر۔ نکلے۔ سب کی
نظریں علینہ پر اٹھی۔ ہاشم نے دانت پیتے ہوئے سب کو
گھورا۔

اور علینہ کو اپنے ساتھ چلنے کا بولا۔

چلو اندر۔۔ وہ دونوں ایک ساتھ کوریڈور میں داخل
ہوئے۔ ریسپشن پر کھڑی اور اس کے ساتھ حمدان اور
باقی سٹاف منہ کھولے سب دیکھ رہے تھے۔ صرف
میرب کے جل بھن کر رہ گئی تھی۔ علینہ اپنی چال اور

خوبصورتی سے سب کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔

ہاشم کا صبر جواب دیں رہا تھا۔ اپنی ڈھیٹ بیوی کے
سامنے کچھ بول بھی نہیں سکتا تھا۔ اگر کچھ کہتا تھا جواب
ملتا تھا۔ ہاشم نے سرخ

آنکھوں سے ریسپشن کی طرف دیکھ۔ ہاشم کے ایک
نظر دیکھنے پر سب نے نظریں جھکالی۔ علینہ کی نظر
ریسپشن کے سائیڈ پر پڑی۔ جہاں ڈاکٹر علی ڈاکٹر ماریہ کو
کس کر رہا تھا۔ استغفر اللہ۔۔۔ علینہ نفی میں سر ہلاتے
بولی۔ ہاشم کی بھی نظر سامنے پڑ چکی تھی۔ پروہ اگنور کر
گیا تھا۔ مجھے سب میٹینگ روم میں ملو۔ ہاشم سرد آواز

میں بولتے میٹینگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ علینہ بھی اس کے پیچھے داخل ہوئی۔

میٹینگ میں پندرہ منٹ رہ گئے تھے۔ آہستہ آہستہ سارا سٹاف روم میں اکٹھا ہونے لگا۔ یہاں میں سے زیادہ ڈاکٹر ہاشم کے انڈر کام کرتے تھے۔ روم کافی بڑا تھا۔ سب لوگ اپنی مخصوص نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔ علینہ ہاشم کے ساتھ والی چئیر پر بیٹھی تھی۔

اسی اثنا میں دروازہ کھولتے خاص ہستیاں اندر داخل ہوئی۔ تین افراد تھے جو باہر اٹلی سے آئے تھے۔ یہ اٹلی

مشہور سر جن تھے۔ ہاشم نے ان کے ساتھ ہو سپیٹل
کھولنے کے پاٹرشپ کی تھی۔ اب جو ہو سپیٹل بنانا تھا۔
وہ پاکستان کے میرپور گاؤں میں بنانا تھا۔ گڈ مارنگ
سر۔۔ سب سٹاف نے اٹھ کر ویلکم کیا۔ سرویلکم ٹوون دی
بیسٹ سینٹر ہو سپیٹل ہاشم نے آگئے ہوتے ہاتھ ملایا۔ اور
مسکرا بولا۔

تھینکیو مسٹر ہاشم۔۔ آپ کا ہو سپیٹل دیکھ کر اندازہ ہو گیا
آپ کتنے قابل ڈاکٹر ہے۔ تھینکیو اتھین۔۔۔ ہاشم
مسکراتے ہوئے بولا۔ آپ کا بھی نام بہت سنا ہے۔ ہاشم
اور اتھین انگلش میں بات کر رہے تھے۔ یہ میرا سٹاف
ہے۔ ہاشم نے اتھین کے بیٹھنے پر اپنے سٹاف کی طرف

اشارہ کیا۔ ہیلو اوری ون۔۔ ایتھن سائل کے ساتھ
بولا۔

یہ میرا رائٹ ہینڈ ڈاکٹر براق۔۔ اور یہ میرا لیفٹ ہینڈ ڈاکٹر
ایڈم

ایتھن نے اپنے پاس بیٹھے اپنے خاص ساتھیوں کا تعارف
کروایا۔ ہاشم نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ملایا۔۔ اور یہ
پریٹی لیڈی کون ہے۔ ایتھن کی نظر جو کب سے ہاشم
کے بغل میں بیٹھی اس خوبصورت لڑکی پر تھی۔ ایتھن
پوچھ بیٹھا۔ مائے وائف۔۔ ہاشم اپنے ہاتھ کی مٹھی بناتے

ہوئے بولا۔ ہیلو۔۔ ایتھین نے علینہ کو مخاطب کیا۔ اور
اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ہائے۔۔ علینہ ابھی ہاتھ ملانے
کے لیے اٹھاتی ہاشم نے فوراً اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے
زور سے دبایا۔ علینہ نے گھور کر ہاشم کو دیکھا۔

جیسے کہنا چاہ رہی ہو یہ کیا حرکت ہے۔۔ سوری مسٹر
ایتھین میرے شوہر کے ہاتھ میں ہے میرا ہاتھ میں آپ
سے ابھی نہیں ملا سکتی۔ علینہ کی بات پر ہاشم کو کھانسی کا
دوڑا پڑا۔ علینہ سب کے سامنے ایسے بولے گی وہ حیران
تھا۔ باقی سب اپنی ہنسی دبانے کی کوشش میں لگے تھے۔

ڈاکٹر میرب سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی۔ جس دن
سے میرب نے ہو اسپتال جوائن کیا تھا۔ تب سے ہی وہ
ہاشم کے خواب دیکھنے لگی تھے۔ جو بھی پورے ناہونے
والے تھے۔ کبھی پورے ایتھین نے مسکراتے ہوئے
ہاتھ پیچھے کر لیا۔ ہاشم سریہ لیں پانی۔ ڈاکٹر میرب
موقعے کا فائدہ اٹھاتے پانی کا گلاس لیں کر ہاشم کی طرف
آئی۔ جو ابھی تک کھانس رہا تھا۔ علینہ نے غصے سے ڈاکٹر
میرب کو دیکھا۔ شکریہ۔۔ ہاشم اپنی بیوی کے چہرے پر
غصہ دیکھتے مسکراتے ہوئے پکڑا۔ اور اپنے لبوں سے
لگایا۔

علینہ کے ہاتھ سے پین چھوٹ کر زمین پر گرھا۔

جیسے وہ پکڑنے کے لیے جھکی۔

ٹیبیل کے نیچے دو ہاتھوں پر نظر پڑی۔ ہاشم اس کے سامنے فائل رکھتے بولا۔ جس کے اندر بہت ہی صاف پیپر تھے۔ ایتھین نے خاموشی سے سائن کر دیے۔

مسٹر ہاشم میں آپ کے اس ہو سپیٹل کے ساتھ بھی پائیر شپ کرنا چاہتا ہوں۔

سوری مسٹر ایتھین پر میں نہیں کرنا چاہتا۔۔ اوو کے۔۔ ایتھین مسکراتے ہوئے بولا۔ اوو کے ہم چلتے ہیں۔ ایتھین اٹھ کر ہاتھ ملاتے بولا۔ ہاشم نے بھی مسکراتے

ہوئے ہاتھ ملایا۔ ان سب کے جاتے ہی علینہ غصے سے
اٹھی۔۔ مسٹر ہاشم خان کیسا سٹاف تم نے رکھا ہوا ہے۔
لگتا نہیں یہاں مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ علینہ کے
اس طرح غصے سے بولنے پر سب نے ٹھٹھک کر دیکھا۔

علینہ یہ کیسی باتیں کر رہی ہو۔ میرا سٹاف بہت اچھا ہے۔
میں اپنے سٹاف کے بارے میں کچھ نہیں سن سکتا۔ ہاشم
سرد لہجے میں بولا۔ مسٹر ہاشم خان!! تمہارا ہو سپیٹل مجھے
بلکل پسند نہیں آیا۔ ہو سپیٹل کم

"love point"

زیادہ لگتا ہے۔ پہلی فرصت میں سٹاف بدلیں۔ ہاشم خان
دانت پیستے ہوئے اپنی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔ جو اس کے
ساتھ باقی سب کے بھی ہوش اڑا رہی تھی۔

علینہ پاگل ہو گئی ہو کیا۔ ہاشم اس کا بازو سائڈ پر لائے
بولا۔ پاگل میں نہیں آپ کا سٹاف ہے۔ کوئی کس کر رہا۔
کوئی کسی کے شوہر پر نظریں رکھ کر بیٹھا ہے۔ اور کوئی
ہاتھوں میں ہاتھ ڈالیں اپنی ہی مستیوں میں گم ہے۔
علینہ غصے سے بولتی سب کی طرف ایک نظر ڈالتی وہاں
سے واک آؤٹ کر گئی۔

سب سٹاف کی نظریں جھک گئی۔ ایکسیوزمی!! ہاشم بھی
بولتے علینہ کے پیچھے گیا۔ علینہ ہاشم کے کین میں داخل
ہوتے چکر لگانے لگی۔ ہاشم کا ڈاکٹر میرب کو مسکرا کر
دیکھنا اس کا دل جلارہا تھا۔ ہاشم کین میں داخل ہوا۔ غصے
سے علینہ کی طرف بڑھا۔ علینہ تمہیں سب کے سامنے
ایسا نہیں بولنا چاہیے تھا۔

ہاشم غصے سے بولتے اس کو دیوار کے ساتھ پن
کیا۔ "چھوڑو مجھے مسٹر خان"

علینہ اس کی گرفت پر غصے سے مچلتے ہوئے

بولی۔ علینہ میری بات کا جواب دو۔۔۔ جو میں نے دیکھا
بول دیا۔ علینہ بھیگی آواز سے بولی تھی۔ وہ چڑیل کیسے
آپ کو ہر وقت اپنی نظروں میں رکھتی ہے۔ مجھ سے
برداشت نہیں ہوتا ہے۔ اور آپ جان بوجھ کر مجھے
جلانے کے لیے اسے مخاطب کرتے ہیں۔
اور آپ کی ہمت کیسے ہوئی اس سے پانی کا گلاس پکڑنے
کی۔ علینہ غصے سے بولتی ہاشم کی شرٹ مٹھیوں دبوچی۔۔

اچھا!! اس لیے آگ بنی ہوئی ہو۔ ہاشم اس کی سرخ
آنکھیں دیکھتے بولا۔

اسے نکالے یہاں سے ورنہ میں چلی جاؤں گی۔ کہاں جانا
ہے تمہیں۔۔ ہاشم گھورتے ہوئے بولا۔۔ اپنی دادو کے
پاس۔۔ علینہ کی بات پر ہاشم کے اعصاب تنے۔ ماتھے
نیلی ویزا بھری۔۔ اور تمہیں لگتا ہے میں تمہیں جانے
دوں گا۔ ہاشم اس کے کان کی لو کو دانتوں میں دباتے
بولا۔۔ اور تمہیں سمعیہ خان کب سے یاد آنے لگی۔ ابھی
آئی ہے۔۔ علینہ ہاشم کو خود سے دور کرتے ہوئے
بولی۔

تو اس یاد کو یہی ختم کر دو۔ ہاشم اسے اپنی باہوں میں
اٹھاتے بولا۔ اور کیبن سے نکلتے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

سب ہاشم کو حیران نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ سرنے
خود بیوی لو پوائنٹ کھولا بیچار اسٹاف کیا کرے۔۔

مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا۔ مجھے جانے دیں پلیز۔۔
میرا یہاں دم گھٹتا ہے۔ مجھے یہاں خود کی چیچنیں سنائی
دیتی ہے۔ اپنا رونا یاد آتا ہے۔ مجھے جانے دیں۔
علیزے حمزہ کے سامنے اپنے چھوٹے ہاتھ جوڑتے بولی۔
حمزہ نے غصے سے بس کی سنہری گولڈن آنکھوں میں
دیکھا۔ وہ اس لڑکی کو سمجھا سمجھا کر تھک گیا تھا۔ کہ وہ
یہاں سے نہیں جاسکتی۔

پر اس کی چھوٹے سے دماغ میں بات بیٹھ ہی نہیں رہی
تھی۔ یہ اگر میں نے جانے دیا تو کہاں جاؤ گی۔ حمزہ نے
لفظ کیسے نکالے تھے۔ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ بیک
منٹ بھی نظروں سے اوجھل ہوتی تھی۔ اس کی جانتھی۔
اس کی جان پر بن آتی تھی۔ کہی بھی چلی جاؤں گی۔ پر
یہاں نہیں رہنا مجھے۔۔ عزیزے صوفے پر بیٹھتے بولی۔
آنکھوں سے آنسو ہر روز کی طرح ہی بہتے تھے۔ دو ہفتے
ہونے والے تھے اسے حویلی آئے ہوئے۔ پر اس لڑکی
کے آنسو رکتے ہی نہیں تھے۔ پتہ نہیں کہاں سے لاتی
ہے اتنے آنسو۔۔ حمزہ منہ میں بڑبڑاتے اس کے قریب
بیٹھا۔ اچھا!! یہاں نہیں رہنا۔

مشی کو پاستہ کھلانے کے بعد حمزہ اسے اس کے
روم میں چھوڑ کر کچن میں داخل ہوا۔

اور وہاں سے ٹرے اٹھائے کچن سے باہر نکلا۔ اور لاؤنج
میں داخل ہوا۔ زائمہ بیگم!! لاؤنج میں ہی بیٹھی تھی۔ حمزہ
کے ہاتھ میں ٹرے پکڑے وہ سمجھ گئی تھی۔ یہ کس کے
لیے لیں کر جا رہا تھا۔

ابھی حمزہ نے پہلی سیڑھی پر قدم ہی رکھا تھا۔ زائمہ بیگم
کے کہے گئے الفاظ پر اس کے آگے بڑھتے قدم وہی رُک
گئے۔

لگتا ہے۔۔۔ ڈاکٹر کے کورس کے ساتھ زن مریدی

کا بھی کورس کر کے آیا زرغان حویلی کا پوتا۔ مورے
بیوی ہی اتنی خوبصورت ہے۔ اور اوپر سے کم عمر بھی۔۔
زن مرید کیسے کہتے ہیں۔ "زرغان حویلی کے سب لوگ
دیکھے گئے۔"

حمزہ چہرے پر مسکراہٹ لائے بولا۔۔ زائمہ بیگم حمزہ کی
بات اور چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر اندر تک جل
اٹھی۔۔

حمزہ اوپر کی طرف بڑھ گیا۔

چڑیل کہی کی تجھے تو میں حویلی سے نکالوں گی۔
زائمہ بیگم غصے سے بولتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ
گئی۔

حمزہ روم میں داخل ہوا۔ علیزے اسے روم میں کہی نظرنا
آئی۔ حمزہ کے چہرے پر فکر مندی چھانے لگی۔ وہ جلدی
سے ٹرے سائیڈ پر رکھے واش روم کی طرف بڑھا۔ دروازہ
کھولا علیزے واش روم میں بھی نہیں تھی۔

حمزہ روم میں بنے ٹیرس کا دروازہ کھولا علیزے وہاں بھی
نہیں تھی۔

علیزے۔۔ کہاں ہو۔۔ حمزہ کے چہرے پر پریشانی صاف
دکھائی دے رہی تھی۔

حمزہ کو اپنا دل بند ہوتے ہوئے محسوس ہوا۔

دل میں درد سا اٹھا۔ حمزہ بھاگتا ہوا روم سے نکلا۔ اور ارد
گرد دیکھنے۔

علیزے۔۔ علیزے حمزہ اونچی آواز سے اس کا نام پکارنے
لگا۔

مشی کے روم کی طرف بڑھنے لگا۔ نہیں میں ابھی تو مشی
کو چھوڑ کر آیا تھا۔ علیزے وہاں کیسے ہو سکتی تھی۔ تبریز

جلدی جلدی سیر ڈھیاں اتر تالاؤنج میں آیا پاگلوں کی
طرح ارد گرد ڈھونڈنے لگا۔ علیزے تبریز لاؤنج عبور
کرتے داخلی دروازے سے باہر نکلا۔ اور لان کی طرف
بڑھا۔ لان میں داخل ہوتے سب سے پہلی نظر علیزے
پر ہی پڑی۔ جو لان میں بیٹھی مٹی سے کھیل رہی تھی۔
ہاتھوں میں مٹی پکڑے کچھ بنانے میں مگن تھی۔

حمزہ چلتا ہوا اس کے پاس آیا دیکھا علیزے مٹی کے برتن
بنائے سائیڈ پر رکھ رہی تھی۔ ہاتھوں کے ساتھ کپڑے
بھی مٹی سے بھرے پڑے تھے۔

حمزہ گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھا۔ اپنے پاس
مردانہ کلون کی خوشبو کو محسوس کر کے عزیزے نے سر
اٹھا کر حمزہ کو دیکھا۔ عزیزے کی بھیگی سرخ سنہری
آنکھیں دیکھ کر حمزہ کا دل ڈوب کر ابھرا۔
کیا وہ اتنی دیر سے روتی رہی ہے۔ حمزہ نے سوچ کر اپنا نچلا
لب دانتوں میں دبایا۔ عزیزے۔۔۔ حمزہ نے اس کے
مٹی سے بھرے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیے اور اس
کی دونوں ہتھیلیوں پر باری باری لب رکھے۔

عیزے کی حیرت سے آنکھیں پھیلی۔۔ وہ اس کے مٹی
سے بھرے ہاتھوں کو چوم رہا تھا۔ آپ کیا کر رہے ہے

گندے ہے میرے ہاتھ حمزہ کو پھر سے چومتے دیکھ کر
علیزے نے فوراً اپنے ہاتھ کھینچے۔

حمزہ نے گھور کر علیزے کو دیکھا۔ علیزے کا ہاتھ کھینچنا
بلکل اچھا نہیں لگا تھا۔ حمزہ نے پھر سے اس کے دونوں
ہاتھ پکڑے۔۔ علیزے میں ڈر گیا تھا۔ مجھے لگا تم مجھے حمزہ
بولتے بولتے خاموش ہو گیا۔

آپ کو لگا میں آپ کو چھوڑ کر چلی گئی ہوں۔ حمزہ کی
آدھی ادھوری بات علیزے نے مکمل کی۔ حمزہ نے اس
کی سنہری آنکھوں کی طرف دیکھا۔ جو اسے ہی دیکھ رہی

تھی۔ آنکھوں میں کوئی ایسے جذبات نہیں تھے۔ جو وہ
خود اس کے لیے محسوس کرتا تھا۔

تمہیں ایک منٹ کے لیے بھی خود سے دور نہیں کر سکتا۔
یہ دھڑکن تمہیں دیکھ کر ہی چلتی ہیں۔ حمزہ نے اس کا مٹی
سے بھرا ہاتھ پکڑے اپنے سینے پر رکھا۔ جو کل رفتار سے
دھڑک رہا تھا۔ عزیزے کو لگ رہا تھا۔ حمزہ کا دل نکل کر
جیسے ابھی اس کے ہاتھ میں آجائے گا۔

تمہیں کمرے میں ناپا کر یہ دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔ حمزہ
اس کا دوسرا ہاتھ پکڑے اپنے لبوں سے لگایا۔ عزیزے

نے دیکھا اس کے لبوں پر مٹی لگ گئی تھی۔ پر اس بندے
کے ماتھے پر ذرا بھی شکن نا آئی۔

علیزے کچھ دیر حمزہ کے چہرے کو دیکھتی رہی۔ اگلے ہی
پل اٹھ کر اس کی گود میں بیٹھی۔۔ میں آپ کو کبھی نہیں
چھوڑ کر جاؤں گی۔ حمزہ علیزے کے اس طرح گود میں
بیٹھنے میں پہلے حیران ہوا۔ وہ اس کے قریب خود سے آ
رہی ہے۔ حمزہ کا دل تو خوشی سے جھوم اٹھا۔ حمزہ نے اس
کے گرد جلدی سے حصار باندھتے اس کو خود کے ساتھ
لگایا۔

سائیں۔۔ آپ نے میرے لیے پاستہ نہیں بنایا۔

علیزے اس کے کندھے پر سر ٹکائے روتے ہوئے بولی۔

حمزہ کے لبوں پر گہری مسکراہٹ چھائی۔ اور اس کے

سائیں کہنے پر دل تو خوشی سے اُچھل آنے کو بے تاب ہو

رہا تھا۔ جو پہلے بولا تھا۔ وہ پھر سے کہنا۔۔ حمزہ اس کے

کان کے قریب جھکتے بولا۔ سائیں۔۔۔ علیزے مسکراتے

ہوئے بولی۔۔ اچھا!! سائیں کہنا کہاں سے سیکھ لیا میری

بیوی نے۔۔ حمزہ مسکراتے ہوئے بولا۔۔

مہمل آپنی نے بولا تھا۔ کہ آپ سے میرا نکاح ہوا ہے۔

تو آپ میرے شوہر ہے۔

میں پیار اور عزت سے آپ کو سائیں بھولاؤں۔

علیزے اپنی مٹی سے بھرے ہاتھ اپنے ہاتھوں سے مسلتے
بول رہی تھی۔

حزہ مسکراتے ہوئے اس کی بات سن رہا تھا۔

علیزے چھوٹی ہونے کے ساتھ ابھی بچوں والا ہی ذہن
رکھتی تھی۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں بہت کم لڑکیاں
میچور ہوتی ہے۔ پر علیزے کہی سے بھی میچور نہیں لگتی
تھی۔

اچھا اور کیا کیا بتایا مہمل بھا بھی نے۔۔ حمزہ اسے
مسکراتے دیکھ کر بولا۔۔ اور کچھ بھی نہیں۔۔ کیا اور
بھی بتانا تھا۔ عزیزے اپنے چھوٹے سے دماغ پر زور ڈالتے
بولی۔۔ حمزہ کو اس پر ٹوٹ کر پیار

آیا۔ سائیں کی جان!! بتانا تو بہت کچھ ہے۔ اب وہ مہمل
آپی نہیں میں بتاؤں گا۔۔ حمزہ بے باکی سے بولتے اس
کے گال کو اپنے دانتوں سے کھینچا۔ عزیزے کی ہلکی سی
سسکی نکلی۔ آپ کیا بتائے گئے۔ عزیزے اپنے گال پر درد
محسوس کرتے بولی۔ وقت آنے پر بتا دوں گا۔ ابھی بتا

دیا۔

تمہاری نازک جان برداشت نہیں کر پائے گی۔ حمزہ
مسکراتے ہوئے بولا۔ آپ نے پاستہ بھی نہیں کھلایا۔
مجھے بھوک بھی

نہیں برداشت ہو رہی۔۔ عزیزے روہانسی شکل بناتے
ہوئے بولی۔

سائیں کی جان۔۔۔ سپیشل آپ کے لیے پاستہ بنایا ہے۔
چلو آؤ ابھی کھلاتا ہوں۔ وہ بھی اپنے ہاتھوں سے۔۔۔ حمزہ
بولتے اسے اپنی باہوں میں اٹھا گیا۔ سائیں۔۔۔ مجھے نیچے
اتارے۔۔۔

میرے کپڑے گندے ہے۔ آپ کے بھی گندے ہو
جائے گئے۔ عزیزے سرخ چہرے کے

ساتھ بولی۔ سائیں کی جان۔۔۔ میرے کپڑے پہلے ہی
پہلے گندے ہو گئے ہیں۔ اب کوئی فائدہ نہیں۔۔۔ اب

ساتھ مل کر شاور لیں گئے۔ وہ فائدے میں ہے۔ حمزہ
اسے اندر لیں کر بڑھتے بولا۔

مجھے آتا ہے شاور لینا۔ میں خود ہی لیں لوں گی۔
علیزے حمزہ کی آنکھوں میں دیکھتے

بولی۔ ہم !! پر مجھے تو تمہارے ساتھ ہی لینا ہے۔

حمزہ اس کے ماتھے پر لب رکھتے بولا۔ سیڑھیاں چڑھتے
اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ پاؤں کی مدد سے
کھول کر اندر داخل ہوا۔

اور سیدھا ہاتھ روم کی طرف لیں کر بڑھ گیا۔ ہاتھ روم میں
داخل ہوتے علیزے کو شاور کے نیچے کھڑا کیا۔
اور خود شاور کانل اون کرنے کے لیے آگئے جھکا۔
علیزے موقعے کا فائدہ اٹھاتے حمزہ کے بازو کے نیچے سے
نکل کر دروازے کی طرف بڑھی۔ اس سے پہلے علیزے
باہر نکلتی حمزہ اس کے پیٹ سے پکڑتے اپنے ساتھ لگایا۔
کہاں سائیں کی جان۔۔۔ حمزہ اسے واپس شاور کے نیچے
کھڑا کرتے بولا۔

مجھے آپ کے ساتھ نہیں شاور لینا۔۔ گندے لوگ مل کر
شاور لیتے ہیں۔ میں گندی تھوڑی ہوں۔ حمزہ علیزے کی
بات سنتے نفی میں سر ہلایا۔ علیزے میری جان۔۔ ہم
گندے لوگ نہیں ہے۔ "میں شوہر ہوں تمہارا"۔۔ ہم
لیں سکتے ہے "شاور مل کر۔۔"

جو نکاح کیے بغیر اس طرح کی حرکتیں کریں۔ "وہ لوگ
گندے ہوتے ہیں"۔ ہم تو نکاح میں ہیں۔ ہم شاور لیں
سکتے ہیں۔ حمزہ اسے صاف لفظوں میں سمجھاتے بولا۔

علیزے غور سے حمزہ کی بات سُن رہی تھی۔ حمزہ نے
مسکراتے ہوئے شاور اون کیا۔ جیسے ہی پانی علیزے کے
اوپر گڑھا۔

علیزے ایک جھٹکے سے حمزہ کے سینے میں سمائی۔ پانی اتنا
ٹھنڈا تھا۔ علیزے چند قطروں سے ہی کانپ اٹھی۔

سائیں اتنا ٹھنڈا پانی ہے۔ علیزے حمزہ کے سینے سے کی
بولی۔ ابھی گرم آنے لگ جائے گا۔۔ میرا بچہ۔۔ حمزہ
اسے شاور سے پیچھے کرتے بولا۔ اور ہاتھ شاور کے نیچے
کیا۔ پانی اب گرم آنا سٹارٹ ہو گیا تھا۔ حمزہ علیزے کی
فراک کی زپ پکڑے کھولنے لگا۔ علیزے کی دھڑکنے
تیزی سے چلنے لگی۔

پہلے جو سردی سے کانپ رہی تھی۔ اب ہتھیلیاں پینے
سے بھگتے محسوس ہو رہی تھی۔

آپ میرے کپڑے اتارے گئے۔۔ علیزے سرخ
چہرے کے ساتھ معصومیت سے بولی۔۔

ہم!! سائیں کی جان اتار چکا ہوا۔ علیزے کو پتہ ہی نہیں
چلا۔ حمزہ اس کی فراک اتاریں۔ اس کے چہرے کے
سامنے کی علیزے منہ کھولے کبھی فراک کو کبھی حمزہ کو
دیکھ رہی تھی۔ یہ آپ نے۔۔ علیزے سے اب شرم کے
مارے کچھ بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔ حمزہ اس کے چہرے کے
آتے جاتے رنگ دیکھ کر اپنی ہنسی کو دوبارہ ہاتھ۔ حمزہ اس
کے بال پیچھے کرتے اس کی گردن پر لب رکھے۔۔
علیزے نے تڑپ کر حمزہ کی شرٹ مٹھیوں میں

دبوچی۔۔ آپ بہت گندے ہیں۔۔ عزیزے اس کی
شرٹ کو مٹھیوں میں پکڑتے سسکی لیتے بولی۔ حمزہ کا قہقہہ
باتھروم کی دیواروں کو ہلانے کے لیے کافی تھا۔ ابھی
گندی والی حرکتیں تمہارے سائیں نے کی نہیں۔

حمزہ بے باکی سے بولتے تھوڑا جھکتے ہوئے اس کی
دھڑکنوں کے پردے کو کھسکائے وہاں دانت
گھاڑے۔۔ عزیزے کی درد بھری چیخ باتھروم میں
گو نجی۔۔۔

حمزہ سراٹھائے اسے دیکھنے لگا۔ اتنی زور سے کائی نہیں
جتنی زور سے چینی تھی۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔ عزیزے تھوڑی سی آنکھیں
کھول کر دیکھتے بولی۔

اپنی ڈرامے باز بیوی کو دیکھ رہا ہوں۔ حمزہ اسے پوچھنے پر
دانت پیستے ہوئے بولا۔ میں نے کوئی ڈرامہ نہیں کیا۔
آپ نے اتنی زور سے کاٹا ہے۔ عزیزے اپنی دھڑکنوں کی
طرف اشارہ کرتے بولی۔

اففف!! سائیں کی جان!! ایسی حرکتیں کر کے بہکا رہی
ہو۔

حمزہ اس کی حرکت پر ٹونٹ کرتے بولا۔۔ آپ دودھ
پیتے بچے ہے۔ جو بہک رہے ہیں۔ عزیزے گھورتے
ہوئے بولی۔

تمہارے ساتھ رہتے بچہ ہی بن جاؤں گا۔ ڈونٹ وری
بے بی۔۔۔

حمزہ اس کے بالوں میں شیمپو لگاتے بولا۔
عزیزے خاموشی سے آنکھیں بند کر گئی۔
حمزہ نے مسکراتے ہوئے اس کے بالوں کو واش کرنے
لگا۔

صابن میں خود لگالوں گی۔۔ عزیزے حمزہ کے ہاتھ سے
صابن پکڑتے بولی۔ سائیں کی جان۔۔۔ لگالو۔۔ بعد میں
یہ بھی موقع نہیں ملنے۔ حمزہ مسکرا کر بولا۔

نہا کر جلدی باہر جانے آؤ۔ میں تمہارے کپڑے پکڑاتا
ہوں۔ حمزہ بولتے باہر نکل گیا۔ پہلے ساتھ والے روم سے
خود فریش ہو کر آیا۔

عیزے کو اس کے کپڑے پکڑاتے۔۔ پاستہ کی پلیٹ
اٹھائے کچن کی طرف بڑھ گیا۔ پاستہ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ دس
منٹ بعد حمزہ گرم کیا ہوا پاستہ پکڑے روم میں داخل
ہوا۔۔ عزیزے کو کمبل میں دبکے پایا۔

علیزے تمہارا پاستہ۔۔ حمزہ اس کے پاس بیٹھتے بولا۔
علیزے فوراً اٹھ کر بیٹھی۔۔

سائیں!! آپ نے میرے لیے بھی رکھا تھا۔ علیزے
بچوں کی طرح چہکتے ہوئے بولی۔

اور کسی کے لیے بھی رکھنا تھا۔ حمزہ اس کی سوچ پر افسوس
سے بولا۔

نہیں۔۔ وہ مجھے لگا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ تو
آپ نے مشی کے لیے بنایا ہو گا۔ علیزے پلیٹ میں پیچ
چلاتے بولی۔ میں ناراضگی میں بھی اپنی بیوی کی پسندیدہ
چیز نہیں بھول سکتا۔

حمزہ اس کی پیشانی پر لب بولا۔ آپ بہت اچھے ہیں۔
سب سے الگ ہے۔ اس حویلی۔۔ کے لوگوں کی طرح
بلکل نہیں ہے۔ عزیزے بھیگی آواز سے بولی۔
عزیزے۔۔۔ اب رونے ناگ جاننا۔۔ حمزہ اس کے گیلے
بالوں میں انگلیاں پھنساتے بولا۔

عزیزے نے مسکراتے ہوئے حمزہ کو دیکھا۔
حمزہ نے کانٹے سے بھرا پاستے کا نوالہ اس کے منہ کی
طرف بڑھایا۔
عزیزے نے مسکراتے ہوئے منہ کھولا۔ اور کھانے لگی۔
واؤ۔۔۔ یہ تو بہت مزے کا بنایا ہے۔

میرے لالا سے بھی بہت مزے کا۔ علیزے حمزہ کے
ہاتھ سے کانٹا پکڑتے خود سے کھانے لگی۔ حمزہ مسکراتے
ہوئے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اتنے دنوں بعد اس
کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھتے حمزہ کے دل کو جیسے سکون
پہنچ رہا تھا۔ اب وہ اسے سب سے جو حویلی سے دور لیں
کر جانا چاہتا تھا۔ جب تک حویلی کے لوگ اسے قبول
نہیں کر لیتے۔۔۔ تب تک اسے واپس نہیں لیں کر آنے
والا تھا۔

شاہ آپ کب آئے گئے۔ آپ کا بے بی یاد کر رہا ہے۔
آئزہ عاصم کے ساتھ ویڈیو کال پر بات کر رہی تھی۔
عاصم کو دو دن ہو گئے تھے۔ اسلام آباد گئے ہوئے۔ نور

کی طبیعت کی وجہ سے اسے جانا پڑا۔ بالاج کے اٹلی جانے
کے بعد احمد بھی ایک ہفتے کے بعد اسلام آباد آگیا تھا۔
نور اور احمد کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی جیسی رحمت سے نوازا تھا۔
نور کی طبیعت زیادہ بگڑنے کی وجہ سے عاصم کو جانا پڑا۔
نور کو بہن بنایا نہیں تھا۔ بہنوں کی طرح پیار اور وہ مقام
بھی دیا ہے۔ جو ماہی کو دیا ہو ہے۔ وہ کیسے نا اپنی بہن کی
خوشیوں میں شریک ہوتا۔ نور دو دن سے ہو سپتال میں
ہی ایڈمٹ رہی تھی۔ آج صبح ہی ڈسچارج ملا تھا۔ تو احمد
اسے گھر لیں آیا۔ عاصم تھوڑی دیر احمد کے فلیٹ پر
روکا۔ پھر اپنے مینشن آگیا۔ سوات جانے سے پہلے رہا
کرتے تھے۔

عاصم شاہ اپنے روم میں لیٹا سو رہا تھا۔
جب آئزہ کی کال آئی۔

شاہ کی جان۔۔ بے بی یاد کر رہا ہے یا بے بی کی ماما۔۔ عاصم
شاہ اس کا بجھا ہوا چہرہ دیکھ کر بولا۔ جو دنیا میں ابھی آیا
نہیں وہ کیسے یاد کر سکتا تھا۔ عاصم آئزہ کے پاگل سے
سوال پر مسکرائی جا رہا تھا۔

شاہ۔۔ مجھے نیند نہیں آتی آپ کے بنا۔۔ یہ دیکھیں میری
آنکھیں لال ہو رہی ہے۔ بہت نیند آرہی ہے۔ مجھے آپ

کے ساتھ ہی لیٹ کر سونا ہے۔ آئزہ کیمرے کے پاس
عاصم کو اپنی آنکھیں دیکھاتے بولی۔

عاصم اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر پیشانی پر بل پڑے۔
اور غصے سے گھورنے لگا۔ اگر اسے کہی اور جانا پڑ گیا۔ کہی
دور جانا پڑ گیا۔ یہ پاگل لڑکی ایسے ہی راتوں کو جاگا کرے
گی۔ عاصم کو شدید غصہ آنے لگا۔

آئزہ تمہیں اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیے۔

اس طرح جاگنا تمہارے لیے اچھا نہیں ہے۔

عاصم سرد لہجے میں بولا۔

شاہ۔ میں نے سونے کی بہت کوشش کی۔

پر مجھے نیند ہی نہیں آئی۔ پلیز۔ شاہ آجائے نا۔ مجھے
سونا ہے۔ وہ بھی آپ کے ساتھ۔ آئزہ اب آنکھوں
میں آنسو لیں کر بولی۔ آئزہ۔ اگر میں آج بھی نا آیا
تو۔۔ اسی طرح جاگتے گزار دو گی۔

عاصم اس کے آنسوؤں کی پرواہ کیے بغیر غصے سے بولا۔

شاہ۔۔ آپ مجھے ڈانٹ رہے ہیں۔۔ آپ نا آئے میں

نہیں سونے والی۔۔ آئزہ ہچکی لیتے بولی۔

عاصم شاہ اپنے نچلے لب کو دانتوں میں لیتے بے دردی سے

کچلا۔ اس کو عادتیں ڈالنے والا بھی تو یہی تھا۔ اب کوئی

فائدہ نہیں تھا آئزہ کو ڈانٹنے کا۔

شاہ کی جان۔۔ میری طرف دیکھو۔۔ اپنے شاہ کی طرف

دیکھنا۔۔

عاصم آئزہ کے جھکے سر کو دیکھتے نرم لہجے میں بولا۔ جو
تھوڑی دیر پہلے غصہ آیا تھا۔ آئزہ کے آنسو دیکھ کر ہوا کی
طرح غائب ہوا۔ میں نہیں دیکھو گی۔ اوپر سے نیند نہیں
آ رہی اوپر سے آپ ڈانٹ رہے ہے۔

آئزہ اپنی سرخ آنکھیں مسلتے بولی۔۔ سرویسے ہی جھکا ہوا
تھا۔

اچھا سوری۔۔ یہاں دیکھو۔۔ عاصم فکر مند لہجے میں
بولا۔ آئزہ نے اپنی پلکوں کی جھالراٹھا کر عاصم کی طرف
دیکھا۔ گڑبچہ۔۔ عاصم مسکراتے ہوئے بولا۔

شاہ کی جان۔۔ یہ دیکھو۔۔ میں نکلنے لگا ہوں۔ عاصم پاس
پڑی شرٹ اٹھائے پہنتے بولا۔ جھوٹ بول رہے نا۔
آرہ ڈبڈبی آنکھوں سے

محبت بولی

میں اپنی بیوی سے جھوٹ کیوں بولوں گا۔

عاصم ڈریسنگ سے گاڑی کی چابی اپنے ہاتھ میں سے باہر
نکلتے داخلی لیتے بولا۔ اور روم سے دروازی کی طرف

بڑھا۔ شاہ آپ واقعے میں آرہے ہیں۔ نیند نا آنے پر
اپنے شوہر کو کال کر کے بولاتی ہوئی وہ۔۔۔

میری بیوی مجھے بولائے۔۔ اور میں نا آؤں۔

ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ اب سونے کی کوشش بھی مت
کرنا۔ تمہارا شاہ آکر سولائے گا۔ وہ بھی اپنے طریقے
سے۔ مجھے آپ کا ہر طریقہ منظور ہے۔ بس مجھے آپ کے
ساتھ لپٹ کر سونا ہے۔ آئہ بے باک ہوتے شرارت
سے بولی۔

ضرور بیگم!! ضرور۔۔ بس کچھ گھنٹوں میں تمہارے در
پر۔۔

پھر لیٹ کر ہی نیندیں پوری کریں گئے۔ عاصم آترہ کے
بے باک انداز پر آنکھ دباتے بولا۔

اچھا ٹھیک ہے۔ میں ویٹ کر رہی ہوں۔۔ آترہ
مسکراتے ہوئے بولی۔

مسکراؤ بیگم!! پھر مسکرا نے کاٹائم بھی نہیں ملنا۔ عاصم
نے بولتے کال بند کی۔۔ دوسری طرف کال بند ہونے

پر آئزہ نے گھور کر موبائل کو دیکھا۔ جواب سنے بنا ہی
کال بند کر دی۔۔ آئزہ بیڈ کر اوٹن سے ٹیک لگاتے
بولی۔۔

مجھے پکڑ کر دکھائے۔۔ میں آپ کے ہاتھ بلکل نہیں
آنے والی۔۔ میری جان آرام سے چوٹ لگ جائے گی۔
میرال کے بابا آپ مجھے پکڑ کر دکھائے۔۔ ہیزل مسلسل
لان میں بھاگ رہی تھی۔ میرال بے بی کاٹ میں لیٹی
اپنی ماما اور بابا کو دیکھ کے اپنے ننھے ہاتھوں سے تالیاں بجا
رہی تھی۔ جان بہرام اگر میں نے پکڑ لیا۔۔ تو مجھے کیا

ملے گا۔ بہرام ہیزل کے پیچھے مسلسل بھاگتے ہوئے
بولا۔۔

پہلے پکڑ کر تو دکھائے۔۔ ہیزل چہکتے ہوئے اونچی آواز
سے بولی۔۔

ہیزل یہاں آؤ۔۔ دیکھو میرا لہی رہی ہے۔ بہرام
میرا لہ کے پاس رکھتے بولا۔۔ میرا لہ اپنے بابا کو دیکھتے
بولانے کی کوشش کرنے لگی۔

خان۔۔۔ میں یہاں سے بھی دیکھ سکتی ہوں۔۔۔ اگر میں
وہاں آئی۔ آپ مجھے پکڑ لیں گئے۔ ہیزل مسکراتے
ہوئے بولی۔ سمجھدار ہو گئی ہو۔ بہرام ہیزل کو گھورتے
بولا۔ میں پہلے ہی سمجھدار تھی۔۔۔ ہیزل بہرام کی طرف
قدم بڑھاتے بولی۔۔۔

بابا کی جان۔۔۔ ہم روم میں چلتے ہیں۔ آپ کی ماما کا
بھاگنے کا شوق پورا ہو گا۔ خود ہی آجائے گی۔۔۔ بہرام
میرال کو اٹھائے اندر کی طرف بڑھنے لگا۔ خان۔۔۔ میں آ
رہی ہوں۔۔۔ ہیزل بہرام کی طرف بھاگتے ہوئے بولی۔

تو آ جاؤ۔۔ ہم تو چلے اپنے روم میں بہرام میرال کے
پھولے پھولے گال پر لب رکھتے بولا۔۔۔ خان۔۔۔
روکے نامیں آرہی ہوں۔۔ خان۔۔۔ ہیزل بھاگتے
ہوئے بہرام کا بازو پکڑنے کی کوشش کی۔۔۔

پر اس سے پہلے ہیزل کا پاؤں ٹائل پر لگا۔ جس کی نوک
نکلی ہوئی تھی۔

ہیزل کی چیخ باہر لان میں گونجی۔۔۔ بہرام کے قدم
ہیزل کی چیخ پر روکے۔ اور پلٹ کر ہیزل کو دیکھا۔ جو
زمین پر بیٹھی زور و قطار رو رہی تھی۔

ہیزل میری جان۔۔۔ بہرام بھاگتے ہوئے ہیزل کی
طرف بڑھا۔ جو پاؤں پکڑے رو رہی تھی۔ بہرام کی نظر
اس کے پاؤں پر پڑی۔۔۔ ناخن بری طرح ٹوٹ گیا تھا۔
جس کے باعث پانی کی طرح خون بہتے سفید ٹائل سرخ
کر گیا تھا۔

بہرام ہیزل کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھا میرال کو ایک
بازو سے اٹھائے اپنے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ ہیزل میری
جان۔۔۔ بہرام اسے اونچی آواز میں روتا دیکھ کر فکر
مندی سے پکارا۔

اپنی ماما کو روتے دیکھ کر میرا ل بھی رونے لگی اور ساتھ
ساتھ اپنے بابا کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

خان۔۔۔ میرا ناخن اتر گیا۔۔۔ میری جان نکل رہی ہے۔
ہیزل ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی۔۔۔ بہرام نے
موبائل نکالتے ضرغام کو کال کی۔ حویلی میں اس وقت
ضرغام اور شاہ میر تھے۔

شاہ میر زمل کے پاس تھا۔ اس لیے ضرغام کو کال کی۔ جو
پہلی ہی رنگ میں اٹھالی گئی۔ ضرغام جلدی نیچے آؤ۔۔

باہر لان کی طرف بہرام نے بول کر کال بند کی۔۔۔
دوسری طرف ضرغام کال بند ہونے پر۔۔ اپنے روم سے
نکلے بھاگتا ہوا نیچے آیا۔۔ اور جلدی سے لاؤنج سے نکلتے
باہر کی طرف بڑھا۔

جہاں بہرام ہیزل کے قریب بیٹھا ہوا نظر آیا۔ کیا ہوا
لالا۔۔۔ ضرغام ان کے پاس پہنچتے ہوئے بولا۔۔ ہیزل
کے پاؤں سے نکلتا خون دیکھ کر سمجھ گیا تھا۔ لالا۔۔ میرہ
کو مجھے پکڑا دیں۔۔ ضرغام بہرام سے میرال کو پکڑتے
بولا۔۔۔ جو اپنی ماما سے زیادہ رورہی تھی۔۔۔ ضرغام کے
پکڑتے ہی بہرام نے ہیزل کو اپنی باہوں میں اٹھایا۔۔

اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ ضرغام بھی میراں کو لیں
کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔ ضرغام بہرام کے کمرے کی
بجائے اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔

پیاری میرہ۔۔۔ ضرغام اس کے گال پر لب رکھتے
بولا۔۔۔ جیسے ہی روم میں داخل ہوا۔۔۔ نائیشہ جو بیڈ پر
بیٹھی تھی۔ ضرغام کی باہوں میں میراں کو دیکھتے بھاگتے
ہوئے ان کی طرف بڑھی۔۔۔

خان بہت درد ہو رہا ہے۔ ہاتھ نالگائے۔ ہیزل ہچکیوں
سے روتے ہوئے بولی۔ اور پاؤں کو مسلسل پیچھے کر رہی

تھی۔ ہیزل مجھے دیکھنے دو۔۔ خون دیکھو کیسے نکل رہا
ہے۔ بہرام نے نیچے زمین پر خون کے قطروں کی طرف
اشارہ کرتے بولا۔۔

ہیزل خون دیکھ کر اور اونچی آواز سے رونے لگی۔ بہرام
نے چہرہ اٹھا کر ہیزل کی طرف دیکھا۔ جو بچوں کی طرح
رورہی تھی۔ اففف ہو خانم !! ایسے ہی روتے ہوئے رات
گزارنی ہے۔ بہرام اپنا ہاتھ اس کے پاؤں کی طرف
بڑھاتے بولا۔

خان۔۔۔ نہیں ہیزل نے چیختے ہوئے پاؤں کو پیچھے کیا۔
پر بہرام کہاں رکنے والا تھا۔ ہیزل کے آنسو دیکھ کر وہ
خود تڑپ رہا تھا۔ آدھے گھنٹے سے وہ رہ رہی تھی۔ بہرام
نے ہیزل کا پاؤں پکڑے اپنے گھٹنے پر رکھا۔ بہرام ہیزل
کا ہاف اتر اہو اناخن دیکھ کر قرب سے آنکھیں باف اتر
ہو ابند کی۔ ہیزل پیچھے بیڈ پر ہاتھ رکھے اوپر چہرہ اٹھائے
آنکھیں بند کی ہوئی تھی۔ پر آنکھوں سے مسلسل ایسے
ہی آنسو بہہ رہے تھے۔ بہرام نے پاس ہی ڈرار سے نیل
کٹر پکڑے ہیزل کا ناخن کٹ کیا۔ جو اتر اہو ا تھا۔ درد کی
وجہ سے ہیزل کی دردناک چیخ گونجی۔۔ ہیزل میری
جان۔۔۔ اب درد نہیں ہو گا۔ بہرام نے ہیزل کے

پاؤں پر لب رکھے۔۔ ہیزل نے آنسوؤں سے تر آنکھوں
سے بہرام کی طرف دیکھا۔ جو ابھی تک اپنے لب اس
کے پاؤں پر رکھے ہوئے ہوئے تھے۔

خان۔۔۔ ہیزل نے مدھم آواز سے بہرام کو پکارا۔۔۔

خان آپ میرے پاؤں کیوں چومتے ہیں۔ ہیزل ہچکی لیتے
بولی۔۔۔ تمہارے ان پیروں پر زخم دیکھتا ہوں تو تمہارا
تڑپنا یاد آ جاتا ہے۔ یہ گلٹ میری زندگی کا حصہ بن گیا
ہے۔ جو میں نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔ اب ان پیروں

پراتنی سی بھی خراش نہیں برداشت کر سکتا۔ بہرام
ہیزل کی آنکھوں میں دیکھتے شر مندہ سا بولا۔۔۔

خان۔۔۔ وہ سزا میری زندگی میں لکھی تھی۔ اس میں
آپ کا کوئی قصور نہیں۔ میں سب بھول چکی ہوں۔ آپ
بھی بھول جائے۔

ہیزل با مشکل درد برداشت کرتے بہرام کی آنکھوں میں
دیکھتے بولی۔ ہیزل تم بہت اچھی ہو۔ میں بہت خوش
قسمت ہوں۔ کہ اللہ نے تمہارے جیسی عورت کو میری
زندگی کا حصہ بنایا۔ میں اس پر وردگار کا جتنا شکر ادا کروں

اتنا ہی کم ہے۔ بہرام ہیزل کے دونوں ہاتھوں کی پشت پر
لب رکھتے بولا۔۔ میرے بہرام بھی بہت اچھے ہیں۔۔
ہیزل چہرے پر مسکراہٹ لائے بہرام کے گال پر پیار
کرتے ہوئے بولی۔۔۔

اچھا اچھا۔۔ باتوں میں لگا رہی ہو۔ پہلے ڈریسنگ تو کروالو۔
بہرام پاس پڑے فرسٹ ایڈ باکس سے کاٹن نکالتے
ہیزل کا انگوٹھا صاف کرنے لگا۔ صاف کرنے کے بعد
مرہم لگائی اور پیٹی کر کے ہیزل کی طرف دیکھا۔ جو اسے
ہی ڈبڈبی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

بہرام اسے ایک نظر دیکھتے انگوٹے پر لب رکھے۔

اور مسکراتے ہوئے اٹھ کر اسے سیدھے سے بیڈ پر
لٹایا۔۔

خان۔۔۔ میرال کو لیں کر آئے نا۔۔۔ ہیزل میرال کو
یاد کرتے بولی۔ ضرغام کے پاس ہے۔ خود ہی دیں جائے
گئے۔

تم ریٹ کرو۔۔ میں تمہارے لیے جو س لیں کر آیا۔
بہرام ہیزل کے بالوں میں انگلیاں چلاتے بولا۔۔
خان۔۔۔ مجھے ابھی نہیں پینا۔۔ آپ میرے ساتھ لیٹ

جائے۔۔ جو س بعد میں پی لوں گی۔ ہیزل نم آنکھوں
سے بولی۔۔

خان کی جان۔۔ لگتا ہے کافی گہری چوٹ لگ گئی ہے۔
میری بیگم!! جو اپنے پاس آنے کی خود سے دعوت دے
رہی ہے۔ بیگم!! از یوش۔۔ ویسے بھی مجھے وٹامن آر کی
کمی بہت ہو رہی ہے۔

بہرام بے باکی سے بولتے ہیزل کے ساتھ لیٹا۔ اور اسے
خود لک ساتھ لگایا۔ ہیزل کا دماغ وٹامن آر پر ہی اٹک
گیا۔ بہرام رومانس کی بات کر رہا تھا۔ آپ اپنے وٹامن

آر کو قابو میں رکھے۔ میرا موڈ نہیں ہے یہ سب کرنے
میں۔۔۔

تمہارا موڈ ہوتا ہی کب ہے بیگم!! موڈ تو میں بناتا ہوں۔
بہرام بے باکی سے بولتے ہیزل کے کندھے سے شرت
کھسکائی اور اس کی سٹریپ پر لب رکھے۔۔۔۔ ہیزل نے
زور سے آنکھیں بند کی۔۔ تمہارے بدن پر یہ کپڑے
بہت رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔۔ بہرام ہیزل کو اپنے
ساتھ لگائے پیچھے سے اس کی زپ کھولی۔۔

میرال کے آنے سے آپ کچھ زیادہ نہیں بے شرم ہو
نگے۔ ہیزل دانت پیستے ہوئے بولی۔۔ بہرام کا قہقہہ روم
میں گونجا۔ بیٹی آگئی ہے۔۔ اب بیٹے کو اس دنیا میں لانے
کے لیے ایکسٹریول کارومانس کرنا ہے۔ بہرام نے
ہیزل کو سب پردوں سے آزاد کرواتا۔۔ بے باکی سے
دیکھتے بولا۔۔ بہرام کی بات پر ہیزل کا چہرہ سرخ پڑا۔
بہرام نے جھکتے ہیزل کی دھڑکنوں کو اپنے لبوں سے
چھوتے سک کرنے لگا۔ بہرام کے اتنے سے عمل پر
ہیزل تڑپ اٹھی۔۔ بہرام ایک ہاتھ دوسری دھڑکن پر
رکھے اور دوسرا اپنے منہ میں لیے اسے تڑپا رہا تھا۔ ہیزل
مسلسل بہرام کو پیچھے کر رہی تھی۔ پر بہرام کا بڑھتا

جنون کو دیکھتے ہیزل بھی اچھا فیل کرنے لگی۔ بہرام کے
بالوں میں انگلیاں پھنساتے بہرام کو سکون پہنچانے لگی۔

بہرام کے لب مسکرائے۔۔

بہرام اور شدت سے ہیزل کو تڑپانے لگا۔ ہیزل کی
مدھم سسکیاں روم میں گوجنے لگی۔ بہرام کی بڑھتی
شدتوں کو دیکھتے ہیزل کو اپنی جان نکلتے ہوئے محسوس
ہونے لگی۔

بہرام اس کے پاؤں کا خیال کرتے بہت ہی احتیاط سے
چھو رہا تھا۔

ضریرال کو دیکھے۔۔ کیسے خوش ہو رہی ہے۔ اففف ہو
میری پر نسسز۔۔ جب اُسے ایسی حرکتیں کر کے دیکھاؤ
گی تو وہ خوش ہی ہوگی۔۔ نامیشہ اپنا ڈوبٹے سے کبھی اُسے
دیکھتی۔ کبھی شرمانے کی ایکٹینگ کر کے دیکھاتی۔۔ اب
تو بیڈ پر کھڑے ہو کر پروپر اُسے ٹھمکے لگا کر دیکھا رہی
تھی۔ میرال اپنی ناکیشہ آنی کو دیکھتے ہوتے ہوئے
تالیاں بجا رہی تھی۔ ضرغام اسے مسکراتے ہوئے دیکھ
رہا تھا۔

میرال کھل کھلا کر ہستی تھی۔ جان ضرغام بیٹھ جاؤ۔۔
تھک جاؤ گی۔ پھر آدھی رات کو اٹھ کر روتی ہو۔ میری
ٹانگوں میں درد ہو رہا ہے۔ ضرغام اس کی کلائی پکڑتے
بیٹھاتے ہوئے بولا۔ میرال ضرغام کے دیکھنے
لگی۔۔ اسے بالکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔ نامیشہ کو روکنا۔۔

گڑیا۔۔ ایسے مت دیکھو۔ آپ کی آنی بھا بھی نے رات کو
میرا سر ہی کھانا ہے۔

ضرغام بہرام ماموں کا بیٹا۔۔ اس حساب سے میرال کا
بھائی لگا اور نائیشہ بھا بھی۔۔۔ ضر۔۔ مجھے بھی میرال
اور امان جیسے بے بی چاہیے۔ نائیشہ کچھ سوچتے شرماتے
ہوئے بولی۔۔ ضرغام نے چونک کر نائیشہ کی طرف
دیکھا۔ پرسنز۔۔ تم بے بی سے کم نہیں۔۔ جواب
تمہیں بے بی چاہیے۔ ایک نہیں وہ بھی دو۔۔ میں تمہیں
ہی سنبھال لوں یہ کافی نہیں۔ تمہارے بچوں کو سنبھالنے
کے لیے بھی انرجی کی ضرورت پڑے گی۔ جو سارا دن
تمہارے پیچھے ویسٹ ہو جاتی ہے۔ ضرغام دانت پیستے
ہوئے بولا۔ نائیشہ منہ کھولے دیکھنے لگی۔ ضر میں بچی
نہیں ہوں۔ بڑی ہو گئی ہوں۔

نامیشہ غصے سے بلند آواز میں بولی۔ اچھا میرا بڑا بچہ پینے کی
کیا ضرورت ہے۔ میرا ڈر جائے گی۔۔۔ ضرغام نامیشہ کے
چیننے پر اپنی مسکراہٹ چھپاتے بولا۔ میں آپ کی پرنسز
ہوں۔ بچہ تو ہمارا بے بی ہو گا نامیرہ کی طرح۔۔۔ نامیشہ کی
بات پر ضرغام کا قہقہہ کمرہ میں گونجا۔ نامیشہ ضرغام کو
پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتے دیکھ کر ضرغام کلک سینے پر
ہلکی سی چماٹ لگائی۔۔۔ میرا بچہ۔۔۔ میری چھوٹے دماغ
والی پرنسز بچے کو ہی بے بی کہتے ہیں۔ ضرغام نامکیشہ کا
ہاتھ پکڑتے لبوں سے لگایا۔ ہاں تو۔۔۔ وہی میں نے کہاں

ہے۔ نانکیشہ اپنا ہاتھ چھوڑاتے بولی۔ میرہ ہم ضرے
بلکل بات نہیں کریں گئے۔

میں جارہی ہوں میرہ کو لیں کر۔۔ نانکیشہ میرال کو
اٹھاتے بیڈ سے اتری۔۔

ضرغام مسکراتے ہوئے نانکیشہ کو دیکھنے لگا۔ ہیں۔۔۔ میں
جارہی ہوں۔۔ نانکیشہ کو لگا تھا وہ اسے روکے گا۔ پر یہاں
تو مسکراہٹیں ہی نہیں غائب ہو رہی۔ ضرغام نے پھر کوئی
جواب نا دیا۔

ہیں۔۔۔ میں جارہی ہوں۔۔ میں بالکل بھی اس کمرے
میں نہیں آؤں گی۔ آپ کے بولانے پر بھی نہیں۔۔۔
نامیشہ سلیر پہنے دروازے کی طرف بڑھتے بولی۔ اب جاؤ
گی یا میں خود بھیجو تمہیں یہاں سے ضرغام تھوڑا سرد لہجے
میں بولا۔

نامیشہ ساکت سی کھڑی ضرغام کو ڈانٹنے لگی۔

اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ ضرغام اسے کمرے سے جانے
کا بولے گا۔ جاؤ اب۔۔ ضرغام اسے ایسے ہی کھڑے

دیکھتے پھر سے بولا۔۔۔ ہی۔۔ آپ مجھے کمرے سے نکال
رہے ہو۔ نامیشہ میرہ کو اپنے کندھے سے لگاتے بولی۔

نہیں کمرے سے اس لیے بھیج رہا ہوں۔ کیونکہ تمہارے
سر پر جو بے بی کا بھوت سنوار ہے۔ "وہ اتر جائے۔"
ضرغام اس کی نم ہوئی آنکھوں کو دیکھتے بولا۔ ہی سُن
لیں۔۔ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ میں بالکل یہاں اس کمرے
میں آپ کے پاس نہیں آنے والی۔۔

"آپ مجھے خود لینے آئے گئے" نامیشہ پاس پڑاواز اٹھا کر
ضرغام کی طرف غصے سے پھینکتے بولی۔ ضرغام بروقت

سائڈ پر ہو گیا۔ واز ضرغام کو لگنے کی بجائے بیڈ کراؤن
سے لگا اور ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر بیڈ پر پھیل گیا۔

ضرغام نے گھور کر نامیشہ کو دیکھا۔ اللہ حافظ۔۔ "جار ہی
ہوں میں" بے بی تو آ کر ہی رہے گا۔ نامیشہ زور سے
دروازہ بند کرتے باہر نکل گئی۔

یار ایسے کون روٹھ کر جاتا ہے۔ اب اس بے بی کو خود کا
بے بی چاہیے۔

اب کیا اسے آسمان سے ڈالو ڈکر کے لا کر دوں۔ ضرغام
دانت پیستے ہوئے بولا۔ اور خود ہی اپنی سوچ پر ہسنے لگا۔
اور اٹھ کر کمبل سائیڈ پر کیا۔ اور بیڈ شیٹ جھاڑ کر فٹ
سے بیڈ پر لیٹ گیا۔

نامیشہ تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ اور یہ میرا اتنی سردی پڑ
رہی ہے۔ ٹھنڈ لگوانے کا ارادہ ہے۔ رانیہ بیگم جو کچن سے
نکل رہی تھی۔

نامیشہ کو سیڑھیوں سے نیچے آتے دیکھ کر بولی۔

وہ آنٹی۔۔ میرا مطلب مام۔۔۔

آپ کے بیٹے نے مجھے روم سے باہر نکال دیا ہے۔ نانیشہ
آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لاتے ہوئے بولی۔ اس
کے تو میں کان کھینچ کر آتی ہوں۔ چلو آؤ میرے
ساتھ۔۔ میرا لکڑی والا مجھے پکڑاؤ۔۔

رانیہ میرا بل کو نانیشہ سے پکڑتے اوپر کی طرف بڑھی۔
نانکیشہ بھی مسکراتے ہوئے رانیہ بیگم کے پیچھے سیڑھیاں
چڑھنے لگی۔

ہی آپ نے مجھے ڈانٹا ہے نا۔ اب آپ بھی ڈانٹ
کھائے۔ نامیشہ دل میں سوچتے خوش ہوتے ہوئے جلدی
سے رانیہ بیگم کے پیچھے بڑھی۔

رانیہ بیگم!! غصے سے روم میں داخل ہوئی۔

ضرغام میں کیا سن رہی ہوں۔ تم نے نامیشہ کو روم سے
باہر نکال دیا ہے۔ ضرغام اپنی مام کی آواز سنتے فوراً سیدھا
ہو کر بیٹھا۔

ایک نظر نائیکیشہ کو دیکھا۔ جو چہرے پر انتہا کی معصومیت
لیے کھڑی تھی۔

ایسا لگ رہا تھا۔ اس سے فرما بردار بیوی اس حویلی میں ہے
ہی نہیں۔ مام۔۔۔ میں نے نہیں نکالا۔۔ خود گئی ہے۔
ضرغام نائیکیشہ کو گھورتے بولا۔

مام جھوٹ بول رہے ہے۔ انہوں نے کہاں تھا۔

جاؤ اب یا میں نکالوں یہاں سے تمہیں۔ ضرغام کی
گھورتی نظروں کو اگنور کرتے فوراً بولی۔ ہم!! یہ بھی بتاؤ
کیوں کہاں تھا۔ ضرغام دانت پیستے

مزے سے بولا۔

مام۔۔ میں نے ان سے کہاں مجھے بے بی نائیکیشہ ابھی بول
رہی تھی۔

ضرغام فوراً بولا۔۔ بے بی لوشن چاہیے۔۔ تو اتنی سی بات
پر تم نے روم سے نکال دیا۔ حد ہوتی ہے ضرغام۔۔ رانیہ
بیگم غصے سے بولی۔

مجھے اور بھی کچھ چاہیے۔ پر آپ کا بیٹا مجھے لا کر ہی نہیں
دیں رہا۔ نامیشہ ضرغام کو گھورتے بولی۔۔ ضرغام ہنسی
نکلتے نکلتے ٹکی۔

ضرغام تم اتنے لا پر اوہ کیسے ہو سکتے ہو۔۔ تمہاری بیگم کچھ
مانگ رہی ہے۔ اُسے وہ لا کر دو۔ حد ہوتی ہے لا پر واہی
کی۔۔

مام!! آپ کی بیگم کو جو چاہیے۔ وہ نہیں مل سکتا۔۔
ضرغام دانت پیستے ہوئے بولا۔

مام!! ان کو بول دیں۔ مجھے ہر حال میں چاہیے۔ ناٹکیشہ
روتے ہوئے بولی۔ ڈرامے باز۔۔ جھوٹے آنسو بہا رہی
ہے۔ ضرغام منہ میں بڑبڑاتے بولا۔ اففف ہو۔۔ ضرغام
میری بہو کو جو چاہیے اسے لا کر دو۔۔ رانیہ بیگم غصے سے
بولی۔۔ مام آپ کی بہو کو جو چاہیے وہ مل جائے گا۔ پر اس
کے ٹائم لگے گا۔ ضرغام بے باکی بولتے ناٹکیشہ کو دیکھا۔

ٹھیک ہے۔ اب مجھے یہ روتے ہوئے نظر نا آئے۔ رانیہ
بیگم!! بولتے میرہ کو لیں کر باہر نکل گئی۔ میرا ل سو گئی
تھی۔ ہم!! پر نسز چلو آؤ جو تمہیں چاہیے اس کے لیے
دن رات محنت کرتے ہیں۔

ضرغام نانکیشہ کی طرف بڑھتے بولا۔

کیسی محنت۔۔ نانیشہ ضرغام کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے
دیکھتے فوراً بولی۔

وہی جو رات میں تم پر کرتا ہوں۔ پر اب محنت زیادہ کرنی
ہوگی۔ تو ہمارا بے بی آئے گا نا۔۔ ضرغام کی بات پر نامیشہ
کے پینے چھوٹنے لگے۔

ضرغام نامیشہ کی کمر میں ہاتھ ڈالتے بے باکی سے خود کے
ساتھ لگایا۔ نامیشہ ڈبڈبی آنکھوں سے ضرغام کو دیکھنے
لگی۔ بیگم!! آپ کی حالت ابھی سے ہی خراب ہو گئی
ہے۔

ہیں۔۔ چھوڑے مجھے۔۔ نامیشہ ضرغام کی گرفت

سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔

اب مام کی بات کا مان رکھنا ہے۔ جو آڈر دیں کر گئی ہے۔
بہو کی خواہش پوری کی جائے۔ ضرغام نامیشہ کو اوپر کو

اٹھاتے اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں قید کیا۔ نامکشہ کی
ٹانگیں ہوا میں لہرانے لگی۔ ضرغام شدت سے اس کے
لبوں پر جنون ڈھا رہا تھا۔ نامیشہ ضرغام کے کندھوں پر
لگے برسانے لگی۔ ضرغام اسے ایسے ہی اٹھائے بیڈ کی
طرف لیں گر پڑھا۔ اور اسے ایسے ہی بیڈ پر لٹایا۔ اور
اپنی شرٹ اتار کر دور پھینکی۔ نامکشہ ساری کی ساری

آنکھیں کھولے ضرغام کو دیکھنے لگی۔ پرسنل بہت محنت
کرتی ہے۔ اور مجھے یقین ہے۔ میری پرسنل بھی اس محنت
میں ساتھ دے گی۔ ضرغام نامیشہ کی شرٹ ایک ہی
جست میں اتارتے اس کے بدن سے جدا کر گیا۔
ہی۔۔۔ لائٹ آف کر دیں۔۔ نامیشہ شرم سے سر
جھکائے بولی۔ نو بیگم!! لائٹ کی روشنی میں تمہارے
چہرے پر اپنی قربت کے کھلتے رنگ دیکھنے ہیں۔

لائٹ تو آف نہیں ہوگی۔

ضرغام اس کے ہچکولے بھرتے نشیب و فراز کو دیکھتے
بولے۔

نامیشہ کو تکیے پر لیٹاتے اس کے بلی بٹن پر لب رکھے۔
نامکیشہ نے زور سے بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں دبوچا۔

میرے بے بی کو بے بی چاہیے۔ ضرغام اس کی بلی کو
چونٹے دھڑکنوں پر رُک کر بولا۔

نامیشہ نے مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔۔ پر چہرہ
ویسے ہی سرخ تھا۔ ضرغام نے مسکراتے ہوئے اس کی

دھڑکنوں کو بے باکی سے چھوتے اس کی گہرائیوں پر
راہیوں پر بے باک حرکت تھی۔

نمائشہ خود میں سمٹنے لگی۔ ضرغام کے لب مسکراہٹ میں
ڈھلے۔ ضرغام اس کے لبوں پر جھکاشت سے سک
کرنے کرنے لگا۔

نمائشہ دھڑکتے دل کے ساتھ ضرغام کا جنون با مثل
برداشت کر رہی تھی۔

ضرغام کی بڑھتی بے باکیوں پر باقی کے پردے کھسکنے
لگے۔ نامیشہ کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی۔

ضرغام اس کی روح میں اترتے اس کی جان لبوں پر لیں
آیا۔

نامکشہ کے آنسو پانی کی طرح بہنے لگے۔

ہیں۔۔۔ ہی۔۔۔ نامیشہ روتے ہوئے پکارنے لگی۔ ہی کی
جان۔۔۔ برداشت کرو۔۔۔ میرے بے بی کو بے بی بھی تو
چاہیے۔۔۔

ضرغام اس کے آنسو صاف کرتا مسکراتے ہوئے بولا۔

آپ بہت بڑے ہیں۔۔ نانکیشہ روتے ہوئے بولی۔۔
تمہاری خواہش ہی پوری کر رہا ہوں۔ اسی لیے منع کر رہا
تھا۔ تم برداشت نہیں کر پاؤ گی۔۔ ضرغام اپنے ماتھے سے
پسینہ صاف کرتے بولا۔ نانکیشہ کی گہرائیوں میں اترتے
خود کو پرسکون کیا۔ اور نانکیشہ کو بھی ریلیکس فیل
کروایا۔۔ اف ہو ہی کی جان مجھے یہاں کس کرو۔۔
ضرغام اس کی توجہ ادھر ادھر کرنے کے لیے اپنے گال

آگئے کیا۔ نائیکیشہ نے ضرغام کی گال پر کس کرنے کی
بجائے زور سے دانت گھاڑے

ضرغام بامشکل درد برداشت کرتے نائیکیشہ کو گھورا۔ اور
اسے اپنے اوپر کیا۔ آپ نے مجھے بہت درد دیا نا۔ اتنا تو
بتا ہے درد۔۔ نائیکیشہ اپنے آنسو صاف کرتے بولی۔
ضرغام نے مسکراتے ہوئے نائیکیشہ کو دیکھا۔

بہت ہی بولنے لگ گئی ہو۔۔ ضرغام اسے بیٹھاتے بولا۔
اور پاس پڑی اپنی شرٹ پہنائی۔ آپ کا اثر ہو رہا ہے مجھ
معصوم پر۔۔ نائیکیشہ غصے سے بولی۔۔

کافی اچھا اثر ہوا۔۔۔ ضرغام اس کی کال پر لب رکھتے بولا۔

عابیرہ آپنی بتا رہی تھی۔ آپ بہت کم بولتے بولتے تھے۔
کسی سے بات بھی نہیں

کرتے تھے۔ پر میں کہتی ہوں۔ آپ تو کسی کو بولنے کا
موقع بھی نہیں دیتے۔۔۔ اور بے شرمی میں تو پی ایچ ڈی
کر رکھی ہے۔

نامیشہ ضرغام کے چہرے کا معائنہ کرتے بولی۔

ہم کہاں جا رہے ہیں۔ اور یہ ساڑھی کس کی ہے۔

دامیار اور عابیرہ کو تین دن ہو گئے تھے۔ اسلام آباد
آئے ہوئے۔ ان تین دنوں میں وہ اسے کہی بھی گھمانے
نہیں لیں کر گیا تھا۔ یہ تین دن فلیٹ پر ہی گزارے
تھے۔ دامیار صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے عابیرہ کے
سپاٹ چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اوپر سے وہ اس کی وائٹ
شرٹ زیب تن کی ہوئی تھی۔ جس سے اس کی رعنائیاں
مکمل طور پر عیاں ہو رہی تھی۔ یہ ساڑھی تمہارے

لیے ہے۔ کمیشنر نے دعوت پر مدعو کیا ہے۔ ہم وہاں جا رہے ہیں۔ دامیار عابیرہ کو سر سے پاؤں دیکھتے بولا۔ آپ چلے جائے میں کہی نہیں جاؤں گی۔ اور مجھے یہ ساڑھی بھی نہیں پہننی۔۔۔ یہ وائے۔۔ کیوں نہیں جانا تمہیں۔۔ دامیار سیدھے ہوتے سر دلچے میں بولا۔ تین دن سے ہو گئے ہے۔ کہی لیں کر نہیں گئے۔ اب میرا بالکل موڈ نہیں ہے جانے کا۔ عابیرہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی لوشن لگاتے بولی۔ یہاں آؤ میرے پاس۔۔ نہیں جو کہنا ہے یہی بول دیں میں سن رہی ہوں۔ وہ بالکل بھی نہیں اب دامیار کے پاس جانا چاہتی تھی۔ تین دن سے وہ اس کی قربت اور وہ شدتیں برداشت کر رہی تھی۔ اب

وہ غلطی سے بھی اس کے پاس نہیں جانا چاہتی تھی۔ عالی
تم آرہی ہو۔ یا میں آؤں۔ اگر میں آگیا نا مصیبت ہو
جائے گی۔ اس لیے شرافت سے یہاں آؤ۔۔ دامیار اس
کے ذہن میں چلتی سوچ کو پڑتے بولا۔

عابیرہ ایسے ہی سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑی رہی۔ چلا تو
پہلے ہی اس سے نہیں جا رہا تھا۔ تین دن سے اس کی
شدتیں برداشت کرتی نڈھال ہوئی تھی۔

دامیار اسے کچھ وقت ایسے ہی دیکھتا رہا۔ مجال ہے اس
کے قدم یہاں سے وہاں ہلے ہو۔

دامیار کلس کر رہ گیا۔

صوفے سے اٹھتے اس کی طرف بڑھا۔ اور ایک ہی جھٹکے
میں اس کی طرف بڑھتے اسے بازو سے پکڑتے اس کا رخ
اپنی طرف کیا۔ عابیرہ اس اچانک افتاد پر سانس روکے
دامیار کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

کیا مسئلہ ہے عابیرہ بات کیوں نہیں سُن رہی۔ کل سے
تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ میری ہر بات کو اگنور کر رہی ہو۔

دامیار غصے سے اس کی شہد رنگ آنکھوں میں دیکھتے بول
رہا تھا۔

چھوڑو مجھے دامیار عابیرہ درد سے کراہتے اپنا بازو
چھڑواتے بولی۔

دامیار نے پہلی دفعہ اسے یوں ڈانٹا تھا۔ عابیرہ کی
آنکھیں پانی سے بھر آئی۔ دامیار نے اس کی آنکھوں
میں آنسو دیکھتے بازو پر گرفت ملکی کی۔

تین دن سے آپ کی قید میں ہوں۔ آپ کی شدتیں
برداشت کرتی رہی۔ میں نے اففف!! تک ناکی۔ اب میں
نے آپ کو اگنور کیا۔

آپ کی اگو کو ٹھیس پہنچ گئی۔ عابیرہ غصے سے بولتے
دامیار کا خون بوالنگ پوائنٹ پر لیں آئی۔ عابیرہ تم بول
ایسے رہی ہو۔ جیسے میں نے تم پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیے
ہے۔ "تمہارے ساتھ ہی گزارے ہے" یہ دن کسی اور
کے ساتھ نہیں۔۔ دامیار دونوں بازوؤں سے جھنجھوڑتے
غصے سے بولا۔۔ عابیرہ نے بھیگی آنکھیں اٹھائے بے یقینی
سے دامیار کی نیلی آنکھوں میں دیکھا۔

اس نے دوسری عورت کی بات کی۔ عابیرہ کے دل کو
ٹھیس پہنچا۔

دامیار اس کی آنکھوں میں اپنے لیے بے یقینی کی آٹھوں
میں اپنے دیکھتے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ وہ
انجانے میں ایسے الفاظ بول گیا تھا۔ جو اسے کہنے نہیں
چاہیے تھا۔ آپ نے دوسری عورت کا ذکر کیا۔ عابیرہ
بولتے ہوئے خود ہی ہسنے لگی۔ ذکر نہیں کیا۔۔ صرف
تمہاری بات پر چھوٹی سی مثال دی تھی۔

مثال۔۔ عابیرہ بولتے ہوئے تنزیہ مسکرائی۔۔ تبریز اس
کی مسکراہٹ میں چھپے درد کو پہچانتے غصے سے مٹھیاں بند
کی۔

اگلی بات جو عابیرہ نے کہی وہ اس کے غصے کی آگ کو
بڑھانے کے لیے کافی تھی۔

میں آپ کو اولاد نہیں دے سکتی اس لیے آپ مجھ سے
کھینچے کھینچے رہتے ہو۔ آج آپ کی زبان پر دوسری عورت
کا بھی ذکر آگیا۔ عابیرہ اب روتے ہوئے بولی۔۔

سٹوپڈ عابیرہ۔۔ یہ کیا فضول باتیں بول رہی ہو۔

عابیرہ کی بات پر دامیار کو اپنی دماغ کی نسیں پھٹتی ہوئی
محسوس ہوئی۔

وہ اسے اسی لیے یہاں لیں کر آیا تھا۔ کہ وہ اس طرح کی
فضول باتیں ذہن میں نالائے۔ پر یہاں آکر بھی کوئی
فائدہ نہ ہوا۔

اولاد ہونا یا نہ ہونا اب انسان کے اختیار میں نہیں تھا۔ یہ
سب اللہ کے اختیار میں ہے۔

پر عابیرہ ایسے کیوں سوچتی تھی۔ دن بادن اس کا رویہ
بھی چینج ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اسے اس ٹروما سے نکالنا چاہتا
تھا۔ پر وہ مزید اس ٹروما میں کھینچی چلی جا رہی تھی۔ ایک
منٹ کو ایسے لگا۔ جیسے کوئی اس کے دماغ کے ساتھ کھیل
رہا ہے۔ دامیار فوراً ہی سوچ کو جھٹک گیا۔ کون ہو گا۔ وہ تو
عابیرہ کو ایک منٹ کے لیے بھی نہیں اکیلا چھوڑتا۔
عابیرہ ایسی بات اپنے ذہن میں لانا بھی مت۔۔۔ کیوں نا
لاؤں۔۔ ایک نا ایک دن آپ مجھے چھوڑ دیں گئے۔ ہر
مرد کو اولاد کی خواہش ہوتی ہے۔ اور مجھے لگتا ہے۔ میں
آپ کی خواہش کبھی نہیں پوری کر سکتی۔۔ عابیرہ روتے

ہوئے بولی۔۔ میں آپ کو کسی کے ساتھ نہیں بانٹ
سکتی۔۔ آپ دوسری شادی کرے۔ پر پہلے مجھے طلاق
دے دیں۔ بہت سن لی تمہاری فضول کی بک بک۔۔
اولاد ہو یا نا ہو۔۔ تمہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ آئندہ
طلاق کا غلیظ لفظ اپنے منہ سے نکالا۔ تمہاری زبان کاٹ
ڈالوں گا۔ قسم ہے۔۔۔
مجھے کوئی افسوس نہیں ہو گا۔ بلکہ تمہاری فضول کی بک
بک سے بچ تو جاؤں گا۔

بس گونگی بیوی کا ٹیگ سردار کے زندگی میں لگ جائے
گا۔

دامیار عابیرہ کے منہ سے طلاق کا لفظ سنتے سلگ اٹھا تھا۔
عابیرہ ایسا کچھ بولے گی وہ بے یقین ہوا تھا۔ دل کے کئی
ٹکڑوں ہوئے تھے۔

وہ غصے سے بولتے عابیرہ کو دیوار کے ساتھ لگا گیا۔ اور
اس کی گلاب جیسی پنکھڑیوں کو اپنے لبوں میں لیا۔

دامیار کے اس جنون سے اسے خوف محسوس ہونے لگا۔
ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ہوئی۔ وہ اس قدر اس
کے لبوں کو کچل رہا تھا۔ عابیرہ کو اپنی جان نکلتے ہوئے

محسوس ہوئی۔ دامیار شدت سے اس کے لبوں کی اس
کے لبوں

نمی نخور کر پیچھے ہوا۔

آئیندہ ایسی بات منہ سے نکلی۔ اس سے بھی بُرا حال
کروں گا۔ دامیار اس کے بہتے آنسوؤں کا

بامشکل ضبط کرتے بولا۔

عابیرہ غصے سے روتے اس کے پاس سے گزرتی جانے لگی۔

بیس منٹ میں ریڈی ہو کر نیچے آ جاؤ۔

میں ویٹ کر رہا ہوں۔ بیس منٹ سے ایک منٹ بھی اوپر
ہوا اچھا نہیں ہو گا۔ دامیار بیڈ سے اٹھائے ساڑھی اس کی
طرف بڑھاتے بولا۔ عابیرہ غصے سے کھینچتے ڈریسنگ روم
میں جا کر بند ہوئی۔ دامیار اس کے غصے پر دانت پیستے اپنی
گھڑی اور واٹلٹ اٹھائے باہر نکل گیا۔ عابیرہ دس منٹ
میں ساڑھی پہنے باہر نکلی۔۔ اور ڈرائیو سے بال سکھانے

کے بعد جلدی سے نیچے سے کرل کر کے کھلے چھوڑے۔
لبوں پر لپسٹک لگائے۔ اور ہاتھوں میں اپنی ہیل پکڑتے
باہر نکلی۔

دامیار باہر کھڑا اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ جو نہیں چہرے پر
لگایا تھا۔ اتنے میں ہی وہ اس کے دل پر بجلیاں گرا چکی
تھی۔

عابیرہ اس کے پاس سے گزرتے جانے لگی۔

دامیار نے اس کی کلائی سے پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔
عابیرہ بُری طرح گھومتے اس کے سینے سے آکر ٹکرائی
اسے اپنا سر گھومتے ہوئے محسوس ہوا۔ سینڈلز کس نے
پہنئی ہے۔ دامیار اس کے حسین چہرہ اوپر کرتے بولا۔

گاڑی میں بیٹھ کر پہن لوں گی۔ دامیار کو لگا وہ کہے گی۔
آپ پہنا دیں۔ پر اس کا سپاٹ چہرے کے ساتھ جواب
سن کر دامیار نے بامشکل صبر کا کڑوا گھونٹ نگلا۔ دامیار
نے اسے کمر سے پکڑے گاڑی کی بونٹ پر بیٹھایا۔ عابیرہ
بنا کوئی تاثر ظاہر کیے اس کے چہرے کو دیکھنے لگی۔

دامیار اس کے ہاتھ سے سینڈ لزی پکڑے جھکتے ہوئے
پہنانے لگے۔ عابیرہ کی آنکھوں سے آنسو نکل کر گال پر
بہنے لگے۔ اتنی محبت کرنے والے شخص کو وہ کیسے چھوڑ
کر جاسکتی تھی۔ کتنی آسانی سے طلاق کا لفظ بول دیا تھا۔
یہ جانتے ہوئے یہ شخص اس کے روم روم میں بس گیا
ہے۔

دامیار دوسرے پاؤں میں سینڈ لزی پہناتے اس کی سٹریپ
بند کی۔ اور اوپر کو ہوتے اس کی شہد رنگ آنکھوں میں
دیکھا۔ جو رونے کی وجہ سے لال ٹماٹر ہوئی تھی۔

دامیار خاموشی سے اس کے پاس سے گزرتا گاڑی میں جا
بیٹھا۔ عابیرہ نے پر سوز ہچکی لیتے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

جو سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھا تھا۔ دامیار بھی ابھی
ناراضگی ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ اس کے کہے گئے لفظ اس کے
دماغ میں زہر کی طرح گھوم رہے تھے۔

عابیرہ اپنے آنسو صاف کرتے گاڑی کا دروازہ کھولتے
سیٹ پر بیٹھی۔

دامیار نے گاڑی سٹارٹ کی اور وہاں سے نکلا۔ ایک نظر
عابیرہ پر ڈالی۔ جو مر رہی تھی۔ دامیار کا
دل بے چین ہوا۔

اسی بے چینی میں اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔

آج پہلی دفعہ اسے اگنور کیا تھا۔ دل بے چین ہوا تھا۔
اتنی سردی ہونے کی بجائے گاڑی میں اسے گرمی محسوس
ہونے لگی۔ دامیار نے غصے سے گاڑی کو ٹرن لیا۔ اور
سامنے فائف سٹار ہوٹل کے اندر گاڑی انٹر کی۔

جہاں گرینڈ پارٹی کا بہت بڑے پیمانے پر انتظام کیا گیا تھا۔
بڑے بڑے بزنس مین کو مدعو کیا گیا تھا۔ جس میں دامیار
خان بھی شامل تھا۔ کمیشنر کے ساتھ کافی اچھے تعلقات
ہونے پر اسے دعوت میں شامل ہونا پڑا۔ دامیار گاڑی کو
سائیڈ پر پارک کرتے گاڑی سے اترا۔ اور عابیرہ کی
طرف کا دروازہ کھولتے اس کی کلائی پکڑتے باہر نکالا۔

عابیرہ اس کے بے ضرر اسٹیوڈیو پر غصے سے اپنا ہاتھ
چھڑوائی آگئے بڑھی۔ دامیار اس کی طرف بڑھتے غصے
سے گھورا۔ یہ تمہاری حویلی نہیں جو ایسے منہ اٹھائے جا

رہی ہو۔ تو پھر لیں کر کیوں آئے۔۔ عابیرہ کلس کر بولی۔
کیونکہ میں تمہیں فلیٹ میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

دامیار سب کی نظر اپنی طرف اٹھتے دیکھ کر مسکراتے
ہوئے بولا۔ عابیرہ دامیار کی مسکراہٹ دیکھ کر سامنے
دیکھا جہاں سب کھڑے انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔

عابیرہ نے غصے سے گھورتے ہوئے دامیار کو دیکھا جو اسے
سمائل کرنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ اور اسے لیں کر اندر
داخل ہوا۔ اسلام و علیکم!! کمیشنر صاحب۔۔ دامیار نے

مسکراتے ہوئے سلام کیا۔ وعلیکم اسلام!! کیسے ہو
دامیار۔۔ مجھے امید نہیں تھی۔ تم آؤ گئے۔

کیسی بات کر رہے ہے۔ آپ میرے باپ کی جگہ ہے۔
بڑے بولائے تو آنا ہی پڑتا ہے۔ دامیار مسکراتے ہوئے
بولا۔ یہ تمہاری وائف ہوگی یقیناً کمیشنر زاہد دورانی
دامیار کے ساتھ کھڑی خوبصورت بچی کو دیکھتے بولے۔
جی صحیح پہچانا۔ یہ میری وائف ہے۔

عابیرہ دامیار خان۔۔ دامیار مسکراتے ہوئے بولا۔ اسلام
وعلیکم!! انکل۔۔ وعلیکم اسلام!! زاہد دورانی عابیرہ کے سر

پر ہاتھ رکھتے بولا۔ ہیلو ہنڈ سم!!! کیسے آنا ہوا۔ ایک
سٹائٹلش سی عورت دامیار کو دیکھتے بولی۔۔

دامیار اسے پہچان گیا تھا۔ یہ زاہد صاحب کی بیگم فرحت
دورانی ہے۔ آپ کے شوہر نے دعوت دی تو آنا ہی پڑا۔
دامیار مسکراتے ہوئے بولا۔ یہ لڑکی۔۔ فرحت بیگم!!
اس پیاری سی لڑکی کو دیکھتے بولی۔ جو کافی نروس نظر آ
رہی تھی۔ یہ لڑکی میری وائف ہے۔ دامیار مسکراتے
ہوئے بولا۔ ماشا اللہ۔۔ بہت ہی پیاری ہے۔۔ اللہ نظر بد
سے بچائے۔۔ فرحت بیگم اس کے سرخ گال کو کھینچتے
بولی۔ عابیرہ نے ہلکی سی سمائٹل پاس کی۔ اسے کہی سے

بھی یہ عورت زاہد صاحب کی بیوی نہیں لگتی تھی۔ چھوڑ
دو اب اپنی بیوی کے ہاتھ فرحت مسکراتے ہوئے بولی
نہیں چھوڑ سکتا مجھے ڈر ہے میری بیوی اس بھیڑ میں کھونا
جائے۔ دامیار کے جواب پر فرحت بیگم کے چہرے پر
ناگواری گزری۔ میں ہوں نا۔ تمہیں بے فکر ہو کر پارٹی
جوائن کرو۔ فرحت بیگم!! عابیرہ کا ہاتھ پکڑتے آگئے کی
طرف بڑھ گئی۔ عابیرہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ جہاں
دامیار سپاٹ چہرے سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ کچھ نہیں ہو
گا۔ تم آؤ میرے ساتھ۔ زاہد دورانی دامیار کو لیں کر
رائٹ سائیڈ کی طرف بڑھے۔ جہاں باقی سب مرد

کھڑے تھے۔ دامیار آگئے بڑھتا سامنے سے کوئی لڑکا
اس سے آکر ٹکڑایا۔

شراب پینے کی وجہ سے لڑکھڑا کر چل رہا تھا۔ ابراہیم
دورانی زاہد صاحب نے آگئے ہوتے اسے سنبھالنا
چاہا۔ اور انکل آپ۔۔ ابراہیم مسکراتے ہوئے بولا۔ بے
شرم انسان کتنی دفعہ منع کیا ہے۔ شراب کو ہاتھ مت
لگایا کرو۔ زاہد دورانی غصے سے بولے۔

دامیار غصے سے اس لڑکے کو دیکھ رہا تھا۔ جو شکل سے ہی
آوارہ لگ رہا تھا۔

یہ اس دورانی خاندان کا حصہ ہے دامیار کو دیکھتے افسوس
ہوا تھا۔ اوو دامیار صاحب آپ یہاں۔۔ ابراہیم ادھر
ادھر دیکھتے بولا۔ دامیار نے حیران نظروں سے اس
لڑکے کو دیکھا۔ جو اسے اس کے نام سے پکار رہا تھا۔
دامیار تو اسے جانتا تک نا تھا۔ نہیں پہچانا۔۔ پہچانتے بھی
کیسے۔۔ تم نے بھی مجھے دیکھا ہی نہیں۔۔ پر میں تمہیں ہر
روز دیکھتا ہوں۔۔ ابراہیم نشے کی حالت میں جو منہ میں
آیا بول رہا تھا۔ دامیار اس کے ہر روز کے کہے گئے لفظ پر
ہی دھک رہ گیا تھا۔ پاس کھڑے زاہد دورانی کی بھی
حالت ایسی ہی تھی۔ ابھی وہ کچھ اور بولتا۔ فرحت بیگم

ابراہیم کو دیکھتے جلدی سے آگئے بڑھی۔ سوری دامیار یہ
میرا بھتیجا ہے۔ کچھ زیادہ ہی پی پی لی ہے اس نے۔۔ فرحت
بیگم ابراہیم کو غصے سے دیکھتے بولی۔ دامیار نے مشکوک
نظروں سے ان دونوں کو دیکھا۔ دامیار کو غلط ہونے کا
احساس ہوا۔ دامیار کی نظریں عابیرہ کو ڈھونڈنے لگی۔ جو
اسے سامنے کھڑی کسی لڑکی کے ساتھ نظر آئی۔

یک دم سے لائٹ آف ہوئی۔ تیز میوزک میں سونگ
چلنے لگا۔

سامنے سیٹج پر دو لڑکیاں ڈانس کرتی ہوئی نظر آئی۔۔
دامیار نے پھر سے وہی نظر دورائی۔۔ اسے اب عابیرہ
کہی نظر نا آئی۔

دامیار ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ مدھم روشنی میں سب کے
چہرے نظر آرہے تھے۔ پر جس کا وہ دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ
وہاں سے غائب تھی۔ کہاں چلی گئی۔۔ دامیار پریشانی اور
فکر مندی سے اُس جگہ کی طرف بڑھا۔ جہاں عابیرہ
کھڑی تھی۔ عابیرہ کے ساتھ لڑکی جو کھڑی تھی۔ وہ بھی
اسے کہی نظر نا آئی۔ ایکسکلوزمی۔۔ یہاں ایک لڑکی بلو
رنگ کی ساڑھی میں کھڑی تھی۔ وہ کہاں گئی۔ دامیار نے

پاس کھڑے لڑکی سے پوچھا۔۔ سوری!! مجھے سمجھ نہیں
آئی۔ پھر سے بولے۔۔ تیز میوزک کی وجہ سے بامشکل
آواز کسی کو سنائی دیں رہی تھی۔

یہاں بلوکلر کی ساڑھی میں لڑکی کھڑی تھی۔ آپ نے
اُسے دیکھا ہے۔ جی!! سوری میں نے نہیں دیکھا۔ تھینکیو
!! دامیار بولتے ہوئے وہاں سے نکلا۔۔ اس پارٹی میں
کہاں کہاں سے لوگ آئے تھے۔ وہ اب اس بھیڑ میں
عابیرہ کو کہاں ڈھونڈتا۔۔ دامیار ڈوبتے دل کے ساتھ
یہاں وہاں دیکھنے لگا۔۔۔۔۔

دامیار پریشانی کے عالم میں کھڑا یہاں وہاں دیکھ رہا دامیار
کے میں کھڑا یہاں وہاں رہا تھا۔ پر عابیرہ اسے کہی نہیں
نظر آئی۔ نہیں وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔ کچھ تو ہوا
ہے۔ کہاں ڈھونڈو عابیرہ کو دامیار گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے
تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔ آواز میں نمی صاف محسوس ہو
رہی تھی۔

شاید فرحت بیگم کے ساتھ ناہو۔ دامیار کچھ سوچتے
ہوئے بولا۔ اور فرحت بیگم کو تلاش کرنے لگا۔

میوزک بند ہو گیا تھا۔ رقصا کے وہاں جاتے ہی لائٹز اون
ہو گئی تھی۔

سر آپ نے فرحت میم کو دیکھا ہے۔ دامیار زاہد دورانی
کے پاس آتے پوچھنے لگا۔ نہیں میں بھی اُسے تلاش کر رہا
ہوں۔ بھتیجے کو لیں کر کہاں چلی گئی ہے۔

زاہد صاحب غصے سے بول رہے تھے۔ فرحت بیگم زاہد
صاحب کی دوسری بیوی تھے۔

ان کی بیوی کم عمری میں ہی بیٹی کو جنم دیتے ہی دنیا سے
رخصت

ہو گئی تھی۔ زاہد صاحب کی ایک بیٹی تھی۔ عائشہ دورانی
جس نے کبھی اپنی ماں کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ ماں کے پیار
کے لیے ترستی تھی۔ جس لیے انہیں دوسری شادی
فرحت بیگم سے کرنی پڑی۔

تاکہ اس کی بیٹی کو پیار ماں کا پیار مل سکے۔ پر فرحت بیگم
اسے ماں کا پیار ہی نہیں دے سکی۔

کیا مطلب سروہ یہاں نہیں ہے۔ دامیار غصے سے سرخ
چہرے کے ساتھ بولا۔ ابراہیم کی کہی ہوئی بات یاد آئی۔
کہ وہ اسے پہچانتا ہے۔

فرحت بیگم نے اُسے آگئے کچھ بولنے سے کیوں روکا۔
دامیار غصے سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ کیا میری عالی
۔۔۔ نہیں نہیں نہیں۔۔۔ دامیار چیختے ہوئے نفی میں سر
ہلایا۔۔

میری عابیرہ۔ میری عالی بھی نہیں مل رہی سر۔۔ آپ کی
وائف کے ساتھ تھی۔۔

دامیار سرخ آنکھوں کے ساتھ بلند آواز میں بولا۔ آس
پاس کھڑے لوگ دامیار کو دیکھنے لگے۔ دامیار تمہاری
بیوی کا میری بیوی کے ساتھ کیا لنک یہی کہی ہوگی۔ زاہد
خان آس پاس کے لوگوں کو دیکھتے دھیمے لہجے میں بولا۔

نہیں ہے وہ یہاں۔۔ اگر میری عابیرہ کو کچھ ہوا سر میں
سب کچھ بھول جاؤں گا۔ میری عورت پر بات آجائے
میں کسی کی بھی نہیں سنتا۔ اپنی بھی نہیں۔۔ اگر اُسے
ایک کانٹا بھی چبا دورانی صاحب آپ کی بیوی کو مسل کر
رکھ دوں گا۔

دامیار غصے سے بولا۔ وہ سر سے دورانی صاحب پر آگیا
تھا۔ اس کا ذہن صرف عابیرہ پر اٹکا ہوا تھا۔ وہ کہاں ہوگی
کیسے ہوگی۔ دامیار یہ سوچتے جیسے پاگل ہو رہا تھا۔ دامیار
تم پریشان مت ہو ہم دیکھتے ہے۔

دورانی صاحب بریشانی سے بولے۔

دورانی صاحب مجھے ہوٹل کی سی ٹی وی فوٹو دیکھنی ہے۔

ٹھیک ہے چلو آؤ۔ دامیار جتنے غصے میں نظر آ رہا تھا۔
دورانی صاحب منع نہ کر پائے۔ دامیار کو لیں کر کمرے کی
طرف بڑھ گئے۔ جہاں کمپیوٹر وغیرہ رکھے تھے۔ اور اس
روم میں داخل ہوئے۔ جہاں دیوار پر باہر ایل ای ڈی گلی
ہوئی تھی۔ اور باہر بال کا سارا منظر نظر آ رہا تھا۔ سالار
آدھا گھنٹہ پہلے کی فوٹیج دامیار صاحب کو دیکھاؤ۔
اوکے سر۔ سالار جلدی سے کی بورڈ پر ہاتھ مارتے فوٹیج
نکالنے لگا۔ سرکس ایریا کی نکالنی ہے۔

کیمرے ہال کے مختلف جگہوں پر لگے ہوئے تھے۔ ہال
کے لیفٹ سائیڈ کی فوٹیج نکالو۔

دامیار اپنی گھنی بیڑ ز پر ہاتھ پھیرتے غصے سے چکر کاٹ
رہا تھا۔ سر یہ لیں۔۔ سالار فوٹیج نکالتے دامیار کو پکارا۔
دامیار فوراً سکرین پر نظریں جمائے آدھے گھنٹے پہلے والی
فوٹیج دیکھنے لگا۔

جہاں عابیرہ فرحت بیگم کے پاس کھڑی اور ساتھ ایک
اور لڑکی تھی۔ عابیرہ سے باتیں کر رہے تھے۔
ابراہیم کو دیکھتے فرحت بیگم ان کی طرف بڑھی۔
پانچ منٹ ویڈیو کو آگئے کرو۔۔

دامیار سامنے سکرین پر نظر جماتے بولا۔

سالار نے فوراً آگئے کیا۔ سر لائٹ آف ہے۔

اس میں کیسے نظر آئے گا۔

سالار نے وجہ پیش کی۔ زووم کرو۔ اس لڑکی پر دامیار
عابیرہ کے ساتھ کھڑی لڑکی کی طرف اشارہ کرتے بولا۔

سالار نے زووم کیا۔ مدھم روشنی میں اس کا چہرہ ہی ہلکا
واضح ہو رہا تھا۔

فرحت بیگم جیسے ہی ابراہیم کو لیں کر نکلی اس لڑکی کو
اشارہ کیا۔ جو اثبات میں سر ہلاتے عابیرہ کو کچھ کہنے لگی
تھی۔ عابیرہ اس لڑکی کے ساتھ چل دی۔ دامیار نے

غصے سے اپنے بالوں میں ہاتھ مارا۔ باہر کی فوٹیج دیکھاؤ۔
دامیار غصے سے دھاڑا۔

کرسی پر بیٹھا سالار اس کی دھاڑ پر کانپ اٹھا۔ دورانی
صاحب سپاٹ چہرے کے ساتھ سکرین کو دیکھ رہے
تھے۔ ان کو یقین کرنا مشکل تھا۔ فرحت بیگم کچھ کر
سکتی ہے۔ پر کیوں دامیار نے دیکھا باہر کوئی نہیں نکلا۔
مطلب وہ ابھی اسی ہوٹل میں۔۔

دامیار روم سے پاگلوں کی طرح نکلتے ہوٹل میں بنے
کمرؤں کی طرف بڑھا۔ چہرہ پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ عابیرہ
کو کچھ ہوا۔ وہ اس ہوٹل کی اینٹ اینٹ بجا ڈالے گا۔

وقت گزرنے کے ساتھ لوگ پارٹی سے جارہے تھے۔
دامیار بھاگتے ہوئے وہاں سے گزرتے اوپر کمرؤں کی
طرف بڑھا۔

کہاں لیں کر جارہی ہے آپ مجھے فرحت انٹی کہاں
ہے۔ عابیرہ اس لڑکی کا چہرہ دیکھتے بولی۔ ریلیکس
خوبصورت لیڈی۔۔ ہم فرحت انٹی کے پاس ہی جارہی
ہے۔ وہ لڑکی عابیرہ کے چہرے پر انگلی ٹریس کرتے لو فر

انداز میں بولی۔ آگئے جاتے ہی اس کا سر بھاری چیز لگنے
کی وجہ سے سر چکرانے لگا۔ عابیرہ نے سر کے پیچھے ہاتھ
رکھا۔ اس گیلا گیلا محسوس ہوا۔ عابیرہ نے جیسے ہی اپنا
ہاتھ آگئے کیا۔

اپنے ہاتھ پر خون نکلتے دیکھ کر وہی بے ہوش ہو گئی۔ وہ
لڑکی اسے بازو سے گیسٹتی اندر لیں کر داخل ہوئی۔
یہ لو تمہارا تحفہ وہ لڑکی عابیرہ کو ٹھسٹتے فرحت کے
قدموں میں پھینکا۔ جو ابراہیم کو ہوش دلارہی تھی۔
شکر یہ لیلہ۔۔۔ تجھے تیرا پیسہ مل جائے گا۔ پہلے اس کمینے کو
ہوش تو دلا دو۔۔۔ جب کوئی اچھا کام کرنے چلے۔ تب ہی

اسے یہ زہر پینا ہوتا ہے۔ فرحت بیگم ایک لڑکی کو
پکڑنے

کے لیے اچھا کام بول رہی تھی۔ آپ پیچھے ہٹے اسے تو
میں ہوش میں دلاتی ہوں۔

لیلہ اپنے بازو اوپر کیے ابراہیم کی طرف بڑھی۔ ایک
نہیں کھینچ کر زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر جڑ دیے۔
ابراہیم ہر بڑا کر اٹھا۔ کچھ دیر اسے پتہ ہی نہیں چلا کیا
ہوا۔

پھر لیلہ کو دیکھتے دانت کچکچائے۔ یہ پڑی ہے تیری لڑکی
جو کرنا ہے کر۔ پر مجھے میرے پیسے ٹائم سے مل جانے
چاہیے۔ لیلہ بولتے باہر نکلتے

ابراہیم تم جانتے ہو۔ اس کے ساتھ کیا کرنا ہے۔ دامیار
کی عزت ہے۔ اس کا حال ایسے کرنا۔ دامیار کہی منہ
دیکھانے کے قابل نار ہے۔

میڈیا کو ایسے لگنا سا ہے یہ لڑکی چل کر خود تیرے پاس
آئی۔ پھر دیکھتی ہوں۔ دامیار کیسے کمیشنر کا اوہدہ سنبھال
سکتا ہے۔ پھوپھو آپ فکر نا کرے۔ ایسا ہی ہو گا۔ ویسے
آپ نے کمال کی چیز ڈھونڈ کر دی ہے۔ کمینہ اتنی
خوبصورت لڑکی چھپا کر بیٹھا ہے۔

ابراہیم نیچے بیٹھتے عابیرہ کے چہرے کو گندی نظروں سے
دیکھتے بولا۔ لڑکی نہیں بیوی ہے۔ خان ہے۔ اپنی عورت
پر کسی کی نظریں برداشت نہیں کرتے۔ ابراہیم کا قہقہہ
روم میں گونجا۔ پھوپھو آپ کے بھتیجے کا دل آگیا ہے۔
اس پر۔۔

اب آپ جائے گی۔ یا آپ کے سامنے ہی شروع ہو
جاؤں۔ ابراہیم کمینگی مسکراہٹ کے ساتھ بولتے فرحت
بیگم کو دیکھا۔

جو کمینگی کی مسکراہٹ کے ساتھ باہر کی طرف بڑھ گئی۔

ابراہیم عابیرہ کو اپنی گود میں اٹھائے

بیڈ پر لٹایا۔

آج پھر تم پے پیار آیا ہے۔۔۔۔

بے حد اور بے شمار آیا ہے۔۔۔۔۔

ابراہیم دورانی عابیرہ کے چہرے سے بال ہٹاتے بے باکی

سے گانا گنگنانے لگا۔

اور پھر اپنے ہی بولے گئے گانے کے لفظ پر
قہقہہ لگانے لگا۔

عابیرہ کسی کے قہقہے کی آواز سن کر بے ہوشی کے عالم
میں کسکھائی سر سے پیر تک حسین ہو۔۔۔ ٹھیک کرتا ہے
تمہارا شوہر۔۔ اتنی حسین بیوی کو سات پردوں میں ہی
چھپا کر رکھنا چاہیے۔

پر یہی پردے ابراہیم دورانی اتارے گا۔ آخر کار پھوپھو
کا حکم بھی تو ماننا ہے۔ ابراہیم عابیرہ کے کان کے قریب

جھکتے بول رہا تھا۔ عابیرہ اپنے کان کے قریب گرم
سانسیں محسوس کرتی با مشکل آنکھیں کھولی۔

دا۔۔۔۔۔ میار۔۔ عابیرہ اپنے سر کو تھامتے لڑکھڑاتی زبان
سے بولی۔

اپنے سامنے کسی اور کو دیکھتے عابیرہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر
بیٹھی۔ کون ہو تم۔۔ دامیار کہاں ہے۔ عابیرہ سکتے کے
عالم۔ میں پوچھنے لگی۔

تمہارا عاشق۔۔ ابراہیم قہقہہ لگا کر بولا۔
عابیرہ کو سب یاد آنے لگا۔ وہ کیسے اس کمرے میں
آئی۔۔

عابیرہ کے چہرے کا رنگ زرد پڑنے لگا۔

دور رہو مجھ سے۔۔ میرے قریب بھی مت آنا۔ عابیرہ
اس کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر چیختے ہوئے بولی۔ اتنی
خوبصورت لڑکی سامنے ہو۔ ابراہیم دورانی کیسے پیچھے رہ
سکتا ہے۔

ابراہیم عابیرہ کی ٹانگ سے پکڑتے بے دردی سے کھینچا۔
آہ۔۔ عابیرہ کی چیخ پورے کمرے میں گونجی۔
چھوڑوں مجھے پاگل انسان۔۔ تم جانتے نہیں میں کون
ہوں۔۔

عابیرہ روتے ہوئے خود کی ٹانگ چھڑواتے بولی۔
جانتا ہوں۔۔ تم امیر کبیر سردار کی بیوی ہو۔

سردار نے بھی ہیرا چھپا کر رکھا ہے۔ ابراہیم بے باکی سے
بولتے اس کی کمر سے پکڑے خود کے قریب کیا۔ عابیرہ
سہمی نگاہوں سے اس شخص کی نگاہوں میں دیکھنے لگی۔

چھوڑو مجھے تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے چھونے کی۔ عابیرہ
روتے ہوئے بولی۔ اور اس کو دور دھکیلتے
بیڈ سے اٹھتے دروازے بیڈ سے اٹھتے دروازے کی طرف
بڑھی۔ ٹانگیں گھبراہٹ اور خوف سے کانپ رہی تھی۔
کوئی ہے۔۔ پلیز مجھے باہر نکالے۔

دامیار۔۔۔ دامیار۔۔۔ میں یہاں ہوں۔۔۔ مجھے باہر
نکالو۔۔۔ عابیرہ گہرے گہرے سانس لیتے بول رہی تھی۔
دروازہ لاک تھا۔

عابیرہ دروازے سے لگے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

اپنی ساڑھی کا پلو۔۔۔ اپنے ارد گرد دروازے کے
ساتھ لگی کانپ رہی تھی۔

ابراہیم بیڈ سے اٹھتے عابیرہ کی طرف بڑھا۔
کوئی تمہیں بچانے نہیں آئے گا۔

خاموشی سے خود کو میرے حوالے کر دو۔۔ پلیز مجھے
جانے دو۔۔ عابیرہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے بولی۔
نہیں جانے دیں سکتا۔ ابراہیم اس کے سر کے بالوں کو
مٹھی میں دبوچتے اس کا چہرہ اپنے چہرے کے قریب کیا۔
کمینے چھوڑ مجھے۔۔ دامیار کی عورت کو چھو رہا ہے۔ وہ تیرا
قیمہ بنادے گا۔

عابیرہ درد سے کراہتے شدت گریہ سے چینی۔ پہلے تیرا تو
قیمہ بنادوں۔۔ پھر اپنا بھی بنوالوں گا۔ ابراہیم غصے سے
بولتے عابیرہ کا سر دروازے سے دے مارا۔ آہ۔ عابیرہ کی
فلک شکاف چیخ کمرے میں گونجی۔

ماٹھے سے خون کی لکیر بہنے لگی۔ نہ اسے بیڈ کی طرف لیں
کر بڑھا۔ اس کی ساڑھی کا پلو کھینچتے اسے بیڈ پر دھکا دیا۔
ابراہیم دورانی کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکا۔

تیرا شوہر کیا بگاڑ پائے گا۔ تیری حالت ایسے کر دوں گا۔
وہ تجھے دیکھتے ہی مر جائے گا۔ ابراہیم غصے سے بولتے
عابیرہ پر جھکتا چلا گیا۔ نہیں۔۔۔ پلیز نہیں۔۔۔ مجھے
چھوڑو میں تمہاری جان لیں لوں گی۔

عابیرہ اپنے بندہ ہوتے سانس کو بامشکل لیتے بولی۔
دوسری طرف دامیار پاگلوں کی طرح عابیرہ کو ڈھونڈ رہا
تھا۔ ہوٹل کا ہر کمرہ چھان مارا پر اسے عابیرہ کہی نہیں

ملی۔ ہوٹل کے مینیجر نے بتایا تھا۔ کہ فور تھ فلور بند رہتا ہے۔ وہاں کوئی نہیں جاتا

دامیار کی نظر بار بار فور تھ فلور کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کا دل نہیں مانا وہ فور تھ فلور کی طرف بڑھ گیا۔ سامنے سے اسے وہ ہی لڑکی نظر آئی۔ جو عابیرہ کے ساتھ تھی۔ دامیار ایک ہی جست میں اس کی طرف بڑھتے اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اس کا گلا دبوچا۔

کہاں ہے میری عابیرہ۔ کہاں اسے لیں کر گئی ہو۔ کہاں ہے میری عابیرہ۔ دامیار اس کا گلا دبوچے غصے سے پھنکار رہا تھا۔

جہاں ہونا چاہیے۔ وہاں چھوڑ آئی ہوں۔

لیہ درد کو اگنور ہستے ہوئے بولی۔ دامیار کی گرفت اس
کی گردن پر اور سخت ہوئی۔ کہاں ہے عابیرہ۔۔ ورنہ اگلا
سانس

نہیں لیں پاؤ گی۔

بہت دیر کر دی دامیار صاحب۔۔ اب تو تیری بیوی کی
عزت نیلام ہو گئی ہو گی۔

لیلہ کی بات پر دامیار نے ایک زناٹے دار تھر اس کے
منہ پر دے مارا۔ لیلہ لڑکھڑاتے ہوئے دیوار کا سہارا لے
گئی۔

میری عورت کو ذرا بھی نقصان پہنچا۔ تم سب کی موت
دامیار کے ہاتھوں سے لکھی گئی ہے۔ دامیار اسے دکھا
دیتے آگئے کی طرف بڑھا۔ اور ایک ایک کمرہ چیک
کرنے لگا۔

ابھی وہ اس کمرے سے آگئے ایک قدم اٹھاتا۔ کسی کی
چینوں پر اس کے قدم وہی منجمد ہو گئے۔ وہ کیسے نا
پہچانتا۔ اس کی عابیرہ کی آواز تھی۔

دامیار نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔

پر دروازہ لاک تھا۔ کمینے دروازہ کھول میری عورت کو
ہاتھ بھی لگایا تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔

دامیار زور زور سے دروازہ کھٹکھٹاتے بولا۔ دامیار کی آواز
سنتے عابیرہ شدت سے رونے لگی۔ ابراہیم سخت تاثرات
لیے ہر براہ کر عابیرہ کے اوپر سے اٹھا۔

دامیار۔۔۔ پلیز مجھے بچالیں۔۔

عابیرہ اندر سے ہی روتے ہوئے بولی۔

دوسری تڑپ عابیرہ کی درد بڑی آواز سنتے دروازہ توڑنے
کی کوشش کرنے لگا۔

خبردار اب تمہاری آواز بلک سے نکلی۔ تمہاری جان لینے
میں ایک سیکنڈ نہیں لگاؤں گا۔ ابراہیم عابیرہ کی گردن پر
اپنے ناخن بے دردی گاڑتے بولا۔

عابیرہ کی آنکھوں سے اور شدت سے آنسو بہنے لگے۔
گردن میں درد کی ٹھیسے اٹھ رہی تھی۔ آواز بلک میں ہی
جیسے دب گئی تھی۔

اس سے پہلے دامیار اندر داخل ہوتا۔ ابراہیم عابیرہ کو
گھسیٹتے کمرے میں بنے دوسرے دروازے کی طرف لیں
کمر بڑھ گیا۔

دامیار جیسے ہی روم میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے نظر
عابیرہ کے سینڈلز پر پڑی جو کمرے کے وسط میں پڑی
تھی۔ دامیار نے جھکتے عابیرہ کے سینڈلز اٹھائے اور
پورے کمرے میں نظر دوہرائی سامنے دروازہ کھلا ہوا
نظر آیا۔ آہ۔۔۔ کمینے۔۔۔ چھوڑوں گا نہیں تجھے۔ داد میار
اپنے بالوں کو نوچتے بلند آواز میں چیخا۔۔۔ چہرہ سرخ ہوا
تھا۔ ماتھے پر واضح نیلی نہیں ابھری ہوئی نظر آرہی تھی۔

دامیار جلدی سے اُس دروازے سے باہر نکلا۔

جو کوریڈور میں کھلتا تھا۔

دامیار بھاگتے ہوئے آگئے بڑھ رہا تھا۔

سامنے ابراہیم کو دیکھ کر رکا۔ جو عابیرہ کو زبردستی گھسیٹ کر لیں کر جا رہا تھا۔

کمینے چھوڑ اُس کا ہاتھ۔۔ ورنہ تیرے ہاتھ کچھ کرنے کے قابل نہیں رہے گئے۔ دامیار بدحواس ہوتے دھاڑا۔

دامیار کی آواز سنتے عابیرہ نے پلٹ کر دامیار کو دیکھا۔

دونوں کی آنکھیں چار ہوئی ہوئی۔ عابیرہ کی حالت دیکھتے

دامیار نے بے دردی سے لب کچلے۔ دل جیسے کسی مٹھی
میں

جگر لیا ہو۔ دامیار کی حالت ایسی تھی۔ جیسے سانس ٹک
گئی ہو۔ بکھرے بال، ساڑھی پھٹی، پلو کندھے پر جھول
رہا تھا۔ جیسے ابھی ہوا کا جھونکا آئے اس کا پلو کندھے سے
ڈھلک جانا تھا۔ عابیرہ روتے ہوئے دامیار کو دیکھ رہی
تھی۔ منہ سے چھوٹا سا لفظ بھی نہیں ادا ہو
رہا تھا۔ بس دامیار کی آنکھوں میں دیکھتے مسلسل آنسو بہا
رہی تھی۔ ابراہیم۔۔ کا عابیرہ کے بازو پر گرفت مضبوط
ہوتی جا رہی تھی۔ ت مضبوط رہی

عابیرہ مسلسل اپنا بازو چھڑوانے کی لگی ہوئی تھی۔ کی
کوشش میں دامیار خان۔۔۔ تو نے آنے میں لیٹ کر
دی۔۔

اپنی بیوی کی حالت دیکھ کر سمجھ ہی گیا ہو گا۔ میں اس کے
ساتھ سب۔۔۔

ابراہیم آگئے بولتا۔۔۔ دامیار نے دور سے ہی عابیرہ کا
ایک سینڈلز پھینکتے اس کے سر پر دے مارا۔
ابراہیم دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام گیا۔

ایک لفظ بھی تیرے منہ سے ادا ہوا۔۔ تیرے ٹکڑے
ٹکڑے کر ڈالوں گا۔۔

دامیار سرخ چہرے کے ساتھ دھاڑا۔ دامیار کی دھاڑ
پر عابیرہ خوف سے کانپنے لگی۔ اپنے بازو کو مسلتے دامیار کی
طرف لڑکھڑاتے قدموں سے بڑھی۔ دامیار۔۔۔
عابیرہ اس کو پکارتے لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھ
رہی تھی۔

ساڑھی کا پلو ڈھلک کر نیچے گرا۔ پاؤں ساڑھی میں

اٹکتے اوندھے منہ فرش پر گڑھی۔

آہہ۔۔۔ سر پر پھر سے چوٹ آئی۔ عابیرہ۔۔۔ دامیار
نے تڑپ کر پکارا۔۔ ایک قدم بھی آگئے بڑھے
دامیار۔۔ تیری بیوی کی جان لیں لوں گا۔

ابراہیم عابیرہ کی طرف بڑھتے اسکے بازو سے
پکڑتے اپنے برابر کھڑا کیا۔

ساڑھی کا پلو اتر جانے کی وجہ سے عابیرہ کے خدو خال
بلاؤز میں صاف واضح ہونے لگے۔ اپنی نظریں نیچے کر

ورنہ تیری آنکھیں نوچ لوں گا۔ ابراہیم کی نظروں کا
مرکز دیکھتے دامیار آگئے بڑھتے بولا۔

عابیرہ ہوش میں آتے فوراً ساڑھی کے پلو سے خود کو اچھے
سے کور کیا۔

کمال کی چیز ہے۔۔ تیری بیوی۔۔ جیسے گھمائے گھوم
جاتی ہے۔ ابراہیم نے بازو سے پکڑتے بے باکی سے
گھماتے اس کے پیٹ کو بے دردی سے چھوا۔۔ دامیار
۔۔ ابراہیم کے چھونے پر عابیرہ چیخ پڑی۔۔

کمینے۔۔ تیری تو۔۔ دامیار گالی نکالتے ایک ہی جست
میں اس کی طرف بڑھتے اس کے جبرے پر مکامار ڈالا۔۔

اور عابیرہ کو کھینچتے خود کے سینے سے لگایا۔۔ دامیار کے
سینے سے لگتے عابیرہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔۔
دامیار یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں نے اسے خود کو
چھونے نہیں دیا۔ عابیرہ اس کے سینے سے لگتے روتے
ہوئے بتانے لگی۔

دامیار کے خوف سے۔۔۔ کہ وہ پتہ نہیں اس کے ساتھ
کیسا سلوک کرے گا۔

شش۔۔ چپ ایک اور لفظ نہیں۔۔ میری بیوی کتنی
پاک ہے۔ مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ کوئی جتنا مرضی

الزام لگائے۔ مجھے فرق نہیں پڑتا۔ میں جانتا ہوں۔۔
میری عورت سچی اور پاک دامن ہے۔

دامیار نے بولتے عابیرہ کی پیشانی پر لب رکھے۔

عابیرہ بھیگی گلابی آنکھوں سے دامیار کی نیلی آنکھوں میں
دیکھتے پر سوز بھکی لی۔ ابراہیم نے کھا جانے والی نظروں
سے فرحت بیگم کو گھورا۔ جو دروازے کے پیچھے چھپی
سب دیکھ رہی تھی۔

کہاں ہے تیری۔۔ وہ کم عقل۔۔ کم تر پھوپھی۔۔ دامیار
عابیرہ کو دیوار کے سہارے کھڑا کرتا ابراہیم کی طرف
بڑھتے اس کا گلا دبوچا۔۔ مجھے کیا پتا ہو۔۔ ابراہیم غصے سے
بولا۔۔ میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی کوشش بھی کیوں
کی۔۔ جو چاہیے تھا۔۔ مجھ سے لیتے۔۔ میری عورت کو
چھوا۔۔

میری عورت کو۔۔ دامیار اس کا کالر پکڑتے اس کے
پیٹ پر لمگوں کی بارش کرنے لگا۔ ابراہیم درد سے کراہ
اٹھا۔ ابراہیم کی چیخوں کے ساتھ عابیرہ کے منہ سے بھی
فلک شگاف چیخ نکلتی تھی۔

دروازے کے پیچھے کھڑی فرحت بیگم اپنے بھتیجے کو پیٹتے
دیکھ کر ترس والی نظروں سے دیکھا۔ دامیار۔۔ چھوڑو
اسے مر جائے گا۔۔ زاہد دورانی دامیار کے پیچھے ہی آئے
تھے۔ دامیار کو غصے میں دیکھتے فوراً اس کی طرف
بڑھے۔۔

دورانی۔۔ پیچھے ہٹے۔۔ اس نے میری عورت میری
عابیرہ کو چھوا۔۔ اس تو کتے کی موت ماروں گا۔
ہم پٹھان ہے۔۔ ہماری عورت کو نظر بھر کر بھی دیکھے
اُسے قبر بھی نصیب نہیں ہونے دیتے۔۔

اس نے تو میرے سامنے میری عورت کو چھوا ہے۔
دامیار پاگل ہوتے چیخا۔ اس کے سامنے اس کی بیوی کو
چھوا۔ دامیار یاد کرتے غصے سے چیخ رہا تھا۔ جس ہاتھ
سے اس نے عابیرہ کے پیٹ کو چھوا۔ وہ ہاتھ دامیار
اپنے پاؤں کے نیچے بُری طرح مسل رہا تھا۔

ابراہیم درد سے تڑپتے بلبلا اٹھا۔ عابیرہ دونوں ہاتھ
چہرے پر رکھتے ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ ابراہیم سے
زیادہ اسے دامیار سے خوف آنے لگا تھا۔ زاہد صاحب نفی
میں سر ہلاتے رُخ موڑ گئے۔

دامیار کو اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ ایسی حرکتیں کرنے والوں کو کبھی نہیں بخشا۔

اس لیے تو زاہد صاحب کو اس کی یہ ادا پسند تھی۔ حق اور سچ کے معاملے کو منٹوں میں پرکھ لیتا تھا۔ اسی لیے تو کمیشنر کی سیٹ دامیار کو سوپنے کا فیصلہ کیا تھا۔

اب تو معاملہ اس کی عورت کا تھا۔ وہ کیسے آسانی سے بخش سکتا تھا۔ زاہد صاحب نے بھی روکنے کی کوشش پھر سے نا کی تھی۔

دامیار مسلسل اس کو مارے جا رہا تھا۔ عابیرہ کی نظر
فرحت بیگم پر پڑی۔۔ جو پوسٹل نکالے دامیار کی پشت کا
نشانہ باندھے کھڑی تھی۔ اس سے پہلے فرحت بیگم گولی
چلاتی۔۔ عابیرہ چیختے ہوئے دامیار کی طرف بڑھی۔۔

دامیار۔۔۔ عابیرہ اپنی پوری قوت لگائے بھاگتے دامیار
کی پشت کے ساتھ لگی۔ گولی چلنے کی آواز پر دامیار پلٹتے
عابیرہ کو سینے سے لگائے رول ہوتے سائیڈ پر ہوا۔

گولی سیدھا براہیم کے سینے میں پیوست ہوئی۔

زاہد صاحب، دامیار، ساکت سے سب دیکھ رہے تھے۔
گولی کس کو لگی کوئی پتہ نہیں تھا۔ بس سب کی نظریں
سامنے فرحت بیگم پر ٹک گئی تھی۔ جس کے ہاتھ میں
پسٹل تھی۔ دھڑام کی آواز پر سب نے چونک کر پیچھے
دیکھا۔ جہاں ابراہیم تڑپ رہا تھا۔ خون سے ساری شرٹ
بھر گئی تھی۔

فرحت بیگم پسٹل چھوڑتے بھاگتے ہوئے اپنے بھتیجے کی
طرف بڑھی۔۔ ابراہیم۔۔ میرے بچے۔۔ آنکھیں
کھولو۔۔ فرحت بیگم!! تڑپتے ہوئے بولی۔۔ پھوپھو

جان۔۔ آپ کے نقشے قدم پر۔۔ چلنے کا انجام۔۔ ابراہیم
بامشکل سانس لیتے بولا۔ میں۔۔ معافی کے قابل۔۔ بھی
نہیں۔۔ ہوں۔ بس میری بخشش کے لیے

دعا تو کر سکتی ہے۔ ابراہیم لمبا سانس کھینچتے بولا۔ فرحت
بیگم خاموش نظروں سے آنسو بہا رہی تھی۔

ہیں سال کی عمر سے ہی اسے اس ہوس کی دنیا ہوس کی
دنیا میں کھینچنے والی خود ہی تھی۔

اپنے بھتیجے کا مقتل اس کے ماتھے پر لکھا گیا تھا۔ ابراہیم کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔

زاہد صاحب خاموشی سے سب دیکھ رہے تھے۔

ابراہیم کی موت کا افسوس تو انہیں بھی تھا۔ اگر وہ فرحت بیگم کے نقشے قدم پر چلنے کی بجائے اپنے ماں باپ کے تربیت پر چلتا۔

یہ دن نادیکھنا پڑتا آج۔۔۔

فرحت بیگم۔۔ تم نے میری عزت کا جنازہ نکال دیا۔ کسی کے سامنے منہ دیکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ مجھے اپنی بیٹی کے پیار کا خیال ناہوتا کبھی نا تم جیسی گھٹیا عورت سے

شادی نا کرتا۔۔ زاہد صاحب غصے سے بول رہے تھے۔
فرحت بیگم کے پاس بولنے کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔۔
عابیرہ دامیار کے سینے سے لگی۔۔ گولی کی آواز پر ہی
ہوش کھو گئی تھی۔

دامیار اسے باہوں میں اٹھاتے لفٹ میں داخل ہوا۔۔
اور فرسٹ فلور کا بٹن کلک کیا۔ لفٹ نیچے کی طرف بڑھ
گئی۔

میرا بچہ لیٹے رہو۔۔ میں کس لیے ہوں۔۔ میں کر دوں گا
کام۔۔۔

میں کون سا کرنے لگی ہوں۔۔ آپ کے بیٹے کو ہی
سنجھال لوں یہ ہی کافی ہے۔۔

زل ارزان کو اٹھاتے بولی۔۔ جو مسلسل روئے جارہا
تھا۔

میر کی جان۔۔ لاؤ ارزان کو بھی میں ہی سنجھال لوں گا۔
تم صرف آرام کرو۔۔ پھر میری بھی تو تھکن اتارنی
ہے۔۔ شاہ میر بے باکی سے بولتے ارزان کو پکڑا۔۔

ارزان کا نام اس کی پھوپھو آئزہ کے کہنے پر رکھا
تھا۔ ارزان کے معنی۔۔۔ "مہربان بادشاہ" کے ہیں۔
حویلی والوں کو بھی بہت پسند آیا تھا۔ پہلے کی طرح نام

رکھنے میں دیر نہیں کی تھی۔ آپ کی تھکن آپ کا بیٹا
اتارے گا۔ میں تھوڑی دیر پہلے ہی اتار چکی ہوں۔ اب
میرے پاس بھی مت آئے گا۔ زمل بیڈ پر بیٹھتے بولی۔
زمل کی بات پر شاہ میر کے لب مسکرائے۔
میری کم عقل بیوی۔۔۔ سردبانے کو تھکن اتارنا نہیں
کہتا۔ اور میں اپنے بے قابو ہوتے سیمٹن کی بات کر رہا
ہوں۔

جو تمہاری روح میں اترنے سے قابو میں آئے گئے۔ شاہ
میر ارزان کو بیڈ پر لیے بیٹھتے بولا۔ ارزان بھی اپنے بابا کی
گود میں آتے چپ کر گیا تھا۔

میر آپ بیٹے کے آتے کچھ زیادہ بے شرم تو نہیں ہو گئے۔

ارزان کی بہن لانے کے لیے اب ایکسٹریول پر رومانس کرنا ہے۔ شاہ میر بے باکی سے بولتے ارزان کے پھولے پھولے گال چومے۔۔۔ اللہ میر۔۔۔ کچھ زیادہ نہیں سوچنے لگ گئے۔ زمل سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔ سوچنا کیا میر کی جان۔۔۔ اب صرف عمل کرنا ہے۔۔۔ تا کے ارزان کی بہن کو جلدی دنیا میں لایا جائے۔۔۔ شاہ میر اپنی مسکراہٹ چھپاتے بولا۔۔۔ زمل کا چہرہ کانوں کی لوتک سرخ پڑا۔۔۔ زمل شاہ میر کی کوئی اور بے باک سنتی پہلے

کمبل اوڑھے لیٹ گئی۔ اس سے شاہ میر کا قہقہہ پورے
کمرے میں گونجا۔ میرے بیٹے کو فیڈ تو کروادو۔ کیا
بھوکا سُلانے کا ارادہ ہے ماہ ہے۔ شاہ میر زمل کے اوپر
سے کمبل ہٹاتے بولا۔

میر۔۔ آپ کے بیٹے کو فیڈ کروادیا ہے۔
زمل دانت پیستے ہوئے بولی۔ مجھے یقین نہیں ہے۔۔
میرے سامنے کراواؤ۔ شاہ میر زمل کو سرخ چہرہ دیکھتے
بولا۔ سرخ چہرہ دیکھتے ہوا

میر۔۔ آپ مجھے جان بوجھ کر تنگ کر رہے ہونا۔ زمل
غصے سے اٹھ کر بیٹی۔

میری مجال میں آپ کو تنگ کروں۔۔ شاہ میر اپنے کان
پکڑتے بولا۔۔ ارزان بابا کی جان۔۔۔ ماما کو بتاؤ آپ کو
بھوک لگی ہے۔ شاہ میر اپنے بیٹے کو مسکراتے دیکھ کر
بولا۔

باپ کو ہلکا سا گھور کر دیکھا۔ ارزان نے اپنے باپ زمل
کھکھلا کر ہنسی۔۔

ہائے ماما صدقے۔۔ زمل نے ارزان کے دونوں گال
چومے۔۔

ادوئے میری گود میں ہو کر اپنی ماں کو لفٹ کر رہا ہے۔
شاہ میر ارزان کو گھورتے بولا۔

مجھ سے کرے بات۔۔ میرے بیٹے کو ایسے مت
گھورے۔۔

زل شاہ میر کے پاس ہوتے بولی۔ ادو کے۔۔ ازیوں
وش۔۔۔ پر باتوں کے ساتھ اور بھی بہت کچھ ہو گا۔

شاہ میر زل کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر۔۔ اس کی کمر کے
گرد ہاتھ ڈالتے اپنی بائیں تھائیز پر بیٹھایا۔ زل دھڑکتے
دل کے ساتھ شاہ میر کو دیکھنے لگی۔

کیا ہوا۔۔۔ اب باتیں نہیں کرنی۔۔۔ شاہ میر اس کے کان
کی لوں کو دانتوں میں دباتے بولا۔

باتیں کرنے کو کہاں تھا۔ رومانس نہیں۔۔۔ زمل بھی اس
کی گردن میں باہیں حائل کرتے بولی۔۔۔ رومانس ہی
میری میٹھی میٹھی باتیں ہیں۔ شاہ میر ارزان کا چہرہ دیکھتے
بولا۔ جو ٹکٹی باندھے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

شرم کر۔۔۔ ایسے نہیں دیکھتے شاہ میر گھور کر بولا۔ بیٹا
کیوں کرے باپ کرے شرم۔۔۔ جو بیٹے کے سامنے ہی
شروع ہو گیا ہے۔ میر کی جان۔۔۔ ابھی چھوٹا

ہے۔۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آئے گی۔۔ شاہ میر زمل کو
پیچھے سے بے باکی سے چھوتے بولا۔

بڑی جلدی سمجھ آگئی ہے۔ زمل ہستے ہوئے بولی۔
ہاہاہا۔۔ بہت ہی ہنسی نکل رہی ہے۔ شاہ میر اس کے
لبوں کو دانتوں سے دباتے۔ بولا اور پیچھے ہوا۔
آہہ۔۔ کاٹ ڈالا۔۔ زمل کے منہ سے بے ساختہ لفظ
نکلے۔

بیٹے کو ایسے بول رہے تھے۔ جیسے وہ ساری باتوں کو سمجھتا
ہو۔ اس لیے ہنسی نکل گئی۔

اس میں کاٹنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔ زل اپنے لبوں کو
انگلیوں سے دباتے بولی۔ پیار کیا ہے
جاناں۔۔۔۔۔ پیار۔۔۔۔۔

کیا کھاؤ گی۔ آج تمہاری پسند کا کھانا بنے گا۔

مجھے نہیں کھانا۔۔ اچھا چلو میری پسند کا کھا لینا۔

مجھے نا آنا آپ کی پسند کا اور نا ہی اپنی پسند کا کچھ کھانا

ہے۔ ماہی امان کے سر میں مسلسل انگلیاں چلاتے سپاٹ

چہرے کے ساتھ بول رہی تھی۔ اچھا۔۔ یار رخصت اب

تھوک بھی دو۔ اتنا بڑا بھی ظلم نہیں کیا تم پر۔۔ جو کل

سے سب کچھ چھوڑ کر بیٹھی ہو۔ کاوش اس کے سپاٹ
چہرے کو دیکھتے غصے سے بولا۔۔۔ پروفیسر صاحب ظلم
ہی ہے۔ سب سے دور اسلام آباد آکر بیٹھے ہیں۔ آپ
نے آنا تھا تو آجاتے مجھے کیوں ساتھ لیں کر آئے۔ امان
بھی کل سے سب کو مس کر رہا ہے۔ ماہی شکوہ کناں لہجے
میں بولی۔ میری شہزادی۔۔۔ ایک دو دن کی بات ہوتی تو
ٹھیک ہے۔ یونیورسٹی کا معاملہ ہے۔ سٹوڈینٹس کا معاملہ
ہے۔ اور میں تم دونوں کو خود سے دور ایک منٹ بھی
نہیں رکھ سکتا۔ کاوش ماہی کا چہرہ تھامتے محبت بھرے
انداز میں بولا۔

ماہی نے اپنی گرین آنکھوں سے گھور کر دیکھا۔

قربان تیری ان آنکھوں پر۔۔ جو غصے میں بھی قتل کر
دینے کا ہنر رکھتی ہے۔ کاوش اس کی بھیگی بھیگی سی نم
آنکھوں کو چومتے بولا۔

آپ بہت برے ہے۔ میرے بیٹے کو سب سے جدا کر
دیا۔ ماہی کاوش کو خود سے دور کرتے بولی۔ میری ہری
شہزادی۔۔ ہم ہر ہفتے جایا کریں گئے۔

سب کا پیار ہم دونوں دیں گئے۔ نا امان کو کاوش امان کے
پھولے گالتے بولا۔ جو کھیلنے میں مصروف تھا۔ کاوش کے
گال کھینچنے پر امان ہونٹ نکال کر رونے لگا۔

کاوش نے ماہی کی طرف دیکھا جو اسے ہی کاوش نے ماہی
کی ط گھور رہی تھی۔

یارر بس پیار کیا ہے۔ ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔۔ ہٹے پیچھے
میرے بیٹے کو رُلا دیا۔ ماہی کاوش کو پیچھے کرتے فوراً امان
کو گود میں اٹھایا۔ بیگم!! یہ میرا بھی بیٹا ہے۔ تم نے اکیلے
آسمان سے ڈانلوڈ نہیں کیا۔ یہ سب تمہارے ہینڈ سم شوہر
کے پیار کا نتیجہ ہے۔ جو اس فتنے کے لیے محنت کی۔

کاوش دونوں ماں بیٹے کو گھورتے بولا۔ دیکھو ذرا اب کیسے
چپ ہے۔ میں بھی تیرا باپ ہوں۔ کھا نہیں جاؤں گا۔
کاوش تھوڑا جھکتے اس کے ماتھے پر پیار کیا۔

امان نے گھور کر دیکھا جو اسے ہی دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔
چلو آؤ ناشتہ کرتے ہیں ہے۔ مجھے یونی کے لیے بھی نکلنا
ہے۔ کاوش ماہی کو دیکھ کر بولا۔ آپ کر لیں۔ مجھے
بھوک نہیں ہے۔ یار رماہی اب بس کرو۔ بولا تو ہے۔
ہم ہر ہفتے سوات جایا کریں گئے۔

اٹھو شاہا شاشتہ کرو۔ ورنہ میں سختی سے پیش آؤں گا۔
کاوش اس کے گال پر دانت گھاڑتے بولا۔ ماہی کی مدھم
سکی روم میں گونجی۔

پروفیسر جی ہم بھی ساتھ جائے گئے۔ مجھے اکیلے میں
یہاں نہیں رکنا۔

پروفیسر کی جان سب ملازم ہے یہاں کاوش ماہی کو لیں کر
اسلام آباد میں بنے مینشن میں لیں کر روکا تھا۔ اور میری
شہزادی تو بہت بہادر ہے۔ میں جلدی آ جاؤں گا۔

کاوش بیڈ سے اٹھتے بولا۔۔ ماہی نے فوراً کاوش کا ہاتھ پکڑا
کاوش نے نا سمجھی سے ماہی کو دیکھا۔ مجھے پیار کر کے جائے
ایسے نہیں جانے دوں گی۔ ماہی بے باکی سے بولتے دانت
پینے لگی۔ کاوش کا قہقہہ پورے روم میں گونجا۔ جب سے
امان اس دنیا میں آیا ہے۔ آپ نے صرف مجھے تین یاچار
دفعہ پیار کیا ہے۔

ماہی کاوش کو دیکھتے شکوہ کرنے لگی۔ میری بولڈ نیس بیوی
میرے پیار کو مس کر رہی ہے۔ کاوش ماہی کے سرخ
چہرے کو دیکھتے بولا۔ ماہی نے اثبات میں سر ہلایا۔

میرے جذبات کو جگا رہی ہو۔ کاوش اس کے چہرے پر
پھونک مارتے بولا۔

تو جگائے نا اپنے جذبات کو۔۔ ماہی بھی اسی انداز سے
بولی۔

اففف تم مجھے پاگل کر رہی ہو۔۔ کاوش اس کے بالوں کی
خوشبو کو خود کے اندر اتارتے بولا۔ تو ہو جائے نا پاگل۔۔
پیار کرے نا۔۔ ماہی امان کے چہرے پر نظریں ٹکائے
بولی۔ بیٹے کے سامنے ہی شروع کر دوں۔۔ کاوش ماہی کی
جھکی ہوئی پلکوں کو دیکھتے بولا۔ آپ خود ہی کہتے ہیں۔ امال
ہیں۔ امان ابھی چھوٹا ہے۔ وہ نہیں یہ سب سمجھ سکتا۔

کاوش کا جاندار قہقہہ روم میں گونجا۔

تم ٹھیک تو ہو۔ پروفیسر کی جان!! کہی بخار تو نہیں چڑھ

گیا۔ کاوش اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے

بولا۔۔ جو آج بہکی بہکی باتیں کرنے پر لگی تھی۔ تم چاہتی

ہو میں یونی نا جاؤں۔ کاوش اس کا ماتھا ٹھنڈے پڑتے دیکھ

کر بولا۔

شاید واقعے میں اسے بخار ہو رہا تھا۔ میں نے یونی جانے

سے کب روکا صرف پیار کر کے چلے جائے۔

ماہی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے بولی۔ ماہی نے جیسے ہی اپنا
ٹھنڈا ہاتھ کاوش کے ہاتھ پر رکھا۔ کاوش نے چونک کر
ماہی کو دیکھا۔

ماہی تمہیں کیا ہو رہا ہے۔ اچانک ٹھنڈی کیوں پڑ رہی ہو۔
کاوش کو اب پریشانی ہونے لگی۔ رومانس کی کمی ہو رہی
ہے۔

ماہی بو جھل آنکھوں سے بولی۔ کاوش امان کو اس کی گود
میں اٹھاتے بے بی کاٹ میں لٹایا۔

اور اس کے پاس آکر بیٹھا۔ ماہی تمہاری طبیعت ٹھیک
نہیں لگ رہی ہے۔ کاوش فکر مند لہجے میں بولا۔ اچانک
ماہی کا یوں برف کی طرح ٹھنڈا پڑنا اسے پریشان کر رہا
تھا۔

پروفیسر صاحب!! مجھے پیار کرے نا۔۔ میرا جسم ٹوٹ رہا
ہے۔ میرے اندر آگ لگی ہے۔ ماہی اس کی گردن میں
چہرہ چھپاتے بولی۔

کاوش نے موبائل نکالتے سبحان کو کال کی۔ جو اس مینشن
کا ملازم ہے۔

سبحان نے جیسے ہی کال اٹھائی۔ کاوش فوراً بولا۔ سبحان
میرے کمرے میں آؤ۔ کاوش نے بول کر کال بند کی۔

تھوڑی دیر میں سبحان روم میں کھڑا تھا۔ سبحان بیگم
صاحبہ نے لاسٹ ٹائم کیا کھایا تھا۔ کاوش کو سینے سے
لگاتے بولا۔ سر بیگم صاحبہ نے کل شام میں چائے پی
تھی۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا۔

کس نے بنائی تھی چائے۔۔ سروہ عامر نے۔۔ کہاں ہے
عامر۔۔ کاوش غصے سے بولا۔ اسے اب یقین ہو گیا تھا۔
چائے میں ماہی کو کچھ تو ڈال کر ملایا تھا۔

سروہ صبح سے مینشن میں نظر نہیں آیا۔ سبحان سر
جھکائے بولا۔ کوئی بھی قریب کے ڈاکٹر کو بلا کر لاؤ فوراً۔

کاوش غصے سے دھاڑا۔ سبحان فوراً روم سے نکلا۔

ماہی میری جان۔۔ یہاں دیکھو۔ کاوش اسے کاوش اس
کا چہرہ خود کے سامنے کرتے بولا۔ ماہی نے مسکراتی ہوئی
آنکھوں سے کاوش کو دیکھا۔ کاوش اس کی سرخ آنکھیں
دیکھ کر پریشان ہوا۔ آپ مجھے پیار کیوں نہیں کر رہے۔
ماہی اس کی گود میں بیٹھتے بولی۔

شہزادی آپ نے چائے پی تھی کل۔۔۔ کاوش ماہی کے
چہرے پر معصومیت چھائے دیکھتے بولا۔ جی۔۔ آپ نے
بھیجی تھی تو میں نے پی لی۔ ماہی کاوش کے گال سے گال
ٹکائے بولی۔ میں نے تو کوئی چائے نہیں بھیجی۔۔ پھر عامر
نے ماہی کو چائے کیوں ملائی۔ سبحان اجازات مانگ کر
اندر داخل ہوا۔ اور ڈاکٹر بھی ڈاکٹر لیڈی تھی۔ کاوش نے
سبحان کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔ سبحان فوراً باہر نکل گیا۔

ڈاکٹر پلینز انہیں چیک کرے۔ اچانک ہی یہ برف کی
طرح ٹھنڈی پڑ رہی ہے۔ ادو کے مسٹر کاوش۔۔ آپ

پیچھے ہٹے میں دیکھتی ہوں۔ لیڈی ڈاکٹر ماہی کا چیک اپ کرنے لگی۔

چیک اپ کرنے کے بعد ڈاکٹر نے کاوش کی طرف دیکھا۔ مسٹر کاوش مجھے ان کے ٹیسٹ لینے پڑنے ہیں۔ پھر ہی بتا سکتی ہوں۔ انہیں کیا مسئلہ ہے۔ مجھے شک ہے۔ انہیں ڈر گزدی گئی

ہے۔ واٹ۔۔ ڈر گز۔۔ کاوش ڈر گز کا سنتے چیختے ہوئے بولا۔ مسٹر کاوش پریشان مت ہو۔ رپورٹ سے پتہ چلے گا۔ ڈاکٹر لیڈی ایک دم گھبراتے ہوئے بولی۔ ٹھیک ہے

جو کرنا ہے جلدی کرے کاوش کرے کے وسط میں چکر
لگاتے بولا۔

ڈاکٹر کشمالہ اپنا کام کرنے لگی۔ اور ماہی کا بلڈ لیا۔ میں
آدھے گھنٹے بعد رپورٹ لیں کر آئی۔ آپ ان کو ہیٹ
پرووائنڈ کرنے کی کوشش کرے۔

ان کا جسم زیادہ ٹھنڈا پڑنے سے روکے۔ اور یہ آپ ہی
کر سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے ڈاکٹر۔۔ کاوش ڈاکٹر کی بات
سمجھتے ہوئے بولا۔ سبحان ڈاکٹر کے ساتھ جاؤ۔۔ کاوش

سرد لہجے میں بولا۔ سبجان ڈاکٹر کو لیں کروہاں سے نکلا۔
پروفیسر میں تو ٹھیک ہوں۔ آپ نے ڈاکٹر کیوں بلایا۔
ماہی ڈاکٹر کے جاتے بولی۔

اپنی حالت دیکھوا بھی بھی کہتی ہو ٹھیک ہو۔
کاوش غصے سے بولا۔ اور ایک نظر امان کو دیکھا جو کھیلے
کھیلے سو گیا تھا۔ ماہی میری جان۔۔ میرا دل۔۔ میرا
سکون ہو تم۔۔ کاوش اس کا ٹھنڈا ہاتھ پکڑے اپنے
ہاتھوں میں لیے مسلنے لگا۔

ماہی تمہیں کیا ہو رہا ہے۔ کاوش اس کے چہرے پر آتے
جاتے رنگ دیکھتے بولا۔ میری جان نکل رہی ہے۔ ماہی جو

کب سے ضبط کر کے بیٹھی تھی۔ اب برداشت سے باہر
ہوتے بولی۔ جسم جل رہا تھا۔ گرم ٹھنڈی حرارت
محسوس ہو رہی تھی۔

ماہی کاوش نے تڑپ کر ماہی کو سینے سے لگایا۔ مجھے یہاں
بیچ کرے نا۔ ماہی اپنی دھڑکنوں پر ہاتھ رکھتے بولی۔ کاوش
نے اپنا ہاتھ ماہی کی دھڑکنوں پر رکھا۔ اور بے باکی سے
چھونے لگا۔ ماہی کو پھر بھی ناسکون ملا۔ جسم کے اندر
سپارک ہونے لگے۔ ماہی بیڈ سے اترتے لڑکھڑاتے
قدموں سے ہاتھ روم کی طرف بڑھی۔ کاوش اسے یوں

بھاگتا دیکھ کر خود بھی اس کے پیچھے باتھروم میں داخل
ہوا۔

ماہی شاور کے نیچے کھڑی خود کو نوچ رہی تھی۔

کاوش ایک ہی جست میں ماہی تک پہنچا۔ ماہی میری
جان۔۔۔ پروفیسر کی جان۔۔۔ کاوش نے تڑپتے ہوئے
پکارا۔

اسے ماہی کی حالت بالکل برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ میرا
جسم جل رہا ہے۔ مجھے پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے۔ ماہی روتے
ہوئے بولی۔

کاوش ایک ہی جست میں اسے گود میں اٹھائے اس کے
لبوں کو اپنے لبوں میں لیا۔ ماہی کو جو چاہیے تھا۔ جس کے
لیے تڑپ رہی تھی۔ یہ سب ڈرگزا ہی اثر تھا۔ کاوش
ماہی کے لبوں کو شدت سے چوم رہا تھا۔ دونوں لبوں کو
اپنے لبوں میں لیے سک کرنے لگا۔ ماہی بھی ہوش
کھوتے کاوش کے لبوں کو چھوڑنے کے لیے بالکل تیار نا
تھی۔ ایک ہاتھ مسلسل دھڑکنوں کو انتہا کی بے باکی سے
چھو رہا تھا۔ بڑھتی بے باکیوں اور شدتوں پر جسم کا ہر پردہ
اترتے زمین کی نظر ہوا۔ ماہی گہرے گہرے سانس لیتی
کاوش کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔

ماہی بولڈ تھی۔ پر اتنی بھی نہیں۔ کاوش کی بڑھتی شدتوں
پر تڑپ اٹھتی تھی۔ پر آج ڈر گزکا ۔
اثر تھا۔ جو بہک رہی تھی۔

موبائل کی رنگ کمرے میں گونج رہی تھی۔ پر وہ دونوں
دنیا سا بیگانہ ایک دوسرے میں کھوئے تھے۔ کاوش نے
اس کی روح میں شامل ہوتے اس کو سکون پہنچانے
لگا۔ ماہی کی بند آنکھوں کو دیکھتے کاوش بے چین ہوا۔
ماہی کاوش نے اس کے گال تھپتھپاتے پکارا۔

ماہی کی گردن ایک سائیڈ پر جھول گئی۔

کاوش نے تڑپتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگایا۔

موبائل کی آواز پر کاوش نے روم کی طرف دیکھا۔

کاوش ماہی کو سلیب پر لٹاتے جلدی سے اپنی پرائیوٹ
پارٹ پر ٹاول باندھا۔ اور ڈریسنگ روم سے ماہی کے
کپڑے نکال کر لایا۔ ماہی کو کپڑے پہنانے کے بعد خود
بھی ٹراؤزر اور شرٹ پہنی اور ماہی کو اٹھائے روم میں

داخل ہوا۔ اور اسے بیڈ پر لٹائے موبائل اٹھائے کال
ملائی۔ جس نمبر سے کال آرہی تھی۔

مسٹر کاوش کب سے کال کر رہی ہوں۔ آپ کو بتانا تھا۔
آپ کی مسز کو بہت ہیوی مقدار میں ڈرگزدی گئی
ہے۔ ایسے بول رہے اُن کو جان سے مارنے کی کوشش کی
گئی ہے۔ یہ ڈرگز ایسی ہے۔ انسان اپنا آپ بھول کر خود کو
نویچ ڈالتا ہے۔

اب تک تو آپ کی مسز بے ہوش ہو گئی ہوگی۔

کاوش پریشانی کے عالم میں سن رہا تھا۔ اس کی بیوی کو جان سے مارنے کی کوشش کی۔

پر کیوں۔۔ مسٹر کاوش۔۔ آپ سُن رہے ہیں۔ ڈاکٹر کشمالہ دوسری طرف خاموشی دیکھ کر بولی۔

جی سن رہا ہوں۔ کاوش ہوش میں آتے بولا۔ آپ کی مسز بے ہوش ہے۔ ان کو ایک منٹ کے لیے بھی مت اکیلا چھوڑے۔

اگر انہیں ہوش آتا ہے۔ تو وہ خود کو نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔ درگزر کا اثر اڑتا لیس گھنٹوں تک رہے گا۔ ہم انہیں

کوئی انجیکشن اور میڈیسن بھی نہیں دے سکتے ہیں۔ ڈاکٹر
کوئی خطرے والی بات تو نہیں کاوش دھڑکتے دل کے
ساتھ بولا۔

جتنی مقدار میں ڈر گزری ہے۔ ان کی جان بھی جاسکتی
تھی۔ میں ایک گھنٹے کے بعد آؤں گی۔

ان کا چیک اپ کرنے کے لیے۔ آپ پریشان مت ہو۔
آ۔ ہو۔ آپ کی وائف ٹھیک ہو دے سکتے ہیں۔ ڈاکٹر
کوئی بات کرنے والی بات۔ کاوش دھڑکتے دل کے ساتھ
بولا۔

جتنی مقدار میں ڈر گزردی ہے۔ ان کی جان بھی جاسکتی
تھی۔ میں ایک گھنٹے کے بعد آؤں گی۔

ان کا چیک اپ کرنے کے لیے۔ آپ پریشان مت ہو۔
آ۔ ہو۔ آپ کی وائف ٹھیک ہو جائے گی۔ ڈاکٹر کشمالہ
کہہ کر کال بند کی۔ کال بند ہونے پر کاوش نے سبحان کو
کال ملائی جو ایک ہی رنگ میں اٹھالی گئی۔

سبحان مجھے ایک گھنٹے میں عامر مینشن میں چاہیے۔ اُسے
لیں کر ہی آنا۔ ورنہ تم بھی نا آنا۔ کاوش غصے سے
دھاڑتے کال

بند کر گیا ہے۔ اور امان کی طرف بڑھا۔ جو اٹھ چکا تھا۔ بابا
کی جان۔۔ بابا کے شہزادے کاوش اس کا چہرہ جا بجا
چومتے بولا۔ امان اپنے بابا کو دیکھتے مسکرایا۔
اور باتیں کرنے لگا۔ بھوک لگی ہے۔ میرے شیر کو۔۔
کاوش اس کا منہ سے ہاتھ نکالتے بولا۔۔ اور ایک نظر ماہی
پر ڈالتے امان کو لیں کر باہر نکلا۔

اففف ہو۔۔۔ ضر۔۔۔ آپ کو کچھ بھی بنانا نہیں آتا۔
اچھا۔۔۔ تمہیں کیا کیا بنانا آتا ہے۔ مجھے بھی بتاؤ۔۔
مجھے۔۔۔ چائے بنانی آتی ہے۔ آملیٹ بنانا آتا ہے۔ نوڈلز
بنانے آتے ہیں۔ اور اور چپس اور پکوڑے بھی بنانے
آتے ہیں۔

آپی نے مجھے یہ ہی سب بنانا سکھایا ہے۔
ناہیشہ چمکتے ہوئے بولی۔

ضر غام نے داد دینے والے انداز میں دونوں ہاتھ سے
تالی بجائی۔ واہ بیگم۔۔۔ سب اپنی پسند کا ہی بنانا آتا ہے۔

میری پسند کا بھی کچھ ڈنگ کا سیکھ لو۔ ضرغام سنگ میں
پلیٹ پیٹتے بولا۔

اللہ نے آپ کو ہاتھ دیے ہیں نا۔ خود ہی اپنی پسند کا بنا لیا
کرے۔ جیسے میں بناتی ہوں۔ ناٹیشہ انگور کھاتے بولی۔

ناٹکیشہ اس کے غصے پر چوٹ کرتے بولی۔ اچھا تمہیں اور
کیا پسند ہے۔ ضرغام ناٹیشہ کے پاس آتے بولا۔ مجھے
بریانی۔۔ بریانی سب سے زیادہ پسند ہے۔ ناٹیشہ مزے
مزے کے منہ بناتے بولی۔

ضرغام کو جی بھر کر اپنی پری پر پیار آیا۔ اچھا بتانا پسند
کرے گی۔ میں کیا بنارہا ہوں۔۔ اففف ہو ضر۔۔ آپ کو
اتنا بھی نہیں پتہ آپ بریانی بنا رہے ہے۔

نانکیشہ افسوس کرتے بولی۔

اور یہ بریانی کس کی پسند کی ہے۔ ضرغام نے اگلا سوال
پوچھا۔

انگورس۔۔۔ میری پسند کی۔۔ نانکیشہ ایک ادا سے بولی۔

ہم!! یہ پکڑ وچھ اور بناؤ۔ اپنی پسند کی بریانی۔۔ جب میری
پسند کا کچھ سیکھ لوگی۔ تب ہی میں بریانی بنا کر کھلاؤں گا۔

ضرغام اس کے ہاتھ میں چھبیچ تھماتے بولا۔ نامیشہ منہ
کھولے کبھی چھبیچ کو کبھی ضرغام کو دیکھنے لگی۔ ضر۔۔ مجھے
بریانی کھانی ہے۔ مجھے بنانی نہیں آتی۔۔ ضرغام بھی جواباً
فورا بولا۔ تو سیکھ لیں نا۔ اتنی آسان ریسیپی نکال کر دی
ہے آپ کو۔۔

ناتکیشہ موبائل آگئے کرتے بولی۔ تم خود دیکھ لو۔۔
تمہارے لیے بیسٹ ریسی ہے۔ ضرغام اس کی چھوٹی
سی ناک کو چومتے بولا۔ آپ ایسے باہر نہیں جاسکتے۔۔

ناتیشہ سلیب سے اترتے فوراً ضرغام کے آگئے کھڑی
ہوئی۔

میں نے باہر دروازے پر نوٹ لگایا ہے۔
ناتیشہ دروازے کی طرف اشارہ کرتے بولی کیسا
نوٹ۔ ضرغام اس چھوٹی سی آفت کو دیکھتے ہوئے بولا۔

یہ ہی کہ۔۔ جب تک میرے ہی بریانی بنانا نہیں سیکھ
لیتے۔ وہ کچن سے باہر نہیں نکل سکتے۔ اور نا باہر والے
اندر آسکتے ہیں۔ نامکیشہ دروازے پر لکھانوٹ سناتے
بولی۔ ضرغام نے گھور کر اس آفت کی دوکان کو دیکھا۔
نوٹ اتار کر پھاڑ دو۔۔

اب بریانی نہیں بنے گی ضرغام دونوں ہاتھ اوپر کرتے
بولا۔

میں رو دوں گی۔ نامکیشہ موٹے موٹے آنسو لاتے بولی۔

نامکیشہ بے بی۔۔ میں تمہاری باتوں میں نہیں آنے والا۔

ضرغام اس کے ٹوپی اتارتے بولا۔ ہی میں آرہر بات

مانوں گی۔ آپ کی ہر پلیز مجھے بریانی بنا کر کھلائے۔ پکا والا

وعدہ۔۔ آپ جو کہے گئے وہ میں کروں گی۔ نامیشہ

آنکھیں پیپٹاتے بولی۔

جو میں کہوں گا وہ کرو گی۔۔ ضرغام پیٹ پر ہاتھ باندھتے

بولا۔

جی ہی۔۔ نامکیشہ نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ ضرغام

نے سر سے پاؤں تک نامیشہ کا ایکسرے کیا۔ اور پھر

مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ جاؤ وہاں سے سپیکر لیں کر
آؤ۔

ضرغام باہر لاؤنج کی طرف اشارہ کرتے بولا۔ جہاں
چھوٹے سائز کا سپیکر پڑا تھا۔ سپیکر۔۔ نامیشہ نے نا سمجھی
سے ضرغام کو دیکھا۔ جاؤ لیں کر آؤ۔ نامیشہ بھاگتے ہوئے
لاؤنج میں داخل ہوئی۔

اور فوراً لا کر ضرغام کو دیا۔ یہ لیں ہیں۔۔ اب بتائے مجھے
کیا کرنا ہو گا۔ نامیشہ پھولے ہوئے سانس سے بولی۔
بریبانی ایک ہی شرط پر بنے گی۔ اگر تم
مجھے ڈانس کر کے دکھاؤ۔

ڈانس نائشہ چونک کر بولی

جی ڈانس۔ ضرغام مسکراتے ہوئے بولا۔

بریا نی کھانی ہے تو میرا بھی دل لگانا پڑے گا۔ ورنہ میں
کچن میں کھڑا بور ہو جاؤں گا۔ اسی لیے اب تم مجھے ڈانس
کر کے دکھاؤ گی۔

اور میں چھوٹکیوں میں بریا نی بنا لوں گا۔

ضرغام نائشہ کے اڑتے رنگ دیکھ کر بولا۔ ٹھیک ہے ہی
آپ لگائے سونگ۔۔ میرا ویسے بھی رقص کرنے کو دل
کر

رہا ہے۔ نامیشہ گھومتے ہوئے بولی۔ ضرغام کا دل تو جیسے
اُچھل کر باہر آنے کو بے تاب ہوا۔ ضرغام سپیکر اون
کرتے سونگ پلیں کیا۔

"لیلا میں لیلا۔۔۔ ایسی ہوں لیلا
ہر کوئی چاہے مجھ سے ملنا اکیلا۔"

گانے کے چلتے ہی نامیشہ نے ایک ادا سے سٹیپ لیا۔
ضرغام تو اس کے پہلے سٹیپ پر ہی آنکھیں کھول کر
دیکھنے لگا۔"

جس کو بھی دیکھوں دنیا بھلا دوں۔۔۔۔

مجنوں بنادوں۔۔

ایسی میں لیلی۔۔۔"

نائیشہ کمر مٹکاتے آنکھ مارتے ہوئے ضرغام کے قریب
ہوئی۔ ضرغام نے بے باکی سے نائیکیشہ کی کمر کو چھوا۔
نائیشہ ایک ادا سے پیچھے کو ہوتے سٹیپ لینے لگی۔

"ہو۔۔۔۔ کیسے یہ لمحے۔۔۔۔

جواتے حسیں ہیں۔۔۔"

ضرغام نے اسے کمر سے پکڑتے اوپر کو اٹھایا ناٹکیشہ کا چہرہ
سرخ پڑا۔ جسے وہ اگلے لمحے چھپا گئی۔ گانے کی آواز سنتے
سب بچن کے دروازے پر کھڑے منہ کھولے ان دونوں
کو دیکھنے لگے۔

یہ میری آنکھیں۔۔۔ مجھ سے۔۔۔۔۔
کیا کہہ رہی ہے۔۔۔۔۔

ناٹیشہ ضرغام کے پاس آتے سینے پر ہاتھ رکھے۔ اگلے ہی
پل ضرغام نے اس کے حسین چہرے پر ہاتھ پھیرتے
سٹیپ لیا۔

کچن کے دروازے پر کھڑے سب کی مسکراہٹ گہری
ہوئی۔

"تم آگئے ہو یقین کیسے آئے۔۔۔۔۔"
یہ دل کہہ رہا ہے۔ تمہیں چھو کر دیکھو۔"
ضرغام نے مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ سٹیپ لیتے
بے باکی سے چھوا۔۔

استغفر اللہ۔۔ رانیہ پتر اپنے بیٹے کو سمجھاؤ یوں کھلے عام
نہیں ناچتے۔۔ حاکم خان بولتے شرم سے اپنے کمرے
کی طرف بڑھ گئے۔

"لیلا میں لیلا۔۔ ایسی ہوں لیلا۔۔
ہر کوئی چاہے۔۔ مجھ سے دل نا اکیلا۔۔"

ضرغام ناکیشہ کو دونوں بازوؤں کے نیچے سے پکڑا۔
نائیشہ اپنی ٹانگوں کو ہلاتے سٹی مارتے سٹیپ لیا۔

میوزک پر اب دونوں نہایت ہی دلچسپی سے سٹیپ لیتے
سب کو آنکھوں پر ہاتھ رکھنے پر مجبور کر دیا۔

قربان تمہاری ان اداؤں پر۔۔ میوزک بند ہوتے ضرغام
نامیشہ کے گال چومتے بولا۔

اور قربان ہم تم دونوں پر۔۔ شاہ میر تالی بجاتے آگئے
بڑھا۔

ضرغام اور نامیشہ نے چونک کر شاہ میر کو دیکھا۔ جب
دروازے پر کھڑے باقی سب افراد پر نظر پڑی۔ ضرغام
نے مسکراتے ہوئے ڈھٹائی سے سب کو دیکھا۔

نامیشہ کا تو چہرہ ہی سرخ پر گیا۔ ہیزل، زمل۔۔ رانیہ بیگم،
زرمینہ بیگم۔۔ بھی اندر داخل ہوتے گھورنے لگی۔
بہرام دروازے پر کھڑا ایک ٹک مسکراتے ہوئے اس
ڈھیٹ انسان کو دیکھ رہا تھا۔ جس کے چہرے پر ذرا بھی
شرم کے ایثار نظر نہیں آرہے تھے۔

بے شرم کہی کے۔ شرم نہیں آئی۔۔ تمہیں ناچتے
ہوئے۔۔

مام۔۔ شرم کس بات کی۔۔ اپنی بیوی کے ساتھ ہی ڈانس
کر رہا تھا۔ کسی اور کے ساتھ نہیں جو مجھے شرم کرنی
پڑے۔

ضرغام کندھے اچکائے بولا۔

ہیزل بھا بھی۔۔ زمل بھا بھی۔۔ مجھے کیوں ایسے دیکھ
رہے ہو۔ میں نے ان سے بولا۔ مجھے بریانی بنا کر دیں۔

انہوں نے شرط رکھی پہلے میں ڈانس کروں پھر مجھے
بریانی ملے گی۔ نامیشہ چہرے پر گہری معصومیت لائے
بولی۔

شاہ میر کا جاندار قہقہہ کچن میں گونجا۔۔ مورے۔۔ ایک
بریانی کے پیچھے ڈانس کروایا گیا ہے۔ شاہ میر پیٹ پر ہاتھ
رکتے، سسنے لگا۔

باقی سب بھی دبی دبی ہی ہنس رہے تھے۔

ضرغام نے گھور کر نامکشیشہ کو دیکھا۔

تو کیا گڑیا۔۔ آپ کو بریانی مل گئی۔

بہرام ضرغام کو گھورتے بولا۔ نامیشہ نے نفی میں سر
ہلایا۔۔۔۔

چل بھی اب بریانی بنا۔ اپنی بیوی کے لیے پھ اور باقی
سب کے لیے بھی۔ آفٹر آل۔۔

ہم نے تمہارے رقص پر تالیاں بجانے کا کام کیا ہے۔

شاہ میر بہرام کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ کیا یاد کرو گئے۔
آج سب کو کھلا ہی دیتے ہیں۔ ضرغام نامیشہ کو گھورتے
بولا۔ رانیہ بیگم اور زرینہ بیگم کچن سے باہر نکل گئی۔ باقی
سب بھی کچن سے باہر نکل گئے۔

تمہاری تو ایسی کی تھی۔۔۔ ضرغام کچن کا دروازہ بند
کرتے نامیشہ کی طرف بڑھا۔ ہی۔۔ اب میں نے کیا کیا۔
نامیشہ آگئے کی طرف بھاگتے ہوئے بولی۔۔

ہی کی جان۔۔۔ رُکے تمہیں تو میں بتاتا ہوں۔ ضرغام
اس کی کمر سے پکڑتے خود کے ساتھ لگایا۔ سب کو بتانے

کی کیا ضرورت تھی۔ ہی۔۔۔ میں نے سچ ہی بولا ہے۔
آپ ٹائم ویسٹ کر رہے ہیں۔

چلے جلدی سے بریانی بنائے۔
نانکیشہ خود کو چھڑواتے بولی۔۔
تمہیں تو بعد میں دیکھوں گا۔ ضرغام اسے سلیب پر
بیٹھاتے بولا۔ اور چو لہے پر برتن رکھا۔ اور جو پہلے پیاز
کٹ کر کے رکھا تھا دھجکی میں ڈالا۔۔۔

ہی۔۔ سپائٹسی بنائیے گا۔۔ نانکیشہ ضرغام کو دیکھتے بولی

جو حکم ہی کی جان۔۔۔ ضرغام سر خم کرتے بولا۔۔۔
نائیکیشہ نے مسکراہٹ کے ساتھ ضرغام کو دیکھا۔

ایک گھنٹہ میں منٹ لگے تھے بریانی بنانے میں ضرغام
ڈش میں چاول نکالتے ڈامینگ ٹیبل پر رکھے۔ واؤ ہی۔۔۔
آپ نے توق کمال کی بریانی بنائی ہے۔ نائیکیشہ ڈش کی
پلیٹ اٹھاتے بولی۔

سب لوگ ڈامینگ ٹیبل بیٹھ چکے تھے۔ باقی سب چیزیں
بختونے لا کر رکھی۔ ضرغام پتر ڈانس کے ساتھ بریانی
کافی اچھی بنا لیتے ہو۔ حاکم خان بریانی ٹیسٹ کرتے

بولے۔ حاکم نانا۔۔۔ مام بتا رہی تھی۔ آپ نے بھی نانی
کے لیے ساگ اور مکئی کی روٹی بنائی تھی۔ میں نے تو پھر
بھی سب کے لیے بریانی بنائی ہے۔ اپنا پیار نچوڑ نچوڑ
کر۔۔۔ ضرغام مسکراتے ہوئے بولا۔۔۔

تیری ماں نے تجھے یہ نہیں بتایا۔۔۔ خانوں کو زیب نہیں
دیتا یوں کھلے عام ناچنا۔۔۔ حاکم خان ضرغام کو گھورتے
بولا۔ میری ماں نے بہت کچھ سکھایا اور بتایا کبھی فرصت
میں بیٹھ کر میٹینگ کرے ہے۔ گئے۔۔۔ ضرغام بے باکی
سے بولتے۔۔۔

چاولوں کا چھچھ بھر کر نامیشہ کے منہ میں ڈالا۔۔ سب نے
مسکراتے ہوئے حاکم خان اور ضرغام کو دیکھا۔۔

لگتا تیرے اوپر بھی شاہ میر کا سایہ پرواز کر چکا ہے۔ بے
شرم کہی کے کے کبھی بھی تم تم دونوں نے سیدھا جواب
نہیں دیا۔ ہر بات کا الٹا جواب ہی دیتے ہو۔۔

داجی!! آپ کا ہی خون ہیں۔۔ آپ کی جوانی کو کاپی کرتے
ہیں۔۔ شاہ میر مسکراتے ہوئے بولا۔

کمینے بریانی اچھی بنائی ہے۔ اب باقی کی بریانی اپنی زل
کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤں گا۔ شاہ میر پلیٹ میں بریانی
نکالتے ڈائینگ روم سے

نکلتے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ بہرام تیری بیوی بھی
کمرے میں ہیں۔

تو بھی جا۔ اپنی بیوی کے ساتھ بریانی انجوائے کر۔ حاکم
خان۔۔ بہرام کو دیکھتے بولے۔

جو حکم داجی۔۔ میں بھول ہی گیا تھا۔ شکر ہے آپ نے یاد
کروادیا۔

بہرام بھی اپنی چیر پیچھے گھسیٹتے کراٹھا اور پلیٹ اٹھائے
مسکراتے ہوئے باہر نکل گیا۔

"لا حول لا والا قوتہ"

حویلی میں ایک سے ایک بھر کر بے شرم ہے۔ حاکم اپنی
پلیٹ پر جھکتے بولے۔ زرمینہ بیگم!! اپنے بیٹوں کو تھوڑی
عقل دے دو۔

گھر کے بڑوں کے سامنے چھپھوری حرکتیں کرنا بند کر
دیں۔

عدنان صاحب زرمینہ کو گھورتے بولے۔۔ زرمینہ بیگم
اثبات میں سر ہلاتے کھانا کھانے لگی۔ افسوس۔۔۔

ہی آپ نے میرے کپڑے گندے کر دیے۔

نمائشہ اپنے کپڑوں پر پانی گر تا دیکھ کر بولی۔ ہی کی جان
پانی ہی ہے۔ چلو آؤ میں ابھی صاف کر دیتا ہوں۔ حاکم
نانا۔۔ ہم بھی جائے اپنے روم میں۔ ضرغام اپنی ہنسی
دباتے بولا۔

ایسے پوچھ رہے ہو۔ جیسے بچپن سے میرا کہا مانتے آرہے
ہو۔ حاکم خان غصے سے گھورتے بولے۔ ضرغام کا قہقہہ
ڈامینگ روم میں گونجا۔ اسی لیے تو پوچھ رہا ہوں۔ ہم
جائے اپنے روم میں ناٹیشہ نے کھا جانے والی نظروں سے
ضرغام کو گھورا۔۔۔

سر عامر کو لیں آیا ہوں۔ باہر لاؤنج میں ہے۔ سبحان کچن
میں کھڑا امان کے لیے دودھ بنا رہا تھا۔ سبحان کچن میں
سے آوازیں سنتے اوپر جانے کی بجائے سیدھا کچن میں آ
گیا۔ کچن میں کھڑے کاوش کو دیکھتے عامر کا بتانے لگا۔

ٹھیک ہے تم جاؤ۔۔۔ ہم آرہے ہیں۔۔۔ کاوش عامر کا سنتے
سرد لہجے میں بولا۔۔

سبحان فوراً وہاں سے نکلا۔ امان کو گود میں اٹھائے کاوش
بھی باہر نکلا۔ چہرے پر دنیا جہاں کا غصہ لیے سامنے عامر
کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر پہلے ہی خوف کا سایہ منڈلا
رہا تھا۔

عامر کاوش کا سپاٹ سرخ چہرہ دیکھتے با مشکل تھوک نکلا۔
سبحان۔۔۔ کاوش غصے سے آواز مدھم رکھ کر بولا۔ تاکہ

امان ڈرنا جائے۔ جی کاوش سر۔۔۔ سبحان جلدی سے
کاوش کی طرف بڑھتے بولا۔

امان کو باہر لان میں لیں جاؤ۔ کاوش امان کو سبحان کی
طرف بڑھاتے بولا۔

سبحان امان کو پکڑے باہر نکل گیا۔ کہاں تھے تم۔۔۔
کاوش اس کی طرف قدم بڑھاتے بولا۔ عامر گہر اسانس
لیتے پیچھے ہوا۔ وہ۔۔۔ وہ میں اپنے گھر میں ہی تھا۔

عامر اٹک اٹک کر بولا۔

تمہارے پاس ڈر گز کہاں سے آئی۔ کاوش سرخ چہرے
کے ساتھ بولا۔ سر ڈر گز۔۔۔ سر آپ کو کوئی غلط فہمی
ہوئی ہے۔ عامر نڈر لہجے میں جھوٹ بولتے بولا۔

شٹ اپ۔۔۔ مجھے صرف سچ سننا ہے۔

تمہارے پاس ڈر گز کہاں سے آئی۔

کاوش اس کی گردن کو دبوچتے غصے سے دھاڑا۔۔۔ سر مجھے
کچھ سمجھ نہیں آرہا۔۔۔ آپ کو نسی ڈر گز کی بات کر رہے
ہے۔ عامر اپنی گردن کاوش کی گرفت سے چھڑواتے

بولا۔

کاوش نے ایک زوردار تھپڑ عامر کے گال پر دے مارا۔
عامر لڑکھڑاتے ہوئے صوفے پر گڑھا۔ مجھے جھوٹ
بلکل نہیں پسند۔۔ اور جھوٹ بولنے والا زہر لگتا ہے۔
کاوش اس کی تھائیز پر اپنا بھاری شوز والا پاؤں مسلے بولا۔
عامر درد سے کراہ اٹھا۔ تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی میری
بیوی کو ڈر گز دینے کی۔ کاوش غصے سے چلایا۔۔
عامر کاوش کے چلانے پر خوف سے چہرہ سرخ پڑا۔ بول
کمینے۔۔۔ تیری اتنی ہمت میری عورت کو مارنے کی
کوشش کی۔ میری عورت کو ڈر گز دی۔

بتا۔۔۔ چپ کیوں ہے۔ کاوش اس کے منہ پر زناٹے دار
تھپڑ ماری جا رہا تھا۔

ایک بعد ایک تھپڑ۔۔۔ عامر ڈھیٹ بنا مار کھا رہا تھا۔ منہ
سے ایک لفظ بھی ناز نکالا۔۔۔ نمک حرام۔۔۔ کاوش اسے
چپ دیکھ کر اُلٹے ہاتھ کا تھپڑ دے مارا۔

یہ تھپڑ ایسا تھا۔ جس کی آواز پورے لاؤنج میں گونجی
تھی۔ تھپڑ پڑنے کی وجہ سے ہونٹ کا کنارہ پھٹ گیا تھا۔
منہ سے خون آنا شروع ہوا تھا۔ عامر تڑپتے ہوئے ہاتھ
جوڑ گیا۔ سر معاف کر دیں غلطی ہو گئی۔۔۔ معاف کر دوں

میری بیوی درد سے اتنا تڑپی۔۔ جلن سے اتنا تڑپی اور تم
کہتے معاف کر دوں۔۔

صاحب جی۔۔۔ میری بہن اُس کی قید میں ہیں۔ میں نے
یہ سب اپنی بہن کو بچانے کے لیے کیا۔ عامر روتے
ہوئے بولا۔ کس کے کہنے پر۔۔ کاوش پریشانی سے بولا۔

سر میں نے نہیں دیکھا اُسے۔۔۔ مجھے کال آئی۔ کالج سے
میری بہن کو اٹھالیا۔ سر مجھے ایک آدمی ڈرگزر کاپیکٹ
دیں کر گیا تھا۔ کی یہ ڈرگزر ماہی بی بی کو دینے کے لیے

-- ماہی بی بی نے مجھ سے چائے مانگی۔۔ مجھے یہی سہی
موقع لگا۔

میں نے وہ ڈرگزر چائے میں ملا کر بی بی جی کو دے دی۔۔

سر میں یہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے صرف اپنی بہن
کے لیے کیا ہے۔ پلینز مجھے معاف کر دیں۔ عامر کاوش کی
ٹانگ پکڑے التجا کرتے ہوئے بول رہا تھا۔

کاوش خاموش کھڑا یہ سب سن رہا تھا۔

کس کی اتنی ہمت میری بیوی کے بارے میں سوچنے کی۔
میری ماہی کو مارنے کے لیے تم نے اُن کی بات مانی۔
ایک دفعہ مجھ سے بات تو کر کے دیکھتے۔

کاوش اپنی ٹانگ چھڑواتے ہوئے چلایا۔
میں ڈر گیا تھا۔ عامر کاوش کی طرف بڑھتے بولا۔
کاوش اسے اپنے پاس آنے سے روک گیا۔
موبائل کی رنگ پر کاوش نے سامنے دیکھا۔
جہاں لینڈ لائن پر کال آرہی تھی۔ کاوش نے آگے
بڑھتے کال رسیو کی۔۔۔ ہیلو میرے یار۔۔۔۔۔ کیسا لگا
میرا سر پر اتڑ۔۔۔ ویسے ایک بات کہوں۔۔۔ تیری بیوی

کی ابھی تصویر ہی دیکھی ہے۔ قسم سے بہت ہی حسین
ہے۔۔

شٹ اپ۔۔ کاوش فون پر آگ بگولہ ہوتے دھاڑا۔
اگر یہی الفاظ میرے سامنے کہتا۔۔ تیری زبان کاٹ
ڈالتا۔۔

ارے پروفیسر صاحب۔۔ اتنا غصہ۔۔ ابھی تو صرف
دور بیٹھے ٹریلر دکھایا ہے۔

ابھی تو پیچہر باقی ہے۔ دوسری طرف فون پر وہ آدمی ہنستے ہوئے بولا۔ چھپ کر وار کرنا بزدلوں کا کام ہے۔ اور بزدل لوگ ہی عورتوں کو ہتھاڑ بناتے ہیں۔

کاوش ضبط کرتے بولا۔ اپنی عورت کا کسی غیر مرد سے ذکر سنتے کاوش کو اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہوا۔

اگر اس وقت وہ آدمی اس کے سامنے ہوتا تو اس کا سینہ گولیوں سے چھلنی کر دینا تھا۔ ملے گئے بہت جلد ملے گئے۔۔ پروفیسر صاحب۔۔

لاؤنج میں کھڑے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔۔ جا اپنی بیوی
کو دیکھ۔۔۔ کہی مرور نا جائے۔

فون پر اُس آدمی کا قہقہہ گونجا۔ کاوش نے حیران
نظروں سے اپنا چہرہ گھمائے چاروں طرف دیکھا۔۔ اسے
کیسے پتا۔۔ میں اس وقت لاءونج میں ہوں۔۔ عامر
خاموشی سے کھڑا سب سن رہا تھا۔

میری نظر ہر وقت تم پر ہی ہے۔ اگر ایسا ویسا کچھ کیا۔
تیری بیوی اور بچہ تو گیا۔۔ سوری۔۔ بیوی تو اب جا رہی
ہے۔۔

لگتا ہے۔ زیادہ ہی ڈر گز دماغ پر اثر کر گئی۔۔ وہ فون پر
ہنستے ہوئے بولا۔

گھٹیا انسان۔۔۔ تیرا قتل میرے ہاتھوں لکھا ہے۔
زندگی میں پہلا قتل کروں گا۔۔ وہ بھی تیرا۔۔

کاوش فون رکھتے اوپر کی طرف بھاگا۔۔ کاوش اتنا تو سمجھ
گیا تھا۔ اُس نے پورے مینشن میں کیمرے فکس کیے
ہوئے ہیں۔۔

ماہی کا سنتے وہ پاگلوں کی طرح سیڑھیاں چڑھتے اپنے
کمرے کی طرف بڑھا۔

جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا۔

ماہی کو بیڈ پر ناپا کر کاوش فکر مند ہوا۔ ٹیرس کا کھلا دروازہ
دیکھتے کاوش جلدی سے آگئے بڑھا۔ سامنے کا منظر دیکھتے
کاوش کو اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔

ٹیرس کی سامنے بنے پردے پر ماہی کو کھڑا دیکھتے کاوش
کا جیسے سانس رُک گیا ہو۔ کاوش بنا آواز کیسے آہستہ
قدموں سے ماہی کی طرف بڑھا۔ جو ایک ٹانگیں آگئے

کیے بڑھنے لگی۔

ابھی ماہی آگئے کو جھکتی۔۔۔ کاوش اسے کلائی سے پکڑتے
اپنی طرف کھینچ گیا۔

دونوں پیچھے ہوتے زمین پر گرے۔ ماہی چیختے ہوئے
کاوش کے سینے میں منہ چھپا گئی۔ کاوش آنکھیں کھولتے
اس کے گرد زور سے ماہی کے گرد حصار باندھا۔

ماہی کا جسم تندور کی مانند تپ رہا تھا۔ بخار میں جل رہی تھی۔ پہنے ہوئے کپڑے بھی جیسے آگ پکڑے ہوئے تھے۔

کاوش فکر مندی ماہی کو لیں کر سیدھا ہوا۔ چہرے سے اس کے بال پیچھے کیے۔۔ ماہی ایک جھٹکے سے کاوش کو پیچھے دھکیلتے لڑکھڑاتے قدموں سے کھڑی ہوئی۔

میرے پروفیسر کو بلاؤ۔۔ مجھے ان سے بہت سی شکایتیں کرنی ہے۔ ماہی جھولتے ہوئے دونوں ہاتھ کھول کر بولی۔۔

کاوش کو مزید پریشانی ہونے لگی۔ شاید بخار اور ڈر گز کے
زیر اثر ایسی باتیں کر رہی تھی۔ پروفیسر کی جان۔۔۔
تمہارا پروفیسر تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

کاوش اس کا چہرہ تھامتے بولا۔

"اووو۔۔۔ آپ ہی ہے میرے پروفیسر۔۔۔"

ماہی اپنے سینے کو مسلتے بولی۔ شاید اسے سینے میں جلن ہو
رہی تھی۔

کیا ہوا میری شہزادی۔۔۔ کاوش اس کو اپنا سینہ مسلتے دیکھ
کر بولا۔

مج۔۔۔۔۔ھے۔۔۔ماہی مجھے کو لمبا کھینچتے سو چنے لگی۔
بخار ہو رہا ہے۔ ماہی کچھ دیر بعد سو چتے نروٹے لہجے میں
بولی۔۔

بخار تھا تو۔۔۔ باہر کیا لینے آئی۔۔۔ کاوش اب کی دفعہ سرد
لہجے میں بولا۔

میں وہاں کھڑے ہو کر مار گلہ کی پہاڑیاں دیکھ کر رہی تھی۔

ماہی پیچھے ٹیرس کی دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہستے
ہوئے بولی۔۔۔

کاوش نے گھور کر ماہی کو دیکھا۔

بخار میں تپ رہی ہو۔۔ مجھے تمہاری لا پرواہی بلکل اچھی
نہیں لگ رہی۔ کاوش بولتے ماہی کو اٹھاتے روم کے اندر
داخل

ہوا۔۔۔ ماہی اس کے سینے پر سر ٹکا گئی۔ پروفیسر۔۔۔
میرا امان کدھر ہے۔ کاوش جو ماہی کو بیڈ پر لٹا رہا تھا۔ ماہی
امان کو یاد کرتے فوراً بولی۔۔۔

تمہارا امان یہی ہے۔ کاوش اس ماتھا چومتے بولا۔ میری
شہزادی۔۔۔ یہ سب میری وجہ سے ہوا۔

کاوش اپنے دل میں سوچتے پھر سے ماہی کی پیشانی کا بوسہ
لیا۔

وہ کہاں اپنی ماہی کو بس حالت میں دیکھ سکتا تھا۔

تمہارے ایک ایک آنسو کا حساب لوں گا۔ جیسے تم تڑپی
ہو۔۔ ویسے ہی اُسے تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔ کاوش ماہی کے
بجھے چہرے کو مسلسل دیکھتے سوچ رہا تھا۔

کاوش سر۔۔ امان بابا سو گئے ہیں۔۔۔

سبحان دروازے پر کھڑا ہوتے بولا۔ سبحان کی آواز سنتے
کاوش نے پلٹ کر دیکھا۔

اور ماہی کے اوپر کمبل دیتے دروازے کی طرف بڑھا۔

شکریہ سبحان۔۔۔ کاوش امان کو اپنی باہوں میں لیتے
مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ شکریہ کیسا سر۔۔۔ امان بھی

میرے بیٹے جیسا ہے۔ بیٹے کو سنبھالنے میں شکریہ نہیں
چاہیے۔

ماشا اللہ۔۔ امان بابا بہت ہی پیارے ہیں۔۔ اب تو ہر روز
امان بابا کے ساتھ ٹائم سپینڈ کرنا ہے۔ ہر بار شکریہ نہیں
بولے گئے۔ سبحان مسکراتے ہوئے بولا۔۔ اچھا
اچھا۔۔ اب زیادہ باتیں مت کرو۔۔ جاؤ عامر کو اس
کے گھر چھوڑ کر آؤ۔

اور آتے ہوئے۔۔ اس لیڈی ڈاکٹر کو بھی ساتھ لیتے آنا۔

کاوش اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا۔۔ سبحان سر
اثبات میں ہلاتے پلٹ گیا۔ کاوش دروازہ بند کرتے ماہی
کی طرف بڑھا۔ جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

یہ رہا میری شہزادی کا شہزادہ۔۔۔ کاوش اسے ماہی کے
ساتھ لیٹاتے بولا۔

ماہی نے مسکراتے ہوئے امان کے گال پر لب رکھے۔
کاوش جگ میں سے پانی نکالتے باؤل میں ڈالا۔ اور اپنا
رومال پانی کے اندر ڈالتے ماہی کے پاس آکر بیٹھا۔ اور
اس کی پٹیاں کرنے لگا۔

اففف۔۔۔ ہو پر و فیسر میں ٹھیک ہوں۔۔۔

ماہی کاوش کے چہرے پر اپنے لیے فکر مندی دیکھتے بولی۔

جانتا ہوں۔ تم کتنی ٹھیک ہو کتنی نہیں۔ میں بالکل اب تم

سے لاو پرواہ نہیں رہنے والا۔۔۔ پہلے سے زیادہ تمہاری

حفاظت کرنی ہے۔ کاوش اُس آدمی کی باتیں یاد کرتے ہلکا

سامنہ میں بولتے ماہی کی گردن پر گیلی پٹی رکھی۔۔

ماہی سکون محسوس کرتے آنکھیں موند گئی۔

کاوش کچھ دیر ایسے ہی ماہی کی پٹیاں

کرتے رہا۔

پہلے سے بخار بہت کم ہو گیا تھا۔

سبحان بھی ڈاکٹر کو لیں آگیا تھا۔ ڈاکٹر کشمالہ نے ماہی کو

ڈرپ لگائی۔ اور کچھ میڈیسن لکھ کر کاوش کو دی۔

ڈاکٹر اب کوئی خطرے کی کوئی بات تو نہیں۔۔

کاوش فکر مند لہجے میں بولا۔

نہیں سر۔۔ آپ کی وائف بلکل ٹھیک ہیں۔ ڈرگز کی وجہ
سے ذہن پر اثر پڑا ہے۔ اب آرام کرے گی۔ تو ٹھیک ہو
جائے گی۔

بس یہ میڈیسن ان کو ٹائم سے دیتے رہے۔

انشا اللہ بہتر ہو جائے گی۔

ڈاکٹر کشمالہ مسکراتے ہوئے بولی۔

انشا اللہ۔۔ کاوش نے جھکتے ماہی کی پیشانی کو چوما۔۔۔

ڈاکٹر کشمالہ نے مسکراتے ہوئے اس حسین کیل کو

دیکھا۔ اور امان کے گال کو ٹچ کرتے کاوش کو دیکھا۔

ٹھیک ہے اب ہم چلتے ہیں۔ ڈاکٹر کشمالہ کاوش سے
اجازت لیتے سبحان کے ساتھ باہر نکل گئی۔

شاہ۔۔۔ آپ نہیں جائے گئے۔ جانا ہے تو مجھے بھی
ساتھ لیں کر جائے۔ مجھے بھی ملنا ہے۔

اپنے مورے بابا سے۔۔۔ آئزہ ناراضگی سے منہ پھولائے
بولی۔ عاصم جو مرد کے سامنے کھڑا اپنے بالوں میں برش
کر رہا تھا۔ ہاتھ میں برینڈ ڈگھڑی اٹھائے ہاتھ میں پہنتے

مرد سے ہی آئره کو دیکھا۔ جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے
بڑی ہی فرصت سے اپنے شاہ کو دیکھ رہی تھی۔
عاصم اپنا موبائل اٹھائے آئره کی طرف بڑھا۔ شاہ کی
جان۔۔۔ ایسے مت دیکھیں۔۔۔ ورنہ یہ بندہ کہی جانے
کے قابل نہیں رہے گا۔

عاصم شاہ آئره کے پاس آتے اس کی پیشانی پر لب
رکھے۔

یہی تو چاہتی ہوں۔ آپ مت جائے۔ میرے پاس
رہے۔ آپ اکیلے نہیں جاسکتے۔

آئزہ عاصم کے چہرے کی طرف دیکھ کر بولی۔

جو آج انتہا کا ہنڈ سم اور دلکش لگ رہا تھا۔ وائٹ شرٹ
سے کسرتی باڈی صاف نمایاں ہو رہی تھی۔ آئزہ کی
آنکھیں

عاصم شاہ کی باڈی کا معائنہ کرنے لگی۔ میں اکیلے کیوں
نہیں جاسکتا۔ عاصم آئزہ کی نظریں اپنے سیکس پیک پر
محسوس کرتے مسکراتے ہوئے بولا۔

شاہ۔۔ آپ اپنی پریگنٹ بیوی کو اکیلا چھوڑ کر کہی نہیں
جاسکتے۔ آئزہ عاصم کی آنکھوں میں دیکھتے نروٹے پن
سے بولی۔۔ شاہ کی جان۔۔۔ تم مجھے کہی جانے بھی دوگی
یا نہیں۔۔ یا کرے میں ہی قید کرنے کا ارادہ ہے۔
عاصم آئزہ کے قریب بیٹھے بولا۔

اسلام آباد تم نہیں جانے دیتی۔۔ ماموں کے ساتھ
ڈھیرے پر چلا جاؤں۔۔ وہاں سے کال کر کے بھلا لیتی
ہے۔ تم دنیا کی پہلی عورت نہیں ہو جو ماں بننے لگی ہو۔
عاصم دانت پیستے ہوئے بولا۔ عاصم کی بات سنتے آئزہ کی
آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ کرتے بہنے لگے۔ جائے آپ
کو جہاں جانا ہے۔

میں آئندہ سے آپ کو بلکل بھی نہیں روکا کروں گی۔۔
آئزہ سوں سوں کرتے روتے ہوئے بولی۔ آئزہ کو ایسے
روتے دیکھ کر عاصم کا دل جیسے بجھ گیا ہو۔ مضبوط ہاتھ
کانپنے لگے۔۔ وہ کہاں برداشت کرتا تھا۔ اپنی آئزہ کی
آنکھوں میں آنسو۔۔ عاصم کو اپنے کہے گئے الفاظ زندگی
میں پہلی دفعہ بُرے لگے۔ شاہ کی جان۔۔ ایم سوری۔۔
میرا یہ مطلب نہیں تھا۔

عاصم اس کے آنسوؤں سے بھرا چہرہ تھامتے بولا۔
آپ کا دل بھر گیا ہے نا۔۔ اس لیے آپ نے ایسا
کہاں۔۔۔

آئزہ عاصم کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹاتے بولی۔ اپنے
پسندیدہ محبوب سے بھی کبھی دل بھرتا پسندیدہ بھی سے
کبھی دل بھرتا ہے۔ تم بوڑھی بھی ہو جاؤ گی۔ تب بھی
تمہارا شاہ دیوانوں کی طرح تم سے عشق کرے گا۔

عاصم محبت پاش لہجے میں بولتے اس کی گردن میں چہرہ
چھپا گیا۔ تم میری زندگی کا وہ حصہ ہو۔ جسے میں
چاہ کر بھی خود سے جدا نہیں کی المسلسل عاصم اس کی
گردن میں۔ چہرہ چھپائے مسلسل بول رہا تھا۔

آئزہ کی ہچکیاں ابھی بھی عروج پر تھی۔۔

بٹر فلائے۔۔۔ معاف کر دو یا ررر۔۔۔ غلطی ہو گئی۔۔
کیوں اس طرح رو کر میرا دل جلارہی ہو۔ عاصم فکر مند
لہجے میں بولا۔ جو آپ نے میرا دل جلایا ہے۔ اُس کا
کیا۔۔ آئزہ ہاتھوں سے اپنے آنسو صاف کرتے بولی۔
میرا سر درد۔۔۔ غصے میں بول دیا۔ اب اپنے معصوم
شوہر کو معافی دے دو۔۔

عاصم اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑتے بولا۔ آپ ہر دفعہ
غصہ کرتے ہیں۔ پھر سوری بول دیتے ہیں۔ آئزہ شکوہ
کرتے بولی۔ سوری تو بول دیتا ہوں نا۔ میری خوبصورت

لیڈی۔ عاصم دیکھتے ہوئے بولا۔ مجھے سوری نہیں
چاہیے۔۔ آئزہ کے جو گال پہلے ہی پھولے تھے۔
اُسے مزید پھولائے بولی۔۔ آئزہ کے پھولے گال پر
عاصم نے جھک کر شدت سے دانت گھاڑے۔

آئزہ کی سسکی کمرے میں گونجی۔۔ میری حسین
بیوی۔۔ تمہارا شاہ تمہارا دیوانہ ہے۔
ہمم۔۔ میرے ہی دیوانے رہے گا۔۔
آنے والے بے بی کا دیوانہ میں نہیں ہونے دوں گی۔۔
آئزہ عاصم کے اتنے سے لاڈ پر جیلس ہوتے بولی۔۔
عاصم کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

میں تمہارا ہی دیوانہ رہوں گا۔ آنے والے بے بی کو ہم
دونوں مل کر ڈھیر سا راپیار دیں گئے۔ عاصم اس کے پیٹ
پر لب رکھتے بولا۔ عاصم کی اس طرح لب رکھنے پر آئزہ
کے

جسم میں سپارک سا ہوا۔ آئزہ کا پہلے سے زیادہ خوشگوار
چہرہ دیکھتے بولا۔

کیا اب مجھے سسرال جانے کی اجازت مل سکتی ہے۔ تم
اس حالت میں ناہوتی۔ تمہیں بھی میں ساتھ لیں کر چلا
جاتا۔ میں تمہیں اور اپنے بے بی کو لیں کر بہت

پوزیسیو ہوں۔ میں ذرا بھی لا پرواہی نہیں برت سکتا۔
عاصم اسے پیار سے سمجھاتے بولا۔۔

مجھے بھی ملنا ہے سب سے۔۔ آئزہ نم آواز سے
بولی۔ میری جان۔۔۔ مجھے بہرام لالا سے کام نا ہوتا میں
تمہارے بنا کبھی نہیں جاتا۔ عاصم اس کی دونوں
ہتھلیاں چومتے پیار سے اسے اپنے سینے سے لگاتے
بولا۔۔

ٹھیک ہے۔ پر آپ شام ہونے سے پہلے واپس آ جائے
گا۔ آئزہ اس کے سینے میں چھپتے ہوئے بولی۔۔

گڈ گرل۔۔ عاصم اس کے بالوں پر لب رکھے بولا۔۔
چلو اب جانے دو۔۔ ایسے چپکو گی۔ تو میرا ارادہ بدل
جائے گا۔

تمہارے بھرے بھرے وجود کو دیکھتے پہلے ہی میرا دل
بے ایمان ہو رہا ہے۔ تمہیں کاٹ کھانے کو دل کر رہا
ہے۔ عاصم بے باکی سے بولتے آئزہ کی پشت پر ہاتھ
پھیرا۔۔

آئزہ نے گھور کر اپنے شاہ کو دیکھا۔ جو کوئی بھی نے موقع
ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

جار رہا ہوں۔۔ عاصم اسے گھورتے دیکھ کر فوراً بولا۔۔

آئزہ کے گال پر کس کرتے آئزہ کے پاس سے اٹھتے

دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔ شاہ۔۔ ٹائم سے آ

جائیے۔۔ ورنہ میں

ناراض ہو جاؤں گی۔ آئزہ عاصم کو دروازے سے باہر نکلتے

دیکھ کر اونچی آواز سے بولی۔۔

شاہ کی جان۔۔ تمہارا لالا ٹائم سے آنے دے گا تو ضرور

جلدی آ جاؤں گا۔

عاصم مسکراتے ہوئے بول کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔۔
آئزہ دانت پیستے کبل میں غروب ہوئی۔ آپ لیٹ آئے
گئے۔ میں دروازہ ہی نہیں کھولوں گی۔
پھر کھڑے رہے گا ساری رات۔۔۔
۔ آئزہ میں منہ میں بڑبڑاتے بولی۔

تبریز جیسے ہی روم میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے بیڈ پر
سوئی اپنی سردارنی پر پڑی۔ تبریز چلتا ہوا زارا کے پاس
پہنچا اور اس کے قریب بیٹھتے اس کا حسین چہرہ دیکھا۔
چہرے پر رونے کے مٹے نشان دیکھتے تبریز کا دل جیسے
کٹ گیا ہو۔ وہ پہلے کی طرح پھر سے آج روئی ہے۔ تبریز

نے جھک کر اس کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ جب نظر اس کے دودھیا بازو پر پڑی جہاں ریڈ نشان کی لکیر ابھری ہوئی تھی۔

تبریز اس کا بازو پکڑے دیکھنے دیکھنے لگا۔ کی نشان ہے کس چیز کا ہے۔

تبریز نے زارا کے بازو کو ہلکا سا وہاں سے مسلا۔ سوئی ہوئی زارا اسک پڑی۔ یہ نشان بھی تازہ ہی تھا۔ ایسے لگ رہا ہو۔ کسی نے بے رحمی سے کوئی چیز ماری ہو۔

تبریز اپنی سردارنی کے بازو پر چھوٹا سا نشان دیکھتے تڑپ
اٹھا۔ دل میں گلی ابھر کر معدوم ہوئی۔ میری سردارنی
مجھے معاف کر دو۔ میں پہلے کی طرح اپنے مورے بابا
کے دل میں تمہارے لیے محبت نہیں جگاسکا۔ تبریز اپنی
سردارنی کے دونوں ہاتھ لبوں سے لگاتے بولا۔

تم کہتی ہو۔ میں حویلی کیوں نہیں آتا۔ تمہاری
آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ تمہیں تڑپتا ہوا نہیں
دیکھ سکتا۔ اسی لیے سارا سارا دن اور رات ڈھیرے پر
گزار دیتا ہوں۔

پھر سے اس کے ہاتھ چومتے اندر سے بھر کر رو دیا۔ آنسو
نکل کر زارا کے ہاتھ پر گرنے لگے۔ تیس سالہ مرد اپنی
سردارنی کی تڑپ پر بچوں کی طرح رو دیا۔ اب اُس کی
برداشت ختم ہوئی تھی۔ وہ اور تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتا
تھا۔ اپنی سردارنی کو۔۔ میں کچھ بھی نہیں
کر پار ہا۔۔ میں اپنی سردارنی کو انصاف نہیں دلا پار ہا۔
میں ایک کمزور سردار ہوں۔ وہ زارا کو سینے سے لگائے
بچوں کی طرح رو دیا۔

زارا نیند میں ہلکا سا کھمکائی۔۔ خود کو کسی کی گرفت میں
پا کر آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی۔ تبریز کو اپنے اتنے
قریب بے یقینی سے دیکھنے لگی۔ جب اپنے کانوں میں
سکنے کی آواز سنی۔۔ زارا نے بے یقینی سے پیچھے ہوتے
اپنے سردار کو دیکھا۔ سردار جی!! کیا ہوا۔۔ آپ رو کیوں
رہے ہیں۔ زارا اپنا ہاتھ تبریز کی گال پر رکھتے بولی۔ تبریز
نے زارا کا ہاتھ پکڑتے اپنے اپنے لبوں سے لگایا۔ نہیں
میری جان۔۔ میں رو نہیں رہا۔ تبریز اپنے آنسو ہلک میں
اتارتے مسکراتے ہوئے بولا۔ آپ اپنی سردارنی سے
جھوٹ نہیں بول سکتے۔ زارا تبریز کی سُرخ آنکھوں کو
دیکھتے بولی۔ میں بھلا کیوں اپنی سردارنی سے جھوٹ

بولنے لگا۔ تبریز اس کی تیکھی ناک کو چومتے بولا۔ اچھا
چھوڑو۔۔ یہ بتاؤ۔۔ میری سردارنی نے کھانا کھایا۔ تبریز
کے بات بدلنے پر زار نے گھور کر دیکھا۔ اور پھر نفی میں
سر ہلاتے بولی۔۔ نہیں کھایا۔۔ مجھے بھوک نہیں
تھی۔

زار اکمبل سے نکلتے بچوں کی طرح تبریز کی گود میں بیٹھی۔
زار تبریز کی گردن میں منہ چھپاتی تبریز کے آنسوؤں کی
وجہ بتانے لگی۔

تبریز کو لگا شاید وہ اسے سمجھ نہیں پائے۔ پر وہ تو اس کے
آنسوؤں کا بھی حساب رکھنے لگی تھی۔ تبریز نے اس کے
گرد بازوؤں کی گرفت مضبوط کرتے اپنے سینے سے لگایا۔
مجھے معاف کر دو۔ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر پایا۔
تبریز آواز میں نمی لیے بولا۔

افسوس۔۔ کس نے کہاں آپ نے کچھ نہیں کیا۔ زارا
اپنے سردار کے سینے سے لگتے لاڈ سے بولی۔

اب آپ مزید کچھ نہیں کرے گئے۔ آپ کی سردارنی
اتنی مضبوط ہو گئی ہے۔ کہ وہ سب کی بے رخی سہہ سکتی

ہے۔ پر آپ کے آنسو نہیں برداشت کر سکتی۔ زاراد ہم
آواز میں

فکر مندی سے بولی بولی۔ تبریز نے بے یقینی سے زارا کا
چہرہ اپنی گردن سے نکالتے دیکھنے لگا۔ کہ وہ اس کی
سردارنی ہی ہے۔ ایسے مت دیکھے۔ اب میں نہیں رویا
کروں گی۔ اب تو

آپ کو رولایا کروں گی۔ اگر کسی دن آپ حویلی لیٹ
آئے۔ یا اب کہی باہر روکے۔ تو زارا تبریز خان آپ کو
اپنے قریب بھی نہیں آنے دے گی۔ زاراد ہم کی آمیز
لہجے میں بولی۔ تبریز کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔۔ تم

مجھے روک نہیں سکتی اپنے قریب آنے سے۔ تبریز
بے باکی سے زارا کی ناز کی اپنے سینے سے مسلتے بولا۔ زارا
سرخ چہرے کے ساتھ نظریں جھکا گئی۔

ایک تو تمہارا اثر مانا۔۔ میرے جذبات کو اور جگا دیتا ہے۔
تبریز اسے اپنی گود میں اچھے سے ایڈجیسٹ کرتے
بیٹھایا۔۔

زارا کانوں کی لوتک سرخ پڑی۔ سردار کو اپنی سردارنی پر
بے حد پیار آیا۔

زارا نے اس کی گود سے اٹھنا چاہا۔ تبریز نے اس کی کمر کو
دونوں سائیڈ سے دبوچتے بیٹھایا۔ زارا سرخ چہرے کے
ساتھ تبریز کو دیکھنے لگی۔

میری طلب بڑھا کر کہاں جا رہی ہے۔ تبریز اس کی
گردن پر لب رکھتے بولا۔ زارا کا ننھا سادل اندر تک کانپ
اٹھا۔

مجھے۔۔۔ نا۔۔۔ تبریز اب بہت زیادہ والی بھوک لگ رہی
ہے۔ زارا تبریز کی بے باکیوں کے زیر اثر بولی۔
تبریز کا قہقہہ پورے روم میں گونجا۔ بہت جلدی نہیں
آپ کو بھوک لگ گئی۔ اب پہلے

میری بھوک کا انتظام کرے پھر آپ کی بھوک کا بھی
انتظام ہو جائے گا۔

تبریز بے باکی سے بولتے زارا کے گلابی لبوں کو اپنے عنابی
لبوں میں لیا۔ اور شدت سے اس کے لبوں پر اپنا بڑھتا
جنون اتارنے لگا۔ تبریز کی جان لیوہ قربت پر زارا نے
سکتے ہوئے پیچھے کرنے کی کوشش کی۔ پر اب یہ پاگل
سردار کہاں پیچھے ہٹنے والا تھا۔

وہ زارا کی سسکیاں اپنے لبوں میں قید کیے ہوئے تھا۔

زارا کے ہونٹوں کی ساری نمی نچوڑتے زارا کے لبوں کو
رہائی بخشی۔ زارا گہرے گہرے سانس لیتے تبریز کو دیکھنے
لگی۔ جو اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

اپنے سردار کو دیکھتے زارا بھی مسکرائی۔

اسے اس دنیا میں اپنے سردار سے زیادہ کوئی حسین لگتا
ہی نہیں تھا۔ وہ شروع دن سے ہی اپنے تبریز پر جان
وارتی تھی۔

تبریز زارا کو بیڈ پر لیٹائے۔۔ اس کی دھڑکنوں کا
ایکسرے کرتے۔۔ زارا کے بازو اٹھائے اس کی شرٹ
ریموو کر گیا۔ زارا نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی
آنکھیں بند کر کے کھولی۔۔

زارا اس کی خمار بھری آنکھوں میں دیکھتے اگلے ہی پل
نظریں جھکا گئی۔ جن میں اس کی طلب واضح نظر آرہی
تھی۔

تبریز خان اس پر جھکے بے باکی سے اپنے چوڑے سینے کے
ساتھ زارا کی ناز کی۔ کومس کرنے لگا۔

سردار جی!! زار نے اگلے ہی پل گھبرا کر اپنے سردار کو
پکارا۔ شش۔۔ میری جان۔۔ مجھے آج تم بلکل نہیں
روک سکتی۔ تبریز مدہوشی کے عالم میں زار کی دھڑکن کو
مٹھی میں بڑھتے اسے سسکنے پر مجبور کر گیا۔ زار ابھی اور
اپنے سردار کو خود سے دور نہیں کر سکتی تھی۔ جب بھی
تبریز اس کی روح میں طلب بن کر اترتا تھا۔ زار اہر بار
جھٹک دیتی تھی۔ تبریز اس کا شوہر تھا۔ وہ اسے اُس کا حق
دے گی۔ زار ادل ہی دل میں سوچتے تبریز کو آنکھوں
سے اشارہ کر گئی۔ تبریز نے مسکراتے ہوئے زار کی
پیشانی کا بوسہ لیا۔

میری جان آج تمہاری روح میں یہ سردار طلب بن کر
اترے گا۔ آج کی رات تم میری بے باک قربت میں رہو
گی۔ کوئی رحم نہیں کرنے والا اپنی سردارنی پر۔

تبریز کی بے باکی بھرے الفاظ پر زارا کی ریڑھ کی ہڈی
میں سنسناہٹ ہوئی۔

تبریز اس کی دھڑکنوں میں چہرہ چھپائے شدت سے وہاں
لب رکھنے لگا۔ زارا کی میٹھی میٹھی سسکیاں پورے کمرے
میں گونجنے لگی۔ تمہارا نازک مخملی بدن مجھے پاگل کر دے
گا۔ وہ اس کی دھڑکنوں کو اپنے لبوں میں لیتا پورے حق

سے سک کر رہا تھا۔ زارا تڑپتے ہوئے تبریز کی شرٹ کو
مٹھیوں میں بڑھ گئی۔ تبریز اپنی شرٹ چھڑواتے ایک
ہی جست میں اسے اتارتے اس کے لبوں سے لیٹے
شدت سے چومنے لگا۔

تبریز کی بے جان بڑھتی شدتوں پر زارا کی سسکیاں سنتے
تبریز اور اس پر جنون ڈھانے لگا۔ بڑھتی شدتوں کے
ساتھ بدن کا ہر پردہ اترتے زمین بوس ہوا۔ تبریز اس کی
گہرائیوں میں اترتے اس کی چیخ نکلا گیا۔ زارا بیڈ شیٹ
مٹھیوں میں دبوچتے اپنا بے دردی سے لب کچل گئی۔
آنکھوں سے آنسو نکلتے تکیے میں جذب ہونے لگے۔ تبریز

اس کے ہاتھ میں انگلیاں پھنسائے اسے خود میں سمیٹتے جا
رہا تھا۔ آہ۔۔ زارا کی ابھی پھر سے چیخ نکلتی۔ تبریز اس
کے منہ پر ہاتھ رکھتے اس کی چیخ کر گلا گھونٹ گیا۔ میری
بہادر سردار نی۔۔۔ اپنے سردار کو محسوس کرو۔ تبریز
اس کی بند آنکھوں کے دیکھتے بولا۔

زارا اپنی آنکھیں کھول کر فریاد بیوی کی طرح
اثبات میں سر ہلا گئی۔ تبریز مسکراتے ہوئے زارا کو
دیکھا۔ جو آج بالکل بدلی بدلی لگ رہی تھی۔ تبریز زارا کی
روح میں اترتے زارا کو خود میں سمیٹ گیا۔

زارا تبریز کی پشت پر ناخن گھاڑتے با مشکل درد برداشت
کر رہی تھی۔ تبریز اپنے آپ کو لذت دیتا زارا کو میٹھی
سسکیوں لینے پر مجبور کر رہا تھا۔

دونوں کی سانسیں بری طرح شور برپا کر رہی تھی۔ پسینے
میں دونوں نہلائے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہے تھے۔
تبریز کی پیشانی سی پسینے کے قطرے ٹپکتے زارا کے گال پر
گر رہے تھے۔ زارا آنکھیں بند کرتی تبریز کی پشت پر ہاتھ
پھیرنے لگی۔ تبریز گہری سانسیں لیتے زارا کے اوپر ہی
سارا وزن ڈال گیا۔ زارا اس پہاڑ سے چٹانی وجود رکھنے
والے اپنے سردار کو پکار بیٹھی۔

سردار جی۔۔ میرے اوپر سے ہٹے پہلے ہی آپ کی بے
رحم شدتوں پر میری کمر درد ہو رہی ہے۔ اوپر سے آپ
میرے اوپر ہی ڈھے گئے ہے۔ تبریز زارا کی درد سے چور
آواز سنتے سیدھا ہو کر لیٹا۔ اور مسکراتے ہوئے اپنی
سردارنی کو دیکھا۔

جس کے چہرے، گردن اور دھڑکنوں پر اس کے دیے
نشان آبو تاب سے چمک رہے تھے۔ تبریز زارا کی پیشانی
چومتے اٹھ کر بیٹھا۔ زارا پر اچھے سے کبیل اوڑھاتے۔
ہاتھ بڑھا کر اپنا

ٹراؤزر پکڑتے پہنے لگا۔

میری جان تمہیں چھوڑنے کا بلکل ارادہ نہیں تھا۔

تم نے کھانا نہیں کھایا اس لیے رحم کھالیا تم پر۔۔ ابھی
کھانا لیں کر آتا ہوں۔ اپنی بھوک مٹاؤ۔۔ ایک روونڈ
تمہارے سردار کو پھر لگانا ہے۔ تبریز بے باکی سے بولتے
زارا کی منتشر ہوتی دھڑکنیں بڑھا گیا۔ زارا شرم سے کمبل
میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔ تبریز مسکراتے ہوئے روم سے باہر
نکل گیا۔۔

میں کہی نہیں جاؤں گی۔۔ پلیز میرا بھروسہ کرو۔۔۔

میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ تبریز صاحب۔۔

میرا یقین کرے یہ سب جھوٹ ہیں۔۔ وہ لڑکی تبریز کے

قدموں سے لپٹی التجا کرنے لگی۔ کیا کر رہی ہو۔ اٹھو

یہاں سے۔۔ تبریز اسے بازوؤں سے پکڑے کھڑا کر

گیا۔ اور اس کے سر پر چادر اوڑھی۔ وہ لڑکی تبریز کی

طرف دیکھتے ہاتھ جوڑ گئی۔۔ تبریز نے اس لڑکی کی

طرف دیکھا۔۔ پھر ایک نظر جرگے میں بیٹھے لوگوں پر

ڈالی۔۔

چھوٹے سردار۔۔۔۔ انصاف دلائے میری بیٹی کو وہ بے
قصور ہے۔ میری بیٹی تو سکول جاری تھی۔ دین بخش کے
بیٹے نے میری بچی کے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش
کی ہے۔ الثانیہ سب میری بچی پر الزام لگا رہے ہیں۔
حارث خان۔۔ تبریز کے سامنے ہاتھ جوڑتے بولا۔ تبریز
کو صبح کال پر ہی سارے معاملے کا خلاصہ بتایا تھا۔ اس
لیے تبریز نے سب کو جرگے پر اکٹھا کیا تھا۔ جو بھی بات
ہو گی جرگے میں ہو گی۔ تبریز جو خاموشی سے سب کی
گفتگو سن رہا تھا۔ دین بخش۔۔۔ تیرا بیٹا کہاں ہے۔۔

دین کے بیٹے کو جرگے میں نادیکھ کر غصے سے بولا۔۔ وہ
صاحب جی۔۔ میرا بیٹا گھر آتا ہی ہو گا۔ دین بخش تبریز
کے غصے سے بولنے پر گھبراتے ہوئے بولا۔

یہاں سارا علاقہ جمع ہو گیا ہے۔ اور تیرا بیٹا جو مجرم ہے وہ
گھر میں ہے۔ تبریز تنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔
صاحب جی۔۔ وہ دیکھے آگیا ہے۔ دین بخش اپنے بیٹے کو
آتے دیکھ بولا۔ تبریز نے سامنے نگاہیں اٹھائے بولا۔۔ یہ
ہے تمہارا بیٹا۔۔ تبریز اسے اوپر سے نیچے تک گہری
نگاہوں سے دیکھتے بولا۔۔ نام کیا ہے تیرے بیٹے کا۔۔
تبریز اپنی مخصوص نشست پر بیٹھتے بولا۔ جی میرا نام۔۔

عرش دین بخش ہے۔ وہ لڑکا اپنے باپ کے بولنے سے
پہلے بول پڑا۔ عر۔۔۔ ش تبریز نام کو کھینچتے بولا۔

جرگے میں بیٹھے سب لوگ اپنے سردار کو دیکھ رہے
تھے۔ جس کے دماغ میں پتہ نہیں کیا چل رہا تھا۔ نام
عرش ہے۔۔ اور عرش پر ہی جانے والی حر حرکتیں کر
رہے ہو۔

تبریز کے پاس کھڑا خضر مسکراتے ہوئے بولا۔

میرے بیٹے نے کچھ نہیں کیا۔ یہ حارث خان کی بیٹی ہی
میرے بیٹے کو کال کر کے اپنے سکول بلایا تھا۔
پاس کھڑی لڑکی تبریز کو دیکھتے نفی میں سر ہلانے لگی۔
سب مردوں کے سامنے کھڑی بار بار خود کو چادر سے کور
کر رہی تھی۔

دین بخش۔۔۔ یہ تیرا بیٹا بتائے گا۔ کیا سچ ہے کیا
نہیں۔۔۔

تبریز غصے سے بولتے پاس کھڑے عرش کو

دیکھ کر بولا۔ سردار جی۔۔ میرے بابا سچ بول رہے ہیں۔

اس لڑکی نے ہی مجھے اپنے سکول

بھلایا تھا۔ چھوٹے سردار یہ جھوٹ بول رہا ہے وہ لڑکی
فورا سے اپنی صفائی میں روتے ہوئے بولی۔ پاس کھڑا
حارث خان اپنی بچی کو سینے سے لگا گیا۔

سردار صاحب۔۔ میری دعا ایسی نہیں ہے۔۔ ابھی تو
نادان ہے۔ آپ کو لگتا ہے۔ یہ کبھی ایسی حرکت کر سکتی
ہے۔

تبریز خان نے اس پندرہ سال کی لڑکی کو دیکھا۔

صبر رکھونچے۔۔ میری عدالت میں سب کو انصاف ملتا
ہے۔ اگر اس نے تمہارے ساتھ کچھ غلط کیا ہے۔ اسے
سزا ضرور ملے گی۔ تبریز اس معصوم لڑکی کے سر پر ہاتھ
رکھ گیا۔

جو سب لوگوں کو دیکھتے گھبرا رہی تھی۔

اتنے سارے مردوں میں وہ اکیلی لڑکی کیوں نا
گھبرائے۔

مجھے بتاؤ۔۔ کیا ہوا تھا تمہارے ساتھ۔۔۔ تبریز دعا کے
سر پر ہاتھ رکھتے بولا۔ عرش نے گھبراتے ہوئے اپنے

باپ کو دیکھا جو آنکھوں آنکھوں سے اسے ریلیکس رہنے
کا اشارہ کر رہا تھا۔ چھوٹے سردار میں اپنی دوستوں کے
ساتھ سکول

جار ہی تھی۔ یہ میرا پیچھا کرتے سکول آگیا۔ چھوٹے
سردار جھوٹ بول رہی ہے۔ عرش اس لڑکی کی بات
کاٹتے فوراً بولا۔

تبریز کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے اسے ہاتھ کے
اشارے سے خاموش کروا گیا۔

مجھے ڈر لگ رہا تھا۔ اس نے مجھے میری دوستوں کے
سامنے چھوا۔ میں نے غصے میں اسے تھپڑ مار دیا۔ اس
نے میرے ساتھ بہت غلط کیا۔

دعا بتاتے بتاتے شدت سے رودی۔
حارث خان بھی اپنی معصوم بچی کی تڑپ پر
رونے لگ گئے۔

مجھے غصے کے ساتھ کھینچتے سکول کے پیچھے لیں
گیا۔ میری دوستوں نے چھڑوانے کی کوشش کی۔ اس
کے آوارہ دوست پتہ نہیں کہاں سے آگئے۔ انہوں نے

میری دوستوں کا راستہ روک دیا۔ جھوٹ بول رہی ہے۔
میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ عرش غصے سے بولتے دعا کی
طرف بڑھتا۔

خضرا سے کندھے سے پکڑ کر پیچھے کھینچا۔
اووئے چوہے کنٹرول کر اپنا غصہ۔۔ ورنہ یہی مسل کر
رکھ دوں گا۔ خضرا اس کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ
مارتے بولا۔

صاحب جی۔۔ آپ نے اس لڑکی کی بات سُن لی ہے۔
اب دین بخش کے بیٹے کی بات سنئے۔ کیا پتہ یہ لڑکی

جھوٹ بول رہی ہو۔ جرگے میں سے ایک آدمی عرش
کی سائیڈ لیتے بولا۔۔ ایک لڑکی اپنی عزت کو داؤ پر لگاتے
م سب تم سب کے سامنے اپنے حق کے لیے بول رہی
ہے۔ وہ تم لوگوں کی نظروں میں جھوٹی ہو سکتی۔

تبریز خان کی نظروں میں نہیں۔۔ تبریز خان اوڑھتی
چڑیا کے پر گن لیں۔۔ تم لوگ۔ کیا ہو۔ تبریز غصے سے
کھڑک آواز میں بولا۔ اب باقی کا سچ یہ بتائے گا۔ تبریز
خضر کو اشارہ کرتے ہاتھ باندھے دیکھنے لگا۔

خضر۔۔ اپنی جیب سے چاکو نکالیں۔۔ عرش کی طرف
بڑھا۔ سب منہ کھولے خضر کو دیکھنے لگے۔ کمینے بتا۔۔
سچ ورنہ یہ تیری ایک انگلی گئی۔ خضر عرش کا ہاتھ پکڑتے
نیچے زمین پر رکھا۔ عرش کے چہرے کا رنگ زرد پڑھنے
لگا۔

سردار صاحب۔ آپ میرے بیٹے کے ساتھ ایسا نہیں کر
سکتے۔ دین بخش اپنے بیٹے کی طرف بڑھتے بولا۔

تیرا بیٹا کسی کی بہن بیٹیوں کی عزت پر ہاتھ

ڈال سکتا ہے۔ اور ہم تیرے بیٹے کی ایک انگلی نہیں کاٹ
سکتے۔ تبریز خضر کے ہاتھ سے چاکو پکڑتے ایک سیکنڈ کی
دیر کیسے بنا انگلی ہاتھ سے جدا کر گیا۔ عرش کی دردناک
چینیں سنتے اپنے سردار کو دیکھنے لگے۔ آج سے پہلے اپنے
سردار کو اتنی بے رحمی پر اترتے نہیں دیکھا تھا۔

آج سب تبریز کا یہ روپ دیکھ کر گھبرا گئے۔ جب بات
کسی کی بہن۔۔ بیٹی۔۔ کی عزت پر آجائے تو۔۔ سردار۔
تبریز خان۔۔ رحم نہیں کرتا۔ یہاں صرف انصاف چلتا
ہے۔ اور اس لڑکی کو میری عدالت میں انصاف مل کر
رہے گا۔

خضر۔۔۔ اس لڑکے کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ جن ہاتھوں سے
اس نے اس لڑکی کو چھوا ہے۔

تبریز اپنا حکم سناتے سب پر سکتا طاری کر گیا۔ دین بخش
تو اپنے بیٹے کے لیے تبریز کے قدموں میں گر گیا۔
چوبیس سالہ عرش اپنے ہاتھوں کو دیکھتے رو پڑا۔
جواب اسے کبھی نہیں دیکھنے کو ملنے تھے۔ دعا خان۔۔
اپنے آنسو صاف کرتے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔

آپ ورلڈ کے بیسٹ بابا ہے۔ دعا خوشی سے اپنے باپ
کے گال چوم گئی۔

حارث خان نے اپنی بیٹی پر بھروسہ کر کے اپنے باپ
ہونے کا حق ادا کیا۔

پلیز مجھے معاف کر دو۔۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔

عرش خان دعا کی طرف بڑھتے بولا۔

عرش کو دیکھتے دعا سمتے ہوئے اپنے باپ کے سینے میں
چھپ گئی۔

چھوٹے سردار مجھے معاف کر دیں۔ مجھے اپنی غلطی کا
احساس ہے۔ عرش تبریز کے قدموں میں بیٹھتے بولا۔

خضر۔۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔

چل اس کی سزا کم کر دیتے ہیں۔

تبریز مسکراتے ہوئے بولا۔

جو حکم سردار جی۔۔۔ خضر اپنے سردار کا اشارہ سمجھتے

ایک سیکنڈ کی دیر کیسے اس کا ہاتھ جڑ سے ہی کاٹ گیا۔

عرش کی چیخوں کو سنتے سب اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ گئے۔

دین بخش زمین پر سر گرائے رونے لگا۔ اپنے بیٹے کے
گناہوں پر پردہ ڈالتے آیا تھا۔ یہ سزا بھی اسے اس دنیا
میں۔۔ اللہ کے بندے سے مل گئی۔ حارث ارث خان
تبریز کا شکر یہ ادا کیسے اپنی بیٹی کو لیں کر چلا گیا۔ کوئی بھی

مرد ایسی حرکت کرنے سے پہلے سو بار سوچے گا۔ ایک
ہاتھ تیرا اس لیے کاٹا ہے۔ یہ جو تو نے حرکت کی ہے۔
اب دوبارہ کرتے پہلے سو بار سوچے گا۔

تبریز اس کے ہاتھ سے بہتا خون دیکھتے بولا۔ اور خضر سے
اپنا موبائل پکڑتے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ عرش
خان بہتے آنسوؤں کے ساتھ تبریز کی پشت کو غصے سے

دیکھا۔ اب وقت بتائے گا۔ عرش خان کو عقل آئی ہے۔
یا تبریز سے اپنے کٹے ہاتھ کا بدلہ لیں گا۔

وہ ہاشم کے اتنا کیسے قریب ہو گئی۔ اسے اب شدت سے
اپنے دل میں گھنٹیاں بجتے ہوئی محسوس ہوئی۔ مسٹر
خان۔۔۔ میرا لڑنے کا بلکل بھی موڈ نہیں ہے۔

مسٹر کی جان۔۔ پھر رومانس کرنے کا موڈ ہے۔ ہاشم اس
کے کان کی لو کو اپنے دانتوں میں دباتے بولا۔ علینہ کا چہرہ

سرخ پڑا۔ مسٹر خان۔۔ چھوڑے مجھے۔۔ علینہ سرخ
چہرے کے ساتھ ہاشم کی گرفت میں مچلتے بولی۔

تمہیں ہو اسپتال جانا ہے۔ ہاشم اس کے سرخ چہرے کو
دیکھتے بولا۔

علینہ چہرے پر دنیا جہاں کی معصومیت لائے سر اثبات
میں ہلایا۔

میری شرط پر تمہیں پورا اترنا ہو گا۔

ہاشم اس کے گال پر لکیر کھینچتے بولا۔

کیسی شرط۔۔۔ علینہ بامشکل بولتے تھوک نگلا۔

اپنے مسٹر خان کی شرطیں وہ اچھے سے جانتی تھی۔ اب
بھی کوئی میری دھڑکنیں۔ بنانے والی شرط سوچی ہو
گی۔ علینہ اپنے دل میں سوچتے جسم میں جیسے کپکپی سی
طاری ہوئی۔

ہاشم علینہ کے چہرے کا بغور جائزہ لیتے بولا۔۔ شرط مانوں
گی۔ تو تمہیں بالکل بھی ہو سپیٹل جانے سے منع نہیں

کروں گا۔ ہاشم مسکراتے ہوئے بولا۔ ٹھیک ہے۔۔ علینہ
خوشی سے مسکراتے ہوئے بولی۔

ہو سپیٹل جانے سے پہلے تمہیں میری روحمیری سانسوں
کے قریب ہوتے مجھے سکون پہنچاؤں گی۔ ہاشم بولتے
اپنے نچلے لب کو دانتوں میں دیا گیا۔

علینہ کے گال تپ کر ٹماٹر جیسے سرخ ہوئے۔ کچھ دیر
بول ہی ناسکی۔۔ ہاشم اس کے سرخ چہرے کو دیکھتے اپنی
مسکراہٹ دبا رہا تھا۔ کیا ہو جان ہاشم۔۔۔ شرط قبول
ہے۔ یا میں جاؤں۔ مجھے ہو سپیٹل کے لیے لیٹ ہو رہا

ہے۔ ہاشم اس کی فراک کی زپ سے کھیتے بولا۔ علینہ کی
دھڑکنیں سو کی سپیڈ سے دھڑکنے لگی۔

اسے اپنے مسٹر خان سے ایسی ہی شرط کی امید تھی۔
ٹھیک ہے مجھے شرط رط منظور ہے۔

علینہ دھڑکتے دل کے ساتھ آنکھیں گھماتے بولی۔

ہاشم خان اپنی پاگل اور پوزیسیو بیوی کی شرط ماننے پر گہرا
مسکرایا۔

اس کی پاگل بیوی ہو سپیٹل جانے کے لیے ضرور شرط
مانے گی۔ ہاشم اسے فوراً سے اپنے سینے سے لگا گیا۔ جان
ہاشم۔۔۔ تم بہت ہی پوزیسیو ہوتی جا رہی ہو۔۔۔ ہاشم
اسے کے بالوں پر لب رکھتے ہوتی جا رہی ہو۔ ہاشم جنونی
ہوتے بولا۔

آپ میرے لیے پوزیسیو ہو سکتے ہیں۔ میں کیوں نہیں ہو
سکتی۔۔۔ علینہ ہاشم کی گردن میں ہاتھ ڈالتے بولی۔ علینہ
۔۔۔ میری علینہ۔۔۔۔۔

ہاشم اس کے دونوں گال باری باری چومتے بولا۔

جی آپ کی علینہ۔۔ صرف آپ کی علینہ۔۔ علینہ ہاشم
کے جنون بھرے انداز سے اپنا نام سنتے خود بھی
مسکراتے بولی۔

ہاشم علینہ کی گردن میں ہاتھ ڈالتے اس کے چہرے کو
اپنے چہرے کے قریب لاتے شدت سے اپنے لب علینہ
کے لبوں پر رکھتے جنونی ہوتے علینہ کے لائٹ گلابی لبوں
کی نمی شدت سے پی رہا تھا۔ علینہ ہاشم کے کوٹ کو اپنے
ہاتھوں میں

لیتی۔۔ ہاشم کا جنون اپنے لبوں پر برداشت کرنے لگی۔
ہاشم پانچ منٹ بعد علینہ کے لبوں کی نمی نچوڑتے پیچھے
ہوئے۔ دونوں گہری ہوتی سانسوں سے ایک دوسرے
کو دیکھنے لگے۔

جاؤ ڈریس چینج کر کے آؤ۔ کوئی سمپل سا پہن کر آؤ۔
میں نہیں چاہتا تمہیں میرے علاوہ کوئی نظر بھر کر بھی
دیکھے۔ مسٹر خان۔۔ اچھا بھلا تو ہے ڈریں۔۔ علینہ ہاشم
کو گھومتے

ہوئے دیکھانے لگی۔ اچھا ہے۔ پر تم اس طرح کی
ڈریسنگ کر کے نہیں جاسکتی۔

اس طرح کے ڈریس صرف میرے سامنے پہنا کرو۔ جاؤ
کوئی سمپل سا پہن کر آؤ۔ ہاشم اس کے گال تھپتھپاتے
بولا۔ میں باہر ویٹ کر رہا ہوں۔ چادر اچھے سے اوڑھ کر
آنا۔ ہاشم بولتے جلدی سے باہر نکلا۔ علینہ بھی پیر پٹختی
باتھ روم میں گم ہوئی۔

ہاشم کی گاڑی ہو سپٹل کے راستے میں فل سپیڈ سے بڑھ
رہی تھی۔ علینہ شیشے سے باہر پہاڑوں کو دیکھ رہی تھی۔
تیز ہوا کی وجہ سے علینہ کا ڈوبٹہ سر سر سے ڈھلک رہا تھا۔
جسے بار بار وہ اپنے سر پر سیٹ کرتی تھی۔ ہاشم گاڑی
چلاتے ہوئے سامنے سے نظریں ہٹائے علینہ کی طرف
دیکھا۔ علینہ کایوں پہاڑوں کو تکنا ہاشم کو غصہ دل رہا تھا۔
جو غصے میں آتے ہاشم گاڑی کی سپیڈ اور خطرناک حد تک
بڑھا گیا۔ شیشہ کھلا ہونے کی وجہ ہو کا تیز جھونکا علینہ کے
چہرے پر پڑا۔ ڈوبٹہ سر سے اترتا ہاشم کے چہرے پر پڑا۔
علینہ نے گردن موڑ کر ہاشم کو دیکھا۔ جو ہاتھ میں ڈوبٹہ
پکڑتے سپاٹ چہرے سے دیکھ رہا تھا۔

ایک ڈوبٹہ نہیں سنبھالا جا رہا ہے۔ ہاشم گاڑی کو ٹرن لیتے
غصے سے بولا۔ ہاشم نے ایک نظر بھر کا علینہ پر ڈالا۔۔ جو
ڈارک پریل کلر کے سمپل ڈریس میں حُسن کی دیوی بنی
ہوئی تھی۔ کندھوں پر شال اوڑھی ہوئی تھی۔ ڈوبٹہ جو
سر پر لیا تھا۔ وہ ہاشم کے ہاتھ میں تھا۔ دیکھ لیا مجھے۔۔ اب
ڈوبٹہ دیں۔ اور سامنے دیکھ کر گاڑی چلائے۔

علینہ ہاشم کی آنکھوں میں دیکھتے بولی۔ اچھے سے ڈوبٹہ
لو۔۔ مجھے تمہارا ایک بھی بال نظر نہیں آنا چاہیے۔ ہاشم
ڈوبٹہ اس کی طرف بڑھاتے بولا۔ آپ کی وجہ سے ہی
اُتر رہا ہے۔ ورنہ میں نے بہت اچھے ڈوبٹہ لیا تھا۔

علینہ غصے سے ہاشم کے ہاتھ سے ڈوبٹہ پکڑتے
بولی۔ میری وجہ سے۔۔ ہاشم اس کے سُرخ چہرے کو
دیکھتے بولا۔ جو سردی کی وجہ سے لال پڑ رہا تھا۔ جی آپ
کی وجہ سے۔۔ گاڑی ہواؤں میں اڑا رہے ہے۔ تو اُسی
کی وجہ سے ہی ڈوپٹہ اتر رہا ہے۔ تو جانِ ہاشم مر رہا
کریں۔ ہاشم گاڑی کی اور سپیڈ بڑھاتے بولا۔ نو یہ۔۔۔ تو
بند نہیں ہو گا۔ علینہ ہاشم کی حرکت پر سلگ کر بولی۔ جو
اسے آج تنگ کرنے کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔ تمہارے سر
کا بال مجھے باہر جھولتا نظر آیا۔ تو اُسی گاڑی میں اپنا حق
لینا سٹارٹ ہو جاؤں گا۔ تمہیں صبح سے دیکھ کر پہلے ہی

میرے جذبات کنٹرول نہیں ہو رہے۔ اب تو آوٹ
آف کنٹرول ہو گئے ہیں۔ ہاشم علینہ کی تھائیز پر ہاتھ رکھتے
اسے مٹھی میں بڑھتے بولا۔

ہاشم کی بے باک بات پر علینہ کے گال اور دھک کر انار
ہوئے۔ دل سو کی سپیڈ سے دھڑکا۔

ہاشم گاڑی میں ہی شروع ناہو جائے۔ علینہ فوراً مر ر اوپر
کر گئی۔ ہاشم کا بلند و باک قہقہہ گاڑی میں گونجا۔ جان
ہاشم۔۔۔ صبح کی شرط کے مطابق اپنا حق وصول کرنا رہتا

ہے۔ وہ تو میں لیں کر رہوں گا۔ ہاشم ہو سپٹل کے پارک
ایریا میں گاڑی روکتے بولا۔

علینہ گاڑی رکتے دیکھ کر ہاشم کو اور بے باکی دکھا دے
پہلے۔۔ وہ فوراً گاڑی سے اترتے اندر کی طرف بڑھی۔
ڈاکٹر وحید۔۔ اور ڈاکٹر میرب اسے روز کی طرح
ریسیپشن پر کھڑے ملے۔ اسلام و علیکم میم!! وحید آگئے
ہوتے بولا۔ و علیکم اسلام!! عیینہ مسکراتے ہوئے بولی۔
ڈاکٹر میرب عیینہ کو فل اگنور کیسے ہوئی تھی۔ ہاشم کو پیچھے
آتے دیکھ کر فوراً بولی۔ گڈ مارنگ سر۔۔ گڈ مارنگ
ڈاکٹر میرب۔۔ ہاشم اپنی بیوی کو ڈاکٹر وحید کے ساتھ

کھڑا دیکھ کر غصے سے لفظ چباتے بولا۔۔ گڈ مار ننگ
میم۔۔۔ ڈاکٹر روحان علینہ کی طرف بڑھتے بولا۔ گڈ
مار ننگ علینہ کہتے ہوئے چلنے لگی۔ ڈاکٹر وحید۔۔ اور
روحان ان کے ساتھ چلنے

لگا۔ ہاشم اپنی مٹھیاں بند کرتے علینہ کی پشت کو غصے سے
گھورتے اپنے کعبین میں جانے کی بجائے۔

اپنے پیشنٹس کو دیکھنے چلا گیا۔ اپنی عورت کے گرد کہاں
کسی کی بھی پر چھائی گنوارہ تھی۔

اس کا حساب تو بعد میں لیں کر رہے گا۔ ڈاکٹر مہرین۔۔
بیڈ نمبر 27 کے پیشینٹ کی کنڈیشن کیسی ہے۔ ڈاکٹر مہرین
نے کل ہی اس ہو اسپٹل کو جوائن کیا تھا۔ جی سر۔۔ یہ
پیشینٹ بہت جلد ہی ریکور کر رہا ہے۔ ڈاکٹر مہرین ہاشم کی
مخصوص پر سنیلٹی اور روب دار آواز کو سنتے فوراً جواب
دیا۔ گڑ۔۔ مجھے یہاں موجود سارے پیشینٹس کی
رپورٹ آپ لا کر دے گی۔ ادو کے سر۔۔ ڈاکٹر مہرین
مسکراتے ہوئے بولی۔ ہاشم فائل پکڑا تا۔۔ اپنے کیبن
کی طرف بڑھ گیا۔ کیبن میں داخل ہوا۔ علینہ اسے اپنی
کرسی پر بیٹھی دکھائی دی۔ ہاشم علینہ کو گھورتے ٹھا سے

دروازہ بند کرتے اس کی طرف بڑھا۔ اور کرسی کو کھینچتے
رخ اپنی طرف کرتے

سرخ آنکھوں سے علینہ کو دیکھا۔ کیا ہوا مسٹر خان۔۔
آپ کی آنکھوں میں سے خون کیوں ٹپک رہا ہے۔ علینہ
ہاشم کو دیکھتے مسکراتے ہوئے بولی۔ یہ جانتے ہوئے اس
کا مسٹر خان اس وقت کیوں غصے میں ہے۔ علینہ۔۔۔
میری سرخ ہوتی آنکھوں کی وجہ تم اچھے سے جانتی ہو۔
ہاشم سپاٹ چہرے کے ساتھ بولا۔ اففف ہو۔۔ مسٹر
خان۔۔ میں صرف اُن کے سلام کا جواب دیا تھا۔ ہم !!
جانتا ہوں۔۔ ہاشم اس کی بات کاٹتے فوراً بولا۔

تو پھر۔۔۔ علینہ چیر سے اٹھتے ہاشم کے برابر کھڑے
ہوتے بولی۔ مسز ہاشم خان۔۔۔ جو اُن سے قدم سے قدم
ملا کر چل رہی تھی۔ وہ کیا ہے۔ ہاشم چیئر پر بیٹھتے۔۔۔ علینہ
کی کلائی کھینچتے اپنی تھائیز پر بیٹھایا۔

اقف ہو مسٹر خان۔۔۔ اب ہو سپیٹل آتی ہوں۔ تو سب
کو دیکھنا پڑتا ہے۔

علینہ اس کی تھائیز پر بیٹھتے شرم سے لال چہرے کے
ساتھ بولی۔ نہیں تم صرف مجھے دیکھا کرو۔۔۔ باقی سب کو

دیکھنے کے لیے میں ہوں۔ آئینہ تم مجھے کسی کے پاس
کھڑی نظر آئی۔ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔ ہاشم علیہ
کے چہرے پر بالوں کی لٹ کو لہراتے دیکھ کر غصے سے
کھینچتے بولا۔ سی۔۔ علیہ کے منہ سے ہلکی سی سسکی نکلی۔
کل سے تمہارے کورس کی پروپر کلاس سسز سٹارٹ ہو گی۔
اور میں ہی تمہیں سب سکھاؤں گا۔ کیسے پیشینٹ کو ڈیل
کرتے ہے۔ چیک اپ کرتے ہیں۔ ایک ایک چیز بتاؤں
گا۔ اور مجھے امید ہے۔ میری

بیوی جلد ہی سیکھ جائے گی۔ ہاشم علیہ کے چہرے کو اپنی
آنکھوں میں اترتے دیکھ کر بولا۔ آج سے ہی شروع

کرتے ہیں۔ علینہ مسکراتے ہوئے بولی۔ نہیں آج
صرف

تمہیں رومانس کی ٹریننگ ملے گی۔ ہاشم بے باکی سے
بولتے اس کی گردن پر اپنا گیلا لمس چھوڑنے لگا۔ علینہ
دھڑکتے دل کے ساتھ ہاشم کا شدت بھرا لمس اپنی
گردن پر محسوس کرتے بے باکی ہاشم کے ساتھ لیٹی۔
ہاشم نے مسکراتے ہوئے علینہ کو اٹھاتے صوفے کی
طرف لیں کر بڑھا۔

مسٹر خان۔۔ کوئی آجائے گا۔ علینہ ہاشم کی جان لیوہ
قربت کو سوچتے بولی۔ میری اجازات کے بنا کوئی نہیں
آئے گا۔ ہاشم اسے صوفے پر لیٹاتے اپنا کوٹ اتارتے
سائیڈ پر رکھا۔ اور علینہ کے سر سے ڈوبٹہ اور کندھوں
سے شال اتارتے سائیڈ پر رکھی۔ علینہ اپنی تیز سانسوں
اور گالوں سے سیک نکلتے دیکھ کر ہاشم کو دیکھا۔ جو اسے
بخشنے کے موڈ میں نہیں لگ رہا تھا۔

ہاشم نے مسکراتے ہوئے شرٹ کے اوپر سے ہی علینہ کی
دھڑکنوں کو اپنے لبوں سے چھوا۔ علینہ کی ریڑھ کی ہڈی
میں سنسناہٹ دوڑی۔ ہاشم علینہ کی شرٹ اوپر کیسے اس

کے پیٹ پر اپنے دھکتے لب رکھے چوم رہا تھا۔ علینہ
سکتے ہوئے اس کے بالوں میں انگلیاں پھنسا گئی۔

ہاشم مسکراتے ہوئے اوپر کو ہوتے علینہ کے لبوں کو اپنے
لبوں میں لیتا۔ شدت سے اس کی نمی کو پی رہا تھا۔ وہ بُری
طرح اس کی سانسوں کو قید کرتا خود کو سیراب کر رہا تھا۔
علینہ کو اپنی سانسیں بند ہوتے محسوس ہونے لگی۔

ہاشم کی اس قدر بے باک جنون کو دیکھتے علینہ نے اسے
خود سے دور کرنا چاہا۔ ہاشم اور شدت سے اس کی سانسو کا
گھلا گھونٹ دیا۔ علینہ اس کے چوڑے سینے کے نیچے بن

آب مچھلی کی طرح تڑپنے لگی۔ آنکھوں سے آنسو نکل کر
رخسار پر بہنے لگے۔

ہاشم اس کی سانسوں کو زیرہ بم پر محسوس کرتا فوراً پیچھے
ہوا۔ ہاشم کے پیچھے ہونے پر علینہ ایک لمبی گہری سانس
لی۔ ہاشم پھولتی سے بھری آسانسوں کے ساتھ اسے
دیکھنے لگا۔ علینہ نے آنسوؤں آنکھوں سے ہاشم کو
دیکھا۔ اور اگلے ہی پل اس کے سینے پر لگے برسانے لگی۔
آئی۔۔۔ ہیٹ یوں۔۔۔ مسٹر خان۔۔۔ بہت برے ہے
آپ۔۔۔ علینہ روتے ہوئے اس کے سینے پر مکے مارے جا
رہی تھی۔

جان ہاشم۔۔۔ تم جانتی ہو۔۔ تمہارے قریب آتے
بہک جاتا ہوں۔ میرا جنون بھر جاتا ہے۔ تمہارے ان
رسیلے لبوں کو دیکھ کر۔ ہاشم اس کے دونوں ہاتھوں کو
پکڑتے اپنے لبوں سے لگاتے بولا۔

علینہ نے بھیگی آنکھوں سے دیکھا۔
اب تمہارے آنسوؤں کو مد نظر رکھتے تمہارے لبوں
سے لپٹا کروں گا۔ ہاشم اسے کلائی سے پکڑتے اپنے سینے
میں بونچ گیا۔

آپ قربت کے لمحات میں بھی۔۔ مجھے درد دیتے ہو۔
ویسے بھی مجھے ڈلاتے رہتے ہو۔

علینہ اس کے سینے سے لگی۔۔ شکوہ کناں لہجے میں بولی۔
اب احتیاط کروں گا۔۔ میری بیوی کو تکلیف نا ہو۔ ہاشم
اس کی پشت کو سہلاتے بولا۔

میری پاس آؤ۔۔ حمزہ علیزے کو دیکھتا بولا۔ جو صوفے پر بیٹھی اپنے ناخنوں کو چبار ہی تھی۔ اوشن بلو کلر کی فرائک پہنے اس کا دل دھڑکائے ہوئے تھی۔

نیلے رنگ میں اس کا سفید جیسا دودھیارنگ آبوتاب سے چمک رہا تھا۔ شاید یہ فرائک اسے مہمل بھا بھی نے دی تھی۔ اس کے بدن پر یہ فرائک اسے بری طرح چب رہی تھی۔ شوہر کو ہوتے ہوئے وہ کسی اور کے کپڑے پہن رہی تھی۔ حمزہ کو ڈھیر ساری شرمندگی نے آگھیرا۔ وہ اسے آج ہی اسلام آباد شاپنگ کے لیے لیں کر جانا چاہتا تھا۔

حمزہ اسے ایسے ہی پوزیشن پر بیٹھے دیکھ کر پھر سے بلایا۔
اس دفعہ لہجہ تھوڑا سخت تھا۔

علیزے۔۔ یہاں آؤ میرے پاس۔۔ میں نہیں آؤں
گی۔ علینہ وہی بیٹھی نفی میں سر ہلانے لگی۔ وہ اس سے
ناراض تھی۔ بہت سارا ناراض۔۔ وہ اس کے بولانے پر
بھی نہیں جانا چاہتی تھی۔ میں ان کے پاس نہیں جاؤں
گی۔ اتنے دنوں سے بول رہے ہیں۔ مجھے شاپینگ
کروائے گئے۔ ابھی تک نہیں کروائی۔ مہمل بھا بھی کا
اپنے تن پر فراق دیکھ کر علیزے کی آنکھیں مکمل بھیگ
گئی۔ حمزہ اسے آتے نادیکھ کر خود بیڈ سے اٹھتے علیزے

کی طرف آیا۔ جو اسے دیکھتے اور زور سے ناخن چبانے لگی۔ حمزہ اس کے بچوں والی حرکت سخت ناگوار گزری۔ جیسے ہی احساس ہوا وہ خود ابھی پندرہ سال کی بچی ہے۔ بچوں والی حرکتیں کرنا تو بننا تھا۔ پر عزیزے کا ناخن چبانا اسے سخت ناگوار گزرا تھا۔ حمزہ اس کے پاس صوفے پر بیٹھتے اس کے ننھے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔

عزیزے نے اپنی بھیگی لرزتی سنہری آنکھوں سے اس کی سہر رنگ براؤن آنکھوں میں دیکھا۔ حمزہ اس کی بھیگی گولڈن آنکھوں میں نمی دیکھتے فوراً بولا۔۔۔ کیا ہوا۔۔

میرے بچے کی آنکھوں میں نمی۔۔ حمزہ اس کی آنکھوں
میں نمی دیکھتے جیسے تڑپ اٹھا تھا۔ اب کہاں گنوارہ تھا۔
اس کی گولڈن آنکھوں میں نمی۔۔۔ اب تو ہر وقت کسی
سائے کی طرح اس کے ساتھ رہتا تھا۔ کمرے سے باہر
جانے کی

ضد بھی کرتی تھی۔ تو وہ اس کے ساتھ جاتا تھا۔ اسے
حویلی میں کسی پر اعتبار نہیں تھا۔

آپ جھوٹے ہیں۔۔ بہت بڑے جھوٹے ہیں۔

علیزے حمزہ کے پیار سے بولنے پر۔۔ علیزے سوں سوں
کرتے بولی۔

حمزہ حیران نظروں سے اپنی گولڈن پری کو دیکھ گیا۔ میں
نے کونسا جھوٹ بول دیا۔ حمزہ اسے بچوں کی طرح گود
میں بیٹھاتے بولا۔

علیزے حمزہ کی حرکت پر سُرخ ہوئی۔ آپ نے بولا تھا۔
مجھے شاپینگ کروائے گئے۔ آپ نے نہیں کروائی۔
مہمل بھابھی کے کپڑے پہن رہی ہوں۔ اب بتائے
جھوٹ بولا کے نہیں

علیزے حمزہ خان کی شرٹ کے بٹن کے ساتھ کھیلتے بولی۔
حمزہ خان۔۔ اپنے معصوم بیوی کے شکوے بھرے لہجے
کو دیکھ کر مسکرا گیا۔

میری عزیزے جان۔۔۔ اس لیے رورہی ہے۔
کے میں نے شاپینگ نہیں کروائی۔ نہیں میں آ۔ آپ کی
جان نہیں ہوں۔۔۔ حمزہ کے جان کہنے پر عزیزے فوراً
بولی۔۔۔ تو پھر کس کی جان ہو۔۔۔ حمزہ مسکراتے ہوئے
اپنی حسین بیوی کا چہرہ دیکھتے بولا۔

میں صرف۔۔۔ اپنے بابا۔۔۔ اور بھائی کی جان ہوں۔
عزیزے اپنے بابا اور بھائی کو یاد کرتے بولی۔

نہیں۔۔ اب تم صرف حمزہ خان کی جان ہو۔ تمہیں اور
کوئی جان بولے۔۔ میں اُس کی جان ناکال لوں۔۔ حمزہ
اس کی دودھیا گردن پر دانت گھاڑتے بولا۔

علیزے نے چیختے ہوئے۔ حمزہ کی گود میں تڑپ اٹھی۔ وہ
ننھی سی جان ابھی کہاں اس پہاڑ جیسے انسان کی شدتیں
برداشت کر سکتی تھی۔ حمزہ اس کی گردن پر دانتوں کے
نشان دیکھتے اپنی کھنی بیرڈ کو سہلایا۔

علیزے کی کسی اور کے لیے محبت۔۔ اور یاد بلکل اور یاد
برداشت نہیں ہوئی تھی۔

علیزے روتے ہوئے بولی۔

آپ میرے بابا۔۔۔ اور بھائی کی جان لیں گئے۔ ہم!! اگر
ضرورت پڑی۔۔ حمزہ اس کی گردن پر دانتوں کی بنی
گھڑی پر اپنی زبان کی نوک پھیری۔

علیزے جلن سے تڑپ اٹھی۔

آپ بہت برے ہو۔ ظالم بھی ہو۔ علیزے بچوں کی
طرح روتے بولی۔ ہم!! میری گولڈن پری تمہارے
معاملے میں دن بادن ظالم ہو رہا ہوں۔ حمزہ اسے اپنے

سینے میں بو نچتے بولا۔ دو ہفتوں میں یہ چھوٹی سی لڑکی اس
کے دل میں خون کی طرح دوڑنے لگی تھی۔ اب کہاں
برداشت تھا۔ وہ کسی اور کو یاد کرے۔

چلو اٹھو۔ جلدی سے اپنا حلیہ درست کرو۔ آج ہم
اسلام آباد جائے گئے۔ اسلام آباد کا سنتے عزیزے جٹ
سے سراٹھا کر حمزہ کو دیکھنے لگی۔ کیا سچ میں ہم اسلام آباد
جار ہے ہے۔ عزیزے اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے
خوشی سے بولی۔

اسے اتنا خوش ہوتے دیکھ کر حمزہ کے دل کو سکون ملا۔

ہم!! جلدی سے ریڈی ہو جاؤ۔۔ پھر نکلتے ہیں۔

حمزہ اسے کے گلاب جیسے گال کو چومتے بولا۔

علیزے نے شرم سے نظریں جھکالی۔

لگتا ہے۔ میرے بچے کا بالکل موڈ نہیں ہے۔

میری گود سے اٹھنے کا۔ حمزہ اس کو نظریں جھکائے دیکھتے

بولا۔ علیزے فوراً ہی حمزہ کی گود سے اٹھتے اس کے سامنے

کھڑی ہوئی۔ مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔

آپ کی گود میں بیٹھنے کا۔ عزیزے حمزہ کی باروب پر
سینلٹی کو دیکھتے بولی۔ حمزہ اسے پھر سے کلائی سے پکڑتے
اپنی گود میں بیٹھا گیا۔

عزیزے جان۔ اب شوق ڈال لو۔ اب تمہیں اس شخص
کی پناہوں میں ہی زندگی گزارنی ہے۔ حمزہ اس کے
سنہرے بالوں میں اپنا چہرہ چھپاتے بولا۔

عزیزے کا دل تو دھڑکنا بھول گیا۔ اسے شدت سے اپنے
بابا کی یاد آئی۔

اب تو ساری عمر اس شخص کی باہوں میں رہنا ہے۔
علیزے سوچتے حمزہ کی براؤن آنکھوں میں دیکھا۔ کیا
دیکھ رہی ہو۔ حمزہ اپنا چہرہ اس کے قریب لاتے بولا۔

علیزے حمزہ کا چہرہ اپنے قریب دیکھتے فوراً نظریں گھمائے
بولی۔ میں ریڈی ہو جاؤں۔ ہم!! جاؤ۔۔۔ حمزہ اپنا سر
صوفے کی پشت پر ٹکاتے بولا۔ علیزے بھاگتے ہوئے
ڈریسنگ روم میں گم ہوئی۔ حمزہ اس کی سپیڈ دیکھ کر
مسکرائے بنانا رہ سکا۔ اب وہ اس چھوٹی سی جان پر ظلم
نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کہاں اسے برداشت کر پاتی۔ حمزہ
سوچتے اپنے اندر اٹھتے جذبات کو کنٹرول کرتا بولا۔

ابھی تو اس نے اپنی علیزے کے لیے بہت کچھ کرنا تھا۔
حمزہ سوچتے مسکرا دیا۔

تمہاری ہر خواہش کو حمزہ خان پورا کرے گا۔
یہ وعدہ ہے میرا تم سے۔۔

علیزے پندرہ منٹ بعد ریڈی اس کے سامنے کھڑی
تھی۔

سمپل سے شیفون کے بلیک لانگ قمیض اور چوری پاجاما
پہنے سامنے بیٹھے حمزہ خان کے دل پر بجلیاں گھرا رہی
تھی۔ حمزہ کا دل علیزے کو بلیک ڈریس میں دیکھتے بُری
طرح دھڑک اٹھا۔

حمزہ کے جذبات بہکنے لگے۔ جسے وہ فوراً کنٹرول کر گیا۔
علیزے نظریں جھکائے اپنی انگلیوں میں اُلجھے ہوئی
تھی۔ حمزہ اٹھ کر اس کے قریب آیا۔ اور اس کے ماتھے
سے اپنا ماتھا ٹکا کر آنکھیں موند گیا۔ یہ لڑکی اس کا سکون
بن گئی تھی۔ حمزہ کو آج شدت سے احساس ہو رہا تھا۔

گاڑی سوات کی سڑکوں پر اندھا دھند بھاگ رہی تھی۔
دو محبت کرنے والے ایک دوسرے سے لا پرواہی برت
رہے تھے۔ گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔ اور اُن دونوں

نے بھی چپ پکڑی ہوئی تھی۔ عابیرہ لائٹ پر پل رنگ
کی فراک، جس کے اوپر بہت ہی خوبصورت طریقے سے
کڑا ہی ہوئی تھی۔ عابیرہ پہنے ہوئے جان لیوہ حد تک
پیاری لگ رہی تھی۔ سر پر اچھے سے ڈوبٹہ اوڑے باہر
گزرتے پہاڑوں کو دیکھ رہی تھی۔ دامیار نے ایک نظر
اپنے ساتھ والی سیٹ

نظر دوڑائی۔ عابیرہ کا بے رُخی برتنا اس کے اندر جیسے
آگ لگا گیا تھا۔ ایک ہفتہ بیماری میں گزرا۔

اپنے ساتھ ہوئے اُس حادثے کا ذمہ دار بھی دامیار کو
ٹھہرا رہی تھی۔ اُس کا کہنا تھا۔ اگر وہ پارٹی میں جانے کے
لیے فورس ناکر تا تو یہ سب میرے ساتھ نا ہوتا۔
اس طرح کا بہانا بنا کر وہ دامیار سے دور رہنا چاہتی تھی۔
اصل بعد تو وہ اپنے اندر چھپائے ہوئے تھی۔ پر دامیار تو
اس کے دل اور دماغ کے کونے کونے کو پڑھ سکتا تھا۔

کے اس کی بیوی کیا چاہتی ہے۔ کیوں ناراض رہ کر خود
کے قریب نہیں آنے دیتی۔ وہ اسے سمجھا سمجھا کر تھک
گیا تھا۔ کے اگر ہماری زندگی میں اولاد ہوئی تو اللہ ہمیں

ضرور دے گا۔ پر اس کی بیوقوف بیوی نے تو دامیار کو
پاس نا آنے دینے کی جیسے رٹ لگائی تھی۔

جب بھی بات کرنے کی کوشش کی سننے میں صرف
دوسری شادی کا حکم ملتا تھا۔ دامیار بھی اب اس کی عقل
ٹھکانے لگانے کی سوچ چکا تھا۔ دامیار کی گاڑی حویلی کے
گیٹ کے قریب پہنچی دامیار نے غصے سے ہارن بجایا گیٹ
پر کھڑے رحیم نے فوراً گیٹ کھولا۔

گیٹ کھو گئے ہی گاڑی اندر داخل ہوئی۔ اور کارپورچ
میں جا کر لڑکی۔ دامیار اسے بنا دیکھے گاڑی کا دروازہ

کھولتے باہر نکلا اور زور سے دروازہ پنچا۔ اندر بیٹھی عابیرہ
اپنی جگہ سے اچھلی۔ ایک نظر دامیار کو دیکھا۔

جو اسے بنا لیے ہی اندر چلا گیا تھا۔ عابیرہ کی آنکھوں سے
آنسو لڑیوں کی صورت میں بہنے لگے۔ یہ پہلی دفعہ ہوا
تھا۔ کے دامیار اس کے بغیر ہی اندر چلا گیا تھا۔ عابیرہ
اپنے آنسو ضبط کرتے باہر نکلی اور داخلی دروازے کی
طرف بڑھ گئی۔

دامیار جیسے ہی لاؤنچ میں داخل ہوا۔ سامنے اپنی خالہ
رعینہ کو دیکھتے لب مسکرائے۔ پر اگلے ہی لمحے ان کے

پاس بیٹھی ان کی عائلہ پر نظر تو مارتے تھے پر بل نمودار
ہوئے۔ دامیار نے سب کو دیکھتے سلام کیا۔ اور اپنی خالہ
کے آگئے سر جھکایا۔

خوش رہو بچے۔ آپ اچانک ایسے۔۔ دامیار مسکراتے
ہوئے بولا۔ کیا میرا یہاں آنا تمہیں اچھا نہیں لگا۔ رعینہ
دامیار کی بات پر فوراً بولی۔ نہیں خالہ میں تو ایسے ہی پوچھ
رہا تھا۔ تم کیسی ہو عائلہ۔۔۔ دامیار سر جھکائے عائلہ بیٹھے
عائلہ کو دیکھتے بولا۔

جی میں ٹھیک۔۔۔ ہوں۔ عائلہ شرماتے ہوئے بولی۔

دیکھو کیسے شرمانے کی ایکٹینگ کر رہی ہے۔ نوٹسکی کہی
کی۔۔۔۔ پاس بیٹھا شاہ میر بہرام کی طرف دیکھتے
بولا۔ اور ساتھ ساتھ اس ایکٹینگ کی دوکان کو گھورا۔

صبر رکھ کینے ابھی اس کے سر پر بم پھوٹے گا تو دیکھنا، پھر
کیسے شرمائے گی۔

یہ عابیرہ بھا بھی کہاں رہ گئی۔ شاہ میر عابیرہ کو ڈھونڈتے
ادھر ادھر نظریں دوڑائی۔

تو اسے سامنے سے آتے دکھائی دی۔ عابیرہ سب کو لاؤنج
میں بیٹھے دیکھ ان کی طرف بڑھی۔ جب نظر دامیار سے
ہوتے ساتھ بیٹھی لڑکی پر پڑی۔ عابیرہ کا پورا وجود جیسے
زلزلوں کی ضد میں آیا۔ عابیرہ بیٹا وہاں کیوں کھڑی ہو
یہاں آؤ میرے پاس۔۔۔ زمینہ بیگم عابیرہ کو سٹل
کھڑے

دیکھتے اپنے پاس آنے کو کہاں۔ عائلہ کی نظر بھی اس
خوبصورت لڑکی کا معائنہ کر رہی تھی۔ گوری
رنگت۔۔۔ شہد رنگ آنکھیں۔۔۔ لمبے سنہرے بال جو
کمر پر بادل کی طرح جھول رہے تھے۔ عائلہ اسے دیکھتے
خود کی طرف دیکھا خود بھی کم نہیں تھے۔ خوبصورت

نہیں نقش جو سب کو اپنی طرف اٹریکٹو کرتے تھے۔
خوبصورتی میں وہ بھی بے مثال تھی۔

رعینہ یہ رائین کی بیٹی۔۔۔۔۔ میری بہو۔۔۔ اور
دامیار کی کل کائنات۔۔۔۔۔ مطلب بیوی۔۔۔
رعینہ بیگم منہ کھولے دیکھنے لگی۔

کیا تم نے دامیار کی شادی کر دی۔۔۔ رعینہ بیگم!! اپنی بیٹی
کے سپاٹ چہرے کو دیکھتے یقین کرنے کے لیے پوچھنے
لگی۔

جی جی خالہ جان۔۔۔۔۔ یہ ہماری کزن پلس۔۔۔۔۔ بھابھی
دامیار لالا کا کھلتا ہوا پھول۔۔۔

زرمینہ بیگم۔۔۔ کے بولنے سے پہلے شاہ میر نے عائلہ کو
جلانے کے لیے بیچ میں ٹانگ اوڑائی۔ دامیار اپنی ہنسی
دباتے شاہ میر کو گھور رہا تھا۔ عابیرہ تو شاہ میر کے کھلتا
گلاب والے لفظ پر بُری طرح دل دھڑکا۔

عابیرہ یہ میری بہن۔۔۔ اور دامیار کی خالہ۔۔۔ سلام
کرو۔ زرمینہ بیگم عابیرہ کو کھڑے دیکھتے بولی۔ جس پر
عابیرہ نے فوراً سلام کیا۔ رعینہ نے غصے سے نفرت سے
عابیرہ کے بازو پر ہاتھ پھیرا۔ خوش رہو۔۔۔

عابیرہ اپنے لیے ان کے دل میں نفرت محسوس کرتے
اپنی مام کی طرف دیکھا۔

جواسے آنکھوں کے اشارے سے مسکرا نے کا کہہ رہی
تھی۔

عابیرہ بھا بھی یہ خالہ کی کچڑی۔۔۔ ابھی شاہ میر کچھ
آگئے بولتا۔ ضرغام۔۔ اور بہرام نے ایک ساتھ اسے
کہنی ماری۔۔۔

آہہ۔۔۔ مطلب پیاری بیٹی عائکہ علمیر خان۔۔۔ شاہ
میر اپنی دنوں کڈنیوں کو مسلتے بولا۔ لالا کیا ہے۔ آپ
دونوں کے درمیان بیٹھ ہی گیا ہوں۔ تو مارنے پر تل گئے
ہیں۔۔۔ شاہ میر گھورتے ہوئے بولا۔۔۔

جیسے تیری زبان سے کانٹوں والے لفظ جڑتے ہے۔ تو
صرف مار کا ہی حق دار ہے۔ باپ بن گیا ہے۔ پر عقل پھر
بھی نہیں آئی اسے بہرام لالا۔۔۔ ضرغام شاہ میر کو دیکھتے
بولا۔

الحمد للہ آپ سب سے زیادہ سمجھدار ہوں۔ خالہ کس مقصد کے لیے آئی ہے۔ میں انہیں یہاں داخل ہوتے ہی دیکھ کر سمجھ گیا تھا۔ شاہ میر بڑے فخر سے بولا۔

شکر ہے۔۔ کوئی تو عقل والی بات کی۔۔ ضرغام اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا۔۔ چپ رہو تم دونوں۔۔۔ بہرام ڈیٹے والے انداز میں بولا۔

اقف ہو۔ لالا آگ لگانے والا تو کام کرنے دیں۔

دیکھے ذرا سامنے یہ جان کر بھی کے لالا شادی شدہ
ہے۔ دیکھے کیسے ڈورے ڈال رہی ہے۔ شاہ میر عائلہ کو
دیکھتے بولا۔۔ جو دامیار لالا کے ساتھ چپکنے کی کوشش میں
لگی ہوئی ہے۔ پاس کھڑی عابیرہ نے سامنے دیکھا۔۔۔
ایسا لگا اس کی سانسیں رک گئی ہو۔ عائلہ اس کے کف
لنگ کے ساتھ کھلتے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔

دامیار بھی مسکراتے ہوئے اس کی ہر بات کا جواب دے
رہا ہو۔ اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو بامشکل اندر دھکیلتے
خود کو مضبوط کیا۔

مممانی جان۔۔۔ میں ہیزل بھابھی سے مل کر آئی۔ عابیرہ
فوراً بولتے سامنے کمرے کی طرف بڑھی۔ جہاں سے
آوازیں آرہی تھی۔ عابیرہ اندر داخل ہوئی۔
سامنے صوفے پر ہی اسے زمل اور عابیرہ بیٹھے نظر آئی۔
اور نامیشہ نیچے قالین پر بیٹھے بچوں کے ساتھ لگی تھی۔
ارزان بے بی کاٹ میں لیٹا ہاتھ چلا رہا تھا۔ میرال اس
کے پاس بیٹھی اپنی زبان میں ارزان کے ساتھ باتیں کر
رہی تھی۔ امان کے جانے کے بعد۔۔ میرال اداس رہنے
لگی

تھی۔ کچھ دن ایسے ہی تنگ کیا۔ پھر خود ہی سیٹ ہو گئی
تھی۔ عابیرہ ہیزل کے پاس جاتے ہی اس کے گلے لگ
گئی۔ زور سے ہچکیاں بندھنے لگی۔

اسے یوں روتے دیکھ کر ہیزل کے ساتھ ساتھ زل اور
نانکیشہ بھی پریشان ہوئی۔ اور فوراً اٹھ کر اس کے قریب
آئی۔ کیا ہوا عابیرہ تم رو کیوں رہی ہو۔ ہیزل اسے

صوفے پر بیٹھاتے بولی۔

کیا ہوا عابیرہ بھا بھی آپ رو کیوں رہی ہے۔

زل بھی آہستہ آواز میں بولی۔

وہ بس آپ لوگوں کو بہت مس کیا تھا۔ اسی لیے آپ
سب کو دیکھتے آنسو نکل آئے۔ عابیر اپنے آنسو صاف
کرتے بولی۔ یہی بات ہے نا۔۔ ہیزل اس کے زرد
پڑتے رنگ کو دیکھتے بولی۔ عابیر نے سر اثبات میں ہلایا۔
وہ اپنے اور دامیار کے بیچ ہوئی بحث کے بارے میں نہیں
بتا سکتی تھی۔ وہ پردہ رکھنا جانتی تھی۔ آپ سب سے
زیادہ مجھے میرہ اور ارزان کی یاد آئی۔ عابیرہ اٹھ کر
میرال اور ارزان کے پاس آتے بولی۔ میرال اپنی بڑی
ماما کو دیکھتے خوشی ٹیبل پر ہاتھ مارنے لگی۔ اور ساتھ کچھ
کہنے لگی۔

عابیرہ نے مسکراتے ہوئے دونوں کے باری باری گال
چومیں۔ دیکھو ذرا کیسے خوش ہو رہی ہمارے سامنے تو
بامشکل ہی ہستی ہے۔ بلکہ ہمیں خود ہی ہسانا پڑتا ہے۔
نائیکیشہ میرال کو دیکھتے شکوہ کرتے بولی۔

اس میڈم کے تو شکوے ہی ختم نہیں ہوتے۔ زمل
مسکراتے ہوئے بولی۔

بچے ہے۔ اپنی مرضی کرتے ہیں۔ جب ان کا موڈ ہو تو
خود ہی مسکراتے ہیں۔ میرال اب بڑی ہو رہی ہے۔ تو

اب اس میں چینجنگ پو آئے گی۔ عابیرہ مسکراتے
ہوئے بولی۔

ایک بات کہوں۔۔۔ نامیشہ شرماتے ہوئے بولی۔ ہاں
کہو۔۔ ایسی کونسی بات ہے۔ جو تم یوں اچانک شرماتے
لگ گئی۔

زمل پانی کا گلاس منہ سے لگاتے بولی۔ دروازے کے پاس
کھڑے ہوتے شاہ میر اور ضرغام نے بھی نامیشہ کو بلش
کرتے نے بھی نامیشہ کو دیکھا۔

میں نے اپنے ہی سے بولا ہے۔ کہ مجھے بھی بھی بے بی
چاہیے۔ بے بی کا سنتے زمل کو پانی پیتے اچھا خاصا اچھو لگا۔

باقی سب بھی نامیشہ کی بات پر قہقہہ لگانے لگی۔

ضرغام دروازے کے پاس کھڑا سُرخ چہرے سے اپنی
پر نسر کو دیکھنے لگا۔ جس کی قینچی کی طر ح زبان چلنے لگی
تھی۔

تو پھر کب دے رہا اپنے بے بی کو بے بی۔۔ شاہ میر
ضرغام کے سُرخ چہرے کو دیکھتے چھیڑتے ہوئے بولا۔

ابھی دیتا ہوں۔ اس بے بی کو بے بی۔۔۔ ضرغام شاہ
میر کو گھورتے نامیشہ کی طرف بڑھا۔ اور اس کی کلائی سے
پکڑتے باہر نکل گیا۔

سب نے چونک کر دیکھا۔ ہی چھوڑے مجھے نامیشہ
ضرغام کی سخت گرفت میں اپنی نازک کلائی کو دیکھتے
بولی۔

تمہیں پتہ نہیں اپنے اور شوہر کے درمیان ہوئی اور
سیکریٹ بات کسی کو نہیں بتاتے۔۔

تو آپ مجھے پھر بے بی لا کر دے۔ ہی۔۔ مجھے بے بی
چاہیے۔ ورنہ میں ناراض ہو کر آپ کے پاس چلی جاؤں
گی۔

دھمکی لگا رہی ہو"۔۔۔ ضرغام اس کے قریب ہوتے
 بولا۔ نہیں۔۔۔ حقیقت بتا رہی ہوں۔

اگر مجھے بے بی لا کر نہیں دیا تو میں اپنی آپنی کے پاس چلی جاؤں گی۔

پاگل لڑکی۔۔۔ بے بی کے لیے محنت کرنی پڑتی ہے۔
ایسے تھوڑی نا آ جاتے ہیں۔ ضرغام اس کے سر پر چماٹ
لگاتے بولا۔ یا اللہ۔۔۔ اس کے چھوٹے سے کم عقل
والے دماغ میں تھوڑی سی عقل ڈال دے۔

ضرغام اس کو منہ بناتے دیکھ کر اپنے ہی منہ میں بڑبڑایا۔

ہی۔۔۔ آپ میری بالکل بات نہیں مانتے نامیشہ اپنے
کمرے کا رخ کرتے بولی۔۔۔ ہی کی جان۔۔۔ سب تو مانتا
ہوں۔ بے بی والی بات بھی تو مانی ہے۔ اب ہر روز محنت
کر تو رہا ہوں۔ بہت جلد رزلٹ بھی آ جائے گا۔ ضرغام

اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے بولا۔ نامیشہ ضرغام کی بات
سننے اندر تک سُرخ

پڑی۔ پرز کی نہیں کمرے میں داخل ہوتی ٹھاسے دروازہ
بند کیا۔ دروازے کے پاس آتے ضرغام اپنی جگہ سے
اچھلا۔ اففف ہو۔۔ دروازے کو لاک تو

نہیں لگا دیا۔ ضرغام دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے
گھمایا۔۔ شکر ہے۔ دروازہ کھلتا دیکھ کر ضرغام مسکراتے
ہوئے بولا۔ پر میڈم کمرے میں نہیں تھی۔ ضرغام
ڈریسنگ روم کے دروازے کے ہینڈل کو گھمایا۔

جو اندر سے لاک تھا۔ پر نسر لاک کیوں لگایا ہے۔ کیا کر
رہی ہو اندر۔۔۔۔۔

ضرغام فکر مندی سے بولا۔۔۔

جو بھی کروں۔۔ ڈریسنگ روم میں جانے کے لیے پر
میشن کی ضرورت نہیں۔۔ نامیشہ تھوڑا سادہ وازہ کھولتے
بولی۔۔ اور ایک سیکنڈ کی دیر کیسے بنا پھر سے بند کر گئی۔۔

تمہاری تو۔۔ باہر آؤ ذرا۔۔ تمہاری قینچی کی طرح چلتی
زبان کو میں کاٹتا ہوں۔۔

ضرغام اپنی معصوم نامیشہ کے بدلتے تیور دیکھ کر بولا۔ جو
اب اسے کہی سے بھی معصوم نہیں لگتی تھی۔ ضرغام
دیوار پر مکا مارتے بولا۔

جب محبوب اتنا پیارا اور کثیر کرنے والا ہو۔۔ تو عورت
اپنے پسندیدہ محبوب کے سامنے ہی نکھرے دکھاتی ہے۔

سنے نا۔۔ آپ کی مورے ڈانٹے گی۔ عزیزے حمزہ کے
ساتھ سیڑھیاں اترتے ڈرتے ہوئے بولی۔

میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی بھی نہیں ڈانٹ سکتا۔
حمزہ اس کے خوبصورت چاند جیسے چہرے پر مورے کا
خوف دیکھتے بولا۔

اور اس کا ہاتھ پکڑتے نیچے آیا۔ کہاں جا رہے ہو۔۔
حمزہ۔۔۔ رومیہ بیگم ان کو داخلی دروازے کی طرف
بڑھتا دیکھ کر غصے سے بولی۔ رومیہ بیگم کے بولنے پر
علیزے نے زور سے حمزہ کا بازو پکڑا۔

مورے میری بیوی کسی کی اترن پہنے مجھے گنوارہ
نہیں۔۔ اسے شاپینگ پر لیں کر جا رہا ہوں۔ حمزہ مدھم
اور سرد آواز میں بولا۔ حمزہ تم بھول رہے ہو۔۔ اس کی
اوقات اتنی نہیں ہے۔ جو تم اسے شاپینگیں کڑواتے
پھروں۔

ونی میں آئی لڑکی کو اس کی اوقات کے مطابق رکھنا
چاہیے۔ رومیہ بیگم بلند آواز اور غصے سے بولی۔ ونی کا لفظ
سنتے علیزے کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مورے
ونی میں ضرور آئی ہے۔ پر حمزہ خان کی بیوی ہے۔ اور
مجھے اس کے تن پر کسی اور کا لباس برداشت نہیں ہوتا۔

حمزہ غصے سے بول کر روتی ہوئی علیزے کا ہاتھ پکڑ کر باہر
نکل گیا۔ رومیہ بیگم غصے سے وہی صوفے پر بیٹھ گئی۔
حمزہ نے دروازہ کھول کر علیزے کو گاڑی میں بیٹھایا اور
خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے گاڑی سٹارٹ کی۔ اور حویلی
سے نکلا۔

مسلسل سفر کے دوران علیزے روتے رہی۔ حمزہ
خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔ ایک گھنٹہ ہونے کو تھا۔
لیکن مجال ہے۔

علیزے کے آنسو تھے ہو۔ ٹشو پیپر کا ڈبہ گود میں رکھے
ٹشونکالتے کبھی آنسو، کبھی اپنا ناک رگڑ رہی تھی۔ حمزہ

نے ایک نظر اسے دیکھا۔ جو ٹشو کا ڈبیہ خالی کیے اب اپنے
ڈوبے سے ناک رگڑ رہی تھی۔ میرا بچہ۔۔۔ بس کر
دو۔۔ اور کتنا رونا ہے۔ دیکھو ڈبیہ بھی خالی کر دیا ہے۔
حمزہ اس کے سامنے ڈبیہ کرتے بولا۔ آپ کو اپنا خالی ڈبیہ
نظر آگیا۔ پر میرے آنسو نظر نہیں آئے۔ عزیزے
ہچکیوں سے روتے بولی۔ حمزہ اسے شکوہ کرتے دیکھ کر
مسکرایا۔۔۔ آپ کی مورے نے مجھے ہر روز کی طرح
باتیں

سنائی۔ عزیزے پھر سے بولی۔۔ میری چھوٹی سی گولڈن
پر نسسز اب میں اپنی مورے سے تو لڑ نہیں سکتا۔ پھر

بھی میں نے اُن سے روڈلی بات کی۔ کیونکہ وہ غلط ہے۔
اتنی چھوٹی سی لڑکی کو حویلی والوں نے میری بیوی بنا
دیا۔ سب جانتے ہوئے تم بے قصور ہو۔ اب میں اپنی
بیوی پر کسی کو بھی بُرے طریقے پیش نہیں آنے دوں
گا۔ تمہارے ان آنسوؤں کی فکر ہے۔ تو تمہیں ٹشو کا ڈبہ
خالی کرنے دیا۔ حمزہ اس کی سرخ خون چھال کاتی ناک کو
دیکھتے بولا۔

مجھے نا آپ کی مورے سے بہت والا ڈر لگتا ہے۔ عزیزے
روتے ہوئے بولی۔ حمزہ اس کے معصوم چہرے پر ڈر کی
رک دیکھتے اپنے نچلے لب کو بے دردی سے کاٹا۔

اچھا میرا بے بی یہاں آؤ۔۔ حمزہ سٹرینگ سے ایک ہاتھ
ہٹاتے بولا۔

علیزے نے ڈبڈبی آنکھوں سے حمزہ کو دیکھا۔ نہیں میں
یہاں ہی ٹھیک ہوں۔ حمزہ اسے بازو سے پکڑے اپنی
طرف کھینچا اور اسے بچوں کی طرح گود میں بیٹھاتے
سامنے نظریں جما گیا۔ علیزے شرم سے حمزہ کے سینے
میں چہرہ چھپا گئی۔

میرا بچہ مت رویا کرو اتنا۔۔۔ کیوں اپنی چھوٹی سی جان
روتے ہوئے ہلکان کر لیتی ہو۔ حمزہ اس کے بالوں پر لب
رکھتے بولا۔ حمزہ کی گاڑی اسلام آباد کے حدود میں داخل
ہو چکی تھی۔ کچھ دیر بعد نظر اٹھائے حمزہ کی آنکھوں میں
دیکھا۔ حمزہ اسے یوں اپنی طرف دیکھتے پا کر آہرو
اچکاتے ہوئے بولا۔ کیا ہوا ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔۔۔
نہیں وہ م۔۔۔ میں بس۔۔۔ پو۔۔۔ چھنے لگی تھی۔ کے ہم
پہنچ گئے۔

علیزے نروس ہو کر بامشکل بولی۔ جی ہم پہنچ گئے۔۔۔
حمزہ اپنی گاڑی کو اسلام آباد کے سب سے بڑے مال کے
سامنے روکتے بولا۔ علیزے حمزہ کی گود میں سیدھے ہو کر
بیٹھتے باہر دیکھنے لگی۔ جب نظر سامنے مال پر پھیلی۔

جو کو سودور جگہ پر پھیلا ہوا تھا۔ علیزے منہ کھولے دیکھنے
لگی۔ حمزہ نے مسکراتے ہوئے

اس کا منہ بند کیا۔

سنے ہم یہاں شاپینگ کرے گئے۔ علیزے کھوئے
کھوئے انداز میں بولی۔ لیس میری جان۔۔۔ ہم یہاں
شاپنگ کرے گئے۔

حمزہ گاڑی کا دروازہ کھولتے بولا۔

اور علیزے کو اترنے اترنے کا اشارہ کیا۔ علیزے حمزہ
کی گود سے فوراً اتر کر باہر نکلی۔

اور حمزہ بھی باہر نکلا۔

اور گاڑی کو لاک کرتے اس کا ہاتھ پکڑے مال میں داخل
ہوا۔

علیزے اس کے ساتھ چلتے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

مال جتنا باہر سے پیارا تھا۔ اس سے زیادہ اندر
سے خوبصورت تھا۔

تمہارے وجود میں کسی کی اترن نہیں برداشت۔
تم وہ سب خریدوں گی۔ جو تم استعمال کرتی ہوں۔
حمزہ اس کے کان کے قریب جھکتے ذومعانی انداز میں
بولا۔ علیزے نے سرخ چہرے کے ساتھ نظریں گھما
لی۔

حمزہ اسے اندر بنی سب سے بڑی ڈیزائنر بوتیک میں لیں
کر داخل ہوا۔ جاؤ جو پسند آئے

لیں لو۔۔ میں یہاں کھڑا ہوں۔ حمزہ اس کے چہرے پر
مسکراہٹ دیکھ کر بولا۔ دیکھ لیں پھر نا کہیے گا۔ میں نے
آپ کے پیسے خرچ کر دادیے۔ عزیزے مدھم آواز میں
بولی۔ میری جان۔۔ تم نے جو لینا ہے۔۔ لیں لو۔۔ حمزہ
خان سب کچھ تمہارے پر لوٹانے کو بے تاب ہے۔ حمزہ
اس کی گولڈن سنہری آنکھوں کو چمکتے دیکھ کر بولا۔
عزیزے مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ اور اپنی پسند

کے ڈریسز نکالنے لگی۔ حمزہ سائیڈ پر کھڑا اسے بہت ہی
فرصت سے تک رہا تھا۔ یہاں آئے نا۔۔۔ عزیزے حمزہ
کو پکارتے بولی۔

حمزہ فوراً اس کی طرف بڑھا۔

حکم کریں۔۔۔ بندہ حاضر ہے۔ حمزہ اس کے قریب جاتے
جھکتے ہوئے بولا۔ عزیزے حمزہ کی حرکت پر کھکھلا کر
نہیں۔ پاس کھڑے ور کر بھی انتہائی مبہوتیت سے دیکھ
رہے تھے۔ حمزہ تو اس کی ہنسی میں کھو گیا۔

جتنی خوبصورت یہ تھی۔ اتنی ہی خوبصورت اس کی ہنسی
تھی۔ یہ پکڑے۔۔ عزیزے اسے یوں خود کو تکتا پا کر فوراً
اس کے ہاتھ پر پکڑے رکھے۔

حمزہ ہوش میں آتے اپنے ہاتھوں پکڑے کے ہینگر دیکھنے
لگا۔ میڈم اتنے سے ٹائم میں دس پندرہ سوٹ نکال چکی
تھی۔ مطلب ابھی اور خرچہ کروانے کا ارادہ تھا۔ ایکسکیوز
می۔۔۔ یہ پیک کروادیں۔

اور سامنے وہ جو تین ساڑھیاں ہے۔ وہ بھی پیک کروا
دیں۔ حمزہ سامنے سٹیچو پر مختلف ساڑھیاں دیکھتے بولا۔۔

میں نہیں پہنوں کی ہی جان۔۔۔۔۔ عزیزے اس کے
قریب آتے پیار سے بولی۔ حمزہ ہی جان کے لفظ پر اسے
دیکھنے لگا۔ یہ میں لیں رہا۔ تمہیں پہنی ہی پڑے گی۔ ایسی
کریں وہ بلیک والی ساڑھی بھی پیک کر دیں۔

عزیزے بلیک ساڑھی کو دیکھتے شرم سے نظریں جھکا گئی۔
ابھی سے شرمانے لگ گئی۔ ابھی تو بہت کچھ پر سنل بھی
لینا ہے۔ حمزہ اس کے لالا گلاب چہرے کو اپنے لبوں سے
چھوتے بولا۔ عزیزے سٹیٹا کر دو قدم پیچھے ہو کر گھورنے
لگی۔ جیسے کہنا چاہ رہی ہو یہ ہمارا کمرہ نہیں ہے۔

وہ پہلا ایسا شخص تھا۔ جو اپنی ونی میں آئی ہوئی۔۔ پندرہ
سالہ بیوی کو اسلام آباد کے سب سے بڑے مال میں
شاپینگ کروا رہا تھا۔

کیونکہ۔۔۔ اُسے برداشت نہیں تھا۔ کہ اس کی بیوی
کسی کی دی ہوئی اُترن پہنے۔۔ اور وہ سنہری گولڈن
آنکھوں والی لڑکی

خوب اس سے اپنے نکھرے اٹھوار ہی تھی۔ جسے وہ جو
حکم میری جان۔۔ کہہ کر پورا کر رہا تھا۔۔

وہ اسے لیں کر سیکنڈ فلور پر آیا۔ جہاں برینڈ ڈنائیٹر کی
شاپ تھی۔ وہ علیزے کا ہاتھ پکڑے اندر داخل ہوا۔
علیزے منہ کھولے چاروں طرف دیکھنے ہر طرف نائیٹر
لٹکی تھی۔ جو دیکھنے کے قابل نہیں تھی۔ علیزے سُرخ
چہرے کے ساتھ یہ سب دیکھ رہی تھی۔ کے ایک لیڈی
ان کے قریب آکر بولی۔ سرویلکم!! ہماری شاپ پر آنے
کے لیے۔ کیا آپ کیل ہے۔ وہ لیڈی اس چھوٹی سی
خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر بولی۔

کیوں آپ کو کوئی شک ہے۔ حمزہ سامنے کھڑی شاپ
کیپر کو دیکھ کر گویا ہوا۔ نو سر۔۔ میں بس ایسے ہی پوچھ

رہی تھی۔ کیونکہ یہاں صرف کپلز آتے ہیں۔ یہ میری
وائف ہے۔ ان کے لیے اچھی اچھی نائیٹر دکھائے۔ جو
آپ کے شاپ کی مہنگی اور برینڈڈ نائیٹی ہے وہ دکھائے
۔۔ حمزہ اس لڑکی کی بات اگنور فور اپنی بات کی۔ کیا بول
رہے آپ۔۔ میں ایسے کپڑے نہیں پہنتی۔۔ علیزے
حمزہ کے قریب ہوتے ناک سکیڑ کر گویا ہوئی۔

میری جان۔۔۔ اب پہن لینا۔۔ حمزہ سب کے سامنے
علیزے کی کمر میں ہاتھ ڈالتے خود کے ساتھ لگاتے بولا۔
علیزے نے سُرخ چہرے کے ساتھ حمزہ کو دیکھا۔ جو
سب کے سامنے بے باکی پر اتر آیا تھا۔ سب ہی رشک

کرنے والی نظروں سے اس حسین کپل کو دیکھ رہے
تھے۔ سریہ واقعے میں آپ کی وائف ہے۔ پاس کھڑی
لڑکی نے پھر سے پوچھا۔ اسے ابھی تک یقین نہیں آیا
تھا۔ کہ یہ لڑکی اس شخص کی کہی سے بھی بیوی لگ رہی
تھی۔ اس لڑکی کی بات پر حمزہ نے گردن ترچھی کرتے
اس لڑکی کو گھورا۔ جواب بات کرتے نظریں ادھر ادھر
گھما رہی تھی۔

میڈم۔۔ یہ مارکیٹ کپلز کے لیے ہے تو یہاں کپلز ہی
آئے گئے۔ آپ کو جتنا کام کہاں اتنا ہی کریں۔ حمزہ خان
سب کی نظروں کو اپنی علیزے پر جمے دیکھ کر سرد آواز

سے بولا۔ سوری سر۔۔۔ میں آپ کو یہاں کی برینڈ نائیٹی
دکھاتی ہوں۔ وہ لڑکی بھاگتے ہوئے سامنے کھڑے
لڑکے کی طرف بڑھی۔ اُس کے ہاتھ سے سرخ رنگ کی
نائیٹی پکڑے حمزہ خان کی

طرف بڑھی۔ عزیزے پورا منہ کھولے اس نائیٹی کو دیکھ
رہی تھی۔ جو پتہ نہیں شروع کہاں سے اور ختم کہاں پر
ہو رہی تھی۔

بازو تک نہیں تھے۔ آپ یہ کیسے گندے گندے کپڑے
لیں رہے ہیں۔ عزیزے سُرخ چہرے کے ساتھ بولی۔

میرا بے بی۔۔ اسے گندا ڈریس نہیں اسے ہاٹ والا
ڈریس بولتے ہیں۔

حمزہ اس کے چھوٹے سے دماغ میں اضافہ کرتے بولا۔
آپ بہت گندے ہیں۔ عزیزے سُرخ چہرے کے ساتھ
بولی۔

رومنٹک بھی ہوں۔۔ حمزہ اس کے اڑتے رنگ دیکھتے
بولا۔ عزیزے اپنی ناک پھولائے باہر نکل گئی۔ آپ اسے
پیک کر دیں۔۔ حمزہ اسے باہر جاتا دیکھ کر فوراً بولا۔ اُس

لڑکی نے جلدی سے پیک کر کے بیگ حمزہ کی طرف
بڑھایا۔

حمزہ نے بل پے کیا۔ اور جلدی سے باہر نکلا۔ عزیزے کو
باہر ناپا کر حمزہ کا چہرہ پل میں فکر مندی میں ڈوبا۔ حمزہ
بھاگتے ہوئے چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا۔ یا اللہ۔۔
یہ لڑکی کہاں گئی۔

حمزہ سرخ چہرے کے ساتھ بولا۔

دل میں بڑے بڑے خدشے آنے لگے۔ وہ اتنے بڑے
مال میں کیسے ڈھونڈ وعلیزے۔۔ حمزہ شاپینگ بیگ سائیڈ
پر رکھے ابھی پیچھے ہی پلٹا۔۔ علیزے سامنے سے آتے
ہوئے دکھائی دی۔ حمزہ غصے سے اس کی طرف بڑھا۔ اور
بازو سے پکڑے بُری طرح جھنجھوڑا۔ کہاں تھی۔

ہاں۔۔۔ حمزہ کے اس عمل پر علیزے درد سے کراہ
اٹھی۔ اور اس کی سُرخ آنکھیں دیکھ کر کانپ اُٹھی۔ وہ
جو پہلے سے رورہی تھی۔ حمزہ کے اس ایکٹ پر ہچکیوں
سے رونے لگی۔ حمزہ اس کے آنسوؤں کی پرواہ کیے بنا اس
کی کلائی پکڑے اور بیگ اٹھاتے لفٹ میں داخل ہوا۔

پانچ منٹ کے اندر وہ نیچے تھے۔ حمزہ اس کی کلائی سے
پکڑے مال سے باہر نکلا۔ اور گاڑی کی طرف بڑھا۔
علیزے کو اگلی سیٹ پر بیٹھائے پیچھے بیگ رکھتے ڈرائیونگ
سیٹ پر آکر بیٹھا۔ حمزہ کو پہلی دفعہ خود پر غصہ کرتے
دیکھتے علیزے ہچکیوں سے رونے لگی۔ اوپر سے درد سے
اس کی جان نکل رہی تھی۔ وہ اپنی کمر پر ہاتھ رکھتے سسک
پڑی۔

حمزہ سپاٹ چہرے کے ساتھ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔
علیزے کچھ منٹ دور ہونے سے اس کی جان پر بن آئی
تھی۔ دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔ علیزے اس کے دل و

دماغ پر بُری طرح چھا گئی تھی۔ اب وہ صحیح لفظوں میں
سمجھ گیا تھا۔

کے وہ اس لڑکی سے ایک منٹ بھی دور نہیں رہ سکتا۔

حمزہ سوات واپس جانے کا ارادہ ترک کر کے علیزے کو
اپنے اسلام آباد میں بنے فلیٹ میں لیں کر آیا۔ علیزے
خاموشی سے اس کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ حمزہ بیگ
ایک سائیڈ پر رکھے۔ علیزے کی طرف بڑھا۔ علیزے
اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر دو قدم پیچھے ہوئی۔ وہ حمزہ
کے ایکٹ پر ڈر گئی تھی۔

کہاں گئی تھی۔ حمزہ اسے کانپتے دیکھ کر نرمی سے مخاطب
ہوا۔ علیزے نظریں جھکائے زمین کو گھورنے لگی۔ وہ
اسے کیسے بتاتی اس کی طبیعت خراب ہے۔ اپنی طبیعت
اور اپنے پاس ضروری سامان کا سوچتے رونے لگی۔ اس
کے پاس کچھ تھا ہی نہیں۔ اس شتمگر کو بتانے میں بھی
شرم آرہی تھی۔ وہ جیسے ہی اس کے قریب آیا۔ علیزے
دیوار کے ساتھ لگی۔ اسے بھیگی گلابی آنکھوں سے دیکھ
رہی تھی۔

میں نے کچھ پوچھا ہے علیزے۔۔ حمزہ اس کی سُرخ
آنکھوں میں دیکھتے بولا۔

میں وہ۔۔۔ میں۔۔۔ واش۔۔۔ روم گئی تھی۔

علیزے کانپتی ہوئی آواز سے بولی۔ اور ساتھ ہچکیوں سے
رونے لگی۔ حمزہ اسے یوں روتے دیکھ کر صحیح معنوں میں
پریشان ہوا۔ علیزے میرا بچہ۔۔۔ ایم سوری۔۔۔ اسے
یوں روتے دیکھ کر محبت پاش لہجے میں بولا۔

علیزے اس کے نرمی بھرے انداز پر اس کے سینے پر سر
ٹکائے ہچکیوں سے رونے لگی۔

حمزہ اسے اپنی گود میں اٹھاتا۔ عزیزے لمحے کی دیر کیے
بغیر چبختے ہوئے اس سے دور ہوئی۔ حمزہ نے پریشانی سے
عزیزے کو دیکھا۔ عزیزے کیا ہوا۔ کوئی پریشانی ہے۔ حمزہ
کے محبت بھرے انداز پر عزیزے بچوں کی طرح سر
ہلاتے رونے لگی۔ اور اپنی کمر پر ہاتھ رکھتے دبانے لگی۔

حمزہ اسے یوں کرتے دیکھ کر فوراً سمجھ گیا۔ میرے بچے کی
طبیعت خراب ہے۔ حمزہ اس کے۔ مجھکے سر کو دیکھتے بولا۔
عزیزے مزید شرم سے سر جھکا گئی۔ میری جان۔۔ اس
میں شرم کی کیا بات ہے۔ سب جانتا ہوں۔ اسی لیے
تمہارا سارا ضروری سامان میں نے لیں لیا تھا۔ حمزہ کی بات

پر وہ مزید سُرخ پری۔ حمزہ اس کی طبیعت خراب کا سنتے
فورا ہی اپنی گود میں اٹھا گیا۔ یہ کیا کر رہے تھے۔ پلیز مجھے
نیچے اتارے آپ کے کپڑے گندے ہو جائے گئے۔

علیزے حمزہ کی گود میں پھڑپھڑاتے بولی۔ میرا بچہ کپڑے
ہی ہے۔ میں اور پہن لوں گا۔ حمزہ اسے ہاتھ روم کے
پاس کھڑا کرتے بولا۔ یہ لو تمہارا ضروری سامان حمزہ اس
کی طرف۔ بیگ بڑھاتے بولا۔ جسے وہ فوراً پکڑتے ہاتھ روم
میں گم ہوئی۔ وہ مزید اس بے شرم انسان سے نظریں
نہیں ملا سکتی تھی۔

حمزہ بھی مسکراتے ہوئے روم سے باہر نکلا۔ اور کچن کی طرف بڑھا۔ یہ فلیٹ صرف تین کمروں پر ہی مشتمل تھا۔ اس فلیٹ میں ہر چیز حمزہ خان کی پسند کی تھی۔ یہ چھوٹا سا فلیٹ انتہا کا خوبصورت تھا۔ حمزہ باؤل میں پانی ڈالے چولہے پر رکھا۔ اسے یاد آیا۔ کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ حمزہ چولہا بند کرتے باہر نکلا۔ اور لفٹ سے پانچ منٹ میں نیچے تھا۔ اور جلدی سے گاڑی میں بیٹھا۔ اور وہاں سے ۔

نکلا۔ حمزہ جیسے ہی تھوڑا آگئے پہنچا۔ اسے چھوٹی مارکیٹ نظر آئی۔ حمزہ گاڑی روکتے باہر نکلا۔ اور مارکیٹ کے اندر داخل ہوا۔ جہاں

اسے ضرورت کا سارا ان سے مل جانا تھا۔ حمزہ بیس منٹ
میں اپنے فلیٹ پر تھا۔ جلدی سے انڈے ابلنے کے لیے
رکھے۔ اور دوسرے چولہے پر دودھ گرم کرتے گلاس
میں نکالا۔ اور پانی کو پھر سے نیم گرم کر کے بوتل میں
ڈالا۔

انڈے اُبلنے پر وہ جلدی سے چھلکا اُتارتے ٹرے میں
رکھا۔ اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں
داخل ہوا۔ علیزے ابھی تک باتھ روم سے باہر نہیں آئی
تھی۔

حمزہ ٹرے سائیڈ پر رکھے بیڈ پر بیٹھا اس کا انتظار کرنے
لگا۔ باتھ روم کا دروازہ کھلتے علیزے باہر آئی۔ جو آج
شاپینگ کی تھی۔ اُس میں سے ڈریس پہنا تھا۔ مہرون کی
سادہ شلوار قمیض پہنے وہ باہر نکلی۔ حمزہ اسے دیکھتے
مسکرایا۔ جوالال گلاب بنی ہوئی تھی۔

علیزے خاموشی سے حمزہ کی طرف بڑھی۔ اور اس کی
گود میں بیٹھ گئی۔ علیزے کی اس حرکت پر حمزہ بے یقین
ہوتے مسکرا دیا۔ ہی جان۔۔۔ مجھے درد ہو رہا ہے۔ اور

بخار بھی ہو گیا ہے۔ عزیزے اس کے کندھے پر سر ٹکائے
آنسو بہاتے بولی۔

حمزہ نے مسکراتے ہوئے دودھ کا گلاس اس کی طرف
بڑھایا۔ میرا پیارا بچہ۔۔۔ یہ دودھ پیو درد کم ہو گا۔ عزیزے
نے منہ بسورتے دیکھا۔ حمزہ اس کے منہ کے زاویے دیکھ
کرا انڈے کی پلیٹ اس کی طرف کی۔

ہبی جان۔۔ میں نہیں کھاؤں گی۔ ہبی کی کو کو مو۔۔۔
کھاؤ آرام ملے گا۔

حمزہ اسے زبردستی کھلانے لگا۔ عزیزے پینے لگی۔ انڈہ
کھانے کے بعد دودھ دودھ پیتے ہی۔ حمزہ نے اسے بیڈ پر
لٹایا۔ اور پانی کی بوتل عزیزے کے پیٹ پر رکھتے۔ اس پر
کسبل اوڑھایا۔ عزیزے حمزہ کو اپنی کتیر کرتے دیکھ کر دل ہی
دل میں مسکرا رہی تھی۔

حمزہ اس کے ساتھ لیٹتے۔ خود ہی اس کے پیٹ پر نیم گرم
پانی کی بوتل کو رکھتے اس سکون پہنچانے لگا۔ ہی جان۔۔
ہم حویلی نہیں جارہے۔ عزیزے معصومیت سے بولی۔
عزیزے جب جب اسے ہی کہہ کر بولاتی تھی۔ اس کا دل

گستاخیاں کرنے پر اتر آتا تھا۔ ہی کی جان۔۔۔ ٹھیک ہو
جاؤ۔

پھر پیچھے۔ حمزہ اس کی پیشانی پر لب رکھے عزیزے کچھ
مزید بولتی فلیٹ کی بیل بجی۔ حمزہ عزیزے کو بوٹل
پکڑائے۔ بیڈ سے اترے۔ اور کمرے سے نکلتے دروازے کی
طرف بڑھا۔ جیسے ہی دروازہ کھولا۔ سامنے زامیہ کو
کھڑے دیکھا اور حیرت سے منہ کھولا۔۔ زامیہ حمزہ کو
دیکھتے چیختے ہوئے اس کے گلے لگی۔
اور مائی گوڈ۔۔ حمزہ یہ تم ہو۔ مجھے یقین نہیں آرہا۔

زامیہ حمزہ کو دیکھتے اونچی آواز سے بولی۔

علیزے کسی لڑکی کی آواز سنتے باہر آئی۔

پر سامنے کا منظر دیکھتے علیزے کے اپنے پیروں

سے زمین نکلتے ہوئے محسوس ہوئی۔

وہ لڑکی حمزہ کی گردن میں باہیں ڈالے۔ اس کی آنکھوں

میں دیکھ رہی تھی۔

ہیں۔۔۔ علیزے نے روتے ہوئے حمزہ کو پکارا۔

علیزے کی پکار پر جہاں اُس لڑکی نے دیکھا۔

حمزہ زامیہ کو ایک جھٹکے سے دور کرتے علیزے کی طرف
دیکھا۔

تم نے میرے ہی کو چھوا۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی
میرے ہی جان کو چھونے کی۔ علیزے میں اتنی ہمت
کہاں سے آگئی تھی۔ وہ خود بھی نہیں سمجھ پائی۔

حمزہ حیران کھڑا اپنی چھوٹی سی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔ وہی
حال زامیہ کا تھا۔ وہ اس لڑکی کو گھورتے حمزہ کے قریب
آئی۔ آپ کی ہمت کیسے ہوئی اس کو گلے لگانے کی۔
آپ کو پتا ہونا چاہیے۔ "آپ کی ایک عدد معصوم چھوٹی
سی بیوی بھی ہے۔"

آپ صرف میرے ہی ہو۔ مجھے گلے لگانا ہے آپ کو۔۔
صرف مجھے۔۔ وہ آگ بگولہ ہوتے بولی۔ اور وہ وجیہہ
مرد۔۔ اپنی پندرہ سالہ بیوی کی جیلیسی پر مسکرا رہا تھا۔

ہائے میرا معصوم بچہ۔۔۔ تمہارا ہی صرف تمہارا تمہارا
ہے۔ ہے۔

حمزہ اس کی پانی سے بھری آنکھوں پر لب رکھے بولا۔

زامیہ حیران نظروں سے اس لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔
زامیہ حمزہ کی یونی فرینڈ تھی۔ یونی کے تین سال بعد وہ
حمزہ سے اس کے اسی فلیٹ میں ملی تھی۔

پر دو دن بعد وہ یہاں سے چلا گیا تھا۔ زامیہ اسی کے انتظار
میں حمزہ کے ساتھ والے پویشن پر رہنے لگی۔ آج اسے
دو سال بعد دیکھ کر جتنا خوش ہوئی تھی۔ پر اس کے ساتھ
اس لڑکی کو دیکھ کر شکڈ میں تھی۔ جو اسے ہی ہی پکار
رہی تھی۔

زامیہ جو اپنے دل میں حمزہ کے لیے جذبات سجائے بیٹھی
تھی۔ وہ چکنا چور ہوئے۔

حمزہ۔۔ یہ لڑکی تمہیں ہی کیوں بول رہی ہے۔

زامیہ اس خوبصورت لڑکی کا معائنہ کرتے بولی۔ وہ یقین
کرنا ناچاہ رہی تھی۔ کے کے وہ جیسے سوچ رہی ہے ویسا
ہی ہے۔

علیزے نے معصومیت سے آنکھیں پیپٹاتے حمزہ کی
براؤن آنکھوں میں دیکھا۔ وہ اپنے ہی کا جواب سننے کے

لیے بے قرار تھی۔ وہ چھوٹی سی لڑکی اپنے شوہر کے لیے
پوزیسیو ہوتی جا رہی تھی۔ اب کہاں گنوارہ تھا۔ اس کے
ہی کو کوئی دیکھے۔ بیوی ہے میری۔ تو اپنے شوہر کو ہی ہی
بولائے گی۔

آریوں سرپس حمزہ۔۔ یہ بچی تمہاری بیوی ہے۔ آئی بلیو
اٹ۔۔ زامیہ ہستے ہوئے بولی۔ زامیہ کے بچی بولنے پر
علیزے نے حمزہ کو دیکھتے سر جھکا لیا۔ وہ واقعے میں ہی اس
مرد کے ساتھ بچی ہی لگتی تھی۔

حمزہ اسے سر جھکاتے دیکھ کر فوراً بچوں کی طرح گود میں اٹھا
گیا۔ ہم!! یہ بچی ہی حمزہ خان کی بیوی ہے۔ حمزہ اس کی
پیشانی پر لب رکھتے مسکراتے ہوئے بولا۔ زامیہ نے غصے
سے مٹھیاں بونجھی۔

اور تم سے زیادہ سمجھدار ہے میری بیوی۔۔۔۔ حمزہ کچھ
دیر پہلے اپنی عزیزے کی پوزیشن کو یاد کرتے بولا۔

اور آئندہ میری بیوی پر چوٹ کرنے کی ضرورت نہیں
حمزہ خان کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے یہ لڑکی۔۔۔

حمزہ زامیہ کے سُرخ چہرے کو دیکھتے بولا۔

حمزہ۔۔۔ تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔

پانچ سالوں سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ زامیہ اس کے قریب ہوتے بولی۔

تم میرے دل کے ساتھ کھلوار نہیں کر سکتے۔

دور رہو۔ میرے ہی میرے ہے۔ ہی جان کا بھی دل
میرا ہے۔ عزیزے اسے حمزہ سے دور دیکھتے بولی۔

اے لڑکی۔۔ میں تم سے بات نہیں کر رہی۔ زامیہ شاہ
غصے سے چیختے علیزے کو آنکھیں دکھاتے بولی۔ اس کے
چیخنے پر وہ سہم کر۔۔ حمزہ کے سینے میں چھپی۔

زامیہ۔۔ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔ میں نے تمہیں کوئی
ایسی اُمید نہیں دلائی۔

حمزہ خان علیزے کے اس طرح ڈرنے پر غصے سے بولا۔
اور زامیہ کے بازو پکڑ کر باہر نکالا۔ اور دروازہ ٹھا کر کے
بند کیا۔ زامیہ غصے سے پیر پٹختے وہاں سے چلی گئی۔

حمزہ اسے لیں کر کمرے میں آیا۔ علیزے کو بیڈ پر لٹایا۔
اور خود بھی اس کے ساتھ لیٹا۔ علیزے ناراضگی سے منہ
پھیر گئی۔ حمزہ نے مسکراتے ہوئے پیچھے سے اس کی
گردن کو چوما۔ اور ہلکے ہلکے سے اس کی نازک کمر کو
دبانے لگا۔

اور کتنی گرل فرینڈ ہے ہی آپ کی۔ تھوڑی دیر بعد
علیزے کی کمرے میں آواز گونجی۔ حمزہ نے صدمے سے
دوچار ہوتے علیزے کو گھما کر اپنی طرف کیا۔

میں تمہیں گڑک فرینڈ ٹائپ کا بندہ لگتا ہوں۔ حمزہ اپنی
ہنسی دباتے بولا۔ وہ تو دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ اپنی
بیوی کی جیسی پر۔۔ لگتے نہیں ہے۔ پر دیکھے نا۔۔ آپ
کی

پہلی گرل فرینڈ آگئی۔ اگر دوسری بھی آگئی اس سے پہلے
مجھے بتادیں۔

علیزے کی بات پر حمزہ کا جاندار قہقہہ روم میں گونجا۔ وہ
تو اس کی سوچ سے بھی زیادہ جیس ہو رہی تھی۔

اگر آگئی تو۔۔ اسے بھی گلے لگالوں گا۔ حمزہ کچھ سوچتے
ہوئے بولا۔

ہی۔۔ میں اسے گنجا کر ڈالوں گی۔ میں آپ کی مورے
سے ڈرتی ہوں۔ آپ سے بلکل نہیں۔۔۔ علیزے
بہادری کا مظاہرہ کرتے بولی۔

اچھا۔۔ حمزہ اس کے اوپر آتے بولا۔ حمزہ کی اس حرکت
پر علیزے کی سٹی گم ہوئی۔ ہی۔۔ میری طبیعت ٹھیک
نہیں ہے۔ وہ اسے اپنی طبیعت کا بتاتے بولی۔

ہم!! جانتا ہوں۔۔ حمزہ اس کی گولڈن سنہری آنکھوں
میں دیکھتے بولا۔

اور ساتھ ہی اپنے لب عزیزے کے لب پر رکھ دیے۔
عزیزے آنکھیں پھیلائے دیکھنے لگی۔ حمزہ دو منٹ ایسے
ہی اپنے لب عزیزے کے لبوں پر رکھے رکھا۔ دو منٹ بعد
جب پیچھے ہوا۔ تو عزیزے کا سُرخ چہرہ دیکھتے مسکرایا۔

مجھے اچھا لگا۔ تمہیں اپنے لیے پوزیسیو دیکھ کر۔ حمزہ اس
کی پیشانی کو چومتے بولا۔ عزیزے کی آنکھیں آنسوؤں
سے بھر آئی۔

ہی۔۔ آپ کے علاوہ میرا کوئی نہیں۔۔ بابا۔۔ اور لالا بھی
نہیں۔۔ عزیزے پھر سے اپنے گھر والوں کو یاد کرتے رو
پڑی۔۔ وہ لڑکی جب آپ کی گردن میں باہیں ڈالیں ۔
کھڑی تھی۔ تو مجھے لگا آپ کو میں نے کھو دیا ہے۔ وہ بچوں
کی طرح سوں سوں کرتے بولی۔

حمزہ اس کی سُرخ ہوتی ناک دیکھ کر مسکرایا۔ کوئی بھی
لڑکی۔۔ تم سے تمہارے ہی کو نہیں چھین سکتی۔ حمزہ
سیدھے ہوتے اسے اپنے سینے سے لگاتے بولا۔۔

آپ بہت اچھے ہو۔۔ اپنی مورے سے بھی زیادہ۔۔۔
علیزے مسکراتے ہوئے بولی۔

حمزہ تاسف سے سر ہلا کر رہا گیا۔ جوہر موزوں پر مورے
کو ضرور لاتی تھی۔ ڈر اس کی رگ رگ میں رچ گیا تھا۔
جسے وہ بھول نہیں پار ہی تھی۔ وہ اسی ڈر کو تو دور کرنا چاہتا
تھا۔ وہ اسے یقین دلانا چاہتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ہے۔۔

کاوش خان۔۔ یونی میں بیٹھا۔ اپنے کین میں ازہان کو
گھور رہا تھا۔

کیا ہے یار۔۔ ایسے کیوں گھور رہا ہے۔ ازہان اس کی
نظریں مسلسل خود پر محسوس کرتے بولا۔ سر بولنا۔ تیرا
ٹیچر رہا ہے۔ پچھلے سال کاوش سیدھے بولا۔

اب میں بھی ٹیچر ہی بن رہا ہوں۔ سر تو بولنے سارا ہا۔
ازہان بھی اپنی بارعب پر یسنلٹی کے ساتھ بولا۔ کیوں
پاشا صاحب۔۔ نے تجھے بزنس سے بے دخل کر دیا ہے۔
جو میری یونی میں ڈھیڑا ڈال کر بیٹھ گیا ہے۔

ہم۔۔۔ ایسا ہی سمجھ۔۔۔ میرا سمسٹر مکمل ہو گا۔

تو یہاں ہی ڈھیر اڈالنے کا پکارا راہ ہے۔ آخر کار یونی کا ٹاپر
ہوں۔ ایسے تو جانے نہیں دے گا۔ اور رہا پاشا صاحب کا
بز نس۔۔۔ وہ بھی دیکھ لوں گا۔ ازبان سنجیدگی سے
بولتے۔۔۔ سیدھا ہوا۔ ویسے سنا ہے۔ ماہی بھا بھی بھی یونی
آئی ہے۔ ازبان صوفے پر امان کو سوتے دیکھتے بولا۔۔
جب پتا ہے تو پوچھ کیوں رہا ہے۔ کاوش خان دانت پیستے
بولا۔

میرے ساتھ دو نمبری نا کھیل۔۔۔ تو نے یونی سے
ریزائن کیوں دیا۔ کاوش غصے سے بولا۔۔ پاشا صاحب کو
لندن میں کر جا رہا ہوں۔

ازہان۔۔۔ پریشانی سے بولا۔۔۔
کیا ہوا سلطان پاشا کو۔۔ سب ٹھیک تو ہے۔
کاوش ازہان کے چہرے پر چھائی پریشانی کو دیکھتے بولا۔
پاشا صاحب کو برین ٹیو مر ہے۔ ازہان آنکھوں میں آنسو
لیے بولا۔ کاوش اٹھ کر ازہان کے پاس آیا۔ زل جانتی
ہے۔ یہ سب۔۔ نہیں۔۔ اُسے نہیں بتایا۔ پاشا نے منع
کیا ہے۔ میں بابا کو اچھے اچھے ڈاکٹرز کو دکھانا چاہتا ہوں۔

ہاشم بھائی نے برین ٹیومر کے سب سے قابل ڈاکٹر کا بتایا
ہے۔ جس کے لیے مجھے لندن جانا ہو گا۔ زل کو ابھی کچھ
نہیں بتایا۔۔ صرف ہاشم بھائی۔

اور تمہارے علاوہ کسی کو نہیں پتہ۔۔ زل کو پتہ چلا۔ وہ
ٹوٹ جائے گی۔ وہ اپنے بابا سے بہت پیار کرتی ہے۔

ابھی صرف یہی بتایا ہے۔ ہم بزنس کے سلسلے میں لندن
جارہے ہیں۔ مجھے امید ہے۔ ہمارے واپس آنے تک
اُسے کچھ نا پتا چلے۔

ازہان۔۔ اپنے آنسو صاف کرتے بولا۔ اور زمل کی ٹینشن
نہیں۔ شاہ میر دیوانوں کی طرح اُس کا خیال رکھتا ہے۔
اللہ بہتر کریں گا۔ توں ٹینشن نالیں۔ پاشا صاحب ٹھیک
ہو جائے گئے۔ کاوش اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا۔
انشا اللہ۔۔ ازہان۔۔ مسکراتے ہوئے بولا۔

اب چلتا ہوں۔ آج ہی فلائیٹ ہے۔ ازبان اٹھتے بولا۔
کاوش نے اسے سینے سے لگاتے پھر تسلی دی۔

ازبان مسکراتے ہوئے امان کی طرف بڑھا۔

جواب اٹھ چکا تھا۔ اسے گود میں اٹھاتے اسے

پیار کیا۔ امان نے گھور کر ازبان کو دیکھا۔ ازبان کا پیار کرنا

شاید اسے پسند نہیں آیا تھا۔ بلکل کھڑوس ہے تیرا بیٹا

تیری طرح ہی۔۔ ازبان اس کے گال پر زور سے لب

رکھتے بولا۔ امان۔۔ ہونٹ نکالے اپنے باپ کو دیکھنے لگا۔

کاوش نے مسکراتے ہوئے۔۔ اپنے چھوٹے فتنے کو پکڑا۔

لا بھٹی۔ اسے مجھے دیں۔

اگر رونے لگ گیا۔ میری کلاس تو پکی۔۔ اچھا پروفیسر ہو

کر۔۔ اپنی بیوی سے ڈر رہا ہے۔ مجھے اچھا لگا۔

ازبان قہقہہ لگاتے باہر نکل گیا۔

کاوش نے دانت پیستے ازبان کی پشت کو گھورا۔

ازبان کے نکلتے ہی۔ ماہی اندر داخل ہوئی۔ میرا بیٹا اٹھ

گیا۔ ماہی کاوش کی گود میں امان کو دیکھتے بولی۔ امان اپنی ماما

کو دیکھتے۔۔ ہاتھ پاؤں چلاتے۔ ہسنے لگا۔

کیوں۔۔ باپ کی گود میں کانٹے چب رہے ہیں۔ جو اتنا

اچھل رہا ہے۔ کاوش اسے اُچھلتے دیکھ کر بولا۔ ماہی نے

گھور کر کاوش کو دیکھا۔ ماہی جیسے ہی کاوش کے پاس آئی۔

امان ہستے ہوئے اپنے بابا کی گردن میں چہرہ چھپایا۔۔ بابا

امان کی کھکھلاہٹ پورے آفس میں گونج رہی

تھی۔ جسے دیکھ کر ماہی اور کاوش بھی مسکرا نے لگے۔

میرے بیٹے نے بابا کے پاس ہی رہنا ہے۔ ماہی کاوش کے

پیچھے ہوتے امان کا چہرہ دیکھتے بولی۔ امان چہکتے ہوئے

دوسری طرف چہرہ کر گیا۔ امان ماہی کے ساتھ کھیلنے کی

کوشش کر رہا تھا۔ کاوش اسے لیں کر گھما۔ ماہی بھی

دوسری طرف آئی۔

امان پھر سے چہرہ چھپا گیا۔ اچھا۔۔ ماما کے ساتھ چھپن

چھپائی۔۔ ماہی مسکراتے ہوئے بولی۔

ہاں ابھی تو باپ کو گھمار رہا ہے۔ پارٹی بدلنے میں ایک
سیکنڈ نہیں لگانی تمہارے شہزادے نے۔

کاوش اسے سیدھا کرتے۔۔

اس کی گال پر بیرڈر گڑتے بولا۔

امان اپنی نیلی نیلی آنکھیں پھیلانے اپنے باپ کو گھورنے

لگا۔ ماہی امان کی اس حرکت پر پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہسنے

لگی۔ پروفیسر صاحب۔۔ میرا بیٹا بڑا ہو رہا ہے۔ جم کر

مقابلہ کریں گا۔ بیگم!! میرا تو جیسے کچھ نہیں لگتا۔ تم نے

جیسے اکیلے ہی آسمان سے ڈانلوڈ کر لیا۔ کاوش امان جواباً

گھورتے بولا۔ جو اس کی مونچھیں کھینچ رہا تھا۔ ماہی نے
اپنی بامشکل ہنسی دبائی۔

پکڑو اپنے فتنے کو۔۔۔ گھر جا کر پورا بدلہ لوں گا۔ کاوش
امان کی گال پر کس کرتے بولا۔
اور آفس سے باہر نکلا۔

ہائے میرا معصوم بیٹا۔۔۔ بابا بہت ظالم ہے نا۔۔۔ ماہی اس کی
آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو دیکھتے بولی۔۔۔

آج موسم بہت خوشگوار تھا۔ دو دن سے بارش کا سلسلہ
جاری تھا۔ سردی پہلے سے کافی حد تک بڑھ گئی تھی۔

بارش تو تھم گئی تھی۔ پر تخی ٹھنڈی ہوائیں اپنا الگ ہی
منظر پیش کر رہی تھی۔ وہ کھڑکی کے سامنے کھڑی باہر کا
منظر دیکھنے میں گم تھی۔ برف جیسی ٹھنڈی ہوائیں
پہاڑوں سے ٹکڑا کر ایک الگ ہی ارتعاش پیدا کر رہی
تھی۔ یہ برف جیسی ٹھنڈی ہوائیں اپنے جسم پر محسوس
کرتے کپکپا اٹھتی تھی۔ پر وہ ڈھیٹ بنے نیچے نظریں
جمائے کھڑی تھی۔ جہاں دامیار عائلہ کے ساتھ اتنی
سردی میں لان میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ منظر دیکھتے عابیرہ کی
آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھی۔ وہ جب سے اسلام آباد
سے سوات واپس آئے تھے۔ دامیار بہت کم کمرے میں
آتا تھا۔ دل میں طرح طرح کے وسوسے آنے لگے

تھے۔ دامیار کو کھودینے کے خوف سے اس کا سانس ٹک
رہا تھا۔ پروہ خود کو سب کے سامنے نارمل کیے ہوئے
تھی۔ اگر وہ دامیار کو اولاد نہیں دے سکتی کیے ہوئے
تھی۔ وہ تھی۔ دامیار کا حق بنتا تھا۔ وہ دوسری شادی کر
لیں۔ عابیرہ کی نظر پھر لان میں پڑی۔ قدم بُری طرح
لڑکھڑائے وہ اب دامیار کے بالکل قریب بیٹھی اسے بڑی
مہارت سے تک رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو لڑیوں کی
صورت میں بہنے لگے۔ لان میں بیٹھے دامیار کی نظر
کھڑکی پر پڑی۔ دامیار اسے ابھی دیکھتا عابیرہ فوراً پردے
کے پیچھے ہوئی۔

دامیار محسوس کر چکا تھا۔ عابیرہ وہاں کھڑی دیکھ رہی
ہے۔ دامیار۔۔۔ ہم شاپینگ پر چل رہے ہیں۔ نا۔۔ عائلہ
اس کی نظریں سامنے مرکوز دیکھتے بولی۔

ہم!! عائلہ تم ضرغام کے ساتھ چلی جاؤ۔۔ مجھے زمینیں
دیکھنے جانا ہے۔ دامیار اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ ہٹاتے بولا۔
دامیار ابھی تو۔۔ تم شاپینگ پر لیں جانے کی بات کر
رہے تھے۔ اب اچانک کام نکل آیا ہے۔ عائلہ غصے سے
جلتے بولی۔ وہ بھی عابیرہ کو کھڑکی پر کھڑے دیکھ چکی
تھی۔ دامیار بنا جواب دیے اٹھ کر اندر چلا گیا۔ ہم کل
چلے جائے گئے۔ پر جانا میں نے تمہارے ساتھ ہے

دامیار۔۔ پیچھے عائکہ بلند آواز میں بولی۔ دامیار سنی ان
سنی کرتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔

عائکہ دانت پیستے موبائل میں مگن ہوئی۔

دامیار اپنے کمرے میں جانے کی بجائے حاکم صاحب کے
کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ڈھلتی عمر کے ساتھ وہ بیمار
رہنے لگے تھے۔ اسی لیے سب حویلی والے حاکم صاحب
کا پہلے سے اور زیادہ خیال رکھنے لگے۔

عابیرہ وائٹ رنگ کی پیروں کو چھوتی شیفون فرائی پہنے
اور بالوں کو کھلا چھوڑے سیڑھیاں اترتے کچن کی طرف
بڑھ گئی۔ جہاں رات کے کھانے کا انتظام ہو رہا تھا کچن
میں بختو کے ساتھ۔۔۔ زرمینہ بیگم اور رانیہ بیگم ہیلپ
کروا رہی تھی۔

ارے عابیرہ بچے۔۔۔ وہاں کیوں رُک گئی۔ یہاں آؤ۔
زرمینہ بیگم اسے دروازے کے پاس کھڑا دیکھتے بولی۔ جی
ممائی جان۔۔۔ عابیرہ ان کے حکم پر چہرے پر مسکان
سجائے ان کی طرف

بڑھ گئی۔ کیا ہوا عابیرہ کوئی پریشانی ہے۔ آنکھیں کیوں
لال ہے۔ عابیرہ کے نزدیک آنے پر زرمینہ بیگم اسے
دیکھتے بولی۔ ایسے لگ رہا تھا۔ جیسے وہ رو کر آئی ہے۔ رانیہ
بیگم نے بھی مڑ کر دیکھا اپنی بچی کو۔۔ نہیں ممانی جان۔۔
شاہد لیا تھا۔ آنکھوں میں صابن چلا گیا ہے۔ اس لیے
بس آنکھیں لال ہو گئی۔ جلن کے ساتھ پانی بھی نکل رہا
ہے۔ عابیرہ اپنی بھگتی ہوئی آنکھیں صاف کرتے بولی۔

سچ یہی بات ہے نا۔۔۔ زرمینہ بیگم۔۔۔ اس کا بچھا چہرہ
دیکھتے بولی۔ جی ممانی جان۔۔۔ عابیرہ مسکراتے ہوئے
بولی۔

خالہ جان۔۔۔ میں دامیار کے ساتھ شاپنگ پر جا رہی
ہوں۔ عائلہ کچن سے آتی آوازوں کو سنتے کچن میں آئی۔
اور عابیرہ کو دیکھتے جلانے والے انداز میں فوراً بولی۔

عائلہ کی آواز سنتے سب نے دروازے کی طرف دیکھا۔
عابیرہ شاپنگ والی بات سنتے بامشکل اپنے آنسوؤں کو
ضبط کرتے بختو کی طرف بڑھ گئی۔ لاؤ۔۔ بختو۔۔ تمہاری
ہیلپ کر دوں۔ بختو کے ہاتھ سے سلا دلیتے کاٹنے لگی۔
زرمینہ بیگم۔۔۔ اور رانیہ عابیرہ کے بدلتے تاثرات
محسوس کر چکی تھی۔ اچھی بات ہے۔۔ ایسا کرو۔۔ عابیرہ

کو بھی ساتھ لیں جاؤ۔۔۔ عابیرہ کو ساتھ لیں جانے کا سُن
کر عائِلہ نے غصے سے مٹھیاں بوئیں۔ اس سے پہلے عائِلہ
بولتی۔۔

عابیرہ فوراً بولی۔۔ نہیں ممانی جان۔۔ مجھے کہی نہیں
جانا۔۔ عائِلہ اتنے سالوں بعد آئی ہے۔ اسے گھوم آنے
دیں۔ عابیرہ کہتے اپنے کام میں مصروف ہوئی۔
دامیار جو حاکم صاحب کے لیے پانی لینے آیا تھا۔ کچن میں
ہوتی گفتگو سب سن چکا تھا۔

عائلہ تم ریڈی ہو جاؤ۔ پھر نکلتے ہیں۔۔ دامیار کی بلند آواز
کچن میں گونجی۔

دامیار کی آواز اپنے کانوں میں محسوس کرتی سلا د کاٹتے
عابیرہ کے ہاتھ پر گہرا کٹ آیا۔ چہرے پر درد کے ساتھ
تیزی سے مسکراہٹ بھی ابھری۔ یہ ستم گڑھ تو ابھی سے زخم
دینے پر تل آیا ہے۔ ہاتھ سے خون نکل کر وائٹ پلیٹ
کو سرخ کر رہا تھا۔

دامیار کو لگا عابیرہ پیچھے مڑ کر دیکھے گی۔ پر وہ نا پلیٹی۔
دامیار کا دل کٹ کر رہ گیا۔

عابیرہ کا بدلتا رویہ۔۔ اسے پاگل کر رہا تھا۔ کیا اولاد ہی
سب کچھ ہے نا۔ کوئی اس عورت کو بتاتا اولاد سے زیادہ
عزیز اسے یہ سامنے کھڑی عورت ہے۔ جو اس کی آتی
جاتی سانسوں کی ضمانت ہے۔

عابیرہ اپنے ہاتھ سے بہتا خون دیکھ کر اپنے ہاتھ کی مٹھی
دبوچ گئی۔ درد سے بلبلاتے اپنے نچلے لب کو بے دردی
سے کاٹا۔

دامیار اتنی جلدی بدل جائے گا۔ وہ سوچ کر پاگل ہو رہی
تھی۔ سر میں درد کی تھیسس اٹھ رہی تھی۔ وہ ایک

منٹ بھی یہاں روکی اس کا دل پھٹ جائے گا۔ وہ بے
حس بنی پلیٹ میں خون دیکھ رہی تھی۔ ڈوبے کے ساتھ
اپنا ہاتھ کو کرتے پٹی۔ شہد رنگ آنکھیں۔۔ نیلی
آنکھوں سے جا ٹکڑائی۔ دامیار اس کے چہرے پر درد
دیکھتے جیسے تڑپ اٹھا تھا۔ پر وہ اگنور کر گیا۔۔ عابیرہ اس
سے نظریں چراتی۔۔ خاموشی سے۔ اس کے پاس سے
گزر گئی۔

زمینہ بیگم!! نا محسوس انداز سے دامیار کی طرف دیکھا۔
جو سپاٹ چہرے کے ساتھ سنک کی طرف بڑھ گیا۔
ابھی وہ نل کھولتا۔۔ جب نظر پلیٹ پر پڑی۔ وہ دھک

رہ گیا۔ پلیٹ خون سے بھری پڑی تھی۔

کچھ خون کے قطرے سلاہ پر لگے ہوئے تھے۔ دامیار کو

اس کا کور کیا ہاتھ یاد آیا۔ دامیار ڈوبتے دل کے ساتھ

پلیٹ کو سنک میں پٹھا۔

دامیار کی اس حرکت پر سب نے چونک کر دیکھا۔

بختو۔۔ داجی کے کمرے میں پانی دیں کر آؤ۔

دامیار جنگ صلیب پر رکھتا۔۔ لمبے لمبے ڈھنگ بڑھتا

کچن سے نکلتے بھاگتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ عائکہ جو

خوش ہو رہی تھی۔ شاپینگ کا سن کر۔۔ دامیار کو اس

طرح اوپر جاتے دیکھ کر۔۔ پلین پر پانی پھرتا محسوس
ہوا۔

وہ غصے سے پیر پٹختی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔
دامیار روم میں داخل ہوا۔ عابیرہ تو کمرے میں نہیں
تھی۔ پر اس کا ڈوبٹہ بیڈ پر پڑے دیکھتے آگئے بڑھ کر
اٹھایا۔ ڈوبٹے پر جگہ جگہ خون کے نشان دیکھتے غصے سے
اپنی مٹھیاں بوئیں۔

عابیرہ ہاتھ روم سے باہر آئی۔ دامیار کو روم میں کھڑا دیکھ
کر وہی قدم رُک گئے۔ دامیار نے غصے سے عابیرہ کو

دیکھا۔ جو اتنے دوسرے ہاتھ میں ہاتھ دبائے کھڑی
تھی۔

دامیار نے اپنے قدم اس کی طرف بڑھائے۔
عابیرہ دامیار کا سپاٹ چہرہ دیکھتے پیچھے کو قدم لینے لگی۔
ہاتھ ہٹاؤ۔۔۔ مجھے اپنا زخم دیکھاؤ۔۔

دامیار خان غصے سے دھاڑا۔۔۔ عابیرہ اس کی دھاڑ پر
اپنی جگہ سے اچھلی۔

عابیرہ میں نے بولا ہے اپنا ہاتھ دکھاؤ۔۔ دامیار اس کے
قریب آتے بولا۔

آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔۔ میں اپنا خیال خود
رکھ سکتی ہوں۔ آپ صرف اپنی کزن کا خیال رکھے۔ جو
آپ سے اُمیدیں لگا کر یہاں آئی ہے۔ عابیرہ اس کے
پاس گزرتے سپاٹ چہرے کے ساتھ بولی۔

دامیار اسے کلائی سے کھینچتے ایک جھٹکے سے دیوار کے
ساتھ لگایا۔۔

جیلِس ہو رہی ہوں۔۔ دامیار اس کے غصے بھرے انداز
کو محسوس کرتے بولا۔ میں کیوں جیلِس ہونے لگی۔
میری بلا سے جو مرضی کریں۔ عابیرہ اپنا ہاتھ چھڑواتے

بولی۔ دامیار کے اس طرح ہاتھ پکڑنے سے اسے درد ہو
رہا تھا۔

میں تو بہت کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔۔ کیا تم
برداشت کر لو گی۔ وہ عابیرہ کے چہرے کے تاثرات
دیکھنا چاہتا تھا۔

عادت ڈال لوں گی۔ عابیرہ بنا کوئی تاثر دیے بولی۔ دامیار
کلس کر رہ گیا۔

اور اس کا زخمی ہاتھ اپنے چہرے کے سامنے لاتے دیکھنے
لگا۔ جہاں سے ابھی بھی ہلکا ہلکا خون بہہ رہا تھا۔ دامیار نے
اس کی شہد رنگ آنکھوں میں دیکھا۔ جہاں درد کے
صاف آثار دکھائی دے رہے تھے۔ پر مجال ہے جو
محسوس کروا رہی ہو۔

دامیار نے اس کے ہاتھ پر لب رکھے۔ عابیرہ نے
دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی آنکھیں بند کر کے کھولی۔
اگر دوبارہ خود کو نقصان پہنچایا۔ پہلی فرصت میں عائلہ کو
تمہاری سوتن بنانے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔

اپنی بیوی کے مسلسل بچے والی خواہش پر اس نے غصے سے بولا۔

اسے یہ عورت اولاد سے زیادہ عزیز تھی۔ وہ اس کے ہاتھ پر بہتے خون کو لبوں کو چنتے پر سکون انداز سے اس کے بدلتے اثرات دیکھ رہا تھا۔

چھوڑیں محبت جتانے کی ضرورت نہیں۔۔ عابیرہ دامیار کے منہ سے سوتن والا لفظ سنتے چیخنی۔۔

کیا ہوا۔۔ یہی تو چاہتی تھی۔ اب برداشت نہیں ہو رہا میرے منہ سے یہ الفاظ۔۔

دامیار اس کی دونوں کلائیاں دیوار سے پن کرتے بولا۔
عابیرہ نے بہتے آنسوؤں سے دامیار کی نیلی آنکھوں میں
دیکھا۔ جو خون چھلکار ہی تھی۔ عائکہ کو دیکھ کر آپ کی
نیت اتنی جلدی بدل جائے گی۔ مجھے یقین نہیں ہو رہا۔
آپ اسے شاپینگ پر لیں کر جائے یا کہی اور مجھے فرق
نہیں پڑتا۔ عابیرہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی۔

صاف لگ رہا تھا۔ وہ شکوہ کر رہی ہے۔ اچھا!!

اگر مجھے عائکہ کے قریب دیکھ کر فرق نہیں پڑتا تو رو
کیوں رہی ہوں۔۔ تو اور کیا بھنگڑے ڈالوں۔۔ اپنی
سوتن کا سن کر۔۔ عابیرہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

دامیار کا قہقہہ پورے کمرے میں گونجا۔

صاف لگ رہا تھا وہ جل رہی ہے۔ عابیرہ اسے ہنستے دیکھ کر
ہچکیوں سے رونے لگی۔ ابھی مت رو۔۔ میری جام کی
دوکان۔۔ دامیار اس کے لبوں پر کس کرتے بولا۔ عابیرہ
نے سُرخ ہوتی آنکھوں سے دامیار کو دیکھا۔ جب سوتن
لاؤں گا تب آنسو بہانا۔۔ تب بنتا ہے۔۔ ابھی دامیار اوپر

سے لیں کر نیچے تک تمہارا ہے۔ دامیار پھر سے اس کے
لبوں پر کس کرتے بولا۔ عابیرہ روتے ہوئے اس کے
سینے پر لگے برسانے لگی۔ اپنے زخم کی پروا کیے بنا۔
پاگل لڑکی۔۔ کیا کر رہی ہو۔۔ دامیار اس کی دونوں
کلائیاں پکڑتے بولا۔

آپ اس چڑیل کو شاپینگ پر لیں کر جا رہے تھے۔ عابیرہ
اس کی نیلی آنکھوں میں دیکھتے پُرسوز ہچکی لیتے بولی۔
عابیرہ کی حالت دیکھتے دامیار اسے سینے سے لگا گیا۔ اپنی
بیوی کو چھوڑ کر میں کیسے کسی اور کو شاپینگ کروا سکتا
ہوں۔۔ دامیار اس کے بالوں پر لب رکھتے بولا۔ آپ

اُس کے ساتھ مسکرا کر باتیں بھی کر رہے تھے۔ عابیرہ
اس کے سینے سے منہ نکالتے بولی۔۔ غلطی ہو گئی۔ اب
صرف اپنی جان سے پیاری بیوی کے ساتھ مسکرا کر
باتیں کروں گا۔

دامیار اس کے خشک ہوتے لبوں کو زبان سے گیلا کرتے
بولا۔

عابیرہ نے شرم سے اس کے سینے سے لگتے بولی۔ اب تم
نے ایسی ویسی شادی کو لیں کر بات
اچھا نہیں ہو گا۔ تمہیں ایسی حالت میں دیکھتے میرا

دل کٹ جاتا ہے۔

دامیار اسے اپنی گود میں اٹھاتے بولا۔

دامیار۔۔ ہماری اولاد۔۔۔ عابیرہ کچھ آگئے بولتی۔۔

دامیار اس کے تھوڑا اور اوپر اٹھائے اس کے لبوں کو
اپنے لبوں میں قید کیا۔ عابیرہ کی آنکھیں نم ہوئی۔ عابیرہ
ایک دم دامیار کے کر گئی۔ سینے پر ہاتھ رکھتے خود سے
پیچھے کر اس کے دور دھکیلنے پر دامیار نے غصے سے دیکھا۔
مجھے تمہاری یہ حرکت بالکل پسند نہیں آئی۔

دامیار اسے ایسے ہی گود میں اٹھائے سخت نظروں سے
بولا۔

تو نیچے اُتاریں۔۔ عابیرہ سپاٹ چہرے کے ساتھ بولی۔
یار راب کیا ہوا۔۔ دامیار اس کو پہلی والی ٹون میں واپس
آتے بولا۔

آپ مجھے اپنی میٹھی میٹھی باتوں میں لگا کر میرا دھیان بڑکا
رہے ہو۔ مجھے پتا ہے بلکہ مجھے یقین ہے۔ آپ نے صبح
اُس چڑیل کے پاس ہی سے ملنا ہے۔ عابیرہ منہ بناتے
بولی۔ جیسلس ہو رہی ہو تم۔۔ دامیار اپنی ہنسی دباتے بولا۔

میں کیوں جیلس ہونے لگی۔ میری طرف سے ابھی چلے
جائے اُس کے پاس۔۔۔ اور اُتاریں مجھے نیچے۔۔۔

عابیرہ دامیار کے کندھے پر مکامارتے بولی۔ جانم!! آپ
چاہتی کیا ہے۔ دامیار اس کی آنکھوں میں نمی دیکھتے بولا۔

جو چاہتی ہوں۔ آپ نے کون سا میری بات مان لینی ہے
۔ عابیرہ اس کی شرٹ کے بٹن کے ساتھ کھیلتے بولی۔

حکم کرو۔۔۔ جانم۔۔۔ بندہ ناچیز۔۔۔ آپ کی کوئی بات
نہیں مانے گا۔ دامیار اسے بیڈ پر لیں کر بیٹھتے بولا۔ وہ

جانتا تھا۔ عابیرہ کیا کہنا چاہ رہی ہے۔

بھاڑ میں جائے آپ۔۔۔ عابیرہ تکیے میں منہ چھپائے
سک پڑی۔۔ میری جان۔۔۔ دامیار اس کے سکتے
ہچکولے بھرتے وجود کو دیکھتے فکر مندی سے بولا۔ آپ
کو میری اتنی سی بھی فکر نہیں ہے۔

عابیرہ سر سے تکیہ نکالتے اپنے چہرے پر رکھتے بولی۔
دامیار نے جھکتے اس کی پشت پر لب رکھے۔ عابیرہ نے
تکیے پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ میری جان تمہیں بھولتا
کب ہوں۔ ہر وقت تیری یاد میں اور فکر پر گھلتا رہتا
ہوں۔

دامیار اسے جھٹکے سے سیدھا کرتے بولا۔

عابیرہ تیکھی نظروں سے دامیار کو گھورنے لگی۔ بہت
جان لیوہ ہے نظریں تمہاری۔۔ دامیار اس کی دھڑکنوں
پر لب رکھتے بولا۔

سنیں۔۔ عابیرہ نے نم آواز سے پکارا۔ حکم کرو جانم
۔۔۔ سُن رہا ہوں۔۔ دامیار اس کی نم بھری آواز محسوس
کرتے پیار سے بولا۔ عائکہ سے دور رہا کریں۔۔
ٹھیک ہے۔ اب تمہارے ساتھ ہی رہا کروں گا۔ وہ اس
کے لب پر لب رکھے بولا۔ اور اُس سے بات بھی نہیں
کریں گئے۔

عابیرہ نے ایک اور شکوہ کیا۔ ادو کے جانم۔۔۔ میں
صرف تم سے بات کروں گا۔ دامیار مسکراتے ہوئے
بولا۔

مجھے ڈانٹے گئے بھی نہیں۔۔۔ عابیرہ ڈبڈبی آنکھوں سے
دیکھتے بولی۔ جانم۔۔۔ صرف پیار کروں گا۔

دامیار اس کے اوپر جھکتے بولا۔ اس کی بیوی اچھی خاصی
جیلِس ہو رہی تھی۔ دامیار کو جہاں خوشی ہوئی۔ وہاں ہی
اس کی آنکھوں میں نمی دیکھتے دل میں درد سا اٹھا۔
عابیرہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی حسین آنکھیں
پھیلائے دامیار کی نیلی آنکھوں میں دیکھا۔

بہت دل جلاتی ہوں میرا۔۔۔ دامیار اس کی گردن میں
چہرہ چھپاتے بولا۔ تو آپ میری بات مان لیا کریں نا۔۔۔
عابیرہ دامیار کے گرد حصار بناتے بولی۔
میری جان۔۔۔ درد ہو رہا ہے۔ دامیار فوراً یاد آنے پر
سیدھا ہوتے اس کا ہاتھ دیکھنے لگا۔

ہم!! عابیرہ نے معصومیت سے اثبات میں سر ہلایا۔ ہائے
میرا معصوم درد چھپانے والا بچہ۔۔۔ دامیار اس کے ہاتھ
پر لگے کٹ پر پھونک مارے بولا۔۔۔

بس بس۔۔ زیادہ فکر جتانے کی ضرورت نہیں۔۔ بینڈ تاج
کریں۔۔ عابیرہ مصنوعی گوری سے بولی۔ کوئی موقع نا
چھوڑنا ٹاٹا چر کرنے میں۔۔

دامیار سائیڈ سے فرسٹ ایڈ باکس پکڑے بولا۔
ہاں آپ تو جیسے بہت شریف ہے نا۔۔ عابیرہ اپنا زخمی
ہاتھ آگئے کرتے بولی۔ دامیار نفی میں سر ہلاتے عابیرہ کی
بینڈ تاج کرنے لگا۔ بینڈ تاج کرنے کے بعد۔۔ دامیار عابیرہ
کی طرف متوجہ ہوا۔ درد کم ہوا جان عزیز۔۔ یا پین کلر
دوں۔۔

محترم زہر دے دیں۔۔۔۔۔

عابیرہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

محترمہ !! ابھی دیتا ہوں۔ رومانس والا زہر۔۔ دامیار اس کی بات پر جھٹکے سے اسے تکیے پر گراتے اس کے لبوں پر جھک گیا۔ اتنی شدت سے وہ اس کے لبوں پر جھکا تھا۔ عابیرہ کو اپنی سانس بند ہوتی محسوس ہوئی۔ دامیار اس کے لبوں پر جنون ڈھاتے پیچھے ہو کر دیکھنے لگا۔ لب ایسے تھے۔ جیسے ابھی خون نکل آئے گا۔ عابیرہ پانی سے فل بھری آنکھیں کیسے اس وجہہ مرد کو دیکھنے لگی۔ کیسا لگا

ڈوز۔۔ بیگم۔۔ دامیار مسکراتے ہوئے بولا۔ عابیرہ بنا
کچھ جواب دیے۔

دامیار کو تکیے پر گراتی خود اس کے اوپر آکر بیٹھی۔ دامیار
اپنی پُرکشش آنکھیں واہ کیسے مسکراتے ہوئے دیکھنے لگا۔

عابیرہ غصے سے اس کی شرٹ کو جھٹکے سے کھول گئی۔
شرٹ پھٹنے کی آواز پر دامیار نے عابیرہ کو گھورا۔ جانم
۔۔۔ کچھ زیادہ نہیں ہو گیا۔

نہیں سردار صاحب۔۔۔ ابھی پیچر رہتی ہے۔ عابیرہ
بولتے اس کے سینے پر لو بائیٹ کے نشان سے بنانے

لگی۔ وہ مسلسل دانتوں سے کبھی اپنے لبوں دامیاری کا سینہ
داغدار کر رہی تھی۔

دامیاری با مشکل درد برداشت کرتا اپنی جنگلی بیوی کو
مسکراتے ہوئے دیکھنے لگا۔ عابیرہ اس کے سینے سے سر
اٹھائے اس کو مسکراتا دیکھ کر اس کا سینہ دیکھا۔ جوالال ہو
گیا تھا۔ عابیرہ شرمندگی سے روتے ہوئے اس کے سینے
پر لگے برساتی۔۔۔ سر رکھ گئی۔

ایم سوری۔۔۔ میں زیادہ ہائپر ہو گئی تھی۔ وہ اب اس کے
سینے پر پیار سے لب رکھتے بولی۔

دامیار مسکراتے ہوئے اسے اپنے نیچے کر گیا۔

میری جان۔۔۔ روکیوں رہی۔ اب۔۔ دامیار

اس کی نم پلکیں چوم کر بولا۔

آپ کو درد نہیں ہوا۔۔ وہ اسے مسکراتے دیکھ کر پوچھ

بیٹھی۔ بلکل نہیں میری جنگلی بلی۔۔ انفیکٹ۔۔ مجھے

سکون محسوس ہو رہا ہے۔ دامیار دانت پیستے بولا۔

اب اپنی بیگم!! کے لیے اتنا تو جھوٹ بول سکتا تھا۔ دامیار

اپنے سینے پر ہونے والی جلن کو اگنور کرتے بولا۔۔

چلو آؤ شاہاش۔۔ باہر چلتے ہیں۔ دامیار اس کے اوپر سے
اُٹھتے بولا۔۔ نہیں ابھی میرے پاس رہے۔ عابیرہ اُٹھتے
ہی اس کے سینے سے لگی۔

میں اکیلا تھوڑی جا رہا ہوں۔ تمہیں بھی ساتھ لیں کر
جاؤں گا۔ دامیار اس کے گرد حصار باندھتے بولا۔ مجھے
نیند آرہی ہے۔ بعد میں چلے گئے۔ ادو کے۔۔۔ ریلیکس
ہو جاؤ۔۔ دامیار اس کی اکھڑتی سانسوں کو دیکھتے بولا۔
دامیار لیٹتے اس کا سر اپنے سینے پر رکھ گیا۔

اور نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔

مام آئزہ کیسی ہے۔ میری کال نہیں اٹھا رہی۔۔ عاصم
جو قیس کے سلسلے میں اسلام آباد گیا تھا۔ ابھی ایک دن
ہی ہوا تھا یہاں آئے ہوئے۔ پیچھے سے اسے آئزہ کی فکر
ستانے لگی۔ ٹھیک ہے عاصم۔۔۔ تم رات کو ہی تو گئے ہو۔
ابھی کچھ گھنٹے ہی گزرے ہیں۔ تمہیں بیوی کی فکر ستانے
لگ گئی۔ سعدیہ بیگم مسکراتے ہوئے بولی۔

مام ایسی بات نہیں ہے۔ بس آپ بھی جانتی ہے۔ نا آثرہ
کی حالت کو۔ بس وہ کال نہیں اٹھا رہی تھی۔ اسی لیے
پوچھ لیا۔ عاصم اپنی مام کی بات سنتے فوراً سے بولا۔ ہاں
ہاں۔۔ جانتی ہوں۔۔ ایک منٹ بھی تو دور نہیں رہ سکتا۔
اتنے گھنٹے سولی پر لٹک کر گزارے ہو گئے۔ سعدیہ بیگم
اتنے بیٹے کو بات بدلتے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔
مام۔۔ جانتی ہے تو پھر پوچھ کیوں رہی ہے۔ عاصم اپنے
بالوں میں انگلیاں پھیرتے بولا۔ بے شرم کہی کا۔
کرواتا ہوں بات تیری۔۔ سعدیہ عاصم کو بے شرم
کے لقب سے نوازتے اپنے کمرے سے نکل کر آثرہ کے

کمرے کی طرف بڑھی۔ فون پر چھوٹی موٹی گفتگو چلتی رہی۔ سعدیہ بیگم کمرے کا دروازہ کھولتے .

اندر داخل ہوئی۔ سعدیہ بیگم آثرہ کو بیڈ پر لیٹے دیکھ کر گلا
کھنکاڑا۔۔۔ مام آپ۔۔۔ آثرہ سعدیہ بیگم کو دیکھتے فوراً
بولی۔۔ کیوں میں نہیں آسکتی۔۔ سعدیہ بیگم اس کے
سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتے بولی۔

میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ آپ آئے۔ آئزہ تھکی ہوئی
آواز سے بامشکل مسکراتے ہوئے بولی۔ ہم۔۔ بچے تم
کال نہیں اٹھا رہی تھی۔ تمہارے شاہ کو تمہاری فکر سنا
رہی ہے۔ یہ لو کر لو بات۔۔۔ سعدیہ بیگم مسکراتے

ہوئے اس کی طرف موبائل بڑھایا۔ آئزہ شرم سے
نظریں گھمائے موبائل پکڑا۔ چلو تم کرو بات۔۔۔ میں
تمہارے لیے دودھ لائی۔ سعدیہ بیگم محسوس کر گئی
تھی۔ آئزہ کو بخار ہے۔ اس لیے دودھ کا بوتلے باہر نکل
گئی۔ اسلام علیکم!! شاہ۔۔۔ سعدیہ بیگم کے جاتے آئزہ
مخاطب ہوئی۔ وعلیکم سلام!! بٹر فلائی میری کال کیوں
نہیں اٹھا رہی تھی۔ صبح سے پچاس دفعہ کال کر چکا ہوں۔
عاصم تھوڑا سرد لہجے میں بولا۔

وہ شاہ مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔ آئزہ عاصم کی سرد آواز
سنتے بھگے لہجے میں بولی۔

ایک منٹ۔۔۔ یہ تمہاری آواز بھاری کیوں ہو رہی ہے۔
بڑے فلائے تم ٹھیک تو ہو۔۔ عاصم فکر مند لہجے میں
بولا۔ شاہ۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔ آپ بے فکر ہو
جائے۔۔ آثرہ عاصم کی اپنے لیے فکر دیکھ کر مسکراتے
ہوئے بولی۔ اگر وہ بتا دیتی کہ وہ بخار میں تپ رہی ہے۔
تو اس کے شاہ نے بھاگے آنا تھا۔ شاہ کی جان۔۔ مجھے
کیوں لگ رہا ہے تم مجھ سے جھوٹ بول رہی ہو۔

عاصم اس کی بات سنتے فوراً بولا۔۔ میں کیوں آپ سے
جھوٹ بولنے لگی۔ دوسری طرف آثرہ لب کاٹتے بولی۔
جھوٹ بولتے ہوئے لب ضرور کاٹے ہو گئے۔ عاصم اس

کی بات کو اگنور کرتے بولا۔۔ آئزہ حیرت سے کبھی
موبائل کو کبھی کمرے میں نظر دوڑانے لگی۔ آپ کیسے
جانتے ہیں۔۔ آئزہ حیرت میں ڈوبے بولی۔ دوسری
طرف عاصم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

تمہارا شاہ تمہارے پیار میں گوڈے گوڈے ڈوبا ہوا ہے۔
اتنا تو جانتا ہوں۔ میری بٹر فلائی کو بات بات پر لب
کاٹنے کی بیماری ہے۔ عاصم جیسے ہوئے بول رہا تھا۔ وہ
اس کی پسندیدہ چیز کو چھوٹے ٹکڑے ٹکڑے شاہ کو کہاں گنوارہ
تھا۔

دوسری طرف آئزہ مسکراتے ہوئے اپنے ناخنوں کو
دیکھنے لگی۔

شاہ۔۔ حوریہ اور بالاج لالاکب آئے گئے۔ آئزہ بات کو
گھماتے ہوئے بولی۔ وہ نہیں آرہے۔۔ حوریہ پریگنٹ
ہے۔ تو اس حالت میں وہ اسے لیں کر سفر نہیں کر سکتا۔

عاصم آئزہ کو بتاتے احمد کی طرف دیکھا جو ہاتھ میں ٹرے
پکڑے اندر داخل ہوا۔۔ وہ رات سے ہی احمد کی طرف
تھا۔

شاہ۔۔ آپ مجھے حوریہ کا نمبر بھیج دیں۔۔ میں اُس معلوم
کر لوں۔ کی خیریت معلوم کر

آئزہ اپنی پیاری سی دوست کی فکر کرتے ہوئے بولی۔ جتنے
دن وہ یہاں رہی تھی۔ آپ میں ان کی گہری دوستی ہو
گئی تھی۔ ٹھیک ہے۔۔ بٹر فلائے۔۔ میں سینڈ کرتا
ہوں۔

تم نے اپنا بہت خیال رکھنا ہے۔ میں صبح ہونے سے پہلے آ
جاؤں گا۔

ٹھیک ہے شاہ۔۔ آئزہ بول کر کال کٹ کر گئی۔

اور اپنا موبائل تلاش کرنے لگی۔ جو اسے ڈریسنگ پر پڑا
نظر آیا تھا۔ وہ موبائل لینے جلدی سے بیڈ سے اٹھی۔
پاؤں کمبل میں اٹکنے کی وجہ سے آئزہ منہ کے بل
ٹھنڈے فرش پر گری۔ آہہ۔۔ آئزہ کے منہ سے چیخ
نکلی۔ اپنے پہلو میں ہاتھ رکھے مسلسل چیخنے لگی۔
آنسوؤں لڑیوں کی صورت میں بہنے لگے۔ شاہ۔۔ وہ
عاصم کو پکارتے سیدھا ہونے کی کوشش کرتی پر پہلو میں
اٹھنے والا درد اور اپنے بچے کو .

کھودینے کے ڈر سے وہ تڑپنے لگی۔ کمرے میں داخل
ہوتے سعدیہ بیگم کے ہاتھوں سے دودھ کا گلاس چھوٹ
کر زمین پر گڑا۔ آئزہ بچے۔۔ سعدیہ بیگم تڑپتے ہوئے
آئزہ کی طرف بڑھی۔

وہ سمجھ گئی تھی۔ آئزہ گڑھی ہے۔ مام۔۔۔ میرا بچہ۔۔۔
آئزہ پہلو پر ہاتھ رکھتے بامشکل آنکھیں کھلتے بولی۔ ہمت
کر و میری بچی۔۔ کچھ نہیں ہو گا تمہارے بچے کو۔۔
سعدیہ بیگم۔۔ پیار سے اسے دلا سے دیتے بولی۔ انہیں
سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ کیا کریں۔ آئزہ کی چیخیں سنتے سب

عاصم کے کمرے میں ہی آگئے تھے۔ علینہ ابھی ہو اسپتال
جانے کے لیے ریڈی ہو کر نیچے کی طرف بڑھ رہی تھی۔
سب کو آئزہ کے کمرے میں پا کر فوراً اندر داخل ہوئی۔
آئزہ کی بگڑتی حالت دیکھ کر اپنا پرس وہی پھینکے فوراً آئزہ
کی طرف بڑھی۔

اللہ۔۔ یہ کیسے ہو گیا۔۔ علینہ آئزہ کو دیکھتے تڑپتے ہوئے
بولی۔ علینہ ہاشم کہاں ہے۔۔ آئزہ کو ہو اسپتال لیں کر جانا
ہو گا۔

مہک بیگم آئزہ کو روتے دیکھ کر بولی۔ خالہ جان۔۔
بلیڈینگ نہیں رک رہی۔ ہو اسپتال لیں جانے کا ٹائم نہیں

ہے۔ ہاشم کو بھولائے وہ ہو اسپتال سے دو تین نرسوں کو
بھولائے۔ مام۔۔ خالہ۔۔ میری مدد کریں۔ آئزہ کو بیڈ پر
لٹانے کے لیے۔

مسکان اور سعدیہ بیگم۔۔ علینہ کی مدد کرتے بیڈ
پر لٹایا۔ آئزہ درد سے تڑپتے دائیں بائیں سر گھمار ہی تھی۔
مسٹر خان۔۔ آئزہ کو ہو اسپتال لیں جانے کا ٹائم نہیں
ہے۔ آپ جلدی سے ہو اسپتال سے نرسوں کو بھولائے۔
علینہ۔۔ تم سنبھالو۔۔ میں کال کرتا ہوں۔

ہاشم موبائل نکالیں کال ملائی۔۔ دوسری طرف فوراً کال اٹھالی گئی۔ ڈاکٹر میرب۔۔ دونوں کے ہمراہ فوراً میری حویلی پہنچو۔۔ ڈیوری قیس ہے۔ اور سارا ضروری سامان بھی لیتے آنا۔

ہاشم بول کر کال بند کر گیا۔

علینہ ہو اسپتال میں رہ کر بہت کچھ سیکھ چکی تھی۔

پر ڈر سے اس کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔

اوپر سے آترہ کی دل دہلا دینے والی چیچکنیں اسے خوف

میں مبتلا کر رہی تھی۔ مام۔۔ خالہ جان۔۔ آپ سب باہر

چلے جائے۔ عیینہ سب کو پریشان کھڑے دیکھ کر بولی۔

ہاشم ایک نظر اپنی مسز پر ڈالتا اس کی طرف بڑھا۔ علینہ
تم کر سکتی ہو۔ بہادر بنو۔۔ اگر تم ایسے ہی ڈرتی رہی۔ تو
زندگی میں کچھ نہیں کر پاؤ گی۔ اپنے ڈر کو سائیڈ پر رکھو۔
اور اپنے ڈاکٹر ہونے کا ثبوت دو۔۔ ہاشم اس کو سمجھے
کھڑے دیکھ کر بولا۔ اور آئزہ کی طرف دیکھا۔

آئزہ تمہیں ہمت کرنی ہو گی۔ اپنے بچے کو دنیا میں لانے
کے لیے۔ ہاشم بولتے باہر نکل گیا۔ آئزہ ہمت کرو۔۔
میں ہوں نا۔۔ علینہ آئزہ کی طرف جھکتے بولی۔ میرے شاہ
کو بولاؤ۔۔ آئزہ درد سے چیختے ہوئے بولی۔

آئزہ بہادر بنو۔۔ ہمت کرو۔۔ علینہ اس کے پہلو پر ہاتھ
رکھتے بولی۔ سب دروازے کے باہر کھڑے انتظار کرنے
لگے۔ اندر سے آنے والی چیخنے سب کے دل بُری
طرح دھڑکا رہی تھی۔ پندرہ منٹ گزرنے والے تھے۔
ابھی تک لیڈی ڈاکٹر بھی نہیں پہنچیں تھیں۔ ممکن
کوشش کر رہی تھی۔ علینہ ہر ہاشم مشکل سہتے ہوئے کاہا
عاصم کا نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ اندر سے اب آوازیں آنا بند
ہوئی تھی۔ بچے کے رونے کی آوازیں آنے لگی۔ اور
سب نے ایک دوسرے کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اور
اللہ کا شکر ادا کیا۔ دوسری طرف ڈاکٹر میرب دونرسوں
کے ہمراہ حویلی داخل ہوئی۔

ہاشم انہیں دیکھتے اُوپر آنے کا اشارہ کیا۔ وہ فوراً اوپر آئی۔
اور ہاشم کے اشارے پر سامنے کمرے کی طرف بڑھ بڑھ
گئی۔

میرب جیسے ہی اندر داخل ہوئی۔ علینہ کے ہاتھ میں بچے
کو دیکھتے جل بھن گئی۔

اور آئزہ کی طرف بڑھ گئی۔ جو بے ہوش پڑی تھی۔
دونر سیں علینہ کی طرف بڑھی۔ ماشا اللہ۔۔ بچی تو بہت
پیاری ہے۔ اور آپ کیوں رورہی ہے۔ علینہ کی آنکھوں
میں آنسو دیکھتے ایک نرس بولی۔

خوشی کے آنسو ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا یہ قیس میں
آسانی سے ہینڈل کر لوں گی۔ زندگی میں پہلی دفعہ ایسی
خوشی محسوس ہو رہی ہے۔

جو کبھی نہیں ہوئی۔ علینہ بچی کو نرس کے ہاتھوں میں
دیتے بولی۔ وہ نرس علینہ کی باتوں پر مسکرا دی۔ آئزہ کو
ڈرپ لگانے کے بعد ڈاکٹر میرب علینہ کی طرف بڑھی۔
مبارک ہو۔ آپ پہلے قیس میں کامیاب ہو گئی۔ پیشینٹ
بلکل ٹھیک ہے۔ کچھ دیر میں ہوش آجائے گا۔

علینہ نے مسکراتے ہوئے مبارکباد وصول کی۔ اور باہر
نکل گئی۔ علینہ کو باہر نکلتے دیکھ کر سب علینہ کی طرف

بڑھے۔ ماشا اللہ۔۔ عاصم بھائی کو اللہ نے پھول جیسی بیٹی
عطا کی ہے۔

ہاشم نے آگے ہوتے اپنی جان سی پیاری علینہ کو سینے سے
لگایا۔۔ میری بہادر بیوی۔۔ مجھے فخر ہے تمہارے ڈاکٹر
اور اتنی بیوی ہونے پر۔۔ ہاشم مسکراتے ہوئے اس کی
پیشانی پر لب رکھے۔ ہاں۔۔ آپ ہی لڑتے رہتے تھے۔
علینہ تم ہو سپیٹل نہیں جاؤ گی۔ میں یہ کر دوں گا۔ وہ کر
دوں گا۔ آپ تو کچھ نا کر سکے۔ میں نے کر دکھایا۔ علینہ
ہاشم کی نقل اُتارتے

اینڈ پر اپنے بال پیچھے کود کھلتے بولی۔ جہاں سب کے قہقہے
گو گو بنجے وہی ہاشم نے گھور کر اپنی مسر کو دیکھا۔

میری بہو کیسی ہے بتادو۔۔ سعدیہ بیگم علینہ کو دیکھتے
مسکراتے ہوئے بولی۔

خالہ جان۔۔ آپ کی بہو بالکل ٹھیک ہے۔ علینہ مسکراتے
ہوئے بولی۔ میں ذرا عاصم کو سبق سکھا کر آتا ہوں۔ ہاشم
موبائل پر نمبر ڈائل کرتے نیچے کی طرف بڑھ گیا۔ میں
ذرا خان حویلی میں اطلاع دیں دوں۔ سعدیہ بیگم بھی
مسکراتے ہوئے بولی۔۔ میرا موبائل تو اندر ہے۔ کچھ یاد

آنے پر بولی۔ سعدیہ میرا موبائل لیں لو۔۔۔ مہک بیگم
نے مسکراتے ہوئے موبائل پکڑ لیا۔ ایک نرس مبل
میں لیٹے اس نازک چھوٹے سے وجود کو لیں کر ان سب
کے پاس آئی۔ مہک بیگم نے مسکراتے ہوئے بچی کو نرس
کی گود سے لیا۔ ماشا اللہ۔۔ چاند کا ٹکڑا ہے۔۔ مہک بیگم
اس کی نظر اُتارتے بولی۔

مسکان بیگم نے بھی بوسہ دیتے اس کی نظر اتاری۔۔ ر
اتاری۔ فون پر خان حویلی میں اطلاع دیں دی تھی۔ کال
بند کرتے سعدیہ بیگم اپنی پوتی کی طرف بڑھی۔

اور پیار سے ماتھا چوما۔ ماشا اللہ۔۔ بہت ہی پیاری ہے
میری پوتی۔۔۔۔ ہاشم عاصم کا نمبر ڈائل کیسے نیچے لان
میں ٹہل رہا تھا۔ دوسری طرف عاصم جو احمد کے ہمراہ
بالاج کے ساتھ وڈیو کال پر بزی تھا۔ ہاشم کی اتنی ساری
کال پر اسے کال رسیو کرنی پڑی۔ کمینے کہاں ہے توں۔۔
اتنی کال کی ہے۔ مجال ہے تو اٹھالیں۔۔

عاصم کے بولنے سے پہلے ہاشم غصے سے بولا۔۔ کمینے
ایجنٹ۔۔۔ اسلام آباد میں بیٹھ کر توں کو نسی ٹریننگ دیں
رہا ہے۔ جو یہاں سوات میں نہیں دیں سکتا۔ تیری بیوی
زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہے۔ اور توں کال ہی

نہیں اٹھا رہا۔ آئزہ کاسنتے عاصم کے ہاتھ سے موبائل
گرتے

گرتے بچا۔ ابھی گھنٹہ پہلے ہی تو آئزہ سے بات ہوئی تھی۔
پھر یوں اچانک کیسے۔۔۔ ہاشم تم جھوٹ بول رہے ہو۔
اگر یہ مزاق ہے تو بہت ہی گھٹیا مزاق ہے۔ میری گھنٹہ
پہلے ہی آئزہ سے بات ہوئی ہے۔ میں مزاق نہیں کر رہا
سچ بول رہا ہوں۔۔ آئزہ کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اپنے
دشمنوں سے

بعد میں نمٹنا پہلے اپنی بیوی اور بچے کو دیکھ۔۔ باصم کو لگا
اس کا دل کسی نے مٹھی میں جھکڑ لیا ہو۔ دوسری طرف
خاموشی محسوس کرتے ہاشم نے کال بند کی۔

بیوی کو ایسی حالت میں چھوڑ کر جائے گا۔ اب ٹینشن سے
تڑپ۔۔۔ کمینے۔۔۔ اتنا تو تڑپا نا بنتا ہے۔ اپنے دشمنوں
کو تڑپاتا ہے اب تھوڑا توں تڑپ۔۔۔ باشم مسکراتے منہ
میں بڑبڑاتا مسکراتے ہوئے اندر بھر گیا۔

دوسری طرف عاصم مجسم سا بنا موبائل کو دیکھنے لگا۔ کیا
ہوا۔۔۔ توں ٹھیک تو ہے۔

احمد اسے مجسم دیکھتے کندھے سے پکڑتے ہلاتے ہوئے
بولا۔ عاصم ہوش میں آتے فوراً اٹھا۔۔۔ مجھے جا۔۔۔ نا

ہو۔۔۔ گا۔ عالم کا گا۔ عاصم لڑکھڑاتی آواز سے بولا۔ دل
میں درد کی تھیں اٹھنے لگی۔ عاصم کیا ہوا ٹھیک تو
سب۔۔ اور توں ایسے کیسے جاسکتا ہے۔ اگلے آدھے گھنٹے
میں ہمیں اپنا مشن کو انجام دینا ہے۔ احمد اسے دروازے
کی طرف بڑھتا دیکھ کر بولا۔ بھاڑ گیا مشن۔۔ مجھے اپنی
بیوی اور بچے سے زیادہ کچھ عزیز نہیں۔۔ عاصم پلٹتے
ہوئے دھاڑا۔۔

دروازے کے پاس کھڑی نور عاصم کی دھاڑ پر اپنی جگہ
سے اچھلی۔۔ کیا ہوا۔۔ آثرہ بھا بھی کو۔۔ سب ٹھیک تو
ہے۔

عاصم کے غصے کی وجہ بگڑتی حالت کو دیکھ کر سمجھ گیا تھا۔
عاصم بنا کچھ جواب دیے لمبے لمبے ڈھگ بڑھتا چلا گیا۔ نور
ہمیں بھی چلنا ہو گا۔ عائشہ کو لیں کر آ جاؤ۔ میں باہر کھڑا
ویٹ کر رہا ہوں۔ نور سر اثبات میں ہلاتے روم کی طرف
بڑھی۔ عاصم اندھا دھند گاڑی بھگاتا تھا۔ اتنے کم وقت
میں اتنا کچھ ہو جائے گا۔ یہ سوچ سوچ کر عاصم کا دماغ
ماؤف ہو رہا تھا۔

ہاشم پُر سکون انداز میں ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا مسکرا
رہا تھا۔ کمینہ اب ہواؤں میں اڑتا آ رہا ہو گا۔

ہاشم منہ میں بڑبڑاتے بولا۔ خان حویلی سے سب لوگ آ رہے تھے۔ آخر کار خان حویلی کی اکلوتی بیٹی تھی۔

آئزہ کی طبیعت کچھ حد تک بہتر تھی۔ خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔ مسلسل سفر کے دوران وہ اپنی بیوی اور بچے کے لیے دعائیں کر رہا تھا۔

دو تین گھنٹوں میں ہی گاڑی حویلی کی کارپورچ میں آکر روکی۔

عاصم لمبے لمبے ڈھگ بڑھتا اندر داخل ہوا۔ وہ پہلا ایسا ایجنٹ تھا۔ جو اپنا خطرناک مشن چھوڑے اپنی بٹر فلانے

کی بگڑتی حالت کا سنتے کچھ گھنٹوں میں ہی حویلی پہنچ گیا
تھا۔ اسے اس مشن سے زیادہ اپنی بیوی اور بچہ عزیز تھا۔
ہاشم اسے دیکھتے سیدھا ہو کر بیٹھا۔ کمینہ اتنی جلدی اس
کے سرال والے نہیں حاضر ہوئے۔۔ جتنی جلدی یہ
سر پھر ایجنٹ نازل ہو گیا۔ مام آئزہ کیسی ہے۔ کہاں ہے۔
عاصم بھاگتے ہوئے اپنی مام کے پاس آیا۔ ہم!! آگئی
یاد۔۔ خود جا کر دیکھ لیں۔۔ جب تجھے پتا ہے۔ تیری بیوی
پریگنٹ ہے۔ اسے سب سے زیادہ تیری ضرورت
ہے۔ تو جاتا کیوں ہے۔ آیا بڑی فکر کرنے والا۔۔
سعد یہ بیگم۔۔ کوفت سے بولی۔ اسے بھی غصہ آرہا
تھا۔ ہر ہفتے بعد عاصم اسلام آباد پہنچا ہوتا تھا۔

عاصم شر مندہ سا ہوتا اوپر کی طرف بڑھ گیا۔ ہاشم تو نے
کیا بتایا ہے عاصم کو۔۔ اس کی پھولی سانس اور حالت کو
دیکھ کر لگتا ہے۔

تو نے کچھ آل فال بکا ہے۔ مہک بیگم عاصم کی حالت دیکھ
کر بولی۔ مورے۔۔ آئندہ سے یاد رکھے گا۔ بیوی کو ایسی
حالت میں چھوڑ کر نہیں جاتے۔ ہاشم پر سکون انداز میں
بولا۔ جب تیری بیوی کا ٹائم آئے گا پھر دیکھوں گی۔

توں کتنی خدمت کرتا ہے۔ میری فکر مت کریں۔۔ میں

تو چوبیس گھنٹے اپنی بیوی کے لیے available

ہوں۔۔۔ ہاشم کالر کو جھاڑتے بولا۔ آتا ہوں۔۔ آپ

کے شوہر کو لیں کر۔۔ ڈیرے پر ہی

ٹھکانا جما کر بیٹھ گئے ہے۔ ہاشم مسکراتے ہوئے باہر نکل

گیا۔

مہک بیگم نفی میں سر ہلاتے کچن کی طرف بڑھی۔ داخلی

دروازے سے اندر داخل ہوتے نور اور احمد کو دیکھا۔

ماشاء اللہ۔۔ آگئی یاد۔۔ ہماری مہک بیگم مسکراتے

ہوئے بولی۔

احمد اور نور دونوں نے ایک ساتھ سلام کیا۔ مہک بیگم
نے مسکراتے ہوئے دونوں کو گلے لگایا۔

ماشاء اللہ۔۔۔ بیٹی تو چاند ہے۔۔۔ مہک بیگم۔۔۔ عائشہ کا
ماتھا چومتے بولی۔ عائشہ ہونٹ نکالتے اپنے بابا کی طرف
دیکھنے لگی۔

عاصم جیسے ہی روم میں داخل ہوا۔ سب سے پہلی نظر
آئزہ پر پڑی جو آنکھیں موندیں لیٹی تھی۔ علینہ گڑیا کو

گود میں لیے اس کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ عاصم بھائی
آپ۔۔ علینہ گڑیا کو لیں کر اُٹھی۔ آئزہ کیسی ہے۔ عاصم
اپنی بڑ فلائے کا زرد چہرہ دیکھتے بولا۔ ٹھیک ہے
آئزہ۔۔ آپ بے فکر ہو جائے۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی سوئی ہے۔

علینہ عاصم کی طرف بڑھتے بولی۔ عاصم علینہ کی گود میں
ننھی سی بچی دیکھ کر مسکرایا۔

یہ میری بیٹی ہے۔۔ عاصم نم نگاہوں سے دیکھتے بولا۔
علینہ نے اثبات میں سر ہلاتے اس ننھی پری کو اس کے
بابا کی گود میں دیا۔

میری شہزادی۔۔ عاصم نے مسکراتے ہوئے اس کا ننھا
ساما تھا چوما۔

اور اسے باہوں میں لیتے آئزہ کی طرف بڑھا۔ اور جھک
کر اس کی پیشانی پر لب رکھے۔ بٹر فلائے۔۔ عاصم نے
پیار بھرے انداز سے پکارا۔۔ عیینہ عاصم کو ایک نظر
دیکھتے باہر نکل گئی۔ آئزہ گہری نیند میں ہونے کی وجہ سے
عاصم کی پکار نہیں سُن پائی۔ بٹر فلائے۔۔ تم نے میری
جان نکال دی۔۔ دیکھو کیسے دھڑک رہا ہے یہ دل۔۔۔

عاصم نے جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ اور
ایک ہاتھ پکڑ کر آئزہ کو اپنی بے چین ہوتی دھڑکنیں
محسوس کروانے لگا۔ آئزہ اپنے ہاتھ پر کسی کا لمس محسوس
کرتی درد سے چور ہوتے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔
شاہ۔۔ آپ کب آئے گئے۔

آئزہ نیند سے بھری آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتے
ہوئے بولی۔ شاہ کی جان۔۔ شاہ کا دل آنکھیں کھولو
تمہارا شاہ تمہارے سامنے ہی ہے۔

عاصم ایک ہاتھ سے آئزہ کے چہرے پر پھیرتے بولا۔
دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنی ننھی پری کو اٹھایا ہوا تھا۔

عاصم کی آواز سنتے آثرہ فوراً سے اپنی آنکھیں کھولیں
دیکھنے لگی۔۔ شاہ۔۔ آپ آگئے۔ شاہ میں نیچے گڑ گئی
تھی۔ شاہ بہت درد ہوا۔ میں نے آپ کو بہت یاد کیا۔ شاہ
ہماری بیٹی شاہ ہماری بیٹی۔۔ آثرہ عاصم کو دیکھتے ایک ہی
سانس میں بولنے لگی۔ ابھی وہ کچھ آگئے بولتی۔۔ عاصم
اس کے لبوں پر جھک گیا۔ آثرہ اس اچانک ہوئی افتاد پر
گھبرا گئی۔ عاصم اس کے لبوں کو چوم کر پیچھے ہو کر دیکھنے
لگا۔ آثرہ نم نگاہوں سے عاصم کو دیکھنے لگی۔

آثرہ کی تکلیف کا سنتے عاصم چہرے پر صرف خوف تھا۔
اپنی بٹرفلائے کو کھودینے کا خوف۔۔ بٹرفلائے۔۔ مجھے

معاف کر دو۔۔۔ میری وجہ سے تمہیں اس مشکل کا
سامنا کرنا پڑا۔ عاصم اس کا چہرہ تھامتے اس پر جھک کر
بولا۔۔

شاہ آپ معافی کیوں مانگ رہے ہیں۔ یہ سب اللہ کی
مرضی سے ہوتا ہے۔ ہماری بیٹی کو اسی طرح دنیا میں آنا
تھا۔ اور مجھے اس تکلیف سے گزرنا ہی تھا۔ آپ کو معافی
مانگنے

کی ضرورت نہیں۔ آپ آگئے اتنا ہی کافی ہے۔

آئزہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ عاصم کا ہاتھ پکڑتے اپنے
لبوں سے لگاتے بولی۔

عاصم نے مسکرا کر اس کے آنسو صاف کیے۔

شاہ کی بٹر فلائے کافی سمجھدار ہو گئی ہے۔

یامیری بیٹی کا اثر ہے۔ جو دنیا میں آتے ہی پڑ گیا۔

عاصم شرارتی انداز میں بولا۔۔۔ الحمد للہ۔۔۔ میں بچپن

سے ہی سمجھدار ہوں۔ بس آپ کو ابھی عقل آئی ہے۔

آئزہ منہ بسورتے بولی۔۔۔

صحیح کہاں گڑیا۔۔ اس سر پھرے ایجنٹ کو ٹائم پر ہی عقل

آتی ہے۔ ہاشم کمرے میں داخل ہوتے بولا۔

عاصم نے گردن تر چھی کر کے ہاشم کو گھورا۔ ہاشم کے
پیچھے اپنے سسرال والوں کو آتا دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

مبارک ہو۔۔ عاصم۔۔ بہرام نے آگئے ہوتے عاصم کو
گلے سے لگاتے بولا۔۔

آپ کو بھی مبارک ہو۔۔ عاصم بھی خوش دلی سے ملا۔

دامیار نے بھی آگئے ہوتے مبارکباد دی۔ عاصم لالا

مبارک ہو۔۔ شکر ہے مجھے بھی کوئی ماموں کہنے والا آیا

ہے۔۔ شاہ میر شرارتی انداز میں بولا۔ ماموں کہنے والا

نہیں۔۔۔ ماموں کہنے والی۔۔۔ ہاشم شاہ میر کا جملہ

درست کرواتے بولا۔۔

کیا فرق پڑتا ہے۔ پس ماموں بن گیا۔ اسی میں میں خوش

ہوں۔۔ شاہ میر آئزہ کو آنکھ مارتے بولا۔ آئزہ نے شاہ

میر کو دیکھتے منہ چڑایا۔۔ عاصم کو اپنی طرف گھورتے پا

کر۔۔ شاہ میر نے فوراً ہاتھ کھڑے کر دیے۔ عاصم شاہ

میر کو آنکھ مارتے دیکھ چکا تھا۔ او سوری۔۔ میں بھول

گیا۔ میں ایجنٹ کے کمرے میں کھڑا ہوں۔۔ شاہ میر

ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔

ٹائم سے یاد آگیا۔ ورنہ تیری آنکھ پھوڑنے میں ٹائم نا

لگاتا چھوٹے سالے۔۔

عاصم اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا۔ باقی سب

کھڑے دبی دبی نہیں ہی رہے تھے۔ بزنس مین کو ڈرانا کسی

کے بس کی بات نہیں شاہ میر فخریہ کالر جھاڑتے بولا۔ آیا
بڑا بزنس مین کاروب جھاڑنے۔ بیوی کے سامنے سٹی گم
ہو جاتی ہے۔ پھر میرا بچہ میرا بچہ کارٹ لگائے حویلی میں
گھومتا ہے۔

دامیار شاہ میر کو دیکھتے دانت پیستے ہوئے بولا۔۔ کمرے
میں سب کے قہقہے کی گونج گونجی۔۔ لالا۔۔ ہم تو پکے
زن مرید ہے اپنی بیوی کے اب آپ کی طرح سارا دن

بیوی کو مناتے نہیں گزار دیتا۔ شاہ میر کی بات پر ایک
دفعہ پھر کمرے میں قہقہوں کی گونج گونجی۔ دامیار غصے
سے سر جھٹک کر رہ گیا۔ جب سے عائلہ آئی تھی۔ کوئی نا

کوئی غلطی ہو ہی جاتی تھی۔ اور غلطی بھی تب ہوتی تھی۔
جب بیوی سامنے کھڑی ہو۔

لالا۔۔۔ میں بھی اس کمرے میں ہوں۔ آئزہ شکوہ کرتے
بولی۔ سب نے چونک کر آئزہ کو دیکھا۔
جو بیڈ پر لیٹے بھیگی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ ایم سوری
گڑیا۔۔ بہرام فوراً آگئے بڑھتے اس کے ماتھے پر لب
رکھے۔ ہم اپنی گڑیا کو ہی مبارکباد دینے آئے تھے۔
بہرام مسکراتے ہوئے بولا۔ اور سب کو گھور کر دیکھا۔
جواب شرمندہ سے سر جھکائے کھڑے تھے۔ تمہارے
شوہر نے ہماری بھانجی کو بھی نہیں پکڑایا۔۔ جیسے ہم اسے

لیں کر بھاگ جائے گئے۔ شاہ میر عاصم کی گود سے کمبل
میں لیٹے اس نازک گڑیا کو پکڑتے بولا۔

ماشاء اللہ۔۔ گڑیا تو کسی پر نہیں گئی۔۔ شاہ میر اس کے ریڈ
ہوئے گال پر لب رکھتے بولا۔ سب نے گھور کر شاہ میر کو
دیکھا۔۔ کیا مطلب لالا۔۔ کسی پر نہیں گئی۔ آثرہ شاہ میر
کو دیکھتے بولی۔ چہرہ سپاٹ تھا۔ عاصم اپنی بٹر فلانے کو
حیرت میں ڈوبے سوال کرتے فوراً اس کے پاس آیا۔
ریلیکس۔۔ بٹر فلانے۔۔ تمہیں پتہ تو ہے اپنے لالا کا۔
مزاق کرنے کی تو عادت ہے اسے۔۔ گڑیا ٹھیک بول رہا
ہے عاصم۔۔

دامیار شاہ میر کے پاس گڑیا کو دیکھتے بولا۔۔ جو واقعے میں
ہی سب سے الگ۔۔ سفید رنگ۔۔ بڑی بڑی کانچ جیسی
براؤن آنکھیں۔۔ سنہری بال سب سے مختلف تھے۔
ماشا اللہ۔۔ ہماری بھانجی تو خوبصورتی کی مثال ہے۔ دامیار
اس ننھی پری کی پیشانی پر لب رکھے بولا۔
شاہ میر لیں کر آئہ کی طرف بڑھا۔ تینوں بھائی آئہ کے
ارد گرد بیٹھ گئے۔

آئہ اپنی بیٹی کو نظر بھر کر دیکھتے عاصم کو دیکھا جو کھڑا
اسے ہی دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

آپ سب اکیلے ہی آگئے۔۔ میری بھابیوں کو ساتھ
نہیں لائے۔۔

کاوش لالا تو اسلام آباد کے ہی ہو کر رہ گئے۔۔ گڑیا
ہمارے ساتھ ہی آئی ہے۔ اب جب عورتیں اکٹھی کی
مالی منتھل ہو جائے تو باتوں کی جاتی ہے۔ بہرام
مسکراتے ہوئے بولا۔۔

آپ مرد اتنے شریف۔۔ ہیزل دروازے سے اندر
داخل ہوتے بولی۔ بہرام نے اپنی زبان دانتوں تلے
دبائی۔ ہیزل کے پیچھے عابیرہ اور زمل بھی داخل ہوئی۔

زرمینہ بیگم۔۔ سعدیہ اور مہک بیگم کے ہمراہ داخل
ہوئی۔

اور دیکھتے دیکھتے سب حویلی کے لوگ کمرے میں جمع ہو
گئے۔ نائیکیشہ کو بھی لیں آتے۔۔ آئزہ سب کو دیکھتے اور
نائیشہ کی کمی محسوس کرتے بولی۔ اب حویلی میں خالہ آئی
ہوئی ہے۔ کسی نے تو دل لگا کر رکھنا تھا خالہ کا۔ ورنہ حویلی
پہنچتے شکوے شروع ہو جاتے۔۔

شاہ میر چمکتے ہوئے بولا۔۔ کمرے میں سب کی ہنسی
گو نجی۔ سب نے باری باری آئزہ کو مبارک دی۔ اور ننھی

سی پری کو سب نے پیار کیا۔ ارزان اور میرال بیڈ پر اپنی
پھوپھو کے نزدیک بیٹھے کھینے لگے۔۔

کچھ دیر ایسے ہی ہنسی مزاق کے ساتھ گفتگو جاری رہی۔
اور سب آئزہ عاصم اور اس ننھی
سی پری کے لیے تحائف لائے۔۔

کچھ دیر کمرے میں رکنے کے بعد آئزہ کی طبیعت کا خیال
کرتے نیچے چلے گئے۔ سب نے مل کر ایک ساتھ کھانا
کھایا۔

عدنان اور عالیان صاحب کے ساتھ باقی مردلان کی
طرف بڑھ گئے۔ اور عورتیں وہی لاؤنج میں بیٹھے باتوں
میں مگن۔۔ ہیزل اپنی مورے مہک بیگم کے کندھے پر
سر رکھے ۔

پیار بٹور رہی تھی۔ اللہ تم سب کو نظر بد سے بچائے ہمیشہ
ایسے ہی ہستے مسکراتے رہو۔۔

مہک بیگم نے سب کو خوش دیکھتے دعادی۔ ہر کوئی
ماموں۔۔ خالہ۔۔ پھوپھو بن گیا ہے۔

پتہ نہیں میں کب پھوپھو بنوں گی۔ ہیزل علینہ کو دیکھتے
بلند آواز سے بولی۔ تاکہ لان میں بیٹھے ہاشم خان کے
کانوں میں آواز پڑے۔

ہیزل کی بات سنتے علینہ شرم سے سر جھکا گئی۔ ہاشم ہیزل
کی آواز سنتا۔۔۔ سب کے درمیان بیٹھا مسکرا دیا۔۔

سب کے جانے کے بعد عاصم بیٹھا احمد کو گھورنے لگا۔ ہم
!! اب کیا میں نے کر دیا۔ ایسے گھور رہا ہے جیسے میں کوئی
مجرم ہوں۔ احمد عائشے کو اوپر ٹیبل پر لیٹاتے بولا۔

میرے پیچھے آنا ضروری تھا۔ عاصم عائشے کو پکڑتے اپنی
گود میں لیتے بولا۔

تو اور کیا کرتا۔ توں جانتا تو ہے۔ جب تجھے ٹینشن میں
دیکھتا ہوں۔ میرا دماغ نہیں کام کرتا۔ احمد اپنی ننھی پری
کو دیکھتے بولا۔ جو عاصم کی شرٹ کے ساتھ اپنا چہرہ صاف
کر رہی تھی۔

تیرے پاس دماغ ہوتا تو کام کرتا۔۔ بالاج کو کال کر کے
بتا۔۔ زکوٹا جن۔ اٹلی پہنچ گیا ہے۔ عاصم احمد کو سرد
نظروں سے گھورتے بولا۔ زکوٹا جن۔۔ وہ کون ہے۔

احمد حیران ہوتے بولا۔ ان کے دشمن میں سے تو کسی کا
نام نہیں تھا۔ پھر یہ زکوٹا جن کہاں سے آگیا۔
وہی واصف شہیر ملک کا بیٹا۔۔۔ اور کون۔۔

عاصم دانت پیستے ہوئے بولا۔ زہریلا ناگ۔۔ بوس آپ
کو ٹیشن میں نادیکھتا۔ تو میں یہاں آتا ہی نا۔ سیدھا دشمن
کی چوکی پر پہنچ کر اسے موت کے گھاٹ اُتار دیتا۔

بوس۔۔۔ عاصم منہ میں بڑبڑاتے عائشے کے گال پر زور
سے کس کرتے احمد کو پکڑاتے اندر بڑھ گیا۔ احمد اپنی
معصوم بیٹی کو دھاڑے مارتے روتے دیکھ کر فوراً اٹھا کر

اندر بڑھا۔ کیا ہوا۔۔۔ اسے عاصم سیڑھیوں پر رُک کر
احمد کو دیکھتے شرارتی انداز میں بولا۔

احمد نے حیران نظروں سے گھورتے عاصم کو دیکھا جیسے
اسے پتہ ناہو۔ عائشہ کیوں رورہی ہے۔

کیا ہوا احمد۔۔۔ عائشہ کیوں رورہی ہے۔ نور جو مسکان بیگم
کی برتن سمیٹنے میں مدد کروارہی تھی۔ عائشہ کی رونے کی
آواز سنتے بھاگتے ہوئے احمد کی طرف بڑھی۔ عاصم ایک
نظر ان کو دیکھتا سیڑھیاں چڑھ گیا۔

کیا ہوا میری بیٹی کو۔۔ بابا نے مارا ہے۔ نور اسے اپنے
کندھے سے لگائے چپ کروانے لگی۔ جو مسلسل روئے
جارہی تھی۔

احمد عائشے اتنا کیوں رورہی ہے۔ کیا آپ نے پھر سے ڈانٹا
ہے۔ نور احمد کو گھورتے بولی۔

توبہ بیگم۔۔۔۔ میں اس آفت کو ڈانٹوں۔۔ احمد کانوں تو
ہاتھ لگاتے بولا۔ وہ کچھ دن پہلے نور کی نارضگی یاد کرتے
بولا۔ جب عائشے بیڈ سے گڑھی تھی۔ اور رورو کر پورا
گھر سرپراٹھا لیا تھا۔ بس اموشنل بلیک میل کرنے کی
ضرورت تھی۔ سب جانتی ہوں۔ آپ نے ہی کچھ کیا

ہے۔ ہائے میری معصوم بچی۔۔ بابا آپ سے پیار نہیں
کرتے۔۔ بہت ہی کندھے والے بابا ہے۔ نور اپنی بیٹی کو
کندھے سے لگاتے بولی۔ احمد نے منہ کھولے اپنی
چھٹانک بھر کی بیوی کو دیکھا۔ جب سے عائشے اس دنیا
میں آئی تھی۔ چھوٹی چھوٹی بات سے ناراض ہونے کے
بہانے ڈھونڈتی تھی۔

احمد نور کو ایسے ہی باہوں میں اٹھا گیا۔ نور اس اچانک
ہوئی افتاد پر بوکھلا کر عائشے کو سینے سے لگایا۔
احمد نور کو اپنی باہوں میں اٹھائے ہوئے تھا۔ نور عائشے کو
اپنے سینے سے لگائے منہ کھولے دیکھ رہی تھی۔ شرم

نہیں آتی۔ اپنی بیٹی کے سامنے ایسی حرکت کرتے
ہوئے۔ نور عائشہ کو اپنے سینے سے لگائے بولی۔ بلکل
نہیں جی۔۔۔ ہم اپنی نورے کے معاملے میں رنج کر بے
شرم ہے۔ احمد تھوڑا سا جھکتے نورے کے سینے سے لگی اپنی
چھوٹی سی آفت کے بالوں پر لب رکھے۔ اور اوپر کی
طرف بڑھ گیا۔

کمرے میں داخل ہوتے نورے کو لیں کر بیڈ کی طرف
بڑھا۔۔ بیڈ پر لیٹاتے نورے کی باہوں سے عائشہ کو لیتے
سائیڈ پر لٹایا۔ نورے احمد کی ایک ایک حرکت نوٹ کر

رہی تھی۔ احمد آپ کیا کرنے والے ہے۔ نور احمد کی گرم
سانسوں کو اپنے چہرے پر محسوس کرتے با مشکل بولی۔

ارادہ تو بہت کچھ ہے کرنے کا۔ اگر میری بیگم کرنے
دیں۔۔

احمد شرم کریں عائشہ دیکھ رہی ہے۔ نور اپنی بیٹی کو
دیکھتے بولی جو اپنی بڑی بڑی آنکھیں پھیلائے دیکھ رہی
تھی۔ دیکھنے دو۔۔ اسے بھی پتہ چلے اس کا بابا اپنی ماما سے
ٹوٹ کر پیار کرتا ہے۔ احمد اپنے دہکتے لب نور کی گردن
پر رکھتے بولا۔ بہت ہی بے شرم قسم کے انسان ہے

آپ۔۔ نور احمد کو اپنے اوپر سے پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرتے بولی۔

احمد اس کی کوشش کو ناکام بناتے اس کی گردن کو جگہ جگہ چومتے جامنی کرنے لگا۔

نور کی سسکیاں کمرے میں گوجنے لگی۔ نور سسکتے ہوئے خود کو ڈھیلا چھوڑتے احمد کے بالوں میں ایک ہاتھ چلایا۔ وہ سمجھ تو گئی تھی۔

اب احمد تو بخشنے نہیں والا۔ عائشے جو یک ٹک دیکھ رہی
تھی۔ نورے فوراً اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ گئی۔ احمد کا
بھرپور قہقہہ روم میں گونجا۔ نور نے گھورتے ہوئے احمد
کو دیکھا۔ جس کے اوپر سے بھی شرم گزر کر نہیں گئی
تھی۔ عائشے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے نورے کے ہاتھ
ہٹانے کی کوشش کی۔ احمد اس کی جامنی ہوئی گردن کو
دیکھتے مسکرایا۔ اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔ احمد بری
طرح اس کے لبوں سے لیٹے شدت سے نور کے گلابی
لبوں کا جام پینے لگا۔ نور اپنی تنگ ہوئی سانسوں کو محسوس
کرتے بلبلا اُٹھی۔

احمد دومنٹ بعد نور کے لبوں کو رہائی دیتے پیچھے ہوا۔ نور
پھولتی سانسوں کے ساتھ احمد کو دیکھنے لگی۔ جو خود بھی
گہری گہری سانسیں لیں رہا تھا۔

تمہاری ان اداؤں کا تو ہی اسیر ہوں۔ احمد اس کی
دھڑکنوں کو اُتھل پتھل ہوتے دیکھ کر بولا۔

تمہارا احمد تمہاری ان سانسوں کا تمہاری دھڑکنوں کا
دیوانہ ہے۔ ہر وقت ہر لمحہ تم مجھے اپنی قربت میں مہکتی
چاہیے ہو۔ تمہاری جسم سے اُٹھنے والی خوشبو مجھے پاگل کر
دیتی ہے۔ احمد اس کی گردن میں چہرہ چھپائے مسلسل

سرگوشیاں کر رہا تھا۔

نور شرماتے ہوئے احمد کی پشت پر ہاتھ
چلا رہی تھی۔

تمہاری بیٹی کا خیال کر کے چھوڑ رہا ہوں۔
ورنہ میرا کوئی ارادہ نہیں تمہیں بخشنے کا۔ اب بڑھتی
طلب اور جذبات کو شاور لیں کر ہی اُتاروں گا۔

احمد نور کے اوپر سے اُٹھتے بولا۔

نور نے سیدھا ہوتے فوراً سرخ چہرے کے ساتھ احمد کو
دیکھا۔ جو آنکھ و نک کرتا ہاتھ روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

نور نے فوراً پاس لیٹی عائشہ کو گود میں اٹھایا۔۔ سوری
بچے۔۔ آپ کے بابا نان سٹاپ شروع ہو جاتے ہیں۔ نور
احمد کی سرگوشیاں یاد کرتے بلش کرتے بولی۔

ہیزل یارر۔۔ اتنی دیر کون لگاتا ہے۔ جب سے آئی
ہو۔ باتھروم میں ہی گھسی ہو۔ بہرام میرال کو اپنے پیٹ
پر بیٹھائے باتھروم کے دروازے پر ایک نگاہ ڈالتے بولا۔
میرا بچہ۔۔ آپ ہس کیوں رہے ہو۔ بابا نے جھوک تو
نہیں سنایا۔

میرال بہرام کے سینے پر دونوں ہاتھوں سے مارتی
کھکھلائی۔ سی۔۔ بہرام نے اپنی ننھی پری کو ہسانے کے
لیے درد سے سسکی لی۔ میرال اپنے بابا کے ایکٹ پر
خاموشی سے دیکھنے لگی۔ بابا کی گڑیا۔۔۔ بہرام اسے
خاموش دیکھ کر میرال کو اٹھا کر اوپر کی طرف اچھالا۔ بابا
صدقے جائے۔۔۔ میری گڑیا میرے اتنے سے ایکٹ
پر خاموش ہو گئی۔ ہا۔۔۔۔۔ میرال کھکھلاتے ہوئے
بہرام کو آدھے لفظ سے ہی پکارا۔۔۔ بہرام میرال کو
ایک جھٹکے سے لیں کر بیٹھا۔ ہیزل میرہ نے بابا کہنے کی
کوشش کی۔۔۔ بہرام خوشی سے بیڈ سے اچھلتے بولا۔
میرال ہو ہو کرتی اپنے بابا کو بولانے لگی۔

میرہ۔۔ پھر سے با۔۔ بابو لو۔۔ بہرام میرہ کی ہیزل
گرے آنکھوں میں دیکھتے بولا۔ بابا۔۔ میرال خوش
آمدید بولی۔ بابا صدقے اپنی پری پر۔ بہرام اس کے آج
ننھے دماغ کو چومتے بولتے ہیں۔

ہیزل باتھ روم کے دروازے پر حسن کا پیکر بنے کھڑے
بہرام کو خوش دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ ہیزل۔۔ بہرام
نے سامنے دیکھ کر پکارا۔ نگاہیں وہی جم کر رہ گئی۔ وہ بلیک
ساڑھی میں قیامت ڈھاتی دلفریب سراپے کے ساتھ
کھڑی تھی۔ بال آبشار کی مانند کمر پر جھول رہے تھے۔

ہیزل آج اپنی مکمل اداؤں سے بہرام کی دل کی دیواریں
مکمل ہلا گئی تھی۔ ساڑھی کے پلو سے نظر آتا آدھا دھورا
پیٹ بہرام کے جذبات کو بڑی طرح بہکا گیا۔ میرال بیڈ
پر بیٹھی بڑی بڑی آنکھیں کیسے اپنی ماما کو دیکھ رہی تھی۔

بلیک رنگ کی ساڑھی پوری آب تاب سے چمک رہی
تھی۔ میرال اسی چمک کو دیکھتے مسکرا نے لگی۔ دروازے
پر دستک ہوئی۔ بہرام ہوش میں آتے سردائیں بائیں ہلا
گیا۔ اپنی خاناں کو ایسے دیکھ کر دل الگ ہی طرح دھڑک
رہا تھا۔ بہرام نے فوراً اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے شاہ میر
۔۔۔ ضرغام اور نامیشہ کو کھڑے دیکھ کر حیران ہوا۔ شاہ

میر نے نامیشہ کو اشارہ کیا۔ وہ اندر داخل ہوتے میرال کو
بیڈ سے اٹھاتے باہر آئی۔

بہرام نے نا سمجھی ان کو گھورا۔ پیپی برتھ ڈے لالا۔۔۔
بھابھی کے ساتھ انجوائے کریں۔ ہم چلتے ہیں۔۔ بعد میں
مل کر ہم انجوائے کریں گئے۔ ہم تو میرہ کو لینے آئے
تھے۔ شاہ میر بول کر وہاں سے رفو چکر ہوا۔ اور پیچھے ضر
غام اور نامکیشہ بھی۔۔ بہرام نے غصے سے ان کی پشت کو
گھورتے اپنی خاناں کو دیکھا۔۔ ہیزل کا اتنا تیار
ہونا۔۔ اسے اب سمجھ آیا۔ ہیزل آہستہ قدموں سے
بہرام کی طرف بڑھی۔ بہرام کا دل دھک سے اڑا۔

اسے آج کہی سے بھی اپنی ہیزل نہیں لگی۔ آج تو ہیزل
شرم کی دیواریں گراتی خود بہرام کی طرف قدم بڑھا
رہی تھی۔

بہرام ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے اپنی خاناں کو دیکھ رہا
تھا۔

بہرام کے پاس پہنچاتے ایک ہاتھ سے دروازہ بند کرتے
لاک لگایا۔ بہرام خاموشی سے ہیزل کا ہر ایکٹ دیکھتے
اپنے جذبات پر قابو پائے ہوئے تھا۔ وہ اپنی ہیزل گرے
آنکھوں سے بہرام کی نیلی آنکھوں میں دیکھ گئی۔ جو

اسے اتھاگہرائیوں سے دیکھ رہا تھا۔ ہیزل اپنی ہمت مجتمع
جمع کرتے اس کی گردن میں باہیں حائل کر گئی۔ اسے
صرف اپنے خان کو دوش کرنا تھا۔ اپنے خان کی دی ہوئی
بلیک ساڑھی پہنے سر پر اتڑ دینا تھا۔ ہیزل پاس بٹن سے
لائٹ او ف کر گئی۔ ہر طرف کمرہ نیلگوں روشنی میں نہا
گیا۔ سامنے دیوار پر بڑا سا پیپی برتھ ڈے خان لکھا ہوا
تھا۔ بہرام منہ کھولے پورا کمرہ دیکھنے لگا۔ جو مختلف روشنی
میں جگمگا رہا تھا۔

اتنا تو سمجھ گیا تھا۔ ہیزل یہ سب نہیں کر سکتی۔

ہیپی برتھ ڈے خان۔۔۔ ہیزل اپنی ایڑھیاں اٹھائے
اس کے کان میں سر سر گوشی۔ ہیزل کے اس طرح ویش
کرنے پر بہرام کا پورا وجود پسینے میں نہلایا۔ ہیزل بہرام
کی بھاری ہوتی سانسیں محسوس کرتے پیچھے کو ہوئی۔

بہرام فوراً اس کی کمر پر ہاتھ رکھتے خود کے ساتھ لگا گیا۔
ہیزل جو بامشکل اپنے دھڑکتے دل کو کنٹرول کیسے ہوئے
تھی۔

بہرام کے اتنے قریب جاتے ہی شد و مد سے دھڑکنے
لگی۔ بیگم!! سر پر اتز بہت اچھا ہے۔ اور اس ساڑھی میں
قیامت ڈھار ہی ہو۔

تمہیں اس ساڑھی میں دیکھتے اپنا کنٹرول کھورہا ہوں۔
میری حالت دیکھو کیسی ہو رہی ہے۔

میری جان۔۔ اتنا پاس آ کر دور جانے لگی تھی۔ بہرام
اسے اپنے ساتھ بے باکی سے لگاتے بولا۔ ہیزل شرم سے
نظریں جھکا گئی۔۔ نوخاناں۔۔ تم نظریں نہیں جھکا

سکتی۔۔ جیسے پہلے بے باک نظروں سے دیکھ رہی تھی۔
ویسے ہی میری ان آنکھوں میں دیکھو۔

خان مجھے شرم آرہی ہے۔ میں تو بس آپ کو برتھ ڈیں
وش کرنے کے لیے یہ سب کیا۔ ہیزل اس کے سینے میں
چہرہ چھپاتے بولی۔ بہرام کا قہقہہ روم میں گونجا۔ ہم!!
اب لگی ہو بہرام خان بیوی۔۔۔ مجھے اپنی بیوی شرم و حیا
میں اچھی لگتی ہے۔ بہرام اس کے بالوں کی خوشبو کو
اپنے اندر اتارتا بہکے بہکے انداز میں بولا۔ ہیزل مزید
بہرام کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ وہ جتنی مرضی بولڈ بننے
کی کوشش کرے۔ پر اپنے

پہاڑی خان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

سرپر اتر آپ نے دیا ہے۔ اب اپنا برتھ سپیشل میں بناؤں
گا۔ بہرام بے باکی سے بولتے اس کے کان کی لو کو
دانتوں میں دیا گیا۔ ہیزل اپنی بڑھتی سانسوں کے ساتھ
بہرام نیلی آنکھوں میں دیکھتے نظریں جھکا گئی۔ آہا۔۔۔
نظریں نیچے نہیں جان بہرام۔۔۔ بہرام اس کا چہرہ پھر
اوپر اٹھا گیا۔ خان۔۔ یہاں میرے ساتھ آئے۔ وہ اس
کی نظروں میں دیکھے بنا بہرام کا ہاتھ پکڑے ٹیرس کی
طرف بڑھی۔ جہاں ہیزل نے ضرغام کو بول کر ڈیکور

کر دیا تھا۔ بہرام اپنی خاناں کے ایک ایک ایکٹ کو دیکھ
کر بہک رہا تھا۔

ہیزل نے ڈور اوپن کیا۔ گلاب کے پھولوں کی خوشبو ان
کے نتھوں سے ٹکڑائی۔

ڈور سے لیس کر سامنے بنے ٹیبل تک پھول بچھائے
تھے۔ سامنے رکھا ٹیبل بہت ہی خوبصورت طریقے سے
سجایا تھا۔ پورے ٹیبل پر پھولوں کے درمیان کیک رکھا
تھا۔ اور بہت ہی خوبصورت کینڈلز اپنا الگ منظر پیش کر
رہی تھی۔

بھرام ان تیاری دیکھ کر مسکرایا۔ کبھی اس پہاڑی خان
نے اپنا جنم دن نہیں منایا تھا۔ آج اس کی خاناں نے سب
کچھ کیا تھا۔ جو ایک بیوی اپنے شوہر کے لیے کرتی ہے۔

ہیزل ٹیبل کے قریب ایک چیز دیکھ کر حیران ہوئی۔ یہ تو
دو تھی۔ ایک کیسے ہو گئی۔

ہیزل حیران نظروں سے بولی۔ کیا ایک رہ گئی۔ بھرام
اس کے حیران ہونے پر بولا۔ ہیزل فوراً بات بدلی۔ کچھ
نہیں خان آپ آئے نا۔ ہیزل اپنی ساڑھی کو تھوڑا سا

آگتے سے پکڑے ایک ہاتھ سے بہرام کا ہاتھ پکڑے
ٹیبیل کی طرف بڑھی۔ وہ اپنے سر پھرے بے شرم خان
نہیں بنا سکتی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی۔ بہرام کی بے
شرمیاں پھر عروج پر ہوگی۔ میری خانم۔۔ جلدی کرو جو
کرنا ہے۔ میرے جذبات کنٹرول نہیں ہو رہے۔

بہرام بے باکی سے بولتے ہیزل کی نظر آتی بل دار کمر پر
ہاتھ رکھ گیا۔

ہیزل بہرام کا ٹھنڈا لمس محسوس کرتے ریڑھ کی ہڈی
میں سنسناہٹ دوڑی۔ خان کیک کٹ کریں۔ ہیزل

کینڈلز جلاتے بہرام کی طرف نائف بڑھایا۔ بہرام نے
مسکراتے ہوئے نائف پکڑا اور ہیزل کا ہاتھ پکڑے کیک
کٹ کرنے لگا۔ پیپی برتھ ڈے خان۔۔ پیپی برتھ ڈے
خان۔۔ ہیزل خوش ہوتے بولی۔ بہرام اس کی خوشی
پر مسکرا دیا۔ اتنی خوشی اسے اپنی برتھ ڈے کی نہیں ہو
رہی تھی۔ جتنی خوشی اپنی خاناں کو دیکھ کر ہو رہی تھی۔

بہرام نے کیک کا پیس اٹھائے ہیزل کی طرف بڑھایا۔
ہیزل نے منہ کھولا۔ اور تھوڑی سی بانٹ لی۔ بہرام اس
کے بانٹ لیتے ہی جھٹکے سے اسے اپنے ساتھ لگاتے لبوں

پر جھک گیا۔ بہرام کی اس بے باک حرکت پر ہیزل کی
دل کی دھڑکنیں سو کی سپیڈ سے دھڑکی۔

بہرام اس کے لبوں سے کیک کھاتے پیچھے ہوا۔ ہیزل
اپنی گرے آنکھیں پھیلائے دیکھنے لگی۔

ایسے کون کھاتا ہے کیک۔۔ ہیزل بہرام کو گھور کر بولی۔
تمہارا خان۔۔ بہرام اپنے لبوں پر انگلی ٹریس کر تاچتیر پر
بیٹھا۔ بیٹھے جان بہرام۔۔ کہاں بیٹھو۔۔ ہیزل دانتوں
میں انگلی رکھتے بولی۔ بہرام نے بامشکل اپنی ہنسی دبائی۔

وہ پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ ہیزل نے جوابات کی تھی۔ وہ چیئر کے حوالے سے تھی۔

یہاں آ جاؤ میری گود۔۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔ بہرام ہیزل کے سُرخ ہوتے رنگ کو دیکھتے بولا۔ نہیں آپ کی گود میں بیٹھنے سے اچھا ہے۔ میں کھڑی رہوں۔ ہیزل اپنی ساڑھی کا پلو کندھے پر کور کرتے بولی۔ ایسی ادائیں دکھاؤ گی۔ یہ بندہ ناچیز پاگل ہو جائے گا۔ بہرام اس کے دودھیا پیٹ کو گہری نگاہوں سے دیکھتے بولا۔ ہیزل شرمیلا سا مسکرائی۔ بہرام اسے کلائی سے کھینچتے اپنی گود میں بیٹھا گیا۔ ہیزل نے اس اچانک افتاد پر چکراتے سر

کے ساتھ بہرام کو دیکھا۔ خان۔۔۔ ہیزل اس کی گود
میں بیٹھی اپنی بے سانس ہوتی دھڑکنوں سے پکار گئی۔ جی
خان کی جان۔۔۔ بہرام اس سائیڈ گردن پر لب رکھتے
بولا۔

ہم!! کچھ نہیں۔۔۔ ہیزل بہرام کے سینے کو دیکھتے بولی۔

میرا گفٹ۔۔۔۔ بہرام اس کی زلفوں کو لہراتے دیکھ کر
بولا۔ گفٹ کے نام پر ہیزل نے چونک کر دیکھا۔ اللہ
جی۔۔۔ میں کیسے بھول گئی۔

اپنے خان کا گفٹ۔۔ اب کیا کروں۔۔

ہیزل اپنے دل میں ملامت کرتے بولی۔

وہ خان۔۔ میں گفٹ لانا بھول گئی۔ ہیزل معصومیت سے
سمائل کرتے بولی۔

ہم!! بہرام اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہنکارا
بھرا۔ آپ نے مجھے پیسے ہی کب دیے تھے۔ جو میں گفٹ
لیتی۔ اتنے سے سر پر انز کو گفٹ ہی سمجھے۔ اور ہاں میں

نے بلیک ساڑھی پہنی ہے۔ یہ بھی سر پر اتڑ ہی سمجھے۔
ہیزل کچھ یاد آنے پر گھ پر گھورتے ہوئے بولی۔

اتنا پھیکا سر پر اتڑ۔۔۔ سے بور ہو رہا ہوں۔ چلو اس ڈے کو
سپیشل بناتے ہیں۔ بہرام بے باکی سے بولتے اسے اپنی
گود میں اٹھا گیا۔

یا اللہ خان۔۔۔ میں آپ کو گفٹ صبح دے دوں گی۔
ہیزل سپیشل ڈے کا سنتے بولی۔

نہیں میرا گفٹ تم ہی ہو۔ بہرام روم میں آتے بولا۔
نہیں خان۔۔ میں بیمار ہوں۔۔ ہیزل بہرام کی شدتوں کو
سوچتے بہانہ بناتے بولی۔ میں تمہاری بیماری ختم کر دوں
گا۔ بہرام اسے بیڈ پر نرمی سے پھینکتے بولا۔

آہہ۔۔ میری کمر توڑ دی۔ ہیزل اپنی کمر پر ہاتھ رکھتے
بولی۔ ایکٹنگ کی دوکان۔۔ تمہاری کمر میں سیدھی کرتا
ہوں۔ بہرام لائٹ اون کرتے بولا۔ آہہ خان۔۔ لائٹ
کیوں اون کی۔ کیونکہ میں اپنی خاناں کو ہر اینگل سے
دیکھنا چاہتا ہوں۔ بہرام ہیزل کی ساڑھی کا پلو اس کے
کندھے سے ہٹاتے بولا۔ ہیزل جی جان سے کانپ اُٹھی۔

خان میرال رورہی ہے۔ میں اُسے لیں آؤں۔ ہیزل
سیدھے ہو کر بیٹھی۔ باہر بہت ہے۔ میری بیٹی کو چپ
کروانے والے۔ اور تم بہانے بنانا بند کرو۔۔ بہرام اس
پر جھکتے بولا۔ میں پکا صبح آپ کو گفٹ دے دوں گی۔
ہیزل ڈبڈبی آنکھوں سے بولی۔

میرا گفٹ تم ہو۔ اور مجھے اپنا گفٹ بہت بے باک طریقے
سے لینا ہے۔ بہرام اس کے گلابی لبوں کو اپنے لبوں میں
قید کر گیا۔ ہیزل بہرام کے پہاڑ جیسے وجود کو خود سے
پیچھے کرنے لگی۔ جو سارا اس پر ہی ڈال گیا تھا۔ بہرام اس

کے لبوں کا جام رونٹک طریقے سے پی رہا تھا۔ ہیزل
اپنے بہرام کے رونٹک بھرے لمس پر سکون محسوس
کرتے خود کو ڈھیلا بہرام اسے کے لبوں سے نیچے گردن
پر آتے لو بائیٹ کے نشان بنانے لگا۔ ہیزل

سکتے ہوئے بہرام کی کمرے کے گرد ہاتھ باندھ گئی۔
بہرام ہیزل کے پور پور پر لب رکھتے اس کی مٹھی
سسکیوں دل میں اُتار رہا تھا۔ بہرام اسے بچوں کی طرح
گود میں اٹھاتے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔ خان۔۔ پلینز
یہاں نہیں۔۔ ہیزل بہرام کی آنکھوں میں دیکھتے بولی۔
میری جان۔۔ یہاں کیا ہے۔

بہرام ہیزل کو تھوڑا اور اوپر کرتے بولا۔

ہیزل کی ساڑھی مکمل توڑ پر الجھ گئی تھی۔ وہ اپنی تمام تر
رعنائیوں کے ساتھ بہرام کے سامنے تھی۔ بہرام اس
دھڑکنوں پر لب رکھے۔ ہیزل دھکڑتے دل کے ساتھ
بہرام کی پیشانی سے خود کی پیشانی ٹکا گئی۔ بہرام اسے با
کی سے چھوتے خود میں سمیٹتے جا رہا تھا۔ گزرتے وقت
کے ساتھ بہرام کی شدتوں میں اضافہ ہونے لگا۔ وہ ہر
نئے انداز سے چھوتے ہیزل کو تڑپا رہا تھا۔

ہیزل بہرام کی شدتوں سے نڈھال ہوتی اس کے سینے
میں چھپتی جا رہی تھی۔ بہرام کا ایک ہاتھ بے باکی سے
اوپر نیچے حرکت کر رہا تھا۔

بہرام کے جان لیوہ جنون کے ساتھ ہیزل سکون محسوس
کرتی بہرام کے گال پر کس کی۔ ایک لمحے کے لیے
بہرام نے ہیزل کو دیکھا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے اس
کے گال کو چوما۔ جو شرم سے لال ہو رہے تھے۔ بڑھتی
شدتوں کے ساتھ بہرام اس کی روح میں سرایت کرتے
ہر انداز اپنا رہا تھا۔ ہیزل اس کا ہر انداز برداشت کرتے
اس کی گردن میں چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔

باپنے خان کی شدتیں برداشت کر سکتی تھی۔ پروہ اپنے
خان کے آگئے کچھ نہیں بول سکتی تھی۔ دو گھنٹے ہونے
کو تھے۔ ہیزل تھک چکی تھی۔ پر بہرام آج اپنا سارا
ہیزل پر اُتار رہا تھا۔ خان۔۔۔ بس کریں۔ میری کمر درد
ہونے لگ گئی۔ ہیزل بہرام کے بالوں میں نرمی سے
انگلیاں چلاتے بولی۔

قربان جاؤں۔ ایسے پیار سے منع کرو گی۔ تو میں مزید
گستاخیاں کرنے پر اتر آؤں گا۔ بہرام اسے بیڈ پر لیں کر
بیٹھے بولا۔ ہیزل شرماتے ہوئے بہرام کی گردن میں چہرہ

چھپا گئی۔ بہرام قہقہہ لگاتے ہیزل کو خود سے پیچھے کر
گیا۔ آج کا سپیشل دن میں کبھی نہیں بھولنے والا۔ ویسے تم
اس ساڑھی میں بہت ہی قیامت خیز منظر پیش کر رہی
تھی۔

قسم سے دل کی دیواریں ہل گئی۔ بہرام پاس پڑی ساڑھی
کو دیکھ کر بے باکی سے بولا۔ بہت ہی بے شرم ہے
آپ۔۔ ہیزل بہرام کے کندھے پر مکامارتے بولی۔

جانتا ہوں میں۔۔ بہرام بیڈ پر سیدھا ہو کر لیٹا۔

ہیزل اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھی۔ اب سونے کا
فائدہ نہیں ہے۔ تہجد کی نماز پڑھے۔ ہیزل بول کر
باتھ روم میں گم ہوئی۔ بہرام مسکراتے ہوئے ڈریسنگ
روم میں بنے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

پندرہ منٹ بعد دونوں شاور لیں کر باہر نکلیں۔

ہیزل ڈوبٹہ لیے جائینماز بچھائے۔ تہجد کی نماز پڑھنا بھی
ضروری ہوتا ہے۔ ہیزل بہرام کے تھوڑا پیچھے کھڑے
ہوتے بولی۔ جانتا ہوں بیگم!! اب انشا اللہ دونوں مل کر

تہجد کی نماز پڑھا کریں گئے۔ بہرام ہیزل کے نظر آتے
بالوں کو ڈوبیٹے کے اندر کرتے بولا۔

ہیزل مسکراتے ہوئے نماز شروع کی۔ تھوڑی دیر
گزری۔ نماز ختم کرتے ہی۔ بہرام نے دعا مانگی۔ اور
چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہیزل کے اوپر پھونک ماری۔

خان۔۔ آپ نے دعا میں کیا مانگا ہے۔ وہ معصومیت پوچھ
بیٹھی۔ سے سکون۔۔۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھ گئی۔
جانتی ہو میرا سکون تم ہو۔۔ وہ اس کی خاموشی محسوس
کرتے بولا۔ وہ مسکرا دی۔ ایسے مت مسکراؤ۔۔ میری

دعائیں بڑھ جائے گی۔ وہ اس کی جان لیوہ مسکراہٹ
دیکھتے بولا۔۔۔

اُٹھ جائے خان۔۔۔ سب ناشتے پر ہمارا ویٹ کر رہے
ہے۔

ہیزل بہرام کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اُٹھانے کی کوشش
کر رہی تھی۔ صبح ہی تو فجر کے بعد سوئے تھے۔ بہرام
نے ہلکی سی آنکھیں کھول کر ہیزل کو دیکھا۔ جو کھڑی اپنا
ڈوبہ سیٹ کر رہی تھی۔

خان۔۔۔ آجائے گا۔ میں جارہی ہوں۔ ہیزل ابھی کہہ
کر پلٹی ہی تھی۔ بہرام اس کی کلائی پکڑے اپنی طرف
کھینچا۔ ہیزل اس اچانک ہوئی افتاد پر زور سے آنکھیں بند
کر گئی۔ بہرام اسے مکمل اپنے نیچے کیے ہوئے تھا۔ ہیزل
اس کے چورے وجود کے نیچے چھپی ہوئی تھی۔

چھوڑے مجھے خان۔۔ ہیزل بہرام کے سینے پر ہاتھ رکھتے
دور کرنے لگی۔۔

اچھی بیویاں۔۔۔ صبح صبح اپنے شوہر کو مار ننگ کس۔۔ کر
کے پیار سے اٹھاتی ہے۔ ایک ہماری والی ہے۔ جو صبح

اُٹھتے ہی ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوتی ہے۔ بہرام اس
کے گال پر لکیر کھینچتے بولا۔ اور جھک کر اس کی گردن کی
سکن کو اپنے دانتوں سے کھینچا۔ آہہ!! خان۔۔۔ ہیزل
درد سے کراہ اُٹھی۔ خان کی جان۔۔۔ تمہارے آہہ پر
قربان جاؤں۔ بہرام بے باکی سے بولتے اس کے لبوں پر
جھکا۔ ہیزل نے بہرام کو خود سے دور کرنے لگی۔ بہرام
اس کے دونوں ہاتھوں میں انگلیاں پھنسائے تکیے سے پن
کر گیا۔

وہ اس کے لبوں پر اس قدر جنون ڈھارہا تھا۔ ہیزل کو
سانس آنا بند ہوئی۔۔۔ بہرام اس کی بند سانسیں محسوس

کر تا پیچھے ہوا۔ ہیزل اکھڑتی سانسوں کے ساتھ بہرام کو
دیکھنے لگی۔ ابھی وہ رات والی شدتوں سے نڈھال ہوئی
پڑی تھی۔ جسم میں درد تھا۔ پر اس کے خان کو بس اپنی
ہی منمائیاں کرنی تھی۔ خان۔۔۔ پیچھے ہٹے۔۔ مجھے
جانے دیں۔۔ صبح صبح

ہی رومانس کا کیڑا جاگ گیا ہے۔ ہیزل ایک جھٹکے سے
ہی بہرام کو خود سے دور کرتے بولی۔ میری جان۔۔۔ اتنا
غصہ کیوں کر رہی ہو۔ ایک مار ننگ کس ہی توی ہے۔
بہرام اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے بولا۔

آجائے باہر۔۔ میں جارہی ہوں۔ اور ہاں اس بھیانک
مور لنگ کس کا شکر ہے۔۔ ہیزل اپنے لبوں کو ہاتھ
لگائے سسکی لیتے بولی۔

بہرام فور ایڈ سے اٹھ کر ہیزل کے قریب آیا۔ خان۔۔
پلیز اب نہیں۔۔ میں برداشت نہیں کر سکوں گی۔ ابھی
رات والی شدتوں سے میرا جسم درد کر رہا ہے۔ ہیزل نم
آواز سے بولی۔ بہرام نے مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی
پر لب رکھے۔

کچھ نہیں کر رہا۔۔ اپنی بیوی کے کمفرٹ کا خیال رکھنا آتا
ہے۔ میں تو صرف تمہارے ان گلاب جیسے لبوں کو دیکھنے
آیا تھا۔ بہرام بے باکی سے بولتے اس کے نچلے کو انگوٹھے
سے چھوا۔ نچلے لب دانتوں کے نشان دیکھتے بہرام کے
گلے میں گلی اُبھر کر معدوم ہوئی۔ بہرام تھوڑا سا نیچے
جھکتے ہیزل کے نچلے لب

کو نرمی سے چوما۔۔ میری جان۔۔۔ جاؤ تم۔۔ میں

شاوریں کر آتا ہوں۔۔ بہرام پیار سے اس کے بالوں
میں انگلیاں پھیرتے بولا۔ ہیزل اثبات میں سر ہلاتے

سپیڈ سے کمرے سے نکلی۔ بہرام اس کی سپیڈ دیکھتے
مسکرایا۔ اور واشروم کی طرف بڑھ گیا۔

ماما صدقے۔۔۔ ہیزل نیچے آئی۔ سب ہی لاؤنج میں بیٹھے
تھے۔ گھر کی بڑی عورتیں۔۔۔ ٹیبل پر ناشتہ لگانے میں
مصروف تھی۔ نامیشہ کی گود میں میرال کو بیٹھے دیکھ کر
اس کے پاس آئی۔ اور اسے اپنی گود میں اٹھا گئی۔ ماما
صدقے۔۔۔ میرہ نے مس کیا۔۔۔ اپنی ماما کو ہیزل اس
کے نرم نرم پھولے گال پر لب رکھتے بولی۔ میرال اپنی
ماما کے پیار پر خوشی سے اُچھلنے لگی۔ بہرام اپنی شرٹ کے
بٹن بند کر تا سیڑھیاں اترتے ہیزل کے پاس آیا۔

میرال بہرام کو دیکھتے خوش ہوتے ہیزل کے کندھوں پر
ہاتھ مارنے لگی۔ بابا۔۔ وہ چہکتے ہوئے بہرام کو بھولانے
لگی۔ میرال کے بابا کہنے پر سب میرال کو دیکھنے لگے۔
ماشا اللہ۔۔ میری پوتی کو نظر نا لگے۔ زرمینہ بیگم جو کچن
سے لاؤنج میں آئی تھی۔

میرال کے کان کے پیچھے ٹیکا لگاتے بولی۔ بہرام نے جھک
کر اپنی ننھی پری کے گال پر لب رکھے۔ اور میرال کے
ہاتھ پکڑے۔ جو اچھلتے ہوئے ہیزل کے کندھے پر
مارے جارہی تھی۔ نوبچہ۔۔۔ ماما کو اتنا سا بھی ٹیچ نہیں

کرنا۔۔ ورنہ بابا پیار کرنے کے ساتھ ڈانٹ بھی لگاتے
ہیں۔

خان۔۔ کیا ہو گیا ہے۔ میرہ ابھی نا سمجھ ہے۔ بہرام کے
ڈانٹ لفظ سنتے ہی زل ڈیٹنے والے انداز میں بولی۔ بہرام
نے آنکھیں سکیڑ کر ہیزل کو دیکھا۔ ہیلو۔۔ گڈ
مارنگ۔۔۔ کیسے ہے آپ سب۔۔ ضرغام۔۔ سب کو
دیکھتے بولا۔

اور جا کر دامیار کے پاس بیٹھا۔ یہ بہرام اتنا خوش کیوں
ہے۔ دامیار ضرغام کے کان کے پاس جھک کر بولا۔۔۔

لالا۔۔۔ بہرام لالانے رات کو برتھ ڈے سپیشل منایا
ہے۔ ضرغام زو معافی انداز میں بولتے بتا گیا۔

دامیار نے گھور کر دیکھا۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہو شرم کر۔۔۔
اب ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔ آپ نے پوچھا میں نے بتا
دیا۔۔

ہم!! شاہ میر کے ساتھ رہتے رہتے۔۔ اُسی کی زبان بولنے
لگے ہو۔ ہیلو اوری ون۔۔۔ عائدہ بلند آواز میں بولتے
دامیار کے بغل میں بیٹھی۔

عائلہ کے بیٹھنے پر دامیار اسے سردبریلی نگاہوں سے
دیکھا۔ ضرغام کو بھی عائلہ کا اس طرح بیٹھنا بالکل ناپسند
گزر رہا تھا۔

ضرغام اُٹھ کر ڈائینگ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔ دامیار بھی
اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس سے پہلے وہ آگئے بڑھتا۔ عائلہ اُس کا
ہاتھ پکڑ گئی تھی۔ دامیار نے غصے سے عائلہ کو دیکھا۔ اب
یہ حرکت کی ہے۔ آئندہ ایسی حرکت مت کرنا عائلہ
۔۔۔ ورنہ میرا ہاتھ اُٹھ جائے گا۔

دامیار غصے سے بول کر ہاتھ کھینچا۔ اور آگئے بڑھ گیا۔
عابیرہ جو سیڑھیوں کے پاس کھڑی دیکھ رہی تھی۔
دامیار کے جاتے ہی غصے سے عائلہ کی طرف بڑھی۔

دور رہو میرے دامیار سے۔۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی
نہیں۔۔ عابیرہ اس کے بالکل قریب کھڑی غصے سے
وارن کرتے بولی۔ دور میں نہیں۔۔ تم ہوگی ڈارلنگ۔۔
تمہاری الٹی گنتی شروع۔۔ دامیار کو تو میں تم سے چھین
کر ہی رہوں گی۔ اس کے لیے مجھے تمہیں راستے سے بھی
ہٹانا پڑا تو۔۔ مجھے کوئی افسوس نہیں ہو گا۔ عائلہ جو دامیار
کے جھٹکنے پر آگ بگولہ ہوئی کھڑی تھی۔ ایک دم سے

بھڑک اُٹھی۔۔۔ تمہاری تو میں۔۔۔ عابیرہ غصے سے اس
کے بال پکڑتی۔

رانیہ بیگم کی پکار پر اپنے ہاتھ کی مٹھی بنائے وہاں سے چلی
گئی۔۔

سب ڈائمنگ ٹیبل پر موجود تھے۔ صرف حاکم خان کے
علاوہ۔۔۔ حاکم خان کی طبیعت کا خیال کرتے اُن کو روم
میں ہی کھانا دیا جاتا تھا۔ شاہ میر۔۔۔ ٹرے میں ناشتہ
رکھتے اوپر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کا ارادہ زمل
کے ساتھ روم میں ناشتہ کرنے کا تھا۔

سب ناشتے میں مصروف تھے۔ دامیار نے بریڈ پر جیم
لگائے عابیرہ کی طرف بڑھایا۔۔ عابیرہ دامیار کے ہاتھ
سے بریڈ پکڑتے پلیٹ میں پہنچ گئی۔ ہاتھ دھو کر
آئے۔ عابیرہ سپاٹ چہرے کے ساتھ بولی۔ کیوں۔۔
میرے ہاتھ پر کیا لگا ہے۔ اچھے خاصے صاف تو ہے۔
دامیار اس کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھتے بولا۔ آپ
کے ہاتھ کو عائکہ نے چھوا۔ میں ان گندے ہاتھوں سے
کچھ نہیں لوں گی۔ عابیرہ دامیار کی طرف جھکتے بولی۔
دامیار کو اب سمجھ آیا۔ عابیرہ کا اس طرح ریکٹ کرنا۔

میری جان۔۔۔ ریلیکس ہو جاؤ۔۔۔ پھر تمہارے سر میں
درد ہونے لگے گا۔ دامیار فکر مندی سے بولا۔ ابھی آپ
ہاتھ نہیں دھو کر آئے میں ناشتہ بالکل نہیں کروں گی۔
عابیرہ دھمکی آمیز لہجے میں بولی۔ جارہا ہوں۔۔۔ میری
سنگی و ہمن بیوی۔۔۔

دامیار فوراً اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔ جلدی سے ہاتھ
واش کرتے عابیرہ کے برابر بیٹھا۔ یہ لیں۔۔۔ اب لگا کر
دیں جیم۔۔۔ عابیرہ مسکراتے ہوئے بریڈ کا سلائس
دامیار کے ہاتھ میں رکھ گئی۔۔۔ دامیار مسکراتے ہوئے

جیم لگانے لگا۔ دور رہا کرو عائلہ سے لالا۔۔۔ ورنہ میری
بہن آپ کو کسی کام کا نہیں چھوڑے گی۔

ضرغام جو کب سے ان کی نوک جھوک سُن رہا تھا۔ آخر
کار بول پڑا۔

تم اپنے کام سے کام رکھو۔۔ اپنی والی کو دیکھو۔۔ دامیار
گھورتے بولا۔۔

ہم!! الحمد للہ۔۔۔ میرا دھیان ہی اپنی والی پر ہی ہوتا
ہے۔ ضرغام سامنے بیٹھی نائیکیشہ کو آنکھ و نک کرتے
بولا۔ نائیشہ جو ضرغام کو دیکھ رہی تھی۔

ضرغام کی اس حرکت پر شرم سے نظریں جھکا گئی۔۔ شاہ
میر روم میں داخل ہوا۔ زمل بیڈ پر بیٹھی داخل ہوا۔ پیڈ
ارزان کو فیڈ کروا رہی تھی۔

شاہ میر مسکراتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔

ٹرے بیڈ پر رکھتے اس کے قریب بیٹھا۔ زمل نے شاہ میر
کو اپنے قریب بیٹھتے دیکھ فوراً سائیڈ سے ڈوبٹہ پکڑے
ارزان کے اوپر اور اپنے اوپر کر گئی۔ زمل کا یوں خود کو
چھپانا شاہ میر کو غصہ دلا گیا۔

میرا بچہ۔۔۔ کس سے چھپا رہی ہو۔ میں نے سب دیکھا ہوا
ہے۔ شاہ میر غصے سے بولتے ڈوبٹہ کھینچتے دور اُچھالا۔
زمل تمام تر کھلی رعنائیوں شاہ میر کے سامنے بیٹھی تھی۔
ارزان کو سوئے دیکھ کر زمل اللہ کا شکر ادا کرتے اپنی
فراک سہی کی۔

شاہ میر زمل کی حالت دیکھ کر قہقہہ لگانے کا دل کر رہا تھا۔
پر وہ ضبط کیسے بیٹھا تھا۔ وہ پہلے ہی ناراض تھی۔ شاہ میر
اسے اور ناراض نہیں کر سکتا تھا۔ میر کی جان۔۔۔ کچھ تو
بولو۔ کب تک خاموش بیٹھی رہو گی۔ میر مجھے آپ سے
کوئی بات نہیں کرنی۔ زمل ارزان کو سائیڈ پر لیٹاتے تکیے
سیٹ کیسے کمبل اوڑھتے بولی۔

میر اچھے۔۔۔ اب اس میں میری کیا غلطی ہے۔ تمہارے
اس چہیتے بھائی نے بتانے کے لیے منع کیا تھا۔ شاہ میر
ازہان پاشا کو دل میں ہی گالیاں دیتے بولا۔ اگر بھائی نے
منع کیا تھا۔ آپ تو مجھے بتا سکتے تھے۔ اگر میں آپ کی اور

بھائی کی باتیں ناستی۔۔ مجھے پتہ ہی نہیں چلتا میرے
بابا۔۔ ہو اسپتال میں ایڈمٹ ہے۔ زلزلہ پُرسوز ہچکی لیتے
بولی۔

شاہ میر اس کے ہچکی لینے پر تڑپ اٹھا۔ میں ایک دفعہ
اپنے بابا کو دیکھ ہی لیتی۔ بابا کو ٹیو مر ہے۔ یہ سوچتے میرا
دل پھٹ رہا ہے۔ ایک دفعہ مجھے میرے بابا سے ملوادیے
صرف زلزلہ بچوں کی طرح روتے شاہ میر کے سینے سے
لگی۔ ایم سوری میرا بچہ۔۔ ایم سوری۔۔ مجھے بتانا چاہیے
تھا۔ تمہارے سگے بابا تھے۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ تمہاری

طبیعت کا خیال کرتے نہیں بتایا تھا۔ اپنے میر کو معاف کر
دو۔

شاہ میر اسے اپنے سینے میں بو نچھے بول رہا تھا۔ میں بالکل
معاف نہیں کروں گی۔ مجھے میرے بابا سے دور کیا۔ بھائی
بابا کو لندن میں گئے۔ مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھا۔ کیا
میں اُن کی بیٹی نہیں۔۔۔ زمل شاہ میر کے سینے سے لگی۔
شکوے کر رہی تھی۔ زمل کے بہتے آنسو۔۔

شاہ میر کو اپنے دل پر گرتے ہوئے محسوس ہو رہے
تھے۔ کل رات سے ہی وہ بے قابو ہوتے رونے لگتی

تھی۔ میر کی جان۔۔۔ از بان اُن کے علاج کے لیے ہی
لندن لیں کر گیا ہے۔ سلطان پاشا۔۔۔ نے ہی تمہیں
بتانے سے روکا تھا۔ اسی ڈر سے۔۔ دیکھو تم تم نے کل
سے اپنی کیا حالت بنالی ہے۔ شاہ میر ز مل کی کمر میں ہاتھ
ڈالتے بچوں کی طرح گود میں بیٹھا گیا۔ ز مل یہاں
دیکھو۔۔ میری طرف۔۔۔ شاہ میر اس کا چہرہ اپنے
ہاتھوں میں بھرتے پیار سے بولا۔ نہیں مجھے نہیں
دیکھنا۔۔ ز مل اس کی گود سے اٹھنے کی کوشش کرتے
بولی۔

میرا بچہ۔۔۔ میری طرف دیکھو۔۔۔ رونے سے کچھ نہیں
ہوگا۔ تمہارے بابا کو صرف دعاؤں کی ضرورت ہے۔
شاہ میر اس کا چہرہ اُپر اُٹھائے بولا۔ مجھے بابا کو دیکھنا ہے۔
پلیز ایک دفعہ میری بابا سے بات کروادیں۔ زل روتے
ہوئے التجا کرنے لگی۔

ایک شرط پر بات کرواؤں گا۔ پہلے ناشتہ کرو۔۔۔

شاہ میر اس کے آنسو صاف کرتے بولا۔ ٹھیک ہے۔۔
ناشتے کے بعد میری بابا سے بات کروانی ہے۔ زل بچوں
کی طرح انگلی دکھاتے ہوئے بولا۔ چلو

آؤ فیس دلو اکر لاؤں۔

شاہ میر اسے ایسے ہی گود میں اٹھائے با تھروم

کی طرف بڑھا۔

دومنٹ بارز مل کو اٹھاتے باہر لایا۔

اور بیڈ پر بیٹھاتے ناشتے کی ٹرے سامنے کی۔ اور بریڈ پر
جیم لگا کر اپنے ہی ہاتھوں سے زمل کو کھلانے لگا۔ زمل
ہچکیوں لیتے چھوٹی چھوٹی بائٹ لیے کھانے لگی۔

شاہ میر جو س کا گلاس لبوں سے لگایا۔ جو اس نے با مشکل
تین چار گھونٹ لینے کے بعد پینے سے منع کر دیا۔ اور شاہ
میر کا موبائل اٹھائے اس کی طرف بڑھایا۔ اپنا موبائل تو
رات کو غصے سے توڑ چکی تھی۔ شاہ میر بیک نظر اپنی
دشمن جاں روتی بیوی پر ڈالتے ازہان کا نمبر ڈائل کرنے
لگا۔

ایک دو مس کال کے بعد ازبان نے کال پک کی۔ اسلام و
علیکم! ازبان کی آواز سنتے زمل شاہ میر کے ہاتھ سے
موبائل لیتی کان کو لگا گئی۔ بھائی بابا کیسے ہے۔ مجھ سے
جھوٹ بولا۔ کے آپ میٹینگ کے لیے جارہے ہیں۔ پر
آپ۔۔ زمل کہتے کہتے زور و قطار رونے لگی۔

زمل میری گڑیا۔۔ ایم سوری۔۔ بابا نے مجھے

منع کیا تھا۔ بابا ٹھیک ہے۔ میری گڑیا رونا بند کرو۔ ازبان
زمل کو تسلی دیتے بولا۔ بھائی میری بابا سے بات کرو
دیں۔

زل نم آواز سے بولی۔ دوسری طرف ازبان

خاموش ہوا۔ بھائی آپ سُن رہے ہے۔

میری گڑیا۔۔ بابا سوئے ہے۔ جب اُٹھتے ہے۔ میں اپنی
گڑیا کی ضروریات کرواؤ گا۔ ازبان سامنے مشینوں سے
جکڑے سلطان پاشا کو دیکھتے نم آواز سے بولا۔

وہ زل کو ابھی کچھ نہیں بتا سکتا تھا۔

زل۔۔۔ میری شاہ میر سے بات کرواؤ۔ ازہان مزید
زل سے بات کرتا تو زل نے اس کی نم آواز کو پہچان لینا
تھا۔ زل نے کچھ کہے بنا شاہ میر کی طرف موبائل بڑھا
دیا۔ شاہ میر موبائل پکڑے کان کو لگایا۔ ازبان کیسی
طبیعت ہے سلطان پاشا کی۔۔۔ شاہ میر بیڈ سے اٹھتے
کھڑکی کے پاس آیا۔ دوسری طرف ازہان بلند آواز
سے رونے لگا۔ شاہ میر اس کی رونے کی آواز سنتے پریشان
ہوا۔ ازبان۔۔۔ زل کو ایک نظر دیکھتے ٹیرس کی طرف
بڑھ گیا۔ ازہان۔۔۔ یارر کیا ہوا۔ شاہ میر آج پہلی دفعہ
اسے روتے دیکھ رہا تھا۔

شاہ میر بھائی۔۔ ازہان کے منہ سے پہلی دفعہ بھائی لفظ
سننے دل کے کہی کو نے میں آج پہلی دفعہ سکون اُترا تھا۔
ازبان کیا ہوا ہے۔ سلطان پاشا تو ٹھیک ہے۔

شاہ میر نرم لہجے میں فکر مندی سے بولا۔

نہیں ٹھیک بابا۔۔ ڈاکٹر نے جواب دیں دیا ہے۔

میں بابا کو واپس لیں کر آرہا ہوں۔

کینسر پورے جسم میں پھیل گیا ہے۔

ازبان کہی اور چلا جا۔۔ کوئی تو علاج ہو گا۔ ڈاکٹرز نے کہاں ہے۔ اگر ہم نے اپریٹ کر بھی دیا۔ ان کی جان مزید خطرہ ہو سکتا ہے۔ کینسر پورے جسم میں پھیل گیا ہے۔ اپریٹ سے بھی ان کی جان جاسکتی ہے۔

میں بابا کو پاکستان واپس لیں کر آرہا ہوں۔ ازبان روتے ہوئے شاہ میر کو بتا رہا تھا۔ ٹھیک ہے۔ تو آ جا۔۔ میں ہاشم لالا سے بات کرتا ہوں۔ اللہ بہتر کرے گا۔ تو پریشان مت ہو۔ شاہ میر کہہ کر کال بند کر گیا۔

شاہ میر جیسے ہی پلٹا زل کو ٹیرس کے دروازے پر کھڑا
دیکھ کر پریشان ہوا۔

میر۔۔ زل بھاگتے ہوئے شاہ میر کے سینے سے آگئی۔ شاہ
میر مزید پریشان ہوا۔ اگر زل نے سُن لیا۔ آگئے کا
سوچتے ہی شاہ میر کا دل جیسے بند ہوا تھا۔ اتنا تو وہ جانتا تھا۔
زل اپنے بابا کو لیں کر کتنا پوزیسیو ہے۔ پہلے دن والی
ملاقات یاد آئی تھی۔ سلطان پاشا کا زل کے لبوں پر کس
کرنا یاد آیا تھا۔ اپنی بیٹی پر جان دیتے تھے۔ وہ اُس دن ہی
سمجھ گیا تھا۔ کیا ہوا میر۔۔۔ کی جان۔۔ شاہ میر اسے اپنی
گود میں اٹھا گیا۔ زل کی ٹانگیں شاہ میر کی کمر کے گرد

لپٹی ہوئی تھی۔ وہ بالکل کسی نازک بے جان مورتی کی
طرح اس کے سینے سے لگی تھی۔ شاہ میر کو پریشانی ہونے
لگی۔ میر ابچہ کیا ہوا۔ شاہ میر اس کی کمر سہلاتے پیار سے

بولا۔ میر۔۔ ازہان۔۔ بھائی آپ سے کیا بات کر رہے
تھے۔ زل اس کی گردن میں چہرہ چھپائے بولی۔ شاہ میر
نے گہرا سانس لیا۔ اسے لگا تھا۔ زل نے سب سُن لیا
ہے۔ پر زل کا اس طرح پوچھنا اس کی پریشانی کم کر گیا۔
کچھ نہیں میر کی جان۔۔ ازہان پاکستان واپس آرہا ہے۔
کیا واقعے میں۔۔ زل فوراً خوش ہوتے بولی۔

بابا بھی ساتھ آئے گئے۔ جی میری جان۔۔ آپ کے بابا
بھی ساتھ آئے گئے۔ شاہ میرا اس کو خوش ہوتے دیکھ خود
کی آنکھیں نم ہوئی۔ زمل کو صرف اتنا ہی بتا سکتا تھا۔ میر
کی جان۔۔ شاہ میرا اس کے گال پر لب رکھے بولا۔

جی۔۔ زمل اپنے آنسو صاف کرتے مسکراتے ہوئے
بولی۔

میرا بچہ بڑا کب ہو گا۔ اب تو ماما والی ہو گئی ہے۔ جب
آپ میرا بچہ۔۔ میرا بچہ کہنا چھوڑ دیں گئے۔ زمل جواب
میں فوراً بولی۔۔

ہرگز نہیں۔۔ تم میرے لیے ہمیشہ میرا بچہ ہی رہو گی۔

زللہ شرماتے ہوئے شاہ میر کی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔
شاہ میر اسے لیے روم میں داخل ہوا۔ صوفے پر لیں کر
بیٹھا۔

بیڈ پر نواب زیادہ اپنی ٹانگیں پھیلائے سو رہا تھا۔ شاہ میر
اسے ایسے ہی اپنے سینے سے لگائے کافی دیر بیٹھا رہا۔ بار
بار ذہن سلطان پاشا کی طرف جارہا تھا۔ زللہ کو وہ بھی کچھ
نہیں بتا سکتا تھا۔ زللہ شاہ میر کی گود میں مزید آگئے
ہوتے بیٹھی۔ شاہ میر کے تومانو پورے بدن کپکپی طاری

ہوئی۔ زل اس کے احساس حصے پر بیٹھی۔۔ شاہ میر کے
پورے تن بدن میں جیسے آگ بڑھا گئی ہو۔

شاہ میر اس کا چہرہ اپنے سامنے کرتے اس کے لبوں پر
جھک گیا۔

شاہ میر اس قدر جنونی ہو رہا تھا۔ زل بنا کوئی مزاحمت کی
شاہ میر کی گردن میں باہیں حائل کر گئی۔ شاہ میر اس کی
کمر کو سائیڈ مٹھیوں میں دبوچے۔ اس کی سانسیں پی رہا
تھا۔۔۔۔۔

نیند سے بھری آنکھیں بامشکل کھولنے کی کوشش کر
رہی تھی۔ ساری رات وہ سلطان پاشا کو یاد کرتے روتی
رہی۔

اور صبح شاہ میر کی بے جان شدتوں کو برداشت کرتے
کب اس کی آنکھ لگی۔ یہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ زل
نے اپنی نیند سے بھری آنکھیں کھولے سامنے کلاک
وال کی طرف دیکھا۔ جہاں دوپہر کے دو بج رہے تھے۔

ٹائم دیکھنے کے بعد زمل نے پورے کمرے میں نظریں
دوڑائی۔ شاہ میر اور ارزان کہی نظر نا آئے۔ زمل بیڈ سے
ڈوبٹہ پکڑے کھڑکی کے پاس آئی۔ اپنے بابا کا سوچتے
چہرے پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔ شاہ میر نے بتایا تھا۔
کہ ازہان بھائی بابا کو لیں کر پاکستان آرہے ہے۔ زمل
کے چہرے کی مسکراہٹ بتا رہی تھی۔ کہ وہ کتنا خوش
ہے۔ بالوں کا میسی جوڑا بنائے با تھر روم میں گم ہوئی۔ پندرہ
منٹ بعد شاور لیے باہر آئی۔ اور ڈریسنگ روم میں داخل
ہوئی۔

الماری سے ایک سادہ سی نیوی بلیو کلر کی پٹھانی

فراک لیتے دیکھنے لگی۔ یہ کچھ دن پہلے شاہ میر

اس کے لیے لیں کر آیا تھا۔ گلے اور بازوؤں پر

ہلکا ہلکا مرر کا کام ہوا تھا۔ یہاں کے رواج کے مطابق بہت کم ہی اس طرح کے لباس پہنتے تھے۔ زیادہ تر ٹرؤازر شرٹ، اور فراک ہی پہنتے تھے۔ حویلی کا کوئی بھی مرد روک ٹوک نہیں کرتا تھا۔ زیادہ تر شہری کلچر ہی اپنایا جاتا تھا اس حویلی میں۔۔۔ صرف خان لوگ اپنی عورت کو لیں کر

بہت ہی پوزیسیو تھے۔ یہ فراک اس پر بہت ہی بیچ رہا
تھا۔ زل اپنے بالوں کو برش کیسے پیچھے پشت پر گرائے۔

آنکھوں میں بھر بھر کا جل لگائے ایک دفعہ پھر اپنے
عکس کو مرر میں دیکھ گئی۔

ہمارا میر تو پاگل ہو جائے گا۔ ہمیں یہ لباس میں دیکھ کر۔
زل خود سے بولتے دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔
زل سائیڈ سے اپنی سمپل وائٹ کلر کی سلیپر اٹھائے پہنی
اور باہر نکل گئی۔

باہر نکلتے ہی سب سے پہلی نظر بیڈ پر گئی۔ جہاں شاہ میر
ارزان کو گود میں لیے بیٹھا تھا۔

آگئے بہت سی چیزیں پھیلائی تھی۔ چیزوں سے دیکھ کر
لگتا تھا۔ شاہ میر ارزان کو گھومنے لیں کر گیا تھا۔ شاہ میر
کی نظر جیسے ہی سامنے کھڑی اپنی محبوبہ پر پڑی۔ تو پلٹنا ہی
بھول گئی۔ شاہ میر نے اوپر سے نیچے تک اسے حیران
نظروں سے دیکھا۔ وہ شاک تھا۔ کے آج اس کی زل
نے اس کا لایا ہوا ڈریس پہن ہی لیا۔ وہ تو اس فراق میں
پٹھانوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئی تھی۔ وہ اس قدر حسین لگ
رہی تھی۔ شاہ میر تو اپنی نظریں ہٹانا بھول گیا تھا۔

زل سرخ چہرے کے ساتھ کھڑی زمین کو گھور رہی
تھی۔ شاہ میر کی نظریں اس کے پسینے چھڑوا رہی تھی۔
زل نے جیسے ہی اپنی پلکیں اٹھاتے شاہ میر کو دیکھا۔ شاہ
میر اس کی حسین کاجل سے بھری آنکھیں دیکھتے بے
ساختہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ بیٹھا شاہ میر کے اس طرح
ہاتھ رکھنے پر زل کی بے ساختہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ بیٹھا
کھکار گونجی کمرے میں۔

شاہ میر ارزان کے گال چومتے اسے تکیوں کے سہارے
بیڈ پر بیٹھاتے زل کی طرف بڑھا۔

دھیرے دھیرے قدم بڑھاتا اس کے قریب آیا۔ زل
مسکراتے ہوئے شاہ میر کو دیکھا۔ شاہ میر اس کے قریب
جاتے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے خود کے ساتھ بے باکی
سے لپٹا گیا۔

میر کی جان۔۔۔ اس ڈریس میں بہت خوبصورت لگ
رہی ہو۔ اتنی خوبصورت کے میں لفظوں میں بھی بیان
نہیں کر سکتا۔ شاہ میر اس کی گردن میں چہرہ چھپائے بہکے
بہکے انداز میں بولا۔

مجھے پتہ ہے بہت خوبصورت لگ رہی ہوں۔

زمل شرارتی انداز میں بولی۔

میں بتاتا ہوں۔۔ میرا بچہ کتنا پیارا لگ رہا ہے۔ میں بچہ
نہیں ہوں۔ زمل شاہ میر کو پیچھے کرتے بولی۔ نہیں۔۔ تم
میرے لیے میرا بچہ ہو۔ شاہ میر اس کے دل کے مقام پر
لب رکھے بولا۔ زمل سرخ چہرے کے ساتھ بیڈ پر بیٹھے
ارزان کو دیکھ گئی۔ جو اپنے کھلونوں سے

کھیلنے میں مصروف تھا۔

شاہ میر اسے پیچھے دیوار کے ساتھ لگائے اس کے ہاتھوں
کو اپنے ہاتھوں میں لیے پن کر گیا۔

جس پر اس نے سختی سے اپنی آنکھیں بند کر لی۔

چہرہ مزید دھک کر انار ہوا۔

میر پلینز۔۔۔ میں نے ابھی شاور لیا ہے۔ زل بند آنکھیں
کرتے ہی بولی۔ میر کی جان پھر لیں لینا۔ شاہ میر اس کے
لبوں پر جھکتے اس کے گھبراتے وجود کو خود میں سمیٹ

گیا۔ شاہ میر اس کے لبوں سے لیٹے شدت سے چوم رہا
تھا۔ کبھی وہ اس کے اوپر والے لب کو کبھی نیچے والے
لب کو شدت سے سک کر رہا تھا۔ زل با مشکل اپنے
پیروں پر کھڑی تھی۔

وہ اتنے جنون بھرے انداز میں

اس کی سانسیں پی رہا تھا۔

وہ اسے اوپر سے نیچے پورے حق سے چومنے لگا۔

فراک کے اوپر سے اپنے لبوں سے ہی اُس کی جان نکال
رہا تھا۔

زمل شاہ میر کے پاؤں کے اوپر پاؤں رکھتے شدت اس کی
گردن پر دانت گھاڑے۔ شاہ میر اس کے بے زروار پر
غصے سے دیکھنے لگا۔ میر کی جان۔۔ یہ کیا حرکت ہے۔ شاہ
میر اپنی گردن پر ہاتھ رکھتے بولا۔ صبح والے رومانس سے
میرا جسم درد کر رہا اور آپ اوپر سے اور بے قابو ہو رہے
ہیں۔ زمل گھورتے ہوئے بولی۔ جب ایسی اداؤں سے
اور اپنا یہ شعلہ جواں ٹھاٹھے مارتا وجود میرے سامنے

لیں کر آؤ گی تو میں بے قابو ہی ہوں گا۔ شاہ میر اس کے
گال پر لب رکھے بولا۔

ارزان کے رونے کی آواز سنتے شاہ میر زل سے دور ہوا۔
زل بھاگتے ہوئے اپنے بیٹے کی طرف بیٹھنے کی وجہ سے وہ
تھک گیا تھا۔ اسی لیے رونا شروع کر دیا۔ زل اسے
اُٹھاتے اپنے سینے سے لگا گئی۔ ارزان اپنے ماما کے سینے
سے لگتے چپ ہو گیا۔ شاہ میر ارزان کی پیشانی پر لب
رکھے موبائل میں مصروف ہوا۔ اپنی کیفیت کو دیکھتے
ماہی دھبے قدموں سے بیڈ سے اُٹھتے امان کی طرف

بڑھی۔ جو اٹھ گیا تھا۔ کاوش صبح ہی یونی کے لیے نکل گیا
تھا۔

ماہی بخار میں تپتے وجود کے ساتھ خود کو گھسیٹتے امان کی
طرف بڑھتے اسے اپنی گود میں لیتے بیڈ کے کنارے پر
بیٹھ گئی۔ بدلتے موسم کی وجہ سے ٹھنڈ لگ گئی تھی۔
کاوش کے جانے کے بعد اس نے شاور لیں لیا۔

اب مزید بخار تیز ہو گیا تھا۔

امان کو روتے دیکھ کر فیڈ کروانے لگی۔ کاوش کے

آنے میں ابھی کافی ٹائم تھا۔

امان تھوڑی دیر میں پھر سے سو گیا تھا۔ امان کے گال پر
کس کرتے بیڈ پر لیٹاتے کچن میں جانے لگی۔ ہلکا پھلکا اپنے
لیے کچھ بنانے۔ شاید کچھ کھانے سے طبیعت بہتر ہو
جائے۔ ماہی کمرے سے نکلتے کچن میں داخل ہوئی۔ چائے
کے لیے چولہے پر باؤل ڈالتے پانی رکھا۔ پتی وغیرہ ڈال
کر ابال کے لیے چھوڑ دیا۔ ابال آتے ہی دودھ ڈالا۔
اور ایک دو مزید ابال کے بعد چائے کو کپ میں چھان کر
ڈالا۔

اور کیبن سے بسکٹ کر پیکٹ پکڑے کچن سے باہر نکلی۔
دروازے پر ہونے والی دستک سُن کر ٹائم دیکھا۔ جہاں
شام کے پانچ بج رہے تھے۔ کاوش کے آنے میں ٹائم تھا۔
اس وقت کون ہے۔ ماہی چائے کا کپ سائیڈ پر رکھتے
دروازہ کھولنے کے لیے آگئے بھری۔ کھڑی کے قریب
دو آدمیوں کے سائے دیکھتے ماہی وہی رک گئی۔ چہرے پر
گھبراہٹ کے ساتھ پینے کے قطرے نمودار ہوئے۔

دروازے پر پھر سے دستک ہوئی۔ اس دفعہ دستک دل
دہلا دینے والی تھی۔ ماہی خوف سے اپنی جگہ سے دو قدم
پیچھے کوڑھلگائی۔ یا اللہ۔۔۔

یہ لوگ کون ہے۔ یہاں کیا لینے آئے ہے۔ ماہی
گھبراتے ہوئے بولی۔

دروازہ کھولو۔ اگر تم نے دروازہ نہیں کھولا۔ ہم دروازہ
توڑ کر اندر آجائے گئے۔ ایک آدمی پاؤں کی ضربیں
لگائے بھاری مردانہ آواز میں بولا۔ ماہی تھر تھر کانپتے
وجود کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف بڑھتے اندر سے

لاک کر گئی۔ امان شور کی آواز سنتے اٹھ بیٹھا تھا۔ ماہی بہتے
آنسوؤں کے ساتھ امان کی طرف بڑھتے اپنے سینے سے
لگا گئی۔ اپنا موبائل اٹھائے کاوش کو کال ملانے لگی۔ کاوش
کا نمبر پاور آف جا رہا تھا۔ ماہی غصے سے موبائل زمین پر
پیچ گئی۔ کاوش کہاں ہے آپ۔۔ شاید وہ لوگ دروازہ توڑ
کر اندر آچکے تھے۔

یا اللہ۔۔۔ میں کیا کروں۔۔ ماہی پھر سے موبائل اٹھاتے
کاوش کو کال ملانے لگی۔ پلینز کال اٹھائے۔۔ ورنہ آپ کی
ماہی اپنی عزت گنوا بیٹھے گی۔ ماہی روتے ہوئے چیخ کر
بولی۔

شرافت سے باہر نکل آؤ بی بی۔۔ ورنہ ہم نے ڈھونڈا تیرا
بہت برا حال کریں گئے۔ ماہی دیوار کے ساتھ لگی تھر تھر
کانپنے لگی۔ امان کے رونے کی آواز باہر تک جا رہی تھی۔
نہیں آؤں گی۔ کون ہو تم کیا چاہتے ہو۔ ماہی اندر سے ہی
بلند آواز میں چیخی بی بی!! تیرا شوہراچھے سے جانتا ہے۔
شرافت سے باہر آ جا ورنہ میں اندر آ جاؤں گا۔

اُس آدمی نے ایک زوردار ٹانگ دروازے پر ماری۔
دروازہ پٹ سے کھل گیا۔ ماہی چیختے ہوئے دیوار میں
سمائی۔ چل یہاں سے۔۔ وہ آدمی ماہی کو بالوں سے گھسیٹتے

باہر لایا۔ امان ڈر سے اور اونچی رونے لگا۔ چھوڑو مجھے گھٹیا
انسان۔۔۔ کہاں لیں کر جا رہے ہو۔ چھوڑو میرے
بال۔۔۔ ورنہ کاوش تمہاری جان لے لیں گا۔ ماہی
چکراتے وجود کے ساتھ بلک کے بل چلائی۔ دوسرا آدمی
ماہی کی گال پر تھپڑ جڑ گیا۔ ماہی منہ کے بل فرش پر
گری۔ امان کا سر زمین پر لگتے لگتے بچا۔ ماہی امان کو سینے
سے لگائے پیچھے کھسکنے لگی۔

کمینے باس نے اسے مارنے سے منع کیا تھا۔ تو نے سیدھا
تھپڑ مار دیا۔ دیکھ پھولوں سے نازک لگتی ہے۔ اس لیے
اس کا شوہر سنبھال سنبھال کر رکھتا ہے۔ ایک آدمی قہقہہ

لگاتے بولا۔ بوس نے بس ڈارنے کے لیے بھیجا ہے۔ آخر
کار بوس کا اس کبوتری پر دل آگیا ہے۔

دیکھ شیدے کتنی پیاری ہے۔ ایک آدمی ماہی کے قریب
بیٹھتے بولا۔ ماہی ڈرتے ڈرتے پیچھے کو ہوئی۔ بہت ہی
خوبصورت ہو۔ وہ آدمی حوس والی نظروں سے دیکھتے
امان کو ماہی سے کھینچ لیا۔ چھوڑو میرے بیٹے کو۔۔ میرا بچہ
مجھے واپس دو۔۔ ماہی اپنے سے باہر ہوتے چیخ پڑی۔ امان
اپنی ماما کو دیکھتے اور زور سے رونے آواز نیچے۔۔ ورنہ
تیری جان لینے میں دیر نہیں لگائے گئے۔ وہ آدمی ماہی
کے ارد گرد گھومتے بولا۔

ماہی خود میں سمٹتے امان کو روتے دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر
رودی۔۔

کاوش پلیز آجائے۔ ورنہ میں خود کو نہیں بچا پاؤں گی۔
ماہی سہی نگاہوں سے دیکھتے دروازے پر نظریں جما گئی۔
پلیز میرے بیٹے کو مجھے دے دو۔ ماہی تڑپتے ہوئے بولی۔

بیٹا مانگ رہی ہے۔ گاڑی میں ڈالو اسے۔۔ بوس تک پہنچانا
ہے۔ ایک آدمی ماہی کو کلائی سے پکڑے بولا۔ نہیں۔۔
نہیں۔۔ میں کہی نہیں جاؤں گی۔ مجھے میرا بیٹا واپس

دو۔۔ چپ آواز نا آئے، ورنہ یہ ساری کی ساری گولیاں
تیرے بیچے میں اُتار دوں گا۔ وہ آدمی ماہی کے سر پر
پسٹل رکھتے بولا۔ امان مسلسل اپنی ماما کو دیکھتے روئے جا رہا
تھا۔ رورو کر اُس کی آواز بھی بیٹھ گئی تھی۔ ماہی چکراتے
وجود کے ساتھ سر کو تھام گئی۔ وہ آدمی ماہی کو گھسیٹتے سیٹے
باہر لیں آیا۔ دوسرا آدمی امان کو وہی چھوڑے باہر نکل
آیا۔

باہر گیٹ پر زخمی حالت میں کھڑا بے بس ہوئے دیکھ رہا
رہا تھا۔ ماہی پہنتے چیتے چلاتے خود کو کو چھڑوانے کی کو
کوشش کر رہی تھی۔ امان کو سوچتے اس کی سانسیں مد

ہم ہو رہی تھی۔ ماہی کو گاڑی میں ڈالتے وہاں سے نکل
گئے۔ کاوش کی گاڑی اپنے فلیٹ کے باہر روکی۔ دو
گاڑیوں کو اپنے فلیٹ سے نکلتے پاگلوں کی طرح گاڑی سے
نکلتے اندر کی طرف بڑھا۔

کاوش بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ گانڈ کو ایک سائیڈ

پر کھڑے دیکھ کر کاوش غصے بھری نظر ڈالتا اندر بڑھا۔
امان کی رونے کی آواز سننا دیوانہ وار بھاگتے لاؤنج میں
آیا۔ اندر کا منظر دیکھ کر کاوش ساکت ہوا۔ قدم جیسے

زمین کے ساتھ چپک گئے ہو۔ چیزیں بکھری ہوئی تھی۔
امان فرش پر بیٹھا زور و قطار رو رہا تھا۔

کاوش کو لگا وہ اب سانس نہیں لیں پائے گا۔ جس بات کا
ڈر تھا۔ آج وہی ہوا۔ اس کی ماہی کو لیں گئے۔ کاوش اپنا
سینا مسلتے دھبے قدموں سے امان کی طرف بڑھتے اسے
اٹھاتے اپنے سینے سے لگا گیا۔ بس میرا بچہ۔۔۔ میں آگیا
ہوں نا۔ تمہاری ماما کو کچھ نہیں ہو گا۔ کچھ نہیں ہو گا میری
شہزادی کو۔۔۔ میں اُسے کہی سے بھی ڈھونڈ لاؤں۔

وہ امان کا چہرہ جا بجا چومتے بولی جا رہا تھا۔ ایسے لگ رہا تھا۔
جیسے وہ خود سو تسلی دیں رہا ہو۔ امان روتے ہوئے انگلی
سے باہر کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ نہ چھوٹا سا بچہ اپنے بابا
کو ماہی کا بتا رہا تھا۔ کاوش کیسے نا سمجھتا۔ کاوش امان کا ہاتھ
پکڑے چوم گیا۔ میرا ننھا سا امان۔۔۔ میں لیں کر آؤں
گا۔ گا آپ کی ممی کو۔۔۔ میرا شہزادہ۔۔۔ چپ ہو
جا۔۔۔ امان کو ہونکوں سے روتے دیکھ کر کاوش اسے
اپنے سینے میں بونچ گیا۔ وہ ننھا سا شہزادہ ڈر گیا تھا۔ کاوش
بیڈ روم کی طرف بڑھتے دروازہ کھولے

اندر داخل ہوا۔ بیڈ سے امان کافیڈر پکڑے

اس کے منہ میں ڈالا۔ فیڈر میں دودھ تھا۔ امان فیڈر منہ
میں لیتے چُپ کر گیا۔ کاوش اسے بیڈ پر لیٹاتے اپنا موبائل
نکالتے کال ملانے لگا۔ اضطرابی انداز سے وہ کمرے کے
وسط میں چکر کاٹنے لگا۔ ایک ہاتھ سے موبائل کان کو
لگائے عاصم کو کال کر رہا تھا۔ آئزہ کی طبیعت کا سوچتے
فورا کال بند کر گیا۔ میری شہزادی کہاں ڈھونڈو
تمہیں۔۔۔ میرا دماغ فل ماؤف ہو گیا ہے۔ یا اللہ۔۔۔
میں کیا کروں۔ کہاں سے لاؤں اپنی شہزادی کو۔۔

کیسی ہو گئی۔ اللہ میرا دل پھٹ رہا ہے۔ کاوش روتے
ہوئے اپنے بالوں کو کھینچتے زمین پر بیٹھتے چلا گیا۔ وہ بچوں
کی طرح بلک بلک رو رہا تھا۔ دماغ کام کرنا چھوڑ گیا تھا۔
دل جیسے کسی بُری چیز نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو، اسے ایسے
محسوس ہونے لگا۔ سانسیں مدھم پڑنے لگی۔

اپنا موبائل اٹھائے عاصم کی بجائے احمد کو کال ملائی جو پہلی
رنگ میں اٹھالی گئی۔

کاوش کچھ دیر خاموش رہا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ کیا
کہے۔۔۔ ہیلو۔۔۔ احمد دوسری طرف خاموشی سنتے خود

بولا۔ ہیلو کاوش۔۔ تمہیں میری آواز آرہی ہے۔ احمد
سگنل ایشیو کو سوچتے پوچھنے لگا۔ احمد تم اس وقت کہاں
ہو۔ کاوش کی بھیگی آواز سنتے احمد بریک لگائے گاڑی
روک گیا۔

وہ دوپہر کو ہی سوات سے نکلا تھا۔ اسلام آباد ہی ہوں۔
کیا ہوا تو پریشان لگ رہا ہے۔ کوئی بات ہے احمد فکر مندی
سے بولا۔

تو یہاں آسکتا ہے۔ مجھے تیری ضرورت ہے۔ نور کو بھی
لیں کر آنا۔ وہ امان کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

اسے ماہی کو ڈھونڈنے جانا تھا۔ امان کے پاس کسی کا ہونا
ضروری تھا۔ اس لیے نور کا بولا۔ ٹھیک ہے میں آتا
ہوں۔ احمد کال بند کرتے گاڑی سٹارٹ کر گیا۔ احمد کیا
ہوا۔ پریشانی کی کوئی بات تو نہیں۔۔۔ نور جو عائشہ کو گود
میں لیے پیچھے ٹانگیں اوپر کر کے بیٹھی تھی۔ احمد کو
پریشان دیکھ کر پوچھ گئی۔ پتہ نہیں نورے۔۔۔ مجھے کاوش
ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ یہ اب وہاں جا کر ہی پتہ چلے گا۔
کاوش فل سپیڈ میں گاڑی ڈرائیو کر تا پندرہ منٹ میں
کاوش کے فلیٹ پہنچا۔

دونوں گاڑی سے اترتے اندر کی طرف بڑھے۔

جیسے ہی اندر داخل ہوئے۔ اندر کی حالت دیکھتے آنکھیں
پھٹنے کی حد تک کھلی۔ احمد بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوا۔
نور بھی احمد کے پیچھے کمرے میں داخل ہوئی۔ کاوش کیا
ہوا۔ تو ٹھیک تو ہے۔ یہ کس نے کیا۔۔

احمد کاوش کو زمین پر بیٹھے دیکھ فکر مندی سے پوچھنے لگا۔
میری ماہی کو وہ لیں گئے۔ میں اپنی شہزادی کی حفاظت
نہیں کر پایا احمد۔۔ وہ لیں گئے۔ کاوش احمد کو دیکھتے بھیگی

آواز میں بولا۔ کون لیں گئے۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔
ریلیکس ہو کر بتا کیا ہوا۔

احمد اس کے کندھے پر ہاتھ پھیرتے بولا۔

نور امان کے پاس جاتے اسے اپنے سینے سے لگا گئی۔ سبحان
بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ کاوش سر۔۔۔۔ ماہی
بھا بھی کو وہ لوگ کہاں لیں کر گئے۔ سبحان جو کاوش کے
کہنے پر کسی ضروری کام سے گیا تھا۔ راستے میں ماہی کو کسی
کی گاڑی میں دیکھتے پاگلوں کی طرح یہاں بھاگا آیا تھا۔ تم
نے دیکھا بھا بھی۔۔ احمد سبحان کی طرف متوجہ ہوا۔ ہاں

تین آدمی تھے۔ ماہی بھابھی کو زبردستی پکڑ رکھا تھا۔ یہ
الفاظ سننے کی دیر تھی۔ کاوش غصے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔
میری بیوی کو ہاتھ لگایا۔۔ میری عورت کو پکڑ رکھا تھا۔
میری عورت کو۔۔ کاوش غصے سے دھاڑتے کمرے سے
نکل آیا۔

احمد اور سبحان بھی اس کے پیچھے آئے۔ کاوش ریلیکس۔۔
گرم دماغ سے کام مت لیں۔ کاوش کو باہر بنے چھوٹے
سے شیشے کے کین سے پسل نکالتے دیکھ کر احمد سمجھانے
والے انداز میں بولا۔

میری عورت کو میرے گھر سے اٹھا کر لیں گئے۔ میں
ایسے ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہوں۔ یہ کہہ رہا ہے۔
میری بیوی کو وہ زبردستی پکڑ کر لیں جا رہے تھے۔ ابھی
بھی آرام سے بیٹھا رہوں۔ ہاں۔۔ ہم خانوں کو برداشت
نہیں ہوتا ہماری عورت پر کوئی نگاہ ڈالے۔

میری عورت کو چھونے والا اپنی زندگی کی بھیگ مانگیں
گا۔ کاوش خان۔۔ زندگی میں پہلا قتل کریں گا۔ وہ بھی
اپنے نادیکھے دشمن کا۔ کاوش اپنے ہوش و حواس سے باہر
ہوتا چیخ رہا تھا۔ آنکھیں خون جھلکا رہی تھی۔

اس کا دماغ اس بات پر اٹک گیا تھا۔ اس کی ماہی کو
زبردستی پکڑ کر لیں جا رہے تھے۔

اچھا مانا تو پٹھان ہے۔ تیرا خون جوش مار ہے۔ ہمیں تیری
تڑپ نظر آرہی ہے۔ تیری غلطی ماہی بھا بھی کو خطرے
میں ڈال سکتی ہے۔ ٹھنڈے دماغ سے کام لیں۔ کوئی
سراغ پتہ لگنے دیں۔ پھر ہم کوئی قدم اٹھائے گئے۔ احمد
اس کے ہاتھ سے پسٹل لیتے نرمی سے بولا۔

کاوش پستل دوبارہ کھینچتے اپنی شرٹ میں اٹکا گیا۔ چھوڑو
مجھے کہاں لیں کر جا رہے۔ وہ دونوں آدمی ماہی کو گھسیٹتے
اندر کی طرف بڑھ

رہے۔

چُپ کر جا لڑکی۔۔ ہمارے بوس کو شور بلکل ناپسند ہے۔
ایک آدمی ماہی کے بالوں کو مٹھی میں دبوچتے بولا۔ ماہی
درد سے بلبلا اُٹھی۔

چھوڑ دو الماس اسے۔۔ سامنے ریلینگ پر کھڑا آدمی
مسکراتے ہوئے بولا۔ ماہی نے نظریں اٹھا کر سامنے
نقاب پوش آدمی کو دیکھتے سانسیں اٹکنے لگی۔ سامنے کھڑا
آدمی ان دونوں سے زیادہ خطرناک معلوم ہو رہا تھا۔ وہ
دونوں آدمی اپنے بوس کے حکم پر چھوڑتے باہر کی
طرف بڑھ گئے۔

ماہی سٹل کھڑی اس نقاب پوش کو دیکھنے لگی۔

جو سیڑھیاں اترتا اس کی طرف ہی آرہا تھا۔

ویکم ٹوڈار لنگ۔۔۔ میرے اس غریب خانے میں قدم
رکھنے کے لیے۔ وہ نقاب پوش ماہی کے قریب آتے
بولا۔ لعنت تمہارے غریب خانے پر۔۔۔ ماہی غصے سے
اسے پیچھے کودیکھتے بولی۔

کون ہو تم۔۔۔ مجھے لانے کا مقصد تمہارا کیا ہے۔ ماہی بخار
سے تپتے وجود کے ساتھ کانپتے ہوئے پوچھ گئی۔ مقصد
سمپل ہے۔ تمہارے اس دو ٹکے شوہر کو مار کر تمہیں اپنا
بنانا۔۔۔

وہ نقاب پوش بلند و باک قہقہہ لگاتے بولا۔ ماہی کے قدم
لڑکھڑائے، اُس آدمی نے اسے پکڑنا

چاہا۔ ماہی جھٹکے سے دور ہوئی۔ پلیز۔۔ مجھے جانے دو۔
مجھے اپنے بیٹے کے پاس جانا ہے۔ مجھے کاوش کے پاس جانا
ہے۔ ماہی چکراتے سر کو تھامتے فریاد کر گئی۔

تمہارا ٹھکانہ یہی ہے۔ وہ آدمی کھینچتے ہوئے کمرے

میں لاتے بیڈ پر پھینکا۔

سائکو انسان۔۔ تمہیں سمجھ نہیں آرہی مجھے میرے شوہر
کے پاس جانا ہے۔ ماہی اس کے قریب آتے ماسک کھینچ
گئی۔ ماسک کھینچنے کی دیر تھی۔ ماہی کی آنکھیں پھٹنے کی حد
تک کھلی۔ نہیں نہیں۔۔۔ نہیں ماہی سر کو دائیں بائیں
ہلاتے پیچھے کو قدم لینے لگی۔ اتنی جلدی پہچان لیا۔ مجھے لگا
شاید تم بھول گئی ہو گی۔ عامر قہقہہ لگاتے بولا۔

تم نے اپنے صاحب کو دھوکہ دیا۔ تم نے ہی مجھے اُس
رات زبردستی ڈرگزدی تھی۔ تم نے جھوٹ بولا تمہاری
بہن اغوا ہو گئی۔

تم حرام خور اپنے صاحب کی بیوی پر نظر رکھ کر بیٹھے
تھے۔ ماہی غصے سے دھاڑتے عامر کا گریبان پکڑتے چیختے
ہوئے بولی۔

عامر غصے سے ماہی کی گردن دبوچتے اوپر کو اٹھا گیا۔ آواز
نیچے۔۔۔ بہت کر لی تیرے شوہر کی غلامی اب نہیں۔۔
میں تو اپنے بھائی کا بدلہ لینے کا موقع تلاش کر رہا تھا۔ دیکھ
تجھ سے بڑا کوئی موقع نہیں ملا۔ وہ بولتے جھٹ سے ماہی
کوزمین پر پٹک گیا۔

ماہی گلے پر ہاتھ رکھتے کھانسنے لگی۔ پلیز جانے دو مجھے
میرے کاوش کے پاس میں کچھ۔۔۔ نن۔۔۔ نہیں بتاؤں
گی۔ ماہی اپنی بند ہوتی آنکھوں سے فریاد کر گئی۔ کیا میرا
کاوش۔۔۔ میرا بچہ لگائے رکھا ہے۔ ہاں۔۔۔ عامر اس کے
بال پکڑے چہرہ سامنے کیسے بولا۔ تمہیں کیا ہے۔ ہزار
دفعہ بولوں گی۔ میرا کاوش۔۔۔ کاوش۔۔۔ کاوش
کاوش۔۔۔ ماہی عامر کے منہ پر بولتی اسے غصے دلا گئی۔

عامر غصے سے اس کے دونوں گالوں پر تھپڑوں

کی بارش کر گیا۔

ماہی اوندھے منہ گرتی سبک پڑی۔

عامر اسے ویسے ہی چھوڑتے اُٹھ کھڑا ہوا۔

اور کاوش کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جو پہلی رنگ پر ہی اُٹھالیا گیا۔ کون ہے۔ کاوش بنا نمبر دیکھے غصے سے بولا۔

بیوی کے بنا کیسا لگ رہا ہے۔ عامر ماہی کو دیکھتے بولا۔ کمینے تیری تو۔۔۔

آآ۔۔۔ گالی نہیں۔۔۔ پروفیسر صاحب۔۔۔ عامر کاوش
کی بات کاٹتے بولا۔ کہاں ہے میری بیوی۔۔۔۔۔ کاوش
غصے سے بولا۔ میرے قدموں میں۔۔۔۔۔

کمینے انسان۔۔۔ تیرے قدم تو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا۔

کاوش یہ سنتے غصے یہ سے دھاڑا۔ دوسری طرف عامر
قہقہہ لگا گیا۔ دیکھنا چاہے گا۔ عامر چہرے پر ماسک لگائے
ویڈیو کال ملا گیا۔ کاوش جیسے ہی کال اٹھائی۔

ماہی کی پشت کیمرے کی طرف تھی۔ وہ اوندھے منہ
زمین پر لیٹی ہوئی تھی۔ کاوش ماہی کی حالت دیکھتے اپنی
شرٹ کے بٹن کھول گیا۔

احمد اور سبحان گاڑی میں بیٹھے یہ سب سنتے آگ بگولہ
ہوئے بیٹھے تھے۔

کمینے اگر ذرا سی بھی اسے خروش آئی تھے زندہ

زمین پر گھاڑ دوں گا۔

کاوش کاوش کاوش کی رٹ لگائے بیٹھی تھی۔

میں نے غصے میں تھپڑ مار دیے۔

عامر قہقہہ لگائے بولا۔ کاوش نے غصے سے گاڑی پر اپنا
ہاتھ مار گیا۔

چل اب رکھتا ہوں۔ اپنی بیوی کی تلاش شروع

کر دیں۔ اٹھارہ گھنٹے ہے تیرے پاس۔۔

اٹھارہ گھنٹے ہوتے تیری جان سے پیاری

بیوی میری۔۔۔۔

کمنے۔۔۔ اپنی زبان کو لگام ڈال۔۔ کاوش اتنی زور سے
دھاڑا تھا۔ ماہی کاوش کی آواز سنتے بند آنکھیں کھول گئی۔

پروفیسر۔۔۔ ماہی چکراتے سر کو سنبھالے بولتی اٹھ
بیٹھی۔ کاوش کیمرے میں ماہی کو دیکھتے تڑپ اٹھا۔ اس کی
ماہی پکار رہی تھی۔ وہ جیسے تڑپ اٹھا تھا۔ پروفیسر کی جان
میں آرہا ہوں۔ تمہارا پروفیسر کچھ نہیں ہونے دیں گا۔

کاوش فون بند کرتے اپنے دل پر ہاتھ رکھتے بولا۔

صاحب جی۔۔ لوکیشن ٹریس ہو گئی ہے۔ یہاں سے
پچاس کلو میٹر دور کی لوکیشن بتا رہا ہے۔ یہ راستہ عامر کے
گھر کی طرف جاتا ہے۔ سبحان تھوڑا حیران ہوتے بولا۔
احمد سبحان کی سنے بنا گاڑی اس راستے پر ڈال گیا۔۔ کیا
کر رہی ہو چھوٹی دنیا۔۔۔ عائکہ نامیشہ کے پاس کھڑے
ہوتے بولی۔

جو چائے بنا رہی تھی۔ میں تمہیں کہی سے چھوٹی نظر آتی
ہوں۔ ماہی چائے کو چھوڑتے غصے سے سیدھے ہوتے خود
کی طرف اشارہ کرتے بولی۔ تمہیں برا لگا۔ سب تمہیں
یہی بلاتے ہیں تو میں نے بھی بلا لیا۔ عائکہ اپنے لمبے لمبے
ناخنوں سے کھیلتے بولی۔ ناٹیشہ اس کی بات کا جواب بنا
دیے اپنی چائے چھوڑے کچن سے باہر نکل گئی۔ ارے
ارے چائے تو لیتی جاؤ۔ عائکہ اپنی ہنسی دباتے بولی۔ میرا
موڈ آف ہو گیا ہے۔ تم زہر کھنڈ پی لو۔ ناٹیشہ غصے سے
بولتے نکلتے چلی گئی۔ اوکے۔ تمہارا بنایا ہوا زہر کھنڈ میں
پی لیتی ہوں۔ عائکہ خود سے بڑبڑاتے چائے کا کپ لیے
اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

نائیکیشہ غصے سے روم میں داخل ہوئی۔ ضرغام کو بیڈ پر
لیٹے دیکھ کر غصے سے اس کی طرف بڑھتے کمبل کھینچ گئی۔

ضرغام جو سونے کی ناکام کوششوں میں تھا۔ اپنی پری کو
اتنے غصے میں دیکھتے حیران ہوا۔

نائیشہ بنا کچھ کہے ضرغام کے اوپر بیٹھتے اس کے چوڑے
سینے میں سمائی۔ ضرغام فل آنکھیں کھولے نائیشہ کو دیکھنے
لگا۔ جو بچوں کی طرح اس سے لپٹ رہی تھی۔ کیا ہوا
میری پری کو۔۔ ضرغام اس گرد حصار باندھے بولا۔

ضر سب مجھے چھوٹی دنیا چھوٹی دنیا کیوں کہہ کر بلاتے
ہیں۔ کیا نہیں بلانا چاہیے۔ ضرغام اس کے پھولے
پھولے گالوں کو کھینچتے بولا۔

نائیشہ نے گھور کر ضرغام کو دیکھا۔ اور تھوڑا پیچھے کھسک
کر بیٹھی۔ نائیشہ کا پیچھے ہونا۔ ضرغام کی آنکھیں کھول
گیا۔ جان ضرغام۔۔ کیوں میرے سوئے جذبات کو
بغاوت کرنے میں مجبور کر رہی ہے۔

نائیکیشہ تھوڑا اثر مندہ ہوتے نظریں جھکا گئی۔

اور پھر سے ضرغام کی بیلی پر بیٹھی۔

اب کیوں آگئے آگئی۔ بیٹھی رہتی۔۔۔ ضرغام بے باکی سے بولتے نامیشہ کی کمر کو مٹھیوں میں بھرا۔ کیونکہ آپ کے سوئے جذبات جاگ جاتے اس لیے آگئے ہوئی۔

نامیشہ زو معنی انداز میں بولتے ضرغام کے سینے میں چھپی۔۔۔ ضرغام کا بلند و باک قہقہہ روم میں گونجا۔ میری جان۔۔۔ وہ تو تم ویسے ہی جگا چکی ہو۔ ضرغام اسے اپنے نیچے کرتے خود اس کے اوپر آیا۔ پلیز نہیں ضر۔۔۔ میرا

موڈ ٹھیک نہیں ہے۔ میں ٹھیک کر دوں گا۔ چلو شاباش
اب اچھی بیویوں کی طرح رومانس کرنے دو۔

آخر کار میری چھوٹی سی بیوی کو بے بی بھی چاہیے۔ ہر روز
تو کرتے ہیں رومانس۔۔۔ آج نہیں۔۔۔ پلیز نامیشہ ضرغام
کا ارادہ سمجھتے بولی۔

میری جان۔۔۔ روز محنت کریں گئے تو رزلٹ جلد آئے گا
نا۔۔۔ ضرغام نامکیشہ کی ٹھوڑی پر لب رکھتے بولا۔

نمائشہ شرماتے ہوئے سُرخ چہرے کے ساتھ آنکھیں بند
کر گئی۔ ضرغام اس کی شرٹ کندھے سے کھسکاتے وہاں
اپنے لب رکھ گیا۔

ویسے میری جان کا موڈ کیوں آف ہے۔ ضرغام اس کے
دل والے مقام پر لب رکھتے بولا۔ بس ایسے ہی۔۔۔
نمائشہ نروٹے پن سے بولی۔ اچھا۔۔۔ جان من۔۔۔ اپنے
شوہر کو گستاخیاں کرنے کی اجازت دو گی۔ ضرغام اس
خوبصورت چہرے کو دیکھتے بولا۔

کر تو رہے ہے۔ اور کیسے کرنی ہے گستاخیاں۔۔ نامیشہ
ضرغام کی آنکھوں میں دیکھتے بولی۔

بہت تیز ہو گئی ہو۔ ضرغام اس کے فوراً جواب دینے پر
بولا۔ اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔ اور شدت سے نچلے
لب کی نمی پینے لگا۔ نامیشہ ضرغام کی کمر پر گرفت مضبوط
کرتے بے باکی سی لیٹتے چلی گئی۔ ضرغام شدت سے اس
کے کبھی اُوپر والے لب اور کبھی نیچے والے کو کاٹتا۔ اپنی
نمی نامیشہ کے اندر اُتار رہا تھا۔ نامیشہ تڑپتے ہوئے ضرغام
کو پیچھے کرنے لگی۔ ضرغام اس کے لبوں کو رہائی بخشے بنا

اسے سانس لیے اس کی گرژن پر جھکتے لو بائیٹ کے نشان
بناتے جامنی کرنے لگا۔

آہہ۔۔ ام۔۔ ضر۔۔ آرام سے آپ مجھے ات۔۔ اتنی
زور سے کاٹ رہے ہے۔ مجھے درد ہو رہا ہے۔ نائیشہ کانپتی
آواز سے بولی۔ میری جان۔۔ کیا کروں۔۔ میرا تمہیں
پورا پورا جان۔۔ کیا کھا جانے کو دل کر رہا ہے۔

ضرغام اس کی شرٹ کو گلے سے چاک کرتے اس کی
دھڑکنوں پر لب رکھے بولا۔

ضر۔ میری نئی شرٹ۔ نامیشہ ضرغام کو گھورتے بولی۔ جو

اس کی پیاری سی شرٹ کا حلیہ بگاڑ گیا تھا۔ میری

جان۔۔۔ آڈر پر نئی بنوادوں گا۔ ضرغام اپنی ہنسی دباتے

بولتے اس پر جھکتا چلا گیا۔ وہ اس کے اور اپنے بیچ کے

پردے گرائے مزید بے باکی کرنے پر اتر آیا تھا۔

ہر گزرتے منٹ کے ساتھ ضرغام اپنی شدتوں سے

تڑپاتے خود میں سمیٹتے جا رہا تھا۔ نامیشہ اس کی شدتیں سہتے

نڈھال ہو رہی تھی۔

پر وہ اپنی جنونی شوہر کو بیچ راستے میں روک نہیں وہر کو بیچ
راستے سکتی تھی۔ وہ اسے شاپینگ کروانے کے بعد اگلے
دن ہی حویلی چھوڑ گیا تھا۔

بہت برے ہے آپ۔۔ ہمیشہ کی طرح مجھے اکیلا چھوڑ
جاتے ہیں۔ عزیزے اپنے کمرے میں بیٹھی بچوں کی طرح
روتے شکوے کر رہی تھی۔ چچی جان مت
روئے۔۔ چاچو ہو سپیٹل گئے ہے۔

جائے گئے۔ میثال اپنے ننھے ہاتھوں میں علیزے کے
ہاتھ پکڑتے اپنی بچی کو چپ کر وار ہی تھی۔ آپ کے چاچو
بہت گندے ہے۔

ہر دفعہ ایسے ہی کرتے ہیں۔ آنے دوان کو میں ان سے
بات تک نہیں کروں گی۔ علیزے روٹھے ہوئے انداز
میں بولی۔ میں بھی نہیں کروں گی۔ آپ میری اچھی والی
دوست ہو۔ آپ چاچو سے ناراض ہے تو میں بھی پوری
پوری نارگی دیکھاؤں گی۔

میشال علیزے کے سینے سے لگتے بولی۔ علیزے نے
مسکراتے ہوئے اس کے بالوں پر لب رکھے۔ دروازہ
کھلنے کی آواز پر علیزے نے چونک کر دیکھا۔

سامنے رومیہ بیگم کو کھڑے دیکھ کر اس کی سانسیں اٹکنے
لگی۔ ڈر سے چہرہ زرد پڑنے لگا۔ مہارانی۔۔ کمرے سے
نکل آؤ باہر۔۔ رومیہ بیگم!! غصے سے بولی۔ دادی
جان۔۔ بچی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

میشال رومیہ بیگم کو غصے میں بولتے دیکھ کر

بولی۔

میشال تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ میں نہیں جاؤں گی۔ مجھے
بچی کے پاس ہی رہنا ہے۔ میشال بہت زبان چلنے لگی ہے۔
اپنے کپڑے میں جاؤ۔ رومیہ بیگم!! غصے بولی۔ میشال اپنی
دادی جان کو غصے سے دیکھتے بھاگتے ہوئے کمرے سے
نکل گئی۔

علیزے بیڈ پر بیٹھی سہتے ہوئے رومیہ بیگم کو دیکھ رہی
تھی۔ ضرغام جب جب کہی جاتے تھے۔ وہ ایسے ہی اسے
مار ڈھیٹ لگاتی تھی۔ یہ رونے دھونے کے نائک میرے

سامنے نہیں چلے گئے۔ میرے بیٹے کو تو قابو کر لیا ہے۔
اب کیا اس کمرے میں ڈھیرہ جما کر بیٹھ گئی ہو۔ تیرا مقام
ایک نوکر کی طرح ہے۔ اس کمرے میں صرف حمزہ کی
بیوی آئے گی۔ اس کمرے پر اور حمزہ پر اس کی بیوی کا
حق ہو گا۔ توں ونی میں آئی ہوئی ایک ستہ پیکٹ ہو۔ جس
کا مقام اس حویلی میں کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

میری بھانجی آرہی ہے۔ اٹھ کر اس کے کھانے کا انتظام
کرو۔ کوئی کمی پیش نہیں آنی چاہیے۔ عزیزے کی
آنکھوں سے بل بل آنسو بہنے لگے۔ رومیہ بیگم کے لفظ
اس کے سینے میں کسی تیر کی طرح لگے تھے۔ پندرہ سالہ

علیزے کا دل دھارے مار کر رونے کا کر رہا تھا۔ رومیہ
بیگم اسے غصے سے دیکھتے کمرے سے نکل گئی۔ علیزے
اپنے آنسو صاف کرتے اپنے سر پر اچھے سے ڈوبٹہ لیتے
بیڈ سے اٹھی۔ ہی جان میرے ہے۔ میرے علاوہ ہر
لڑکی میرے ہی کی بہن ہے۔ علیزے اپنی ناک رگڑتے
بولی۔ آنسو ایک دفعہ پھر گال کا حصہ بنے تھے۔

آپ آئے گئے۔ میں بالکل بات نہیں کروں گی۔

علیزے روتے ہوئے کمرے سے نکلتی چلی گئی۔ جی
جان۔۔ چاچو کی کال آئی ہے۔ علیزے جو کمرے سے
نکل رہی تھی۔

میشال کو دیکھ کر روکی کال والی بات سُن کر علیزے نے
فون کو گھور کر دیکھا۔ مجھے نہیں کرنی بات۔۔ علیزے
ناک بھوٹے چڑھائے فل ناراضگی میں بولتے سیڑھیوں کی
طرف پڑھ گئی۔

دوسرے طرف حمزہ علیزے کی بھاری خم آواز محسوس
کرتے تڑپ اٹھا۔

اور کال کٹ کر گئی۔ میٹھال کندھے اچکاتے کمرے کی
طرف بڑھ گئی۔ علیزے لاؤنج میں سب کو بیٹھتے دیکھ کر
خاموشی سے تیز قدموں کے ساتھ کچن کی طرف بڑھ
گئی۔ اسے مزید رومیہ بیگم کی ڈانٹ نہیں سننی تھی۔

جو موقع کی نزاکت سمجھے بنا شروع ہو جاتی تھی۔ رومیہ
بہیم اس کو بھالے دیکھ کر حصے سے تاسف سے سر ہلا
گئی۔۔۔

کاوش پسل ہاتھ میں پکڑے تنگ گلیوں سے گزرتے
آگئے بڑھ رہا تھے۔ لوکیشن کا سگنل لاسٹ دفعہ اسی جگہ
کا دکھا رہے تھے۔ احمد اور سبحان بھی کاوش کے پیچھے قدم
اٹھائے بڑھ رہے تھے۔ اگر اُس سے تھوڑی دیر اور بات
ہو جاتی۔ تو ایگزٹ لوکیشن کا پتہ چل جاتا۔

صاحب جی۔۔ اس سے آگئے روڈ ہے۔ سبحان پھولتی
سانس کے ساتھ بولا۔

میری ماہی یہی کہی ہے۔ مجھے یقین ہے۔ اگر ہم یہاں تک
پہنچ سکتے ہیں۔ ماہی تک بھی پہنچ جائے گئے۔ عامر کا گھر کہا
ہے۔ کاوش سنجیدگی سے بولا۔ صاحب جی۔۔۔ یہ روڈ
کے اوپر صرف اُسی کا گھر آتا ہے۔ تھوڑا سا آگئے جا
کر۔۔۔ پر صاحب جی۔۔۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔
سبحان کاوش کے سپاٹ چہرے کو دیکھتے بولا سبحان۔۔
عامر کو پتہ ہو گا۔ یہاں کے راستوں کا کیا پتہ ہم اُس کی
مدد سے اُس کمینے کا پتہ چلوا سکیں۔ کاوش ادھر ادھر
نظریں دوڑاتے بولا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ تم جس سے مدد
مانگنے کی سوچ رہے ہو۔ ماہی کے غائب ہونے میں اسی کا
ہاتھ ہو۔ احمد کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ پر احمد عامر

کیسے۔۔ وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتا۔ کاوش اپنے ماتھے سے
پسینہ چنتے بولا۔ سوات کے مقابل یہاں بہت ہی کم
سردی تھی۔ کاوش ہو سکتا ہے۔ لوکیشن یہاں کی آئی
ہے۔ اور یہاں عامر کا گھر ہے۔ ہمیں ایک دفعہ چیک کرنا
چاہیے۔ ٹھیک ہے۔ میں آپ کو عامر کے گھر لیں چلتا
ہوں۔ نہیں سبحان۔۔ ہم چھپ کر جائے گئے۔ اگر عامر
ہی ہوا۔ تو ہمیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہو گا۔ کاوش احمد
کی بات پر غور کرتے بولا۔

سبحان ان کو لیے آگئے بڑھا۔ وہ رہا عامر کا گھر۔ سبحان
سائیڈ پر گھر دیکھتے بولا۔ کاوش کا دل الگ طرح ہی
دھڑکنے لگا۔ بے چینی پہلے سے مزید بڑھنے لگی۔

پہلے میں جاتا ہوں۔ اندر کا ماحول دیکھتے بتاتا ہوا۔

اگر مجھے تھوڑا سا بھی شک ہوا۔ میں آپ کو ریڈ سنگل کا
اشارہ دوں گا۔ ویسے بھی شام ہو گئی ہے۔ ریڈ نشان با
آسانی دکھ جائے گا۔ سبحان ریڈ لیزر سامنے کرتے بولا۔
گڑ سبحان۔۔ احمد اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا۔
کاوش دیوار سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے کھڑا تھا۔

آنکھوں سے آنسو نکلتے رخسار پر بہہ رہے تھے۔ سبحان
کے جاتے احمد کاوش کے پاس آیا۔ کاوش کیا ہو گیا ہے۔
ایسے دل تو چھوٹا مت کریا ر۔ اللہ بہتر کرے گا۔ احمد
اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے تسلی دیتے بولا۔ احمد میرا
سکون مجھ سے دور ہے۔ مجھ سے صبر نہیں ہو رہا۔ میرا
دل پھٹ رہا ہے۔ کاوش بھیگی آواز میں بولتے پسٹل کی
نوک اپنے ماتھے پر ماری۔ بھابھی کو کچھ نہیں ہو گا۔ خود کو
مضبوط کر مرد دل چھوٹا کرتے اچھے نہیں لگتے۔۔۔

سبحان دروازہ کھٹکھٹاتے اوپر کی طرف دیکھنے لگا۔

جہاں ایک آدمی کھڑے دیکھ رہا تھا۔

سبحان تھوڑا حیران ہوا۔ عامر کے گھر ایسے کھڑے
آدمیوں کو دیکھتے۔

مجھے عامر سے ملنا ہے۔ اُسے بولو سبحان آیا ہے۔ سبحان
اس آدمی کو گھورتے بولا۔

بوس بیزی ہے۔ بعد میں آنا۔ سبحان بوس لفظ سنتے کچھ
سیکینڈ بول ہی ناسکا۔ احمد سر۔۔ کاشک ٹھیک نکلا۔

لگتا ہے تمہارا بوس۔۔ پیسے والے ہو گیا ہے۔ اب کیا
میرے جیسے غریب کو پوچھے گا۔ سبحان مزید ان سے
باتیں کرتے کچھ اگلوانے کی کوشش کرنے لگا۔

تجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہونا چاہیے۔ جا یہاں
سے۔۔ کل آنا۔۔ اوپر کھڑا آدمی مسکراتے بولا۔ میں
یہاں سے جانے نہیں آیا۔ تیرے بوس سے مل کر ہی
جاؤں گا۔ سبحان بھرپور انگڑائی لیتے بولا۔ اور لیزر سے
سامنے اشارہ کر گیا۔

کاوش اور احمد ریڈ نشان دیکھتے چونک کر ایک دوسرے کو
دیکھا۔

میرا شک ٹھیک نکلا کاوش۔۔ سب کے پیچھے عامر ہی ہے۔
کاوش جو اپنے غصے کو قابو کر رہا تھا۔ یک دم اپنا ہاتھ دیوار
پر دے مارا۔ کمینہ نمک حرام۔۔ تیری بوٹی بوٹی ناک کی تو
میرا نام بھی کاوش خان نہیں۔

دور رہو مجھ سے۔۔ میرے قریب مت آنا۔ ماہی کو کچھ
دیر پہلے ہی ہوش آیا تھا۔ اپنے قریب عامر کو بیٹھے دیکھ کر
خوف سے پیچھے کو عامر کھسکنے لگی۔

تمہیں یہاں اپنی سانسوں کے قریب رکھنے کے لیے ہی
لایا ہوں۔ عامر فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ماہی
پوری کی پوری آنکھیں کھولے دیکھنے لگی۔ ماہی کا دل کیا۔
اس آدمی کو منہ نوچ لیں۔ عامر اس کے اوپر جھکتے ماہی
کے بالوں کو مٹھی میں دبوچتے اپنے چہرے کے قریب
کیا۔ ماہی بہتے آنسوؤں کے ساتھ خود کو چھڑوانے لگی۔

میں تیرے شوہر کے ساتھ دو سال سے ہوں۔ دو سال
میں تیرے عزیز شوہر کی کمزوری نہیں پکڑ سکا۔ تب کوئی
اس کی کمزوری تھی بھی نہیں۔

اسے مارنے کے بہت پلین بنائے۔۔۔ پر ہر پلین میرا نظام
رہا۔ پھر تو آئی اس کی زندگی میں اور تو اس کی کمزوری بن
گئی۔ اور میں اسی موقعے کی تلاش میں تھا۔ آج دیکھ تو
میرے پاس ہے۔ عامر قہقہہ لگائے بولتے ماہی کے
چہرے پر پھونک ماری۔ ماہی جو سرخ آنکھوں سے اسے
دیکھ رہی تھی۔ غصے میں آتے اس کے منہ پر تھوکیا۔
بہت ہی گھٹیا انسان ہو۔ ماہی ڈرتے ڈرتے بولی۔۔۔ جتنی
معصوم تمہاری شکل ہے۔ اندر سے اتنی ہی چالاک ہو۔
چھوڑو مجھے گھٹیا انسان۔۔۔ پیچھے ہٹو۔۔۔

میری جان۔۔۔ پیچھے تو نہیں ہٹو گا۔ تمہیں اپنے اور پاس
کروں گا۔ عامر ہوس بھری نظروں آہہ!! ماہی کی فلک
شگاف چنچیں لاؤنج میں گونجی۔ وہ بُری طرح سامنے بنی
چھوٹی سی انگھیٹی کے اوپر آکر گری۔

اگر وہ ہاتھ نار کھتی چہرہ بری طرح جل جانا تھا۔ ماہی کے
لمبے ریشمی بال آگ کی نظر ہوئے۔ بال نیچے سے جل
گئے تھے۔ ہاتھ بھی بُری طرح جل گئے تھے۔ عامر یہ
دیکھتے ایک پل کے لیے تو گھبرا گیا۔

ماہی جلن سے اور اپنے جلے بالوں کو دیکھتے تڑپتے ہوئے
چیچنیں مار رہی تھی۔

دروازے کے باہر کھڑے احمد، سبحان کاوش اندر سے
آتی چیخوں کو سنتے ایک دوسرے کو دیکھ گئے۔ کاوش کے
قدم بُری طرح لڑکھڑائے۔۔۔ اندر سے آتی چیخوں کو وہ
پہچان گیا تھا۔

کاوش اپنے دل کو مسلتا سانس لینے کی کوشش کرنے لگا۔
احمد کاوش کی حالت دیکھتے سامنے کھڑے آدمی

پر فائر کر گیا۔

جو لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے کو گرے۔ احمد اپنی جیب سے
پن نکالتے دروازے کا لاک کھولنے لگا۔

عامر باہر سے آتی فائر کی آواز سنتے جلدی سے ماہی کی
طرف بڑھتے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے چینیں روک
گیا۔ ماہی زمین پر ٹانگیں چلاتے تڑپنے لگی۔ جلن سے اس
کی ویسے بھی جان نکل رہی تھی۔ ہاتھ جلس گئے تھے۔

احمد نے جیسے ہی دروازہ کھولا۔ کاوش بھاگتے ہوئے اندر
داخل ہوا۔ عامر کسی کی آہٹ اندر محسوس کرتے چیختے
ہوئے اپنے آدمیوں کو بلانے لگا۔ کاوش سامنے کا منظر
دیکھتے ساکت ہوا۔ کاوش کو ساتوں آسمان اپنے سر پر
گرتے محسوس ہوئے۔ عامر کاوش کو سامنے دیکھتے تھوک
نگلا۔ پھر اگلے لمحے قہقہہ لگا گیا۔ ٹائم پورا ہونے سے پہلے
ہی پہنچ گیا۔ عامر کے اس طرح بولنے پر ماہی نے بامشکل
آنکھیں کھولتے سامنے دیکھ گئی۔

کاوش کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر ماہی عامر کی گرفت سے
نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ چھوڑ کینے میری بیوی کو۔

عامر کا ہاتھ ماہی کے منہ پر دیکھتے کاوش حلق کے بل
دھاڑا۔ عامر ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے قہقہہ لگا گیا۔

یقین نہیں ہو رہا صاحب جی!! آپ کی چاکر داری ی
کرنے والا ملازم کریں گا۔ یہ سب عامر ماہی کے منہ پر
دباؤ بڑھاتے بولا۔ ماہی تڑپتے ہوئے ٹانگیں چلانے لگی۔
کمینے انسان۔۔۔ کاوش تڑپتے ہوئے آگئے بڑھتے عامر کی
گردن دبوچتے زمین پر لٹا گیا۔ تیری ہمت کیسے ہوئی
میری عورت کو ہاتھ لگانے کی۔ کاوش اس کے ماتھے پر
پسٹل مارتے بولا۔

احمد ماہی کی طرف بڑھتے اٹھانے کی کوشش کی۔

جب نظر ہاتھوں پر پڑتے یک دم بول اٹھا۔

کاوش بھا بھی کے ہاتھ۔۔

مڑ کر پیچھے دیکھا۔ کاوش یہ سنتے رُکا۔۔ اور مڑ کر ماہی کے
جلے ہاتھ دیکھتے کاوش تڑپتے ہوئے ماہی کی طرف بڑھتے
اس کے دونوں ہاتھ پکڑتے اپنے سامنے کر گیا۔

شہزادی۔۔ میری شہزادی کاوش نم آنکھوں سے ماہی کو
دیکھتے پیار سے پکار گیا۔

ماہی ہچکیوں سے روتے کاوش کے سینے کا حصہ بنی۔ اس
نے آپ کی ماہی کو جلا دیا۔ میرے بال جلا دیے۔ میرے
ہاتھ جلا دیے۔

ماہی بچوں کی طرح روتے کاوش کو بتانے لگی۔

کاوش خون اتری آنکھوں سے عامر کو دیکھ گیا۔ جو مسکرا
رہا تھا۔

کاوش ماہی کے جلے بال دیکھتے قرب سے آنکھیں بند کر
کے کھولی۔ ماہی کا چہرہ سامنے کیسے جا بجا چومنے لگا۔ احمد
اور سبحان کو عامر کی طرف بڑھتے دیکھ کر کاوش انہیں
روک گیا۔

رُک جاؤ۔ کوئی اسے ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اس کی موت
صرف میرے ہاتھوں لکھی ہے۔ کاوش ماہی کو خود سے
دور کرتے عامر کی طرف بڑھا۔ کمینے تیری ہمت کیسے
ہوئی۔ میری بیوی کے ساتھ ایسا کرنے کی۔ میری عورت
پر ہاتھ اٹھایا۔ وہ عامر کے مارے تھپڑ یاد کرتے بولا۔

عامر اس کا گریبان پکڑے مارنے لگا۔ جیسے تیری ہمت
ہوئی تھی۔ میرے بھائی یوسف کی جان لینے کی۔ عامر
کاوش کے منہ پر مکا مارتے بولا۔ کاوش درد سے کراہتے با
مشکل خود کو سنبھالتے گرنے سے بچایا۔

جب کسی لڑکی کی عزت کے ساتھ کھیلے گا۔

تو اس کا انجام یہی ہونا تھا۔ کاوش غصے سے اس کی طرف
بڑھا۔ عامر اس کی طرف بڑھتے زور سے اپنی ٹانگ

کاوش کے پیٹ پر مار گیا۔

پروفیسر۔۔۔ ماہی چیختے ہوئے کاوش کو پکار گئی۔

ادوئے کمینے۔۔۔ احمد اور سبحان چیختے ہوئے

عامر پر ٹوٹ پڑے۔

کاوش درد سے کرہاتے ماہی کو دیکھ گیا۔ جو آنکھیں کیسے

زمین پر گرتے جا رہی تھی۔ کاوش تڑپتے ہوئے اسے

تھام گیا۔ عامر پسل نکالے کاوش پر فائیر کر گیا۔ کاوش

فائز کی آواز سنتے ماہی کو لیں کر زمین پر لیٹتے رخ پلٹ گیا۔
اور اپنی پسٹل سے عامر پر فائز کر گیا۔ عامر کا۔ نشانہ چونک
گیا۔ پر کاوش کے پسٹل سے نکلتے گولی عامر کے سینے پر
لگی۔

تو بھی اسی قابل ہے۔ میری عورت کو جلایا۔

تو بھی اب قبر میں جل جا کر۔۔۔۔ کاوش ماہی کو اپنی گود
میں اٹھاتے عامر کی طرف بڑھتے بولا۔ جو زمین پر لیٹتے
درد سے کراہ رہا تھا۔ تیرے بھائی کو مارنے کا فیصلہ صحیح
تھا۔ اور اُسے مارنے والا میں نہیں۔۔۔ پورا یونی تھا۔

میرے ہاتھ سے پہلا قتل ہو گا۔ وہ تیرا۔ کاوش اپنا بھاری
بوٹ والا پاؤں اس کے سینے پر مسلتے اس کی سانسیں
روک گیا۔ سبحان گاڑی لاؤ۔ کاوش عامر کے منہ پر اپنے
بوٹ والا پاؤں مارتے بولا۔

سبحان سنتے باہر کی طرف بڑھا۔ بہت جلدی انتقام کو پہنچ
گیا۔

احمد ہنستے ہوئے بولا۔ آیا بڑا اٹھارہ گھنٹوں کا ٹائم دینے
والا۔ احمد بولتے عامر کے بے جان وجود کو ٹھوکر مارتے
کاوش کے پیچھے بھر گیا۔

کاوش ماہی کو لیں کر ہو سپٹل پہنچ گیا تھا۔ ماہی کو ڈاکٹرز
تھا۔ ماہی کو ڈاکٹر ڈرپ لگائے اور ہاتھوں پر پٹی کیے چلے
گئے تھے۔ کاوش اس کے پاس بیٹھا اس کے جلے ہوئے
بالوں کو دیکھ رہا تھا۔ جو نیچے سے ایک ہاتھ کے برابر جل
گئے تھے۔

میری شہزادی۔۔ کاوش نم آنکھوں سے ماہی کے بالوں
پر لب رکھ گیا۔

سر۔۔۔ یہ میڈیسن لیں آئے۔ آپ کی مسز کو بہت بخار ہے۔ ان کو دینا لازمی ہے۔ ایک نرس اندر داخل ہوتے بولی۔ کاوش ماہی کا ماتھا چومتے اُٹھ بیٹھا۔ کاوش میں لیں آتا ہوں۔ توں بھا بھی کے پاس ہی رک۔۔۔

احمد اندر داخل ہوتے بولا۔

کاوش نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف پرچی بڑھادی۔ احمد اسے لیتے باہر کی طرف بڑھا۔ پروفیسر۔۔۔ کاوش ماہی کی آواز سنتے فوراً اس کی طرف بڑھتے اپنے سینے سے لگا گیا۔ جی پروفیسر کی جان۔۔۔ کاوش اسے بچوں کی

طرح ٹیریٹ کرتے بولا۔

میرے بال جل گئے ہے۔ ماہی بچوں کی طرح روتے
بولی۔ لگتا ہے میری جان نے بالوں کا صدمہ لیں لیا ہے۔
کاوش پیار سے اس کے چہرہ ہاتھوں میں بڑھتے بولا۔ نہیں
مجھے دکھ ہوا ہے۔ ماہی نم آواز میں بولی۔

کاوش اس کی بات پر مسکرا گیا۔

امان۔۔ میرا امان کیسا ہے۔ ماہی امان کا سوچتے شدت
سے یاد کرتے بولی۔ ٹھیک ہے میری شہزادی تمہارا
شہزادہ۔۔۔ نور کے پاس ہے۔

تم ٹھیک ہو جاؤ۔ پھر چلتے ہیں۔ کاوش اسے اپنے سینے میں
بوختے بولا۔

تمہیں پتہ ہے۔ میں کتنا ڈر گیا تھا۔ کاوش نم آواز میں
بولا۔ جانتی ہوں۔۔ میرا پروفیسر مجھے لیں کر بہت حساس
ہے۔ یہ دیکھیں میرے ہاتھ۔۔۔ ماہی اپنے ہاتھ کاوش
کے آگے کرتے رودی۔ پٹی ہونے کی وجہ سے کافی کی

سے ملن رو دی پٹی ہونے کی وجہ کافی حد تک کم ہو گئی
تھی۔ کاوش اس کے ہاتھ تھامتے چومنے لگا۔ میری
شہزادی کو درد دینے والا۔۔۔ قبر میں پڑا ہے۔ کاوش پھر
سے اس کے ہاتھوں کو چوم گیا۔ ماہی اس کی گود میں سر
رکھتے بچوں کی طرح کاوش کے پیٹ کے گرد بازو باندھتے
لیٹ گئی۔ میری معصوم پھولوں سے زیادہ نازک
شہزادی۔۔۔ ایسے لیٹوں گی۔ تو جان سے جاؤ گی۔ کیوں
ایسے لیٹتے اپنے پروفیسر کی جان نکال رہی ہو۔ کاوش
مسکراتے ہوئے بے باکی سے

بولاً۔

چپ رہے۔۔ مجھے ایسے ہی آپ کے ساتھ لیٹنا ہے۔ ماہی
کاوش کو گھور کر بولی۔۔ میری جان ہو سپیٹل ہے۔ تو کیا
ہوا۔ ماہی ایسے ہی کاوش سے لپٹتے بولی۔

تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اپنے ہاتھ دیکھو۔۔

کاوش اپنی کمر سے ہاتھ ہٹاتے سیدھے کیے۔ اور مسکراتے
ہوئے ماہی کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔۔۔۔

علیزے کچن میں داخل ہوئی۔ رانی سامنے کھڑی فریزر میں سے چیزیں نکال نکال کر صلیب پر رکھ رہی تھی۔

علیزے منہ پھولائے پاس جا کر کھڑی ہوئی۔ کیا ہوا
علیزے بی بی۔۔ رانی علیزے کو ایسے کھڑے دیکھ کر
مسکراتے ہوئے بولی۔

کچھ نہیں رومیہ بیگم!! نے کچن میں کام کرنے کے لیے
بھیجا ہے۔ اُن کی کوئی بھانجی آرہی ہے۔ علیزے رونی
صورت بنا کر بولی۔ پاس کھڑی رانی مدھم سا ہنسی۔ کیا ہوا
بڑی بیگم صاحبہ نے کچھ کہاں ہے۔ رانی فریزر بند کرتے

ہوئے بولی۔ ہم مجھے میری اوقات یاد دلائی ہے۔ میں
حمزہ کی زندگی میں ایک معمولی سائیکٹ ہوں۔ کیا میں
اتنی معمولی ہوں۔ میرا کوئی وجود نہیں۔ میرا کیا قصور
تھا۔ سب مجھ سے نفرت کرتے ہے۔ پندرہ سال کی عمر
میں میری جیسی لڑکیاں میٹرک پاس کر کے کالج
ایڈمیشن لیں رہی ہے۔

اور میں ادھر اپنے لالا کے ناکردہ گناہ کی سزا بھگت رہی
ہوں۔ عزیزے بہتے آنسوؤں کے ساتھ حویلی کی ملازما
سے دُکھ درد بیان کرتے منہ پر ہاتھ رکھتے پھوٹ پھوٹ
کر رودی۔ بی بی جی یہاں کے لوگ بڑے ہی بے رحم

ہے۔ اپنے الفاظوں سے ہی دوسرے انسان کا کلیجہ نکال
کر ہتھیلی پر رکھ دیتے ہیں پر ر۔

پر چھوٹے صاحب بہت مختلف ہے۔ وہ ان سب سے
بہت مختلف اور رحم دل والے ہے۔ باہر سے پڑھے لکھے
ہے۔ یہاں کے رسم و رواج کو جانتے ہوئے بھی اگنور
کرتے ہیں۔ ایک بات کہوں رانی علیزے کے قریب ہو
کر بولی۔

ہم بولو۔۔ علیزے رانی کے اس طرح قریب ہونے پر
باہر کی طرف دیکھا۔

چھوٹے صاحب آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ چھوٹی
عمر کی لڑکیاں بڑے مردوں کو بہت جلدی بھا جاتی
ہے۔ اوہو۔۔ رانی اتنی سی بات پر چوروں کی طرح کانوں
میں گھس کر بات کر رہی ہو۔

علیزے گھورتے بولی بی بی جی اتنی سی بات نہیں ہے۔
یہاں دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ یہ جو حویلی
والے ہے نا۔ آپ کے دشمن ہے۔ یہ لوگ چھوٹے
صاحب کی دوسری شادی کروا کر ہی دم لیں گئے۔ اسی
لیے تو ستارہ بی بی یہاں تشریف لا رہی ہے۔

بہت چالاک عورت ہے۔ رانی کانوں کو ہاتھ لگاتے بولی۔

علیزے کے آنسو ٹپ ٹپ گرتے اس کے دل میں اور
اُدھم مچا رہے تھے۔ اُس کا نام ستارہ ہے۔ میرے سورج
کو چرانے آئی ہے۔ علیزے منہ میں بڑبڑاتے بولی۔

رانی تم بھی نا۔۔ میرے ہی جی صرف میرے ہے۔ تم
میرے چھوٹے سے دماغ میں اس طرح کے خدشے مت
پیدا کرو۔

خود ہی بنا لو۔ اُس ستارہ کے لیے کھانا۔۔۔ میرے سر میں
درد ہے۔ عزیزے سنگ میں ہاتھ دھوتے بولی۔ پر
عزیزے بی بی۔۔۔ رومیہ بیگم ڈانٹے گی آپ کو۔۔۔

کھالوں گی ڈانٹ۔۔۔ پر ادھر کھڑی ہو کر اپنی ناہونے
والی سوتن کے لیے لوازمات تیار نہیں کر سکتی۔۔۔ عزیزے
بولتے کچن سے نکلتے چلی گئی۔ رانی کندھے اچکاتے کام
میں مگن ہوئی۔

عزیزے جیسے ہی کچن سے باہر نکلی۔ بازل کے ساتھ لڑکی
کو دیکھتے عزیزے وہی کھڑی دیکھنے لگی۔ خالہ

جان۔۔۔ ستارہ بھاگتے ہوئے رومیہ بیگم کے سینے سے
لگی۔ کسی ہے میری بچی۔۔۔ سفر کیسا رہا۔ رومیہ بیگم پیار
سے بولی۔

میرے سے تو سڑے کریلے کی طرح بات کرتی ہے۔
دیکھو ذرا اب کھیر کی طرح میٹھی ہو گئی ہے۔ عزیزے
اپنے چھوٹے سے دماغ میں سوچتے بولی۔ ستارہ حمزہ۔۔۔
بازل کی اکلوتی کزن تھی۔ اس لیے سب اس سے پیار
کرتے تھے۔ خوبصورتی میں بھی سب سے اول درجے پر
آتی تھی۔

علیزے ستارہ کو دیکھتے سامنے دیوار پر لگے مرد میں دیکھ
گئی۔

خوبصورتی میں علیزے بھی کم نہیں تھی۔ وہ اپنی اور اس
کی عمر کا موازنہ کر گئی تھے۔ جہاں ستارہ ایک چوبیس سالہ
خاتون تھی۔ وہی علیزے پندرہ سال کی۔۔۔

یہ ہے۔۔۔ ونی میں آیا تحفہ۔۔۔ ستارہ علیزے کی قریب
آتے بولی۔

وہی لفظ سنتے علیزے کی گولڈن آنکھیں پانی سے بھر
آئی۔ ستارہ بچے یہاں آجاؤ۔۔ میں نہیں چاہتی اس
منہوسیت کا سایہ بھی تم پر پڑے۔

منہوسیت لفظ سنتے علیزے نے جھکاسر اٹھائے رومیہ
بیگم کی طرف دیکھا۔ جوزہریلی نگاہوں سے اسے ہی دیکھ
رہی تھی۔

جاؤ میرے لیے پانی لیں کر آؤ۔ ستارہ علیزے کے
کندھے پر ہاتھ رکھتے جھٹکے سے پیچھے کرتے بولی۔ علیزے
پیچھے کو لڑکھڑاتے دیوار کا سہارا لیں گئی۔

رانی پانی لیں کر آؤ۔۔ داخلی دروازے سے اندر داخل
ہوتے حمزہ خان بلند آواز میں بولا۔

وہ دیکھ چکا تھا۔ عزیزے کو دھکا دیتے۔ حمزہ خان کی آواز
پر سب نے پلٹ کر دیکھا۔ صرف عزیزے کے علاوہ۔۔

حمزہ کی نظریں اپنی چھوٹی سی بیوی پر ہی تھی۔ جو سر
جھکائے اپنے گالوں کو رگڑ رگڑ کر ڈوبے سے صاف کر
رہی تھی۔ عزیزے کا اس طرح جوہ کو چھونا حمزہ کا دل جلا گیا
تھا۔ رانی پانی کا بھرا گلاس لیے حمزہ کی طرف بڑھی۔

ساترہ بی بی کو دو۔۔ ان کو ضرورت ہے۔

حمزہ علیزے کو ایک ہی جگہ جمے دیکھ کر دانت پیتے بولا۔

حمزہ تم اس سو کو لڈ لڑکی کے لیے رحم دلی دکھا رہے ہو۔

ستارہ حمزہ کے قریب تر ہو کر بولی۔ یہی سو کو لڈ لڑکی

میری بیوی ہے۔ اور میں علیزے کے ساتھ کی ہوئی

تمیزی برداشت کروں گا۔ سوچ سمجھ کر الفاظ یوز کرنا۔

حمزہ۔۔ تم اس لڑکی کے لیے گھر میں آئے ہوئے مہمان

کی عزت کرنا بھول جاؤ گئے۔ رومیہ بیگم غصے سے اپنے

بیٹے کو دیکھ کر بولی۔ مورے عزت کے ساتھ رہے گی۔ تو
ضرور عزت کے ساتھ پیش آؤں گا۔ حمزہ کہہ کر لمبے
لمبے ڈھگ بڑھتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ علیزے
آگے بڑھتی رومیہ بیگم کے اشارے پر ستارہ حمزہ کے
پیچھے گئی۔ علیزے دانت پر دانت جمائے سائرہ کو دیکھ
گئی۔

علیزے بی بی میں نے کہاں تھانا۔ بہت چالاک ہے ستارہ
بی بی آتے ہی چکر کاٹنے لگ گئی۔

رانی یہاں کیا کر رہی ہو۔ جاؤ کھانے پینے کا انتظام کرو۔
جی بیگم صاحبہ۔۔۔ رانی جلدی سے کچن کی طرف بڑھ
گئی۔ عزیزے بھی اوپر جانے کی بجائے کچن میں چلی گئی۔

رانی پر بنا کوئی نظر ڈالے عزیزے برتن نکالتے ڈالے پر
باہر ڈامینگ ٹیبل پر لگانے لگی۔

عیزے تمہارا شوہر آیا ہے۔ جاؤ اس کے پاس۔۔ مہمل
اس کے پاس آتے بولی۔ بھا بھی میرا دل نہیں ہے۔ جس
نے جانا تھا۔ وہ گئی ہے۔ عزیزے سپاٹ چہرے کے ساتھ
بولتے پانی کا جگ بھرنے لگی۔

حمزہ روم میں داخل ہوا غصے سے اپنی جیکٹ اُتارے بیڈ پر
پھینکی۔ عزیزے کا اس طرح اگنور کرنا حمزہ کے اندر آگ
لگا گیا تھا۔ عزیزے کا اسلام آباد میں سارا دن ساری رات
لیٹ کر سونا یاد آیا تھا۔ ایک منٹ بھی اس سے دور نہیں
رہی تھی۔ صاف پتہ چل رہا تھا۔ اس کی چھوٹی سی بیوی
نارا ضلگی دکھا رہی ہے۔

ستارہ روم میں داخل ہوئی۔ حمزہ کو بیڈ کے قریب کھڑے
دیکھ کر پیچھے سے اسے بگ کر گئی۔ حمزہ اتنی تیز سمیل

اپنے قریب محسوس کرتے ستارہ کے ہاتھ ہٹاتے دور
جھٹکا۔

اس کی عزیزے اس طرح کی خوشبوؤں سے دور رہتی
تھی۔ وہ تو دور کھڑے اپنی عزیزے کی بدن کی خوشبو کو
پھوٹے محسوس کر سکتا تھا۔ شرم کرو ستارہ۔۔۔ یہ تمہارا
ایشیا ملک نہیں جہاں تم کسی کو بھی گلے لگاتے پھروں گی۔
حمزہ ستارہ کی اس حرکت پر غصے سے بولا۔ حمزہ میں نے
کسی کو نہیں صرف تمہیں گلے لگایا ہے۔ اور تم میرے
لیے نامحرم نہیں ہو۔ ستارہ بے باکی سے بولتے حمزہ کے
ساتھ لپٹی۔

ستارہ اپنی حد میں رہو۔

حمزہ نامحرم لفظ سنتے غصے سے بولا۔ تم پاگل ہو گئی ہو۔ کیسی
بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔

میں تمہارے لیے نامحرم ہوں۔ اور پلیز دور رہو مجھ
سے۔۔ حمزہ اس سے دور ہوتے بولا۔ عجیب پاگل لڑکی
ہے۔ محرم اور نامحرم میں فرق ہی نہیں جانتی۔۔

حمزہ خالہ نے بتایا ہے تم میرے شوہر ہو۔ ہمارا بچپن میں
نکاح کر دیا گیا تھا۔

حمزہ ساکت سا کھڑا ستارہ کے لفظوں پر غور کرنے لگا۔
واٹ تم ہوش میں ہو۔۔۔ سنی عورت حمزہ یک دم
دھاڑتے بولا۔ حمزہ تم خالہ سے پوچھ سکتے ہو۔ میں سچ کہہ
رہی ہوں۔۔

ستارہ بولتے کمرے سے نکلتے چلی گئی۔ حمزہ اپنے بالوں کو
پکڑتے زمین پر بیٹھتے چلا گیا۔ نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ
سب جھوٹ ہے۔ میرا عزیز کے علاوہ کسی سے نکاح

نہیں ہوا۔ علیزے۔۔ حمزہ علیزے کا سوچتے جلدی سے
اُٹھ کر نیچے کی طرف بڑھ گیا۔

علیزے کو بات پتہ چلنے سے پہلے حمزہ اپنی مورے سے
بات کرنے کا ارادہ رکھتے ہوئے ان کے کمرے کی طرف
بڑھ گیا۔

کمرے میں داخل ہوتے حمزہ رومیہ بیگم کے سر پر جا کھڑا
ہوا۔

مورے یہ ستارہ کیا بول رہی ہے۔ حمزہ خان غصے سے
بولا۔ ٹھیک تو بول رہی ہے۔ رومیہ بیگم !! ڈو

ٹوک انداز میں بولی۔ جیسے وہ جانتی تھی۔ حمزہ ضرور آئے
گا۔ جھوٹ بول رہی ہے۔ اگر ایسا کچھ ہوا بھی ہوتا۔۔ تو
مجھے کیسے یاد نہیں۔۔ کیوں کے تم نے یاد کرنے کی
کوشش ہی نہیں کی۔ رومیہ بیگم مغروریت سے ہستے
بولی۔

مورے یہ سب جھوٹ ہے۔ عزیزے سے دور کرنے
کے لیے یہ سب کیا ہے نا آپ نے۔۔۔ کان کھول کر سن

لیں۔۔ میں علیزے کو خود سے دور نہیں کر سکتا۔۔ اگر یہ
نکاح ہوا بھی ہے۔ مجھے قبول نہیں۔۔ میں نہیں مانتا
اس نکاح کو۔۔ میری زندگی میں آنے والی پہلی اور
آخری لڑکی علیزے خان ہی ہے۔ وہ وہی میں ہی
سہی۔۔۔ پر حمزہ خان کی بیوی ہے۔ اور مجھے اپنی جان سے
بھی زیادہ عزیز ہے۔ حمزہ خان ایک ایک لفظ غصے سے
بولتے علیزے کی اہمیت رومیہ بیگم کو بتا گیا۔ دروازے
کے پاس کھڑی ستارہ کی آنکھوں سے آنسو بہتے زمین کا
حصہ بنے۔۔۔

حمزہ ستارہ پر نظر ثانی کیسے بغیر باہر نکل گیا۔ خالہ
جان۔۔۔ مجھے اچھا نہیں لگا حمزہ سے جھوٹ بولتے
ہوئے۔۔۔ میں نے بول تو دیا ہے۔ میں اُس کی منکوحہ
ہو۔۔۔ پر وہ یقین نہیں کریں گا۔

وہ اس معمولی سی لڑکی پر جان چھڑکتا ہے۔ مجھ سے یہ
ناٹک نہیں ہو گا۔ ستارہ رومیہ کے قریب بیٹھتے بولی۔
ستارہ۔۔۔ مرد جذباتی ہوتا ہے۔ تجھے اگر حمزہ کو پانا ہے۔
یہ سب کرنا ہی ہو گا۔

اگر اس لڑکی کو راستے سے ہٹانا ہو گا۔ میں تمہاری مدد
کروں گی۔

رومیہ بیگم!! دوسروں کو معمولی سمجھنے والی۔۔ خود ایک
معمولی سوچ کی مالک ہے۔ چلو آؤ میری بچی دل چھوٹا
نہیں کرتے۔۔۔ کھانا کھاتے ہے۔ حمزہ نرم دل کا ہے۔
دیکھنا ایک نا ایک دن پگل جائے گا۔

حمزہ کچن میں داخل ہوتے سب کو اگنور کرتے عزیزے کو
اپنے کندھے پر ڈالتے کچن سے نکلتا چلا گیا۔ مہمل اور رانی
اپنی ہنسی دباتے عزیزے کو دیکھنے لگی۔ جو بچوں کی طرح

بوکھلا گئی تھی۔ ہی جان۔۔۔ مجھے نیچے اُتارے اتنا اوپر
کیوں اُٹھایا ہوا ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ پلینز نیچے
اُتارے۔۔۔ علیزے حمزہ کی کمر پر ہاتھ مارتے نیچے اُتارنے
کا بولنے لگی۔ میری چھوٹی سی افلہ تو ن ایسے مت
چینوں۔۔۔ کیا حویلی والوں کو اکٹھا کرنے کا ارادہ ہے۔

چھوڑے میری بچی کو۔۔۔ ہم ناراض ہے۔ ایک دم
میشال سامنے آتے بولی۔

حمزہ نے گھور کر ایک اور آفت کو دیکھا۔ کیوں بھئی ایسا
بھی کیا میں نے کر دیا۔۔۔ جو آپس نار ضلگی نمائش جارہی

ہے۔ حمزہ علیزے کو نیچے اتارتے بولا۔ علیزے منہ
مغربی گھماتے وقت

حمزہ علیزے کی ناراضگی پر مسکرا کر دیکھنے لگا۔ میثال اپنے
چاچو کو بول دو۔۔ علیزے کا آپ سے بات کرنے کا موڈ
نہیں ہے۔ چاچو آپ نے سنا چچی کیا بولی۔۔ ہاں سنا۔۔
اپنی بچی کو بول دو۔۔ تمہارے موڈ کی پرواہ نہیں۔۔
میں ایسے بھی بات کر سکتا ہوں۔۔ میثال آپ جاؤ روم
میں۔۔ آپ کی بچی کا موڈ میں صحیح کرتا ہوں۔۔ حمزہ
میثال کے گال چومتے بولا۔۔ میثال علیزے کے ہاتھ
پر کس کرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ علیزے

حمزہ کو بنادیکھے بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل
ہوئی۔ اس سے پہلے علیزے دروازہ بند کرتی۔۔ حمزہ اپنا
ہاتھ رکھ گیا۔ علیزے حمزہ کو گھورتے دروازہ کھولا
چھوڑے بیڈ کی طرف بڑھی۔۔۔ حمزہ دروازہ لاک
کرتے علیزے کو ایک ہی جھٹکے سے بیڈ کے اوپر لیں کر
گرا۔۔

علیزے چیختے ہوئے اس کے سینے سے لگی۔ حمزہ کی
جان۔۔۔۔ کیوں ناراض ہے۔ حمزہ اسے اپنے ساتھ بے
باکی سے لیٹاتے بولا۔

ہی مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔۔ عزیزے اس کے اوپر سے
اُٹھتے بولی۔۔ اچھا میرا چھوٹا سا بچہ ناراض ہے۔ ناراضگی کی
وجہ جان سکتا ہوں۔۔

حمزہ اس کے سرخ گالوں کو چومتے بولا۔

کہاں گئے تھے آپ۔۔ عزیزے اس کے پیار بھرے
انداز پر غصہ تھوکتے بولی۔

ہو اسپتال میں ایمر جینسی قیس تھا۔ اسی لیے جانا پڑا۔۔
میری چھوٹی سی دنیا۔۔ حمزہ اُٹھتے اپنی گود میں بیٹھاتے

بولا۔ حمزہ اسے اپنے سینے سے لپٹا گیا۔ اسے یہ تھا۔ ستارہ
شاید اسے بتا گئی ہے۔ ستارہ کیوں ہمارے کمرے میں آئی
تھی۔ عزیزے حمزہ کی بیڑ ڈکے ساتھ اپنا چہرہ رگڑتے
بولی۔ عزیزے کی اس حرکت پر حمزہ کو جی بھر کر پیار آیا۔
ستارہ کو چھوڑو۔۔ اپنے ہی کو خوش کرو۔۔ تمہاری جان
لیوہ بدن کی خوشبو کے لیے بہت تڑپا ہوں۔۔ حمزہ اس کی
گردن میں چہرہ چھپاتے بولا۔ ہی کیا آپ دوسرے شادی
کریں گئے۔۔ عزیزے کی بھگی آواز سنتے حمزہ کچھ دیر
خاموش رہا۔

ہبی کی جان۔۔ میرے لیے تم کافی ہو۔۔ اتنی خوبصورت
بیوی ہے میری میں بھلا کیوں شادی کرنے لگا۔۔

آپ کی مورے کہتی ہے۔ میں آپ کے قابل نہیں وہ
ستارہ آپ کی۔۔۔

ابھی علیزے کچھ اور بولتی۔۔ حمزہ اس کے لبوں پر اپنے
لب رکھ گیا۔ کچھ دیر علیزے کے لبوں کی نمی نچوڑتے
پیچھے ہٹا۔

ایسا کچھ نہیں ہے عزیزے۔۔ اپنے چھوٹے سے دماغ اس
طرح کی چیزیں نکال دو۔ کسی کی بات کو سریس مت لیا
کرو۔

میں ہمیشہ ہی اپنے بچے کا ہی رہنے والا ہوں۔۔ اور دور
رہنا اُس ستارہ سے۔۔ حمزہ بچوں کی طرح ٹریٹ کرتے
بولا۔ حمزہ کی بات پر عزیزے سر ہلاتے اس کے سینے سے
لگی۔

حمزہ اس کے بالوں پر لب رکھتے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرا۔
میرا بچہ نہا لیا تھا۔۔ حمزہ اس کی کچھ دن پہلے ہوئی طبیعت

خراب کا سوچتے بولا۔ حمزہ کے اس طرح پوچھنے پر
علیزے شرم سے لال ہوئی۔ یا اللہ۔۔ ہی آپ کتنے
گندے ہے۔ علیزے اس کے ساتھ چپکتے بولی۔ میری
چھوٹی سی جان۔۔ فکر مندی سے پوچھ رہا ہوں۔ اگر
نہیں بتانا میں خود دیکھ لیتا ہوں۔

حمزہ اسے نیچے کی طرف جھکاتے ابھی شرٹ ہٹانا علیزے
فورا حمزہ کے ہاتھ پکڑتے بولی۔۔ ہی صبح ہی شاور لیا ہے۔
علیزے کے شرم والے چہرے کو دیکھتے حمزہ کو اپنی ہنسی
روکنا مشکل لگی۔۔ میری جان۔۔ کب تک چھپا لو گئی۔
ایک نا ایک دن تمہارا ہی ہر حد پار کرتے تمہاری

گہرائیوں میں اترے گا۔ حمزہ بے باکی سے بولتے اس کی
دھڑکنوں پر لب رکھتے کمبل میں لیں کر غروب ہوا۔

حمزہ۔۔۔ عزیزے ایک دم بولی۔۔ عزیزے کے منہ سے
حمزہ سنتے حمزہ نے گھور کر دیکھا۔ سوری ہی۔۔ میں تنگ کر
رہی تھی۔۔

عزیزے منہ بناتے بولی۔۔ تمہارے منہ سے صرف ہی
ہی اچھا لگتا ہے۔ آئندہ نام لیا اچھا نہیں ہو گا۔ چلو تھوڑا
ساریسٹ کرو۔ پھر ڈھیر سارا پیار کریں گئے۔ پھر صبح

تمہیں خان حویلی لیں کر جاؤں گا۔ حاکم خان کی خیریت
معلوم کرنے۔ حمزہ علیزے کو اپنے ساتھ لپٹائے

بولا۔۔۔۔۔

علیزے جو کب سے ریڈی ہو کر بیٹھی تھی۔ بلیک رنگ کی
فراک اور نیچے چوری دار پاجامہ پہنے انتہا کی حسین لگ
رہی تھی۔ گولڈن سُرخ ہوئی آنکھوں سے پانی بہہ رہا
تھا۔ علیزے پانی سی بھری آنکھیں بار بار اٹھائے
دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اور چھوٹی سی ناک پر انتہا کا غصہ بھی تھا۔ ہمیں صبح صبح
تیار ہونے کا بول کر خود پتہ نہیں کہاں چلے گئے ہیں۔
گھنٹہ ہونے کو آیا تھا۔ پر حمزہ خان نہیں آیا۔ علیزے غصے
سے اپنے سلیپر اتارتے ڈوبٹہ سائیڈ پر پھینکے کمبل اوڑھے
لیٹ گئی۔

اب ہم بھی نہیں جائے گئے۔ ہماری نیند خراب کر کے
خود پتہ نہیں کہاں غائب ہو گئے۔

علیزے منہ میں بڑبڑاتے سیدھے لیٹے چھت کو گھورنے
لگی۔ دروازہ کھلنے کی آواز سنتے علیزے نے سامنے دیکھا
جہاں حمزہ نیوی بلیورنگ کی شلوار قمیض پہنے اور سکن
رنگ کی چادر خود پر اچھی طرح حاوڑھے اپنی مونچھو کو تاؤ
دیتا علیزے کو دیکھ گیا۔ علیزے دل ہی دل میں ماشا اللہ
بولتے غصے سے کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔ حمزہ مسکراتے
ہوئے بیڈ کی طرف بڑھتے علیزے کے قریب بیٹھا۔
علیزے کی سوسو والی آواز سنتے حمزہ فکر مندی سے اس کا
رخ اپنی طرف موڑا۔ کیا ہوا میری چھوٹی سی جان۔۔۔ رو
کیوں رہی ہو۔ حمزہ اس کے خوبصورت چہرے پر نظریں
ٹکاتے بولا۔ کہاں تھے آپ۔۔ ہم کب سے تیار ہو کر

آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ عزیزے اپنی چھوٹی سی ناک
پھولائے بولی۔ کیوں میری جان مجھے مس کر رہی تھی۔

حمزہ کمبل کے اندر ہاتھ ڈالے اس کی کمر کو سائیڈوں سے
مٹھی میں پکڑتے بچوں کی طرح اٹھائے اپنی گود میں
بیٹھایا۔ عزیزے حمزہ کی اس حرکت پر اندر تک سُرخ
پڑی۔ نہیں میں آپ کو مس نہیں کر رہی تھی۔ بس مجھے
اپنی تیاری کی فکر تھی۔ صبح میں اپنی پیاری نیند کو
دوسرے جہاں بھیجتے تیار ہوئی ہوں۔ اگر آپ مجھے نالیں
کر گئے تو میری تیاری بیکار جانی تھی۔ عزیزے اپنے
چھوٹے سے دماغ میں سوچتے فوراً بولی۔ حمزہ کی ابھی بنی

کہانی پر قہقہہ لگا اٹھا۔ آپ ہی کیوں رہے ہیں۔ عزیزے
اس کے عنابی لبوں کو دیکھتے بولی۔

کیوں کے میری عزیزے بہت بولنے لگ گئی ہے۔

میں زارون کو کالج چھوڑنے گیا تھا۔ اسی لیے لیٹ ہو گیا۔
حمزہ اس کی پانی سے بھری آنکھوں کو دیکھتے بولا۔ میری
جان اُداس ہو گئی تھی۔ حمزہ اس کے بال کان کے پیچھے
اوڑستے بولا۔ ہاں نا آپ دور مت جایا کریں۔ میرا دل
بہت اُداس ہو جاتا ہے۔ آپ ایک منٹ بھی مجھ سے دور
ہوئے۔ میں پکی والی ناراض ہو کر اللہ میاں کے پاس چلی

جاؤں گی۔ پھر آپ ڈھونڈتے پھرنا۔ علیزے حمزہ کے
ساتھ لپٹتے بولی۔ علیزے کی آخری بات پر حمزہ کا دل
تڑپ اٹھا۔ علیزے آئینہ ایسے الفاظ مت یوز کرنا۔ ورنہ
بُرا پیش آؤں گا۔ حمزہ اس کی سائیڈ گردن کی سکُن کو
دانتوں سے کھینچتے بولا۔

میں سچ بول رہی ہوں ہی۔۔ میں مر جاؤں گی۔ اگر آپ
مجھ سے دور گئے۔ علیزے حمزہ کو دھمکی دیتے بولی۔ حمزہ
نے اپنی چھوٹی سی بیوی کو دیکھا۔ جو اسے اچھی خاصی
دھمکی لگا رہی تھی۔ حمزہ پریشانی سے سر مسلتے رہ گیا۔ دل
بُری طرح دھڑک اٹھا۔ وہ اسے کیا سمجھاتا کہ اس کے

ساتھ ساتھ باہر کے کام بھی تو دیکھنے تھے۔ حمزہ اس کی
معصومیت کو دیکھتے اسے اپنے سینے میں بو نچھ گیا۔ میری
جانان تم سے ایک منٹ کے لیے بھی غافل نہیں ہوں
گا۔ حمزہ خان تمہیں کھونے سے ڈرتا ہے۔ حمزہ ڈر خوف
سے بولتے شدت سے اپنے سینے سے لپٹائے جا رہا تھا۔ وہ
اس کی دھمکی کو مزاق میں نہیں اڑا سکتا تھا۔ ویسے بھی
کل سے حمزہ کا دل بے چین تھا۔ ستارہ کی باتوں نے اسے
تلملا کر رکھا ہوا تھا۔

اگر مورے اور ساترہ کی بات سچ نکلی آگئے کا سوچتے حمزہ
کا دل گھبرا رہا تھا۔

اب علیزے کی دھمکی اس کی بچی کچی سانسیں کھینچنے پر
لگی ہوئی تھی۔ چلو میرا بچہ ہمیں لیٹ ہو رہا ہے۔ چلتے
ہے۔ حمزہ اس کی نیچے سے سلپیر اٹھے اس کے نازک
گورے پیروں میں پہنانے لگا۔ علیزے مسکراتی ہوئی
حمزہ کو دیکھ رہی تھی۔ دھمکی کافی کارآمد ثابت رہی ہے۔
علیزے منہ میں بڑبڑاتے بولی۔ حمزہ اس کا ڈوبٹہ ہاتھ میں
پکڑے اسے ایسے ہی بچوں کی طرح گود میں اٹھاتے
کمرے سے نکلا۔ اس وقت لاؤنج میں کوئی نہیں ہوتا تھا۔
حمزہ جلدی سے سیڑھیاں اترتے لاؤنج سے ہوتے باہر
نکلا۔ اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے علیزے کو فرنٹ

سیٹ پر بیٹھاتے اور اس کا ماتھا چومتے دروازہ بند کرتے
کسی کو کال ملانے لگا۔ ارباز میں دو گھنٹوں کے لیے باہر جا
رہا ہوں۔ میرے آنے سے پہلے میرے کمرے میں کچن
اور لاؤنج میں کیمرے لگ جانے چاہیے۔

حمزہ ایک نظر علیزے کو دیکھتے بولا۔

وہ ہر وقت تو اس کے پاس نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے اسے
یہی مناسب لگا۔ وہ کہی بھی جائے وہ اس پر پوری نظر رکھ
سکتا تھا۔

ٹھیک ہے چھوٹے صاحب آدھے گھنٹے میں ہی آپ

کا کام ہو جائے گا۔

ارباب بول کر کال بند کر گیا۔

حمزہ مسکراتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھا۔ وہ ونی میں
آئی ہوئی پہلی ایسی لڑکی تھی۔ جو اپنے شوہر دھمکی لگائی
تھی۔ اگر آپ مجھ سے ایک منٹ بھی دور ہوئے، میں
آپ سے ناراض ہو کر اللہ میاں کے پاس چلی جاؤں گی۔

اور وہ اپنی "پندرہ سالہ بیوی کی دھمکی سنتے اپنے کمرے،
لاؤنج اور

کچن میں کیمرے لگانے کا آرڈر جاری کر چکا تھا۔ وہ ایک
منٹ کے لیے بھی اب اپنی اس چھوٹی آفت سے غلطی
سے بھی نظریں نہیں ہٹا سکتا تھا۔ ہی جان۔۔ آپ کس
سے بات کر رہے تھے۔ عزیزے اسے گاڑی سٹارٹ
کرتے دیکھتے بولی۔ تم پر نظر رکھنے کے لیے کچھ آرڈر
جاری کر کے آیا ہوا۔ اب تو ہر وقت میری نظریں تم پر
ہی ہوگی۔ حمزہ بس کی غصے سے بھری ناک کو انتہائی بے
باکی سے چومتے بولا۔ کیا مطلب۔۔

علیزے نا سمجھی سے بولی۔

کچھ نہیں میری جان آفت اپنے اس چھوٹے سے دماغ پر
زور مت دو۔

حمزہ اس کے پاس ہوتے ماتھے پر بوسہ دیا۔ اور گاڑی کو
سٹارٹ کرتے حویلی سے نکلتے خان حویلی کے راستے کی
طرف موری جو یہاں سے پچیس منٹ کی دوری پر پھا۔

حمزہ کی گاڑی خان حویلی کے کارپورچ میں آکر رکی۔ حمزہ
گاڑی سے اترتے علیزے کی طرف بڑھتے گاڑی کا ڈور
کھولتے علیزے کو باہر نکالا۔

بہرام جو میرال کو گود میں اٹھائے لان میں ٹہل رہا تھا۔
حمزہ کو اور اس کے ساتھ چھوٹی سی لڑکی کو دیکھتے بہرام
ان کی طرف بڑھا۔ حمزہ نے مسکراتے ہوئے بہرام کو
دیکھا۔ کیسے آنا ہوا ار مغان خان کے پوتے کا یہاں۔۔
دیکھنے آیا تھا۔ کے اس حویلی کے لوگ کہی بھول تو نہیں
گئے۔ پر تمہارے منہ سے دادا کا نام سنتے خوشی ہوئی۔ حمزہ
علیزے کا ہاتھ پکڑے بہرام کی طرف بڑھا۔

ہے لیٹل گرل۔۔ حمزہ میرال کے پھولے گال کو کھینچتے
بولا۔ بابا۔۔ میرال حمزہ کو دیکھتے اپنے بابا کو پکارتے اس کی
گردن میں چہرہ چھپا گئی۔

چل اب سینے سے لگالیں۔ یادامیار لالا کی طرح گھورتے
ہی رہی گئے۔ حمزہ سامنے کھڑے دامیار کو گھورتے پا کر
دانت پیتے بولا۔ توں یہاں ہمارے لیے تو بلکل نہیں آیا۔
بہرام گھورتے بولا۔ بلکل نہیں۔۔ میں یہاں حاکم دادا
کے لیے آیا ہوں۔

حمزہ اس کے کندھے کو جھاڑتے مسکراتے ہوئے بولا۔
کمینہ کہی۔۔ کا جواب دینے کی عادت نہیں گئی تیری۔۔
بہرام اسے گلے سے لگاتے

بولا۔۔۔ حمزہ نے مسکراتے ہوئے دامیار کو آنکھ و نک
کی۔

دامیار مسکراتے ہوئے اسی کی طرف آیا۔

دامیار نے پہلے آتے سر جھکائے کھڑی علیزے کے سر پر
ہاتھ رکھا۔ اور حمزہ کو سینے سے لگایا۔

بہت بدل گیا ہے۔ دامیار اس کی پیٹھ تھپتھپاتے بولا۔ لالا
۔۔ شادی کے بعد ہر انسان بدل جاتا ہے۔ بہرام حمزہ کے
ہاتھ میں علیزے کا ہاتھ دیکھتے بولا۔ کوئی شک نہیں۔۔
حمزہ کندھے اچکاتے بولا۔ چل آندر۔۔ دامیار اسے لیں
کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔

ہیزل بہرام نے سامنے لاؤنج میں بیٹھی اپنی جان عزیز کو
آواز دی۔ جی خان۔۔ ہیزل بھاگتے ہوئے بہرام کے
پاس آئی۔ کھانے پینے کا انتظام کرو۔۔ ہمارے بہت ہی
خاص مہمان آئے ہیں۔ بہرام ہیزل کو بولتے حاکم خان

کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ماشا اللہ۔۔ یہ سورج کا چاند
کہاں سے نکل آیا۔

حاکم خان حمزہ کو دیکھتے اُٹھتے بولے۔

حمزہ نے آگئے ہوتے حاکم خان کو سہارا دیا۔ سورج کو بنا
بتائے اُن کا چاند آپ سے ملنے آیا ہے۔ حمزہ اپنے دادا
ارمغان خان کے لیے سورج کا نام سنتے مسکراتے ہوئے
بولا۔ بہت شکریہ۔۔ تیرا دادا تو اپنے بوڑھے دوست کو
بھول ہی گیا ہے۔ حاکم دادا وہ کون سا جوان ہے۔

وہ بھی بوڑھے ہو گئے ہیں۔ بس آپ کی طرح حرم دل
نہیں ہے۔ حمزہ حاکم خان۔۔ کے محبت بھرے لہجے کو
دیکھتے بولا۔

ہم!! جانتا ہوا۔ وہ بچپن سے ہی ایسا ہے۔ اور حویلی میں تو
بتا کر آیا ہے نا۔۔ یا اُن سے بھی چھپ کر آیا ہے۔ نہیں
حاکم دادا۔۔ اب اتنا بھی ڈر پوک نہیں ہوں۔ حمزہ کی
بات پر بہرام اور دامیار نے اپنی ہنسی دبانے کی کوشش
کی۔

یہاں آؤں بچے۔۔ حاکم خان سامنے بیٹھی علیزے کو دیکھتے
بولی۔ علیزے ایک نظر حمزہ کو دیکھتے حاکم خان کی طرف
بڑھی۔ حاکم خان نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔
دامیار بچی کو زنان خانے میں چھوڑ آؤ۔ سب سے مل کر
اچھا محسوس کرے گی۔

حاکم اسے نروس ہوتے دیکھتے بولے۔ ٹھیک ہے حاجی!!
چلو آؤ گڑیا۔۔ دامیار اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے
باہر نکل گیا۔ حمزہ علیزے کے ہاتھ پر بوسہ دیتا جانے کا
اشارہ کر گیا۔ بہرام حمزہ کی حرکت پر مسکرایا۔۔ علیزے
شرم سے سر جھکائے باہر نکل گئی۔

بلکل ہمارے شاہ میر کی طرح رنج کے بے شرم ہے۔
حاکم خان دانت پیستے بولی۔ حاکم دادا چھوٹی ہے۔ بچوں کی
طرح پال رہا ہوں۔ حمزہ بنا شرم کے بولا۔ بہرام کا قہقہہ
بے ساختہ کمرے میں گونجا۔ حمزہ نے گھور کر بہرام کو
دیکھا۔

داجی!! ار مغان خان کا پوتا بھی۔۔ آپ کے پوتے اور
نواسے کی طرح اپنی بیوی کو بچوں کی طرح ٹریٹ کرتا
ہے۔ بہرام خان۔۔ تم بھی زن مریدی میں اول درجے

پر فائز ہو۔ حاکم خان کی بات پر حمزہ کی ہنسی نکلی۔
چھوڑے اسے۔۔ آپ بتائے کیسی می ہے۔

طبیعت آپ کی۔۔ سنا ہے۔ آپ بہت بیمار رہتے ہیں۔

حمزہ بہرام کو گھورتے بولا۔

بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اب بیماریوں نے ہی گھیرا ڈالنا ہے۔ تم
بتاؤ۔۔ کیسا چل رہا تمہارا ڈاکٹری کا کورس۔۔ کورس
مکمل ہو گیا ہے۔ اب اپنا ہو اسپیشل چلا رہا ہوں۔ حمزہ
مسکراتے بولا۔

ماشاء اللہ۔۔ حاکم خان کرتے ہوئے بولے۔

آپ فکر مت کرے۔۔ آج میں آگیا ہوں۔ دیکھیے
گا۔ ایک دن دادا جان بھی آپ سے ملنے آئے گئے۔

حمزہ تھوڑی دیر پہلے ہی حویلی سے نکلا تھا۔ ناشتہ کرنے
کے بعد حمزہ فوراً حاکم خان سے اجازت لیتے نکل آیا تھا۔
کیا ہوا۔۔ میری جان اکیلے ہی مسکرا رہی ہے۔ حمزہ اسے
مسکراتے دیکھ کر بولا۔

ہی جان۔۔۔ سب وہاں اتنے اچھے تھے۔۔ ہیزل بھا بھی
عابیرہ بھا بھی۔۔ زمل بھا بھی۔۔ اور نائیکیشہ سب

بہت اچھے تھے۔

اچھا نائیکیشہ کے ساتھ بھا بھی کیوں نہیں لگایا۔۔ حمزہ اس
کے خوشی سے جگمگاتے چہرے کو دیکھتے بولا۔ حویلی میں
بے بہت کم ہی مسکراتے دیکھا تھا۔ کیوں کے وہ میری
بیسٹ فرینڈ بن گئی ہے۔ مجھ سے ایک سال ہی بڑی ہے۔
اب اپنی دوست کو بھا بھی کہتے اچھی تھوڑی لگوں گی۔

علیزے حمزہ کے کندھے پر ہلکی سی چماٹ لگائے بولی۔
علیزے سارے راستے ہی بچوں کی طرح سب کی باتیں
بتاتی آئی تھی۔

حویلی بھی پہنچ گئے تھے۔ پر علیزے کی زبان گئے تھے
کے علیزے کو بریک نہیں لگی تھی۔

سامنے ہاتھ پھلائے ستارہ ان کے راستے میں آکر کھڑی
ہوئی۔ علیزے نے ناگواریت سے ستارہ کو دیکھا۔ کہاں
سے آرہے ہو۔۔ ستارہ بیویوں والا رعب جمائے بولی۔
حمزہ نے غصے سے اس کو دیکھا۔

ہٹو راستے سے۔۔ تمہیں پوچھنے کا حق نہیں ہے۔ حمزہ سرد
آواز میں بولا۔

حمزہ خان۔۔ تم شاید بھول رہے ہو۔۔ میں تمہاری ابھی
ستارہ کچھ آگئے بولتی۔ حمزہ غصے سے دھاڑتے اس کے
آگئے کے الفاظ منہ میں ہی دیا گیا۔ سٹوڈ ستارہ۔۔ اپنی
زبان کو قابو میں رکھو۔۔ آئینہ راستے میں آنے کی
کوشش کی جان سے جاؤ گی۔ حمزہ ستارہ کو دھکا دیتے
علیزے کا ہاتھ پکڑے اوپر کی طرف بڑھ گیا۔ علیزے
حمزہ کے ساتھ گھسیٹتی چلی جا رہی تھی۔ سامنے ارباز آتے

ہوئے دکھائی دیا۔ چھوٹے صاحب آپ کا کام ہو گیا ہے۔
حمزہ کو دیکھتے فوراً بولا۔ ٹھیک ہے تم جاؤ۔ حمزہ بول کر اندر
کی طرف بڑھ گیا۔ ہی چھوڑے مجھے۔۔ اتنی زور سے
کون پکڑتا ہے۔ عزیزے اپنی کلائی چھڑواتے بولی۔ حمزہ
اس کی سُرُخ کلائی دیکھتے بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔ ستارہ
کا غصہ وہ اس کی نازک کلائی پر نکال چکا تھا۔

ایم سوری!! حمزہ اس کی کلائی کو پکڑتے بولا۔ اور وہاں
اپنے لب رکھے۔

آپ بلکل بھی مجھ سے پیار نہیں کرتے۔۔ عزیزے کی
بھگی آواز پر حمزہ اسے گود میں اٹھائے بچوں کی طرح
ٹانگیں اپنی کمر کے گرد

باندھتے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔ عزیزے نے گر بڑاتے
ہوئے حمزہ کو دیکھا۔

اچھا!! کب کب میں نے پیار نہیں کیا۔ حمزہ اس کو بے
باکی سے چھوتے بولا۔ ہم!! بولتے ہی ہے۔ پیار نہیں
کرتے۔۔ رانی بولتی ہے ایک شوہر اپنی بیوی کو بہت پیار
کرتا ہے۔ اور آپ تو مجھے بیویوں والا پیار ہی نہیں

کرتے۔ میری جان۔۔ اگر تمہیں پیار کیا۔ تمہاری نازک
جان مجھے اپنے اندر برداشت نہیں کر سکے گی۔ رانی کی تو
کلاس لیتا ہوں۔ جو تمہارے چھوٹے سے دماغ میں ایسی
باتیں ڈال رہی ہے۔ حمزہ دل ہی دل میں سوچتے رانی کی
کلاس لگانے کا ارادہ کر چکا تھا۔

کیا مطلب۔۔ اندر برداشت نہیں کر سکتی۔ عزیزے کچھ
سوچتے بولی۔ حمزہ نے اسے بے باکی سے اپنے ساتھ
لگاتے اس کے علم میں اضافہ کیا۔ عزیزے کانوں کی لوں
تک سرخ پڑی۔۔

حمزہ اس کی اوڑھی رنگ دیکھتے قہقہہ لگاتے اس کے

لبوں پر جھک گیا۔

علیزے اس کے تشنگی بھرے جنون کو دیکھتے اس کی گود
میں پھڑپھڑا اٹھی۔ حمزہ اسے بیڈ پر لیٹاتے اس کے لبوں
کو بنا رہائی دیتے اس پر جھکتا چلا گیا۔ علیزے اپنے دل کو
دھک دھک دھڑکتے محسوس کرتے حمزہ کو خود سے دور
کرنے لگی۔

وہ چھوٹی سی جان۔۔ اس دیو کے نیچے بامشکل سانس لیں
پارہی تھی۔ حمزہ اس کے لبوں کو رہائی دیتے ہلکا سا چومتے
اپنے اوپر کر گیا۔

ابھی سے تمہاری یہ حالت ہے۔ جب تمہاری میں
سرائیت بن کر اُتروں گا۔ تب کیسے برداشت کرو گی۔
اسی لیے تمہاعی عمر کا احساس کر رہا ہوں۔ حمزہ اسے خود
کے ساتھ لیٹائے بولا۔ عزیزے اس کے سینے پر سر رکھے
آنکھیں موند گئی۔۔۔

دسمبر کا مہینہ شروع ہونے والا تھا۔ ایسے میں اٹلی کے بازاروں میں لوگوں کا رش حد سے زیادہ بڑھ چکا تھا۔ تمام لوگ، جھر مٹوں کی صورت میں اپنے دوستوں اور فیملیز کے ساتھ ٹھنڈ برساتی سردی میں بازاروں میں لطف اندوز ہو رہے تھے۔

اس ٹھہر ٹھہراتی سردی میں حوریہ کو اپنے حصار میں لیے ایک کافی مشہور ریسٹورانٹ میں بیٹھا وہ حسین مرد گرم گرم باربی کیو اپنے ہاتھوں سے کھلا رہا تھا۔ وہ حوریہ کے منع کرنے کے باوجود اسے زبردستی باہر گھمانے میں آیا تھا۔ تاکہ کچھ بہتر محسوس کرے۔ ویسے بھی تھوڑا بہت

چلنا پھرنا حوریہ اور اس کے آنے والے بے بی کے لیے
بہتر تھا۔ بالاج بس کریں نا۔۔۔ اور کتنا کھلائے گئے۔ اب
میرادل خراب ہونے لگ گیا ہے۔ حوریہ بالاج کے ہاتھ
میں باربی کیوکا پیس دیکھتے بولی۔ بالاج نے گھوری سے
نوازہ حوری جان ابھی تم نے کھایا ہی کیا ہے۔

وہ اس کے چہرے پر آوارہ لٹ کو جھولتے کان کے پیچھے
اوڑستے بولا۔

یہ سارا میں نے ہی کھایا ہے۔ حوریہ اس کے ہاتھ سے
باربی کیوپلیٹ میں رکھتے بولی۔ تھوڑے فاصلے پر بیٹھا وہ

شخص اس حسین کپل کو بہت ہی ستانسی نظروں سے دیکھ
رہا تھا۔ ہیلو۔۔ ہاشم ہاں اٹلی پہنچ گیا ہوں۔ سامنے ہی بیٹھا
ہے تیرا دوست اور اس کی بیوی۔۔ ازہان کال پر ہاشم
سے بات کرتے بولا۔

دوسری طرف ہاشم مسکرا دیا۔ ہاں عاصم نے بتایا تھا۔ وہ
اس وقت یہاں ہی ملے گئے۔ اچھا توں بتا۔۔ یہاں کے
ڈاکٹرز نے کیا بولا۔۔

کیا بولنا ہے۔۔ جو لندن کے ڈاکٹرز نے بولا تھا۔ ویسے بھی
میں پاکستان کے لیے ٹکٹ بک کروا چکا ہوا۔ صبح دس بجے

کی فلائیٹ سے پاکستان پہنچ جاؤں گا۔ ازبان سنجیدگی سے
بولا۔۔ دوسری طرف ہاشم ٹھیک ہے کا جواب دیا۔ اب
یہاں آیا ہوں۔۔ سوچا مل کر ہی جاؤں۔۔ ازبان سامنے
بیٹھے حوریہ اور بالاج کو دیکھتے بولا۔ اچھا!! پھر توں مل
لیں۔۔ ہاہا۔۔ ابھی میں میاں بیوی کے حسین
مومنٹ کو ڈسٹرب نہیں کر سکتا۔

اچھا تھوڑی لگے گا۔ دوسری طرف ہاشم ازبان کی بات
سنتے مسکرا دیا۔

اچھا اب رکھتا ہوں۔ ازہان کال بند کرتے ان کی طرف
بڑھا۔

ہیلو۔ کیا مجھے آپ لوگوں کے ساتھ تھوڑا ٹائم مل سکتا
ہے۔ ازہان ان کے پاس آتے بولا۔ حوریہ انجان شخص
کو دیکھتے سر پر اچھی طرح ڈوبٹہ لیں گئی تھی۔ البتہ بالاج
اسے پہچان گیا تھا۔ ہم!! کیوں نہیں مسٹر پرفیکٹ۔۔۔
بالاج مسکراتے ہوئے بولا۔ بابا کوچیکپ اپ کے لیے
یہاں لیں کر آیا تھا۔ ہاشم اور عاصم بھائی نے آپ کا بتایا۔
تو سوچا جانے سے پہلے مل ہی لیا جائے۔ ازہان۔۔
مسکراتے ہوئے بولا۔ اچھا۔۔ کیسے ہے مسٹر

سلطان۔۔ ڈاکٹر ز نے کیا بتایا۔۔ بالاج سلطان صاحب کی
بیماری کا سوچتے فکر مند لہجے میں بولا۔

لندن والوں نے مایوس لوٹایا تھا۔ اب اٹلی سے بھی مایوس
ہی لوٹ رہا ہوں۔ ازہان بھگے اور تھکے ہوئے لہجے میں
بولا۔ ہم فکر مت کرو اللہ بہتر کرے گا۔ ان سے ملو۔۔ یہ
میری مسز۔۔ بالاج حوریہ کو دیکھتے بولا۔ اور حوریہ یہ از
ہان۔۔۔ شاہ میر خان کے سالے صاحب۔۔

کیسی ہے بھابھی آپ۔۔ ٹھیک ہوں۔۔ آپ دونوں
سے مل کر اچھا لگا۔ اب مجھے اجازت دو۔۔ ڈیڈ کو اکیلا ہی

چھوڑ کر آیا ہوں۔ ازبان حوریہ کے سلام دعا کرتے
اجازت طلب کرنے لگا۔ ارے کچھ کھائے بنا۔۔ ایسے
تھوڑی جانے دیں گئے۔۔

بالاج اسے اتنی جلدی جاتے دیکھ کر فوراً بولا۔ پھر کبھی
ابھی مجھے جانا ہو گا۔ ٹھیک ہے۔۔ بالاج اُٹھ کر اس کے
گلے ملا۔۔ اور ازبان معزرت کرتا وہاں سے چلا گیا۔ چلو
حوری جان۔۔۔ ٹھنڈ لگ جائے گی۔ ہمیں بھی نکلنا
چاہیے۔ بالاج اسے اپنی باہوں میں بھرتے بولا۔

حوریہ مسکراتے ہوئے اس کی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔
اسے حوری جان۔۔ میرے رومنٹک موڈ کو جگار ہی ہو۔
بالاج اسے گاڑی میں بیٹھاتے بولا۔ حوریہ شرم کو سائیڈ
پر رکھتے فوراً بے باکی سے بولتے بالاج کا انڈنے والا قہقہہ
چھڑوا گئی۔ ہاں تو۔۔ جگائے نا اپنے موڈ کو۔۔ اتنی سردی
میں کون سا شوہر اپنی بیوی کو بخشا ہے۔ اور ایک آپ
ہے۔ جن کے رومنٹک موڈ کو بیوی خود جگاتی ہے۔
ہاہاہا۔۔ میری فرمانبردار بیوی۔۔ گھر ہے۔ ہاہاہا۔ چلو
تمہیں سیٹ کرتا ہوں۔

بالاج گاڑی اپنے فلیٹ کی طرف موڑتے بولا۔

حور یہ سُرخ چہرے کے ساتھ بھی سائل کر گئی۔ جب
اس کا بالاج بے باک تھا۔ تو وہ کیوں نہیں ہو سکتی تھی۔
بالاج کی گاڑی فلیٹ کے اندر آ کر رکی۔ وہ گاڑی سے
اُترتے حور یہ کی طرف بڑھتے اسے اپنی باہوں میں
بڑھتے اندر کی طرف لیں کر بڑھ گیا۔ کبھی کبھی سوچتا
ہوں۔۔ ایجنٹ کی ڈیوٹی چھوڑ کروائفی ڈیوٹی نبھائی
جائے۔ قسم سے۔۔ سارا دن کی تھکن بیوی کی پناہوں
میں ہی آ کر اُترتی ہے۔ بالاج اسے روم میں لاتے بیڈ پر
لیٹاتے بولا۔

تو نبھا تو رہے ہے ڈیوٹی۔۔ حوریہ بالاج کی بات پر لال
ہوتے بولی۔۔

ہاہا۔۔ نبھا تو رہا ہوں۔ پرویسے نہیں جیسے نبھانا چاہتا
ہوں۔۔ بالاج اس کے پیروں کو سنیکر شوز سے رہائی
دلاتے بولا۔ اور ساتھ ہی سوکس اُتارتے اس کے
گورے پیروں کو اپنے ہاتھوں سے سہلاتے حوریہ کی
کپکپاہٹ میں اضافہ کر گیا۔ کیا ہوا۔۔ کانپ کیوں رہی
ہو۔۔ گاڑی میں بڑی بڑی باتیں کر رہی تھی۔ ہم!! اب
بھی اپنی باتوں پر قائم ہوں۔۔ حوریہ اپنی جیکٹ اُتارتے
سائیڈ پر رکھتے بولی۔ اچھا!! میری حوری تو۔۔ دن بادن

بولڈ ہوتی جا رہی ہے۔ ہاں نا آپ کا اثر ہو رہا ہے۔ ورنہ
میں معصوم شرمیلی سی بہت ہی شرم والی تھی۔ حوریہ
اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے بولی۔ بالاج منہ کھولے اپنی
نازک حسینہ کے دلفریب نظارے دیکھنے لگا۔ جو اپنے
ساتھ اس کے رومنٹک جذبات و بری طرح جگا گئی تھی۔

میری جان۔۔ یہ میرا کام ہے۔ تم مت کرو۔ حوریہ کو
شرٹ اتارتے دیکھ کر بالاج فوراً بولا۔ حوریہ شرمے کی
ایکٹنگ کرتے ہنس پڑی۔ بالاج اسے اپنے قریب کرتے
اس کے لبوں سے لیٹتے تکیے پر گراتے اس پر جھکتا چلا گیا۔
حوریہ مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ لیٹنے لگی۔

حوری میری جان۔۔ اجازت ہے۔۔ تمہارا بالاج تمہاری
طبیعت کو مد نظر رکھتے تمہاری سانسوں میں ہلچل مچا
دوں۔ ہاں اجازت ہے۔ حوریہ ہنستے ہوئے بولی۔ بالاج کا
یہی انداز تو حوریہ کو بھاگیا تھا۔ وہ جب جب بھی اس کی
روح میں طلب بن کر اترتا تھا۔ پہلے اجازت طلب نا
بھولتا تھا۔ بالاج مسکراتے ہوئے بہت ہی نرمی سے اس
کے ہونٹوں کو چھو گیا۔ حوریہ اس کے نرم لمس پر حیران
ہوتے بول گئی۔ آپ مجھے ایسے کیوں چھو رہے ہیں۔ جیسے
میں کوئی گڑیا ہوں۔

ہم!! بالاج ناچاہتے ہوئے بھی ہنس دیا۔ تم گڑیا ہی ہو۔
کیوں کے میری گڑیا میری اولاد کو جہنم دینے والی ہے۔ تو
میں نہیں چاہتا میری حوری کو ذرا بھی تکلیف ہو۔ بالاج
فکر مندی سے بولتے اس کے گال چوم گیا۔

حوریہ اس کی فکر مندی پر مسکرا دی۔ بالاج اس کی
شرٹ کے اندر ہاتھ ڈالتے بے باکی سے چھوتے اس کی
میٹھی میٹھی سسکیاں نکلوانے لگا۔

حوریہ اسے بیڈ پر گراتے خود آرام سے اس کے اوپر آکر
بیٹھی۔ بالاج نے مسکراتے ہوئے اس کی نظر آنے والی

گہرائیوں کو دیکھتے لب دیا گیا۔ حوریہ اپنی شرٹ اتارتے
پیچھے سے کمبل کھینچتے بالاج کے ساتھ بے باکی سے لپٹتے اس
کی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔ بالاج اس کے بھرتے وجود کو
خود میں سمیٹتے ہاتھوں سے بے باکیاں دکھاتے حوریہ کو
بے چین کرتے اس کی روح میں طلب بن کر اترتے نرمی
سے اپنے

نیچے کر گیا۔

باز نہیں آؤ گی۔ میں تمہاری طبیعت کا خیال کر رہا ہوں۔
اور ایک تم ہو جو مجھے یہ سب کرنے پر مجبور کر رہی
ہوں۔

بالاج اس کے اوپر ہلکا سا وزن ڈالتے اس کی روح میں اتر
گیا۔ حور یہ سسکیاں دباتے چہرے پر سائل لاتے اپنے
جنونی شوہر کے جنون کو برداشت کرتے اس کی پیار
بھری شدتیں اپنے وجود پر برداشت کرنے لگی۔۔۔۔
سردار جی۔۔ آپ کہی جا رہے ہیں۔ زار اپنے سردار کو اتنا
تیار ہوتے دیکھتے بولی۔ وہ بلیک شلوار قمیض میں اور بلیک
ہی چادر اوڑھے غضب ڈھا رہا تھا۔ زار کو تبریز کا اس

طرح تیار ہونا ناگوار گزار تھا۔ تبریز زارا کو غصے سے اپنی
طرف تکتے پا کر مسکراتے ہوئے اس کے پاس آیا۔ کیوں
میری سردارنی کو میرا تیار ہونا اچھا نہیں لگا۔

تبریز اس کی کمر پر اپنا کھر دراہا تھر رکھتے اپنے قریب تر
کرتے بولا۔

نہیں میں تو صرف ایسے ہی بول رہی تھی۔ زارا گر بڑاتے
ہوئے بولی۔

مجھے تو تمہارے غصے بھرے انداز سے کچھ اور ہی معلوم
ہوا۔ تبریز مزید اسے اپنے ساتھ لگاتے بولا۔ زارا تبریز
کے ہونٹ اپنے ماتھے پر محسوس کرتے شرم سے لال
ہوئی۔

ہم!! جب ایسے تیار ہو کر جائے گئے تو۔۔

بیوی کا حق بنتا ہے پوچھنا۔

زارا اس کی سخت گرفت میں مچلتے ہوئے بولی۔ اچھا!!! اب
ایسے حق جتا رہی ہو۔ جب حق لینے پر آتا ہوں۔ تب

تمہاری ہوا نکل جاتی ہے۔ تبریز اپنی سردارنی کے آتے
جاتے رنگ کو دیکھتے مزے سے بولا۔

بیوی ہوں تو حق جتنا بنتا ہے۔ آپ جہاں کہی بھی جا رہے
ہے۔ اب نہیں جاسکتے۔۔ زارا سردارنی کے روپ میں
آتے اپنے سردار کو

دھرتی بول۔

تبریز نے گھور کر دیکھا۔ تم ناران کے سردار کو دھمکا رہی
ہو۔ تبریز اس کی بہادری میں واہ کرتے بولا۔ ہونگے

سردار۔۔۔ پر یہاں کمرے میں نہیں۔۔۔ یہاں میں اپنے
شوہر سے بات کر رہی ہوں۔ زارا تبریز کی شال کندھے
سے اتارتے بیڈ پر پھینکتے بولی۔ تبریز آج اس کے اس
طرح رعب والے انداز کو دیکھتے تھوڑا حیران ہوا۔

میری جانان۔۔۔ تم ایسے بول رہی ہو۔ جیسے میں کسی ڈیٹ
پر جا رہا ہوں۔

آہ۔۔۔ ڈیٹ کا سنتے زارا بھرتے ہوئے بولی۔ یہ ڈیٹ
کس کے ساتھ جا رہے آپ سردار جی۔۔۔ ہم!! اسی لیے
کالا جوڑا پہن کر جا رہے تھے۔

اب سمجھ آئی آپ کا لشکارے سے تیار ہونا۔ کون ہے وہ
چڑیل جس کے ساتھ آپ ڈیٹ پر جا رہے ہیں۔ بتائے
مجھے۔۔ اس کی ڈیٹ کو میں تو لکی چارم بناتی ہوں۔ وہ غصے
سے بولتی صرف بولتی جا رہی تھی۔ تبریز ساکت کھڑا
اپنی سردارنی کے غصے کو دیکھتے خاموش لب دبائے کھڑا
اس کا لال بھبھو جیسا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ ایسے لگ رہا تھا۔
غصے سے سارا خون نچڑ کر چہرے پر آ گیا ہو۔ وہ اس کی
بات کا غلط مطلب اخذ کر گئی تھی۔ تبریز ہوش میں آتے
اپنی سردارنی کو کندھوں سے پکڑ کر تھوڑا ریلیکس کرنا

چاہا۔ بولے ناسردار کس کے ساتھ ڈیٹ پر جا رہے ہیں۔
وہ نم آواز سے بولتے تبریز کے سینے پر سر ٹکا گئی۔

تبریز مسکراتے ہوئے اس کے گرد حصار باندھ گیا۔
میری "جانان" میری سردارنی۔۔۔ تمہارا سردار صرف
تمہارے ساتھ ڈیٹ پر جانا پسند کرے گا۔

وہ اس کی نم آنکھوں کو چومتے بولا۔ زارا اس کی بات پر
مسکراتے شرمندگی سے سر جھکا گئی۔ وہ اپنے بولے گئے
الفاظ کو یاد کرتے سر جھکا گیا۔ وہ اپنے سردار کے لیے
ایسے سوچ بھی کیسے سکتی تھی۔ تبریز اس کا جھکا سر دیکھتے

مسکراتے ہوئے اس کو اپنی گرفت میں لیتے اپنا سر
جھکائے اس کے گال چومے۔

تمہیں پتہ ہے۔ کاکل مورے نے بولا تھا۔ زارا کو کہی
گھمانے پھرانے میں کر جاؤ۔ زارا نے چونک کر دیکھا۔
اسے یقین نا آیا۔ اس کی بچی نے یہ بولا ہے۔

تبریزا سے حیرانگی میں ڈوبے دیکھ کر مسکرایا۔ بزا سے
حیرانگی میں ڈو۔

اب مورے کو چھوٹا سردار۔۔ سردار نی چاہیے۔

اور میں بھی چاہتا ہوں۔ مورے کی خواہش جلدی پوری
کروں۔۔ تبریز کی بات سنتے زارا شرم سے سر جھکا گئی۔
دل کی دھڑکنے اُدھم مچاتے باہر آنے کو بے تاب ہوئی۔

میں آپ کی اور چچی جان کی خواہش کو پورا کرنے کے
لیے تیار ہوں۔

چچی جان۔۔ کوپوتا پوتی کی خواہش ہے۔ آپ کی سردارنی
اس خواہش پر پورا اترے گی۔ زارا بولتے شرم سے اس
کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ تبریز مسکراتے ہوئے اس کو

اپنی باہوں میں اٹھا گیا۔ تبریز سردار۔۔۔ ابھی آپ
ڈیٹ کا بول رہے تھے۔ زارا اسے بیڈ کی طرف بڑھتے
دیکھ کر بولی۔ ابھی بیڈ پر ڈیٹ والا روؤنڈ پورا کرتے ہیں۔
پھر کھانے والی ڈیٹ کا بعد میں۔۔۔ ویسے اس طرح کے
روؤنڈ تو لگا چکا ہوا۔ پر اب تھوڑا الگ لیول کا۔۔۔ تبریز بے
باکی سے بولتے زارا کو بیڈ پر لیٹاتے اس پر جھکتا چلا گیا۔
زارا تبریز کی باتوں کا مطلب سمجھتے کانوں کی لوں تک
سرخ پڑی۔ ماتھے پر پسینہ نمودار ہوا۔ جانان۔۔۔ اتنی
سردی میں پسینے۔۔۔ تبریز اس کے ماتھے سے پینے کے
قطرے چنتے کہا۔ وہ اس کو کندھے سے زور سے تھام گئی۔
تبریز مسکراتے ہوئے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں

لیں گیا۔ زارا۔۔۔ دھڑکتے دل کو سنبھالتے اپنے لب اس
کی گرفت میں محسوس کرتے اس کا تشنگی میں بھرپور
ساتھ دینے لگی۔ تبریز اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں لیتا
شدت سے سک کرتے اپنی سانسیں اس کے انڈیلنے لگا۔
زارا اس کا بھرپور لمس محسوس کرتے سکون کی اتھا
گہرائیوں میں جاتے اس کے ساتھ لپٹتے چلی گئی۔ تبریز
اوپر ہوتے اس کی فراک کو اس کے بدن سے جدا کرتے
اس کی دھڑکنوں سے لپٹتے اپنے لبوں سے اس کے پور پور
کو مہکانے لگا۔ زارا اس کے نیچے مچلتے مسکراتے ہوئے
سسکیاں بھرتے تبریز کے بالوں میں ہاتھ چلایا۔

جانان۔۔ میری خانم۔۔ میری سردارنی۔۔ تمہارا
سردار تمہارے لیے پاگل ہے۔ بچپن سے تمہیں اپنی ان
آنکھوں میں سماتے آیا ہوں۔ تم ان آنکھوں میں دیکھو
گی۔ تو تمہیں ان آنکھوں میں اپنے بچپن کا وہ عکس دکھ
گا۔

جسے تبریز خان۔۔ نے وہ پل اپنی آنکھوں میں قید کیے
ہوئے ہے۔

تبریز اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتا محبت جنون
بھرے انداز میں بولتے اس کا چہرہ جا بجا چومنے لگا۔

افف اللہ سردار۔۔ اتنا پیار آپ کو آ رہا ہے۔ زارا
مسکراتے ہوئے بولی۔۔ تبریز قہقہہ لگا اٹھا۔ میری
معصوم زارا۔۔ میری زرعی۔۔ میری سردارنی۔۔
تمہارے لیے تمہارا سردار پاگل ہے۔

پیار کی تو بات مت کرو۔۔ تبریز مسکراتے ہوئے اپنی اور
زارا کی پوزیشن سیٹ کرتے اسے کچھ محسوس کروانے
لگا۔ زارا شرم سے لال ہوتے تبریز کی آنکھوں میں دیکھ
گئی۔

ہم!! پتہ ہے میری سردارنی کی یہاں بس ہو جاتی ہے۔
بے فکر رہے۔ آپ کا سردار پہلے کی طرح ہر تکلیف اپنے
اندر سمیٹ لیں گا۔

تبریز اس کی پیشانی چومتے اس کی گہرائیوں میں اترتے
اس کے لبوں کو قید کرتے خود میں سمیٹنے لگا۔ زارا کی
سانسیں ہموار ہونے لگی۔

تبریز اس کے لبوں کو آزاد کرتا زارا کو دیکھنے لگا۔ جو اس
کی کمر نوچتے آنکھیں بند کرتی درد برداشت کر رہی تھی۔
تبریز مسکراتے ہوئے بار بار اس کی پیشانی کو چومتے اس

کو مزید خود میں سمیٹتے جا رہا تھا۔ یہاں دیکھو اپنے سردار
کی طرف۔۔ تبریز سیدھا ہوتے اس کو اپنے اوپر کر گیا۔

زارا نے بھیگی آنکھیں اٹھا کر اپنے سردار کی طرف دیکھا۔
اور شرم سے نظریں اپنے پر ڈالتے تبریز کی باہوں میں
چھپی۔۔

میری جان۔۔ اپنے اس خوبصورت پل کے لیے تمہارا
سردار اپنا کالا جوڑا تھس نہس کر دیا ہے۔

تبریز بیڈ پر پڑے اپنے کپڑوں کو دیکھتے بولا۔

جب آپ کا ارادہ یہ سب کرنے کا تھا۔ تو پہنا کیوں۔۔
زارا غصے سے گھورتے بولی۔۔ تبریز کا قہقہہ اس بند
کمرے میں گونجتے اپنا ہی نظارہ پیش کرنے لگا۔ تمہارا
سردار پاک صافی اور ستھرے لباس میں تمہارے قریب
آنا پسند کرتا ہے۔

اب ایسے مومنٹ سے پہلے اور بعد میں شاور لینا ضروری
ہو گیا ہے۔

تبریز اس کے گھلے منہ کو دیکھتے اس کی پیشانی پر لب رکھتے
بے باکی سے بولتے اپنے سینے میں اپنی زرعی کو چھپا گیا۔

"جان سردار۔۔۔۔"

"تیرا پاس ہونا ہی کافی ہے اس سردار کے لیے۔" تبریز
بولتے اور سختی سے اپنے سینے سے لگا گیا۔



بارش پورے زور و شور سے شروع ہو چکی تھی۔ تخی
ٹھنڈی ہوائیں اس برقیلی ٹھنڈ میں اور اضافہ کر رہی
تھی۔ صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔ وہ رات حویلی جانے کا

فیصلہ ترک کر کے ہو سپیٹل میں ہی رکے تھے۔ علینہ کی کل رات نائٹ ڈیوٹی تھی۔ تو ہاشم کو بھی یہاں رکنا پڑا۔ وہ کسی بھی قیمت پر علینہ کو اپنی آنکھوں سے او جھل ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ہاشم کھڑکی کے سامنے کھڑا باہر کا خوبصورت منظر دیکھتے علینہ کے انتظار میں تھا۔ جس کی ڈیوٹی سات بجے ختم ہو جانی تھی۔ پر اب تو آٹھ بج گئے تھے۔ علینہ ابھی تک نہیں آئی تھی۔ اسے پریشانی لاحق ہونے لگی۔

ہاشم مزید انتظار کرنے کا فیصلہ ترک کرتے خود ہی اپنے
کیبن سے باہر نکلتے چلا گیا۔ ہاشم چہرے پر فکر مندی لیے
آگے بڑھتا چلا گیا۔ سامنے سے ڈاکٹر ایمن آتے ہوئے
دکھائی دی۔ جن کی ڈیوٹی رات علینہ کے ساتھ ہی تھی۔

گڈ مارنگ سر۔۔ ڈاکٹر ایمن ہاشم کو دیکھتے فوراً بولی۔

گڈ مارنگ!! ڈاکٹر ایمن علینہ آپ کے ساتھ نہیں آئی۔
میرا مطلب آپ کی ڈیوٹی ایک ہی جگہ پر تھی۔ ہاشم کچھ
ہچکچاتے بولا!! سر نہیں ڈاکٹر علینہ تو چھ بجے کی اپنی ڈیوٹی
سے آف کر گئی تھی۔ ڈاکٹر ایمن ہاشم کے چہرے پر فکر

مندى ديكھتے مسكراتے ہوئے بولى۔ ڈاكٲرايمن كى بات پر
هاشم نے چونك كر ديكا۔ اكر وه چھ بچے كى آف كر گئى
تھى۔ تو ابھى تك وه ميرے پاس كيوں نهىں آئى، هشتم كچه
سوچتے بولا۔ كھينكيوں۔ ميں ديكه ليتا هوں۔ هاشم بول كر
وہاں سے نكلتے سامنے مريضوں كى وارڈ ميں داخل هوا۔ هر
طرف علينه كو ديكنے لكا۔ کہاں گئى هو گى۔ ميرى سائىكو
گرل۔۔ كوئى دن ايسا نهىں چھوڑتى جس دن ميں آرام
سے بيٹھ جاؤں۔ هاشم غصے سے منہ ميں بڑبڑاتے بولا! هاشم
هر طرف ديكنے لكا۔ پر اسے علينه كہى نهىں ملى۔ هاشم كو
اب سہى معنوں ميں پریشانى ہونے ملى۔ لگى۔ هاشم كو اس
طرح سارے هو سپىٲل ميں گھومتے ديكه كر سب حيران

ہو رہے تھے۔ کیا ہوا سر۔۔ آپ پریشان لگ رہے ہے۔
ڈاکٹر روحان ہاشم کے پاس آتے بولا۔

ہم!! کیا تم نے علینہ کو دیکھا ہے۔ مجھے کہی دیکھائی نہیں
دی۔ نو سر۔۔ میں نے بھی کل سے نہیں دیکھا۔

ٹھیک ہے تم جاؤ۔۔ میں دیکھتا ہوں۔

ہاشم کہہ کر سامنے کی طرف بڑھ گیا۔ نہایت بخش مجھے
صبح چھ بجے کی سی سی ٹی وی فوٹیج دکھاؤ۔ ہاشم روم میں
داخل ہوتے بولا۔ سر خیریت۔۔ ہاشم کو اچانک یہاں

دیکھ کر نہایت بخش بولا۔ تمہیں جتنا بولا جائے اتنا کیا
کرو۔ ہاشم نہایت بخش کو گھور کر بولا۔ سر میں ابھی دکھاتا
ہوں۔ نہایت بخش۔۔۔ جلدی جلدی صحیح چھ بجے کی
فوٹیج نکالنے لگا۔ سریہ لیں۔ نہایت بخش فوٹیج کھولتے
سامنے کی۔ جیسے جیسے فوٹیج چلنے لگی۔ ہاشم غور سے ہر
مومنٹ پر نظر ثانی کرنے لگا۔ سامنے وارڈ سے اسے علینہ
نکلتے دکھائی دی۔ وہ بھرپور جمائیاں لیتے تھکے تھکے انداز
سے چلتے باہر کوریڈور میں رکھی چیز پر بیٹھی۔

ہاشم نے غور سے اس کے تھکے نڈھال وجود کو دیکھتے غصے
سے مٹھیاں بند کی۔ ہاشم نے دیکھا وہ چیئر پر بیٹھتی ہی نیند

کے جھونکے لینے لگی۔ شاید تھکن کی وجہ سے اسے بار بار
نیند آگھیر رہی تھی۔ کچھ دیر وہاں بیٹھنے کے بعد نیند میں
ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ نیند میں جھولتے آگئے بڑھنے لگی۔
ہاشم غور سے اس کی حرکات دیکھ رہا تھا۔ آتے جاتے
لوگ علیحدہ کورک کر دیکھ رہے تھے۔ ہاشم لہو چھلکاتی
آنکھیں سامنے گھاڑے ہوئے تھا۔ نہایت بخشش بھی
ہاشم کو کبھی سامنے دیکھ رہا تھا۔

ہاشم کو جھٹکاتب لگا۔ جب وہ اس کے کیمین میں جانے کی
بجائے دوسری طرف بڑھ گئی۔ یہ راستہ سرد خانے کی
طرف جاتا تھا۔ نہایت بخشش بھی سیدھا ہوتے دیکھنے لگا۔

سرد خانے میں صرف چند ڈاکٹرز کی ڈیوٹی تھی۔ جو
چوبیس گھنٹے یہاں ہی ڈیوٹی دیتے تھے۔ پر زیادہ تر تو یہ بند
رہتا تھا۔ یہ وارڈ تب ہی کھلتا تھا۔ جب کوئی قیس وغیرہ کا
چکر ہو۔ جب تک قیس سولو نہیں ہو جاتا تھا۔ لاش کو سرد
خانے میں ہی رکھا جاتا تھا۔

علینہ نیند میں ڈوبی چلتی جا رہی تھی۔ اور ہاشم وہاں کسی کو
ڈیوٹی پر کھڑے ناپا کر غصے سے چیخ اٹھا۔ واٹ دا ہیل !!
یہاں کوئی ڈیوٹی پر کیوں نہیں ہے۔ عینہ جیسے ہی اس
سرد خانے میں داخل ہوئی۔ پیچھے سے دروازہ خود بخود
بند ہو گیا۔ ہاشم یہ دیکھتے اپنے حواس کھو تے بھاگتا ہوا

وہاں سے نکلا۔ اگر دو گھنٹوں سے علینہ وہاں تھی۔ اب
تک تو اس کی حالت۔ ہاشم علینہ کا سوچتے تڑپ اٹھا۔

علینہ جیسے ہی یہاں داخل ہوئی تھی۔ یہاں پاؤں رکھتے
ہی علینہ کو سردی کا احساس ہوا۔

علینہ نیند سے بوجھل آنکھیں کھولتے مدھم روشنی یہاں
وہاں دیکھ گئی۔ مسٹر خان!! آپ میرے بنا کیسے سو سکتے
ہیں۔ اور یہ اتنی سردی کیوں ہے۔ علینہ نیند میں بولنے
لگی۔ اسے لگا وہ ہاشم کے کیمین میں آئی ہے۔ لائٹ آف
دیکھتے علینہ ہونٹ نکالتے بولی۔ سردی سے اس کے

دانت بجنے لگے۔ علینہ اپنی آنکھوں کو مسلتے سامنے دیکھ
گئی۔ یہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی نیند چوٹیکوں میں اُڑی۔
علینہ سردی سے کانپتے نفی میں سر ہلاتے پیچھے کو بھاگتی
دروازہ کھٹکھٹانے لگی۔ خوف سے اس کی جان نکل رہی
تھی۔ اتنی ساری لاشیں دیکھ کر علینہ کی روح فنا ہونے
کے دم پر تھی۔ کوئی ہے۔ میں یہاں پھنس گئی ہوں۔
پلیز مجھے باہر نکالو۔۔ علینہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ بولی۔
مسٹر خان۔۔۔ مجھے باہر نکالیں۔ وہ تھر تھر کانپتے چیختے
ہوئے آوازیں لگانے لگی۔

سردی کی وجہ سے وہ بامشکل اپنے پیروں پر کھڑی تھی۔
پیچھے دیکھے گی۔ تو اس کی جان ویسے ہی نکل جانی تھی۔ وہ
اپنے ڈوبے سے خود کو بار بار کور کرنے لگی۔ آنکھوں
سے آنسو نکلتے اس کے چہرے کو بھگو چکے تھے۔

مسٹر خان۔۔ اوپن دی ڈور۔۔۔ علینہ مدھم آواز سے
بولتے دیوار سے لگتے بیٹھتے چلی جا رہی تھی۔

کوئی چیز گرنے کی آواز پر علینہ کی دلخراش چیخ نکلی۔ وہ
اٹھتے آگے بڑھتے دیکھنے لگی۔ جیسے ہی آگے بڑھی۔ اس
زمین پر بوتل گھومتے ہوئے دکھائی دی۔ شاید اوپر بنے

کیبن سے بوتل ہی گری تھی۔ علینہ خود میں سمٹتے خود کو
تسلی دیتے پیچھے مڑی۔ پاس پڑے سٹریچر سے اس کا
پاؤں لگا۔ وہ دھڑام کے ساتھ اس لاش پر آگری۔
آہہ۔۔۔ لاش کے چہرے کو دیکھتے علینہ کی خوفناک
چینیں پورے وارڈ میں گونجی۔ علینہ جھٹکے سے پیچھے
ہوتے زمین پر گری۔ سردی سے ویسے ہی اس کی قلفی
جم رہی تھی۔ اوپر سے لاش کو دیکھتے اس کی سانسیں
مدھم پڑھ چکی تھی۔ علینہ ٹھنڈے فرش پر گرتے پیچھے
کو کھسکتے اپنی ٹانگوں کے گرد ہاتھ باندھتے دیوار سے ٹیک
لگائے سکڑ کر بیٹھ گئی۔

کافی ٹائم ہونے کو تھا۔ پر وہ سردی اور خوف کی ہل ناپائی۔
کچھ ہی دیر میں دم سدھ وجہ سے سی زمین پر گرتے چلی

ہاشم دیوانہ وار بھاگتے اس وارڈ کی طرف آیا۔

ہاشم کو یوں بھاگتے دیکھتے کر کچھ ڈاکٹر بھی

ہاشم کے پیچھے آئے۔

کہاں مر گیا ہے۔ سارا سٹاف۔۔ ہاشم غصے سے دھاڑا۔

سب کے چلتے قدم وہی رُک گئے۔

علینہ۔۔ ہاشم زور زور سے دروازہ کھٹکھٹاتے بولا۔ علینہ کا
نام سنتے سب چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے
لگے۔ اس وقت یہاں جس کی ڈیوٹی تھی۔ ڈاکٹر
مہرین۔۔ اور ڈاکٹر زاہد کی۔۔ ان دونوں نے بامشکل
تھوک نگلا۔۔ دروازہ پاسورڈ سے کھلتا تھا۔ کیا دیکھ
رہے۔ اوپن دی ڈور مسٹر زاہد۔۔ میری بیوی اندر ہے۔
اگر اُسے کچھ ہوا۔ کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ ہاشم غصے سے
لال ہوتے دھاڑا۔ ڈاکٹر زاہد فوراً سے آگئے بڑھتے پاسورڈ
ڈائل کرنے لگا۔

جیسے ہی پاسورڈ لگایا۔۔ دروازہ کے پٹ کھلتے گئے۔ ہاشم
دھک دھک دل کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ وہ سامنے ہی
ٹھنڈے فرش پر خود میں سمٹتے ایک بے جان لاش کی
طرح پڑی تھی۔

ہاشم نے خود کو سنبھالتے علینہ کی طرف بڑھتے اسے اپنی
باہوں میں بڑھتے سینے سے لگایا۔ وہ برف کی طرح یک
ٹھنڈی پڑی تھی۔ علینہ میری جان۔۔ ہاشم اس کے بے
جان وجود کو اکڑتا دیکھ کر پاگلوں کی طرح چیخا۔

وہ ایک سیکنڈ بھی دیر کیسے بنا۔۔ اسے باہوں میں اٹھائے
باہر کی طرف بڑھا۔

علینہ کو اس حالت میں دیکھتے سب کے چہرے کی ہوائیاں
اُڑھی ہوئی تھی۔ ہاشم علینہ کو ہو سپٹل میں بنے سٹاف
روم کی طرف لیں کر بڑھا۔ جہاں ڈاکٹر فارغ ٹائم آرام
کرتے تھے۔ ہاشم اندر داخل ہوتے علینہ کو بیڈ پر لٹاتے
اس کے نیلے پڑتے وجود کو دیکھ کر تڑپ اُٹھا۔ ہاشم جلدی
سے رضائی اٹھاتے علینہ کے اوپر اوڑھا گیا۔ ڈاکٹر میرب
اور ڈاکٹر روحان اور ڈاکٹر مہرین۔۔ اندر داخل ہوئے۔
ہاشم جو ہمیشہ اون کر رہا تھا۔ ان سب پر غصیلی نظر ڈالتے

جانے کا بولا۔ جاؤ یہاں سے۔۔ میں خود دیکھ لوں گا۔ سر
ہم تو بس آپ کو یہ دینے آئے تھے۔ ڈاکٹر مہرین۔۔۔
علینہ پر نظر ڈالتے بولی۔ جو رضائی کے اندر مکمل چھپی
ہوئی تھی۔ ہاشم ان کے ہاتھ سے لکڑیاں لیتے جانے کا
بولا۔ اور وہ فوراً وہاں سے نکلے۔ ہاشم انگلیٹھی میں لکڑیاں
رکھتے جلانے کے بعد عیینہ کے پاس آیا۔

علینہ میری جان۔۔ وہ اس کے گالوں پر ہاتھ رکھتے اپنے
ہاتھ اس کے گالوں پر رگڑنے لگا۔ عیینہ کا رخ ٹھنڈا اور
نیلا پڑتے وجود دیکھ کر ہاشم کے ناچاہتے ہوئے بھی آنسو

نکل پڑے۔ وہ رضائی کے اندر سے ہی اس کے ہاتھ کو
اپنے ہاتھوں میں لیتے مساج کرنے لگا۔

مسٹر کی جان۔۔ ایک دفعہ آنکھیں کھولوا چھ سے
تمہاری خبر لوں گا۔ ہاشم اپنے بہتے آنسو صاف کرتے
بولا۔ دو گھنٹوں سے سرد خانے میں تھی۔ وہ کیسے سکون
سے بیٹھ سکتا تھا۔ سامنے لیٹا وجود ہی تو اس کا سکون تھا۔
ہاشم اس کی ہاتھوں اور پیروں کو رگڑتے ہیٹ گرم
کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ پر علینہ کے وجود ویسے ہی
شل پڑا تھا۔ ہاشم اس کے ساتھ لپٹتے اپنے جسم کی گرمائش

دینے لگا۔ میری جان۔۔۔ کیوں ظلم کرتی ہو خود کے
ساتھ بھی اور میرے ساتھ بھی۔

ہاشم رضائی کے اندر ہی اسے ہر پردے سے آزاد کرتے
بولا۔ لہجہ بھیگا ہوا تھا۔ علینہ کو ہوش میں لانے کے لیے
اپنے جسم کی ہیٹ اس کے بدن میں منتقل کرنے کا
سوچتے خود کو بھی ہر پردے سے رہائی دیتے اس کے اوپر
آتے علینہ کا چہرہ دیکھتے اس کی پیشانی پر لب رکھتے چہرے
پر بھی رضائی کر گیا۔ وہ اس کے لبوں سے لیٹے نرمی سے
چومنے لگا۔ وہ ہر طرف سے چھوتے بے چین ہو رہا تھا۔

وہ قربت کے لمحات میں علینہ کی سسکیاں اور آنہیں سنتے
خوشی سے اسے چھوتے اپنا جنون اُتارتا تھا۔ پر آج وہ بے
سدھ پڑی تھی۔ ہاشم کو یہی بے چینی تڑپا رہی تھی۔

وہ اسے جا بجا چومتے نیچے کی طرف بڑھتے اسے بے باکی
سے چھوتے اس کی گہرائیوں کو سہلایا۔ وہ اپنے لبوں سے
اس کے ہر حصے کو جھلسا رہا تھا۔ ہاشم ہر حد ہاشم ہر حد سے
گزرتے اس کی روح میں سرایت کرتے اس کے چہرے
کو جا بجا چومنے لگا۔

وہ پینے سے ترو جود کے ساتھ علینہ کے وجود کو گرم ہوتے
محسوس کر رہا تھا۔

ہاشم اس رعنائیوں سے لپٹتے بے باکیاں دیکھانے لگا۔
علینہ کے ماتھے پر پسینے کے قطرے دیکھتے اپنے لبوں سے
وہ قطرے چنتے علینہ کے کی گردن میں چہرہ چھپا گہرے
گہرے سانس بڑھنے لگا۔ وہ سارا کا سارا وزن علینہ کے
اوپر ڈالے ہوئے تھا۔ ہے میری پاگل بیوی۔ آنکھیں
کھول کر دیکھو۔ اپنے مسٹر خان کو اور خود کو بھی۔ قسم
سے جو ہوش میں سب کرنے کا مزہ ہے۔ وہ بے ہوشی
میں کہاں۔۔۔ ہاشم علینہ کے کان میں سرگوشی کرتے

سیدھا ہو کر لیٹا اپنے چہرے سے رضائی اُتارتے گہرا
سانس لیا۔ اور علینہ کو اپنے حصار میں لیتے اس کے بالوں
پر لب رکھے۔ اس کے ہوش میں آتے اس کی اچھی
خاصی کلاس لگانے کا ارادہ سوچتے اس کے ساتھ لیٹا۔
ایک گھنٹے کے بعد علینہ نے اپنی آنکھیں کھولی۔ لاش کی
شکل آنکھوں کے سامنے گھومتے دیکھ کر چیختے ہوئے ہاشم
کے سینے میں مچھپی۔۔ ہاشم جو نیند میں تھا۔ اس کے چیخنے
پر ہر براہ کر اُٹھا۔ علینہ۔۔ تم سیو ہو۔۔ اپنے مسٹر کی
باہوں میں ہو۔ ہاشم اس کی کمر سہلاتے بولا۔ مسٹر
خان۔۔ وہ لاش۔۔ علینہ ہاشم کی آواز سنتے مزید چپکتے
ہوئے بولی۔

کوئی لاش نہیں ہے۔ ریلیکس۔۔ وہ اس کے چہرے پر
خوف دیکھتے پیار سے بولا۔ اور اس کے ماتھے کو چھوا جو
اب بخار میں تپ رہی تھی۔ تم وہاں لینے کیا گئی تھی۔
ہاشم اس کی نرم و ملائم کمر پر ہاتھ پھیرتے بولا۔

میں تو آپ کے پاس آرہی تھی۔ پتا نہیں وہاں کیسے پہنچ
گئی۔ علینہ ہاشم کی سرخ آنکھیں دیکھتے بولی۔ اگر اتنی ہی
نیند آرہی تھی۔ تو مجھے کال کر دیتی۔ پر تمہیں تو کوئی نا
کوئی مصیبت سر پر لینے کا بھوت سوار رہتا ہے۔ آپ کو
لگتا ہے۔ میں نے جان بوجھ کر گئی تھی۔

علینہ اپنے بھاری ہوتے سر کے ساتھ اٹھتے بولی۔
دوسرے لمحے اپنی حالت دیکھتے غصے سے ہاشم کو دیکھا۔
پر وہ شرم کیے بنا ایسی ہی بیٹھی رہی۔ ہاشم نے مسکراتے
ہوئے اپنا پاس پڑا جیکٹ اسے پہنایا۔ تمہاری جان بچانے
کے لیے یہ سب کرنا ہی پڑا۔ ٹینشن مت لو۔۔ ہر ایکٹ
سے تمہیں چھو ا ہے۔ ہاشم بے باکی سے بولتے اس کی
غصے والی ناک کو چوما۔

جتنی بڑی مصیبت سے گزر آؤ۔ پر تمہارا غصہ ناک پر ہی
رہنا ہے۔ ایک تمہارے معصوم شوہر نے سرد خانے سے

نکال کر تمہاری جان بچائی ہے۔ اور ایک تم ہو تھینکیو
بولنے کی بجائے لڑنے کی تیاری میں ہو۔

ہاشم اس کے پھولے گال کو دیکھتے بولا۔

اب اتنی بری نہیں ہوں میں۔ علینہ ہاشم کے سینے سے
لگتے بولی۔

ہاہاہا!! جانتا ہوں۔۔ میری بیوی بس تھوڑی سی پاگل ہے۔
ہاشم اس کے اس طرح لیٹنے پر قہقہہ لگاتے بولا۔

حویلی جاتے ہی۔ اپنی حسین بیوی کا صدقہ اتارنا ہے۔
جب دیکھو مصیبتوں میں ہی گری رہتی ہو۔

مسٹر خان۔۔۔ میں نے وہاں لاش کو دیکھا۔۔ اُس کا چہرہ
مجھے آبان جیسا لگا تھا۔ وہ ہاشم کے ساتھ لپٹتے روتے ہوئے
بولی۔

ہاشم نے چونک کر علینہ کی طرف دیکھا۔

علینہ تمہارا وہم ہے۔ تمہارا وہم ہے۔ اُدھر جتنی بھی
لاشیں ہیں۔ اُن کی فائل میرے پاس ہے۔ ہاشم اس کے

چہرے سے بال ہٹاتے بولا۔ ہو سکتا ہے۔ وہ میرا وہم
ہو۔۔

علینہ کچھ سوچتے بولی۔

ہاشم پر سکون ہوتے ایک دفعہ خود چیک کرنے

کا ارادہ کیا۔

اچھا چلو کپڑے پہنو۔۔ حویلی چلتے ہیں۔ اور تمہیں بخار
بھی ہو رہا ہے۔ ہاشم اسے خود سے الگ کرتے بولا۔ عیینہ

اثبات میں سر ہلاتے وہی بیٹھے اپنے کپڑے پہننے لگی۔ ہاشم
مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی پر لب

رکھتے اپنی شرٹ پہنتے ہیٹر آف کیا۔

علینہ کپڑے پہنتے جیسے ہی اٹھی چکر آنے کی وجہ سے ابھی
آگئے کو گرتی ہاشم فوراً سے

اپنی باہوں میں تھام گیا۔

علینہ۔۔ تم ٹھیک ہو۔ یہاں بیٹھو۔۔ کپڑے پہننے کا بولا
ہے۔ کھڑے ہونے کا نہیں۔۔ ہاشم ڈھپٹنے والے انداز
میں غصے سے بولا۔ ہم!! مسٹر خان میں ٹھیک ہوں۔۔

ہاں بخار میں تپ رہی ہو۔ ابھی بھی تم ٹھیک ہو۔ ہاشم
علینہ کو بیڈ سے اٹھاتے صوفے پر بیٹھایا۔ اور رضائی
سائیڈ پر کرتے بیڈ شیٹ کھینچ کر اتارتے شاپر میں
ڈالی۔ اور اسی طرح کی بیڈ شیٹ بچھاتے علینہ کے پاس
آیا۔

ہم!! مسکرا کیوں رہی ہو۔ یہ ہو سپٹل کاروم ہے۔

سلوٹے کوئی اور دیکھتا تو تمہارے مسٹر اور یہ کو اچھا نہیں
لگنا تھا۔ ہاشم آنکھ دباتے بولا۔ اور اسے کے اوپر اچھے
سے ایک چھوٹی گرم شال ڈالتے اپنی باہوں میں اٹھاتے
روم سے نکلا۔

علینہ شرم سے اس کے سینے سے لگی آنکھیں موند گئی۔
سب کی نظریں ہو اسپتال سے باہر جاتی ہاشم پر اٹھی۔

جو سب کو اگنور کرتا آگئے بڑھ رہا تھا۔ بارش پہلے سے کم
ہو گئی تھی۔ پر ہلکی ہلکی بوند اباندھی جاری تھی۔ ہاشم

علینہ کو گاڑی میں بیٹھاتے خود ہو سپیٹل کے اندر بنے
سٹور پر گیا۔

وہاں سے کچھ میڈیسن لیتے۔۔ کینٹین کی طرف بڑھا۔

علینہ کے لیے سینڈوچ لیتے اور چائے کا کپ لیتے اپنی
گاڑی کی طرف بڑھا۔ گاڑی میں بیٹھتے سینڈوچ اور چائے
کا کپ علینہ کی طرف بڑھایا۔ یہ کھاؤ مسٹر کی جان۔۔ پھر
میڈیسن بھی لینی ہے۔ ہاشم اس کے چہرے سے چادر
ہٹائے بولا۔

علینہ خاموشی سے پکڑے سینڈوچ کھانے لگی۔ ہم!! آپ
بھی تو رات کے بھوکے ہو گئے۔ آپ بھی کھالیں۔ علینہ
ہاشم کی بھوک کی فکر کرتے بولی۔ میری بھوک تو تمہیں
کھاتے ہی مٹ گئی تھی۔ یہ تم کھاؤ۔ ہاشم بے باکی سے
بولتے علینہ کو سرخ کر گیا۔

چائے پی لیں۔۔ علینہ پھر سے بولی۔۔ میری جان۔۔ میں
الریڈی تمہارے ان گلابی لبوں کا سٹابری جام پی چکا ہوا۔

چائے پینے کا میرا موڈ نہیں ہے۔ ہاشم گاڑی سٹارٹ
کرتے بولا۔

شرم تو آپ کے اوپر سے نہیں گزری۔۔

علینہ ہاشم کی ذو معنی بات پر دھڑکتے دل کے ساتھ بولی۔
ہاشم اسے ایک نظر دیکھتے جھٹکے سے اپنی طرف کھینچتے
شدت سے اس کے گال پر کس کی۔ علینہ اس اچانک
افتاد پر پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہاشم کو دیکھنے لگی۔

کیا ہوا کسی کیڑے نے کاٹ دیا۔ وہ اس کے گال کو
سہلاتے بولا۔ ہم!! کیڑے کا تو پتہ نہیں۔۔ مگر مجھ نے

ضرور کاٹا ہے۔ وہ اپنے بائیں گال پر ہاتھ رکھتے بولی۔ ہاشم
قہقہہ لگا اٹھا۔ حویلی چلو۔۔

آج تمہارے مسٹر خان کو تم پر بہت پیار آرہا ہے۔

بس تمہارے بخار کا خیال کر رہا ہوں۔ آج جو تم نے
میری جان نکالی ہے۔ اس کا حساب حویلی جا کر پورا کرنا
ہے۔ ہاشم بول کر گاڑی کی سپیڈ خطرناک حد تک بڑھا
گیا۔ مسٹر خان۔۔ گاڑی تو آہستہ چلائے۔ سرد خانے

سے تو بچا لیا۔ اب کیا ایسے مارنے کا ارادہ ہے۔ علینہ گاڑی
کی بڑھتی سپیڈ کو دیکھتے بولی۔ ہاشم ایک جھٹکے سے گاڑی رو
کے علینہ کو پھر سے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا گیا۔ علینہ
تمہارے لیے کتنا آسان ہے بولنا۔

تمہیں ایسی حالت میں دیکھ کر میرے پر کیا گزری تھی۔
علینہ تم نہیں جانتی۔۔ مت ایسے الفاظ یوز کیا کرو۔۔
میری روح نکل جاتی ہے۔ ہاشم کے آنسو نکل کر علینہ کی
گردن پر گرے۔ مسٹر خان۔۔ اپنی گردن پر گیلان
محسوس کر کے علینہ نے تڑپ کے پیچھے ہوتے ہاشم کا چہرہ
اپنے ہاتھوں میں بھرا۔

ایم سوری!! مسٹر خان۔۔ میرا ہرٹ کرنے کا ارادہ بالکل
نہیں تھا۔ علینہ پیار سے ہاشم کی نم آنکھوں کو چومتے
بولی۔ مت تڑپایا کرو میری جان۔۔ ہاشم خان تمہارا ہی
ہے۔ دل و جان سے میں اپنی پاگل بیوی کا ہوں۔ ہاشم
علینہ کا سراپے سینے سے لگاتے بولا۔ علینہ خاموشی سے
ہاشم کے سینے سے لگتے اس کے دھک دھک کرتے دل
پر اپنے لب رکھ گئی۔۔ مسٹر خان۔۔ علینہ ہاشم کی
آنکھوں میں دیکھتے پکارا۔ ہم!! مسٹر کی جان۔۔ حکم
کرو۔۔

حکم نہیں کرنا۔۔ حویلی جانا ہے۔ مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔

علینہ کی کپکپاتی آواز سنتے ہاشم فوراً گاڑی سٹارٹ کر گیا۔

ہاشم کی گاڑی حویلی کے کارپوچ میں آکر رکی۔ وہ گاڑی سے اترتے عیینہ کی طرف کا ڈور کھولتے باہر آنے کا بولا۔
عیینہ خاموشی سے باہر نکلی ہاشم اسے اپنے حصار میں لیں

کر اندر کی طرف بڑھا۔ یہاں رُ کو مسٹر کی جان۔۔ میں
آتا ہوں۔

علینہ کو داخلی دروازے کے پاس کھڑا کرتے خود اوپر
اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

علینہ نا سمجھی سے اپنے کندھے اچکاتے ہاشم کو جاتے
دیکھنے لگی۔ ہاشم کچھ دیر بعد ہاتھوں میں نوٹوں کی گتھیاں
پکڑتے نیچے آیا۔ ہے میری متاع جان۔۔ ہاشم اس کو کمر
سے پکڑتے اپنے قریب کیا۔

ہاشم کی جان۔۔۔ تم غالباً نہیں حقیقتاً "حسین" ہو۔
جاناں تم جو آئے دن مصیبتوں میں گری پڑی ملتی ہو۔
اس لیے تمہارا صدقہ اُتارنا ضروری ہے۔ وہ اگلے ہی
سیکنڈ میں ایک لاکھ کی پانچ پانچ۔۔ نوٹوں کی گتھیاں اپنی
بیوی کے سر سے وار گیا۔ علینہ آنکھیں پھیلانے اتنے
زیادہ پیسوں کو دیکھنے لگی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ ہاشم
اس طرح سے اس کا صدقہ اُتارے گا۔

ہاشم اس کی پھیلی آنکھیں دیکھتے ستار کو آواز لگا گیا۔
ستار۔۔ بھاگتے ہوئے ہاشم کے پاس آیا۔ جی چھوٹے
صاحب۔۔ وہ سر جھکائے بولا۔

ستار۔۔ یہ سارے پیسے غریبوں میں بانٹ دو۔۔ ہاشم ستار
کی طرف نوٹوں کی گھتیاں بڑھاتے بولا۔ ٹھیک ہے
صاحب۔۔ ستار مسکراتے ہوئے پیسے پکڑتے وہاں سے
نکلا۔۔

ہاشم نے مسکراتے ہوئے اپنی بیوی کو دیکھا۔

جو ویسے ہی ساکت کھڑی تھی۔

جان ہاشم۔۔ صدقہ ہی دیا ہے۔ دیکھنا۔۔ اب تمہارا بخار
بھی چٹکیوں میں غائب ہو جائے گا۔ ہر مصیبت سے

چھٹکارا۔ ہاشم اس کی پھیلی آنکھوں پر باری باری لب
بولا۔

کیا ہوا تم دونوں یہاں کیوں کھڑے ہو۔

مسکان بیگم!! اوپر سے آتے ہوئے سامنے نظر پڑی۔

ہاشم اور علینہ کو دیکھتے پاس آتے پوچھنے لگی۔

یا اللہ۔ کیا ہوا میری بچی کو۔ مسکان بیگم اپنی بیٹی کا زرد

رنگ دیکھتے تڑپ کر پاس آئی۔ علینہ مسکراتے ہوئے

اپنی مام کے سینے سے لگی۔ کچھ نہیں ہوا مام۔۔ میں ٹھیک
ہوں۔ بس ٹھنڈ کی وجہ سے بخار ہو گیا ہے۔ آپ کے
بھانجے پلس داماد نے لاکھوں کا صدقہ دیا ہے۔ اب بھلا
مجھے کیسے کچھ ہو سکتا ہے۔ علینہ ہاشم کی طرف دیکھتے
مسکراتے ہوئے بولی۔

مسکان بیگم دونوں کو مسکراتا دیکھ کر دعائیں دیتی کچن کی
طرف بڑھ گئی۔ اور ساتھ اوپر جانے کا بول گئی۔

مسکان بیگم!! کے جاتے ہی ہاشم اسے اپنی باہوں میں
اٹھاتے اوپر کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے

علینہ کو بیڈ پر لیٹاتے اسے شال سے رہائی دلاتے کمبل
اوڑایا۔

مجھے پہلے چنچ کرنا ہے۔ علینہ اپنے اوپر کمبل دیکھتے بولی۔
پہلے آرام کر لو۔ پھر کر لینا چنچ۔۔ ہاشم اس کے بائیں
گال پر کس کرتے بولا۔ علینہ منہ پھولاتے دیکھنے لگی۔
اُسے کہاں چنچ کیسے بنانیند آنے والی تھی۔ ہاشم
مسکراتے ہوئے اس کی ناک کو کھینچتے ڈریسنگ روم کی
طرف بڑھا۔

وہاں سے علینہ کا ہلکا بلیک رنگ کا سادہ سا ڈریس
نکالتے باہر آیا۔

چلو سیدھی ہو۔ میں چلیج کر دیتا ہوں۔ چلیج کرنے والی
بات علیہ نے سانس روکے اپنے سامنے کھڑے اس
خوبرو مرد کو دیکھا۔

میں کر لوں گی۔ علیہ ہاشم کے ہاتھ سے کپڑے کھینچتے
بولی۔ ہاشم کپڑوں پر اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔ میں کروا
دیتا ہوں۔ ہاشم اس لال ہوتے گالوں کو دیکھتے اپنی
مسکراہٹ دباتے بولا۔ علیہ اپنی آنکھیں واہ کرتے
مصنوعی گھوری سے دیکھا۔ شوہر ہوں تمہارا۔ ابھی کچھ
دیر پہلے بنا کپڑوں کے میری باہوں میں تھی۔

اب تمہیں شرم محسوس ہو رہی ہے۔ ہاشم ہو سپیٹل کا
منظر یاد کرتے ہو گا۔

علینہ کا دھڑکتا دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کے لیے بے
تاب ہوا۔ یا اللہ۔ انہیں تو ذرا بھی شرم نہیں ہے۔ عینہ
منہ میں بڑبڑاتے بولی۔ تمہارے معاملے میں انتہا کا بے
شرم ہوں۔ ہاشم اس کی بڑبڑاہٹ سنتے اس کے پاس
بیٹھتے بولا۔ ہم!!! عینہ غصے سے وہی بیٹھی اپنی شرٹ
اُتارتے دوسری پہننے لگی۔

ہاشم کا جاندار قہقہہ روم میں گونجا۔ میری جان۔۔ اگر
میں بے شرم ہوں۔ تم بھی کم نہیں۔ ہاشم اس کی جرات
کو دیکھتے بولا۔

علینہ کانوں کی لو تک سرخ پڑی۔
علینہ شرٹ پہنتے کمبل میں چھپی۔۔ میری جان ٹراؤزر تو
پہن لو۔۔ نہیں پہننا۔۔ وہ آپ پہن لیں۔ عیینہ کمبل
ہٹاتے بولی ہاشم مسکراتے ہوئے ٹراؤزر دیکھنے لگا۔ یہ تو
مجھے نہیں آئے گا۔ ہاشم ذو معنی انداز میں بولا۔ عیینہ نے
غصے سے کھینچتے ٹراؤزر کو صوفے پر اچھال دیا۔

میری جان مزاق کر رہا تھا۔ ہاشم اس کی پیشانی پر لب
رکھتے بولا۔

ہم!! مجھے نیند آرہی ہے۔ علینہ اس کو اپنی طرف کھینچتے
بولی۔ تو سو جاؤ ڈار لنگ۔۔

اچھے سے جانتے ہیں۔ مجھے آپ کے بنا نیند نہیں آتی۔
علینہ گھورتے ہوئے بولی۔

جانتا ہوں۔ ہاشم اس کے ساتھ کمبل میں گھستے بولا۔ علینہ
نے مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ لیٹی۔ ہاشم اسے اپنے
حصار میں لیتے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔

میرا بھی تس ازہان بھائی نہیں آئے۔ زل کب سے
لاؤنج میں چکر کاٹ رہی تھی۔ شاہ میر صوفے پر بیٹھا اس
یوں ادھر ادھر بھاگتے دیکھ کر بامشکل برداشت کر رہا
تھا۔ ازہان کی آج کی فلائیٹ کا سنتے وہ زل کورات ہی
اسلام آباد میں آیا تھا۔ اب وہ پاشا مینشن میں بیٹھے ازہان
اور سلطان پاشا کا انتظار کرنے لگے تھے۔ ارزان تیری ماما
نے مجھ سے ڈانٹ کھانی ہے۔

شاہ میر اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے بولا۔ ارزان اپنے بابا
کی رازدانہ سرگوشی سنتے ارزان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اپنے
بابا کے لبوں کو زور سے اپنے ننھے ہاتھوں سے کھینچا۔

آہہ۔۔ ماں کے لاڈلے۔۔ شاہ میر ارزان کی حرکت پر
گھورتے بولا۔

شاہ میر کی آہ سنتے زمل فکر مندی سے شاہ میر کی طرف
بڑھی۔ کیا ہوا میر۔۔

کچھ نہیں تمہارے لاڈلے کو تمہارے بارے میں کچھ سننا
نہیں ہے۔ دیکھو خون نکال دیا۔ شاہ میر اپنے لب سے
نکلتے خون کو دیکھاتے بولا۔ زمل نے بامشکل اپنی ہنسی
چھپائی۔

ارزان اپنی ماما کو دیکھتے صوفے سے اُچھلتے زل کی طرف

بڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔

میر آپ نے کچھ بولا ہو گا۔ ارزان نے یہ سب کیا۔ زل
اپنے معصوم بیٹے کو دیکھتے بولی۔ ہاں قصیدے پڑھے
تھے۔ شاہ میر زل کو اپنی گود

میں بیٹھاتے بولا۔

میر۔۔ زل اس کی گود میں بیٹھتے پکار اُٹھی۔

میر کی جان۔۔ بیٹھی رہو۔ کب سے دیکھ رہا ہوں۔ یہاں
وہاں چکر کاٹ رہی ہو۔

اتنی سی تم ہو۔۔ ساری انرجی اس نمونے کو فیڈ کرواتے
ضائع کر دیتی ہو۔ اب بچی کچی انرجی چلتے پھرتے ختم کر دو
گی۔

شاہ میر دوسرے ہاتھ سے اپنے بیٹے کو پکڑتے بے باک
انداز میں بولا۔

زمل سرخ چہرے کے ساتھ شاہ میر کو گھورتے دیکھنے
لگی۔

گاڑی کی آواز سنتے زل نے شاہ میر کی طرف دیکھا۔ شاہ
میر اس کی پیشانی چومتے

چھوڑ گیا۔ زل اس کی گود سے اٹھتے بھاگتے ہوئے باہر کی
طرف بڑھی۔

شاہ میر بھی ارزان کو اٹھاتے زل کی طرف بڑھا۔
ازبان گاڑی سے اترتے سلطان پاشا کو سہارا دیتے گاڑی
سے نکال رہا تھا۔

زل داخلی دروازے کے پاس کھڑی اتنے دنوں بعد
اپنے بابا کو دیکھتے ساکت ہوئی۔ وہ آج کہی سے بھی

سلطان پاشا نہیں لگ رہے تھے۔ زمل بہتے آنسوؤں کے
ساتھ اپنے بھائی اور بابا کو دیکھ رہی تھی۔

سلطان پاشا سامنے اپنی بیٹی کا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھتے تڑپ
اُٹھے

زمل بھاگتے ہوئے اپنے بابا کے سینے سے لگی۔

بابا۔۔ زمل سلطان پاشا کے سینے سے لگتے پھوٹ پھوٹ

کر رودی۔ سلطان پاشا۔۔ شاہ میر اور ازہان کی طرف
دیکھتے گھورا۔

بابا۔۔ سوری آپ کی بیماری کا علم زمل کو ہو گیا تھا۔ اس
لیے بتانا پڑا۔

ازبان اپنی بہن کو پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھ کر بے
چین دل کے ساتھ بولا۔ بابا۔۔ دیکھے کتنے کمزور ہو گئے
ہے۔ زمل سلطان پاشا کو دیکھتے تڑپتے ہوئے بولی۔

آپ سب نے مجھ سے جھوٹ بولا۔ میرے بابا اتنی
تکلیف میں ہے۔ میں کیسے نا محسوس کرتی۔

بس میری بچی۔۔ اگر تم ایسے روؤ گی۔ تو میں نے جلدی
اللہ کو پیارا ہو جانا ہے۔ سلطان پاشا اپنی بیٹی کی پیشانی پر
بوسہ دیتے بولے۔

بابا۔۔ زل روتے تڑپتے اپنے بابا کے سینے سے لگی۔

سلطان پاشا کے آخری الفاظ سنتے ازہان اور شاہ میر کے
آنسو بھی نکل آئے۔

اچھا بس۔ نہیں روتے۔ یہاں آؤ شاہ میر سلطان پاشا شاہ
میر کو پاس بولاتے ہیں۔ شاہ میر مسکراتے ہوئے ان کی

طرف بڑھا۔ شاہ میر اور اذہان کو بھی سینے سے لگایا۔
نہیں روتے۔۔ ویسے بھی میری عمر ہو گئی ہے۔ بس اللہ۔
کسی بہانے سے اپنے پاس بھولانا چاہتے ہیں۔ زل میری
بیٹی۔۔ سمجھ رہی ہونا۔ اب تم بڑی ہو گئی ہو۔ ماں کے
اوحدهے پر فائز ہو۔ اب تمہیں اپنے شوہر اور بیٹے کی فکر
کرنی چاہیے۔ سلطان پاشا نم آنکھوں سے بولی۔

بابا۔۔ میں ابھی بھی آپ کی وہی چھوٹی والی زل ہوں۔
پلیز ایسی باتیں مت کریں۔
زل روتے ہوئے بولی۔

سلطان پاشا۔۔ زور سے اپنی بیٹی کو سینے سے لگایا۔

بس بہت ہو گیا رونادھونا۔۔ اب بس مجھے اپنے ازبان کی
دولہن کو دیکھنا ہے۔

جاتے ہوئے میرا بیٹا اپنے باپ کی یہ خواہش ضرور پوری
کرے گا۔

بابا۔۔ آپ کی خواہش سر آنکھوں پر۔۔ ازبان فوراً سے
آگئے بڑھتے سلطان پاشا کے دونوں ہاتھ چومتے بولا۔

زل مسکراتے ہوئے اپنے بھائی کے سینے سے لگی۔ ازہان
نے مسکراتے ہوئے زل کی پیشانی چومی سالے
صاحب۔۔۔ میری نظر میں بہت سی لڑکیاں ہے۔ اگر تو
کہتا ہے۔ تو ابھی لائن

لگا دوں۔ شاہ میر ارزان کو ازہان کو پکڑاتے بولا۔

اور خود سلطان پاشا کو سہارا دیتے اندر لیں جانے لگا۔

بیٹے کر لی خد متیں۔۔ اب تھوڑا داماد کو بھی حق ملنا
چاہیے۔ اپنے سر کی خد متیں کرنے کا۔ سلطان پاشا
مسکراتے اپنی بیٹی کو اپنے حصار میں لیے اندر داخل ہوا۔

میر۔۔ کونسی سی لڑکیوں کی بات کر رہے ہیں۔

زمل کچھ سوچتے بولی۔

میر کی جان۔۔ فکر مت کرو۔۔ میرے آفس سے
تو بالکل نہیں ہیں۔

شاہ میر زمل کے دماغ کو پڑھتے بولا۔ ہم!! ہو بھی نا۔
میں تو بالکل بھی اُن چڑیلوں کو اپنی بھابھی نہیں بناؤں گی۔
زمل منہ بھورتے بولی۔

بھئی شادی میری ہے۔ لڑکی بھی مجھے خود ڈھونڈنی
چاہیے۔ ویسے بھی ہاشم بھائی کے ہو سپٹل میں ایک سے
ایک بھر کر خوبصورت پیس ہے۔ اب بس وہاں جا کر
کوئی ایک خوبصورت پیس کو چننا ہے۔ "کمینہ کہی کا۔
سیدھی طرح بول۔ کوئی ڈاکٹر نی پسند آگئی ہے۔" شاہ
میر ازہان کے پیٹ میں کہنی مارتے بولا۔ بھائی آپ تو

بڑے مجھے رستم نکلے۔ زمل اپنے بابا کے ساتھ صوفے
پر بیٹھتے بولی۔

ہاں بھائی کس کا ہوں۔ ازہان بھی صوفے پر گرتے بولا۔
ارزان کے یک دم رونے کی آواز پر ازبان فوراً سیدھا
ہوا۔

سوری ماموں کی جان۔۔ میں بھول گیا تھا۔
ارزان کو اپنی گود میں دیکھتے بولا۔ اور فوراً سے

اپنے سینے سے لگایا۔

ہاہاہا۔۔ اب اپنی شادی کی خوشی میں میرے بیٹے

کو ہی بھلا گئے۔

شاہ میر ازہان کو گھورتے بولا۔

ہم!! اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔ ارزان تو اپنے اکلوتے

ماموں کی جان ہے۔ ازبان ارزان کے ہونٹ نکالنے پر

مسکراتے ہوئے بولا۔ یا اللہ خیر۔۔

جھوٹ بھی۔۔ بے فکر ہو کر بولنا شاہ میر کی طرح۔۔

پاشا صاحب۔۔ شاہ میر خان مزاق میں بھی جھوٹ نہیں
بولتا۔

شاہ میر دانت پیستے ہوئے بولے۔

اچھا اچھا!! خان حویلی میں پیغام پہنچاؤ۔۔ میرے بیٹے کی
بارات وہاں سے جائے گی۔

سلطان پاشا۔ سیدھے ہوتے بولا۔ جو حکم پاشا صاحب۔
شاہ میر بولا۔ اپنا موبائل نکالتے عالیاں خان کا نمبر ڈائل
کر گیا۔ زل نم آنکھوں سے اپنے بابا کے سینے سے لگی۔

اپنے بابا کو کھونے کا سوچتے اس کی کا سوچ تھے اس روح
اندر اندر ہی فنا ہو رہی تھی۔

بابا کی آخری خواہش۔۔ کو مد نظر رکھتے وہ خوش ہونے کی
کوشش کر رہی تھی۔

پر اس کے لیے ناممکن تھا۔ ازہان دور بیٹھے اپنی بہن کی
تکلیف کو دیکھتے خود بھی اندر اندر تڑپ رہا تھا۔ پروہ کمزور
نہیں پڑھ سکتا تھا۔ خان حویلی پاشا کا پیغام پہنچا دیا گیا تھا۔
آپ کو آج ہی حویلی لانے کا بابا نے آر بولا ہے۔ شاہ میر
ان کے پاس بیٹھتے بولا۔

ٹھیک ہے۔ دیر کس بات کی نکلتے ہیں۔ سلطان پاشا خوش
ہوتے بولے۔

پر بابا۔۔ ابھی آپ آرام کر لیں۔ اتنے لمبے سفر سے
آئے ہیں۔ ازہان اپنے بابا کی خوشی کو دیکھتے بولا۔

نہیں میرے بچے۔۔ آرام کا ٹائم نہیں ہے۔ اب بس
تیری خوشیاں دیکھنی ہیں۔ سلطان پاشا نم لہجے میں
بولے۔

ازبان ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔

ٹھیک ہے۔ جیسا آپ بولے بابا۔۔ ازبان مسکراتے
ہوئے بولا۔

ماہی لیٹی رہو۔۔ میں کر دیتا ہوں۔ تمہاری طبیعت ابھی
بہتر نہیں ہوئی۔

ماہی کو چیزیں سمٹتے دیکھ کر کاوش فوراً بولا۔
اور اس کے پیٹیوں میں لیٹے ہاتھوں کو تھامتے
اسے واپس بیڈ پر بیٹھایا۔

ماہی نے نم ہوتی آنکھوں سے کاوش کو دیکھا۔ میری
شہزادی۔۔ تمہاری تڑپ ان آنکھوں میں دیکھ سکتا
ہوں۔ بس کچھ دن پھر تم بالکل پہلے کی طرح ٹھیک ہو جاؤ
گی۔ کاوش اسے اپنے سینے سے لگاتے بولا۔ ماہی اپنی بے
بسی پر رودی۔ اتنے دنوں سے ناوہ اپنے بیٹے کو اچھے سے
فیڈ کر رہی تھی۔ کاوش کبھی کبھار خود اسے ماہی کے
سینے سے لگائے فیڈ کرواتا تھا۔ ماہی شرم و حیا سے سرخ
ہوتی نظریں بھی نہیں ملا پاتی تھی۔

زیادہ تر تو امان کو فیڈر میں ہی دودھ ملایا جاتا تھا۔ پر کاوش
کی ضد کے آگے ہار مانتے ہوئے بھی اسے اجازت دے

دیتی تھی۔ ہاتھ جلنے کی وجہ سے اس سے کچھ بھی نہیں ہو
پاتا تھا۔ ہر کام کاوش اس کا خود کرتا تھا۔ کھانے پینے سے
لیں کر۔۔۔ چیخ کر وانے تک۔۔۔ پروفیسر۔۔۔ میں بیٹھ
بیٹھ کر تھک گئی ہوں۔ ماہی کاوش کے سینے سے لگے بلک
بلک پر رودی۔ میری شہزادی۔۔۔ ایسے رو تو مت۔۔۔
اپنے بیٹے کو اٹھانے کا ارادہ ہے۔ کاوش اس کے دونوں
گالوں کو چومتے بولا۔

صرف کچھ دن اور احتیاط پھر تم اپنے ہاتھوں سے

سب کرنا۔ ویسے بھی تمہارے ہاتھ کی بنی بریانی کو شدت سے مس کر رہا ہوں۔

بس اب جلدی جلدی ٹھیک ہو جاؤ۔ پھر دیکھنا تمہیں بیٹھنے کا بالکل موقع نہیں دوں گا۔ کاوش ماہی کو بیڈ پر لیٹاتے بولا۔

ہاں آپ کو بہانہ چاہیے۔ میرے قریب رہنے کا۔

میری جان۔۔ تمہارے قریب رہنا میرا پسندیدہ مشغلہ ہے۔

کاوش اس کی اوپر نیچے ہوتی دھڑکنوں پر لب رکھتے بولا۔

کہتے ہیں نا۔۔۔ "ورد جتنا مزید ہوتا ہے، عشق اتنا مزید ہوتا ہے۔ اس لیے تمہارے قریب رہ کر تمہارے درد کو محسوس کرتے میرا عشق مزید بڑھ گیا ہے۔

تمہارے درد سے بھی کاوش خان کو عشق ہے۔

"تم پر ہی ختم ہے سب حدیں محبت کی۔۔۔ تم سے، تم

میں، تم پر ختم ہو جاتی ہے یہ دنیا میری"

کاوش اس کے کان کے قریب جھکتے بولا۔ ماہی مسکراتے
ہوئے اس کے سینے سے آگئی۔ وہ اس کے اتنے پیار
بھرے محبت کے اظہار پر اس کے ساتھ لپٹتے سک
پڑی۔

پروفیسر۔۔ آپ کی طرح آپ کا اظہار بھی بہت پیارا
ہے۔

ہم!! تم بھی بہت پیاری ہو۔ کاوش اس کے گرد حصار
تنگ کرتے بولا۔

تجھے روز دیکھو قریب سے

میرے شوق بھی ہیں عجیب سے

میں نے مانگا ہے بس تجھی کو

اپنے رب اور اس کے حبیب سے

میری آنکھوں میں ہے بس عاجزی

میرے خواب بھی ہیں غریب سے

میرے سب دُکھوں کی دوا ہو تم

ملے کیا سکوں پھر طیب سے

میں بہت ہی خوش ہوں جوڑ کر

نصیب اپنے تیرے نصیب سے

وہ بالوں میں برش کرتے آئینے کے سامنے کھڑے بیڈ پر
بیٹھی ہیزل کو اپنی نظروں میں سمائے غزل پڑھ رہا تھا۔
ہیزل بہرام کو یک ٹک دیکھی جا رہی تھی۔
ہیزل میرال کے گال چومتے بہرام کی طرف بڑھی۔

خان۔۔ آپ ورلڈ کے بیسٹ شوہر ہے۔

ہیزل بہرام کے بازو کے اندر سے نکل کر سامنے کھڑی
ہوئی۔ بہرام نے مسکراتے ہوئے برش ڈریسنگ پر رکھتے
ہیزل کو کمر سے پکڑتے ڈریسنگ پر بیٹھایا۔

جانتا ہوں۔ کچھ اور بتاؤ۔۔۔ خان آپ کو مسکراتا دیکھ کر
سوچتی ہوں۔ کے محبت کتنی پیاری ہوتی ہے۔ کیسے ساری
دُعائیں ایک ہی شخص کے نام سے منسوب ہو جاتی ہے۔
چاہے ہم جیسے سے ہو بھی حالات میں ملے تھے۔

پر آپ کی محبت، توجہ سے صرف آپ کی ہو کر رہ گئی۔
بہرام نے مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔
جانتا ہوں۔ میری خاناں کا وجود مجھ سے ہے۔

چلو اب رونادھو نانا شروع کر دینا۔ جانتی ہونا تمہارا ایک
آنسو میرے دل کی دیواریں ہلا دیتا ہے۔ بہرام اس کی
آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بولا۔ خان پاس آئے نا۔ ہیزل
بہرام کو قریب آنے کا کہا۔ بہرام مسکراتے ہوئے تھوڑا
آگئے کی طرف جھکا۔ اور پاس آئے نا۔ پھر سے پاس
آنے کا اشارہ کیا۔

بہرام تھوڑا اور قریب ہوا۔ وہ سمجھ گیا تھا۔ اس کی خاناں
کو کیا چاہیے۔

اور۔۔ ابھی ہیزل کچھ بولتی بہرام جھٹکے سے گود

میں اٹھا گیا۔

خان۔۔ ہیزل دھڑکتے دل کے ساتھ پکار اٹھی۔ جی خان
کی جان محکم کریں۔ تم خود ہی پاس بھولا رہی تھی۔ اب
پاس بہت پاس آ گیا ہوں۔ تو مزاحمت کیوں کر رہی ہو۔
ہزل کو گود سے اترتے دیکھ کر بہرام سختی سے اپنے ساتھ
لگا گیا۔

ہاں تو پاس آنے کا بولا تھا۔ یہ نہیں بولا تھا۔ کے گود میں
ہی اٹھالیں۔ ویسے بھی ہم ہماری بیٹی سامنے بیٹھی ہے۔
ایسی ویسی حرکت مت کریے گا۔ ہیزل ڈیٹنے والے
انداز میں بولی۔ بہرام قہقہہ لگا اٹھا۔ تم بھی تو ایسی ویسی

حرکت کرنے کے لیے قریب آنے کا بول رہی تھی۔
اب میں اتنا اچھا تو نہیں ہو۔ اپنی خاناں کو ایسے ہی چھوڑ
دوں۔

بیٹی کی فکر مت کرو۔ وہ خود میں مگن ہے۔
بہرام بیڈ پر بیٹھی میرال کو دیکھتے بولا۔
جو موبائل کے ساتھ لگی تھی۔
بہرام ہیزل کو لیں کر صوفے پر بیٹھا۔ خان یہ کیا کر رہے
ہے۔ بہرام کا ہاتھ اپنی فراک کی زپ پر الجھا دیکھ کر
بولی۔

ہم!! سکون قلب چپ رہو۔ مجھے میرا کام کرنے دو۔ وہ
اس کے تن سے جھٹکے سے فراک اُتار گیا۔

اندر باہر ریڈ کیا بات ہے۔ بہرام بے باکی سے بولتے
بلاؤوز کی ہک کھول گیا۔

ہیزل بہرام کی بے باکی بڑی بات سُرخ پڑی۔ بہرام نے
مسکراتے ہوئے اس کی برہانہ کمر پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ آہ۔۔
ہیزل خوفزدہ ہوتے بہرام کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

ہم!! خاناں بہت غلط کیا ہے۔ تم نے اپنی طرف دعوت
دے کر۔ بہرام اس کی صراحی دار گردن پر لب رکھتے
بولا۔ ہیزل ایک دم سے کیکیا اُٹھی۔

بہرام۔ اس کی گردن چومتے اوپر لبوں کے پاس ٹک کر
ہیزل کی آنکھوں میں دیکھا۔ ہیزل نظریں چراتی ادھر
ادھر دیکھنے لگی۔ وہ اپنی عیاں ہوتی دھڑکنوں سے مقابل
کے سانسوں کے قریب گود میں بیٹھی تھی۔

بہرام اس کے چہرے پر شرم و حیا کے رنگ دیکھتا
مسکرایا۔ اور اگلے ہی پل ہیزل کی گردن میں ہاتھ رکھتے

اپنے قریب کرتے اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں لیا۔
اس کے لبوں سے آج الگ ہی ذائقہ محسوس کرتے اس
کی پشت کو سہلاتے وہ ذائقہ خود میں جذب کرنے لگا۔
ہیزل اس کے گرم نرم لبوں کا لمس محسوس کرتے اس
کے بالوں میں اگلیاں چلانے لگی۔ بہرام اس کے لبوں کو
آزادی بخشے ہوئے بولا۔ کیوں میری خاناں یہی چاہتی
تھی۔

بہرام محبت سے ہیزل کے نرم سُرخ گلاب لیوں کو چوم کر
بولا۔

ہیزل مسکراتے ہوئے شرم سے اپنا سر بہرام کی سے
بیزل گردن میں چھپا گئی۔

ہیزل کی دھڑکنیں بہرام کو اپنے سینے سے مس ہوتی
محسوس ہوئی۔ بہرام ہیزل کے گرد باہیں حائل کرتے
اور بے باکی سے اپنے سینے سے لگا گیا۔ اور ایک نظر اپنی
بیٹی پر ڈالی جو بیڈ پر لیٹے منہ میں فیڈر لیے آنکھیں بند کیے
ہوئے تھی۔ شاید سو رہی تھی۔ بیڈ پر لیٹے

بہرام نے مسکراتے ہوئے ہیزل کے کندھے پر لب
رکھے۔ ہم!! خاناں اوپر ہو۔ بہرام کی بات سنتے ہیزل

جھٹکے سے اس کی گردن سے چہرہ نکالتے دیکھنے لگی۔ بیگم
تھوڑا اوپر ہوگی۔ بہرام اس کی پھیلی آنکھیں دیکھتے بولا۔

میں کیوں اوپر ہوں۔ ہیزل کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔
کیوں۔۔ مجھے لاسٹ پروس انجام دینا ہے۔
بہرام ہیزل کے دل والے مقام پر لب رکھتے بولا۔ ہیزل
سانس روکے دیکھنے لگی۔

یا اللہ۔۔ نہیں خان۔ میری کمر پہلے ہی دکھ رہی ہے۔

میں نہیں اُٹھوں گی۔ اچھا!! تمہاری کمر کی ایسی کی
تیسی۔۔ بہرام اس کو اوپر کرتے خود کا اور اس کا نیچے والا
پردہ کھسکائے ہیزل کو واپس اپنی گود میں ایڈجسٹ کیا۔
خان پلیز نہیں۔۔ ہیزل التجائیاں بولی۔

خاموش میری جان۔۔ چلو موو کرو۔۔ بہرام ہیزل کے
ہونٹوں پر اپنی انگلی رکھتے خاموش کروا گیا۔ ہیزل مود
کرنے والی بات پر آنکھیں پھیلائے دیکھنے لگی۔

مجھے پتا ہے تمہاری آنکھیں حسین ہے۔ چلو شاباش مجھے
سکون پہنچاؤ۔ بہرام ہیزل کی گال تھپتھا کر بولا۔ ہیزل
شاکر کی کیفیت سے اپنے خان کو دیکھنے لگی۔ جو آج اس

کی جان نکالنے میں لگے ہوئے تھے۔ مجھ سے نہیں ہو گا۔
اپنی معصوم ہیزل پر ترس کھائے۔

ہیزل معصومانہ انداز میں بولی۔ کیوں میری جان۔۔ میں
کر سکتا ہوں۔ تم کیوں نہیں۔

میں آپ کے مقابلے پر پورا نہیں اتر سکتی۔ آپ خود کر
لیں۔ ہیزل نم آنکھوں سے دیکھتے بولی۔

بس بس میری خاناں۔۔ تم کچھ نا کرو۔ تمہارا خان خود ہی
کر لیں گا۔ بہرام ہیزل کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر
تڑپتے ہوئے بولا۔

بہت برے ہے آپ یہ نہیں کہاں ہیزل رونا نہیں کچھ
نہیں کروں گا۔

یہ بول دیا ہے تم رہنے دو میں کر لوں گا۔

ہیزل بہرام کے سینے پر لگے برساتے بولی۔ بہرام کا دل
کیا چھڑ پھاڑ قہقہہ لگائے پر وہ اپنی بیٹی کا خیال کرتے مسکرا
دیا۔ اریلیکس میری جان۔۔ کچھ نہیں کر رہا۔ بس مزاق
کر رہا تھا۔ دیکھنا چاہتا تھا۔ میری ہیزل میں کتنا دم ہے۔
رومانس کرنے کے لیے تمہارا خان کافی ہے۔ میری کمزور
خاناں۔۔ میں صرف تمہیں تنگ کر رہا تھا۔

چلو جاؤ شاور لو۔۔ نیچے مہمان پہنچ گئے ہے۔ بہرام اپنی
شال ہیزل کے گرد لپیٹتے بولا۔ ہیزل فوراً اس کی گود

سے اٹھتے کھڑی ہوئی۔ اور فوراً سے وہاں پلٹی۔۔ پر دیکھ
پیچھے ہی رہی تھی۔ ہیزل شال سے اٹکتے ابھی گرتی۔
بہرام پیچھے سے شال پکڑ گیا۔ آرام سے بیگم!! چوٹ لگ
جائے گی۔ بہرام اسے اپنی طرف کھینچتے بولا۔ ہیزل گول
گول گھومتے اس کے سینے سے آگئی۔ یا اللہ۔۔ کبھی آرام
سے بھی کھینچ لیا کریں۔

اتنی تیز ہوا نہیں چلتی جتنی تیزی سے آپ کھینچتے ہیں۔ وہ
اپنے گھومتے ہوئے سر کو پکڑتے انگارے چباتے بولی۔
اپنی ہیر و سن کے لیے ہیر و کارول اپنایا ہے۔

آئیندہ سنبھل کر چلنا۔ ورنہ اس طرح کے رول مجھے اور
بھی آتے ہیں۔ بہرام اس کی پیشانی چومتے جانے کا اشارہ
کیا۔

ہم!! آئے بڑے ہیرو۔۔ سر گھما کر رکھ دیا۔ ہیزل وہاں
سے نکلتے بولی۔ کچھ کہاں تم نے۔۔

بہرام اس کی بڑبڑاہٹ سنتے بولا۔ ہاں نا۔۔ میں کہہ رہی
تھی۔ کمال کارول تھا۔
قسم سے دل دماغ باہر آ گیا۔

ہیزل باتھ روم کے دروازے کے پاس کھڑی بولی۔ اچھا
!! اتنا پسند آیا۔ چلو پھر کرتے ہیں۔ بہرام بولتے ہیزل کی
طرف قدم اٹھائے۔ ہیزل میں گھستے فوراً دروازہ بند کر
گئی۔ باتھ روم میں بہرام مسکراتے میرال کی طرف بڑھ
گیا۔

اس کے ننھے سے ماتھے پر بوسہ دیتے اپنے کپڑے صحیح
کرتے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔
لاؤنج میں سب ہی موجود تھے۔ سلطان پاشا کی آمد کا سنتے
سب ہی لاؤنج میں آگئے تھے۔ اچھا کیا ازہان بیٹا۔ اپنے
بابا کو ادھر لیں آئے۔

ورنہ وہاں تو اکیلے بور ہو جاتے۔ یہاں سب کے درمیان
دل لگا رہے گا۔ زرمینہ بیگم!! ازبان کے سر پر ہاتھ رکھتے
بولی۔

جی آنٹی!! بابا کی خود کی فرمائش تھی۔ تو

لانا ہے پڑا۔

ازبان مسکراتے ہوئے بولا۔ ہم!! پاشا صاحب کی ایک
اور خواہش ہے۔ تیری شادی کروانا۔

شاہ میر سلطان پاشا کے ساتھ بیٹھتے بولا۔ کیوں پاشا
صاحب۔۔ ٹھیک کہہ رہا شاہ میر۔۔ عائکہ کی مام فوراً عائکہ
کو اشارہ کر گئی۔

مورے جیسا آپ سوچ رہی ہے۔ ویسا میں کچھ نہیں
کروں گی۔ آپ جانتی ہے۔ میں دامیار سے پیار کرتی
ہوں۔

عائکہ اپنی مورے کی طرف دیکھ کر غصے سے بولی ارے
بیوقوف۔۔ کب تک شادی شدہ مرد کے پیچھے بھاگو گی۔
نائمہ اپنی بیٹی پر افسوس کرتے بولی۔

ہیزل بھا بھی۔۔۔ سالے صاحب نے آپ کے بھائی کے
ہوسپٹل میں لڑکی ڈھونڈ رکھی ہے۔ شاہ میر سب کے سر
پر دھما کہہ کرتے بولا۔ دامیار۔۔۔ بہرام ضرغام سیدھے
ہو کر بیٹھے۔

کیا سچ میں ازہان۔۔۔ دامیار اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے
بولا۔

لو نکل گیا آپ کا شکار۔۔۔ عائکہ اپنی مام کے کان کے
قریب جھکتے بولی۔

بھائی۔۔ زل جب ہو سپٹل میں تھی۔ تب میں نے دیکھا
تھا۔ قسم لے لیں۔ مجھے تو اُس کا نام بھی نہیں آتا۔ ازہان
شاہ میر کو گھورتے بولا۔

چلو کوئی بات نہیں۔۔ ابھی ہم ہو سپٹل جاتے ہے۔ پھر
اُس لڑکی کو دیکھ بھی لینا اور نام بھی پتہ کر لینا۔ بہرام اس
کے کندھے پر ہاتھ رکھے بولا۔ سب یہ سُن کر مسکرا
دیے۔

میں تو بیمار بندہ ہوں۔ میں اپنا بیٹا آپ کے حوالے کرتا
ہوں۔ ڈیڈ۔۔ زل اپنے بابا کے سینے سے لگتے رو دی۔
عدنان صاحب نے زل کے سر پر ہاتھ رکھا۔ آپ فکر

مت کریں پاشا صاحب۔۔۔ آپ کے بیٹے نہیں اپنے
بیٹے کی شادی دھوم دھام سے کریں گئے۔ سلطان پاشا
عدنان صاحب کا ہاتھ پکڑے مسکرا دیے۔ میں اب آرام
کرنا چاہتا ہوں۔ سلطان پاشا اپنے سر میں اٹھتے درد کو
برداشت کرتے با مشکل بولے۔ پہلے مجھے حاکم خان سے
ملو ادیں۔ ٹھیک ہے زرمینہ۔۔ سلطان پاشا کا بابا کے ساتھ
والا روم سیٹ کرواؤ۔

عدنان صاحب زرمینہ کو دیکھتے بولے۔

سب سیٹ ہے۔ آپ بے فکر رہے۔ زمینہ بیگم
مسکراتے ہوئے بولی۔ ازہان اور دامیار سلطان پاشا کو
حاکم خان کے کمرے کی طرف لیں کر بڑھ گئے۔
زل بھا بھی ارزان روئے جارہا ہے۔ چپ ہی نہیں ہو
رہا۔ آپ آئے میرے ساتھ۔۔۔ ناہیشہ زل کا ہاتھ
پکڑے اپنے کمرے کی طرف لیں کر بڑھ گئی۔

بٹر فلانے یار بس کر دو۔ دیکھو اب عشنا بھی اٹھ بٹر
فلانے اس دنیا سے باہر نکلو۔ اپنے شوہر اور بیٹی پر بھی
توجہ دو۔ ورنہ تمہارا لبریری میں جانا بند کر دوں گا۔

عاصم عشنا کو اپنی گود میں اٹھاتے بولا۔ شاہ!! اتنا بڑا ظلم
اپنی بٹر فلانے پر کرو گئے۔ آئزہ بالوں کا جوڑا بناتے سٹڈی
سے نکلتے بولی۔ ہاں۔۔ اتنی سی بات بول دوں۔ تو تمہیں
ظلم لگنے لگتے ہیں۔ جو اپنے معصوم پیارے ڈیشنگ شوہر
کو تڑپاتی ہو وہ کیا ہے۔ اب بتاؤ ظلم کس پر ہو رہا ہے۔
عاصم آئزہ کو اپنے ساتھ لگاتے بولا۔ کوئی ظلم نہیں کیے۔

ساری رات آپ کی باہوں میں ہی ہوتی ہوں۔ کوئی ظلم
شکم نہیں کیے۔

ظلم تو آپ میری نازک جان پر کرتے ہیں۔

آئزہ عاصم کے حصار سے نکلتے بولی۔

بہت خوب۔۔ بٹر فلائے۔۔ ذرا اپنی بیٹی کو چپ کراؤ

او۔۔ پھر حساب کتاب کرتے ہیں۔

عاصم عشنا کو پیار کرتے بولا۔ اور اسے آئزہ کو پکڑ لیا۔

میری معصوم گڑیا۔۔ آپ کے بابا کا تو دل ہی نہیں
بھرتا۔ جب دیکھو ان گارے چباتے رہتے ہیں۔ آئزہ اپنی
بیٹی کو سینے سے لگائے بولی۔ شاہ کی جان۔۔ بہت بولتی ہو
تم۔۔ عاصم اسے گھورتے بولا۔ تو اب ہونٹوں پر ایلفی لگا
لوں۔ آئزہ عشنا کو بیڈ پر لیں کر بیٹھی۔ نہیں شاہ کی
جان۔۔ مجھے لگالو۔ عاصم اس کے پاس بیٹھتے بے باکی سے
بولا۔ شاہ کچھ شرم کریں۔ آئزہ عشنا کو فیڈ کرواتے بولی

اور فوراً اپنا ڈوبٹہ اپنے اوپر کیا۔ عاصم کو آئزہ کا اس طرح
خود کا چھپانا ناگوار گزرا۔

مجھ سے کچھ نہیں چھپا سکتی۔ عاصم ڈوپٹہ ہٹاتے بولا۔ آئزہ
سُرخ چہرے کے ساتھ نظریں آئزہ چہرے ساتھ جھکا
گئی۔

شاہ۔۔ مجھے شرم آتی ہے۔ تو میں کیا کروں۔
عاصم بے باکی سے دیکھتے بولا۔ آئزہ شرم سے نظریں جھکا
گئی۔ ہم!! میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔ میرے آنے
سے پہلے عشنا کو سُلا دینا۔

عاصم آئزہ کے سُرخ چہرے کو دیکھتے بولا۔
اور اُٹھ کر عشنا اور آئزہ کی پیشانی پر لب رکھتے دروازے
کی طرف بڑھ گیا۔ آئزہ نے سکون بھر اسانس خارج کیا۔

شاہ کی جان۔۔ ایزی فیل کرو۔ عاصم دروازے کے پاس
رکتے بولا۔ اور پھر باہر نکل گیا۔ آئزہ مسکراتے ہوئے
عشنا کی طرف متوجہ ہوئی۔

شاہ آپ کدھر ہے۔ عشنا کو سلانے کے بعد کافی دیر
بیٹھی عاصم کا ویٹ کرتی رہی۔ عاصم کے نا آنے پر خود ہی
اسے دیکھنے کے لیے روم سے نکل آئی۔ نیچے دیکھا عاصم
اسے کہی نظر نا آیا۔ اب سب سے اوپر تھرڈ فلور پر آئی۔
جہاں بہت ہی بڑا اسٹڈی روم تھا۔ عاصم اپنا زیادہ تر وقت
یہی گزارتا تھا۔ اسے لگا اب بھی عاصم یہاں ہونگے۔

آئزہ دروازہ کھول کر اندر جھانک کر دیکھا۔ اندر صرف
مدھم روشنی جل رہی تھی۔ شاہ آپ یہی ہے۔ اور اتنی
سی روشنی میں آپ کیا کر رہے ہیں۔ آئزہ دبے پاؤں اندر
داخل ہوئی۔ پر عاصم کا جواب ناپا کر وہی رُک گئی۔ شاہ
آپ مجھے سُن رہے ہیں۔ آئزہ کمرے کے بیچونچ کھڑے
ہوتے بولی۔

پر آگئے سے کوئی آواز نا آئی۔ آئزہ نے ڈر سے بامشکل
تھوک نگلا۔ ویسے بھی اتنا بڑا اسٹڈی روم دیکھ کر اس کا سر
چکرار ہا تھا۔ لگتا شاہ ادھر نہیں آئے۔ اگر ہوتے تو میری
آواز سن کر کوئی ریسپانس دیتے۔ چل آئزہ۔ جلدی

سے نکل۔۔ آئزہ خود سے مخاطب ہوتے ابھی پیچھے کو
پلٹی۔

ٹھاسے دروازہ بند ہوا۔ آہہ!! آئزہ خوف سے کانپتے
کانوں پر ہاتھ رکھتے چیخ پڑی۔

سانسیں تو تباہ ہوئی جب کسی نے کلائی سے پکڑتے
اپنی طرف کھینچا۔

آہہ!! کون ہے۔ آئزہ چیختے ہوئے اس کے فولادی سینے
سے آٹکڑائی۔ آئزہ کا بدن خوف سے زلزلوں کی ضد میں
اگیا۔ عاصم نے آئزہ کو کانپتے دیکھ اس کے گرد بازو
باندھے۔ چھوڑو مجھے۔۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے

چھونے کی۔ آثرہ روتے ہوئے بنا دیکھے اس کے حصار
میں پھڑپھڑا اُٹھی۔ عاصم نے بامشکل اپنی ہی چھپائی۔
عاصم نے حصار تنگ کرتے مزید اپنے قریب کیا۔ آثرہ
اس کی جرات پر اپنے چکراتے سر کو سنبھال گئی۔ تمہارا تو
میں۔۔۔ منہ۔۔۔ نوچ لوں گی۔

آثرہ کا پیتی آواز کے ساتھ ابھی چہرہ اُٹھائے ہاتھ ہی عاصم
کے چہرے کی طرف بڑھایا۔ عاصم اس کا ہاتھ پکڑتے
سُرخ آنکھوں سے گھورنے لگا۔ آثرہ مدھم چلتی روشنی
میں عاصم کو ہونکوں کی طرح دیکھنے لگی۔

بٹر فلائے۔۔۔ تم تو چڑیلوں سے بھی خطرناک ہو۔ عاصم
اس کے کان کے قریب جھکتے بولا۔ آئزہ ہوش میں آتے
غصے سے عاصم پر جھپٹ پڑی۔

شاہ۔۔ آ۔۔ آپ۔۔ نے مجھے ڈرا دیا۔ کب سے آوازیں
لگا رہی تھی۔ آ۔۔ آپ کدھر۔۔ کدھر تھے۔ آئزہ
عاصم کے سینے پر لگوں کی برسات کرتی کانپتے ہوئے بول
رہی تھی۔

یہی تھا۔۔ مائے لیڈی۔۔ بس تمہیں تنگ کر رہا تھا۔
تمہارے سٹڈی میں قدم رکھتے ہی تمہارے بدن کی ۔

خوشبو سے پہچان گیا تھا۔

عاصم اس کے کپکپاتے وجود کو سینے سے لگاتے بولا۔
پروہ دروازہ کیسے بند ہوا۔ آئزہ سامنے ڈور کی طرف اشارہ
کرتے بولی۔

بٹر فلائے آٹومیٹک ہے۔ خود ہی بند ہو جاتا ہے۔
عاصم اس کا ہاتھ پکڑتے لبوں سے لگاتے بولا۔ بہت
برے ہے آپ۔۔ مجھے ڈر ا دیا۔ اچھا!! جو ابھی چڑیلوں کی
طرح میرے چہرے کو نوچنے لگی تھی۔ وہ کیا تھا۔

عاصم اسے اٹھاتے سامنے رکھے ٹیبل پر بیٹھایا اور لائٹ
آن کرتے اس کے دونوں طرف ہاتھ رکھا۔

شاہ۔۔ ایسے مزاق کون کرتا ہے۔ میں ڈر گئی تھی۔

تو بس بول دیا۔ آئزہ پر سکون ہوتے بولی۔ ویسے آپ
اتنی سی روشنی میں کر کیا رہے تھے۔

آئزہ کچھ سوچتے بولی۔

ہم!! یہ کی نا پوائنٹ والی بات۔

عاصم مسکراتے ہوئے بولا۔

ہم!! انٹلیجنٹ ایجنٹ کی بیوی ہوں۔ پوائنٹ کو تو

پکڑوں گی نا۔ آئزہ آئبر واچکاتے بولی۔

ہم!! ماننا پڑے گا۔

ہم!! میرے شاہ بند لائٹ میں سٹڈی روم میں
کیا کر رہے تھے۔

آئزہ شوخ انداز میں بولی۔

بٹر فلائے۔۔ تمہارا شاہ تسبیح کے دانے گن رہا تھا۔ عاصم
بھی اسی انداز میں بولا۔ آئزہ منہ پھولائے دیکھنے لگی۔ شاہ
مزاق مت کریں۔ میں سرپیس ہوں۔ ہاں تو میں بھی
سرپیس انداز میں بتا رہا ہوں۔ عاصم آئزہ کے ہونٹوں کو
فوکس میں لیتے بولا۔

عاصم اس کے لبوں پر جھکتا۔ آئزہ اس کے چٹانی سینے پر
دونوں ہاتھ رکھ گئی۔ شاہ پہلے میری بات کا جواب دیں۔

شاہ کی جان!! پہلے کس دو۔۔ عاصم بھی فوراً بولا۔ نہیں
پہلے بتائے۔۔ آئزہ دو ٹوک انداز میں بولی۔ پہلے "کس
دو" عاصم بھی اس کی حالت کے مزے لیتے بولا۔

شاہ۔۔ ضد مت کریں۔ آئزہ عاصم کی ایک ہی رٹ با
مشکل ہلک تر کرتے بولی۔ ہاں!! تم بھی مت ضد کرو۔
خاموشی سے کس دے دو۔۔

عاصم آئزہ کے چہرے پر اپنی گرم سانسیں چھوڑتے
بولا۔

آئزہ اس کی گرم سانسیں محسوس کرتے آنکھیں بند کر گئی۔

شاہ آپ نہیں بتائے گئے۔ آئزہ اپنی ایک آنکھ کھولتے اور ایک آنکھ بند رکھتے بولی۔

کیا!! عاصم ایسے ظاہر کرتے بولا۔ جیسے کچھ پتہ ناہو۔ آئزہ دونوں آنکھیں پٹ سے کھول کر دیکھنے لگی۔ اتنے معصوم مت بنیں۔

ہم!! بتایا تو ہے۔ تسبیح کے دانے گن رہا تھا۔ وہ تو آپ لائٹ میں بھی گن سکتے تھے۔ میری جان۔۔ لائٹ میں

ان دانوں کی روشنی کیسے دیکھ پاتا۔ عاصم مسکراتے ہوئے
بولا۔

[] ہم!! یہ تو ہے۔ کیا بات کی ہے شاہ۔۔ عاصم اس کے
کیا بات والے اشارے پر مدھم سا ہنس پڑا۔
اچھا پیچھے ہٹے۔۔ عشنا اکیلی روم ہے۔ ڈر جائے گی۔

آئزہ عاصم کو خود سے دور کرتے بولی۔
میری کس۔۔ اب تمہیں یقین آگیا ہے۔

کہ میں یہاں کیا کر رہا تھا۔ اب تو مجھے کس دے دو۔

عاصم واپس اس کی کلائی پکڑتے بولا۔ مجھے یقین بالکل
نہیں آیا۔ آپ ابھی بھی کچھ چھپا رہے ہیں۔ اور رہی کس
کی بات۔۔ وہ آپ کو میں نہیں دینے والی۔

آترہ اپنی کلائی چھڑواتے بھاگتے ہوئے دروازے کی
طرف لپکی۔ دروازہ کھولتے سیڑھیوں کی طرف بڑھ
گئی۔ عاصم بھی فوراً اس کے پیچھے بھاگا۔ بٹرفلے سراسر
زیادتی کر رہی ہو۔ اگر تمہیں نہیں دینی تو میں خود کر لوں
گا۔ عاصم بھی سیڑھیاں اترتے اس کے پیچھے آتے بولا۔

آپ کس کا بولتے ڈھائی گھنٹے چھوڑتے ہی نہیں۔۔ آثرہ
کمرے میں داخل ہوتے۔ بولی۔ عاصم کا بھرپور قہقہہ روم
میں گونجا۔ آثرہ عاصم کا چھٹر پھاڑ قہقہہ دیکھ کر فوراً اس
کی طرف بڑھتے لمحے کی دیر کیسے بنا اپنے لب عاصم کے
لبوں کے ساتھ جوڑ دیے۔ عاصم آنکھیں کھولے حیران
سا کھڑا کچھ پل آنکھیں ناچھپک سکا۔ آثرہ بھی اپنی اس
حرکت پر حیران ہوئی۔ عاصم ہوش میں آتے اس کی
نازک پنکھڑیوں کو اپنے لبوں میں دبا گیا۔

آثرہ خود کو سنبھالتے عاصم کے ساتھ چپک گئی۔

عاصم اس کے لبوں کو نرمی سے چومتے اس کی زبان کو
اپنے لبوں میں لیتے اس کی نمی کو پیتے واپس لبوں سے لپٹا۔
آئزہ دھڑکتے دل اور عاصم کی بے باکی پر اندر تک کانپ
اُٹھی۔ اسے اپنی غلطی کا احساس شدت سے ہوا۔ عاصم
اس کے لبوں کو چومتے پیچھے ہو کر آئزہ کو دیکھا۔ جو تیز تیز
سانسیں بھر رہی تھی۔ کسی نے کہاں تھا۔ کہ وہ مجھے ۔
کس نہیں دے سکتا؟ عاصم آئزہ کے پھولتے سانس کو
دیکھ کر بولا۔

جنوں کی طرح تو ہنس رہے تھے۔ میری بیٹی اُٹھ جاتی
تو۔۔ آئزہ عاصم کے سینے پر مکے مارتے بولی۔

اچھا۔۔ بیٹی کی اتنی فکر۔۔ شوہر کے جزبات کا کیا۔ عاصم
اس کو گھورتے بولا۔

شاہ آپ جیلس ہو رہے ہیں۔ ہاں شاہ کی جان میں اپنی ہی
بیٹی سے جیلس ہو رہا ہوں۔ تم بس میری فکر کیا کرو۔ اپنی
بیٹی کو میں خود ہی دیکھ لوں گا۔

عاصم سر دلہجے میں بولا۔ ہم !! کھڑوس کہیے کے۔ سرو
کریلے۔۔ آئزہ دل ہی دل میں عاصم کو دانت پیستے سوچتے
ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

عاصم نے غور سے اس کے چہرے کے تاثرات سمجھنے کی
کوشش کی۔

وہ سمجھ گیا تھا۔ کچھ تو اس کے دماغ میں آیا ہے۔
اچھا سنیں۔۔ آئزہ پیار سے پکارتے بولی۔۔ جی حکم
کریں۔ عاصم اس کے پیار بھرے انداز پر ناک کی ٹپ کو
چومتے بولا۔

کہی گھومنے چلے۔۔ مطلب۔۔ حویلی چلے۔۔ میرا بابا اور
باقی سب سے ملنے کا بہت دل کر رہا ہے۔ ویسے بھی زمل
بھابھی کے ڈیڈ آئے ہیں۔ اُن سے بھی مل لیں گئے۔

آئزہ آہستہ آہستہ عاصم کے دل والے مقام پر انگلی
چلاتے بولی۔

ٹھیک ہے۔ صبح چلتے ہیں۔۔ اور کچھ۔۔ عاصم اس کی
پیشانی پر لب رکھتے بولا۔

ہاشم بھائی کے ہو سپٹل کا راستہ کچھ زیادہ لمبا نہیں ہو گیا۔
ازہان۔۔ بہرام اور ضرغام کی طرف دیکھتے بولا۔

پیچھے بیٹھا ضرغام ہنس پڑا۔ جب اپنی محبوبہ سے ملنا ہو تو
راستہ طویل ہی لگتا ہے۔ ضرغام کی بات پر ازبان اپنی
دھڑکتے دل کو سنبھالتے باہر کی طرف دیکھنے لگا۔

آج سے پہلے مجھے یہ منظر مجھے اتنا پیارا نہیں لگا۔ پتہ
نہیں۔۔ آج اس منظر اور ٹھنڈی ہواؤں میں ایسا کیا
ہے۔ میرا دل ہی نہیں سنبھل رہا۔ وہ باہر پہاڑوں کو
دیکھتے بولا۔

ازبان پاشا۔۔ اسے پیار کہتے ہیں۔ جو تمہیں ان پہاڑوں
میں رہنے والی لڑکی سے ہو گیا ہے۔ ضرغام بھی باہر کی

طرف دیکھتے بولا۔ اوئے عاشقوں۔۔ سامنے دیکھو۔۔

بہرام ان دونوں
کو گھورتے بولا۔

اور سامنے اشارہ کیا۔ جہاں بہت سی بھیڑ جمع ہوئی تھی۔
لالا گاڑی روکے میں دیکھتا ہوں۔ لگتا کچھ ہوا ہے۔

بہرام سائیڈ پر گاڑی روک گیا۔ ضرغام گاڑی سے اُترا
اور سامنے چل دیا۔

کیا ہوا چچا۔۔ یہاں اتنی بھیڑ کیوں لگی ہے۔ ضرغام
ایک بوڑھے آدمی سے پوچھتے بولا۔ بچے۔۔ ایکسٹینٹ

ہوا۔ کار میں دو لڑکیاں تھی۔ بس سامنے سے آتی کار سے
ٹکڑا گئی۔ ان میں سے ایک لڑکی مر گئی ہے۔ جو ساتھ ہے
بیچاری۔۔ اُس کار رو کر برا حال ہے۔ یونیفارم ایک لڑکی
ڈاکٹر معلوم ہوتی ہے۔ اور دوسری کوئی بچی ہے۔ وہ بوڑھا
آدمی افسوس سے بولا۔ ضرغام سن کر تھوڑا آگئے ہوتے
دیکھنے لگا۔ ڈاکٹر میرب کی جھلک دیکھ کر ضرغام کو جھٹکا

سالگا۔ اور فوراً آگئے ہوا۔

ڈاکٹر میرب کی گود میں۔۔ ایک چھوٹی سی بچی خون سے
سنے دیکھ کر ڈاکٹر میرب کی طرف دیکھا۔ جو پاگلوں کی

طرح چلا چلا کر رو رہی تھی۔ پیچھے ہٹو۔۔ راستہ
دیں۔۔ ضرغام راستے سے لوگوں کو پیچھے کرتے ڈاکٹر
میرب کی

طرف بڑھتے گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ ڈاکٹر میرب کے بدن
پر جگہ جگہ۔۔ زخموں کے نشان دیکھتے ضرغام اس بچی کی
طرف دیکھ گیا۔ جس کا چہرہ بھی پہچانا نہیں جا رہا تھا۔
ڈاکٹر میرب۔۔ ضرغام اس کی حالت دیکھتے پکارا۔

پر وہ تو گود میں اس سات سالہ بچی کو دیکھتے روئی جا رہی
تھی۔

ڈاکٹر۔۔ میرب آپ ٹھیک تو ہے۔۔ ضرغام پھر سے
بولا۔۔

بہن مر گئی ہے میری۔۔ کیسے ٹھیک ہو سکتی ہوں۔
جاؤ۔۔ سب یہاں سے کیوں تماشا دیکھ رہے ہو۔

ایمبولینس کو تو بھلا نہیں سکے۔۔ اب کیا تماشا دیکھ رہے
ہو۔ نکل جاؤ یہاں سے۔۔ جاؤ یہاں سے۔۔ میرب۔۔
یک دم سب کو دیکھتے چیختے ہوئے بولی۔ پاگل ہو گئی ہے
یہ۔۔ چلو بھئی۔۔ چلتے ہیں۔ بھلائی کا تو زمانہ نہیں ہے۔

ایک آدمی اس کو دیکھتے بولا۔

بھلائی۔۔۔ نہیں چاہیے تم سب کی بھلائی۔۔۔ ایمبولینس
کو کال نہیں کر سکیں۔

آئے بھرے بھلائی جتانے والے۔۔۔ میرب چیختے ہوئے
بولی۔ میرب سنبھالو خود کو۔۔۔ آپ پلیز جائے یہاں
سے۔۔۔

ضرغام اٹھتے ان سب کو جانے کا بولا۔ سب ایک ایک
کرتے وہاں سے نکلتے گئے۔

سامنے بہرام اور ازہان گاڑی میں بیٹھے دیکھ رہے تھے۔
جیسے جیسے سامنے کا منظر آنکھوں کے سامنے

آیا۔ تو وہ ضرغام کے اشارے سے فوراً گاڑی سے اترتے
ان کی طرف بڑھے۔

سامنے دو لڑکیوں کو خون میں لت پت دیکھتے ضرغام کو
دیکھا۔

بہرام لالا۔۔۔ ڈاکٹر میرب ہے۔ ہاشم لالا کے ہو سپٹل
میں جو کام کرتی ہے۔ واٹ۔۔۔ پر یہ جو لڑکی۔۔۔ بہرام
اس کی گود میں سات سالہ بچی کو دیکھتے بولا۔

لالا ان کی بہن ہے۔ حادثے میں اپنی جان کھو گئی ہے۔
اسی لیے ڈاکٹر میرب ہوش میں نہیں لگ رہی۔ آپ اور
ازہان۔۔ گاڑی میں بیٹھائے میں اس بچی کو اٹھاتا ہوں۔
ازہان نے جیسے ہی قدم آگئے بڑھائے۔۔ ڈاکٹر میرب کا
چہرہ دیکھتے وہی رک گیا۔ وجود بالکل سن پڑ گیا۔۔

ازہان نے بہرام کی مدد کے لیے جیسے ہی اپنے قدم آگئے
بڑھائے تھے۔ میرب کا چہرہ دیکھتے قدم وہی ٹک گئے۔
وجود ایسے ہو گیا۔ جیسے کبھی اس جگہ سے ہل نہیں پائے
گا۔ آنکھیں صرف اس لڑکی پر ہی ٹک گئی تھی۔

ازہان۔۔ وہاں کیوں کھڑا ہے۔ بہرام اسے ایک ہی جگہ
بت بنے دیکھ کر پکارا۔

جی بھائی۔۔ ازہان فوراً ہوش میں آتے بہرام کی طرف
بڑھا۔

میرب اسے مجھے دے دو۔۔ ضرغام اس کے پاس بیٹھتے
بولا۔ نہیں۔۔ میں اپنی حرا کسی نہیں دوں گی۔ دور رہو
مجھ سے۔۔ میرب روتے ہوئے اپنی بہن کے بے جان
وجود کو اپنے سینے سے لگا گئی۔ وہ اس وقت بالکل پاگل لگ

رہی تھی۔ ازبان نے بے بسی سامنے بیٹھی عورت کو
دیکھا۔

اسے آج کہی سے بھی وہ میرب نہیں لگ رہی تھی۔ جس
میرب کو ارزان کی پیدائش والے دن دیکھا تھا۔

میرب ہوش میں آؤ۔ دیکھو اپنی بہن کو۔۔ وہ اب نہیں
رہی۔ ضرغام اس چھوٹے سے وجود کو دیکھتے بولا۔
نہیں۔۔۔ نہیں۔۔ تم لوگ جھوٹ بول رہے ہو۔ میری
حرا کو کچھ نہیں ہو سکتا۔

وہ اپنی بہن کے چہرے سے بال ہٹا کر جگہ جگہ لب رکھنے لگی۔

اس لڑکی کا رونا ازبان کو بے بس کر رہا تھا۔ بھائی پلینز جلدی کریں کچھ۔۔ میں اسے اور ایسے روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ ازبان کی بات پر بہرام نے چونک کر دیکھا۔ جواب سڑک کے درمیان میں چکر کاٹ رہا تھا۔ ازبان کا دل پھٹ رہا تھا۔ اس کا دل کر رہا

تھا۔ اس عورت کو اپنے سینے سے لپٹالیں۔

اسے حوصلہ دیں۔۔ اسے بتائے اس کی بہن نہیں رہی۔
اس کا درد بانٹ لیں۔ اس کے زخموں سے رستے خون کو
اپنے لبوں سے چن لیں۔ پر وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ
اس کے لیے نامحرم تھی۔ ازہان اپنا دل مسلتا اس عورت
کو دیکھتے چکر کاٹ رہا تھا۔ جو اُونچا اُونچا رونا شروع ہو گئی
تھی۔

دیکھیں بہرام لالا میری حرا کی سانسیں چل رہی ہے۔
مجھے ابھی اسے سکول چھوڑنے جانا ہے۔

وہ تکلیف سے ہچکیوں سے روتے گویا ہوئی۔
پاس کھڑا ازہان اس کی تکلیف پر آنکھیں میچ گیا۔

بہرام نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ پر وہ کچھ بول ناسکا۔

میرب نے سر اٹھا کر بہرام کو دیکھا۔ کچھ نہیں ہوانا۔
میری بہن کو۔۔ وہ کسی بچی کی طرح روتے ہوئے پوچھنے
لگی۔ میرب یہ حقیقت ہے۔ تمہاری بہن نہیں رہی۔
نہیں

تمہیں یقین کرنا ہی ہو گا۔۔ نہیں۔۔ کچھ نہیں ہوا۔
میں کیسے رہو گی۔ نہیں۔۔ نہیں میری بہن نہیں مر
سکتی۔۔ میرب بالوں کو نوچتے چیختے ہوئے بولنے لگی۔

بہرام نے میرب کی حالت کو دیکھتے ازہان کو دیکھا جو
درخت سے سرٹکائے کھڑا تھا۔

ازہان کی تکلیف سے پتہ چل رہا تھا۔ ڈاکٹر میرب ہی وہی
لڑکی ہے۔ جسے وہ شدت سے چاہتا تھا۔

ضرغام میرب کی گود سے حرا کو اٹھاتے گاڑی کی طرف
بڑھ گیا۔ میرب زمین سے اٹھتے اس کے پیچھے لڑکھڑاتے
ہوئے بڑی۔

کہاں لیں کر جا رہے ہو۔ مجھے میری بہن دو۔۔ میری حرا
دو۔ آہ۔۔ وہ سڑک کے بچو بیچ کھڑی شدت گڑیہ سے

بلک کے بل چلا اٹھی ازہان کی یہاں بس ہوئی۔ میرب
کی طرف بڑھتے اپنی باہوں میں اٹھا گیا۔

میرب نے بند آنکھوں سے اس کے دھندلے سے کے
چہرے کو دیکھا۔ ازہان اک کے چہرے پر جگہ جگہ
زخموں کی خراشیں دیکھتے تکلیف سے آنکھیں بند کر کے
کھولی۔

میرب بند آنکھوں کے ساتھ اس کے سینے سے سر ٹکا
گئی۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ ہو سپیٹل پہنچ گئے تھے۔ میرب اور اس کی بہن کی حالت دیکھتے سب ڈاکٹرز اور نرس اکٹھے ہو گئے۔ علینہ اور ہاشم ایمر جیسنی روم میں میرب کے ساتھ تھے۔

اس کی بہن کی ڈیڈ باڈی بھی یہی تھی۔ مسٹر خان۔۔۔
میرب کو ایسے دیکھ کر مجھے دُکھ ہو رہا ہے۔ ہمیں ان کے گھر والوں کو انفارم کر دینا چاہیے۔
علینہ۔۔۔ میرب کے سر پر پٹی کرتے بولی۔ ہم!! تم یہاں دیکھو۔۔۔ میں آتا ہوں۔

کوئی میرب کی فیملی کے متعلق جانتا ہے۔ ہاشم باہر آتے
سب ڈاکٹرز کو ایک ہی جمع کھڑے دیکھ کر بولا۔
سر۔۔ میرب اپنی بہن کے ساتھ میرے فلیٹ میں ہی
رہتی ہے۔ میرب کے والدین نہیں ہیں۔

دونوں بہنیں یتیم ہے۔ ڈاکٹر مہرین روتے ہوئے بتانے
لگی۔ سب نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔
ہاشم کو بھی دھچکا لگا۔ ازہان۔۔۔ یتیم لفظ سنتے تڑپ اٹھا۔

سر میرب کی بچی ہے۔ پروہ میرب اور حرا کو پسند نہیں
کرتی۔ اس لیے میرب اپنی بہن کو لیں کر الگ رہتی
تھی۔

ہاشم۔۔۔ ہمیں ہی اس کی بہن کی تدوین کا بندوبست کرنا
ہو گا۔ بہرام اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا۔
اندر سے چیخوں کی آوازیں سنتے ازہان۔۔۔ ضرغام، بہرام
ہاشم سب ہی اندر کی طرف بڑھ گئے۔ مہرین بھی ان کے
پیچھے بڑھی۔

میرب اپنی بہن پروائٹ چادر دیکھتے پاگل ہو رہی تھی۔
علینہ سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

نہیں مری میری بہن۔۔ یہ سب ہٹاؤ۔۔ میرب چیختے
ہوئے حرا کے اوپر سے چادر جھٹکے سے ہٹا گئی۔

مہرین نے آگئے ہوتے میرب کو پکڑا۔۔ میرب۔۔
میری جان یہاں دیکھو۔۔ ہوش میں آؤ۔۔ مہرین اس کا
چہرہ تھامتے پیار سے بولی۔ مہرین۔۔ یہ سب پاگل ہونگے
ہیں۔ سب بول رہے ہے میری حرا مر گئی۔

دیکھوا نہوں نے سفید چادر بھی اُڑادی۔ میرب بچوں کی
طرح روتے بولنے لگی۔ ازبان اس کی آواز پر ہی تڑپ رہا
تھا۔ اسے سینے سے لگانے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ پر وہ

ایسا کوئی حق نہیں رکھتا تھا۔

وہ بھی تو یتیم تھا۔ یتیمی کیا ہوتی ہے۔ وہ کبھی اس مرد سے
کوئی پوچھتا۔ پر سلطان پاشا اور زمل نے یتیمی کا احساس ہی
نہیں ہونے دیا۔

ازبان وہی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

میرب ریلیکس۔۔ میری طرف دیکھو۔ حوصلہ رکھو۔
یہاں آؤ۔ مہرین اسے حرا کی طرف لیں کر بڑھی۔ سب
کھڑے دیکھنے لگے۔

میرب آواز دو۔ حرا کو آواز دو۔ مہرین میرب کی طرف
دیکھتے بولی۔

میرب خوش ہوتے اثبات میں سر ہلاتے حرا کو پکارنے
لگی۔ حرا۔ آنکھیں کھولو۔ دیکھو آپنی ناراض نہیں
ہے۔ حرا کو ویسے پڑے دیکھ کر میرب نے مہرین کی

طرف دیکھا۔ میں پھر بولاتی ہوں۔ ناراض ہے نا۔
چاکلیٹ نہیں لیں کر دی تھی۔ اسی لیے ناراض ہے۔

دیکھنا ابھی آپی آپی کرتے اُٹھے گی۔ میرب پاگلوں کی
طرح کبھی روتے کبھی ہنستے بولنے لگی۔ میرب یقین
کرو۔۔ حرا کبھی نہیں اُٹھے گی۔ وہ اب کبھی آپی نہیں
پکارے گی۔

حقیقت کو قبول کر لو۔ مہرین اسے دونوں بازوؤں سے
جھنجھوڑتے بولی۔

میرب نفی میں سر ہلاتے پیچھے کو لڑکھڑائی۔ اس کی حرا
نہیں رہی۔ وہ اپنے خالی ہاتھ دیکھنے لگی۔ وہ اب اس دنیا
میں خالی ہاتھ ہی رہ گئی تھی۔

پہلے ماں باپ۔۔ اب بہن۔۔ کوئی بھی تو اس کے پاس
نہیں تھا۔

غور تو ماں باپ کے ہوتے ہی ٹوٹ گیا تھا۔ اب بہن کے
جاتے آنا ضد سب ختم ہو گیا تھا۔ وہ اس بھیڑ میں اکیلی رہ
گئی تھی۔ لوگوں کے سالوں پہلے الفاظ اس کے کانوں
میں گوجنے لگے۔ جب اس کے ماں باپ مرے تھے۔

لوگوں نے اس پر الزام لگانے شروع کر دیے تھے۔ آج
بہن کو دیکھتے اسے پہلے لگے بھی الزام سچ لگنے لگے۔ لوگ
اسے منہوس کہتے تھے۔ کیسے اس کی چچی اس پر تانے
کستی تھی۔

آج یہی منہوس اپنی بہن کو بھی کھا گئی۔ سب ختم ہو گیا۔

میرب خاموشی سے بہتے آنسوؤں کے ساتھ حرا کے پاس
بیٹھتی چلی گئی۔ میری بہن کے کفن کا انتظام کر دو۔ میرب
لڑکھڑاتی زبان کے ساتھ بولی۔

بہرام نے آگئے ہوتے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔
اور ضرغام کو اشارہ کیا۔ ضرغام خاموشی سے باہر نکل
گیا۔

کچھ ہی گھنٹوں میں سب بدل گیا۔ وہ اس کی قبر پر سر
رکھے رو رہی تھی۔

سب کہتے تھے۔ میں منہوس ہوں۔ اپنے ماں باپ کو کھا
گئی۔ آج اپنی بہن کو بھی کھا گئی ہوں۔ اس دنیا میں اکیلی
رہ گئی ہوں۔ کوئی نہیں ہے میرا۔ میری فیری بھی مجھے
چھوڑ کر چلی گئی۔ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔ وہ قبر پر
سر رکھے بول رہی تھی۔ پیچھے کھڑا انسان اس کی تکلیف
سے خود تڑپ رہا تھا۔ اس کا خود کو۔۔ منہوس
کہنا۔۔ اسے تڑپا رہا تھا۔ تم بہت اچھی ہو میرب۔ علینہ
نے آگئے ہوتے میرب کو سہارا دیا۔ میرب چلو یہاں
سے۔ دیکھو شام ہو گئی ہے۔

ہم !! چلو۔۔ پر میں جاؤں گی کہاں۔۔ میرا تو کوئی نہیں ہے۔

میرب روتے ہوئے بولی۔

ہم ہیں نا تمہارے اپنے۔۔ بہرام آگئے ہوتے بولا۔
ہمارے ساتھ چلوں۔

میرب سب تمہارے اپنے ہی ہیں۔ ہاشم بھی اس کی
طرف دیکھتے بولا۔ ہم !! اب تمہیں ہی فیصلہ کرنا ہو
گا۔ اب تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہے۔ یا بہرام بھائی کے
ساتھ۔

علینہ اسے اپنے ساتھ لگاتے بولی۔

میرب نے روتے ہوئے سامنے دیکھا۔ جہاں سامنے کھڑا
مرد اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں تو آپ سب کی کچھ
نہیں لگتی۔ آپ نے میری بہن کی تدوین کے لیے اتنا کچھ
کیا ہے۔ آپ سب کا پہلے ہی میرے پر احسان ہے۔ پر
میں آپ پر نہیں بوجھ بن سکتی۔ میرب اپنے بہتے آنسو
صاف کرتے بولی۔

تم بوجھ نہیں ہو۔ مجھے اپنا بڑا بھائی ہی سمجھو۔

چلو شاہاش اب میرے ساتھ چلو۔

ہاشم کے ساتھ تو تمہیں بھیجنے سے رہا۔ اب خاموشی سے
میرے ساتھ چلو۔

بہرام میرب کو اپنے سینے سے لگاتے بولا۔
میرب کے آنسو شدت سے بہنے لگے۔ بہرام اسے لیں
کر گاڑی کی طرف بڑھا۔ ازبان نے فوراً آگے
بڑھتے۔۔۔ گاڑی کا دروازہ کھولا۔ بہرام ازبان کی خوشی
پر مسکرا دیا۔ اسے گاڑی میں بیٹھاتے خود آگے آکر
بیٹھے۔

ہاشم اور علینہ بھی گاڑی میں بیٹھتے وہاں سے نکلے۔

ضرغام نے حویلی میں آکر سب کو بتا دیا تھا۔ در یہ بھی بتا
دیا تھا۔ کہ میرب ہی وہی لڑکی ہے۔ جس کا ازبان نے
بتایا تھا۔ اور سب کو اس کی بہن کا سن کا افسوس تو ہوا تھا۔

ازبان کی گاڑی حویلی میں آکر روکی۔ بہرام گاڑی سے
اُترتے میرب کو باہر نکالا۔ اور اندر کی طرف لیں کر
بھرا۔

ازبان بھی ان کے پیچھے بڑھا۔ لاؤنج میں ہی سب بیٹھے
تھے۔ میرب اتنی بڑی فیملی دیکھ کر بہرام کی طرف
دیکھا۔

سب نے نظریں اٹھا کر میرب کی طرف دیکھا۔ عابیرہ
اور میرب نے آگے ہوتے پکڑا۔

آنکھیں سوئی تھی۔ چہرے پر جگہ جگہ بینڈ تاج اور سر پر
پٹی بندھی ہوئی تھی۔ دائیں بازو پر بھی پٹی بندھی تھی۔

خان۔۔ ہم دیکھ لیتے ہیں۔ ہیزل نے آگے ہوتے بہرام
کے حصار سے میرب کو لیا۔ بہرام نے مسکراتے ہوئے
اپنی خاناں کو دیکھتے مسکرایا۔ زمل بیٹی۔۔ ہلدی والا
دودھ لاؤ۔ زرمینہ بیگم!! زمل کو دیکھتے بولی۔ زمل اثبات

میں سر ہلاتے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ بچی کو کمرے میں
لیں جاؤ۔ دیکھو اس کی حالت۔۔ پہلے آرام کرنے دو۔
پھر سب مل لینا۔ زرمینہ بیگم میرب کے سر پر بوسہ دیتے
بولی۔ میرب کے آنسو لڑھک کر گال پر پھسلے۔ روتے
نہیں بیٹی۔۔ اللہ کی چیز تھی۔ وہ لیں گیا۔ صبر رکھو۔
زرمینہ بیگم اس کے آنسو صاف کرتے بولی۔
میرب نے نم آنکھوں سے اثبات میں سر ہلا۔ صبر ہی تو
نہیں رہا تھا اس کی زندگی میں۔

ہر طرف بے سکونی ہی سکونی تھی۔

ہیزل اور عابیرہ اسے لیں کر اوپر کی طرف بڑھ گئی۔
ازبان بھی خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

زل ہلدی والا دودھ لیں کر کمرے میں داخل ہوئی۔

میرب بیڈ پر لیٹی آنکھیں موندیں ہوئے تھی۔
میرب۔۔ یہ دودھ پی لو۔ ہیزل زل کے ہاتھ سے دودھ
کا گلاس پکڑتے میرب کی طرف بڑھایا۔

میرا دل نہیں کر رہا۔ یہاں رکھ دے بعد میں پی لوں گی۔

میرب۔۔ یار ہمت کرو۔ دیکھو تھوڑا سا پی لو۔ بھی کم ہو
گا۔ ہلدی والا دودھ پینے۔ سے درد چلو شاہ اش تھوڑا سا
پیو۔ ہیزل اس کے لبوں سے گلاس لگاتے بولی۔

میرب گلاس پیچھے کرتے ہاتھوں میں چہرہ چھپائے

پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

میں کیسے رہو گی۔ میری بہن دنیا سے چلی گئی۔ سب
میری وجہ سے ہوا۔ وہ آج صبح اتنی خوش تھی۔ اس کا
نئے سکول میں پہلا دن تھا۔ وہ آج اتنی خوش تھی۔

اپنے نئے دوستوں سے ملنے کے لیے اتنا خوش تھی۔
میرب اپنی حرا کا کھکھلاتا چہرہ یاد کرتے رو دی۔ بس
میرب۔۔ اُس کی زندگی اتنی ہی تھی۔ اللہ کی امانت
تھی۔ وہ لیں گیا۔

عابیرہ اس کے پاس بیٹھتے بولی۔ میری ساری زندگی کچھ
ہی گھنٹوں میں بدل گئی۔ ایک ہی میری بہن تھی۔ میرا

واحد سہارا تھی۔ میری جان تھی۔ آج وہ بھی چلی گئی۔

مجھے سکون نہیں مل رہا۔ ایسے لگ رہا ہے۔

وہ مجھے پکار رہی ہے۔ میرب اپنے سینے کو مسلتے بولی۔

زل عابیرہ۔۔ ہیزل اس کی تکلیف دیکھتے خود بھی رونے لگیں۔

اچھار یلیکس۔۔ تم سو جاؤ۔۔ ہم یہی ہے۔

عابیرہ اسے تکیے پر لٹاتے بولی۔

میرب کسی بچے کی طرح خود میں سمٹ گئی۔ بھا بھی۔۔
میں یہاں رکتی ہوں۔ اس کی حبلت ایسی نہیں ہے اسے
اکیلا چھوڑا جائے۔

عابیرہ اس کے پاس بیٹھتے بولی۔

ٹھیک ہے۔ یہ اسے دودھ پلا دینا۔ ہیزل دودھ کا گلاس
رکھتے روم سے نکل گئی۔ پیچھے زمل بھی نکل گئی۔۔۔

میری پری کیا کر رہی ہے۔ ضرغام روم میں آتے نامیشہ
کو کھڑکی کے پاس کھڑے دیکھ کر بولا۔ نامکیشہ بھاگتے
ہوئے۔ ضرغام کے سینے سے آگئی۔ ضرغام جھٹکے سے
پیچھے ہوا۔

کیا ہوا میرے بے بی کو۔۔ ضرغام اس کے گرد

بازو باندھتے بولا۔

رورہی ہوں۔ ہی۔۔ میرب آپ کی حالت دیکھتے مجھے
بہت رونا آرہا ہے۔

میرب آپکی بہن جس کی ڈیتھ ہوئی ہے۔ وہ کتنی سی
تھی۔ سات سال کی۔۔۔ ضرغام اس کی پیشانی پر لب
رکتے بولا۔

نمائشہ یہ سنتے پھر روپڑی میری چھوٹی دل والی پری
اُس کی اتنی ہی زندگی تھی۔ اللہ کی چیز تھی۔ وہ لیں گیا۔

چلو اب رونا دھونا بند کرو۔۔ میرب کے سامنے کوئی ایسی
ویسی کوئی بات نا پوچھنا۔

نہیں پوچھتی ہیں۔۔ اچھا کیا آپ سب انہیں یہاں لیں
آئے۔ اب جلدی سے ٹھیک ہو جائے۔

پھر اسے ازہان بھائی کی دو لہن بھی بنانا ہے۔

نامیشہ ضرغام کے سینے پر سر رکھے بولی۔

ہم !! اچھا میرے کپڑے نکالو۔۔ میں ازبان کو دیکھ کر
آتا ہوں۔ ضرغام اس کو حکم دیتا اور پیشانی پر لب رکھتے
روم سے نکلتا چلا گیا۔



کیا ہوا طبیعت ٹھیک ہے دامیار کی جان۔۔۔ سب کے
جانے کے بعد وہ روم میں آیا۔ عابیرہ کو روم میں ناپا کر
باہر نکل آیا۔ جیسے ہی باہر نکلا۔۔ سامنے سے ہیزل آتے

دکھائی دی۔ ہیزل سے عابیرہ کا پوچھا۔ اُس نے بتایا وہ
میرب کے پاس ہے۔

دامیار ٹھیک ہے کہتے واپس اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔
روم میں جاتے ہی بیڈ پر لیٹتے آنکھیں موند لی۔ دو گھنٹوں
بعد جب اس کی آنکھ کھلی عابیرہ اس کے بالکل قریب بیڈ
کراؤن سے ٹیک لگائے پریشان سی بیٹھی تھی۔

دامیار اسے پریشان دیکھتے اس کے قریب ہوا۔

جی دامیار میں ٹھیک ہوں۔ بس سر میں درد ہے۔ آپ
پریشان مت ہو۔ وہ مسکراہٹ اپنے لبوں پر سجائے
دامیار کے بازو پر سر ٹکا گئی۔ میری جان۔۔۔ سر درد سے
تمہارا چہرہ زرد

کیوں پڑھ رہا ہے۔ کہی اور درد ہو رہا ہے۔ بخار تو نہیں
ہے۔ دامیار پریشانی سے اس کے ماتھے گردن پر ہاتھ رکھ
کر چیک کرنے لگا۔

دامیار۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔ عابیرہ دامیار کے ہاتھ
کا ٹھنڈا لمس محسوس کرتے کپکپاتے ہوئے

بولی۔ بخار تو نہیں ہے۔ دامیار۔۔ میرا دل گھبرا رہا
ہے۔ سامنے بیٹھا شخص بھی اس کا شوہر تھا۔ جو اس کی
روح تک واقف تھا۔ وہ اس کے ساتھ لگتے ہوئے بولی۔
میرا دل خراب ہو رہا ہے۔ وامیٹ کر کے میں تھک گئی
ہوں۔ وہ جب سے میرب کے کمرے میں تھی۔ تب

سے ہی اسے وامیٹ

آنے لگی۔ وہ خود بھی پریشان ہو گئی تھی۔ کے اچانک
اسے کیا ہو رہا ہے۔ میں نے ایسا ویسا کچھ کھایا بھی نہیں
تھا۔

وہ میرب کے سونے کا انتظار کرنے لگی۔ جب وہ سو گئی۔
فوراً اپنے کمرے میں آ گئی۔ دامیار کو سوتے دیکھ کر اسے
اُٹھانا مناسب نا سمجھا۔ اور خود بھی تھکن سے بیڈ کراؤن
سے ٹیک لگا گئی۔۔۔

ہم!! یہ سب ہو رہا تھا۔ مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔
اس کی لا پرواہی سے وہ غصے سے بولتے اُٹھ بیٹھا۔

پ سو رہے تھے۔ مجھے اُٹھانا مناسب دامیار آپ نہیں
لگا۔ عابیرہ۔۔ تم مجھے اُٹھا سکتی تھی۔ دیکھو کیسے زرد چہرہ
پڑا ہے۔ دامیار اس کے گرد شال اوڑاتے بولا۔

اور خود بھی شال اپنے کندھوں پر اوڑھی۔ چلو اُٹھو۔
دامیار اس کی طرف بڑھتے بولا۔ کہاں دامیار۔۔ عابیرہ
حیران ہوتے بولی۔ ہو سپیٹل میری جان۔۔۔ دامیار
اسے حیران دیکھتے بولا۔

اس کا زرد پڑتارنگ اور اچانک وامیٹ آنا اسے پریشان
کر گیا تھا۔ وہ اس کا مکمل چیک اپ کروانا چاہتا تھا۔

عابیرہ۔۔ اُٹھو۔۔ اسے ویسے ہی بیٹھے دیکھ کر دامیار غصے
سے بولا۔ اچھا۔۔ اُٹھ رہی ہوں۔ غصہ تو مت کریں۔

عابیرہ آنکھوں میں نمی لیتے بولی۔ ایک تم پہلے ہی اسے
عجیب عجیب کچھ ہو رہا تھا۔ اب دامیار کے اتنے سے غصے
پر اس کی رُ کے آنسو چھلک پڑے۔

دامیار اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے لب بو بو نچھے اس
اس کی طرف بڑھتے اپنے سینے سے لگایا۔ سوری میری
جان۔۔ وہ اس کے بالوں پر لب رکھتے بولا۔

عابیرہ اس کے حصار سے نکلتے چادر وہی چھوڑتے ہاتھروم
کی طرف بڑھی۔

دامیار بھی پریشانی سے اس کی طرف بڑھا۔ عابیرہ کو
سنگ کے قریب جھکے دیکھ کر دامیار نے آگئے ہوتے
اسے پکڑا۔

اسے وامیٹ کرتے دیکھ کر دامیار نے سنگ کانٹل کھولا۔
اور ہاتھ سے اس کا چہرہ واش کیا۔

دامیار۔۔۔ مجھے کہی نہیں جانا۔ پلیز آپ ڈاکٹر کو یہی بلا
لیں۔ عابیرہ اس کے سینے پر سر ٹکاتے بولی۔ ٹھیک میری
جان۔۔ میں یہی بلا لیتا ہوں۔ دامیار اسے اٹھاتے

باتھروم سے نکلا اور اسے بیڈ پر لیٹاتے اپنا موبائل پکڑے
پاس ہی کسی کلینک سے ڈاکٹر کو کال کر کے بھلایا۔

اتنی رات کو حویلی میں ڈاکٹر کو دیکھتے سب پریشان
ہوئے۔ اس وقت بڑے بیٹھے لاؤنج میں چائے پی رہے
تھے۔ مجھے دامیار صاحب کی کال آئی تھی۔ انہوں نے
بھلایا ہے۔ ڈاکٹر زیاف سب کو پریشان دیکھتے بولا۔

اچھا ٹھیک ہے۔ آپ آئے میرے ساتھ رانیہ بیگم!!
ڈاکٹر کو لیں کر اوپر کی طرف بڑھ گئی۔ زرینہ اور عدنان
صاحب بھی ان کے پیچھے چل دیے۔

دامیار بیٹا۔ ڈاکٹر آیا ہے۔ کیا ہوا سب ٹھیک ہے۔

عابیرہ تو ٹھیک ہے۔ رانیہ بیگم پریشانی سے بولی۔ پھوپھو
جان۔۔ عابیرہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

آپ پریشان مت ہو۔ ڈاکٹر زیاف آپ آئے۔ چیک
اپ کریں۔ دو گھنٹوں سے وامیٹ کیے جاری رہی۔ آپ
پلیز چیک کریں۔ ایسا کچھ کھایا بھی نہیں آپ پریشان
مت ہو۔ میں دیکھتا ہوا۔

ڈاکٹر زیاف بولتے عابیرہ کا چیک اپ کرنے لگے۔

زمینہ رانیہ بیگم عابیرہ کے پاس بیٹھی۔ عدنان صاحب
وہی صوفے پر بیٹھ گئے۔ دامیار صاحب مبارک ہو آپ
کو آپ کی وائف پر یگنٹ ہے۔ پریشانی کی کوئی بات
نہیں۔۔ میں ڈریپ لگا دیتا ہوں۔ ان کو کتیر کی بہت
ضرورت ہے۔ ڈاکٹر کی بات پر دامیار نے حیران ہوتے
عابیرہ

کو دیکھا۔ جو خود ساکت سی لیٹی تھی۔

ڈاکٹر آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ دامیار مسکراتے ہوئے
بولا۔

جی مسٹر دامیار۔۔ آپ کی وائف پریگنٹ ہے۔ ڈاکٹر
زیادہ دامیار لک چہرے پر خوشی اور حیرانگی کے اثرات
دیکھتے بولا۔

مبارک ہو میری بچی۔۔ رانیہ بیگم اس کے ماتھے پر لب
رکھے بولی۔

مام۔۔۔ مامی جان۔۔ آپ نے سنا ڈاکٹر نے کیا بولا۔ میں
پریگنٹ ہوں۔ عابیرہ خوشی سے روتے بولی۔۔ ہاں

میری بچی۔ اللہ نے تیری سُن لی۔ عدنان صاحب نے
اپنے بیٹے کو سینے سے لگایا۔

اور مبارکباد دی۔

ڈاکٹر زیف ان کے خوشی سے آنسو بہتے دیکھ کر مسکرا
دیے۔ اور عابیرہ کو ڈریپ لگائی۔ مسٹر دامیار۔۔ ان کے
کھانے پینے کا خاص خیال رکھنا ہو گا۔ ان کو بہت احتیاط
کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر اللہ نے اتنی بڑی خوشی دی ہے۔

اپنی جان سے بڑھ کر خیال رکھوں گا۔

دامیار کی بات پر سب مسکرا دیے۔

آئیے ڈاکٹر میں آ۔ آپ کو چھوڑ دوں۔ عدنان صاحب
عابیرہ کے سر پر پیار دیتے ڈاکٹر کے ساتھ باہر نکل گئے۔

تم آرام کرو۔ میں سوپ بنا کر لاتی ہوں۔ رانیہ بیگم اپنی
بیٹی کے سر پر بوسہ دیتے بولی۔ وہی زرمینہ بیگم نے بھی
پیار سے اس کے بالوں کو سہلاتے اس کی پیشانی پر بوسہ
دیا۔ اب تم نے میری بیٹی سے لڑائی کرنے کی کوشش کی
یا اسے ڈانٹا تمہارے کان میں کھینچو گی۔

زرمینہ بیگم اپنے بیٹے کی پیشانی چومتے بولی۔ مورے آپ
بے فکر رہے۔ آپ کی بیٹی کو پہلے سے بھی پیار سے
رکھوں گا۔

دامیار زرمینہ بیگم!! کی پیشانی پر بوسہ دیتے بولا۔
سب کے جاتے ہی دامیار عابیرہ کی طرف بڑھتے اس کی
پیشانی پر لب رکھے۔ میری جان کو مبارک ہو۔ میں کہتا
تھانا۔ اللہ ہماری جھولی ضرور بڑے گا۔ چاہے دیر سے ہی
کیوں۔ دیکھو آج اللہ نے ہماری سن لی۔ اللہ کا جتنا بھی
شکر ادا کریں وہ بہت کم ہیں۔ دامیار اس کے ایک ہاتھ کو
اپنے ہاتھوں میں لیتے بولا۔ دامیار۔۔۔ آپ ٹھیک کہتے

تھے۔ آج ہماری زندگی میں دنیا جہاں کی خوشی ہے۔ ہمارا
بے بی آنے والا ہے۔ مجھے ابھی بھی یقین نہیں ہو رہا۔

عابیرہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ بولی۔

میری جان۔۔ اب تمہاری آنکھوں میں آنسو نادیکھوں۔
دامیار اس کے آنسو صاف کرتے بولا۔ نہیں اب میں
بلکل نہیں رونے والی۔ ہم!! رونا بھی نہیں۔۔ دامیار اس
کے پیٹ پر لب رکھے بولا۔ عابیرہ اس کے بے دھڑک
لمس پر خود میں سمٹنے کی کوشش کی۔

آہاہا۔۔ لالا مبارک ہو۔ ضرغام شاہ میر ایک ساتھ روم
میں داخل ہوتے بولے۔

دامیار کو عابیرہ کے پیٹ پر جھکے دیکھ کر دونوں پلٹ گئے۔
دامیار ان کی آواز سنتے جھٹکے سے پیچھے ہوا۔ سوری لالا۔۔
آپ جاری رکھے۔ ہم بعد میں آتے ہیں۔ کمینوں ساری
تمیز بھول گئے ہو۔ کسی کے کمرے میں آتے پہلے دروازہ
نوک کرتے ہیں۔

دامیار ان کی پشت کو دیکھتے گھورتے ہوئے بولا۔

سوری لالا۔۔ ہمیں تھوڑی پتہ تھا اندر رومانس چل رہا۔
آپ رومانس جاری رکھے۔ اور اب دروازہ بند کر لینا لالا۔
ہم صبح مبارکباد دے دیں گئے۔

وہ دونوں اپنی ہنسی دباتے باہر نکلے۔

روکو ذرا کمینوں۔۔۔ دامیار ان کی طرف بڑھتا۔

وہ دونوں ہوا کی طرح جیسے آئے تھے ویسے ہی غائب ہو

گئے۔ کمینے بھاگ گئے۔ ابھی سامنے ہوتے دونوں کے

دانت توڑ کر ہاتھوں میں پکڑا دیتا۔ عابیرہ جو سُرخ چہرے

کے سے شرمندہ سی بیٹھی تھی۔ دامیار کو لاک لگاتے

دیکھ کر قہقہہ لگا کر ہنسنے لگی۔ دامیار نے اسے گھور کر

دیکھا۔ ہا ہا ہا۔۔ دامیار۔۔ یہی پہلے لگا لیتے شاہ میر اور بھائی

کے سامنے آپ کو شرمندہ ناہونا پڑتا۔ وہ ہستے ہوئے
بولی۔ اچھا!! شرمندہ کیوں ہوتا۔ اپنی بیوی کے ساتھ
رومانس کر رہا تھا۔ بس ان کا منہ پھاڑے بولنا۔ اچھا
نہیں لگا۔ اب دیکھنا صبح حویلی میں بات پھیلی ہوگی۔

وہ اس کے ہاتھ سے ڈرپ اُتارتے بولا۔ اب کوئی نہیں
آئے گا۔ دامیار اس کو کمرے سے پکڑتے اپنی گود میں
بیٹھا گیا۔

دامیار۔۔۔ وہ بوکھلاتے ہوئے اس کو کندھوں سے تھام
گئی۔ دامیار۔۔ کیا کر رہے ہیں۔۔

دامیار کو اپنی فراک کی زپ کے ساتھ کھیلتے دیکھ کر
دھڑکتے دل کے ساتھ بولی۔ پیار میری جان۔۔ اتنی بڑی
خوشخبری دی ہے۔

سلیبریٹ تو کرنا بنتا ہے۔

دامیار اس کی زپ کھولتے شرٹ کے اندر ہاتھ ڈالتے
اس کی کمر پر اپنے ہاتھ کا ٹھنڈا لمس

چھوڑنے لگا۔

دامیار۔۔۔ عابیرہ سکتے ہوئے اس کی گردن میں چہرہ چھپا
گئی۔ میری جان ایسے میرے وجود کے ساتھ سمٹوں گی تو
میرے جذبات کنٹرول نہیں ہونگے۔ ویسے بھی ڈاکٹر نے
احتیاط کا بولا ہے۔ دامیار اس کے کان میں سرگوشی
کرتے بولا۔

عابیرہ اس کے بے باک بات پر اسے دیکھنے لگی۔ میں بس
اوپر اوپر پیار کرنا چاہتا ہوں۔ اور تم مجھے کچھ الگ سا ہی
محسوس کروا رہی ہو۔ دامیار اس کو اپنے ساتھ لگاتے
بولا۔

دامیار۔۔۔ چھوڑے مجھے۔۔۔ عابیرہ اس کی بات پر سُرخ
ہوتے بولی۔ وہ خود بُری طرح اپنی گود میں بیٹھائے
ہوئے تھا۔ اب کہہ رہا تھا۔ کہ میں اسے الگ سا محسوس
کروا رہی ہوں۔

اچھا چھوڑ دیا۔ دامیار اپنا ہاتھ اس کمر پر رکھتے بیڈ پر
لیٹاتے جھکتے گیا۔

عابیرہ نے گھور کر دیکھا۔

جھوٹے کہی کے۔۔ عابیرہ دانت پیستے بولی۔۔ ہم!! کچھ
کہاں بیگم!! دامیار اس کی گال پر اپنی کھنی بیر ڈر گڑتے
بولا۔

نہیں۔۔ میں نے کچھ نہیں بولا۔ وہ اپنے چہرے پر اس کی
گرم سانسیں محسوس کرتے بولی۔ جھوٹی کہی کی۔۔ اس
دفعہ دامیار بولا۔

دامیار اس کی بر بڑا ہٹ سن چکا تھا۔ اور اسی کے انداز
میں جواب دیا۔

عابیرہ شرمندہ سی سردائیں طرف کر گئی۔

دامیار اس کے لبوں کو چومتے سیدھا ہوتے اپنے سینے سے
لگا گیا۔

کیا میں اندر آ جاؤں۔ پہلے تو وہ دروازے کے پاس کھڑا
اسے روتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ پلٹنے لگی۔۔ ازبان
فورا اندر آنے کی اجازت مانگنے لگا۔ میرب پہلے اسے
دیکھتی رہی۔ آجائے۔۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز
گو نجی۔۔ ازبان مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوا۔

گڈمار ننگ۔۔ ازہان اس کے پاس آتے بولا۔

جو صوفے پر سمٹی سی بیٹھی تھی۔ گڈمار ننگ۔۔ میرب
اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ بولی۔ کیسی طبیعت ہے آپ
کی۔۔ ازبان دیوار سے ٹیک لگائے بولا۔۔

جی۔۔ می۔۔ میں وہ۔۔ میں ٹھیک ہوں۔ میرب
ہچکچاتے بولی۔۔

اور ساتھ باہر بھی دیکھنے لگی۔ اگر کوئی ان دونوں کو ساتھ
دیکھ کر کیا سوچے گا۔ کیا ہوا۔۔ کسی کا انتظار کر رہی ہو۔
ازہان اسے باہر کی طرف دیکھتے بولا۔

جی۔۔ ہاں۔۔ جی نہیں۔۔۔ میرب اس کی آواز پر
بوکھلاتے ہوئے بولی۔

آج پہلی دفعہ وہ کسی کے سامنے نہیں بول پارہی تھی۔ وہ
ہاشم کے ساتھ بھی بے جھجک بول پڑتی تھی۔ پر اس
شخص کے سامنے اس کی آواز لڑکھڑارہی تھی۔ وہ خود
حیران تھی۔

ازبان اس کے جی جی۔۔ اور کپکپاتی آواز پر مسکرا

دیا۔ سب بدل گیا تھا۔ اس کی حرا چلی گئی۔ اس کی، بدل
گیا تھا۔ اس کی حرا زندگی میں کچھ رہا ہی نہیں تھا۔ اگر
مسکراتی اسے شدت سے اپنی فیری کا چہرہ یاد آ جاتا تھا۔
یہ اسے سامنے کھڑے شخص سی مسکراہٹ سے محسوس
ہوا تھا۔ اس شخص کی مسکراہٹ میں اسے اپنی حرا کی
مسکراہٹ دکھائی دی تھی۔ وہ بھی جب جب مسکراتی
تھی۔ اس کے سائیڈ پر ڈمپل پڑتا تھا۔ جیسے اس شخص
کے پڑ رہا .

تھا۔ میرب نم آنکھوں سے اس شخص کو دیکھی گئی۔
سامنے کھڑے شخص میں اسے اپنی حرا کی مسکراہٹ
دکھائی دے رہی تھی۔

ازبان اسے اپنی طرف ٹکٹی باندھے دیکھ کر اس کے پاس
آیا۔ میرب آپ ٹھیک ہے۔ کی آنکھوں کے سامنے چٹکی
وہ اس کی پہلی بجاتے بولا۔

میرب ہوش میں آتے شرمندہ سی سر جھکا گئی۔

اور اسے اپنے اتنے پاس دیکھتے پیچھے صوفے سے جا
لگی۔ کیا میں اتنا پیارا ہوں۔ جو آپ مجھے ایسے دیکھ رہی
تھی۔

ازبان اس کے پاس صوفے پر بیٹھتے بولا۔
نہیں ہم نے آپ کو نہیں دیکھا۔۔ میرب شرمندہ ہوتے
بولی۔ ہم !! کوئی تھوڑی دیر پہلے اپنی ان خوبصورت
آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ ازبان اس کی سیاہ شبیہ
آنکھوں میں دیکھتے بولا۔

آپ پلیز جائے یہاں سے۔۔ کوئی دیکھ لیں گا۔ میرب
ہچکی لیتے بولی۔ ہم !! ازبان بھائی آپ یہاں ہے۔ میں
کب سے آپ کو ڈھونڈ رہی ہوں۔ زمل ازبان کو میرب
کے روم میں دیکھتے بولی۔

گڑیا۔ مجھے کیوں ڈھونڈا جا رہا ہے۔ ازبان میرب کا
سرخ چہرہ دیکھتے بولا۔

آپ کو بابا نے بھلایا ہے۔ میرب بھائی بھا بھی۔۔ زمل
کے

بھا بھی کہنے پر میرب نے چونک کر دیکھا۔ مطلب
میرب۔۔ زمل اسے حیران دیکھتے بولی۔ یہ میرے بھائی
ہے۔ ازبان بھائی۔۔ تم نہیں جانتی ہو گی۔ پر ازبان بھائی
تمہیں اچھے سے جانتے ہے۔ زمل میرب کے پاس بیٹھتے
بولی۔ میرب نے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔ جو کھڑا
مسکرا رہا تھا۔ آپ دونوں کرو باتیں میں

بابا سے مل لوں۔

ازبان ایک نظر میرب کے حیران چہرے پر ڈالتا باہر
نکل گیا۔

اچھا!! زمل بھا بھی آپ کے بھائی مجھے کیسے جانتے ہیں۔ او
ہو۔۔ میرب۔۔ ارزان کی پیدائش پر تمہیں ہو سپیٹل
میں دیکھا تھا۔ اُس کے بعد بابا کو علاج کے لیے لندن میں
کر چلے گئے۔

کل ہی آئے ہیں۔ بابا ٹھیک نہیں رہتے انہیں برین ٹیومر
ہے۔ تو سب کے کہنے پر بابا کو یہاں لیں آئے۔

زمل بہتے آنسوؤں کے ساتھ بولی۔ میرب اس کے
ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ گئی۔

بابا چاہتے ہیں۔ ازہان بھائی کی شادی کروادیں۔

بس کسی اچھی سی لڑکی کی تلاش میں ہے۔

زل مل میرب کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے بولی۔

ہمم!! میرب سُرخ چہرے کے ساتھ ہلکا سا مسکرا

دی۔۔۔

گڑیا۔۔۔ اسے پکڑو۔۔۔ تمہارا شہزادہ رورہا ہے۔

ازبان ارزان کو لیں کر روم میں داخل ہوتے بولا۔ زل
ارزان کو روتے دیکھ کر تڑپتے ہوئے آگئے بڑھی۔ کیا ہوا
میرے شہزادے۔۔

ازہان بھائی۔۔۔ میر تو ارزان کے پاس تھے۔ وہی ہے
گڑیا۔۔۔ سو رہا ہے۔ مجال ہے ارزان کے رونے کی آواز
پر اٹھا ہو۔ میں گزر رہا تھا۔ ارزان کو روتے دیکھ کر اٹھا
لایا۔

انہیں تو میں اٹھاتی ہوں۔ زل ارزان کو پکڑتے غصے سے
روم سے نکلی۔

آرام سے گڑیا۔۔۔ ازبان مسکراتے ہوئے بولا۔
سنیں۔۔۔۔۔ ازبان کو پلٹے دیکھ کر میرب نے فوراً پکارا۔
ازبان نے مسکراتے ہوئے اپنے دل کو تھاما۔۔۔ یا اللہ۔۔۔
اس کے آنسوؤں کے ساتھ آواز بھی جان لیوہ ہے۔ جی
محکم کریں۔۔۔ میرب اس کے انداز پر سُرخ پڑی۔ وہ
مجھے حرا کی قبر پر جانا ہے۔

"کیا آپ مجھے لیں جائے گئے۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ آپ آجائے۔۔۔"

میں باہر آپ کا ویٹ کرتا ہوں۔ ازبان بول کر کمرے
سے نکل گیا۔

سفاک۔۔ لا پرواہ۔۔۔ اگر آپ پھر چھوڑ کر چلے گئے۔
اس سے پہلے مجھے چلے جانا چاہیے۔ عزیزے اپنی معصوم
سوچ کے ساتھ بولی۔ حمزہ کے لب مسکرائے۔۔ پہلے
غلطی کر ہو گئی تھی۔ تمہیں دیکھے بنا چلا گیا۔ اگر پہلے اتنی
پیاری بیوی کو دیکھ

لیتا تو کبھی چھوڑ کر نہیں جاتا۔۔ حمزہ اس کا چہرہ ہاتھوں
کے پیالے میں بڑھتے ہوئے بولا۔

کیا میں اتنی پیاری ہوں۔۔ علیزے رونا بھلا کر اپنی
تعریف سنتے خوشی سے بولی۔

ہم!! اس پوری دنیا میں تم سے پیارا کوئی نہیں ہے۔
حمزہ اس کے پھولے گال پر لب رکھتے بولا۔ حمزہ اتنا تو
سمجھ گیا تھا۔ اس کی بیوی جلد ہی روٹھ جاتی تھی۔ اور جلد
مان بھی۔

وہ بھی مجھے ایسے ہی بولتے تھے۔ علیزے پر جوش ہو کر
بتانے لگی۔ حمزہ نے علیزے کے چہرے پر خوشی کے

دیکھتے غصے سے مٹھیاں بونچھی۔۔ وہ کسی کو یاد کرتے
خوش ہوئی تھی۔

حمزہ کو اس کے چہرے پر چھائی خوشی زہر لگی تھی۔ اور
کون اس طرح بولتا تھا۔

حمزہ دانت پر دانت جمائے بولا۔

میرے لالا۔۔ میرے لالا کہتے تھے۔ اس گاؤں
میں۔۔۔ نہیں وہ بولتے بولتے روکی تھی۔ بلکہ پوری دنیا
میں میری بہن سے زیادہ کوئی خوبصورت نہیں۔ عزیزے
ہاتھ پھیلائے چمکتے ہوئے بولی۔ یک دم اس کی آنکھوں
میں آنسو بھر آئے۔ حمزہ اس کے منہ سے لالاستے

پر سکون ہوا۔ پر اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو دیکھ کر
تڑپتے ہوئے پکارا۔

علیزے یہاں دیکھو میری طرف۔۔ حمزہ اس کا چہرہ اوپر
اٹھائے بولا۔

وہ ایک ہی جھٹکے سے اس کے گلے لگ کر بلک کر
رونے لگی۔ کوئی بھی مجھ نہیں پیار کرتا۔ بابا۔۔ لالا کوئی
بھی

نہیں۔۔ وہ اس کے سینے سے لگی بول رہی تھی۔ کسی نے
بھی میرا نہیں پوچھا۔ سب بھول گئے ہے مجھے اور جب

سے یہاں آئی ہوں۔ مار ہی کھائی ہے۔ مجھے اگر چوٹ
لگتی تھی۔

بابالالا کو بہت ڈانٹتے تھے۔ اب مجھے چوٹ لگنے پر کوئی
بھی نہیں آیا۔ وہ اس کے سینے سے لگی روتے ہوئے اپنا
درد بتا رہی تھی۔ حمزہ کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم
ہوئی۔

علیزے میری جان۔۔ میں آگیا ہوں نا۔۔ تمہارے ہر
زخم پر مرہم رکھ دوں گا۔ حمزہ اسے اپنے سینے میں زور

سے بھونچتے بولا۔ سب نے مارا مجھے۔۔ آپ بھی مارے
گئے۔۔

علیزے اس کے سینے سے سراٹھاتے بچوں کی طرح
ہونٹ نکالتے بولی۔۔ تمہیں مارنے سے پہلے میں اپنے
ہاتھ ناکاٹ لوں۔ حمزہ اس کے ماتھے پر لب رکھے بولا۔
تو پھر کاٹ لیں۔۔ اُس دن آپ نے مجھے یہاں تھپڑ مارا
تھا۔ علیزے اپنے گال کی طرف اشارہ کرتے بولی۔
حمزہ نے جھک کر اس کے گال پر لب رکھے۔
جب جب دور جانے کی بات کرو گی۔
تو پیار تھوڑی کروں گا۔

علیزے نے گھورتے ہوئے دیکھا۔ دیکھا نہیں کرتے
آپ مجھ سے پیار۔۔ آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہے اس
لیے میرا خیال رکھتے ہے۔
پیار بلکل نہیں کرتے۔۔

علیزے اس کے قریب سے اٹھتے بولی۔۔ حمزہ نے غصے
سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔ یہ تمہارا ناراضگی والا
فیوز اون کیوں ہو جاتا ہے۔۔ حمزہ اس کے پیچھے آتے
ہوئے بولا۔ اتنی مشکل سے منار ہاتھا۔ پر یہ کیا اتنی چھوٹی
سی بات پر پھر ناراض ہو گئی تھی۔ میں مانی کب ہوں۔۔
علیزے کسبل میں

گھتے لیٹ گئی۔ میرا چھوٹا سے بچے۔۔۔ نے پاستہ کھانا
ہے۔ حمزہ اس کی شرط یاد کرواتے بولا۔

نہیں مجھے نہیں کھانا۔ جب کھانا تھا تب کھلایا نہیں۔
علیزے منہ سے کمبل ہٹاتے بولی۔ میری جان تم تب بیمار
تھی۔ حمزہ اس کے اوپر سے بلینکٹ ہٹاتے بولا۔
کیا ہے آپ کو۔۔۔ علیزے منہ پھلاتے ہوئے بولی۔
علیزے آپ پاستہ نہیں کھاؤ گی۔ حمزہ اس بار تھوڑا سرد
لہجے میں بولا۔ کہ وہ اب انکار نہیں کرے گی۔ نہیں مجھے
نہیں کھانا۔۔۔ علیزے رونی شکل بنا کر بولی تھی۔ کہ وہ اس

کے آنسو دیکھ کر سمجھ جائے عزیزے کا دل پاستہ کھانے
کو کر رہا ہے۔ عزیزے خود سے سوچتے بولی۔ ادو کے۔۔
میں مشی کو بنا کر کھلا دیتا ہوں۔

حمزہ بولتے ہوئے کمرے سے نکلا۔
عزیزے فوراً اٹھ کر بیٹھی۔ اور تکیہ اٹھاتے زور سے
دروازے پر دے مارا۔ دروازے کے باہر کھڑا حمزہ کے
لب گہرا مسکرائے۔ چاچو کی جان۔۔ یہاں آؤ۔ میشال کو
لاؤنج میں بیٹھے دیکھ کر حمزہ نے پکارا۔

میشال حمزہ کو دیکھتے بھاگتے ہوئے اس کی ٹانگوں سے لپٹی
۔ حمزہ نے مسکراتے اسے گود میں اٹھایا۔

میری گڑیا کیا کر رہی ہے۔ حمزہ اس کے

ننھے سے گال پر لب رکھے بولا۔ چھوٹی بچی نے بولا تھا۔
ہم کل کھیلے گئے۔ میں صبح سے اُن کا ویٹ کر رہی ہوں۔
وہ ابھی تک میرے ساتھ کھیلنے بھی نہیں آئی۔ میثال منہ
پھولائے بولی۔

ادو!! میری گڑیا سیڈ ہو گئی۔ آپ کی چھوٹی چچی کی کلاس
لگانی پڑے گی۔

نو چاچو۔۔۔ آپ میری بچی کے ساتھ چپکے رہتے ہے۔
اُن کو روم سے نکلنے نہیں دیتے اس لیے وہ نہیں آئی۔۔
میشال چھوٹی سی ناک پھولائے بولی۔ حمزہ کالاؤنج میں
جاندار قہقہہ گونجا۔

میری میشی سمجھدار ہو گئی ہے۔ اپنی چھوٹی چچی کو بھی
تھوڑی سی عقل دیں دیا کرو۔۔ حمزہ مسکراتے ہوئے
بولا۔ میشی پاستہ کھائے گی۔ حمزہ اس کی چھوٹی

سی سرخ ناک کو دباتے بولا۔

ادو و کیمی۔۔۔ میں کھاؤں گی۔ میثال حمزہ کی گود میں
چہکتے ہوئے بولی۔

چاچو آپ کو تو بنانا نہیں آتا۔۔ میثال ایک دم خاموش
ہوتے بولی۔ چاچو کی جان یوٹیوب کس لیے ہے۔ ہم وہاں
سے دیکھ کر بنائے گئے۔ حمزہ اسے اٹھائے کچن کی طرف
لیں کر بڑھا۔

علیزے چچی کو بھی بھلا لیں۔۔ آپ کی بچی ناراض ہے۔
وہ نہیں آئے گی۔ حمزہ منہ بناتے ہوئے بولا۔۔

آپ دونوں کی فائٹ ہوئی ہے۔ میثال اپنے
ننھے ذہن میں سوچتے بولی۔

حمزہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

کچن کے دروازے کے پاس کھڑی علیزے نے
حمزہ کی پیٹھ کو گھور کر دیکھا۔

علیزے اس کے پیچھے ہی کمرے سے نکلی تھی۔ لاؤنج میں
بھی حمزہ اور میثال کی باتیں سن لی تھی۔

حمزہ جو اوپر کیمین سے پاستہ نکال رہا تھا۔ کیمین کے اوپر
چھوٹے چھوٹے مرد بھی لگائے تھے۔ علیزے کا عکس

مرد میں دیکھتے حمزہ کے لب مسکرائے۔۔ اس کا فیورٹ
پاستہ بن رہا تھا۔ وہ پاستہ کھائے بنا رہا ہی نہیں سکتی تھی۔

مشی شلیف پر بیٹھی چھیچ بجارہی تھی۔

علیزے نے گھور کر میٹال کو دیکھا۔ جو اپنے چاچو سے اس
کی شکایتیں لگا رہی تھی۔ اپنی ناراض بیوی کو منانے کے
لیے پاستہ بنا رہا تھا۔ جب تک پاستہ نہیں بن جاتا حمزہ اسے
مخاطب کرنے والا نہیں تھا۔ علیزے ایسے ہی دروازے
کے پاس کھڑی رہی۔ حمزہ یوٹیوب سے ریسپی نکال کر
اتنی مقدار میں مصالحے نکال کر چھوٹی چھوٹی

کٹوریوں میں ڈال رہا تھا۔ عزیزے اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔

اب باؤل چولہے پر رکھے تھوڑا سا آئل ڈالا اس میں تھوڑی سی مقدار میں لہسن اور پیاز ڈالا۔ اور اس کے دو منٹ تک فرائی کیا۔ حمزہ ساتھ ساتھ پاستہ بنانے لگا۔ اور پیشی سے باتیں۔۔ عزیزے کو فل اگنور کیسے ہوئے تھا۔ تھوڑی دیر میں پاستہ بن کر ریڈی ہو گیا۔

حمزہ نے ایک پلیٹ میں پاستہ نکالا۔۔ عزیزے بڑی بڑی
آنکھیں کر کے دیکھنے لگی۔ انہوں نے تو صرف میشی کے
لیے ہی بنایا ہے۔ میرے لیے بنایا ہی نہیں ہے۔

عزیزے کی آنکھوں میں نمی بھر آئی۔ حمزہ نے جان بوجھ
کر تھوڑا سا پلیٹ میں نکالا تھا۔ تاکہ عزیزے کو لگے اس
نے صرف میشی کے لیے ہی بنایا ہے۔ واؤ چاچو۔۔۔ پاستہ
تو مزے کا لگ رہا ہے۔

میشال ہاتھ سے تالی بجاتے ہوئے بولی۔ کھا کر دیکھو اور
بھی مزے کا لگے گا۔ آفٹر آل آپ کے چاچو نے اپنے
پیارے پیارے ہاتھوں سے بنایا ہے۔

حمزہ اس کی طرف پلیٹ بڑھاتے بولا۔ اور بیک نظر
علیزے کو دیکھا۔ جو اپنی آنکھیں رگڑ رہی تھی۔ یقیناً وہ
رہ رہی تھی۔

حمزہ کا دل ڈوب کر ابھرا۔ علیزے کو ابھی آواز دیتا۔ وہ
پہلے ہی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔ اور شٹ!! اب
آپ کی چچی زیادہ والی ناراض ہو گئی ہے۔ حمزہ اپنے بالوں

کو رگڑتے بولا۔ میٹھاں تو پاستہ کھانے میں مگن ہو گئی
تھی۔ حمزہ نے مسکراتے ہوئے

دوسری پلیٹ میں پاستہ نکالا۔ اور پلیٹ ٹرے کے اندر
رکھی۔ مٹی کو کھلانے کے بعد اسے اپنی بیوی کو بھی
منانا تھا۔

وہ قبرستان پہنچ گئے تھے۔ میرب اپنی فیری کی قبر پر سر
رکھے مٹی سے اپنی بہن کی خوشبو کو محسوس کر رہی تھی۔
میرب کیا تم یہاں صرف آنسو بہانے آئی ہوں۔ ازبان
میرب کے پاس بیٹھتے بولا۔ پلیز میں رونا چاہتی ہوں۔ مجھے
رونے دو۔ مجھے سکون لینے دو پلیز۔۔ میرب ازبان یو

دیکھتے روتے ہوئے بولی کل سے رو رہی ہو۔ چلو شاہاب
اپنی فیری کے لیے دعا کرو۔ ازبان اس کے قریب ہوتے
دونوں ہاتھوں کو تھامتے آپس میں جوڑا۔ ازبان کے
چھونے پر میرب کے پورے جسم میں سپارک سا ہوا۔
چلو دیکھ کیا رہی ہو۔ اپنی فیری کے لیے دعا کرو۔ ازبان
اس کی پھیلی آنکھیں دیکھتے بولا۔ میرب اثبات میں سر
ہلاتے دعا کرنے لگی۔ ازبان بھی اپنے ہاتھ بلند کر گیا۔
میرب نے دعا مانگتے بہتے آنسوؤں کے ساتھ
اپنی فیری کی قبر کی مٹی کو لبوں سے چھوتے اٹھ کھڑی
ہوئی۔ چلے۔۔۔ ازبان اس کی طرف دیکھتے بولا۔ ہم !!

میرب ہاں میں سر ہلاتے پلٹ گئی۔ ازہان بھی اس کے
پیچھے چل پڑا۔

راستے سے ہٹو۔۔ حمزہ ستارہ کو نفرت سے دیکھتے
بولا۔ نہیں ہٹو گی کیا کر لو گئے۔ وہ اس کے سامنے ہاتھ
پھیلائے بولی۔ ستارہ۔۔ اپنی حدیں پار مت کرو۔ یہ جو تم
نکاح کے نام پر اڑتی پھر رہی ہو۔ ابھی تمہارا راز فاش کر
کے حویلی سے چلتا کروں۔ بس مورے کی وجہ سے چپ
ہوں۔ حمزہ بھرے شیر کی طرح اس کا

جبرہ دبوچتے بولا۔ ہاں مسٹر حمزہ۔۔۔ نکاح نہیں ہوا کیا کر
لو گئے۔ یہ میرا ہی پلین تھا۔

کیوں کے تمہارے اوپر میرا یعنی ستارہ خان کا حق ہے۔
بچپن سے لیکر آج تک تم سے محبت کرتی آئی ہوں۔ اور
تم اُس ونی میں آئی ہوئی دو ٹکے کی لڑکی کو اپنے سر پر چڑھا
رکھا ہے۔

ستارہ اپنا جبرہ چھڑواتی چیختے ہوئے بولی۔ حمزہ علیزے کے
لیے دو ٹکے کا لفظ سنتے اپنی سُرخ ہوتی براؤن آنکھوں
سے ستارہ کو دیکھا۔

کان کھول کر سن لو ستارہ۔۔ وہ دو ٹکے کی لڑکی ہی میری
پوری زندگی ہے۔ اگر اسے کچھ ہوا تمہیں جان سے مار
ڈالوں گا۔ حمزہ پاگل ہوتے اس کی گردن کو دبوچتے بولا۔
ستارہ کی آنکھیں ابل کر باہر آئی۔ وہ اتنی بے رحمی سے
گردن کو دبوچے ہوئے تھا۔ حمزہ ایک جھٹکے سے چھوڑتا
بیڈ پر پھینکا۔ بیڈ پر گرتے ستارہ بُری طرح کھانسنے لگی۔

دفعہ ہو جاؤ میرے کمرے سے۔۔ حمزہ اسے جھٹکے

سے بیڈ سے اٹھاتے کھڑا کیا۔ ستارہ اپنی ٹانگ حمزہ کی
ٹانگوں میں الجھاتے حمزہ کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر بیڈ پر

لیں کر گری۔ سب اتنی اچانک ہوا۔ ستارہ حمزہ کے نیچے
حمزہ ستارہ کے اوپر چٹان کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ عزیزے جو
اپنی ہی دھن میں مگن چائے کی ٹرے
پکڑے اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ سامنے کا منظر
دیکھتے ٹھٹھک کر رکی۔ آنکھیں تو تب کھلی جب ستارہ
یک دم حمزہ کے اوپر آئی۔

ہاتھوں سے ٹرے چھوٹ کر زمین بوس ہوئی۔

حمزہ کسی کسی چیز کے گرنے پر ستارہ کو دور پھینکا۔ سامنے
عیزے کو کھڑے دیکھ کر حمزہ گولگا وہ سانس نہیں لیں

پائے گا۔ عزیزے۔۔۔ حمزہ ابھی اسی کی طرف بڑھتا۔۔
عزیزے روتے ہوئے باہر نکل گئی۔ حمزہ نے غصے سے
اپنے بالوں کو نوچا۔ حمزہ۔۔۔ ستارہ نے اسے پکارتے
کندھے پر ہاتھ رکھا۔

چٹاخ کی آواز پورے کمرے میں گونجی۔۔۔ آہ۔۔۔ گھٹیا
عورت نکل جاؤ میرے کمرے سے۔۔۔

حمزہ اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر بازو سے پکڑتے کمرے
سے دھکا دیا۔

ستارہ اوندھے منہ فرش پر جاگری۔ آئینہ اپنا گھٹیا پن
دکھانے سے پہلے تھپڑ یاد کر لینا۔ حمزہ اسے ایک نظر
دیکھتے علیزے کے پیچھے چلا گیا۔ ستارہ منہ پر ہاتھ رکھتے
اپنے آنسو کا گلا گھونٹتے اُٹھی۔ رومیسہ بیگم جو سارا منظر اور
گفتگو سُن اور دیکھ چکی تھی۔ حمزہ کے وہاں سے جاتے ہی
رومیسہ بیگم ستارہ کی طرف بڑھتے اسے اُٹھانے لگی۔ مجھے
آپ کی پ کی کوئی مدد نہیں چاہیے۔۔۔ جارہی ہوں۔
آپ کے گھٹیا بیٹے کو وہی دو ٹکے کی لڑکی ہی مستحق ہے۔ وہ
غصے سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ رومیسہ بیگم !!
اس کی لمبی چلتی زبان کو سوچتے رہ گئی۔

علیزے میرا بچہ۔۔ جیسا تم نے دیکھا ویسا کچھ نہیں ہے
میری جان۔۔۔

حمزہ اسے کے پاؤں پول سے نکالتے باہر کیے۔ علیزے
نے دوبارہ سے پاؤں پول میں ڈال دیے۔ اور حمزہ کو فل
اگنور کیا۔

اور بے آواز آنسو بہاتے رہی۔ حمزہ نے غصے سے اپنی
مٹھی بند کی۔ عزیزے ٹھنڈ لگ جائے گی۔ برف کی طرح
تخ ٹھنڈ اپانی ہے۔ حمزہ پھر سے اس کے پاؤں باہر نکالتے
بولا۔ جو ٹھنڈے پانی سے سُرخ پڑھ چکے تھے۔ چھوڑے
مجھے میں پاؤں ڈالوں یا اسی پانی میں نہاؤں آپ کو فکر
کرنے کی ضرورت نہیں۔ عزیزے اپنی چھوٹی سی ناک کو
بار بار پوچھتے بولی۔

میرا بچہ۔۔ میری بات تو سنو۔۔ حمزہ اس کے ہاتھ کو
پکڑتے بولا۔ مت چھوئے مجھے۔۔

جائے اپنی اُس ستارہ کے پاس۔۔ عزیزے پول کے اندر
تھوڑا نیچے ہوتے اپنی ٹانگیں بھی ڈبوئی۔ عزیزے گر جاؤ

گی۔ حمزہ اسے بازو سے پکڑتے بولا۔ آپ کو کیا۔ آپ اُس
ستارہ کی فکر کریں۔ عزیزے ڈوبے سے اپنے گال
رگڑتے بولی۔ میں کیوں کسی کی فکر کروں۔۔ میرے
پاس اپنا بچہ ہے نا۔۔ میں تو اُس کی فکر کروں گا۔

حمزہ اس کے ہاتھ کو پکڑتے بولا۔

ڈوبے سے گال رگڑ رگڑ کر سرخ کر لیے تھے۔ میں آپ
کا بچہ نہیں ہوں۔ جائے اپنے اُس برے والے بچے کے
پاس۔۔۔

مجھے تو اپنے چھوٹے بچے کے پاس رہنا ہے۔ حمزہ اسے
اپنے طرف کھینچتے بولا۔

دور رہے مجھ سے۔۔ میں آپ کا بچہ نہیں ہوں۔

علیزے حمزہ کو دور دھکیلتے بولی۔
جائے ہیں۔۔۔ مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔
علیزے روتے ہوئے بولی۔

علیزے اگر میں چلا گیا۔ تو منانے نہیں آؤں گا۔

حمزہ اس کے بار بار جھٹکنے پر غصے سے بولا۔ تو مت آئے۔
علیزے منہ پھولاتے بولی۔ ٹھیک ہے جارہا ہوں۔ حمزہ
اس کے پاس اُٹھتے بولا۔ علیزے حمزہ کے اُٹھنے پر اس کا
نخاسا دل کانپ اُٹھا۔ حمزہ ابھی تھوڑا ہی دور گیا۔ علیزے
نے گردن تر چھی کرتے حمزہ کو دیکھا اس کے دیکھتے ہی
دیکھتے وہاں سے غائب ہو گیا۔ علیزے کی پُر سوز ہچکی
نکلی۔

اس کا دل چاہ رہا تھا۔ وہ ستارہ کے بال نوچ لیں۔

جس کی وجہ سے وہ اپنے ہی سے ناراض ہوئی۔ عزیزے
غصے سے اپنے آنسو صاف کرتے اُٹھی اچانک پاؤں سلپ
ہونے کی وجہ سے پول میں جا گری۔ آہہ ہی۔۔۔ اس
کی چیخ پورے پول ایریا میں گونجی۔ حمزہ جو وہاں بنے پلر
کے پیچھے چھپ کر دیکھ رہا تھا۔ عزیزے کی چیخ سنتا پاگلوں
کی طرح بھاگتے پول میں چھلانگ لگا گیا۔ پول کا پانی برف
کی طرح ٹھنڈا تھا۔ عزیزے ہاتھ پاؤں پانی میں مارتے چیخ
رہی

تھی۔ حمزہ ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے کمر میں ہاتھ
ڈالتے اوپر اٹھا گیا۔

وہ کانپتے ہوئے اس کی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔ اسے
ایسے لگ رہا تھا۔ کہ وہ اس ٹھنڈے پانی میں سانس بھی
نہیں لیں سکے گی۔ دونوں کے چہرے سرخ پڑھ چکے
تھے۔ حمزہ اس کانپتے وجود کو خود کے ساتھ لپٹائے پُل
سے باہر نکلا۔۔۔ عزیزے اس کے سینے سے لگی تھر تھر
کانپ رہی تھی۔

حمزہ اسے پُل کے کنارے پر بیٹھاتا خود باہر نکلا۔ عزیزے
تم ٹھیک ہو۔۔۔ ہی۔۔۔ ٹھن۔۔۔ ٹھنڈ لگ رہی ہے۔
ہے۔ وہ اس کے سینے سے لگے کپکپاتے بولی۔ حمزہ۔۔
اسے گود میں اٹھاتے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ہم!!

نارا ضنگی کے چکر میں اب بیمار ہو جانا۔ چلو یہاں بیٹھو۔۔
کپڑے لاتا ہوں تمہارے حمزہ اسے بیڈ پر بیٹھاتے بولا۔
میں خود لیں لوں گی۔ وہ کمرے کا منظر یاد کرتے بیڈ سے
اُٹھتے بولی۔

علیزے بیٹھ جاؤ۔۔ حمزہ اسے تھرا تھرا کانپتے دیکھ کر غصے
سے بولا۔ مجال ہے یہ لڑکی اپنا غصہ کم کر لیں۔ علیزے
نفی میں سر ہلاتے ایسے ہی کھڑی رہی۔

حمزہ غصے سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

وارڈ ٹاپ سے اس کے لیے ہلکا سا سادہ ویلوٹ کا فراک
نکالا۔ اور ڈریسنگ روم سے نکلتے علیزے کے طرف
بڑھتے پہننے کا بولا۔

علیزے پہنو۔۔ ٹھنڈ لگ جائے گی۔ نہیں مجھے یہ کلر پسند
نہیں ہے۔ وہ فراک کا ریڈ کلر دیکھ کر بولی۔ ریڈ کلر تو اس
کافیورٹ تھا۔ پر وہ سامنے کھڑے شخص سے ناراض
تھی۔ سردی سے اس کی جان نکل رہی تھی۔ پر وہ بھی
ڈھیٹ بنے کھڑی رہی۔۔ علیزے ضد مت کرو۔۔ پہن
لو۔۔

مجھے نہیں پہننا۔ ٹھیک ہے میں پہنا دیتا ہوں۔ حمزہ اس کی
طرف بڑھتے کمر سے پکڑتے اپنے قریب کیا۔ ہی۔۔
چھوڑے مجھے۔۔۔ وہ روہانسی ہوتے چلائی۔

ہم!! عزیزے ٹھنڈ لگ جائے گی۔ پاگل مت بنو۔۔ حمزہ
سختی سے اسے اپنے ساتھ لگاتے بولا۔ کپڑے گلے ہونے
کی وجہ سے اسے خود ٹھنڈ لگ رہی تھی۔ پر وہ برداشت
کیے ہوئے

تھا۔ پر سامنے کھڑا وجود نازک تھا۔ میں پہن رہی ہوں۔
عزیزے حمزہ کے ہاتھ کو اتنی زپ پر محسوس کرتے سُرخ
ہوتے بولی۔

نہیں میں پہنارہا ہوں نا۔۔ تمہیں مزاحمت کرنے کی
ضرورت نہیں۔

حمزہ اس کے سرخ چہرے کو دیکھتے بولا۔ آپ کو زحمت
کرنے کی ضرورت نہیں میں خود پہن لوں گی۔ وہ حمزہ
سے دور ہوتے بولی۔ گڈ گرل۔۔ چلو شاباش۔۔ جلدی
سے پہنو۔۔ میں چینج کر کے روم کی صفائی کرواتا ہوں۔
حمزہ فرش پر ٹوٹے کپ اور پھیلی چائے کو دیکھتے بولا۔

علیزے منہ پھولائے اتنی سنہری سُرخ آنکھوں سے حمزہ
کو دیکھتے ہاتھ روم میں بندھ ہوئی۔

حمزہ نفی میں سر ہلاتے موبائل نکالتے نمبر ڈائل کرنے
لگا۔ جو بیل جاتے فوراً اٹھالیا گیا۔ رانی دو کپ چائے اور
انڈے لیں کر میرے روم میں پہنچاؤ۔ ٹھیک ہے چھوٹے
صاحب۔۔

حمزہ کا آڈر سنتے رانی فوراً بولی۔ دوسری طرف حمزہ کال
کٹ کر ڈریسنگ روم کی طرف بند ہوا۔ تھوڑی دیر
علیزے چینج کر کے باہر نکلی۔۔ حمزہ کو روم میں ناپا کر۔۔
بیڈ شیٹ غصے اُتارتے نیچے پھینکی۔۔ دل کر رہا ہے۔ سے
ستارہ کا چارہ بنادوں۔ سمجھتی کیا ہے خود کو۔۔

وہ غصے سے بولتے اپنے بہتے آنسوؤں کے ساتھ سوں
سوں کرتے رضائی اور کرلیٹ گئی۔ حمزہ ڈریسنگ روم
سے باہر نکلا۔۔ جیسے ہی بیڈ پر نظر اس چھوٹے سے وجود
پر پری۔۔ جو رضائی میں کھسے خود میں سمٹ رہی تھی۔
دروازے پر دستک ہوتے دیکھ کر حمزہ۔۔
دروازے کی طرف بڑھتے دروازہ کھولا۔ آ جاؤ رانی۔۔
ٹرے وہاں رکھ دو۔۔ اور یہ صاف کر دو۔۔ حمزہ ابھی
زمین کی طرف اشارہ کرتا۔۔ سامنے نیچے اسے بیڈ شیٹ
پڑی دکھائی دی۔ پاگل لڑکی۔۔ حمزہ مسکرا دیا۔
رانی یہ بیڈ شیٹ بھی لیں جانا۔ حمزہ رانی کو روم سے نکلتے
دیکھ کر بولا۔

رانی خاموشی سے بیڈ شیٹ پکڑتے باہر نکل گئی۔

حمزہ دروازے کو لاک کرتا۔۔ عزیزے کی طرف بڑھتے
اس کی رضائی میں گھسا۔

میرا بچہ۔۔ اتنا غصہ۔۔ حمزہ اس کے ساتھ لیٹتے اپنے
ساتھ لگاتے بولا۔

عزیزے رضائی کے اندر سے ہی اس کی گرم سانسیں اپنی
گردن پر محسوس کرتے سانس روک گئی۔ میری جان۔۔

ایسا کچھ نہیں ہے۔ حمزہ اسے خاموش دیکھتے رضائی کے

اندر سے ہی اس کے کان میں سرگوشی کرتے بولا۔

ہی۔۔ میں نے دیکھا۔۔ آپ دونوں۔۔ وہ بولتے رُک

گئی تھی۔ اور ہچکیوں سے رونے لگی۔ شش۔۔ میری

جان۔۔ ہم دونوں کچھ بھی نہیں۔۔ بس وہ ایک غلط فہمی

تھی۔ دور ہو گئی۔ تم جیسا سوچ رہی ہو میری جان۔۔ ویسا

کچھ نہیں ہے۔ حمزہ اس کے گال پر لب رکھتے بولا۔

جھوٹ۔۔ جھوٹ بول رہے ہیں۔ عزیزے رضائی کے

اندر سے ہی اس کے سینے پر لگے برساتے بولی۔

حمزہ کی جان۔۔ اب تمہیں ستارہ کبھی نہیں دکھے گی۔
اُسے اچھے سے اُس کی اوقات یاد کروادی ہے۔ حمزہ اس
کے دونوں ہاتھوں کو پکڑتے اس کے اوپر آتے بولا۔

سچ بول رہے ہیں۔ وہ مجھے کبھی نہیں دکھے گی۔
علیزے ایک دم سے چپ ہوتے بولی۔ لیں سویٹ
ٹارٹ۔۔۔ میرا بچہ۔۔۔ حمزہ اس کے چپ ہونے پر
شکر ادا کرتے بولا۔ ہم!! اگر وہ مجھے دکھ گئی۔ تو میں
آپ کے ہاتھ کا بنا پاستہ بلکل نہیں کھایا کروں گی۔
علیزے اسے خود سے دور کرتے بولی۔ جو اس کے اوپر
مکمل وزن ڈالے لیٹا ہوا تھا۔

ادو کے میری چھوٹی عزیزے۔۔۔ حمزہ اس کی

دھنکی سنتے بولا۔

ہم!! ہٹے پیچھے۔۔ مجھے سانس نہیں آرہا۔

ادو۔۔ سوری۔۔ میں بھول گیا تھا۔ میرے نیچے چڑیا

ہے۔ حمزہ اس کے نازک وجود کو دیکھتے عزیزے منہ

پھولائے دیکھنے لگی۔ حمزہ مسکراتے ہوئے اسے

بیٹھایا۔۔ عزیزے رضائی سے رہائی ملتے سکون کا سانس

خارج کیا۔ یہ کھاؤ۔۔۔ حمزہ اس کے ہاتھ میں انڈہ
پکڑاتے بولا۔۔

علیزے ایک نظر دیکھتے انڈے کی زردی نکالتے حمزہ کی
ہتھلی پر رکھی۔ اور سفیدی کھانے لگی۔ یہ آپ کھا
لیں۔۔ مجھے بالکل بھی نہیں پسند۔۔

علیزے اس کے ہتھلی سے پکڑتے حمزہ کے منہ میں
ڈالتے بولی۔۔

حمزہ مسکراتے ہوئے اس کے خوبصورت چہرے کو تکیے
لگا۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔ علیزے ڈبڈبی آنکھوں سے
دیکھتے بولی۔

تمہارے ہونٹ۔۔۔ حمزہ بے باکی سے بولتے اس کے
گلاب جیسی پنکھڑیوں کو اپنے لبوں میں دیا گیا۔ علیزے
حمزہ کی بے باکی پر اپنی کمر کو اٹھا گئی۔ حمزہ اتنی بری طرح
اس کے لبوں سے لپٹا تھا۔ علیزے کو اپنا سانس بند ہوتے
ہوئے

محسوس ہوا۔

حمزہ اسے مزاحمت کرتے دیکھ کر نرمی سے اسے

کے بالائی لب کو سک کرنے لگا۔

ہمم!! میرا تیکھا بچہ۔۔۔

حمزہ نرمی سے اس کے لب پر زبان پھرتے .

پیچھے ہوتے بولا۔

حمزہ کے اتنے سے عمل پر وہ سر گرائے اس کے کندھے

پر گر گئی۔

حمزہ کا جاندار قہقہہ کمرے میں گونجا۔ میرا بچہ۔۔۔ ایک
کس پر تمہارا یہ حال ہے۔ جب تمہیں اپنے لمس سے
روشناس کرواؤں گا۔ تب تو تم سیدھا اوپر پہنچ جاؤ گی۔
حمزہ اس کی پیٹھ کو سہلاتے بولا۔

مطلب۔۔ عزیزے نا سمجھی سے پوچھنے لگی۔ نا سمجھی سے
پوچھنے کو

مطلب و مطلب کچھ نہیں۔۔۔ ابھی جیسے پیار کیا ہے۔
ویسے تمہیں ہر جگہ سے چھو کر پیار کرنا ہے۔ حمزہ اسے
کے کان ۔

میں سرگوشی کرتے بولا۔ علیزے کا چہرہ گلاب کی طرح
سرخ پڑھا۔ اس کا ننھا سادل کانپ اٹھا۔ مجھے سونے
دیں۔ علیزے شرم سے رضائی اوور کر لیٹ گئی۔

کہاں ہی۔۔۔ حمزہ کو بیڈ سے اٹھتے دیکھ کر فوراً بولی۔ تم تو
سونے لگی ہو۔ مجھے تو نیند نہیں آرہی۔ میرا یہاں کیا
کام۔۔۔ حمزہ اس کے اوپر اچھے سے رضائی دیتے بولا۔
لیٹ جائے۔۔۔ علیزے بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ جگہ
بنائی۔

حمزہ نے آئبر و اچکا کے اس کی طرف دیکھا۔ ہی لیٹ
جائے۔۔ اس ستارہ، چارہ چڑیل کو دیکھنے تو نہیں چلے۔
علیزے منہ بناتے بولی۔

میرا بچہ!! ہوش کے ناخن لو۔۔ میں کیوں کسی نامحرم کو
دیکھوں۔

ہم!! اتنے آپ شریف۔ چپ کر کے لیٹ جائے۔۔
علیزے ناک سے لکھی اوڑھتے بولی۔ حمزہ مسکراتے
ہوئے اس کے ساتھ لیٹ گیا۔ سچ میں تم میرا بچہ ہو۔ حمزہ

اس کی چھوٹی سی ناک سے ناک سہلاتے بولا۔ ہی۔۔ کیا
آپ ہو سپیٹل نہیں جائے گئے۔

علیزے فکر مندی سے بولی۔ اگر تم کہتی ہو صبح ہی چلا
جاؤں گا۔ ہاں جائے نا۔۔ پر مجھے ساتھ لیں کر۔۔
علیزے اس کے ساتھ لپٹتے بولی۔

ادو کے میری جان۔۔۔ سوچتے ہیں۔۔۔ اس دفعہ تمہیں
یہاں چھوڑ کر نہیں جانے والا۔۔۔

شاہ میر۔۔ اُٹھ جائے آپ کو سونے کی پڑی ہے۔ میری
نیند اوڑا کر آپ چین سے نہیں سو سکتے ارزان اُٹھاؤ اپنے
بابا کو۔۔ زل اسے کے سرہانے کھڑی کب سے اُٹھا رہی
تھی۔ مجال ہے یہ بندہ اُٹھ جائے۔ وہ ایسے گھوڑے
گدھے بیچ کر لیٹا ہوا ہے۔ زل نے غصے سے ارزان کو شاہ
میر کے سینے پر بیٹھا دیا۔ با۔۔ بابا۔۔ ارزان اپنے بابا کے
اوپر بیٹھتے خوش ہوتے بابا۔۔ بابا کے رٹ لگانے لگا۔ ایک
نمونہ کافی تھی۔ جواب یہ نواب صاحب بھی آگئے۔ شاہ
میر انگڑائی لیتے اپنے شہزادے کو دیکھ کر بولا۔ ارزان
اپنے بابا کی کھلی آنکھیں دیکھ کر کبھی شرٹ پر اپنے ننھے

نہے ہونٹوں سے چومنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کبھی یک
دم سے اچھلتے ہاتھ چلانے لگ جاتا تھا۔

میر کی جان۔۔ اپنے اس نمونے بیٹے سے سیکھ لو اٹھاتے
کیسے ہیں۔ شاہ میر زل کو غصے میں دیکھتے بولا۔ زل شاہ
میر کی بات پر کچھ سوچ میں پڑی۔ ارزان کے اٹھانے کا
طریقہ خود اپناتے دیکھ فٹ سے جھڑ جھڑی لیتے سیدھی
ہوئی۔

میر وہ بچہ ہے میں ایسے اٹھاتے اچھی لگو گی۔ زل شاہ میر
کو گھورتے بولی۔ شاہ میر کا چھڑ پھاڑ قہقہہ روم میں گونجا۔

اچھا!!! اس کی بیوی سپنوں میں ارزان کے ساتھ خود کو
کمپریز کرتے لوٹی ہے۔

شاہ میرز مل کے منہ بسور نے پر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

ارزان کے دونوں گال چومتے پاس بیٹھایا۔ میری
جان۔۔ میں نے کب کہا تم مجھے ارزان کی طرح اٹھایا
کرو۔ شاہ میرز مل کو کلائی سے پکڑتے اپنی گود میں
بیٹھاتے بولا۔

تو پھر کیسے اٹھایا کروں۔۔ زل اس کے پھولے مسل کو
دیکھتے بولی۔

اپنے ان گلاب جیسی پنکھڑیوں سے پیار کرتے اٹھایا کرو۔
شاہ میر اس کے نیچے والے ہونٹ پر انگوٹھا رکھتے بولا۔
ہم!! میں ہر گز ایسا نہیں کروں گی۔ بعد میں آپ مجھے
چھوڑتے نہیں۔

شرافت سے اٹھاتی ہوں اٹھ جایا کریں۔ زل سرخ
ہوتے بولی۔ میرا بچہ۔۔ شرافت نہیں چاہیے۔۔

تمہارے ان ہونٹوں سے کس چاہیے۔ شاہ میر اس کے
ٹھوڑی سے چہرہ اوپر کرتے اس کے .

لبوں پر جھک گیا۔ زمل اس کی جلد بازی پر بوکھلا گئی۔ شاہ
میر اپنی تشنگی مٹاتے پیچھے ہوا۔

زمل پھولتی سانسوں کے ساتھ اپنے بیٹے کو دیکھ گئی۔ جو
انہیں ہی غور سے دیکھ رہا تھا۔ میر کتنی دفعہ بولا ہے۔ بیٹے
کے سامنے ایسی حرکتیں مت کیا کریں۔ وہ بڑا ہو رہا ہے۔

زمل شاہ میر کو غصے بھری نظروں سے دیکھتے بولی۔

ہم !! بے فکر رہو میرا بچہ۔۔ ہمارا بیٹا بھی بہت اوپر کی چیز
نکلے گا۔ کیوں نواب صاحب۔۔۔ بابا کے ریکارڈ توڑنے
ہے۔ میرے اس شہزادے نے۔ شاہ میرا رزان کو
اٹھاتے اوپر کو اچھالتے بولا۔

شرم نہیں آتی۔۔ کیا میرے بیٹے کو سکھا رہے ہیں۔ زمل
باپ بیٹے کو ہستے دیکھ کر بولی۔ شرم کیا میر کی جان۔۔۔
میرا بیٹا ہے۔ میرے پر سے اوپر والے لیول پر جائے گا۔
مجھے اس نواب صاحب کو سکھانے کی ضرورت نہیں۔

شاہ میر زمل کے گال پر لب رکھتے بولا۔ آپ سے کوئی
مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں جارہی ہوں۔ بابا کا چیک اپ
کرنے نیچے ہاشم لالا آئے ہیں۔ آپ ریڈی ہو کر آ جانا وہ
شاہ میر سے ارزان کو لیتے بولی۔ کیا ہوا انکل ٹھیک ہے۔
شاہ میر فکر مندی سے بولا۔ بابا کے سر میں بہت تکلیف
ہو رہی تھی۔ تو ہاشم لالا کو بھولا یا ہے۔ آپ آ
جائے۔۔ زمل بول کر باہر نکل گئی۔

شاہ میر فوراً بیڈ سے اٹھتے فریش ہونے چلا گیا۔

ٹھیک ہے انکل۔۔۔ سر کی تکلیف تو انہیں ہوگی۔

بس انہیں زیادہ کتیر کی ضرورت ہے۔

ابھی سو رہے ہیں۔ انہیں کچھ دیر آرام کرنے دیں۔ پھر

ہی ان کا درد نارمل ہو گا۔

ہاشم ازہان کو بتاتے اس کے ساتھ باہر نکلا۔ کیسی ہو

میرب۔۔۔ سامنے ہیزل اور نانیشہ کے ساتھ آتے دیکھ

کر بولا۔

جی میں ٹھیک ہوں۔ میرب سر جھکائے بولی۔

ہم!! ہاشم اسے دیکھتے نامیشہ کو دیکھا۔ بھائی۔۔ آپنی کو بھی
لیں آتے۔۔ میرا تبادل کر رہا تھا، آپنی سے ملنے کا۔ نامیشہ
کسی معصوم بچے کی طرح منہ پھولاتے بولی۔

ہو سپیٹل سے سیدھا آیا ہوں۔ تمہاری آپنی ساتھ ہوتی تو
ضرور لاتا۔ نیکسٹ ٹائم ضرور ساتھ لاؤں گا۔

ہاشم اس کے سر پر ہاتھ رکھتے بولا۔ ہم!!
ضرور۔۔۔ ازبان بھائی کی شادی رکھی
جارہی ہے۔ اب تو زیادہ دن آپنی کو پاس رکھوں گی۔

نامیشہ خوش ہوتے بولی۔

اچھا۔۔۔ کیا بات ہے۔ تم تو بہت اوپر کی چیز نکلے۔

ہاشم ازہان۔۔۔ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا۔ ہاں
بس۔۔۔ اب کسی کی ہاں چاہیے۔ ازہان میرب کی طرف
دیکھتے بولا۔۔۔

میرب ہڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ ازہان کا اس کی
طرف دیکھنا۔۔۔ اور فکر کرنا اسے اب سمجھ آیا تھا۔ بھابھی
میں روم میں جاری ہوں۔ میرب بولتے فوراً وہاں سے
نکلی۔

ہم!! لگے رہو پاشا۔۔ وہ مان جائے گی۔ ہاشم اس کی نظر
میرب پر دیکھتے مسکراتے ہوئے بولا۔ ہم!! سلطان انکل
نے آج کا ٹائم دیا ہے۔ ازہان کو اگر وہ آج میرب کو منا
سکتا ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ حویلی میں نائمہ خالہ کی بیٹی
بھی ہے۔ ہیزل ازہان کو یاد دلاتے بولی۔

بھابھی۔۔ اگر نا بھی مانی تو شادی تو میرب از میرخان سے
ہی کروں گا۔

ایکسیوزمی!! میں آتا ہوں۔ ازبان کہتے میرب کے روم
کی طرف چل دیا۔

ہاشم لالا آپ آئے۔۔ ہیزل اپنے بھائی کے سینے سے لگتے
بولی۔۔

ہم!! میری گڑیا۔۔ چلو۔۔ ہاشم پیار سے اس کے ماتھے پر
بوسہ دیتے بولا۔ ازبان میرب کے روم میں داخل ہوا۔
میرب بیڈ پر بیٹھی رو رہی تھی۔

کیا ہوا۔۔ آپ رو کیوں رہی ہے۔ ازبان اس کے پاس
بیٹھتے بولا۔

اس طرح اچانک ازبان کے نمودار ہونے پر میرب
گھبرا کر پیچھے کو کھسکی۔ سوری۔۔۔ ازبان اس کے
گھبرانے پر اٹھ کھڑا ہوا۔ مسٹر ازبان۔۔ آپ کو میری
فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہیں۔ میرب بہتے آنسوؤں
کے ساتھ بولی۔ کیوں فکر نہیں کر سکتا۔۔ جس سے محبت
ہو اُس کی فکر تو ہوتی ہے۔

ازبان اس کے سپاٹ روتے ہوئے چہرے کو دیکھتے بولا۔
اور مطمئن کھڑا اس کے چہرے لک تاثرات دیکھنے لگا۔

محبت۔۔ لفظ پر میرب ساکت سی بیٹھی ازہان کو دیکھنے
لگی۔

میرب محبت کرتا ہوں تم سے۔۔ تمہاری زندگی میں
خوشیاں بڑھنا چاہتا ہوں۔ تمہارے ان آنسوؤں سے
مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

تمہاری زندگی کو خوشیوں سے بھرنا چاہتا ہوں۔

وہ اس صدمے میں دیکھ کر اس کے قدموں میں بیٹھتے
بولا۔

مسٹر ازبان۔۔ ایسا کیا ہے مجھ میں جو آپ محبت کرنے
لگے۔ جانتے کیا ہے آپ میری زندگی کے بارے میں۔۔
ہاں۔۔ جانتے ہی کیا ہے۔ مجھ منھوس کے بارے
میں۔۔ اپنے ماں باپ کو کھا گئی۔ اپنی فیری کو کھا گئی۔ وہ
یک بیڈ سے اٹھتے چیختے ہوئے بولی۔ میرب
سٹوپڈ۔۔۔ اپنے بارے میں تم کچھ نہیں
بولو گی۔ اُن کی زندگی اتنی ہی تھی جو اس دنیا میں گزار کر
چلے گئے۔

ازبان غصے سے اس کی طرف بڑھتے کلائی سے

پکڑتے اپنے قریب کرتے بولا۔
میرب سانس روکے اسے دیکھنے لگی۔
چھوڑو مجھے مسٹر ازہان۔۔۔ میرب اپنی کلائی چھڑوانے
لگی۔۔

مجھے جواب چاہیے۔ مجھے امید ہے تم انکار نہیں کرو گی۔
ازہان اس کی کلائی چھوڑتے اپنی پینٹ کی جیبوں میں
ہاتھ ڈالتے اسے دیکھتے بولا۔ آپ کو کیوں لگتا ہے۔ میں
ہاں کر دوں گی۔ میرب اسی کے انداز میں بولی۔

کیوں کے مجھے انکار نہیں سننا۔ ازبان اس کے چہرے پر
پھونک مارتے بولا۔

میرب اس کی گرم سانسوں کی تپش اپنے چہرے پر
محسوس کرتے گھبرا گئی۔ میں انکار کرتی ہوں۔۔ مسٹراز
بان۔۔ واٹ رہیں۔۔ تمہیں پیار کی بات سمجھ
نہیں آتی۔ ازبان اس کے انکار پر غصے سے بولا۔ یا
اللہ۔۔ میرب اس کے غصے پر سہم کر پیچھے ہوئی۔ اور
ٹپ ٹپ بہتے آنسوؤں سے دیکھنے لگی۔ ہم!! کیا کمی ہے
مجھ میں۔۔۔ اچھا خاصا ڈیشنگ بندہ ہوں۔ ناک بھی

سیدھی ہے۔ اچھا خاصا چل بھی لیتا ہوں۔ پھر انکار کی
وجہ کیا ہے۔

وہ میرب کو سہ دیکھ کر نرمی سے گویا ہوا۔ آپ میں کوئی
کمی نہیں ہے۔ کمی مجھ میں ہے۔

میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی۔ وہ فوراً بولتے چہرہ
ہاتھوں میں چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ازہان نے
تڑپتے اسے تھامنا چاہا۔ پر وہی رک گیا۔ کیوں کے وہ ایسا
ابھی اس

پر کوئی حق نہیں رکھتا تھا۔

کیا کمی ہے تم میں۔۔ اچھی خاصی تو۔۔ اگر کمی ہوتی بھی
تب بھی ازہان پاشا تم سے محبت کرنا ناچھوڑتا۔ بس تم
ایک دفعہ ہاں کر دو۔ تمہاری زندگی

خوشیوں سے بھر دوں گا۔

مسٹر ازہان آپ جائے یہاں سے۔۔ میں ابھی کوئی
جواب نہیں دے سکتا۔

ٹھیک ہے ابھی جا رہا ہوں۔ انکل آنٹی آئے تو آئی آئے
تو تمہیں ہاں ہی کہنا ہے۔ ورنہ زبردستی کرنی بھی آتی ہے
میری حسینا۔۔۔

وہ اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھتے بولا۔ تمہاری یہ
روئی روئی آنکھیں بہت خوبصورت لگ رہی ہے۔ جتنا
رونا ہے آج ہی رولو۔ کل تمہاری آنکھوں میں آنسو نا
دیکھوں۔۔۔ ڈونٹ کرائے میری حسینا۔۔۔ تمہارا
جواب ہاں میں ہونا چاہیے۔ وہ مسکراتے ہوئے باہر نکل

گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی۔۔ میرب دھڑام سے بیڈ پر
گری۔۔۔

کیا ہوا بیٹی۔۔۔ اسی دوران عدنان صاحب۔۔ اور زرمینہ
بیگم اندر داخل ہوئی۔ اور ان کے پیچھے زمل اور شاہ میر
بھی۔ زمل کسی کی آواز پر چونک کر اٹھی۔ سب کو اپنے
کمرے میں دیکھتے دروازے کی طرف دیکھا۔ دل بے
ساختہ دھڑکا۔

ازبان کے بولے گئے الفاظ یاد آئے۔ کیا سب اسی لیے
آئے ہیں۔ کچھ نہیں آئی۔ آپ سب وہاں کیوں رُک
گئے آئے نا۔

میرب سیدھے ہو کر بیٹھی۔ ہم!! کیسی طبیعت ہے میری
بیٹی کی۔۔ زرمینہ بیگم پیار سے اس کا ماتھا چومتے بولی۔

سب یہاں بہت اچھے ہیں۔ سب میرا اچھے سے
خیال رکھتے ہیں۔ اسی لیے میں ٹھیک ہوں۔ میرب
مسکراتے ہوئے بولی۔۔

ہم چاہتے ہیں۔۔ تم ہمیشہ ہی ایسے مسکراتی رہو۔

زرمینہ بیگم اس کی مسکان کو دیکھتے بولی۔ ازہان کو نکلتے
دیکھا۔ اُس نے بتایا ہی ہو گا۔ ہم کیوں آئے ہیں۔

میرب نے اپنے پسینے سے تر ہوتے ہاتھوں کو مسلا۔
جی۔۔۔ پروہ۔۔۔ میرب ابھی کچھ بولتی زمل فوراً اس
کے پاس آئی۔

پر۔۔۔ور کچھ نہیں۔۔۔ ہمیں صرف ہاں سننا ہے۔

میری بھابھی تو تم ہی بنو گی۔

پر زل بھا بھی۔۔ میں وہ۔۔ میرب بامشکل بولنے کی
کوشش کر رہی تھی۔ پر اس سے کچھ بولا نہیں تھا
جارہا۔۔ سب ایک دم سے اس کے سر پر دھماکہ کر رہے
تھے۔ اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا تھا۔ وہ کیا کہے۔۔

کیا ہوا میرب بچے۔۔ ازہان نے کچھ کہا ہے۔ نہیں انکل
کچھ بھی نہیں کہا۔ سب اتنی اچانک اچانک ہو رہا ہے۔
مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔ وہ اپنے ہاتھوں کو مسلتے بولی۔

ہم سب جانتے ہیں۔ تمہارے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہے۔
پر سلطان پاشا کی کنڈیشن سے تم واقف ہو۔ وہ جلد از جلد

ازہان کی شادی کروانا چاہتے ہیں۔ پر انکل آپ میرے
بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ میرب نم لہجے میں بولی۔
میرب بچی ہمیں کچھ جاننا بھی نہیں ہے۔ تم نے بتایا
تمہارے ماں باپ نہیں ہے۔ اب ہم ہی تمہارے سب
کچھ۔۔ تم ہماری بیٹیوں کی طرح ہو۔ زرمینہ بیگم اس کے
لرزتے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے بولی۔

ازبان بھائی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ اگر اُس دن
یہ حادثہ نا ہوا آتا۔۔ تو آج آپ میری بھابھی بن چکی
ہوتی۔۔ ٹھیک ہے۔ جیسے آپ چاہتے ہیں۔ مجھے ازہان

پاشا قبول ہے۔ وہ زل کے گلے لگتے بولی۔ یہ ہوئی نا
بات۔۔۔ میں ذرا حویلی والوں

کو خوشخبری سنادوں۔ شاہ میر صوفے سے اُٹھتے بولا۔ چلو
شباباش۔۔۔ کمرے سے باہر نکلو۔۔۔ تھوڑا ریلیکس فیل
کرو۔۔۔ زل میرب کو لیں کر نیچے آ جاؤ۔

لاؤنج میں سب بیٹھے تھے۔ رات والی نیوز سُن کر سب
دامیار اور عابیرہ کو مبارکباد دے رہے تھے۔

رات کی تازہ نیوز تو آپ کو پتہ چل گئی ہوگی۔ شاہ میر
سیڑھیاں اترتے بولا۔ دامیار نے رات والا سین یاد
کرتے دامیار کو گھورا۔

اب میں بریکنگ نیوز سناتا ہوں۔ کیسی نیوز۔۔۔ چھوٹے
خان۔۔۔ کبھی سیدھی طرح بھی بتا دیا کرو۔ بہرام میرال
کو سینے سے لگاتے بولا۔ ہم!! تو پھر سنیں۔۔۔ سیدھی
طرح۔۔۔ پاشا کی ہونے والی بہونے ہاں کر دی ہے۔

ازبان پلر کے پاس کھڑا مسکرا دیا۔ دل خوشی سے جھوم
اٹھا۔ مبارک ہو۔۔۔ چلو شادی کی تیاریاں شروع کر دو۔

میں ذرا پاشا صاحب اور داجی کو خبر سنا آؤں۔ ہائے میرا
شہزادہ۔۔ آجا بابا کے شہر دے۔۔۔

شاہ میر اپنے بیٹے کو روتے ہوئے دیکھ کر فوراً عاٹلہ سے
پکڑا۔ اور وہاں سامنے کی طرف بڑھ گیا۔ سب ازہان کو
مبارکباد دینے لگے۔

لاؤ مجھے دکھاؤ۔ کیا نہیں تمہیں پسند آرہا۔
ویسے سب کلر ہی اتنے پیارے اور اچھے ہے۔ کوئی بھی
پہن لو سب سوٹ کرتا ہے تمہیں سردارنی
جی۔۔۔ ویسے ہم سوات ہی جا رہے ہے۔ کچھ موٹا سا پہننا

یہاں کے مقابلے میں وہاں کچھ زیادہ سردی ہے۔ تبریز
اس کے ہاتھ سے ڈریسز لیتے بولا۔

یہ ٹھیک رہے گا۔ کل چچی جان نے دیا تھا۔ دیکھے کتنا پیارا
فراک ہے۔ یہی پہن لیتی ہوں۔ زارا اس کے سامنے
بلیک کلر کا ڈریس کرتے بولی۔ میں نے موٹا ڈریس پہننے
کا بولا۔

یہ تمہیں کہاں سے موٹا لگ رہا ہے۔ تبریز اسے گھورتے
بولا۔ سنیں نا یہ ہی پہننے دیں۔ میں شال اوڑھ لوں گی۔ زارا

اس کے گلے میں بانہیں حائل کرتے بولی۔ مکھن مت
لگاؤ۔۔ خاموشی سے یہ ڈریس پہنو۔

دیکھو موٹا بھی ہے۔ میری جان کو سردی بھی نہیں لگے
گی۔ ویسے بھی کچھ دن کے لیے تو جارہے ہیں۔ ازہان کی
شادی ہے۔ اگر اس نے انوائیٹ ناکیا ہوتا میں کبھی نا
جاتا۔ ہم!! جانتی ہوں۔ وہاں شاہ میر ہے۔ اسی لیے غصہ
کر رہے ہیں۔ دیکھے مناسب ٹھیک ہو گیا ہے۔ اب وہاں جا
کر نارمل ہی رہے گا۔ ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی۔ زارا
منہ بناتے بولی۔

میں ناراض ہونے نہیں دوں گا۔ ہوتا رہتا ہے۔ دوست
ہے میرا اسے تو میں سبق سکھاؤں گا۔ وہاں ایک دفعہ
چلے جانے دو۔ تبریز اپنی اور شاہمیر کی لاسٹ ملاقات یاد
کرتے بولا۔

جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ یہاں گھومنے آیا تھا۔ تب
اُس چادٹے کے بعد ایک دفعہ بھی نہیں ملا۔ اچھا
اچھا۔۔۔ میں یہی پہن لیتی ہوں۔ زارا اس کے گال پر
لب رکھتے بولی۔

تبریز ہلکا سا مسکرا دیا۔ ہم!! میری زرعی۔۔ تبریز اسے کمر
سے پکڑتے اوپر اٹھا گیا۔ اچھا چھوڑے مجھے ریڈی ہونے
دے۔ زارا اس کی سخت گرفت پر اپنے پاؤں ہوا میں لٹکے
دیکھ کر بولی۔

ٹھیک ہے پندرہ منٹ میں باہر ملو۔۔ میں گاڑی نکالتا
ہوں۔ اور ذرا اس غائب ہوئے ڈاکٹر کی بھی خبر لیتا
ہوں۔ ہو اسپتال کھول کر خود بیوی کے قدموں میں جا
بیٹھا ہے۔

تبریز حمزہ کا نمبر ڈائل کرتے بولا۔

ہم!! خود بیوی کے قدموں سے ہلتے نہیں۔۔ اور
دوسروں کو باتیں کرتے ہیں۔ زارا منہ میں بڑبڑاتے
مسکراتے ہوئے بولی۔۔ اور باتھ روم میں گھم ہوئی۔
تبریز مو بوتل کو کان سے لگائے باہر نکلا۔

چلے سردار جی۔۔ وہ باہر پہنچتے بولی۔ ہم!! چلے وہ اس کی
پیشانی پر لب رکھتے بولا۔ ویسے یہ بلیک کلر بلکل پری لگتی
ہو۔ وہ اس کی گردن پر لب بولا۔

ہمم!! شرم کریں کوئی دیکھ لیں گا۔ وہ بوکھلا کر بولی۔
میرے اور تمہارے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ تبریز اس کی
گردن میں چہرہ چھپاتے بولا۔
زارادھک دھک کرتے دل پر ہاتھ رکھتے بولی۔

بیٹھ جاؤ گاڑی میں۔۔ ورنہ میں بہک جاؤں گا۔

وہ اپنے دل پر پتھر رکھ کر بول رہا تھا۔ اس کا بالکل ارادہ
نہیں تھا۔ وہ اسے چھوڑے۔۔

دل تو کر رہا اپنے ان لبوں سے تمہارے اس خوبصورت
بدن پر۔۔ محبت کی بارش کر دوں۔ تبریز اس کے گال پر
شدت سے لب رکھتے بولا۔۔

یا اللہ۔۔۔ آپ نے کوئی نشہ وشہ تو نہیں کر لیا۔

زار اس رخ چہرے کے ساتھ بولی۔ ہاں ابھی کیا تو ہے۔
وہی سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ تبریز اس کی کمر کو بے باکی

سے

چھوتے بولا۔ ہم!! بس میری پسلیاں نکالنے پر تلے ہیں۔
زارا خود کو چھڑواتے فوراً گاڑی میں بیٹھی۔۔ تبریز نے با
مشکل اپنی ہنسی ڈبائی۔ اور گاڑی میں آکر بیٹھا۔۔

پورے حال کو بیلوں لائٹوں اور پھولوں سے سجایا گیا تھا۔
باہر سردی ہونے کی وجہ سے مہندی کے فنکشن کا انتظام
لاؤنج میں ہی رکھا گیا۔ لاؤنج کو بہت ہی خوبصورت
طریقے سے سجایا گیا تھا۔ سامنے بڑا صوفہ رکھا تھا۔ اور
اس کے پیچھے پیلو پنک جالی دار پردے لگا کر پیلو پھول
لگائے گئے تھے۔

اور نیچے زمین پر بھرے بھرے ریڈ قالین بچھائے گئے
تھے۔ اور وہی ہم رنگ کشن اور ڈھولکی رکھی گئی تھی۔
لڑکیوں کا سارا انتظام حال میں کیا گیا تھا۔
اور سائیڈوں پر دو دو صوفے رکھے گئے۔ البتہ مردوں
نے اپنا انتظام مردان خانے میں کیا تھا۔ اُن کا کہنا تھا۔
مہندی تو لڑکیوں کی ہوتی ہے۔

اور جب رسم کی باری آئے گی سب حویلی کے مرد یہاں
جمع ہو جائے گئے۔ جس پر کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا
تھا۔ کیوں کہ سب اپنے ہی تھے۔ کسی کو بھی باہر سے

انوائیٹ نہیں کیا گیا۔ پاشا صاحب کے سب یہی تھے تو
کسی کو انوائیٹ کرنا ہی نہیں پڑا۔

پہلے نکاح کی رسم رکھی گئی تھی۔ پھر دلہن دولہا کو مہندی
کی رسم کے لیے ساتھ بیٹھایا جائے گا۔ سب مہمان آچکے
تھے۔ عالیان خان کی حویلی سے سب ہی آگئے تھے۔
البتہ ہر وقت کی طرح ان کی گڑیا خان حویلی کی شہزادی
منہ پھولائے بیٹھی تھی۔ اور عاصم صاحب اپنی بیٹی عشنا
کو پکڑے اپنی بٹرفلے کو منانے پر لگا ہوا تھا۔

اور باقی سب لڑکیاں اوپر دولہن کے روم میں اپنی
تیار یوں پر مگن تھی۔ کاوش اور ماہی کی آمد کچھ دیر پہلے
ہوئی تھی۔ امان کو بخار ہونے کی وجہ سے وہ لیٹ پہنچے
تھے۔ احمد اور نور بھی ان کے ساتھ آئے تھے۔

ارمغان حویلی کو بھی انوائیٹ کیا تھا۔ پر حمزہ کا کہنا
تھا۔ اس کی بیوی ٹھیک نہیں ہے۔ وہ عین ٹائم تبریز کے
ساتھ پہنچے گا۔ تبریز کی آمد پر جہاں اذہان خوش تھا۔ وہی
شاہ میر دل ہی دل میں اپنے شکوے سوچنے لگا جو اسے
تھلی میں رکھ کر پیش کرنے تھے۔

حویلی کے بزرگ تو تیار ہو کر مردان خانے میں بیٹھے
تھے۔ حاکم صاحب۔۔ سلطان پاشا عدنان صاحب،
عالیان صاحب سب نے آف وائٹ رنگ کے کپڑے
پہنے تھے۔ اور سب کی شال مختلف تھی۔

اور سب لڑکوں نے بلیک کلر کی شلوار قمیض زیب تن کی
ہوئی تھی۔ اور گلے میں ہم رنگ سٹالرڈ آلے ہوئے تھے۔
اور ایمر جینسی دولہے کے لباس کے ساتھ ضرغام اور شاہ
میر لائے تھے۔ سب ایک سے بھر ایک لگ رہے تھے۔
دولہے کے کمرے میں کاوش۔۔ احمد۔۔ ضرغام یہ سب
موجود تھے۔ ہاشم مردان میں بڑوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔

اور باقی سب کھانے پینے کا انتظام سنبھالنے میں لگے
تھے۔

دو لہے میاں کیا ارادے ہے تیرے۔۔ کاوش اس کے
پاس آتے بولا۔ جو آئینے میں کھڑا اپنا عکس دیکھ رہا تھا۔
سفید شلوار قمیض پہنے کوئی شہزادہ ہی لگ رہا تھا۔ آج کے
دن نکاح بھی تھا۔ اس لیے اسے سفید پہننا پڑا۔

"کیسے اردے پروفیسر۔۔۔۔۔ ازہان مسکراتے ہوئے
بولا۔ "ہا ہا ہا۔۔۔۔۔ ازہان کا سرخ چہرہ دیکھتے ضرغام اور احمد
قہقہہ لگا اٹھے۔ کمینوں ابھی چپ کرو۔۔ اس میسنے کے

ارادے تو جاننے دو۔ کاوش ان دونوں کو چُپ کرواتے
بولا۔ کاوش لالا۔۔۔ میں یونی سے کب کافر ی دو چکا ہوا۔
میرے پروفیسر بننے کی کوشش مت کریں۔ اور میں
اپنے کیوں ارادے بتانے لگا۔

آپ نے بتایا تھا۔ جب ماہی بھا بھی کے ساتھ نکاح کرنے
لگے تھے۔ ازہان اپنی مسکراہٹ چھپاتے بولا۔ ہم!! بیچارہ
گھبرا رہا ہے۔ کاوش ازہان کو گھورتے بولا۔ ہا ہا ہا۔۔
لالا۔۔ کیا بات ہے۔ سٹوڈنٹ پروفیسر آمنے سامنے۔۔

تم دونوں کے میں نے دانت توڑ دینے ہیں۔۔ کاوش احمد
ضرغام کو قہقہہ لگاتے دیکھ کر بولا۔ لالا۔۔ تنگ مت
کریں۔ اللہ اللہ کر کے بیوی والا ہو رہا ہے۔ شاہ میر اندر
داخل ہوتے بولا۔ تمہاری کمی رہتی تھی۔ ازبان شاہ میر کو
گھورتے

بولا۔ سالے صاحب۔۔ ماشا اللہ۔۔ کیا نکھرہ نکھرہ روپ
آیا ہے۔ اور ادھر تیری ہونے والی دولہن نے رورو کر
پورا کمرہ سر پر اٹھایا ہوا ہے۔ ازبان ہلکے سے مسکرا دیا۔

اس نے خود ہی تو بولا تھا۔ جتنا رونا ہے رو لیں۔۔ بعد میں
آنسو نادکھے آنکھوں میں مجھے۔۔

سب لڑکیاں تیار ہونے پر لگی ہوئی تھی۔ بیوٹیشن کو ہاشم
میں کر آیا تھا۔ اور اس کے ساتھ تین چار اسٹنٹ کو
بھی لانے کا بولا تھا۔

سب ہی ریڈی ہو چکی تھی۔ ہیزل نے پیلو کلر 40 کالانگ
قمیض جس کے اوپر وائٹ کٹ دار موتیوں کا کام ہوا تھا۔
اور نیچے چوری پاجامہ۔۔

زیب تن کیا ہوا تھا۔ اور ہلکا سا شیفون کا پیلو کلر کا ڈوپٹہ
گلے میں ڈالا تھا۔ بالوں کو سٹریٹ کر کے کھلا چھوڑا تھا۔

ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ انتہا کی حسین لگ رہی
تھی۔ میرال کو پیلو کلر کی چھوٹی کرتی اور لہنگا پہنایا تھا۔
اور سردی سے بچاؤ کے لیے اوپر پیاری سی یوجیکٹ
پہنائی

تھی۔ جو اس کے بابا نے اونٹلائن منگوائی تھی۔

ماں بیٹی سیم کلر کے ڈریس میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

عابیرہ۔۔ نے بھی ہیزل کے ساتھ کاڈریس پہنا تھا۔
صرف کٹ دار موتیوں کا کام گلابی کام ہوا تھا۔ عابیرہ نے
مانگ نکال کر بالوں کو کرل کیے اپنے شانوں پر چھوڑا تھا۔

میک اپ کے نام پر اس نے ہلکی سے لپسٹک لگائی تھی۔
وہ اتنے میں ہی شہزادی لگ رہی تھی۔ نائیکیشہ اور زمل
نے سیم پیلو کلر کا لہنگا کرتی پہنا تھا۔ جس پر گرین اور گلابی
موتیوں سے بہت نفیس کام ہوا تھا۔ اپنے لمبے بالوں کو
سٹریٹ کر کے کھلا چھوڑا تھا۔ دونوں سورج مکھی کے
پھول کی طرح دھمک رہی تھی۔ زمل نے اپنے بیٹے کو شاہ
میر کی طرح بلیک ڈریس پہنایا تھا۔ صرف سردی کے
لیے چمک والی جیکٹ پہنائی تھی۔ امان کو بھی ارزان کی
طرح ڈریس پہنایا تھا۔ دونوں شہزادے اپنے بابا کو بھی

پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ امان ارزان کو میرال اور عائشہ کے
ساتھ بیٹھایا تھا۔

چاروں کھینے میں مگن تھے۔ عائشہ کو پیلو گرین فراک
پہنایا تھا۔ جس میں وہ کوئی ننھی سی پری لگ رہی تھی۔
البتہ عشنا ان سے کافی چھوٹی تھی۔ جسے ہیزل نے پکڑا
ہوا تھا۔ ماما اس کی ریڈی ہو رہی تھی۔ آئزہ اور علینہ نے
پاؤں کو چھوتی فراک پہنی تھی۔ جس پر دھاگے کی پیلو
ریڈ کڑا ہی ہوئی تھی۔ پیٹ پر نیٹ ہونے کی وجہ سے
دونوں کے پیٹ ہلکے سے نظر آرہے تھے۔ دونوں ہی
آسمان سے اتری پڑی لگ رہی تھی۔ ماہی اور نور نے سیم

ڈریس پہنے تھے۔ لانگ شرٹ کے نیچے پلازو پہنا ہوا تھا۔
دونوں ہی غضب لگ جھے ہوا تھا۔ دونوں رہی تھی۔
سب نے پیلو ہی پہنا ہوا تھا۔

میرب کو ابھی ریڈی کر رہے تھے۔ اس نے رورو کر اپنا
میک اپ خراب کر لیا تھا۔ سب اسے چپ کروانے کی
کوشش میں لگے تھے۔ پروہ چپ ہونے کا نام ہی نہیں
لیں رہی

تھی۔ اسے شدت سے اپنوں کی یاد ستار ہی تھی۔ پیلو سلیو
لیس شرٹ میں جس کے اوپر یلو ہی کام بہت ہی نفیس
طریقے سے ہوا تھا۔ اور اندر کہی کہی جگہ پر ریڈ موتی

ڈریس کی خوبصورتی بڑھا رہے تھے۔ کھلا پلازواس کے
اوپر شارٹ کرتی اس پر بہت بیچ رہی تھی۔ پاؤں میں پیلو
ہی خُسا پہنا تھا۔ لمبے بالوں کو کرل کیا ہوا تھا۔ اتنے میں ہی
اس پر ٹوٹ کر روپ آیا تھا۔ میکے آپ خراب ہونے کی
وجہ سے بھی وہ انتہا کی خوبصورت لگ رہی تھی۔

سیاہ سرخ آنکھیں رورو کر لال ہوئی تھی۔ دیکھے چُپ کر
جائے کا جل پھیل رہا ہے۔ بیوٹیشن اس کے ماتھے پر
پھولوں کی بنی بیندیاں لگاتے بولی۔ یارر میرب کیا ہو گیا
ہے۔ اب اپنی شادی پر روتا کون ہے۔ ماہی اس کے پاس
آتے بولی۔ میں کیا کروں۔۔ میرے آنسو خود باخود نکل

رہے ہیں۔ وہ معصومیت سے آنکھیں پیپٹاتے بولی۔ کیا
میں اندر آ جاؤں۔۔ بہرام سب کو ایک ہی جگہ جمع دیکھ
کر بولا۔ جی لالا۔۔ آ جائے۔۔ آئزہ فوراً اپنے لالا کی
طرف بڑھتے بولی۔

بہرام کی نظر اپنی خاناں پر پڑی اور بے ساختہ ہی منہ
سے ماشا اللہ نکلا۔۔

گڑیا۔۔ میرب کو ڈوبٹہ اُڑو۔۔ مولوی صاحب کو لیں
کر لالا آرہے ہیں۔ ٹھیک ہے لالا۔۔ آئزہ اور ماہی نے
فوراً بیڈ سے ڈوبٹہ پکڑتے میرب کے سر پر اوڑایا۔۔

جس کے اوپر ازبان کی دو لہن لکھا تھا۔ کیا بات میری
خاناں کو تو پوری دھمک رہی ہے۔ بہرام ہیزل کے پاس
آتے اس کے کان کے قریب جھک کر بولا۔ خان۔۔ کیا
کر رہے ہیں۔ سب یہی

ہے۔ ہیزل سُرخ چہرے کے ساتھ بولی۔۔ اور عشنا کو
اپنے کندھوں سے لگاتے بیڈ پر بیٹھے بچوں کی طرف بڑھ
گئی۔ دروازے سے اندر داخل ہوتے سلطان پاشا جس
کو شاہ میر نے سہارا دیا ہوا تھا۔ اور پیچھے مولوی کے ساتھ
دامیار اور عاصم اندر داخل ہوئے۔ سب نے انہیں
دیکھتے اچھے سے ڈوبٹہ سر پر لیا۔

میرب کو صوفے پر لا کر بیٹھایا۔ اور تھوڑا فاصلے پر مولوی
صاحب کو بیٹھایا۔ پاشا صاحب میرب کے پاس بیٹھے اور
اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ حویلی کی بڑی عورتیں نیچے
تھی۔ صرف رانیہ بیگم تھی سب کے پاس۔۔ ہاشم جا کر
علینہ کے پاس کھڑا ہوا۔ ہم !! میں نے کہا تھا اتنا تیار مت
ہونا۔ میری بات کیوں نہیں مانی۔ ہاشم اس کے
خوبصورت سراپے کو دیکھ کر بولا۔ میری مرضی۔۔ میرا
دل کر رہا تھا۔ میں تیار ہو گئی۔

علینہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

کیا ہو گیا آپی۔۔ آہستہ بولیں۔۔ نائیشہ علینہ کے اونچا
بولنے پر غصے سے بولی۔

تم پٹاخہ چُپ رہو۔ ضرغام تمہیں بلارہا ہے۔ جاؤ۔۔ علینہ
نائیشہ کیا دھیان دروازے سے باہر کھڑے ضرغام کی
طرف کرتے بولی۔

نائیشہ نے بامشکل تھوک نگلا۔ وہ ضرغام کو اگنور کرتے
امان کو اپنی گود میں لیں گئی۔ ضرغام دانت پیستے واپس
پلٹ گیا۔ تھوڑی دیر میں نکاح شروع ہوا۔

میرب از میرخان کیا آپ کو ازہان خانزادہ حق مہر بیس
کروڑ اپنے نکاح میں قبول ہے۔

میرب حق مہر سنتے ساکت ہوئی۔۔ وہ کچھ بول ناسکی۔
دامیار نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

میرب کی لرزتی ہوئی آواز گونجی۔۔۔ "قب۔۔ قبول
ہے۔۔۔"

دوسری بار پوچھا گیا۔۔۔ "قبول ہے۔۔۔" تیسری بار
بھی قبول ہے جواب آیا۔ وہ ہمیشہ کے لیے ازہان کے

نصیب میں لکھ دی گئی تھی۔ سائن کے بعد سب نے دعا
کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ دعا ختم ہونے کے بعد۔۔ سلطان
پاشا نے اس کا ماتھا چوما اور دعا دی۔ مرد وہاں سے چلے
گئے تھے۔ سب نے میرب کو گلے سے لگا کر مبارکباد
دی۔۔ چلو۔۔ نیچے لیں آؤ۔۔ رسمیں شروع کریں۔
رانیہ بیگم ان سب کو بول کر باہر نکل گئی۔

ازہان خانزادہ کیا آپ کو میرب از میر خان حق مہر
بیس کروڑ اپنے نکاح میں قبول ہے۔

جی قبول ہے۔۔

مردان خانے میں بھاری مردانہ آواز گونجی۔

قبول ہے۔۔۔۔"

ازہان کے کہنے پر۔۔۔ اس کے والد کا نام نہیں تھا لکھوایا گیا۔

پر ازہان کے نام کے ساتھ اُس کی ذات ضرور منسوب کروائی تھی۔ اس کا کہنا تھا۔ اس کے لیے سلطان پاشا بہت معنی رکھتے ہیں۔

قبول ہے میرب مجھے۔۔۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ اس
کے میرب کہنے پر سب مسکرا دیے۔ نکاح ہو چکا تھا۔
سب نے ازہان کو مبارکباد دی۔۔ ازہان اپنے بابا کے
پاس آتے ان کے دونوں ہاتھ چوم لیے۔ بابا آپ کی
خواہش پوری کر دی۔۔ ہم!! اب میں آرام سے مر سکتا
ہوں۔ سلطان پاشا اس کا ماتھا چومتے بولا۔ ازہان تڑپتے
ہوئے ان کے سینے سے لگ گیا۔ بابا مت بولا کریں۔
زندگی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ پر جب آپ اپنے
منہ سے بولتے ہیں دل سنبھل نہیں پاتا۔۔ ازہان خم آواز
میں بولا۔ سب ان کو خم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔
کہی سے بھی نہیں لگ رہا تھا۔ ازہان ان کا بیٹا نہیں۔۔

لیں ازہان۔۔ چل چھوڑ پاشاکو۔۔۔ ان کو روم میں لیں
کر جانا ہے۔ زیادہ شور شرابہ ان کی طبیعت خراب ہو سکتی
ہے۔ شاہ میر اس کے کان میں سرگوشی کرتے بولا۔ ماشا
اللہ۔۔ میرا شیر آیا ہے۔

سلطان پاشا تبریز سے مسکراتے بولے۔ شاہ میر تبریز کو
دیکھتے دانت پیس گیا۔

پاشا صاحب کیسے نا آتا۔۔ اتنے احسان ہے آپ کے
م۔ جھپر۔۔ وہ ان سے سر پر پیار لیتے بولا۔

پاشا صاحب مسکرا دیے۔۔ حمزہ اپنے دادا کے ساتھ آیا
تھا۔ دونوں حاکم صاحب کے پاس بیٹھے تھے۔
علیزے۔۔۔ زارا کے ساتھ زنان خانے میں چلی گئی
تھی۔



مہندی کی رسمیں شروع ہو گئی تھیں۔ ازہان اور میرب کو
ساتھ بیٹھایا گیا تھا۔ ازہان تو میرب کا خوبصورت قیامت

جیسا روپ دیکھ کر مبہوت ہی تورہ گیا تھا۔ دونوں ساتھ
بیٹھے چاند سورج کی جوڑی سے کم نہیں لگ رہے تھے۔

مہندی اسے تیار ہونے سے پہلے ہی لگادی گئی تھی۔
سیدھے ہاتھوں پر مہندی لگا کر ازہان کا نام زمل نے
لکھوایا تھا۔ میرب دھک دھک کرتے دل کے ساتھ
اپنی گھبراہٹ کو قابو پائے اس کے قریب بیٹھی ہوئی
تھی۔ ازہان اس کے ہاتھوں کی لرزاہٹ دیکھ کر اپنی ہنسی
دبارہا تھا۔

سب چھوٹے شہزادے اور شہزادیوں کو ان کے بابا
سنجانے پر لگے ہوئے تھے۔ اور حویلی کی عورتیں نیچے
بچھے قالین پر بیٹھی ہوئی اور کی تھی۔ اور اپنی سریلی
سُریلی آواز پر

گانے گنگنا رہی تھی۔ زار اپلو کلر کی ساڑھی میں ملبوس
ان کے ساتھ بیٹھی تالیاں بجا رہی تھی۔

لیں میں ہن گئیاں تیری ہو سوہنیاں لیں میں ہن گئیاں
تیری ہو سوہنیاں عابیرہ نے جیسے ہی میوزک اوون کیا۔
گانے کے

شروع ہونے لگے۔

"لیس میں ہن گئیاں تیری ہو سوہنیاں"

"لیس میں ہن گئیاں تیری ہو سوہنیاں"

ازبان نے میرب کی گھبراہٹ اور گانے کے بول سنتے
بے اختیار دل دھڑکا۔

"آج تو نہیں آں اسی دو سوہنیاں۔۔۔۔"

"لیس میں ہن گیاں تیری ہو سوہنیاں"

نامیشہ اور نور اٹھ کر سلوموشن میں سٹیپ لینے لگی۔ سب
کی لاؤنج میں چچیں گونجی۔۔

"اکھیاں تو دور ناہو سوہنیاں۔۔۔"

"آج تو نہیں آں اسی دو سوہنیاں۔۔۔"

احمد اور ضرغام کی نظر بے اختیار اپنی اپنی حسینا پر پڑی۔
تو بے اختیار ہنس پڑے۔۔ اور ساتھ بڑے اٹھ کر باری
باری دونوں کو ہلدی لگانے لگے۔۔

"لیس میں ہن گئیاں تیری ہو سوہنیاں۔۔۔۔"

"لیس میں ہن گئیاں تیری ہو سوہنیاں۔۔۔۔"

علینہ اور ماہی اُٹھتے نور اور نامیشہ کے درمیان آتے اپنے
ہاتھوں سے بلائیں لیتے سٹیپ لینے لگی۔

میرب کا دل بے ساختہ دھڑکا۔ اور ازہان کو دیکھنے کی
کوشش کی۔۔۔ پر شرم و حیا سے نظریں واپس جھکا گئی۔

علیزے حمزہ کے قریب سے اُٹھتی زمل کے پاس بیٹھی۔
یک دم گانا چنچ ہوا۔۔۔ سب نے زور سے ہوٹینگ

لگائی۔۔

"ساجن تجھ سے پیار کی لڑائی میں۔۔۔"

"ٹوٹ گئی چوڑیاں کلائی میں۔۔ کلائی میں۔۔۔"

علینہ ڈانس کرتے ہاشم کے پاس آئی اور اپنی چوڑیاں آ
گئے کر گئی۔

ہاشم بے اختیار مسکرا دیا۔ اور اس کی چوڑیوں سے بھری
کلائی کو تھامتے اپنے لبوں سے لگا گیا۔ اووو۔۔۔ سب کی
اووو کی آواز لاؤنج میں گونجی۔

"پائل کا جل کنگن دامن۔۔۔"

"سارے تجھے ہی بلائیں۔۔۔"

آجاسا جن۔۔ آجاتیرے اپنے تجھے بلائیں۔

علینہ ہاشم کے سینے سے لگتے اس کی طرف دیکھا۔

سب کی توجہ ان کی طرف تھی۔

ہاشم نے بے اختیار اس کے گرد بازو باندھ دیے۔

مہک بیگم نے اپنی بہو اور بیٹی کی ڈیڑھ ساری بلائیں لی۔

پھر سے گانا چلیج ہوا۔۔۔ دامیار نے غصے سے پاس
کھڑے شاہ میر اور ضرغام کو گھوری سے نوازہ۔ جو چلیج پر
چلیج کر رہے تھے سونگ۔۔

"آیا قریب توں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"چھولوں میں تیری روں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"بن تیرے میں ہوں نشاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"سمندر میں کنار اتوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"جو بکھروں میں سہارا توں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

گانے کے بول سنتے سب لڑکیوں کے دل اچھل کر باہر
آئے۔ بہرام اور ہیزل ازبان اور میرب کے پاس بیٹھے
ان کو ہلدی لگانے لگے۔

میرب کی سوسوسوں کرتی آواز چلتی سانسوں کے ساتھ
تھم گئی۔

آگے گانا چلتا بہرام کی گھوری پر وہ جٹ سے بند کر گئے۔
احترام بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ اور اس وقت سب بڑے
بیٹھے ہوئے تھے۔

گانا بند ہونے کے بعد سب کیل نے باری باری آکر ہلدی
لگائی۔

رسمیں ختم ہونے کے بعد سب نے مل کر کھانا کھایا۔

کمینے۔۔۔ کب تک منہ پھولانے کا ارادہ ہے۔۔۔ تبریز اس
کے پاس آتے بولا۔۔۔ جو کسی بچے کو گود میں اٹھائے اسے
گدگدی کر رہا تھا۔ شاید اسی کا بیٹا تھا۔ ماشا اللہ۔۔۔ بہت
پیارا ہے تمہارا بیٹا۔۔۔ تبریز ارزان کے گال پر کس کرتے
بولا۔

ہم!! تم نے کونسا مجھے بلا لیا۔ شاہ میر شکوہ کر رہا تھا۔ ہاں تو
توں بھلا لیتا۔۔ تبریز سامنے ازہان کو دیکھتے بولا۔

ہم!! غلطی تمہاری تھی۔ تم کو بھلانا چاہیے تھا۔ مجھے
نہیں۔۔ شکوہ کر رہا ہے۔۔ تبریز اس کے شکوے پر
مسکراتے بولا۔۔ نہیں بتا رہا ہوں۔۔

شاہ میر سپاٹ چہرے سے بولا۔۔ کیا میرے مرنے پر
بھلانے کا ارادہ ہے۔

تبریز اس کی سرخ آنکھوں میں دیکھتے بولا۔ شاہ میر کچھ
پل خاموش رہا۔۔ پھر تبریز کی طرف دیکھا جس کی
آنکھوں میں نمی تھی۔

کمنے۔۔۔ مرنا اتنا آسان ہے۔ شاہ میر اس کے منہ پر مکا
مارتے بولا۔ تبریز اس کے مارنے والے انداز پر مسکرا
دیا۔۔

قسم سے سینے سے لگالیں۔۔ یار رر کی باہوں میں مرنے کا
الگ ہی مزا ہے۔ تبریز اس کی طرف باہیں پھیلائے بولا۔

شاہ میر جٹ سے اس کے گلے لگا۔

ازبان دور بیٹھا مسکرا دیا۔۔ دونوں بے اختیار ایک
دوسرے کو گلے لگائے کھڑے تھے۔

ارزن کی رونے پر دونوں ہوا کی تیزی سے پیچھے
ہوئے۔۔ میرا شہزادہ۔۔ بس بس۔۔ شاہ میر ارزان کے
رونے پر فکر مندی سے بولا۔

اب کہی نہیں توں جا رہا۔۔ ادھر ہی رہ۔۔ شاہ میر حمزہ
کو دیکھتے بولا۔ جو علیزے کے ساتھ انہی کی طرف آ رہا
تھا۔ نہیں لیں کر جا رہا۔۔ بے فکر رہ۔۔ حمزہ اس کے

کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا۔ شاہ میر اسے دیکھتے مسکرا دیا۔
مجھے اجازت دو۔۔ دادا صاحب گاڑی میں پہنچ گئے ہیں۔
حمزہ ار مغان خان کا بتاتے بولا۔۔ ہم جا۔۔۔ اپنے دادا کے پاس۔۔۔ ایویں۔۔ پیناڈول دینی پڑ جائے گی۔ شاہ
میر قہقہہ لگاتے بولا حمزہ گھورتے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

میر ب کے طبیعت خراب ہونے پر اسے اس کے روم
میں لیں گئے۔

بھا بھی۔۔ میرب بھا بھی کو بخار ہو رہا ہے۔ ایسے اچانک
بخار۔۔ سب حیران پریشان میرب کے آس پاس بیٹھی
تھے۔

زل بے فکر رہو۔۔ اسے آرام کرنے دو۔۔ اپنی بہن کو
بھلا نہیں پار ہی۔۔ ٹائم لگے گا۔ ہیزل اس کے کندھے پر
ہاتھ رکھتے بولی۔۔ کیا میں مل سکتا ہوں۔۔ میرب
سے۔۔ ازہان۔۔ اس کمرے کے دروازے کے پاس
کھڑے ہوتے بولا۔ سب نے چونک کر دروازے کی
طرف دیکھا۔ نہیں بھائی۔۔ آج نہیں صبح جی بھر کر دیکھ
بھی لیجئے گا۔ اور مل بھی۔۔

زل اپنے بھائی کے پاس آتے بولی۔ گڑیا سمجھنے کی
کوشش کرو۔۔ یارر نکاح ہو گیا ہے۔ اب کیا مسئلہ ہے۔
ازبان زل کے گال پر کس کرتے بولا۔۔

اچھا اچھا۔۔ مل لیں۔۔ زیادہ نکاح کا روعب جھاڑنے کی
ضرورت نہیں۔۔ زل کے اجازات پر بیڈ پر لیٹی میرب
کی پسینے سے ہتھلیاں بھگنے لگی۔۔

سب لیڈیز۔۔ مسکراتے ہوئے باہر نکل گئی۔ ازبان
دروازہ بند کرتے میرب کی طرف بڑھا۔۔

میرب اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر زور سے آنکھیں
بند کر گئی۔ ازہان اس کے غیر ہوتی حالت دیکھتے بے
اختیار مسکرا دیا۔

میرب اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر زور سے آنکھیں
بند کر گئی۔ ازبان اس کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر بے
اختیار مسکرا دیا۔ چیخ نہیں کیا میری حسینا۔

ازبان اس کے پاس بیٹھتے اس کے ماتھے کو اپنے ہاتھ سے
چھو کر بولا۔ میرب اس کے ہاتھ کے ٹھنڈے لمس پر خود
میں سمٹ گئی۔

میڈلسن لی۔ اس کے نابولنے پر وہ پھر وہ پھر سے بولا۔
میرب نے آنکھیں کھولی اور اسے اپنے اتنے قریب بیٹھے
دیکھ کر بامشکل تھوک نگلا۔

جی۔۔۔ وہ۔۔۔ میڈلسن لی ہے۔ میرب ہچکچاتے بولی۔
ازبان اس کی روئی کالی سرخ آنکھیں دیکھ کر جھکتے اس کی
آنکھوں پر باری باری پیار کیا۔

میرب کا دل اچھل کر باہر "سے چہرہ آیا۔ شرم سے سرخ
پر گیا۔ جانے کیا تھا اس کے لمس پر وہ مسمر اتر ہو چکی
تھی۔

نکاح مبارک "جان ازبان" وہ اس کی پیشانی پر لب رکھتے
بولا۔ میرب دھڑکتے دل کے ساتھ اٹھ بیٹھی۔ اور پاس
پڑا ڈوبٹہ اپنے سینے پر پھیلا لیا۔ ازبان اس کی شرم و حیا پر
اس کے نقوش کو دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اس کی کمر میں
ہاتھ ڈالتے اپنے قریب کیا۔

آہہ۔۔ اچانک اس کے گلے سے چیخ نکلی۔ کیا ہوا۔۔ جان
ازبان میرب کی چیخ پر وہ اپنی مسکراہٹ دباتے بولا۔

پلیز۔۔ آپ جائے یہاں سے۔۔ مجھے سونا ہے۔ میرب
نم آنکھوں سے دیکھتے بولی۔ اوپر سے فجر کی اذان ہونے
والی تھی۔ بخار سے پہلے ہی سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ اوپر
سے ازہان کے بے باک لمس اس کی پچی کچی سانسیں
نکال رہا تھا۔

اس میں کیا ہے۔ چلو ابھی سوتے ہیں۔ ازہان اپنے پاؤں
شوز سے آزاد کرتے بولا۔

نہیں میں سو جاؤں گی۔ میرب کی پھنسی پھنسی آواز نکلی۔
اس کے ارادے اور مسکراہٹ سمجھ کر اپنے ارد گرد
خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہوئی۔

کیوں میرے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ وہ اس کی سینے پر پھیلے
ڈوبے کونا گواریت سے دیکھتے بولا۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔
وہ اس ہے۔ وہ اس کی قربت پر خوف بولی۔ ازہان کے
کھنی مونچھوتلے دبے عنابی ہونٹوں کو مسکراہٹ نے
آچھوا۔

کچھ نہیں کروں گا۔ صبح جب رخصت ہو کر میرے روم
میں آؤ گی۔ تب سارے حق بے باق کرنے کا ارادہ رکھتا
ہوں۔ ابھی صرف تمہیں محسوس کرنا چاہتا ہوں۔ وہ
اسے بیڈ پر لیٹاتے خود اس کے ساتھ لیٹتے بولا۔
میرب سانس رو کے اس کے گلون کی خوشبو میں اس کی
آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

پلیز۔۔ ازہان۔۔ میرب نم آواز میں بولی۔

نو میرب ازبان پاشا۔۔۔ آج تمہاری سانسوں کا رقص
سننا ہے۔ وہ اس کے اوپر نیچے ہوتے سینے کو گہری
نظروں سے دیکھتے بولا۔

ازہان۔۔۔ وہ شرم سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ گئی۔

دونوں کے دل ایک ساتھ دھڑک اُٹھے۔ میرب
شرمندہ سی اپنا ہاتھ ہٹانے لگی۔ ازہان فوراً پکڑ کر اپنے
لبوں سے لگا گیا۔ مجھے لگتا ہے۔ تم مجھے عنقریب پاگل کر
دو گی۔

ازبان اس کے سُرخ چہرے کو دیکھتے بولا۔ اور نرمی سے
اس کے لبوں کو چوما۔ میرب بھری بھری آنکھیں
پھیلائے دیکھنے لگی۔

مت پھیلاؤ اپنی حسین آنکھیں۔۔ وہ اس کو بے باکی سے
اپنے ساتھ لپٹائے بولا۔ پلیز جائے۔۔ وہ اس کے چھونے
پر تڑپتے بولی۔

ہمم!! اگر میں چلا گیا تو بعد میں رونا دھونا شروع کر دینا۔
وہ اس کی پانی سے بھری آنکھوں کو دیکھتے بولا۔ پہلے ہی
ان آنکھوں پر بہت ظلم کر لیا ہے۔ اب مزید نہیں مجھے
تمہاری آنکھوں میں نمی بھی ناقابل قبول ہے۔

یہ آنسو کبھی نہیں رکنے والے یہ میری زندگی کا حصہ
ہے۔ جب جب فیری کا چہرہ سامنے آتا ہے۔ خود باخود
نکل آتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے۔ جب میں چودہ سال کی
تھی۔ جب ماما بابا چلے گئے۔ فیری کو کی دیکھ بھال میں نے
ہی کی تھی۔ اس کے کھانے پینے یہاں تک کے ہر چیز کا
میں نے خیال رکھا ہے۔ ماں بن کر پالا تھا۔ چچی تو ہم
دونوں کو منہ بھی نہیں لگاتی تھی۔ بہت ظلم سہے ہے۔
اپنی پڑھائی چھوڑ کر ڈاکٹر کا کورس کر کے اٹھارہ سال کی
عمر میں ہو اسپتال میں جو ب شروع کر دی۔

صرف اپنی فیری کے لیے۔۔ اب وہ نہیں ہے۔ سب ختم
ہو گیا ہے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے ازبان کے سینے سے
لگے بتانے لگی۔

بس میری جان۔۔۔ وہ وقت گزر گیا ہے۔ میں وعدہ
کرتا ہوں۔ تمہاری آنکھوں میں آنسو کبھی نہیں آنے
دوں گا۔ چلو شاباش اب رونا نہیں۔ سو جاؤ۔۔۔ پہلے ہی
بخار ہے۔ اب مزید بیمار نا پڑھ جانا۔ ازبان فکر مندی سے
اپنے سینے سے لگاتے بولا۔ آپ نہیں جائے گئے۔ اگر تم
جلدی سو گئی تو ضرور چلا جاؤں گا۔ ازبان مسکراتے
ہوئے بولا۔ میرب نے فوراً آنکھیں بند کر لی۔ ازبان اس

کی پھرتی پر قہقہہ لگانے کا دل کیا۔ پروہ اندر ہی اندر دیا
گیا۔

سب تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ بہرام۔۔ عاصم اور
کاوش باہر لان میں سارا اریجنٹ کروارہے تھے۔ دامیار
اور ہاشم بیٹھے آج کے مینیو کے لیے ڈسکس کر رہے
تھے۔ احمد اور ضرغام بھی ان کے پاس بیٹھے تھے۔ باقی
سب بڑے مردان خانے میں بیٹھے تھے۔

شاہ میر اور تبریز پول سائیڈ پر بیٹھے باتوں میں مگن تھے۔
گھر کی عورتیں اپنی تیاریوں میں لگی ہوئی تھی۔ بارات کا
ٹائم چار بجے کا تھا۔ گیارہ تو ویسے ہی بج گئے تھے۔

سب اپنے اپنے ڈریس سلیکٹ کرنے پر لگی ہوئی تھی۔

یار میر ب۔۔ اتنا بلش کیوں کر رہی ہو۔ علینہ اور عابیرہ
میر ب کو چھیڑتے بولی۔

ہم!! یقیناً ازبان بھائی کو یاد کر کے بلش کر رہی ہو۔

نہیں تو۔۔ میں کیوں اُن کو یاد کرنے لگی۔ میرب تھوڑا
نروس ہو کر بولی۔

ہمم!! دیکھو کیسے لال پیلی ہو رہی ہے۔ عابیرہ اس کے
کندھے سے کندھا مارتے بولی۔ میرب کا چہرہ گلاب کی
طرح سرخ بڑا۔

ارے ارے دیکھو۔۔ ہماری گلابو۔۔ ماہی اس کی ٹھوڑی
کو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں میں لیتے بولی۔ میرب ہلکا سا
شرماتے اپنے ہاتھوں میں چہرہ چھپا گئی۔ ازہان کی بے
باک بھری سرگوشیاں ابھی بھی اس کے کانوں میں گونج

رہی تھی۔ یا اللہ لڑکیوں ابھی تک ریڈی نہیں ہوئی۔

مہک بیگم کمرے میں داخل ہوتے بولی۔

اور یہ دو لہن کو بھی ایسے ہی بیٹھایا ہوا ہے۔ بس

مورے۔۔۔ میرب کاڈریس ریڈی کر رہے تھے۔ بس

سحرش کرنے ہی لگی ہے۔ ہیزل اپنی مورے کو دیکھ کر

بولی۔

ٹھیک ہے چار گھنٹے تم لوگوں نے ریڈی ہونے پر لگا دینے

ہیں۔ سحرش بیٹا دو لہن کو تو ریڈی کرو۔

مہک بیگم بیوٹیشن کو دیکھتے بولی۔

ہی مجھے ساڑھی پہنی ہے۔ پر مجھے پہننے نہیں آتی۔
علیزے اپنے سامنے سارے کپڑے پھیلانے بیٹھی تھی۔
جو کچھ دن پہلے حمزہ نے اسے اسلام آباد کے سب سے
بڑے مال سے دلائے تھے۔ اب وہ سب پھیلانے بیٹھی
تھی۔ میری جان کچھ بھی پہن لو۔۔ سب سوٹ کرتا ہے

تم پر۔۔ حمزہ لیپ ٹوپ پر جلدی جلدی انگلیاں ٹائپ
کرتے بولا۔ علیزے نے منہ بسور کر حمزہ کو دیکھا۔ ہی۔۔
مجھے ساڑھی پہنی ہے۔ وہ اس کے سامنے دھڑام سے
ساڑھیاں پھینکتے بولی۔ حمزہ نے پہلے ساڑھیاں پھر اپنے
معصوم بچے کو دیکھا۔ ہی کی جان۔۔ پہن لو۔۔ پر مجھے
نہیں پہننی آتی۔ وہ اس کی بات کاٹتے بولی۔ میں کس لیے
ہوں۔۔ تم ساڑھی سلیکٹ کرو۔۔

پہنا میں خود دوں گا۔ حمزہ اس کے نرم و ملائم ہاتھوں کو
پکڑتے سہلاتے بولا۔ علیزے شرماتے ہوئے سر جھکا
گئی۔ اب کیا ہوا۔۔ حمزہ اسے شرماتے دیکھ کر بولا۔ کچھ

نہیں۔۔۔ آپ مجھے بتائیے گا۔ میں خود پہن لوں گی۔

علیزے وہاں سے ساڑھیاں اٹھاتے بیڈ پر جا بیٹھی۔ نو

میرا بے بی۔۔ میں اپنے ہاتھوں سے پہناؤں گا۔ حمزہ

واپس لیپ ٹوپ میں گھسے بولا۔

علیزے اس کی نکل اُتارتے گولڈن کام والی ساڑھی

اپنے لیے نکالنے لگی۔ باقی ساڑھی کے بلاؤز اس ساڑھی

کی نسبت زیادہ چھوٹے تھے۔ اس لیے گولڈن نکالی۔

کچھ ہی گھنٹوں میں سب ریڈی ہو گئے تھے۔ اور نیچے لان

کو بہت ہی خوبصورت طریقے سے سجایا گیا تھا۔ سامنے ہی

سٹیج جس کے پیچھے ریڈ وائیٹ پھولوں کے گلہ ستنوں سے
سجایا گیا تھا۔

اور بڑے بڑے سے لیمپ درمیان میں رکھے گئے تھے۔
اور سائیڈوں پر صوفے اور ان کے درمیان بڑا سا شیشے کا
ٹیبل رکھا ہوا تھا۔

ہر جگہ فاصلے پر اس طرح کے صوفے اور شیشے کے ٹیبل
رکھے ہوئے تھے۔

زمل نے لائیٹ بے بی پینک کی میکسی زیب تن کی ہوئی
تھی۔ اور اس میں کام گولڈن اور پریل کلر کے موتیوں کا

ہوا تھا۔ شاہ میر اور ارزان نے سیم ڈریسنگ کی تھی۔
دونوں کے پینٹ کوٹ بلیک کلر کے تھے۔
اس وقت تینوں لان میں کھڑے اس قدر حسین لگ
رہے تھے۔

عابیرہ اور ماہی ریڈ کلر کی ساڑھی پہنے کوئی کھلتا گلاب ہی
لگ رہی تھی۔

کاوش لائٹ مہرون پینٹ کوٹ پہنے انتہا کا غضب لگ رہا
تھا۔ اور اس کو ٹکڑے دینے والا اس کا شہزادہ امان سب کی
نظروں کا عکس بنا ہوا تھا۔ دامیار اور بہرام نے آج بھی

بلیک ہی ڈریسنگ کی تھی۔ دونوں ہی بلیک کلر پہنے سب کی
نظروں کا مرکز بنے ہوئے تھے۔

ہیزل اور میرال نے بھی بہرام سے میچینگ ڈریس پہنے
تھے۔ اس وقت وہ شعلہ جواں بنی اپنی بیٹی کو سنبھالنے
پر لگی ہوئی تھی۔ جو باری فراک میں اپنے ننھے ننھے پاؤں
سے چلنے کی کوشش کر رہی تھی۔

علینہ نیوی بلیو کلر کی کام دار میکسی پہنے ہاشم کر کی دار با شیم
کے ساتھ بیٹھی انتہا کی خوبصورت لگ رہی تھی۔

ہاشم بھی نیوی بلیو شلوار قمیض پہنے اپنی حسین بیوی پر
نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

نانکیشہ بلیک ساڑھی پہنے اس وقت اپنے ضر کی نظروں کا
مرکز بنی ہوئی تھی۔

جو کل خاص اس کی فرمائش پر لیں کر آیا تھا۔ زارا اور
تبریز۔۔۔ باہر لان میں بڑوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ آج
انہیں نے بارات کا فنکشن اٹینڈ کرتے ہی نار ان کاغان

کے لیے نکلنا تھا۔ احمد اور نور رات ہی اسلام آباد چلے گئے تھے۔ احمد کو کچھ ضروری کام آگیا تھا۔

میرب اس وقت ڈیپ مہرون بھاری کام دار لہنگا جس کے اوپر شارٹ بلاؤز تھا۔ دودھیا پیٹ اس کا پوری طرح نظر آرہا تھا۔ پیٹ کے اوپر آئہ چین باندھ رہی تھی۔

میرب پر ٹوٹ کر روپ آیا تھا۔ وہ اس وقت انتہائی خوبصورت لگ رہی تھی۔ ناک میں پہنی نوز پن جس کے ساتھ باریک موتی کی لڑی گال سے ہوتے بالوں پر پن سے لگایا تھا۔ جو اسے سب سے حسین بنا رہی تھی۔ ماشا

اللہ۔۔ بہت پیاری لگ رہی ہے۔ اللہ تمہیں سب کی
نظروں سے بچائے۔

آئزہ اس کی حسین چہرے کو دیکھتے بولی۔ اتنی سردی میں
بھی میرب کے ماتھے پر شبیہ قطرے دکھ رہے تھے۔
جسے بار بار آئزہ ٹشو سے صاف کر رہی تھی۔ مجھے بہت ڈر
لگ رہا ہے۔ میرب اپنی گھبراہٹ کو چھپاتے بولی۔ میری
جان۔۔ سب کو شروع شروع میں ڈر ہی لگتا ہے۔ تم میں
بے فکر رہو۔ ازہان بھائی تمہیں اپنی محبت سے سمیٹ
لیں گئے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ آئزہ کی بات پر
سارے جسم خون نچڑ کر چہرے پر آ جمع ہوا۔

آئزہ نے مسکراتے ہوئے اس کی گھبراہٹ کم کرنے کی
کوشش کی۔ اس وقت بیوٹیشن اسے تیار کر کے چلے گئی
تھی۔ آئزہ میرب کے پاس تھی۔ باقی سب نیچے لان میں
چلے گئے تھے۔ سب مہمان آچکے تھے۔ عائلہ اور نایمہ
بیگم اسلام آباد گئی تھی۔ اچانک ان کی پھوپھو کی طبیعت
خراب ہونے کی وجہ سے انہیں جانا پڑا۔ ابھی صرف
نائلہ اپنے کزن صائم کے ساتھ فنکشن اٹینڈ کرنے آئی
تھی۔ فنکشن اٹینڈ کرتے پھر واپسی چلے جانا تھا۔ کچھ
گاؤں سے سرداروں کو مدعو کیا گیا تھا۔ سلطان پاشا اور
ازہان کے بزنس پارٹنر بھی آئے تھے۔ حمزہ علیزے اور

اس کا بڑا بھائی بازل اپنی فیملی کے ساتھ آیا تھا۔ سب کو
بارات پر انوائٹ کیا تھا۔

آئزہ بیٹی۔۔۔ سب مہمان آگئے ہیں۔ میرب کو نیچے لیں
کر چلنا ہے۔ زمل آرہی ہے اس کے ساتھ مل کر میرب
کو نیچے لیں آؤ۔ رانیہ بیگم میرب کے کمرے میں آتے
بولی۔

ٹھیک ہے پھوپھو جان۔۔۔ ہم آرہی ہیں۔ آئزہ اپنی
پھوپھو کی بات پر مسکراتے ہوئے بولی۔

ازہان۔۔۔ بلیک شیروانی پہنے سامنے سیٹج پر رکھے
صوفے پر بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ عاصم کاوش اور بہرام
بیٹھے۔ بلیک شیروانی میں نظر لگ جانے کی حد تک پیارا
لگ رہا تھا۔ ارزان بہرام کی گود میں بیٹھے اپنے ماموں کو
دیکھے جا رہا تھا۔

لالا ارزان کے پینٹ کوٹ کاڈیزائن ازہان سے ملتا جلتا
تھا۔ سامنے لان میں اینٹر ہوتی اپنی دو لہن پر نظر پڑتے
ہی نظریں سامنے رک گئی۔

وہ جیسے جیسے قدم سیٹج کی طرف بڑھا رہی تھی۔

ویسے ویسے ازہان کا دل دھڑک رہا تھا۔ سب ہی اسے
نظر بھر بھر کر دیکھ رہی تھے۔ ماشا اللہ۔۔۔ چاند کا ٹکڑا
لگ رہی ہے۔

زمینہ بیگم اس کی طرف بڑھتے بولی۔ سب کی نظریں
اپنے اوپر گڑی محسوس کرتی گھبراہٹ سے لڑکھڑاتے با
مشکل سنبھلی۔

میرب کے لڑکھڑانے پر صوفے پر بیٹھا ازبان اپنی جگہ
سے اٹھ گیا۔

اووئے مجنوں۔۔ عاصم اور کاوش اس کو اٹھتے
دیکھ کر بولا۔ ازہان ہلکے سے سر کو خم کرتا مسکرا دیا۔
میرب کی نظر سامنے کھڑے ازہان پر گئی تو اس خود کو
تکتے پا کر فوراً اپنی پلکوں کی جھالر گرادیا۔

ماشاء اللہ۔۔ ماشاء اللہ چہرہ ہے ماشاء اللہ۔۔
نینوں میں نینوں کا چہرہ ہے ماشاء اللہ۔۔

*

یک دم لان میں تیز گانے کی آواز گونجی۔۔۔ ازبان بھائی
اپنی دو لہن کو سٹیج پر لیں جائے بیچاری کی یہاں ہی ایلفی جم
گئی ہے۔ علینہ میرب کو قدم نا اٹھاتے دیکھ کر بلند آواز
میں بولی۔ تیز چلتے میوزک میں بامشکل علینہ کی آواز سٹیج
پر پہنچی۔۔۔

تجھ کو چرایا ہے، پایاں ہے۔۔۔ یہ جہاں۔۔۔
ماشاء اللہ۔۔۔ ماشاء اللہ۔۔۔ چہرہ ہے ماشاء اللہ۔۔۔
رنگ تیرے عشق کا گہرہ ہے ماشاء اللہ۔۔۔

ازہان کے قدم جیسے ہی سیٹج سے نیچے اترے میرب کا
رنگ شرم سے سرخ پڑھ گیا۔ وہ سیچ میں اسے لینے آرہا
تھا۔ ازہان کو دیکھتے سب لڑکیوں نے زور سے ہوٹینگ
لگائی۔ میرب اپنے ارد گرد زل اور آئزہ کا ہاتھ تھام گئی۔
ازہان بھائی۔۔ آپ تو سیچ میں بے شرم نکلے۔

زل اپنے بھائی کو دیکھتے بولی۔ ہم!! گڑیا سب کو ٹریلر
دکھایا ہے۔ پیچھر تو اپنی حسینا کو روم میں دکھانی ہے۔
ازہان بے باکی کی ساری حدیں پار کرتا ہوا میرب کو
دیکھتے بولا۔ میرب اس کی بے باکی پر

تبریز اس کی سرخ آنکھوں میں دیکھتے بولا۔ شاہ میر کچھ
پل خاموش رہا۔۔ پھر تبریز کی طرف دیکھا جس کی
آنکھوں میں نمی تھی۔

کمنے۔۔۔ مرنا اتنا آسان ہے۔ شاہ میر اس کے منہ پر مکا
مارتے بولا۔ تبریز اس کے مارنے والے انداز پر مسکرا
دیا۔۔

قسم سے سینے سے لگالیں۔۔ یار رر کی باہوں میں مرنے کا
الگ ہی مزا ہے۔ تبریز اس کی طرف باہیں پھیلائے بولا۔

شاہ میر جٹ سے اس کے گلے لگا۔

ازبان دور بیٹھا مسکرا دیا۔۔ دونوں بے اختیار ایک
دوسرے کو گلے لگائے کھڑے تھے۔

ارزن کی رونے پر دونوں ہوا کی تیزی سے پیچھے
ہوئے۔۔ میرا شہزادہ۔۔ بس بس۔۔ شاہ میر ارزان کے
رونے پر فکر مندی سے بولا۔

اب کہی نہیں توں جا رہا۔۔ ادھر ہی رہ۔۔ شاہ میر حمزہ
کو دیکھتے بولا۔ جو علیزے کے ساتھ انہی کی طرف آ رہا
تھا۔ نہیں لیں کر جا رہا۔۔ بے فکر رہ۔۔ حمزہ اس کے

کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا۔ شاہ میر اسے دیکھتے مسکرا دیا۔
مجھے اجازت دو۔۔ دادا صاحب گاڑی میں پہنچ گئے ہیں۔
حمزہ ار مغان خان کا بتاتے بولا۔۔ ہم جا۔۔۔ اپنے دادا کے پاس۔۔۔ ایویں۔۔ پیناڈول دینی پڑ جائے گی۔ شاہ
میر قہقہہ لگاتے بولا حمزہ گھورتے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

میرب کے طبیعت خراب ہونے پر اسے اس کے روم
میں لیں گئے۔

بھا بھی۔۔ میرب بھا بھی کو بخار ہو رہا ہے۔ ایسے اچانک
بخار۔۔ سب حیران پریشان میرب کے آس پاس بیٹھی
تھے۔

زل بے فکر رہو۔۔ اسے آرام کرنے دو۔۔ اپنی بہن کو
بھلا نہیں پار ہی۔۔ ٹائم لگے گا۔ ہیزل اس کے کندھے پر
ہاتھ رکھتے بولی۔۔ کیا میں مل سکتا ہوں۔۔ میرب
سے۔۔ ازہان۔۔ اس کمرے کے دروازے کے پاس
کھڑے ہوتے بولا۔ سب نے چونک کر دروازے کی
طرف دیکھا۔ نہیں بھائی۔۔ آج نہیں صبح جی بھر کر دیکھ
بھی لیجئے گا۔ اور مل بھی۔۔

زل اپنے بھائی کے پاس آتے بولی۔ گڑیا سمجھنے کی
کوشش کرو۔۔ یارر نکاح ہو گیا ہے۔ اب کیا مسئلہ ہے۔
ازبان زمل کے گال پر کس کرتے بولا۔۔

اچھا اچھا۔۔ مل لیں۔۔ زیادہ نکاح کا روعب جھاڑنے کی
ضرورت نہیں۔۔ زمل کے اجازات پر بیڈ پر لیٹی میرب
کی پسینے سے ہتھلیاں بھگنے لگی۔۔

سب لیڈیز۔۔ مسکراتے ہوئے باہر نکل گئی۔ ازبان
دروازہ بند کرتے میرب کی طرف بڑھا۔۔

میرب اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر زور سے آنکھیں
بند کر گئی۔ ازہان اس کے غیر ہوتی حالت دیکھتے بے
اختیار مسکرا دیا۔

میرب اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر زور سے آنکھیں
بند کر گئی۔ ازبان اس کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر بے
اختیار مسکرا دیا۔ چیخ نہیں کیا میری حسینا۔

ازبان اس کے پاس بیٹھتے اس کے ماتھے کو اپنے ہاتھ سے
چھو کر بولا۔ میرب اس کے ہاتھ کے ٹھنڈے لمس پر خود
میں سمٹ گئی۔

میڈیسن لی۔ اس کے نابولنے پر وہ پھر وہ پھر سے بولا۔
میرب نے آنکھیں کھولی اور اسے اپنے اتنے قریب بیٹھے
دیکھ کر بامشکل تھوک نگلا۔

جی۔۔۔ وہ۔۔۔ میڈیسن لی ہے۔ میرب ہچکچاتے بولی۔
ازبان اس کی روئی کالی سرخ آنکھیں دیکھ کر جھکتے اس کی
آنکھوں پر باری باری پیار کیا۔

میرب کا دل اچھل کر باہر "سے چہرہ آیا۔ شرم سے سرخ
پر گیا۔ جانے کیا تھا اس کے لمس پر وہ مسمر اتر ہو چکی
تھی۔

نکاح مبارک "جان ازبان" وہ اس کی پیشانی پر لب رکھتے
بولا۔ میرب دھڑکتے دل کے ساتھ اٹھ بیٹھی۔ اور پاس
پڑا ڈوبٹہ اپنے سینے پر پھیلا لیا۔ ازبان اس کی شرم و حیا پر
اس کے نقوش کو دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اس کی کمر میں
ہاتھ ڈالتے اپنے قریب کیا۔

آہہ۔۔ اچانک اس کے گلے سے چیخ نکلی۔ کیا ہوا۔۔ جان
ازبان میرب کی چیخ پر وہ اپنی مسکراہٹ دباتے بولا۔

پلیز۔۔ آپ جائے یہاں سے۔۔ مجھے سونا ہے۔ میرب
نم آنکھوں سے دیکھتے بولی۔ اوپر سے فجر کی اذان ہونے
والی تھی۔ بخار سے پہلے ہی سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ اوپر
سے ازہان کے بے باک لمس اس کی پچی پچی سانسیں
نکال رہا تھا۔

اس میں کیا ہے۔ چلو ابھی سوتے ہیں۔ ازہان اپنے پاؤں
شوز سے آزاد کرتے بولا۔

نہیں میں سو جاؤں گی۔ میرب کی پھنسی پھنسی آواز نکلی۔
اس کے ارادے اور مسکراہٹ سمجھ کر اپنے ارد گرد
خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہوئی۔

کیوں میرے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ وہ اس کی سینے پر پھیلے
ڈوبے کونا گواریت سے دیکھتے بولا۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔
وہ اس ہے۔ وہ اس کی قربت پر خوف بولی۔ ازہان کے
کھنی مونچھوتلے دبے عنابی ہونٹوں کو مسکراہٹ نے
آچھوا۔

کچھ نہیں کروں گا۔ صبح جب رخصت ہو کر میرے روم
میں آؤ گی۔ تب سارے حق بے باق کرنے کا ارادہ رکھتا
ہوں۔ ابھی صرف تمہیں محسوس کرنا چاہتا ہوں۔ وہ
اسے بیڈ پر لیٹاتے خود اس کے ساتھ لیٹتے بولا۔
میرب سانس رو کے اس کے گلون کی خوشبو میں اس کی
آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

پلیز۔۔ ازہان۔۔ میرب نم آواز میں بولی۔

نومیرب ازبان پاشا۔۔۔ آج تمہاری سانسوں کا رقص
سننا ہے۔ وہ اس کے اوپر نیچے ہوتے سینے کو گہری
نظروں سے دیکھتے بولا۔

ازہان۔۔۔ وہ شرم سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ گئی۔

دونوں کے دل ایک ساتھ دھڑک اُٹھے۔ میرب
شرمندہ سی اپنا ہاتھ ہٹانے لگی۔ ازہان فوراً پکڑ کر اپنے
لبوں سے لگا گیا۔ مجھے لگتا ہے۔ تم مجھے عنقریب پاگل کر
دو گی۔

ازبان اس کے سُرخ چہرے کو دیکھتے بولا۔ اور نرمی سے
اس کے لبوں کو چوما۔ میرب بھری بھری آنکھیں
پھیلائے دیکھنے لگی۔

مت پھیلاؤ اپنی حسین آنکھیں۔۔ وہ اس کو بے باکی سے
اپنے ساتھ لپٹائے بولا۔ پلیر جائے۔۔ وہ اس کے چھونے
پر تڑپتے بولی۔

ہمم!! اگر میں چلا گیا تو بعد میں رونا دھونا شروع کر دینا۔
وہ اس کی پانی سے بھری آنکھوں کو دیکھتے بولا۔ پہلے ہی
ان آنکھوں پر بہت ظلم کر لیا ہے۔ اب مزید نہیں مجھے
تمہاری آنکھوں میں نمی بھی ناقابل قبول ہے۔

یہ آنسو کبھی نہیں رکنے والے یہ میری زندگی کا حصہ
ہے۔ جب جب فیری کا چہرہ سامنے آتا ہے۔ خود باخود
نکل آتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے۔ جب میں چودہ سال کی
تھی۔ جب ماما بابا چلے گئے۔ فیری کو کی دیکھ بھال میں نے
ہی کی تھی۔ اس کے کھانے پینے یہاں تک کے ہر چیز کا
میں نے خیال رکھا ہے۔ ماں بن کر پالا تھا۔ چچی تو ہم
دونوں کو منہ بھی نہیں لگاتی تھی۔ بہت ظلم سہے ہے۔
اپنی پڑھائی چھوڑ کر ڈاکٹر کا کورس کر کے اٹھارہ سال کی
عمر میں ہو اسپتال میں جو ب شروع کر دی۔

صرف اپنی فیری کے لیے۔۔ اب وہ نہیں ہے۔ سب ختم
ہو گیا ہے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے ازبان کے سینے سے
لگے بتانے لگی۔

بس میری جان۔۔۔ وہ وقت گزر گیا ہے۔ میں وعدہ
کرتا ہوں۔ تمہاری آنکھوں میں آنسو کبھی نہیں آنے
دوں گا۔ چلو شاباش اب رونا نہیں۔ سو جاؤ۔۔۔ پہلے ہی
بخار ہے۔ اب مزید بیمار نا پڑھ جانا۔ ازبان فکر مندی سے
اپنے سینے سے لگاتے بولا۔ آپ نہیں جائے گئے۔ اگر تم
جلدی سو گئی تو ضرور چلا جاؤں گا۔ ازبان مسکراتے
ہوئے بولا۔ میرب نے فوراً آنکھیں بند کر لی۔ ازبان اس

کی پھرتی پر قہقہہ لگانے کا دل کیا۔ پروہ اندر ہی اندر دیا
گیا۔

سب تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ بہرام۔۔ عاصم اور
کاوش باہر لان میں سارا اریجنٹ کروارہے تھے۔ دامیار
اور ہاشم بیٹھے آج کے مینیو کے لیے ڈسکس کر رہے
تھے۔ احمد اور ضرغام بھی ان کے پاس بیٹھے تھے۔ باقی
سب بڑے مردان خانے میں بیٹھے تھے۔

شاہ میر اور تبریز پول سائیڈ پر بیٹھے باتوں میں مگن تھے۔
گھر کی عورتیں اپنی تیاریوں میں لگی ہوئی تھی۔ بارات کا
ٹائم چار بجے کا تھا۔ گیارہ تو ویسے ہی بج گئے تھے۔

سب اپنے اپنے ڈریس سلیکٹ کرنے پر لگی ہوئی تھی۔

یار میر ب۔۔ اتنا بلش کیوں کر رہی ہو۔ علینہ اور عابیرہ
میر ب کو چھیڑتے بولی۔

ہم!! یقیناً ازبان بھائی کو یاد کر کے بلش کر رہی ہو۔

نہیں تو۔۔ میں کیوں اُن کو یاد کرنے لگی۔ میرب تھوڑا
نروس ہو کر بولی۔

ہمم!! دیکھو کیسے لال پیلی ہو رہی ہے۔ عابیرہ اس کے
کندھے سے کندھا مارتے بولی۔ میرب کا چہرہ گلاب کی
طرح سرخ بڑا۔

ارے ارے دیکھو۔۔ ہماری گلابو۔۔ ماہی اس کی ٹھوڑی
کو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں میں لیتے بولی۔ میرب ہلکا سا
شرماتے اپنے ہاتھوں میں چہرہ چھپا گئی۔ ازہان کی بے
باک بھری سرگوشیاں ابھی بھی اس کے کانوں میں گونج

رہی تھی۔ یا اللہ لڑکیوں ابھی تک ریڈی نہیں ہوئی۔

مہک بیگم کمرے میں داخل ہوتے بولی۔

اور یہ دو لہن کو بھی ایسے ہی بیٹھایا ہوا ہے۔ بس

مورے۔۔۔ میرب کاڈریس ریڈی کر رہے تھے۔ بس

سحرش کرنے ہی لگی ہے۔ ہیزل اپنی مورے کو دیکھ کر

بولی۔

ٹھیک ہے چار گھنٹے تم لوگوں نے ریڈی ہونے پر لگا دینے

ہیں۔ سحرش بیٹا دو لہن کو تو ریڈی کرو۔

مہک بیگم بیوٹیشن کو دیکھتے بولی۔

ہی مجھے ساڑھی پہنی ہے۔ پر مجھے پہننے نہیں آتی۔
علیزے اپنے سامنے سارے کپڑے پھیلانے بیٹھی تھی۔
جو کچھ دن پہلے حمزہ نے اسے اسلام آباد کے سب سے
بڑے مال سے دلائے تھے۔ اب وہ سب پھیلانے بیٹھی
تھی۔ میری جان کچھ بھی پہن لو۔۔ سب سوٹ کرتا ہے

تم پر۔۔ حمزہ لیپ ٹوپ پر جلدی جلدی انگلیاں ٹائپ
کرتے بولا۔ علیزے نے منہ بسور کر حمزہ کو دیکھا۔ ہی۔۔
مجھے ساڑھی پہنی ہے۔ وہ اس کے سامنے دھڑام سے
ساڑھیاں پھینکتے بولی۔ حمزہ نے پہلے ساڑھیاں پھر اپنے
معصوم بچے کو دیکھا۔ ہی کی جان۔۔ پہن لو۔۔ پر مجھے
نہیں پہننی آتی۔ وہ اس کی بات کاٹتے بولی۔ میں کس لیے
ہوں۔۔ تم ساڑھی سلیکٹ کرو۔۔

پہنا میں خود دوں گا۔ حمزہ اس کے نرم و ملائم ہاتھوں کو
پکڑتے سہلاتے بولا۔ علیزے شرماتے ہوئے سر جھکا
گئی۔ اب کیا ہوا۔۔ حمزہ اسے شرماتے دیکھ کر بولا۔ کچھ

نہیں۔۔۔ آپ مجھے بتائیے گا۔ میں خود پہن لوں گی۔

علیزے وہاں سے ساڑھیاں اٹھاتے بیڈ پر جا بیٹھی۔ نو

میرا بے بی۔۔ میں اپنے ہاتھوں سے پہناؤں گا۔ حمزہ

واپس لیپ ٹوپ میں گھسے بولا۔

علیزے اس کی نکل اُتارتے گولڈن کام والی ساڑھی

اپنے لیے نکالنے لگی۔ باقی ساڑھی کے بلاؤز اس ساڑھی

کی نسبت زیادہ چھوٹے تھے۔ اس لیے گولڈن نکالی۔

کچھ ہی گھنٹوں میں سب ریڈی ہو گئے تھے۔ اور نیچے لان

کو بہت ہی خوبصورت طریقے سے سجایا گیا تھا۔ سامنے ہی

سٹیج جس کے پیچھے ریڈ وائیٹ پھولوں کے گلہ ستنوں سے
سجایا گیا تھا۔

اور بڑے بڑے سے لیمپ درمیان میں رکھے گئے تھے۔
اور سائیڈوں پر صوفے اور ان کے درمیان بڑا سا شیشے کا
ٹیبیل رکھا ہوا تھا۔

ہر جگہ فاصلے پر اس طرح کے صوفے اور شیشے کے ٹیبیل
رکھے ہوئے تھے۔

زمل نے لائیٹ بے بی پینک کی میکسی زیب تن کی ہوئی
تھی۔ اور اس میں کام گولڈن اور پریل کلر کے موتیوں کا

ہوا تھا۔ شاہ میر اور ارزان نے سیم ڈریسنگ کی تھی۔
دونوں کے پینٹ کوٹ بلیک کلر کے تھے۔
اس وقت تینوں لان میں کھڑے اس قدر حسین لگ
رہے تھے۔

عابیرہ اور ماہی ریڈ کلر کی ساڑھی پہنے کوئی کھلتا گلاب ہی
لگ رہی تھی۔

کاوش لائٹ مہرون پینٹ کوٹ پہنے انتہا کا غضب لگ رہا
تھا۔ اور اس کو ٹکڑے دینے والا اس کا شہزادہ امان سب کی
نظروں کا عکس بنا ہوا تھا۔ دامیار اور بہرام نے آج بھی

بلیک ہی ڈریسنگ کی تھی۔ دونوں ہی بلیک کلر پہنے سب کی
نظروں کا مرکز بنے ہوئے تھے۔

ہیزل اور میرال نے بھی بہرام سے میچینگ ڈریس پہنے
تھے۔ اس وقت وہ شعلہ جواں بنی اپنی بیٹی کو سنبھالنے
پر لگی ہوئی تھی۔ جو باری فراک میں اپنے ننھے ننھے پاؤں
سے چلنے کی کوشش کر رہی تھی۔

علینہ نیوی بلیو کلر کی کام دار میکسی پہنے ہاشم کر کی دار با شیم
کے ساتھ بیٹھی انتہا کی خوبصورت لگ رہی تھی۔

ہاشم بھی نیوی بلیو شلوار قمیض پہنے اپنی حسین بیوی پر
نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

نائیکیشہ بلیک ساڑھی پہنے اس وقت اپنے ضر کی نظروں کا
مرکز بنی ہوئی تھی۔

جو کل خاص اس کی فرمائش پر لیں کر آیا تھا۔ زارا اور
تبریز۔۔۔ باہر لان میں بڑوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ آج
انہیں نے بارات کا فنکشن اٹینڈ کرتے ہی نار ان کاغان

کے لیے نکلنا تھا۔ احمد اور نور رات ہی اسلام آباد چلے گئے تھے۔ احمد کو کچھ ضروری کام آگیا تھا۔

میرب اس وقت ڈیپ مہرون بھاری کام دار لہنگا جس کے اوپر شارٹ بلاؤز تھا۔ دودھیا پیٹ اس کا پوری طرح نظر آرہا تھا۔ پیٹ کے اوپر آئہ چین باندھ رہی تھی۔

میرب پر ٹوٹ کر روپ آیا تھا۔ وہ اس وقت انتہائی خوبصورت لگ رہی تھی۔ ناک میں پہنی نوز پن جس کے ساتھ باریک موتی کی لڑی گال سے ہوتے بالوں پر پن سے لگایا تھا۔ جو اسے سب سے حسین بنا رہی تھی۔ ماشا

اللہ۔۔ بہت پیاری لگ رہی ہے۔ اللہ تمہیں سب کی
نظروں سے بچائے۔

آئزہ اس کی حسین چہرے کو دیکھتے بولی۔ اتنی سردی میں
بھی میرب کے ماتھے پر شبیہ قطرے دکھ رہے تھے۔
جسے بار بار آئزہ ٹشو سے صاف کر رہی تھی۔ مجھے بہت ڈر
لگ رہا ہے۔ میرب اپنی گھبراہٹ کو چھپاتے بولی۔ میری
جان۔۔ سب کو شروع شروع میں ڈر ہی لگتا ہے۔ تم میں
بے فکر رہو۔ ازہان بھائی تمہیں اپنی محبت سے سمیٹ
لیں گئے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ آئزہ کی بات پر
سارے جسم خون نچڑ کر چہرے پر آ جمع ہوا۔

آئزہ نے مسکراتے ہوئے اس کی گھبراہٹ کم کرنے کی
کوشش کی۔ اس وقت بیوٹیشن اسے تیار کر کے چلے گئی
تھی۔ آئزہ میرب کے پاس تھی۔ باقی سب نیچے لان میں
چلے گئے تھے۔ سب مہمان آچکے تھے۔ عائلہ اور نایمہ
بیگم اسلام آباد گئی تھی۔ اچانک ان کی پھوپھو کی طبیعت
خراب ہونے کی وجہ سے انہیں جانا پڑا۔ ابھی صرف
نائلہ اپنے کزن صائم کے ساتھ فنکشن اٹینڈ کرنے آئی
تھی۔ فنکشن اٹینڈ کرتے پھر واپسی چلے جانا تھا۔ کچھ
گاؤں سے سرداروں کو مدعو کیا گیا تھا۔ سلطان پاشا اور
ازہان کے بزنس پارٹنر بھی آئے تھے۔ حمزہ علیزے اور

اس کا بڑا بھائی بازل اپنی فیملی کے ساتھ آیا تھا۔ سب کو
بارات پر انوائٹ کیا تھا۔

آئزہ بیٹی۔۔۔ سب مہمان آگئے ہیں۔ میرب کو نیچے لیں
کر چلنا ہے۔ زمل آرہی ہے اس کے ساتھ مل کر میرب
کو نیچے لیں آؤ۔ رانیہ بیگم میرب کے کمرے میں آتے
بولی۔

ٹھیک ہے پھوپھو جان۔۔۔ ہم آرہی ہیں۔ آئزہ اپنی
پھوپھو کی بات پر مسکراتے ہوئے بولی۔

ازہان۔۔۔ بلیک شیروانی پہنے سامنے سیٹج پر رکھے
صوفے پر بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ عاصم کاوش اور بہرام
بیٹھے۔ بلیک شیروانی میں نظر لگ جانے کی حد تک پیارا
لگ رہا تھا۔ ارزان بہرام کی گود میں بیٹھے اپنے ماموں کو
دیکھے جا رہا تھا۔

لالا ارزان کے پینٹ کوٹ کاڈیزائن ازہان سے ملتا جلتا
تھا۔ سامنے لان میں اینٹر ہوتی اپنی دو لہن پر نظر پڑتے
ہی نظریں سامنے رک گئی۔

وہ جیسے جیسے قدم سیٹج کی طرف بڑھا رہی تھی۔

ویسے ویسے ازہان کا دل دھڑک رہا تھا۔ سب ہی اسے
نظر بھر بھر کر دیکھ رہی تھے۔ ماشا اللہ۔۔۔ چاند کا ٹکڑا
لگ رہی ہے۔

زمینہ بیگم اس کی طرف بڑھتے بولی۔ سب کی نظریں
اپنے اوپر گڑی محسوس کرتی گھبراہٹ سے لڑکھڑاتے با
مشکل سنبھلی۔

میرب کے لڑکھڑانے پر صوفے پر بیٹھا ازبان اپنی جگہ
سے اٹھ گیا۔

اووئے مجنوں۔۔ عاصم اور کاوش اس کو اٹھتے
دیکھ کر بولا۔ ازہان ہلکے سے سر کو خم کرتا مسکرا دیا۔
میرب کی نظر سامنے کھڑے ازہان پر گئی تو اس خود کو
تکتے پا کر فوراً اپنی پلکوں کی جھالر گرادیا۔

ماشاء اللہ۔۔ ماشاء اللہ چہرہ ہے ماشاء اللہ۔۔
نینوں میں نینوں کا چہرہ ہے ماشاء اللہ۔۔

*

یک دم لان میں تیز گانے کی آواز گونجی۔۔ ازبان بھائی
اپنی دو لہن کو سٹیج پر لیں جائے بیچاری کی یہاں ہی ایلفی جم
گئی ہے۔ علینہ میرب کو قدم نا اٹھاتے دیکھ کر بلند آواز
میں بولی۔ تیز چلتے میوزک میں بامشکل علینہ کی آواز سٹیج
پر پہنچی۔۔

تجھ کو چرایا ہے، پایاں ہے۔۔۔ یہ جہاں۔۔۔
ماشاء اللہ۔۔ ماشاء اللہ۔۔ چہرہ ہے ماشاء اللہ۔۔
رنگ تیرے عشق کا گہرہ ہے ماشاء اللہ۔۔۔

ازہان کے قدم جیسے ہی سیٹج سے نیچے اترے میرب کا
رنگ شرم سے سرخ پڑھ گیا۔ وہ سیچ میں اسے لینے آرہا
تھا۔ ازہان کو دیکھتے سب لڑکیوں نے زور سے ہوٹینگ
لگائی۔ میرب اپنے ارد گرد زل اور آئزہ کا ہاتھ تھام گئی۔
ازہان بھائی۔۔ آپ تو سیچ میں بے شرم نکلے۔

زل اپنے بھائی کو دیکھتے بولی۔ ہم!! گڑیا سب کو ٹریلر
دکھایا ہے۔ پیچیر تو اپنی حسینا کو روم میں دکھانی ہے۔
ازہان بے باکی کی ساری حدیں پار کرتا ہوا میرب کو
دیکھتے بولا۔ میرب اس کی بے باکی پر اپنے چکراتے
ہوئے سر کو تھام گئی۔

اگر آئزہ اور زمل نا تھا متی اب تک تو وہ زمین بوس ہو جاتی۔

پاگل ہو گئے ہو۔ کیوں ڈرار ہے ہو۔ آئزہ ازہان کے کندھے پر چماٹ مارتے بولی۔ ہم !! اب چھوڑ دے میری بیوی کے ہاتھوں کو ازہان۔۔ میرب کے دونوں ہاتھوں کو چھڑواتے بولا۔ چلو مجنوں۔۔ لیں آؤ۔۔ کیا باراتیوں کو ادھر

ہی بیٹھانے کا ارادہ ہے۔

عاصم چھوٹے سے منی مائیک میں بولا۔ سب کے قہقہے لان میں گونجے۔ میرب شرم سے نظریں جھکا گئی۔ از بان مسکراتے ہوئے اس کے آگے ہاتھ کیا۔ وہ اسے اٹھا

کر بھی لیں جاتا۔ پر سب بڑوں کی موجودگی پر وہ اس
حسینا کو اور سُرخ ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔
کچھ دیر تک رسمیں چلتی رہی

کھانا کھانے کے بعد میرب کو ازہان کے روم میں چھوڑ
آئے۔ ازہان اور شاہ میر تبریز کے پاس کھڑے تھے۔
کچھ دیر بعد تبریز کو نکلنا تھا۔

باقی سب بھی چلے گئے تھے۔ صرف عاصم اور
آئزہ ہی یہی تھے۔ باقی سب چلے گئے تھے۔ کیا ہوا بڑ
فلانے۔۔ روکیوں رہی ہو۔۔ اور عشنا کیوں رو رہی ہے۔

عاصم کمرے میں داخل ہوتے ماں بیٹی کو روتے دیکھ کر
بولا۔

شاہ۔۔ عشنا کو دامننگ ہو رہی ہے۔ آئزہ اتنی بیٹی کے
رونے پر تڑپتے ہوئے بولی۔ میری جان۔۔ ابھی تو ٹھیک
تھی میری بیٹی عاصم تڑپتے ہوئے اپنی بیٹی کو اپنی گود میں
لیتے بولا۔

ٹھنڈ لگ گئی ہے۔ اسی وجہ سے یہ وائٹ کر رہی ہے۔
زرمینہ بیگم اندر داخل ہوتے بولی۔ ہاشم نے یہ سیرپ
بھیجا ہے۔

یہ پلادو۔ ایک دوڈراپس ہی پلانا ہے۔ زرمینہ بیگم اپنی
روتی ہوئی بیٹی کا ماتھا چومتے بولی۔ اچھا میں چلتی ہوں۔

بٹر فلائے۔۔۔ یار رر تم کیوں رور ہی ہو۔۔ ٹھیک ہو
جائے گی۔ عاصم اس کے بہتے آنسو صاف کرتے بولا۔
شاہ۔۔ عشی کو مجھے دے۔۔ یہ عشی کون ہے۔ عاصم اسے
گھورتے بولا۔ میری بیٹی اور کون۔۔ آپ بھی تو مجھے
میری بٹر فلائے۔۔ مائے لیڈی۔۔

میری جان۔۔ ان ناموں سے بلا تیں ہے تو میں نے بھی
اپنی بیٹی کا نک نام رکھ لیا۔ آئزہ اس کی گھوری کو دیکھتے

بولی۔ ہم !! انٹر سٹنگ۔۔۔ بہت پیارا نام ہے۔ پر تم اسے
عشی نہیں عشنا بولو گی۔ عشی تو میں اپنے امان شہزادے کو
بولنا سکھا رہا ہوں۔ عاصم کی سکھانے والی بات پر عاصم کو
چونک کر دیکھا۔۔۔

وہ بیڈ پر سمٹی ہوئی بیٹھی تھی۔ میرب بار بار اپنے ہاتھوں
کو مسلتی اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کی کوشش کر رہی
تھی۔ پر گھبراہٹ خوف میں بدل رہی تھی۔ ازہان کی

بات کسی فلم کی طرح دماغ میں بیٹھ گئی تھی۔ وہ اسے پیچھے
دیکھانے والا ہے۔ یہ ہی سوچ سوچ کر اس کے پسینے
چھوٹ رہے تھے۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر میرپ نے
اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔ پر آنکھیں ویسے ہی جھکی ہوئی
تھی۔ ازبان دروازہ لاک کر تا صوفے پر شیروانی رکھے
میرب کے

پاس بیٹھا۔ میرب بُری طرح گھبرا گئی تھی۔ میرب کے
کپکپاتے ہاتھ دیکھ کر اذہان نے مسکراتے اس کے حسین
چہرے کو دیکھا۔ ماشا اللہ۔۔۔ دنیا کا خوبصورت ہیرا
میرے مقدر میں آیا ہے۔ بہت ہی قیامت لگ رہی ہو۔
وہ اس کے سر اُپرے کو اوپر سے نیچے معائنہ کرتا بولا۔

میرب اس کی نظریں اپنے وجود پر پر محسوس کرتے شرم
سے سر جھکا گئی۔ ازہان نے مسکراتے ہوئے اپنی پوکٹ
سے منہ دکھائی کا تحفہ نکالا تھا۔ جتنی تم خوبصورت ہو۔
تمہاری خوبصورتی کے سامنے یہ تحفہ کچھ نہیں ہے۔ وہ
اس کے سامنے لاکٹ کرتا بولا۔ سفید کلر کی پتلی سی چین
اور اس کے جگہ جگہ پر سفید چھوٹے چھوٹے موتی
ہیرے کی طرح دھمک رہے تھے۔ اور درمیان میں ایک
بڑا موتی جو لاکٹ کی خوبصورتی کو بڑھا رہا تھا۔ وہ ہیروں
سے تیار کی گئی چین اس کے قریب ہوتے اس کی نازک
پتلی گردن میں پہنانے لگا۔ میرب اس کے قریب آنے

پر آنکھیں بند کر گئی۔ جیسے ہی وہ نازک چین اس کی سفید
گردن کا حصہ بنی ازہان کے بے اختیار لب اس کی گردن
کو چھو گئے۔ میرب اس کے لمس پر سانس روک گئی۔
ازہان نے پیچھے ہو کر اس کی گھبراہٹ کو دیکھا۔ میرب
کی نظریں بے اختیار اپنی گردن پر گئی۔ اتنا پیارا اور مہنگا
لاکٹ دیکھ کر اس نے ازہان کی طرف دیکھا۔

کیا ہوا میری حسینا کو لاکٹ پسند نہیں آیا۔ وہ اس ناک
میں جھولتے موتی کو چھو کر پولا۔

نہیں۔۔۔ میں۔۔۔ از۔۔۔ وہ۔۔۔ میں۔۔۔ از ہان۔۔۔

میرب کو سمجھنا آیا وہ کیا بولے۔ کیا وہ میں۔۔۔ اگر پسند

نہیں آیا تو میں کوئی دوسرا لا دوں گا۔ وہ اس کے گلاب

جیسے چہرے کو دیکھتے بولا۔ بہت پیارا ہے۔ آپ کو دوسرا

لانے کی ضرورت نہیں۔۔۔ اس تحفے کے لیے آپ کا

تھینکیو۔۔۔ میرب اس کے دوسرا لانے والی بات پر فوراً

بولی۔ ہم!! میری حسینا سے کم پیارا ہے۔ وہ اس کی پیشانی

پر لب رکھتے بولا۔ کیا ہوا میرب۔۔۔ گھبرا کیوں رہی ہو۔

وہ اس کے چہرے پر خوف محسوس کرتے بولا۔ وہ۔۔۔ وہ

از ہان مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میرب از ہان کے ہاتھوں کی

سُرخ ہتھلیاں دیکھ کر بولی۔ کس سے میری حسینا۔۔۔
ازہان اس کی لرزتی پلکوں کو پھونک مارتے بولا۔

آپ سے۔۔ ازہان کا اُڈنے والا قہقہہ روم میں
گو نجا۔ میرب نے بھیگی سیاہ آنکھوں سے ازہان کو
دیکھا۔ وہ اسے اپنا ڈرتا رہی تھی۔ اور یہ مرد ہنس رہا تھا۔
میرب اپنا بھاری لہنگا اٹھائے بیڈ سے اتری۔۔ کہاں حسینا
۔۔۔ ازہان چوڑیوں سے بڑی

اس کی ناز کلائی تھامتے بولا۔ وہ مجھے چیلنج کرنا ہے۔ وہ اس
کے کلائی پکڑنے پر سہم کر بولی۔ میری جان۔۔ ابھی

نہیں۔۔ ازہان اس کے نظر آتے دودھیا پیٹ پر بندھی
چین کو چھوتے بولا۔ میرب اس کے چھونے پر کرنٹ کھا
کر پیچھے ہوئی۔ ازبان اتنی ہی تیزی سے اس کی نازک کمر
میں ہاتھ ڈالتے اپنے سینے سے لگا گیا۔ میری جان۔۔ ابھی
جی بھر کر تمہیں محسوس کرنا ہے وہ آہستہ آہستہ ڈوپٹے
پر لگی پنز اتارتے بولا۔ میرب اس کے سینے سے
لگی۔۔ اس کی تیز چلتی دھڑکنیں سننے لگی۔ میری جان اس
رات کے تقاضے تو جانتی ہونا۔۔ ازہان اسے ہر قسم کے
زیور سے آزاد کرواتے بولا۔ وہ اس وقت ازہان کے
سامنے لہنگا چولی۔۔ میں تھی۔

جی وہ۔۔۔ میرب شرم سے سر جھکاتے اس کی شرٹ کو
مٹھیوں میں دبوچ گئی۔ ازہان نے اسے اپنے اور قریب
کر لیا تھا۔ میرب کی سانسیں سینے میں اٹکنے لگی تھیں۔ ان
کے درمیان فاصلہ بالکل ختم ہو چکا تھا۔ وہ دونوں ایک
دوسرے کے ساتھ چپک کر کھڑے ہوئے تھے۔ میری
حسینا تمہاری یہ گھبراہٹ اور شرم کچھ اور کہہ رہی ہے۔
وہ اس کی چہرے پر آوارہ کٹ کوکان کے پیچھے اوڑستا
بولا۔ کیا کہہ رہی ہے۔ میرب کانپتی ہوئی آواز سے
بولی۔

یہی کے تم شوہر کے حقوق سے ناواقف نہیں ہو۔ وہ اس
کے گال کو چھو کر بولا۔

اگر تمہیں ڈر لگ رہا ہے۔ تو میری جان ڈرنے کی کوئی
بات نہیں۔۔ میں ہوں نا۔۔ تمہیں اپنی محبت سے سمیٹ
لوں گا۔ ازہان اس کی کالی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے محبت
سے بولتے اس کی آنکھوں کو اپنے لبوں سے چھوا۔ تم
واقعے میں ہی پاگل کر چکی ہو مجھے۔ کچھ دنوں میں ہی تم
میری سانسوں میں مہک کی طرح دوڑنے لگی ہو۔

وہ انتہا کی خوبصورت تھی۔ ازہان کا تو بس نہیں چل رہا
تھا۔ کہ وہ اسے اپنے سینے میں چھپالیں۔

میرب سُرخ چہرے کے ساتھ اس کا میٹھا لمس محسوس
کرنے میں کھوئی تھی۔

ازہان نے بلاؤز کی ڈوری کو اپنی انگلیوں میں الجھاتے
کھولا۔ بلاؤز ڈھلکنے سے میرب چیختی ازہان کے سینے

سے چپک گئی۔ یہ کیا کر رہے آپ۔۔۔ وہ اس کا ہاتھ اپنی
کمر پر رینگتے دیکھ کر بولی۔ میری حسینا۔ وہی جو ایک

شوہر کو کرنا چاہیے۔ وہ اسے اٹھاتے بیڈ کی طرف لیں کر
بڑھا۔ میرب کا دل اچھل کر بلک میں آیا۔ پلینز
نہیں۔۔ آج سب رہنے دیتے ہیں۔۔ ازبان کے بیڈ پر
لیٹاتے ڈرتے ڈرتے بولی۔ میری حسینا۔۔ اتنا ظلم میں
خود پر نہیں کر سکتا۔ اتنی پیاری بیوی پاس ہو۔۔ تو کون کم
بخت اپنے جذبات کو تسلی دے کر سلائے گا۔

ازبان۔۔ اس کے سرخ یا قوتی لبوں کو چومتے بولا۔
میرب کی آنکھیں شرم سے جھک گئی تھی۔ میری جان
خود کو مجھے سونپ دو۔ محبت سے دیکھتے نرمی سے اس کے

کندھے پر لب رکھے۔ اس کی سونپنے والی بات پر میرب
کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی۔

ازہان۔۔ آپ کی ہوں۔ آپ کا حق ہے۔ میں خود کو ہر
طرح سے آپ کو سونپتی ہوں۔ وہ سمجھدار مشرقی بیویوں
کی طرح فوراً بول کر اس کی گردن میں چہرہ چھپا گئی تھی۔
ڈھیر ساری شرم نے اسے آگھیرا تھا۔

ازہان اس کی شرم و حیا پر مسکراتے اپنے سینے
میں شدت سے بھینچ گیا۔ میری شرم و حیا میں ڈوبی
حسینا۔۔ ساری تکلیفیں اور آنسوؤں کو تمہارا ازہان
سمیٹ لیں گا۔

وہ اسے تکیے پر گراتے خود اس کے لبوں سے لپٹا میرب
گھبراتے ہوئے اس کی قمیض کو مٹھیوں میں بھر گئی۔
ازہان جس شدت سے اس کے لبوں سے لپٹا تھا۔ میرب
کو اپنی سانسیں بند ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ کچھ
لمحے بعد ازبان اس کے لبوں کو رہائی دیتے اسے گہری
نظروں سے دیکھتے جھکتے ہوئے اس کے دودھیا پیٹ پر
لب رکھتے اس کی چین کھولی۔ میرب پھولتی سانسوں کے
ساتھ اپنے سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔

میری حسینا۔۔ تم سچ میں مجھے پاگل کر دو گی۔ ازہان
ڈوری تو پہلے کھول چکا تھا۔ وہ اس کا ہاتھ ہٹاتے اس کا بلاؤز
سینے سے الگ کر گیا۔

میرب آنکھیں پھیلائے ازہان کو دیکھنے لگی۔ ازہان
مسکراتے اس کے لبوں پر پھر سے جھکا۔

نہ شدت سے اس کے لبوں کی نمی خود میں اُتار رہا تھا۔ وہ
کبھی اس کے اُوپر والے لب کو کبھی نیچے والے لب کو
سک کر رہا تھا۔ میرب اس کے نیچے دبی اس کا لمس با
مشکل برداشت کر رہی تھی۔ ازہان کے لمس میں اتنی

اپنائیت اور محبت تھی۔ وہ محسوس کر سکتی تھے۔ بڑھتی
بے باکیوں سے وہ خود کو ڈھیلا چھوڑتے خود کو ازبان کے
حوالے کر گئی تھی۔ ازبان اسے ہر پردے سے رہا کرتے
اپنی محبت سے خود میں سمیٹتے جا رہا تھا۔ دونوں کی سانسیں
کمرے میں رقص کر رہی تھی۔ میرب کی سسکیاں
عروج پر تھی۔ وہ اس دھڑکنوں سے لیٹتے اس کی
گہرائیوں کا سفر کر رہا تھا۔ میرب آنسو بہاتی اس کی کمر کو
دبوچے

بامشکل درد برداشت کر رہی تھی۔ بڑھتی رات کے
ساتھ اس کی شدتوں میں اضافہ ہونے لگا۔ وہ ہر طریقہ
اپنائے اسے محبت اور نرمی سے چھو رہا تھا۔

صبح اس کی آنکھ کھلی خود کو ازبان کے حصار میں

دیکھ مسکراہٹ دھر آئی۔ رات کا سین فلم کی
طرح آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ وہ شرماتے ہوئے سُرخ
چہرے کے ساتھ اس کی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔ گڈ
مار ننگ میری حسینا۔۔ شادی کی پہلی صبح مبارک
ہو۔۔ ازبان مسکراتے ہوئے اس کے بالوں پر لب رکھتے
بولا۔

گڈ مار ننگ۔۔ میرب اس کے گال پر لب رکھتے واپس
اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

ازبان اس کے اچانک کس کرنے پر پہلے چونکا۔

پھر ہلکے سے مسکراتے اسے لیں کر بیٹھا۔ میری حسینا
فعیش ہو جاؤ۔۔ بعد میں اس کس کا حساب دوبالا کرتے
ہیں۔

وہ نرمی سے اس کے گال کھینچتے بولا۔ میرب مسکراتی ہوئی
شرم سے اس کے حصار سے نکلتے بھاگ کر باتھروم میں

گم ہوئی۔ ازبان اس کی پھرتی پر مسکراتے خود ڈریسنگ
روم میں بنے باتھ روم میں فریش ہونے کے لیے چلا گیا۔

سلطان پاشا کے کہنے پر انہوں نے صبح صبح ہی بڑے گوشت
کی دیگیں چڑھادی۔ انہوں نے کہا تھا۔ ولیمہ کرنا سنت
ہے۔ مہمان تو سب چلے گئے تھے۔

اسی لیے سنت پوری کرنے کے لیے سلطان پاشا کے محکم
پر غریبوں میں کھانا تقسیم کر دیا تھا۔

امان اپنے ماموں عاصم کی گود میں بیٹھا مستیاں کر رہا تھا۔
سب ہی لاؤنج میں موجود تھے۔

صرف عابیرہ اور دامیار کے سواہ دامیار صبح ہی عابیرہ کو
چیک اپ کے لیک ہو سپٹل لیں گیا تھا۔
ماموں۔۔ امان اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے مارتے اپنے
ماموں کو تو تلی زبان سے بھولا رہا تھا۔

لیس ماموں کی جان۔۔ عاصم اسے گال پر پیار کرتے
بولا۔

امان نے اپنی نیلی بڑی بڑی آنکھیں پھیلائے اپنے ماموں
کو گھورا۔ اچھا سوری۔۔۔ اب یہاں نہیں یہاں پیار
کروں گا۔ عاصم فوراً اس کی گھوری کو دیکھتے اس کے ہاتھ
پر لب رکھے بولا۔

امان ہستے ہوئے اپنے چھوٹے چھوٹے لب عاصم کے

گال پر رکھ دیے۔

لیکن... تم بہت ٹیڑھی چیز نکلو گے۔

عاصم بھی زور سے امان کے گال پر لب رکھتے بولا۔

کمینے سالے۔۔۔ تو نے ہی میرے بیٹے کے گال چوم چوم
کر لیمن میکس کی طرح گھسا دیے ہے۔ کاوش اس کے
ساتھ بیٹھتے بولا۔

ہم تو جیسے میری بیٹی کو لولی پاپ کی طرح چاہتا ہے۔ وہ کیا
ہے۔ میں انصاف پسند بندہ ہوں۔

تو میری بیٹی کو نہیں چھوڑتا۔۔ میں تیرے بیٹے کو نہیں
چھوڑ سکتا۔ ویسے بھی ماموں بھانجے کی "امپورٹنٹ
کلاسز" چل رہی ہے۔

عاصم کی بات پر سب کے قہقہے لاؤنج میں گونجے۔ کاوش
نے گھور کر عاصم کو دیکھا۔

ویسے امپورٹنٹ کلاسز سے کیا مراد ہے۔ شاہ میر ازبان
کی گود میں ارزان کو بیٹھاتے بولا۔

ہم۔۔۔ امپورٹنٹ مطلب امپورٹنٹ۔۔۔ عاصم شاہ
میر کو گھورتے بولا۔

شاہ۔۔ آپ کی امپورٹنٹ کلاسسز کی بینڈ بجا دوں گی۔
آئزہ دانت پیستے بولی۔

بٹر فلائے بینڈ تو میں تمہاری بیڈ پر بجاؤں گا۔ تھوڑا ویٹ
کر لو۔ عاصم اس کے دانت پینے پر بے باکی سے بولا۔

ازہان۔۔ ارزان کو مجھے دے دیں۔۔ میرب ارزان کو
دیکھتے بولی۔ جو اس کا ڈوبہ کھینچتے بار بار اپنی طرف متوجہ
کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ازہان نے مسکراتے ہوئے

ارزان کو میرب کی گود میں دیا۔ آئے ہائے۔۔
ازہان۔۔ ویسے ازہان کے
ساتھ جی لگاتی تو کیا بات تھی۔ سنیں ازہان جی۔۔

ماہی اور ہیزل میرب کو چھیڑتے بولی۔

میرب شرماتے ہوئے ہنس دی۔

یار۔۔ آنتیوں والا ڈائیلاگ رہنے دو۔۔ آپ نا ازہان کو
کوئی پیارے نک نام سے بھولائے۔ نا نکیشہ میرب کے

پاس بیٹھتے بولی۔ ہا ہا ہا۔۔ اس کی طرح۔۔ ہی۔۔ ضر۔۔
ویسے تمہارے ضر کے منہ پر بارہ کیوں بجے ہیں۔

ماہی ضر غام کو دیکھتے بولی۔

اُن کا چہرہ ہی ایسے ہیں۔ نامیشہ سامنے بیٹھے ضر غام کو
گھورتے بولی۔

نامیشہ کی بات پر وہ چاروں ہس پڑی۔ یارر نامیشو اتنا پیارا
تیرا شوہر ہے۔ کیوں ناراض کرتی ہے۔ زمل اس کے
کندھے پر چماٹ مارتے بولی۔ بھابھی میں نے انہیں کچھ
نہیں بولا۔

بس رات کو اُن کا انتظار کیے بنا میں سو گئی تھی۔ اس لیے
منہ لٹکائے پھر رہے ہیں۔ نا انگیشہ معصومیت سے آنکھیں
پیپٹاتے بولی۔

ایک بار پھر چاروں کا قہقہہ لاؤنج میں گونجا۔

سب نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

کیا ہو گیا لڑکیوں۔۔۔ زرمینہ بیگم ان سب پر نظر ڈالتے
بولی۔

کچھ نہیں مورے۔۔ بس کسی کے پیاجی روٹھے بیٹھے ہیں۔

بس اُسی کی داستان سُن رہے ہیں۔ ماہی نائکیشہ کے

کندھے پر ہاتھ رکھتے بولی۔ ضرغام کی نظر بے ساختہ اپنی

بیوی پر گئی۔ جو غبارے کی طرح منہ پھولائے بیٹھی

تھی۔ ضرغام کے دیکھنے پر نائکیشہ وہاں سے اُٹھتے پیر پٹختی

اوپر کی طرف بڑھ گئی۔ چل شاباش تو بھی نکل۔۔۔ تیرا

بچہ روٹھ گیا ہے۔ بہرام ضرغام کا کندھا تھکتے بولا۔

ضرغام خاموشی سے اُٹھتے اوپر کی طرف بڑھ گیا۔ ازہان

بھی اُٹھا اور میرب کو آنکھوں سے اشارہ کرتے اپنے

کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ میرب دھک دھک دل سے

نظریں ادھر ادھر پھیر گئی۔ وہ سب کے سامنے

اُٹھ کر نہیں جاسکتی تھی۔ ویسے ہی ارزان کو پکڑ کر بیٹھی
رہی۔

بھابھی ارزان کو مجھے دیں۔ آپ کو بھائی بھلا رہے ہیں۔
زمل میرب کا دھیان اوپر ریلینگ کی طرف کرواتے
بولی۔

میرب لب کاٹتے ارزان کو زمل کے حوالے کرتی جلدی
جلدی اوپر کی طرف بڑھ گئی۔

رانیہ پھوپھو۔۔۔ سنا ہے ضرغام واپس امریکہ جا رہا ہے۔
بہرام اپنی پھوپھو کے پاس بیٹھتے بولا۔۔ ہم !! کچھ بزنس
لوٹ کی وجہ سے جانا ہو گا۔ نامیشہ بھی ساتھ جائے گی۔

ہم !! اُسے بولا بھی تھا اپنا سارا بزنس یہاں پاکستان میں
شفٹ کر لیں۔ پر کہاں سنتا ہے۔

آپ تو نہیں جائے گی۔ بہرام اپنی پھوپھو کے ہاتھ پر
بوسہ دیتے بولا۔ نہیں میرے بیٹے۔۔۔

بابا کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ ابھی میں ادھر ہی ہوں۔
رانیہ بیگم مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے
بولی۔ ہم!! ہیزل میرے کپڑے نکال دو۔ مجھے ڈھیڑے
پر جانا ہے۔

ہیزل کے اٹھنے پر بہرام بسے دیکھتے بولا۔

جی خان میں نکال دیتی ہوں۔۔ میرا ل کو بہرام کے
حوالے کرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اتنا گند کون پھیلاتا ہے۔ ہاشم کمرے میں داخل ہوتے
بولا۔ صوفے بیڈ پر کپڑے دیکھ کر غصے سے بولا۔ میں
پھیلاتی ہوں۔ آپ کو کوئی مسئلہ ہو رہا ہے۔ علینہ بھی غصے
سے بولی۔ ایک تو پہلے ہی کپڑے پھیلا کر بیٹھ گئی تھی۔
اوپر سے سمجھ نہیں آرہی تھی۔ کون سے کپڑے کہاں
رکھے۔ ہاشم اس کا سپاٹ چہرہ دیکھتے دانت پیس کر رہ گیا۔
مجال ہے اس کی بیوی اسے سیدھی طرح جواب دیں
دے۔ ہر وقت کاٹنے کو دوڑتی ہے۔ ہاشم بیڈ پر سے

کپڑے سائیڈ کر تائیڈ کر اوُن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔
علینہ نے غصے سے ہاشم کو دیکھا۔

بیوی پریشان بیٹھی ہے۔ اور خود محترم آرام فرمانے لگے
ہیں۔ علینہ غصے سے بولتی ادھر ادھر کپڑے پھینکنے لگی۔
ہاشم نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر آنکھیں چھوٹی کیے اسے
دیکھنے لگا۔

بیوی کبھی خوش بھی ہوئی ہے۔ جب بھی بات کرو سڑے
کریلے کی طرح ہی جواب ملتا ہے۔ ہاشم اسے گھورتے
بولا۔

آپ بھی کم نہیں ہے۔ سارا سارا دن ہو اسپتال میں
گزارتے ہیں۔ پر مجال ہے بیوی کے لیے تھوڑا سا ٹائم
نکال دیں۔ آپ مجھے
جان بوجھ کر اتنی مشکل ڈیوٹی دیتے ہیں۔ سارا دن مجھے
اگنور کرتے رہتے ہیں۔

علینہ شکوہ کرتے بولی۔ پر لہجہ پھر بھی سپاٹ تھا۔ تمہیں
ہی شوق چڑھا ہوا تھا۔ ہو اسپتال جوائن کرنا ہے۔ اب مجھ
سے شکوے کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاشم اس کے
شکوے پر ناگواریت سے بولا۔ ہاں ہاں۔۔۔ تانہ مارے

رہے ہیں۔ اب میرے قریب بھی آئے گا۔ پھر آپ
کو بتاؤں گی۔ دور دور دور رہنا ہے مجھ سے۔۔

علینہ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے بولی۔ ہاشم
نے غصے سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ عیینہ اسے اگنور
کرتے کپڑے اٹھائے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔ تم
مجھے پاگل کر دو گی عیینہ۔۔ ہاشم اسے دیکھتے غصے سے
بولا۔

علینہ تم مجھے پاگل کر دو گی۔ کبھی موقع نہیں چھوڑتی

لڑنے کا ہاشم اس کی پشت کو دیکھتے بولا۔ ٹھیک کہا سب
میں کرتی ہوں۔ میری وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ میں ہی
بری ہوں۔ علینہ غصے سے بولتے صوفے پر آکر بیٹھی۔
ہاشم نے نفی میں سر ہلاتے اس کو دیکھا۔ یہاں آؤ
علینہ۔۔۔ اسے ٹپ ٹپ آنسو بہاتے دیکھ کر نرمی سے
بولا۔

نہیں آنا مجھے آپ کے پاس۔۔۔ علینہ دو ٹوک انداز میں
بولی۔

علینہ شرافت سے پاس آؤ۔ ہاشم سرد لہجے میں بولا۔
میرے اندر شرافت نہیں پائی جاتی مسٹر ہاشم خان!!!

تمہاری تو۔۔۔ وہ بولتے بولتے روکا۔ سامنے بیٹھی اس کی
آتش فشاں بیوی پہلے ہی تندور کی تپے بیٹھی تھی۔
مسٹر کی جان خود ہی پاس آ جاؤ۔ ورنہ میں پاس آیا تو
شرافت اچھے سے سمجھا دوں گا۔ کوئی جان و ان نہیں
ہوں میں۔۔۔ ہر وقت میرے سے جھگڑتے رہتے ہیں۔

علینہ روتے ہوئے ہاشم کو دیکھتے بولی۔ ہاشم منہ کھولے
اسے دیکھنے لگا۔ پہل ہمیشہ خود کرتی تھی۔ اینڈ میں خود ہی
روٹھ کر سارا کا سارا الزام اس پر ڈالنا بھولتی تھی۔

میری جان اب نہیں جھگڑو گا۔

نہیں آپ!! ہر دفعہ ایسے ہی بولتے ہیں۔ علینہ اس کی
بات کاٹتے بولی۔

لاسٹ دفعہ اپنے مسٹر کے پاس آ جاؤ۔

پھر سارے شکوے سنوں گا۔۔ ہاشم اس کے منہ
بسور نے پر بولا۔ میں نہیں آرہی خود ہی آکر لیں
جائے۔۔ علینہ صوفے پر بیٹھی نظریں اس پر جمائے
بولی۔

ہاشم کے لب گہرے مسکرائے۔

نہیں اب بیٹھی رہو۔۔ میں کیوں آؤں لینے۔۔ مت
آئے لینے۔۔ میں بھی مری نہیں جا رہی آپ کے پاس
آنے کے لیے۔۔ وہ صوفے سے کشن اٹھاتے اس کی
طرف پھینکا۔

جسے وہ فوراً اپنے ہاتھ میں پکڑ گیا۔ ہم !! بول ایسے رہی
ہے۔ جیسے میلوں دور بیٹھی ہو۔ ہاشم منہ میں بڑبڑاتے
بولا۔

ہاشم سارا غصہ اندر ہی اندر اُتار تابید سے اُٹھتے اس کی
طرف بڑھا۔ اور اسے بنا مزاحمت کا موقع دیتے اپنی
باہوں میں اُٹھا گیا۔

میری سائیکو بیوی !! تم جتنا مرضی مجھ سے جھگڑا کر لو۔
تمہیں کبھی پہل نہیں کرنے دوں گا۔ کیوں کے پہل
کرنے کے لیے تمہارا ہاشم ہمیشہ سر جھکائے کھڑا ہو گا۔ وہ

آہستگی سے اس کے کان کے قریب جھکتے بولا۔ علینہ نے
بھگی آنکھیں اٹھا کر اس حسین مرد کو دیکھا۔ وہ ایسا ہی تو
تھا۔

جب جب وہ اس سے ناراض ہوتی تھی۔ ہمیشہ خود ہی
مناتا تھا۔ خود ہی تو پہل کرتا تھا۔ وہ اس کی گرے
آنکھوں میں دیکھتے سوچ رہی تھی۔ کیا سوچ رہی ہو۔
اب کیا جھگڑنے کا نیا پلین سوچ رہی ہو۔ ہاشم اس کی
آنکھوں میں دیکھتے بولا۔ شٹ اپ مسٹر خان۔۔۔ میں
اکیلی نہیں جھگڑتی آپ بھی جھگڑتے ہیں۔

وہ اس کی سینے پر ہلکا سا مکا مارتے بولی۔

ہم!! بہت ہی جان لیوہ ہو۔ بات بات پر ناراض ہونا کوئی
میری بیوی سے سیکھے۔ وہ اسے بیڈ پر لیے ایسے ہی گود
میں بیٹھا۔

اچھا سوری ڈار لنگ۔۔۔ اب کیا ایسے ہی منہ لڑکائے
رکھنا ہے۔ اور کیا بول رہی تھی۔ کے میں تمہیں ٹائم
نہیں دیتا۔

اگنور کرتا ہوں۔ ہاشم اس کی ٹھوڑی سے پکڑتے

چہرہ اپنے قریب کرتے بولا۔

ہاں تو میں نے غلط کب بولا ہے۔ وہ بھی اسی کے انداز
میں بولی۔

چلو ٹھیک ہے۔ اب مجھ سے بچ کر دکھاؤ۔ آج کا دن
میری سائیکو بیوی کے نام۔۔ ہاشم اسے بیڈ پر لٹاتے
بولا۔ اور اسے بولنے کا موقع دیے بغیر۔۔ اس کے لبوں
پر جھک گیا۔

علینہ اس کے انداز پر اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے پیچھے
کرنے لگی۔ وہ اس کے ہاتھوں میں کو اپنے ہاتھوں میں
لیتے تکیے سے پن کر گیا۔ ہاشم اس قدر اس کے لبوں سے
لیٹے

جنون ڈھار ہاتھ۔ علینہ کو سانس لینے کا بھی موقع نہیں
دے رہا تھا۔ ہاشم اس کے دونوں لبوں کو اپنے منہ میں
لیے پہلے اس کا سانس خود میں اتارا پھر اپنا سانس اس کی
سانسوں میں الجھاتے اس کی جان نکال رہا تھا۔

کچھ لمحے بعد وہ پیچھے ہوا اور اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

علینہ گہرے گہرے سانس بھرتے اس کی گرے
آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

ہاشم خان تمہیں اگنور بلکل نہیں کریں گا میری سائیکو
بیوی۔۔ ہر سیکنڈ ہر لمحہ تم میری قربت میں مہکا کروں
گی۔ آج سے تمہاری ڈیوٹی میرے ساتھ ساتھ رہنے کی۔
تم میرے کیمین کے علاوہ اور کہی بھٹکتی نظر آئی۔ پھر
شکوے مت کرنا مجھ سے۔۔ سائیکو ڈاکٹر۔۔۔ اب
صرف تمہیں اپنے شوہر کی ڈیوٹی نبھانی ہے۔ ہاشم اس کی
پھیلی آنکھوں کو دیکھتے مسکراتے ہوئے بولا۔

اس سے بڑا دھماکہ کیا ہو سکتا تھا۔ ایک ہی دفعہ سارے
گلے شکوے سمیٹ دیے۔

بہت مشکل ڈیوٹی ہے۔ علینہ سرخ چہرے کک ساتھ
بولی۔ اب مریضوں کو چھوڑتے اس جنونی ڈاکٹر کی ڈیوٹی
نبھانی پڑے گی۔ اللہ میاں۔۔ میری زبان کیوں نہیں
رکتی۔ علینہ دل ہی دل میں سوچتے خود کو ملامت کرنے
لگی۔

ہاشم مسکراتے ہوئے اس کی گردن کو چومتے شدت سے
اس کی دھڑکنوں پر ظلم ڈھاتے اس سسکیاں نکلوانے
لگا۔ کی

مسٹر خان۔۔ آرام سے۔۔ وہ اس کے جنون بھرے
انداز پر تڑپتے گھٹی گھٹی آواز میں بولی۔

ہاشم اس کی آواز پر اب نرمی سے اسے چومتے اس خود
کے ساتھ لیٹائے جا رہا تھا۔

علینہ روتے سکتے اس کے ساتھ لپٹتی جا رہی تھی۔ گزرتے
وقت کے ساتھ یونہی اپنی نرم گرم شدتوں سے محبت کی
بارش برساتا رہا۔ عینہ بامشکل برداشت کرتے اس کا
ساتھ دیتے اور اسے جنونی بنا رہی تھی۔

(چند سالوں کے بعد).....

اؤوئے۔۔ تیری ماں کدھر ہے۔ وہ سامنے ہی صوفے
پر گرتے بولا۔ اور اپنے بیٹے کو کانٹے سے انڈہ کھاتے
دیکھتے بولا۔ تمیز سے بولے بابا۔۔ میری ماں کا کوئی نام
بھی ہے۔

وہ پلیٹ میں کانٹا پٹختے بولا۔

اووئے ماں کے چچے کس طرح بات کر رہا ہے اپنے بابا
سے۔۔ وہ اپنے پانچ سالہ بیٹے کو گھورتے بولا۔

کیوں آپ کو بُرا لگا۔ شیظم ہستے ہوئے بولا۔ سیدھی طرح
بتا تیری ماں کدھر ہے۔ دامیار اس کے ہسنے پر سرد لہجے
میں بولا۔

آپ کی ٹانگیں ہے تو خود ہی جا کر دیکھ لیں۔ شیظم
سینڈ وچ کو کیچپ میں گول گول گھماتے بولا۔

تمہاری زبان زیادہ چلنے نہیں لگی۔ دامیار اپنے چھوٹے
چوزے کو دیکھتے بولا۔

ہم !! الحمد للہ بابا۔۔۔ آپ پر ہی گیا ہوں۔ اس لیے
میری زبان کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

میری ماں۔۔ مطلب میری کیوٹ ماما نیچے ہیزل چچی اور
زمل چچی کے پاس ہے۔

اور پلیز مجھے کھاتے وقت ڈسٹرب مت کریں۔

شیظم اپنے باپ کو دو ٹوک انداز میں بتاتے ہوئے۔

کمینہ توں تو باپ کا بھی باپ ہے۔ دامیار اپنے بیٹے کے پاس آتے زور سے اس کے گال پر کس کرتے بولا۔ اور وہاں سے نیچے کی طرف بڑھ گیا۔

شیظیم اپنے بابا کے جاتے منہ پھولاتے اپنے گال کو مسل
کر صاف کیا۔ میرہ۔۔۔۔۔ ارزاں لالا کہاں ہے آپ۔۔
شیظیم اپنی پلیٹ اُٹھائے سامنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
جہاں سب بیٹھے شام کو اکٹھے پڑھائی کرتے تھے۔

کیا ہے شیظم۔۔۔۔۔ اب کیا تیرے چھوٹے سے دماغ میں

چل رہا ہے۔ سات سالہ ارزان اسے گھورتے بولا۔

ارزان تم ہر وقت اسے ڈھانٹتے رہتے ہو۔ کبھی پیار پیار
سے بھی بول لیا کرو۔ میرا اپنی بکس چھوڑتے شیظم کی

طرف بڑھتے اپنے ساتھ لگایا۔ میرا ارزان سے تین

مہینے ہی بڑی تھی۔ میرہ تم اس چھوٹے کی سائیڈ مت لیا

کرو۔ ہماری ساری باتیں امان لالا کو فون پر بتاتا ہے۔

ارزان اس کو گھورتے بولا۔ کوئی بھی مجھ سے پیار نہیں

کرتا۔ بس میرہ آپ ہی کرتی ہے۔ وہ میرہ کے گال پر کس

کرتے بولا۔ شیظم جھوٹ۔۔۔ عشنا اور منہا بھی پیار کرتی

ہے آپ سے۔ میرا اس کا جھوٹ پکڑتے بولی۔ ہم!!

جانتا ہوں۔ آپ میرے پاس ہوتی ہوں اس لیے بول
دیا۔

جب منہا اور عشنا پاس ہوگی تو اُن کا بھی نام لیں لوں گا۔
شیظم اپنی حسین بوڑھی بوڑھی آنکھیں پھیلاتے بولا۔

ارزان اور میرال ہی دیے۔ چلو شاباش۔۔ اپنا بیگ
پکڑو۔۔ میں بابا سے مل کر آتی ہوں۔۔ میعال اس کا گال
چومتے اپنی فراک کو گھماتے بھاگتے ہوئے باہر نکل گئی۔
شیظم ارزان کو منہ چڑھاتے اپنا بیگ پکڑتے اپنی چھوٹی
سی کر سی پر جا بیٹھا۔

منہا بابا کی جان۔۔۔ گر جاؤ گی۔ نو بابا۔۔۔ آپ نے عشی کو
نئی فراک نئے شوز لیں کر دیے ہیں۔ مجھے کیوں نہیں۔۔۔
وہ بھاگتے ہوئے اپنے بابا کو بتانے لگی۔ عاصم اپنی چار سالہ
بیٹی کی ناراضگی دیکھتے آئزہ کی طرف دیکھا۔ جو عشنا کو
ریڈی کر رہی تھی۔ منہا بیٹھ کر بابا کی بات سن لوں گے۔۔۔
آئزہ اپنی بیٹی کو سٹول پر چڑھتے دیکھ کر منت بڑھے لہجے
میں بولی۔

بڑے فلائے اپنی بیٹی کو سمجھا دو۔۔۔ ورنہ مجھ سے پٹ

گی۔ عاصم منہا کو گھورتے بولا۔ بابا۔۔ آپ نے میری
بہن کو ہاتھ بھی لگایا تو میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی۔
چھ سالہ عشنا اپنے بابا کو گھورتے بولی۔ یا اللہ۔۔۔ تم سب
نے مجھے پاگل کر دینا ہے۔

عاصم وہی سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔
شاہ۔۔ غصہ کیوں کر رہے ہیں۔ آئزہ عاصم کے پاس
آتے بولی۔ ہم!! شاہ کی جان۔۔ تم کم پاگل کرتی ہو۔
اب یہ تمہاری بیٹیاں

عاصم نے کلائی سے پکڑتے آئرہ کو اپنی گود میں بیٹھایا۔
عشنا۔۔ اور منہا ایک ساتھ چیختے آنکھوں پر ہاتھ رکھ
گئی۔۔

آج سات سال ہو چکے تھے۔ سلطان پاشا کو گئے۔ ازبان
کی شادی کے چار دن بعد ہی پاشا صاحب اللہ کو پیارے ہو
گئے تھے۔ سلطان پاشا کو کچھ ہی مہینے گزرے تھے۔ حاکم
صاحب بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ازمان میرب کو لیں
کر پاشا مینشن میں شفٹ ہو گیا۔ سنیں ازبان۔۔۔ رہام
کو پکڑ لیں۔ کب سے رور ہی ہے۔ کچن میں کھڑی میرب
اپنی تین سالہ بیٹی کی رونے کی آواز سنتے بولی۔

میری حسینا۔۔ جب سے آفس سے لوٹا ہوں۔ کچن میں
ہی گھسی ہوئی ہو۔ ازبانِ رحام کو گود میں اٹھائے کچن میں
داخل ہوتے بولا۔۔

بریا نی بنا رہی ہو۔۔ میرب اُبلتے چاول میں چھپچھپ مارتے
بولی۔ ہم!! کیوں تھکا رہی ہو خود کو۔ ہم باہر سے ڈنر کر
لیتے۔۔

ازمان میرب کے پیچھے کھڑا ہوتے اس کے پیٹ پر

ہاتھ رکھتے بے باکی سے میرب کی پشت اپنے ساتھ لگائی۔
ازہان کیا کر رہے ہیں۔ میرب اس کے بے باک انداز پر
سلیپ کو دونوں ہاتھوں سے جھکڑتے بولی۔ کچھ نہیں
جان۔۔۔ بس تھوڑی تھوڑی میٹھی جسارتیں کرنے کا دل
چاہ رہا ہے۔

ازہان اپنی بیٹی کو گود میں اٹھائے کون رومانس کرتا
ہے۔ میرب ازہان کی طرف پلٹتے بولی۔

اور رہام کو دیکھا جو مگر ٹکڑ دیکھ رہی تھی۔

رہام میری جان۔۔ کیا بابا ماما کو کس کر لیں۔

ازبان اپنی بیٹی کے گال چومتے بولا۔

لیں بابا۔۔ آپ ماما کو کس کرے بدلے میں میں بھی
کروں گی۔ زہام اپنی تو تلی زبان سے بولتے اپنی ماما کو
دیکھا۔ جو غصے سے اسے ہی گھور رہی تھی۔ بابا کی جان۔۔
بہت شرارتی ہو گئی ہو۔ پہلے آپ کر لو۔ میری کس کچھ
زیادہ سپیشل ہو گئی۔ وہ میرب کے سُرخ تپے چہرے کو
دیکھتے بولا۔

رہام نے گھور کر اپنے بابا کو دیکھا۔ اور پھر اپنی ماما کے
دونوں گال چومے۔ نرمین۔۔۔ ازبان ملازمہ کو آواز
لگانے لگا۔ جو باہر لاؤنج میں ہی صفائی کر رہی تھی۔ جی
صاحب۔۔ نرمین بھاگتے ہوئے کچن میں آئی۔

یہ رہام کو سُلا دو۔ ازبان رہام کو نرمین کے حوالے
کرتے بولا۔ نرمین رہام کو پکڑتے کچن سے باہر نکل گئی۔

میرب جلدی سے بریانی کو دم لگانے لگی۔ میری
حسینا۔۔۔ غصہ کس بات کا چڑھ گیا ہے۔ ازبان اسے بازو
سے پکڑتے رُخ اپنی طرف کیا۔ ازبان۔۔ آپ کو اتنی

دفعہ بولا ہے۔ بیٹی کے سامنے ایسی حرکتیں مت کیا
کریں۔ وہ چھوٹی ہے۔ ویسے ہی پھر آپ کو کاپی کرتی
ہے۔

ادو میری جان۔۔ اس میں غصہ کرنے والی کیا بات ہے۔
چلو آؤ شاہباش۔۔ ازبان اسے گود میں اٹھاتے سلیپ پر
بیٹھایا۔

ویسے آپ جلدی نہیں آگئے۔ میرب اس کی گردن میں
باہیں حائل کرتی بولی۔

ہم !! بس ان لبوں کو تمہارے لبوں کی طلب شدت
سے ہو رہی تھی۔ اسی لیے جلدی آنا پڑا۔ ازہان بس کے
نچلے لب پر انگلی پھیرتے بولا۔

اور جھک کر ان گلاب جیسی پنکھڑیوں کو قید کر لیا۔ اتنی
شدت سے وہ اس کے لبوں سے لپٹا تھا۔ میرب پھڑ پھڑا
کر رہ گئی۔

ازہان اسے سانس لینے کا موقع دیے بغیر شدت سے ان
لبوں کی نمی اپنے بلک میں اُتار رہا تھا۔ میرب اس کے
جنون بھرے انداز پر اس کی شرٹ کو دبوچتے با مشکل

ساتھ دے رہی تھی۔ ازبان اس کی حالت پر ترس
کھاتے پیچھے ہوا۔ میرب اس کی گردن میں چہرہ چھپاتے
گہرے گہرے سانس بھرنے لگی۔ آپ اتنی زور سے
کس کیوں کرتے ہیں۔ میرب اس کی گردن میں چہرہ
چھپاتے شکوہ کناں لہجے میں بولی۔ میری جان۔۔
تمہارے ان ہونٹوں میں نشہ ہی بہت ہے۔ میں چاہہ کر
بھی خود کو کنٹرول نہیں کر پاتا۔ وہ اس کے شکوے پر
مسکراتے ہوئے بولا۔ اور محبت سے اس کے گرد حصار
باندھتے اس شدت سے خود کے ساتھ لگایا۔

آئی مس یوں۔۔۔ ضر۔۔ آپ واپس کب آرہے ہیں۔
نامیشہ کھڑی کے قریب کھڑی سامنے نظر آتی بڑی بڑی
بلڈنگ کو دیکھتے فون پر ضرغام سے بات کرتے ہوئے نم
لہجے میں بولی۔ وہ امریکہ میں بنے بہت ہی خوبصورت
فلیٹ میں تھے۔ جو انتہا کا خوبصورت اور بہت بڑا تھا۔

یہ امریکہ میں آتے ضرغام نے اسے برتھ ڈے پر گفٹ
کیا تھا۔ ضرغام ایک ہفتے سے لندن میٹینگ کے سلسلے میں
گیا تھا۔ اور ابھی تک واپس نہیں لوٹا تھا۔ میرا بچہ۔۔۔ کل
کی فلائیٹ سے اپنی پرسنل سز کے پاس ہی آ رہا ہوں۔

ضرغام اس کا نم لہجہ محسوس کرتے محبت سے بولا۔

پلیز آجائے نا۔۔۔ میرا دل نہیں لگتا۔

مام میرے پاس ہی ہوتی ہے۔ پھر بھی آپ کی کمی شدت
سے محسوس ہوتی ہے۔ وہ اب باقاعدہ روتے ہوئے بولی۔

میری جان۔۔ روتے نہیں ہے۔ ویسے بھی تمہاری
طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔

تمہاری ضد کی وجہ سے تم اس حال میں ہو۔ ورنہ میں بے
بی کے حق میں نہیں تھا۔

ضرغام بے بسی سے بولا تھا۔ نامیشہ کے پہلے مس کیرج
کی وجہ سے اب وہ ایسا کچھ نہیں چاہتا تھا۔ جیسے حالات
سے نامیشہ گزری تھی۔ وہ ڈر گیا تھا اس کھونے سے۔۔

پر اس کی ضد کے آگئے ہار مانتے اسے یہ قدم اٹھانا پڑا۔ نا
پیشہ کو آٹھواں مہینہ چل رہا تھا۔ اگر اس کی امپورٹنٹ
میٹنگ نا ہوتی وہ کبھی بھی یہاں نا آتا۔ پرنسز۔۔۔ مام کے
پاس ہی لیٹنا میں کل پکا آجاؤں گا۔ ضرغام اسے پیار سے
سمجھاتے بولا۔

میری جان۔۔۔ سُن رہی ہو۔ وہ اس کو خاموش دیکھتے
تڑپتے ہوئے بولا۔

ناہیشہ چپ کیوں ہو۔ وہ اس کی خاموشی پر پھر بولا۔

ہی۔۔ جب آپ آئے گئے تب ہی بات کروں گی۔
نامیشہ بولتے ٹھا کے ساتھ موبائل بند کر گئی۔ دوسری
طرف ضرغام ہیلو ہیلو کرتا رہا گیا۔

ہادی میری ٹکٹ کرواؤں۔ مجھے آج ہی امریکہ کے لیے
نکلنا ہے۔ وہ سامنے بیٹھے اپنے اسٹنٹ کو حکم دیتے باہر
نکل گیا۔

بابا۔۔ میں نہیں جا رہا آج سکول۔۔ ارزاں اپنے بابا کو
گھورتے بولا۔ شاہ میر نے آنکھیں چھوٹی کیسے اپنے بیٹے کو
دیکھا۔

کیوں بھئی۔۔ تیرے باپ کی شادی ہے۔ جو تو نہیں جا
رہا۔

شاہ میر لپ لپ ٹاپ سائیڈ پر رکھتے بولا۔ شٹ اپ بابا۔۔
آپ مزاق میں بھی اپنی شادی نہیں کروا سکتے۔ ورنہ میں
اپنی ماما کو یہاں سے لیں کر چلا جاؤں گا۔ ارزاں غصے سے

بولتے اپنے بابا چلا جاؤں گا۔ ارزان صحت سے ہو کی
مونچھیں کھینچی۔

اؤوئے۔۔ آیا بڑا۔۔ اگر شادی کرنی ہوئی۔ تیری ماں
سے ہی کروں گا۔ اپنی دھمکیاں اپنے پاس رکھ۔
ویسے سکول کیوں نہیں چانا۔۔ میرا ل جارہی ہے شیظم جا
رہا ہے۔ تجھے کیا مسئلہ ہے۔ شاہ میرا اس کی براؤن
آنکھوں کے دیکھتے بولا۔

میرادل نہیں کر رہا۔ ویسے بھی آج آئزہ پھوپھو آرہی
ہے۔ اسی خوشی میں میری چھوٹی تو بنتی ہے۔ زل اپنے
شہزادے کو سمجھا دو۔

شرافت سے سکول چلا جائے۔ ورنہ کان پکڑ کر چھوڑ کر
آؤں گا۔ شاہ میر زل کو کمرے میں داخل ہوتے بولا۔

ماما۔ بابا جھوٹ بول رہے ہیں۔ میں نے ایسا ویسا کچھ
نہیں کہا۔ ویسے بھی میرا ریاضی کا ٹیسٹ ہے۔ میں جا رہا
ہوں۔ وہ بیڈ سے اٹھتے زل کی طرف بڑھتے بولا۔ شاہ
میر آنکھیں کھولے اس شیطان کو دے کھنے لگا۔ جو
باقاعدہ جھوٹ بو گئے اپنی ماں سے پیار بٹور رہا تھا۔

ہم!! میرا شہزادہ بیٹا۔۔ آپ کے بابا کو ویسے ہی جھوٹ
بولنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ چلو شاباش۔۔ ریڈی ہو جاؤ جا
کر۔ سب کچھ تمہارے روم میں ریڈی پڑا ہے تمہارا
سامان۔۔۔

زمل اس کے گال کو چومتے بولی۔

ارزاں بھاگتے ہوئے اپنے بابا کے پاس آیا۔

سوری بابا جانی۔۔ میں صرف آپ کو تنگ کر رہا تھا۔
ارزان اپنے بابا کے ہاتھ پر اپنے چھوٹے لب رکھتے بولا۔
شاہ میر نے مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے پر لب
رکھے۔ اچھے مار کس لینے ہیں میرے بیٹے۔۔

جی بابا ڈونٹ وری۔۔ ساری کلاس میں ارزان شاہ میر
خان ٹاپ کریں گا۔ ارزان ہستے ہوئے بولا۔

اور باہر نکل گیا۔

یہاں آؤ میرا بچہ۔۔۔ تمہیں میں بتاتا ہوں میں کتنا جھوٹا
انسان ہوں۔ شاہ میر زمل کے پلٹنے پر فوراً بولا۔ ایم سوری
میر۔۔ میں نے ارزان کے سامنے ایسے ہی بول دیا۔ وہ
شاہ میر کے پاس آتے اس کی گود میں بیٹھتے بولی۔

ہم!! تم ماں بیٹے کبھی نہیں سدھر سکتے۔ شاہ میر اس کی
شرٹ کے اندر ہاتھ ڈالتے بے باکی دکھاتے بولا۔ میر۔۔
وہ سکتے اس کے کندھے پر سر ٹکا گئی۔ کہاں تھی۔۔ دیکھو
کیسے برف کی طرح ٹھنڈی پڑی ہو۔ شاہ میر اس کے
ٹھنڈے جسم کو محسوس کرتے بولا۔

وہ میر میں لان میں تھی۔ بھا بھی کے ساتھ مل کر پودوں
کو پانی دے رہی تھی۔ وہ شرم سے سر جھکائے بولی۔

ہم!!!! شاہ میر ایک جھٹکے سے

سے ہی اسے کنبیل کے

اندر کرتے خود پہلے جا کر دروازہ لاک کیا۔ اور پھر واپس
آتے اپنا سارا وزن زل کے اوپر ڈالتے لیٹ گیا۔

آہہ۔ میر۔۔۔ کیا کر رہے ہیں۔ شاہ میر جو اس کی

گہرائیوں کو بے باکی سے محسوس کر رہا تھا۔ زل آ نکھیں
پھیلاتے بولی۔ چپ جان میر۔۔۔ ایک دم چپ۔۔ شاہ
میر اس کے لبوں پر انگلی رکھتے چپ کروا گیا۔ زل
آنکھیں پھیلانے دیکھنے دیکھنے لگی۔ کچھ نہیں کر رہا میر کی
جان۔۔ بس تھوڑا سکون محسوس کرنا چاہتا ہوں۔
وہ بے باکی سے بولتے اس کی روح میں اترتے زل کے
لبوں پر اپنے لب رکھ دیے۔

زل اس کی اتنی شدت پر تڑپتے ہوئے آنکھیں موند
گئی۔"

"آئی لو یو میر۔۔۔"

وہ بند آنکھوں سے سکون کی وادیوں میں جاتے بولی۔
آئی لو یو ٹو۔۔۔ میر کی جان۔۔ وہ اس کی ناک چومتے
اسے اپنے ساتھ لپٹائے جارہا تھا۔ وہ دونوں ایک
دوسرے میں اس قدر مدہوش ہو گئے تھے۔ دروازہ
نوک ہونے کی آواز پر دونوں ہوش میں آئے۔

بابا۔۔ ہمیں سکول چھوڑ آئے۔ بڑے بابا۔۔ سو رہے
ہیں۔ وہ اسے دامیار کا بتاتے ہوئے بولا۔

بابا کی جان۔۔ چھوٹے بابا کو بولو وہ چھوڑ آتے ہیں۔

شاہ میر ارزان کی آواز سنتے بولا۔

چھوٹے بابا۔۔ حویلی نہیں ہے۔ ڈرائیور انکل بھی اُن کے
ساتھ ہے۔ ارزان بند دروازے کو گھورتے اب بہرام
کا بتانے لگا۔

آ رہا ہوں۔ تم سب گاڑی میں جا کر بیٹھو۔ شاہ میر زل کو
مسکراتے دیکھ کر غصے سے بولا۔ تمہارا شہزادہ ہمیشہ مجھے
بیچ راستے میں روک دیتا ہے۔ وہ زل سے دور ہوتے
بولا۔

اور جلدی سے خود کو کور کرتے بیڈ سے اٹھتے گاڑی کی کیز
پکڑتے بیڈ پر لیٹی بکھرے چلیے میں اپنی بیوی کو ایک نظر
دیکھتے باہر کی طرف

بڑھ گیا۔

زل فوراً بیڈ سے اٹھتی جلدی سے اپنا حلیہ درست کرتے
چیزیں سمیٹنے لگی۔

اتنی دیر کیوں لگادی۔ عابیرہ کو روم میں آتے دیکھ دامیار
بیڈ پر کہنی ٹکائے بولا۔ آپ نے جھوٹ کیوں بولا۔ کے
آپ سو رہے ہیں۔

عابیرہ دامیار کو گھورتے بولی۔

میں سو رہا تھا بیگم!! میں نے جھوٹ نہیں بولا۔
تمہارے شہزادے نے مجھے دیکھتے ہی دہائی ڈال دی تھی
کے

بابا سورہے ہیں۔ دامیار شینظم کی نکل اُتارتے بولا۔ اف
ہو۔۔ دامیار۔۔ آپ کو میرے بیٹے سے کچھ زیادہ مسئلہ
ہے۔

ہم!! چپکو کہی کا۔۔ تم اب بیٹے کی باتیں چھوڑو اپنے
شوہر کو بھی دیکھ لو۔ دامیار اسے گھورتے بولا۔
کوہی سارا دن دیکھتی ہو۔ عابیرہ بیڈ سے شینظم آپ کوہی
کے کپڑے اُٹھاتے بولی۔

میری جان۔۔ پتہ ہے مجھے کتنا دیکھتی ہو تم مجھے ہر وقت تو
تمہارا بیٹا چپکارہتا ہے۔

دامیار آگئے ہوتے ایک دم سے اس کی کلائی سے پکڑتے
بیڈ پر گرا گیا۔ آہ۔۔ دامیار میری کمر توڑ دی۔ اچانک
جھٹکا لگنے سے عابیرہ درد سے بلبلاتے بولی۔

شرافت سے پاس آتی نہیں ہو۔ اب نوٹسکی کرنے کی
ضرورت نہیں۔ عابیرہ کی فوراً آنکھیں نم ہوئی۔ میں سچ
بول رہی ہوں۔ عابیرہ نم آنکھوں سے بولی۔ دامیار اس
کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے تڑپتے ہوئے کسی بے جان
گڑیا کی طرح کمر سے پکڑتے سینے سے لپٹا گیا۔ ایم سوری
میری جان۔۔

وہ فکر مندی سے اس کی کمر کو دباتے بولا۔

عابیرہ اس کے سینے سے چہرہ نکالتے دامیار کا پریشانی میں
ڈوبا چہرہ دیکھتے مسکرا دی۔ آپ بہت اچھے ہے
دامیار۔۔۔

میں اس لیے اچھا ہوں کیونکہ میری بیوی اچھی اچھا ہے۔
وہ اس کے ماتھے پر لب رکھتے بولا۔ جان دامیار۔۔۔
"میری زندگی میں آنے کے لیے شکریہ۔"

اللہ نے تم جیسا ہم سفر اور پیارا سا شیطان بیٹا دے کر
میری زندگی مکمل کر دی ہے۔

تمہیں پا کر بہت خوش ہوں۔ دامیار اس کی شہد جیسی
براؤن آنکھوں میں دیکھتے بولا۔ ہم !! وہ تو آپ کے
چہرے سے لگتا ہے۔ اگر میں نہیں تو آپ نہیں۔

وہ اس کی بڑی بڑی مونچھوں کو چھوتے بولی۔ میری جان۔۔
میرا وجود ہی تم سے ہے۔

وہ جھکتے اس کی آنکھوں کو چومتے بولا۔ عابیرہ نے
مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑتے لبوں سے لگایا۔

دامیار نے شدت سے اپنے سینے سے لگا دیا۔ اب درد تو
نہیں ہو رہا۔۔ دامیار فکر مندی سے بولا۔ نہیں آپ کی
آغوش میں سب درد بھول جاتے ہیں۔ وہ مسکراتے
ہوئے تھوڑا اوپر ہوتے اس کی گردن میں چہرہ چھپانے
لگی۔ اچھا۔۔۔ وہ ہلکے سے مسکرا دیا۔ اور اپنے لب اس
کی گردن پر رکھ دیے۔ وہ مسکراتے ہوئے دامیار کے
ساتھ لیٹنے لگی۔

مقدس چیزوں پر بوسہ لازم ہوتا ہے۔
احتراماً۔۔ میں تیری گردن چوموں گا۔

دامیار اس کے کان میں سرگوشی کرتے اس کی گردن کو
جا بجا چومتے بے باکی سے چھونے لگا۔

وہ اس گردن کو داغ دار کرتے اب نرمی سے چومتے اپنی
زبان کی نوک اس کی گردن پر نشان و بلے جگہ پر
پھیرنے لگا۔

سی دامیار۔۔ عابیرہ جلن سے تڑپتے اس کی شرٹ کو
مٹھیوں میں دبوچا۔

دامیار سنیں۔۔ وہ بس کے بے جاں شدت بھرے لمس
پر اس کو پکارنے لگی۔ بولو میری جان۔۔ وہ اس سسکنے پر
پیچھے ہوتے محبت سے اس کی پیشانی پر لب رکھتے بولا۔

کچھ نہیں۔۔ وہ اس کے محبت بھرے لمس پر مسکراتے
ہوئے بولی۔

میں کپڑے سمیٹ لوں۔ عابیرہ اس کے گرفت ڈھیلی
پڑتی دیکھ کر ایک سیکنڈ سے پہلے بیڈ سے اُٹھی۔ میری
جان۔۔ ابھی سرگوشیاں باقی تھیں۔ وہ اس کے دور جانے
پر گھورتے بولا۔

بعد میں کر لیجئے گا۔ ابھی بہت کام ہے۔ بارہ بجے آپ کے
لاڈلے نے آ جانا ہے۔

ابھی مجھے کام کرنے دے۔ عابیرہ جلدی جلدی کپڑے
سمیٹتے بولی۔ دامیار ایک نظر اپنی بیوی کو کمبل اپنے
چہرے پر کر لیا۔

سارے موڈ کا بیرہ غرق کر دیا ہے۔ عاصم آئزہ کو
گھورتے بولا۔ اور پھر اپنی آفتوں کو دیکھا۔ جو آنکھوں پر
ہاتھ رکھتے چیخ رہی تھی۔ آپ بھی شرم کیا کرے۔۔
بیٹیاں پاس ہے۔ اور آپ کو رومانس کا بخار چڑھ رہا ہے۔
آئزہ عاصم کی گود سے اٹھتے بولی۔ بیٹھی رہو۔ میں نے تم
سے کہا تم اٹھو۔

بابا۔۔۔ ماما آپ کی گود میں نہیں بیٹھے گی۔ منہا آنکھیں
پیپٹاتے بولی۔ عاصم نے اپنی ٹری سی بیٹی کو گھورا۔ جو اپنی

عمر سے بڑی بڑی باتیں کرنے لگی تھی۔ عشنا کے مقابلے
میں منہا زیادہ ہوشیار تھی۔

ابھی چار سال ہوئے ہیں دنیا میں آئے ہوئے۔۔ محکم
دادی اماں اور نانی کی طرح دے رہی ہے۔ بٹر فلائے بیٹھ
جاؤ۔۔ عاصم منہا کو گھورتے اور آئزہ کو بیٹھنے کا بولا۔ بٹر
فلائے نہیں بیٹھے گی۔ منہا عاصم کے پاس آتے بولی۔
بابا۔۔ آپ نے اسے فراک نہیں لا کر دی اس لیے بدلہ
لے رہی ہے۔ عشنا اپنے بابا کو دیکھ کر بولی۔

شاہ۔۔ بعد میں بیٹھ جاؤں گی۔ دیکھے نامیری بیٹی کا
چہرہ۔۔ آئہ اپنی بیٹی کا اتر اہو اچہرہ دیکھتے بولی۔ عاصم نے
منہا کو دیکھا جو بار بار پلکیں جھپکتی دیکھ رہی تھی۔ منہا کو
دیکھتے اپنی بڑ فلائے کو دیکھا جو بیٹی کا اتر اچہرے، دیکھتے رو
دینے کو تھی۔ بابا کی جان۔۔۔ عشنا کی دوست کی برتھ
ڈے تھی۔

اس لیے اُسے نیا فرائڈ لاکر دیا۔ عاصم منہا کو اپنی گود
میں لیتے بولا۔ آپ کو صبح لادوں گا۔ ناراض مت ہو۔
دیکھو آپ کی ماما کتنا پریشان ہو گئی ہے۔

بٹر فلائے۔۔ میری وجہ سے نہیں آپ کی وجہ سے
پریشان ہوئی ہے بابا۔۔۔

ماما بولتے ہیں۔ بٹر فلائے نہیں بولتے۔۔ کیوں آپ بٹر
فلائے بھلاتے ہیں تو میں بھی بٹر فلائے ہی بھولاؤ گی۔
منہا آئزہ کا ہاتھ پکڑتے لبوں سے لگاتے بولی۔

بٹر فلائے اپنی بیٹی کو سمجھا دو۔۔ تمہیں ماما بھولا یا
کرے۔۔ شاہنچی ہے۔ آئزہ پھر سے باپ بیٹی کی نوک
جو نک شروع ہوتے دیکھتے بولی۔ نو بٹر فلائے۔۔ آپ بابا
کو سمجھا دو۔ میں ماما نہیں بولوں گی۔ عاصم بھی اپنے باپ

کے انداز میں بولی۔ بابا میں جارہی ہوں۔۔۔ ہاشم ماموں
کے ساتھ۔۔ عشنا اپنے بابا کو گھورتے بولی۔

عشی میری جان۔۔ آثرہ اپنی بیٹی کو غصے میں دیکھتے بولی۔
ماما۔۔ جب بھی کہی جاتے ہیں۔ منی اور بابا کی بہس
شروع ہو جاتی ہے۔ میری جان۔۔ میری معصوم
گڑیا۔۔ آپ ان کو چھوڑو۔۔ آپ کی فرینڈ کی برتھ
ڈے ہیں۔ میں گفٹ ریڈی کیا ہے۔ یہ اپنی فرینڈ کو دے
دینا۔ آثرہ اپنی معصوم عشنا کے گال پر پیار
کرتے بولی۔

اور ایک چھوٹا سا باکس عشنا کو پکڑ آیا۔ شکریہ ماما۔۔ عشنا
خوش ہوتے اپنی ماما کے گال پر کس کرتے ہاشم کو
آوازیں لگاتی باہر کو بھاگ گئی۔ آئزہ ایک نظر عاصم اور
منہا پر ڈالتے ڈریسنگ روم میں بند ہوئی۔

آئزہ آئزہ کے کے جاتے جاتے عاصم عاصم اور اور منہ
منہا کا جاندار قہقہہ روم میں گونجا۔

بابا۔۔ ماما ناراض ہو گئی ہے۔ اور عشی بھی۔۔۔ میری
جان۔۔ تمہاری ماما کو میں منالوں گا۔ عشی آئے گی پھر ہم

دونوں مل کر عشی کو منالیں گئے۔ عاصم اپنی پٹاخہ بیٹی کا
گال چومتے بولا۔ ماما کو بھی ہم دونوں مل کر منالیں گئے۔

منہا اپنے بابا کی بات پکڑتے بولی۔ نو تمہاری ماما کو میں خود
منالوں گا۔ جاؤ اب شاباش۔۔ جاؤ اسرا کے ساتھ
کھیلو۔۔ نہیں بابا۔۔۔ بایم لالا مارتے ہیں۔ منہا منہ
بسورتے بولی نہیں کچھ کہتا۔۔ اگر کچھ بولا۔۔۔ اس کے
کان میں کھینچو گا۔

جاؤ میرا بیٹا۔۔ آپ کی ماما کو منانا بھی ہے۔ عاصم اسے پیار
سے سمجھاتے بولا۔ ادو کے بابا۔۔ اگر فائیم لالانے کچھ کہا
میں ہاشم ماموں سے اس کی پٹائی کرواؤں گی۔

شاہ کی جان باہر آنے کے ارادے ہے آپ جناب کے یا
میں اندر آؤں۔ عاصم ڈریسنگ روم کے دروازے کو

نوک کرتے بولا۔ نہیں آنا مجھے۔۔ اندر سے دو ٹوک
جواب آیا۔ ادو کے بٹر فلائے۔۔ میں خود ہی

آ رہا ہوں۔ عاصم لاک کے اندر چابی گھماتے بولا۔ اور
دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ سامنے ہی آئزہ دونوں
ہاتھ کمر پر دائیں بائیں رکھتے غصے سے گھورنے لگی۔ بٹر
فلائے رومانس کرنے کی جگہ یہ کافی اچھی ہے۔ عاصم اس
کی گھوری کو انگور کرتے بولا۔ شاہ!! میں ایسے کسی موڈ
میں نہیں ہوں۔ آئزہ سُرخ تپتے گالوں سے بولی۔ تو بٹر
فلائے موڈ بنا لیتے ہیں۔ عاصم اس کے سُرخ گالوں پر
لب رکھتے بولا۔

نہیں مجھے کوئی موڈ نہیں بنانا۔ کچھ دیر پہلے آپ اور آر
آپ کی بیٹی کافی اچھا میرا موڈ بنا چکے ہیں۔ آئزہ غصے سے
بولی۔ بٹر فلائی۔۔۔ وہ میری اور میری بیٹی کا معاملہ ہے۔
تم ایوی اپنا خون جلارہی ہو۔ آپ دونوں کی نوک جونک
میں ہر دفعہ میں ہی پستی ہوں۔ وہ تو بچی ہے۔ آپ بھی
اُس کے ساتھ بحث شروع کر دیتے ہیں۔ آئزہ گھورتے
ہوئے بولی۔ اووہو۔۔۔ میری جان۔۔۔ تم جانتی ہو، جب
تک ہم۔۔۔ بہس نا کرے ہمارا دن نہیں گزرتا۔ جانتی
ہوں۔۔۔ پروہ بچی ہے شاہ۔۔۔ آپ مت اُسے ڈانٹا
کرے۔ میرا دل بے چین ہو جاتا ہے۔ آپ دونوں باپ

بیٹی کی وجہ سے ہماری عشی بھی روٹھ گئی ہے۔ میری جان
عشی کو ہم یوں منالیں گئے۔ عاصم اسے کندھے سے
تھامتے سیدھا کرتے اس کی کلائیوں کو پکڑتے اس کے
لبوں پر جھک گیا۔ تم میرا جنون اور ایڈکٹ بن گئی ہو۔ وہ
اس کی کلائیوں پر پکڑ مضبوط کرتے کان کے قریب جھک
کر بولا۔ اور آپ میرا سکون۔۔ آئزہ اپنی آہنی کلائیاں
چھڑواتی شدت سے اس کے سینے سے لگے بولی۔ عاصم
مسکراتے ہوئے دوبارہ سے اس کے لبوں پر جھک گیا۔
پہلے سے زیادہ شدت سے وہ اس کے لبوں کا جام پیتے خود
کو سراب کر رہا تھا۔ آئزہ بنا مزاحمت کیے اس کی شدت

میں اس کا بھرپور ساتھ دے رہی تھی۔ وہ اپنا جنون اس
کے ہونٹوں پر اتار تا گلابی کر گیا۔

اور پیچھے ہوتے اسے دیکھنے لگا۔ جو اپنا تنفس بہال کرتے
گہری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ میری جان۔۔ یہ عشق
کا جام ہے۔ جو تمہارے ان ہونٹوں سے لپٹتے جان میں
جان ڈال دیتا ہے۔ وہ اس کے گلابی لبوں پر انگوٹھا
پھیرتے بولا۔ اور نرمی سے ان لبوں کو چوما۔

بٹر فلائی۔۔ اپنی بیٹیوں کو بھی اتنا پیار نادے سکوں۔
جتنا تم سے کرتا ہوں۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بول رہا تھا۔ ہم!! میرے
شاہ صرف میرے ہیں۔ آپ کو پیار کرنے کا حق صرف
مجھے ہیں۔ اپنی بیٹیوں سے بھی زیادہ۔۔۔ آئزہ فل جلیس
انداز میں بول رہی تھی۔ عاصم اس کی بھرپور جیلی پر
مسکرا دیا۔

اور شدت سے اس کے کندھے سے شرٹ نیچے کھسکا کر
وہاں اپنے لب رکھے۔ شاہ۔۔ وہ اس کے دہکتے لمس پر
اس سے لپٹ گئی۔ اب ناراض تو نہیں میری

جان۔۔۔ عاصم اس کے لیٹنے بولا۔ نہیں۔۔۔ میں کیوں
ناراض ہونے لگی۔

آرہ ڈبڈبی آنکھوں سے بولی۔

ہا ہا ہا۔۔۔ ناراض ہو کر یہی جواب ملتا ہے۔ عاصم ہستے
ہوئے بولا۔ ہم!! تو آپ چاہتے ہیں میں آپ سے ناراض
ہو جاؤں۔ نہیں شاہ کی جان۔۔۔ تم ناراض مت ہونا۔۔
پھر بہت مشکل سے منانا پڑتا ہے۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے بولا۔ بندہ ڈاٹلوگ تو اچھا مار
لیتا ہے۔ بیوی کا دل رکھنے کے لیے۔۔۔ شاہ کی جان۔۔
تم ناراض ہوئی۔۔ میں پوری دنیا کو الٹ پلٹ کر رکھ دوں
گا۔

پر نہیں۔۔ آپ کے اندر تو صرف رومانس کے کیڑے
پائے جاتے ہیں۔ آئزہ عاصم کو گھورتے بولی۔

بہت خوب بٹر فلائی۔۔ تمہیں تو فلم انڈسٹری میں ہونا
چاہیے تھا۔ اچھی ایکٹنگ کر لیتی ہو۔ ہم!! آپ سے بات
کرنا فضول ہے۔ آئزہ گھورتے ہوئے بولی۔

بٹرفلایں تمہاری انہی فضول باتوں کا دیوانہ ہوں۔

وہ اس کے دہکتے گال پر لب رکھتے بولا۔ آپ بھی نا۔۔۔

آئہ شرماتے ہوئے اس کے سینے سے لگی۔ میری

جان۔۔۔ میں سوچ رہا ہوں۔ ہم اسلام آباد شفٹ ہو

جائے۔ عشنا اور منہا کا وہاں کسی اچھے سکول میں

ایڈمیشن کروادے گئے۔ ویسے بھی پچھلے سالوں بزنس کا

بہت لوٹ ہوا ہے۔

بابا کا بزنس اسامہ سنبھال رہا تھا۔ جب سے اُس کی ڈیوٹی
ہوئی۔ سب بکھر گیا ہے۔

بالاج تو اپنی فیملی کے ساتھ امریکہ ہی رہے گا۔ وہ
پاکستان آنے سے رہا۔ احمد تو ویسے ہی نور اور عائشہ کو
لیں کر پشاور چلا گیا ہے۔

اب مجھے خود ہی سب دیکھنا ہے۔ شاہ۔۔ آپ مام سے
پوچھے اگر وہ ہاں کرتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔
ویسے بھی جہاں آپ وہاں میں۔۔ آئزہ کے اچھی بیویوں
والے جواب پر عاصم اس کی پیشانی پر لب رکھے۔ میں

مام سے بات کر چکا ہوں۔ انہیں کوئی اعتراض نہیں۔
ویسے بھی مام اپنے گھر کو بہت مس کر رہی ہے۔ عاصم
سعدیہ بیگم!! کا بتاتے بولا۔۔

ادو کے شاہ۔۔ میں پیکنگ سٹارٹ کر دوں۔۔ آڑہ
مسکراتے ہوئے بولی۔۔ لیس بٹر فلائے۔۔ ہم دو تین
دن میں نکل رہے ہیں۔ میں خالہ اور خالو سے بات کر
لوں۔ وہ ناراض ناہو ہاشم کو تو ویسے بھی بتا چکا ہوں۔ وہ
اسے باہوں کے حصار میں لیتے باہر آیا۔ یا اللہ۔۔ شاہ
میں ابھی آئی۔ مسکان خالہ کو کہی

جانا تھا۔ انہوں نے کپڑے پر یس کرنے کا بولا تھا۔ میں
ابھی پانچ منٹ میں آئی۔ وہ عاصم کے گال پر لب رکھتے
فورا سے باہر بھاگ گئی۔

مامی جان۔۔ میں اندر آ جاؤں۔ منہا دروازے سے اندر
جھانکتے ہوئے بولی۔ آ جاؤ گڑیا۔۔ پوچھنے کی کیا بات
ہے۔ علینہ مسکراتے ہوئے بولی۔ وہ مجھے لگا قائم لا لا روم
میں ہے۔ منہا علینہ کے پاس بیٹھتی معصومیت سے بولی۔

میں یہی ہوں چڑیل۔۔ قائم جو صوفے پر بلیںکٹ اوڑے

لیٹا تھا۔ منہا کی آواز سنتے غصے سے بولا۔

دیکھا ممائی جان۔۔ جب بھی مجھے دیکھتے ہے۔ چڑیل
بولتے ہیں۔ میں آپ کو چڑیل نظر آتی ہوں۔ ماما مھین لگا
رہی ہے آپ کو۔۔ قائم علیہ کو دیکھتے بولا۔ فایم بُری
بات۔۔ چھو چھوٹی بہن ہے آ۔ آپ کی۔۔ ایسے نہیں
کہتے۔۔

میری گڑیا تو اتنی پیاری ہے۔ لاکھوں میں ایک ہے۔
ماما۔۔ یہ میسنی میری بہن نہیں ہے۔ میری بہن اسرا اور

عشنا ہے۔ فایم منہا کو گھورتے بولا۔ فایم۔۔ بُری بات
کیوں تم ہر وقت میری بیٹی سے جھگڑتے رہتے ہو۔

علینہ اپنے پانچ سالہ بیٹے کو گھورتے بولی۔

فایم اپنی مام کو دیکھتے دوبارہ سے بلینکٹ اوڑ لیا۔ میری
گڑیا۔۔ یہاں آؤ۔۔ یہ کھڑوس ایسا ہی ہے۔

علینہ اپنے بیٹے کو غصے سے دیکھتے بولی۔

آپ اسرا سے کھیلو۔۔ چھوڑو اس کو۔۔ علینہ منہا کا موڈ
ٹھیک کرتے اپنی دو سالہ بیٹی کو منہا کے پاس

بیٹھایا۔

اور مائی گوڈاما۔۔ اسرا نے میرے جیسے کپڑے پہنے
ہیں۔ منہا یک دم خوش ہوتے بولی۔ من۔۔ من۔۔ منہا
کے خوش ہونے پر اسرا دونوں ہاتھوں سے تالیاں
بجاتے خوش ہونے لگی۔

اودو۔۔۔ میری گڑیا کیا کر رہی ہے۔ ہاشم روم میں آتے
منہا کو بیڈ پر بیٹھے دیکھ کر بولا۔ میں اسرا کے ساتھ کھیلنے
آئی ہوں۔ اچھا۔۔۔ میری کیٹی سے کھیلنے آئی ہے گڑیا۔
ہاشم اسرا کے گال چومتے منہا کے ماتھے پر لب رکھے۔
لیں ماموں۔۔۔ منہا زور و شور سے سر ہلاتے بولی۔ اور
میری مسز کیا کر رہی ہے۔ ہاشم پیچھے سے ہاتھ کرتے
علینہ کی کمر کو بے باکی سے چھوتے بولا۔ آپ کی لگتا ہے
نظر کمزور ہو گئی ہے۔ علینہ ہاشم کو گھورتے بولی۔ میرے
شہزادے بیٹے نے میڈلسن لی۔ ہاشم بیڈ سے اٹھتے اپنے
بیٹے کے پاس آتے بولا۔ لیں بابا۔۔۔ مام نے کھلا دی ہے۔
فایم اپنے چہرے سے بلینکٹ ہٹاتے بولا۔

سٹرل کہی کا۔۔ منہا قایم کو دیکھتے منہ چڑھاتے بولی۔
قایم بچپن سے ہی ایسے تھا۔ ہر وقت ناک پر ہی غصہ چڑھا
رہتا تھا۔ بچپن سے ہی اس کی منہا کے ساتھ نہیں بنی۔ ہر
وقت دونوں آپس میں جھگڑتے رہتے تھے۔

منہا قایم سے ایک سال ہی چھوٹی تھی۔ منہا کے مقابلے
میں قائم کی زیادہ عشنا سے بنتی تھی۔

قایم کو زیادہ اس لیے غصہ آتا تھا۔ کہ منہا ہر ٹائم اس کی
بہن اسرا سے چپکی رہتی ہے۔ چلو آؤ میں اپنے بیٹے کو اس

کے روم میں چھوڑ کر آؤں۔ وہ اس کی ناک پر غصہ دیکھتے
مسکراتے ہوئے بولا۔

فایم بلکل اپنی ماں پر گیا تھا۔ ہاشم علینہ کو یہی بول کر غصہ
دلاتا تھا۔

میں کیٹی کو اپنے روم میں لیں جاؤ۔ منہا اپنے چھوٹے
چھوٹے ہاتھوں سے اسرا کو اٹھاتے بولی۔ گڑیا آپ سے
نہیں اٹھائی جائے گی۔۔۔ میں اٹھالوں گی۔ آپ مجھے
کیٹی کو ایک دفعہ پکڑا دے۔ منہا بیڈ سے اٹھتے بولی۔

علینہ نے مسکرا کر اسرا کو پکڑا یا۔ منہا اسرا کو پکڑتے
ڈولتے ہوئے روم سے باہر نکلی۔ علینہ بھی اس کے پیچھے
آئی اور دروازے پر کھڑے ہو کر دیکھنے لگی۔ منہا اسرا کو
اٹھائے ادھر ادھر ڈولتے اپنے کمرے تک پہنچی۔۔

علینہ مسکراتے ہوئے کمرے کے اندر داخل ہو گئی۔

مائے بیوٹیفل دو مین۔۔ ہاشم پیچھے سے اس کے گرد حصار
باندھتے بولا۔ اس اچانک افتاد پر علینہ دھک دھک
کرتے اپنے دل پر ہاتھ رکھ گئی۔ اف ماسٹر خان۔۔ آپ
نے تو میری جان ہی نکال دی۔ وہ پلٹے ہوئے بولی۔ جان

ہی تو نکالی ہے۔۔ کچھ اور تو نہیں نکالا۔۔ ہاشم بے باکی
سے بولتے اسے اپنے قریب کیا۔ آپ ہو اسپتال جائے،
آپ کو لیٹ ہو جائے گا۔ علینہ خود کو اس کی گرفت سے
چھڑواتے بولی۔ ہم!! چلا جاتا ہوں۔۔ ہاشم اس کی گردن
میں چہرہ چھپاتے بولا۔

مسٹر خان۔۔ میں کب سے جوائن کروں۔ علینہ
ہچکچاتے ہوئے بولی۔ جب سے اسرا ہوئی تھی۔ تب سے
ہاشم نے ہو اسپتال جانے سے منع کر دیا تھا۔۔

مسٹر کی جان۔۔ ہو سپیٹل جانے کا خیال چھوڑ دو۔ یال
چھوڑ دو۔

تم بس میرے بچوں اور مجھے سنبھالو۔۔ ہاشم اس کے
چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں

بڑھتے بولا۔

علینہ نے منہ بسور کر اس مقابل کو دیکھا۔ دن رات وہی
کر رہی ہوں۔ عیینہ غصے سے بولتے بیڈ پر جا بیٹھی۔

یار رر۔۔ اب لڑنے نالگ جانا۔ ہاشم منت بھرے لہجے
میں بولتے اس کے پاس بیٹھا۔ آپ کو کیوں لگ رہا ہے۔
میں آپ کے جھگڑا کروں گی۔ کیونکہ میری جان
تمہارے فیس کے ایکسپریشن بتا رہے ہیں۔ ہاشم اس کی
ناک کو کھینچتے بولا۔

مسٹر خان۔۔ علینہ دونوں ہاتھ ہاشم کے سینے پر مارتی اس
کے گلے لگی۔

ہاشم کا جاندار قہقہہ روم میں گونجا۔ سوری۔۔ ڈارلنگ
میں مزاق کر رہا تھا۔ وہ نرمی سے اسے پیچھے کرتے
بولا۔ اور شدت سے اس کے لبوں کو چوما۔

علینہ اس اچانک افتاد پر دھڑکتے دل کے ساتھ خود کو
ڈھیلا چھوڑتے ہاشم کے سپرد کر دیا۔ ہاشم شدت سے اس
کے لبوں کی نمی خود میں اتارتے پیچھے ہوا۔ ہاشم کے پیچھے
ہونے پر علینہ گہرے گہرے سانس بڑھتی اس کے
کندھے پر سر ٹکا گئی۔

آئی ہیٹ یوں مسٹر خان۔۔۔

وہ پھولتی سانسوں کے درمیان مسکراتے ہوئے بولی۔
ہاشم شدت سے اس کے بالوں پر

بٹ۔۔ آئی لویوں!! میری سائیکو بیوی۔۔ لب بولا۔

مسٹر خان!! آپ جانتے ہیں۔ جب میں نے پہلی بار آپ
کو دیکھا، تب مجھے معلوم ہوا دل کا دھڑکنا کسے کہتے ہیں۔

باغوں کی حقیقت کیا ہے۔ پھول کے ساتھ خوشبو کا تعلق
کیوں ہے۔ دن کی خوشگوا ری اور مسکرا نا کیا ہوتا ہے۔ یہ

سب آپ کے آنے کے بعد مجھے پتہ چلا۔ امریکہ میں
ہوتے صرف ڈانٹ اور مار ہی کھائی تھی۔ پر بھرنایشہ کی
مام مجھے اپنی مام کی طرح عزیز تھی۔ اب وہ نہیں
رہی۔۔ مجھے سوچ کر بہت تکلیف ہوتی ہے۔ آخری وقت
میں ہم اُن کے ساتھ نہیں تھے۔ علینہ روتے ہوئے ہاشم
کے سینے سے لگ کر بتا رہی تھی۔ مسٹر خان آپ سے
عشق کرتی ہوں۔ صبح اُٹھتے آپ کو اور اپنے بچوں کو
دیکھتی دل پُر سکون ہو جاتا ہے۔ اللہ نے مجھے ہر چیز عطا
کی ہے جس کے لیے میں ترستی تھی۔ مسٹر خان کی
جان۔۔۔ تم ہو ہی ایسی بندہ عشق کرنے پر مجبور ہو جاتا
ہے۔ وہ شدت سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے بولا۔۔

شدت سے اس کے لبوں پر اپنے لب رکھ دیے۔

دل کرتا ہے تمہیں باہوں میں لیں کر۔۔ ڈونٹ ڈسٹرب
"کابور ڈلگادوں۔۔ وہ اس کے مزاحمت کرنے پر اس کی
گردن کو جا

بجا چومتے بولا۔

مرد اور عورت کی لڑائی صرف اتنی سی ہے۔ اگر عورت
جھک جائے مرد ہتھار ڈال دیتا ہے۔

ہاشم شدت سے اسے خود کے ساتھ لپٹائے اپنا جنون اس
کے پور پور اُتار رہا تھا۔ میری زندگی ہے توں۔۔ علینہ
مسکراتے ہوئے گنگناتے اس کی شدتیں برداشت کر
رہی تھی۔

سردار جی۔۔ آپ اتنی ٹھنڈ میں زائِم کو کیوں باہر لیں کر
گئے تھے۔ سب اتنا ناراض ہو رہے تھے۔ زارِ ادا خلی
دروازے سے اندر داخل ہوتے تبریز کو دیکھتے بولی۔

سب کا نہیں پتہ۔۔۔ لگتا میری بیگم زیادہ ناراض ہو رہی
ہے۔ زائم جو تبریز کی شال میں لپٹا ہوا تھا۔ تبریز زائم کو
شال میں ایسے ہی لیٹے زارا کو پکڑا یا۔ زارا اپنے تین سالہ
بیٹے کو جمائیاں لیتے دیکھ کر شدت سے اپنے سینے سے
لگایا۔ میری سردارنی۔۔۔ اتنی ہی شدت سے اپنے
صاحبزادے کو سینے کے لگایا ہے۔

اپنے سردار کو بھی لگالیا کرو۔ تبریز شکوہ کناں لہجے میں
بولا۔ زارا ہلکا سا مسکرا دی۔ کمرے میں آؤ۔ تمہاری ہنسی
میں نکالتا ہوں۔ تبریز زائم کے گال پر لب رکھتے زارا کو
حکم دیتے اوپر کی طرف بڑھ گیا۔

زارا نے دور جاتے تبریز کی پشت کو گھور کر دیکھا۔ اور اس
کے پیچھے چل دی۔ زائم بیٹا۔۔ آپ کے بابا بدن بادن
بہت ہی خراب ہو رہے ہیں۔ سب سے بڑی بات۔۔

آپ سے جیلس بھی ہوتے ہیں۔ زارا سیڑھیاں چڑھتے
اپنے بیٹے کو تکتے دیکھ کر بولی۔ تبریز جو اوپر فرسٹ
سیڑھی پر کھڑا زارا کی سرگوشی سنتے ہلکا سا مسکرا دیا۔ وہ
مانتا تھا۔ وہ اپنے بیٹے سے جیلس ہوتا ہے۔ اس پر تبریز کا
مسکرانا تو بنتا تھا۔۔۔۔۔ زارا زائم کو اٹھاتے سیڑھیاں چڑھ
رہی تھی۔ سارا خان کی پکار پر پلٹ کر دیکھا۔ زارا

بیٹا۔۔ زائم کو مجھے دے دو۔ زائم کے دادا اسے بہت یاد کر
رہے ہیں۔ جی پچی جان۔۔ زارا اپنی پچی جان کی پکار پر فوراً
نیچے آئی۔ اور زائم کو اس کی داد کو پکڑا یا۔

ملازمہ کے ہاتھ زائم کی چیزیں بھیجو ادینا۔ آج ہمارا پوتا
ہمارے ساتھ سوئے گا۔ سارا خان زائم کا چہرہ چومتے
بولی۔

جی چچی جان۔۔ زارا مسکراتے ہوئے اوپر کی طرف بڑھ
گئی۔ تبریز کے سچائی بتانے پر سب ٹھیک ہو گیا تھا۔ سارا
خان اپنے اپنے کہے گئے الفاظوں کی زارا سے معافی مانگ

لی تھی۔ زرشٹہ خان۔۔ اور حمد ان اُس دن سچائی پتہ چلنے
پر اپنی بیٹی کو سینے سے لگا کر بہت روئے تھے۔ اُس دن
کے بعد سب ٹھیک ہو گیا تھا۔ تبریز کو چار گاؤں کا عہدہ
سنجھانے کے لیے سر بیچ

بنادیا گیا۔

زارادھے دھبے پاؤں اٹھائی کمرے تک پہنچی۔۔۔ اور
دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

سامنے ہی بیڈ پر تبریز پھیل کر لیٹا تھا۔ زارا کے قدموں کی
آواز سے سنتے تبریز بند آنکھوں سے بولا تھا۔ دروازہ
لاک کرتے میرے پاس آؤ۔۔ جان سردار۔۔ تبریز کی
آواز سنتے زارا کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑی۔ زارا
لاک لگاتے تبریز کی طرف بڑھتے اس کے قریب بیٹھی۔

کمرے میں آتے اپنی مورے کو کال کر کے زائٹم کو
پکڑنے کا بولا۔ وہاں کیوں بیٹھی ہو۔۔ پاس آؤ میری
جان۔۔۔ تبریز کلائی سے پکڑتے اس کو اپنے سینے پر
گرایا۔

زارا نے گھور کر تبریز کو دیکھا۔ اس کی گھوری پر تب تبریز
اس کی ناک کو سہلاتے بولا۔۔۔ ہاں۔۔۔ میری گھوریوں
کے ہی دیوانے رہیے گا۔

میرے نہیں۔۔۔

زارا شکوہ کناں لہجے میں بولتی تبریز کی قمیض کا بٹن کھینچا۔

تبریز اس کے شکوے پر ہنس دیا تھا۔۔۔

تمہارا ہی دیوانہ ہوں۔ تمہارے بالوں سے لیکر تمہارے
پاؤں کے ناخنوں تک۔۔۔ اگر ایک ایک چیز کا بتانے بیٹھ
گیا۔ تمہارا سردار کس کس چیز کا دیوانہ ہے۔ تم نے تو
شرمانے کے ریکارڈ توڑ دو گی۔ تبریز بے باکی سے اس کی
کمر پر ہاتھ رکھتے خود کے ساتھ لگایا۔ میں کیوں شرماء۔۔
زاراناک سے مکھی اڑاتے بولی۔

اچھا۔۔ تبریز بھنویں اچکاتے بولا۔

جو بھی کروں پھر بھی شرم نہیں آئے گی۔ تبریز

شریر انداز میں بولا۔

نہیں۔۔ زارا اس کے سینے پر سر رکھے بولی۔ اب تمہیں
مجھ سے بالکل شرم نہیں آتی۔ تبریز اپنی مسکراہٹ
دباتے بولا۔

نہیں۔۔ اب بیٹے کے باپ سے کیا شرمانا۔۔ شرماتی تو
دو لہنیں ہیں۔ اب میں تھوڑی دو لہن۔۔ ہوں۔ جو آپ
سے شرماؤں۔۔ زارا بے جھجک بولتے تبریز کی طرف
دیکھا۔ اچھا۔۔ اب بیٹے کے باپ سے شرم نہیں آتی۔

تبریز اس کی کمر کے اوپر ہاتھ رکھتے اپنے نیچے کر گیا۔ زارا
کا چہرہ یک دم سرخ پڑا۔

تبریز اس کے چہرے کا سُرخ رنگ دیکھتے قہقہہ لگایا۔ تم
لڑکیوں کو۔۔ مطلب عورتوں کو۔۔ بیٹے کی ماں کو اب
لڑکی کہتے اچھا تھوڑی لگوں گا۔ تبریز بات کرتے رک کر
بولا۔ اور اس کے دھکتے لال گال پر لب رکھے۔

زارا نے آنکھیں گھما کر تبریز کو دیکھا۔ آپ کونسا لڑکے
ہیں۔ آپ بھی ایک بیٹے کے باپ ہے۔ زارا اس کی سخت
گرفت پر مچلتے بولی۔ ہم!! تمہیں تو شرم نہیں آتی اب

کیوں لال پیلی ہو رہی ہو۔ تبریز اس کی گردن پر اپنی
کھنی بیئر ڈر گڑتے بولا۔

میں نہیں شرم اور مار ہی۔ آپ نے اتنی زور سے پکڑا ہے۔
درد سے چہرہ سرخ پر رہا ہے۔

زارا اس کے عنابی ہونٹوں کو دیکھتے بولی۔ جھوٹ کافی اچھا
ہے۔ تبریز بولتے اس کے اس کے لبوں پر جھک گیا۔ زارا
آنکھیں پھیلا کر تبریز کے بکھرے بالوں پر نظریں جما
گئی۔ وہ اس کی مکمل سانسیں روکے اپنی تشنگی مٹا رہا تھا۔
زارا اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے تبریز کی سانسیں

اپنے اندر اُتارنے لگی۔ تبریز ہلکا سا مسکراتے زارا کے
دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیے تکیے کے ساتھ پن
کر گیا۔ تبریز اس کے نم ہونٹوں کو چھوڑتے اس کی
دھڑکنوں پر جھکے اپنے لبوں سے چھونے لگا۔ وہ اتنی
شدت سے اس کی نازک گہرائیوں پر جھکا ہوا تھا۔
تبریز۔۔۔ زارا اس کے شدت بھرے جنون پر تڑپتے
ہوئے بولی۔ شش۔۔ میری جان۔۔ کرنے دو مجھے۔۔ وہ
اس کے پیٹ پر جھکا شدت گریہ سے بولا۔

زارا اس کے ایکٹ پر خاموشی سے اس کے ساتھ لیٹ
گئی۔ تبریز جنونیت کی ہر حد پار کرتا زارا کو اور زیادہ اپنے

اندر کرتا اسے مچلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ زارا اسکتے ہوئے
اس کی گردن میں چہرہ چھپاتے اپنے اندر محسوس کر رہی
تھی۔

عشق کا جام پیتے پیتے تیری روح کو قرار دینا میرا فرض
ہے۔ یہ جام صرف تمہیں چومنے سے ملتا ہے جس میں
سردار تبریز خان کا سکون ہے۔ وہ گہی بات بولتے اس
کے کان کی لو کو دانتوں میں دیا گیا۔ زارا کو سکون کی
وادیوں میں لے جاتے ہر حد پار کر گیا۔ تبریز۔۔۔ بس
کرے میری کمر درد ہونے لگ گئی ہے۔ زارا نم آنکھوں
سے بولی۔

میں کس لیے ہوں میری جان۔۔ میں خود دُبادوں گا۔
تبریز پیار سے بولتے سیدھا ہو کر لیٹا اور زارا کو ایسے ہی
اپنے اوپر کر گیا۔ اور ایک ہاتھ سے زارا کو دبانے لگا۔
تم جانتی ہو۔۔۔

زائم کا نہیں پوچھا آپ نے۔۔ زارا سکون محسوس کرتے
بولی۔ جانتا۔۔ ہوں زائم مورے کے پاس ہے۔ وہ زارا
کی پیشانی پر لب رکھتے بولا۔

زارا مقابل کو چھوٹی آنکھیں کرتے گھور گئی۔ تمہاری
گھوریوں کا دیوانہ ہوں۔۔ وہ زارا کے ماتھے پر پڑے بل
کو اپنی انگلی سے چھوتے بولا۔ ہم!! زارا اس کے پیار
بھرے انداز پر نظریں جھکا گئی۔ خان۔۔ میں کیسی لگ
رہی ہوں۔ وہ بلیک ساڑھی پہنے ڈریسنگ روم کے
دروازے پر سٹائل کے ساتھ ہاتھ رکھتے بولی۔ بہرام جو
بیڈ پر لیے موبائل یوز کر رہا تھا۔ ہیزل کی آواز پر چونک
کر دیکھا۔ اور نظریں وہی جم گئی تھی۔ وہ بلیک ساڑھی
میں کوئی افسرہ لگ رہی تھی۔ وہی بلیک ساڑھی جو کچھ
سال پہلے اسے برتھ ڈے سرپرائز دینے کے لیے پہنی
تھی۔

بہرام کو ساڑھی اور اس ساڑھی میں چمکتا وجود دیکھ کر
گزرے حسین لمحات یاد آئے۔

آج اس ساڑھی میں پہلے سے زیادہ قیامت لگ رہی
تھی۔ ساڑھی کا پلو کندھے پر کور کیا تھا۔ جس سے اس کا
دودھیا پیٹ اچھا خاصہ نظر آ رہا تھا۔ ہیزل بہرام کی
نظریں اپنے وجود کے آر پار محسوس کرتی مسکرا دی۔

خان!! میں کیسی لگ رہی ہوں۔ وہ اس کی برانی یادیں
تازہ کرواتے ہوئے بولی۔

بہرام ہوش میں آتے اس کے سراپے سے بامشکل
نظریں ہٹاتے اس کی ہیزل گرے آنکھوں میں دیکھا۔

ذرا پاس تو آ میرے۔۔۔"

دھیرے سے چھو جا مجھے۔۔۔"

وہ اس آنکھوں میں دیکھتے گنگناتے بولا۔۔ ہیزل شرم
سے نظریں جھکا گئی۔

"کھو جاؤں تیرے پیار میں۔۔۔"

باہوں میں بھر لے مجھے۔۔۔"

بہرام بیڈ پر بیٹھا اپنی باہیں پھیلاتا گنگنایا۔۔ ہیزل بھاگ
کر اپنے خان کے سینے سے لگتے مسکرا دی۔۔ "تیرے
لیے۔۔۔"

جھوموں دیوانہ بن کے تیرے لیے "بہرام اسے باہوں
میں بھرتے اٹھ کر گھومنے لگا اور ساتھ گانا گاتے ہیزل کو
مسکرا نے پر مجبور کر رہ تھا۔۔

وعدہ ہے میرا میں ہوں۔۔۔" "تیرے لیے۔۔۔"

"ہونا کبھی توں جدا"

"تیرے لیے۔۔۔"

جھوموں دیوانہ بن کے تیرے لیے "وہ اسے گول گول
گھماتے اپنے سینے سے لگا گیا۔ آئی لو یو۔۔۔ خان۔۔۔
ہیزل مسکراتے ہوئے اس کے سینے پر لب رکھتے

بولی۔

آئی لو یو ٹو۔ میری عزیز خاناں وہ اسے جھکاتے ہوئے اس کی شہہ رگ پر لب رکتھے بولا۔ آج بھی ویسی ہی لگ رہی ہو۔۔ بس پہلے سے زیادہ روپ آگیا ہے۔

بہرام اس کی ساڑھی کے پلو کے اندر ہاتھ لیجاتے اس کی کمر کو پکڑتے خود کے ساتھ لگایا۔ ہیزل ہلکے سے مسکرا دی۔۔ بہرام اس کے بالوں میں ہاتھ پھنساتے چہرہ اپنے قریب کیا اور اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں دیا گیا۔ ہیزل اپنے پاؤں بہرام کے پاؤں پر رکھ گئی۔ بہرام

اسے اُوپر اُٹھاتے بیڈ کی طرف لایا۔ اور بیڈ پر لیٹاتے اس
کے پلو کو کندھے سے ہٹاتے دوسری طرف پھینکا۔
ہیزل اس وقت بہرام سامنے ایک چھوٹے بلیک وقت
بہرام ساپنے ایک بلیک پردے میں لیٹی تھی۔

خان۔۔ ہیزل شرم سے سرخ پڑتے اپنی باہوں کو پھیلا
گئی۔ بہرام فوراً اس پر جھکے سارا وزن اپنی نازک جان پر
ڈال گیا۔ ہیزل اس کے نچلے حصے کو محسوس کرتے لب
کاٹنے لگی۔ اُس دن کی طرح آج بھی تمہارا خان رحم
نہیں کھائے گا۔ وہ اس کی دھڑکنوں پر لب رکھتے بولا۔

میں بھی نہیں چاہتی آپ رحم کھائے مجھ پر۔۔ میں بھی
آپ کی شدتوں میں مہکنا چاہتی ہوں۔ ہیزل بہرام کی
نیلی آنکھوں میں دیکھتے بولی۔۔ بہرام مسکراتے اس کے
لبوں کو چوم گیا۔ جو حکم میری جان۔۔۔

تمہیں سکون پہنچانا صرف تمہارے خان کا کام ہے۔
بہرام بولتے اسے ہر جگہ سے جا بجا چومنے لگا۔ ہیزل خود
کو ڈھیلا چھوڑتے بہرام کو اپنا آپ سونپ گئی۔ بہرام اس
کی گہرائیوں میں اترتے اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں
لیتے اس کی سسکیوں کو اندر ہی ڈبا گیا۔

وہ ہر طرح سے خود کو سیراب کرتے پیچھے ہوا۔ ہیزل
گہرے گہرے سانس بھرتے بہرام کی نیلی آنکھوں میں
دیکھنے لگی۔

بہرام مسکراتے ہوئے ہیزل کو اپنے اوپر بیرام ہوئے
اپ کر گیا۔

ہیزل اپنی نظریں چراتی بہرام کے ساتھ لپٹ گئی۔
مورے بابا۔ میں اندر آ جاؤں۔ دروازے پر ہونے
والی دستک اور میرال کی آواز پر دونوں نے دروازے
کی سمت میں دیکھا۔

ہیزل اپنا حلیہ دیکھ کر فوراً ساڑھی خود پر لپیٹ کر فوراً
اٹھی۔

جاؤ چیخ کر کے آؤ۔ میں دیکھتا ہوں۔۔ بہرام اس کی
پیشانی پر لب رکھتے بولا۔ ہیزل فوراً اٹھ کر ڈریسنگ روم
کی طرف بڑھ

گئی۔ بہرام اپنی شرٹ پہنتے سیدھا ہوا۔

آجاؤ بابا کی جان۔۔ بہرام محبت سے دروازے کی سمت
دیکھتے بولا۔

میرال فوری دروازے کھولتے ہوئے اندر داخل بابا
جان۔۔ میرال بھاگتے ہوئے اپنے بابا کے سینے سے
آگلی۔

کیسا ہے میرا بیٹا۔۔ بہرام میرال کے ماتھے پر لب
رکھتے بولا۔

بابا جان۔۔۔ آپ نے کہا تھا۔ ہم شاپینگ پر چلے گئے۔
میرال شکوہ کناں لہجے میں بولی۔ کیا چاہیے میری گڑیا
کو۔۔ بہرام اس کے شکوے پر اس کی ہیزل گرے
آنکھوں کے دیکھتے بولا۔

مجھے فراک اور جوتے لینے ہیں۔ ہمارے سکول میں پارٹی
ہے۔ میرال ڈبڈبی آنکھوں سے اپنے بابا کو بتاتے بولی۔۔
ادو کے بابا کی جان۔۔۔ لیں لینا۔ بلکہ آپ کے شاہ میر
چاچو۔۔ کاوش چاچو سے ملنے جارہے ہیں، آپ بھی ساتھ
چلے جانا۔۔ خان۔۔ ایسے تو میرال کی چھٹی ہو جائے گی
سکول سے۔۔ ہیزل ڈریسنگ روم سے باہر نکلتے بولی۔۔

جی بابا۔۔۔ میری چھٹی ہو جائے گی۔ ویسے بھی میں وہاں
نہیں جاؤں گی۔ مجھے امان لالا سے ڈر لگتا ہے۔ میرا اپنی
مورے کے سینے سے لگتے ان کے گال پر لب رکھے۔
اچھا میری گڑیا کب سے ڈرنے لگ گئی۔۔۔ تمہارے چاچو
ہے نا تمہیں امان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ بہرام
اپنی بیٹی کے ننھے ہاتھوں کو تھامتے بولا۔ جس پر ہیزل اور
میراں مسکرا دی۔ کھڑوس کہی کے۔۔۔ امان
لالا۔۔۔ اور فائیم کے ہر وقت ناک پر غصہ چڑھا رہتا
ہے۔

میرال منہ بسورتے بولی۔۔۔ مورے۔۔ فائم منہا کے
ساتھ ہر وقت جھگڑتا رہتا ہے۔ عشنا بتا رہی تھی۔ میری
گڑیا۔۔۔ وہ ایسا ہی ہے۔۔ تمہارے ماموں ہے نا اُس کے
کان کھینچنے کے لیے۔۔۔ ہیزل مسکراتے ہوئے بولی۔

اچھا میری بیٹی نے پڑھائی کر لی۔۔۔ جی مورے۔۔۔
ارزان۔۔۔ تعظیم کے ساتھ مل کر پڑھائی کر لی۔۔۔ گڈ
گرل۔۔۔ چلو آ جاؤ۔۔۔ آج میری بیٹی اپنے بابا کے ساتھ
سوئے گی۔

بہرام اسے کمبل کے اندر کرتے بولا۔۔ بابا۔۔ مورے
پھر کہاں سوئے گی۔ میرال کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ آپ
کی مورے۔۔ یہاں لیٹ جائے گی۔۔ بہرام اپنے پاس
جگہ بناتے بولا۔ جس پر میرال مسکرا دی۔۔ آ جاؤ
خاناں۔۔ بہرام ہیزل کو ہاتھ کے اشارے سے اپنے
پاس بھولاتے بولا۔۔

نہیں خان۔۔ میں میرال کے سائیڈ پر لیٹ جاؤں گی۔
ہیزل سُرخ چہرے کے ساتھ شرم سے بولی۔ نو
مورے۔۔ آپ بابا کے ساتھ وہی لیٹ جائے۔ میرے

سائیڈ پر جگہ نہیں ہے۔ میرا اپنے بابا کو مسکراتے دیکھ
کر بولی۔

ہیزل ناچا ہتی ہوئے بھی۔۔۔ بہرام کے ساتھ لیٹ گئی۔
ایک بازو پر میرا سر رکھ کر لیٹ گئی۔

دوسری طرف ہیزل۔۔۔

اپنی بیوی اور بیٹی کو ساتھ لیٹتے دیکھ کر بہرام کو اپنی روح
میں سکون اترتا ہوا محسوس ہوا۔

پروفیسر۔۔ ماہی غصے سے کاوش کے کیمین میں داخل
ہوئی۔

کاوش جو لپ ٹاپ پر کوئی ای میل سینڈ کرنے میں لگا
تھا۔ ماہی کی غصے سے بھری آواز سنتے سیدھا ہوا۔ کیا ہوا
میری انارکلی۔۔

کاوش لپ ٹاپ بند کرتا بولا۔

آپ کے صاحبزادے کی سکول سے کال آئی ہے۔۔ آج
پھر اپنی کلاس فیلو سے لڑائی

کی ہے۔

اچھا۔۔۔ میرا ہیر و بیٹا۔۔۔ کافی بڑا ہو گیا۔ کاوش مسکراتے ہوئے بولا۔۔۔ پروفیسر۔۔۔ اس میں مسکرا نے والی بات نہیں۔۔۔ جتنا وہ غصہ کرتا ہے۔ مجھے ڈر ہے بڑے ہو کر کچھ کرنا لیں۔ ماہی فکر مندی سے بولی۔۔۔ پروفیسر کی جان۔۔۔ ہمارا بیٹا سمجھدار ہے۔ کچھ نہیں کرے گا۔ وہ غلط بات پر ہی لڑتا ہے۔ تم جانتی تو ہو۔۔۔ اُسے جھوٹ نہیں پسند۔۔۔ کاوش اس کے پاس بیٹھتے بولا۔

چلے گھر۔۔۔ اس کی تو میں خیر خبر لیتی ہوں۔ ماہی
صوفے سے اٹھتے بولی۔

کاوش اور ماہی امان کو سکول سے پک کرتے گھر پہنچے۔ ماہی
غصے سے لاؤنج میں داخل ہوئی۔ کاوش اور امان اس کے
پیچھے اندر داخل ہوئے۔ کاوش وہی صوفے پر بیٹھ گیا۔
امان اپنی مام ڈیڈ کو دیکھ کر اوپر کی طرف بڑھنے لگا۔

امان۔۔۔ ماہی کی آواز پر اس کے بڑھتے قدم روکے جی
مام۔۔۔ امان پلٹتے بولا۔

امان سکول میں کیا حرکت کر کے آئے ہو۔ کیسی حرکت
مام۔۔ امان سنجیدہ تاثرات لیے بولا۔

کاوش نے گھور کر اپنے بیٹے کو دیکھا۔

جو جو ابا گھور نے لگا تھا۔ امان۔۔ میں سر لیس ہوں۔

ماہی تپے ہوئے انداز میں بولی۔

جی مام۔۔ میں نے کب کہا آپ مزاق کر رہی ہے۔

امان کی بات پر کاوش کا بھرپور قہقہہ گونجا۔ دیکھ رہے
آپ۔۔۔ اپنی عمر سے بڑی بڑی باتیں کرنے لگا ہے۔
ماہی کاوش کو ہستے دیکھ کر بولی۔۔۔ مام۔۔۔ میں چھوٹا بچہ
نہیں ہوں۔ اور میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔۔۔ پہلے
انہوں نے لڑائی شروع کی تھی۔ اور اینڈ میں نے کر دیا۔
امان فخر سے اپنا کالر جھاڑتے بولا۔ آہہ۔۔۔ میرا شہزادہ
بیٹا۔۔۔ کاوش اپنے سات سالہ بیٹے کی بات پر ایک
فلامینگ کس کرتا بولا۔ بابا۔۔۔ یہ کس وس مجھے نہیں۔۔۔
آپ کی بیگم کو چاہیے۔۔۔ تو پلیز انہیں شانت کریں۔ امان
اپنا بیگ ہاتھ میں پکڑے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ماہی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ پروفیسر دیکھ رہے ہیں اپنے
لاڈلے کی حرکتیں۔۔۔ ماہی صوفے پر بیٹھتے بولی۔

پروفیسر کی جان۔۔ سب دیکھ رہا ہوں۔ ویسے میرا بیٹا اتنی
سی عمر میں کافی سمجھدار ہو چکا ہے۔ کاوش ماہی کے پاس
بیٹھتے بولا۔۔ ہم۔۔ کچھ زیادہ ہی بے شرم ہو گیا ہے۔

ماہی منہ بسورتے بولی۔ جس پر کاوش مسکرا دیا۔ اچھا اب
بتاؤ۔۔ میری جان کا موڈ کیسے ٹھیک ہو گا۔ کاوش اس
کے نرم و ملائم گال پر انگلی ٹریس کرتے بولا۔ "آئی
ڈونٹ نو۔۔" ماہی کاوش کا ہاتھ جھٹکتے کمرے کی طرف

بڑھ گئی۔ جاناں رو کو تو۔۔۔ مجھے پتہ تمہارا موڈ کیسے ٹھیک
ہو گا۔ کاوش اس کے پیچھے چلتے بولا۔۔

پروفیسر بابا۔۔ مام کو وٹامن (p) کی کمی ہو رہی ہے۔
آپ مام کی کمی کو پورا کر دیں۔ اُن کا موڈ ٹھیک ہو جائے
گا۔ امان کمرے کے دروازی کے پاس کھڑے بولا۔

مطلب۔۔ "وٹامن " p کاوش اپنے اس فتنے کو گھور کر
بولا۔۔۔

کم عقل پروفیسر۔۔۔۔۔ وٹامن "p" مطلب پیار کی
کمی۔۔ جائے اپنی بیوی کو پیار سے ٹھنڈا کریں۔ اووئے
اپنی ایڈوائس اپنے پاس رکھ۔ اور یہ اپنے باپ سے کیسے
بات کر رہا ہے۔

چلا گیا۔ امان کاوش خان۔۔۔ ایسے ہی بات کرتا ہے۔
امان اپنے باپ کو گھورتے بولا وہاں سے چلا یا اللہ۔۔۔ یہ
کیسی کم عقل والی اولاد دے دی۔ کاوش اپنے بیٹے کے
تیور دیکھتے سر پکڑ کر بولا۔ کاوش خود کو نارمل کرتا روم
میں داخل ہوا۔ ماہی کو بیڈ پر الٹا لیٹے دیکھ کر مسکرا۔۔
میری شہزادی۔۔ کاوش جھک کر اس کی کمر پر اپنے لب

رکھے۔ ماہی کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوتے
محسوس ہوئی۔

کاوش اس کے ہلکے کانپتے وجود کو محسوس کرتے مسکرا
دیا۔ اور اس کی شرٹ اوپر کرتے جا بجا اس کی کمر پر لمس
چھوڑنے لگا۔

ماہی سکتے ہوئے بیڈ شیٹ مٹھیوں میں دبوچ گئی۔

پروفیسر کی جان۔۔۔ کاوش اسے ایک جھٹکے سے سیدھا
کرتے بولا۔

ماہی مسکراتے ہوئے اس کی گردن میں باہوں کا حصار
باندھ گئی۔ لیس مائے پروفیسر۔۔۔ ماہی اس گھنی
مونچھوں تلے اس کی عنابی لبوں کو چومتے بولی۔ ماہی کی
اس حرکت پر کاوش کو ٹوٹ کر پیار آیا۔

میرادل۔۔۔ کاوش اس کی ناک کو چومتے بولا۔ لیس
مائے پروفیسر۔۔۔ وہ بھی اس کی ناک کو چومتے بولا۔

"میرا سکون"۔۔۔ کاوش مسکراتے ہوئے اب اس

کے لبوں پر گستاخی کرتے بولا۔

لیس مائے پروفیسر۔۔۔ ماہی بھی اسی انداز میں بولی۔ سنو
میری جان۔۔

کاوش باری گھمیر آواز میں بولا۔ جی۔۔۔ ماہی اس کی
ہاتھوں کی بے باکیوں پر

بامشکل بولی۔

"تم میری آخری محبت ہو، جس کے بعد محبت کرنے کی
گنجائش نہیں رہتی۔۔ جو محبت عمر بھر کرنے کے لیے
کافی ہوتی ہے۔ یہ روح کا سکون اور عشق کا جنون بن جاتی
ہے۔ اور سچ یہی ہے کہ۔۔۔"

"تم میری سانسوں کے چلنے کی ضمانت ہو۔"

وہ ماہی کی گردن میں چہرہ چھپاتے بولا۔ تم میرا غرور
ہو۔۔ اور امان میری جان ہے۔۔ تم دونوں میری حسین
زندگی کا تحفہ ہو۔۔ جس کے لیے میں اپنے رب کا شکر
گزار ہوں۔

وہ ماہی کی گردن پر لب رکھتے بولا۔

جانتی ہوں۔۔۔ پروفیسر۔۔ ماہی مسکراتے ہوئے کاوش
سے لیٹنے لگی۔ اچھا۔۔ کاوش مسکراتے ہوئے اس کے
لبوں پر جھک گیا۔ اور شدت سے اپنی تشنگی مٹا کر پیچھے
ہوا۔ ماہی بکھرے سانس کے ساتھ کاوش کو دیکھتے
نظریں جھکا گئی۔

میں امان کو کھانا دے آؤں۔ آپ بھی نیچے چلے مل کر
کھانا کھاتے ہیں۔ ماہی کاوش کی شرٹ پر ہاتھ پھیرتے

بولی۔ ہم!! چلو۔۔ کاوش ماہی کی بات سنتے اس کے اوپر
سے اٹھتے ماہی کا کاہاتھ پکڑتے باہر نکل گیا۔

علیزے اپنے لالا المیر کے ساتھ اپنے بابا کی قبر پر آئی
تھی۔ سچائی پتہ چلنے پر اس کے بابا اور لالا سے ارمغان
حویلی سے لیں آئے تھے۔ حمزہ سے ملنے پر۔۔۔ پابندی
لگادی تھی۔ وہ پانچ سال سے اپنے بابا کے گھر ہی رہ رہی
تھی۔ اس کا لالا قاتل نہیں تھا۔ یہ سب دھوکے سے
کروایا تھا۔ جب حویلی والوں کو پتہ چلا۔

تو سب ہی شرمندہ تھے۔ پر اس کے بابا حشمت
راؤ۔۔۔ اسے زبردستی لیں گئے تھے۔ حمزہ سے دور جانے
کا سوچتے اُس دن بہت روئی تھی۔ حمزہ خان۔۔۔ نے بہت
کوشش کی۔۔۔ پر وہ کچھ ناکر سکا۔ اس کی بیوی کو اس کی
آنکھوں کے سامنے لیں گئے۔

دو سال پہلے ہی اس کے بابا کی ڈیٹھ ہوئی تھی۔ بابا۔۔۔
دیکھے نا آپ کی بیٹی آپ سے ملنے آئی ہے۔ میں نے آپ
کی ہر بات کرمان رکھتے حمزہ کے پاس نہیں گئی۔

وہ شدت سے روتے ہوئے بولی۔ دیکھے نا آپ کی بیٹی
آپ کی دہلیز پر ابھی بھی بیٹھی ہے۔ وہ قبر پر سر ٹکائے
بولی۔ علیزے۔۔ المیر نے اسے چُپ کروانا چاہا۔ وہ اور
شدت سے رونے لگی۔

علیزے اُٹھو۔۔ المیر اسے زبردستی وہاں سے اُٹھا کر لیں
گیا۔

چھوڑے لالا۔۔ بابا کو بتانے دیں۔۔ ان کی بیٹی ابھی بھی
ان کی دہلیز پر بیٹھی ہے۔ اور ان کی ریلیز کچھ بیٹھی ہے۔
اور ہمیشہ حمزہ کے نام پر بیٹھی رہے گی۔

ناحزہ کے گھر والوں کو مجھ پر ترس آیا۔ اور

نا آپ کو۔۔

وہ چیختے ہوئے بولی۔ المیرا سے زبردستی گاڑی میں بیٹھا
کر گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔ المیر کی گاڑی۔۔ ایک چھوٹے
سے فلیٹ کے سامنے آکر رکی۔ جو دو منزلی۔۔ اور انتہا کا
خوبصورت تھا۔ اسے اس کی کمپنی نے دیا تھا۔

علیزے گاڑی سے نکلتے اندر کی طرف بڑھی۔۔ لاؤنج
میں بیٹھے شخص کو دیکھ کر اس کے قدم وہی جم گئے۔ المیر
اس کے پیچھے کھڑا وہ بھی مجسم ہوا۔

وہ وبلک شلور قمیض اور مسکن مسکن شال اوڑے اپنی
رعب دار پر سینلٹی کے ساتھ صوفے پر بیٹھا تھا۔
علیزے کو دیکھتے وہ سیدھا ہوا۔ بکھری حالت اور روئی
آنکھوں کے ساتھ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ حمزہ خان کا
دل تڑپ اُٹھا۔ وہ جس علیزے کو دیکھ رہا تھا۔ اب وہ
اکیس بائیس سال کی میچور لڑکی لگ رہی تھی۔

ہیں۔۔ وہ روتے ہوئے اس کی طرف بڑھنے لگی۔۔ اتنے
سالوں کے بعد وہ خود کو روکنا پائی۔ عزیزے کے ہی
بولنے پر اس کے جلتے دل راحت و سکون ملا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی۔۔ میرے گھر میں داخل ہونے
کی۔ عزیزے کے بڑھتے قدم دیکھ کر

المیر غصے سے بولا۔

عزیزے کے قدم وہی تھم گئے۔ اپنی بیوی کو لینے آیا
ہوں۔ اس دفعہ لیں کر ہی جاؤں گا۔ حمزہ غصے سے

دھاڑتے بولا۔۔ نہیں جائے گی عزیزے تمہارے
ساتھ۔۔ لالا۔۔ عزیزے نے تڑپتے ہوئے اپنے لالا کو کن

اکھیوں سے پکارا۔

حمزہ کا دل تڑپ اُٹھا۔

میری گڑیا۔۔ المیر نے محبت سے اسے اپنے سینے سے
لگایا۔ لالا۔۔ میں تھک گئی ہوں۔ میرا دل پھٹ جائے
گا۔ ترس کھائے مجھ پر عزیزے روتے ہوئے بولی۔

بس میری گڑیا۔۔۔ میری عزیزے جو چاہے گی وہی ہو
گا۔ المیر اس کی پیشانی پر لب رکھتے بولا۔ حمزہ بے بسی
عزیزے کو دیکھ رہا تھا۔ لالا۔۔۔ مجھے میرے شوہر کے پاس
جانے دیں۔ میں حمزہ کے بنا نہیں رہ سکتی۔ وہ تھکے ہوئے
لہجے میں بولی۔

حمزہ کی آنکھیں نم پڑنے لگی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا۔
عزیزے کو المیر کے سینے سے کھینچ کر اپنے سینے میں چھپا
لیں۔ المیر کچھ دیر خاموش رہا۔ جاؤ۔۔۔ میری گڑیا۔۔
تمہاری خوشی میں تمہارا لالا بھی خوش ہیں۔ المیر اسے
نرمی سے خود سے الگ کرتے بولا۔ عزیزے نے سر اٹھا کر

امیر کو دیکھا۔ لالا۔۔ سچ بول رہے ہیں۔ وہ بھیگی مسکراتی
نظروں سے بولی۔۔ جی لالا کی جان۔۔ جاؤ۔۔ ورنہ تمہارا
شوہر مجھے کچا ہی چبا ڈالے گا۔ امیر۔۔ حمزہ کی سُرخ
آنکھیں دیکھ کر بولا۔

علیزے پیچھے مڑ کر حمزہ کو دیکھا۔ سنہری گولڈن بھیگی
آنکھیں۔۔ براؤن آنکھوں سے جاملی۔ کچھ دیر دونوں
ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ حمزہ نے مسکراتی نظروں
سے اس کی طرف دیکھتے باہیں پھیلائی۔

علیزے روتے ہوئے بھاگ کر اس کے سینے سے لگی۔
علیزے کے شدت سے گلے لگنے پر حمزہ دو قدم پیچھے کو
لڑکھڑایا۔

المیر مسکراتی نظروں سے دونوں کو دیکھتے اوپر کی طرف
بڑھ گیا۔

علیزے حمزہ کے سینے سے لگتے بلک بلک کر رودی۔
حمزہ۔۔ شدت سے اس کے گرد حصار

باندھ گیا۔

"آئی مس یوں ہی۔۔"

"آئی مس یوں ٹوہی۔۔" عزیزے شدت سے اس کے
چہرے کو چومتے جا بجا بولی۔

بس میری جان کے ٹوٹے۔۔۔ اب رونا نہیں میں آگیا
ہوں نا۔۔

وہ اسے بچوں کی طرح گود میں اٹھاتے اس کے بالوں پر
لب رکھتے بولا۔ اور اسے لیں کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔

حمزہ نے اسے گاڑی میں بیٹھانے کی کوشش کی وہ شدت
سے اس کے سینے سے لگ گئی۔

ہی مجھے خود سے الگ مت کریں۔ عزیزے تڑپتے ہوئے
بولی۔

ہی کی جان۔۔ ہی کا دل۔۔ کبھی تمہیں خود سے الگ
نہیں کروں گا۔

وہ اسے ایسے ہی گود میں لیں کر گاڑی میں بیٹھا۔ اور
گاڑی سٹارٹ کرتے وہاں سے نکلا۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ حویلی پہنچ گیا تھا۔ عزیزے اس سے
الگ ہونے کا نام ہی نہیں لیں رہی تھی۔ حمزہ اسے ایسے
ہی بیڈ پر لیں کر بیٹھا۔ اپنی گردن سے اس کا چہرہ نکالتے
اس کی سنہری بھیگی سو جھی آنکھوں کو باری باری چوم
گیا۔ پانچ سال کے ہجر کے بعد اپنے محبوب کا دیدار ہوا
تھا۔ حمزہ اس کی بکھری حالت دیکھ کر شدت سے اپنے
سینے میں بھینچ گیا۔ ہیں۔۔ آپ مجھے چھوڑ کر تو نہیں
جائے گئے۔

ہبی کی جان۔۔ کبھی نہیں۔۔ تم ہمیشہ میرے پاس رہو
گی۔

اللہ ہمارا رشتہ اتنا مضبوط رکھے کہ کسی کے لاکھ چاہنے
پر بھی۔۔ ہم کبھی الگ نہ ہو سکیں۔ ہمیشہ ساتھ رہے۔
امین!! عزیزے حمزہ کی بات سنتے فوراً "امین" کہتے اس
کے سینے سے لگی۔

حمزہ اسے بیڈ پر لیٹاتے اس پر جھک گیا۔

علیزے نے ڈبڈبی آنکھوں سے حمزہ کو دیکھا۔ جاناں۔۔
پانچ سال سے اپنے جذبات کو کنٹرول کر رہا ہوں۔ اب
اور نہیں۔۔ اب ہر رشتہ مکمل کر کے تمہیں پوری
طرح اپنا بنالینا چاہتا ہوں۔

وہ اس کے کانپتے لبوں کو شدت سے چومتے بولا۔

ہی۔۔ وہ شرم سے اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔ ہی کی
جان۔۔ اب اور تو مت تڑپاؤ۔۔ حمزہ محبت سے اس کے
گال پر لب رکھتے بولا۔ علیزے آنکھوں کے اشارے
سے اس کے ساتھ لپٹ گئی۔

حمزہ مسکراتے ہوئے اس کا چہرہ سامنے کرنا شدت سے
اس کے گلابی لبوں پر جھک گیا۔ اور شدت سے اس کے
لبوں پر جنون ڈھانے لگا۔ عزیزے مزاحمت کرتی با مشکل
برداشت کر رہی تھی۔ حمزہ پیچھے ہوتے اس کے لبوں کو
نرمی سے چومتے اس کی دھڑکنوں کو جا بجا چومنے لگا۔
عیزے سسکتے ہوئے اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں بھر
گئی۔ بھر گئی۔ حمزہ کی بڑھتی شدتوں پر پردے گرتے
گئے۔ عزیزے کی سسکنے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ وہ اس کی
روح میں اترتے مکمل طور پر اسے اپنا بنا چکا تھا۔ پانچ سال
کا ہجر اسے سکون بخش چکا تھا۔

علیزے بہتے آنسوؤں کے ساتھ اس کے سینے سے لگی
شدت سے رو رہی تھی۔

میری جان۔۔ کچھ نہیں ہوا۔ وہ اسے سینے سے لگائے
بولا۔ اتنی زیادہ درد ہوئی ہے۔ آپ بول رہے ہیں کچھ
نہیں ہوا۔ وہ اس کے سینے پر لگے جھڑتے بولی۔

حمزہ مسکراتے ہوئے اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔ ایم
سوری۔۔ مجھے نہیں پتہ تھا۔ میری نازک جان کچھ زیادہ

ہی نازک ہے۔ آئندہ خیال رکھوں گا۔ وہ اس کے ماتھے
پر لب رکھتے بولا۔

علیزے مسکراتے ہوئے اس کے سینے سے لگ
گئی۔۔۔۔۔

ضرغام لندن کی فلائیٹ سے امریکہ پہنچ گیا تھا۔

اس کی گاڑی اپنے فلیٹ میں داخل ہوئی۔ گاڑی سے نکلتے
ضرغام اپنی مام رانیہ کی طرف بڑھا جولان میں بیٹھی تسبیح
پڑھ رہی تھی۔ اسلام و علیکم !! مام۔۔۔ ضرغام نے پیار سے

ان کے ماتھے پر لب رکھتے بولا۔۔ وعلیکم اسلام۔۔ کیسا
ہے میرا بیٹا۔۔ آگئی گھر کی یاد۔۔

رانیہ بیگم اپنے بیٹے کی اچانک آمد پر خوش ہوتے
بولی۔۔ مام۔ گھر کو بھول بھی سکتا ہے کوئی جس گھر میں
میری ماں اور بیوی رہتی ہو۔ ضرغام مسکراتے مسکراتے
ہوئے بولا۔۔

اچھا مام۔۔ میں فریش ہو کر ملتا ہوں۔۔ ضرغام اپنی مام
کے ماتھے پر لب رکھتے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

اپنے روم میں داخل ہوا۔۔ سامنے ہی کھڑکی کے پاس
بیٹھی نائیشہ کو دیکھ کر تڑپتے دل کو سکون ملا۔ نائیشہ
صوفے سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے ہوئے تھی۔
طرغام اپنا کوٹ اتارتے مسکراتے ہوئے نائیشہ کی طرف
بڑھتے اپنی باہوں میں اٹھا گیا۔ نائیشہ جو سونے کی کوشش
میں لگی ہوئی تھی۔۔

اچانک خود کو ہوا میں محسوس کرتے چیختے آنکھیں کھول
گئی۔ ریلیکس میرا بچہ۔۔ میں ہوں۔۔ اس کو چیختے دیکھ کر
ضرغام اسے اپنے ساتھ لگاتے بولا۔ نائیشہ ضرغام کی

آواز سنتے اپنی آدھا کھلی آنکھیں پوری کی پوری کھول
گئی۔

ضرغام کو دیکھتے اس کے آنسو ٹپ ٹپ بہنے لگے۔ ہیں۔۔
وہ آنسوؤں سے تر بھیگی آواز میں بولتی اس کے سینے سے
لگی۔

آپ نے اتنی دیر کیوں لگا دی۔ آپ کو ذرا بھی فکر نہیں
ہے۔ وہ اس کے سینے سے لگی شکوے بھرے

انداز میں بولی۔۔

آپ کو بیوی کی حالت کا خیال کرنا چاہیے تھا۔ پریگنٹ
بیوی کو کون چھوڑ کر جاتا ہے۔ وہ اسے بولنے کا موقع
دیے بغیر بھیگی آواز میں بولی۔

بس میری جان۔۔ اتنے زیادہ شکوے۔۔ ضرغام اسے

بیڈ پر لیے بیٹھتے بولا۔

تمہاری اور اپنے بچے کی فکر تھی تو چلا آیا ہوں۔

ضرغام اسے تکیے پر لیٹاتے بولا۔ بیزی تھا میری جان۔۔
دیکھو اب آگیا ہوں نا۔۔ اب سارے شکوے ختم
کرو۔۔ اپنی حالت دیکھو۔۔ لگتا نئی ہو۔۔ تم آٹھ ماہ کی
پریگنٹ آٹھ ہو۔۔ وہ اس کا کمزور وجود دیکھتے تڑپتے
ہوئے بولا۔ ہی۔۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ کہی پہلے کی
طرح ہمارا بے بی۔۔ وہ روتے ہوئے بولنے لگی۔

شش۔۔ میرا بچہ ایسے نہیں سوچتے۔۔ سب اچھا ہو گا۔
وہ اس کے ماتھے پر لب رکھتے بولا۔ اچھا۔۔ یہ بتاؤ۔۔ ہی
کی جان نے مجھے کتنا مس کیا۔ وہ اس کے اوپر جھکے
بولا۔۔ میں کیوں کروں گی میں۔۔ ناہیشہ اپنی ہنسی

دباتے بولی۔ اچھا۔۔ بڑی صفائی سے جھوٹ بولنے لگی
ہو۔ فون پر تو۔۔ آئی مس یوں ہی لگا رکھا تھا۔ ضرغام
اس کے گال پر اپنے دھکتے لب رکھتے بولا۔ یا اللہ ہی۔۔
میری گال۔۔۔ وہ اپنی گال پر ہاتھ رکھتے بولی۔

کیا ہوا۔۔ اس کے گال پر ہاتھ رکھنے پر۔۔۔ پریشانی

سے بولا۔

کچھ نہیں۔۔ وہ اپنی گال سے ہاتھ ہٹاتے بولی۔ ضرغام
اس کے گال کو دیکھتے گھور کر دیکھا۔

میری ڈرامے باز بیوی۔۔ وہ اس پر جھکے بولا۔

اور بس کے لبوں کو اپنے لبوں میں ڈبا گیا۔ نائیشہ ڈھک
دھک کرتے دل کے ساتھ ضرغام کا کالر مٹھیوں میں
دبوچ گئی۔

ضرغام نرمی سے اس کے ہونٹوں پر اپنا لمس ضرغام اس
کے گال کو دیکھتے گھور کر دیکھا۔

میری ڈرامے باز بیوی۔۔ وہ اس پر جھکے بولا۔

اور بس کے لبوں کو اپنے لبوں میں دیا گیا۔

نمائشہ ڈھک دھک کرتے دل کے ساتھ ضرغام کا کالر
مٹھیوں میں دبوچ گئی۔

ضرغام نرمی سے اس کے ہونٹوں پر اپنا لمس چھوڑتے
نمائشہ کے لبوں کی نمی اپنے اندر انڈیل رہا تھا۔ کافی دیر
اس کے لبوں پر جنون ڈھانے کے

بعد پیچھے ہوا۔

نا تکلیف لبی سانسیں کھینچتے مسکراتے ہوئے ضرغام کو

دیکھنے لگی۔

ضرغام مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکا
گیا۔ میری پرستان کی پری۔

تمہاری حالت دیکھ کر لگ رہا ہے تم نے صبح سے کچھ نہیں
کھایا۔

میرا دل نہیں تھا۔ نامیشہ اس کی سانسیں اپنے چہرے پر
محسوس کرتے بولی۔

میری جان۔۔ دل تھایا نہیں۔۔ تمہیں اپنا خیال رکھنا
چاہیے۔ وہ پیار سے اس کے گال سہلاتے بولا۔ آپ آ
گئے ہیں۔ ہم مل کر کھانا کھاتے ہیں۔

نامیشہ مسکراتے بولی۔۔



ہاں چلو۔۔ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے کھیلاؤں گا۔

وہ ناکلیشہ کو اپنی گود میں اٹھاتے بولا۔۔۔۔۔ میں چل
لوں گی۔ وہ اس کے گود میں شرماتے ہوئے بولی۔۔
میرے ہوتے ہوئے تمہیں چلنے کی ضرورت نہیں۔۔

وہ اس کے سُرخ چہرے پر نظر ڈالتے بولا۔ اور باہر نکل
گیا۔

کچھ دنوں بعد.... عاصم اپنی فیملی کے ساتھ اسلام آباد
میں بنے اپنے مینشن میں واپس آ گیا تھا۔ سعدیہ بیگم بیمار

رہنے لگی تھی۔ وہ اس وقت کمرے سے بہت کم باہر نکلتے
تھے۔

عاصم اور آثرہ۔۔ عشنا۔۔ اور منہا کا ایڈمیشن کروانے
سکول آئے تھے۔ بابا۔۔ میں یہاں دوست کیسے بناؤں
گی۔ منہا۔۔ معصومیت سے اپنی بابا کو دیکھتے بولی۔
منہا۔۔ دوست بنائے نہیں جاتے بن جاتے ہیں۔ عشنا
معصومیت سے بولتی اپنی سمجھداری کا ثبوت دے گئی۔
ماشا اللہ۔۔ میرا سمجھدار بچہ۔۔ عاصم اور آثرہ دونوں نے
عشنا کے گالوں کو کھینچا۔ بابا ماما میں بھی سمجھدار ہوں۔
منہا منہ پھولاتے ہاتھ باندھے کھڑی ہو گئی۔

لیس ڈارلنگ تم بھی سمجھدار ہو۔ آئزہ اس کی طرف
تھوڑا جھکتے ہوئے بولی۔

میری جان۔۔ تم صرف مجھے منایا کرو۔۔ تمہاری بیٹیوں
کے لیے میں ہوں نا۔۔ عاصم جیس انداز میں بولتے
آئزہ کو اپنے حصار میں لیا۔ شرم کرے شاہ۔۔ ہم
سکول میں کھڑے ہیں۔ آئزہ گھور کر بولی۔

بابا۔۔ آپ کتنا جیس ہوتے ہیں۔۔ ماما کو ہم سے پیار ہی
نہیں کرنے دیتے۔۔

منہا اپنے بابا کی طرف دیکھتے بولی۔ بابا کی جان۔۔۔ پیار
کرنے کے لیے آپ کے بابا ہیں۔ تمہاری ماما کا سارا پیار
صرف میرا ہے۔ میں تو اپنی بیٹیوں سے بھی بہت پیار
کرتی ہوں۔

آئہ عاصم کی بات کاٹتے بولی۔ اور باری باری اپنی دونوں
بیٹیوں کو پیار کیا۔ ایڈمیشن ان کا ہو چکا تھا۔ صبح سے ان
کی کلاس سسز سٹارٹ تھی۔ عاصم اپنی فیملی کو لیں کر گھر
روانہ ہو گیا۔

ہاشم کو منا کر علینہ نے پھر سے ہو سپٹل جوائن کر لیا تھا۔
قائم سکول چلا جاتا تھا۔ اور اسیر اپنی نانوں اور دادو کے
پاس رہتی تھی۔ میری جان۔۔ کیا ہوا۔۔ علینہ جو تھکے
ہارے وجود کے ساتھ ہاشم کے کین میں داخل ہوئی۔

ہاشم اسے دیکھتے فوراً بولا۔

کچھ نہیں۔۔۔ بس سر میں درد ہے۔ کیا مجھے ہاف چھٹی مل
سکتی ہیں۔ علینہ اس کی گود میں بیٹھی معصومیت سے
بولی۔ ہاشم کو اس کے پیار بھرے انداز پر بے ساختہ پیار
آیا۔ کیوں نہیں مسمر ہاشم خان۔۔۔ اگر زیادہ درد ہو رہی

ہے یہ لو یہ ٹیبلٹ کھاؤ۔ وہ علینہ کے ماتھے پر لب رکھتے
بولا۔ اور ڈراڑ سے کچھ میڈیسن علینہ کو دی۔۔ جسے علینہ
نے خاموشی سے پکڑ لیا۔ اور کھانے لگی۔ مسٹر کی
جان۔۔ چلو آؤ تمہیں حویلی چھوڑ آؤں۔ ہاشم علینہ کو
اپنی گود میں اٹھاتے بولا۔

علینہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کے سینے پر سر ٹکا گئی۔ ہاشم
مسکراتے ہوئے اپنے کیمین میں بنے دوسرے دروازے
کی طرف بڑھتے جو باہر لان کی طرف کھلتا تھا۔ وہاں سے
علینہ کو لیں کر نکلا۔۔ سب ہی اپنی اپنی لائف میں ڈیزی
ہو گئے۔ دامیار خان کو سات قبیلوں کا سردار منتخب کر

دیا۔ جس پر سب بے حد خوش تھے۔ بہرام نے یہ عہدہ
لینے سے انکار کر دیا۔ جس کی بنا پر دامیار کو اس عہدے
پر فائز کیا۔

بہرام اور شاہ میر اسلام آباد۔۔۔ اور یہاں سوات میں
اپنا بزنس چلانے لگے۔

شاہ میر بھی اپنی فیملی کے ساتھ اسلام آباد شفٹ ہو گیا
تھا۔ ارزان کا ایڈمیشن امان کے سکول میں کروایا تھا۔

کاوش اور شاہ میر۔۔ اسلام آباد میں بنے اپنے مینشن میں
شفٹ ہو نکلے تھے۔ بہرام سوات میں ہی اپنے بزنس کو
بڑھانے میں کامیاب

ہو گیا تھا۔

اس وقت وہ آفس نکلنے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔

بلیک شلوار قمیض پہنے وہ انتہا کا پُرکشش جاذب شخص لگ
رہا تھا۔

ہیزل اس کے قمیض کے بٹن بند کرتے مسکراتے ہوئے
دیکھ رہی تھی۔ کیوں اپنی ان پیاری آنکھوں پر ظلم کروانا
چاہتی ہو۔ بہرام اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے بے باکی سے
خود کے ساتھ لگاتے اس کی گرے آنکھوں میں دیکھتے
بولا۔

آپ ماشا اللہ۔۔۔ سے پیارے ہی بہت لگ رہے ہیں۔
میری نظریں ہی نہیں ہٹ رہی۔ ہیزل اپنے پیروں کو
اوپر اٹھاتے بہرام کے گال پر لب رکھتے بولی۔ میں تو پیارا
ہر روز ہی لگتا ہوں۔ وہ اس کے لمس پر مسکراتے ہوئے
بولا۔

اچھا اب زیادہ چپکنے کی ضرورت نہیں۔۔ آپ کو آفس
کے لیے لیٹ ہو رہا ہو گا۔ میرا ل نیچے آپ کا انتظار کر
رہی ہے۔ وہ اس کے ہاتھوں کی بے باکیوں کو محسوس
کرتے بولی۔ جارہا ہوں۔۔ پیاری خاناں۔۔

وہ اس کے لبوں پر جھکتے بولا۔۔ اور شدت سے اس کی نمی
خود میں اُتارنے کے بعد پیچھے ہوا۔ اللہ حافظ۔۔ ناشتہ کر
لینا۔۔ بہرام اس کی پیشانی پر لب رکھتے باہر نکل گیا۔
ہیزل مسکراتے ہوئے بکھری چیزیں سمیٹنے لگی۔

حمزہ نے علیزے کا ایڈمیشن لاہور یونیورسٹی میں کروایا
تھا۔ علیزے کی خواہش تھی وہ اس یونیورسٹی میں
ایڈمیشن لیں۔ حمزہ خود نار ان کاغان تھا۔ ایک دو ہفتے بعد
اسے ضرور ملنے آتا تھا۔ وہ اس وقت اپنی بارعب
پر سنیلٹی کے ساتھ گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا
علیزے کا انتظار کر رہا تھا۔

سامنے ہی علیزے اسے علیزے آتے ہوئے نظر آئی۔
حمزہ کو دیکھتے وہ خوش ہوتے اس کی طرف بھاگتے آئی اور
اس کے سینے سے لگ گئی۔ آس پاس گزرتے سٹوڈنٹ
رُک رُک کر ان دونوں کو دیکھنے لگے۔ کیسا ہے میرا بچہ

-- حمزہ اس کے بالوں پر لب رکھتے بولا۔ میں ٹھیک ہوں
ہی۔۔ آپ کو پتہ ہے۔۔ میرا بلکل بھی یہاں دل نہیں
لگتا۔ عزیزے منہ بسورتے بولی۔

وہ کیوں۔۔ اتنی جلدی پڑھائی سے دل بھر گیا۔ وہ
عیزے کو گود میں اٹھاتے گاڑی میں بیٹھاتے بولا۔ نہیں
ہی۔۔ مجھے صرف آپ کی یاد آتی ہیں۔ پڑھائی تو میری
فرسٹ کلاس چل رہی ہے۔ عزیزے اس کے گاڑی
سٹارٹ کرنے پر بولی۔ ہی کی ہر ہفتے ملنے تو آتا ہوں۔
صرف دو سال ہی ہے۔ پھر تمہارا سمسٹر کلئیر ہو جائے

گا۔۔ پھر تو ساری زندگی میرے ساتھ ہی رہنا ہے۔ وہ
علیزے کی پیشانی چومتے بولا۔

المیر سے سے پتہ چلا تھا۔ وہ جب سے اُس کے پاس رہی
ہے۔ کالج جاتی رہی ہے۔

اب علیزے کی خواہش پوچھتے اس نے مجبوری میں
علیزے کا ایڈمیشن یہاں لاہور یونیورسٹی میں کروایا تھا۔
ورنہ وہ ایک منٹ بھی علیزے کو خود سے دور نہیں کر
سکتا تھا۔

جب محبوب کو خوش کرنے کی لت لگ جائے تو روح "عشق حقیقی ہو کر روضا اور عاجزی کے سمندر میں فنا ہو کر ہمیشہ کے لیے بقا پالیتی ہے۔ حمزہ بھی اپنی کم عمر بیوی کو خوش کرنے کے لیے ہر خواہش پوری کر رہا تھا۔ زارا "جلدی سے ریڈی ہو جاؤ۔" حمید صاحب کی بیٹی کی شادی ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ حمید صاحب اپنی بیٹی کو کوئی کمی پیش نا آنے دیں۔ میں سردار کی حیثیت سے حمید صاحب کی ہر ذمہ داری پوری کرنا چاہتا ہوں۔

وہ بیڈ پر بیٹھا زاتم کو سینے سے لگاتے بول رہا تھا۔ سردار صاحب ٹھیک سوچا ہے۔ اللہ نے آپ کو رکھے۔ اس

عہدے پر فائز ہی اس لیے کیا ہے۔ کے آپ غریبوں کی
ضروریات کا خیال رکھے۔ جس وہ لوگ بھی خوش ہو گئے
اور اللہ بھی۔

زارا تبریز کے پاس بیٹھتی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے محبت
سے بولی۔ ہم!! میری نرم دل سردار نی۔۔۔ وہ مسکراتے
ہوئے زارا کی پیشانی چوم گیا۔

چلیں اب۔۔۔ تبریز زائِم کو لیں کر اُٹھتے بولا۔ اور تینوں
کمرے سے باہر نکل گئے۔

اسلام و علیکم!! حمید صاحب۔۔ تبریز حمید کے پاس چار
پائی پر بیٹھتے بولا۔ زارا اندر گھر کی عورتوں کے پاس چلی
گئی تھی۔

و علیکم اسلام۔۔ چھوٹے سردار۔۔ آپ کو یہاں دیکھ کر
بہت خوشی ہوئی۔

حمید خوش ہوتا اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے بولا۔ آپ کی بیٹی
اور بہن کی شادی ہے۔ بس اسی خوشی میں آگیا۔ تبریز
زائم کو چار پائی پر بیٹھاتے بولا۔ اور پانچ لاکھ نکال کر حمید

کے ہاتھ میں رکھے۔ حمید صاحب۔۔ میری بہن کی شادی
میں کوئی کمی نہیں آنی چاہیے۔

آپ نے ساری عمر ہماری خدمت میں گزرا دی۔ یہ رقم
سحر کی شادی کے لیے۔ تحفہ سمجھ کر رکھ لیں۔ تبریز
مسکراتے ہوئے بولا۔

بہت شکریہ چھوڑے صاحب۔۔ آپ نے ہماری

ساری مشکلات دور کر دی۔

اللہ آپ کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ حمیدِ نعم آنکھوں

سے بولا۔۔

آمین۔۔ تبریز مسکراتے ہوئے بولا۔ تھوڑی دیر میں
تبریز زارا اور زاتم کو لیکر حویلی کے لیے نکل گیا۔

گنگریجو لیشن مسٹر ضرغام۔۔۔

A Daughter is Born

ضرغام جو چتیر پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ڈاکٹر کے بولنے
پر فوراً اٹھ گیا۔

Thank you doctor. How is my wife?

ضرغام لیڈی ڈاکٹر سے انگلش میں بات کرتے
فکر مندی

سے نائیشہ کا پوچھنے لگا۔

مسٹر زر گام۔ آپ کی بیوی بالکل ٹھیک ہے۔

آپ تھوڑی دیر میں ان سے مل سکتے ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر
مسکراتے ہوئے بولی۔ ضرغام کے لبوں

پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

---- Thankyou Doctor

یا اللہ تیرا شکر ہے۔ جتنا وہ ڈر رہا تھا۔ ناہیشہ کی طبیعت کو
لیکر اللہ کی رضا سب ٹھیک تھا۔ ناہیشہ کو روم میں شفٹ
کر دیا تھا۔ ضرغام اس کے پاس بیٹھا اس کے بالوں کو سہلا
رہا تھا۔

نامیشہ کے ساتھ چھوٹا سا وجود لیٹا سا نسیں بھر رہا تھا۔
ضرغام اپنی بیوی اور بیٹی کو دیکھتے کتنی ہی دفعہ اللہ کا شکر
ادا کر چکا تھا۔ میری پیاری پری۔۔ یہاں ہی نیندیں پوری
کرنے کا ارادہ ہے۔ وہ اس کی پیشانی پر لب رکھتے بولا۔
آپ یہاں سے لیکر کر جائے گئے تو میں جاؤں گی۔

وہ معصومیت سے آنکھیں پیپٹاتے بولی۔ اچھا میری
جان۔۔۔ میں ڈسچارج پیپر ریڈی کروا

کر لایا۔

وہ اس کی پیشانی چومتے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر میں وہ
نامیشہ کو لیکر اپنے فلیٹ پہنچا۔ رانیہ بیگم نے آگئے ہوتے
ضرغام سے ننھے وجود کو پکڑا۔ اور شدت سے اس کے
ماتھے پر لب رکھے۔ ضرغام نامیشہ کو گود میں اٹھائے اندر
کی طرف بڑھ گیا۔

نامیشہ مسکراتے اس کے سینے پر سر ٹکا گئی۔ "عورت کو
اگر من پسند شخص مل جائے تو اس کے سارے ارمان
پورے ہو جاتے ہیں۔ اور اگر مرد کو من پسند عورت مل
جائے تو وہ گھر کے سارے کام کرنا سیکھ جاتا ہے۔"

وہ اسے بیڈ پر لیٹاتے اپنی بیٹل فیری کو اٹھائے چُپ
کروانے لگا۔ جس نے گھر داخل ہوتے ہی رونا شروع کر
دیا تھا۔

میری جان تم آرام کرو۔۔ گڑیا کو میں دیکھ لیتا ہوں۔ وہ
جھکتے نامیشہ کے لبوں پر گستاخی کر گیا۔

"جو کہانی اللہ کے سپرد کر دی جاتی ہے اس کہانی کا اختتام
کبھی اُداس نہیں ہوتا۔

"ختم شده"

